

پیش خدمت ہے کتب خانہ گروپ کی طرف سے  
ایک اور کتاب ۔

پیش نظر کتاب فیس بک گروپ کتب خانہ میں  
بھی اپلوڈ کر دی گئی ہے 📖

<https://www.facebook.com/groups/1144796425720955/?ref=share>

میر ظہیر عباس یوسفانی

0307-2128068 📞

@Stranger 🍷🍷🍷🍷🍷🍷🍷

# نوبیل امن

کے  
سو برس

باقر نقوی

پہلی اشاعت : دسمبر ۱۹۶۰ء  
پہچان : انڈیز پبلیشنگ، لاہور : 12741124  
قیمت : ۳۰۰۰ روپے  
جلد حقوق محفوظ

## نوبل امن کے سو برس | باقر نقوی

*Nobel Ann Kay Son Baras*  
Translation  
Compiled and Translated by : Bagar Naqvi

1330 Market Street #1, Ste 3,  
Vancouver, British Columbia  
V6Z 2R1 Canada  
E-mail: shaziyar@shaw.com

کامیاب صنعت کار، تاجر اور انشورنس کی عظیم شخصیت

روشن علی بھیم جی

کے نام

جو زندگی بھر امن اور جمہوریت کے حامی رہے

پیش خدمت ہے کتب خانہ گروپ کی طرف سے  
ایک اور کتاب ۔

یہیں نظر کتاب فیس یک گروپ کتب خانہ میں

بھی اپلوڈ کر دی گئی ہے 📖

<https://www.facebook.com/groups/1144796426720955/?ref=share>

میر تقی میر عوامی روستعلیٰ

0307.2128058

@Stranger ❤️❤️❤️❤️❤️❤️

## امن

”امن اور آزادی بہت حسین اور تازہ بناک چیزیں ہیں

امن گندم کے کھیت ہیں

سلیڈے کے درخت ہیں

دلہن کا آنکھل ہے

بچوں کے ہستے ہوئے ہاتھ ہیں

شاعر کا قلم ہے اور مصور کا منو قلم

آزادی ان سب کی صفات کی ضامن

اور غلامی ان سب غموں کی قاتل ہے“

فیض احمد فیض

(لیجس امن انعام کے خطبے سے اقتباس)





## اشعار

[illegible]







جرل عمر

جان پال مدغم

Judas Maccabeus

Joramiah

جوزف رابنارٹ

جوانی دمر

جان بزم

جیری ایس

جارج پگیل

جان گوسل لین

جان لاک

ج

Chulalongkorn

چارلس واکر

چارلس ویتھرشپ

چارلس لے وٹیان

جیمز کئی شیک

چرچل

Charles Piguy

چارلس پیچ

چارلس ویکل

چارلس وائی

چیمبر لین

ح

ح

خ

خوشیہ

و

واحد

واکر

والتھ لاور

و

Estournelles

Dante

Dante

وایس

Estournelles de

Constant

Dessamp

والتھ لاور

والتھ لاور وائی گوسل

وایس لین

والتھ لاور آرن

والتھ لاور

والتھ لاور

والتھ لاور

D. W. Gann

والتھ لاور

والتھ لاور

والتھ لاور

والتھ لاور

والتھ لاور

م

یوسف توتو

وی لکریک

لیونین گوسل

لیونین گوسل

لیونین گوسل

ز

ر

زیدل کمر

زیدل کمر (معد)

Rahn

زیدل کمر

زیدل کمر

زیدل کمر

زیدل کمر

زیدل کمر

زیدل کمر

زیدل کمر

Rothschild

زیدل کمر

زیدل کمر

زیدل کمر

زیدل کمر

Rapach

زیدل کمر

زیدل کمر

زیدل کمر

زیدل کمر







Lincoln  
Lorenzo de' Medici

لی  
لارڈ ڈی مڈل آف  
لیئس جی  
لکس  
لے

Lord Cunningham of  
Hyddup

لارڈ کوننگھم آف

Luther

لوتھر

لوتھا

لوتھر

لائسنس کارڈ پرنٹ

Leo Stilaad

لیئو سٹیلاد

لے وکے کوئی

لی ڈاک ٹو

Leon Jahauz

لیئو جہاؤز

لیو جہاؤز

لیو جہاؤز

لارڈ سوکسن

لارڈ سوکسن

لی بی

لی بی بی

کیمپ چٹ

Gidsha Anderson

Giulio Andreotti

گرو پرنس بریڈیئر

Gunnar Raaldhuus

ل

لیو پرنس (شاد)

لیو پرنس

Luther

L. van Bab

Lamprecht

لیمپریٹ

لیو پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب

لایب

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

لایب پرنس

گ

Gatz

گاتز

گاتز

گاتز

گاتز

گاتز

گاتز

گاتز

گاتز

گاتز

گاتز

گاتز

Gave Hambridge

Gunnar John

گنار

Goring

گورنگ

گورنگ

گورنگ

گورنگ

گورنگ

گورنگ

م



ہارڈ کان ہیجڈی	ہارڈ کنڈ کورکن	ہکسین عربی ہنر
سوتلی	مرغہ چش	ہارمن ہجبال
مکڑو	مجر	ہنسی
Idaravignien	Hicks Hallorashki	ہنلین
Idassiny	ہارنیریا	Numerin Angell
مچو	موجن دس گامگی	نوبول کرچ
سوتلی احرنیہ ہدفیر:	Medellin	ہارمن ہارنس ہڈاگ
یہ گائے رورڈ کرچ	مگل کھیا چاف	ہارمن ہڈاگ
ہارنی	مگل مرگے وچ کھیا چاف	ہکسین
موت، ای لائی	متران	ہنسی راکھیر
مڈھن	مگل آرت	مچولین
مگر ہمد	میڈر	لوٹل
ہارڈن آف ہاسبری	مٹن ہوفر کنگ ہنر	ہار
ہارم گھری	مڈ سونیا	ہنسی میڈر
Idontasquien	Marderkasi Vanuan	ہارن مٹیا تو
مہتا گامگی	مٹ رچ کورکن	NP wan Nigh L. wan
تی تے	مٹس ہنر	ہنسی خردشیف
جٹ تے	مڈوٹم	
ہشیاں	موت	و
Idashashu :	مٹس سی آس	ہورڈولین
موت		ولین (ممد)
مٹسکی		رچرچین
ہارنی ہوفر کنگ	ن	درگے ۵۵
مٹ	لورکوف	ہارمکی
موتن دس کرم چہر گامگی	Nimoyur	Hann-Muller
ہکسین	لوٹل	ہارمڈوید
Iden. Hara Linhaus	ہارمن اچال	ولین
ہک ہرچ	ہنسی	ہارم (شچہر)
Idwin Luther Kiga	مٹ ہسٹون	ہارم ساٹھوہ ای آکر:
مڑہ کورکن	نور	ہارمے مولی ہدفیر:

## فہرست

17	نابہر و سنا	باقر نقوی کی ایک بڑی نئی
27	رضی بختی	تقابلِ رشتہ کا نام
33	باقر نقوی	تختِ ہائے عشقی
39		2000 کہ لے چکے
		Kim Dae-jung
		1999 اس بڑی انور نہیں دیا گیا
50		1998 جات ہیمنہ لوجہ بریں
		John Hume - David Trimble
66		1997 بھڑکی دلیر اور مائی ہی بی ایل
		Jody Williams
78		1996 کارلوس فیلیپ زیمبیریلو - ہوزے راموس - ہوزے
		Carlos Filipe Ximenes Belo - José Ramos Horta
103		1995 جوزف رات پٹ
		Joseph Ratzke
121		1994 یاسر عرفات - شیمان پیرے - اسحاق رابین
		Yasser Arafat - Shimon Perez - Yitzhak Rabin

141	نیلسن منڈیلا - نیف وی کلرک	1993
	Neelson Mandela - F W de Klerk	
156	ٹیگوریا مین چولم	1992
	Figuereta Menchú Tam	
171	آنگ سان سوکی	1991
	Aung San Su Ki	
180	میخائیل گورباچوف	1990
	Mikhail Gorbachev	
198	دلائی لاما - چہ لہم	1989
	The 14th Dalai Lama	
—	اس برس انعام نہیں دیا گیا۔	1988
212	آسکر ایس مرنچس	1987
	Oscar Anae Sanchez	
226	ایلی ویسل	1986
	Eli Wiesel	
—	اس برس انعام نہیں دیا گیا۔	1985
240	ڈیمونڈ ٹوٹو	1984
	Desmond Tutu	
255	لیچ ولے	1983
	Lech Walec	
267	آلبرٹ ایسٹن - انیسو گارسیا رابیرے	1982
	Alva Myrdal - Alonzo Garcia Rabiree	
—	اس برس انعام نہیں دیا گیا۔	1981
283	ادولفو پیرے اسکویئل	1980
	Adolfo Pérez Esquivel	
297	مادر تیرسا	1972
	Mother Teresa	

311	1973	محمد انوار السادات - مناحم بگین
		Mohammad Anwar al Sadat - Menachem Begin
—	1977	اس برس انعام نہیں دیا گیا۔
327	1976	بیک ولسز - مریٹ کورینگٹن
		Betty Williams - Mervyn Corringham
340	1975	آندرے سخاروف
		Andrei Sakharov
357	1974	سٹان جگ براہیڈ - ایسا گوما تو
		Sean MacBride - Eusebio Sima
395	1973	ہیری کینگر - ٹی ایکس فو
		Henry Kissinger - Le Duc Tho
—	1972	اس برس انعام نہیں دیا گیا۔
405	1971	ویلی برانڈ
		Willy Brandt
429	1970	مارٹن لوتھر کنگ
		Martin Luther King Jr
—	1969	اس برس انعام نہیں دیا گیا۔
460	1968	رینیے کاسین
		Rene Cassin
—	1967	
	1966	تین برسوں میں انعام نہیں دیا گیا۔
	1965	
479	1964	مارٹن لوتھر کنگ جونیئر
		Martin Luther King Jr
—	1963	اس برس انعام نہیں دیا گیا۔
498	1962	لوتھر پاولنگ
		Linus Pauling

523	1961	داگ ہمارے گولڈ	Dag Hammarskjöld
533	1960	البرٹ جان لولٹ	Albert Jean Lutet
553	1959	فلپ ٹیٹ ہیکر	Philip Noel-Baker
573	1958	جارج پیرے	Georges Pire
595	1957	لینڈر ہاؤس پیرسون	Landis Bowles Pearson
—	1956	—	—
	1955	ن ہسول میں انعام نہیں دیا گیا۔	—
	1954	—	—
618	1953	جارج کولف مارشل	George C Marshall
635	1952	البرٹ شوارتزر	Albert Schweitzer
654	1951	لیون جیو	Leon Jouhaux
673	1950	رالف ہنچ	Ralph Bunche
696	1949	لارڈ ہائیڈ آر	Lord Boyd Orr
+	1948	ن ہسول میں انعام نہیں دیا گیا۔	—
	1947	—	—
716	1946	ایمیلی گرین ہائس۔ جان ریڈ مائٹ	Emily Greene Balch - John Raleigh Mott

750	1945	کارڈیل ہل Cordell Hull
—	1944	
	1943	
	1942	
	1941	ان پر سبیل میں انعام نہیں دیا گیا۔
	1940	
	1939	
	1938	
759	1937	رابرٹ ہسٹل Robert Cecil
780	1936	کارلوس سٹراویدو لوماز Carlos Stravendo Lomas
789	1935	کارل فان آوزٹسکی Carl van Ossietzky
792	1934	آرتھر ہنڈرکن Arthur Henderson
810	1933	نورمان انجیل Sir Norman Angell
—	1932	اس پر انعام نہیں دیا گیا۔
835	1931	جین ہارڈن گورڈن ہارڈن Jane Addams - Nicholas Murray Butler
842	1930	جوزف ٹیڈر ریڈم Lars Olof Jonathan (Nathan) Söderström
863	1929	فرینک کیلوگ Frank Kellog
—	1928	اس پر انعام نہیں دیا گیا۔

874	فریڈرک بونیس۔ لڈویگ کوئڈے	1927
	Ferdinand Buisson - Ludwig Quide	
900	گسٹاف سٹریسمن	1926
	Gustaf Strömman	
923	سیر آسٹن چمبرلین	1925
	Sir Austen Chamberlain	
—	ن پڑھوں میں انعام نہیں دیا گیا۔	1924
		1923
925	فریڈرک نیکسی	1922
	Friedrich Nixen	
942	ہنریک برننگ	1921
	Henrik Brønning	
958	لیون جوشاؤ	1920
	Léon Jostaux	
970	ووڈرو ولسن	1919
	Woodrow Wilson	
—		1918
		1917
	ن پڑھوں میں انعام نہیں دیا گیا۔	1916
		1915
		1914
973	ہنریک لافانتین	1913
	Henri La Fontaine	
974	ایلی ہارٹ	1912
	Elly Hart	
976	ٹوبیاس آکسر۔ آلفرید ہرمان فرائیڈ	1911
	Tobias Aaser - Alfred Hermann Fried	
—	ن پڑھوں میں انعام نہیں دیا گیا۔	1910

979	1909	آگست بیراوت - پال جبری ایستوریل ڈی گونٹاں	Auguste Beemant - Paul Henri Benjamin d'Estournelles de Constant
982	1908	کلاس پارس آمالزون - فریڈریک بوجر	Klas Parus Amalzon - Fredrik Bajer - Sweden
1006	1907	لئو تھوڈور راسکون - لوف رینو	Elnarto Teodoro Moneta - Louis Renault
1046	1906	تھیوڈور راسکون	Theodore Roosevelt
1051	1905	بارتھا فون سٹنر	Bartha von Suttner
—	1904	ایم ایس انوم فیس دیو گیا	
1058	1903	رینڈل گرمر	Randal Gremer
1066	1902	ایلی ڈاکومن - ایبرٹ گیوت	Elie Ducommun - Albert Gobat
1084	1901	هنری ڈونانٹ - فریڈریک پاسی	Henry Dunant - Frederic Passy
1087		مشاعیر	





## باقر نقوی کی ایک بڑی نیکی

باقر نقوی نے اب سے بڑھتی ہوئی پچیس، ایک صدی کے نوٹیل اپنی خطبات کا ترجمہ کیا اور ناسخ کیا۔ اس مرتبہ وہ اس لیے مسین خطبات کی سوانح لائے ہیں۔ کہنے کو یہ نوٹیل اسن انعام حاصل کرنے والے سی سی اور سماجی مددگار ہیں۔ تقریریں ہیں لیکن نہیں پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ علم و ادب، برویش و بینش کے شادوں سے ملاقات ہو رہی ہے۔ یہ دیکھنے والے اسن کی مختلف جہتوں کے لیے کام کرتے ہوئے پتی زندگیوں لگا دیں، ان میں سے بیشتر علم و ادب اور فلسفے کے وسیع سے بھی ہو کر ترجمہ سے ملے۔ بیشتر خطبات پڑھتے ہوئے ان پر ادب پاؤں کا گمان ہوتا ہے۔ ان تمام خطبات میں ”امین“ کو مختلف رویوں سے دیکھا گیا ہے اور اس کی مختلف حالتیں بیان ہوتی ہیں جن کی مختلف مثالیں اور زمینوں کے دانش مندوں نے آرزو کی ہے۔ یہ خطبات دنیا کے مختلف علاقوں میں سائنس لینے والے اسن کے پیامبروں کے خیالات ہیں۔

ہم اس وقت جس مکتبہ اور انجمن پسندی کا شکار ہیں، اس میں ان خطبات کی اہمیت دو چیزیں ہیں: دو چہرے ہو جاتی ہے۔ باقر نقوی کو دہارک ہو کر انھوں نے ان کا ترجمہ اسن کی کوششوں میں اپنا حصہ لیا ہے۔

اس مرحلے پر یہ چاہنا ہے کہ خطاطوں، اشوک، عظیم اور انگریز نوٹیل کو یک سانس مل جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ایک فرعون، ایک شہنشاہ اور ایک موجد کس طرح اسن کی صحر کار میں ایک ہیں۔

خطاطوں کا پیرائے نام ”اسن جوطپ چہارم“ فرعون کے انھیں دھویں ظامان کا یہ توں فرعون تیرہویں کا تھا جب 1375 ق م میں تخت نشین ہوا۔ وہ دنیا کی طور پر خواب دیکھنے والا تھا۔ اس کے خوابوں نے مصری مذہب کو تکرار دل دیا و ماسی لیے وہ دنیا کا پہلا جہانیت پرست کہتا ہے۔ فرعون کے خاندان میں وہ لوگ پیدا ہوتے تھے جن کا پسندیدہ مذهب پرہیز گاریں پر لنگر کشی اور ملک کی مہر جوش کو سچی سے سچی تر کیا تھا۔ انھوں نے تخت نشین ہوا تو اسے بچے خواہوں سے فرست نہ تھی کہ وہ فوجی مہمات پر نکلتا اور رزق جو اسے کنیزیں اور

عام سمیت کر لیا۔ فتوحات اور لشکر کشی اس کے لیے شجاعت و ہندو کام تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ شام، فلسطین اور ایشیائے کوچک جیسے کی عظمت کا حصہ اور اس کے باقی گزار تھے وہ حملہ آوروں کے ہنسنے میں چلے گئے۔ اس نے اپنے تہذیبوں کو جنگی مہمات کے لیے نظیر قائم دینے سے انکار کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قانون میں اس کی مخالفت بڑھتی چلی گئی۔ مصر کی جہ نہیں اور یہودیوں کے لیے یہ ماکاہل بدداشت صورت حال تھی کہ ان کا فرعون من وراثتوں کی قدرت کی بات کرے۔ اس کے خلاف سریشیں ہونے لگیں۔ اس نے کل ۱۶ برس حکومت کی اور ان کا واحد آدرش وادنی فرعون دنیا سے رخصت ہوا۔ وہ دنیا کا پہلا حکمران ہے جس نے جنگ سے نفرت کی اور من کے خواب دیکھے۔ اسے بین القونی مکمل نظر کا پہلا پیا بر بھی کہا جاتا ہے۔

معدہ (بہار) کے صلیبیہ عثمان کا تیسرا بادشاہ اشوک، اختیارات کے ایک گزارہ کی بھر پیا ہوا۔ بندہ ہارکا یہ بیا دور چندر گپت موریا کا چنا ۲۷۵ ق م میں ہوا۔ اس نے اپنا چاند گپت معدہ سے اور بپا بندہ ہارکا نے اس کے لیے ایک عظیم سلطنت چھوڑی تھی۔ وہ اپنا وقت ٹیٹس اور شکار میں گزارا۔ تاج شاہی سر پہ بچانے کے ۸ برس بعد وہ اپنے عظیم لشکر کے ساتھ ہیرس کی طاقت ور اور دولت مند ریاست کارنگا (جنوبی اڑیسہ) پر حملہ آور ہوا اور اسے جس ٹیس سردیو یہ اس کا پیدا ہوا اور بھلی فتح تھی۔ یہاں جا تا ہے کہ طاقت کے نئے میں ہرشا اشوک جب اپنے موڑے پر سوار ہو کر کارنگا کے میدان میں اپنی فتح کا نظارہ کرنے کے لیے نکلا تو اس کی نگاہوں کے سامنے دور دور تک پھیلا ہوا میدان تھا جس میں ایک لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کی ٹیمیں بکھری ہوئی تھیں۔ مردار خور پرندے ان پر تر آئے تھے۔ بہت سے نیم مرہ تھے۔ کبوتے ہوئے اور پانی مانگتے ہوئے قریب کی جھٹوں سے غور میں ان پہنچے تھیں جو میدان جنگ میں بکھری ہوئی ریشوں میں اپنے مشتے و تھوڑے تھیں اور آدھ بکا کرتی تھیں۔ کارنگا کے میدان میں اس نے دیکھا کہ فتح کا چہرہ کتنا بھیاںک ہے۔ اس کے بدن پر نندہ تاری ہو گیا۔ وہ اپنے گھوڑے سے اتر ا اور اس کے ساتھ چلنے والے شاہی دستہ بھی گھوڑوں سے اتر گیا۔ اشوک نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور زور دیا کہ اس کا گریہ تاریخ میں محفوظ ہو گیا:

یہ میں نے کیا کیا؟ اگر یہ فتح ہے تو شکست کسے کہتے ہیں؟

یہ فتح ہے یا شکست؟

یہ خراف ہے یا انصاف؟

یہ شجاعت ہے یا ہندوئی؟

کیا بچوں، راجہوں کا قتل بہادری ہے؟

کیا میں نے یہ سب کچھ اپنی سلطنت کو وسعت دینے اور دولت مند کرنے کے لیے کیا

یا دھرمی بادشاہت کی شان و شوکت کو فروغ دینے کے لیے؟

کسی نے اپنا شوہر چھوڑ دیا کسی نے اپنا باپ اور کسی نے اپنا بچہ

اور کوئی بچہ جیساں کے پیٹ میں کی قتل ہوا۔ شاہوں کے یہ انبار کیسے ہیں؟

یہ فتح کے نشان ہیں یا شکست کے؟

اشوک کا یہ نوجوان اور کالجا کے میدان سے ٹوٹ کر آنے کے بعد اس کے گھوڑے، ڈھانچے اور ہتھیاروں پر کھد کھد کیے گئے اور اشوک کی اسع و عریض سلطنت کی حدوں کے اندر خصب کیے گئے، ٹھیک پڑھیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم عدم عہد پر مانع یقین رکھنے والے ایک ایسے اکن پسند و انسان پرست فلسفی کے خیالات سے ملاقات کر رہے ہیں جو د اور دنیا کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ وہ بدھ مت اختیار کر چکا تھا لیکن دوسرے تمام مذاہب کا اور اپنی رعایا کی مذہبی روایات اور شجنت کا احترام نہ مل سمجھتا تھا۔

کالجا کی فتح کے بعد اشوک اعظم نے بھی گوشت نہیں چکھا۔ کسی فوجی مہم پر نہیں گیا۔ یہ کسے پتا نہیں کی خبریں جو رنگ گستا رہا اور اس کی سلطنت میں چونڑیاں بھرتے ہوئے جانوروں اور اڑتے ہوئے پرندوں کو بھی جان کی امان ملی۔

آٹھ سے 2282 عریسے پیدا ہوئے۔ شہنشاہ اشوک جو اشوک اعظم کہلایا، ورثہ شجنت انسان اعظم سے۔ تقریباً نوٹیل کے نام سے راجہ من انو مہر خطبات اسی انسان اعظم کی پیروی کرنے والوں کی کھنڈیاں جنھوں نے چنے چنے انداز میں امن و درگھاہ سے چاہا اور اسے حاصل کرنے میں اپنی زندگیوں کا گدا دیں۔ کالجا کے میدان میں اشوک کی کاپی پلٹ ہو گئی۔ اسی طرح انیسویں اور تیسویں صدی کے دو مشہور نام جو بلا کھٹ خجری سے جڑے ہوئے ہیں انھوں نے جب بچ کا سامنا کیا تو ان کی زندگیوں کا منقلب ہو گیا۔

ان میں سے ایک ظریف نوٹیل ہے جس کی بیجاوات و کٹھناہیت اور دیواراہیت نے دنیا کو اپنی بنیادوں سے ہلکا کر رکھا اور ان بیجاوات سے پسے لڑی جانے والی جنگیں بچوں کا کھیل محسوس ہونے لگیں۔ دوسرا الیرٹ آئن اسٹائن ہے جس کی تحقیق و تجربات کے نتیجے میں انیم بم جیسے عفریت نے جنم لیا اور نوٹ انسان کو معجزہ ہستی سے مٹانے کا ایک ایسا نسخہ ایجاد ہوا جس کی تباہی کی جھیلیاں مختلف مذہبی کتابوں میں بیان ہونے والی قیامت کے ذکر میں دیکھی جاتی ہیں۔

نوٹیل کی بیجاوات ان بیجاوات نے اس کے قدموں میں دولت کے انوار لگا دیے اور آئن اسٹائن شہرت کی بلند یوں پر فائز ہوا۔ ان جانے میں کسی انسانیت کی تباہی کے لیے بلاست خیر سامان میں کمرے پر ان دونوں کا ضمیر نہیں تادم مرگ کچھ کے نکاتا رہا۔ آئن اسٹائن نے اپنے تمام کا کفارہ یوں ادا کرنے کی کوشش کی کہ وہ صبح جوق اور امن پسندی کی عالمی مہم کا حصہ بن گیا۔ نوٹیل نے ان کٹھناہت ایجاد کی تھی تو اس کا حصہ بن گیا کہ اس کی یہ ایجادیں نہیں ان کی پڑیوں بچانے پہاڑیوں کے درمیان سے پانی کا راستہ نکالنے اور سڑکیں بنانے کے کام آئے گی۔ لیکن بعد ہی سے احساس ہو کر اس کی ایجاد انسانیت کی خدمت سے زیادہ بدگت خیزی کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔ ان کٹھناہت کی فر وخت میں ان دنیا رست چوٹا ٹھکانہ ہوا اور نوٹیل کی یہ ایجاد اس کے لیے سونے کی کان ثابت ہوئی۔ یہ دولت اس کے لیے سزا بن گئی۔ اس نے ایک تباہ انسان کی زندگی تباہ کر دی۔

وہ ناکامی کی لذت سے عمر بھرنا آشنا رہا۔ ایسے میں وہ دوست کے اس زہیر کا کچھ سمجھ نہیں میں وہ اضافہ مہربا تھا۔ ہم صرف مسجد مدرسہ اور حقیقت خانے کی تعمیر کو اپنے ہم مذہبوں کی فلاح و روزگار اپنی نجات کا ذریعہ جانتے تھے۔ مغرب میں دولت یا جائیداد و تعمیر و تحقیق و راسدالی فلاح کے مختلف شعبوں کے لیے وقف کر دیئے گا۔ یہ صدیق پہنا ہے۔ میں نے کفارے کے طور پر سائنس کے تین شعبوں میں اعلیٰ تحقیق اور ادب میں تحقیقی کام انجام دینے والوں کے لیے مارنٹ ایکسپیررٹم اور سونے کے ٹمپل کے اجر کے لیے اپنی وصیت لکھی۔

نوبل انعامات کے بارے میں کچھ نوبل کو پہلے ممکن ہے کہ نوبل فاؤنڈیشن اس کے وارثوں نے قائم کی۔ حقیقت یہ ہے کہ نوبل نے اپنی موت سے کئی برس پہلے ایک ایسی فاؤنڈیشن بنانے کا ارادہ کر لیا تھا جو طبیعت، کیمیا، طب اور ادب کے شعبوں میں کارہائے نمایاں انجام دینے والے کسی ایک فرد یا افرادی خدمات کا اعتراف کرے اور انھیں سالانہ خطیر رقم انعام کے طور پر دے۔ ان چار شعبوں کے علاوہ دیا نچاں شعبہ امن کا تھا۔ اس نوع میں تحریک افریقہ نوبل کی ایک پرانی دوست نواب شیم برتھا فان سٹرن بنی۔ انھیں دس صدی کے جنگ زدہ وراثت کوتر سے ہائے یورپ میں امن کی کئی تحریکیں چل رہی تھیں اور برطانیہ میں امریکی سے جھڑپیں تھیں۔ اس نے 1889 میں ایک ناول ”اپنے تسمیہ رکھو“ لکھا جسے فوری طور پر مقبولیت اور شہرت ملی۔ اس ناول کے بارے میں ”جنگ وراثت“ جیسے تقسیم ناول کے خالق بیلا لہائی نے لکھا کہ ”اس ناول کے امن کی تحریک پر وہی اثرات مرتب ہوئے گئے جو امریکا میں ملاری کے خوف چنے والی تحریک پر تیرنٹ پھراسٹو کے ناول ”انگل مائزکین“ کے ہوئے تھے۔“

افریقہ نوبل نے برتھا کے اس ناول کو پڑھا اور وہ اس سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اپنی وصیت میں سے امن کے فنڈ کے لیے رقم مختص کرنے کے بارے میں برتھا کی تجویز پر شجید سے غور شروع کیا۔ ان دونوں کے درمیان 1892 اور 1893 کے درمیان امن انعام قائم کرے کے بارے میں طویل خط و کتابت ہوئی رہی۔ یہ خطوط نوبل فاؤنڈیشن، اسٹاکسہولم میں محفوظ ہیں اور 2001 میں ان میں سے بعض دستخط و تاریخ بھی ہو چکے ہیں۔

افریقہ نوبل نے اپنے وصیت نامے کی دستاویز پر 27 نومبر 1895 کو دستخط کیے۔ اس میں 5 شعبوں میں سالانہ خطیر رقم اور سونے کا تمغہ دینے کی بات کی گئی تھی۔ امن انعام کے حوالے سے نوبل نے لکھا تھا کہ ”یہ انعام اس فرد کو دیا جائے گا جس نے قوموں کے درمیان برائی چارہ قائم کرنے کے حوالے سے بہترین کام کیا ہو۔ اس کے علاوہ نوبل کے بصریاتی خیالات میں تحریف وراثت کافرنسوں کے انعقاد کے لیے جدوجہد کی ہے۔“

نوبل نے اپنی اس وصیت کے بارے میں برتھا کو کچھ نہیں بتایا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس کی موت سے چند دنوں پہلے بھی عالمی سطح پر امن قائم کرنے کے لیے جدوجہد میں مصروف امن تنظیموں کو رقم فراہم کرنے کے

لیے ٹوئٹل کا خط لکھتی رہی۔ اس بارے میں ٹوئٹل نے اسے آخری خط 21 نومبر 1896 کو لکھا۔ اس کے چند ہفتوں بعد وہ غلغلے و فساد سے رخصت ہو گیا جس کے قائم کیے ہوئے انعامات ایک مہینے سے زیادہ مدت گزرنے کے بعد بھی دنیا بھر کے انسانوں سے وہ تحسین حاصل کر رہے ہیں۔

امن انعام کی تحریک نوب پیمبر برقی قان منظر کو یہ انعام 1905 میں دیا گیا۔ اس کو دیا جانے والا یہ اعزاز ان لوگوں کے لیے باعث فخر تھا جو کھیا روپ میں تحریک اور قوموں یا گروہوں کے درمیان جنگ کے سخت خلاف تھے۔ اس موقع پر خطبہ دیتے ہوئے برقی قان منظر نے کہا تھا:

تمام ابدی حقیقتوں میں سے ایک حقیقت یہ ہے کہ خوش حالی حالت امن ہی میں پیدا ہوتی اور پرانی چیزیں ہی ہیں۔ اور تمام ابدی انسانی حقوق میں سے ایک حق فرد کے زندہ رہنے کا حق ہے۔۔۔ ہمارے ہاتھ کو عسکری تنظیم امن سے انکار ہی نہیں دے رہی گئی ہے جو انسانی زندگی کی قدرتی توجہ ہے۔۔۔

انہی آپ مجھے امن کے میدان میں کام کی تفصیلات سے مطلع کرتی رہیں گی اور اگر میں یہ سنوں کہ امن کی تحریک عمل سرری کی ماہوں پر آگے بڑھ رہی ہے تو میری طرف سے مالی اعادہ جوتی رہے گی۔۔۔

برقی قان ٹوئٹل نے یہ اظہار اس وقت کیے تھے جب میں 1892 میں اپنے شوہر کے ساتھ لندن سے نئے یمن گئی تھی جہاں ان دنوں ایک امن کانفرنس ہو رہی تھی۔۔۔ امن پسندی کی وکالت کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے ذاتی رجحان و رجحان کے برعکس کتنے حقیر رہے ہیں۔۔۔ وہ جانتے ہیں کہ تعداد میں وہ کم ہیں اور اختیار میں کم زور مگر جب وہ خود کو اور ان اور شیل کو حقیقت کی روشنی میں دیکھتے ہیں جن کے وہ چیرہ کار ہیں تو وہ خود کو بلند ترین مقام کے خدمت گاروں کے رتیب میں پاتے ہیں۔ اس مسئلے کے حل کا انحصار اس امر پر ہے کہ کیا تو ہم یورپ ماکام میں اور کنفدرات کی نمائندگی کا وہی جیسے گا، یہ ہم اس خطرے کو اٹھ سکتے ہیں اور اس عہد میں عہد و مل ہو جائیں گے جس کو امن اور قانون کا عہد کہا جاسکتا ہے۔

یہ تھا جب اپنا یہ خطبہ دے رہی تھی اس وقت اسے یقین تھا کہ دنیا کے جنگجو عناصر کو پس ہونا پڑے گا۔ 1905 کی اپریل انٹرنیشنل میں تقریر کرتے ہوئے اس کے وہ دو بیان میں بھی نہ تھا کہ کوئی گھڑی جاتی ہے جب 1914 میں وہ جنگ چھڑ جائے گی جو دنیا کی تاریخ میں جنگ عظیم کے نام سے یاد دی جائے گی اور اس کے خاتمے کے صرف 21 دن بعد ایک اور جنگ عظیم آغاز ہوئی جس کے بعد یہ دونوں جنگیں تاریخ میں جنگی اور دہائی جنگ عظیم کے نام سے درج ہوئیں گی۔ گروہوں شہری اور لاکھوں سپاہی ان دو جنگوں میں شہید رہے۔

گئے۔ یورپ کے درجنوں اہم شہر، یورپی کونسل، پارلیمنٹ، یو ایس او، سوچا نہیں گئی۔ دیکھتے نہیں جانتے تھے لیکن اسے اور اس کے بعد آنے والوں کو آج بھی یقین ہے کہ آخر کار جنگجو عناصر پسپا ہوں گے اور آخری فتح امن کی ہوگی۔

1905 سے آج 2012 میں ہم اپنے ارد گرد نظر انیس ڈیڑھ لاکھ سال کی جنگ بھی جاتی ہیں۔ فرق صرف کتاب ہے کہ یورپ نے دو جنگوں میں جتنی تباہی و مبادی کے بعد یہ طے کر لیا کہ اس کے سوا سازگار گمانے دولت کا اتنا ہیستے کے لیے بعد و ترقی میں تباہی و مبادی کے بعد اس کا استعمال ہندوستانی، شرقی اوسط، افریقہ اوریشیا میں ہوگا۔ یہ امریکا اور یورپ کے حکمرانوں کا متفقہ فیصلہ ہے جس کے نتائج میں ویس صدی میں ہم نے دیکھے اور اب اکیس ویں صدی میں بھی دیکھ رہے ہیں۔

ہم اتنا تو یہ چاہتے تھے کہ جنگوں میں ہوشیاری، امن کے بعد دنیا میں امن کی بات کرنے والوں کے جوہر سے پست ہو جائے لیکن آپ باقر نقوی کے ترجمہ شدہ ان امن خطبات کو پڑھتے چھپے جائیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جنگ مخالف افراد میں اتحاد میں اضافہ ہوا ہے اور ابھی تنظیمیں ہیں کہ وہ جو دنیا میں آئی ہیں جنہوں نے مختلف امور اور جنگی سرگرمیوں پر ہونے والے ہوشیاری، اخراجات کے خلاف دنیا بھر میں احتجاج کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ اس کی ایک سرگرمی کی مثال 1897 کا وہ نوٹس امن انجمن ہے جسے جولائی 1897 میں امن انجمن نے تشکیل دی تھی۔ انجمن (بارودی سرگرمیوں پر بین الاقوامی پابندی کی تنظیم) کو دیا گیا۔ بارودی سرنگوں میں امن عالم کے لیے درخام انسانوں کے لیے ایک بھی ایک خطرہ بن چکی ہیں اور جہاں سے افواج رخصت ہو گئی ہیں اور امن قائم ہو چکا ہے وہاں بھی آج تک ان کی فوجیں امن کی قسم نہیں ہوتی۔ بارودی سرنگوں کے شکار رافقی ہیں سچے درمرد ہمارے نکلیں میں بھی نظر آتے ہیں۔ ہمارے بہت سے لوگوں کو یہ بات شاید یاد ہو کر شرم دی لیکن ماننے ان سرنگوں پر عمل بندش کے حوالے سے بہت سرگرمی سے کام کیا تھا۔ آئی سی بی میں مائی تنظیم کی رکنیت دیا بھر میں چابی ہوئی ایک ہزار سے زائد سرگرمی تنظیمیں حاصل کر چکی ہیں۔ 1997 تک ایک اعداد کے مطابق دنیا بھر میں کل 1500 بارودی سرنگیں بھی ہوئی تھیں۔ 15 برس کے دوران میں اتحاد میں اضافہ ہوا ہے۔ یہ ایک اہم ناک حقیقت ہے لیکن امن کے ساتھ ہی یہ بات دل کو منہاں دیتی ہے کہ 1997 میں ہی جولائی 1897 میں ہی انجمن اول اور متعدد جنگ مخالف مددگار اور دانشوروں کی مسلسل کوششوں کے سبب سینٹر کے شہر دہلاوا میں 121 ملکوں نے ان جان لیوا بارودی سرنگوں کی مکمل مخالفت پر دستخط کیے۔ یہ جولائی 1897 جیسے امن دوست انسانوں اور اداروں کی ایک نئی جیت تھی اور ابھی کے بعد جنگ زدہ علاقوں میں بارودی سرنگوں کو تلاش کرنے اور انہیں ناکارہ بنانے کے کوششوں میں بہت ترقی آئی۔ یاد رہے کہ سنٹی بارودی سرنگوں میں، افریقہ، نوٹس کی باکست خیر ایجاد وینٹ مارٹین استعمال ہوتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ جنگ میں فتح حاصل کرنے والوں نے سمندروں میں بھی بارودی سرنگیں بچھا دیں اور ابھی لیے بارودی سرنگ سمیٹ بھری جہاز بنائے گئے لیکن سنٹی بارودی سرنگوں کا معاملہ بہت بول ماک ہے۔ اس کے بارے میں بات کرتے ہوئے جولائی 1897 نے اپنے خطبے میں کہا تھا:

رہتی بارودی سرنگ دھڑکے تھپڑوں سے اس لیے مختلف ہے۔ ایک بار یہ نشان میں جاتی جائے اور دیکھنے والا سہاسی اس کو چھوڑ کر چلا جائے تو یہ ایک فوجی اور شہری میں، ایک عورت اور بچے میں، ایک بوزنی رادنی اس میں جو عمر کا چوہہ جلانے کے لیے کڑیاں چننے لگی ہو تیز نہیں کر سکتی۔ بارودی سرنگ ہمیشہ ہر لہر تک شکار کے لیے تیار رہتی ہے۔ ہم مفکوں میں بارودی سرنگ مستعد ترین سپاہی ہے۔ جنگ ختم ہو جاتی ہے مگر بارودی سرنگ موت کا کھیل جاری رکھتی ہے۔

اس وقت ہونڈیا میں سٹھانکھ کے قریب زمینی بارودی سرنگیں ملک کے پچاس فی صد علاقے میں پائی جاتی ہیں۔ افغانستان میں غالباً نوے فی صد زمینی بارودی سرنگیں بھی ہیں۔ امریکی فوج کے مطابق افغانستان پر روسی فوج کی بلڈ کے نیوں میں پورے ملک میں تین کلوڑ کے قریب بارودی سرنگیں بچھائی گئی تھیں۔ سراجہ وکھلاویہ میں چند سالاہ لڑائی کے دوران ملک کے مختلف حصوں میں سٹھانکھ بارودی سرنگیں بچھائی گئیں۔ انگور میں نوے فی صد مینیت میں دس لاکھ سے زیادہ دس لاکھ میں اسی طرح تائی تائی تو آپ آگیا جائیں گے۔ نہ صرف یہ کہ زمین میں دس بارودی سرنگوں کی ٹھکانے ہیں بلکہ ہمیں ان کے اس قبائلی بھی ٹھکانے ہیں جو استحباب کے لیے تیار موجود ہے۔ اذرا ہے کہ اس وقت دنیا بھر میں دس سے تین کلوڑ تک زمینی بارودی سرنگوں کا اطلاق ہوا ہے۔

نویس من انعام کی بعض امزدگیوں پر اعتراضات بھی ہوئے ہیں لیکن ان کے خلاف ورثہ کی کئی مثالیں انعام کی قدر متاثرہ ہو کر اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ ان کے بارے میں شمعین بیٹن، ایس سرگت، لیکن ماسی چٹم، جی کارز، انکوں براک اور، کوپے جانے والے امن انعام بھی شدید رد عمل کی زد میں ہے۔

اسی طرح کچھ نام ایسے ہیں جن کے بارے میں بہت سے بدناموں اور دانشوروں کا خیال ہے کہ امن کے لیے ان کی خدمات اتنی زیادہ تھیں کہ یہ انعام انھیں ملنا چاہیے تھا۔ ان میں مہاشا گاندھی، مہاراجہ زویلا، ورکلی دھرمے، ماسٹریں۔ گاندھی جی، 37 فی، 38 فی، 39 فی اور 47 فی اس انعام کے لیے امزدگی کے لیے لیکن انھیں انعام نہیں ملا جس پر کمیٹی کے مختلف اراکین نے مذمت کی۔

مہاشا گاندھی کو امن انعام کا یہ نام دے کے مختلف دانشوروں اور امن انعام کمیٹی کے مختلف اراکین کے ضمیر میں چھینتا رہا اور اس ناسف کا وہ غبار بھی کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ 1989 میں دیہی لہر چار دہم و انعام دیتے ہوئے نووی کمیٹی کے چیئرمین نے کہا تھا کہ "یہ (انعام) مہاشا گاندھی کی یاد کو بھی ایک طرح کا خراج عقیدت ہے۔" اور 2006 میں سکریٹری برائے مارو جین نوپس کمیٹی نے کہا "ہمارے 106 برس کی تاریخ میں کسی فرد کو نظر انداز کیے جانے کو سب سے بڑی مثال مہاشا گاندھی کی ہے جنھیں نوپس من

انعام نہیں آیا تھا۔ گاندھی کو نوٹیل امن انعام دینے سے کوئی فرق نہیں پڑا لیکن سب سے پہلا یہ ہے کہ سوہیل کوٹیل گاندھی (کے نام کو شہریت) کے بغیر گزارا کر سکتی ہے۔“

امن کا معاملہ صرف ہتھیاروں کی تحفیف کا ہی نہیں، ان انسانوں کا بھی ہے جو انہوں کی تعداد میں سرکاری دنیوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور اپنے مددگرت اور عداوت کی بارش کی سرگرمیوں کے لیے پھرتے ہیں۔ ان غارتوں نے کتنے ہی مددگرتی تنازعات کو جنم دیا ہے۔ ان میں سے ایک شامی انڈینڈ میں امن قائم کرنے کا مسئلہ رہا ہے۔ انڈیشی ری پبلک آئی اور مددگرتی کے درمیان اپنے واسے مسلح تصادم کو ختم کرنے میں بہت سے افراد اور اداروں نے اپنا کردار ادا کیا۔ ان کوششوں کے حوالے سے 1976 میں 2 خوشنیتی ویزا اور مرید کوریشن کو نوٹیل امن انعام دیا گیا۔ جب کہ 1998 میں انڈیشی انکس تنازعے کا حل تلاش کرنے کے حوالے سے یہ انعام جان ہیوم اور ڈیوڈ ٹرمبل کے حصے میں آیا۔ جان ہیوم نے نوٹیل امن خلیہ دیتے ہوئے کہا تھا:

میرے تنازعے کے پچھلے قیاس میں کمرے بدل اور مرید بھولنا کی کوشش بہت سے لمحے آئے ہیں۔ بہت سے لوگ انتہی میں تھے کہ شاید ایلیو بی سٹنس کے یہ غلطی ہو جائیں گے:

مجھے عرصے کی قربانی مل پھر کر رہی ہے

ابھی نہ ختم ہونے والے عرصے سے، اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ ہمارے دلوں پر آنے والے دن کو جیسے رہے ہیں اور انہوں نے اپنے رہنماؤں کی بہت قربانی میں کئی کر نہیں تھا۔ کئی ہے کہ وہ ان حالت کا حل تلاش کرنے کی بہت کریں تاکہ جاری نئی لہلہ میں ایک جسم امید سے اپنے مستقبل کا اچھا کرے۔ معاملہ یہ انعام ان ہی کا ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ وہ اس بات سے وقف ہیں کہ آج کے دن کی کیا اہمیت ہے کہ یہ دن اپنی پوری توانائی کے ساتھ ہمارے امن کے عمل کو ختم کرے گا۔

جان ہیوم اور ڈیوڈ ٹرمبل امن قائم کرنے کے لیے اپنی کوششوں میں کامیاب رہے تو اس میں بہت سے لوگوں نے اپنا حصہ ڈالا تھا، لیکن سب سے ابتدائی اور اہم کاوشیں جینی ویزا اور مرید کوریشن کی تھیں۔ یہ دونوں تحریر و تحریر تھیں لیکن ایک جہاں کا وہاں ہونے والے نئے نئے قلب و ہمت کر دی۔ جینی ویزا نے اپنی آنکھوں سے وہ درد دیکھا تھا جس میں ایک شدید دشمنی تھی۔ نے یہ ہاتھوں پہنچا کہ وہ اپنے کوششوں میں اپنی گاڑی ایک عورت اور اس کے عزیز بچوں پر چڑھا دی تھی۔ اس دشمنی ہونی ممکن تینوں بچے وہاں پہنچے تھے۔ ان بچوں کی فکر مرید کوریشن سے حادثے کی محنتی مشاہدہ میں ویزا نے رابطہ کر دیا تھا وہ شدید اور دہشت گردی کو ختم کرنے کی مہم میں بٹھ گئیں۔ انہوں نے عام شہریوں سے، جنگ کی کردار امن کی تائید میں ان کا ساتھ دیں۔ انہوں نے مظاہرے کیے جن میں شہر کا کی تعداد بڑھتی گئی۔ ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے فی رمارہ رحمت



یٹا لیگا۔ مود چہ بدایاں مساکین اور گریہ جنگ کے خلاف شہری آبادی کو تیز کر دیا جو شان فر ہے اور جنگ۔  
جہل سے نہایت مہارت ہو رہی تھی۔ ان دنوں گھریلو عورتوں نے دہائیوں سے چھنے والی ٹون ریڈ کی کے  
خلاف جو میڈیکل کیا تھا، اس نے شافی آنرینڈ کے تازے کو دفتر دفتر کرتے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ ان  
کی اسی جہد و جدت تسلیم کرتے ہوئے اگلے اسٹیشن نے ان دنوں کو 1976 کا مہینہ انعام عطا کیا۔ اس موقع پر  
تقریر کرتے ہوئے یکنویز نے کہا

ہم ختم ہیں دساک کی بربادی پر جو روز بروز گھٹتی رہتی ہے بدولت ہو رہی ہے جب  
کہ انسان تباہی کے عالم میں جی رہا ہے۔ کچھ تو جہد آنے والی موت کی امید  
میں، چونکہ امید کی سے رہائی دلائے گی۔ میں سب بات پر بہت غصہ کرتا ہے کہ  
ہر منٹ 500,000 لوگ جنگ پر اور جنگ کی تیاریوں پر خرچ ہو رہے ہیں جب کہ  
ان میں سے ہر ایک منٹ میں آٹھ سے زائد انسان بے تو جی کی وجہ سے مر  
جاتے ہیں۔ ہر دن 12000 انسان بے تو جی دنیا کافی غذا اور بدلتی کی بھینٹ چڑھ  
جاتے ہیں۔ پھر بھی ہر روز 720 مین ڈالر فوجی سرٹوسمان پر خرچ کیے جاتے  
ہیں۔ ذرا اس دیوانگی کو ترجیح پر غور تو کیجیے۔ ذرا اس طرح بھی سوچئے کہ اگر کسی  
طرح ایک منٹ میں اسلحے پر خرچ ہونے والے 500,000 ڈالر کو 12000  
فردوں میں تقسیم کر دیا جائے جو اس دن مارے جانے والے ہیں تو ہر قسمت کوئی  
منٹ چاہیں اور سے کچھ زیادہ مل جائے گا اور وہ بدلتی میں مرنے کے بجائے  
عیسائی سے زندگی گزار سکے گا۔ اگر پورے دن اسلحے پر ہونے والا خرچ ہو گیا جائے  
تو ہر روز ہر جانے والوں میں 720,000,000 ڈالر تقسیم ہوں گے۔ کوئی ہر  
ہر قسمت کو ایک دن میں 60,000 ڈالر مل جائیں گے۔۔۔ وہ لوگ جو ہمارے  
زمانے میں مسکریٹ کی تائید جاری رکھتے ہیں وہ انسان کی کو ایسی خود کشی کی  
طرف مائل کہہ سکتے ہیں کہ جب ہر طرف موت اور بربادی ہو رہی ہے۔

ان خطبات میں مغربی جرمنی کے وفاقی چانسلروں پر لٹ کا خطبہ ہمارے لیے یہ طور و خام پڑھنے کی چیز  
ہے۔ یہ خطبہ انہوں نے دسمبر 1971 میں اس اسی مہینے میں کرنے سے پہلے دیا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب پاکستان  
اور ہندوستان کے درمیان جنگ شروع ہوئے تھی۔ وہی برائت کا استقبال کرتے ہوئے نوٹس میں لکھتی تھی  
مسز آڑے نا یونا (Mrs Aase Lonaes) نے کہا تھا:

”وہ ترقی پذیر قومیں جنہیں اقلام کے چنگ سے نکلنے کے لیے اس کی اشد ضرورت  
ہے، جنگ میں مصروف ہیں اور انہیں طرح طرح دنیا بھر کے سیاست دان معصوم جانوں  
پر نکتے ہوئے نئے جھنڈوں سے جٹی آنکھیں چڑھنے اور ہاؤں کو ہتھ کر کے بیٹھے ہیں

قابلِ شرم ہے۔۔۔ دونوں ایسا ایک تباہ کن جنگ کے دہانے پر ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگوں کے لیے تیار ہوا ہوتا ہے جہاں ہزاروں کی تعداد میں بچے بھوک سے مر رہے ہیں اور کمزور ہاتھ ایک وقت کی غذا کو دینا کے لیے اٹھتے ہوئے ہیں۔ ان مملوک انسانوں میں گروہی شے فرواں ہوتی ہے تو وہ اصرار ہے۔ اس سے مجھے فرسنگس رازویت کے مندرجہ ذیل الفاظ یاد آ رہے ہیں، ”ہمارے لیے جنگ کے اختتام سے زیادہ قوم جنگوں کی بند کے اختتام کی ضرورت ہے۔“

مستزاد کے ایوانِ مکر کے ان جنموں کو پڑھتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ ہم نے کچھ نہیں سیکھا۔ آج بھی ہمارے روزوں ہاتھ ایک وقت کے کھانے کی دکان کے لیے اٹھتے ہوئے ہیں اور ان بے بس لوگوں کے دھوکے کا مداوا کرنے کی بجائے ہم گھروں میں پناہ سہجی خریداری اور جنگ کی تیاری پر مروجہ کر رہے ہیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ”اسی“ کو ایک طر مرقی شے نہ سمجھیں۔ وہ ایک مخلوق حقیقت ہے اور اس کے ایک نر ایک شہید ہیں۔ لہذا ہائی حقیقتیں، ہمارے پھر سے بیٹروں کے درمیان ہوتی ہوئی ہوا گیں، فضا میں شیر جانے والے پردے، اپنے آشیانے کے لیے نکلے چلتی ہوئی نگیں کی چڑیا، چڑھنے پر جڑھی ہوئی کھد چڑھتی ہوئی ہڈیاں اور توڑے ہوئے گھر سے آتی ہوئی گرم روئی کی سوجھی خوشبو، ٹمکتے قدموں سے اہل مال کی طرف چلتا ہوا بچہ اور اس کے بولوں سے بھٹی ہوئی کھارائی، اپنی ٹریڈ ویسٹ سے نکلا کرماں، مافیہ دہی سے چلنے پر جان کی کہانی سننے ہوئی بچہ، اپنی ہم کہانی سنانا ہوا کوئی شیت، شادوں کی محفل میں دھوکے کی تھاپ، رقاصوں اور چاندنیوں سے چنے ہوئے شگھر والے کی چھٹک، اپنی تخیل کو مدنی مٹی سے لپٹی ہوئی کوئی مٹی اس خیال میں گم رہے آج وہ اس پر کون سا نیا لفظ کہے گا۔ ہر گھر، ہر گلی اور ہر چھوڑے گئے یہ بچے کون سا نظر ”اسی“ کے مولک کی صورتی ہیں۔

آرچی بشپ سوئڈن نے 1930 میں کہا تھا کہ ”انسان نے اپنے ہتھیار نکال دیے ہیں۔“ پہلی جنگ عظیم کی تباہی دیکھ کر تنہا ہی دل و ذہن کی جاسکتی ہے لیکن جب تک جنگوں اور توپوں سے مدد سے جانے والے کھیتوں میں مارک اور خلی کی کوئٹ چھپکے سے پناہ لگاتی رہے گی اور جب تک کوئی تنہا بچہ تک نہ جاتی ماں کے سینے سے پھار رہے گا۔ بچے رکھیے کہ اس وقت تک انسان ہتھیار نہیں نکالے گا۔ نوپل اس خطبات کو پڑھتے جانیے تو بدترین زمانوں میں بھی آپ کو یقین رہے گا کہ اس کو پہچانیں کیا جاسکتا۔

بالرغوی کیو بارک باد کہ انھوں نے اتنی اہم دستاویزات کو ایک جا گیا اور ہم تک پہنچایا۔ آج کے پڑا شوبہ دور میں اس سے بڑی سنگ اور کیا ہو سکتی ہے۔

مٹی پر سے ایک سویش بچے کی دو سحرین تھر سے نر کی نہیں؛  
”مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میرے باپ ایک فوجی ہیں“

## قابل رشک کا نام

اس سے پہلے کہ باقر نقوی کی اس کتاب کے بارے میں کچھ عرض کرنا، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ باقر نقوی اور اکادمی بائبلوفت کی طرف سے یہ سوغات ہمیں اس لیے پیش کی جا رہی ہے جب ہم آئے دن بد معنی اور دہشت گردی کا شکار ہیں، یعنی اس کتاب کی سمیت اور معنویت اس دور میں عجیب الہامی ہم پر نازل ہو رہی ہے۔

یہ کتاب امن کا ٹوٹیل انعام حاصل کرنے والے افراد کو انعام کے وقت پیش کیے گئے تہنیتی کلمات اور ان کی جانب سے دیے گئے خطبات کے ہمہ اور لحاظ کرنے پر مشتمل ہے۔ میرے نزدیک یہ کتاب سے زیادہ ایک ایسی بلند آواز کی صورت رکھتی ہے جو تمام عالم کو اس ٹوٹیل انعام یا فیکان کی طرف سے دی جا رہی ہے جس کے دل امن و آشتی کی خواہش اور انسانیت کے خراج کے جذبے سے سرشار ہیں۔ اس آواز کو ہم تک پہنچانے میں باقر نقوی کی انسان دوستی اور امن پسندی بھی شامل ہے۔

اس مرا کا غلبہ رہی مجھے منشیہ کے آغاز ہی میں آدینا چاہیے کہ اس کتاب میں شامل تمام ٹوٹیل امن انعام یا فیکان کے بارے میں امر نکھاہ خیال کیا جائے اور انسانیت کی خدمت اور امن عام کے لیے جو کام انہوں نے کیا ہے، اس کے بارے میں بے حد خیر سے بھی شکوک جائے تو بھی اس کے لیے ایک الگ فخر و کار ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس تفصیل اور طوالت کی زیر نظر تحریر کسی طرح تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ ہمیں اگر امن کے موضوع پر منسلک کرنی ہو تو اس کے لیے بھی تفصیل سے کام لینا ضرورت ممکن نہیں ہے۔ اس کی ضرورت نہیں۔ اول یہ کہ اس موضوع کا اجماعی مطالعہ یا جائزہ بھی آج کی عالمی صورت حال کو تہذیبی و سیاسی اور فکری مظاہر میں نہیں بلکہ جغرافیائی اور اقتصادی سیاق و سباق میں دیکھنے اور اس حوالے سے تاریخ کے مختلف ادوار میں وقوع پزیر ہونے والی تبدیلیوں، ان کے پس منظر اور داخلی محرکات کے سمجھنے کا



کا یہ دہستہ ہم دمر نے کے لیے انھیں کس پامروں اور بلند حوصلگی کا مظاہرہ کرنا پڑا، اس کی مثال ان کے خطبے میں ملتی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

میری زندگی میں پانچ موقعے ایسے آئے جب میں نے آمروں کے ہاتھوں آنے والی موت کو غیب سے دیکھا تھا۔ چھوٹے میں نے قید میں گزرے اور چھوٹے میں نے تو میں نظر بند رہا یا ملک بدر کی اور کڑی نگرانیوں میں اپنے محام کے سہارے اور دنیا بھر کے محسوس پست و مستول کی ہمت غزالی کے بغیر میں ان مشکلات کو چھین نہیں سکتا تھا۔ میرے سیرے لائق نظیر نے بھی مجھے قوت و ہمت عطا کی ہے۔

دوسری مثال نیشنل منڈل کی ہے۔ او جنوبی افریقہ کے عظیم رہنما کی حیثیت سے نمایاں ہوئے اور انھوں نے اپنے خطبے میں من اور جمہوری حکومت کے قیام اور نئی امتداد کے خاتمے کے لیے بے مثال جدوجہد کی۔ ان کی زندگی میں سخت ترین مراحل آئے۔ اپنی زندگی کے بہترین عرصے میں سے کم و بیش تین دہائیوں انھوں نے قید و بند کی صعوبتیں اٹھاتے ہوئے گزاریں۔ لیکن جب وہ اقتدار میں آئے تو انھوں نے نئی انتظامیہ کی بنیاد پر ایک نئے جمہوری معاشرے کے قیام کے لیے اپنے عزم و تازہ ہوا اور کہا کہ ہم سب جنت کے واسیل کی طرح اسٹیکے رقیں گے، ایک ایسے سماج میں جہاں ہر فرد بشر پر انسانی کے حقوق حاصل ہوں۔ جہاں سب آزادی، شہریت، عدلی اور منصفانہ حاکمیت کے حق دار ہوں گے اور کوئی ظہیر کا قیدی نہ ہوگا۔ یہ ہے اس شخص کا رویہ و طریقہ عمل جس کی زندگی کے غول اور قیمتی ہر قید و بند کی قدر ہوئے ہیں۔

مرد دنیا کے کامیابی نہیں، کام سے بھی ہم سب لوگ بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ انھوں نے نو مسلم انعام کے حوالے سے بہت شان و رخصت دیا تھا۔ اس خطبے کی خاموش بات اس کا عائد ہزاروں دانش ورانہ سطح نہیں ہے، بلکہ اس میں سچے انسانی تجربے کا ایک گہرا لمحہ اور صوفیانہ لہجہ ہے۔ — در ایک سنجیدہ اور بے ریا رائے۔ مرد دنیا کے خطبے کو پڑھتے ہوئے انسان کو کئی بار یہاں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کی آنکھیں نم ہوتی باقی جیسا خاص طور پر اس طرح کے واقعات کو پڑھتے ہوئے جن میں انھوں نے ایک عورت کا قصہ سنایا ہے جسے وہ ایک جگہ سے نکل کر دوسرے لوگوں کے ساتھ آگیا کر اپنے گھر واپس آئیں۔ وہ عورت بہت شرمیلہ حالت میں تھی لیکن اس نے ان سے اپنی بھوک، سردی یا تکلیف، کسی بھی چیز کی شکایت نہیں کی۔ جب اسے بہتر پر لٹایا گیا تو اس کے چہرے پر بہت حسین مستراہت تھی۔ اس نے اپنی محبت سے مرد دنیا کا ہاتھ چمکڑ کر شکر یہ کہا اور اس کا انتقال ہو گیا۔ ایسے واقعات کو سن کر انسان کو انسانیت کا پتہ چل سکتا ہے، میں تو یہی سمجھتا ہوں۔ اسی طرح انھوں نے ایک شخص کا واقعہ بتایا ہے جو عورت پر رہتا تھا جسے وہ اپنے گھر لے آئی تھی تو اس نے کہا تھا کہ وہ عورت پر ایک جانور کی طرح ہی رہتا تھا مگر اب یہ فرشتے کی طرح مرے گا۔ اس کو

لئے وہی عزت اور عظمت اچھی رہی تھی کہ اب وہ ٹیڈی راٹھیمان سے باتیں کر رہا تھا اور یوں مسکان سے مرسلہ تھی کسی پر الزام دھرنے بغیر اور کسی کو بددعا دیے بغیر دیکھتے یہ باتیں مسکان کی اچھائی اور بھائی پر ہمارے یقین کو مستحکم کرتی ہیں، زندگی کو ہمارے لیے پسندیدہ اور پر عظمت بنا دیتی ہیں، سدرتِ یاس نے اپنے خطبے میں ایک مقام پر بڑی عمدہ بات کہی ہے:

میرے نزدیک ہم اصلی سماجی کارکن نہیں ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں ہم سماجی کام کرتے نظر آتے ہیں۔ مگر ہم لوگ اصل دنیا بھر کے بھوکے بچوں کی فکر کرتے ہیں۔ ہم دن کے چھ گھنٹے سوشل سروس کا دل چھوتے رہتے ہیں۔ ہم چھ گھنٹے ان کے سامنے حاضر رہتے ہیں۔ جیسے ہم اور آپ سب خدا کی اس موجودگی کو اپنے خاندان میں مانا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ خاندان تنہا دانا کھاتا ہے، انکھنہ رہتا ہے۔ میرے خیال میں ہم تو بچے خاندان میں امن برپا کرنے کے لیے ہیں۔ اور بددعاؤں کی ضرورت نہیں۔ جس ہم کھینچے رہیں ایک دوسرے سے محبت کریں، امن لائیں، خوش رہیں، سب گھر میں ایک ساتھ رہنے کی طاقت پیدا کریں۔ اس طرح ہم دنیا کی تمام فریجوں کو دھڑکنے کے قابل بنائیں گے۔

خوشی و حضرات! باقر نقوی کی ترجمہ کردہ اس خوب صورت کتابہ اس کے موضوع، اس میں اٹھائے گئے مسائل اور چیزیں گئے مباحث پر بات کرنے کا حق تو یہ ہے کہ اس میں سے بار بار اقتباسات نقل کیے جائیں، لیکن خدشہ اس میں یہ ہے کہ اس طرح تو کتاب ہی دیوہے میں نکل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ جن لوگوں نے ان موضوعات پر اٹھا کر خیال کیا ہے، انھوں نے اپنے اپنے موضوع سے پورا انصاف کیا ہے۔ ہر گھر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ ہر ایک بات کرنے والے نے دل نکال کر رکھ دیا ہے۔ اور ہمیں بے حد دلی اور غنیمت سے یاد دلاؤں گی۔ باقر نقوی کو بھی کہ نہیں نے اس دلی کو اس کی جھڑکن کے ساتھ جتنی زندہ حالت میں (اصل معیار ہی جتنی ترجمہ کی صورت میں) سمجھ کر نقل کیا ہے۔ ہر حال میں یہاں کم سے کم ایک حوالہ اور دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ حال ہے نئی دہلی کے خطبہ کا۔ جی ڈی ایچ سی کے لیڈر، مسکان دوست کارکن یا دانش ور کچھ بھی نہیں تھے۔ وہ ایک عام محنت کش لیکن زندگی کے ایک واقعے نے اسے یہاں تک پہنچا دیا۔

10 اگست 1976 کو شمالی اترینڈ کے شہر بنٹامسٹی کی گلیوں میں ایک عجیب و غریب رون ہو گیا تھا۔ ایک آدمی، فرارن کوشش میں، پیچھا کرنے والوں کو بچے دینے کی کوشش میں اپنی گاڑی لے کر ایک گلی میں پھنسا ہوا تھا۔ اچانک کوئی چلنے کی آواز آتی ہے، مہلک فوجی ذرا بھر گاڑی کے سیرنگ پر مڑ جاتا ہے، گاڑی چارٹر ایک بار سے کھرا جاتی ہے اور ایک ماں اور تین بچوں پر چڑھ جاتی ہے۔ وہ اگرچہ شدید

نہی ہوئی مگر بچ گئی جب اس کے تین بچے موقع پر ہی ہارک ہو گئے تھے۔  
 اس علاقے میں جہاں تین بچے ہارک ہوئے تھے ایک گھریلو خاتون رہتی  
 تھی۔ اس نے کار کے باؤں سے گرنے کی آواز سنی اور جوں ہی وہ موقع کی طرف  
 دوڑ کر پہنچی، اس کی آنکھوں میں خوف کا پورا منظر سامنے آیا۔ اسی لمحے اس عورت کے  
 دماغ میں یہ تصور ہو گیا: ایسا ہو جیسے وہی ہندو لٹ گیا ہو۔

اس گھریلو عورت اور ان بچوں کے ہونے والے بچوں کی خالہ نے اس واقعہ انھیں۔ انسانیت کے اور  
 ان کے نام پر ایک مجرم کا آغاز کیا۔ لوگ حرا جھڑاتے گئے اور کاروں میں جٹا گیا، کے مصداق ذاتی سطح پر شروع  
 کی گئی مہم اسے چل کر کائناتی سطح تک منور ہو گئی۔ یہ ہے انسان کی محنت، لگن اور جذبہ سادق سے آغاز کی گئی  
 جسکو کا جاساں۔ محنت یہ وہ قدرتی ہمارا عقیدہ ہے کہ اسے کافی ہے، لیکن میں آپ کو سچائی سے بتاتا ہوں  
 کہ اس عام گھریلو عورت نے جو خطیرہ دیا ہے، وہ بھی نہ نکلے تھوڑے کر دینے والا ہے۔ اس نے جنگ اور  
 اس کے پر اٹھنے والے اثرات کا ایک بالکل الگ تاثر پیش کیا ہے، ذرا ملاحظہ فرمائیے:

ہر منٹ 500,000 ڈالر جنگ پر اور جنگ کی تیاریوں پر خرچ ہو رہے ہیں جب  
 کہ ان میں سے ہر ایک منٹ میں آٹھ سے زیادہ انسان بے توہی کی وجہ سے مر  
 جاتے ہیں۔ ہر دن 12,000 انسان بے توہی، ناقابل غذا اور بد بختی کی بھینٹ  
 بن جاتے ہیں۔ پھر بھی ہر روز 120 تین ڈالر فوجی ساز و سامان پر خرچ کیے  
 جاتے ہیں۔ ہذا اس دیوانی ترجیح پر غور تو کیجیے: جب لوگ مر رہے ہوں تو آخر  
 ہمارے پاس سوچنے کے لیے وقت تو ہونا چاہیے اور اس طرح بھی سوچے: اگر  
 کسی طرح اطمینان کا ایک منٹ کا 500,000 ڈالر کا خرچ ہو جائے تو دن  
 12,000 افراد میں تقسیم کر دیے جائے جو اس دن مارے جانے والے ہیں تو ہر  
 قسمت کوئی منٹ چالیس ڈالر سے کچھ زیادہ مل جائیں گے تو بد بختی میں مرنے  
 کے بجائے وہ پیش میں زندگی گزار سکیں گے۔ اگر پورے ایک دن اس کے پر ہونے  
 اور خرچ ہو جائے تو ان بارہ ہزار پر 720,000,000 ڈالر تقسیم ہیں  
 گے۔ گو یہ ہر بد قسمت کو اس ایک دن میں 60,000 مل جائیں گے۔ اس قسم کی  
 مریدانہ ترجیحات کیا پیش کر رہی ہیں؟ ایک ناپاک دوسرے کی دولت آزادی اور  
 سوشلزم کی حفاظت کے نام پر خرچ کر دی جاتی ہے۔ بد شہر شاہ مرے ہوئے اور  
 مرنے والے مسکین ہوں گے کہ آزادوں اور سوشلزم کتنی مہارت اور زندگی سے  
 بچتی جا رہی ہے۔

دیکھ آپ نے یہ ہے دیکھنے کا الگ زاویہ جو انسانیت کو موت کے پنجوں سے نکال کر زندگی کی

طرف سے آتا ہے، جو اسی پر، جمہور کی ہر منصفانہ معاشرت پر اور انسان پر ہمارے تکیہ نہ اسکا ہم عطا کرتا ہے اور ہمارے ہر تمدنی گزیرہ انسان و زندگی پر انسانیت کی خواہش عطا کرتا ہے۔

”قونسل امن کے سوچیں“ کی جگہ وہ ہے مثال خصوصیت ہے جو اس کتاب کو نظریات کا اور فکر کا پلندہ بنانے کی بجائے زندگی کی ورنہ رہنے کی آزمائش و ستائش بنا دیتا ہے۔ اسے ایک عہدے کی کج پر لے آتا ہے جو انسانی فطرت میں خیر کے جوہر کا ثبوت ہے اور اس سے انسانیت کے کٹ مٹ کا اظہار بھی۔ اس لیے مجھے ٹھوس ہوا ہے کہ یہ کتاب باکریہ کی میں یا شیف میں آنے والی تھی اور خوب صورت کتابوں میں اضافہ نہیں ثابت ہوگا بلکہ یہ آئی کے انسان کے لیے جو خوف و ہیبت گردی، رذلت آمیز پھنٹنوں کے نرغے میں ہے، زندگی میں پیغام ثابت ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کو پڑھنے والے پر ہمارے معاشرے میں تو بھیجنا ہی چاہیے کیونکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ اسے ہمارے مقتدر سیاست دانوں کو بھی بار بار پڑھنا چاہیے تاکہ انھیں معلوم ہو کہ اپنے ملک کے لیے اور انسانیت کے لیے کام کرنے والے انسان اپنے خطے میں اور اپنے اپنے شعبے میں کس کس طرح سوچتے ہیں اور کس انداز سے کام کرتے آئے ہیں اور اب انھیں قدر و تصور ہے تو انھیں کس طرح کام کرنا چاہیے، اپنے وطن، اپنی قوم اور پوری انسانیت کے لیے۔

اب رہی بات باقر نقوی کے ترجمے کی۔ ہم اب تک سنتے آئے ہیں کہ خوب صورت ترجمہ اصل متن سے با وفا نہیں ہوتا اور اگر با وفا ہو تو خوب صورت نہیں ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ باقر نقوی نے ایک بار پھر ثابت کر دیا ہے کہ خوب صورت یا معیاری ترجمہ اپنے متن سے با وفا بھی ہو سکتا ہے بلکہ میں تو کہوں گا کہ ترجمے کی خوب صورتی یا معیاری بنیادی شرط میں اس کا متن کے قریب تر و با وفا ہونا بھی شامل ہے۔ باقر نقوی کو اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر بے سبوتاہ اور یکساں قہمت حاصل ہے اور ان میں ترجمے کی بہت غیر معمولی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اب وقت جو دگ نہایت اعلیٰ درجے کا ترجمہ کرتے ہیں، ان میں باقر نقوی کا نام نہیں حیثیت کا حامل ہے۔ وہ جس سلامت، مدنی اور متن کی روح میں ترجمہ کر کے دیتے ہیں وہ ہے مثال اور شاندار زاد کا مستحق ہے۔

پہلے ”قونسل ادبیات“ اور اب ”قونسل امن کے سوچیں“ کی صورت میں انھوں نے ترجمے کے میدان میں جو قابل رشک کارنامے سرانجام دیے ہیں، وہ روایات و ادب کی تاریخ میں انھیں جوں کا توں مقام دلانے کے لیے کافی ہیں۔ لیکن یہاں میں اپنی ایک خواہش کا بھی اظہار کرنا چاہوں تو کیا مضائقہ ہے۔ کیا ہی اچھا ہوا اگر باقر نقوی صاحب اب اس کام کے فوراً بعد رائٹس کے شعبے کے حوالے سے بھی یہی ایک اور بڑا کام سرانجام دینے میں مصروف ہو جائیں۔ میں پودے پھلین سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ روحانی عظیم خدمت ہوگی، بلاشبہ۔ خدا انھیں بہت دے۔ اب وقت میں باقر نقوی صاحب کو درجہ تیسین پیش کرنا ہوں اس کتاب کے شاندار ترجمہ پر اور ساتھ ہی ساتھ کاوی بازیافت کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں اس کتابی قدر کام کی اشاعت پر۔



## سرخ ہائے گفنی

الفریڈ ٹوئیل نے اپنی مشہور تصویرت میں لکھا تھا:

ایسا بہت جلد ہونے والا ہے کہ تمام ریاستیں خود اپنے آپ سے عہد کریں گی کہ وہ سب مل کر جارحیت کرنے والے ہر حملہ کریں گی۔ اور یہی طریقہ جنگ کو ناممکن بنائے گا، بلکہ بے رحم ترین اور ناممکن طاقت کو بھی ایک ناقص عدالت کے سامنے فریاد کرنے پر مجبور کر دے گا، یا پروردہ فاش ہو کر بیٹھ رہے گی۔ اگر سرکاری اتحاد [امریکے، سوئڈن اور ڈنمارک] میں تین مہینوں کے بعد ہر ریاست شامل ہو جائے تو صمد چل کے لیے امن یقینی ہو جائے گا۔

یاد رہے کہ الفریڈ ٹوئیل نے 1896 میں نکالی یہ کتاب دور پہلے چھپ کر تھی جسے کبھی کبھار اس زمانے میں بھی جنگیں ہوتی تھیں، مگر مٹی مہیب نہیں جتنی کہ ٹوئیل کے بعد ہوئی تھی۔ پھر شاہد برس بھی نہیں گزرے تھے کہ دنیا نے پہلی عالمی جنگ کی تھی، جس میں جرمنی اور روس کو شکست ہوئی تھی۔

پھر یہ ہوا کہ جنگیں رک گئیں۔

جی نہیں!

پہلی عالمی جنگ کے محض چھ برس بعد ایک بار پھر، دونوں کے ساتھ جرمنی اور روس جنگ کے میدان میں کود پڑے اور جو کچھ ہوا وہ ہمارے سامنے ہے۔ اب مجھے پچاس ساٹھ برس بعد، جو تاریخ کے اعتبار سے بہت مختصر عرصہ ہوتا ہے، ہم ایک درجہ ایسی دنیا میں آتی رہے ہیں جس میں انصاف کے نام پر ایسی نا انصافیوں کی ابتدا ہوئی ہے کہ یہ برا بھلا، گلاب، ڈس، سوین، ٹیگ، کتول، سینڈے، موتیہ، بیسے اور چنیل کی جان، فز، خوش بوؤں اور طرز طرز کے کڑاؤں، رگوں سے مزین کڑے ایک بار پھر بارہا، ٹیگ، ٹیگ،

مہ قیوت، راکٹ اور بخارات کے بھیج تک امکانات کے سامنے حیران کن طور پر موقیہ رہا ہے کہ اب کیا ہوگا؟  
جس میں صاف نظر آ رہا ہے کہ ہم، مغربی ممالک، امن کی جستجو کے بہانے، یا اس ناخوش سترہ بڑی تباہی  
کے غار کے وہانے کی طرف سرکتے جا رہے ہیں۔ یہ حال اس کسرت کرنے والے کا ہے جو ایک ہی  
مقام پر کئی مہینوں سے بیٹھا رہتا رہتا ہے مگر حدود و پٹی جیسے ایک انجی بھی آگے بڑھنا نہیں دیتا۔

نوٹس امن کے موسم کی کتاب بھی نہیں، ایک دن کے لیے ان باتوں کی، ان واقعات اور ان  
رجحانات کی جن پر نظر ڈالنے سے احساس ہوتا ہے کہ ایک صدی کی محنت کے باوجود ہم امن کے تناظر  
میں بھلے اخلاقی، تہذیبی و روحانی ترقی کے ترقی کی طرف بڑھتے رہے ہیں۔ سو ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ہوگا  
یہ ہے تو معصوم ہوتا ہے کہ آج سے قبل بھی ہم آج ہی کے سے عالمی انداز میں سوچتے تھے۔ ہر فرقہ امتیاز  
کے اس وقت رائٹس کے کٹھن سے ترقی، ترقی و وسیع اور اتنے عام نہیں ہوئے تھے۔ بالخصوص امن، اور  
اس کی دشمنی، اس کے بارے میں اس وقت بھی وہی سوچ تھی آج جسے ہم پھرتے رہتے ہیں۔

میں ویسے صدی کے معادلات پر نظر ڈالتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ سرچرنا نیت نے تمام شعبوں  
میں بہت ترقی کی ہے مگر جنگ، اسلحہ بندی، تازعات میں ترقی ممکن کی نظر آتی ہے۔ ترقی ممکنوں میں  
ایسے کراسنگوں کے زیادہ بھیجے نیا نہ ملے اور خود ہونے کو ترقی تو نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے کہ  
جب ہم تمدن کی بات کرتے ہیں تو قدم اتناں کو اس لیے غیر ترقی یافتہ کہتے ہیں کہ وہ وحشیانہ، متمدن  
اور خود غرض تھا۔ تو کیا آج کا انسان کم دہشتی ہے، کم ظالم ہے اور کم خود غرض ہے؟

ہم نہیں ویسے صدی کے شروع سے امن پر نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ باوجود ان تشکک کام و رہنما  
ہوئے ہوئے خواہشات کے، امن مستحکم ہونے کے بجائے مازب سے مازب تر رہا جا رہا ہے۔

مثالی کے طور پر، میں 1905 میں دیے گئے پیرس میں برقیات سفر کے نوٹس خطے میں ظاہر کیے  
گئے خدشات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جن کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک مہر نہیں، ایک  
جھوٹی تھی جو آئندہ ہونے والے واقعات کی پیش بینی کر رہی تھی:

آئیے، اب ہم پوری دنیا میں نظر دوڑاتے ہیں، یہ دیکھنے کے لیے کہ ہم امن  
پسند قیوت اور ان کے مثبت نتائج کے حصوں کے جہوں میں حق بھڑپ ہیں بھی  
کہ نہیں۔ حال ہی میں مشرقی جرید میں دنیا کی مائیں کی [بائیں اور جاپان -  
1904-1905] ایک بدترین جنگ ہوئی ہے اس جنگ کے بعد ایک نقیب  
آیا جو اس جنگ سے بھی زیادہ ہولناک تھا، جس نے اسے بڑی مصیبت و ہلاکت  
کر رکھا تھا، ایسا انقلاب جس کے حتمی نتائج کا ابھی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔  
میں آتش زنی، ذہنی، مہار، موت کی سزاؤں، قیدیوں سے کچھ کچھ بھرے  
قید خانوں، شکوہ و رنج عام کی خبریں مل رہی ہیں، مختصر یہ کہ شیطانی تشدد کا رقص  
چاروں طرف ہے۔ اسی دوران، مغربی یورپ میں جو جنگ سے بال بال بچ

گھبرا تھا، بدگمانی، دشمنیاں، شہزادگی، جھگڑا، بھگڑاؤ، بھڑکائی، بھڑکائی اور اسلحہ بندی کا دور دورہ ہے۔ انگلستان، جرمنی اور فرانس میں ماؤں گھٹے جا رہے ہیں جن میں مستقبل میں ہمسایہ ممالک کی جانب سے اچانک حملے کے بڑے پیش کیے جا رہے ہیں جن کے باعث اسلحہ بندی کا پائل ہن زیادہ تیزی سے پھیل رہا ہے۔ دفاعی تلخ تعمیر کیے جا رہے ہیں، آبدوز کشتیاں تیار کی جا رہی ہیں، پرے کے چارے علاقے بارودی سرنگوں سے خطرناک بنائے جا رہے ہیں، جنگ میں متعلقہ کے لیے غبارے جہازوں (airship) کے تجربے کیے جا رہے ہیں اور یہ سب کچھ ترقیاتی دہائی سے ہو رہا ہے گویا ہمسایہ پر حسد کما ہی رہی ہے۔ ریاستوں کا گڑبگڑ فریضہ مدہو ہے۔ حتیٰ کہ دوسری جنگ کانفرنس کا پروگرام دیکھ کر (جو 1907 میں ہونے والا ہے) ایسا لگتا ہے جیسے کہ یہ اس کانفرنس میں 'جنگ کی کانفرنس' میں ان ماری صورتوں کے پیش نظر کیا لوگ اب بھی میں کہتے رہیں گے کہ اس کی تحریک فرسٹ پارٹی ہے؟

1906 میں قبل برطانیہ یہ کہہ رہی تھی۔ اگرچہ آج کے دورے میں کہا جائے تو بڑی حد تک صحیح معلوم ہوگا۔ تو کیا ہم اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر واقعی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری دنیا نے امن کے معاملے میں کوئی ترقی کی ہے؟ صرف اُنہی نہیں، تقریباً سب ہی اسی قسم کی باتیں کہنے آئے ہیں۔ اس مقام پر میں 1930 میں دیے گئے آرٹھ بشپ سولید ہوم کے نوٹیل خطبے سے اس کے ایک دوست کے کچھ خط کا بھی اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں آٹھ چار ماہ بعد جنگ کے تجربات پیش کیے گئے ہیں۔ نگراں میں جو وہ زندگی ہے، جو پکار رہا ہے، جو مایوسی ہے وہ پڑھنے والے کا دل کٹ کر رکھ دیتی ہے۔ دنیا نے ابھی تک پورا چین نہیں دیکھا ہے، جو انسانی ہوش و حواس، حمادہ، رشک اور ظلم کی خاطر بہا ہا گیا تھا۔

اُس دن جنگ بندی کے ہمراہ انگلش، جہازوں اور خوشیوں نہیں تھیں، بلکہ اُس دن تو وہ ایک قبر سے دوسری قبر، ایک میدان سے دوسرے میدان، شکاری پھر رہی تھی۔ ہمارے کانوں کو اب بھی اپنے دنگی دوستوں کی موت کی گڑبگڑ سنائی دیتی ہیں۔ اسلحوں کی چراخیں جھمکتی ہوئی ہیں، انسان دیوالیہ ہو چکا ہے، لوگ تھک کر خستہ ہو چکے ہیں، اس بات پر خوش ہیں کہ موت سے بچ گئے ہیں۔

انسان نے اپنے تھکے دھال دیے ہیں

اس کو فتح نہیں کہا جاتا یہ تو تمام چیزوں کی قسمت ہے!

جیتنے والوں میں بچے، بیمار بچوں کے اور بزرگوں کو بے مقصد تباہ شدہ میدانوں میں پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ عارضی جنگ بندی کی بھیج تک خاموشی میں وہ اپنے رستے تلاش کرتے پھر رہے ہیں، اُن

گھروں کی دھواں جو نہیں تھکتی تھی  
عظیم دنیا لرزے چکی ہے، منظر طاقت ٹوٹ پھوٹ چکی ہے، پرانے خدا خون اور غارت سے آسودہ  
ہو گئے تھے

اب ہر نئے کپڑوں کو جوتا پڑے گا، تھکن بھری وردیاں اب کسی کام کی نہیں رہی تھیں اب نہ یہ  
پتلی کوڑا مانتی تھی نہ جوانوں کو سمجھا سکتی تھی  
شعے اور ہرزات اب شہادت کے نشان نہیں رہے، اب یہ بندشیں من گھڑے تھیں امرت ہوئی لعل  
کے بندشیں — سلو خون کا مڑہ بھول چکے تھے  
اب موت کی آوازیں سنائی نہیں دیتی، نڈو آوازیں جو کبھی مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہوں سے لگتی  
کرتی تھیں

جس لوگوں کو ہم سے چھین لیا گیا ہے وہاں ان کے دلوں سے بنی تھا دیواروں کے بعد پھولوں کو زندگی  
دے دی ہے — مگر ان ہی دلوں سے خوب اچانک چھین لیے گئے تھے  
جنگ کو محبت کے بجائے غارت دکھائی تھی

وہ ہاتھ جو یک دہرے کو پیار سے سہلانا چاہتے تھے اب شور ہے تھیں  
وہ لب جو چھٹی آنکھی، پیاری پیاری بوٹیں کرنے کے آرزو مند تھے، مرجھا گئے تھے  
نقد کی چھائی تھی ہے اس کی جڑ موت عطا کر دی گئی ہے  
پھول اب انتقام کی بات نہیں کرتے، وہ ان دلوں سے پھوٹ کر نکلتے رہے تھے، جنہیں گرم جوش سے  
یاد کیا جاتا ہے، تلخ حقیقت میں پیوستہ اب وہ صرف غموں میں کھنکھاتے رہے ہیں  
سما میں پھڑ پھڑاتے پھر رہے، اور کمرے سے ہوتے دھواں، بازار ہوائیں، دہریے آسمانوں کے نیچے  
پھیسے ہوئے تھے

گھوڑوں کے سموں کی مپ مپ، لڑھکائی تھاپ، اور چرچر کرتے دھواں کی چٹکناڑا مے؟ آگے بڑھتی ہے  
آدھی ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے  
چونتیس اور پچیس کی عمر والے نہیں سران کے بچوں میں اب کئی عواہش باقی نہیں رہی اب ان کو نہیں  
پایا جاتا

مگر بھرتے ہوئے، ان تو جوانوں کو بدیا جاتا ہے، جنہیں نئے خدا، نئے خیانت، نئے خوب اور  
نئے فرائض سونے چاہئے تھے  
ان نوجوانوں کو جنہیں ایک نئی دنیا جانی ہے؟  
— بے چارے دیا!

میرے اکثر دوست مجھ سے پوچھتے رہے تھے کہ باقر تم اس کتاب کے لیے اتنی عرق ریزی، اتنی  
محنت اور اتنا وقت کس لیے صرف کرتے ہو؟ یہ دنیا سدھرنے کے بجائے تباہی کی طرف بڑھتی جا رہی

ہے، اجماع نے خود بھی تو دکھا ہے کہ جنگ کے دورے سے حادثات بہتر نہیں ہوئے، لیسات کو میرا جواب یہ ہوتا تھا کہ میں پڑھنے والوں کو ماضی کا آمیزہ دکھا کر مستقبل کے لیے بہتر سوچنے کے لیے تیار کرنا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہوگی کہ باقصوں وہ جو قنداری خواہش کرتے ہیں، اسی دستاویز کے مندرجات کا نصاب کی کتب کی طرح مطالعہ کریں۔ انسان صرف اسلوب کا بچ اور یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہو کر ہی عالم نہیں بن جاتا۔ اس کو معاہدہ کرنا چاہیے، مطالعہ۔ کہ مطالعہ ہی عالم بناتا ہے، مدتیہ بناتا ہے، اور سکھاتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔

اس سے قبل شائع ہوئے ولے میری کتاب ”نویل ادبیات“ دنیا بھر کے عظیم قریح ادیبوں کی شاہکار تحریروں پر مشتمل تھی، جب کہ زیر نظر کتاب میں مستند ادیبوں کی تحریروں میں نہیں، سیاست دانوں اور امن کے لیے کام کرنے والوں کی تحریروں میں، مگر ان لوگوں کے خطبات کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے گویا یہ لوگ مدبرین ہونے کے ساتھ ساتھ ادیب بھی تھے۔ بات یہ نہیں ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم ادیب لوگ ایک انداز میں لکھنے کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور جب کوئی غیر ادیب لکھتا ہے تو اس کا انداز مختلف ہوتا ہے، اس لیے وہ نیا لہذا زہ اور خوش گوار ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب میں ان برسوں کے ادیب شامل نہیں ہیں جن میں افریقہ کے بچے اناؤں کو انعامات دیے گئے تھے۔ کئی نعام یافتگان نے خطبے نہیں دیے تھے۔ جو نے صرف بیانات ہی کیے تھے جن کے تراجم شامل کر دیے گئے ہیں۔ تقاری کی سہولت کے لیے ہم نے فہرست میں انگریزی حروف میں انعام یافتگان کے نام اور نہیں بھی شامل کر دیے ہیں۔

اس کتاب کی عبارت کے درمیان تاریخی کوجہ متین [ ] اس نوعیت کی قوسین میں نظر آئے گا۔ یہ مترجم کی طرف سے بھلائی کے لیے، یا مندرجات کی تقریر کے لیے، مثال کی گئی عبارت ہے۔ غیر ملکی زبان کے نام اردو میں دیے گئے ہیں، ساتھ ہی ناموں ماسں کو ( ) اس قسم کے قوسین میں انگریزی میں بھی درج کر دیا گیا ہے تاکہ تحقیق کرنے والوں کے لیے آسانی ہو۔

میری بچھلی کتاب ”نویل ادبیات“ کی جتنی پڑائی ہوئی میرے گمان میں بھی نہیں تھی۔

”نویل ادبیات“ کی شاعت کے فوراً بعد سے ہی سے ہندو پاک کے رسائل اور اخبارات میں مضامین شائع ہوتے شروع ہو گئے تھے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر روڈف پورکیچا زاہد حنا، ڈاکٹر محمد علی صدیقی، امجد اسلام امجد، شعیب عقیل، رفیع الزماں نعیمی، فراسہ رضوی، پرویسر علی حیدر ملک، ڈاکٹر سلیم اختر، اے غلام، صبا اکرام، رضی بھٹی، ڈاکٹر انوار احمد خاں، احمد ”چہ رسو“ کے مدیہ گلزار جاوید، ہندوستان کے رسالے ”زمین جدید“ کے مدیہ نعیر رضوی، عدنان کے رسالے ”پرواز“ کے مدیہ صابر ارشد عثمانی، پریسرا اسکاٹ اینڈ کے ڈاکٹر حسن ملک کا شکر گزار ہوں کہ ان حضرات نے اس کتاب پر رسائل اور اخبارات میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ یہ وہ نام ہیں جن کی تحریروں میں مجھ تک پہنچ سکی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اور بھی ہوں، مجھے جن کا نام نہیں۔ مگر نیٹ کے ذریعے بھی لوگوں نے میری بہت افریقی فرمائی اور اس کا مستند ب تک جاری ہے۔

”نویس ادبیات“ کی قبولیت وراثت کو پاکستان کے اسی وقت کے سب سے بڑے غیر ہجاری

اعزاز UBL-wang Literary Excellence Award سے نوازے جانے سے میری ہمت میں اضافہ ہوا۔

ٹورنٹو، کینیڈا کی ایک تنظیم نے بھی اس کتاب کو ایوارڈ دینے کا اعلان کیا ہے جس کی تقریب اگلے برس ہوگی۔ لاہور سے شائع ہونے والے خالد احمد کے رسالے ”بیاض“ نے اپنے ایک شمارے کا سرورق ”نویس ادبیات“ کے سرورق علی کو بتا کر ایک بالکل نئے انداز میں اس کی پذیرائی کی۔

بھارت کے ڈسپنڈر موصیٰ مونسے والے پہلے بیاض نے میرے دل کو چھویا تھا جسے میں کبھی نہیں بھول سکتا گا۔ یہ پیغام اردو زبان میں دوستی علی صاحب کی جانب سے آیا تھا جن سے میری واقفیت نہیں۔ پیغام کے اپنی طرح لکھا

عرض ہے کہ آپ نے ہم جیسے انگریزی نہ جاننے والوں پر (دلی کی کہانیوں سے کہتا ہوں کہ) ”نویس ادبیات“ لکھ کر جو احسن تنظیم کیا ہے اس نظر کو خاطر کرنے والے الفاظ بتاتے ہیں۔ آپ کی محنت کو جہت اردوؤں ہاتھوں سے مدد ملتا ہے۔ دعا گو ہوں کہ خالق کائنات آپ کو جسمانی اور معاشی خوشی کے ساتھ ایک لمبی عمر عطا کرے۔ شاید اس دعا میں میری طرف سے کچھ کمی ہو۔ باقی نقوی صاحب ”نویس ادبیات“ کی طرح کے تراجم اردو والے طبقے کو دے سکیں تاکہ حاشا کے پردے دا ہو سکیں۔

دوستی علی صاحب کی دعا قبول ہوئی ہے، کہ ”نویس ادبیات“ کی صورت میں مزید ترجمہ

پیش خدمت ہیں۔

میں اس کتاب کی تیاری کے دوران جمشید انزاقی کے لیے پروفیسری، پروفیسر رضوی، پروفیسر عمر اشعاری، زاہد رحمان، سلیم بن دانی، مہدی ماس، اسرار گاندھی، محسن رشاد عثمانی، ڈاکٹر فیضان احمد بن علیک، چارے دوست احمد رشید، فرخ سلیم، مبین مرزا، کبیر حیدر آبادی اور اپنی شریک حیات فیروزہ کا شکر گزار ہوں کہ ان سب کی دلچسپی و رہمت انزاقی سے اس ضخیم کتاب کی ہوئی۔

خدا کرے کہ اب دنیا میں امن کا یوں والا ہو

باقر نقوی

تتمت

6 ستمبر 2011

Email: baqar@baqarnaqvi.com

# کم ڈے ٹنگ

## اعلان تجلیل

جہت تب، دو دہائی شاہی کے ارکان، عانی مرتبت عواتین و حضرات!

ماہ دینی فوٹس کمیٹی نے 2000 عیسوی کا، من انو کم ڈے ٹنگ کو عطا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ نام ان کی اس جدوجہد کے حصے میں دیا جا رہا ہے جو انہوں نے اپنی تمام زندگی جنوبی کوریا میں، بالخصوص جمہوریت اور انسانی حقوق کے لیے، اور بالخصوص امن کے حصول اور شمالی کوریا سے مسالحت کے سلسلے میں کیا ہے۔ ان کو جلدی اس محفل میں خوش آمدید کہتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک سوال اٹھایا گیا تھا، ”کیا یہ تمام محفل مسالحت کی کوششیں کے لیے دیا جاتا تھا؟“ وقت نہیں، اس لیے کہ یہ کوششیں تو ابھی شروع ہی ہوئی ہیں۔“ اس کے جواب میں صرف، ”تاکہ دنیا کافی ہوگا کہ وہ کوریا کی ریاستوں کے مابین کم ڈے ٹنگ کی جانب سے انسانی حقوق کے سلسلے میں کی ہوئی کوششوں کی نئی نواں انو کم کا حق درخشاں کر دیا ہے۔ یہ بھی صاف کی برے کر شمالی کوریا سے مسالحت کے سلسلے میں ان کی پامردی، اور خصوصاً پچھلے برس کے دوران ان سے حاصل ہونے والے نتائج نے ہی اس تمام کے لیے کم ڈے ٹنگ کی حق داری میں نئے اور اہم ابعاد کا اضافہ کر دیا ہے۔“

میں برتوانی من کے سلسلے میں ہونے والی پہچانی کی سے پیش نظر فوٹس کمیٹی اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ہمیں اس بنیادی اصول پر ثابت قدم رہنا چاہیے ”کہ کچھ نہیں کر دے، تو کچھ پڑ دے“۔ لہذا من کا یہ انو کم صمد ہے ان قدمات کا جو اس وقت تک کیے گئے ہیں۔ یہ صاف، جیسا کہ من کے انو کم تاریخ کے سلسلے میں ہونا آیا ہے، اس برے بھی یہ انو کم ہمت خیزی کے لیے دیا جا رہا ہے تاکہ من اور مسالحت و مسالحت کے طویل راستے پر قدم آگے کی طرف بڑھتے رہیں۔

اسی حد تک یہ ہمت ہی کا معاملہ ہے کہ کم ڈے ٹنگ اپنے راستوں پر پامردی سے قائم رہنے کو چاہے

سے ہی بچاؤ نہیں کے ورنہ انھوں نے جیسی دشمنی کی، وہ تو توڑ کر بجائے باہمی کا ہاتھ الٹی سرحد کے پار تک نہ جانے میں کامیاب ہو گئے تھے جو شاید آج کی دنیا کی سب سے زیادہ نگاہوں شدت سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کی شخصیت ایسی سیاسی بحثوں کا نشانہ رہی ہے جیسی، بد قسمتی سے، دوسرے متنازعہ علاقوں میں کثیر نہیں پائی جاتی۔ اس کا معنی بھی سمجھو، وہی زندگیوں جیسی، تو ہوتا ہے جس میں ہم ہندو یا، کوہسار پار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پہلا قدم ہی سب سے مشکل قدم ہوتا ہے۔ مگر آخری سمجھوتہات میں تو آپ وہی شمار کرتے ہیں۔ اے گنار (Stavanger) کے Gunnar Roaldkvam کی ادیب نے ان کی شخصیت کو متنی میں لکھا اور مناسبت سے اپنی نظم ”آخری قطرہ“ میں لکھا ہے:

ایک قطرہ کا ذکر ہے، ہم نے

پانی کے دو قطرے دیکھے

ایک، جو پہلا ہی کرچکا

دوسرا آخری قطرہ ہی

پہلا قطرہ سب سے بہادر

سب سے محنت والا تھا

مجھ کو گرا ہوا لگتا تھا

آخری قطرہ دن کر رہا،

وہ قطرہ جو آخر ہم کو

منزل پہ پہنچائے

جہاں ہمیں آنا ہی ہو

لیکن میں اس سوچ میں غم میں

پہلا قطرہ کون ہے گا؟

آج ہم اسے ایک جمہوری جمہوری فورم کے صدر ہیں مگر وہی منزل تک کا راستہ طویل، بہت طویل تھا۔ انھوں نے کئی مشروں پر محیط ایک آمرانہ حکومت سے یہ ظہر ہارنے کی جنگ کی تھی۔ ان سے یہ سوال پوچھا جاسکتا ہے کہ آپ میں اتنی جدوجہد کہاں سے آئی۔ اب ایسے سوال کا جواب بھی سن سکیں۔ ”میں نے آمرانہ حکومتوں کی مزاحمت میں اپنی تمام طاقت استعمال کی ہے، نہ لیے کر کے سوا مواہ کی فزولت اور جمہوریت کو تحریک پہنچانے کا وقت اور رستہ تھا۔ میں خود کو ایک ایسا ملک میں جیسا محسوس کرتا تھا جس کے گھر میں باؤٹھیں آئے ہیں۔ اپنی فزولت کی پروا کیے بغیر مجھے بداندازوں سے اپنے خاندان، اور مال و اسباب کی حفاظت کے لیے بھلی جنگ کرنی تھی۔“

کم جب صدق کے پانچویں عشرے میں قومی اسمبلی کے چناؤ میں حصہ لے رہے تھے تو سرکاری





انسان کو صحت کی ڈگری سے بنا جیسا ملتی؟

کم از کم ایسے چھ نے 1987ء اور 1992ء کے صدیقی انتخابات میں بھی حصہ لیا تھا۔ صرف فوجی حکومت ان کے راستے میں نہ بھی تھڑکی ہوئی جب بھی، ایسے ملک میں جسے عدم تعینیت نے تقسیم کر رکھا ہو ان پر الزام لگا دیا جاتا تھا کہ ان کا ایک غلط مذاق سے تعلق ہے۔ یہ تو تو، جدوجہد کی صعوبتوں سے تنگ کر کے 1992ء کے انتخابات کے بعد ملکی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر گئی۔

نومبر 1997ء میں کم از کم ایسے چھ کو ایک نیا موقع نظر آیا، دوران کے سیاسی دشمنوں کے آپس میں شدید اختلافات کے باعث فوجی حکومت کا سب سے بڑا مخالف صدر چن کر لیا گیا۔ یہ تو ان بات کا پلن ٹیوٹ تھا کہ باغی جنوبی کونڈیا کو دنیا کی جمہوریتوں میں ایک قدم مل گیا تھا۔

نئے صدر کو نظام کا خلیفہ قرار دیا گیا۔ اس کے بجائے، جیس کہ نیشنل مینڈیٹ نے کیا تھا، کم نے پہلی سیاسی سرٹیفیکیشن میں درجہ دوم وراثت کے مضبوط منتخب کئے اور نیشنل مینڈیٹ کی کے نقش قدم پر چلنے کا فیصلہ کیا۔ کم ایسے چھ نے بھی درجہ دوم وراثت کی راہ اپنائی، حتیٰ کہ سابقہ انقلابی تحریکات کے بارے میں بھی درجہ دوم رکھائی۔

جو کچھ سناؤ، ایک سیاسی، اقتدار کا، اور امن کے بعد بھی پانچوں کے درمیان کے حقوق کا پل ٹیوٹ کر رہے ہیں۔ جمہوریت کا نظریہ دیکھا جائے تو، جنوبی کونڈیا کو قانونی اور اخلاقی نظام کے اصلاحات کے سلسلے میں بہت کچھ سنا ہے۔ مجلسی اور غیر مجلسی کے مابین جنوبی کونڈیا کے قیدیوں میں اب بھی طویل عرصے کے سیاسی سزیاں نافذ ہیں۔ یہ سزاؤں، سزاؤں کے ساتھ ساتھ ہیں کہ منظم محنت کشوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کیا جاتا۔ اس ضمن میں ہمارا جواب یہ ہے کہ ہمارے خیال میں کم ایسے چھ کی جمہوریت میں کوئی شک نہیں کریں گے غلط صورتی سے وہ جس کے سب سے بڑے داعی ہیں۔

آج کل ایشیا میں انسانی حقوق کی موجودہ کیفیت کے بارے میں ایک اہم بحث جاری ہے۔ یہ سزاؤں کا خیال ہے کہ انسانی حقوق کا شعبہ مغرب کا چھوڑ دیا ہے جس کے استعمال کے ذریعے مغرب اپنی سیاسی اور تمدنی برتری مسلط کرنا چاہتا ہے۔ کم ایسے چھ کے مغرب سے تعلق نہیں رکھتے، اسی طرح جیسے وہ اس خیال سے بھی انکار کرتے ہیں کہ انسانی حقوق کے کاغذی ماحول میں کچھ خاص نوٹ کے پیشانی بھی ہوتے ہیں۔ مایوسیوں کی بنیاد پر فوجی کمیشن نے بھی اس برس کے انوار کے فیصلے کے وقت کم کے ان اہم اقدامات کو پیش نظر رکھا ہے، شرقی ایشیا میں انسانی حقوق کی ترقی کے سلسلے میں جو انہوں نے کیے ہیں۔ جس طرح 1996ء کے سن اٹھارہ فروری ہونے والے روبرو ہونے والے، جو اس محفل میں پرفیسر نہیں موجود ہیں، کم نے بھی شرقی تیمور کے بارے میں شدید سے آواز اٹھائی تھی۔ شرقی تیمور میں انسانی حقوق کے تحفظ کے منصوبے کے لیے بین الاقوامی فوج میں اسی جنوبی کونڈیا کی فوج کی شمولیت، جس کو چند برس قبل اپنے ہی ملک میں سیاسی حزب اختلاف کو دبانے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، کم کا ایک بڑا علامتی قدم تھا۔

۱۹۹۱ء کی انعام یافتہ آنگ سان سوئی (Aung San Suu Kyi) کی زندگی امریت کے خوف جدوجہد میں بھی گم نہ ہوئی۔ اس مرحلے پر ہم اس کو بھی یاد کرنا چاہتے ہیں، جس پر اپنا انعام، حصول کرنے سے روکنے کے لیے مار مار کے ستر پر پڑھائی گئی تھی۔ بد قسمتی سے یہی حکومت ایک بار پھر آنگ سان سوئی پر اپنا ناپاک ہاتھ رکھ چکی ہے۔

کم کو جنوبی کوریا میں وسیع اصلاحات کے پورے دور میں اور شمالی کوریا سے امداد دہکے عملی اقدام کے لیے، جس کو عام طور پر "sunshine policy" کا نام دیا گیا ہے، منتخب کیا گیا تھا۔ یہ اصطلاح ایک سیاست کے بارے میں Aesop کے کہے ہوئے قصے میں استعمال کی گئی تھی جس نے شیرشانی ہواؤں سے بچنے کے لیے اپنے جسم پر اپنا بھاری بھر کم بوندو پہن کر یا تھا، پھر آخر میں سورن کی سرخوں سے ملنے والی برہمنی ہوئی تھارت کے باعث اس کا تار پڑا تھا۔

Sunshine Policy، آئرلینڈ ہواؤں کو روکنے کے لیے نہیں تو کم از کم دونوں کوریائی ریاستوں کے درمیان سد ہونا بھی کے بندھتے ہوئے تعامل کے ذریعہ۔ دہریہ کو کم کرنے کے لیے تیار رہی تھی۔ کم مارے جنگ نے صرف اغواظ میں یہ واضح کر دیا ہے کہ جنوبی کوریا اپنے شمالی پڑوسی پر قبضہ کرنے پر اسے اپنے ہار ختم کرنے کا کوئی راستہ نہیں رکھتا۔ چل دراصل یہ کہ دونوں ایک دہریہ سم خیال ہو جائیں، اگرچہ دونوں یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس کے لیے بھی بہت دقت اور کارہوگا جو بہت تیار رہیں گے۔

اس میں فائدہ بردار بھی جیسے کی گنجائش نہیں کہ دونوں کوریوں کے بین الاقوامی اور آپس میں موافقت کے لیے ہونے والے عمل کے آغاز کا اصل محرک کم مارے جنگ کی رہے جس سان کے کردار کا اثر [جنوبی کے سابق چانسلر] ولی برائنٹ سے صاف ظاہر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، جن کے Ostpolitik نے دونوں جرمن ریاستوں کے درمیان تعلقات کو عام کر دیا۔ نے میں جیو دنی کردار دیا تھا، جس کے لیے ان کو ذہنی اسکی انعام ملنا پڑا تھا۔ مجلس برائنٹ کی Ostpolitik کی دونوں ریاستوں کی کھپائی کی بنیاد نہیں تھی، مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ ۱۹۸۹-۹۰ میں ہونے والے انعام کی شروعات ہی سے ہوئی تھی۔ جنوبی کوریا کے نقطہ نظر سے جنوبی کی ایک چائی کا سیاسی پہلو خاص کشش کا حامل ہے، مگر معاشرتی پہلو کچھ ایسا ہے جو جنوبی کے مقابلے میں کوریا کو بہت ترس ہو سکتا ہے، مگر اس میں زیادہ پیچیدگی دکھانے کی کوشش کی گئی۔

پچھلے برس جون میں وینٹوٹنگ میں ہونے والی سربراہی مذاکرات میں کم مارے جنگ اور مینجنگ کے درمیان ہونے والی بات چیت گفتگو ذریعہ اعلیٰ بیانات اور ہوائی خطابت سے کچھ نیو وائٹم دی تھی۔ پچاس برس کی مریوں کے بعد آپس میں ملنے والے خاندانی تہ تصویروں نے پوری دنیا پر گہرے اثرات مرتب کیے تھے۔ یہ ملاقاتیں خواہ مخواہ ہی کر رہی تھیں، مگر ان میں کیوں نہ ہوتی ہوں، خوشی سے ملنے والے آنسو پونجی نام (Parqumjon) کی مریوں پر بھی جاتے ہوئے سربراہی مریوں اور مریوں کے مقابلے میں بے حد متاثر کن تھے۔

شمالی کوریا کے ٹک ایک خولے عرصے نہایت مشکل حالت میں رہے تھے۔ بین الاقوامی برادری، شدید سیاسی جبر کے باوجود، دوسرے ملک ان کی بلوک سے رخصت، اور خالص نہیں رہ سکے تھے۔ اس کے برعکس شمالی کوریا کے سیاسی رہنماؤں کے درباریوں میں ملک کے درمیان مصالحت کی جانب اٹھائے جانے والے پہلے قدم پر غور کیا گیا۔

دنیا کے بیشتر حصے میں سرد جنگ کا عہد ختم ہو چکا ہے۔ دیر پا Sunshine Policy کے ذریعے جزیرہ وٹ کوریا میں سرد جنگ کی باقیات کو چھتے دیکھنے کی حالت میں وقت تک ملے۔ مگر عمل شروع ہو چکا ہے، اور بد شہادت کے انعام یافتہ ملکوں سے نپونہ کی حالت میں ہاتھ نہیں بنایا ہے۔ گوید مشاعر کے الفاظ میں "پہلا قطر و سب سے بہا صاحب سے بہت وار تھا۔"

نوٹس میکر کے صدر Gunnar Berge کی دیالی

### خطبہ

محرمات آب، دور، ہن شاہی، مارویائی نوٹس میکر کے ارکان، عزت آب مہمان، ختمین اور حضرات! انسانی حقوق اور امن کے لیے مارو کے سب سے بڑے ایک متبرک قدم، اور نوٹس کا امن احیاء ایک متبرک پیغام سے جو تمام انسانیت کو امن کے لیے خود کو وقف کر دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس اعزاز کے لیے جانے پہلے حد و حساب شکر گزار ہوں۔ مگر اس سے میرا ذہن کوریا کے نئے شمار ہوا، اور سر قیوں کی طرف متصف سے جنہوں نے اپنے آپ کو بہ رضا و رغبت جمہوریت اور انسانی حقوق کی بھائی کے لیے، اور بدلتوں کوریائی ریاستوں کے نغمہ کے شباب کو چہرے کے لیے وقف کیا ہے۔ اور میرا فیصلہ یہ ہے کہ یہ اعزاز ان کی کوٹھا چاہیے۔

اس سے مجھے دنیا کے وہ بہت سے ممالک اور یہ مت بھی یاد آئے ہیں جنہوں نے میرے ہوا کی جمہوریت حاصل کرنے کی کوششوں میں اور کوریائی کے سب سے بڑے جمہوریت کی نمائندہ ادارہ قائم کیا ہے۔ اس خلوص دل سے ان سب کا بھی شکر گزار ہوں۔

میں جانتا ہوں کہ جون کے مہینے میں ہونے والی پہلی جنوبی شمالی کوریائی سرحد کی ملاقات اور کوریائی کے درمیان سب کی کوششوں کی ابتدائی وجوہات میں سے ایک وجہ ہے جس کے لیے مجھے نوٹس امن انعام سے نوازا گیا ہے۔

مہمان ہن شاہی

میں آپ حضرات سے جنوبی شمالی کوریائی رشتوں کی قربانی کے عمل پر وقار کا چاہوں گا، نوٹس میکر نے جس کو اس اعزاز کو توصیف کی بنیاد بنایا ہے۔ میں نے جون کے مہینے کے وسط میں شمالی کوریائی کے قومی

وفاقی کمیشن کے چیئرمین کیم جونگ ال (Kim Jong-il) سے ملاقات کے لیے پراگ یا جنگ کا سفر یہ تھا۔ میں گیا تو تھا پانچس دن کے ساتھ ساتھ نہ چاہتے ہوئے کسی موقع ہو سکتا ہے، مگر مجھے اس بات پر یقین تھا کہ مجھے اپنے محرم کے لیے اور جزییرہ کی کوریج کے مسئلہ کی خاطر ضرور جانا چاہیے۔ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ یہ سربراہ ملاقات کا جواب ہوگی یا نہیں۔ تین دنوں جنگ کے بعد، نصف صدی سے تقسیم شدہ جنوبی اور شمالی کوریہ نے باہمی بدگمانیوں اور دشمنیوں کے پورے دشمنیوں کے مابین میں مذاق مذاق ہے۔

اس حالت میں کیم جونگ ال میں کیم جونگ ال سے ایک طرح سے ایسا دو تھکے امن اور امداد کی میں جھڑپ کرنے کے لیے میں نے فروری 1998 میں صدر منتخب ہونے کے بعد جی Sunshine Policy کا عدنی کیا اور کیم جونگ ال کے ساتھ شمال سے، زمین کی حالت پر مختصر مسالحت کی پیغام رسائی جاری رکھی۔ پھر اکتے یہ تھا کہ ہم اشتراکیت کے ذریعے کیم جونگ ال کو قبول نہیں کریں گے۔ وہ براکتے تھا کہ ہم شمال کے انہم کے ذریعے، کیم جونگ ال کو نہیں کریں گے۔ اور تیسرا اکتے یہ تھا کہ جنوبی کوریہ امن و آشتی، امداد کی اور ہم بددلت کے متعلق رہیں گے۔ میرے خیال میں کیم جونگ ال کا اس وقت تک اکتے رہا جا سکتا ہے جب تک فریقین پھر سے ایک ہو جانے کے بارے میں آسودہ اور مطمئن ہوں، چنانچہ اس کے لیے متعلقہ طریقوں میں مددگار کیوں نہ ہو۔ پھر تو شمالی کوریہ نے اس خیال سے مزاحمت کی سرشاہ Sunshine Policy اس کو سر کرنے کا ایک پرفرنس منصوبہ ہے۔ مگر ہمارے خیال میں نیت سے اپنے ارد گرد کے قیام، اور دنیا بھر سے اس کی پالیسی کی سچی جاننے پر معاہدات نے جس میں مارن سے نہیں نیک ذمیت دار ملک بھی شامل تھا، شمالی کوریہ کو اس بات پر قائل کر دیا کہ اس کو بھی اسی انداز میں جواب دینا چاہیے۔

پچھلے پچیس برسوں کے دوران شمالی کوریہ نے جزییرہ کی کوریج سے امریکی افواج کے انڈیا کو تیار کر کے بنیادی نکتہ بنا رکھا تھا جس نے جزییرہ کی کوریج سے کہا، ”حقیقت تو یہ ہے کہ کوریہ کی جزییرہ کی کوریج کی چار پانچ طاقتوں، ریاست، متحدہ امریکا، جاپان، چین اور روس کے محاصرے کی کیفیت میں ہے۔ ہم جس قسم کے سیاسی جغرافیائی علاقے میں قیام کر رہے ہیں، دنیا میں اور کیم جونگ ال کو پڑا ہوا۔ اس میں جزییرہ کی کوریج پر امریکی افواج کی موجودگی، صرف آج ہی نہیں بلکہ دنوں میں سنوں کی کیم جونگ ال کے بعد بھی، مگر جزییرہ کی کوریج پر یورپ کی طرف نظر کیجیے۔ NATO اتحاد تشکیل دیا جا چکا تھا پھر بھی امریکی افواج یورپ میں موجود تھیں تاکہ سوویت یونین اور مشرقی یورپ کی طاقتوں کو طاقت آزمائی سے باز رکھا جاسکے۔ مگر اب، اشتراکیت خیز جزییرہ کے زوال کے بعد بھی، NATO اور امریکی افواج یورپ میں موجود ہیں اس لیے کہ یورپ کے امن اور استحکام کے لیے آج بھی ان کی ضرورت ہے۔“

میر جی اس توضیح کو سن کر جزییرہ کی کوریج سے، حیرت انگیز طور پر، بہت مثبت رد عمل ظاہر کیا۔ بطور حیرت سے اہلئے ہوئے شمالی کوریہ کے مطالبے میں یہ ایک بڑی تبدیلی تھی، ”جزییرہ کی کوریج سمیت شمال مشرقی ایشیا میں امن کے تحفظ میں ایک باہمی پیش رفت۔“

بحر نے اسی بات پر بھی تعلق کیا کہ منقسم شاخوں کے وحدت کو بعد سمجھا دینا چاہیے۔ اسی لیے  
 سربراہی و قات کے بعد سے، فریقین کے دھجوں کا دھواؤ کرنے کے مسئلے میں مناسب اقدام کر رہے  
 تھے۔ جہیز میں اور میرے درمیان باہمی اقتصادیات کی ترقی کے فریوٹ پر بھی تعلق ہو۔ اس طرح فریقین  
 کے ایک معاہدے پر دستخط کیے جس کی رو سے کوریوٹی ریاستوں کے درمیان اقتصاد کی ترقی ہو جائے، سرمایہ  
 کاری کے تحفظ اور دیگر شعبوں سے بچاؤ کے لیے چارہ فوٹو دستاویزات کی تیاری کا حکم جاری کیا گیا۔ اسی  
 اثنا میں محمد نے شام کو مشن۔ کھن جھکا اور پانچ یا کھن ندر کی انسانی امانت بھی فرمائی ہے۔ یہ مدنی احمدی  
 کے بعد سے نکلیں وہی تہذیب اور ثقوب لطیف، اور سیاحت کے میدان میں تباہی کی شروعات بھی ہو چکی ہے۔  
 مزید یہ کہ تھاکوئی کی اور مشن کی دیر پا بھائی کے لیے دونوں ریاستوں کے وزرائے دفاع نے وقایع  
 کی ہے جس میں ایک دوسرے کے خلاف بھی جنگ نہ کرنے کا عہد بھی کیا گیا ہے۔ حالانکہ نے جنوبی اور  
 شمالی کوریو کے درمیان رہے اور مرکزوں کے ٹوٹنے ہوئے رابطوں کو بحال کرنے کے لیے ضروری فوجی  
 تعاون پر زور دیا۔

سب قہقہوں پر سر دیخوں گوریا کس کے درمیان امن کی بھٹی کے لیے محض رشتوں کی استوار رہی ہی نکالی نہیں۔ میں نے جیپٹرین کو امریکا اور جاپان سے بہتر رشتے استوار کرنے پر آمادہ کرنے کی پُر زور اصلاح میں حمایت بھی کی ہے۔ چنانچہ ایک سے دوسری پہ میں نے صدر کنستین اور جاپان کے وزیر اعظم موریکو کو شانی گوریا سے تعلقات کے فروغ کی ترغیب بھی دی ہے۔

میں نے آئندہ کے آئندہ دنوں میں سیب میں ہونے والی تیسری ASEM سربراہی ملاقات میں چنے  
یورپی ریاستوں کو بھی ایسے ہی مشورے دیے۔ جیسے شمالی کوریا اور امریکا کے درمیان، اور یو۔پی کے بہت سے  
ملکوں اور شمالی کوریا کے درمیان۔ یہ دنوں میں چوتھی مثبت قدم اٹھائے گئے ہیں۔ میں پُر امید ہوں کہ یہ اقدام  
تیز رفتاری سے فرار میں فیصلہ شمس، اثر فرار میں گئے۔

محبا قلم: حضرات!

کئی مشربوں پر مجید، جمہوریت کے لیے کڑ جانے والی میری جدوجہد کے دوران مجھے مسلسل اس قادیان کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ مغربی طرز کی جمہوریت ایشیا کے لیے مناسب نہیں، اس لیے کہ یہ اس کی اسات سے محروم ہے۔ اس بات کا سچ سے پردہ ہا بھی واسطہ نہیں۔ مغرب سے کس پہلے سے، عظمت انسانی کا احترام ایشیا کے نظام بحوال میں موجود تھا، اور ہماری دانش کی روایت میں بھی اس کی جڑیں گہری تھیں۔ ”عقود کی جنت تھی۔ عوام کی غیر ہشت جنت کی غیر ہشت ہوتی تھی۔ اسی طرح وہیں کا احترام، کہ جیسے تم جنت کا احترام کرو گے۔“ تین ہزار برس سے قادیان اور چین کی سیاست کا ایک مرکزی عقیدہ رہا ہے۔ پانچ صدی بعد ہندوستان میں بدھ مت نے انسان کی عظمتوں کو ان کے حقوق کی رنج اسیت کی تبلیغ شروع کی تھی۔

اور بھی بہت سے مرزبانوں نے غلامی سے آزادی کے لیے جدوجہد کی۔

کنفیو شس کے چپے Mencius کا قول ہے "بادشاہ جنت کا بیٹا ہوتا ہے۔ جنت اسے متعینہ بھگوانی کے لیے لکھتی ہے۔" اگر وہ کام کرتا ہے، اور عوام پر حکم کرتا ہے تو جنت کی طرف سے عوام کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس سے نجات حاصل کریں۔" اور یہ سب کچھ جان رکھنے کے Social Contract اور معاشرتی حاکمیت کے نظریات سے دو تہہ زامہ کی قہقہہ ہوتا ہے۔

(نصرت) میں کی پیدائش سے قبل چین اور کویا میں جاگیر داروں کو ختم کر کے غصوں اور prefectures میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ سرکاری افسروں کی بھرتی کے لیے انتخابات کی شروعات کی گئی تھی ایک ہزار سال پہلے سے۔ ایک سنگتہم جانچ پرکاش کے نظام کے ذریعے ہائیڈرو اور اس کے اعلیٰ افسران کی حکمرانی پر نظر رکھی جاتی تھی۔ مختصر یہ کہ ایسی حقیقت اور منظم اداروں کی ریالیات کی دولت سے مارا ہوا تھا، جو جمہوریت کے لیے زرخیز مٹی فراہم کرتے تھے مغرب کا شمالی یورپ کی ترقی میں تھا، جو ایک قابلِ تعریف کھپائی کے مترادف تھا جس نے تاریخ انسانی کو بہت فائدہ پہنچا ہے۔

ایشیائے وسط میں جہاں مظاہر کی ریالیات قدیم ہیں، مغربی جمہوریت کے بنائے ہوئے ادارے پھل پھول رہے ہیں جیسا کہ کوریا، جاپان، فلپائن، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، بھارت، بنگلہ دیش، نیپال اور سری لنکا میں صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ مشرقی تیمور کے عوام نے اپنی جانوں کی پروا کیے بغیر، جن کو ٹیوی پر دیکھ کر گروہوں سے شدید خطرات میں تھے، اپنی آراء دی گئے تھے انتخابات میں حصہ لیا۔ لیکن مارا (سابقہ بھارت) میں مادام آگم من سوئی اب بھی جمہوریت کی جدوجہد کرنے والے سرگرم دستوں کی رو نمائی کر رہی ہیں۔ ان کو عوام کے پیش نظر مسئلوں کی ہمدردی حاصل ہے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہیں بھی جمہوریت غائب آئے گی اور منتخب حکومتوں کا دور واپس آکر رہے گا۔

مہمان پائرامی!

میرا یہ مان ہے کہ جمہوریت ہی وہ اصل قد ہے جو انسانی عظمتوں کے لیے کام کرتی ہے کہ ہمیشہ اقتصادی ترقی، سماجی انصاف کا یہی ایک قابلِ اعتماد راستہ رہا ہے۔

جمہوریت کے بغیر کسی ریاست کے جتنی ویران بار بار نہیں ہوتے، نہ معاشیات میں سرایت ہو سکتی ہے اور نہ ملک میں ترقیات۔

بغیر جمہوری بنیادوں کے کسی قوم کا تھما دینا ناممکن ہے۔ بنائے ہوئے ملک کے مانند ہوتا ہے۔ لہذا، جمہوریہ کو دنیا کے معدنی حیثیت سے میں نے اپنے ملک کے جمہوری نظام کی ترقی کے لیے، منڈی کی معیشت کے لیے اور پیداوار کی خوش حالی کے لیے متوزن تقاضات کیے ہیں اور اسی پر میری حکومت کی بنیادیں استوار کی گئی ہیں۔

اپنے حق صدقہ آزادی کے لیے، پچھلے اذھانی برسوں میں میں نے اسے قدام کے لیے جو ہمارے ملک کے شہریوں کے جمہوری حقوق کی ضمانت دیتے ہیں۔ ہم اپنے ملک کے مایہ ناز، تجارتی، فوجی اور محنت کش

طبقات میں اصلاحات کے معاملے میں بھی ثابت قدم رہے تھے۔ مزید یہ کہ ہم نے ہر کسی تفریق کے، اپنے ملک کے تمام باشندوں کی، جن میں کم آمدنی والے جیتے بھی شامل ہیں، پیداوار کی خوش حالی اور انسانی محنت کے وسائل کی ترقی کے لیے کام کیا ہے جن دوران میں خاصی کامیابیوں بھی حاصل کی ہیں۔

کوریان اصلاحات کو جاری رکھے گا۔ ہم نے نہ صرف موجودہ اصلاحات کی کوششوں کو جاری رکھنے کا عہد کیا ہے بلکہ ایسی اصلاحات کی بھی منصوبہ بندی کی جارہی ہے جن کی کامیابی سے کئی دہائیوں میں ہماری معیشت کو دسبے پر فائز ہوگی۔ ہمیں امید ہے کہ ہم اپنی ذاتی صنعتوں کی حالت، bio-tech، برقیاتی اور مصنوعاتی وسائل کے میدان کے بے شمار امکانات کی نگہبانی پر ارتکاز سے اپنے تمام ہدف حاصل کریں گے۔

اکیسویں صدی میں آنے والا عہد خوش و احوال ہے اور روایت کے عہد کی نشان دہی کر رہا ہے۔ شمالی امریکہ کے درمیان تیزی سے بڑھتے ہوئے تعلیمی فاصلے کے خطرات بھی پوشیدہ ہیں۔ یہ مسئلہ امن اور حقوق انسانی کے لیے بھی شدید خطرہ ہے اور ہمیں بی صدی میں ان حلقوں سے بردارنا ہونا پڑے گا جو جمہوریت کو زیرِ ترقی ہیں، تشدد کے راستے اختیار کرتے ہیں۔ ہمیں امن اور انسانی حقوق کو برپا رکھنے کی چیلنج کا ان اقدامات سے مقابلہ کرنا پڑے گا جن سے اعلیٰ تعلیمی حلقے میں کمی، قلعی معاشی حالتیں، ترقی پذیر نہ رہنے والے اور ممالک کے فسادات کے موئے جہنم کو نئے عہد میں پہنچا کر آگے بڑھنا ہوگا۔

جلالت گاہ دو دہائیوں کی، مختصر و مفید!

اجازت ہو تو میں کچھ لمحہ اپنی ذات کے بارے میں بھی کہوں۔ میری زندگی میں کچھ مہینے ایسے آئے جب میں نے آمروں کے ہاتھوں آنے والی موت کو قریب سے دیکھا تھا۔ چھ ماہ تک میں نے نیدرلینڈز کے وزیر اور چائینس نئی یا تو میں نظر بند رہا یا ملک بدر کی ہرگز کی گئی تھی۔ اپنے موم کے سہارے اور دنیا بھر کے جمہور پسند دوستوں کی سمت فرار کی کے بغیر میں ان مشکلات کو نبھانے میں ملکا تھا۔ میرے گھر کے لڑائی چیمپئن نے بھی مجھے قوت و ہمت عطا کی ہے۔

میں اس چیمپئن کے سہارے زندہ رہا، اور زندہ رہوں کہ وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہا ہے۔ یہ میں اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔ اگست 1973 میں، جاپان میں جبر و غفلت اور دوران مجھے ڈوکیو کے ہائی کے گھر سے، میں جس میں مقیم تھا، اس وقت کی جنوبی کوریا کی فوجی حکومت کے خفیہ ہرکاروں نے اغوا کر لیا تھا۔ اس غیر سنی چوری دنیا کا چھٹا کر رکھ دیا تھا۔ خفیہ دارے کے مشتے مجھ کو اپنی سستی پہ لے گئے جو بر عمل کے قریب ٹکر انداز تھی۔ انھوں نے میری مٹھلیں کس دیں، آنکھیں پہ پٹیاں باندھ دیں اور کچھ ٹھنڈی گڑ میرا منہ بند کر دیا تھا۔ وہیں وقت جب وہ مجھے سمندری لہروں کی غڑ گڑنے والے جھمکے میری نظروں کے سامنے ہوا مسکاتا نظر ہوا۔ میں ان سے پٹ گیا اور اپنی جان کی بچھبھ گئے گا۔ میں اس وقت مجھے موت کے منہ میں جانے سے بھی نہ لے کے لیے آسمان سے ایک طیارہ اتر ا تھا۔



میں تاریخ کے انصاف پر بھی یقین رکھتا ہوں۔ 1989 میں فوجی حکومت نے مجھے موت کی سزا سنائی تھی۔ پھر ماویہ قندیل میں رہا، اور موت کے دن کا اچھا رکتا رہا۔ موت کے خوف سے کچھ بھڑک چکی تھاری ہو چلا کرتی تھی۔ پھر تاریخ کی اس حقیقت سے مجھے سکون ملا تھا کہ بالآخر انصاف کی فتح ہوتی ہے۔ اس وقت بھی تھا، اور آج بھی میں تاریخ کا ایک مشرقی قارئین ہوں۔ مجھے علم ہے کہ سربراہ ملک اور سربراہ خطے میں، جو موقی اپنے محو اور اتنا نیت کی خاطر صحیح زندگی گزارتا ہے، کامیاب نہ ہوا ہے۔ ہولناک انجام سے دوچار رہا ہے۔ تب بھی تاریخ کی نگاہ میں وہ فتویٰ اور صاحبِ عزت رہا ہے، اور اگر موقی بددیانتی سے وقت موجودہ کا وہی ہو بھی جائے تب بھی تاریخ ہمیشہ اس کو پتھر مارتی۔ شکست خوردہ کی حیثیت میں یاد رکھتی ہے۔ اس میں موقی کو رعایت نہیں ہوا کرتی۔

جلالتِ ماب، دو دمانِ مٹائی، خوانینِ دھڑلات!

امن کے توپل نوحہ و قہقہے کرتے ہوئے، خاموش عزت پانے والے ہر فرد کو بھی نہ ختم ہونے والے فرض کا پابند ہو جاتا ہے۔ میں نہایت افسوس سے آپ کے رُپ رُپِ سربراہ کہتا ہوں، جیسے کہ تاریخ کے بڑے لوگوں نے نہیں سکھایا ہے اور اشریٰ توپل کی توقعات کے عین مطابق، میں اپنے ملک میں اور دنیا بھر میں حقوق انسانی اور امن کے لیے اپنے دلوں کے درمیان مقاومت اور امداد دہی کے لیے اپنی بقیہ زندگی وقف کرتا ہوں۔ میں آپ سے ہمت و ہزائی کی توقع بھی کرتا ہوں، اور ان امداد سے بھی امداد کا طالب ہوں جو جمہوریت کے فروغ اور ساری دنیا کے لیے امن کے خواہاں ہیں۔

شکریہ!



# جان ہیوم

## ڈیوڈ ٹرمبل

### اعلان تجلیل

جلالت مابہ عزت مابہ فراہم خواتین و حضرات!

اس برس گڈرائیڈ کے دن ایک معاہدے پہ دستخط ہوئے تھے جو حقیقت میں ذہن بازی کا ایک عمل تھا جس کے ذریعے ٹھکانہ آئرلینڈ میں ایک عرصے سے جاری ٹھکانہ آئٹا متنازعے کا پڑا من حل کر دیا گیا۔ کوشش کی گئی تھی۔ ۵۰ برس کی عمر ہوئے دانی بہ دامت مائے شہادت میں عوام نے بھاری کثافت سے اس معاہدے کی توثیق کر دی۔ معاہدے میں طے شدہ اصولوں کی بنیاد پر جوں کے توڑ میں انتخابات کے ذریعے ٹھکانہ آئرلینڈ اسمبلی وجود میں آئی اور خزانے کے موسم میں تھپنے سے معذور ماضی کے دشمنوں نے اکٹھے اسمبلی کے اجلاس میں شرکت بھی کی ہے۔

بہ سب ان مسائل سے جھگی طرح آگاہ ہیں جو آگے آنے والے ہیں۔ اس برس کے موسم خزاں میں دہشت گردی کے حملے بھی ہوئے ہیں اور ہم نے چائیں ضائع ہوا ہے کبھی نہیں۔ گھرایا معصوم بچہ کے کو بیوہ حملے میں آگ لگا مارا گیا تھا۔ یہ ایک طرح سے گڈرائیڈ کے معاہدے کے بنیاد پر آئے پڑا من کی تلافی میں معاون ہوئے ہیں۔ آئرش ریپبلک؟ آئی (IRA) کی نافذ کردہ جنگ بندی، جو کدو پڑا من کی سب سے اہم شرط تھی، اب بھی قائم ہے۔ ہندو آئر چھوڑ جاتے ہیں کہ تھوڑی سی شان حال دنیا کے عمارت اپنا کمر تبدیل ہوسکتے ہیں۔ اس برس کے گڈرائیڈ کے بعد سے صورت حال مختلف رہی ہے۔ تشدد کا شیعہ پتھر ٹوٹ چکا ہے۔ من کا عمل اپنی اگ رفتار سے جاری ہے جس کے باعث پچھلے جیسے شدید نقصان و پستی خلاف قیام ہے، آئر چھوڑ کے تھپنے کے دوران ہمیں معمولی چیزوں کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

مارکے کی فوسل ٹیمپلی نے وہ حضرات کا انتخاب کیا ہے جنہیں ان کی رائے کی مطابق، بہ طور خاص من کے

عمل میں معرفت کے لیے عزیز دلایا جاتا ہے، یعنی جان بیہ ورنہ اور مہل۔ اپنے سرگرم پرامن مثال  
میں، بے پادیاں سرست کے ساتھ ہم آپ وہ 1999 کا امن انعام حاصل کرنے کے لیے پیش آمدہ کتے  
تھا۔ آپ ان بہت سے فز و میں بر فرست تھا جنہوں نے آئرلینڈ وراثی کے دیگر امن کی خدمت کے  
لیے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔

جان بیہ ورنہ ایڈمز مہل، دونوں شمالی آئرلینڈ سے تعلق رکھتے ہیں، جہاں وہ تھارے کے ساتھ اور  
تھارے میں ہی رہتے رہے۔ دونوں ہی مریمہ اور دو سیاست دان ہیں۔ دونوں آئرلینڈ میں ان دو سب سے  
بڑے سیاسی جماعتوں کی رہنمائی کرتے ہیں، جو تقسیم زدہ ممالک کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ان دونوں نے خود کو اس  
روپہ چھنے کے لیے وقف کر دیا ہے جس کا معاہدے میں فیصلہ کیا گیا ہے: تاکہ تھارے کو امن کے ساتھ ہی عمل  
کیا جاتا ہے۔ استصواب رائے میں اس معاہدے کی جس شدت سے حمایت کی گئی ہے، اس سے حال  
ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں نے صحیح سمت کا انتخاب کیا ہے۔

برست کی ہوا کے لیے اپنے بازوؤں پر شاہی سیاسی رہنمائی نہیں ہوتی، اصل رہنمائی تحریک کی ابتدا کرنے  
پر صحیح وقت پر کام کرنے میں ہوتی ہے۔ بیہ ورنہ سیاسی رہنماؤں کی طرح، دونوں انعام یافتگان نے مل کر  
ایک ایسا فن تیار کرنے میں معاونت کی ہے جس کے ذریعے پرامن طریقے سے مناسب مفاہمت ممکن ہو سکے۔  
سیاسی رہنماؤں کی حیثیت میں وہ اپنے حصے کے عوام کو ضمانت دیتے ہیں۔ پرامن طریقے پر چلنے سے ہی عمل  
کی طرف پیش قدمی ہونے کی جس پر دونوں خطے کا کام رہی گئے۔ وہ اس سے بہتر حالت میں زندگی گزار سکیں  
گئے جو جنگ کے جاری رہنے کی صورت میں بد پیش ہوتے۔ تناؤ کی حالت کے ایسے موقعوں پر نہ سے بنانے  
کی دانش اور جماعت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ ان کے انعام یافتگان نے دونوں کا مظاہرہ کیا ہے۔

گرم دونوں کے درمیان اختلافات ہیں۔ 1970 میں تشدد کی بدھتی ہوتی ہزاروں کے زمانے میں جان  
بیہ ورنہ نے ایک سیاسی جماعت، سوشل ڈیموکریٹک اینڈ سوشل پارٹی کی بنیاد رکھنے میں حصہ لیا۔ وہ بدھت طبعی  
اس کے سہ ماہی رہے۔ یہ ایک قومیت پسند سیاسی جماعت ہے، مگر صوبوں کی بنیاد پر اپنی کھڑی رہی، اور  
صرف پرامن طریقے ہی استعمال ہونے چاہئیں۔ برکسی سے زیادہ پس منظر میں، لیویڈ بیہ ورنہ امن کے عمل  
کے معمار ہیں، جس کا اہم دو گنڈر لینڈ کے معاہدے میں کیا گیا ہے۔ یہ بغیر کسی انصراب کے اس معاہدے پر  
قائم تھا۔ سرحد کی صورت اور اوراق میں ایک ساتھ ہونے چاہئیں۔ ان لوگوں کو بھی، جنہوں نے ہتھیاروں کی جدو  
جہد و تشدد کے ذریعے آگے بڑھانے کا راستہ چننا ہے، امن کے عمل میں شامل ہونے، اپنی حکمت عملی تبدیل  
کرنے کے مواقع فراہم کیے جانے چاہئیں، اور ان کے وعدوں پر اعتبار کیا جانا چاہیے۔ انہوں نے بدھتے  
ہوئے تشدد کے دنوں میں کبھی کبھی ہیوم و تشدد پسندوں کے لیے بھی نرم رویہ اپنانے کی نہایت بدھت کتھ  
چھٹی بدھت کرتی پائی تھی، ان کی اپنی صفوں سے بھی اور غیروں کی جانب سے بھی۔ مگر اپنی لائق راست  
بازی کے سہارے یہ سبھی سبھی سے جیسے سب، اور ان کو تھیں کہ سب سب رہیں۔

شمالی آئرلینڈ کے نوٹس اور انعام یافتہ شخص میں نے دو خاتمہ یافتگان کے درمیان فرتی کو بیون کرنے کے لیے خاپشت اور لڑائی کی حکایت استعاروں کی تھی۔ اس نے لکھا تھا، "جان ہیوم کی رپشت کی بات ہے جس کو معصوم کر دینے کے لیے کایاں لایا۔ تو ہوا ہی ہے۔" اس کے برعکس لایا ہوا کہ "ایک چارک لڑائی ہے جو اپنی دانش ور نہ مصافحہ اور سیاسی دیرنی کے باعث جانتا تھا کہ 1998 کی دودقت تھی جس میں ایک با عزت اور معقول کجائیت کی گھونٹ کی طرف چٹا قند کی جاسکتی ہے۔ مایا کرنے میں اس نے ہمارے شمالی آئرلینڈ کے باشندوں کے لیے ایک معتبر اور پسندیدہ مستقبل کے امکانات روشن کیے تھے۔" جب مرہٹا شمالی آئرلینڈ کی سب سے بڑی روایتی سیاہی جو عمت انسٹیٹیوٹ پارٹی کے منتخب لیڈر بنے تھے وہ اگلی دہائی کی سیاست میں نسبتاً نو رو تھے اور مصالحت نہ کرنے والے پختہ سفاکی حیثیت سے بچنے جاتے تھے۔ جو بعد ہی انہوں نے دکھا دیا کہ ان کی شخصیت میں اور بھی سیاہی پہلو پوشیدہ تھا، اس لیے کہ انہوں نے صرف طور پر محسوس کر لیا تھا کہ موجودہ سیاست پختہ سفاکیوں سے زیادہ لپٹ مار دینے کے متقاضی تھا۔ ان کی سربراہی میں لوگوں کے خوف اور بدگمانی میں کافی حد تک کمی آئی جس کے باعث پختہ سفاکیوں کی اکثریت گند فرایڈ سے معاہدے کی حمایت میں صف آرا ہوئی۔ یہ کہنا شاید ضروری نہ ہو کہ وہ بس بھی اپنے برائے مسائل متعلق لپچے کے لیے سخت نکتے کے بدلے بنے تھے۔

وہی دُک جنہیں ذاتی سطح پر اپنے حقوق کی پامانی کا تجربہ ہوا وہ جنہیں نے اپنی آنکھوں کے سامنے بیادوں کو قتل ہوتے دیکھا ہو جن کی زندگیاں خسارے میں، غفلت میں اور بدگمانی میں گزری ہوں، صرف وہی جانتے تھے کہ اس نوعیت کے حالات میں زندگی گزارنا کیسا ہوتا ہے، جب ایسے اشتعال دینے والے حالات کا سامنا ہو تو ان کا رد عمل کیسا ہوتا ہے۔ اس کا نوٹل انعام پانے والی خاتون Alva Myrdal کی فلسفی سسلا بوک Sissela Bok نے اپنی کتاب "A Strategy for Peace" میں اپنی کتاب "The Pathology of Parisianship" کے بارے میں بتایا ہے کہ حالت جنگ میں اس طرح کے حالات میں ایسی ذہنی حالت پیدا کر سکتی ہے جس میں ہم بے تمنا و فرار اور اجرام کرنے، ان پر حملہ کرنے سے عاری ہو جاتے تھے۔ اس نے Stephen Spender جیسے ادیب کی ہشت ماہ حالت کا ذکر کیا ہے جس کو بھی سپ نوٹی خانہ جنگی کے دوران اسی قسم کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ سسلا اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ لکھتے مضبوط و مستحکم رہائی اور افراد کی مسامتہ کے ذریعے ہی سماج اس قسم کی معذرتوں کے جو جو کو برداشت کر سکتا ہے۔

بہم لوگوں کی جیوت سے اندر کی طرف دیکھو ہے سوتے تھے، خا کساری کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور جہد فیصلے نہیں کرنے چاہئیں۔ فیصلے کرنا ہمارا کام نہیں۔ تنازعہ ہم کو فیصلوں میں ابھاتا ہے۔ یہ عام انسانی حقیقتوں پر روشنی ڈالتا ہے کہ ہمیں سمجھ جاتا ہے۔ طرف دار کی طرف اس کا ایک پہلو ہوتا ہے۔ فیصلہ ہی نہیں جاتا ہے کہ ہمارے اندر نہیں زیادہ مار دھڑکی کو جنم دیتی ہے۔ یہ عجیب و غریب بھی ہے اور میدان بات بھی کہ شمالی آئر لینڈ میں فریقین کی لڑائیوں کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے لوگ اس معاملے میں آگے بڑھ کر کہہ رہے ہیں کہ ہمارا اور مسامتہ انتظام سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ اپنے اطراف کی دنیا پر نظر کرتے ہیں تو

بمیں نظر آتا ہے کہ راجہاڑ کا خول ماضی سے جہاں کے متلاشی بھی چاہتے ہیں کہ خرافات کی پکار کو منسلک اور معافی کے ماتحت ہونا چاہیے۔ ہم نے جنوبی افریقہ کی مثال سے بھی سیکھا ہے۔ وہیں میں بعد یورپ سے جو تھائی آئرلینڈ میں، وہیں رب حقیقتوں جیسے حالت میں رہتے ہیں؟ اسی اثنا میں سبھی میں بھائی ہے کہ منسلک کی خواہشوں کو بھانسنے اور ہمیں شہد سے دور لے جانے میں طاقت و قیوت اور انسانی ضحاکتیں اتنی اہم ہوتی ہیں۔ ہمارے ان میٹنگز کی قیوت کی طرف توجہ دانی کرتے ہیں۔

میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ دونوں فریق پر مشتمل اور مشمولہ ریویو کے باعث تنقید کی گئی ہے۔ اتنا خوف اور اتنی بدتمی ہو چکی ہے کہ بہت سے لوگ نئی فلم کے اردوں کے ٹیک ہونے پر یقین نہیں کرتے۔ مشمولہ حکمت عملی کا پلانے کا مطلب ہوتا ہے بدتمی سے باز رہنا اور آواز اور خوف کی پروا نہ کرنا۔ مگر میں منسلک کی حکمت عملی کا یہ شہرہ ایسا ہے کہ تھیجی میں جن میں دوسرے فریق کے ٹیک اردوں پر پھر دس کرنا ایک طرف کا مجبور پن ہوگا۔ اور ایسا کرنے میں خطرات بھی ہوں گے۔ مگر حقیقتی اس کے عمل کو آگے نہ جانے میں پیسے و کمزوری کی ضرورت ہوتی ہے جو خطہ دینے کے لیے تیار ہوں۔ ہمیں دونوں کی ذرا دیر بے لطفوں میں، ہولے و کمزوری کی ضرورت ہوتی، جو آج نہ جانے کے لیے تیار ہوں۔ کبھی کبھی مجبور پن حیرت انگیز طور پر حریف کو بالکل انتہا کرتا ہے۔

سبھی لوگ کے قوی کے مطابق، قیوت کے حدود ہمیں اردوں کی ضحاکتوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ فریڈ کے حامیوں کی اور رانی ضحاکتیں فراموش کرنا ہے۔ یہ نہ کسی کی شہادت کرنا ہے، نہ کبھی ایسا کوئی اوار دہی۔ فیلسف اب بھی فیلسف ہیں۔ ریٹرنسٹ اب بھی ریٹرنسٹ ہیں۔ انھوں نے اپنے تنازعات کے پرمٹن مل کے بارے میں حاصل کیے ہیں۔

اجازت ہو تو ہم اس سے متوازی اپنے تجربات کا ایک نمونہ پیش کریں۔ 1814 میں مارڈے کو سوئیڈن کے ساتھ اتحاد پر مجبور کیا گیا تھا۔ مارڈے کی سربراہی پر مارڈے کے کسانوں کی فوج اور سوئیڈن کی پیشرو فوج کے درمیان، جو ناما غلظت چارپ سے مجبور بن کر شکست دے کر واپس ہوئے تھے، جنگ چھڑ گئی۔ یہی حالتوں نے مدد نصرت کر کے مارڈے کی جنگ کو ختم کر دیا۔ انھوں نے، جس میں مدد حانیہ غلظتیں شریک تھیں، فیصلہ کیا کہ مارڈے کو سوئیڈن سے اتحاد کرنا چاہیے۔ گھبراہٹ کے وہاں آئینی نظام جاری رکھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اس طرح ہتھیاروں کی جبر سے اپنی اداروں نے فیصلہ کیا۔ Clausewitz کی مشہور حکایت کے برعکس، دوسرے طریقوں سے یہ امت جنگ کا تسلسل بن گئی۔ کانوے میں بعد دو اتحاد، پلان میں طریقے سے کاہل ہو گیا۔ جب سوئیڈن کے فوجی نے مارڈے کیوں کو امن کا انعام دینے کی ذمہ داری سونپی تو ان دونوں حریفوں کے درمیان یہ عمل ایک پرامن علامت بن گیا۔

1977 میں مارڈے کی فوجی کمیٹی نے 1976 کا امن انعام مرید کوریگن (Mairead Corrigan) اور بیلی ویلیز (Beryl Williams) کو عطا کیا تھا جن کا شمار آئرلینڈ کے امن پسندوں میں ہوتا تھا۔ اس کے بعد سے مستقل میں کیا جا رہا ہے کہ وقت اس انعام کے لیے مناسب نہیں تھا۔ اس بار بھی ہمارے کانوں میں بھی

۱. زیر آری تہ کہ ر انتخاب عاجلہ ہے، کہ نہی پامن کا حصہ ابھی دوری بات ہے۔ یہ اہل آسانی سے سمجھ میں آری ہے اور ہمیں اس سے زیادہ غوثی دور کی ہو سکتی تھی اگر ہم یہ کہنے کے قائل ہوتے کہ امن کا قیام یقینی ہے۔ مگر ان اخراجات کے سلسلے میں، جیسا کہ اوپر میں بھی لکھا ہے، کمپنی کے اہلکاران کے ذہنوں میں یہ بات ہی ہوتی تھی کہ ان کو موجودہ حالت کی عکاسی کرنا چاہیے اور یہ بھی کہ اسی کو امن کی ترقی کا موجب ہونا چاہیے۔ محال بھی طرح جانتے ہیں کہ امن کے قیام کے عمل میں غلطی عرصہ تک ملتا ہے اور اس کی راہ میں انت پیہ بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے معاملات میں ضروری ہوتا ہے کہ ملک کے حکامات کے باوجود پیش قدمی پر توجہ مرکوز رہے، اور ان اثرات پر بھی جو کسی نیک عمل کے ثناء یہ ثناء کھڑے ہونے کی ہمت رکھتے ہیں۔ پاپائی کا یہ مطلب نہیں کہ کی ساری کوششیں بے کار نہیں۔ اس کے ذریعے اگلے موقع پر زمرہ ہونے والی کوششوں کی بنیاد ڈالی جاتی ہے۔ یہی طریقہ ہوتا ہے امن کی عمارت تعمیر کرنے کا، میکس ویبر (Max Weber) کے مطابق، جیسے، آہستہ آہستہ سخت کنزی میں سوراخ کیا جاتا ہے جس راستے میں کام چاری رکھنا اتنا ہی ضروری ہوتا ہے جیسا کہ ہتھائی کوک چاک کا درست کرنا اور موجودہ درجے کی طرف توجہ دلانے کے ذریعے ہی مزید ترقی میں ہاتھ بٹایا جاسکتا ہے۔

ہمارے دنوں انویسٹمنٹ کے بھائی کے لیے بہت بڑا کام کیا ہے۔ ان دنوں نے بڑی ہمت کا مظاہرہ بھی کیا ہے۔ اسی طرح ہونڈی نے بھی۔ جیری جیمز (Gerry Adams)، برٹن رنبرن (Bertha Anem)، ٹونی بلیئر (Tony Blair) اور بل کلنٹن (Bill Clinton) ان بہت سے ناموں میں چند نام ہیں جنہوں نے ٹیڈ ٹیڈ اینڈس کے معیار کے ٹیکس کے اثر کی وجہ سے اہم کردار ادا کیا تھا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکا کے سینیٹر جارج میشل (George Mitchell) نے، جنہوں نے ٹیڈ ٹیڈ، دنوں انویسٹمنٹ کے کام کا

کتنا درست تجزیہ کیا جس کا حوالہ دینا چاہتا ہوں "ان مسٹر پیپر کے بغیر امن کا عمل شروع ہو سکتا تھا، اور نہ مسٹر پیپر کے بغیر معاہدہ" ہمارے لیے یہ الفاظ کی بات ہے کہ ہم آپ دنوں کو آج اور اس جہاں ازاں سے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی، ہم یہ بھی طرح جانتے ہیں کہ اس رویے کی مشکلیں تھیں۔ یہ بات ہمارے لیے اطمینان کا باعث ہے کہ آپ اس عمل کی وہ ترقی کریں گے اور آپ کو کئی جیتوں سے اس کی حکم حمایت بھی حاصل ہے۔

صدر مارٹین فرانسس سینی (Francis Sejersted) کی نیوی

## خطبہ — جان ہیوم

جدت تاب مارڈ کے فرانسس سینی کے ارکان، عزت تاب، خواہمیں اور حضرات! میں نے قلب کی سرائیں سے نوٹس سینی کا شہر گزار ہوں جس نے مجھ کو آج اس اعزاز سے سرفراز کیا

ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری طرح انھیں بھی اس بات کا علم ہے کہ یہ امن انعام آئرلینڈ کے محکمہ کام کا ہم پر فرض تھا، بالخصوص اس مثال کا جنھوں نے اس تنازعے کے سبب سامنے میں تعلق بھی گزارا ہے اور اس کے ساتھ بھی جیسے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ایسا دیرپا نہیں سمجھ سکتے تھے کہ یہ توکل انعام ہے۔ حد درجہ صبر و بردباری جذبات سے محروم نہایت ہی وسیع دنیا کی طرف سے ان لوگوں کے لیے، جو جن کی توجہ کرتے ہیں ہم دونوں کو عطا ہوا ہے۔

ہمارے تنازعے کے پیچھے تین برسوں میں تیرے دل، دوسرا ہر بول مان کے بہت سے محنت آئے ہیں۔ بہت سے لوگ جنھیں میں تھے مرثیہ یا بیویاں جنھیں کے لحاظ سے نہ ہو جائیں!

”جے جے سے بہتر باقی دل پتھر کو دیتی ہے“

کبھی نہ ختم ہونے والے گرمی سے، اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ ہمارے لوگ ہر آنے والے دن کو بھیجے رہے ہیں اور انھوں نے اپنے دونوں کی بہت آزمائش میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے کہ وہ ان حالات کے حل تلاش کرنے کی بہت کریں تاکہ ہمارے خیال سے صبح تک تبصرہ آمیز امید رہے اپنے مستقبل کا اٹھارہ کرے۔ دور اسل یہ انعام ہی کا ہے اور مجھے چاہتیں ہیں کہ وہ اس بات سے واقف ہیں کہ آج کے دن کی کیا اہمیت ہے، کہ یہ دن اپنی پوری توانائی سے ہمارے امن کے عمل کو سنبھال رہے ہیں۔

آج ہم بھی پیس بری قبل بنائے جانے والے انسانی حقوق کے عالمی اعلان کی منظوری کا دن من رہے ہیں اور دنیا بھر میں بھی اس کا جوش مندا جا رہا ہے۔ یہ سچ بھی ہے اور مناسب بھی کہ یہ سال میں بین الاقوامی سطح پر آج کا دن امن کی عانت کے لیے مختص کر دیا گیا ہے جس میں انسانی حقوق کا پورا حرام ہو۔ یہ سچ بھی ہے اور من سب بھی کہ ہمارے ملکی قوانین میں بھی انسانی حقوق کے کنونشن کی شرائط گڈ فرایڈ سے معاہدے کے عنصر کی صورت میں شامل ہوں۔

امن کے سسے میں کام کرنے کے دوران یوپی کے تجربات نے میرا دل بڑھا دیا ہے۔ میں ہمیشہ اس کے قصبے کو بیان کرتا ہوں، اس لیے کہ یہ اب قدم قدم پر گھرا ہوا ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصے کے تنازعے پر اس کا حلقہ ہو سکتا ہے۔ 1979 میں یوپی کی پارلیمنٹ کے رکن کی حیثیت سے انٹر برک میرا چاچا سوا تھا۔ میں نے انٹر برک Kehl کے دیمون کا پگ پیلنگ کر دیا تھا۔ منٹر برک فرانس میں ہے۔ Kehl تینہنی میں واقع ہے۔ دونوں شہر ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ میں چلتے چلتے، پگ کی پیچوں کا رنگ کر تھوڑی دیر کو رنگ کر سوتی میں پڑ گیا۔ اُس تینہنی ہے اور اُس فرانس۔ آج سے تیس برس قبل، دوسری عالمی جنگ کے اختتام کے بعد گرمی اس شہر تیز ہوا، جب عدلی میں دوسری بار پکٹیں بین افراد قتل ہو چکے تھے اور سٹار ”فریڈرک“ میں سب ایک ساتھ یوپی کا حصہ ہیں گے ہمارے تنازعات حل اور جنگیں ختم ہو چکی ہیں اور ہم ایک دوسرے کے منہ کے لیے کام کر رہے ہیں گے“ تو مجھ کو کسی ذہنی مہربانی کے فیصلے کے پاس بھیج دیا گیا ہوتا۔ آج یہ سب کچھ ہو چکا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ دنیا بھر

میں یورپی پارلیمنٹ تنازعات کے حل کیے جانے کا سب سے بہترین نمونہ ہے، اور ہر ایک کا فرض ہے کہ باہمی تعلیمات کو قوموں کے مابین مسجے ہیں، اگر وہ اس بات پر غور کریں کہ یہ سب اس طرح ہو گیا اور اس کے اصولوں کا پتہ قوموں کے تنازعات کے حل میں استعمال کریں۔

مار تازہ ہی ختلف کا ہے، فرق نسل کا ہے، مذہب کا، قومیت کا ہے۔ یورپ کے مابینوں نے فیصلہ کیا کہ فرق میں کوئی خط و نہیں ہوتا۔ فرق نسلی ہوتا ہے، فرق مذہبی، انسانیت کا نچوڑ ہے۔ فرق ایک پیدائشی عداوت ہوتا ہے اور اس کو کبھی غربت یا تنازعے کا سبب نہیں ہونا چاہیے۔ فرق کا جواب یہ ہے کہ اس کا احرام کیا جائے۔ اور اس میں امن کا بنیادی اصول مضر ہے کہ فرق کی یہ قسموں کا احرام کیا جائے۔

یورپ کے دوسرے ادارے تھیں یہ جنہوں نے فرق کا احرام کیا۔ وزیروں کی کونسل، یورپی کمیشن اور یورپی پارلیمنٹ وغیرہ۔ مگر ان سب کو باہمی معاشرتی فوائد کے لیے مل کر کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ انہوں نے غوث نہیں، اپنا پسینہ بہا ہے اور اس عمل میں انہوں نے بہت اہمیت کی ساری رکاوٹیں مٹا کر دی ہیں اور ایک نیا یورپ وجود میں آیا ہے جو فرق کے احرام کے اثرات کو بنیاد پر دیکھ کر قوی کر رہا ہے۔

اس میں کچھ محسوس اثر بینڈ میں کرنے پر آمادہ تھا۔ ہمارے معاہدہ و عہدہ نے جس کی بھرپور حمایت کی تھی، تعلقات کا احرام کرنے والے دونوں کی تھیں، مگر اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ ہم اس میں نہ اپنے باہمی مفاد کے لیے کام کریں گے۔ ہم مل کر اس کی حمایت کرنے والے افراد کے کام میں آئی ہیں۔ اس میں آئی ہے تاکہ اس میں نہ جیتنے کی ٹانگہ ہو، بلکہ میرے کو بھی اس کی حمایت کے ارکان اس میں اپنا حصہ کرنے ہیں گے تاکہ ہر طبقے کے لوگ ایک ساتھ مل کر کام کریں۔ آئر لینڈ کے دونوں حصوں کے درمیان، اور برطانیہ اور آئر لینڈ کے درمیان بھی ادارے ہوں گے اور وہ بھی عوام کے مشترک مفاد کا اور تعلقات کا احرام کریں گے۔

ایک بار یہ ادارہ سے جو میں آگے اور ہم نے اپنے مشترک مفاد میں مل کر کام کرنے کی ابتدا کر دی، اب ہی انہیں کے اندمال کا عمل شروع ہو گا، جب ہی ہم باہمی تعلقات کی سب سے اہم چیزوں اور تعلقات کو ہتھوں سے اٹھا کر پھینکیں گے اور معاہدے اور تعلقات کے احرام کی بنیاد پر، ہمارے معاشرہ وجود میں آئے گا۔ اپنے دونوں حصوں کے عوام کی شہرت کا احرام ہو گا اور طریقہ میں سے کوئی بھی فائدہ نہیں ہو گا۔

دنیا بھر سے ملے ہمارے بے انتہا تعاون اور ایک جیتی کے پیغامات نے امن کے عمل کو جاری رکھے ہیں، ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔ مگر آئر لینڈ اس ایک جیتی اور تعاون کی قدر کرتے ہیں، ساتھ ہی امریکا، یورپی یونین اور دنیا کے اطراف پھیلے ہوئے دوستوں، سب کے شہر گزار ہیں۔ اس غیر خودی اور جذبات کی فراخ دلی کی عدم موجودگی میں امن کا حصول ممکن ہی نہیں تھا۔ اس روایت کو فتح پر نہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آئر لینڈ میں ہمارے امن و امید کے حصول کے عمل میں بہت سے افراد نے بہت سی قربانیاں دی ہیں۔



میں اپنی تمام مندریں اور گھرے جذبات کے ساتھ ساتھ ہاتھ بٹائی تھیں۔ ہم شہر زار میں ڈرامے، عظیم ٹیلی ویژن اور مافی لبرٹی کے ریاست ہائے متحدہ کے صدر ہٹلر کشن کے اور یورپی یونین کے صدر ڈاک ویدور ڈاک مائیک کے اور ان میں ہمارے جنس نے بہت جیت کے دوران ہونے والی تھی، یعنی ریاست ہائے متحدہ امریکا کے دیوانہ بار کے سید ریٹیر جارت ٹیٹس، انٹرنیٹ کے سیری ہارٹی (Harri Holkeri) اور سینڈا کے جنرل جان لائی چسٹی لین (John Chastelain)۔ ہم اپنی نہایت ممتاز سیکرٹری آل (اسٹیت موبائل) (Mowlam) کو اس موقع پر بھروسے کی طرح فراہم کر سکتے ہیں۔

تذکرہ نہ تو اینڈ میں ڈاکٹر سی سی ریڈیٹ مشترک ہیں۔ تاہم نے ہم سے مقدمہ میں ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ یہ ہے جان سی سی ریڈیٹ کے نام کے آئی اس مقدمہ پر آپ کے سامنے لیتا ہے۔ ہم سال ہا سال کی مشکلات اور اندوہ کے وجود مشترک اخلاقی اور عزم کے ساتھ آئیڈیو کو امن اور مددداشت کی ایک نئی علامت بنا کر ہی دم نہیں گئے۔

سیاسی بدلے کے حصول کی کوششوں میں آئیڈیو نے بہت سے جانیں گواہی دی ہیں۔ نہیں رہنے والی کے ذریعے یہی تبدیلی صرف اس تبدیلی کا راستہ دیتی ہے جو کچھ ہم مانتے ہیں، یعنی قلب انسانی میں تبدیلی۔ اب ہمیں تبدیلی کے مستقبل کی ایسی شکلیں کرنی ہوں جو صحیح معنوں میں بنیادی ہیں جس کا مقصد حقیقی سکون پر ارتکاز ہو جو آئیڈیو ہمارے عوام کی بھونٹ کے لیے مشیت پسندی کی اور ہمہ گیر رکن کی حقوں کا استحصال کر سکے۔

اپنی سی سی زندگی کے دوران میں نے غیر مصروف بہت اور استقلال والے مفرد مرد اور عورتوں کو تشدد کا شکار ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ اپنی تباہ شدہ زندگیوں میں بھی ان میں ایسی ہے نیاں شجاعت کا ظہور دیکھا ہے جو تشدد کرنے والی شیطنت کو، غارت گرد تشدد کو بے مقصد و جھمکنے کو اپنی حق موٹی سے نکال دیتی ہے۔ میں نے مختلف انوی سی سی وابستگیوں رکھنے والے افراد کے درمیان امن کے حصول کے ارادوں کا ایک مشترک بندھن پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

میں نے لڑائی در تھانہ کے دور میں بھی آئرش اور یہودی نوٹ ہوام کی جیتی کو تمام تر نیک و نیک سی سی اختلافات کے باوجود دیکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہم دو ممالک کے تئیں جن کا مقصد ایک ساتھ رہتی اور بھائی چارے کے ساتھ رہتا ہے۔ ہم دوست ہیں، اور امن کا حصول ہونے والی دہائیوں کو اور سکھانے کے ساتھ ساتھ ہم واپس بے شمار رہتے اور بندھن بنانے کی جانت دے گا جو کہ مختلف طریقوں سے متحد رکھیں گے۔ گڈ فریڈ کے معاملہ دورے آئیڈیو کے عوام کے لیے نئے مستقبل کی راہیں دکھاتا ہے۔ تفاوت اور سی سی اختلافات کے اثر میں بنیادیں پر تھیں۔ ایک ایسا مستقبل جس میں سب اپنی تمام تر مشکلوں اور اعتقادات کے ساتھ شادمان رہ سکیں جس میں ہمیں ان کے مقامات پر تیار ہوں نہ کہ تقسیم کا خوف۔ مسلسل یہ معاملہ ایسی عجیبی پیدا کرتا ہے جو کسی کی بھی سی سی مددیت کی، کسی گروہ کی یا کسی فرد کی

self-respect کو ہم نہیں کرتی۔ یہ محسوس کی مثال آئرلینڈ میں اور آئرلینڈ کے پارے جنہوں نے تمام دسیوں کو اجازت دیتا ہے کہ ہم ایک ساتھ ہو جائیں اور با اشتراک سب کی بھائی کے لیے کام کریں۔ کسی سے اپنی دل پسند امیٹوں یا اعتقادات کو ترجیح دینے کے لیے نہیں کہہ جاتا۔ ہم سب سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ ہم اپنی ہی طرف دھیان کے خیالات اور حقوق کا احترام کریں، اور مل کر مشترک تصورات کا ایک ایسا مہم نامہ تیار کریں جو حق دیا دین، اور سب کے حقوق کے مقاصد سے متحدین اور دستور ہو۔ یہی ہے وہ کچھ جس پر نیا اور متفقہ آئرلینڈ بنے گا۔ ہم میں سے ہر ایک کا یہی مطالبہ ہے۔

آئرلینڈ کے دیوؤں حصول کے عزم کتنے ہو کر امن کے لیے قربانی سے کام لے رہے ہیں۔ انہوں نے، بیٹ باکس کے ذریعے، جادوئی اکثریت سے گمراہ آئرلینڈ کے معاہدے پر صادر کیا ہے۔ انہوں نے نرے اداروں کے ساتھ ملے ہوئے ہے کہ امن کو جنگ خدا کے چہرے میں بیعت کر دیا جانا چاہیے تاکہ اس کے تمام امکانات پر مقدمہ کے استحقاق کے ساتھ استفادہ کیا جاسکے۔

اب یہ برآمد کے ناپ سب سے کمزور ہے کہ وہ آئرلینڈ کے مقام کے فرمان پر قطع عمل کریں۔ ایک عرصے سے ان کے دلوں میں جس امن کی امنگ رہی تھی، اس کے قیام اور پورے کے لیے ایسے سنگین ادارے قائم کریں کہ اس چیز کے سے تشدد اور بے اعتدالی کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قلع قمع ہو جائے۔ اب آئرلینڈ میں نئے آفاق کی جانب بڑھنے کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے۔

میں ان سب کو سلام کرتا ہوں جنہوں نے اس عمل کو ممکن بنانے سے مان روٹاؤں کو اور سب کی جہتوں کے تمام امکان کو جنہوں نے معاہدے پر نئے مستقبل کی تشکیل میں ہاتھ بٹایا ہے، اور ان کی جہتوں اور مثال کے طرف دیوں کی تحریک کے برعکسوں کو بھی جنہوں نے بہت سی مثالیں دی ہیں اور ان کی ایک مختلف راہ پائی ہے۔ آئرلینڈ کے برعکس کے عزم کو بھی جنہوں نے امن کی طرف اپنے قدم بڑھائے ہیں، اور اس کے حصول کو ممکن بنایا ہے۔

اور اب ہم اسے سامنے ایک نئی تاریخ کی تشکیل کا چیلنج ہے، یہ دیکھنے کا کہ ماضی کی مائتھافوں اور دیکھنے کے جذبات اور دیوؤں کی مصلحت کی رہے روڑے نہیں بن سکیں۔

میری خواہش ہے کہ میں آئرلینڈ، شمال اور جنوب، کے زخم مندمل ہوتے دیکھوں، اور دیوؤں حصول کو یورپ میں پناہ دے دیا کرتے دیکھوں تاکہ تمام آئرلینڈ دانوں کے درمیان وطن دیوؤں اور نئی کوششوں کے مشترک بندھن مضبوط ہوں۔

میری خواہش ہے کہ میں دنیا کے تمام لوگوں کے لیے آئرلینڈ کی مثال بننا دیکھوں جس میں قربانی محضوں سے نہیں بلکہ امنی آرزوؤں کے لیے جینا زندگی کا مقصد ہو، جس میں ہر فرد احترام اور عزت کا حق دار ہو۔

میری خواہش ہے کہ آئرلینڈ کو کسی شراکت بننا دیکھوں جس میں جنگ ہو تو امن کو منانے کے لیے، جہاں ہم کھڑے کا صیہ جانے والوں اور سالانہ کی طرف اپنے ہاتھ نہ نکالیں، جہاں عمل چل کر یہی

مستقبل کی تعمیر کریں جو ہمارے سانچے ٹھیک ہیں جیسا عقیم ہے۔

آئرش شاعر ویلیئم میک نیس (Louis MacNeice) نے میدانِ رفاہ کے ایسے الفاظ کو دیا ہے جو میرے نزدیک محض کوہِ چمنِ شال، جوتپ، وینسٹ اور تیشست کی نمازی کہتے ہیں:

”ایک رخشہ دسارے کے شعل

وہ دہسو رہتی ہے اپنی

نندگی ہی ہے ہمارا انجام

اک قحطِ سمنہ کی طرح“

یہی ہے وہ سفر ہم انبیا آئینہ جس پر نگاہیں پڑے ہیں۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں، ”نیا انجیل پچیس برس قبل کے انسانی حقوق کے بیان کا جشن منا رہی ہے۔ میرے نزدیک ایک بے مثال موزونیت ہے، ایک قسم کا شاعرانہ غزل ہے، اس انجیل میں کریم ورمیرے راقی، اس کا تعلق نہ مذہبی کہ ہے نہ جس کو تانتا کی ہوں تاکہ عاقبتوں نے ایک عرصے تک تقسیم کیے رکھا تھا، پورا ہے اس عرصے میں محظوظوں شراکت دار ہیں۔ میں پہ کمالِ اعتبار اس عرصے کو قبول کرتا ہوں، اپنے مقام کی جانب سے، جو یہ سب کے نژاد کے بعد، ایک ساقی امن سے رہنے کا عہد نہ رہے ہیں۔ یہاں Universal Declaration کی اہمیت اور اصولوں کی بنیاد پر ایسا دوسرے۔ میرے لیے اور میرے عرصے کے لیے اس سے بڑا اور کی عرصے میں کہ میں اس مناسب موقع پر بن کر جماعتی کر رہا ہوں۔

میں اپنے کلمہ کو مارٹن لوتھر کنگ جونیئر (Martin Luther King Jr) کے عملِ امید کے، قول کے ساتھ ختم کرنا چاہوں گا جو میرے نزدیک اس صدی کا ایک عقیم میدان ہے:

”ہم فتح مند ہو کر رہیں گے“

شکریہ!

## خطبہ — ڈیوڈ ٹرامبل

جودتِ آب، عزتِ آب، دنیاوی فوٹس کمپنی کے رٹان، محوِ تین و حضرت!

فوتس خاتمِ عام طور پر امریکے کے جانے بڑے فوٹو گرافر جاتا ہے۔ اس برس کے امریکا اور تین جان ہیرو ورمیں، شانی آئرلینڈ کے دیو ست وں۔ میری عزت فرمائی ہے، کہ جان ہیرو کی طرح میرا نام بھی اس اعزاز کے لیے چنا گیا ہے۔

تاہم، پچیس برسوں میں، ایک امنِ انعام کے لیے دو فوٹو کا منتخب ہو جانا، امریکا بھی ہو سکتا ہے۔ شانی آئرلینڈ سے میں پہ شمار، انجیل پسند و قوم پرست فرم کے کام چلی کر سکتا ہوں، جو مجھ سے کہیں زیادہ س



کرتی ہے، اس قدر ہیرو سے راکش ہو رہی تھی کہ جلد بہ شایستگی سے بے توجہی کے معنوں میں یہ جاتا ہے۔  
ایسا ہے تو نہیں۔ مگر میں ذاتی طور پر اور شاید تہذیبی طور پر، اس کی تقریروں پر شبہ کرنے کا عادی بن گیا ہوں کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں اور کچھ کا مترادف ہوتی ہے، وہ مادے میں تو شایستگی پسند ہوتی ہیں، مگر ان کا انداز ناممکن ہوتا ہے، اور میں اس قسم کی فضا میں عزت کرتا ہوں جو بصیرت کو نکالتی ہیں تبہل کر دیتی ہے۔ جبلی طور پر، میں ایسے شخص کے ساتھ اپنی بچپن رکتا ہوں جس نے کہا ہے کہ جب اس نے ایک سیستہ داں کو جلی بھیت کے درے میں دت کرتے سنا تو [میں نے] اسے آنکھوں کے ڈاکٹر کے پاس جانے کا مشورہ دیا تھا!

لیکن، اگر آپ ایک امکانی انڈینڈ کے بارے میں کچھ سننا چاہتے ہیں، تو وہاں کے بارے میں نہیں، بلکہ ایک عام سٹائٹ قسم کی سہولتی کے بارے میں، ویسے ہی عجیب وار جیسے کہ عجیب و غریب انسان ہوتے ہیں، ورنہ کسی ہی صاف ستھری جیسے صاف ستھری انسان ہوتے ہیں، تو میں امید کرتا ہوں کہ میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔

میرا دوسرا مشورہ یہ ہے کہ جان پا میں وہ دونوں ہی، اس کے سائنس دانوں کی طرف توجہ دینا سکتی ہے بات کریں جو تم نے شان انڈینڈ کی تجربہ گاہ میں سیکھا ہے، بالکل ہی طرح جیسے محسوسات ہوں اور کام تجربے کے چھپے [یعنی تھوڑے سا]۔

اپنے بارے میں دت کرنے سے تیار کرنے کی دو بہترین وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے، کہ مجھے اس بات کا یقین نہیں کہ شان انڈینڈ کی یہی تجربہ گاہ میں میری حیثیت ایک سائنس دان کی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسے دن گزرے ہیں، بالخصوص، کہ یہ میرے میں، جب میں نے خود کو سائنس دان سمجھا اور [تجربہ داتی] چوہا نڈو وہ محسوس کیا ہے!

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر میں کسی تیار ہونے کے پس منظر میں فیصلہ سنجیدگی سے اپنی ہیوقت کا اندازہ کروں، جس میں شان انڈینڈ کا معاملہ ایک نمونہ ہو تو، قحطی مجھے اپنے بارے میں کچھ غلط فہمیاں ظاہر ہیں، اس سے قطع نظر کہ دوسرے تقاضات کے کیوں مل سکے ہیں۔

جو کچھ بھی ہو مگر وہ اصل سچ وہی ہے جو اس کے خلاف ہے۔

ذرا ٹھہریے، میں تفصیل بیان کرتا ہوں۔

میرا خیال ہے کہ یہ مانی معاملہ نہیں نہ ہو سکتا میں، پھر منفرد، عجیب اور مایوس قدم یہ ہوتا ہے کہ منفرد حالات کے پیش کردہ مسائل کا حل! حیرت انگیز ہے۔

اب ہکاش میں کہہ سکتا کہ وہ بصیرت میری اپنی ہی تھی، مگر مسئلے کے شعور اور مخصوص حالات کے بارے میں اس کی سیاسی بصیرت مرکزی کردار دے کرتی ہے جس کا عملی سیاست میں ایک قابل اعتراض فلسفی کے طور پر اعتراض کیا جاتا ہے۔

یتیم، میرا اٹا روٹھی رہیں گے محترم سیاسی فلسفی، اور بے مثال پارلیمانی سیاست دان یا منڈ بزرگ (Edmund Burke) کی طرف سے۔

وہ صدی کا سب سے زیادہ طاقت ور اور عبور شدہ سیاست کا سیاسی دانش ور تھا۔ اس نے امریکی انتخاب کی جٹیں ہند کی تھیں اور غیر مقدم بھی کیا تھا۔ اس نے انگریز فرانس کے تاریک پہلوؤں کی جٹیں ہند کی تھیں اس نے، انسان کی ٹھیکس پذیر کی کے غمگن کرے کی بنیاد پر، اس سیاسی شدوں بنیادوں کی چھان بین بھی کی تھی، جو غرائسی انتخاب کے بعد سے ہم میں وہاں کی طرح پھیل گیا ہے۔ قدامت پسند (Conservatives) اور روشن خیول (Liberals) دونوں ہی اس کو پتاتے ہیں۔ برطانیہ اور آئرلینڈ، کیتھولک اور پروٹیسٹنٹ بلکہ پارٹی دنیا اس کو پتاسکتی ہے، کہ بزرگ کا پارلیمانی جمہوریت میں قانون کی حکمرانی پر یقین، ہمارا ہی اچھا دن نہیں، بلکہ یہ تو ہر ملک، ہر رنگ اور مذہب کے عربوں اور عورتوں کا پیرا کی حق ہے۔

مگر بدشہ ہمارے نزدیک آئرلینڈ میں دو خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ایک پروٹیسٹنٹ باپ اور کیتھولک ماں کا بیٹا، بزرگ وہ خانہ تھی جس نے اپنی بات اور اپنے عمل دونوں کے ذریعے مذہبی روایت کا احترام کیا، اور اپنی آئرش بنیادوں اور یہ قانون پارلیمانی نیا م کا اعتراف کیا تھا، جس میں نشوونما پارلیمانی کا جوہر قابل ابھرا تھا۔ آج، جب ہم نے صرف تعمیر و ترقی کے بارے کو بے اختیار کرنا چاہ رہے ہیں، بلکہ دس و دہائی کو بھی، بزرگ ہمارے لیے نہ صرف ایک طاقت ور نمونہ ہے بلکہ اس کی موجودگی، آئرش فکر، بلکہ ہر طرف کے سیاست دانوں کے لیے بھی ایک طاقت ور نمونہ ہے۔

بزرگ بہترین نمونہ ہے اس کا بھی، جسے اسکاتلند کا سیاست دان کہا جاسکتا ہے۔ وہ سیاست دان جو ایک باعمل مکن کی تلاش میں تھے، کسی تھما دنیا میں نہیں، جس کا بھی وجود ہی نہیں تھا، ہر اس شخص بھری دنیا میں بھی، جو ہمارا واحد کارخانہ ہے۔

چوں کہ وہ عملی سیاست کے فلسفی تھے، بدعات کی ہیئت رکھنے والے نہیں، اور چوں کہ ان کے خیالات وفاق تجربات سے بنتے تھے، اس لیے امن حاصل کرنے کی عملی سیاست کے لیے وہ ایک اچھے قلم ہو سکتے تھے۔

میں نے سرے دی فلسفیوں کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا، ممتاز دیب آرمز اوڈ (Amos Oz) کا جو عرب قوم سے راجے میں رہے تھے، اور جارج کینان (George Kennan) کا جو سوویت یونین میں امریکا کے سفیر رہ چکے تھے، جنہوں نے امریکا کی مابعد جنگ کی خارجہ پالیسی کا پایہ رکھا تھا۔

یہ تینوں، بزرگ اور کینان خاص طور پر انفرادی شدوں کے معاملے میں بہت سخت رویہ رکھتے تھے۔ کہ یہی، مذہبی اور نسلی ہمیشہ اچھڑتی جو تجزیہ کی بھڑکی کی طرح کی وجہ سے ہوتی ہے، جب لوگوں کو ان کی مرضی کے خلاف عمل پانے کی کوشش کی جائے۔

بہ ان منی باتوں کا یہ مطلب نہیں سمجھیں کہ اس کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ ضرور ہے، مگر یہ فرض سے غفلت ہوئی اور میں صرف یہی غرض ہم زادوں کو جاہ کے نام سے کھانا کر رہا ہوں مگر جہنم میں آسپ کی نشان دہی میں چوک جاتا ہوں۔

دنیا میں کسی فی طاقتیں بھی جسے ان کو شکست دینے کے لیے پہلا قدم ان کی نشان دہی ہوگا۔ ہر اجازت دے کر میں، برک، اور زور نشان کی مدد سے رولٹاریت کے بدو دارن جو اسے کوڑھوڑ نکالیں، جس میں سے زیادہ تر سیاہی، مذہبی اور نسلی تشدد ابھرتا ہے جو انسانیت کی مرقیاتی کامیابیوں کو آلودہ کرتا ہے۔

برک و تھین تھا کہ آلودگی کا ماضی تجزیہ کی تکمیل کی فراہمی کر رہا ہے، جس سے ہم دونوں کے نکلنے، سیاہی، مذہبی اور تشدد کی نظریات کو شکوک کے ذریعے تبدیل کرنے کا جنون کہہ سکتے ہیں۔ میں فراہمی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مغربی دنیا میں تجزیہ کی مہم کو بے رحم کوشاں افکاروں کی "جمہوریت" سے شروع ہوتی ہے۔ فرانسیسی اور روسی انقلاب کے ساتھ یہ ایک بلند مقام پہنچتی جاتی ہے۔ تاسیوں نے اس کوئی تہریروں میں جا پھینکا، اور شہریت کے مذاہب کے بعد یہ تمام قومی، نسلی اور مذہبی تنازعات میں موجود رہی ہے، کہ اشتراکیت خود بھی قہری کی بجائے کسی بھی قیمت پر کھل جانے کا ثابت ہے۔ ہر افراطی تجزیہ نکلے۔

برک نے فراہمی تکمیل پذیر کی کے لیے جو چاہیے کیا جس کا سب سے اہم کردار رہا تھا۔ دوسوا نشان کو کمال اور سوس کی کوہ عنوان گردانتا تھا۔ برک کا خیال تھا کہ آتش ماقبل ہے اور اس کی سوانی کرنے والی ہے۔ ماقبل نے نظریات کی جانچی کی، اور وہ برک ہی تھا جو نسلی سیاست میں سب سے زیادہ ترقی پسند ثابت ہوا۔

اسے تجزیہ کی تصورات سے خوف آتا تھا۔ 1781 میں اس نے کہا تھا، "وہ مرقی تجزیہ کی طرف تجزیہ کی آزادی بھی لکتا ہوتی ہے۔" سرت پس بد اس نے انقلاب سے خدشہ کیا تھا، اور صحیح پیشین گوئی کی تھی کہ جمہوریت جہد، دشمنی کے لیے اور سوشلزم کی جہاد ایک امر ہے گا۔

برک نے پیشین گوئی کی تھی کہ روسی دشمنی کے اثرات سے پہ انسان کا تھکس پذیر کی نہیں بلکہ روسی اور امریکائی کے مشین سے واسطے ہوگا۔ اور یہی ثابت ہوا۔ اور یہی اس وقت بھی ثابت ہوا تھا جب سٹالین سے سوویت آئین کو کمال بنانے نکلا تھا۔ یہی کچھ جہنم میں ماڈ (Mad) کے ساتھ ہوا تھا، اور پال پاٹ (Pd) کے ساتھ ہونڈیا میں۔ لہذا جب بھی ہندو کے مات کے ذریعے جھگڑیں کی خواہش کی جائے گی تو ہر تنازعے میں یہی ثابت ہوگا۔

آرمیوں آرمی اس نتیجے پہ پہنچے ہیں۔ حال ہی میں ایک ریڈیو پر، گرام میں اس کو ایک سیاہی دیو نے کی تحریف کرنے کے لیے کہا تھا کہ اس نے تحریف اس طرف کی تھی، "سیاہی دیو نے وہ ہوتا جیسا ہے آپ کے بھلے دوسروں میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہے۔ کوئی نظر میں وہ جو ہم کا ہی خواہ گئے گا، مگر قریب سے دیکھو تو وہ تمہیں دہشت پسند دکھائی دے گا۔"



سیا کی دیکھنا نہ نہیں تھا جو خود کا دل مٹا چاہتا ہے۔ جی نہیں بلکہ آپ کو کا دل بتانا چاہتا ہے۔ وہ آپ کو ذاتی طور پر، سیا کی صورت پر، مذہبی اعتبار سے، نسلی اعتبار سے یا جغرافیائی اعتبار سے کا دل بتانا چاہتا ہے۔ وہ آپ کے ذہن کو آپ کی حکومت کو آپ کی سرحدوں کو جھٹکا چاہتا ہے۔ وہ آپ کی نسل کو جھٹکا نہیں کر سکے گا، اس لیے وہ آپ کو بخیر ہستی سے مٹا کر اپنے دل سے بھی مٹا دے گا۔

جرمن نے یہ تھا 'جیکوبینوں' (Jacobins) [سیا کی بنیاد پر مشہور] کے پاس بالکل لوگوں کے لیے وقت نہیں تھا تھا۔

ہم شمالی آئرلینڈ والے دلوں سے مراد ہیں۔

ہمارے ہاں بھی چند دعوے تھے جو اسٹار (Ulster) کے برعکس دلوں کو ایک بڑے چٹائی آئرلش ریاست میں گھونسنے کے خواب دکھا کرتے تھے، جو نظریاتی اعتبار سے اس کی آبادی کو خواہش سے زیادہ آئرلش ہوں۔ ہم میں وہ دعوے بھی تھے جو شمالی قومیت پرستوں کو اس کی ریاست میں مستقل طور پر دلوائے رکھنا چاہتے تھے جو اس کے دوسروں کی خواہش سے زیادہ برعکس ہوں۔

مگر چند دعوے ایسے بھی تھے جو بنیادی مسئلہ نہیں تھے، مسئلہ اس وقت لگتا ہے جب سیا کی دعوے نے خود کو ایک عذاتی طور پر جائز تحریر میں چھپا دیتے تھے۔ جب ایک مزاحمتی دور چل رہا ہے۔ پھر یہ خطروں کا ہے کہ ہم دہشت پسندی کے ذریعے نقاب کرنے پر آمادہ ہوئیں کی جہالت کی وجہ سے اصلاح کے جائز مطالبوں کو رد کر دیتے ہیں۔

اسی صورت میں تجویز چاہتا ہے کہ آگے بڑھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جمہوری وگ۔ دینی کریمن، آئرلش ادیب یوگن ہیری (Eoghan Harris) جس کو انتہا پرکھنا استعمال کرتا ہے۔ یعنی دینی عمل جو ان کے اپنے لوگوں کے لیے کیے جاتے ہیں۔

اس طرح، عمل پر پسند کرنا کا عذاتی فیصلہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے یوں سے خود نئے سرے کے جمہوریت پسندوں کی برائیوں کو ٹھیک کرنا چاہیے۔ PLO کو جس کی (Hamas) سے ٹھنکا چاہیے۔ شمالی آئرلینڈ میں آئینی قوم پرستوں کو روکنے کا ایک نئے رکھنے والے دہشت گردوں سے ٹھنکا اور آئینی اتحاد پسندوں کو یہ دہشت گردوں کا سامنا کرنا چاہیے۔

ایک دیگر خطہ بھی ملتا ہے۔ کبھی کبھی اسے عمل کی حکمت میں محدودوں کے تاریک پہلوؤں سے انکار کرتے ہیں، انسانی فطرت کے تاریک پہلو سے۔ سب اس سے اتفاق نہیں کریں گے مگر ہم شیطنیت کے وجود کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ان خصوصیات، ان قسم کی سیا کی شیطنیت جو کسی شخص، یا کسی سرحد کو کا دل بتانا چاہتی ہو۔

اس کے نکل چرے ہوتے ہیں۔ یہ تو مقلوب سر بیوی فوجیوں جیسے کھائی دیتے ہیں جو قتل عام کے لیے مطلوب ہیں، جیسے Srebrenice میں آئندہ ہزار مسلمانوں کے قاتل، آچھ وہ ہیں جو بعد میں آمرانہ

اقتدار کے حامل ہیں، کچھ وہ ہیں جو اوماگھ (Omagh) پر بموں کے حملے کے لیے مطلوب ہیں۔  
 مجھے جو بات یہ پتہ چلتی ہے، وہ یہ ہے کہ مغربی سیاست میں دوسرے کی لڑائی ہوتی ہے۔ کبھی امید ہوتی  
 ہے کہ حالات جتنے بھی خراب نہیں، کبھی یہ امید ہوتی ہے کہ وہ کسی کو شکست سے ڈرے گا اور جا سکتا ہے۔

میں جس بات کی ضرورت ہے وہ جو جارج کینان (George Kennan) کا اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ  
 کوئی جانے والا مشہور ہے، جو اس نے سو سو میں یہ سونی کی قیادت میں دیا، اپنے زمانے کے بہت سے لوگوں سے  
 کہنے کے لیے چھٹے عشرے میں دیا تھا، ان کے ٹکڑوں یا نہ خود ایسے مشرقی کہ مقصد یہ تھا حقیقت میں جن  
 کا وجود نہیں تھا، ان کا اظہار یہ تھا کہ ان کا اظہار نہ کیا کرو۔

میں ان واضح غلطیوں سے متاثر ہوں کہ جو شاید سمجھتے ہیں کہ فسطائوں سے معاملہ کیا ممکن  
 ایک تھیل ہے جس سے کسی کو زندہ نہیں پہنچے گا۔

میرے فلسفی میری رہنمائی بھی کرتے ہیں کہ طاقت کی طاقتوں سے لڑائی کا بہتر طریقہ کیا ہوتا  
 ہے۔ مابقی مقام پر محض ایک بار پھر برک کی بات یاد آتی ہے کہ سیاست چند تجربہ کی غلط دہانے نظریہ مابقی کے  
 سہارے سے ہی نہیں، بلکہ کئی تفصیلات اور موجودہ خصوصیات حارت پر مبنی ہونا چاہئے۔ آگے نہ بڑھتی ہے۔

برک کہتا ہے، "حالات" [مشرق] حالات ہی سیاسی اصول کو حقیقت کا روپ، اس کی پہچان کا  
 رنگ، رشتہ زنی، اثر دیتے ہیں۔ حالات ہی بنی نوع انسان کے لیے ہر شے اور سیاسی اسکیم کا نامہ و مند  
 معرکہ بناتے ہیں۔

میں یہ معاملے کا ایک چھوٹا سا مغربی دور کے تنازعات پر بھی مکی کچھ ملاحظہ آتا ہے۔ موجودہ  
 حالات پر مذاکرات کرنے والوں کو مابقی کی مثالوں سے چکا چوند نہیں ہونا چاہیے۔ پورا قدم بے خیالی کے  
 خلاف ہو یا حقیقت کی جانب ترقی کے امکانات کو مسترد دیتے ہوئے ہی اس پر آگے نہ بڑھنا چاہیے۔

میں، میں نے مکی کرنے کی کوشش کی ہے، تھا، یہ سبوں سے کہنا کہ حارت کو بہتری کی جانب  
 نہ مٹنے کا موقع دینا چاہئے کہ اس طرح کے بڑے ٹوٹی ہوئے عوام اپنے خلاف کی جانے والی کچھ بڑی کی کچھ جدوجہد  
 سے باز نہ آئے۔ انہوں نے ہارلی ایپلین پر بڑے ہی مضامین اور ان کے کان دہرے ہیں۔ مابقی کہتے  
 ہیں کہ مریعات دنیا کی زوری کی سنگینی ہوتی ہے۔ مگر برک کا کہنا ہے کہ "سیاست میں شاید وہ مابقی کی کا  
 مظاہرہ کیا ویش مندی نہیں ہوتی، اور ایک عظیم طاقت اور چھوٹے ذہن کی مابقی نہیں چھتے۔" مگر یہ جونی  
 طاقت پر غور کرتے ہیں تو یہ اظہار کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہے۔ اور یہ کہ اس عقلی مابقی کے وارث ہیں جو  
 انگریزی کے لئے دونوں کے قہر میں اتحاد سے اپنی طاقت کرنے اور ان کے سیاسی مفادات میں شرکت کرنے  
 کی بہت فراوانی کرتے ہیں۔

مگر اس کا حصول نیک نہ دلی سے کچھ زیادہ کا طلب گار ہوتا ہے۔ یہ ایک مخصوص نوعیت کی  
 طاقت مند نیش طلب کرتا ہے، اور یہی رشتہ مندی جو نہ بہت بد فائدہ ہو۔

# جوڈی ویکس اور آئی سی بی ایل

## اعلان تجلیل

جلالت تاب، عزت تاب، خاتین و حضرات!

اس لمحے ہمارے دیمون ایسے نوک بھی موجود ہیں جو اپنے اعتقاد میں غیر متزلزل بھی ہیں اور جو یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ایسے کام کیے جاسکتے ہیں جو دنیا کو تسمیرہ تر مظلوم اور ذمہ دل بناتے ہیں اور جو مشکل نظر آنے والے کام کا سامنا کرنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ ایسے افراد ہماری قوم پر فخر اور شہانے کے حق دار ہیں۔ ہمیں آج ایسے لوگوں میں سے چند کا اوسوئی ہال میں خیر مقدم کرتے ہوئے بے انتہا مسرت ہو رہی ہے۔

ICBL (International Campaign to Ban Landmines) کے نامند، آپ کو ہمارا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے نہ صرف اس کام کو آگے بڑھایا ہے، بلکہ یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ ممکن بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ نے ایسے پنجپانچوں کی نمائندگی کی، استعمال کے خلاف بین الاقوامی سطح پر مائے عائد کو بھارت میں مہم کی ہے جو بالکل نئے اور بے شمار لوگوں کو چابک آیتے ہیں۔ آپ نے یہ مکانات بھی پیدا کر دیے ہیں کہ مائے عامہ کی اس سرکوبی کی عمل میں بدلا جائے۔

ہم سب کو متراف ہے کہ اس کام کا ایک بڑے حصے کو بھی پانچ تھیں کہ پہنچا جاتی ہے۔ بہت ہی قومیں، جن میں بڑی قومیں بھی شامل ہیں، اس جتنیو کا استعمال ترک کر دینے کا وعدہ کرنے کے سلسلے میں متذہب کا شکار ہیں۔ اگر ناکہ سوچیں بارودی سرنگیں بھی تک پہنچتی ہیں اور ان کے خاتمے کے لیے بہت کام کرنا پڑتا ہے۔ بارودی سرنگوں سے بچی ہو کر معذور ہونے والے بے شمار افراد کے لیے روزگار کے باعزت مواقع پیدا کرنے کی کوششوں کی ابھی صرف ابتدا ہی ہوئی ہے۔ مگر آپ کی ہے وٹ کوششوں کی خاطر شہر پذیر مافی ہوئی ہے اور ایسے "ارے وجود میں آگئے ہیں جن کی بنا پر امید ہے کہ ہم دنیا کو زمینی

بارودی سرنگوں سے تمہاری طور پر پائے کرنے کا ہدف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔۔۔ و متعین ہے، اور تحریک کی ابتدا ہو چکی ہے۔ یہ کم درجے کی کامیابی نہیں، بلکہ بہت اہم اور فیصلہ کن جدوجہد کی طرف پہلا قدم ہے۔ آج ہم اسی اقدام کی پذیرائی کر رہے ہیں۔

اس سلسلے میں، وسیع پیمانے پر۔۔۔ ہندی دروغوں کی شرکت کا ریکارڈ، جو کم درجے سے ہیں، میدانِ افواج کی ایک صورت ہے، کہ ہم موجودہ مسئلے کو پڑھنے کے لئے اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ امید نہیں اس کی تھیں، اہم فرقہ جس کی بنا پر کافی سچا ہے کہ اس مسئلے [سے متعلق] اس کی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ پھر نئے مسئلے، ایک ہزار سے زیادہ دہشت گرد ریکارڈ اور ان کے لیے، جنہوں نے اس مسئلے پر کمر بند کر رکھی ہے، IGBL ایک چھتری کا کردار دیتا ہے، حارثیائی دوستی کی تمام ادویہ کا احراز کرتی ہے اور وسیع پیمانے پر ان کی ایک جہت کا ریکارڈ سے حاصل ہونے والے اثرات کی نشان دہی کرنا چاہتی ہے۔ اس عمل کی ایک اور نئی صفت، جس پر غور کیا جانا چاہیے، یہ ہے کہ اس کی سطح پر اس طرح پیش قدمی کی جائے۔ ایک ہفتہ کی سیدھے شہر آئیو میں، ایک سو تیس ممالک نے جان لیوا زمین بارودی سرنگوں کی کھال پر نکتہ پر دستخط کر دیے ہیں۔ وزیر خارجہ، اینڈریو ٹیکس، ہندی کے ذریعے سیدھا ان حکومت نے اس سلسلے میں پہلی کی تھی، جب 1996 میں انہوں نے تمام ممالک کو آئیو میں مدعو کیا تھا۔ ٹیکس ہندی نے اس موقع اجلاس کے بارے میں کہا تھا کہ ”یہاں ہندی ایک مضبوط طاقت فراہم کرے گی جس کی بنا پر اخلاقی اہمیت کا معیار متعین ہوگا کہ ان بارودی سرنگوں کی پیداوار، استعمال، ذخیرہ، فروخت، اور ان کی رسد پر ہمیشہ کے لیے پابندی کا دل چاہیے۔“ اس سلسلے میں یہ طے ہو گیا تھا کہ یہ شمار سٹاک کے ذریعے اس معاہدے کو کم زور نہ کیا جائے گا کہ زیادہ ملک اس میں شرکت کی طرف رغب ہوئیں، بلکہ اس کے ذریعے دنیا کو ایک دشگاہ پیغام دیا جائے۔“ اگرچہ اس وجہ سے بہت سے ممالک نے اپنے ہاتھ کھینچ لیے ہوں گے، مگر بد شہرعوں کی زبردست تائید، روسیائی دنیا کے پیش نظر بڑے ممالک کو اس میں شامل ہونا پڑا۔

بارودی سرنگوں کا مسئلہ ایک زمانے سے بین الاقوامی فرمت عمل پر مبنی ہے۔ Landmine Protocol to the Conventional Weapons Convention کے سلسلے سے 1980 میں یہ نذر بحث بھی آیا تھا۔ جب 1995-96 میں Protocol میں تبدیلی کے بارے میں بات چیت ہو رہی تھی تب مسئلہ کیا گیا تھا کہ اس ضمن میں کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔

نومبر 1991 میں Vietnam Veterans of America Foundation، شہنشاہ لائی میں اور فریڈرٹ میں Medico International نے بارودی سرنگوں کی مذمت کا نام کرنے کے لیے تحریک چلانے پر اتفاق کیا تھا۔ جب 1993 میں نسلی بارودی سرنگوں کے بارے میں جنی جنی راقوانی کانفرنس منعقد ہوئی تھی، اس میں چالیس ملک کے مندوبین نے شرکت کی تھی۔ اس کے اگلے برس جنیو میں ہینچر اور ان کے نمائندہ مندوبین شریک ہوئے تھے۔ یہ صورت حال ہے کہ ایک تہہ سے زیادہ ادارے IGBL کے

زمین بن چکے تھے۔ اس مقبول عام عمل سے مختلف ہونے کی وجہ سے آٹووا میں شرعیاتی جانے والے عمل ایک نئی سیاسی شرعیات کا باعث بن گیا تھا اور ان مقبول کاریوں کا شکار اس مسئلے کو دوبارہ سامنے لیا گیا تھا۔

یہ ابتدا بہت دلچسپ ہے، جو پچاس اقوام متحدہ اور بین الاقوامی گفت و شنید کے نظام کو ہونے والی پیش رفت سے بھی آگے دے دے، اور ان کوئی زندگی بھی چھوڑ کر دے گی۔ موثر سیاسی عمل اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب ہر سطح پر اس کا ہاتھ بنایا جائے۔ حتمی سطح پر، اگرچہ یہ پہلی خبر ہے، ایک سو پچاس برس قبل پہلی بار پیر de Tocqueville نے امریکی جمہوریت کا یادگار تجزیہ پیش کیا تھا۔ یاد رہے کہ فائدہ اٹارے ضرور میں کامیابیت جاری نہیں رکھ سکتے۔ ان کو کسی نہ کسی صورت میں رکے ہاتھ میں موجود رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور عوامی سطح پر جو بھی کارثر ہے اس کو فائدہ داور مقبول کاریوں اور انجمنوں کی مدد و امداد کے ذریعہ لڑائی کی بنیاد پر استوار ہونا چاہیے۔ یہ ہیں وہ بنیادی اداراتی عناصر جن کو ہم شرعی سواری کے نام سے جانتے ہیں۔

بین الاقوامی سطح پر مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شرعی سواری سرے سے وجود میں آتی ہی نہیں۔ شاید اسی وجہ سے، اور یہ حیرت کی بات بھی نہیں، کہ اقوام متحدہ بھی اتنی پر اثر نہیں ہوئی ہے جتنی کہ ہونی چاہیے تھی۔ مگر غیر سرکاری اداروں کے، جہاں کوئی حکومتوں کے اور بین الاقوامی سیاسی نظاموں کے بین ہونے والے وسیع تعاون میں، جس میں اقوام متحدہ سب سے آگے رہتی ہے، ہمیں ایسے قدوش ابھرتے نظر آتے رہے ہیں جو ایک عالمی سواری کی مانند دھار رکھتے ہیں۔ بین الاقوامی قزاقوں میں بھی ہمیں ایسی جھنپیاں دھاتی دلی ہیں، مگر بالکل تمام میں قدرتی صاف جتنی ہی اس مخصوص معاملے میں نظر آ رہی ہیں۔ اور ایک نہایت امید کی کیفیت میں یہ ہم کو مزید ترقی کے لیے اسی سمت اشارہ کر رہی ہیں جس میں ہم ایک زیادہ پرامن دنیا کے امکانات دیکھ رہے ہیں۔

تو پھر زمین بار بار ہی ہر گز ایسا مسئلہ کیسے بن گئیں جن کے بارے میں اتنی عام غیر ملکی پیش پیدا ہو گئی ہے؟ دنیا میں ایسے تنہا رہی تو موجود ہیں جو کئی معنوں میں نیا دور ہوں تاکہ ہیں زیادہ دین کے خطرے کا باعث ہیں، با خصوصی جوہری تنہا رہ۔ اور یہ ایسا نہیں ہے کہ ہم آجی اقسام کے تنہا رہوں پر پابندی لگا کر، پورے معنوں میں، اور تنہا رہوں کے تنہا رہ، اور اسی طرح جنگوں کو چاہتا ہے۔ کیا امن کے سلسلے میں یہ کہیں مصلحت اندیشی ہے کہ جس طرف چند تنہا رہوں پر پابندی لگائی جائے؟

بد شہر، جوہری تنہا رہوں کی بابت بھی ہم نے ایسی ہی پیر دلی چھکی ہے، اور بار بار کوئی نوبل کمیشن نے مختلف مواقع پر زیادہ دور نہیں 1995 میں بھی، جوہری تنہا رہوں کے خلاف کے عملی غنائین کی توجہ اس طرف مبذول کرانی ہے۔ جوہری تنہا رہوں اور زمین بار بار جنگوں میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ پیدا تنہا رہ تو امریکا سے وریڈم انفراراک۔ اس کے باوجود ان دونوں میں ایک قدر مشترک ہے۔ دونوں ہی شکار ہونے والی ہیں، ایک طرف سے، دوسری طرف سے، دونوں ہی شرعی آبادیوں کو نشانہ بناتے

ہیں۔ ان کے اثرات بڑی جگہ ان جنگوں کے بعد کی نسلیوں تک پہنچے ہیں۔ یہ بے اختیار رہیں جو امن کے زمانے میں بھی جنگ کے سارے پھیلتے ہیں۔ زمینوں کے لیے اور اعضائے انسانی کے لیے بھی خطرات ہر طرف ہیں اور بھی نہ ختم ہونے والے ہیں۔ مگر شہری آبادیوں اور دور امن میں جنگ کے عواقب کے اثرات کی حد بندی کرنا امن کے لیے کام کرنے والی نظر ایک اہم مقصد رہا ہے۔

اس وقت بھی، جب کہ جوہری جنگ کا سب سے بڑا پتہ نہیں ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ 1945 کے بعد سے اب تک یہ واقعہ ہونے والا خطرہ رہی ہے۔ زمینی اور ہوائی حملوں، کنکشن، مینڈیٹس، دہشت گردی ہیں۔ [افسوس کہ] ان کے شکار ہو کر مرنے اور زخمی ہونے والے، ہر سال 26000 افراد کے تک بھگ لوگ، جن میں سے بیشتر ترین اور بے گناہ ترین افراد ہی ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود اسے افراد کا شکار ہونا ہی تھا بول ماک بیونس بیک زیادہ بول ماک تو ان بے شمار افراد کے لیے ہے جو یہ خطرہ بد قلوب میں رہتے ہیں مگر جنہیں یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ وہ اپنے بچے کو قتل کر کے اپنے بچے بچاؤ میں مدد دے رہے ہیں۔ گھر کے چھوٹے بچے مارنے کے لیے ایجنٹس کو شہر کھینچتے ہیں وہاں ان کی زندگیوں کو بڑے خطرات ہیں۔ اسے افراد اپنی زمین کے استعمال اور پناہ گاہ بنانے کے مواقع کے حق سے محروم کر دیے گئے ہیں۔

ICBL اور جوہری ویز کا کام ترکیب اور جات ہے۔ مارا دینی نوٹس کمیٹی نے بارہا ترکیب اور جات کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ نوٹس کمیٹی کے اپنے الفاظ میں ”بھیم رینڈم فوج میں کمی“ کرنے کے کام کا احرام کیا ہے۔ یہ بھیم رینڈم فوج کو کم کرتی ہے اور اس کے ذریعے جنگ کے خطرات میں بھی کمی ہوتی ہے۔ ICBL اور جوہری ویز کے کام کا بنیادی مقصد وہی ہے جو میں نے بھی بیان کیا ہے، جنگ سے شہری آبادیوں کی حفاظت، ایہ انسانیت کے متعلق ایک منصوبہ ہے۔ انسانیت کے احرام میں مارا دینی نوٹس کمیٹی کی روایتی کوششیں امن کے امور سے شروع ہوئی ہیں، جو پہلی بار 1901 میں ریڈ کراس کے بانی سرنی ایوانٹ (Henry Dunant) کو ملے۔ یہ تھا انسانیت کی بھیم کے سسے میں کیا جانے والا کام انسانی زمین میں موجود جنگ اور تشدد کی وجہ سے ہونے والے ذریعے جنگ کے مکانات کو روکا ہے۔ اگر یہ نوٹس کے الفاظ میں انسان ہونے کی کوششیں کا مقصد ہے کہ ”قوموں کے درمیان برادری“ کے جذبات پیدا کرے۔ یہ منصوبوں کی طرف بڑھا ہوا ہوتا ہے، دونوں کی طرف، جو یا تو پانچ ہو چکے ہیں یا اس کے خطرے میں ہیں۔ یہ مظاہر ہے ڈیڑھ کی کا اور درجنوں کی کا جو تو قانونی سرحدوں سے ماورا ہوتی ہے۔

یہ ایک متعلقہ ہے کہ نہیں، کہ زمینی اور ہوائی حملوں کے اندر جو کچھ ہے وہی نوٹس کی سب سے نمایاں ایجاد تھی، یعنی ڈیٹیلٹ۔ نوٹس بنیادی طور پر ایک نیک انسان تھا، اور وہ بھیموں کی گناہوں میں ڈیٹیلٹ کی حالت کے بارے میں غور مند رہا تھا۔ اس کے حق میں ایک بار تو اس نے نظریہ تسدیر (Doctrine of Deterrence) بھی پیش کیا تھا جس نے اپنی قریبی دوست، امن کی بڑی پرچارک برتھ

نان سٹمر (Bertha von Sumner) کو تھوڑے کرائمن کے لیے ہونے والے اجتماعات کے مقابلے میں اس کے کافی نے جیسوں کو روکنے کے معاملے میں نیا دیکھ بھنچہ خیز ہیں۔ مگر شاید وہ اس بات کا زیادہ قائل نہیں رہا۔ گا۔ شاید اس لیے اس نے اس کے انعام جاری کرنے کا فیصلہ کیا تھا، مگر پھر وہ جس کا خیال سیدنی برتھ فان سٹمر ہی سے آیا ہوگا۔ تو اس کا مقصد خوف کے ذریعہ کرائمن کے حوصلوں کو کمزور کر دینا نہیں تھا، بلکہ تصفیے اور بھائی چارے کے امن کو۔ برتھ فان سٹمر کا خیال اس کو وسیعہ کے مخصوص الفاظ سے مترشح ہوتا ہے، جن میں اس نے امن کے لیے متفقہ کرنے والے اجتماعات کو امن انی میں کوئی سوئی قرار دیا تھا۔ اور نوٹل کے انقلاب کے بعد 1905 میں خود سیدنی برتھ فان سٹمر کی پہلی عہدیت تھی جس کو امن کا انعام دیا گیا تھا۔ بہت کم عہدوں کو یہ انعام دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سے زیادہ عہدوں کو اس ترمیم میں شامل ہونا چاہیے تھا مگر ہمیں اس کی شرائط کو ٹیک ڈائی قرار دینی چاہیے۔ پہلی ہے لوٹ، ان تھک اور انسانیت و امن کے لیے بار آور خدمات سے جوئی ویز، سیدنی برتھ فان سٹمر کی باقی جائزین ٹھہرتی ہیں جس نے نوٹل کو اس انعام کا تصور پیش کیا تھا، اور جو اس نتیجے پہ پہنچا تھا کہ کرائمن کی جزیں انسانی دماغ میں بھست ہوئی چاہئیں۔

ایک اہم قدم اٹھایا جا چکا ہے۔ عملی طور پر اب بارہوی سرگرموں کا ایک بہت بڑا مسکن بین الاقوامی بددشمت نامہ بن چکا ہے۔ ایک عالم گیر مائے بن چکی ہے کہ اس مسئلے کے بارے میں کچھ کرنا ہی ہوگا۔ اور دنیا کو زمینی بددشمت سرگرموں کے خاتمے کے لیے کام شروع ہو چکا ہے۔ اس کی تحسین اور ان کی کوششیں کے ثمرانے کے لیے آج ہم ICBL اور جوائنڈی میسر، دونوں کو 1997 کے امن کے نوٹل، انعام کا اعزاز پیش کر رہے ہیں۔ بددشمت سرگرموں کی تیز رفتاری اور ان کی فروخت کا خاتمہ، تمام موجود یا بددشمت سرگرموں کی تباہی بوران سے متاثر ہونے والے افراد کے یکے وسیع اور محنت طلب کام کی، بھی صرف اہم ہوتی ہے۔ آئیے ہم امید کریں کہ اس عمل کو مزید تھک میسر ہوگی تاکہ اس کام کو زور شدت سے کیا جائے اور مستقبل قریب میں جان بڑا بددشمت سرگرموں سے پاک دنیا ایک حقیقت بن سکے۔

Prof Francis Sejersted صدر نشین، مارڈیائی نوٹل کمیٹی

## خطبہ

محرمات تھاب مارڈیائی نوٹل کمیٹی کے عزت واپ مکان، جناب عالی اور مسلمان برائی! آج اس مقام پر ICBL کے نمائندوں کے ہمراہ، 1997 کا امن مشن انعام حاصل کرنے کے لیے موجود ہیں میرے لیے باعث فخر ہے۔ محرمات سب کے شکر گزار ہیں جنہوں نے نوٹل کمیٹی کے زیر رہ ہیں اس انعام کے لیے مہم زدہ رہا، بہت سے مامورین کے ساتھ جنہوں نے بھی نہ ہی تنہی اور توجہ

سے امن اور اس بین الاقوامی مہم کے لیے کام کیا ہے۔

میں خود بخود درجہ معقول پاتی ہیں، مگر اس عزت سے جو سچو جی ذوقی شراعت مکتی ہے، میں سمجھتی ہوں کہ یہ دنیا کو بدنام نہ بنیاد سے پاک کرنے کے لیے کیے جانے والی انسان دوست کوششوں میں بہت بلند اور تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ فوٹل کمیٹی کے انداز میں اس بین الاقوامی جدوجہد کے ”ایک عمل کی ابتداء“ جس نے صرف چند ہی برسوں میں جان بیاوردہ کی سرگرمیوں پر بندش کو خواب و خیال سے ایک قابل عمل حقیقت میں تبدیل کر دیا ہے۔“

مزید، کمیٹی نے یہ بھی دیکھا کہ یہ جدوجہد ایک وسیع عمومی سطح پر پھیلی ہوئی ہے اور عوام کی اس درجے کی توجہ حاصل کرنے کی کامیاب ہوئی ہے جس کی پسے ہوئی فکر نہیں مکتی۔ بہت سی چھوٹی اور درمیانہ درجے کی قومی حکومتوں کی اس مسئلے سے وابستگی کی وجہ سے بھی یہ کام امن کی ایک معقول اور با عمل پالیسی بن کر نمودار ہوا ہے۔

جان بیاوردہ کی سرگرمیوں پر بندش کی خوب پیش کی نہیں اس صدی کے ساتویں عشرے میں دیکھ کر اس کی بین الاقوامی کمیٹی نے، چند ایک غیر سرکاری اداروں کی مہمت میں دیے ہوئے رد و کار، لکھا کہ ان تھیوریٹکس پر نظر ثانی چاہیے جو برسرِ سرگرمی ہیں اور غیر استیلائی ہیں۔ ان میں نسلی بارودی سرنگ خاص تر ڈکاکا باحث ہے۔ وہ آٹھ سو سال سے تیار ہیں کہ اس ایک تھیوریٹکس پر توجہ کیوں مرکوز ہے۔ زمینی بارودی سرنگ کی اور ہتھیار سے کتنی اور کیوں مختلف ہے؟

نسلی بارودی سرنگ چار سو سے ہتھیاروں سے اس لیے مختلف ہے کہ ایک بار یہ زمین میں بوندی جائے اور دبانے والی سپرکس اس کو چھوڑ کر چھوڑ جائے تو یہ ایک فوجی اور شہری میں، ایک عورت اور بچے میں، اور ایک یورپی دادی ماں میں جو گھر کا چوہا بوندنے کے لیے کڑیاں پہنے نکلے ہوئے نہیں کر سکتی۔ مشکل یہ ہے کہ فوجی نقطہ نگاہ سے جنگ کے دوران کسی ایک دن، ایک یا دو ہفتے، بلکہ اگر جنگ طویل ہو جائے، دو دو ماہ تو اس ہتھیار کے استعمال کرنے کا جواز ہو سکتا ہے مگر جنگ بندی کے بعد بارودی سرنگ اس کے ذہنوں یا زمانوں کا اور ک نہیں کر سکتی۔ بارودی سرنگ ہمیشہ اور انبیاؤں کی ہتھیار کے لیے تو رہتی ہے۔ ہمارے نقطوں میں بارودی سرنگ مستعد ترین سپرکس سوئی ہے، جس کی دنگی چھوڑ کر کامیابی ہے۔ جنگ ختم ہو جاتی ہے مگر بارودی سرنگ موت کا کھیل جاری رکھتی ہے۔

دہائی مافی جنگ کے بعد سے دنیا کے بیشتر تھارے خود اپنی تھارے سے تیار۔ ان جنگوں میں آٹھویں عشرہ، زمینی بارودی سرنگ کی تھیوریٹکس ہے۔ اس حد تک کہ کوڑوں زمینی بارودی سرنگیں تقریباً 70 ملکوں کو آلودہ کیے ہوئے ہیں۔ ان ملکوں میں بھارتی اکثریت ترقی پذیر ملک کی ہے، بنیادی طور پر ان ملکوں میں جن کے پاس اس حکومت کو لاؤ کرنے کے لیے، اور سرحدوں کی تعداد میں زخمی اور اپنا جی ہونے والے افراد کی دیکھ بھال کے لیے وسائل نہیں ہوتے۔ نتیجے میں بین الاقوامی بارودی عمل کی سطح پر ایک



انسانی بحران درپیش ہے۔

اجانت ہو تو میں اس دبا کے دوسرے کی مثالیں پیش کروں گا۔ وقت بہت کم ہے، یا میں چاہیں سے ساٹھ۔ کوئیک زمین بارودی بم نہیں ملک کے پچاس فی صد علاقے میں پائی جاتی تھا۔ افغانستان میں ناسا ہاؤس کے کچھ زمین بارودی بم نہیں کچھی ہوئی تھی۔ امریکی فوج کے مطابق، افغانستان پر مدعی فوجوں کی یلغار کے ذریعے میں چارے ملک میں تین کمرے کے قریب زمین بارودی بم نہیں کچھی ہوئی تھی۔ رابطہ یوگوسلاویہ میں چند سالہ لڑائی کے دوران ملک کے مختلف علاقوں میں ساٹھ۔ کچھ زمین بارودی بم نہیں کچھی ہوئی تھیں۔ انگو۔ میں نوے۔ کچھ موزمبیق میں دیہاتی صوبہ میں دیہاتی۔ کچھ میں اس طرح انسانی مگنی تو آپ کہتا جائیں گے۔ نہ صرف یہ کہ زمین میں دیہاتی بارودی بم نہیں کچھی ہوئی ہے، بلکہ زمین کے اس اہلکار بھی کھڑکی ہوئی جو شمال کے لیے تیار موجود ہے، مگر وہ ہے کہ اس وقت تیار ہو رہی ہیں سے میں کمرے تک زمین بارودی بم نہیں کچھی ہوئی ہے۔

جب IGRG نے 1970ء کے تمام ممالک پر زور دیا کہ وہ بین الاقوامی اور داخلی کرنے والے تنظیموں پر پابندیاں نہ جانے پر غور کریں تو زمین بارودی بم نہیں کچھی ہوئی بہت کم حمایت کی گئی۔ کئی برس کی گفت و شنید اور محامات کے نتیجے میں 1980ء کا Convention on Conventional Weapons (CCW) وجود میں آیا۔ یہ معاہدہ زمین بارودی بم نہیں کچھی ہوئی۔ نئے میں معاہدہ ہوا تھا۔ جب کہ یہ اچھا کام تھا مگر وہ یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ کب اس تنظیم کا استعمال ہوگا اور کب کب نہیں ہوگا، اس نے ان کو دیکھا کہ جنگ اس قانون کے احکامات کے بارے میں فیصلے کرنے کی بھی اجانت دی تھی۔ بد قسمتی سے لڑائی کے جوش میں جنگ کے قوانین زمین میں کچھی طرح نہیں سمجھتے۔ جب آپ خود کو پچھنے کی کوشش کر رہے ہیں تو اس وقت آپ جو بھی بات چاہئے استعمال کر رہے ہیں۔

ان دنوں سرد جنگ ختم ہو چکی اور اندرونی تنازعے جو اکثر دنیا کی طاقتوں کی نیابت میں ہونے والی جنگ ہو رہے ہیں پھیلنے لگے۔ بالآخر، سوویت یونین کے انہدام کے ساتھ، فوج نے جنگ اور امن دونوں کو بدلے ہوئے انداز میں دیکھنا شروع کر دیا۔ اور انہوں نے اس پر بھی غور شروع کر دیا کہ جو ترقی برابری کے سبب خطرے کے امکانات کو عدم موجودگی کی صورت میں سرد جنگ کے دوران لڑائیوں میں طرح لڑی جاتی تھی۔ تب نہیں پتا چلا کہ اس دور میں لڑی جانے والی اندرونی لڑائیوں میں سب سے پہلے کب کب رافٹ اور آتش زمین بارودی بم نہیں کچھی ہوئی تھی جو کثرت سے استعمال کیا جاتا تھا۔ وہ یہ بھی کہ اس نے ایک بھی ملک دبا کی صورت پرے کر دیا تھا۔

سرد جنگ کے اختتام کے ساتھ ہی جب کچھ امن قائم ہوا تو اقوام متحدہ ان قوموں میں غصے کرنے کے قابل ہوئی جو جنگ و ہول کے باعث لوٹ پھوٹ گئے تھے۔ اور جب کبھی اس کے قدم وہاں پہنچے تو پتا چلا کہ زمین بارودی بم نہیں کچھی ہوئی، جو امن و آشتی کے سر پہلو پر اثر انداز ہو رہی تھی، ان سورتوں

کی جنگ کے بعد ان تعمیر نو میں رخت بین رہی تھیں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ اگر آپ کیوبا کے دارالحکومت ہام میں ہیں تو آپ اس فوج کی کارروائیوں شریک بن چاہتے ہیں۔ یہ کام نسبتاً آسان معلوم ہوگا۔ مگر جب آپ مراحل کے عینی حقائق میں فوجیں اتارنا چاہتے ہیں جہاں چاہیں اسے مقررہ کرنا کہ زمین یا زمین نہیں ملے دی ہوئی ہیں تو آپ یقیناً ایک بڑے مسئلے سے دوچار ہیں گے، اس لیے کہ سارے ہم راستوں میں بارودی سرنگیں لگی ہوئی ہیں۔ ان مسئلہ کے ایک جزو رکتوں مہاجروں کو وطن واپس لانا تھا کہ وہ کیوبا میں رہائی جانے والی قیامیہ کے تحت میں پناہ دے دیں۔ استعمال کر سکیں۔ ایک جزو ان دیوہاں نے کے منصوبے میں سرخاندان کی طرح اور زمین دینا بھی تھا کہ وہ خود تشکیل ہو سکیں، تاکہ وہ ملک کی معیشت پر بوجھ نہ بنیں۔ تاکہ وہ ملک کی تعمیر نو میں حصہ لے سکیں۔ مگر انہیں پناہ دہی سہاویہ زمین یا روٹی سرنگوں کی موجودگی میں خاندانوں کو رہائش نہیں دی جا سکتی تھی۔ اور خاندانوں کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی خاندانوں کو ایک برسی کے کہنے کو چاہیے۔ یہ ہے کہ زمین یا روٹی سرنگوں کا۔

یہ دراصل غیر سرکاری اداروں کی کا فیض تھا کہ سرنگوں سے اس مسئلے کی تہذیبوں میں پناہ دہی سرنگوں کرنے کی کوشش کرنے گئے کہ اس جتنی روک ٹوک طرح سرے سے غلطی تبدیل جائے۔ ترقی پذیر ملکوں میں زمین یا روٹی سرنگوں پر کام کرنے والے غیر سرکاری اداروں کی کامیابی نہیں ہوئی۔ بچوں کے روادار ترقیاتی ادارے، مہاجرین کے ادارے، پیش اور نفسیاتی خیالوں پر مبنی ادارے، اگے سب کو زمین یا روٹی سرنگوں کے بحران سے نمٹنے کی بات اپنے پورا مومن میں اور ان لوگوں کے بارے میں کہ بہت کرنی پڑتی جو اس مسئلے میں امداد فراہم کر رہے تھے۔ یہی زمانہ تھا جب نسائی ہم دہی کی پناہ دہی زمین یا روٹی سرنگوں کو کاروبار بنانے والے غیر سرکاری ادارے وجود میں آئے تھے۔ اس کوشش میں کہ وہ آدود دیہاتی علاقوں کی مینوں کو ن جتنیوں سے پاک کر سکیں۔

وہ تو ہیں مٹی بھر مارے تھے جو انسانیت اور انسانوں کی بھرتی کے لیے کام کرنے میں محو تھے۔ جنہیں نے 1991 کے ہوا اثر اور 1992 کی ابتدا میں منظم خداز میں ان مینوں کی ہندش کے لیے کوششیں کی تھیں۔ 1992 کے مکتوب میں Handicap International, Human Rights Watch, Medico Vietnam اور International, Mines Advisory Group, Physicians for Human Rights Veterans of America Foundation نے کہ جو بوکر زمین یا روٹی سرنگوں کے استعمال، تیوری، صورت و زخموں، ندوزی پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا تھا۔ حکومتوں کو انسانیت کی بھرتی کے لیے زمین یا روٹی سرنگوں کی صفائی اور مٹاؤ فراہم کرنے کے لیے زیادہ امدادیں کرنے پر بھی زور دیا گیا تھا۔

اس ابتدا سے ہی ICBL ایک بڑا اداروں کا غیر معمولی اتحاد بن گیا تھا جو آٹھ ہونے والے ملکوں میں زمین یا روٹی سرنگوں کی ہندش کے لیے ایک مشترکہ بریف کے حصول کے لیے یکجا رہا۔ اور جول جول مہ

میں اضافہ ہوتا گیا، روٹا کھینچ کر مسحت دی گئی تاکہ وہ دن کو کس کی فائدہ مند کر کے جو اس عالمی تجارت میں شریک ہوئے ہیں۔ ہم نے لندن اور نیویارک کی مسحت کو متحد کیا۔ یہ ۱۹۹۶ میں Radda Barmen نامی ادارے کو اور جنوبی افریقا اور کینیڈا کے اتحاد کو بھی اس سال کی بات میں شامل کیا اور ہم اپنا ہدف حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھتے رہے۔ وہ چھ برسوں میں ہم نے پنا متقدم حاصل کر لیا۔ اس میں ستمبر میں ۸۹ ممالک ملکر ہو سوسائٹی، کھینچے ہوئے اور اسٹریڈ کے پیش کیے ہوئے میناق کے سودے کی بنیاد پر سال کی ابتدا میں بندش کے بارے میں بات چیت مکمل کر لی گئی۔ پچھلے نئے ہی، آڈو، ٹینیڈ، میں ۱۲۱ ممالک میناقی ممانعت سے یک جہتی کے لیے اکٹھے ہوئے۔ اس میناق پر جس سے بعد مکمل درآمد کی سوسائٹی عمارت کے انکار کے لیے مین ممالک، سیڈا، مارشس اور ہونڈوراس نے اس پر فوراً اپنے دستخط ثبت کر دیے۔

اپنی کامیابی کے پہلے چند برسوں میں ICBL کی نشوونما میں بولی، ان ممالک میں جنہاں جان لیوا زمینی بار دلی سرگرمیاں بنانے والے خاص بنی تعداد میں تھے۔ حکمت عملی یہ تھی کہ قومی، علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر اس کی پیداوار کی ممانعت کی جائے۔ اس حکمت عملی کا ایک نمونہ یہ تھا کہ دنیا بھر کی حکومتوں کو اس عمل پر نظر ثانی کرنے کے لیے کہا جائے۔ ساتھ ہی سوشلسٹ کی جائے کہ ICBL کی جانب اس کے بنانے کی ممانعت ہو۔ اس میں ہم کامیاب نہیں ہوئے۔ مگر باہمی مدد کے نظر ثانی کے عمل کے دوران، اور اس مبادی کے ساتھ جو ہم بدھانے کے حصے انہی کے اس عالمی مسئلے پر بدھتی سوئی بین الاقوامی توجہ نے ٹر دکھانا شروع کیا۔

ریاست ہائے متحدہ امریکا نے ۱۹۹۲ میں اس بحلیہ کی بڑا آمد کے اقدام کی قانون سازی کر کے پہلا قدم اٹھایا۔ جب اس قانون کے مصنف سینیٹر فی لی (Leahy) امریکا میں اس بحلیہ کی ممانعت کی جنگ میں مشغول تھے، دوسری قومیں اس کی ابتدائی سیدر شپ میں اس سے آگے نکل گئیں۔ ایچیم پہلا ملک تھا جس نے مارچ ۱۹۹۵ میں اندرون ملک اس کی نقل، حاصل، پیداوار، تجارت، درآمد و تفرہ المذازی کی ممانعت کی تھی۔ آسٹریا، ناروے، سویڈن اور ڈینمرک نے اس کی ترویج کی۔ ابتدا جب GCW بھی اس مہم میں کامیاب رہا تھا، حکومتوں کی بدھتی ہوئی تعداد ممانعت کے مطالبے کر رہی تھیں جو بھی ایک چاروئی ہدف کہا جاتا تھا، زور پکڑتا، اور نیلا نہ متحرک ہوتا جا رہا تھا۔

جس وقت یہ مسئلہ متحرک تھا، جب GCW کے آخری ممبروں میں اس پر نظر ثانی کی جارہی تھی، ہم نے کوشش کی کہ آخری طور پر وہ حکومتیں جنہوں نے عمل اقدام کیے تھے بدھتی ممانعت کے منہ بے کیے تھے اکٹھے ہو کر ایک خود مختار کمیٹی بنائیں۔ یہ دو شہرین خود مختار کمیٹی ایک طاقت ہو کر رہی ہے۔ ابتدا GCW کے آخری دنوں میں ہم نے ن سب کو دعوت دی، اور ن سب کے نمائندے آئے بھی۔ مٹھی بھر حکومتوں نے ہمارے ساتھ بیٹھے اور اس پر بات چیت کرنے پر رضامندی ظاہر کی کہ زمینی بار دلی سرگرمیوں پر ممانعت کی تحریک یہاں سے کس منزل کی طرف جائے گی۔ تاریخی اعتبار سے، غیر سرکاری ادارے اور حکومتیں ایک

دوسرے کورس نہیں مچھین کی حیثیت میں دیکھتی آتی تھیں، ہمیں ان سب کے کٹھے ہونے پہ اچھا تھا۔ پہلی بینک میں سات، یا شاید نو، دوسری میں چودہ اور تیسری میں سترہ رکان شریک ہوئے تھے۔ تیسری بینک کے تحت ہوئے تھے، جس میں مئی 1996 کی تیسری تاریخ تک نظریاتی کا جوائنٹ ٹھہر ہوا تھا، سینئر کی حکومت نے ایک ہیکارڈ بینک کی ممبران وادی کی پیش کش کر دی تھی، جس میں مراعات کی حافی حکومتیں اکٹھے ہو کر اس بات کی حکمت عملی تیار کریں کہ مراعات کے فیصلے کو کس طریقہ پر حاصل کیا جائے۔ CGW کے نظریاتی کے عمل سے دو نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا جو ہم چاہتے تھے تو پھر محکمہ کو یہ سوچنا تھا کہ اور کیا کریں۔

تیسری سے پانچویں سیکورٹیک آؤڈ میں ہیکارڈ بینک ہوئی جو بڑی سکورٹن تھی۔ سب میں پچاس حکومتیں مکمل رکان کی حیثیت میں اور چھ ممبرین شامل تھے۔ IGBL بھی اجتماع میں حصہ لے رہی تھی۔ اس کا بنیادی مقصد ایک 'آؤڈ' کی تیاری تھا، ممبرین جس پر دستخط کے ذریعے ملحق بارودی سرنگوں کی مراعات کا ایشادہ دیں گی، اور ایک "Agenda for Action" طے پائے گا جس میں مزید مراعات کی روکا نہیں ہوگا اور اس طریقہ پیش قدمی کا مستقیم خاکہ بھی۔ سب اس کے لیے بالکل تیار تھے مگر چند وک سینئر کے وزیر خارجہ کے الحاقی نکات کے تحت تھے وزیر خارجہ ایکس ورڈی کٹرے ہوئے اور انہوں نے سب کو اعلان 'آؤڈ' اور "Agenda for Action" کی تیاری پر مبارکباد پیش کی۔ اس تقریر کو مراعات کی تحریک کے اوزار کے طور پر دیکھا گیا۔ وزیر خارجہ نے صرف مبارکبادی پر اکتفا نہیں کی۔ انہوں نے اپنی تقریر ایک چیلنج پر غور کیا۔ سینئر کی حکومت نے دنیا کو ایک برس کے بعد سینئر وکیل آئے اور جان میں ملحق بارودی سرنگوں کی مراعات کے بین الاقوامی معیاتی پر دستخط کا چیلنج دے دیا۔

IGBL کے رکان ٹیبل سے پانچ سے ہو گئے مگر کمرے میں موجود حکومتوں کے نمائندوں پر موت کا سنا ماحولیاتی تھا۔ حتیٰ کہ مراعات کی حافی یہ ستوں کے فائدے بھی اس چیلنج سے خوف زدہ ہو کر رو گئے تھے۔ سینئر کی حکومت نے سفارشی آداب و مذاہن خلاف ورزی کر کے نہ پائے رفتی، نہ جائے مامون کے مصروف ان سب کو جان اور حافی کے اندرون کھڑا کر دیا تھا۔ ان سب نے کہا تھا کہ وہ مراعات کے حافی ہیں۔ وہ آؤڈ آئے تھے معافی مراعات کی راہ عمل تیار کرنے، اور انہوں نے دے کے حافی پر دستخط بھی کیے تھے۔ اب وہ کمر بھی کر سکتے تھے۔ انہیں کچھ نہ کچھ جواب تو دینا تھا۔ سب ہم بخود تھے ہم لوگوں نے کٹرے ہو کر اندر سے تابیوں بھاگیں، جب کی حکومتی رکان مزید سے تھے مگر جب انہیں ابتدائی جھکے سے افاقہ ہوا تو ان حکومتوں کے نمائندوں نے، جو جہم از جہم، قبی معافی مراعات چاہتے تھے چیلنج قبول کیا اور مل جل کر کم سے کم وقت میں معافی مراعات کا معاہدہ طے کر لی ڈالا۔

دو کام جسے Ottawa Process کے نام سے جانتے ہیں انہیں ورڈی چیلنج سے شروع ہوا تھا۔ یہ معافی خود اس مراعات کے معافی کی بنیاد پر بنا تھا جس کا مسودہ آئریڈ نے تیار کیا تھا، اور جس کو دیا گیا، بن (Bonn) میں، ہمسو میں ہوئے ہائی سسے دار بینکوں میں طے کیا تھا، اور جو ہمسو میں تمبر میں

ہونے والے تین ہفتے طویل مذکرت میں فیصل ہوا اس میں کوئی شک نہیں کہ معاق کے لیے ہونے والے مذاکرات تاریخی حیثیت کے حامل تھے۔ وکیل، جوہ کی بنا پر تاریخی تھے۔ یہی بار چھوٹی، وردیہیت وسیع کی طاقیں ICBL میں شامل غیر سرکاری اور مل کے ساتھ مل کر دنیا کے سوشل قانون کو اس خوفناک تصویر سے پاک کرنے کے معاق کی شرائط سے کرنے کی غرض سے اکٹھی ہوئی تھیں۔ یہاں بارہوی، چھوٹی وردیہیت پر بے کو طاقتیں ممانعت کے معاق کو کم زور کرنے کے لیے ایک بڑی عالمی طاقت کے باوجود طریق میں تھیں۔ یہ بھی شاید کسی بار چھوٹی کہ سخت دشمن کے لیے پیش کیے جانے والے مسودے کے مقابلے میں ایک زیادہ طاقتور معاق طے پڑا تھا۔ معاق اخلاقی کارروائی بھی نہیں بن سکا، جو ہر شے ایک بے کار معاق پر منتج ہو جاتا۔

اوسو میں ہونے والی سخت دشمنی نے دنیا کو جان بوزمانی بارہوی، جنگوں کی ممانعت کے لیے معاق کا قحط کیا۔ جو دشمنوں اور تحفظات سے غریب پاک صاف ہے۔ یہ معاق جان لیوا زمینی بارہوی، جنگوں کے استعمال، ان کی پیداوار، تجارت اور ذخیرہ خدوش کی ممانعت کرتا ہے۔ یہ معاق دستخط کیے جانے کے چار، دس کے اندر راہداریاں میں ذخیرہ کردہ تمام زمینی بارہوی، جنگوں کی جاری چاہتا ہے۔ یہ تمام ریاستوں سے بارہوی، جنگوں کی مکمل صفائی اور ختم ہونے والی کی امداد میں اضافے کا بھی مطالبہ کرتا ہے۔ یہ ایک کامل معاق نہیں، مگر، ان کی کوئی مکمل صفائی میں استعمال ہونے والے اوزار *armhandling device* اور *arrivence mines* کے بارے میں تشویش ہے۔ سمجھوتہ کے لیے سچے رکھے کوئی بارہوی، جنگوں کے بارے میں بھی قمر مند ہیں۔ ہر غیر سرکاری اور پہلی اس معاق کا یہ پورا دست خط اور ختمی اور کی امداد کے بارے میں سخت زبان کا استعمال پسند کریں گے۔ مگر چونکہ حکومتوں کے قریبی تعاون سے یہ معاق ممکن ہوا ہے، ہمیں یقین ہے کہ سرانجام اقتدار اور نظریاتی کانفرنسیوں کے ذریعے، معاق میں، جن کا حقدار طے پایا ہے، یہ سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

جیسا کہ میں بیان کر چکی ہوں، پچھلے ہفتے، ایک سوائس سکون نے آئیڈ میں معاق پر دستخط کر دیے ہیں۔ تین سکون نے ایک سرحد کی کوئی بھی کر دی ہے، اس کے بعد سے بعد میں، نے سے تین ارقوی نہ اداری کے سیاسی راہوں کا پتا چڑھا ہے۔ یہ واقعی قابل تحریف ہے مگر اس میں ہونے والی خاندانی اور کریمیا کی جنگ کے بعد سے زمینی بارہوی، جنگوں کا استعمال ہوا رہا ہے پھر بھی مرس کو دنیا کے اعلیٰ خانوں سے بے دخل کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ یہ کامیابی حیرت انگیز بھی ہے اور تاریخی بھی۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شرعی سہولتوں اور حکومتوں کو مل کر کامیاب چاہیے نہ کہ دونوں ایک دوسرے کو اپنا مخالف سمجھیں۔ یہ معاق جاتا ہے کہ چھوٹی اور وردیہیت پر بے کو طاقتیں شرعی سہولتوں کے ساتھ مل کر انسانیت کے تحفظات کی جانب تیار وہ حرمت سے متوجہ ہو سکتی ہیں۔ اس قسم کا اشتراک سرحد جنگ کے بعد کی دنیا میں ایک نئے قسم کی عالمی طاقت ہو گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ IGBL ان وجہ سے بہت فرق پڑا ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی دین  
 مینا ہے۔ ہمیں سب سے بڑا فرق مینا ہے۔ یہ گٹھ ایک حتمی نسل سمجھا کر نوٹل انی م کوئی زیادہ فرق  
 بات نہیں۔ بد شہر ہم کو اس پر غور ہے۔ اس لیے کہ نوٹل انی م اس مہم کے انجام کی توثیق کرتا ہے۔ یہ نہ  
 حقیقت کی توثیق ہے کہ غیر مہم کار کی ناس نے کئی بار حکومتوں کے بہت قریب ہوئے اقوام متحدہ و ورلڈ  
 کونسل کی بین الاقوامی کمیٹی کی معیت میں اسے پر قیود پانے پر کام کیا ہے۔ ایک ساتھ ہو کر کم کرنے ایک  
 مثال قائم کی ہے۔ ایک ساتھ مل کر کم کرنے کا بیج میں تھری کی سے جو سیو میں فرانس کی سفیر سے ہفتہ کی  
 کلمت بقیہ میں تھے انہوں نے بآقا "یہ وہ گٹھ مینا کی وجہ سے مارچ میں تھیں۔ یہ اس لیے مارچ سے  
 کر چکی بارہ ستنوں کے روٹیوں نے اس کے ہو کر تھری مہم کی کی خواہشات پوری کی تھیں۔"  
 بین الاقوامی مہم ان سب کی شہر گزار ہے۔ ایک ساتھ ہو کر کم کرنے کا کام کیا ہے کہ دنیا کو ایک دن  
 یا دو دن ہفتوں سے مہل طوری پر کم کرنے پر زور دینا۔ کم کرنے کے مواقع حاصل ہوں گے۔  
 آپ سب کا شکریہ



## کارلوس فیلیپ زیمینیز ہیلو

ہونڈے راموس - ہورٹا

اعلان تجلیل

خدمات نائب صدر، عزت مند، خوانین اور حضرات

ماہیاتی نوٹس کمیٹی کی جانب سے میں آپ سب کو اس برس کے نوٹیل انعام دیے جانے کی محفل میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ آج انگریزی نوٹیل کے انتقال کو ایک سو برس ہو گئے ہیں۔ انقلاب سے ایک برس قبل اس نے اپنی ہمیت نکھی تھی جس میں جسے یہ تھا کہ اس کی جس انداز معقول درجے کی بدست سے ہر سال پانچ انعامات دیے جائیں گے۔ سائنس کے لیے تین، ادب کے لیے ایک اور ایک من کے لیے، ان لوگوں کو جن کے کام نے، ان کے الفاظ کے مطابق، "سائنس کو سب سے بڑا فائدہ پہنچایا ہو" توصیت میں یہ بھی تحریر تھا کہ اس کا انعام ماہی کے (پریمان) Spring کی ایک کمیٹی کی طرف سے ماہی کے مرستین پر دیا جائے گا۔ آج ہمیں اس کا ہوم پر آ رہا ہے، جہاں دوسرے تمام انعامات دیے جاتے ہیں، اور جہاں انقلاب کی صد سالہ برسی پر انگریزی نوٹیل کو یاد کیا جا رہا ہے۔

نوٹیل بدست غیر معمولی غور پر ایک کامیاب کاروبار میں انسان تھا، مگر اس کا دل محض کا مادی ہی پر نہیں رہتا تھا۔ اس کے بہترین اور دل خوش من لحاظ تجربہ گاہ میں مڑستے تھے رہا جاتا ہے کہ ایجادات اس کی زندگی کا حصہ بن گئی تھیں۔ اس کا مطالعہ بھی بہت وسیع تھا۔ دوسرے فنکاروں میں وہ سائنس اور ادب میں بھی دلچسپی لی تھی۔ بلکہ عمل یقین رکھتا تھا۔ اس کا سب قابل ذکر وصف ان معروضات میں اس کا اختراقی انداز کا تھا جس کے ذریعے ایک بچہ دنیا جانے کے امکانات نظر آتے تھے۔ اس کے انعام کے فیصلے میں اس کا تناظر بہت واضح طور پر بھرتا ہے۔ اس پر بحث کی جاسکتی ہے کہ وہ کتنا بہت کی ایجاد نے، جس کے استعمال سے وہ نیا دھڑلہ بھرتا رہا کیے جاسکتے تھے۔ اس سے اس کے لگاؤ کو مہیر کیا تھا۔ مگر وہ کبھی محرم لبریں نہیں، ہر اس کی اختراقی جہت کو ابھارتی تھیں، اس میں سب سے پہلی اور سرور آور و شخصیت

مستقبل میں اسی کا انجام پائے وانی خاتون برتھ فان سنر (Bertha von Sinner) اور ہم عصر اسی کی تحریک تھی۔

نوتس نے ایک بہت ہم روش چھوڑا تھا، جس میں ایک بہتر دنیا کا تصور بھی شامل تھا، اور ایک فعال انسانی ادارے کا قیام بھی، جس کے ذریعے اس کے تصورات کی محکمیں ہونی تھیں۔ ہم لوگ جن کو راخت کے نئی ملی معاہدات منبہ تھے بے ماحولہ کیا گیا ہے، انکے رکتے ساتھ اور اس انسان، الشریہ نوتس، کے لیے دل کی کھراشوں سے الحرام کے ساتھ اپنا فرض نبھ رہے ہیں، آج اس کو الحرام کے ساتھ یاد رکھ رہے ہیں۔

ٹیگ تمناؤں، اور اس یقین کا مل کے ساتھ کہ اس میں کے انتخاب کے ساتھ ہم نے نوتس کی وراثت کو جس قدر ممکن ہو سکا ہے، بہتر طریقے سے سر انجام دیا ہے، ہم اپنے انجام یافتگان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ کارلوس فیلیپ زیمبیر بھی در سوزے راموس - ہورٹا کو، ان کی دین پا کوششوں کے لیے جن کے ذریعے انھوں نے مشرقی تیمور کے جس ممالک پرانے تنازعے کا ایک منصفانہ اور پرجہ من حل تلاش کیا ہے، 1996 کا امن معاہدہ دیا جا رہا ہے۔ اس کے اس پرامن بل ریکٹ پہنچنے میں آپ نے اپنے وطن سے تمام مل منفرد ہے جس قدر کہ اس کے رخصت پر ممکن ہو سکتا تھا۔ پھر بھی من، انصاف اور مصالحت کے موقعوں کے مقابلے میں ہم دونوں کے درمیان کا فاصلہ کبھی کم ہے۔ ہم شکر گزار ہیں، اور ہمیں فخر ہے کہ اپنی ہم او بے لوٹ مصروفیت میں سے آپ نے اسی سفر کے لیے وقت نکال دیا اور ہمیں آپ کو عزت دینے کا موقع فراہم کیا۔

مشرقی تیمور کے تنازعے کو فرا موٹا رد و تانہ، کہ جاتا رہا ہے۔ مگر اس کو بالکل فراموش نہیں کیا گیا، کہ یہ بین الاقوامی غیر مت عمل پر بدلتے ہوئے درجہ کی اہمیت کے ساتھ، جس پر سول سے مسلسل موجود رہا ہے۔ مگر اس کو کبھی ترجیح نہیں دی گئی۔ یہ مسئلہ کبھی اوپر نہیں آیا۔ اپنے بہت سے مفادات تحفے جماع پر زیادہ توجہ کی ضرورت تھی اور مشرقی تیمور تو کسی قدر چھوٹا، معاہدہ تھا۔ مثالی کبھی دنیا کی سیاست کی بے شک اسی سے زیادہ واضح طور پر جتنا ہی ہوگی۔ Realpolitik کی متعدد مصطلحوں نے ایسے بے رحم مزاحمتی نو آبادی کو قائم ہونے دیا ہے۔ اسے 7 لاکھ کی آبادی میں سے تقریباً دو لاکھ جانشین برادری، مت پر دواسطہ، اندونیشیائی قبضے کی خدہ ہو گئیں۔ آج بھی خلاف ورطیوں ہو رہی ہیں۔ ایسے بہت سے ملک ہیں جو مشرقی تیمور کے مقابلے میں اندونیشیا سے اپنے "Realpolitik" تعاون کو ترجیح دے رہے ہیں۔ بلکہ یہ ایک نہایت ناہمی کی کیفیت ہے، جس کے درمیان ہم سے انعام یافتگان نے وہاں کے مقام کے لیے ایک منصفانہ اور پرجہ من حل تلاش کرنے میں اپنی ان محکم کوششیں جاری رکھی ہیں۔

مشرقی تیمور کے لیے 1975 کے خزان کا موسم فیصلہ کن تھا۔ سب سے پہلے بے نو آبادیاتی تھا جس پر پہلکیوں کا افلا ہوا۔ پھر ایک اندونیشیائی سمیٹا ۲۱ شروٹ ہو گئی جس میں ایک طرف تیموری جمہوریہ یونین تھی اور دوسری جانب Fretilin تحریک آزادی۔ وڈزناں کا اختتام اندونیشیا کے حملے پر



ہوا۔ ایک ملک کو فتح کیے ہوئے اکسپریس میں گزر گئے ہیں گھر اس کے عوام کو بین الاقوامی سطح پر قوم کا درجہ نہیں دیا گیا ہے۔ مامیٹن - ہونا Freilin رہنا چھوٹے ان اعتمادی پسندوں میں سے جو جمہوریت کا احترام کرتے ہیں۔ اس مامیٹن دشمنانہ جنگی کے دوران وہ ملک سے باہر تھے اور تجربے کے پہلے میں واپسی پر انھوں نے جنگ میں اچھی جھڑپوں میں صلح کرانے کی کوشش کی۔ پہلے کے بعد سے وہ ملک سے باہر رہے تھے اور جبراً تعاقب کی تحریکات کی کھپائی، تمام دنیا میں اس کا پورا کرنے اور بین الاقوامی سطح پر مشرقی جمہوریت کی ترقی کرنے میں انھوں نے ان تھک ذاتی قربانیاں دی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ انھوں نے کامیابی کے ساتھ شانہ تیمور کے کئی گروہوں کو ایک قوت کا زور میں متحد کرنا چاہا ہے اور انڈونیشیا کے ساتھ تنازعے کا ایک آئندہ مصراع حل تلاش کرنے کی کوشش کی ہے، جس میں مشرقی تیمور کے عوام کی مالیت کا احترام کیا گیا ہے۔ لوگ مذاقی میں کہتے تھے کہ وہ "Freilin" رہنا آتم ورڈ کو کریک چرچن کا بے خفا بلز کن نریو ہے۔ "یہ قوب اس کی در کو واضح کرتا ہے جو ہونا - مامیٹن نے ایک مصالحت کنندہ اور ثالثی کی حیثیت میں ادا کیا ہے۔ یہی کہ بشپ بیو نے بھی رد و دے کر کہا ہے کہ آج ہونا سامعین یا اس کے کسی مددگار کی شرکت کے بغیر اس تنازعے کے حل کی تلاش میں کوئی سفید باب چیت ناقابل تصور ہے۔

1983 میں بشپ بیو، جو ایک غیر معترف پوری تھے مشرقی تیمور میں روہن کی تصویب کیں کا مذہبی تنظیم مقرر کر دیا تھا اور اس وقت سے وہ اس علاقے میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ہمہ وقت ہونے والے شد اور اذیت کے درمیان مصالحت، ثالثی در مقابلے کی فضا میں بار بار تلاش سے انھوں نے بہت سے لوگوں کی جانیں بچائی ہیں۔ حربوں کے درمیان متعدد تنازعات کے بیچ بچاؤ میں پس جانے کے خطرات ہوتے ہیں۔ "میرے لیے دعا کرو" ایسے ہی ایک موقع پر انھوں نے کہا تھا، "اس لیے گراب مجھے دو طرفہ راحت کرنی چاہی ہے۔" گمربشپ بیو ب ایک ٹارٹ سے کہیں نریو دوڑی شخصیت بن چکے ہیں۔ ان کا یہ علم کہ وہ اپنے شدت سے آزمتے ہوئے لوگوں کے لیے مرکز اجتماع اور مستحقین کے لیے امید کے نامندے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ جو محبت اس کے عوام اس کے لیے محبت کرتے ہیں ان کی خیال کی اصولوں سے مشرقی ہے جس پر یہ خود کار بند رہا ہے۔ لوگوں کا احترام کرنا۔ ان کی انسانیت کو بھرنے کے لیے کمال آزادی فراہم کرنا۔ پھر ان سے پوچھو کہ وہ انڈونیشیائی یا پرستار ہونا چاہتے ہیں یا خود مختار۔ بشپ بیو چہ چھو کر ستائے ہوئے کی باطنی بصیرت میں شامل کرتے ہیں، جو کمال و دل اور جامد دل کی اندرونی بصیرت سے کہیں زیادہ دیہیت ہوتی ہے۔ کیوں ہے یہ ساری بے جگہ؟ یہ تو اپنے مقصد کیلئے حاصل نہیں کر پاتے آپ کا احترام ایسی وقت ملے گا جب آپ خود بھی احترام کریں گے۔

اس سال 1965 میں انگریزی میں ہونے والی بغاوت کی سوویت یونین کے ہاتھوں دھشیا نہ پوری کو چالیس برس ہو گئے ہیں۔ مغرب نے مدد نہ کی تھی۔ چین کرنگمی سوویت یونین کے مفادات کے نثر اثر کے مدد واقع تھا، اس پر جسے کو ایک ضروری "Realpolitik" گردان کر قوب کرنا ضروری تھا۔ پور

کئی کئی برسوں میں بعد جو کچھ آزاد بشری میں ہوا، چالیس برس قبل اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ کہا گیا ہے کہ مشرقی تیمور کا اندونیشیہ کے ساتھ اخلاق یک تاریخی حقیقت ہے۔ مگر تاریخ نے بھی کسی چیز کو ابد تک کے لیے حقیقت تسلیم نہیں کیا ہے۔ تاریخ ہمیشہ آگے بڑھتی رہتی ہے۔ ہم نے گزشتہ عشرے میں گزشتہ سیکھنا سے تو اتنا کر جو نکاح جتنا چیرا ہوتا ہے، تھوڑا سا دیر ہوتا ہے۔ تاریخ میں ایسی طاقتیں بھی رہی ہیں جو طاقت ور ترین فوجی قوت سے بھی زیادہ قوت والی تھیں۔ تشدد اور دہشت سے امن حاصل نہیں ہوتا۔ تاویز کے ہم تشدد کے شیعہ عالمی پتھر کا ڈھکڑا کر باہر نکلنے کی ہمت نہیں پیدا کرتے، وہ پامس کے مواقع دیکھ نہیں آتے۔

زندہ رہنے کا حق، یعنی قوت انسان کی طرح ترقی اور نیکیاں کا حق، تعلیم کا حق، انسانی حقوق کا مرکز ہے۔ 1960 میں ابراہن لٹل (Albert Lutuli) کو نوبل کا امن نعام دیا گیا۔ اس کے بعد سے انعام کی حق دہائی کے بنیادی معیاروں میں سے ایک معیار انسانی حقوق پر کام کر رہا ہے۔ متواتر تائید جاتی رہی ہے کہ یہی راستہ صحیح راستہ ہے، تاہم کہ اس معیار کے پختے جانے پر تشدد بھی کی گئی ہے، اس لیے کہ کچھ کے قوب کے مطابق، اس کا امن سے ترقی یافتہ نہیں ملتا۔ مگر حقیقتاً ہم سمجھتے ہیں کہ انسانی حقوق اور امن کے درمیان یک تری بنانے کے عمل کے دوران ہم معیاروں کے کائناتی اور بنیادی پسندوں سے واقف ہوتے ہیں۔ امن، استحکام، برہم آگئی کو دو طرفہ تعلیم کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ تناسل دو اور کیا کائنات ہے یہ مقام۔ ایک دوسرے کو مٹا دینا یا جانے تو ان کا قدم بگاڑتا ہے تعلیم کو، تبدیلی کی مثال کے مطابق اداروں کی حیثیت دینا۔ دوسری طرف منظم انداز کے تشدد کو عالمی انسانی حقوق کے تصور کے اعلیٰ درجے میں بھی دیکھیں کیا جاسکتا۔ تشدد کے ہتھیار کی حقیقت کے قیام ہو سکتے ہیں۔ تشدد کے ہتھیار افراد کی آوازوں کو بھی نہیں بولنا چاہیے، تقریباً ان دو۔ ہتھیاروں کی آوازوں کو بغیر جان کی جانیں قتل عام سے بچھڑکے، یا مشرقی تیمور پر اندونیشیہ کے حملے کے دوران ضائع ہو گئیں۔

اس میں دو معزز افراد ان کاروں فیلیپ ریمبیر بیو اور ہورتا راموس۔ ہورتا راموس نے اپنے عزم کے لیے ان تھک محنت اور تعلیم ذاتی قربانیوں سے کام کیا ہے۔ مشکل ترین حالات میں بھی انھوں نے اپنی انسانیت، عقیدے اور مستقبل کی پاس داری کی ہے۔ ان کے کام کی توصیف کے لیے اور مشرقی تیمور کے بہتر مستقبل کے لیے مارڈینی نوبل کمیٹی آج ۱۹۹۶ کے امن کا نوبل نعام عطا کرتی ہے۔

مارڈینی نوبل کمیٹی کے صدر نشین پروفیسر Francis Sejersted کی نوابی

## خطبہ کارلوین بیلو

خطبات نائب مارڈینی نوبل کمیٹی کے عزیز امکان عزت نائب وزیراعظم، وزیر حضرات، اراکین

پارین، ایمان، سفارت، محترم دوست، مہمانان گرامی، خواتین و حضرات۔

”قومیں اس کی دانش کا علم کر رہی ہیں، ایمان اس کی تعریف کا جشن منائے گا۔ گرامی نے غول عمر پائی، تو اس کا نام ہزاروں سے زیادہ عظیم الشان ہوگا، اور اس کا انتقال ہوگا تو وہ سب کو مطمئن کر دے گا۔“ (دانش 11-10، 39)

عزت تاب خاتون و حضرات، میں، نجل، مقدس کے باب دانش کی اس عیادت سے متاثر رہا ہوں کہ یہ الفاظ اس انسان کی اہمیت کا اظہار ہیں۔ آج جس کو یاد کر رہے ہیں، امن کا یہ باوقیر انجمن جس سے معنوں ہے۔ ہم آج، دی دہر کی اہمیت کے فیض وصال، امن کے متکاثر، الثریہ وکیل کی سو سالہ برسی بھی منا رہے ہیں۔

یہی اعتبار انسانی نیت کی یادداشت سے کبھی محو نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ اس کی دانش پہ انسانیت کی بھڑکی کے اس کے عقیدے، چہ انسانیت کی ترقی کے لیے سائنس کے میدان میں اس کے کامائے نمایاں پر، ہر سو تمام صاحبان ایمان، تمام نظریات، کسی نہ کسی طریقے سے اس کی ہر بندی اور اس کی حرکات کے قائل ہیں۔

ایسے۔ فی الواقع مسلسل ان لوگوں کے ضمیر کو مضطرب کرتے رہتے ہیں جو انسانیت کی بھڑکی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر ایک کو کسی بھی طرح، کسی انداز میں بھی، ملی نوٹ انسان کو یاد دہندہ اور شفیق بنانے میں، ہر تھکا چاہیے۔

دو دہرہ جو جس جو شرفی تیمور کے ستودہک بشپ کو اس اجتماع میں کشن کشن لے آئی ہیں، میں بھی ایسے سماج کا نمائندہ ہوں، آپ جس سے اچھی طرح واقف ہیں، جہاں حالات کے باعث لوگوں کی خواہشات اور توقعات مجھ دو ہوتی ہیں۔

آئیے اس مرحلے پر ہم Terentius [قبائلیہ کے مشہور، ماما کان جس کو گمر پنی میں Terence کہا جاتا ہے] کے الفاظ [Terentius 1, 1, 25] "Homo est, humani nihil e me alienum puto" سے مستفاد کرتے ہیں۔

آئی، انسان ہونے کے ذات، جو کچھ انسانیت کو درپیش ہے، اس سے پہلے ہی میں کر سکتا۔

ایک۔ مجھے کے محام کا لڑکن ہونے کے باعث مجھے لوگوں کی تقدیر کا ساتھ دینا پڑے گا، اس انتظام کو سنبھالنا پڑے گا اور یہ جانتے ہوئے کہ اس میں کسی قسم کے اور کتنے خطرات مخمور ہیں۔ تمام انسانوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کرنا صرف ان ہی کا امتیاز نہیں ہونا جو محام کے مقدروں رہنمائی کرتے ہیں، بلکہ جو سماج میں اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں بلکہ یہ تو ہر جتنے، عمدے اور حیثیت کے لوگوں کا

فرش ہوتا ہے۔

کھینسا کا زمین ہونے کے باعث میں نے پتے اوپر ذمے دینیے کی ہے کہ میں نے تمام حالات میں جو اہمیت سے متعلق ہیں ان تصورات سے کہلاتے ہیں اور جو کھینسا کی تحریکات کے منافی ہیں ان کو وضع بھی کروں گا اور جہاں ضرورت ہوگی ان کی ٹی بھی کروں گا۔

کیتھولک بشپ تھوٹی قد کا قہبانہ ہوتا ہے۔ اس کا مشن روحانی ہوتا ہے۔ اور اس قسم کا مشن انحصار کرتا ہے روحانی قدامت پر دائرہ ادنیٰ رشتہ کاری پر اور یہ سب کچھ یہ اعتقاد ہی بنیاد پر۔

مگر بنی نوع انسان روحانی اصلاح تک ہی محدود نہیں رہتا کہ جس نشان کو میں حیث نگاہ اور روحانیت کو بچا دیا جائے۔ اس پہلو سے کوئی بھی کیتھولک بشپ غیر جانب دار نہیں رہ سکے گا جب کہ زاویے سے انسانی توقعات پوری نہ ہو رہی ہوں۔

ہند کسی کیتھولک بشپ سے منسوب نہ جانے والا تو ہیں اس نوع کسی ایک فرد سے کہا عقیدت کے لیے نہیں ہوگا ہندوئی طور پر تمام انسانوں کے حقوق کی پاس داری اور ترقی کے لیے ہوگا۔ کیتھولک نہیں نے جس بدصدیوں کا کام کیا ہے۔

”دوسری پیشینہ کا پتہ کی تعلیمات کا کہنا ہے کہ ”کھینسا کا خیال ہے کہ وہ اپنی آخری امید کے انجمن آزادی کی تبلیغ، غمخیز کی عظمت اور حقوق کے ساتھ جو خدا کی منصوبوں کے مطابق انصاف پر مبنی ہیں، عوام کی دلی محبت پر ایک کہے گا۔“

کھینسا کو تنقید کیے ہوئے فرائض اپنی نظرت میں سماجی اور سیاسی نہیں، بلکہ محض مذہبی ہوتے ہیں۔ روشن خیالی اور طاقت کے اچھے ہوئے فوہ کے کی طرح، یہ کھینسا کی خصوصیت ہوتی ہے، جو انسانی معاشرے کو بخیر اور مستحکم بنانے میں محدود معاون ہوتی ہے۔

عزت و بے حضرات عالی مرتبت، مشرقی تیور کے عوام کی تکالیف سے متعلق کچھلے اکیس بدسوں پر محیط کھینسا کی کوششوں سے آپ ابھی طرح واقف ہیں۔ ان لوگوں کے بشپ کی حیثیت سے میں اس توہین امن انوم کو کسی ایک فرد کے لیے اختیار کا باعث نہیں سمجھتا، بلکہ میں اس کو مشرقی تیور کے محام کے ناقابل متعلق حقوق کے دفاع کے ضمن میں کھینسا کے کیے ہوئے کام پر واجب غلبہ عقیدت تصور کرتا ہوں۔

”تو نے اس کو خدا سے کچھ درجہ کم بنایا ہے، تو نے اس کو حسن و برقا کے مان سے مرزا فرمایا

ہے۔“

(ساعات 6,8)

اس مقامات کے مصنف کے لیے، انسانی عظمت کا پیمانہ حق میں سرگردی ہے، جس کو خدا نے خلق کیا ہے۔

جی توٹ انسان کے بارے میں یہ میر عقیدہ تھی ہے، پر ہم بھی ہے جو میری رہنمائی کرتا ہے اور مجھے اکتاتا بھی ہے جب میرا غیر فیصلہ کر رہا ہوتا ہے کہ مجھے کیا قدم اٹھانا چاہیے۔

پھر حال جی توٹ انسان کے عقائد اور تصورات کے ساتھ اس ممتاز اجتماع سے فطرت بھی خاص انسانیت پسند ہو سکتا ہے، مگر مجھے چاہیے کہ وہ دوسرے درمیان کچھ چیزیں مشترک ہیں، جی ہاں اور جی ہاں ہے کہ انسان جی انسان تصور اور انسانی اعمال کا مینوسٹ ہے۔ ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ہر فرد کی قدر و اہمیت انفرادی عقیدے، مذہب، سیاست، فلسفہ، لٹریچر اور بعد کے رنگ پر منحصر نہیں ہوتا۔

انسان کا وجود انفرادی کے لیے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فرد کی حقیقت وجود ہی وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ اپنی پسند کی برائے اعمال کی ذمہ داری کے بارے میں، بغیر کسی قسم کے خوف و ڈھمکی کے فیصلہ کرنے کے قابل ہو۔

آئیے اب جو موضوع میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس معاشرتی اور نسلی گروہ سے وہ تعلق رکھتا ہے، اسی کے پس منظر میں اس کی تشکیل ہوتی ہے۔

آئیے اب جو موضوع میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس معاشرتی اور نسلی گروہ سے وہ تعلق رکھتا ہے، اسی کے پس منظر میں اس کی تشکیل ہوتی ہے۔

آئیے اب جو موضوع میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس معاشرتی اور نسلی گروہ سے وہ تعلق رکھتا ہے، اسی کے پس منظر میں اس کی تشکیل ہوتی ہے۔

آئیے اب جو موضوع میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس معاشرتی اور نسلی گروہ سے وہ تعلق رکھتا ہے، اسی کے پس منظر میں اس کی تشکیل ہوتی ہے۔

آئیے اب جو موضوع میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس معاشرتی اور نسلی گروہ سے وہ تعلق رکھتا ہے، اسی کے پس منظر میں اس کی تشکیل ہوتی ہے۔

آئیے اب جو موضوع میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس معاشرتی اور نسلی گروہ سے وہ تعلق رکھتا ہے، اسی کے پس منظر میں اس کی تشکیل ہوتی ہے۔

آئیے اب جو موضوع میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس معاشرتی اور نسلی گروہ سے وہ تعلق رکھتا ہے، اسی کے پس منظر میں اس کی تشکیل ہوتی ہے۔

آئیے اب جو موضوع میں گفتگو کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس معاشرتی اور نسلی گروہ سے وہ تعلق رکھتا ہے، اسی کے پس منظر میں اس کی تشکیل ہوتی ہے۔

جدولت باب، نوٹل کمیٹی کے امکان اور دنیا بھر سے آئے ہوئے میرے دوستوں، آپ کے سامنے نوٹل، تمام ہمارے امن کا سال کرنے کے موقع پر میں بخود کو بہت فضیلت یا فخر پاتا ہوں۔ میری زندگی بھی تو ضیع مجھ کو ملے، میرے خیال میں یہ اس لیے نہیں ہوگی کہ میں کہیں بھی اس میں نے کیا کام کیا سے میں اس پر چور تھیں رکھتا ہوں کہ میں اس مقام پر اہل مشرقی تہذیب سے بے آواز قوم کی اور زمین میں جو آج، جس کی طور پر نہیں تو وہ اپنی اعتبار سے میرے ساتھ ہیں۔ وہ لوگ کیا دیکھتے ہیں، سوائے اس کے مشورے خاتمے کے، اور اپنے انسانی حقوق کے احترام کے؟ میری پڑ بوش تھا ہے کہ 1896 کا یہ اس تمام اس طرف کو قرب تر لے آئے۔

سب سے زیادہ، بلکہ برائے سے زیادہ، میں اپنے تمام تر اکتسار اور احتیاط کے ساتھ جوں پالی ڈولم کو یاد کر رہا ہوں جنہیں نے پہلے بھی مشکلات کے ہوتے ہوئے ایک مجدد ساز جدوجہد کی اور پلینڈو اور دیگر قوموں کی سرزمین سے اشتراکیت کی غلامی کو دس نکاد دے دی، جن سے یہ کہہ دینا تو وہ حقیقت پسندی کے حق ہے کہ اس اشتراکیت کو اپنے مقصد کا کھسکا کھسکا قبول کرنے کی ساقی پرپ نے مجھے نہ صرف ایک مثال، بلکہ حکمت و جدت سے سرفراز کیا ہے، جس کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ جانتا ہوں ڈولم کے لیے میرے لشکر کے اتحاد کج کج میرے احساسات کی ترجمانی نہیں کر پاسے ہیں۔

میں اور اس کو بھی یاد کر رہا ہوں، یا خصوصاً ایٹیا والوں کے جو اس مقام پر کبھی ایسا وہ نہیں ہونگے جس کی بھی نہ ختم ہونے والے انتہاب سے مل جاتا گا خدگی کے کاروں یا درانہ کے عقیدے کی تحریک کو بھی یاد کر رہا ہوں جو تبدیلی کا پامٹ ہوئی ہے۔ مجھے جتن بھی یاد آ رہا ہے، اور میں کوئی جنگ ٹیٹ (We ling sheng) کی سلامتی کی بھی دعا کر رہا ہوں، اور میدان میں کہ بہت جلد وہ پتی قید کی کھڑی سے اسی طرح رہائی پا میں گئے، جیسے اندونیش کے رہنما بدما زہ نہ Boven Digul جیل سے طویل عرصے کی خانہ قید سے آزاد ہوئے تھے۔ یقیناً، ان ہی اندونیشیائی رہنماؤں کو 1948 میں، جب میں پچھا بھی نہیں ہو تھا، میں اسلو میں رفعت حاصل ہوئی تھی، جب وہ پتی آزادی اور عظمت کی جنگ لڑ رہے تھے۔ میں بڑا اندونیشیائی برواں دستوں کو بھی یاد کر رہا ہوں، اور مجھے احساس ہے کہ تاریخ میں بہت کچھ سکھا سکتی ہے بشرطے کہ ہم ایک لمحے کو اس کے تحول اور اس کی کھراخوں پر غور و فکر کریں۔

میں کہیں اس میں موجود اپنے خاں وقار مستخدمین کے روبرو تمام تر غرور اکتسار کے ساتھ ایسا وہ میں میں اپنی چشم تصور سے مشعل داخلہ میں اکثر کنگ کو بھی ”پماڑ کی چوٹی پر کھڑے دعووں کی سرزمین کے طرف دیکھتے ہوئے“ دیکھ رہا ہوں۔ یہ الفاظ مجھے اپنے محبوب مشرقی تہذیب کے پڑ شکوہ و اذیت ماز میں آؤ مرادار کی بھی یاد دل رہے ہیں جس کے قرب ہی مشرق کی ست میری پیدائش ہوئی تھی، جس

کے مغرب میں، کانٹ رسید واقع ہے۔ صوبہ میں اپنے بلن کی سرزمین پر متعدد سفر کے دوران ان کو ہندوؤں پر نظر کرتا ہوں تو (خود کوئی کیفیت میں) بندہ آواز سے کہتا تھا ہوں اب وقت آگیا ہے کہ مشرقی تہذیب میں جنگی توپوں کو ایک دہ اور ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا جا چاہیے اب وقت آگیا ہے کہ میرے وطن کی سرزمین پر بے گناہوں کو امن و آسودگی بھیر ہو اب وقت آگیا ہے کہ گھج معنوں میں مذاکرات ہوں۔ تمام ایک خواہشات رکھنے والے لوگوں کو انسانی فراست اور حکمت کے ذریعے پر امن طریقے سے امن آگیا، باہمی عزت اور انسانی وقار کے حصول کی ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

مشرقی تیمور امن و وقار کی تلاش میں مشکل ہی سے اکیلا ہوگا، اور یہ بہت ضروری ہے کہ اوروں کے کیے ہوئے کام کا حریف بھی کیا جائے۔ پچھلے سال مجھے بلغارستان میں ستمبر 1976 کے انٹرنیشنل جناب مرٹن کارمیک (Mairad Corrigan Maguire) کی میزبانی کا شرف نصیب ہوا تھا، امن کے مسئلے میں جن کی کوششوں کا ماری دنیا میں اعتراف کیا گیا ہے۔ مشرقی تیمور کی بلیڈ فٹ پر کمال مہربانی بلغارستان کے اس متاثرہ علاقے کا اس گداز اور معصومانہ رویہ تھا، جس میں ایک مات قبل ایک چھٹی کے چھوڑ دیے جانے پر احتجاج میں کئی گارڈز ہتھیاروں کی گولی تھیں، جس نے ایک نچھاورے کی لڑائی کو قتل کر دیا تھا۔ میری دعا ہے کہ مستقبل قریب میں شمالی آئر لینڈ کے عوام کو حقیقی امن، بحال اور سکون نصیب ہو۔

پچھلے برس میری ملاقات جناب مقدس دلائی لامہ (Dalai Lama) سے ہوئی تھی، اور ان کی دینی اور شفقت کا مجھ پر بہت گہرا اثر ہوا تھا۔ تبت کے باشندے اور ان کے مقامی لوگوں کے ملحق گروہ میری دعاؤں سے ابھی پرے نہیں رہیں گے، جن کو تسمار اور جدوجہد سے، جو خود کو تبتیاب کا دینی سمجھتی ہے، روز افزوں خطرات درپیش ہیں۔

میں دعا گو ہوں مشرقی وسطیٰ اور افغانستان کے لیے، جن کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، اور وسطی امریکا میں امن کے تسلسل کے لیے بھی۔ اور کوئی بھی انسان بریوڈائی وروڈائی انٹیلیجنسیوں، ورزائن کے علاقے سے بھروسہ میں طرح کی باتیں نہ سکتا ہے جہاں کی انسانیت اپنے اوپر ہونے والی آفتوں کے حل کی مستاضی ہے۔

جنوبی افریقا میں امن کی تلاش فزوں تر ہوتی جا رہی ہے۔ میرے نزدیک آفریقہ ہشپ ہیسمنڈ نوٹو کا رزرو ان طریقہ کار کی ایک روشن مثال ہے جس میں چوٹی کو انسانی حقوق کے ساتھ ہیست کیا جاسکتا ہے، جس طرح مزار اور انکسار کو رامت بائی میں آمیز کیا جاسکتا ہے، اور میں دعا گو ہوں کہ میں ان کے پاس کے کارکنوں کا مزبور ہو سکوں۔ برما میں آنگ سان سوکی (Aung San Suu Kyi) کی باکس قوت اور ان کے یروش کو سلام پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ جلد ہی ان کو اور ان کے عوام کو متحدہ کئے دیئے نصیب

ہوں۔ خدا کسے کہ ان کے پیانو سے نکلنے والی موسیقی کا جس فوجوں اور قوموں کے ذہنوں کو گمانہ عطا کر دے۔ آئیے اب ہم یہ مانیں اور سرورے عالم میں، وہ معروف علاقے ہوں یا غیر معروف، عبادات قدیم کے باب Amos "تھوٹ کو پانی کی طرح جاری ہوئے دے" کو جان کریں۔

اور آئیے ہم دین بھر کے ان بہت سے ہے نام اہل ان کو یاد کریں جو انسانی حقوق کی جدوجہد کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ روز بہ روز جو بین الاقوامی کمیٹی کو اپنے حقوق کے لیے قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ مسلمان ہوں یا عیسائی، یہ یسٹسٹ ہوں یا کیتھولک، ہند ہوں یا بدھ مذہب کے ماننے والے، شاہ وہ قدیم راتوں کے روایتی عقائد رکھنے والے ہوں، انہیں ان ہوں یا کافر۔

دنیا ان لوگوں پر ملامت کرتی ہے جو اپنے مذاہب کے دفاع میں جھجھک رہے ہیں، اور ان سے جتنی شکایات پہ آواز اٹھائے گئے ہیں غیر متکد طریقے اختیار کرنے کے لیے کہتی ہے۔ مگر جب لوگ غیر متکد راستہ اختیار کرتے ہیں تو کٹر یہ ہوتا ہے کہ کوئی ان کو پروا نہیں دیتا۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ لوگ اچھی ہوتے ہیں مگر ہر وقت ہیں اور قتل اس کے کہ دنیا یہ قرار کرے کہ "اچھی کوئی مسئلہ ہے، تیل وشن کے گھر سے روزانہ عوام کے گھروں تک ان واقعات کی تعداد بڑھتی رہے ہوتے ہیں۔ اس میں تو کس کیلئے بہ دراندہ دورہ ٹیٹ مندی کے فیصلے کے ذریعے مشرقی تیمور پر اپنی نظریں مرکوز رکھی ہیں۔ ان کا یہ عمل مشرقی تیمور کے لیے تڑپا امن دورن سے دھوکے کے ازالے کے کھلے اختراک کے مترادف ہے۔

میں ایسے فرد کی حیثیت سے ان مسائل پر بات کر رہا ہوں، جس پر کھائی کی ذمہ داری ہے، ان واقعات کی ہے جو میں نے اپنی آنکھوں دیکھے اور اپنے کانوں سے سنے ہیں، تاکہ میں جس کو بچاؤں اس پر ہمارے عمل بھی ظاہر کروں، تاکہ امید کی شمع روشن رہے، تاکہ گھروں اور قتل پر زندگی کی حرارت باقی رہے۔ میں ایک روحانی رہنما کی حیثیت میں کلام کرتا ہوں، سیاست دان بن کر نہیں، جو درحقیقت میں نہیں ہوں۔ تاہم چند ہفتوں میں کچھ مضامین میں مجھے کو "سربتہ کھٹے بان" کہا گیا ہے، اس کا اور ک کے بغیر کسی سرا موجود پیشہ لڑ چن کی مذمت یعنی بھینسوں کی رکھوائی سے ابھرا ہے، خطا کے پتے کی طرح، جس پر ایسے حالات میں اخلاقی رہنمائی کا یہ جھڈا لایا گیا ہے جن پر میرے عمل سے کمال عبور پہ کوئی بھی کبھی غور نہیں ہو رہا ہے۔

کچھ کا خیال ہے کہ اگر مشرقی تیمور میں جتن نہ ہو رہی ہوتی تو میں اپنا سرا وقت مشکل میں پہنچے تو جوائن کی دیکھ بھال میں سرگت کرتا، جو سینٹ جان باسکو (St. John Bosco) کے Salesian ہونے کے ہاتے میرا مذہبی فیصلہ بھی ہے۔ مگر یہ تو کسی درجے تک ہی ہوتا: کہ میں تو اب بھی اپنا کافی وقت مشرقی تیمور کے نوجوانوں کے مسائل سننے اور ان کو مشورے دینے میں سرگت کرتا ہوں، اس لیے کہ ان کے ماضی کے حالات کے پیش نظر یہ ضروری ہے۔ یہ میری خاص ذمہ داری ہے جو مجھے پسند بھی ہے۔



اپنی تمام ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مجھے یہ تو سنا ہی ہوگا۔ مینٹ جان ہنس کا قتل ہے کہ جس  
یہاں کے بعد آرام کا موقع ملے گا، مگر اس دنیا میں نہیں۔ اور میری زندگی کے پچھلے تیرہ برس کے عمر سے  
میں نے جس میں مشرقی تیمور میں قسے داریاں منجانی تھیں اور ان کے مقابلے میں ہاسکو کے فیصلے دستاویز  
ثابت کیا ہے۔ مگر جو کچھ ضروری ہے اس میں میری اپنی جواں لٹائی ایک قلیل حصہ ہے، جس میں اردن کی  
شرکت : ہر ہے۔ میں ان سب کی طرف نیک خواہشات کے ساتھ دینی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں جو مشرقی  
تیمور پر دے انیشیا، افریقہ، مغربی نصف کرہ ایشیا، تمام یورپ، اور دنیا اور بلقان کے ممالک میں بھی ہلکے ہلکے  
موجہ جہد و جدوجہد آزادی کے لیے حقیقی معاونت اور خوافی امداد فراہم کرتے ہیں۔

مشرقی تیمور کے معاملے میں ان تھک کوششوں کے لیے مجھ پر اقوام متحدہ کی تائید بھی لازم آتی ہے،  
اس سسٹم کو اتنے عمر سے تک زندہ رکھنے میں جس کا مرکزی کردار رہا ہے۔ تمام ملکوں کے پیش نظر، ساری  
مشکلات کے باوجود، اقوام متحدہ نے سخت شنید کا سلسلہ جاری رکھنے میں ثابت قدمی دکھائی ہے، اس امید پر  
کہ ایک نیا ایک دن، دنیا کے دوسرے ممالکوں سمیت مشرقی تیمور میں امن و امان قائم ہوگا۔

ایسا کوئی اور ادارہ موجود نہیں جو تاریخ و اعتبار کے لحاظ سے اقوام متحدہ کی جگہ سے سکھ ہم اس  
حقیقت سے سرف نظر نہیں کر سکتے کہ 1940 کے عشرے میں جب اس کی ابتدا ہوئی تھی انڈونیشیا کی قومی  
آزادی کی تحریک میں اقوام متحدہ کی مدد سے نہایت ہم کردار ادا کیا تھا۔ جب انڈونیشیا کی قومی اتحاد جمہوریہ  
نواب دینی طاقتوں اور اس کے اتحادیوں کی مدد سے نہایت کے خلاف بے مثال بہادری اور ہمت کے ساتھ  
برسر پیکار تھی، اسی حامی اور کے نے بدستور اس کو آئینہ غرق خونی پشت پناہی میں کی تھی اقوام متحدہ کے  
اخلاقی مبادی کے باعث دلدین کی حکومت اور اس کے اتحادی اتنی آزادی سے قومی کارروائی نہیں کر سکے  
جس طرح دوسری نواب دینی طاقتیں اقوام متحدہ کے 1945 میں قیام سے قبل کر رہی تھیں۔ اس حقیقت  
کو ہرگز بھلایا نہیں جانا چاہیے۔ لہذا عالمی عوام ان کے مفاد کے پیش نظر دنیا کو آنے والے ماہ و سال  
میں اقوام متحدہ کو مستحکم کرنے کے لیے جتنا بھی ممکن ہو ضرور باغ و بانہ کرنا چاہیے۔

یہ بات حقائق صاف کہہ دی جانی چاہیے کہ میں حقیقت بتانے کے لیے میں چپ دار ہونے کے  
ساتھ ساتھ عقل مندوں سے بھی کام لیتا ہوں گا۔ میں صدقہاں سے اپنی کتابیں کا اعتراف بھی کرتا ہوں اور  
اس کے حصول کے لیے اپنے آپ کو بدلتے کے لیے اقدام بھی کرنے میں گمراہ میں خود بھی اس اصول  
سے ہیرا نہیں چھلے گا۔ میں اپنے غصے اور عداوت کے جذبات کو نظام اور دوسرے بد شخصیت جذبات کو  
تک لپیٹتا ہوں، اور اس کے دنی کار میں بغیر کے لیے ہم کو اپنی قلب مابیت بھی کرتی ہوگی۔

مشرقی تیمور کے لوگ بہت جرم نہیں وہ درگزر کرنے میں اور اپنی تہذیب کو بھولنے میں کچھ ہی نہیں

کہتے ہیں کہ برٹش وہ اپنے لیے اپنے سانچے کے لیے اور پتے علاقے کے لیے جتنی امن کے خوش مند ہیں۔ وہ مذہبی بھائیوں اور بہنوں سے اپنے شتے استوار کرنا چاہتے ہیں اور اپنے درمیان میل ملاپ اور برادرت کے جذبات پیدا کرنے کے راستوں کے حوالے ہیں۔

یہی حرا کا جذبہ ہی مساوت کی بنیاد دیتا ہے۔ ہمیں مشرقی تیمور میں ہونے والے انسانی حقوق کے جدوجہد مسائل کو حل کرنے کی سنجیدہ کوشش کرنی چاہیے۔ ہم نے تو بلی شتی پٹی میں ڈال دی ہے۔ ہم نے انصاف اور امن کا ایک گنیشن بنا دیا ہے، جو مسائل کو حل کرنے کے لیے مقتدر قوتوں کا ہاتھ بٹانے کے لیے بروقت تیار رہتا ہے۔

انسانی حقوق کے خود مختار انٹرنیشنل مشرقی تیمور چھتے رہے ہیں اور نتائج دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ وہاں کیا کیا جانا چاہیے۔ پہلے قدم کے طور پر کراؤنٹش ریاست کے انسانی حقوق بیچ ٹیل (Pahca Sila) کے پانچ اصولوں کی بنیاد پر مشرقی تیمور کے سیاسی سیروں کی رہائی کی اشد ضرورت ہے۔ امن کے سرورداشت کا تھوٹے ہیں۔ ایک، ہم قدم ہوگا۔

خوانین و حضرات، میں آپ کو دور دورے کی حیرت چاہتا ہوں کی اس سبکی میں، میرے پیش رو کی ٹیل پر اسرائیل کے سابق وزیر اعظم، انجیرانی اسحاق مائین نے، نیو یارک میں تقریر کرتے ہوئے، جب ان کی صدر عرفیت سے تاریخی مدقات ہوئی تھی، کہا تھا "میں دین کی بند کرو۔"

میں بھی اس، ٹیل کو اپناتے ہوئے کہتا ہوں کہ "میں دین کی بند کرو۔" میں یہ میں "عظم و تہم بند کرو، متحد و تہم بند، تنازعات سے بے بیزار کرو" کا اضافہ کرنا چاہوں گا۔ آئیے، ہم ایک میز کے طرف بیٹھ کر ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں، اس لیے کہ ہم مشرقی تیمور کے مقام کے دونوں کو طویل عرصے کے لیے جاری نہیں دیکھنا چاہتے۔ میرے خیال میں انور دینے میں کوٹیل کینٹ کا اور اس کے صدر Francis Sejersted کا بھی بنیادی مقصد یہی ہے۔

خوانین و حضرات، مشرقی تیمور کو مثبت فراہم کیا جا چکا ہے کہ اس محترم اسٹیٹ میں ان کے حدود پیروں کو کوٹیل ہوئی آؤنوں کے ذریعے اس کو ساری دنیا میں سنا جائے۔ مگر میری خواہش ہے کہ مشرقی تیمور کی طرف دنیا کو اس طرح تیزی سے متوجہ ہونا چاہیے جس طرح اس قومیت کے دھڑے آفت زد و خالقوں میں مسائل حل کرنے کے لیے اقدام کیے گئے ہیں۔

دنیا میں اور بھی جگہیں ہیں جہاں ایسی قومیت کے مسائل ہیں، جہاں لوگ تیمور کی جیسی ہیبت ناک کیفیت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ مگر ان کی امداد کے لیے جانتے سمجھنے والے بھی نہیں۔

میرے ہمارے گھروں پر چٹوں کی پیدا کردہ دیکھ بھری خبریں وہ تصاویر کو بھرا رہی ہیں۔ جیسا کہ

فیراؤنچ پیپر (Antonio Vieira) کہتے ہیں: ”جنگ کا یہ عفریت کیا کر رہا ہے کہ کھیس کی شدتیں پہ خدا بھی محفوظ نہیں۔“

میں تمام نیک نیت انسانوں سے، بالخصوص ان سے جو صاحبِ پا اقتدار ہیں، اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان بے شمار تباہات کے حل تلاش کریں۔ ایسے مل جو انصاف درہم آگئی کی بنیاد پر ہوں، تاکہ بنیادِ حقوق کا احترام کیو جائے۔

میں ذرا بڑے بڑے کے صاحبِ ہنر سے بھی، اپیل کرتا ہوں کہ وہ کرہ عرض کے طول و عرض میں ہونے والے رسل و رساک کو سچائی اور رحم در نہ خدا ہوں کا پابند کریں، ایسے خدا ہوں کا جن میں بغیر کسی جانب داریت پر بھروسے کی سچائی پر معنی سمجھنا کی تعمیل کی آزادی ہو۔

قیل ہی کے کہ میں آپ سے اجازت چاہوں، میں دنیا بھر کے نوجوانوں کو، بالخصوص مشرقِ تہذیب کے نوجوانوں کو ایک پروگرام دینا چاہتا ہوں۔

”سمان آئیں میں ہٹے ہوئے ایسے نازوں کا پارچہ ملتا ہے جس میں ہر آنے، ان نسل کو دنیا میں پرامن زندگی بسر کرنے کے لیے اپنے حصے کے تجربات شامل کرنا فرض ہے۔ میرے دنیا بھر کے پیارے نوجوانو! آپ کے کامز میں ہر اس ذمے داری کا بخوبی ہے کہ آپ آئے والے کل کو ایسے سمان میں بدل دیں جس میں امن، ہم آہنگی اور بھائی چارے کی نواں دہائی ہو۔“

پیارے نوجوانو! میں اپنی باتوں سے کھنگن کر ہندوستان کے عظیم شاعر، ہندو متیوں کی حکیم کا ایک نکتہ پیش کرنا چاہتا ہوں:

جہاں اک کنوں کے پھول کے ماتند ہوتا ہے  
وہاں زندگی میں جو فقط اک بار کھلتا ہے  
اسے خالص نہ ہونے د

کوئی بھی واقعہ فقط ایک تنہا حرکت نہیں ہوتا۔ مشرقی تیمور کے ہم دو بیڑوں کو نظر ہونے والی تھی۔ ہونا اور مجھے، فوٹیل من تمام اس لیے عطا ہونا ہے کہ عوام کے بہت سے سربراہوں اور اداروں کی محنت و مشقت سے یہ واقعہ حقیقت کا روپ دھار رہا ہے۔

اس سچے میں سب سے پہلے تو مارٹے کے شاہ، ران کی ملکہ کی خدمت میں شکریہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اس محترم اجتماع میں شرکت فرما کر مشرقِ تیمور کے عوام کے دلچسپی پر مرہم دیکھا ہے۔

میں مشرقی تیمور والوں کی جانب سے فوٹیل من کمیٹی کے ارکان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ان

کے چاہنے والے پر نظر کر رہی ہے۔

مادے کی حکومت اور پریمان کے ارکان! میں نے کئی مہینے کے فیصلے پر کتاب کسراپ کا بھی شکر گزار ہیں۔

میں ہسٹال اور دیہاتی دوست اقوام کا، اور ان محترم شخصیات کا بھی جنہوں نے نوبل سن خواہ کے لیے ہمارے نام پیش کیے ہیں شکر گزار ہیں۔

دنیا بھر کے تمام تہذیبوں کے جو یہاں موجود ہیں میں ماننا چاہتا ہوں کہ ایک جہتی کا نقشہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مقدس پاپ جان پل یونیم کی خدمت میں بھی، جنہوں نے مشرقی تیمور کے عوام کے دیکھوں پر، محمد اپنی نظریہ میں لے رکھی ہیں، میری فرزندہ احاطت اور میرا دھرم، کہ میں یسوع مسیح سے ایک جہتی اور وفاداری پر تائید آدم رہیں گا۔

پاپائے اعظم کے کمیشن برائے اقلیت، امن کے لیے، باختم کمیشن کے صدر کا ڈائریکٹر راجر ایچارے (Cardinal Roger Etchegaray) کے لیے عین محترم کے عین جذبات جنہوں نے کھمبائے تیمور سے براہ راست روابط رکھے۔

میں دھرم کے مذاہب کے ان دوستوں کو پیسے فراہم کر رہا ہوں جنہوں نے سوچ بچار اور بھادوانہ دھرم سے یہ ممکن بنایا کہ نوبل کا امن نو مشرقی تیمور کے کیتھولک کلیسا کو ملتا ہو۔

ان تمام غیر سرکاری اداروں، انسانیت پسندوں، کلیسا سے منسلک گروہ اور افراد سے بڑی مانگنی ہوئی کریم اس موقع پر اپنے شکرانے میں ان کو فراہم کر رہی ہوں جو غیر رسمی طور کے، خاموشی سے محنت کرتے رہے کہ تیموریوں کو فی طرغیہ امداد پہنچتی رہے اور جنہوں نے پوری کوشش کی کہ تیمور کا مسئلہ کرڈنیشن کو مشوں میں فن ہو کر نہ رہ جائے۔ ہم ان سب کو اپنی خوشیوں میں شریک دیکھنا چاہتے ہیں۔

آخر میں دنیا بھر کے ڈی مائیڈ کے ارکان کی خدمت میں تھمرے جذبات۔ انہوں نے ہم کو ثبات دی کہ جس کے ذریعے دنیا تیموریوں کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لیے ان تمام افراد کو سلام پیش کرتا ہوں جو تیمور کے بارے میں اخلاقیات کم پائپوتے ہیں، جو اپنی جان خطرے میں ڈالتے ہیں، جس میں سے کچھ مشرقی تیمور کی مٹی کے پیوند بھی ہو چکے ہیں۔

کوئی جوہر شے کا خالق ہے اور ہر ذی روح کا باپ ہے، ہم کو قوت بہت اور دانش عطا کرے گا، تاکہ ہم انسانی بنیادوں کے لیے جہد کریں، جس لیے کہ ان میں سے ہر ایک خدا کی شبیہ جیسا ہے۔ (Gen 1:26)

## خطبہ — ہوزے راموس — ہورٹا

جہازت تپ دارمیان ثنائی، عزت تپ رکان نوٹیل کمیٹی، صدور، وزیر اعظم، جناب عالی! آپ سب کی اجازت سے میں اپنے ابتدائی کلمات، Camões, Fernando Pessoa, Agostinho Neto, Jorge Amado and Xanana Gusmão کی نبوت میں ادکنا چاہوں گا۔ اندونیشیہ کی پچھلے اکیس برسوں کی دشمنانہ نوآبادی اور تہذیبی جبر کے پوجوہ جس نے صدیوں ایک زبان اور ایک تہذیب کو بے بسی سے مٹانے کی کوشش کی ہے، جو خدا زاپا کج سو برسوں کے عرصے میں ۷۰ رے علاقے تک پہنچی تھی، مشرقی تیمور میں تو متواتر قیدی کے ساتھ زندہ ہے۔

نوٹیل امن انعام حاصل کرنے والے مشرقی تیمور کے دوسرے پڑگان فرد (پسے ہمارے مسترم ہشپ کاروں بیو) ہونے کے مارتے میں اپنی تاریخی وراثت اور شعور کی نئی کمروں کا اثر میں اس خطبے وائس زبان کے بعد وکسی زبان میں شروع کمروں جو وہ دنیا کے پانچ علاقوں کے دو سو پچاس افراد متحد کرتی ہے۔ نہایت محبت جذبہ ہمارے ساتھ میں ہشپ کاروں بیو کے ساتھ 1996 کا نوٹیل امن انعام وصول کر رہا ہیں جو مشرقی تیمور کے تمام کو عطا کیا جا رہا ہے۔

میرا کبھی نہ ختم ہونے والا عقلمند ان لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے مجھے انعام کے لیے نامزد کیا تھا۔ میں عمر بھر ان کا احسان مند رہوں گا، اور میں ان کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کے عطا کردہ عظیم تحفے، صحت اور دانش، امن کی خدمت کے لیے ہمیشہ بروئے کار لائے جائیں گے، صرف اپنے ملک ہی کے لیے نہیں، بلکہ ان تمام علاقوں کے امن، سلامتی، آزادی اور جمہوریت کی خدمت کے لیے جہاں تک میری ٹیچنٹ آواز سنی جا سکے۔

نوٹیل کمیٹی کے ارکان میری کار کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ہم کو 1996 کے امن انعام کے لیے منتخب کیا ہے۔ آپ کا کم از کم کے آفت رسیدہ، دردم خیزیت لوگوں کو کشادہ و وفا سے یاد رکھنا اور باجمت طریقے سے ریا متوں کی جبروت کے سامنے ڈٹ جلا اس عظیم ملک کی زبان اور تاریخ کے بارے میں بہت کچھ کہہ دیتا ہے جس نے دوسری عالمی جنگ کے شہریت کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا تھا۔

پچھلے کچھ برس میں ماروسہ نے تاریخی دشمنوں کے درمیان گفت و شنید اور امن کے حصوں میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ مشرقی یوگلی اور مرکزی امریکا میں، آپ کی محنت و فطرت، تنظیم ریلوں اور موجودات

طریقہ کار نئے ثابت کر دیا ہے کہ دنیا کے ہنگامہ پیچیدہ تنازعات حل کیے جاسکتے ہیں اگر کوئی غیر جانب دار ثالثی کرنے والے جج میں موجود ہو بشرطے کہ تنازعات میں اچھے ہوئے فریق جنگ ختم کرنے کے خواہش مند ہوں۔

ماروسے کاسٹاریکا اور پینتالی وغیرہ جیسے چھوٹے ممالک تنازعات کے حل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں جس میں بڑی بڑی زور کو رطبتیں ماکام ہو جاتی ہیں۔ سیاست اور ثالثی بڑی طاقتوں کی کااستحقاق نہیں ہوتی۔ چھوٹے اور اوسط درجے کے ممالک، جن میں نو سلطانیات کے جراثیم نہ ہوں، اور اخلاقی راستہ بڑی بین الاقوامی طاقت ہو وہ تنازعات میں اچھے فریقوں میں گفت و شنید کے دروازے کھولنے میں زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔

## مشرقی تیموری کلیسا

1996 کے امن انعام کا اصل جیتنے والا ہر روحانی رہنما تو کارلوس بیلو ہی ہے۔ جو اصل بیلو مشرقی تیمور کے عوام کی روحانی نگہداشت، اخلاقی راستہ سازی، منزلت، شناخت، امن و آشتی اور آزادی کی تلاش کے جذبات کا جسم ہے۔ کارلوس بیلو کی شخصیت میں مشرقی تیمور کے عوام اپنے وجود کو درپیش موزائک کے خطرات میں روحانی سکون اور احسان کی تحفظ کو دیکھتے ہیں۔

مشرقی تیمور کے عوام کا سب سے بڑا دشمن کے کلیسا کی حکمت ہے۔ لہذا 1986 کا نوٹل امن انعام بھی پورے کلیسا، بہت مصلحتی، مایوس، عام کارکنوں اور مشرقی تیمور کے عوام کو فوج عقیدت کے نام پر ہے۔

میرے جیسے کا نوٹل امن انعام Peace and Democracy Dom Martinho da Costa نام کے فاؤنڈیشن کو ملے گا۔ میں جانتا ہوں ایک عظیم شخصیت کے لیے یہ ایک حقیرانہ ثمران عقیدت ہوگا جس نے اپنے کلیسا اور عوام کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا ہے۔

## تحریک یک جہتی

میں ان تین اداروں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے ماضی میں میرے عوام کو کم مشہور مگر نوٹوں کی نظر میں بڑی اہمیت کے اعلا سے نوازا ہے۔ Bergen کے انسانی حقوق فاؤنڈیشن کے پروفیسر تھورالڈ رافو (Thoralf Ruffo) کی کیل فورڈ کے گلسمن سین (Glenzman) فاؤنڈیشن کو اور دی ایک میں قائم United Nations Peoples Organization کو میرا دست بستہ سلام پہنچے۔

دنیا کے بہت سے حصوں میں کھڑے ہونے اپنے مردوں عورتوں اور بچوں کو جس اپنی تحشیوں میں تحریک کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے ہم کو اپنی زندگی کے کتنے قیمتی سبق عطا کیے ہیں۔ ان کی فیاضی یک جہتی

تحریک کے بغیر آج ہم کہیں زیادہ نفس اور تہمت ہوتے۔ ہمارے کچھ ساتھی اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں جن میں Denis Freney, Michelle Turner, Michel Robert, Carlos Vilares شامل ہیں اور وہ خوب صورت تریاکی طبی سائنس دان تھے (Sarah Taylor) بھی، جس کو طویل علویہ نام کے صرف پندرہ برس ہی کی عمر میں لگا دیا گیا۔ ہم نے سب کو ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

انگو، کیپ ورڈے، انٹی بساؤ، موزمبیق، براؤن، اور پیرسے کو میری خصوصی مبارکباد اور دانگی تھوڈیس دوست اور موزمبیق کے صدر ملکیت جیم تھیس (Jaquim Chissano) کے لیے جنہوں نے ہماری خوشیوں میں شرکت کے لیے اوسو کے سفر کی دعوت اٹھائی۔

آپ شہید شہانیوں کے سنا نے میں بھی ہمارے موٹس رہے تھے جب دنیا کے نزدیک ہمارا وجود ہی نہ تھا، یا ہم کو بھیا رڈالنے کے آسان طریقے بتائے جا رہے تھے۔ توئل کی اس شہیدوں سے میں آپ کے آنجنابی پیش رہ صدر سبورا میٹیل (Samora Malsés Machel) کے لیے پناہ فرماتا ہوں جو عمر زمیں افریقا کے عظیم فرزندوں میں سے تھے۔

میرا خصوصی اور عظیم شکر یہ انگو کے بڑے ابا و دوسو ساتھی (Jose Eduardo dos Santos)، کیپ ورڈے کے مسکریش، ماسیر (Mascarenhas Monteiro)، انٹی بساؤ کے نیو ویر (Nino Vieira) اور براؤن پیرسے کے صدر کے لیے اور ان کی دوستیوں اور فیصلوں کے اعتراف کے لیے۔

آپ کے عوام اور مائیک نے ہماری تہائی کے دنوں میں ہمارا ساتھ دیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ دنوں میں بھی آپ ہمارے ساتھ رہیں گے۔

انگو کے عوام کے طرف ہمارا دست یک جہتی و دوستی دہا رہے، جو ہمارے قصورت سے کش نیا وہ پریشانیوں میں گھر رہے رہے تھے اور سب بھی قومی ممانعت کے تکلیف دہ عمل سے نرا رہے تھے۔

انگو نے صیبیا اور جنوبی افریقا کی آزادی کے لیے بہت جدوجہد کی ہے۔ پھر بھی پرتگالی زبان بولنے والے دنوں کے انگو اور موزمبیق کے کھاراکا طرحی دھڑلے میں آج ہے، جو انہوں نے جنوبی افریقا کی آزادی کے مسئلے میں ادا کیا تھا۔

## پرتگال

اس مہترہ شہیدوں سے ہمیں اپنی طرف سے اور مشرقی تیمور کے محامی جانب سے دانگی شہر میں کما چات ہوں پرتگال کے محامی پرتگال کے صدر اور اپنے عزیز دوست، بھروسہ و اصول پسند انسان ڈاکٹر ہونگے سپاؤ (Jorge Sampaio) و ران کے پیش رہ ڈاکٹر مار یوسو (Mário Soares) کو۔

عزت و تہ، جناب مجدد آپ سے درخست ہے کہ آپ اپنے قیادت گھیز اور نیاف، موجود اور  
مہلت، امکان پاریمان اور حکومت کو، ان کی مردانہ کوششیں اور، رتی جدوجہد آزادی میں "عادت کے لیے  
ہماری دی قومیت سے آگاہ کریں۔

کئی برس تک آپ نے اپنے شرائط دادوں کی ہے تو جی بک و شعی کے جذبات کے خلاف یورپی  
یونین میں تھا فلائیال لاری ہیں ماہ نے نہ صرف مشرقی تیموریوں کو بک و شعی کی دوسری قومیت پر بھی  
واضح کر دیا ہے کہ اصول اور اخلاقیات پر تجارتی معاہدات کوئی نہیں ہوئے ہیں۔

## برازیل

میں حال ہی میں برازیل گیا تھا، جہاں ہر ایک نے میری والدہ کی استقبال کیا تھا۔ میں ہمارے  
جذبات کے ساتھ صدر ہوزے سارے (Jose Sarney) سے درخواست کروں گا کہ وہ صدر فرماؤ  
ہماری کارڈوسو (Fernanda Henrique Cardoso) کو اور ان کی معرفت سے برازیل کی عظیم مملکت اور  
میں کے محترم کو ہوزے جھین کے جذبات سے آگاہ فرمائیں۔ Betinho, Dom Paulo Evaristo اور  
Dom Helder Gamara، برازیل کے ملک و ملت ہوا کے شعور کو اور پوری دنیا کو میری گرم جوش تہنیت  
پہنچے۔

## جہالت و تہ!

یہ تحریر اصل میں کی ہے جسے آج اس جگہ پر پڑھنا تھا۔ وہ مدت، برداشت و رتدہ کی حالت ایک ممتاز  
شخصیت ہے۔ وہ شخص کوئی قوم کے بغیر، صرف اس کے بارے میں اپنے تصورات کے آزادی اور اپنے  
عوام کی عظمت کے سبب قید خانے میں بھیجا ہے۔

مشرقی تیمور کے عوام کا رہنا زانا (Xanana Gusmão) اپنے ملک سے خراش میں دور  
ایک قید خانے میں ہے جہاں اس سے رابطہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ 1993 میں اس پر چھکے جانے والے  
مقدمے کو پوری دنیا میں سلامت کا نشانہ بنایا گیا تھا، جو ان کی طرح پر جمہوریہ اندر نیٹیا کے بانی کے قوم سوچکارو  
(Sukarno) کے اندر کی عقیدے اور حرمت عیسائی جاننا اقدام سمجھا جاتا ہے۔

میں زانا اور اس کی معرفت اپنے پیارے دوستوں نینو کونس سانتانا (Nino Konis Santana)،  
ڈیوڈ ایکس (David Alex)، تیمور ملات راک (Tahur Matan Ruak)، فرماؤ آراؤ جو (Fernando  
Araujo) اور تمام مشرقی تیمور کی خیمبر کے قیدیوں کے آگے جو مشرقی تیمور اور اندونیشیا کی جیلوں میں بند ہیں،  
شدید کا نشانہ بنائے جانے والے خراش اور ان بچاؤں اور خیمبروں کے آگے اعتراض اچھا مرقم کر رہے ہیں۔ میں



مردانے اور بڑے جان دیے، اور ان کو بھی اپنا سلام پیش کرنا ہوا۔  
 زمانہ کی معرفت ہے عوام کے آگے بہ کمال احترام، وفاداری اور انگھارا اپنا عرض کرنا ہوں اس لیے  
 کہ وہ شہید تھا، حقیقی ہیرو اور اس کے جانی تھا۔

## انڈونیشیائی عوام کا نیا نظام حکمرانی

1965 میں انڈونیشیائی عوامی نظام کے مشرقی تیموری ہی اکیلے شکار نہیں تھا۔ تیس  
 برس سے انڈونیشیائی عوام بھی قتل عام، قید اور تشدد کا شکار تھے اور ان کے اوپن، میٹا فیس، عقلمند اور  
 دوسرے رہنماؤں پر پابندیاں لگا دی گئی تھیں۔ مسلمان، کیتھولک، بدھ مت اور ہندو مذہب کے پیروؤں  
 سب کو اپنے حصے کے تیر کا سامنا ہے۔ آئندے عوامی نظام کی کوئی غیر تعصبات پر مبنی ہے تو وہ تیر مسئلہ  
 کرنے کی پابندی ہے۔

میں ان لاکھوں انڈونیشیائیوں کو خراب عقیدت پیش کرنا چاہتا ہوں جو خود اپنی آزادی اور جمہوریت  
 کی جدوجہد کے دوران جان سے گئے، نئے نظام کے قید خانوں میں مرنے والے یا جو جھٹکے، المانیہ  
 سوویت روس اور مغربی یورپ میں نقل مکانی کرنے پر مجبور کر دیے گئے تھے۔ میں بہتوں سے ملاقات کر چکا  
 ہوں اور اپنے عوام کے دشمنوں اور شہداء کے بارے میں گھنٹیوں طرے باتیں کر چکا ہوں۔

## یہودیوں کے قتل عام سے حاصل ہونے والے سبق

1933 میں، یورپی عالم گیر جنگ کی شروعات سے چند ماہ قبل واشنگٹن میں منعقد ہونے والی  
 National Meeting for Moral Rearmament میں، میری ٹریڈین سے صدر روزنڈیلٹ کا ایک دلہن سوز  
 پیغام پہنچا تھا۔

تین اسی وقت جب کانگریس کے ممبرین صدر روزنڈیلٹ کا پیغام ملے گا تھے اور انہیں بھاہے  
 تھے جنہی سے آنے والا نوسو یہودیوں سے بھرا ایک بحری جہز رٹا کے ساحل پر ٹکرائے اور انھیں کے  
 فیصلے کا انتظار کر رہا تھا کہ مسافروں کو ریاست ہائے متحدہ میں پناہ دی جائے یا ان کو وہاں نہ بھیج دیا  
 جائے۔

آخر کار شائق کران کو مہاجرین کی حیثیت دیے جانے کی درخواست رد کر دی گئی ہے۔ وہ پستان  
 میں جرمن National Meeting for Moral Rearmament کے اختتامی نمائندوں کو قتل نہیں کر سکے  
 تھے کران کو درپیش عقیدت کا خطرہ حقیقی تھا۔ وہ نوسو آدمی، عورتیں اور بچے جرمنی واپس بھیج دیے گئے اور ان  
 میں سے بہت بڑے بچے کے موت خانوں کی بھیجٹ چھ گئے۔

Jewish Holocaust کے نصف صدی سے زیادہ عرصے بعد تک، اور اسرائیل اور امریکا کے صلے

ہندوؤں کی تسلی بخشی کے بعد وہیں جہاں بھی وہی رڈیا اٹھایا جا رہا ہے جس نے آج بھی اس قسم کے جرم کے ارتکاب کی اجازت دی ہے۔

رہنے سرائی کرنے والے رہنما، مصلحین، ادیب اور سیاسی جوشی تعصب اور امتیاز میں غیر جانبداری کا ڈھونڈ رہا ہے جس میں ان کو چھوٹی قوم کے ساتھ سیاسی، مذہبی، مرگکب ہونے والی بڑی قوم اور بے رحم فوجوں کے ہاتھوں کم زور مقام کے استحصال کے جرم کی ذمہ داری قبول کرنی چاہیے۔

آج بھی یہودیوں کے معبودوں کی سب حرمتی کی باری ہے۔ خانہ بدوش افراد کے خلاف آج بھی تعصب برتا جا رہا ہے۔ اعلیٰ مقامی افراد بھی اپنی آنکھوں سے اپنے جہادوں میں ہونے والے ہونے دیکھ رہے ہیں۔ ان کی تہذیب، ان کے عقائد، سنیاتوں کی کچھنی کا سامان بنائے جا رہے ہیں۔

ماضی کے یہودیوں اور آرمینیائیوں کی طرح گریوں، خانہ بدوشوں، غریبوں کے رہنے والوں، آسٹریلیا کے، مل، ہندوؤں، نیوزی لینڈ کے ماؤریوں، New Caledonia کے کاکائیوں، مغربی صحارا کے ہندوؤں اور امریکا کے اسی ہندوؤں کی طرح مشرقی یہودیوں کو بھی تاریخ کا خیمہ اور قاتل صرف محوم بنایا جا رہا ہے۔

## سرد جنگ کا خیمہ

مشرقی تیمور کے تارے بہرہ جہنگ کے سیاسی سیاق و سباق میں جوش کیا جا سکتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ 1975 کے موسم بہار میں ایک تصویر اخباروں کی سرخسری بنی تھی۔ جس میں تصویر کا حوالہ دے رہا ہوں جس میں بچے کچھ سفارت کاروں کی آٹلی اسے کے طرہ زمین اور چند مراعات یافتہ افراد غنیوں کو اس وقت ملائے کے لیے ایک امریکی سٹی کا پٹر، نیٹان میں IKS کے سفارت خانے کی چھت پر اترتا دکھائی دیتا تھا جب بیت کا ٹنگ کے ہاتھوں میں نیٹان کا سقہ ہو رہا تھا۔ تصویر نے مزاروں الفاظ سے کہیں بہتر طریقے سے بند چینی علاتے سے امریکہ کی پسپائی کا منظر پیش کیا تھا۔

ایک اور بڑا عقلم میں Horn of Africa میں، ایک برس قبل بنیاد پرست فوجی السروں کے ہاتھوں امریکا کے طویل ترین اتحادی اتحادی اتحادی کے بیل سلاسل (Haile Selassie) کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا تھا۔ اس کے مزید جنوب کی جانب پرانی سلطنت کا زوال ہو گیا تھا۔ یہ تمام واقعات بھٹن جاسوسی (Lyndon Johnson) کی domino theory کو پیش کر رہے تھے جس کی بنیاد پر بند چینی علاتے میں امریکا نے مداخلت کی تھی۔

اسی geopolitical سیاق و سباق میں صدر جیرالڈ فورڈ (Gerald Ford)، جی ہری کسنگر (Henry Kissinger) دسمبر 1975 میں اپنے ایشیائی دورے میں جکارتا بھی گئے تھے تا کہ اس علاقے کے رہنماؤں کو اس بات کا یقین دلائیں کہ سیاست ہائے حمہ، امریکا پیش کے تحفظ پر کیے گئے اپنے وعدوں کا پاس کرے گا۔ مشرقی تیمور پر کیا جانے والا حملہ جو فورڈ کی جگہ سے رائج کے چند گھنٹوں بعد ہی ہوا تھا،

1975 کی سرحد جنگ کا ایک ضمیمہ تھا۔ درجہ کے آنے والے دنوں، ہفتوں، دو برسوں میں بلاک ہونے والے بحری ویت نام کی جنگ کے بعد کا ضمیمہ تھے۔

## نوآبادیاتی سرحدوں کی حرمت

ان واقعات کے قریب دو برس بعد، جون 1974 میں، Timorese Social Democratic Association کے سربراہ کی خارجہ کی حیثیت میں، جو ایک مسیحی تھیں، پرتگالی، میر جکاٹا جانا ہوا تھا۔ مجھے انڈونیشیہ کے وزیر خارجہ جناب آدم ملک (Adam Malik) سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ ملاقات کے متن دور کے بعد ملک صاحب نے مجھے ایک خط لکھا تھا جس کا کچھ حصہ یہ تھا:

تیمور (شرقی) کے عوام سے استثنائے بغیر، ہر ملک کی آزادی بر قوم کا حق ہوتا ہے؛

— مستقبل میں آزادی کے حصول کے بعد جو بھی تیمور پر حکمرانی کرے گا، لڑائی لڑنے کے مفاد میں اندونیشیا کی حکومت ہمیشہ اس سے جیسے تعلقات، ولایتی اور تعاون استوار رکھے گی۔

ایک برس بعد ملک، اپریل 1975 میں، پھر اندونیشیا گیا اور صدر سوہارتو (Suharto) کے بڑے مشیر جنرل علی مورٹو (Ali Murtopo) سے ملاقات ہوئی، جن سے میں نے دوستانہ تعلقات کی باہمی خواہش کو دہرایا تھا۔ حزب مورٹو نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اندونیشیہ شرقی تیمور کے علاقوں پر کوئی دھمکی نہیں رکھتا۔ اس کے باوجود جلد ہی ہمیں پتا چل گیا کہ ایک اندونیشیائی جنرل کے الفاظ اتنی ہی آسانی سے رد کیے جاسکتے ہیں جتنی آسانی سے ان کیے گئے تھے۔

کچھ ہفتہ محض گزرے تو مسائل کو حل کیا جانا ضروری ہے۔ کیا اندونیشیہ کا مشرقی تیمور پر کوئی جائزہ تاریخی حق ہے؟

جمہوریہ اندونیشیہ کی موجودہ سرحدیں Dutch East Indies ایک صدی پہلے اور تیس۔ مغربی نیو گنی کو تاریخی، تہذیبی اور نسلی قرابت اور جغرافیائی تسلسل کی وجہ سے جمہوریہ میں ضم نہیں کیا گیا تھا۔ صرف ایک ہی کڑی تھی جس نے مغربی نیو گنی کے انتظام کی تائید کی تھی مختصر عرصے کے لیے ولندیزی نوآبادیت کا قبضہ۔

برسوں کانفرنسوں میں افریقائی خاندانہ یک طرفہ نو تشکیل کا ذمہ دار آقا کے افریقہ کے مسائل کو ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ مگر نوآبادیاتی سرحدوں کے غیر منصفانہ حرام ہی کی وجہ سے آج وہاں کچھ امن اور استحکام ہے، جس نے افریقہ، لاطینی امریکا اور ایشیا کو پارہ پارہ ہونے سے بچا دیا ہے۔

عراق کے صدر صدام (Saddam) نے بھی ویت نام کے ڈرلے سے مرے سے سرحدوں میں تبدیلی کی کوشش کی تھی جو اس کے اپنے خیال کے مطابق غیر منصفانہ نوآبادیاتی وراثت تھی۔ بحرین پر ایران کا بھی دھمکی ہے۔ نام فہماد غیر منصفانہ حدود بندیوں کی بنیاد پر؛ لاطینی امریکا میں بھی ریاستوں کے درمیان کچھ تنازعے چل رہے ہیں۔

## عوام کا حق خود ارادیت

مغربی دنیا کے Chinagong Hill Tracts، Bougainville، Kurdistan، Sri Lanka، India، Tibet، Czechya، Ogoni West Papua تک کھڑیوں اور پناہ سب سے بنیادی حق طلب کر رہے ہیں۔ اور اگر ہم ان کے دھڑوں اور مسائل کی قدر مشترک تلاش کریں تو وہ عوام کے حق خود ارادیت کے بند وہ کچھ اور نہیں۔

زیادہ تر معاملات میں علاقہ کی کا مطالبہ نہیں ہوتا۔ لوگ صرف ایک قوم کی حیثیت میں اپنی زبان اور اپنی تہذیب کی بقا کے طالب ہوتے ہیں۔ جس میں ان کی سرزمین اور ان کا ماحول قارت کر nationalism سے گھوڑ رہ گئے۔ جب ان کے مطالبات پورے نہیں کیے جاتے تو وہ دوسری نوعیت کی جدوجہد کے ساتھ اپنے مطالبات میں اضافے بھی کر دیتے ہیں۔

جب نوآبادیتی دور ختم ہو رہا تھا اس زمانے میں جہاں مقامی حکومتیں نہیں ہوتی تھیں وہاں حق خود ارادیت کی آواز میں آزادی کے مطالبے کیے جاتے تھے۔ گرائی کل کے حالات میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ نوآبادیاتی کامیوں کے سب سے نمایاں خطہ شمال مشرقی تیمور اور مغربی صحرائیں۔ مغربی صحرائے کے معاملے میں قوم متحدہ کا دارہ علاقائی طاقتوں کی جوڑ توڑ میں یہ فعال رہ گئے۔

کسی ملک کی عدالتی سرانیت کا تحفظ ہی وقت کا مسئلہ ہو جاسکتا ہے جب وہ لوگ جو قدر میں ہوتے ہیں ملک کے مقامی افراد اور قوموں کے بنیادی مطالبات اور حق ہشتات کا پورا ادا کر رکھتے ہوں۔ وحشیانہ طاقت کا استعمال لوگوں کے خوابوں اور حق ہشتات کو خاموش یا گت تو ہوتا سکتا ہے مگر ایک نہ ایک دن یہ سب سب سے اٹھ اٹھ کر ملک کو کھڑے کر دیتا ہے۔

## مشرقی تیمور کے عوام کا حق خود ارادیت

مشرقی تیمور کے عوام کا حق خود ارادیت وسیع پیمانے پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مغربی صحرائے کے ہسپانوی عدالت کے علاوہ قوم متحدہ کی decolonization فرمت پر 1960 سے مشرقی تیمور سب سے بڑا علاقہ ہے جسے اب تک حق حکومت نہیں دیا گیا ہے۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اس مسئلے پر اب تک دو قراردادیں منظور کر چکی ہے۔ بین الاقوامی عدالت "پرتگال بمقابلہ آسٹریلیا" مقدمے کے 30 جون 1995 میں اپنے فیصلے میں کہہ چکی ہے کہ حق خود ارادیت سب کے لیے یکساں طور پر ہے اور مشرقی تیمور کے عوام بھی اس کا حق رکھتے ہیں۔

## پہلے سے لگائی گئی شرائط کے بغیر مذاکرات اور GNRM Peace Plan

اسرائیل اور فلسطین کے درمیان امن کے مذاکرات اور جنوبی افریقہ کی جمہوریت کی قلبِ مہریت ہمیں نئی امید فراہم کرتے ہیں کہ سرطرفین میں مسائل کے حل کی سیاسی بصیرت ہو تو تمام باقائے حل مسائل حل کیے جاسکتے ہیں۔

آج کل کمرے میں مشرقی تیمور کے ہر مکتبہ فکر کے رہنما موجود ہیں، جن میں سے کچھ تو مشرقی تیمور سے پرستار ہیں اور آسٹریلیا سے آئے ہیں۔ میں مب کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا چاہوں گا کہ ہم سب اقوام متحدہ کی سرپرستی میں کسی شرط کے بغیر انڈونیشیائی مابینہ قدر سے تیار ہونے کے لیے مذاکرات کا عمل شروع کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اپنے ملک کے عوام سے مکمل مشاورت کے بعد Xanana Gusmão نے اس منصوبے کی منظوری دی تھی جس کو GNRM Peace Plan کا نام دیا گیا ہے، اور جو 22 اپریل 1992 کو یورپ پر میں نے پیش کیا تھا۔

GNRM Peace Plan تیار ہونے کے عمل کی وہ میں سب سے معنیٰ قدم کے نفاذ میں اب بھی موجود ہے۔

## پہلا دور — انسانیت کا دور

اس دور کی پوری طرح نافذ کرنے میں دو برس کا عرصہ لگ سکتا ہے۔ اس میں تینوں گروہوں کو اقوام متحدہ کے ساتھ مل کر ”حق خود ارادیت“ کے مرکزی مسئلے کو چھوڑے بغیر وسیع بنیاد کی ”confidence building measures“ (CBMs) کو نافذ کرنا ہوگا۔

CBMs میں تمام قیدیوں کی رہائی، تشدد اور سرسری نزاعوں پر عمل درآمد پر پابندی اور علاقے میں انڈونیشیائی فوجوں میں کمی پر عمل کیا جانا شامل ہونا چاہیے۔

میں یہ خیال کرتا ہوں کہ انڈونیشیائی کوثر مندو کیے بغیر فوری عمل کیا سکتا ہے۔ ان سے انڈونیشیائی بین الاقوامی حیثیت میں اعتماد بھی ہوگا اور علاقے میں اس کی موجودگی پر اعتراض بھی کم ہوگا، اور حالات میں تبدیلی بھی آئے گی۔

وقت کی پابندی کے پیش نظر اس منصوبے کا پندرہ ستمبر اس خطبے کے تحریر کی ستمبر کے ساتھ منسلک کیا جا رہا ہے۔

## دوسرا دور اختیار خود انتظامی، پانچ برس کے لیے

دوسرے دور میں پانچ سے دو برس تک سکتے ہیں، حتمی سیاسی خود اختیاری کا عرصہ ہوگا جس میں

جمہوری طور پر مقامی منتخب اسمبلی کو فی سے اختیارات سونپ دیے جائیں گے۔

دوسرے دور کے آخر میں، علاقے کی خود مختار حیثیت کو باہمی اتفاق سے بڑھایا جائے گا۔

پہلے کی غرت زوونلا ست، فوج، کی موجودگی کے بغیر ایک وقتے کی آزادی کا لطف اٹھانے کے بعد

شرقی تیمور کے باشندے اس انتظام کے مزید کچھ حصے کے لیے بھی بڑھ جانے پر تیار ہو سکیں گے۔

اس کے برعکس، پہلی پہلی نسلیں، پورٹو گیزی کے موصوع کے روئے "راحماس میں پہلی شرقی تیمور

کو چٹایک آزاد مسمایہ بن جانے پر راضی کر دے گی۔

## تیسرا دور حق خود ارادیت

اگر سارے گروہ اس پر راضی ہو جائیں کہ تیسرے دور میں فوراً شمولیت کی جائے تو تو حق خود

ارادیت پر اتمام متحدہ ملے شمول کا انتظام کر دے گی جس کے نتیجے میں اس علاقے کی مقامی حیثیت طے ہو سکے گی۔

اگر بعد میں چاہا اور شرقی تیمور آزاد ہو جائے تو، خواتین و حضرات، مجھے، چارٹ ویجیہ کہ میں آپ

کو بچے ملک کے مستقبل پر اس علاقے میں اس کے ارد گرد کے بارے میں تصور میں شریک کروں۔

## مستقبل کے بارے میں ہمارا تصور

شرقی تیمور میں بڑی تہذیب کے چھ ماہے پر ہے، امیلانیشیائی (Melanesian) تہذیب، جو

ہمارے پہلی پہلوں کو جنوبی اوقیانوسی علاقے سے مربوط کرتی ہے، ملائیائی۔ پنی نیشیائی تہذیب جو ہم کو

جنوبی ایشیائی علاقے سے، اور، ملینے، جنوب ایشیائی، جو تقریباً پانچ سو سال پہلے پہلے تھائی لائڈاوت کا ورثہ

ہے۔ یہ ایک وسیع تاریخی اور تہذیبی کیفیت ہے جو ہم کو ایسی منفرد حیثیت میں دیکھ کر کرتی ہے جس میں ہم

علاقے کے موصوع کے درمیان تعلقات اور باہمی اشتراک کے پل تعمیر کر سکتے ہیں۔

## پر تگال

شرقی تیمور پر تگالی سے قریبی تعلقات قائم رکھنے کا جس نے تقریباً پانچ سو سال تک ہم پر حکومت کی

تھی اور آج ہم کو حق خود ارادیت دلانے میں سنجیدہ ہے۔ پر تگالی اور شرقی تیمور ASEAN کے دہرے

ہم شریک کار ELA، فریج اور ملینی مریکا سے بھی تعلقات قائم کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

## آسٹریلیا اور بحر الکاہل کا جنوبی علاقہ

شرقی تیمور کے تارکین وطن کی اکثریت آسٹریلیا میں آباد ہے۔ یہ خود اس کے گریس شرقی تیمور

کے معاملے میں آسٹریلیا کے گمنام پر اس کی ہر گھڑی ہم آسٹریلیا کے شہر تزار میں کہ اس نے ہزاروں مشرقی تیموریوں کو جہنم میں پہنچا دے کر اپنی اعلیٰ قدرتی کا ثبوت دیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آسٹریلیا کی موجودہ اور ماضی کی حکومتوں کے نمائندوں نے مڈل ایسٹ کی حکومت پر مشرقی تیمور میں انسانی حقوق کی کیفیت کے بارے میں زور دیا ہے۔ کسی اور مشرقی ملک نے اس بارے میں استقلال کا مظاہرہ نہیں کیا ہے۔

ہم ہماری عالمی جنگ میں ایک ساتھ لڑے ہیں اور مشرقی تیمور کے لوگوں نے بھی اس مشترکہ مقصد کے لیے اپنی جانیں دی ہیں۔ اور اب مستقبل میں، ہم مدد کے لیے آسٹریلیا کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ایک خود مختار مشرقی تیمور آسٹریلیا سے قریبی تعلقات کا اور South Pacific Forum کی رکنیت کا خواہاں ہوگا۔

## ASEAN اور APEC

میں سمجھتا ہوں کہ یہ راہنمائی میں دیا کے اس علاقے میں اپنے ممالک کے ساتھ ہماری دوست کے ساتھ رہنے پر مجبور رہا ہے۔ اس لیے ہم اپنی آزادی حاصل کرنے کے چند دنوں کے اندر ہی ASEAN اور APEC کی رکنیت حاصل کرنا چاہیں گے۔

## ایک علاقہ امن کے لیے

ہم متحدہ وارلڈ ٹریڈ میں رکھیں گے۔ اپنے خاصہ تحفظ کے لیے ہم ایک "مثالی غیر جانبداری" ہے۔ ہمیں اس کے جس کے خاصہ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کا قیام کے مستقبل ممبران ہوں گے۔ ہم تو اس متحدہ اور اپنے ممالک سے توقع کریں گے کہ وہ دوسرے علاقے اور مشرقی تیمور کے اطراف کے ممالکوں پر اپنی ایک علاقہ امن و ترقیات کی تشکیل کا اعلان کریں گے۔

## قانون کی عمل داری

ہماری کوشش ہوگی کہ ہماری سیاست ایک مستحکم جمہوریہ ہو جس کی بنیاد ایسے قانون کی عمل داری پر ہو جو ہمارے عوام کی خود ہمت اور ایک آزاد اور جمہوری انتخاب کے عمل سے تخلیق ہوئے ہیں۔

## انسانی حقوق اور بین الاقوامی فرسٹ

ہم بین الاقوامی حقوق کے معاہدے پر ایمان کی توثیق کے لیے پیش کیے جائیں گے۔ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ انسانی حقوق سرحدوں سے آگے ہوتے ہیں اور انھیں ریاستی حاکمیت پر فوقیت ہونی چاہیے۔

ہم ابتدائی دوروں سے ہی تعلیمی انتخاب میں انسانی حقوق کو ایک مضمون کی حیثیت میں شامل کر رہے تھے۔ ہم عملی طور پر ایک خیریت منہ رکھنے والے ملک، غیر سرکاری اداروں اور ذرائع بدھ سے سہارا لے کر اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی مشین کو مستحکم کر رہے۔

## عام معافی اور قومی منہ ہمت

مشرقی تیمور میں انڈونیشیائی نظامیہ پولیس اور سکیورٹی کے حکام میں کام کرتے والے مشرقی تیموریوں کو آزاد تیمور سے ٹھٹھ نہ نہیں ہونا چاہیے۔ ان کی بد رفتاریوں میں رہیں گے۔ ایک خوشگوار تبدیلی کے ذریعے آزادی کے حصول میں اور ملک کے چلنے میں ان کی عملی شمولیت کی شدید ضرورت ہوگی۔ ہائی سوسائٹی کی بنیاد انتظام پر نہیں ہوگی۔ اپنے اعتبار اور رتبے کے باعث کیتھولک کلیسا کو ہائی سوسائٹی کے عملی شمولیت میں بڑا اور اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔

اگست ۱۹۷۵ کے مختصر عرصے کے بعد میں بہت سے مشرقی تیموری مارے گئے تھے اور بہت سارے حملے کے بعد بھی مارے گئے تھے، اس لیے کہ اس تحریک کے رہنما ہیں، جن میں جس سے منسلک تھے، مصنف اور جیٹا دونوں کا کردار ٹھوس سنبھال ہوا تھا۔

## قومی تعمیر نو اور ترقیات

مشرقی تیمور نسبتاً ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ مگر ۱۸۳۸۳ مربع کلومیٹر رقبے اور (۱۹۷۴ کے اعداد و شمار کے مطابق) ساٹھ لاکھ آبادی کے اعتبار سے دنیا کی کم از کم چالیس ممالکوں میں سے ایک ہے، تو چھوٹا بھی نہیں ہے۔ یہ ملک زیادہ تر زرعی اشیاء، گوشت اور مچھلی کی پیداوار کے معاملے میں خود کفیل ہے۔ اس میں تیل، قدرتی گیس، منگنیز اور manganese کے، جو شیشہ سازی کے کام آتی ہے، بڑے ذخائر ہیں۔

حملے کے دوران ہزاروں افراد بے گھر ہو گئے تھے۔ زیادہ تر لوگ چلے جا کر تیار چھوڑ کر بھاگ گئے، ان کو فائر آتش و ہستیاؤں کی فوجوں کی طرف سے قتل کیا گیا اور کچھ لوگ لاپتہ ہو گئے۔ ان کے گھرانے کی مدد و ہست کا منصوبہ بنایا جائے گا تاکہ تیار لوگ بے گھر مشرقی تیموری اپنے اعداد و شمار پر واپس آ سکیں۔ ہم عوام کے لیے مفت عام تعلیم اور صحت کی نگہداشت میں یقین رکھتے ہیں۔ تنخواہ دار فوج نہ رکھنے سے جو بچت ہوگی وہ ان سہولتوں پر صرف کی جائے گی۔ عائلی صحت کے تعاون سے ہم پیرا، چھپو، دکانی قسم کی دھرمی بیماریوں سے بچنے کا رپہ لے کر پیش کر رہے۔

## انڈونیشیائی تارکین وطن

اس وقت اندازاً ایک لاکھ انڈونیشیائی تارکین وطن مشرقی تیمور میں رہتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر فلسفین



تین جوہارے ملک میں بہتر زندگی کی تلاش میں آئے تھے۔ شرعی تیمور میں آلودہ اندونیشیا کے تاریکین وطن کو خوش آمدید کہا جائے گا۔

## سویاتو کی حکومت کی کارگزر ری، اور اب اسے کیا کرنا چاہیے

کئی بھی بیان داری سے چھٹیں کہہ سکتا کہ پٹرل سپلائر کی تین سالہ حکومت نے کئی اچھے کام نہیں کیے ہیں۔ پچھلے تین برسوں میں اس نے سماں دیکھا ہے۔ سوہارتو کی حکومت نے اندونیشیا کی معیشت کو حد درجہ منسب سے ہی گمر ملک کو معاشیاتی مانگیر بنا دیا ہے۔ معیشت کی تعلیم، صحت، عائدہ اور غذائی پیداوار سماں دار مدد ہے تک پہنچ گئی ہے۔

صدر سوہارتو کو اپنی قیادت کی جاتی کے ثبوت کے طور پر تمام قیدیوں کو رہا کر دینا چاہیے اور اندونیشیا کے سب سے بڑے، وائب (Pramoedya Ananta Toer) کے رہنے، بابائے اندونیشیا مرندو بنگ کارو کی جیٹ میٹرونی سوکارنو پترنی (Megawati Sukarnoputri)، اندونیشیا کے سٹا وایس (Lech Wałęsa) کی رپا کہاں (Mukhtar Paksa) کی بنیاد (Sri Bintang) اور اندونیشیا کے عظیم ماسر ماحولیات جارج جیٹرو (Adijondro) کو غیر دسے فردانہ اذیتوں سے چاہیے۔

PRD کی قیادت اور اس میں شامل مجاہدین اندونیشیا کے بہترین فرزندوں میں سے ہیں۔ ان سب کی پکڑ دھکڑ کے بجائے ان کے مستقبل کے بارے میں مذاکرات کے لیے تھوڑے بہت میں دھمکتی دینی چاہیے۔

## اندونیشیا میں پرامن جمہوری تبدیلی کی سرپرستی

کئی بھی ملک، خواہ وہ قدرتی نعمتوں سے لٹائی مال کیوں نہ ہو، اپنے تئیں ایسا جزیرہ نہیں کہہ سکتا۔ ہر لمحہ سکڑتی ہوئی دنیا اور مسابقتی ماحول میں، جہاں جدید برقی دسل و رسائل آمیزش کی دی ہوئی تہریکی خاموشی کی ہندشوں کو توڑنے لگتے ہیں، اندونیشیا شرعی تیمور کے عوام کے حق خود راہیت کی خواہشوں کی اور خود اپنے ملک کی قانونی حکمرانی کو مدد نہیں سکتا۔

اسکے دو تین برس میں خود اندونیشیا میں بھی تغیر آئے گا۔ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ریا ستھانے متحدہ، کناڈا اور یورپی یونین کو اندونیشیا میں اسکی ترقی پذیر مگر جمہوری اصلاحات کی ہمت افزائی کرنی چاہیے جس میں قانون کی حکمرانی اور مشرقی تیمور کی خود راہیت کے لیے سنجیدہ کوششیں شامل ہیں۔

## بین الاقوامی کمیونٹی کا کردار

ہم نے اپنے مستقبل کے بارے میں خوش امید رکھنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اندونیشیا اور ASEAN میں شامل اپنے تمام مساجد کی طرف ہم ملتی کا متحدہ ہر حلقے میں اور ان سے مشرقی تیمور کی آزادی کی کوششیں

میں ہاتھ بٹانے کی درخواست کرتے ہیں۔

امریکا، کاناڈا، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، جاپان اور انڈونیشیا کے دوستوں کے ساتھ مل کر، اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کی سربراہی میں، چارٹیڈ یونین کو بائیکاٹ کرنا آرٹ آگے بڑھانے کے لیے زور دیا جاتا ہے۔  
مغربی امریکی انتظامیہ کی سب سے بڑی طاقت ہے جس نے انڈونیشیا اور مشرقی تیمور میں حالات کو تبدیل کرنے پر زور دیا ہے۔ میں صدر کلنٹن (Clinton) کا شکر ادا کروں کہ انھوں نے مشرقی تیمور کے معاملات میں دلچسپی لی ہے۔ میں ان سے درخواست کرتا ہوں اپنی جواں ہمت توانائیوں اور رامنڈی کے استعمال سے اس تنازعے کا ایک مستقل حل تلاش کرنے کی کوشش کریں، جس کو انھوں نے ایک بار unconscionable کہا تھا۔

## مغرب اور فروختِ اسلحہ

ہم یہ نہیں سمجھتے کہ انڈونیشیا کو مکمل معاشیاتی پابندیوں کی مر دی جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کسی ملک پر معاشیاتی دباؤ ڈالنے سے اس کے جمہوری غمخیز رکھنے والے بچے کی فزائش اور اس کے رویے میں مثبت تبدیلی پیدا کر سکتی ہے۔

پھر بھی، ہمیں یہ سوچ کر ہی سہاہیت آنے لگتی ہے کہ مغربی ملک، جو انسانی حقوق کے بارے میں بلند ہنگامے پر فخر کرتے ہیں، وہی سب سے زیادہ تنہو رہتا ہے جن جنھوں نے دہائی جنگ کے دوران، ترقی پذیر ملکوں میں جس دیکھ سے زیادہ انسانوں کی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

زمینی دہشت گردی، شہر کے آلات، کلکٹر ایم اور کیمپل ہتھیار انسانوں کو اذیت ناک موت دینے کی غرض سے ایجاد کیے گئے ہیں۔ ان کے شکار زیادہ تر عورتیں اور بچے ہوتے ہیں۔ سارے ایجاد کرنے والے، ان کے کارخانوں میں کام کرنے والے اور سیاست دان بھی گئے اپنے پیارے خاندان بھی ہوتے ہیں، تو پھر اسے انسانوں کو کچھ پہنچتے وقت یہ سب اگلے بے حس کیوں ہو جاتے ہیں؟

## انسانی حقوق اور "ایشیائی قدریں"

برما، چین، لینڈ، فلپائن، جنوبی کوریا اور چین اور انڈونیشیا میں ابھرنے والی جمہوری طاقتیں وہی کر یہ بتاتی ہیں کہ انسانی حقوق مغرب کی ہی ایجاد ہیں۔

مزاروں ایشیائی جنھوں نے فیملی، بچاؤ، رجون اور بیچنگ کی عرصوں پر اپنی جانیں دی ہیں ایسی مام نہان "ایشیائی قدریں" کے لیے نہیں مرے ہیں جو ایشیائی کے عوام کو ویسے ہی بنیادی انسانی حقوق دینے سے انکار کرتی ہیں، جیسے کہ یورپ، لاطینی امریکا اور افریقا کے بے شمار ملکوں کے عوام کو حاصل ہیں۔

## جنوبی کوریا

جنوبی کوریا کے محکمہ جنسوں نے ضوئل امریت بورڈوئل سرے کے قبضوں کو ہلاکت کیا تھی  
جمہوریت کی جدوجہد میں کامیاب ہوئے تھے، مگر ہندوئ کے زور پر نہیں، اپنے اتحاد کے ذریعے جو  
سول (Seoul) یوکرنگ (Kwangju) کی گلیوں میں فوجیوں سے رت بہت لڑائیوں کے ذریعے  
کامیاب ہوئے تھے۔

جنوبی کوریا کے محکمہ بھی ان کو معاف کر کے اپنی بلند نظری کا ثبوت دے سکے تھے جن جنسوں نے کبھی  
ان پر ظلم ڈھائے تھے۔ تاریخ میں ایسا بھی ہو ہے کہ متقدم اور اربہ ناکام خیرات میں معاف کیا جاتا ہے۔  
مگر جو آئی قمار میں تھا نہیں انھیں انھیں کے نام پر ہمارے کے نظام کو ترقیب سے پرہیز کرنا چاہیے۔  
موت کی سزا کو ختم کر دیا جانا چاہیے اور کوریا کے بہبود محرم کو سرین صدر چن (Chun Do Hwan)  
(Hwan) کو سزا دینی موت کی سزا کو ختم کر دیا جانا چاہیے۔ کبھی مثال قائم کرنی چاہیے۔ میں اس مقام  
سے اپنے کوہنی بھائیوں سے عین کرتا ہوں کہ ان سے جو شکست کھا رہے تھے، مگر پہلہ نہیں۔ فتح میں  
بھی انسان کو فیصلہ رسوں ہوا چاہیے۔

میرا

میں ہمارے کے بہادری اور ان کی منتخب کردہ رہنما آنگ سان کی (Daw Aung San Suu Kyi)  
کو جمہوریت، قانون کی حکمرانی اور انسانی حقوق کے لیے کی جانے والی جدوجہد میں اپنے دلی اتحاد کی یقین  
دہانی کرتا ہوں۔

ایسے وقت میں جب ASEAN کے کچھ ممبروں SLORC کی قیادت سے مل کر ہمارے محکمہ کو جمہوری  
فتح دہانی سے چشم پوشی کر رہے تھے ہم کو ہمارے جمہوریت کی بحالی کی کوششوں کی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے کھڑے  
ہو جانا چاہیے۔

یورپ اور امریکا کی ستارش کی جانی چاہیے کہ ان کو قیادت نے ہمارے SLORC کی عائد کردہ  
پابندیوں کے خلاف جمہوریت کی بحالی کی کوششوں میں اضافی سیاسی اور معاشی امداد فراہم کی ہے۔  
میں امید میں ہوں کہ والے Forum of Democratic Leaders کے اجلاس کے قائدین کو  
ڈے چیف (Kim Dae Jung) اور کوری آکینو (Cory Aquino) کی جانب سے تسلیم کی جانے والی  
سفارشات کی ہم نوا کرتا ہوں۔

## چین، تائیوان اور تبت

جب 1975 اور 1976 میں اقوام متحدہ کی سیکورٹی کاؤنسل مشرقی تیمور پر غور کر رہی تھی، چین ہمارا قریب ترین اتحادی تھا جس نے چینی حکومت کا دس سے بہت قریب ہو کر کام کیا تھا۔ چار دوسرے مستقل مکان کی بے توجہی سے باوجود چین غیر مستقل ارکان کی مدد سے مشرقی تیمور کے بارے میں دو قراردادیں منظور کروانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اسی لشکر اور تحسین کے احساں کے ساتھ میں چینی قیادت سے درجنوں ست کنوں کا کردہ آزادانہ تقریر، قانون کی حکمرانی اور جمہوریت کی بنیاد پر ایک کھلے معاشرے کے لیے اپنے محام کی خوبصورت کا اعلام کریں۔ آخر، یہ وہی تو حقوق ہیں جن کا آئینہ جیسی ہر چینی باشندے کو دینے کا وعدہ کرتا ہے۔

چین کے بھرتیوں میں سے ایک دائی زنگ زین (Wei Jing Zhen) بھی ہے جس کی مدد حقیقت کا نیا ہونا ہے جب کہ چینی کے محام اور ان کا ملک ان سے فائدے حاصل کر سکتا ہے۔

تائیوان کے محام نے اپنی ذہنی ابھرت، اسے تاریکی کے باعث امن اور جمہوریت سے وابستگی کا ٹکڑا رکھا ہے۔ جب کہ تائیوان کی جانب سے چین سے کوئی تنازعہ نہیں ہے، اور جب تک کہ دونوں ممالک کے انتظام کے سسٹم میں کوئی پیش رفت نہیں ہوتی، میں سمجھتا ہوں کہ مذاکرات اور امن کی خدمت ہونی اتر تائیوان کو بصر کی حیثیت سے قوم متحدہ میں شمولیت کی اجازت دے دی جائے، جیسا کہ ماضی میں جنوبی اور شان کوہیلا، جنوبی اور شان ویت نام کے سسٹم میں آیا تھا۔ چین نے آخر ن کے معاملے میں تو کوئی تعرض نہیں کیا تھا؟

چین کو امن اور اہتمام پسندی کے بارے میں تبت کے محام کی آواز پر بھی دھیون دینا چاہیے۔ کئی برس ہوئے تبت کے روحانی رہنما محترم دورنی زامو نے تبت میں امن کے چینی اسلوب اختیار کو سن کا ایک معتدل منصوبہ بھی پیش کیا ہے۔

## قبرص

قبرص، جو جمہوری ریالات اور بادشاہت کی ایک شان دار مثال ہے، تقسیم ہے اور اس پر ایک NATO اتحادی کا قبضہ بھی ہے، جس کی چٹھوں اور سمندر سے بھری تاریخ سب کے سامنے ہے۔

حال ہی میں مجھے Kykko B Lyceum کے Glasses C11 اور G22 کے طلبہ نے کوسیا سے اپنے خط میں لکھا ہے:

”آپ کا وطن سمندر کے اُس پار کا ایک محبوبہ علاقہ ہے۔ یہ ماوطن Mediterranean کے آخری

مرے تک جزوی طور پر قبضے میں ہے۔ ہم ایک تقسیم شدہ شہر میں رہتے ہیں اور ہمیں خط تقسیم پار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔“

Kyiko B Lyceum کے طلبہ سے میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ قدیم آرمینیا کی طرح تم لوگ بھی ایک دن اپنا گم کردہ زمین کو پاؤ گے۔

## قیامت کے پیشین گو

پچھلے چار برسوں میں دنیا بڑے ڈرامائی انداز میں تبدیل ہو چکی ہے اور Irreversibility اور status quo کے نظریہ ساز صورتوں کے انکار کو وجہ سے معتبر ہوئے ہیں۔

کون کہہ سکتا تھا کہ آرمینیا کے عوام، جن پر سیکڑوں برس سے اذیت برس رہی ہے، ایک دن اپنے ملک کو پس حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟ چوتھی دنیا نے حبشہ کے عوام کے خلاف سرکاری طور پر امریکا، روس اور کیوبا سب نے س تجویزیں سے قوم سے پہلو تکی ہے۔ روسی قوموں، اسرائیل اور فلسطین نے جو ازلی دشمن رہی ہیں ایک تکلیف دہ مذاکرات کے عمل کی شروعات کرنے کی ہمت کی ہے۔ جنوبی افریقا میں، سابقہ دشمن اپنا ایک مشترکہ گھر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

آخر میں قسمت کی پیشین گوئیوں کے لیے، حکومت میں مثالیں تو گویں کے لیے جو ہمیشہ ہمیں حقیقت کا ایک دیتے نہیں تھے، اجازت دیجئے کہ میں ان کو ایک بڑی پی پی پی کی ایک شہر پر دور دوں۔

یہ واقعہ ہے 1991 کا جب میں سوئٹزرلینڈ کے ایک چھوٹے سے شہر Nyon سے پٹی کار میں اقوام متحدہ کے جنیوا میں واقع دفتر جا رہا تھا، ایک اور تخیلی واقعات کے لیے، اسی جگہ جہاں کچھ سفارت کاروں کے پاس اس وقت سے پہلے سائنس کے لیے بالکل وقت نہیں ہوتا۔

پی پی پی والے ہم کو ایک خند نورد کا تھریٹنا ہے۔ مجھے جو چند، وہ بھی ایک تاریخی سر پر خاک میں گیا تھا۔ جس وقت، اس کے راکٹ نے اڑان پھری تھی اس کے پاس سنات پریمین کا پاسپورٹ اور قومیت تھی جو دنیا کی سب سے خوف زدہ سردیے والی فوجی صنعت نے اس کو دیا تھا۔

جب وہ اشتراکی سر زمین کے لیے قابل فخر خلائی سر زمین کے زمین کے سفر پر روانہ ہونے والا تھا تو وہ ملک ہی بولی نہیں رہا تھا جس پر اس کو واپس جانا تھا۔ اس طاقتور صنعت کا زوال ہو چکا تھا۔ لہذا اس کو چند دن اور خلا میں چکر لگایا پڑا تھا، اس وقت تک، جب زمین پر چند لوگ یہ فیصلہ کرنے کے قابل ہو چکے تھے کہ وہ کسی ملک جانے کا۔

اس واقعے کے بیان ہی کے ساتھ میں اپنا خطاب اس امید پر ختم کیا چاہوں گا کہ ہمارے خلاف کتنی ہی وحشیانہ طاقت کیوں نہ استعمال کی جائے، ہمارے خواب کبھی نہیں مریں گے۔

خدا آپ سب پر اپنا رحمتیں نازل کرے۔

شعبہ



# یاسر عرفات شیماء پیر اسحاق رائین اعلان تجلیل

جلالت مآب، عزت مآب، محامین و حضرات!

مارچ ۱۹۹۴ء میں اسرائیل نے مشرق وسطیٰ میں امن کے قیام میں ان کی کوششوں کے لیے ۱۹۹۴ کا نوبل امن انعام، جو انعام کے اعتبار سے ایک نوبل عرفات، شیماء پیر اور اسحاق رائین کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمارے لیے یہ مسرت کا موقع ہے کہ ان ہم قیوں انعام پانے والوں کو خوش آمدید کہہ دے ہیں۔ ہمیں غم ہے کہ یہ لوگ نہایت پیچیدہ سیاسی عمل میں بہت مصروف ہیں۔ ہم اپنے قلب کو نیا دکشا دے محسوس کر رہے ہیں کہ انعام حاصل کرنے کے لیے آپ نے اس چھوٹے سے بہت بڑے ملک میں تشریف لے گئے ہیں وقت کار ہے۔

مشرق وسطیٰ کے مسئلہ پر دنیا کا اس قدر توجہ دینا محض اتفاقی نہیں۔ مشرق وسطیٰ کا یہ تنازعہ یا تنازعات، ہم سب کے لیے خاص طور سے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ مشرق وسطیٰ اس مقام پر واقع ہے جہاں ایشیاء اور یورپ ملتے ہیں۔ یہی دونوں ہیں جس میں کئی بڑے مذاہب کی جڑیں پیوست ہیں۔ اس لیے، مشرق وسطیٰ دو اہمیت ہے جس میں دنیا محو و متفلس و کھنکھاتی ہے۔ وہاں جس طرح تنازعات حل کیے، یا نہیں کیے جاتے ہیں، مشابہتیں امید پیدا کرنے کی، اور دوسرے علاقوں میں ان کو محض کرنے کی۔ اسی وجہ سے محض انعام یافتگان کی سرگرمیوں کی یہ نہیں تمام واقعات پر نہایت فہر مند کی سے یاد رکھی جاتی ہے۔

مجھے سچے ایک ذاتی مشاہدے پر کچھ کہنے کی اجازت دیجیے۔ چھ کر ہمارے نشو و نما پر دسترس پیمانی

روایت کے مطابق پہلی جنگ، دوسرے دنوں میں، ابتدائی سکس کے دوران، ماروے اور فلسطین دونوں سکس کی تاریخ اور جغرافیہ پسے کی کٹ کٹ کر بھرنی جا چکی تھی۔ وہ نہی پسے جب میں چلی بار فلسطین گیا تھا، مجھے یہ محسوس ہوا تو یہ پسے ملک میں آگیا ہیں، عرصہ دراز سے جس سے واقف ہوں مایہ نہیں تھا، کہ میں نے اس کی پیچیدہ اور خوفناک تاریخ نہیں سے پڑھ لی تھی۔ بچپن کے تصورات بھی ایسے عجیب ہوتے ہیں، وہ ملک میری یادوں میں بسا ہوا تھا۔ میں یروشلم اور جریکو (Jericho) جا چکا تھا۔ مرا تھوئی، مجھ میں سری روحانی ہے چینی پھرت تھی، جو holocaust نے ہم یورپ والوں کے دلوں میں پیدا کی تھی۔ سرخیں کی سیاست کے قیوم کے ذریعے خائف مردمان نے ایک نفاذ کیج کرنے کی کوشش کی تھی، ورثہ کیج کی کیا تھا اس کے باوجود میں نے اپنے ذہن میں زیادہ ہے چینی سریت کوئی محسوس کی، تیرہویں کے قریب واقع کیمپ کے اجڑے منظر کو دیکھ کر ہی نہیں اس ثبوت سے کہ آج پچھو دک درہر ہوئے ہیں۔ یہاں تاریخ کی کوئی انتہا نہیں ہے؟ کیا مزید ہے تھائی کیسے غیر ما تھائی کاہوا نہیں ہو سکتا؟

اس نہی کے خام یا فنان کے انتخاب کے مانتوں نے کہا ہے کہ تو میں نہیں اس تار سے سے تھے فاصلے پر ہے کہ اس کو سمجھ نہیں سکتی۔ شاید: کا باؤسی جو اس کے درمیان رہتے ہیں اس کے معانی جانتے ہیں۔ اس کے برعکس، وہی دیکھ کر اچھی طرح دیکھتے ہیں جن کی آنکھوں کے سامنے زیادہ وسیع منظر ہیں، اور وہی، ایبسن (Ibsen) کے غلام میں "کو کھلے ہاتھوں کے ذریعے، ایک ہتر تصور کے ہے" و قہوت کو دیکھتے ہیں۔ مسکریہ سے کہ ان نگاروں کو تم آجنگ کرنا متا مشکل کام ہے جس، اس نہی کے انعام یا فنان نے یا نکل میں چھوڑا ہے۔ تار سے سے درمیان رہتے ہوئے بھی انھوں نے اس سے پہلے دیکھنے کی صلاحیت قائم رکھی ہے۔

کمپنی کے نزدیک اسرائیل اور PLO کے درمیان پچھلے دنوں ہونے والے نام نہاد اصولوں کی کا مطلب یہ تھا کہ مشرق وسطیٰ کے واقعات نے نیا موز کا ہے۔ اس میں انتہائی بات یہ تھی کہ دونوں پارٹیوں نے ایک دوسرے کے وجود کا اقرار کر لیا تھا۔ کم از کم اس اقرار کے باعث کہ "تشریف و تشدد پیدا کرتا ہے" کے خلاف اس پھر سے دہرائے ہوئے پورے من ہم بدولت کے ٹھکانے کیلئے جسے معبودوں کی انجلیں کے بعد سے ترقیات زیادہ ترقی ہو گئی ہیں اس کا اطلاق اسرائیل اور فلسطینی مقام کے درمیان تعلقات، اور اسرائیل اور اس کی ہمسایہ ریاستوں کے درمیان تعلقات، دونوں پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ وزیر اعظم مائین نے کل کی پریس کانفرنس میں کہا تھا، یو سوسی اٹی نے دنیا بھر سے تعلقات کی بھرتی کے ماسے سمجھا کر دیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ تو میں کمپنی کو تنکا کرنا چاہیے تھا۔ مگر یہ کہا کہ یو سوسی اٹی کے نتیجے میں، درمیان میں، جو کچھ حاصل کیا گیا ہے اسے نظر انداز کرنے کے مترادف ہے اس کے علاوہ اگر میں اس کا تنکا کرنا پڑتا، کانٹ (Kant) نے اپنے مشہور مضمون میں جسے "بدی امن" کہا تھا، تو میں ایک عوٹل عمر سے تک تنکا کرنا پڑتا۔ امن کو بدیہہ کے لیے جیتا ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر فیصلے میں کسی عمل میں داخل



ہونے کے غصہ کو شامل ہونا چاہیے، یہاں عمل جس میں امن کا وعدہ شامل ہو۔ فوٹس امن انگوٹھوں کے لیے جوئی گئی ہیں، اور اس کی مزید کوششیں کی بہت افریقہ کے لیے دیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ انگوٹھ کے بارے میں افریقہ فوٹس کا اور وہ بھی سچی تھا۔

کمپنی کا خیال ہے کہ اس نے اس کے انگوٹھ یا فوٹس وفاق اور جو اسو میٹاق کے، اور اس پہ عمل کرانے کے سب سے نیا نیا قلم دار تھا۔ انھوں نے، بڑا بڑا بڑا، ہونے والے مذاکرات پہ نظر رکھی، اور اس پہ مٹی مشکل اور ضروری فیصلے کیے تھے کہ جو مٹی پارٹی کو یہ رعایت دی جائے۔ جنگ اور غارت کے زخم آلودہ حالت میں، انھیں اپنے متقابل کو تم سے تم اختیار دینا تھا، یہ اعتبار بھی کرنا تھا کہ امن کے لیے دیے جانے والے اسٹارے سلی تھا، اور یہ بھی اختیار کرنا تھا کہ اگر انھوں نے اپنا ہاتھ نہ دیا تو کوئی اس کو تھمے اور بھی ہوگا۔ اس شرط پہ انھوں نے اپنی سیاسی زندگی کا جو فیصلہ تھا اس کے لیے یہی بہت دیکھا رہا ہوتا ہے۔ جیسے مذاکراتی کمپنی کا میوٹی کے لیے ایک قسم کی مفروضیت ہوتی چاہیے۔ مفروضہ فریق یہ احسان کرنے کے قابل ہوں کی "لو اور دو" کا تھلا، امداد امداد مٹی پہ فتح ہوگا۔ فوٹس انگوٹھ یا فوٹس کے مستحق ہیں کہ وہ اٹھارہ رک تواریز پر قرار رکھے جس کا میاب سے تھا۔ رعایت کے بعد رعایت ہوتی چاہیے وہ عمل رک جائے گا۔ کامیاب کمپنی فوٹس کے بہت ہاتھ دیے۔ ہمیں امید ہے کہ عمل کے دوران ایسا کچھ نہیں ہو جائے گا مگر "کمپنی کے اصول" ٹوٹ جائیں۔

بہت سی وجوہات کی بناء پر، جو نیا نیا واضح نہیں ہیں، اور میں جن پہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا، فوٹس امن انگوٹھ کی عزت آتی ہے۔ اس وجہ سے فوٹس کمپنی کو ترجیح ملتی ہے کہ وہ اپنے منصب سے سب سے بہتر توں ٹھیکے، انگوٹھ انصاف کا نیا دو بار دے۔ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ ہم پہ فوٹس کے ہمارے ہمارے کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ دور سے دیکھنے والے کو، شاید اس دور سے دیکھنے والے کے لیے جو ان کی مرعات یافتہ دور پر امن کوٹے سے حق رکھتا ہے، انگوٹھ بتاتا امن، بلکہ ماں زیادہ ہی آسان ہوتا ہے۔ مذاقی غور پہ میں اس بات کا قائل ہوں کہ امن کو امن عزت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں سے کچھ کوئی رنج کر دیا گیا ہے اس طرح انگوٹھ نام پانے دار حقیقی انگوٹھ منسوب ہے۔ امن کی ہر دیکھتا ہے۔ مادہ یہ نہیں تھا کہ کسی کو ایک فوٹس کی سند مل جائے، اس فوٹس کے اپنے دیے ہوئے رجسٹرڈ ناموں کے مطابق امن کے لیے عملی کام کرنے والے کو انعام دیا جائے۔

شروعی سے کمپنی نے امن کے لیے عملی کام میں ایک وسیع تحریک متعین کر رکھی ہے اس کا حلقہ انسانی بھوننے کے کام کا ہے، انسانی حقوق سے سیاسی عمل کے راستے تک ہے، جو تحریکات کی مرئیت سے ان کو روکنے یا ان کو مل کرے اور ہمارے نام پانے والے حضرات نے، ایڈمی شدت اور بہت سے، اسی نام اور آخری ملاتے ہیں۔ غارت اور تشدد، غارت اور تشدد، جنہ دیتے ہیں۔ شرقی وسطی اس خوف ناک پھر میں شرقی رہتا ہے، شاعر خیر اور یہی بہت سوز ہو چکا تھا۔ پھر جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں، کچھ یہی

بھی تھ جو اس سے باہر نکلنے کی طاقت رکھتے تھے، جو سوچنے کی صلاحیت رکھتے تھے، اور پُر امن جمہوریت کی تلاش میں اپنی نگر پڑا رہیں۔ چھپے جاتے تھے۔ شاید ایسے لوگ ہی اس الزام پر تعریف کے مستحق ہوتے تھے۔ کیا ہمیں یہ نہیں دکھایا گیا تھا کہ کسی وائٹس کی سب سے زیادہ دشمنی کی وجہ ہے؟

ایسے ہی ایک مہینہ موقع پر میں نے یہ فوٹی شاٹ دیکھا تھا، اسٹینٹس اسپنڈر کے تصورات کو یاد کیا تھا، جب اس نے ہسپ فوٹی خانہ جنگی میں حصہ لیا تھا۔ اس کے نزدیک انسانیت کے خلاف جنگ ایک اعلیٰ مفقہ تھی، مگر ایک ایسا وقت آیا جب اس نے اپنا ہاتھ دیکھا کہ یہ تھا۔ اس پر خوف ماکہ کشاف ہوا تھا کہ جنگ اس پر کیسے ہوئے۔ یہ نہ تو ت مرتب کر رہی تھی۔ ”مجھے معلوم ہو گیا تھا“ اس نے کہا تھا، ”کہ اگر میں ہمارے جانے والے بچے کے بارے میں بد رو رعایت نہیں سوچتا تو کیا میں بچوں کے مرنے کی خبر کو فوٹی پڑا نہیں کرتا۔“ اسپنڈر میں اتنی بہادری تھی کہ وہ اپنی اس قسم کی مزاحیاتی خود احتسابی کر سکتا تھا، اور اس خوف ماکہ پھر کو توڑ کر باہر نکل سکتا تھا۔

اس طرح میں تمام پرفیکشن کے کردار کا احاطہ کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں، نہ ان کے ارادوں کا، جو وہ آئندہ کرنے والے تھے، جس کا تصور انھیں بھی خیال نہیں ہو سکا۔ میں صرف بتا رہا ہوں کہ صورت حال اتنی پیچیدہ ہے اور فیصلہ کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ مگر میرا اصل پیغام کچھ اور ہے، بہت محدود اور محدود ہے: میں توجہ مرکوز کر رہا ہوں کہ وہاں اس حیرت اور ایک سوئی کی طرف جس سے انھوں نے اسلحہ مذاکرات کے شروع ہونے کے بعد سے اہم سیاسی اقدام کیے تھے۔

تینوں نوجوان پائے والے ایسے درجات پر غائر میں جن میں ان کے پاس واقعت پر اثر انداز ہونے کی طاقت ہے۔ مگر ان کی حیثیت سب کے سامنے ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے ماحول پر ردِ تحات کی سمت پر لئے، نفرت اور تشدد کے خوف ماکہ پھر کو توڑ کر دہر نکلنے اور موافقت کی راہوں کی طرف اشارہ کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ رہنماؤں کی حیثیت میں دو امن کے حصول کی تمنا کو بھیج کر ہے۔ یہ بلا قیہ جو مقام کے دلوں میں بھی غمگینوں کے رہی ہے۔ ماضی کا اسوٹ نہیں ہو جا سکتا، مگر اس کی طرف مختلف رویے اپنائے جا سکتے ہیں۔ ماس کے سارے میں رہتے کا بھی فیصلہ ہو جا سکتا، یا پھر اس کے استعمال سے بغیر مستقبل کی قید بھی کی جاسکتی ہے۔ ہمارے انویسٹمنٹ نے آخر کار کرنا اپنانے کا فیصلہ کیا ہے، اور اب تک دوس میں کامیاب رہے ہیں۔ اب واقعت نے ایک نیا سوز کا ہے۔

معارف اب بھی پھر پھر تھوکی کینیت میں ہیں، نشانات، تمدن، قدر، تحفظ نظر آئے ہیں اور اسچھ بھی بہت دور کی بات ہے۔ پھر بھی ہمارے دوستوں نے یہ سمجھا ہے کہ معاشرت کا راستہ نکال جا سکتا ہے، بلکہ انھوں نے بڑی سمت سے اس راستے پر کئی قدم آگے کی طرف بڑھائے ہیں۔ ان کوششوں کی پسندیدہ میں، اور اس امید پر کہ جو کچھ انھوں نے شروع کیا ہے وہ جاری رہے گا، ان انھیں نوبیل امن سے نوازا جا رہا ہے: Francis Sejersted، صدر نشین، مارٹن کی نوبیل کمیٹی کی نئی

## خطبہ — جناب یاسر عرفات

جہالت تک شاہ ہارلڈ (Harald) جہالت تک عسکر سوئیڈ، پاپیسیسیر سٹین، صدر نیشنل ڈومینل امن کسٹی، عزت تک، ٹھکانین و خطرات؟

قرآن کریم سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

”جب، اگر وہ امن کے حصول پر راضی ہو جائیں، تو بھی ان کی طرف جھکو، اور مدد پر بھروسہ کرلو۔“ (قرآن کریم، 8:62)

جب سے میرے مورخ کی طرف سے مجھے اپنے مکہ و گھروں کی بازیابی کا جوش و خروش سونپا گیا ہے، میں خود ایک گرم جوش عقیدے سے برپا ہوں، کہ گھروں سے نکالے ہوئے لوگ جو اپنے گھروں کی گنجیوں کے ساتھ اپنے گئے ہوئے دست و پاؤں جسم کے ناقابل حد حق جیسے، اٹھائے ہوئے ہیں، اور وہ جو اپنے وطن میں رہنویں کو اپنے نام کی طرف سے لگائے ہوئے ہیں، ایک دن، اپنی تمام قربانیوں کے طویل، واقعی اور آزادی سے نوازے جائیں گے اور یہ بھی کہ اور سے بچے ہوئے بے راستوں کا مشکل سفر ان کی دلچسپیوں پر ختم ہوگا۔

اب، جب کہ ہم ہر امن کی کئی راست کو یک ساتھ منارہے ہیں، میں ان شہیدان کی آنکھوں میں ہلکا ہلکا ہوا ہوں، جن کی نگاہ میرے شعور میں رایت کر گئی ہے، اور اب، جب کہ میں اس شیشین پر بیٹا ہوں، وہ مجھ سے اپنے وطن اور اپنی خانی کو موٹی جھبوں کے بارے میں استفسار رہے ہیں۔ میں ان سے اپنے آسودہ چہرہ، میں بوران سے کہہ رہا ہوں: ”تم ستنے صحیح تھے تمہاری لڑائی قربانیوں نے تم کو اپنی مقدس زمین سے پیار کرنے کے قابل بنایا ہے، اس پر پھر قدم رکھنے کی توفیق دی ہے، مشکل محاذ کے لیے، امن کے محاذ کے لیے، بہادریوں کے امن کے لیے۔“

اب، جب کہ ہم اپنے لہریں تھکتی قوتوں کی دوبارہ ویدائی کا جشن منا رہے ہیں، اور اپنے مسابو سے بلند اپنے جنگ آلود گھروں کی تجدید کر رہے ہیں، جہاں ہمارے بچے ایک ساتھ کھیلتے ہیں اور پھول چنے میں مقابلے کرتے ہیں، اب، میں اپنے خستہ عرب محرم کے دوں میں قوی درانی غافل محسوس کرتا ہوں جن میں ابھی نہ ختم ہونے والی حلاج میر اور دودھنش ہے، جن کے دل وطن، تاریخ اور محرم کے درمیان ہندون کے جذبات سے برپا ہیں، جنہیں نے وطن کی قدر میں زمیں امید کا ایک نیا باب شاط کیا ہے۔

میں اس فوٹیل انجمن کو معنون کرتا ہوں ان کے نام، اس مہربان و مہر آرمہ قوم کے بیٹوں و زمینوں کے نام، صنوبر اور شبنم کی، آگ اور پسینے کی اس قوم کے نام۔ میں اس [انجمن] کو ان بچوں کے لیے رکھ رہا ہوں، جن سے وعدہ کیا گیا ہے آزادی کا، بچہ ڈاؤر تحفہ کا، بیرونی دشمنوں یا اندرونی استعمار سے آزاد وطن کا۔

میں جاتا ہوں، میں اچھی طرح جانتا ہوں، جناب صدر نشین، سر بلند پتہ ورینڈ معنی خیر انی ماریا جو ہے مجھے دیر سے شرکائے کار جناب اساقی مائین اور انکی ذریعہ فکرم اور جناب شیماس جی سے وینڈی رجا، ان کاموں میں کو تو قیہ عفا کرنے کے لیے، مگر سبب ماد کی بہت افزائی کے لیے بڑے قدموں اور عین آگاہی کے ساتھ سچے امانوں کے ساتھ تاکہ ہم مقصد حاصل کر سکیں اس کے انتخاب کی، بہادری کے گن کی، انعام سے عمل اور حقیقت تک، کہ ہم قابل ہو سکیں پیغام کو آگے لے جانے کے لیے، ہم و جس پہ ملاحظہ ہے ہمارے تمام سنے اور مائینیت سنے اور ایک آفاق اخلاق فریختے نے۔

فلسفین، جن کے قومی مذہب، اپنے عرب یونین کی طرف اس عمل اور منصفانہ امن کی خاطر، عرب امریکی دبا امن کی خواہش کرتے ہیں، جو ”زمین برائے امن“ کی بنیاد پر اور بین الاقوامی جوڑ اور تھوڑا ہذا کی تکمیل امن کے باعث، یہودیوں کی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ایک پیش بہا ٹاٹھ سے اور ہمارے منہ دیکھ سے یہ ایک حتمی ساقی ٹاٹھ ہے جو ایک فریق پر بندوں سے میرا، اس کی بھی عدالتی و مذہبی پروردگی، انفرادیت کی نشوونما کی آزادی دیتا ہے۔ یہ عرب امریکی رشتوں میں ان کی فطری ”صمیمیت“ کو تازہ کرتا ہے، اور عرب جذبے کو بعد پر بند ساقی کھار کے ذریعے یہودیوں کی لیے کے صیغہ دماک کا حق ردیتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے یہ افریقہ تازہ و یہودی جذبے کا جازت دیتا ہے اپنے بے زنجیر کھار کا، اس جذب کے لیے جو فلسفین نے اپنی شکافتہ میں کیا ہے۔ جنھیں نے قیاس کی سوں مان کے دوز کو برف افریقہ تازہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

امن ہمارے منہ میں ہے۔ اس لیے کہ منصفانہ امن کی فنی میں فلسفین، اپنی جائز آزادی اور خود اپنی حاصل کر سکتے ہیں، اپنی قومی اور تمدنی شجاعت کی نشوونما کر سکتے ہیں، سچھی سنگم رشتہ ہائے مساجد سے ہر دہند ہو سکتے ہیں اور امریکی عوام سے باہمی احترام اور تعاون کے رشتے ستوار کر سکتے ہیں۔ اس کے بدلے میں امریکی شرقی و مغربی کی اپنی شجاعت کو واضح کر سکتے ہیں اور عرب مساجد کی طرف اپنے معاشراتی اور تمدنی دیکھوں کو کھول سکتے ہیں۔

عرب اپنے علاقے کی ترقی کے محاورے ہیں، محول جنگ زدہ ہوں نے، جس کو دنیا کے جمہوری، محکمیت اور خوش حالی کے ماحول میں چنانچہ مقام حاصل کرنے سے ڈک دیتا تھا۔

جس طرح جنگ ایک بڑی بڑی ہوتی ہے اسی طرح امن بھی ایک خلیج اور بڑی سوتا ہے مگر ہم امن کو طرفین کے درمیان باہمی دما کو بدداشت کرنے کے لیے دما کی فراہم نہ کریں، اگر ہم امن کی نشوونما اس لیے دما دیں کہ وہ وقت حاصل کر سکے، اگر ہم اس کو بدھنے اور طاقت حاصل کرنے کا موقع فراہم نہ کریں تو بڑی بے کاری خدای ہو سکتی ہے۔ لہذا میں اس شریعت سے امن میں شریک، سچھیوں سے امن کے عمل کو شریعت کرنے کی درنخواست کرتا ہوں تاکہ [متبعینہ قانون سے] اور ہمیں کا عمل شروع ہوتا کر تیزی سے نئے مرحلے پر پہنچنے کے لیے توجہات کر کے جا سکیں تاکہ امن کی تیزی تیزی ہو سکیں، اس کی نشوونما ہونے اور امن ایک

حقیقت ہی راستوار ہو گئے۔

ہم نے امن کا عمل، زمین پر اے امن کی بنیاد پر اور فلسطینی عوام کے جائز حقوق کے حصول کے لیے اقوام متحدہ کی قرارداد 242 اور 338 اور دوسرے بین الاقوامی فیصلوں کی بنیاد پر شروٹ کی تصدیق کی ہے جو وجود امن کا عمل چوٹی گنجائش کی حد تک جاری نہیں ہو سکا ہے، اعتماد کیا، حوالہ دیا اور امن معاہدے کے پہلے اور دوسرے مرحلوں میں کیے جانے والے اقدامات سے بہت فائدہ ہے جس اور کارروائیوں کو آسان کرنے اور تحقیقات کو ختم کرنے کے ساتھ کرتے ہیں۔ جو کچھ باقی رہ گیا ہے، خصوصاً شہر القدس اور مغربی کنارے سے اسرائیلی انحصار اور غلط آبادیوں کے دوسرے میں اقدامات، تاکہ انحصار ختم ہو سکے، اس کو پورا کیا جانا چاہیے۔ یہ عمل ہماری سوسائٹی کو چنے بنیادی لحاظ سے خیر و شر کرنے اور اپنی وراثت اور ہم کے ذریعے ایک نئی دنیا بنانے کے مواقع فراہم کرے گا۔

میں اس سبق و سبق میں امن کانفرنس کے کچھ دنوں اور بیست دنے متحدہ امریکا سے امن کے عمل کی ہدایت میں قدم اٹھانے اور تمام رکاوٹوں کو دور کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں۔ میں مارشے اور دوسرے بھی مطالبہ کرتا ہوں، جو پہلے نمائندہ تھے جنہوں نے ایسٹرو، واشنگٹن اور قاہرہ سے شروٹ ہونے والے اسرائیلی فلسطینی معاہدہ پر اے امن کی نگہداشت کی تھی، تاکہ اس سے پیدا ہونے والے قابل قدر اقدام کی پیروی کی جائے۔ امن کے عمل، بہادری کے امن کے سرچھو ہونے اور دوسرے ملک کا بھی نام زمین ہے گا جنہوں نے شیر پہلو غنیمت شنید کی گمانات کی تھی۔

اس مرحلے پر میں دین کے تمام نمائندہ، بافوضی معیشت دینے والے ملک سے بھی درخواست کرتوں گا کہ وہ جدا اپنے حصے کے معیشت کی، اور اپنی کریں تاکہ فلسطینی عوام اپنے معاشی اور سماجی مسائل پر قابو پانے کی کوشش کریں اور اپنے بنیادی لحاظ سے خیر و شر کو ترجیح دیں۔ ضروری مادی حالت کی خیر موجودگی میں امن کے عمل کو مستحکم نہیں کیا جاسکتا، اس لیے امن چل چلا نہیں سکتا۔

میں امن کے عمل میں اپنے حصے دہوں سے بھی مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ضروری عمل اور تدبیراتی (strategic) پیش بینی کی مدد سے امن کے عمل کو مضبوط بنائیں۔

صرف اعتمادی امن نہیں رہ سکتا، مگر حقوق اور اعتماد کا احترام یہ کام کر سکتا ہے۔ حقوق کے احترام میں نا کافی نا انصافی کا احساس پیدا کرتی ہے، مگر اس میں بے ہوشی نگاہ کے کو دیکھنا چاہی ہے، امن کو تحلیل کے سراپ کی طرف متحرک کرتی ہے اور پختے یہ تیار ہے (use) کو بنیاد میں کرتی ہے۔

ہم امن کو ایک تاریخی تدبیراتی حل انتخاب کے محور پر دیکھتے ہیں، دائرہ کی طرف سے، جو ختم و نقصان کے وقتی حسابات پر مبنی ہو۔ امن کا عمل سیاسی عمل نہیں ہوتا، یہ ایک مرکب کارروائی ہوتا ہے جس میں قومی آگاہی، معاشی، سائنسی اور تکنیکی ترقیات ایک اسم کرنا دلا کرتے ہیں، ای طرح جیسے تہذیبی، سماجی اور تحقیقی نظام ضروری کرنا دلا کرتے ہیں، جو امن کا نچوڑ ہوتے ہیں وہاں کے عمل کو مضبوط کرتے ہیں۔

میں ان سب پر نظر ثانی کرتا ہوں، جب میں امن کے اس مشکل راستے کو یاد کرتا ہوں ہم جس پر چلے  
 تھے، مگر ہم نے ایک نئے رفاصلہ ہی طے کیا ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو بہت دور پہنچانی جاں بازی سے تیار کرنا  
 ہو گا، طویل فاصلے طے کرنے کے لیے، محل اور مصلحت امن کے ٹھکانے کی طرف، تاکہ ہم امن کی حقیقی قوت  
 کے عین معنی کو سمجھ سکیں۔

جب ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم امن کے ساتھ کھینچے رہیں گے تو ہمیں ایسی بنیاد پر قائم ہونا چاہیے جو  
 وقت و برسوں کی حدوں سے بلند ہو۔ مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی سے انحد کے لیے وہاں بسائی جانے والی  
 نئی سستی کے خیال پر وہاں کی سرحدوں سے غور کیا جانا چاہیے، اس لیے کہ یہ دو قحط جغرافیائی اور سیاسی حدود  
 کے مسائل پر ضرب لگاتے ہیں، اور مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی کے علاقوں کے درمیان ریل و سڑکیں کی  
 آزادی کے آڑے آتے ہیں اور تھاو کے امکانات کا باعث بنتے ہیں۔ یہ امن کی روح کے منافی  
 ہیں اور اس کی حمایت کو فروغ دیتے ہیں، ہم جس کو قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ دشمن کے سوالیہ  
 بھی اس کا جواب دیتے ہیں، جو مسئلوں، پیچیدگیوں اور پیادوں سب کی مدد خانی جہت سے متراکب ہے۔ یہ  
 فلسطینیوں کا شر ہے جہاں پیادوں کے متحرک مقامات بھی ہیں جو سلامتی اور عیسائی متحرک مقامات جیسے  
 احرام کے باق ہیں، لہذا ہم کو اس حقیقت کو چاروں طرف کے لیے مدد کی ضرورت ہے۔ آج کے دشمن مینا اور تہذیب اور  
 مذہبی وراثت کے تعلق شواہد کی طرح پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سیاق و سباق میں، ایک ایسا کام جو امن کے عمل  
 کو آگے کی طرف بڑھاتا ہے اور ہم اپنے ذہنوں کی گمراہیوں میں پھنسی ہوئی رکاوٹوں کو اٹھانے میں مدد کرتا  
 ہے، وہ عورت و قید میں لے لے ہوئے افراد کی رہائی کا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ان کو رہا کیا جائے تاکہ  
 ان کی مائیں، ان کی بیویاں اور بچے ایک بار پھر مسکھانے لگیں۔

ہمیں اس نوزائیدہ بچے کو سوچنا ہو گا، مائیں ہوگیں سے بچنا چاہیے، ہمیں اس کی پودش و دوہ اور شہد سے  
 کرانی چاہیے، دوہ اور شہد کی زمین سے، سامہ، ایچیم، اسامیل اور اسحاق کی سرزمین، اقدس کی سرزمین سے،  
 امن کی سرزمین سے۔

میں آخر میں امن کے اپنے ماحیوں جناب سخی رائین وزیر اعظم اسرائیل اور جناب شیماں چیرے  
 وزیر خارجہ اسرائیل کو خوش آمدین کہہ رہا ہوں تاکہ ہم اپنے اپنے کاموں کو جاری رکھیں۔

میرا سہارہ سلامت ملک کے لیے، مائیں کے لیے، اور ان کی کثافت کے لیے، ان  
 کی گرم جوشی صماں نازی کے لیے جو ان کی تاریخ و زمانہ کو شرافت پہنچا رہا ہے۔ میں آپ کو یقین دہاتا  
 ہوں، خواتین و حضرات، کہ ہم اپنے آپ کو دیوث نہیں کریں گے امن کے، حیل میں، نہ کہ جنگ اور مقابلے  
 میں، اس لیے کہ مجھے یقین ہے کہ اس کے بدلے میں ہماری بھی خود کو جنگ سے زیادہ امن میں درپوش  
 کریں گے۔

اللہ اکبر!

امن بھال رہی تھی  
اور نیک تمنہیں تمام اس کو کئے لیے!  
شکریہ

## خطبہ — جناب شیماں پیر

جبرست آف، ارکان مارڈیائی ٹریس کمیٹی، وزیر اعظم جناب برنڈنڈ (Brundland)، وزیر اعظم اسحاق  
ماچین، صدر تھین عرفات، ارکان مارڈیائی حکومت اور ممتاز مہمانان!  
میں شکر گزار ہوں ڈیڑھ عام کیٹی کاراؤن کے فیصے کے لیے، جنہوں نے مجھے اس مقام کے امن خور  
پالنے والوں میں نامزد کیا۔

میں اس وقت، چین کے ساتھ یہ انور کو حاصل کرنے پر سرور ہوں، جن کے ساتھ میں نے برسوں  
محنت کی ہے، چنے حک کے دفاع کے لیے، اور بتم ایک ساتھ چنے عدتے کے امن کے لیے، محنت کر  
کے تھ۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ عرفات کو عام دو جانا مناسب ہے۔ ان کا، تھاد کے راستے پر چنے کے عزم کو  
ترک کر دینا ورنہ کرات پر رغب ہونے کے ان کے ارادے نے ہورے اور فلسطینی عوام کے دوپیان امن  
کی ماہ گھولی ہے۔

میر جت جونی کے یہ کو پیچھے چھوڑے تھ اور ایک ساتھ امن کے دستے پر بھرن ہونے تھ۔ یہ سب،  
مارڈے کے عوام کی عقل مندانہ سرپرستی اور نیک خوشامد کے باعث، جسکی دوسروں میں شروٹ ہوا تھا۔  
اسنے ایما شباب سے کی میں نے سمجھا ہے کہ آروقی اپنے سفر کا منصوبہ پراعتیاد سے چارمنا ہے تو اس کو  
اپنی منزل مقصود کے خوب دیکھنے اور دیکھتے سننے کا حق حاصل ہوتا ہے جاسنا کے کھسرات اس کی عمر کے  
مطابق ہوتے تھ مگر اس کی عمر اس کے ثواب کے مطابق ہوتی ہے۔ جیوت کے قوانین کا طریق امید افزا  
تھنا پر نہیں ہوا کرتا۔

میں سفید فام رہنے کے یہ چھوٹے سے یہودی قصبے میں پیدا ہوا تھا۔ اب وہاں یہودیوں کے نام کی  
کوئی چیز نہیں رہی۔ چھپن کی سے میں نے اپنی جائے پیدائش واپس زندگی کے راستے کا ایک پڑاؤ سمجھا تھا۔  
میرے خاندان کا اور میرا خواب تھا اسرائیل میں سکونت اور جانا (Jahia) کی بندرگاہ کا سفر۔ مگر یہ خواب اور  
یہ سفر ہماری خوش نش نہ ہوا تو میں شعبوں کی غزربوگوسکا، جیسا کہ ہمارے بہت سے عوف کا حشر ہوا تھا، جن  
میں زیادہ تر ہمارے اہل خاندان تھے۔

میں اسرائیل کے قلب میں واقع ایک زرعی گاؤں کے اسکول میں داخل ہو تھا۔ گاؤں اور اس کے میدان خردار سے گھیرے گئے تھے جس نے اس کے ہزرے و اطراف کی دشمنوں کی ادھی سے لگ کر دیا تھا۔ صبح کے وقت ہم اپنے کاندھوں پر دباخیاں رکھے فصل کی کٹائی کے لیے نکل جاتے۔ مقام کے وقت ہم اپنے کاندھوں پر راتوں رات کے گاؤں کے بٹاٹے کے لیے نکلتے۔ یہ اسب کو ہم ان سے امن کی باتیں کرتے، وہ ان کے بٹاتے کے بٹاتی دن، اندھیرے میں مالک سے ملتی ہوئی گولیوں کا تالہ گماتے تھے۔

بن شیمن (Ben Shimon) یوڈیج سے میرے کامریڈ اور میں، Galilee زرعی میں واقع Kibbutz Akumot گئے۔ ہمارے پاس نہ گھر تھے نہ کچھ اور نہ کچھ کا پانی۔ مگر ہمارے خوب بند پڑا اور تصورات میں نشان تھے، ایک نئی مساواتی عقیدے پر مبنی سوسائٹی کا قیام جو اپنے تمام ادیان و عزت تھے۔ سب کچھ تو پور نہیں بولا، مگر سب کچھ ہے کار بھی نہیں کیا۔ جو کچھ پورا ہو اس نے ایک نیا پیش منظر تخلیق کر دیا تھا۔ جو کچھ پورا نہیں ہوا وہ اب بھی ہمارے ذہن میں موجود ہے۔

یوڈیج کے وزارت بٹاٹے میں مجھے ایک شخص کے ساتھ بہت قریب ہو کر کام کرنے کی سعادت ملی تھی، جو میرے خیال میں ہمارے زمانے کا سب سے عظیم یہودی تھا اور اب بھی ہے۔ اسی سے میں نے سیکھا تھا کہ مستقبل کے تصویری کوجاں کا بچہ، ترتیب دینا چاہیے، کہ انسان اپنے عقیدے کے بل بوتے پر ہی اپنے راستے کی مشکلات پر قابو پا سکے، انسان کا کام ہو سکتا ہے مگر اس کو امید کبھی نہیں ملنا چاہیے۔ ان سب سے بڑا درد میں نے سیکھا تھا کہ سب سے زیادہ درد عظیم، غور و فکر، غور و فکر ہوتا ہے۔ لہذا ان گوریاں [اسرائیل کے پسماندہ و زینہ عظیم] کا انتقال سوچنا ہے مگر ان کے تصورات اب بھی چل چل رہے ہیں، ایک نئی قوم بنانا اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن سے رہنا۔

ہم نے جو جنگیں لڑیں وہ ہم پر تصوفی تھی جس۔ اسرائیل کی داخلی افواج کے مفلس، ہم نے سب جنگیں جیت لی ہیں، مگر وہ عظیم کامیابی نصیب نہیں ہوئی جس کی تمنا تھی، افواج کی ضرورت سے رہائی۔ ہم نے ثابت کر دیا کہ خدا کی ضرورت نہیں رہتی، مگر ہم نے سیکھا کہ فلاح، ضرورتی نہیں کہ امن حاصل کر لیں۔

یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ جب جنگ انسانی مسائل کے حل کے لیے استعمال کی جاتی ہے تو وہ موت کے کرب میں مبتلا ہوتی ہے، کیا اس کی تدفین کا وقت آچکا ہوتا ہے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ تو روک ٹوک جاتی ہے مگر نفاذ اہم نہیں کر سکتی۔ راتوں میں عوام جیتے ہیں۔ اور یہ جنگ سے کس نتیجہ نکلتا ہے کہ جنگیں جیتے کے لیے، اور ان کو اس کے لیے، ہمیں بہتر آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے، بہتر مائیکوں کی ضرورت۔

ایک زمانہ تھا جب جنگیں ترجیح کی کمی کی صورت میں لڑی جاتی تھیں۔ آج من ہے جو "no-choice"



کا پسندیدہ انتخاب ہے۔ اس کی وجوہات مثبت، منہ قابلِ تردید ہیں۔ اپنی طاقت اور یہ کی طاقت کے وسائل کے تحت تھریل ہو چکے ہیں۔ اب جنگ کے ذریعے حاصل ہونے والے علاقے سے ان کی مقدار کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اب وہ دانش کی قوت کا نتیجہ بنتی ہیں، جو تعمیر سے حاصل ہوتی ہے۔

امریکی نے، جو وہ مسئلہ ایک ریگینیٹل حکم ہے، اپنے کھیتوں میں سائنس کے اطلاقی سے کام کی ذمہ داری پیدا کر لی ہے، جب کہ اس نے اپنے علاقے وسیع کیے ہیں اور نہ پانی کے تحفظ۔

سائنس کو سیکھا جا سکتا ہے، جیسا کہ نہیں جا سکتا۔ ایسی فوج جو ہم پر قبضہ کر سکے، ابھی تک تیار نہیں کی جا سکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قبضہ کرنے والی فوجیں اب، ان کی چیزیں چھٹی ہیں۔ حتیٰ کہ بلائی مقدار کے لیے بھی کوئی ملک محض فوج پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ خلائی سرجنری ballistic missiles کے لیے رکاوٹ نہیں ہیں، اور کوئی بھی ہتھیار جو برقی اختراعات کی ذمہ داری نہیں بن سکتا۔ لہذا، آج، بقایا جنگ کو یہی دانش اور اطلاقی پیش بینی کی بنیاد پر ہونا چاہیے، فوجی طاقت پر مرکز نہیں۔

سائنس، کٹناؤنگی و رابطہ کاری۔ انہی میں بڑی انقلابی ہو چکی ہے۔ سب سے پہلے جاتی قسماں کی دستیابی جہد کے رنگ اور مقام پر پیدائش پر منحصر نہیں ہوتی۔ مغرب اور مشرق، شمال اور جنوب کی قیماں جو ماضی میں اہمیت رکھتی تھیں، ایک نئی قیماں کے مقابلے میں اب اپنی اہمیت کھو چکی ہیں۔ ان کے درمیان، جو کن کے نئے امکانات کے ساتھ آگے بڑھ جائیں، جو کالی میں پیچھے رہ جائیں۔

لہذا، دنیا کو دو دستوں اور دشمنوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ اب یہ نہیں ملتا۔ آج کے دشمن عالم گیر ہیں؛ اندیس، قبضہ، مذہبی بنیاد پرستی، نہ صرف اپنی ممبرانیت، ان کی زبانیں، جوہر کی تنبیہوں کا پھیلنا، حویلی تباہی۔ یہ دشمن سب قوموں کے لیے خطرہ ہیں۔ اسی طرح جیسے سائنس و رابطہ کاری تمام قوموں کے لیے ایک نئی طاقت ہیں۔

مشاورت کاری اور حکمت عملی کا مقصد دشمنوں کی شناخت کرنا اور ان کا مقابلہ کرنا ہوتا تھا۔ اب انہیں خطرات کی شناخت کرنی ہوتی ہے، مقدماتی ہوں یا غائی، اور ان سے بڑا ڈالنا ہونا پڑتا ہے، قبل اس کے کہ وہ آفت بن جائیں۔

جوں ہی ہم دشمنوں سے بھری دنیا کو چھوڑتے ہیں، ہم خطرات کی دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور اگر مستقبل میں جنگیں پھریں تو فائدہ ہاؤ جنگیں ہوں گی احتیاط کی ذمہ داری کا احتیاج طاقت ور کے خلاف۔ طاقت ور کم زور پر قبضے کے لیے جنگ نہیں کرے گا۔

مشرق وسطیٰ کو اس فکر کو بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ قہر کا گھبراہٹ کا ہے۔ مگر ہمارے میں سب سے بڑے ہم ہمیشہ شیر خوار نہیں رہ سکتے۔

آج بھی، اپنے یا شباب کی طرح، میں اپنے شباب کے لیے بھرتا ہوں۔ میں دو [خوابوں] کا ذکر کرنا چاہوں گا: یہودی خواب کا مستقبل اور مشرق وسطیٰ کا مستقبل۔

تاریخ میں، یہودیت خود یہودیوں کے مقابلے میں گذر گیا وہ کامیاب رہی ہے۔ یہودی لوگ کم تھے مگر یہ شہم کا جذبہ طاقت ور بن گیا۔ روزوں گھروں میں انجیل ملے گی۔ کتابوں کی کتاب کا تھوڑی جلد تاریخ کی گردشوں سے کبھی مغلوب نہیں ہوا ہے۔

مزید یہ کہ، کئی بار تاریخ انجیل کے غیر رفاہی خیالات کے سامنے گولیوں سے اس بقیہ سے "کو حد فیہ عرفی خدا نے انسان کو فحش کیا، اپنی شہیدانہ صورت میں، اس آئی کے لیے بہتر اور تم تر جیسے درجات نہیں تھا، اس آگاہی میں یہ بات مثال کردی سے کہ کئی دلائل کا اہل ترین ہو کر ہے، اور شاید حسن اور بہت کا بھی۔

پچانسی کے پندرہ کے تیر اور تیس نے انسان کو یاد کر سکتے ہیں گھرانہ کی قدروں کی اس کی عظمت اور آزادی کو ختم نہیں کر سکتے۔

یہودی تاریخ انسانیت کے لیے ایک بہت بڑا سبق پیش کرتی ہے۔ تقریباً چار ہزار برس تک ایک چھوٹی سی قوم اپنے ساتھ ایک عقیدہ اپنی مہر سے چلتی رہی تھی۔ ابتدا میں اس قوم نے اپنی زمین پر قیام کیا تھا بعد میں دور دور ہو گئی۔ یہ قوم عورت کے ساتھ وختہ سے متوجہ رہتی رہی، بار بار اذیت کا شکار ہوئی، جبر و ظلم کی گئی اور کبھی گئی۔ پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی نہ عقیدہ سچائیوں میں، نہ نوآبادیت میں، نہ متعصبہ علاقوں میں کسی قوم کی جس کی یہ اس لیے اور بد قسمتی کی طویل داستان میں جو زمینوں کو توڑتی ہوئی ایک بار پھر سر قرار ہوئی میں آزاد ہوئی اور اپنے گھر کے ہوئے اجڑا کو کھلی ہوئی ایک نئی قومی مہم پر روانہ ہوئی ہو جس نے شہر کرنے والوں کو، دو غلاموں کو، دو بیوی، شکست دی، اپنی زمین اور زبان کی تہذیب کی، اپنی شہادت بحال کی اور کامیابیوں اور نصیحتوں کی بلند چوٹی پر سفر فرما دیا۔

جی نوٹ انسان کے لیے یہودی قوم کا پیغام ہے کہ اخلاقی پر مبنی تصورات ہر قسم کی مصیبت پر فتح دے سکتے ہیں۔

ہماری صدی ختم کے قریب ہے۔ اب نئے تنازعات تہذیبی ضروریات پر ہوں گے غلاتے پر نہیں۔ یہودی تہذیب صدیوں پرانی ہے، اب اس نے اپنی زمین میں جڑیں و بہت کردی ہیں۔ تاریخ میں پہلی بار تقریباً پانچ سین فیصد ایرانی کو اپنی وطنی زبان کی طرف متوجہ تھے۔ یہ نوادہ بھی سے اور کم بھی۔ زیادہ اس لیے کہ پہلے بھی تھی حدود میں ایرانی زبان کو لئے والے نہیں تھے، مگر ہم اس لیے کہ پانچ سین فیصد ایرانی پر مشتمل تہذیب مشکل سے سرایت کرنے اور کانٹے والی حافی میں اپنی وراثت تہذیب کا سامنا کر سکتے ہیں۔

امریکی کے قیام کے پانچ عشروں میں ہم نے اپنے علاقائی مرکز کے دوبارہ قیام پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔ سوشلزم میں ہماری کوششیں اپنے علاقائی مرکز کو مستحکم بنانے پر ہوں گی۔ Judaism یا Jewishness—یعنی تاریخ، زبان و زندگی کا پھول ہے یہودی ہونے کا مطلب ہے، اسے لوگوں سے تعلق ہونا جو منفرد بھی ہیں اور عالمی بھی۔ میری سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ ہمارے بچے، اپنے اپنے اس طرح، آزماں اور بناؤں نہیں ہوں گے، بلکہ وہ شافی ہند ہے کی کھتی میں تاریخی یہودی میں پچھلے رہیں گے۔

کر اسرائیل صرف ہمارے موم کا وطن ہی نہیں، ہماری وراثت کا مرکز ہوگا کہ یہودی موم وہاں سے فیض یاب ہوں گے مگر یہودی ان کے لیے بھی وطن فیض کا منبع ہوں گے۔

مشرقی وسطیٰ کے پیش تبارغ افراد نفس اور آفت رسید ہیں۔ یہاں فوقیت کے سنے دینے کی اشد ضرورت ہے، جس میں تخیل و سب سے نچے نہیے پر اور ایک علاقائی منہائی کی معیشت سب سے اوج ہے۔ اس علاقے کے نیا و تریہ کی ہر تھو فی صدم سے نیا و۔ اٹھ روہی سے عمر کے ہیں۔ ان کو ایک نیا مستقبل پیش کیا جاسکتا ہے۔ اسرائیل نے اپنی تعمیر کو کمپیوٹر کر دیا ہے، اور اس کے یقین بنائے گئے ہیں۔ تعمیر کو پورے مشرق وسطیٰ میں کمپیوٹر کر دیا جاسکتا ہے، تاکہ وہ جوں جس ایک تریہ سے دوسرے تریہ تک نہیں، ایک لکلی سے دوسری لکلی کی طرف پہنچیں۔

مشرقی وسطیٰ میں اسرائیل کا کردار ایک بڑی اور دست گیر علاقائی تھوہ میں حصہ لینا ہونا چاہیے۔ مشرق وسطیٰ ہونا چاہیے بغیر جنگ کا، بغیر دشمن کا، بغیر ballistic missile کا اور بغیر جوہری بم کا۔ ایسا مشرق وسطیٰ جس میں بغیر سب کی اجازت اور بغیر پولیس ریستوں کے، آؤں، سماں اور فضا کی آسمان ترکتی ہو۔

ایسا مشرق وسطیٰ جس میں یہ عقیدے کا انسان اپنی زبان میں عبادت کر سکے۔ عربی، عبرانی، یونانی و جس زبان میں وہ چاہے۔ اور جس میں وہاں میں بغیر سنسر کے، بغیر کسی روک ٹوک کے اور کسی کو دیکھ بھلے بغیر اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔

ایسا مشرق وسطیٰ جس میں قومیں معاشرتی نہ نہی کی جد و جہد کر سکیں اور تہذیبی کشیدرات کی بہت آزادی کر سکیں۔

ایسا مشرق وسطیٰ جہاں نوجوان مرد و عورتیں یونی ورسٹی کی تعلیم حاصل کر سکیں۔  
ایسا مشرق وسطیٰ جہاں معیہ زندگی دنیا کے ترقی یافتہ ممالک سے کسی طرح بھی کم نہ ہو۔  
ایسا مشرق وسطیٰ جہاں اپنی کی دفاعی کھٹی بجھنے سے، نفس امارت نے ہر دھمکان کو گھڑا ہانے کے کام آئے، جس میں بد مذہب، سرحدیں، موت، بھوک اور مایوسی نہ مقسیم کر سکیں۔

ایسا مشرق وسطیٰ جس میں مسابقت ہو مگر غلبہ نہ ہو۔  
ایسا مشرق وسطیٰ جس میں وہ ایک دوسرے کے میزبان ہوں، نہ ٹھان نہ ہوں۔  
ایسا مشرق وسطیٰ جو جس کا میدان نہ ہو بلکہ میدان تخلیق و دریافت ہو۔  
ایسا مشرق وسطیٰ جو اپنی تاریخ کا محیق احترام کرے اور اس میں سنے اور بلند و جب یاس کا اضافہ کرے۔

ایسا مشرق وسطیٰ جو چوہی دنیا کے لیے روحانیت اور تہذیب کی خدمات کا مرکز ہو۔  
انہم کے لیے شہر کر رہی کے ساتھ میں اس عمل سے وفاداری کا عہد کرتا ہوں۔ ہم اس دور میں پہنچ گئے

جس میں دنیا کے لیے بات چیت کی واحد ماحولیت ہے۔

## خطبہ — اسحاق رائین

عزت، عزت، عزت، اب محترم ارمین مارونی کی فوٹو کمپنی، عزت، اب وزیر اعظم مارموس مارموس مارموس،  
وزیر، رمان پاریمان، اور منظر اس قلمی، نئی مینٹان، ممتاز مہمان، محبتیں و محفرت۔

ایسی عمر میں جب زندگی دوتو دوجون جدوجہد کر رہے ہوتے ہیں، ریاضی کے رنداب اور نیکل کے معصوم  
کو سمجھنے کی، اس عمر میں جب محبت کی کئی کئی جہتیں ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ کون عمری میں، مجھے ایک ناکل قصائد کی  
میں تھی، تاکہ میں پناہ دے سکوں ساتھ ہی بد قسمتی سے خطرے کے پیش نظر کسی وقت بھی کر سکوں۔

یہ میرا خواب نہ تھا۔ میں کھینچ کر بیٹھا چاہتا تھا۔ میں نے ایک زرعی سکول میں تعلیم حاصل کی اور سوچا تھا  
کہ جے بے شرقی وسطی میں آئیے گا انجینئر ایک اہم پیشہ ہوگا۔ میں آج بھی سیاسی سوچتا ہوں۔ ہاؤ جوس  
کے مجھے ہندوئی سنبھالنی پڑتی تھی۔

میں نے کئی عشرے فوری خدمات انجام دیں۔ میری کمان میں دو جوان مرد اور عورتیں جو زندہ رہنا چاہتے  
تھے محبت کرنا چاہتے تھے موت کی ہوش میں چھ گئے۔ میری کمان میں انہوں نے دشمنوں کے ہاتھ  
مارے، جو ہم کو مارنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔

محبتیں و محفرت!

اپنی موجودہ حیثیت میں مجھے اسرائیل کی سیاست پر، اور اس کی میں شرقی وسطی کے بیرونی علاقوں  
پہنچ گئی، پہنچنے کے بہت مواقع ہیں۔ بیرونی علاقے پر سے نظر آنے والے مناظر یہ بخود کیوجہ دے ہوتے  
تھے گہرے نیلے رنگ کی جھیلیں، گہرے ہزرنگ کے میدان، بھدے رنگ کے ریگستان، پتھر پہ پہاڑ،  
اور دیہاتوں میں بکھرے سفیدی پرے اور سرخ رنگ کی چھتوں، بے شکات۔

قہرستان۔ جہاں تک نظر جائے تو یہی ہی ہے۔

شرقی وسطی کے بیرونی علاقے میں میزوں قہرستان ہیں ہمارے وطن اسرائیل میں۔ مصر میں، شام  
میں، لبنان میں، اور عراق میں بھی۔ طے کر کے کی کمپنی سے، ہزاروں فٹ پرے، بے شمار لوہے کی پوری موٹا نظر آ  
رہی ہیں۔ گمران کے ماحول کی آوازیں، شرقی وسطی سے پوری دنیا تک، ششروں میں پھیلی رہی ہیں۔

یہاں کھڑا ہوا، میں اپنے پیاروں، اور دشمنوں کو بھی اپنا سلام پیش کرتا ہوں۔ میں تمام مکمل کے جان  
سنوائے لوگوں کو بھی اپنا سلام پیش کرتا ہوں: ان کے اہل خانہ کو بھی جنہوں نے موت کے جاں کا دھڑکا  
تھا: ان معذوروں کو بھی جن کے دشمنوں کے مقامات کبھی مندر نہیں ہیں گئے۔ آج کی رات میں ان میں

سے ہر ایک کو رات چھین چٹا کرتا ہوں، اس لیے کہ یہ اہم انی مران کا ہے، ان کی کا ہے۔  
خو تعین و نظرات!

میں ایک نو جوان آدمی ہوں جو ان برسوں میں بڑا ہوا ہے۔ میں نے اپنی عمر کے بہتر برسوں میں جو  
بودیہ چٹا کی تھا، ان میں سے جنہیں میں اپنے آخری وقت تک زیادہ دیر میں کا دو یہ خاموشیوں تھا۔  
تبرتی خاموشی مجھے بھر بعد، اور خوف، تاک خاموشی مجھے بھر پہلے۔

میں نے ایک فوجی کی طرح، ایک تھلا دور کی حیثیت میں، درجنوں احکامات جاری کیے اور  
میکڑوں کا ردائیوں کا نظم کیا تھا۔ اور فتح کی خوشیوں اور موت کے طمے ساتھ میں ہی مجھے ہمیشہ یاد  
دیکھوں گا جب میں نے ایک کارروائی شروع کرنے کا حکم دیا تھا، اس سوت کا جب تجربہ کار افسران کا بیڑ  
کے دوزر اپنی شستوں سے آہستہ سے اٹھتے تھے ان کی واپس کے منہ کا اور اذہ بند ہونے کی آواز، ہرچہ  
خاموشی، میں جس میں اکیلا رہ گیا تھا۔

وہ نہ ہوتا ہے جس کو آپ گرفت میں لے جتے تھے کہ آپ کے ایک فیملی کی نیچے میں جو آپ نے ابھی  
کیا ہے، لوگ موت کے منہ میں پہنچے جائیں گے۔ وٹ، میری اپنی قوم کے لوگ، کسی ورقوم کے لوگ۔ اور  
ان کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

اس وقت، ہودنس بھی رہے ہوتے تھے اور نہ بھی رہے ہوتے تھے، مشروبے بن رہے ہوتے تھے، اور  
محبت کے خواب بھی دیکھ رہے ہوتے تھے، ایک دنگا گانے کا ایک مکان بنانے کے بارے میں سوچ رہے  
ہوتے تھے، ورنہ وہ بھی نہیں ہوتے کہ میں نہ یہ ان کے آخری لمحات تھا، ان میں سے کسی قسمت میں  
موت بھی ہوتی ہے؟ کسی کی تصویر گل کے اخبار میں ایک سیوا دہیے میں شاخ سوئی؟ ہمدی، کسی کی ماں کو  
دی ہوتی؟ نقصان کے پوچھتے کسی دنی ریڈورینہ ہوئی؟

ایک ساتھ فوجی آدمی کی طرح، میں بھی ہمیشہ یاد رکھوں گا کہ بھر پہلے کی خاموشی کو: اس سوت کو جب  
گھنڑی کی سوئیوں آگے کی طرف پھیلائی مضمون ہوتی تھی، جب وقت ختم ہو رہا تھا ہے، ہر ایک گھٹنے بعد،  
ایک منٹ بعد، شعلے بھڑکنے لگیں گے۔

اس سبب تھاکے کے مجھ سے پہلے، جب انکی بھی کوئی بات ہے، اس سے پہلے، جب فیملی بہتر شروع کرتا  
ہے، اس مجھے کی خوف، تاک خاموشی میں، جب سوچنے کو چھوڑتے باقی تھا سے تھا، کیا یہ واقعی ضروری تھا  
سے سر عمل کیا جائے؟ کیا اور وہی صورت نہیں ہوتی؟ کوئی اور راستہ نہیں تھا؟  
اور حکم دیا جاتا ہے، اور شعلے بھڑکنے لگتے تھے۔

"خدا، خدا، رہی انہوں [نئے نئے بچوں] پر توں تھا؟" یہودی امیچی (Yehudah Amichai)  
نے لکھا تھا، جو اس شب ہمارے ساتھ تھا۔  
"بچوں پر ہے رقم خدا کا"

لڑکوں پر اسکول کے ہتھم  
بالکل رجم نہیں کرنا وہاں کے بزرگوں پر  
جن کو بچے کیے تے بدلے  
تجلی کبھی چوڑاں جو اس پر پہنا پاتا ہے  
جتنی ریت کے رستے ہو کر  
جا پہنچیں گے زخموں کے سیشن پر  
بچے خون کے ساتھ

عشرے تڑپ گئے تھے، خدا نے مشرق وسطیٰ میں نہ نئے بچوں پر ترس کھایا ہے، نہ انہوں کے لڑکوں پر، ورنہ  
ان کے بزرگوں پر۔ کئی نسوں سے مشرق وسطیٰ پر رجم نہیں ہوا ہے۔  
خواتین و حضرات!

میں ایک فوجی تھی جو پورن طرح سے ادا ہو چکا ہے۔ اور وہ تمام یادیں جو میں نے بہتر نہ تھا میں جلی کی  
جسہ میں ان میں امیدیں سوائے کر رہا ہوں۔

ہمارے دہوں نے انہیں زندگی دینے کے لیے چنا ہے۔ کتنا خوف ناک ہے یہ کہنا کہ ان کی زندگیوں  
ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ آج کی شب ان کی نظریں ہم پر گئی ہیں، تو ان کے دل ہم سے پوچھ رہے  
تھے: ان عربوں و عورتوں کو کیسے ہوئے ہفتی رگس طرح ستوں کیے جا رہے ہیں؟ وہ کیا فیصلہ کریں گے؟  
”ہم ہم کمالی صبح میں آکھ کھویں گے؟“ یہ دونوں امن کا سوگا ”جس کا“ قبیلوں کا یہ قصوں کا

ایک بچہ پیدا ہوتا ہے زعفران جھوٹی دنیا میں۔ وہاں اور باپ کا انتخاب نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی جنس کا،  
اپنی ہمد کے رنگ کا، اپنے مذہب کا، اپنی قومیت کا یا اپنے وطن کا انتخاب نہیں کر سکتا۔ وہ جوئی میں پیدا ہوتا  
کسی بڑے کے ہمارے میں۔ ایک جاہر حکومت میں رہتا ہے یا جمہوری حکومت میں، وہاں کا انتخاب نہیں  
کر سکتا۔ جس سے دو منہریں بچنے ہوئے اس دنیا میں آتا ہے، اس کی قسمت اس کی قوم کے رہنماؤں کے  
ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہی فیصلہ کرتے ہیں کہ اس کو سکون کی زندگی نصیب ہوگی یا مایوسی، تحفظ کی یا خوف  
کی۔ اس کی تقدیر ہمارے سپرد ہوتی جاتی ہے سمجھانے کے لیے انہوں کے صد روبرو زمانے اعظم کہ وہ جمہوری  
ہوں یا کچھ اور

خواتین و حضرات!

جس طرح دو ٹکڑوں کے ٹکڑات ایک جیسے نہیں ہوتے، اسی طرح دو لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اور  
مملکت کے اپنے قوانین اور مذہب، روایات اور رہنما ہوتے ہیں۔ مگر اس ایک ہی آفاقی پیغام ہمارے جو  
پوری دنیا کو اپنی پیٹ میں لے سکتا ہے، ایک ہی احساس ہے جو مشترک ہو سکتا ہے، انسانوں میں، جو ایک  
دوسرے سے نہیں جیتیں، قہر ہوں میں جو ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوتی ہیں۔

یہ وہی پیغام ہے جو یہودی قوم کے پاس تزاروں میں سے موجود ہے، پیغام جو کتابوں کی کتاب میں ملتا ہے، جو میرے دماغ نے تمام مذہب لوگوں کو وراثت میں دیا ہے، "Vrismartem me'od" "Deuteronomy Inatshotechem" کے الفاظ میں "بھڑا، اپنے لیے اچھا سوچو" یا عبرانی معنوں میں یہ زندگی کی تقدیس کا پیغام ہے۔

قوموں کے رہنماؤں کو اپنے دلوں کو ضروری اوجھڑنے کا اہم کرنے چاہیے۔ اگر کوئی تو نہیں زندگی کا ہدف اٹھانے کا موقع فراہم کرے، اس کی وراثت کی آزادی کا، غذا اور مکان کا اور سب سے اہم شے۔ زندگی کا۔ ایک آدمی اپنے حقوق کا ہدف نہیں اٹھا سکتا۔ اگر وہ زندگیوں میں نہیں اٹھا۔ اس لیے ہر ملک کو اپنے قومی مزارع کے کلیہ کی عناصر کی خدمت کرنی چاہیے، اپنے باشندوں کی زندگی کی۔

ان زندگیوں کا دفاع کرنے کے لیے ہم اپنے باشندوں کو فوج میں بھرتی کرتے ہیں۔ اور اپنے باشندوں کی زندگی کے دفاع کے لیے جو فوج میں بھرتی ہوتے ہیں ہم سب یہ فریضہ کرتے ہیں، جہازوں پر، ٹینکوں پر، بکتر بند گاڑیوں پر، گاڑیوں کے میزینوں پر۔ ان سب کے باوجود ہم اپنے باشندوں اور فوجیوں کی زندگیوں کی خدمت میں کام کرتے ہیں۔ دنیا کے ہر کونے میں فوجی قبرستان ایک خاموش ثبوت ہوتے ہیں، مائیں کا اپنے رہنماؤں کی، انسانی زندگی کے احترام کی۔

انسانی زندگی کے احترام کا ایک ہی بنیادی طریقہ ہے۔ نہ بکتر بندی، نہ ٹینک، نہ جہاز، نہ گاڑیوں کے میزین۔

واحد بنیادی مل ہے انسان!

خواتین و حضرات!

فوجی چیلنج کو ایک paradox حل ہوتا ہے۔ ہم اپنے نوجوانوں میں سب سے اچھے اور سب سے بہادر فوجی بناتے ہیں۔ ہم انھیں سروسز میں بھیجتے ہیں جس پر خطرہ لگتا ہے۔ ہم ان کو اس دن کے لیے سکھاتے ہیں کہ جب ان کو اپنا فرض ادا کرنا ہوتا ہے۔ اور ہم ان سے بھرتی کی توقع کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم دل سوز دعا میں کرتے ہیں کہ وہ دن بھی نہ آئے کہ جہاز بھی نہ اڑیں، ٹینک آگے نہ بڑھیں، سرپائی بھی حملہ نہ کریں، جس کے لیے ان کو بھی طرح طرح کی تربیت دی جاتی تھی۔

خدا سے دعا ہے کہ احترام زندگی کی وجہ سے یہ سب کچھ نہ ہو۔

تاریخ، مین حیثیت انکل، اور خصوصاً جدید تاریخ، یہودی تہذیب میں مرسل سے ترقی سے، جب قومی رہنماؤں نے، دفاعی نظریات، امریش فلسفہ نیت اور شیطانی تاسیفات کے نام پر اپنے باشندوں کو چوں کی خودکشی بتایا تھا۔ قتال بنائے قتال کا پہل کی جانب جیتے ہوئے ہیں اور جدید شمشیروں کے دو انڈوں پر کھڑی خودکشی کی تصویروں کو ہارنی کیا۔ اور آگے واپس نمونوں کے برعکس کی آنکھوں کے سامنے برائی رہنا چاہیے۔ ان کو ہر صواب اقتدار کے لیے تیار ہونا چاہیے۔

تقریباً حکومت جس نے آئی او ایچ ایم زندگی کو دنیا کے منظر کے مرکز میں نہیں رکھا، وہ تباہ ہو جائے گی اور موجود نہیں رہی۔ آپ ہم سے نہ جانے میں یہ سب کچھ کیا کر سکتے ہیں۔

مگر یہ کس تصویر نہیں۔ احترام زندگی کو محفوظ رکھنے کے لیے ہمیں اس کو خطرے میں بھی ڈالنا چاہیے۔ کبھی کبھی اپنے دشمنوں کے دفاع کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ ان کی زندگی اور جان کو محفوظ رکھنے کے لیے لڑا جائے۔ ہر جسمانی ریاست کا یہ عقیدہ ہوتا ہے۔

خواجہن حضرات!

ہر نیک ریاست میں آج میں جہاں سے آیا ہیں اور انکی افواج میں مجھے جس کی جان کرنے کی معافیت ملی تھی، ہم نے ہمیشہ احترام زندگی کو اپنی ترین قدر کا نگاہ سے دیکھا ہے۔ ہم نے اسی وقت جنگ کی سے جب کوئی خوف مانتا تھا اور ہم کو قتل کرنے کے مدد پہ ہوتی ہے۔

ہر نیک کی تاریخ اور ہر نیک دفاعی افواج کی مرزومت اس فوجیوں کے بیڑوں واقعات سے بھری پڑی تھی جنہوں نے خود کو بے خون کر دیا تھا، جو اپنے زخمی راجیوں کو بچانے کی کوشش میں اپنی جان سے گئے تھے جنہوں نے دشمن کے علاقے میں ہتھیاروں کو بچانے کی کوشش میں اپنی جان دے دی تھی۔

انے والے دنوں میں ایک مخصوص کمیشن ہر نیک دفاعی افواج کے چاہیوں کے لیے ایک ضابطہ کردار (Code of Conduct) تیار کرے گا اسانی زندگی کے لیے جو ضابطہ ہوگا، وہ دنیا کی نیک ہے:

"اس کی اپنی ترین اہمیت کے اعتبار سے، اپنی ہر ممکن طریقے سے، اپنی دنیا میں اس کی جان کو اپنی وقت خطرے میں ڈالے گا جب اپنے دشمن کی تکلیف کے لیے اشد ضروری ہوگا۔"

ہر نیک دفاعی افواج کی نظر میں احترام زندگی ان کے عمل سے متعلق ہوگا، ان کے خود دشمنوں سے ان کی دانش مند نہ تربیت اور اس کی مدد نہ ہی اور ان سے پیشہ وارانہ انداز میں مناسب درجے کے خطرات سے نمٹنے اور راضی و کرنے سے اور اپنے طرف کی حصول میں سامنے کے اثرات کو کم کرنے کی مسلسل کوشش ہے۔"

کی بہن آگے تک جنگ ختم ہو چکی ہو تب بھی۔ جب ہماری زمین پر گن قائم ہو جائے گا۔ یہ لحاظ رکھنی کا ستون بن کر ہمارے یکپ کے سامنے ہوں گے، راہ دیکھنے والی وطن کی طرف۔ اور ہمیں اس پر فخر ہے۔

خواجہن حضرات!

ہم میں کی قریب کی کوشش میں کیا ماس کا عظیم کے معاہدہ اور انجیر اس وقت بھی، جب ہم یہاں جمع ہو رہے ہیں، وہ بڑا ہی ایٹم پر ایٹم، نئی پہ نئی، اس کی تعمیر میں مشغول ہیں۔ کام مشکل بھی ہے اور پیچیدہ بھی۔ خطرات پر دے ڈالنے کوڑ میں ہیں اور ہم پہ آفت نازل کر سکتی ہیں۔

لہذا، سنہ ۱۹۴۵ء میں ہونے والے منصوبوں کی خاطر دشمنی کے باوجود بھی ہم اس کام کی بخوبی تکمیل



پہ مستعد تھا۔

ہم معصم راہوں اور غل کے ساتھ امن کو تلاش جا رہی تھیں گے۔

ہم ہاتھ نہیں کھینچیں گے۔

ہم ہمت نہیں ہاریں گے۔

امن ہمارے دشمنوں پر فوج ہوگا، اس لیے کہ اس کا قبائل ہم سب کے لیے بھیہ تک ہوگا۔

اور ہم ہی غالب ہوں گے۔

ہم ضرور غالب ہوں گے اس لیے کہ امن کی تعمیر کو چنے لیے ہو رہی ہیں اور دے لیے ایک ضخیم نعمت سمجھتے ہیں۔

ہم اس کو اپنے تمام تر طرف کے مساعیہ کے لیے ہو رہی ہیں، عظیم میں شریک رہیں۔

مدست ہائے شہد، دانی، مارڈے اور پوئی کی فوج انسانیت کے لیے بھی ایک نعمت گردانتے ہیں۔

مصریح سونے کے اٹھتے ہیں، مختلف رنگ بن کر۔ من، اچانک! ہم چنے چکن کو آنکھوں میں بھی

امید کے لیے جیتے دیکھ رہے ہیں۔ ہم دشمنی دیکھ رہے ہیں۔ چنے سپاہیوں کے چروں پہ، گھوٹ میں، ہوں

میں، اکیتوں میں۔

ہمیں ان کو ماہی نہیں کرنا چاہیے۔

ہم ان کو ماہی نہیں کریں گے۔

آج، دو سوڑا اس چھائی کی شہر نشین پہ کھڑا سما میں ایک نہیں ہوں۔ میں صلیب میں امریکائی کی نسلوں کا،

۱۔ اٹل کے چوڑا سوں کا، اسی طرح جیسے شاہ دودھ و بے جھٹھے بانوں اور نچر کے دھتوں کو چاک

لکائے بانوں کا، جس طرح پیغمبر Amos تھے اناروں کے باغیوں کا، جیسے کہ پیغمبر Jeremiah تھے اور ان

لوگوں کا جو پیغمبر یونس کی طرح سمندر میں چلے گئے تھے۔

میں سفیر ہوں شاعروں کا اور ان لوگوں کا جنہوں نے، پیغمبر Israh کی طرح جنگ کے اختتام کے

مخواب دیکھے تھے۔

میں سفیر ہوں یسویوں کی اور دیکھ، جیسے ابرہہ آئیں اسٹن اور باروخ ایسی نورا (Baruch

Spinoza)، جیسے Maimonides، سگمنڈ فرائیڈ (Sigmund Freud)، ورنر نکا (Franz Kafka)۔

ہو رہی ہیں سفیر ہوں ان۔ کتھوں کا جو Holocaust میں کتب ہو گئے، جن میں بارشہ کئی آئیں سٹائن اور

فرائیڈ سبے ہیں گے جو ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے، شمشانوں کے شعلوں کی زد میں انسانیت کا۔

میں یہاں ہڈ شلم کا سفیر ہوں، جس کے دوازدوں کے ہی سرے کے دوازدوں میں نے جنگ کی تھی،

ہڈ شلم، جو ہمیشہ سے رہا ہے، آج بھی ہے، اور ہمیشہ رہے گا، امریکائی کی ریاست کا چوٹی دارالحکومت اور دین

بن کر یسویوں کا، جو ان میں تین بار اس کی جانب رخ کر کے عبادت کرتے ہیں۔

ہو رہی ہیں سفیر ہوں ان بچوں کا جنہوں نے امن کی مٹا کر رکھی کی ہے، اور سینٹ پیٹرک اور دین ہڈ

سے ترکیہ میں گرنے والوں کا۔

میں اس مقام پر بخش آنے والی نسوں کے لیے گھڑا ہوں، تاکہ ہم سب تنہا کے قائل ہوں، جو آج آپ نے ہمیں حمایت کی ہے۔

میں اس مقام پر سفیر کے طور پر ایسا نہ ہوں اپنے ان مسایوں کا جو بھی ہمارے دشمن تھے۔ میں یہاں ایسا نہ ہوں نہ تو میں نہ چند ہزار امیدوں کا سفیر، ان کی جھوٹوں نے تاریخ کے سپے ہوئے کو بدست کیا ہے، پھر بھی، صرف یہودی قوم ہی کے نہیں، پہلی انسانیت کے تماموں کے معجزات پر اپنا مشیت کی ہے۔ میرے ساتھ اس مقام پر موجود ہیں پانچ مسیحی باشندے امریکہ کے، یہودی اور عرب، اردو، Circassian — امن کے لیے دھڑکتے ہوئے پانچ مسیحی دلی اور پانچ مسیحی آنکھیں جو امن کی توقعات کے ساتھ ہم پر اپنی نظریں جمائے ہوئے تھے۔

قواتین و حضرات!

میں شمریہ داکٹر چاہتا ہوں، سب سے پہلے، امریکہ کی ریاست کے باشندوں کا، ان کی نسوں کا، اور یہودی ترغیبت کا، امن کے لیے جن کی قربانیوں اور ان تھک جھد و جہد میں امن کے بدلے سے عرب ملے آئی تھے۔

میں شمریہ داکٹر چاہتا ہوں اپنے شہر کا — مصریوں، اردنیوں، فلسطینیوں اور Palestinian Liberation Organization کے صدر شمعون پیر عرفات کا، جنہیں کے ساتھ امن کے اس انی میں شریک ہیں، جنہیں نے امن کا ماحول اختیار کیا ہے، جو شرقی وسطی کے تمام گروے میں امن کا ایک نیا سنگھٹو بنے رہے ہیں۔ میں شمریہ داکٹر چاہتا ہوں امریکہ کی حکومت کے رکن کا اور سب سے زیادہ اپنے ساتھی، جناب شیمان ہی کے، جن کی توانائی اور مائتبی نگہن ہم سب کے لیے مثال ہے۔ میں اپنے اہل بیاندن کا، ان کی مدد کے لیے، شمریہ داکٹر چاہتا ہوں۔

پورے شمریہ داکٹر چاہتا ہوں، بدشہر، نوٹس کمیٹی کے ارکان کا اور بہادر روایتی عوام کا، اس درخشاں اعزاز کے لیے جو انہوں نے ہم کو عطا کیا ہے۔

قواتین و حضرات!

مجھے اس غریب کو ایک روحانی یہودی دعا کے ساتھ ختم کرنے کی اجازت دیجیے جو میرے عوام پہنچتے رہے ہیں، اچھے اور بُرے دونوں میں، اس وقت سے جس کا حساب ممکن نہیں۔

”خدا اپنے بندوں کو عاقبت میں فرما کے گا خدا اپنے عوام پہ خیر کرے گا ہم سب پہ — امن کے ساتھ۔“

# نیلسن منڈیلا ایف ڈی کلرکاعلان تجلیل

جوت تاب و عزت تاب، محرمین و صغرات!

مادیاتی نوٹس کمیٹی نے نسلی امتیاز رکھنے والی حکومت کے پرامن اصرار اور ایک نئے جمہوری جنوبی افریقہ کی بنیاد رکھنے کے کوشش کے لیے نیلسن ارمینڈو ہورفر پڑوسہمائی ٹیٹو کو 1993 کا امن کا نوبل انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ سمر آف ان انعام یافتگان کو طبیعتی طرح خوش آمدید کہتے ہیں۔

ایک تیسری بار ہوربا ہے کہ نوٹس کمیٹی نے نسلی حقوق کی وکالت کرنے والوں کو انعام سے نواز ہے، جنہوں نے جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز پر مبنی نئے وکالت کی حکومت کے خلاف جدوجہد میں عملی طور پر حصہ لیا ہے۔ جنوبی افریقہ پر، اتنی قوی کیوں دی گئی ہے اس کی وجوہات ہیں۔ وہم کی عالمی جنگ کے اختتام اور ہنگامی حکومت کے زوال کے بعد نسلی امتیاز کے نظام کو عملی طور پر مسترد کر دیا گیا تھا۔ ایک عام روٹ کے تحت اداروں کے ذریعے نسلی امتیاز پر مبنی ملک کو بنایا اور قریب نو ارب روپیہ کی نظام مسہار کیا جا رہا تھا۔ گھر میں اس وقت جب یہ روٹ عام ہو گئی تھی، جنوبی افریقہ نے نئی ایک روٹ اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ 1948 کے بعد سے [جنوبی افریقہ میں] قانون ممانعت اور دیوں کی شکایات کے ذریعے باقاعدہ ایک ایسا دہشت گردی کا نظام مسلط کیا جا رہا تھا جس میں نسلی امتیاز کو مرکزیت حاصل تھی۔ اور اس طرح مجسٹریٹس کی بنیاد پر حکومت بنا دیا گیا تھا۔ نسلی امتیاز کے نظام نے مسائل پیدا کیے کہ چہرہ صاف کر دیا تھا۔ جب مقررہ ایک چٹائی کی فریڈم ٹیچنگ کا تجربہ کے رہا ابراہم ٹوٹو کو 1960 کا نوبل امن انعام دیا گیا تھا تو اس نے اداروں کے ذریعے نسلی ممانعت کی تلخ کئی

کی طرف توجہ دانی تھی۔ ایک بھارتی ہونے کے باعث، ولوف کے مذہبی عقیدے میں انسانی نہایتی جائز نہیں تھی۔

اُس نے کہا تھا:

”ایک بھارتی اور روٹن پرست ہونے کے باعث میں ان حرکات کا کوئی موٹا تماشا نہیں روکتا تھا، جن کے ذریعے زندگی کے تقریباً ہر طبقے میں انسان میں موجود خدائی عنصر کو بے قدری کی جا رہی تھی یا اس کی حدود متعین کی جا رہی تھیں جن سے پرے اپنی سیّد بعد کے باعث انسان کو اپنے حق کی خدمت کی کوشش کی اجازت نہیں تھی۔ ایسے حالات میں جب کئی قانون انسان کو رنگ و رہا نے پر خدا پر معترض ہو چکے تھے جسے ہمیشہ ایک بھارتی کے، میں سرگزید داشت نہیں کر سکتا تھا۔“

نولوف کو 1960 کا امن انعام دے کر، مارا پائی کین نے ایک شروعات کی تھی، کچھ معنوں میں، جو ایک نئی پامی بن گئی ماس کے بعد سے انسانی حقوق کے لیے جدوجہد کرنا امن انعام دے جانے کے لیے ایک اہم سوئی بن گیا، جیسا پسے نہیں تھا۔ یہ سوئی نرائی بھی دی ہے، اس لیے کہ انسانی حقوق کے لیے کام کرنا بہت سے حلقوں میں تھارے کا باعث ہوا ہے۔ اور ایک سطح پر، کچھ وقت کے لیے یہ گنجائش بھی ملے۔ عمر یہ بھی گج ہے کہ کینٹن کی اس پامی کو دنیا بھر میں اور مختلف تہذیبوں میں سراہا بھی گیا ہے۔

آر پاسدار امن کے حصول کے لیے جدوجہد کی جا رہی ہو، تو اس ٹل میں ایک دوسرے کے نزدیک احترام، دیانت اور عظمت کا پاس ہونا اہم ترین ضرورت ہوتی۔ پاسدار امن کے لیے ایسا نوٹل کائنات (Immanuel Kant) کے دو سو برس قبل کیسے ہوئے مشہور مضمون کا بھی ایک اہم نکتہ تھا۔ اس نے امن کو انصاف کے تصور سے نکلی کیا تھا جو اس کے سیاسی فلسفے کا بنیادی پتھر تھا۔ مرد جنگ کے درمیان، خبیث پرستی کی بنیاد پر کیے جانے والے جبر کے باعث، جو اس زمانے کی آمرانہ حکومتوں کے ہاتھوں ڈال رکھا جا رہا تھا، یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ امن شد کے بغیر دنیا پر انحصار کیا ہے، اور یہ بھی کہ زندگی اور دنیا کے استحکام پیدا کیا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی خیالات نے ان لوگوں کی بہت فزائی کی ہوئی جو انسانی حقوق کے لیے جدوجہد کے ذریعے امن کے حصول پر معترض ہوتے تھے۔ مانت کہ یہ واضح ہو رہا ہے کہ جبری شدت کی بنیاد پر کٹری ہونے والے حکومتیں مارک ٹرین ہوتی ہیں۔ نہ وہ آزادی کو سمجھتی ہیں نہ استحکام دیتی ہیں۔ انسان کے بنیادی حقوق میں رخنہ ڈالنے اور انسانی رتبے اور عزت نفس کی تادمہ بچائی کرنے سے ہی اختلافات پڑھتے ہیں۔ لیکن حکومتیں بعد و بد پر اپنے آپ کو ویسے گرد و دیکھ پتی ہیں جس میں جنگ، بد امنی اور خون ریزی کا سامنا ہوتا ہے۔

جنوبی افریقہ بہت عرصے سے یہ شہیت کی پتھر کے ٹرنے میں اچھا ہوا ہے۔ مگر بھی، 1990 کی ابتدا میں حکومت نے اپنے نئے صدر فریڈرک ویلمز کی ٹھکانے کی بھر پوری میں اپنی پالیسیاں آرٹ دی تھیں۔ تقریباً اچھا کس دہائی کی قید کے بعد نیشنل رینڈ کو غیر شرع و رہائی دے دی گئی ہے۔ دوسری اتیا ختم کرنا حکومت کی

پامی کا حصہ بن گیا ہے۔ اس درجے تک حالت کی یہ تبدیلیاں اخلاقی بہتری دیتی ہیں، مگر شخص کو خود میں پر غور کرنا چاہیے۔ جنوبی افریقا ایک عرصے سے اس شیطانی پتھر کے زلزلے میں الجھ رہا ہے، یہ صرف وقت ہی بتائے گا، آیا یہ شروعات کا ٹھیکہ سے ہوئی ہیں یا نہیں۔

مذہبات کی شروعات میں ازمنہ کی نیشاں کا مجموعہ فطری شراکت، تاریخی، جس کے سیدر نیسن مینڈیل قید خانے سے سیدھے مذہبات کی میز پر پہنچائے گئے تھے۔ دو ابتدائی سے نسلی تیار کے مخالف تھے۔ پہلے تو وہ ان لوگوں میں شامل تھے جو گاندھی کے فلسفے کے طریقہ کار سے متاثر تھے۔ مگر 1960 میں مٹا رہا ہوا میں ہونے والے قتل عام سے، جس بہت سنگین ہوا۔ 1962 میں مینڈیل کو قید کر دیا گیا اور وہ انھیں کبھی تک مجبوری رہے۔ 1990 میں رہائی کے چند ماہ بعد وہ نیلسن مانڈیلا کی واپسی اور ان کی شراکت میں اوسلو میں منعقد ہونے والی "شکرت کانفرنس" میں شرکت کے لیے آئے تو وہیں ان کو خوش آمدید کہنے کا موقع ملا تھا۔ اس کانفرنس میں مختلف گروہوں کے نمائندہ اور وہ مردوں اور عورتوں نے شرکت کی تھی۔ اس ماحول میں نیلسن مینڈیل کی شخصیت ابھر کر سامنے آئی، انھوں نے خدائی اختیار کے ساتھ اور ایسے قہر کی لہجے میں خطاب کیا جس نے مندرجہ ذیل پتھر کا اثر چھوڑا۔ یہ سب کچھ میں اپنے ذاتی دلوں کے خزانے سے کھنگال کر نکال رہا ہوں، مگر میں کبھی طریقہ جاننا نہیں کہ یہ احساسات صرف میرے ہی نہیں تھے۔

بہت سے لوگوں کو نیلسن مینڈیل کے قید سے رہا ہونے کے بعد ان کے بظاہر کلک، انداز کا احساس ہوا تھا۔ انھوں نے ٹیڈ بھی کہا تھا "ان کے پاس آگے کو کچھ نہ سوتا تو شاید وہ اپنے ذہن میں کچھ خیالات ہی پاسے پہنچتے۔ مگر انھیں اندیشے کے بعد انھوں نے کہا تھا کہ ان تمام لوگوں کو جو خلاف کے سپہاکی نے کیا قربانیاں دے چکے ہوتے ہیں، اس بات کا خیال رکھنا ہوتا ہے کہ وہ سب راہگاموں نہ ہوں، اور ایسے ہی خیالات ان کے دلوں سے گھنٹیوں کو رد دیتے ہیں۔

یہ قطعی مختلف انداز نظر کے حامل، انہوں نے اپنے دلوں میں، ایک نے جانوں کی طرف سے اور دوسرے نے مجبوریوں کی طرف سے، اس شیطانی پتھر کو توڑنے کے لیے آگے قدم بڑھائے ہیں، ان کا ملک جس کے زلزلے میں تھا، ان شروعات کو دنیا دیکھ رہی ہے، شروعات جو دونوں افراد کی بلند ذاتی مامیت باری اور سیاسی دیر کی سے عبارت ہیں۔ دونوں نے فیصلہ کیا ہے کہ دو داخلی کے گہرے دشمنوں کو نہیں کہہ دیں گے اس عمل کے باعث وہ دوسرے بہت سے عداوتوں کے تنازعات میں ایچھے موئے رہیں گے، بہت مختلف ہیں، عداوتیں جنوبی افریقا کے غیر مشابہ جہری گھمبوں کے دشمنوں سے کہیں زیادہ گہرے ہیں۔ مینڈیل اور ڈی کلرک نے مفاہمت کرنے، نہ کہ متبادلی تلاش کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس میں کہیں زیادہ تنہا پر جنسیں اور مزید خوش تبادلات پیدا ہوتے۔ مفاہمت کی پامی کا ایک اور مذاہنہ ہوتا ہے جس میں کچھ دھچک دھک کے ذریعے کچھ حاصل کرنے کے لیے کچھ دینا بھی پڑتا ہے۔ ان چیزوں پر ہونے والا سیاسی عمل نہایت بلند سیاسی خوبی کو متفق کرنا ہے۔ مگر گاندھی کی حاصل کرنے کے لیے تمام مردہوں کو قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔

جنوبی افریقہ میں نہایت محترم اور مددگار سیاست کا مظاہر دیکھ گیا ہے، اور یہ ہڈی حیرت کی بات ہے کہ 1990 میں مینڈیل کی رہائی کے بعد یہ ہوا ہے۔ داروں کے ذریعے نسل کشی ختم کرنے کی حکومت برائی جا چکی ہے، ایک جھوٹی آئین نافذ کر دیا گیا ہے اور ایک وسیع اسپرڈ عارضی گیرکینڈو کاؤنسل قائم کر دی گئی ہے۔ کھل جھوٹی انتخابات کی تاریخ مقرر کر دی گئی ہے۔ اس میں کسی قسم کا تہ نہیں ہو جا سکتا کہ اس ساری پیش رفت کا سرچشمہ میں سے ایک جھوٹی جنوبی افریقہ بھر رہا ہے، ان دونوں اہام یافتگان کے ہر ہر قدم پر۔

پھر بھی ہمیں علم ہے کہ یہ عمل ابھی مکمل نہیں ہوا ہے۔ عمل کے کچھ اہم بھی موجود ہیں۔ ایسے مرد بھی ہیں جو مذاکرات میں شریک نہیں تھے، جنہوں نے ان مذاکرات سے علاحدگی اختیار کر لی تھی۔ جنوبی افریقہ آج بھی ایک ایسا مقام ہے جو خوف، خوف اور تشدد سے عبارت ہے۔ مذکورہ کے دوران مارے جانے والوں کی گنتی دس ہزار تک پہنچتی ہے۔ شیطانی چٹریں کھینچ رہی ہیں جو اس کا ہے۔ لہذا آج وہاں دو مہمذات حسب میدات تینہ تنازعہ اور مذہبیت۔ اس مسلسل عمل میں یہ ضروری ہے کہ تمام مرد و نیک نیتی سے اپنا کردار ادا کرنے کا مظاہر کریں تاکہ تشدد کا خاتمہ ہو۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ان گناہوں کا مظاہرہ اور کچھ نوکچھ دیکھنے کے مسلسل عمل میں کسی طور پر شریک نہ ہو جائے۔ اس کے لیے ماقولہ شہادت کی اشد ضرورت ہے۔

تو کیا ہمیں اس وقت تک انہی مہم دینے کے لیے ننگا رہنا چاہیے؟ جب تک کہ مذہبیت کی پالیسی کی کامیابی میں حتمی شروعات نہ ہو جائے؟ کچھ دیکھ کر تو یہی کہیں گے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کونسی حتمی شروعات کی بات کہنا عقل مندی ہو؟ مگر اور مذہبیت کے لیے ان تھک و شوشوں کی ضرورت موقوف سے بڑھنے پڑ جانے سے نئے تنازعے پیدا ہونے لگتے ہیں۔ اس لیے فونٹل انہی مہم دیتے ہوئے مادیاتی فونٹل کمیٹی اس عمل میں کسی نہ کسی طرح ضرور شریک رہے گی۔ فونٹل نے اپنی مہمیت میں لکھا تھا کہ انہی مہم فریڈن فریڈن کو دیا جائے گا جنہوں نے پچھلے برس کے دوران مین کے لیے سب سے زیادہ کام کیا ہو۔ فونٹل کمیٹی کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ نیشنل مینڈیل اور نیو ڈی لکڑے نے امن اور مذہبیت کے حیرت انگیز نتائج کے حصول میں شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ انہوں نے امن کو ایک موقع فراہم کیا ہے۔ اب امن غالب ہوتا ہے بلکہ ہمیں یہ صرف وقت ہی بٹلے گا۔

اگرچہ فونٹل کی یہ نیت بھی تھی کہ انہی مہم دیتے والے ادارہ بھی امن کے حصول کے عمل میں مثبت کردار ادا کرے۔ لہذا فونٹل کمیٹی امید کرتی ہے کہ اس بات کا انہی جنوبی افریقہ میں مکمل جمہوریت اور امن کے حصول میں ہونے والی کوششوں میں، خود ہر وقت چھوٹا سا حصہ لے سکیں۔ یہی مثبت کردار ضرور ادا کرے گا۔

فونٹل امن اہام دینا مادیاتی فونٹل کمیٹی کا تحقیق ہے۔ ہم ان لوگوں کے لیے عین تحسین اور احترام کے جذبہ کے تحت ایسا کرتے ہیں جو خوف اور تشدد سے مطمئن کیا میں اپنی اس نیت کو قائم رکھتے ہیں، جو مسائل کو حل کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتی تھی۔ اور جو اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ نیشن



ادریں کی شخصوں نے ہمارا ہاتھ بٹایا ہے، ملک کی حیثیت میں جنوبی افریقا اور اس کے مہوار سے لڑنے کے لیے نہیں، ہمسایہ غیر انسانی نظام کی مخالفت کے لیے، انسانیت کے خلاف نسلی امتیاز کے جوہر کو ختم کرنے کے لیے۔ یہ بے شمار افراد، ہمارے ملک کے اندر بھی اور باہر بھی، جن میں روحانی شہادت تھی، بغیر کسی ذاتی منفعت کی طلب کے، استبداد اور انسانی حقوں کی دھمکی ڈٹ گئے۔ انھیں احساس ہو گیا تھا کہ کسی ایک فرد کو غم کا سب کو بچھڑنے کے مترادف ہے اور وہ انداز اور عام انسانی خدمت کے دفاع کے لیے متحد ہو کر کمر بستہ ہو گئے۔ ان کی تحفہ اور ثابت قدمی ہی تھی جس کی بنا پر ہم آج، تاریخ کا تھیں بھی کر سکتے ہیں جب تمام انسانیت متحد ہو کر ہماری صدی میں ہونے والی انسانیت کی تاریخ کی سب سے نمایاں فتح کا جشن منائے گی۔ جب دو جگہ آئے گا، ہم سب، ایک ساتھ مل کر نسلی منافرت پر، نسلی امتیاز پر اور ملکیت کی حکومت پر دباؤ کی فتح کی خوشی منا سکیں گے۔

وہ فتح یا آخر پونجی۔ یہی قدیم افریقی نوآبادی کی تاریخ کو دفن کر دے گی، یہ مکان سلامت کے قیام کے ساتھ جس کو بند ہوئی تھی۔

اس طرح تاریخ میں ایک نیا قدم اٹھایا جائے گا، نئے کے مہوار کی خدمت کے لیے ہر نسلی منافرت سے جنگ کرنے کے لیے۔ جہاں بھی ہو، جس جگہ میں بھی ہو۔

افریقا پر انگلہ کے یا نکل جنوبی سرے پر ان ملکوں کے نام پر ایک جیتی پر کارفرما رہی جا رہی ہے جنھیں تمام انسانیت کے نام پر ناکہ ٹھانے پڑے تھے، جب آزادی کے لیے، امن کے لیے، انسانی وقار کے لیے اور انسان کی محبت کے لیے انھوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔

اس محسوس کوئی نہیں تو رہا سکا۔ یہی ان کا حساب کیا جا سکتا ہے ان تمام مہوار دعاؤں اور جیتی پھروں کی قیمت سے، جو افریقا کی حقوق کے بلن میں پوشیدہ تھے، جن پر ہم اپنی پیش و پسوں کے نقوش قدم پر چھتے پھرتے سب جتے۔

اس کو بڑا پا جانا چاہیے خوشیوں اور بہبود سے ن بچوں کی، ان باشندوں کی جو نسلی خطے میں جھے تھے سب کی میں اور یہاں کے پیش بہا خزانوں میں۔

بچوں کو بااثر جنوبی افریقا کے سکھ میڈیٹون میں تھیں چاہیے، جنھیں نہایت کا درد ستا ہونا بیماروں ان کو پامال ترقی ملی، نہ لکھی رہی کے، یہ رہائی کے بورڈ سلٹوں مانیا نے تھے بول، درد نہ لکھی پئے کام کرنے پڑتے ہوں جن کے بوجھن کے معصوم بوناڑک جسم اٹھانے کے قابل نہ ہوں۔

اس جہنم اقتدار اجتماع کے سامنے، ہم نے جنوبی افریقا کی جانب سے عہد کرتے ہیں کہ ہم World Declaration on the Survival, Protection and Development of Children کے اصولوں اور مقاصد پر ہدایتی تن وی سے عمل کریں گے۔

جس محسوس کے بارے میں ہم نے باتیں کی تھیں، ان کو ان بچوں کے والدین کی خوشیوں سے بھی نا پڑا



چاہئے، جو زمین پہ چلی تھیں۔ کسی دہائی کے خوف کے ساتھ ہی یہاں منگت کے لیے مارے جانے کے خوف کے، یہاں کی طرف غربت سے تھوگے جانے کے خوف کے، اس لیے کہ وہ بھکاری تھے۔

انہیں بھی مایوسی کے اس گراں بخیز دور سے نجات دہی چاہیے جو وہ اپنے دلوں میں لیے پھرتے تھے، جو بھوک کی پیداوار تھی، جو بے گھر بھی تھا اور بے روزگار بھی۔

اس تحفے کی قیمت، ہمارے ملک کے عوام کی تحشیوں اور بیہودہ مانی چاہیے جنہیں نے دیکھ اٹھے تھے اور جہاں کی تمام غیر انسانی دیواریں مسکاردہیں گے جو انہیں آپس میں تقسیم کرتی تھیں۔

ہمارے غصیہ عوام کی عظمت انسانیت کے تمام اعمال کیڑا موٹا کرنا ہو گا جن کے ذریعے کچھ دہشت گرد باقی ماندہ کو غلام بنا دیا گیا تھا، اور ہر ایک کو دہشت گرد کے کاٹکا کرنے والوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا، جن کی بقا دہشت گرد کی تھی پر محسوس تھی۔

ہمارے مشترکہ انسانی موانع سرسبز بنیں، امن سے ماپا جا چاہیے جس کو فتح نصیب ہوگی، اس لیے کہ مشترکہ انسانیت کی جو بنیادیں دہشت گردوں کی تل میں پھوست کرتی تھیں، ہم میں سے ہر ایک سے کہنا ہو گا کہ ہم سب جنت کے باسیوں کی طرح نکلتے رہیں گے۔

لہذا ہم زندہ رہیں گے، اس لیے کہ ہم یہاں تک پیش کریں گے جہاں کا احترام کرے گا کہ تمام دہشت گردوں کی بنیادیں پیدا ہوئے تھیں، جس میں ہر فرد ہر ایک کی معیار کے طریقہ زندگی کا، آزادی، خوش حالی، انسانی حقوق اور منصفانہ حاکمیت کا حق دار ہو گا۔

ایسے سانچے کو بھر بھی اس بات کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے کہ اس میں ضمیر کے قیدی ہوں، کہ اس میں انسان کے بنیادی حق پامال کیے جائیں۔

نہ اس بات کی اجازت ہو کہ ایک بار پھر کبھی حق بھگوانی غصب کرنے دے، جو اپنے دہشت گردوں کے حصول کے لیے عوام سے انکا حق حاکمیت سب کرنے کی تاک میں رہتے تھے، پھر امن بھرپور کی راہوں میں نکالیں پیدا کر سکیں۔

اس سلسلے میں ہم ان کے دوسرے نکل کرتے ہیں جو ہمہ ماہ بھگوان تھے، کہ وہ دہشت گردوں کے انسانی ہمدردی بہاری رشتے آئیں ماس سوئی کو رہا کریں وہ ہمہ ماہ کے عوام کے مفاد میں، ان سے اور ان دہشت گردوں سے سنجیدہ مذاکرات کریں وہ جن کی نمائندگی کرتی تھیں۔

ہم دعا گو ہیں کہ وہ جن کے پاس حقیقت ہے، بغیر کسی تاثر کے ایسا کریں گے اور ان [ہمارے دوستوں] کو موقع دیں گے کہ وہ اپنی تمام تر محنتوں اور عزائم کے ساتھ اپنے ملک اور اپنے عوام، سب کی بھائی کے لیے کام کر سکیں۔

اپنے ملک کی ماسوارہ و بھگوانی بھائی ہوئی یہ سب سے قطع نظر، میں اس موقع پر ماریائی ٹیبل سینی کے ساتھ مل کر اپنے شریک تمام مسابغین ذہنی و فیزیکی کھرباؤں کے ساتھ حقیقت میں کھانا چاہتا ہوں۔

یہ بڑی دلیرانہ بات تھی کہ انھوں نے نسلی امتیاز کے ذریعے ہمارے ملک کے ساتھ کیے جانے والے ہتاک مہلک کا اعتراف کیا ہے۔

انھوں نے اپنی دانش مندانہ طور پر مذہبی کے باعث قبول کر سکتا کہ جنوبی افریقہ کے عوام کے ساتھ برائوں کی سطح پر مہاکرات ہونے چاہئیں، یہ طے کرنے کے لیے سرکاریوں نے اپنے مستقبل کے لیے یہ فیصلے کرتے تھے۔

غمزدہ ہمارے ملک میں آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو نسلی سے اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی اُن سماجی و مذہبی زیادت سے چھپے رہ سکیں اُن اختلاف کے حصول میں شریک ہو سکتے ہیں جنہیں نے ہمیں سوائے تباہی اور کچھ نہیں دیا ہے۔

ہماری خواہش ہے کہ ان لوگوں کو بھی عمل میں ملے اور وہ کچھ سمجھ سکیں کہ تاریخ کو مسخر نہیں کیا جاسکتا، اگر ماہندہ دور کو دماغی کوئی بار بار رنج کر کے تو سماج تخلیق نہیں کیا جاسکتا، خواہ اسے کتنے ہی دل بھانے والے انداز میں کیوں نہ چسپاں کیا جائے۔

ہم اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ملک کی بہت ساری جمہوری تحریکوں کو، Patriotic Front کے رکن سمیت، انسانی عقیدت پیش کرنا چاہتے ہیں جنہیں نے ہمارے ملک کو ایسی جمہوری تہذیبی کے قریب لانے میں خود بھی مرزئی کردار ادا کیا ہے، ایسی کرائی موجود ہے۔

ایسی خوشی ہے کہ ان تحریکوں کے بہت سے نمائندے جن میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ہمارے وطنی اہل نجس میں خدمات انجام دے رہے ہیں، ہمارے ساتھ دست و پائی کر رہے ہیں۔ انہیں بھی رسم انعام نوبل امن میں شریک سمجھنا چاہیے جو نوبل امن انعام عطا کرتا ہے۔

ایسی قومی امید ہے کہ اپنی تخلیق قومی جہد کے دوران جنوبی افریقہ کی دنیا کی اس کائنات احمدی کی طرح ہوگا جو خود اپنی تخلیق میں کہتا ہے۔

اس کائنات احمدی کو ایک جمہوری دنیا سونا چاہیے جس میں احزاب انسانیت ہیں جو انسانی کی ہولناکی، بھوک سے، محرومیوں سے اور جہالت سے پاک ہیں جس میں غمناک چٹکیوں اور بیرونی جاہلیت کا غلبہ نہ ہو جو انھوں نے، دو ہجرتوں کی مصیبتوں پر مجبور نہ کریں۔

جنوبی افریقہ کی ریاست اور برعظیم افریقہ کا جنوبی منصف جس عمل میں مصروف ہے، ہم سب کو مل کر اسے اور تغیر دے رہا ہے کہ ہم ان جنوبی بروں کو برکریں اور اس علاقے کو ایک ایسی زندہ مثال بنائیں، چارکی دنیا کے صاحبزادے جس کی خواہش کریں۔

ہمارے نزدیک نوبل امن کا یہ انعام ان مصروف کی ستائش کے لیے نہیں ہے جو مزرے تھے اور جاری تھا۔

ہم اس آواز میں سن رہے ہیں جو کہتی ہے کہ یہ ایک ایسا ہے ن کا تعلق ہیں کی طرف سے، جنہوں

نے ہمیشہ اور ہر جگہ پہنچنے والی امتیاز کے نظام کا اختتام چاہا ہے۔  
 وہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی اپنی مادی زندگی کو اپنے ملک کے بہ نظریہ نگار کے تجربہ کے بیان کرنے  
 میں صرف کریں۔ کہ ہمیں جو یہ سہائی زندگی کے لیے بصورتِ انصاف و امن ہمیں مادی زندگی پر مبنی ہو  
 فو کے لیے خوش حالی، ایک صحت مند ماحول، بہترین اور موافق سے ایک جیتی ہو۔  
 اس اہل سے متاثر ہو کر، جو صورتِ آپ نے ہمیں حقائق سے ہمہ تن متوجہ ہے کہ ہم بھی جس قدر  
 ممکن ہو اپنی اپنی تہذیب کریں گے تاکہ مستقبل میں کوئی بھی "مادی" کا بد نصیب نہ کہے۔  
 ہم اپنی آئندہ نسلوں کو یہ کہنے کا موقع فراہم کریں کہ بے امتیازی، یکساںیت و خود غرضی نے ہم کو  
 انسانیت کے آئینہ پر پورے ترنے میں کام کیا ہے تو اس میں انی میں کھوئے ہوئے ہے۔  
 کاش ہم سب کی کوششیں یہ ثابت کر دیں کہ مادی و غیر مادی چیزیں بالکل صحیح تھا، جب اس نے کھلی  
 کہ اب انسانیت کو کھانا نہ طریقے سے کسی منفرد اور جنگ کی اندھیری باتوں کا قیدی نہیں بنایا جا سکے  
 جن میں سارے بھی نہ جھگڑاتے ہوں۔  
 کاش ہم سب کی کوششیں ثابت کر دیں کہ وہ [مادی و غیر مادی چیزیں] محض خوب دیکھنے، نہیں تھا  
 جبہ ذکر رہا تھا کہ حقیقی بھائی چارے اور امن کا حسن سونے، چاندی اور جواہرات سے نیرودہ قیمتی ہوتا ہے۔  
 وہ صبح کبھی تو آئے گی!  
 غمگین!

## خطبہ - ایف ڈی کلرک

جلالتِ مآب، عزتِ مآب، محترمین و حضرات!  
 ابھی صدی کو ختم ہونے اور نئے نئے سید کے طوفان میں گم ہو چکے ہیں۔ ہمیں یہی بعد  
 نظر آ رہی ہے کہ صدیوں کی مادی اور آئندہ ہمیں بعد میں انی مادی شروعات کو سونپ دی جائے گی۔  
 اس دوران ہم نے اپنی نوک انسان کی تاریخ کی عموماً بے خوف ماک چنگیں دیکھی ہیں۔ آج جب ہم یہ  
 الملاحظہ کر رہے ہیں:

محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں سب سے زیادہ

جارجیا، آرمینیا اور آذربائیجان میں تنازعہ ہے:

فرانچ میں عبادت گاہیں اور تنازعات سنگ ہے ہیں۔

انگو: میں، صومالیہ میں اور حالی ہی میں یہودی میں اور میرے اپنے ملک میں یہودی جوہر کا ملک تھی

ساری کامیابیوں کے، یہی تشدد کے باعث امن کی باتوں کی ابتدا سے اب تک زمین و آسمان سے نیا دیا نہیں  
ضائع ہو چکی تھا۔

جیسا کہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے، بے شمار باخوبیوں کے باوجود ان تنازعات میں لٹنا نہ ہتھکتے تھے۔  
ان سب کے علاوہ تنازعات کی راکت و آگ اور تلخ آفتاب کی تھلکتوں، دیو کے بچوں کا ہم پر قہر ہے۔ وہ  
سب جتنی زندگی میں امن اور شریعت نہ مواقع کے حق دار تھے۔ میں اپنے اس خطاب کو ان سب کے اور  
UNICEF کے نام معنون کیا چاہوں گا جو ان کے حالات کو سدھارنے کے لیے کام کر رہے ہیں۔

مجموعیہ سوال کیا چاہیے کہ امن آسانی کے حصول کی منزل کی جانب نہ جھکی رہے یا نہیں۔ یہ سب  
تاریخ کے پتے پتے پر بے شک و شبہ ثابت ہو چکا ہے کہ امن کی بنیادیں اچھے ہوئے ہیں۔ یہ 1901 میں شروع  
کیے جانے والے امن کے مذاکرات کا جلوس بنی نوٹ انسان کو امن کی طرف لے جا رہا ہے؟

اس تقسیم اعزاز پر غور کرتے ہوئے جو ہم کو امن کے انجام کے نام سے جھکا ہوا ہے، ہمیں قدامت  
انسان کے ساتھ یہ سارے سوالات کرنے چاہیے۔ ساتھ ہی ہمیں امن کی ماہیت پر بھی غور کرنا چاہیے!

سب سے پہلے امن، میرے خیال میں، خود امن ہے جو ہم خود کو بخود دیا ہے۔ یہاں پر اپنے عقیدوں سے اور اپنے  
خلاق کے ساتھ متورشتے سے حاصل آتے ہیں۔ یہ ان ہم کو کوجائز کرتے ہیں، اور معرکے ہارے  
طرف قیامت لڑا کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہمیں ان سے حاصل ہونے والے عقیدوں پر بھروسہ ہی تو ہم امن سے  
خلف غور نہیں کریں امن سے جو ہم قسم کے انداز سے بھی ہٹتے ہیں۔

یاد رہے کہ کسی کا مذہبی عقیدہ، دینی عقیدوں میں بھی امن کی جانب نہ ہٹتے ہوئے قدم میں داخل نہ  
ہے۔ میں اس وقت، دین میں امن اور انسانی رشتوں پر اس کے اثرات کے صرف چند تاثر پیش کر سکتا ہوں!

امن کا مطلب صرف تنازعات کی غیر موجودگی نہیں ہوتا۔ تاریخی گواہی ہے کہ بہت سی جاہلانہ سوستانیوں  
میں تنازعات مفقود رہے ہیں۔ تنازعات کی کمی کی جڑیں ہم آہنگی، نیک نیتی، غیر ملکی یا گمراہی کے درمیان  
رضامندی ہی میں نہیں ہوتیں، بلکہ خوف میں، یہ بھی میں ہونا چاہتی میں جاتی ہیں۔

لہذا انحراف یا رضامندی کے بغیر حقیقی امن حاصل نہیں ہو سکتا۔

یہ بھی امن کا مطلب کھلی شفافیت ہوتا ہے۔

بنی نوٹ انسان کے معاشرت بھی نہ ختم ہونے والی سیلابی کیفیت میں رہتے ہیں۔ مافرد یا گمراہیوں و  
سیلابی بحالتوں یا سبوں کے مابین رشتے ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ نئے معاشرت ہمیشہ بھرتے رہتے ہیں  
اور ان پر مستحکم نگاہ رکھنی ہوتی ہے۔ تناؤ پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کو کم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بنیاد  
پرست جنگجو قبیلوں امن و جہد و کرتے کی درپے ہوتی ہیں اور ان کو قتل و کشتار ہوتا ہے۔

لہذا بغیر مسلسل کوششوں کے، منسوب بہ بندگی اور مشقت کے، امن امن قائم نہیں ہو سکتا۔

تنازعات کی غیر موجودگی یا خیر اور ان کی کیفیت کا مطلب امن نہیں ہوتا۔

امن ایک ذہنی کیفیت ہوتا ہے۔

اسکی کیفیت جس میں امن، سکھ، سچ، برائی، خوشی، رفا اور اتفاق رائے، امن، محبت سے، نہ گروہ بندیوں، لہذا اور تشدد سے، اپنے اختلافات ختم کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔

امن ایک ڈھانچا بھی ہوتا ہے۔

ایسا ڈھانچا جس کے اپنے ضابطہ، قوانین، معاہدے اور رسم و رواج ہوتے ہیں، جو امن، سچ، برائی، خوشی اور رفا کے درمیان مابین مفاد پرست جھگڑوں کے حل کے طریقے میں کہتے ہیں۔ وہ بھی ڈھانچا ہی ہوتا ہے جس میں جماعتی، جنس اور اقتصادی ترقیات کے اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے۔

امن کی جستجو میں ہم نے ہمیشہ خود سے پوچھا کیا ہے کہ ہمیں ایسے حالات پیدا کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے جس میں امن فروغ پائے سکے، امن کے مسائل جن سے امن ہوتی ہے جو اس کے خلاف عمل کر رہے ہوں اور ان کو جڑ سے اکھاڑنا ضروری ہوتا ہے۔

جس، بحال میں منہسی اور محرومیوں کا رشتہ ہو، امن کے لیے یہ بھی سزاگار نہیں ہوتا۔

جس تعلیم کی اور آگاہی کی کمی ہو، امن فروغ نہیں پاتا۔

جس تشدد، نا انصافی اور استحصال امن کے لیے مزید قائل ہوتے ہیں۔

گروہوں کے درمیان مختلف اور رشتہ، وغیرہ حقیقت پسند نہ تو تعلیمات کی بے لگائی امن کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہوتی ہے۔

نسلی درجہ بندی و مذہبی تعصب امن کے قائل دشمن ہوتے ہیں۔

چوں کہ انسانی تاریخ کا ایک بڑا حصہ ایسی ہی کیفیتوں کی نمایاں صفات کا حامل ہوتا ہے، اس لیے یہ دیکھ کر حیرت نہیں ہوتی چاہیے کہ تاریخ کا ایک بڑا حصہ ہمیشہ سے جنگ اور تشدد کی رو سے دیے والی کہانی کے مترادف ہوتا ہے۔

حکمرانوں میں خوشامیدی کی بھی جذبات ہوتی ہیں۔

دنیا بھر میں امن کی منگوائی محنتیں سرگرم عمل ہیں۔ ان میں معاشرتی ترقی، بیادنی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ آزاد تجارتی منڈیوں کی پیدا کردہ معاشرتی ترقی کو سبکی اصلاح پر مبنی ہو رہی ہے جو منہسی کے اثرات و رسوخ کی فلاحی میں معاون ہوتی ہے، جس سے منہسی کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

یہ عالمی آبادی کی تعلیم اور محصولات میں ایسے اضافے کی رہی ہے، منہسی میں جس کی مثال نہیں ملتی۔ معاشرتی و معاشی رشتوں میں تبدیلیوں۔ مانی سے لورڈ سوڈہ سی سی نظام پر غیر معمولی لیاؤ ڈاں رہی ہے، انھما ہوا ڈاگین ہاؤس کے اہل لیاؤ گین ہاؤس کے۔

اور معاشرتی ترقی کے ساتھ ساتھ جمہوریت بھی آگے بڑھتی ہے۔ جس میں بھی معاشرتی تبدیلی ہوتی ہو، وہ تو

جمہوری ادارے اور مماندگیاں ترقی پائیں گی ادارے جو ہمیشہ امن کے لیے ایک اچھا پھراہم کرتے ہیں۔  
یہ امر بہت سچی چیز ہے کہ دنیا میں وہاں نہ جیہ جمہوریت کے درمیان کسی دور میں بھی جنگ نہیں ہوتی  
ہے۔ [جب کہ] مطلق العنان اور آمرانہ ریاستوں کے درمیان بے شمار جنگیں ہوتی ہیں۔ جمہوریتوں اور  
آمریتوں کے درمیان جنگیں ہوتی ہیں جیسا کہ جمہوریتیں اقتدار و جھوٹ کے دفتار کے لیے۔ گناہی کوئی مثال  
نہیں ملتی جس میں آزاد اور جمہوریتوں کو توں نے ایک دوسرے کے خلاف تنبیہ نہ کی ہو۔ اس کی وجوہات  
صاف ظاہر ہیں کہ:

تعلیم یافتہ اور بد شرعوں کو جنگ کے لیے اکسنا مشکل ہوتا ہے اور ان کے بیرونی حقوق کا خاطر خواہ  
تعمیل ہو جاتا ہے۔

ان لوگوں کی جنہیں ایک مخصوص حد تک مادی آسائشیں ہیں، ایسے غیر بد شرعی تنازعات میں بھٹنا بہت  
مشکل ہوتا ہے جن سے ان کا دامن میں خطرے میں پڑ جائے۔

ایسے محاذ کو آسانی سے جنگ ہوتی کی طرف راغب نہیں جاسکتا جس میں وہ توپوں کی تعدادیں ہائیں۔  
زمانہ بد شرعی، بد خصوص، نیلی دھڑن، نے جنگوں اور تنازعات پر سے ان کی قریب نظر نشان کی قبلی اتار دی ہے  
جو پہلے ان پر چڑھی ہوتی تھی۔

اسی حالتوں کے ذریعے بھی ترقی ہو رہی ہے۔ عالمی سطح پر جمہوریت کے لیے موجودہ آئینی ترقی،  
معاشرتی ترقی پر جس کا وہ دھارا دہا میں امن کے لیے نعمت سے ہم نہیں۔

ہمارے ملک کی قلبی مابیت اور ہمارے محاذ کی بیداری کی بھی ایسی ہی طاقتیں ہیں جن میں اور طاقتیں  
بھی شامل ہیں، قے دار ہیں۔

جنوبی افریقہ میں ہونے والی بنیادی اصلاحات، بیرونی دباؤ سے نہیں بلکہ ان معاشرتی تبدیلیوں سے  
ہوتی ہیں جنہوں نے معاشرتی ترقی میں نمود پیدا کی ہے۔

جس دباؤ نے نسلی امتیاز کو سہارا دیا ہے، وہ دراصل تنبیہ کی جہد و جہد سے نہیں، بلکہ ان سے محبت کرنے  
والے گروہوں کو ان کی طرف رجعت اور معاشرتی ترقی میں شمولیت سے پیدا ہوا تھا۔

ہمارے ملک میں ہونے والی مائتدہ ضرورتیں تبدیلیوں بنیادی طور پر متاثر کرنے والی سیاسی قریبوں  
سے اطلاعات سے نہیں، بلکہ ان حقائق کی بنا پر ہوتی تھیں جو مذہبوں کو ان کے گھروں میں نیلی دھڑن اور  
ریحانے پہنچائے تھے۔

پھر بھی، ایک بہت مختصر جس کی آگے بڑھنے کی قوت نے جنوبی افریقہ کو ایک نئی قسمت سے آشنا کیا، وہ  
حقائق کی بنیادی تبدیلی۔ وہ یہ تبدیلی دونوں جانب ہوتی تھی جو کئی شرعوں سے تنازعات میں جھے ہوئے  
تھے۔

یہ تبدیلی اپنا کام نہیں، بلکہ یہ نیچیں کی تنبیہ، حماست و جاری تنازعات کی بے اثری، نا کام طریقہ عمل اور

اس کے ساتھ ہونے والی اصلاحوں کے سلسلہ عمل کا نتیجہ ہے۔

اس طریقہ عمل نے پیشکش پائی گئی تھی کہ کھڑکیاں جہاں اس کو پہلی تیار سے لانا تو لانا پڑا اور ایک مختلف شروعات مرقی پڑی۔ یعنی ہمیشہ کے لیے ہر قسم کے امتیاز سے کنارہ کشی۔

اس طرح ہم جنوبی افریقہ، اس غصے پر چھ گئے جہاں سے نسوں سے جاری اصلاحوں اور تحریکات، عداوتوں اور خوف کو ختم کرنے کا عمل شروع ہوا جنہوں نے ہم کو تیسرے کر رکھا ہے۔ اس عمل نے ہم کو مسرت کی طرف رغب کیا جس میں ہم مین کے لیے اسکی سوچی سمجھی پیدائش کے جس کام میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ انہوں نے جنوبی افریقہ کے لیے تھے آئین کی راہ، ہمارے جس پر پیرامیٹریں میں بحث جاری ہے۔ یہ آئین ابتر کرتا ہے کہ:

۱۔ نئی نظام میں قانون آئین اور حقوق کے مسودہ قانون کو دور وقتی حاصل ہو۔

انڈرائی، شریکی اور سات کے بنیادی حقوق کے لیے مسودہ قانون کے ذریعے یہ تحریک ہو جو ملی سطح پر قابل قبول ہو۔

ایک خود مختار آئینی عدالت ہو جو آئین اور بنیادی حقوق کے قوانین کی رکھوالی کرے۔

اسنے واضح آئینی اصول متعین ہوں جن پر مستقبل کے آئین کو بھی عمل کرنا پڑے۔

حالت در مرکز حکومت اور ملی اصول پر مبنی حکومتوں کے درمیان حالت اور فراخ نفس میں توازن ہو اور اس میں آئین اور آئینی تبدیلیوں کے لیے تراکیب کا تعین ہو۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ مہم آئین معاہدوں اور اصولوں، اور دلچسپی کے لیے مناسب فراہم کرنا ہے جو ہمارے پیچیدہ حالات میں قیام اس کے لیے ضروری ہے۔

یہ ہر میدان میں تمام جنوبی افریقہ کی ملی اور عمل شمولیت کو یقینی بناتا ہے۔ یہ رنگ، دھرم، مذہب یا جنس کی بنیاد پر امتیاز نہیں کرتا۔

اس میں وہ تمام تفصیلات شامل ہیں، ہمارے سات کے تمام ممبر کو جن کی ضرورت ہوگی، جن کے ذریعے وہ اپنی شہریت اور اپنے رکن بن کر قرار رکھیں گے۔ یہ ہر فرد کے سیاسی، سماجی، تہذیبی اور معاشی حقوق کی مناسب ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔

اگر ہم مضبوط مادیات میں، جس کا میں ذکر کر چکا ہوں، تو مجھے یقین ہے کہ وہ فراہم بھی کامیاب ہو جائے گا، جو ان کے لیے اشد ضروری ہے اس مادی جو ان کے آؤس کے تنازعات کو جبر و تشدد کے بھرنے، غلط و مشنہ سے، مصالحت اور معاہدوں سے طے کرنے پر آمادہ کرے۔

خود وہ کتنے ہی مازک کیوں نہ ہوں، مجھے یقین ہے کہ اس وقت بھی جنوبی افریقہ میں اسے ہمارے قائم ہیں۔ ہمارے ہمارے رہنماؤں کو جن میں مسٹر مینڈیلا کے ساتھ میں بھی شامل ہیں، اسے ادا ملے جو مستحکم کرنے کی مثال قائم کرنی ہوگی۔ ہمیں اچھوتوں کی صف، تہذیب سے مزاحم ہونے میں بڑی دلائی کی ضرورت

ہوں، جو خانہ جنگی کی امنکوں دے رہی تھیں۔ میں نے قیام کے لیے، ہم جس کا وعدہ کر چکے تھے، وہاں گئے اور علاج کے وقت کے لیے ثابت قدم رہنا ہوگا۔

اس میں مروت کوئی گنجائش نہیں۔ ہم سب کا جو من ہے، یقین رکھتے ہیں، اپنے ملک کے عوام کو دور کرانے کے لیے کران کے حقوق اور سرکاری کاموں کو محفوظ کیا جائے گا، اپنی کوششوں کو ترجیح دینا ہوگا۔

مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم اپنی کوششوں میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ جنوبی افریقہ کے تمام باشندے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم کو یک دہم کے لیے کھڑا کرنا ہوگا، کہ ہم میں سے کوئی بھی کامیاب نہیں ہوگا اگر ہم نے مل جل کر کام نہیں کیا، کہ ہم سب کا کام ہو جائے کہ اگر ہم نے کچھ نظریاتی مفادات کے حصول کی کوشش کی۔

پانچ برس قبل امریکی یہ پیشین گوئی کرتا کہ ایک دن مسابینڈ کو، اور مجھے ایک ساتھ 1993 کے نوبل امن خاں سے نواز جائے گا تو وہ اس کی ذہنی حالت پر شک کرنے لگے۔

مگر آج ہم دونوں آپ کے سامنے موجود ہیں۔

ہم دونوں سیاسی حریف تھے۔

ہم ٹیکری مسائل پر شدید اختلاف رکھتے ہیں اور بعد کی رائے ٹورن میں ایک دوسرے کے مددگار ہوں گے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ ہم من کے ذریعے کو، جو قائم ہو چکا ہے، مستحکم کرنے کے بارے کے ساتھ ایسا کریں گے۔

ہم ایسا ہی کریں گے۔ اور دوسرے دن بھی ہم دوسرے ساتھ ہوں گے کہ ہمارے ملک کے عوام اور ان کی بھرتی کے لیے کسی کے مدد کو کوئی راستہ نہیں۔ ماضی کے تنازعات سے ہمارے ملک کے عوام میں سے کسی کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوا تھا۔ اب تنفیہ کے ذریعے ہم سب کو یک دہم دے رہے ہیں۔

منافقت ہر جانب سے قریب تھیں طلب کرتی ہے۔ مسابینڈ کے طرف داروں یا میرے ساتھیوں دونوں کو اپنے غصب میں کوئی دینا جن کے حصول کے پیشروں سے خواہش مند تھے اس کام نہیں تھا۔ مگر ہم نے یہ بھی کر دیا ہے۔ اور چون کہ ہم نے کہا ہے، اس لیے میدان قائم ہے۔

مستقبل قریب میں ہونے والی رائے ٹورن ماضی کے مستقبل کے بارے میں ہوگی۔ سید و سیاہ کے افریکان اور ہوس تو ان کے بارے میں نہیں ہوگی۔ یہ ہمارے عوام کے مسائل اور ان کے مستقبل کے بارے میں ہوگی۔ کسی امتیاز یا کسی جہد کے بارے میں نہیں، اس کے مستقبل اور استحکام کے لیے، ترقی اور خوش حالی کے لیے، کوئی تعمیر کے لیے ہوگی۔

نیشنل پارٹی کا پندرہ بجے کے بعد میں نے 8 فروری 1989 میں اپنی تقریر میں کہا تھا:

ہمارا ہدف ایک نیا جنوبی افریقہ ہے:

کھل پور ہر بدلا ہوا جنوبی افریقہ:



ایسا جنوبی افریقہ جو خود کو ماضی کی دشمنیوں سے آزاد کرے گا؛

ایسا جنوبی افریقہ جو حیرت انگیز تسلط سے، عمادِ دو گم کی قومیت کے گھیرے ہوئے، پاک ہوگا؛

ایسا جنوبی افریقہ جس میں ستوں اور اد پر مبنی جمہوری قوتیں باہمی جہد کے حصول کے لیے اور انتہا پسندی کے خلاف صرف آرا بیچائیں گی، خود ہر کسی بھی طرف سے آتی ہو۔

اس کے بعد سے ہم نے، یہی، روحانی اور کاروباری رہنماؤں کے ٹیلی ویژن تقریریں کی ہیں۔ میں مسٹر میٹھیلا سے کہوں گا: آپ کا شکریہ، اور امن کے انوکھے قول کرتے ہوئے میں ان تمام فریڈ کوٹر کی عقیدت پیش کرنا چاہوں گا جو ساری سرزمین پر امن کے قیام کے لیے کام کر رہے ہیں۔ میں تمام جنوبی افریقیوں کی طرف سے، نہایت راست اور عادلانہ، ہٹلر کم زوروں کے اعتراف کے ساتھ اور ہر ممالک کشادگی، اس انعام و قبول کرتا ہوں۔

میں ان کا بھی شکریہ ادا رہوں جنہیں نے جنوبی افریقہ میں ہونے والی مناسبت اور صحت کے لیے اس انوکھے کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمارے راستے میں بہت ساری رکاوٹیں تھیں اس لیے یہ سب بھی بہت پرخطر ہے۔ مگر وہ انہی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں کرتا۔

فقیم جنوبی افریقہ کی مثالوں میں سے ایک N P van Wyk Louw نے لکھا ہے:

کشادہ و سوگوار چلتی!

جنوب کے سب بڑے ستاروں کے اکیلی

بلند پرواز کرتے والی ٹھٹھی بھی، کیو

ترقی خیمہ انگریزی مشین سے جہد ہو؟

کوئی بڑا حسن تیرے آگے

نہ جاتے گا بلند یوں تک

جو مثال پر کار چھوٹے بادلوں کی صحت

ترقی بند اور سوق میں ڈوبنے چھٹوں پر

ہوا میں لہراتے رہتے قند، سو

نہ چھ میں ایسا عمل ہو پہاں

جو آسمان کی مین پھیلتیوں میں گونجے

بور حواریں ما توافی کا منہ چڑائے

جنوبی افریقہ میں جو بھی ہو رہا ہے وہ کچھ ایسا ہی ہے۔ کوئی عمل جو زمین کی ٹھٹھی میں گونج رہا ہو۔ امن کے حصول کی ممکنہ صورت۔ یہ عمل جنوبی افریقہ میں امیدوں کے چھٹاؤ روشن کرتا ہے۔ یہ عمل سب کے لیے کوئی رہنماؤں میں نئے افق دکھاتا ہے۔ یہ ہمارے عدالتی اور ہمارے ملک کے رہنما پر مشیدہ امکانات کی تلاش کھاتی کرتا ہے۔

# ریگوبرٹا میں چوٹم

## اخلاق تجلیاں

جرات تاب، عزت تاب، محنت تاب، جغرافیہ جغرافیہ!

مادریاتی فکریاتی نے 1992 کا نوٹس امن خاتمہ ریگوبرٹا میں چوٹم کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ریگوبرٹا میں چوٹم! اسم آپ کو سو میں اتمام دوسری آسنے کے لیے تشریف لے گئے پھر خوش آمدید کہنے میں کب کو نہ سہرت محسوس کر رہے ہیں۔ خوش آمدید، شاہ کے علاقے کے اس چھوٹے سے سرزمین میں جو آپ کے چہرے ملک سے بہت فاصلے پر سے جغرافیائی اور سماجی دونوں اعتبار سے یہ فاصلہ بہت طویل ہے، مگر بالخصوص اس اتمام کے موقع پر ہم اس کچھ عیب کی محسوس کر رہے ہیں۔ تازہ درجہ بندی جس کہیں بھی دنیا میں ہو رہی ہیں۔ دونوں پورٹی دنیا کے لیے ہمیشہ توشہ کا باعث بنتی ہیں۔ اس کے فاصلے کے باوجود بھی ہم کو سچے، امن میں ہونے والے یہ مقامی تازہ سے خط و محسوس کر رہے ہیں، فوجی اعتبار سے نہیں، مگر اس لیے کہ یہ دنیا کے مستقبل پر اثر انداز ہوتا ہے۔ گوئی، اس کی حالت ہمارے نزدیک یہ خصوصیات معنی رکھتی ہے، اس لیے کہ یہ اتنا عام سا مسئلہ ہے کہ ہم سب کو اس کے حل میں ہاتھ بٹانا چاہیے۔ ہم ایسے مسائل کو مقامی اور نسلی ملاحظہ، قدیم باسیوں کے حقوق، ماحول اور دیہاتی میں اشتراک، مفلس اور شدت مند کے درمیان خیر گردانتے ہیں۔ میری مراد مقامی میں مہارت کے کنارے ہے۔ گوئی، ان محلات میں جو ماہ اختیار کرتا ہے وہ ہمارے لیے بہت اہم ہے۔ اس لیے ہم خود کو اس میں رتھ رہتے ہیں۔

قرابت اس کا ایک اور پہلو ہے، ریگوبرٹا میں چوٹم جیسی شخصیت جس کے باعث ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ عمومی انسانیت میں جو ہماری اشتہار ورت ہوتی ہے، ہمارے امن اور رضا مندی کے ثواب میں، بہتر زندگی کی ہماری خواہش میں، باعزت زندگی گزارنے کے ہمارے حق کے احترام میں ظاہر ہوتی ہے۔ انسان ہونے کے ساتھ نسلی، قریبی اور جغرافیائی تقسیم کے باوجود ہماری اپنی اپنی ضرورتیں ہوتی ہیں۔

ایک صحت کا حال ہے، ہمیں اس قربت کا احساس دیتا ہے جو ہماری مشاعرہ کرانہ نیت کا جزو ہے۔ ایک وحشیانہ میں غیر مسیح انسانیت پر قرار رکھنے کے باعث ملے بنائیں چھٹے ہمارے بہترین اندرون سے غفلت کرتی ہے، انکو دیکھ کر اس کے سنے والے ہوں اور نواہ ہمارے پس منظر پر کچھ بھی ہو سکتا ہے ایک منصفانہ جدوجہد کی مستحکم علامت کے طور پر ہمارے سامنے آتی ہے۔

رہنما ایک Quiché انڈین ہیں۔ دو گھنٹے مارے پر یوں میں واقع ایک منفس نڈین گاؤں میں پیدا ہوئی تھیں۔ اسی تہذیب میں بڑھیں اور باغ ہونے کے بعد انھوں نے ہسپانوی زبان کا مطالعہ کیا۔ جیسا کہ وہ اپنی خود نوشت سوانح حیات میں بیان کرتی ہیں، وہ بچپن میں گاؤں میں اپنے خاندان سے بہت قریب رہی تھیں مگر اقداس کی مار پیچ ہوئی تھیں۔ فلاحہ کی سے بچنے کے لیے انھیں بچپن ہی میں پاس کے بڑے بڑے کھیتوں میں پاس چھنے کا کام کرنا پڑا تھا، جہاں انسانوں کے ساتھ جانوروں سے ذرا بہتر سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ اپنی خود نوشت سوانح حیات میں وہ لکھتی ہیں: ”جب میں اپنے بچپن کے بارے میں سوچتی ہوں تو اس نتیجے پر پہنچتی ہوں کہ مجھ پر تو کچھ بچپن کی ہی نہیں۔ میں کبھی اپنی تعلیم کی نہیں۔ میں کبھی اسکول نہیں گئی، میری نشاندہی کے لیے مناسب غذا نصیب نہیں ہوئی، مجھے تو کچھ بھی نصیب نہیں تھا میں خود سے سول کرتی ہوں کہ جو یہ کیسے ممکن ہوئے؟“ یہ تعان کا حال اسی وقت، جب وہ زمین کی رہوں میں چھتے ہوئے موٹے منہاں رہی تھیں۔ ان کو وہ دنیا کی گئی ہوئی جس نے ان سے ان کا بچپن چھین لیا تھا؟ یہ سے وہ سوال جو آج ہم سب کو پہنچے آپ سے پہنچنا چاہیے۔ مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی اندرونی طاقت اور انسانیت کے ذخیرے کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں جو تاب ترین حالت سے بھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگ ہمیں جو کچھ بتاتے ہیں وہ واقعی سننے کے قابل ہوتا ہے۔

ریو ہما میں چوٹ وائٹین وکیل کی مینوں کی فیملی کا بھی تجربہ ہوا تھا۔ ان کا کوں ان سیکڑوں دیہات میں سے تھا جنھیں مسمار کے زمین کے ہمارے کر دیا گیا تھا۔ قبل عام کی روش روز مزد کی دست تھی۔ گوئے ما، کو آخر چہ ۱۹۸۲ میں شری کو میں نصیب ہوئی تھیں مگر ان کے زمانے میں بھی ایسی باتوں میں ہے شمار قتل عام ہوئے۔ سیکڑوں حقوق تو یہ پائی گئی ہیں۔ صرف اسی بات کی بدلتے امریکی اور کینیڈائی انسانی حقوق کے اداروں نے نو سو بی کارروائی کے بعد ۵۸۰ موت کی سزاؤں اور محتویات کے ۸۰ واقعات کا پتا لگا دیا۔ مینوں سے جبری انکار کے جواب میں گولیوں کو بھی پرے کاٹ چکے تھے جنہر علم و رسم کے موئے فراہم کر کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ ریو ہما میں چوٹ کا خاندان بھی اسی شدید تہذیب و تمدن کی کائنات بنا ہے۔ ان کے والد نے، جو اپنے گاؤں کے منتخب رہنما تھے، کاسٹ کا دی کی زمین بنائی تھی جسے وسیع پیمانے پر لوگوں کی حالت کا مال ہو گئی تھی۔ ان کو زندہ جلا دیا گیا تھا۔ فوٹ نے ان کی والدہ اور بھائی کو وحشیانہ حکم کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جیسا کہ ہم کو بچپن سے کہنا سیکھا گیا ہے، اس سال کو ہمیں ”دریافت“ کیے ہوئے پانچ سو سال

ہونے والے تھے۔ یوں کہا جائے کہ جب سے نوآبادیاتی رائج ہوئی ہے مابقی دنیا میں کھانے سے کم از کم اتنا فائدہ ضرور ہوا ہے کہ دنیا بھر میں قدیم باشندہ (aborigin) کے حقوق کا سلسلہ سفیدوں سے زیادہ زیادہ گیا ہے۔ دنیا کے دوسرے ممالک کے مقابلے میں امریکا کے حالات زیادہ واضح ہو کر بھرے تھے۔ یہ پورا ایک براعظم تھا، کوہس کے نام سے جس کی آبادی کم از کم 100 ملین رہی ہوگی۔ ان انڈین لوگوں میں سے آج محدود و بے چندتی باقی رہ گئے ہیں، اور صحیح معنوں میں اصل انڈین تہذیب مگر چند چھوٹے چھوٹے ممالکوں میں محدود پائی جاتی ہے۔ انڈین تہذیب اور انڈین تہذیبوں کے مقابلے میں یوں اور انڈین تہذیب کا بڑا ڈھونڈ کر کرنے میں کم زور رہی ہے۔ جو عمل امریکا میں ہوئے، اسی دنیا کے بہت ہی کم ممالکوں میں دیکھا گیا ہے۔ یہ عمل بہت بچھا ہوا ہے، اور یہ عمل اس کا زیادہ تجزیہ کرنے کا نہیں، مگر جو بات صاف نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ بعض باتوں میں بعض ممالکوں میں ہمیں چھوٹ کی چیزیں، موات، جنگ، اور غارت گری کی بے ترتیبی کے علاوہ ایک اور مختلف طاقت کا سامنا ہوتا ہے، اور وہ قدیم باشندوں کی ایک باقاعدہ نفسی صفاتی (ethnic cleansing) کے نفاذ کی صورت میں پیش آتی ہے، جس کو صحیح معنوں میں انسانیت کی کہا جا سکتا ہے۔ قدیم باشندوں کے حقوق کے تحفظ ان کی تہذیب کا احترام اور ان کو امن اور باہمی مفاہمت سے زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہمیں منظور دہان چوٹ جیسے لوگوں کی ضرورت سے ساری باقی ذلت کشی کے لیے یہ جی ایک حسن اتفاق ہی تھا کہ کوہس دریا نیت کی ندی کے موافق پہاڑ ذلت کشی کے مستحق لوگوں میں سب سے طاقت ور شخصیت بن کر سامنے آئی ہیں۔

مگر دنیا میں چوٹ کشی نے فیصلہ کیا کہ وہ خود کو اپنے لوگوں کی سیاسی اور سماجی بھائی کے لیے وقف کر دیں گی۔ نہایت دل آویز اور جذباتی صاف گوئی سے وہ اپنی خود دوست سوچ عمری میں ہمیں بتاتی ہیں کہ ان کے لیے یہ کتنا مشکل فیصلہ تھا کہ اپنے لیے اور دوسرا خاندان کو قتل نہیں کریں گے۔ وہ بتاتی ہیں کہ انہوں نے اپنی ہم نسل آبادی کے لیے نہ اپنی ذات کے لیے بلکہ اپنے خاندان کے لیے، خوشیوں کی فراہمی کو اپنے ذمے داری سمجھا اور جب انسانیت کا معاملہ ہو تو ایسی ذمے داری کا بوجھ زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے ذاتی مفاد کے خلاف فیصلہ کیا۔ "میں بہت بچھن میں تھی" وہ لکھتی ہیں کہ "موت اور بے شمار دوسرے معاصرت مجھے تہ نہیں چھوڑتے تھے۔ میں ہمیشہ بے ہوش رہتی تھی۔" وہ CLUG کی قیادت کریں گی جس میں انہوں نے ایک اور بڑے کی قوم میں شہرت کی جو "تہذیبی سیکھوں" کے نام سے مشہور ہے۔ "صحیح معنوں میں ہم لوگوں نے لفظ 'تہذیب' کے معنی سمجھے، جنہی 'قلب، مہیت۔' اگر میں نے سمجھے کہ میں بڑے پر جبر و جہد کا رستہ اختیار کیا تو میں اس وقت پہاڑوں پر ہوئی۔" اپنی سیاسی مسودہ فیتوں کے باعث انہیں میکسیکو میں بارہ برس کی جبری وطنی اختیار کرنی پڑی تھی۔ وہ قوم احمد میں انڈین لوگوں کے پسے نامہندوں میں سے ایک تھیں، اور اقوام احمد کے ہی گروپ کی تھیں جس پر انڈین قوم کے انسانی حقوق کے لیے کام کرتا ہے۔

اپنی کتاب A Strategy for Peace میں سینیڈا شہر کی انگریزی پبلیشر سسلا (Sisela)

(Book) "pathology of parkinsonism" کو تشدد کے استعارے کے حشر سے تشریح کرتی ہیں۔ جو کوئی بھی تشدد کا عمل اختیار کرتا ہے وہ اپنی انسانییت کو دسے گا اس طرح تشدد سے تشدد پیدا ہوتا ہے۔ "غربت سے غربت آتی ہے" اس نے غمزدگی کی زبان کے شاعر اسٹیفن اسپنڈر (Stephen Spender) کا حوالہ دیا جس نے بذاتہ خود ہسپانوی خانہ جنگی میں حصہ لیا تھا: "مجھ پر یہ واضح ہو گیا تھا کہ اگر میں نے سڑک کے قتل کو غیر مقصدیہ نظر سے نہیں دیکھا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے مجس کے قتل کو سڑک کوئی بدوا نہیں کیا۔" "غمر کوئی" "pathology of parkinsonism" کے شیڈیل پتھر سے باہر پیسے لگا رکھا ہے؟ یہ تو بہت آسان ہوتا ہے کہ آپ دوسری دوسرے تشدد اور غربت کے خاتمے کے لیے آواز گاتے رہیں، جب کہ آپ کو خود دوسری جانب سے ہونے والے اندھے تشدد کا سامنا نہ ہو۔ یہی وہی ذمہ داری نہیں کہ ہم ایسے بدتمیزات پر ہمارے غمزدگی کریں یا اس پر حسرت کریں۔ ہم اتنا ضرور کر سکتے ہیں کہ ہم دوسری ان بدتمیزات کی طرف اشارہ کریں جو تشدد کے ماحول میں رہ کر بھی اپنی انسانییت کو بچائے رکھتے ہیں اور ان لوگوں کی طرف جو ان کی وجوہ کی بنا پر ہم سے اجزاء اور خریف کے مستحق ہوتے ہیں۔ ایسے ہی وہ ہیں جن میں میر دہتے ہیں کہ شیڈیل پتھر سے باہر نکلنے کے بھی راستے ہوتے ہیں۔

میں نے کئی بار مٹھو ہٹا کر چوکھٹے خود دوست سوانح حیات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ ایک غیر معمولی انسانی دنیا دہانہ ہے۔ یہ عقلم کو سنجیدہ اور حقیقت کے انداز میں بیان کرتی ہے۔ اس کی عقلی طاقت خودی طیش اور کھنگلی سے کچھ سطحوں میں، وہ تشدد اور خودی کے ذمے دار دوسروں سے غربت کا اظہار بھی کرتی ہیں۔ غمزدگی کی ان کا بیان دل ٹھٹھ میں انسانیت کا بھی مظہر ہے۔ تقریباً مذہبی انداز میں وہ تشدد کے ماحول میں چھوٹی چھوٹی دلچسپ تفصیلات کا بھی تذکرہ کرتی ہیں۔ ہر ذی محبت سے وہ انداز میں رہا کو بھی بیان کرتی ہیں۔ جس دل کو دینے والے انداز میں انھوں نے دوسروں میں کرنی والی ریڑھ سے اپنی مذاقات کا تذکرہ کیا ہے جس میں سے بہتر مثال پیش نہیں کر سکتا۔ انھوں نے لکھا ہے، "ہم نے ایک دوسرے سے شریک کے چند لحاظ کبھی اس آدمی نے، جس نے میری ماں کو قتل کیا تھا، مجھے ذمہ دار خود کے لیے ہمدرد ہونے پر مہارک بدتمیز کی اور اس موقع پر کو قوی افکار رہا۔ تب مجھے حسرتی ہوا کہ اپنی شہ میں ہم سب انسان ہیں۔ یہ کسی دوسرے شام سے مذاقات جیسی مذاقات تھے۔ ان سے بات کرتے ہوئے مجھے سکون کا احساس ہو رہا تھا۔"

دنیا پر بہت زیادہ بھروسہ کرنا حقیقت ہے، جس میں سے ہر ذی طاقت یہ ہے کہ اس پر ہم بھروسہ کرنا کیجائے۔ مٹھو ہٹا کر چوکھٹے کے کام کا بدلہ، جیسا کہ انھوں نے مختلف مواقع پر بیان کیا ہے، منافقت اور دامن کی ہے۔ وہ بہت سے زیادہ جاتی ہیں کہ مستقبل کی منافقت کی بنیادیں اس ماحول میں مضمر ہوتی ہیں جس میں آپ اپنی جدوجہد کرتے ہیں۔ نہایت وحشیانہ حالت میں بھی انسان کو اپنے اس عقیدے کو برقرار رکھنا چاہیے کہ ہم سب میں کچھ نہ کچھ انسانی حسرات ضرور ہوتے ہیں۔ مٹھو ہٹا کر چوکھٹے نے اس عقیدے کو بچا کر رکھا ہے۔ اس کی ان تمام کوششوں کی توصیف اور اجزاء میں دوسری بار دہائی کیسٹل آئی ان کو دوسروں میں انہیں پیش کر رہی ہے، غمزدگی!

## خطہ

جہازت قیام شاہ اور حکمرانوں کے محرم رکنان اور بیانی امن سمیت عزت و کرامت، عزت و کرامت  
ارکان حکومت اور سفرائے کرام، چارے کوئے، تھوڑے بچاؤ و رہنما، تنہا تین و غفرا۔

میں 1992 کے فوٹل امن نفاذ کے موافق پر عین جذبات اور افکار محسوس کر رہی ہوں مگر ایک عین افکار و جذبات اپنے ملک کے لیے اور اس کی تمام تہذیب کے لیے بھی۔ اپنی میسج کی قدر کے لیے بھی اور ان لوگوں کے لیے بھی جن کا حکم ہوں اپنے ملک کی محبت کے لیے بھی اور مادہ فحشیت کے لیے بھی۔ جو بولی بھی اس کو سمجھتے ہیں وہ انہوں کی اجازت کرتا ہے، مگر اس جدوجہد کی سمت انہوں کی سمت ہے جس کا مدد ایسے مقاصد ہوتے ہیں۔

میں اس انعام کو اپنی دولت کے لئے وقف کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کی حدود و حدود سماجی حقوق کے لئے اپنے مقدماتی نوگوں کے حقوق کے لئے ایک بڑی فتح جاتی ہوں جو 500 سال سے پہلے تھی، نکلے نکلے ہیں اور انسانی شعور کے جبر و استحباب کے برعکس کے شکار تھے۔

اجازت دیجی میں آپ سب کو یہ جھاؤں سرمیہ کے نزدیک یہ اتق مکیہ ہے۔

میری رائے میں فتنہ امن اسی مہم سے وہی چھوڑنے کا اتفاق کرنا ہے جس کے لیے دیا جاتا ہے اور جس کے لیے دنیا بھر میں اس کی بہت محنت ہے۔ یہ ان میں سے ہے جو دنیا کو متحد کر رہے ہیں۔ جس سے لڑ جانا چاہیے امن کے لیے، انھما کے لیے، ان لوگوں کے حقوق کے لیے جو بے پناہ محنتیں، سہاگنی اور سپہی مدد مسدودات کے شکار ہیں، جو اس دنیا میں عام سے ہم جن میں زندہ و تھیں، اور جہاں اس گمراہی پر بننے والی اشیات توقع کرتی ہے۔ یہ نہ ایک دن اگلی صدی کے اقدام کی بنیاد پر اس کی ایک نئی دنیا میں قلبِ مابیت ہوگی۔

یہ فائنل خواہ ایک معیاری نشان کی مثال ہے جو ہماری بہت افزائی روح کریمہ عبادت کریں گے گا۔  
کے عوام کے خلاف امریکہ میں ۹۰ چاروں دنیا میں کی جانے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی، اور ایک  
ثبوت آمیز اور آئیں میرے ملک کے ساتھ ایسے ظیروں کا میں میں جس کی چرچہ امن اور سلامتی انصاف کا  
حصول ممکن ہو سکے۔

نوٹس انی مریکے عدست ہے اکن کی، اور ان کوششوں کی جو یک حقیقی جمہوریت کی تعمیر کے لیے ہوتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ انی مریکے مار کے شرابی مصلحتوں کو اٹھائے گا کہ وہ سب سے زیادہ ایک محکمہ قومی کا حکمت کے ذریعے یہ امن کے حصول کے قائل کی گشت و شنید میں اپنا کردار ادا کریں، جو کوئی ملہ کی عمومی امنگیوں کا منظر ہو (حالانکہ ہر اوقات خوف کے باعث یہ ممکن نہیں ہوتا) اور جو دنیا کی اور قانونی بنیادوں پر اس طرح قائم ہو کہ اندرونی کسی اتحاد کو بنایا و بنے والے ہر ایک بھی اس کو اس طرح تسلیم نہ کر سکیں۔

اس میں ہرگز کوئی شبہ نہیں کہ یہ پھر سے عظیم کے مطابق باشندوں کو جہد جہد کے لیے ایک نیا ہے۔  
یہ مرکز کی امریکی عوام کو خراج تحسین بھی ہے جو آج بھی کشمکش میں سرگرداں ہیں جسودیت اور احترام کی  
کی بنیاد اپنے مستقبل کو تعمیر کے لیے، استحکام کے لیے اور ترقی و تخیل کے لیے۔

مقامی عوام کے اور انسانی حقوق کے، ناریں کو ہر طرف سے، ناریں کو ہر طرف سے، عملی طور پر تمام  
امریکی حدود سے، اور پوری دنیا سے ملنے والے مطالبہ بردار کے پیغامات نے اس انو میں اہمیت کو چاہا کہ  
ہے۔ دراصل ان کے نزدیک نوٹس امن کا یہ انو میں ایک فرد کے لیے نہ صرف ایک صدمہ ہے، ایک قرار  
سے، بلکہ ایک ابتدا ہے اس محنت جہد و جہد کی کامیابی کی ضمانت کی جو ابھی تک حاصل نہیں ہوئی ہے۔

تشریح کے طور پر دیکھا جائے تو یہ ایک عجیب متنازعہ ہے کہ میرے اپنے ملک میں کی جیسے اس بات  
پر شدید اعتراضات اور اختلافات کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ ایک Quiché انڈین کو نوٹس امن خود میں دیا جا  
رہا ہے، مثالیہ اس لیے کہ یہ ملینی امریکا میں، و خصوصاً گوئے، میں مقامی نسل و لوں سے، صورتوں سے،  
انصاف اور امن کا تقاضا کرنے والوں سے تعصب مخصوص سماجی و سیاسی حلقوں کی جڑوں میں بہت ہے۔  
موجودہ حالت میں، اس بے ترتیب اور بھٹی ہوئی دنیا میں مادیاتی نوٹس امن انو میں کوئی کامیابی  
محترم انو میں کا مجھ کو عطا کیا جانا اس حقیقت کی آگاہی کو واضح کرتا ہے، کہ اس طرح بھی طاقت اور بہت فراہم  
کی جاتی ہے امن کی جہد و جہد کو مفاہمت و رانصاف کی ناسی تیار اور تہذیبی تعصب کے خلاف جہد و جہد کو  
کہ اس طرح بھی ہمارے عوام کے درمیان ممدویت اور یک جہتی کی راہ ہموار کی جاسکتی ہے۔

نہایت گہرے ڈکٹر ایک گونہ اطمینان کے، تو میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ 1992 کے نوٹس  
امن انو میں کوں وقت تک عارضی طور پر میکسیکو میں رہا جائے گا جب تک کہ گوئے، میں امن نہ ہو  
جائے۔ اس لیے کہ اپنے ملک میں مجھے ایسے سیاسی بحالت نظر نہیں آتے جن میں کسی شخصانہ حل نکلنے کی کوئی  
امید ہو۔ یہ اطمینان و تشکر اس وجہ سے ہے کہ ہمارے ہمارے ملک میکسیکو نے ہمارے ملک میں امن قائم  
کرنے کے لیے بے حد کوششیں کی ہیں، کہ اس نے اپنی حدود میں ملک چھوڑے جائے، لے گوئے مارینوں  
جو ہر چھپنے کی جہد کی ہے، ہمیں قدیم Aztecs تہذیب کے ہمارے Museo del Templo Mayor  
میں جہد قائم کرے کہ یہ انو میں اس وقت تک وہاں محفوظ رکھا جائے گا جب تک کہ گوئے، میں، Quetzal  
کی زمین پر اس کی حفاظت کے لیے امن قائم نہیں ہو جاتا۔

امن انو میں کے دیے جانے کی مجموعی قیمت کا اندازہ لگاتے ہوئے میں سمجھتی ہوں کہ اس طرف سے بھی  
کہنا چاہوں گی جن کی آوازیں سنیں جانتیں یہ اپنی مائے مہر کی مزار میں جن کی آوازوں کے گلے ٹھوٹ  
ویسے گئے ہیں، اور ان دو گوں کی طرف سے بھی جن کو کنارے سے لگا دیا گیا ہے، جن کے ساتھ تعصب و تاسو  
سے، جو غم کی دے، دے ہوئے ہیں، ضرورت مند ہیں اور ان کی طرف سے جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی  
اور جبر کا نشانہ بننے کی طرف سے بھی جنہوں نے، ہر حال، صدیوں جیسی ہیں گراہنا نہیں، پناہ عزم  
اور اپنی امید نہیں گھوٹی۔

خواتین، حضرات، اجازت چاہتی ہوں کہ میں اپنے ملک اور دنیا میں 'نئی تہذیب' کے بارے میں کچھ عرض کر سکوں۔ دنیا ہوا میں ترقی کر کے جغرافیائی اعتبار سے تقریباً 300,000 مربع میٹر کے رقبے پر پھیل چکے ہیں۔ یہ ایک جنوبی میکسیکو، پیرو، گوئے، سوئیڈن اور اٹلی کے درمیان میں قائم ہے۔ ان کی تہذیب میں ایک اعتبار سے ترقی کر کے ایک اور دنیا میں چلی ہے۔ اس نے ریاضی کے میدان میں نہ بڑے نہ سائنسوں میں اور فنیات، زراعت، تعمیر اور انجینئرنگ کے نہ بڑے نہ چھوٹے میدان میں کھسکا کر رکھا، پارچہ پارچہ اور نقش نگاری کے نہ بڑے نہ چھوٹے فن کار بھی جنم پا چکے ہیں۔

دیاؤں نے ریاضی میں مسلم فن قیامت کا مہینہ اس زمانے میں کیا تھا جب ہندوستان میں اس کو دریافت کیا گیا تھا، اور بعد میں یہ عربوں تک پہنچا۔ ریاضی کی بنیاد پر ان کی فنیاتی پیشین گوئیوں پر تہذیبیں اٹھیں اور آج بھی تہذیبوں نے جو زمینیں پھیل رہی ہیں، اور چوکس، مینیٹر، تیار کیوتی، اور ایڈیوٹ کے میدان میں لہروں نے کاسٹلر کے مڈر جی کے کاماے انجام دیے ہیں۔

یہ وہی کتابوں میں سے ایک ہے، جو سپانولی فائنل میں تھائی سے لی گئی تھی، جس کو Codex of Dresden کے نام سے جانا جاتا ہے، جس میں گریگورین کی تصدیق کے نتائج درج ہیں اور 69 جلدوں میں دیے گئے ہیں جن کے مطابق 33 جلدیں [یہاں ان کی فراہمی مکمل شدت پر مبنی ہے۔] سورت پر مبنی واقع ہوتا ہے۔  
آج اس میں ایک احترام پر زور دینا زیادہ ضروری ہے جو دنیا کی تہذیبوں میں طور پر زندگی اور فطرت کے بارے میں کرتی ہے۔

کون چیل ہندی کر سکتا ہے کہ یہ لوگ "دیکھی ہوئی بڑی بڑی سائنسی فتوحات کرنے کے قابل ہو سکتے تھے" اگر ان کو چین اور آگ کے ذریعے مغلوب نہیں کیا جاتا، اور ان کو نقلی تھائی کا سنا نہ نہیں بنا دیا جاتا جس سے 500 برس میں 50 سال فراوان ہوتے ہیں۔

میں اس فائنل امن انعام کے معنی بیان کرتے ہوئے کہنا چاہتی ہوں کہ سب سے پہلے تو یہ اثرات تھیں۔ ان اثرات کو ان کے لیے جو اسی نے قتل، رعب کیے گئے کہ وہ ایسی باتوں پر منعقد نہ رہیں گے۔ تھیں تھیں جس میں بھائی چارہ بھی ہو، راسخوں کے درمیان تعلق، بھائی بھائی ہون، دیکھ کے لیے بھی جو اثرات ہوا۔ ان زندگی میں اللہ کی نظر انداز میں تھیں کہ امید کرتے تھے ان کے لیے جو منفرد سستی سے غائب کر دیے گئے، اور بے آواز گوتے، دیکھ کے ساتھ ساتھ پرے امریکی پر غلطی کے لیے بھی یہ ایک اثرات تھیں۔  
ان معاملات میں بدھ متی ہوتی تھیں کہ وہ تھیں۔ اگرچہ یہ 500 سال بعد پیدا ہو رہی ہے، وہ لوگوں کے لیے تھیں تھیں کے لیے، جبر اور استحصال کے لیے، ہمارے تمام جس کا سنا نہ ہے۔ تھیں، اور ان کے لیے بھی جو جتنی کا تعلق تھیں، اور زندگی کے تصور کے باعث پامردی سے اٹھ رہے تھیں، اور بالآخر امیدوں کی کچھ پھونکی ہوئی کٹھن دیکھ کے سب دیکھنا یہ سے کہ وہ چیزیں جن کو کھڑا کر چھٹک دیا گیا تھا، کس طرح امید و مستقبل کے تصور کے باعث پھر سے آسمان ٹوٹ کر رہیں گی!

یہ [انعام] بدھ متی ہوتی تھیں، ان میں انسانی دیکھوں کی بھی نہ زندگی کرتا ہے، اور بدھ متی انسانی حقوق



کا ادراک بھی، جو امریکی ماحصلوں میں ہے 60 میں اتریں مواد کی تہذیب سے متعلق ہے، اور ان کی فریادیں بھی اس لیے کہ انھوں نے 500 برس کے تجربہ و ستمناں جھیلے ہیں۔ انھوں نے اس عہد میں اسکی نقلی طبیعتیں جس کا کوئی تقابل نہیں کیا ہو سکا، جس سے دوسرے ممالک نے اور امریکا کے ممتاز افراد نے فائدہ اٹھائے ہیں۔

مذہب عوام کے لیے بآزادی ہونی چاہیے، وہ امریکی براعظم کے دینی ہوں یا دنیا میں کسی کے بھی ہوں، اس لیے کہ جب تک وہ زندہ ہیں، حقیقی زندگی کے لیے امید کی ایک شمع روشن رہے گی۔

نوٹس میں انھوں نے حصول پر پورے براعظم کے مذہب اداروں کی طرف سے کی جانے والی خوشی کے اظہار اور دنیا بھر سے آنے والے مبارکباد کے بیانات کی فہرست کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ امریکا کے قدیم عوام کے یورپ کے اوپر فرض کا آوارے ذہن انسانیت کے خمیر سے یکاخیل ہے کہ ان لوگوں کو نواب کی استعمالات کے ذریعے تارے سے لگا دیے کے عمل کو سنا دیا جا چاہیے، یہ ذہن بے زندگی کے لیے، اس، انصاف، اور انسانوں کے درمیان مساوات اور اطمینان کے لیے۔

مذہب عوام کے تصور کے محکمہ کا انکھار ایسا انداز میں سنا ہے جیسے کہ آپس میں ان کے رشتے ہوتے ہیں۔ پسے تو انسانوں کے درمیان، بدنش کے ذریعے۔ یہ دوسرے زمین کے ذریعے جو ہماری مال ہے، اس لیے کہ وہی ہمیں زندگی دیتی ہے، اور وہ ہمیں تجارت کی جہز نہیں دے۔ تیسرے فطرت کے ساتھ اس لیے کہ ہم اس کا حصہ ہیں اس کے مالک نہیں۔

ہمارے لیے مادر زمین نہ صرف معاشیاتی مال کا منبع ہے جو ہمیں جوڑ دیتی ہے، جو ہماری زندگی کا ایک عنصر ہے، مگر وہ ہمیں اور بہت کچھ بھی مسکرتی سے بہت سے ماحولیات اختیار کرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ زمین ہماری جڑ ہے، ہماری تہذیب کا منبع ہے، ہماری یادوں کی زمین ہے، ہمارے جہاد و خوش آمدید کہتی ہے اس لیے چاہتی ہے کہ ہم بھی اس کی عزت کریں، اور بدلے میں، وہ صحت سے اور احرام کے ساتھ سے وہی کچھ دے کر دے جو وہ ہمیں دے کر رہتی ہے۔ ہمیں اس کی بھائی کا خیال رکھنا ہوگا، اگر ہمارے بیٹے اور پوتے اس سے مستفید ہوتے رہیں، اگر دنیا اب بھی نہیں سمجھتی کہ فطرت کی عزت کیسے کی جاتی ہے تو ہماری ہی نسلوں کا مستقبل کیا ہوگا؟

اسی قسم کے بنیادی اصولوں سے براعظم امریکا کے قدیم مقامی لوگوں کے گہرا رہتے ہیں، خود وہ وہ مخلوق انسان کے ہوں، اس لیے وہ بھی، سفید فام ہوں یا ایشیائی۔ پورے ممالک کی ذمہ داری ہے کہ وہ عقول طریقے سے ایک دوسرے کا احترام کرے، ایک دوسرے سے مواد کا تبادلہ کرے اور سائنسی کامیابیوں سے سبھی حاصل کرے۔ قدیم مقامی لوگوں کو نہ کبھی وہ مقام ملے گا نہ اس کے پاس ہے جو سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے بغیر ان کو ملنا چاہیے تھا، حالانکہ انھوں نے ان احمق میدانوں کی ترقی میں کردار ادا کیا ہے۔

ترتیب، مقامی تہذیب اور چورانی تہذیب آپس میں، بغیر کسی تباہی، استعمار، تعصب اور فلاح کے پر امن طریقے پر ہم آہنگی سے تھامے کر رہیں تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دونوں انسانیت کے لیے بہتر اور قیمتی

کامیابیاں حاصل کر سکتی تھیں۔

بھئی یہ نہیں بیچنا چاہیے کہ جب یورپی لوگ امریکا آئے تو انی وقت وہاں ایک خوش خواہر مسکیم تہذیب موجود تھی۔ ہم ”امریکان دریافت“ کی بات نہیں کر سکتے اس لیے کہ دریافت اسی کو کہتے ہیں جس کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہ ہو یا جو پوچھنا ہو۔ مگر امریکا اور انی کی مقامی تہذیب تو ریاضت، عظمت اور قربانی کی بنیاد پر قائم تھی۔ یورپ کے زوال کے بعد اپنے آپ کو نئی دریافت کر چکی تھی۔ اپنی تہذیب کی خصوصیت انسانیت و میراث کا حصہ ہوتی ہے۔ ”یہ علم رکھنے والوں کو ترقی دیتی رہتی ہے۔“

میں سمجھتی ہوں کہ قدیم مقامی لوگوں کی میں جن کا حصہ میں، اپنے سرکشوں کو انسان کی ترقی کے لیے استعمال کرتے رہنا چاہیے، اس لیے کہ ہم میں ہے پانچ قابلیت موجود ہے اور ہم اپنی قدیم مہارت کو یورپی تہذیب اور دنیا کے دوسرے حصوں کی تہذیبوں سے یک جا کر سکتے ہیں۔

تقریباً چھ لاکھ لاکھ، جو ہمارے خیال کے مطابق تھری اور تہذیبی وراثت کی بحالی ہے، مطلوب اور رضامندی کی بنیاد پر علم اور قدرتی پرائس کے استعمال کے لیے ہوتی چاہیے جس میں حکومت اور کالوں کی جانب سے مساوات کی ضمانت ہو۔

ہم مقامی قدیم لوگ روایت اور جدیدیت کو یک جا کرنے کے بھی شائق ہیں مگر، برقیقت پر نہیں۔ ہم اسی بات کو نہ بدداشت کریں گے نہ اسی کی اجازت دیں گے کہ وہاں مستقبل پر انکسوں کے درمیان یک ٹکنت نسلی سیاحی کے منصوبے کے محاسنوں جیسا ہو۔

ایسے وقت میں جب دنیا بھر میں کوئس کی امریکا آمد کی پانچ سو دہائی تقریباً کی گونج ہو چکے ہوئے قدیم مقامی لوگوں کا قاتل ہوگا کہ مرگے دنیا پہ اپنے وجود اور اپنی تہذیب کی شناخت کی قدر و قیمت کے حق کو جتائیں۔ ہماری تہذیب اس بات کی مستغنی ہے کہ مگر بھی ان فیملیوں میں عمل طور پر شریک ہوں جو ہمارے مقدر پر ورہا رہی قوموں کی ترقی و تہذیب پر اثر انداز ہوں۔ مان ساری باتوں سے باوجود، ہمیں اس سوتی بچہ میں شامل نہیں کیا جانا چاہیے کہ اس میں دو معرکوں میں جو ضمانت دیں، ہمارے مستقبل کی، جدوجہد اور برداشت کی، محنت کی، اپنی روایت کی حفاظت کی جس کو اتنے سارے خطرات، حق ہیں، اپنی جدوجہد کے ساتھ، فداکاری کی جو مختلف ممالک، کھیتوں، اداروں اور دنیا کے باشندوں کے اداروں میں جاری ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ میں ان دنوں کے خوب دیکھتی ہوں جب قدیم مقامی اور دوسرے لوگوں کے درمیان شے مسکیم ہوں گے، جدید و تہذیبیت اور قابلیت کو یک جا کر کے، اس ٹرے پہ زندگی کو کچھ غیر مساوی بنائیں گے۔ انسانیت کے حق کیے ہوئے سائنسی اور تہذیبی خزانوں کے پھیلنے کو بہتر بنائیں گے تاکہ امن اور انصاف پھیلے پھولے۔

آج جس اسمبلی اپنے سینٹس دیں اس میں اقوام متحدہ کے 1993 کے سال کو دنیا کے قدیم مقامی لوگوں کے سال کے طور پر منانے کا اعلان کرے گی جس میں ٹھہریں ملام کے اداروں کے اور Continental Movement of Indigenous, Blacks and Popular Resistance کے سربراہ موجود ہوں۔

مہم کی طور پر اجڑی میں شریک ہوں گے تاکہ ۱۹۹۳ کو کچھ معنوں میں اقدام کا سال بنایا جائے جس میں مقامی عوام کو ان کے قانونی حقوق و سہولتوں میں کچھ مقام دیا جائے اور انھیں باہمی بین الاقوامی معاہدوں میں بھی شریک کیا جائے۔

بین الاقوامی سال برائے عوامی قدیم موراثہ کی کامیابی اور عالمی اعلان کی تیاریاں نتیجہ ہیں بے شمار انڈین جینیٹک شریات کا ذخیرہ بریڈنگ وارٹن کا اور ماہر ورکنگ روپ کی کامیاب کوششوں کا اور اقوام متحدہ میں شامل کئی ممالک کی مزید جامع کوششوں کا۔

میں امید ہے کہ اس کی قدیم مقامی عوام کے حقوق کے اعلان میں منسوب کی غایت ہندو میں اس مسئلے کی حقیقی مشکلات کا بخور مطالعہ کرے گی جو کم از کم امریکیوں پر بہت دلی تھا۔

ہمارے عوام کو ذکر پہنچانے والے مسائل پر غور و خوض کے لیے ایک سال مخصوص ہوگا۔ اس سلسلے میں ہر تہذیب پیش کرنے کے لیے مختلف ذمیت کے کام کرنے کے لیے تیار ہیں جن کے ذریعے منسلکات پر عمل کے لیے یاد دہانہ کیا جائے۔ یہ مہم جو مہم امداد میں ان لوگوں سے ملے گی، جبر، تعصب و راستہ ہاں ختم کرنے کے لیے چینی جو زور دیکھ کے ساتھ کیا جائے گا جن کو فلاحی اور مقامی میں یکساں دیا گیا ہے۔ امن کا یہ نوٹس ان کو کہہ ارض کے طاقت زدہ فرد کے لیے ایک پیچہ ہے، بہت افزائی ہے اور ان کے مستقبل کے لیے ایک مقدمہ کی مانند ہے۔

میرلی خواہش ہے کہ تمام لوگوں میں ایک شعور کی احساس امن اور انسان سے ایک جمعی کا جذبہ پیدا ہوگا، جو نئے نئے مسائل میں مسدودات و عزت کی نئی راہیں پیدا کرے گا، جن پر اخوت کی حاکمیت ہوگی، ظلم نہ تہذیب کی نہیں۔

ان کل بدست میں خیال ظاہر کیا جا رہا ہے کہ جنگ و کشمکش میں چاروں اقسام کی کو اپنی تاریخی اقدار کو بچانے کے لیے مختلف میں جی ایک جمعی کا رستہ اختیار کیا جائے۔ یہ کچھ کرنے کے لیے ہم سب کو مل کر کہہ رہے ہیں کہ زمین کے، سمعہ میں تہذیبی اور قلبی مہمیت کی کوشش کی ہوگی، جو اس گہرے اخلاقی بحران سے نمٹ سکے، انسانیت جس سے ٹھنڈے خون سوری سے۔ بدعہ، یہ عمل مستقبل کے اچھے بچے پر فیسر امن طریقے سے اثر انداز ہوگا۔

اب دت کا بہت مکان ہے کہ سیاہی اور سیاہی قوت کے ہجوم مرکز، ہجوم مرکزی و دانش و حضرات ان کی سرزمینوں کے میدان میں قدیم مقامی نسل کے لوگوں کی عملی شمولیت کے فوائد سے آگاہ نہ ہوئے ہیں۔ پھر بھی مختلف سیاہی اور دانش ور "Amerindians" کی شروع کردہ تحریک بالآخر ان لوگوں کو قائل کر دے گی کہ معرکہ فنی مغلطہ کیا ہے، بحران تاریخی تہذیب کا حصہ ہیں جو آج کل بین الاقوامی سطح پر زیر بحث ہیں۔

نوٹیں و حضرات، اجازت چاہتی ہوں کہ میں ہے۔ گہرا راستہ انھوں میں اپنے ملک کے بارے میں کچھ نہیں۔

نوبل امن انعام نے جس توجہ کو دیا ہے وہ بے مرگزیہ ہے۔ وہ اس بات کی تائید کرتی ہے کہ امن کی حقوق کو بین الاقوامی سطح پر نظر انداز نہیں کیا جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کو بھی دقت بخشتے ہیں جو میرے ملک میں سماجی اور منصفانہ مساوات کی جدوجہد میں اپنی جان سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔

یہ بات پوری دنیا والے جانتے ہیں کہ گونے والے کے عوام نے بیلجیئم کے شہر میں اکتوبر 1944 میں ایک عرصے کے لیے جمہوریت کا عمل کی تھی، جس میں اداریت اور امن کی حقوق مرکزی فلسفے کی بنیاد ہے۔ اس وقت کو گونے والے۔ اپنی محکم قومی حاکمیت کی جدوجہد کے باعث امریکا، انگلیم میں، ایک اسٹیل کی کیفیت میں تھی۔ پھر بھی، 1954 میں ایک سرکش نے، جو طاقت کے ذاتی مراکز، تو گونے والے کے دماغ اور دماغ کی طاقت کے خلاف سب سے زیادہ سختوں نے کیا کی تھی، جمہوری حکومت کو مسلح حملے کے نتیجے میں ختم کر دیا تھا۔ اور اس طرح تیر کا پڑا تھا۔ دباؤ مسلط کر دیا گیا تھا جو میرے ملک کی تاریخ کا انہونی دماغی وصف رہا ہے۔

حکومت کے خلاف بغاوت کو کچلنے کی کوشش میں آمرانہ حکمرانوں نے بڑے خون خرابے کیے ہیں۔ انہوں نے دیہات کو جس میں گریہ ہے، مزارع، خصوصاً مزارع کاشت کاروں، سکندریوں، ٹریڈ یونین کے کارکنوں اور طلبہ، سربراہان اور دانشوروں، سیاست دانوں، مذہبی رہنماؤں اور رہنماؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اگرچہ قوم کی طاقت کے نام پر اس باقاعدہ طاقت کوئی کے ذریعے ہے، کاشت کاروں کو ان کی زمینوں سے جبراً بے دخل کر دیا گیا ہے؛ بے شمار افراد کو مسیحا بن کر بنی ہوئی تھی۔ گونے والے، میں اس وقت تقریباً 100,000 قیدی اور 40,000 بے گھر ہیں۔ سیاست دانوں کو قاب کرنے کا طریقہ حکومت کی پالیسی کے طور پر گونے والے میں ایجاد کیا گیا تھا۔

آپ جانتے ہیں کہ میں ایک مقتول فیملی کی واحد بچی جانے والی فریبوں۔

میرا ملک بے پھر میں تھا۔ وہاں ہے دنیا میں جس کی مثال نہیں ملتی۔ دنیا میں ہونے والی تہذیبوں نے افواج کی طاقت کی سمت افزائی سے ملک کے لیے ایک آئین کی تیاری کی سیاسی راہ دہناری تاکہ سیاست کے میدان میں دسمت ہو۔ حکومت کو شرعی حقوق کے حوالے کیا جاتے۔ اس کی حکومت کو آئین کی سوچنے ہیں اور کچھ میدانوں میں کچھ اجماع پیدا کیا ہوا تھا۔

پھر بھی، ان کشیدگیوں کے باوجود، معاشرتی بحران کے درمیان، جبر اور امن کی حقوق کی پامانی جاری ہے، جو تہذیب کی جاری ہے، اس حد تک کہ آزادی کا تقریباً چار ماہ کی صدمہ منظم، اور تقریباً ساڑھے تین صدی فلسفے کے نچلے درجے پر ہے۔ مسلسل دہشت لوگوں کو اپنی برعروضیات کے آزادانہ انتخاب سے روکتی ہیں۔ انہوں نے خود پر مسلح تازے اب بھی باقی ہیں۔

کچھ دنوں سے میرے ملک میں انیوائی بحران کے حل اور گونے والے، میں 1962 سے جاری مسلح تنازعے کے سیاسی عمل کی تلاش نے مرکزیت اختیار کر لی ہے۔ اس عمل کی ابتدا حکومت کے فرمان کے مطابق Comisión Nacional de Reconciliación اور Nacional Guatemalteca (URNG) کے درمیان ہونے والے اس معاہدے سے ہوئی تھی جو سو میں جس پر دستخط ہوئے تھے۔ یہ معاہدہ پہلا قدم تھا

جس کے ذریعے گوئٹے، ما۔ اس Agreement of Esquipulas کے تحت ہے۔ متعارف کیا جا رہا تھا۔  
اس معاہدے اور URNG اور گوئٹے، ما۔ کی سوسائٹی کے مختلف حصوں کے درمیان بات چیت، اور  
مذاہرات مذاکرات ہوئے اور صدر سیرانو (Serrano) کی صحبت نے بھی حکومت اور گورنروں کے مابین  
بات چیت کی ضروریات کی جن کے نتیجے میں تین معاہدے ہوئے ہیں۔ یہ رجال انسانی حقوق کے موضوع کو  
بہت وقت لگا ہے، اس لیے کہ یہ گوئٹے، ما۔ کے مسائل کا مرکزی موضوع ہے، اور اس موضوع کے اطراف ہم  
اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود بات کافی آگے بڑھی ہے۔

ان مذاکرات کا مقصد ہے کہ ان کے ذریعے معاہدے ہوں گا کہ گوئٹے، ما۔ میں حتمی جمہوریت قائم ہو  
اور جنگ کا اختتام ہو۔ جہاں تک میں سمجھتی ہوں، متعلقہ فریقوں کی شرائط اور شہری حلقوں کی عملی شمولیت  
سے قوی یک جہتی قائم ہو سکتی ہے، تاکہ سرے پرانے مقصد اور ارادے کی پشت ڈال لیے جائیں اور  
گوئٹے، ما۔ کو اس الجھن سے نکال جائے جو اپنی گسوں ہونے لگی ہے۔

بات چیت و سیاسی فیما و فیما، بلکہ ان مسائل کے حل کے مناسب طریقے ہیں جن کے ذریعے  
گوئٹے، ما۔ کے نوعی زندگی کی ضروریات چری کی جانے کے لیے ملک میں جمہوریت قائم کی جاسکتی ہے۔  
پھر بھی، میں اس بات کی قائل ہوں کہ اگر گوئٹے، ما۔ کے مختلف النوع حلقے اپنے فطری اختلافات کا اصرار  
کرتے ہوئے بھی متحد ہونے کے لیے کوششیں کریں تو وہ مسائل پر ان مسائل کے کوئی نہ کوئی حل  
نکال سکیں گے جو گوئٹے، ما۔ میں ہونے والی جنگ کا سبب ہوئے ہیں۔

دوسرے شرعی حلقوں، زمین۔ قومی میوٹی کو متاثر نہ کرنا چاہیے کہ URNG اور حکومت کو اتنا وقت نہیں  
لینا چاہیے جس میں وہ انسانی حقوق پر مذاکرات میں چھٹے ہوئے ہیں، اور انھیں آگے بڑھ کر کام کرنا چاہیے تاکہ  
کہ ہمدردانہ اور متعصبانہ کے تعصبات پر غلبہ ہو سکے۔ اس مرحلے پر ہمیں اس میں یہ واضح کرنا  
ضروری ہے کہ گوئٹے، ما۔ میں انسانی حقوق کا معاملہ اس وقت، دو سب سے ضروری مسئلہ ہے جس کو حل کرنا  
چاہیے۔ میرا یہ کہنا نہ سمجھتی ہے کہ وہ بلا جہان ہے۔

بین الاقوامی اداروں، The United Nations Commission on Human Rights،  
Interamerican Commission of Human Rights اور بہت سے انسان دوست اداروں کی تحقیقات  
ہے کہ گوئٹے، ما۔ ان امریکی ملکوں میں سے ایک ہے جس میں بد کے پکانے پر ان حقوق کی خلاف ورزی  
ہو رہی ہے، اور بے شمار واقعات میں عام طور پر تحفظ فراہم کرنے والی قوتیں ملوث پائی گئی ہیں۔ یہ بہت  
ضروری ہے کہ محکمہ اور خصوصاً انڈین لوگوں پر جبر اور یہ رسائی کا خاتمہ ہو۔ چری بھرتی اور نوجوانوں کے  
Patrols of Civil Self Defense میں انھما کی جو خاموشی کہ انڈین افراد پر نہ کرنا ہے، فوراً روک دیا جانا  
چاہیے۔

جتنی جلد ممکن ہو، گوئٹے، ما۔ میں جمہوریت قائم ہونی چاہیے۔ یہ اشد ضروری ہے کہ انسانی حقوق کے  
معاہدوں پر عمل درآمد ہو جس کی نسل پرستی ختم کی جائے، اور سماج کے تمام حلقوں کو انھیں سہازی و رملک میں

آمد رفت کی آزادی کی ضمانت دی جائے۔ اہمیت، یہ ضروری ہے کہ تمام میدان، مکمل حقوق کے ساتھ کثیر  
شہری سوسائٹی پر کھینچے ہوں، ملک و قوت کے قبضے سے پاک کیا جائے اور ترقی کے لیے ایسی بنیاد فراہم کی  
جائے کہ ملک و آفتاب کی ترقی کی کیفیت اور انداز کے چنگ سے رہائی ملے۔

ان تمام باتوں میں سب سے پہلے جسے موم کا یک ہوا جھیل رہا ہے، جبرنی ملک پر دی کا ماتم  
ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ فوجی دستوں کے ہاتھوں غلام کو جبراً اپنے گاہوں، اور اپنی دوزخ کو چھوڑا  
پناہ گاہ ان کے ہاتھوں کی قید میں ہے، جہاں نصرت سے ان کو زندگی دی اور ترقی پزیر سائنس میں کیا۔ اس  
سب کا نتیجہ اس کے ساتھ اس کا ایک مربوط نظام اور ایک کامیابی سونی جمہوریت دی۔

گوئیے ماہ میں ہر دور ملک پر ہونے والی کا معاہدہ ملے ٹھن ہے۔ نتیجہ تو پوری زندگی کے  
لیے دوسرے ملک میں رہنے کی سزا دی گئی ہے، جب کہ کثرت اپنے ہی ملک میں درپردہ ہے۔ ان لوگوں کو  
مجبور کیا جاتا ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں اور خشک مائیں، گھانٹوں اور تکلیف دہ جگہوں پر  
رہنے پڑے۔ نتیجہ تو گوئیے ماہ کا شدید بھی نہیں سمجھا جاتا، شہر سے کسی انداز اور بھوک کی سزا نہیں جھیل رہے  
ہیں۔ وہاں اس وقت تک کہ جمہوریت قائم نہیں ہوتی جب تک کہ یہ سارے مسائل حل نہیں کیے جاتے  
اور ان لوگوں کو جلی جینوں پر دراپنے کا دک میں دوبارہ گواہ نہیں کیا جاتا۔

نئی گوئیے ماہی سوسائٹی میں زمین کی قیمت کے بنیادی مسئلے کو سب سے ترتیب دیا جا چاہیے،  
تا کہ زرعی معاش ترقی کر سکیں اور ساتھ ہی زمینیں کے حقیقی مالکوں کو آزاد رہ سکیں۔ اس تنظیم کے  
معاہدے میں فطرت کا احترام، زراعت کو بچا جائے تاکہ اس کی حفاظت کے لیے اس کو زندگی کو پیدا کرنے کی قوت  
اور صلاحیت واپس مل سکے۔

سچی انصاف جمہوریت کی سب سے بڑی پہچان ہوتی ہے۔ یہ قاضی بنانا ہے کہ نو ذمہ داروں کی  
خوف ناک حد تک بڑھی ہوئی شہرت اموات کا، ناقص غذاؤں کا، قہیم کی کمی کا، و زندگی گزارنے کے لیے  
مال کا بی مشاہرے کا عمل دررفت کیا جا چاہیے۔ یہ مسائل کوئیے ماہ کی آزادی پر بڑی طرح اثر انداز ہو رہے  
ہیں، اور بظاہر انسان کا کوئی عمل انصاف دینا دراصل ہونے کی قوی امید نظر آتی ہے۔

آفتاب سوسائٹی کے ضد و خالی صورت کے زوار سے ابھرتے ہیں چہرے بھی مہذب مائے کو مکمل آزادی  
ابھی تک دنیا کے کسی بھی ملک میں چہرے کی طرح حاصل نہیں ہوئی ہے۔

گوئیے ماہ کی تاریخی ترقی سب اس بات کی مظہر ہے کہ نئے گوئیے ماہی سائنس میں عورتوں کی عمل  
اعانت کو ناقابل تنسیخ ہو جانا چاہیے، جس کا، میرے ناقص خیال میں، ندرتین عورتوں نے اپنے کردار سے خود ہی  
مطالبہ کر دیا ہے۔ یہ نوئیں امن انعام قرار ہے اس کا جو دنیا کے پیش قدمی میں آتے بھی شدید ترین  
احتمال و تفریق اور کنارے سے لے دیے جانے کا شکار ہیں، گمراہی بھی دنیا کو زندگی، و زندگی سے فوری  
تھا۔

ان مسائل کے حل کے بغیر کسی بھی ملک میں جمہوریت، ترقی و جدت کا حصول ناممکن ہے۔

گوئیے مار میں قدم مقامی دوس کے حقوق اور ان کی شہرت کا احترام انتہائی اہم ہے، جن کو ہم صرف نوآبادیاتی دور میں یکہ دہ جمہوریت میں بھی نظر انداز اور مایوس کیا ہے۔ قومی تشنگی کے برہنہ پہ مقامی قدم آبدی کے کردار کی تشکیل کے بغیر ایک آزاد خود مختار جمہوری گوئیے۔ کا تصور بھی ممکن نہیں ہو سکتا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ایک بالکل نیا تجربہ ہوگا، ایسے خدو خاں کا، انہی مہم جس کو بیان بھی نہیں کر سکتے۔ مگر یہ اصلی گوئیے مانی قومیت کے امتیازی وصف و تار میں جبر دے گا، اس سچے خاکے کو جو ایک غریب عمر سے بھندایا جا رہا ہے۔

اس ضرورت کی اہمیت ہی وہ مسائل ہیں جو مجھے، اس شہر نشین سے، اس موقع پر مجبور کر رہے ہیں کہ میں قومی رائے اور بین الاقوامی کمیٹی سے اس رکن کو دے دے، ماس میں زیادہ مطلق ایسی دکھائے۔

اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ ایک نئی اور مہم پورے ہونے کی حیثیت میں میرا کوئی کردار ہو سکتا ہے، گوئیے۔ کے مرنے کے لیے مذکورات کے عمل میں بہت سے امکانات پر غور کیا گیا ہے، انکسار میں سمجھتی ہیں کہ یہ کردار کن کے فرائض، قومی یک جہتی، اور قدم مقامی دوس کے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں زیادہ کارآمد ہو سکتا ہے۔ اس طرح کر میں ضرورت کے مطابق کچھ اقدام کر سکیں، اور اس میں تمام ممکن کاغذ کا ایک ٹکڑا بننے سے بچ سکیں جس کو دے کر کے میز کے یک خانے میں رکھ دیا گیا ہو۔

میں تمام سابق و ترقیاتی مصلحتوں سے درخواست کرتی ہوں، جو کوئی مافی البحر کا حصہ تھا کہ وہ مسیح تیار ہے کہ پڑھیں اس طرح کرنے کے عمل میں حصہ لیں، یہ وہ تمام ladinos اور انڈین دوس کے درمیان مستحکم یک جہتی کی تعمیر کریں، جو سب مل کر پہلے اختلافات میں رہتے ہوئے بھی ایک "گوئیے" بن سکیں۔

ان مصلحتوں کے ساتھ میں میں بین الاقوامی کمیٹی کو دعوت دیتی ہوں کہ وہ مخصوص عمل کے ساتھ اس کا تجربہ میں حصہ لیں تاکہ تمام پارٹیز اپنے ان اختلافات کو دور کر سکیں جو مذاکرات کو انتظار کر رہے اور دیکھنا کی کیفیت میں رکھے ہوئے ہیں، تاکہ وہ سب سے پہلے ان کی حقوق کا ایک معیار دیکھنے میں کامیاب ہوں۔ اس کے بعد، مذاکرات دوبارہ شروع ہوں اور ان مسائل کی نشان دہی کریں جن پر مصافحت ہو سکتی ہے، تاکہ مرنے کے معاہدے پر دستخط ہو جائیں اور ان کی فوری توثیق ہو جائے، اس لیے کہ مجھے یہ میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سے گوئیے مالا کے موجودہ حالات میں بڑی بہتری آجائے گی۔

میری رائے یہ بھی ہے کہ اقوام متحدہ اس میں زیادہ دعامت گزار میں شرکت کرے، جن کی ممکن مشاہدہ کرنے والے کا کردار ادا کرنے سے آگے بڑھے اور اس عمل کو آگے بڑھانے میں معاونت کرے۔

مخبرین و مہذرات، اس حقیقت کا کہ میں نے امریکی براعظم کو فوقیت دی ہے، اور خصوصاً اپنے ملک کو، یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے دوسرے لوگوں کے مذاکرات اور امن کے نظام میں، زبردستی کے لیے مداخلت، انتقال حقوق کے لیے ان کی مسلسل جدوجہد کے لیے میرے میں دوام میں کوئی اہم جہد نہیں ہے۔ یہاں جمع ہونے والوں کی کثرت مندرجہ بالا حقیقت کا ثبوت پیش کرتی ہے، اور ان مصلحتوں کے ذریعے میں نہایت انکسار کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہلے یہ شکریہ پیش کرتی ہوں۔

پچھلے چند برسوں میں بہت تبدیلیاں آئی ہیں۔ آج بھر میں سردیوں میں بھی بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔  
 مشرق اور مغرب کے درمیان تنازعہ ختم ہو چکا ہے اور سرد جنگ اپنے خاتمہ کو پہنچ گئی ہے۔ ان تبدیلیوں نے،  
 جن کے اصل پیکر بنی ابھی پینتیسین گئی نہیں جا سکتی، بہت سے خرابیوں سے دنیا کے لوگ ان کو مستحق  
 کرنے کے لیے آگے آئیں، جدوجہد کریں اور قومی تشکلاتی زمین اور بین الاقوامی ترقی حاصل کریں۔

آج ہمیں جنگ کرنا ہوگی۔ ایک بہتر دنیا کے لیے، جو امن اور ترقی کے لیے ہو، اور پھر امن  
 مشرق وسطیٰ اور جنوب مشرقی ایشیا کے لیے جہاں سے 1991 کا نوئل امن نوٹ حاصل کرنے کی غنیمت  
 مادام آگے ساری کی آزادی کی درخواست کی جاتی ہے، پتھان میں ایک منصفانہ اور پھر امن حاصل کے لیے،  
 جنوبی افریقا میں کسی ہتھیار کے انتظام کے لیے، نکاراگوا کے احتجاج کے لیے، میل سوا اور کے امن معاہدے  
 پر عمل درآمد کے لیے، ہائیڈرو پاور کے منصوبہ کے لیے، پتھان کھلیاں کھلتے کے لیے، اسی لیے  
 کہ یہ سب بین الاقوامی دنیا میں اعلیٰ ترین انصاف کے مقصد کو پیش کرتے ہیں۔

ایک پڑا کن دنیا جو احتجاجیہ مہم کرے، سو سائیکل کے ساجی اور تہذیبی ڈھلچنے کے لیے، دیکھیں کہ  
 اتفاق سے جن کی جڑیں گہری ہوں اور جن کا اثر توانا ہو۔

جب ہم پڑا کن ہم بدعت اور ماحول کے تحفظ کے لیے کوشش کرتے ہیں تو ہم رے زمین میں چوٹی  
 انسان کی دنیا خواہشات کے منہ بہت ہوتے ہیں۔ ہم جوہر و جد کرتے ہیں وہ مستقبل کو پاک کرتے ہیں  
 اور اس کی تکمیل کرتے ہیں۔

ہماری تاریخ ایک نندہ تاریخ ہے، جو جڑیں ہے، جس نے کئی صدیوں کی دنیاں سکی ہیں اور اب بھی  
 نندہ ہے۔ اب یہ مزید قوت کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ بدعت جو ایک طویل عرصے سے سائے پڑے  
 ہوئے تھے آج کی شہرہ کے ساتھ جا ملے تھے۔ اس کے دو آج ایسی دنیا میں کھولے ہوئے ہیں جو  
 اس وقت الجھاؤ اور غیر یقینی سے عبارت ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ عمل طویل درامی ہو سکا، مگر یہ کوئی یوٹیوٹا نہیں ہے اور ہم، جیٹن اٹارین  
 لوگ اس کے اطلاق پر تیار ہو سکتے ہیں۔

کوئی دیکھ کر کہ ہم کتنے ہوں گے اور کہ مستقبل قریب کرنے میں اپنی طاقت سے واقف ہوں گے۔ وہ  
 مستقبل کی کاشت کی تیار کر رہے ہیں، تاکہ جوہر و جد اور مشابہت سے چھٹا رہے۔ انہیں، تاکہ اپنی وابستگی کو  
 دوبارہ دریافت کریں۔ ایک اصلی سخت و رعب قریب کرنے کے لیے سائیکل کی زندگی شروع کرنے کے لیے۔

کوئی مار کے روکی سوزنا ٹیک میں شامل gamunas. Ladnos اور لائین نوئل کے تمام رنگوں  
 اور سائیکل پہلوؤں کے انصاف سے بغیر کسی ترویج کے ہمیں کل ایک نندہ بنانے ہوں گے جو انہیں ہے جوڑ اور  
 جگاٹا ہے۔ ہوں۔ مگر ہم نہیں چھٹ اور ایک اعلیٰ معیار پیدا کریں گے اسی طرح جیسے ہمارے پھر چہرہ ہدف  
 انسانیت کے لیے بہترین اور چھٹے نندہ رنگوں کا مثال hupil blouse چھٹا بن کر تیار کرتے ہیں۔

آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔



# انگ ساں سو کی

## اعلانِ تجلیل

جہاد تآپ، عزت تآپ، فخر تآپ، فخر تآپ!

آج ہم یہاں مادم انگ ساں سو کی کے انٹرنال کھال اور ان کو 1993 کا فوٹل اسن نعام دیے جانے کے لیے جی ہوئے تآں، جنھوں نے جمہوریت اور انسانی حقوق کے لیے نمایاں کام کیے تآں۔ یہ سو کی بہت مرے اور جزوئی نگر تصادم عیذات کو بیدار کر رہا ہے مآ نعام پانے والی شخصیت اس موقع پر موجود ہونے سے قاسم ہے۔ یہ نظم نام، جس کا محمد اعتراف کر رہے تآں، ابھی نچام کو نہیں پہنچوے۔ مادم اب بھی ایک مشکل جنگ لڑ رہی تآں۔ ان کی ویرائی اور اپنے مقصد سے ان کے والہانہ ننگا کرنے ان کو اپنے ہی ملک، مدام میں غمیر کا قیدی بنا دیا ہے۔ ان کی غیر موجودگی ہمارے خوب کو خوف اور تشویش میں مبتلا کر رہی ہے، جو شاید ان کے اپنے ٹانگہ ان کے لیے صرف معنوی خوف اور تشویش کا باعث ہو۔ ہم اس موقع کو تشویش آمدید کہتے تآں جس پر ان سے، ان کے شہرہ انگل آری (Michael Aris) سے اور ان کے بیٹا انگل اندر اور کم سے عجب ہمدردی کیا جا رہا ہے۔ ہم آپ کے حساسات میں شریک تآں اور آپ کے اوسو تشریف دانے، اپنی ہیرہ ر ہٹی والدہ کی جانب سے خی مقوی کرنے پر آپ سب کے شکر گزار تآں۔

ہمارا خوف اور ہمارا تشویش دونوں امیڈوں اور یک گتہ جذبہ اعتماد سے پڑ تآں۔ اسن اور مصاحت کی اس مشکل جنگ میں ہم ان افراد پر بھروسہ کرتے تآں جو مثال قائم کرتے تآں، جو مدت کا روپ دے سکتے تآں، ہم جس کی خوشی میں ہوتے تآں اور جس کو بچہ طریقے سے متحرک کر سکتے تآں۔ انگ ساں سو کی محض یکہ فرد ہے۔ ان کی شخصیت قسہ دیووں اور استیلا کو حمہ کرتی ہے، ایسے تصور کے ساتھ جس کا بنیادی مقصد انسانی کا حصول ہے، جس کے، ہم عن سر جمہوریت، انسانی حقوق کا احترام، مردوں کے درمیان

منصاحت، عدم تشدد اور انفرادی، اجتماعی تہذیب ہونے چاہئیں۔

انہوں نے خود صاف طور پر اشارے کیے ہیں کہ وہ خصوصاً مباحثہ گاندھی اور اپنے بڑے آگم سماں سے، جنہیں نے ہمارے آزادی کی تحریک کی رہنمائی کی تھی بہت متاثر ہوئے ہیں۔ عدم تشدد کے فلسفی اور جزی، دونوں بہت ہی باتوں پر اختلاف کرتے ہیں۔ مگر ان دونوں میں بنیادی نوعیت کی یکسانیت بھی پائی جاتی ہے۔ دونوں میں، خاص میں آزادی، سچ، انکسار اور قبولی، ماسوائے ان کے والدین "گھری سوان" نظر آتی ہے۔ آگم سماں کے نزدیک رہنمائی، ایک فریضہ تھا جو صرف انکسار کی بنیاد پر ادا کیا جاسکتا تھا، ان لوگوں کے اقتدار اور ماحول کے ساتھ چین کی رہنمائی کی جاتی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ گاندھی اور اپنے والد سے جدا جدا فیضان کے ساتھ آگم سماں ملوثی نے اپنے موقف میں اپنے انفرادی نگار بھی شامل کیے ہیں اور جن کی بنیاد پر بلند ہیں اس موقف کا مرکز کی آگم سماں عین سوان ہے، جو اپنے والد میں پائی تھیں۔ وہ اپنی سوانی میں مرکزیت ہمیشہ انسانی حقوق کو دیتی ہیں تاکہ حرام آدمیت کا صحیح معنوں میں سمجھا ہو۔ آزادی کو ایک آزاد معاشرے میں صرف زندہ رہنے کا حق ہی نہیں، اس کو یہ حق بھی ہے کہ اس کا حرام کیا جائے۔ اس پیٹ فارم سے انہوں نے سنجیدہ حقیقت پسندی اور تصوراتی مشابہت کے غیر معمولی اعتراف کو بھی پیش کیا ہے۔ انسانی کے معاملے میں یہ محسوس کیا کہجے تک ہی محدود نہیں رہا، انہوں نے بڑی محنت سے یہ بھی دیکھا دیا ہے کہ اس قسم کے نظریات کو عملی سیاست میں بھی ڈھلا جاسکتا ہے۔

امن اور مناصحت کے نظریے کو عمل میں لانے کے ضمن میں سب سے اہم شرط ہوتی ہے عدم خوف زدگی۔ آگم سماں ملوثی اس نکتے کو، اچھی طرح سمجھتی ہیں۔ ان کا ایک مضمون شروع ہی مولا سے اس بیان سے کرنا وقت نہیں اور اصل طریقہ اپنی چیز ہونا سے خوف۔ اس بیان سے ان کا اشارہ اپنے ملک کی آمرانہ حکومت کی طرف تھا۔ اس حکومت نے متحدہ اپنی قربانی کا سوا ان کی ہے اس لیے کہ وہ ان کی لوگوں سے خوفزدہ رہتی ہے جن کی رہنمائی کو دھمکے دار ہے۔ اس عمل نے اس کو ایک شیطانی چتر میں دیکھا دیا۔ اس کے بعد ان [آگم سماں ملوثی] کے نزدیک رہنمائی ہی کے لیے نہیں، عدم خوف زدگی ہم سب کی پہلی اور ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں نے تو یہ تہذیب ہندوؤں کی ماس کے سامنے سیزمان کرنا غفلت کی غلطی کی تھی۔ یہ اس قسم کی محنت کا کوئی بھی مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس پیچھے کے ذہن میں اس وقت کیا فہرست آ رہے ہوں گے جس نے بالکل آخری لمحے کوئی نہ چھڑنے کا حکم دیا تھا "شاید وہ ملوثی کی بہادری سے متاثر ہو گیا تھا، شاید اسے حساس ہو گیا تھا کہ وحشیہ نہجانت کے استعمار سے کچھ بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ تشدد محمود اپنا ہی سب سے بڑا دشمن، جب کہ عدم خوف زدگی اس کا تین تین تہذیب رہتا ہے۔ یہ پھر آگم سماں ملوثی کی متاثر کن بہت ہی نہیں جی گاندھی اور ان کے اپنے والد آگم سماں کی طرف سے ایک حاکمیت و رعایت ہوتی ہے۔ آگم سماں اپنی جدوجہد کے دوران قتل کر دیے گئے تھے مگر جنہوں نے ان کے یہی قتل کا انتقام کیا تھا، وہ دیکھے تھے کہ اس طرح ان کو

برہان میاست سے باز نہ کیا جائے گا، مگر ان کا خیال قطعی غلط ہے۔ آنگلس اس آزدیہ ما کی متحدہ کرنے والی  
 علامت بن کر بھرے جہاں آتے بھی کیا آزدیہ سہائی کے لیے لڑتی جا رہی ہے۔ اس مثال پر ان کے دل  
 کی جتنی ہمت کے باعث، اپنے عزم میں ان کے ہمتہ رستے نے ان کی موت کے چاہیں ہر جہاں آنگلس  
 اس سوئی کو یہ مقدمہ کیا ہے جس کی ان کو ضرورت تھی۔ بلاشبہ آنگلس اس سوئی نے جتنی دولت و قبول کیا  
 ہے اور وہ جتنی ہمت کے بل پر صرف ہوا، اسی کے ساتھ ان کے لیے نہیں، بلکہ ان کے پیروکاروں اور دنیا کے  
 وہ بے حد قوت سے بھی متحدہ کے خلاف بغاوت کی ایک طاقت و علامت بن کر ابھرنے لگا۔

میرے خیال میں ہم عام لوگ سمجھتے ہیں کہ اپنی ہمت اور اپنی نصب العین کے باعث، آنگلس  
 اس سوئی کی ہر بات پر یقین رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور اور رکھنے کے لیے  
 نہیں بلکہ دنیا کی جتنی شخصیت کی ضرورت ہے۔ یہی چیز ہے جو ہمت کے طور پر ان کی وہی طاقت دیتی ہے،  
 اور یہی وجہ ہے کہ ان سے کیا جانے والا تالیف دو ہوتا ہے اس کی طرف دیکھیں جو ہر رے دلوں کو  
 آزدیہ کر دیتا ہے۔ اس کے گھر کی قید پر مجبور یہ شخصیت سے محبت مثبت امیدوں کی علامت بن کر ابھرنے لگا۔ اس  
 کی موجودگی ہر رے دلوں کو اعتماد اور بھارتی کی قوت پر یقین کرنا سکھاتی ہے۔

آنگلس سوئی 1945 میں پیدا ہوئی۔ ابھی ان کی عمر صرف 15 سال تھی کہ ان کے والد کو قتل کر  
 دیا گیا تھا۔ ان کے والد کو قتل کرنے والے ان کی ماں سیر تھیں، اور اس طرح آنگلس اس سوئی کے ابتدائی دن ایک  
 سے باز نہ رہے تھے۔ 1967 میں انھوں نے میاست، فلسفے اور ریاضیات میں سینٹ پیٹریکس کالج آکسفورڈ سے  
 ڈگری حاصل کی۔ 1969 کے بعد سے انھوں نے قوام متحدہ نیو یارک میں ملازمت کی۔ 1972 میں مہجے کے  
 ایک ماہر مددگار نوٹ لکھا کہ اس سے شادی کرنا۔ کچھ دنوں بعد ان میں قیام کیا مگر ساتویں عشرے کے درمیان  
 میں واپس آکسفورڈ چل گئیں۔ وہ کچھ کی گھر میں ٹھہری تھیں ہونے کے ساتھ ساتھ آنگلس اس سوئی نے اپنی  
 تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھیں اور بعد میں ان کی دیکھ کا مطالعہ کیا۔ کچھ دنوں بعد ان کی واپس آئی اور Indian  
 Institute of Advanced Studies کی دفین میں ملازمت کی۔ 1988 میں لندن اسکول آف اورینٹل اینڈ  
 افریکن اسٹڈیز کی ملازمت چھوڑ کر وہ واپس آئیں۔ ان کی مصروفیات میں ان کی اس بات کا اٹھنا یہ تک نہیں  
 ہٹا کہ 1988 میں وہ یہ کرنا مارا کریں گی۔ مگر انھوں نے اس کی کبھی طرف توجہ نہ کر رکھی تھی۔

اس بات کے بہت سے ثبوت موجود ہیں کہ ان کے عزم کے مشورہ کا مستقل وجود انھیں کے ذہن  
 پر رہتا ہے۔ ان کے شوہر نے کہا تھا کہ وہ دبا دبا کر مجھے یاد دلاتی رہتی تھیں کہ یہ دن مجھے دیکھنا چاہیے  
 ہوگا، اور یہ بھی کہ وہ میری سادہ دہ پر بھروسہ کریں گی۔ جیسے کہ ہم نے دیکھا ہے، ان کا مطالعہ نیا دہ سے نیا دہ  
 برہان جہاں تانتا پر مرکوز رہتا ہے۔ برہان کی تاریخ میں ان کے والد کے کردار کے مطالعے نے ان کی سیاسی  
 وفاداری کو ان معنوں میں بنوایا کہ وہ یہ ہے کہ والد کے ہر دے کا وہ جواب دہی کے ساتھ ہیں کہ آئے ہیں۔

جاپان متعلق کے دو ماہر دنیا بھر کے اپنے والد کے نقش قدم پر چل رہی تھیں۔ ان کی جتنی کے دوران



سیاسی جماعتوں پر پابندی نہیں لگائی گئی (مثلاً اس لیے کہ جیسے جلدی پر بندش کے پیش نظر اس کی ضرورت نہ تھی)۔ SLORG کے قیام کے ایک ہفتے بعد آئنگ سارن سٹون اور ترمپ اختر نے کے پتھار کان نے مل کر (NLD) National League for Democracy بنیاد رکھ دی۔ "وام سٹون نے شدت سے سیاسی مرکز میں شریک کر دیں، اجتماعات پر پابندیوں اور فوجی اشتعال کو نکال کر اور پورے ملک میں بڑے بڑے سیاسی جلسے کیمن کی سیاسی مہم کی قابل ذکر بات ملک کے مختلف نسلی گروہوں سے، ان کی تیل تھی جو ذاتی طور پر ایک دوسرے کے مخالف رہتے تھے۔

یہ ان کی ذاتی ٹیپ مائی بی ریکی ہوئی جس نے حکومت کو تنے کر کے یک پس و پیش میں پر مجبور کیے رکھا تھا، مگر جو۔ فی 1989 میں ان کو ان کے چنے چھری میں قید کر دیا گیا۔ 1990 میں انتخابات ہوئے جس میں NLD کو بھاری اکثریت سے کامیابی ہوئی اور قومی اسمبلی میں 80 فی صد سے زیادہ نشستیں مل گئیں۔ کام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ یہ کامیابی دراصل آئنگ سارن سٹون ذات کی کامیابی تھی۔

آخر SLORG نے آزادانہ انتخابات کر کے دیے تھے اس لیے کہ انھیں [آمریوں کے ٹولے کو] اس سے نہیں زیادہ مختلف نتیجے کی توقع تھی، ایسے نتیجے کی جو کسی نہ کسی طرح انھیں اقتدار میں رہنے کا جواز فراہم کر دیتا۔ اس قسم کی حکومتوں کی دشواری واضح ہو گئی کہ وہ اپنے کذب ہی کے چال میں پھنس گئی۔ پھر حال، انھیں نے انتخابات کے نتیجے کو ملنے سے انکار کر دیا، جنی انتخابات منسوخ کر دیے گئے۔ SLORG قائم رہی مگر کمتر جو رکے ساتھ۔ مگر جو زک زک اب وہی کہہ رہا تھا ہے۔ "میں نے غلطی کی اور اس کے مطابق انسانی حقوق کی مسلسل پامانی پوری سے مان، یہ مائن حکومت دنیا کے سب سے زیادتی جاہ حکومت بن چکی ہے۔ کچھ کئی مشروں سے مار دی گئی تو اس کیل نے امن کے کئی، خدمات انسانی حقوق کے لیے کیے جانے والے کام کی قدرتی ہی کے لیے دیے تھے۔ یہاں انھیں کامل کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ ہر انسان کے لیے عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق امن کے حصول کا بنیادی عنصر رہا ہے۔ اس علم میں، ایک بڑا محرک پوشیدہ رہا ہے کہ اپنی بنیادی صورت میں، انسانی حقوق کا قیام مکمل مغرب کا تصور نہیں کہ یہ برہمنی تہذیب میں مشتمل ہے۔ جانتا ہو تو اس ضمن میں آئنگ سارن سٹون کے ایک مضمون "جمہوریت کی جستجو میں" سے ایک اقتباس آپ کے گوش گزار کروں:

"یہاں انصاف نہیں وہاں قابل اطمینان امن نہیں ہو سکتا۔

کہ انصاف پر مبنی قوانین جو انسانی حقوق کے پاس دار ہوتے ہیں امن اور تحفظ کے لیے رہبری ہوتے ہیں، انھیں کوئی تک ذمہ داری روکے گا جو امن کو اختیار کوئی موٹا کرنے اور اپنی طاقت کو بچانے کی ضمانت سمجھتا ہو۔ ہر ما کے ملک امن اور مابونیت کو ختم کر دے ماب سے ہمہ رشتہ کرتے ہیں۔

شجر کا سایہ سچ کی گواہی دیتا ہے

والدین کے سایہ زیادہ محفوظ ہوتے ہیں

اساتذہ و سنگم سارے تو کچھ اور بھی ٹھنڈے ہوتے ہیں  
حاکم کا سایہ ان سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے  
ہر ٹھنڈک سے زیادہ ٹھنڈی بدعتی تعلیمات

لہذا محام کو محفوظ رکھنے کی امن اور تحفظ اور ٹھنڈک، یعنی حکومت کو بدعتی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے۔ ان  
تعلیمات کا مرکز ہوتی ہے چیٹی۔ نیوکاری اور بیار بھری مہربانی۔ یہاں کے محام جس کی حکومت کے متکاٹھی ہیں  
جو ان خصوصیتوں کی بنیاد پر استوار ہوں۔“

ایسا آگلی دہائیوں ہو سکا ہے کہ سچے ملک کے اندر ہی یہی ایذا رسائی نے نواح پائے واسے کو بدعتی  
محود نواح حاصل کرنے سے روک دیا ہو۔ 1936 میں کارل فن آزی ہٹسکی (Carl von Ossietzky)  
کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا جو ہٹلر کے حکومت خانے میں یہ رہتا تھا یہاں ہی آندرے مکاروف (Andre  
Sakharov) اور تھو ولسا (Lech Walesa) کے ساتھ ہو چکا ہے۔ حکومت کے زوال سے پہلے آرمی ٹرک کی  
انتقال کر گیا تھا مگر مین رول اور ولسا نے اپنی جہد کو کامیاب ہوتے دیکھا۔ جس میں سے کہ آگے ماں  
ملوکی، مکی جہد جہد بھی کامیابی سے مرفراز ہوگی۔

یہ بھی ہمیں اس مکان کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ ایسا آخری دہائیوں ہو گا کہ امن کا نواح پائے ور  
نہیں سکے گا۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے جھکی دنیا میں امن اور مساحت ایک دہائی میں حاصل نہیں کیے  
جاسکیں گے۔ ہم اپنے معیارات کو کم نہیں کریں گے۔ نہ خوف اس کے، ایک بہتر دنیا ہم سے اس سے بھی  
نہو وہ موثر کی طلب کرتی ہے، اور اس سے فزوں تر بہ دنیا، اور اپنے آپ میں مثبت سادق اس دنیا کی انعام  
پانے والی شخصیت نے بھی جس کا تہہ نہ کیا ہے۔ فرد کی حیثیت میں یہ محسوس ہے۔ کو مٹا ہے، مگر ان پہ زیادہ  
جو طاقت اور قہار کے سنگھ میں پہنچا جائے ہیں۔ آگے میں ہمیں کھسار کا اٹھا رکھیے، اور دیرنی کا  
نتیجہ ہو سکا ہے رجبے کے لیے ایک بہتر دنیا۔

Franus Sejersted، صدر نشین، اوریائی ٹوٹل کمیٹی کی زبان

## تقریر قبولیت

(آگے میں سوئی کی طرف سے ن کے لیے نیوٹن رائی کی زبان)

جلالت عجب عزت عجب، خواتین و حضرات!

میں اپنی دہ آگے میں سوئی کی جانب سے اس تقسیم ترین نوٹس امن انعام کو قبول کرنے کے لیے

آپ کے رہنے پر یہ مقام پر بیٹا رہا ہے۔ چوں کہ حالت نے میری والدہ کو یہاں موجود ہونے کی اجازت نہیں دی ہے اس لیے میں اپنی تمام تر کوششوں سے ان جہالت کی تہمتوں کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

سب سے پہلے تو میرے خیال میں وہ کیا شوبہ کر رہی ہے؟ یہ تو اس انعام کے لیے نہیں بلکہ بڑے کام کے نام ہے۔ وہ کوشش کر رہی ہے انعام کے لیے نہیں بلکہ ان تمام مردوں، محدثوں اور بچوں کے لیے ہے جو اس لمحے جب میں یہ جملے کہہ رہی ہوں، مسلسل قربانیاں دے رہے ہیں۔ اپنی خوشحالی کے لیے، اپنی آزادی اور اپنی زندگی کے لیے اور ایک جمہوری برما کے حصول کے لیے۔ یہ انعام انہیں کاسے اور بالکل بڑا کی جمہوریت، آزادی اور امن کے لیے کی جانے والی پھول جھڑیوں میں کامیابی بھی نہیں کی ہوگی۔

ان کے بیٹے کی حیثیت میں یہ لحاظ اندازتے ہوئے میں یہ بھی کہوں گا کہ میں ذاتی طور پر یقین نہیں کرتا کہ اپنے نانا اور ذاتی قربانی کے ذریعے وہ کسی قابل قدر سلامت بن گئی ہیں جس کے ذریعے بڑے کام کی حالت ناز کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔ کسی کو اس حالت نہ دیا جائے تو کم از کم اسے نہیں سمجھنا چاہیے۔ حالت ناز ان کی جوش و خروشوں، دیہات میں، مذہب میں، منشی میں، عروسی میں، قید میں، کچے ہوئے میں اور غدا میں ہیں۔ حالت ناز ان کو جو ان کی زندگیوں، بڑے کام کے مستقبل میں، جو میری میں مر رہے ہیں، جنگوں میں، جہاں وہ آ رہے ہیں۔ انہیں کہنا ہے کہ انہوں کی جو زندگیوں اور بے عزت کیے گئے ہیں۔ میری والدہ کے علاوہ ہم کو ان کا بلکل احترام ضرور دینا چاہیے۔ انہیں انہیں کہنا چاہیے جو قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا رہے گئے ہیں۔ میں ان سب کی جانب سے اپنے قلب کی تمام تر گہرائیوں سے اس اعلیٰ ترین اعزاز کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔ یہ جان کر کہ اتنے دور دراز کے علاقے میں بھی ان کے دل اور درد و غم کو پہنچا رہا ہے، ان بڑے کام کے نام اس کے سر ڈالنا دلوں پہنچ کر سکے ہیں۔

میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ رتھوں کے ایک نامے میں ہونے والی جہاد جہاد اس کی جہاد کا حصہ ہے جو سیاسی ظلم، حیات انسانی کی نجات اور انسانی تسلط کے خلاف پوری دنیا میں جاری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تمام ان لوگوں کے لیے بھی اعزاز کے مترادف ہے جو جہاد نہیں بھی ہوں، اس جہاد میں شریک ہیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ آج اس میں ہونے والے یہ اجتماع ان کی دن ہو رہا ہے جو ان کی حقوق کا بین الاقوامی دن ہے، اور پوری دنیا میں منایا جاتا ہے۔

جناب صدر! آپ کی کمیٹی کے انتخاب کو دیکھ کر میں براہ راست صرف چند دن قبل ہی اقوام متحدہ نے منظور کئے سے ایک تاریخی تجویز منظور کی ہے جس میں اقوام متحدہ کے موجودہ سیکریٹری جنرل کی سرانجام پر عداوت کو سمجھا ہے جس میں اس نوعیت کی سمیت پر درمیری واحد و ذوق رہائی کے لیے کی جانے والی جنگوں کا اعادہ کیا گیا ہے۔ جس میں انسانی حقوق کے بارے میں عالمی ماسٹ کا بھی کھل کر ذکر کیا گیا ہے۔ تنہا اور دنیا کی تمام قوموں سے الگ، مختلف ملکوں کے واحد اور ملحق تھے تو رتھوں میں ٹکرائے گئے سے انگریز بہت تاخیر

سے اور بہت کم زور۔

تکمران نوے کے پچھلے تیس برسوں میں برما کی ماضی کی مندرجہ ذیل 'کوالا' کی طرح مانتا گیا ہے کہ آج وہ دنیا کی سب سے پس ماندہ اور معاشی طور پر ترقی دست سرزمین ہو گئی ہے۔ رنگون پر حکومت کرنے والی طاقت کو معلوم ہوا چاہیے کہ اس کا بھی مٹی حشر ہو گا جو ایسی حکومتوں کا مقصود ہوا کرتا ہے جو اپنی تکمرانی کو محفوظ سے۔ جبر سے اور غربت سے مسلط رکھنا چاہتی ہیں۔ 1988 میں جب نہ ان کی سرزمین پر جمہوریت کے لیے کی جانے والی جدوجہد شروع ہوئی تھی، وہ اپنی برقی جو مشین یورپ، ایشیا اور افریقا میں کھینچے ہوئے بین الاقوامی معاشی کا پیڑ خیمہ بنی۔ یہ 1988 سے آج تک جبر و طاقتوں، ضد کی ذلے اور SLOR کے ہاتھوں مسلسل عذاب سہہ رہا ہے۔ یہ بھی ان قوموں کی مثالیں، جنہوں نے کامیابی سے جمہوریت حاصل کی ہے، یہ ان کی قوم کو یہ پیغام دے رہی ہیں کہ معاشی اعتبار سے ناقابل عمل مطلق انسانیت اس حکومت کو ایک دن پہنچے ساتھ ہالے جائے گی۔ اور آج یہ حق ہوئی کہ ان کی بدانتظامی معاشی کیفیت اور ترقی پر پابہ وقعت KYA کے باعث برما کی حکومت بد شہ اس کی فحش کات رہی ہے جو وہ دیتی آتی ہے۔

پھر بھی مجھے کوئی امید ہے کہ معاشی، انہدامی سے یہ حکومت زمین کی نہیں ہوگی، بلکہ تکمران کے ذلے کو ایسی سیلوں کے آگے ایک دن مرقع کر دیا جائے گا جیسی کہ روس کیس میں نے اس مذمت کے من احوام کے ذریعے کی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ موجودہ حکومت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مختلف اور جبر کی موجودہ پالیسیوں کی جو بدحمت کے جوہر برما کی وراثت کے مقدس اصولوں میں پکارا پیدا کرتی ہیں، اگر بیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ کوئی کھوکھلی خوش امید نہیں بلکہ میری والدہ کا یقین کاٹل ہے، جس پر وہ اتحادات میں اپنی جرحت کی ان مختلف طاقتوں سے بھی کامیابی کے بعد جہاں فوجی اور امن کے طے خاندان بنتے ہیں، اور ان صاحبان قدر سے معامت کے دوران پہنچی ہیں۔ میری مین ترین خواہش ہے کہ وہ اصلاحی اور منصفیت پسند عناصر جو صاحبان اقتدار میں موجود ہیں، برما کے اس مشکل ترین وقت میں اپنے ساتھیوں کو اپنے فوجی احساسات اور جذبات سے ضرور آگاہ کریں گے۔

میں جانتا ہوں کہ اگر میری والدہ آج آزاد ہوئیں تو خیرانے کے ساتھ وہ آپ سے اس دعا کی بھی خواہش کریں کہ جہاں وہ مجبور رہیں اپنے اپنے اختیار پر چھینک دیں، اور ایک جا سو کر ایک قوم کی تعمیر کریں جس کی غیر انسانیت اور امن کے جذبات پہ ہوں۔

اگرچہ میری والدہ کو اکثر ایسی سپہی مخالفت کرنے والی شخصیت کے نام سے پکارا جاتا ہے جو پرامن طریقے سے جمہوری تبدیلی کی کوشش کرتی ہے، میں یہ رکھنا چاہیے جنہاں کی طور ان کی جستجو رہا ہے کہ مٹی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا ہے، "میں القرب روحانی ہوتا ہے" اور انہوں نے کہا بھی ہے: "جدوجہد کے ضروری روحانی مقاصد" اس مقصد کا ٹھکانہ نسائی ذمے داری پر ہوتا ہے اور کسی ذمے داری کی اس میں ہوتی ہے "تھوڑے سال، اس کے حصول کی ترغیب، اس کا راستہ تلاش کرنے کی دانش، اور آخر تک نہیں تو اس پر



آگے بڑھے گا، اور ہم از ہم انفرادی حدود سے بلند ہونے والے فائزیت کی ضرورت نہ تو دیکھتی ہیں کہ ابھر پور  
 نفعی تر رہنے کے لیے ہم میں بہت ہوئی چاہیے کہ ہم دوسروں کی ضرورتوں کی تسکین دلائیں، ہمیں  
 اس ذمے داری کا پورا اٹھانا چاہیے۔“ اور وہ ثابت قدمی سے اس کو اپنے عقیدے سے مسلسل مستحکم کرتی ہیں  
 جب وہ لکھتی ہیں کہ ”نہ ہائی روائی تہذیب کی بنیاد بدعت، اس انسان کو اپنی ترین جاتی ہے جو تمام  
 موجودات میں تو ہم پر حقیقت کی اپنی ترین کیفیت کو حاصل کر سکے۔ یہ انسان میں اپنے ذاتی ادا سے سے حج  
 کو حاصل کرنے کی صلاحیت ہوئی ہے، وہ وہ دوسروں کو بھی اس کے حصول میں مدد فراہم کرتا ہے۔“ آخر میں  
 وہ کہتی ہیں، ”نہ ہائی جمہوریت کی مخالفت ان لوگوں کی حدود ہے جو پھر پور نفعی تر کرنا چاہتے ہیں، یا اپنی  
 اور ہماری کی زندگی کی اپنی مدد کے دوسرے آزاد افراد کو جس کی زندگی انسان کی اپنی نہ کرنے والی کوشش کا  
 ایک تجربہ بھی سنا ہے کہ وہ ثابت کرے کہ انسانی زندگی اپنی فطرتی فرائض سے بلند ہو سکتی ہے۔“

ایسا دوسری دور ہو رہا ہے کہ میرا سب سے چھوٹا بھائی اور میں، دونوں ایک ساتھ دوسرے میں اپنی زندگی  
 کے لیے انعام وصول کر رہے ہیں۔ پچھلے سال ہم نے Thorolf Rapp Prize for Human Rights  
 وصول کرنے کے لیے جرمنی کا سفر کیا تھا، جو اس برس کے حیرت انگیز واقعات کا پیش خیمہ تھا۔ اس وقت تک،  
 ہمارے دنوں میں ماڈل کے موضوع کے لیے مخصوص جذبات یا تیزی ہو چکے تھے۔ ہمیں امید تھی کہ  
 بہت جلد میری والدہ وہ ذات بن جائیں گی جو اپنے احساسات کا کلیہ رکھیں گی، میری نیاں سے نہیں، خود اپنی نیاں سے  
 اس ادا میں ان کے ورثہ کے مواد کے لیے اس قسم کی مدد کرنے والی رہیں گے۔ مگر دوسروں کے دلوں کو ایک  
 جاننے میں معائنہ ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ اس سلسلے کے بنائے جانے کے بعد درجی بہت کچھ ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ سب کا شکر گزار ہوں۔ وہ اور امید ہے کہ آج کے بعد سے جنوں کا لباس  
 ٹھوٹا ہو جائے گا، اور یہ سب تک 1991 کا نوٹس امن اور مہمان پر امن کے حصول کی جانب ایک  
 تاریخی قدم کے طور پر دیکھا جائے گا۔ اعلیٰ سے نیچے ہوئے سبق بھائے نہیں جائیں گے، مگر ہمیں مستقبل سے  
 ویسے ہی امیدیں ہیں کہ ہمیں کر آئے۔



# میخائل گورباچوف

## اعلانِ تجلیل

جلالتِ مآب دو دہائی، عزتِ مآب، محبتیں و حضرات!

اس مہم کا نوکل من انجام سوویت یونین کے صدر میخائیل گورباچوف کو پیش کیا جا رہا ہے۔  
 ماریائی نوکل سمیٹنے نے یہ تمام ان کے رہنمائی نہ کر کے صرف کے لیے دیے جو انہوں نے  
 مشرقِ مغرب تعلقات میں ہونے والی بنیادی تبدیلیوں کے سلسلے میں کیا ہے۔ بد شہ صدر گورباچوف نے  
 دور کے اور دور میں قوموں سے تعاون کی مثال قائم کی۔ مگر ہماری اہمیت اس امر کا صرف کرتے ہیں کہ ان کا  
 کثیر اہمیت تعاون اور سوویت یونین کی جانب سے ان کی کوششیں کی فیصلہ کن ثابت ہوئی تھیں۔ اسی وجہ  
 سے نوکل سمیٹنے نے 1990 میں انھیں اعزاز دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

ہم اس دنیا میں جو اب بھی تنازعات کی زد میں ہے، اور مائی تبدیلیوں کے آثار محسوس کر رہے ہیں۔  
 اس کے باوجود ہمارے سامنے ان بات کی روشن علامات موجود ہیں کہ امن کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ مشرق اور  
 مغرب، طاقت کے دو زوراء رقاب، اندکیوں کے خطرے میں ڈالنے والے تنازعات کو اس پشت والے میں  
 کامیاب ہو گئے ہیں اور اس کے بجائے، انھوں نے مساحت کی بنیاد پر ماحول اور ممبرانہ اور قدم بڑھانے  
 کا فیصلہ کر لیا ہے۔ بے ن کے سامنے ایک پارک اور نچا کھڑ کرنے کا ہدف ہے جس کے ذریعے دور رس  
 قلبِ مابیت کا عمل شروع ہو گا اور یہ عمل ہمارے حصے کی دنیا میں بدلتی جا رہی ہے گا۔

مہم نے مشرق اور مغرب کے درمیان اس نئے موسم کے شرارت بھی سے دیکھ لیے ہیں۔

یورپ کی قدیم قوموں نے، جیسے پلینڈ، جیسو سلو، سیر، سگور، اور اب مشرقی جرمنی نے بھی، دوبارہ اپنی  
 آزادی حاصل کر لی ہے، چھ ہائیڈرا، اپنے قومی نصیب کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ اگر چند تنازعات کے  
 اس عمل کے بچے مسکائیں، اور ہمارے بڑا عزم کے تمام بد قوس میں یہ بھی تک پوری طرح مہم نہیں جا سکے

ہے، پھر بھی آج، شاید ایک ہزار آدمی اس چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں، اور جس میدان میں کھڑے ہیں وہاں کے امکانات پیدا ہو چکے ہیں۔

اس وجہ سے آج نہیں کر سکتے ہیں، ہمارے علاقے میں ستمبر کے دنوں کی ضرورتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ بدلتی ہوئی صورتحال کے باعث نصف صدی تک یہ ضرورتیں رہی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا ہے کہ آج بھی پورے کے دونوں جانب عقل اور مایوسی کی دو طرفہ گت ہو رہی ہے۔

بالکل اس میں بھی، ہم تہہ لبی دیکھ رہے ہیں۔ وسیع پیمانے پر، دوطرفہ کے ساتھ ساتھ، گنت و شہید کے ذریعے، جہاں ہر حقیقت پسند نہ مذمت کے بغیر اس عمل کی طرف رہا ہو، جس میں مقررہ فوجوں اور موت دہشتے والے ستمبر کے دنوں میں بھی شامل تھے۔ پچھلے چند ماہ میں تھیں، اس کے معاہدے ہوئے ہیں، جیسا کہ ان دنوں میں ہے، بلکہ مزید حدوں میں بھی نہیں ہوا تھا۔

اس میں اس نوع کے فیصلے کے ذریعے نہیں اس کی کئی اس امر پر زیادہ زور دینا چاہتی ہے کہ سب بھی ان کو بخوبی جاننے اور اس کے زیادہ ذمے دار اور مقبول انتظام کے بے حد حساب امکانات موجود ہیں۔ جس انداز سے تیار ہے، جہاں ان کے لیے ہے، ان کے لیے دوسرے حصوں میں بھی اس کے نتائج ابھرے ہیں۔ مجموعہ قابل تیار عمل ہو گئے ہیں، اور کم از کم، کسی حل سے، سب آگے گئے ہیں۔ یہ جنگ کے نمانے کے غیر مصدقہ ذریعے کے تحت و شہید کے ایسے نمونے پیدا کر دیے ہیں جن میں قابل مہمانی کے مفاد اور ذمے داری کی جہد نظریاتی طور پر گہرائی، یہ اکثر استعمال ہونے والے، طاقت کے توازن کے بے رحم قوانین نے لے لی ہے۔

ان تبدیلیوں نے اقوام متحدہ کا ایک نئی نذر عیاں دی ہے اور امریکی عالمی جنگ کے نتیجے میں اقوام متحدہ کے قیام کے بعد پہلی بار اس کو دوبارہ ادا کرنے کے مواقع سے جیسے جیو اس کے قیام کے اولین مقاصد حساب یہ قانون کی حکمرانی اور قوموں کے درمیان امن کی بحالی اور زیادہ بین الاقوامی مہمانی کی تعمیل کی اہلی ترین ذمے داری پر عمل شروع کر سکتی ہے۔

سوویت یونین کے صدر میخائیل گورباچوف اس بات کا ذمہ امن اقوام میں آیا جاتا ہے اور ان کے سے کم نہیں، اس لیے کہ ہماری کئی کی جانب سے ماضی میں دیے جانے والے انعامات، مثال کے طور پر 1975 کا انعام حقیقی انسانی کے عظیم چیمپئنز آف دی ورلڈ، اور 1983 کے امن انعام کے لیے فریڈ یونین کے رہنما ڈینیس کے انتخاب کو سوویت یونین اور پائینڈ میں بدھ متاقت سے لیا گیا تھا، جس میں مادیاتی کوئل کئی کے جواز سے کار کا عنصر بھی شامل تھا جس میں زیادہ بھی یہ انعام ایک سب سے بھرنا ہے مادیاتی کوئل کئی سمجھتی ہے کہ آج کے واقعے اور اس کی دہر 1975 اور 1983 کے درمیان کا تاریخی ربط مستقبل کے لیے خوش آئند ہوگا۔

مارشائی نوٹس کمیٹی ایک محدود مختار ادارہ ہے جو نہ حکومت کو ذرا بہرہ رسے ملک کی مارشائی اسٹیبل (Staring) کو جواب دہ ہے۔ کمیٹی کے پانچ اراکان ہر ایک اپنے نمبر کو جواب دہ ہیں اور ان سب کے فیصلے ان کی ذاتی سیاسی مشغولوں اور عقول سمجھ بوجھ پر مبنی ہوتے ہیں۔ تاہم ہمارے لیے واضح رہا اسرارے دیے گئے ہیں جو سوویت قبل بھی نئی مغربی نوٹس کی وضاحت کے مطابق ہیں۔

اس برس کا اہم بھی مغربی نوٹس کی اپنی خواہشات اور پسند کے ضمن مطابق ہے۔ خوسل کی خوش قسمتی کے نواح اس شخص کو دیا جائے جس نے "قوموں کے درمیان بھائی چارہ سے" کو فروغ دینے کے لیے کام کیا ہو۔ ان کے زمانے میں عام طور پر تنازعات کے حل کے لیے بین الاقوامی تعاون کی جگہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی تھی۔ نوٹس کی خواہش یہ بھی تھی کہ جو وہی بھی "تکوید و بار فوجیں" کی تعداد میں کمی کے لیے اور "امن کے حصول کے لیے اجتماعات" کرے جس کو آج کے الفاظ میں تحلیفِ امن اور مذاکرات کہہ جاتا ہے۔ اس کو امن کے نواح سے فائدہ چاہئے۔

مثلاً زوماری، ہمارے کشیش الشریف نوٹس کی خواہشات سے اتنی زیادہ ہم آہنگ رہی تھی جتنی کہ اس نے ہی ہے۔

ہم ایک مخصوص احساسِ دل جمعی و محاسنیت کے ساتھ امن کا انوکھا صدر مریا چٹوف دیکھ کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک نے، مثلاً یہ مختلف انداز میں، تناؤ اور جنگ کی دھمکیوں کا تجربہ کیا ہو جس کے منہوں سے یہ واحد جنگ کے عرصے پر مرتے رہے ہیں۔ سوویت یونین کی دل موٹی "بھلے پن" اور "تعاون کی خواہش" جیسی تو بد فہم اصطلاحات، اور حقیقت پسندانہ مناسکات کے لیے اس کی رضا مندوں نے صدر کو مریا چٹوف کی رہنمائی میں نئی میدانوں کے چہل قدمی کر دیے ہیں۔

پہلیں اسی بات کا پورا احساس ہے کہ سوویت یونین اپنی سرحدوں کے اندر مارشائی قلب و ہیت کے عرصے سے نذر رہا ہے کہ آمریت کو جمہوریت سے تبدیل کیا جا رہا ہے کہ یونین کے سرکار کو اپنے دورے میں محدود فیصلے کرنے کے حقوق دیے جا رہے ہیں اور آزاد منشی کے ذریعے معیشت کو ترقی دیا جا رہا ہے۔ یہ قلب و ہیت ایک مائیزہ تکلیف دہ عمل ہے، جس میں قریبی مثال ملتی ہے۔ مگر سوویت یونین کے عوام کو معذور ہونا چاہیے کہ ان کے غصہ ملک کے لیے بیرونی دنیا کا احرام "ارن" سے "اہت و توقعات" بھی، جنے عمیق نہیں تھے جتنے کہ آج ہیں۔ آج تک "غصہ جنگ حب الوطنی" کی ہمہ پختہ کوئی چیز نظر نہیں آتی ہے، جو اس ملک اور ہمارے مغربی اتحادیوں نے مل کر دہشت گرد "قومی اشتراکیت" کے خلاف لڑی تھی۔ اُس وقت، وہ راستہ جو عامی جنگ سے "جنگ تک جاتا تھا"، واپسی کی حد تک منتشر رہا تھا۔ ہم میدان کرتے ہیں کہ اس وقت ہم سرور جنگ کے خاتمے کا جشن منا رہے ہیں۔

میخائیل گوبیچوف 1961 میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوئے تھے جو Stavropol کے جوہر میں اور قفقاز کے پہاڑی سلسلے کے شمال میں واقع، اور سوویت یونین کا حصہ تھا۔ اس سے پہلے قذافی ٹیرر کی

ممالک جارجیا، آرمینیا، آذربائیجان تھے جن میں یہودیوں اور مسیحیوں کی تیزیوں تھیں۔ ہمارے  
انعام یافتہ اہل جنینی سوویت یونین کے رہنے والے تھے۔ وہ دسمان خاندان سے تھے۔ دیکھتے تھے اور نظیر  
اغدب کے 14 برس بعد پیدا ہوئے تھے جس نے روسی مسیحیت کی کوئیں، پوری دنیا کو بدکردار دیکھا تھا۔ وہ  
اس وقت پیدا ہوئے تھے جب سوویت زراعت جماعت کے ڈرامائی عمل سے گزر رہی تھی۔ ان کی نشوونما  
ایک جہائی دوسرے میں جاتی تھی، جہاں ان کے والد ایک ڈسٹرکٹیشن پر کام کرتے تھے۔

جس وقت بچپنی عالمی جنگ چھڑی تھی، وہ آندرسلو صاحب علم تھے اور صرف ہی نہیں کے تھے جب  
جمہنی نے سوویت یونین پر حملہ کیا تھا۔ جنگ کے زمانے کے حالات کے باعث ان کی اسلوب کی تعلیم بکھری  
بکھری اور محدود رہی تھی۔ ان کی جبرائیل جنگ پر متبادل قوت کی حیثیت میں دیا گیا تھا۔ جب سن 1944  
میں کے تھے اور اپنی تعلیم شروع کر کے تھے مگر عام طور پر ان کی عمر کے بڑے موسم گرما کی تھیں میں کام  
کرتے تھے۔ بعد میں وہ میونسٹ پارٹی کے ذریعوں کے واسطے سے وابستہ ہو گئے، اور بعد قریب پانچ  
تھے جب آپس میں کے ہوئے تو باقاعدہ میونسٹ پارٹی کے رکن بن گئے۔

دوسری بعد انھوں نے شمالی سمندر میں واقع اپنے آبائی گاؤں کو دوبارہ درقانون کی اہلی تعلیم کے لیے  
ماسکو چلی اور وہیں میں داخل ہو گئے۔ وہیں ان کو نہ صرف ریڈیو ٹیکنیکلو (Raisa Tirorenko) سے ملاقات  
ہوئی، جو بعد میں ان کو ایچ بی ایس، بعد وہ میونسٹ پارٹی کی تحریک طلبہ کی فعال رکن بن گئے۔ ان کی  
لڑے دار ہیں میں چلی اور وہیں کے ساتھ طلبہ میں تحریکات کا پرچار کیا تھا۔ انھوں نے قانون کی ڈگری حاصل  
کری اور پھر پوس Stavropol چلے گئے جہاں ان کو میونسٹ چھ مونسٹ میں لگا۔ وقتی مدت میں گئی۔ 25  
برس کی عمر میں وہ تھے کے باقاعدہ رکن بن گئے تھے جہاں زراعت ان کی خصوصی ذمہ داری تھی۔ 1967  
میں انھوں نے زراعت میں بیرونی ڈگری حاصل کر لی اور بعد میں پارٹی کی مقامی حکومت کی انتظامیہ کے رکن بنا  
لیے گئے۔

اس میں کا اندازہ پانے والے 1970 میں قومی سطح کی عملی سیاست میں فعال ہو چکے تھے۔ 1970ء  
میں ان کی قسمت نے یہودی کی دورانیہ کی عمر میں ان کو پورے سوویت یونین کی زراعت کی تحریک لڑے  
داری سوچ دی گئی۔ وہ وہ میونسٹ پارٹی کے مرکزی دفاتر میں شامل ہو گئے، جس کا مطلب یہ ہو گا کہ ان کا  
مستقل مسئلہ بن گیا۔ اس میں بعد ان کو سوویت یونین کی میونسٹ پارٹی کا سب سے طاقتور شخص بیکرین  
ہو گیا۔ یہ 1985 کا واقعہ تھا، جب ان کی عمر صرف 54 برس تھی۔ آج وہ بین الاقوامی سطح کی شخصیت بن چکے  
تھے۔ میونسٹ پارٹی کے سیکریٹری ہوتے ہوئے وہ سوویت یونین کی سترے سے بنائی گئی پلانٹ کے  
منتخب صدر بن گئے تھے۔

گرچہ میں میں گوبیاچوف ممتاز طاقت اور عداوت رکھنے والے انسان تھے، انھوں نے جہاں ہی میں  
امرا کیسے کرتے تھے خاندان کی داستان خود ایک تاریخی ہے، یہ دوسرے خصلوں میں وہی سوویت یونین کی

۲ مارچ ہے۔ گورباچوف درمحل اور دیکھتے غائب اور عالمی جنگ کے، لیٹن کے، اسٹالین کے، گمے ٹرہ شینکا کے اور یہ نہ نیک کے سوویت یونین کے سادہ اس کے دنیا کے پھر کے لوگوں کی طرح، دانی سو سو کئی کی پیداوار ہے جس میں ان کی شوق و فراہمی ہے۔

آج یہ سوویت سو سو کئی ایک تاریخی تجربہ ہے جس کو بنیادیں ملی گئی ہیں، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ گورباچوف اس سو سو کئی کے سانچے کو زلزلے کے قابل ہو گئے تھے جس میں وہ خود ذمے تھے اور پھر کہ انہوں نے ایک نئی دکان پر یوں کہا تھا جس میں انہوں نے Perestroika پر جس کی وہ مدد ست ہیں، بات کرتے ہوئے کہا "ہم اس پیچھے نہ پہنچے کہ ہم مزید اس طرح زندہ نہیں رہ سکتے جس طرح ہم رہ رہے تھے۔ ہمیں زندگی کے بدلنے میں نئی تبدیلیوں کی ضرورت تھی۔"

ہمارے انہوں نے ہفت روزہ زلزلہ ایک اشتراکی تھے جو وہ آج بھی ہیں، حالانکہ یہ بات ہم کو دلا سکتی ہے، جس کا انہوں نے امریکا میں دیے گئے جہاد پر یوں اعلان کیا تھا کہ ہم کچھ نئی باتیں دے رہے ہیں۔ پھر یہ موقع ہے ورنہ کچھ سوویت یونین کے اندرونی معاملات پر گفتگو کریں۔ اس بارہو کی فوٹو گرافی نے صدر گورباچوف کو بین الاقوامی سیاست میں رہنا کر دار دیکھنے کے سہے میں امن کا اہتمام دے دیا ہے۔

ہماری کئی نے سوویت یونین کی زندگی کے ایک مخصوص منظر پر غور کیا ہے۔ کہ صدر گورباچوف نے بہت زیادہ دشمنوں کا آغاز کیا ہے۔ بڑی حد تک انہوں نے بین الاقوامی اعتبار کو دیکھنے میں مدد کی ہے۔ اور بہت زیادہ دشمنوں نے کئی معنوں میں تحریف اس پر مبنی وسیع معاہدے اور مشرق وسطیٰ کے مابین تعاون کو چیلنج کیا ہے، جو آج ہمارے سامنے ہے۔

پوری دنیا سوویت یونین کے قہر تجیز موٹی، اجتماعی اور سیاسی مسائل سے نمٹنے کی ڈرامائی اور بہیمانہ جدوجہد کو دیکھ رہی ہے جس نے ملک کو جہاد کر رکھا ہے۔ ساری دنیا کی فوٹو گرافی اس کو غور سے دیکھ رہی ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ صدر میخائیل مرگے کوئی گورباچوف کو امن، تعاون، پیش کش کو سمجھا جائے گا ضرورت کے وقت نہ جانے والے ایک باوجودی مانتا سوویت مجاہد کے لیے نیک تمناؤں کے ساتھ دیکھنے والی بیرونی دنیا کے لیے ایک نشان کے ساتھ جو ان کو جہاد کو ایک سرگرمی کی نظر سے دیکھ رہی ہے، اور تاریخ میں پیش آنے والے واقعات میں ان کے حساب شراکت داری کے ساتھ۔

یہ بہا جا رہا ہے کہ اس برس کا فوٹو امن کا صدر گورباچوف کو دیا جائے گا۔ کچھ زیادہ دیر ان عمل تھا۔ ہماری دیر کی میخائیل گورباچوف کی دیر کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھی جب انہوں نے اس راستے پر قدم رکھا جس نے آج ہمیں اسی مکا حق دے دیا ہے، یہ اس دیر کے مقابلے میں جو سوویت یونین کے بہت سے لوگوں نے بھی تھے۔ میرے سے اپنی تاریخ رقم کرنے میں مدد تھی۔

Mrs Gidske Anderson، صدر نشین، مارڈوکی فوٹو سو سو کئی کی نیوی

## خطبہ

جناب صدر نشین، قلمیائیں و حضرات!

یہ لمحہ میرے لیے کبھی سے گم جذبہ بات خیز نہیں جب مجھے اپنی بارہ نوٹس کمیٹی کے فیصلے کا علم ہوا تھا۔  
کراچیہ موقعوں پر عظیم دعووں نے انسانییت سے خطاب کیا تھا، انہو قیوت اور سیاست کو یکجا کرنے کے لیے  
کا م کرنے کی صفا کرنے بولے مشیروں، جن میں میرے ہم وطن بھی شامل تھے۔

نوٹس میں انہو کے لیے جانے پڑا کہ میں ایک بلکہ براہ راست سوال اٹھاتا ہے: "اُن کے کہتے ہیں؟"  
اپنے خطبے کی تیاری کے وقت مجھے ایک پہلی روٹی انسانی گھونڈیا میں "peace" کا مطلب  
"commune" نظر آیا تھا، معنی، ایک روایتی روسی کسان کی زندگی کا تجربہ۔ میں نے اس تعریف میں، لوگوں کی  
سمجھ کے مطابق، ہر آگلی، تاریخی، باہمی اتحاد اور تعاون کو جائز کیا۔

ایسا احسان دنیا کے تمام بڑے مذاہب کے آئین میں، فلسفیوں کے تحریروں میں، قدیم سے حال تک،  
ملا ہے۔ یہاں بہتوں کے نام پہلے بھی لیے جا چکے ہیں۔ میں ایک اور نام کا اضافہ کرنے کی اجازت چاہتا  
ہوں: "اُن کی دولت اور انصاف کو پھیلانا ہے، جو قوموں کی ٹوٹن جانے کا حصہ ہوتے ہیں۔" "وو اُن جو" "میں  
جنگ سے بہت دیر سے اُن کے بلانے کے قابل نہیں۔" "اُن کا اصل مقصد ہوتا ہے "عمومی شہرت۔" یہ جیسے  
تقریباً سو سو برس قبل Vasily Fyodorovich Malnovskiy نے مجھے تھے جو Tsarskoye selo  
Lyceum کے بانی تھے جس میں تعلیم پختگی نے تعلیم پائی تھی۔

اس کے بعد سے اُن کے تصور کے ضمن میں تاریخ نے بہت کچھ اضافہ کیے ہیں۔ اس جو مری دور  
میں اس کا مطلب "اُن کی انسانی کی بقا کی کیفیت بھی ہوتا ہے، مگر نچوڑا کی ہوتا ہے جیسا کہ ملکوں و ممالک والے اور  
و لاء اور رہنما، دونوں سمجھتے ہیں۔

اس دور میں اُن کا مطلب ہے، عام درجے کی کمیونٹی سے تعلق نہ تو طرف پروردگار، اور قوموں کے  
درمیان مشترک حقیقی صلاحیت۔

معدن کی، ریشیت و آفاقیت کی جانب حرکت کو اُن کہتے ہیں۔ اُن سے پہلے بھی یہ خیال کہ اُن کی  
تقسیم نہیں ہو سکتی، اٹھ چکا نہیں لگا تھا۔

اختلاف کے تناظر میں "درجہ اولیٰ صورت میں اُن کی کیفیت میں کافی نہیں ہوتا مگر کافی میں دو قسمیں ہیں: ۱۔  
مثالیت کے اعتبار سے اُن سے مراد تشدد کی عدم موجودگی ہے۔ یہ ایک اخلاقی قدر ہوتا ہے اور اس  
موقع پر ہمیں راجیو گاندھی یاد آتے ہیں جو چند دن قبل اتنی بے دردی سے قتل کر دیے گئے۔

میں آپ کی کمیٹی کے فیصلے، مسودہ یونین میں ہونے والی تبدیلیوں کے عظیم بین الاقوامی اعتراف کے

متر تک گردن ہوں۔ یہ ہم کی نئی سوچی کی پالیسی پر اکتفا کیا، لیکن ابھی ہے، جو اس تھیں نہ کامل کی بنیاد پر ہے کہیں دیں صدق کے انتقام پر طاقت اور اس کے کو امت کی تدبیر کی سیاست سے دس نکال جائے گا۔

مجھے خاتم دیے جانے کے فیصلے کو میں ایک ٹھل سمجھتا ہوں، کیونکہ، اس کی نگار کام سے جو سوویت عوام سے کوششوں، دشواریوں، قوت اور دلی، رشتہ اور سردار کا طلب گار ہے۔ اور ایک جہتی ایک آفاقی قدر ہے جو ان پر ہوتی جارہی ہے ترقی کے لیے اور نئی نو، انسان کی بقا کے لیے۔

مگر ایک جدید طریقہ سیاست کو ایک جہتی کے رقبہ ہوا چاہیے، یہ میں کہ جائے کہ الی ٹیوی ورٹین القوی معاہدات میں ان پڑھیوں پر عمل کرنا چاہیے جو اس کے عوام کے اور دنیا بھر کے عوام کے مفاد میں ہوں۔ یہ کارہدہ کتنا بھی واضح میں آسانی نہیں ہوتا۔ زندگی بہت نیا دور ہے، بہا اور خامی پیچیدہ دئے ہے، ان منصوبوں سے بھی نیا دور قابل قدر جو اس کو بہتر کرنے کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ بہا اثر نڈل ان سے ہلے لے جاتی ہے جو اس پر، نیک نیتی کے سے کسی، تجربہ کی بندوبست ٹھونچا جاتے ہیں۔ Perestroika نے ہمیں اپنے ماضی کے دوسرے میں احساس دلا دیا ہے، اور اس کے بعد میں نے محسوس کیا ہے کہ ہمیں قہر کے عام قوانین سے باہر کرنا چاہیے۔

بہر حال یہ سمجھنے سے ہوا، مگر مجھے اعتراض ہے کہ 1985 کے مارچ اپریل میں ہمیں ایک فیصلہ کن اور تالیف وہ ہر متبادل صورت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جب میں جنرل یگورین کا عہدہ سنبھالنے پر راضی ہوا، جو صحیح معنوں میں اس وقت ریاست کا سب سے بڑا عہدہ تھا، تو مجھے احساس ہوا کہ اب ہم پر کسی طرح کا نڈر نہیں رہ سکیں گے اور یہ بھی کہ میں اب عہدے پر رہنا پسند نہیں کروں گا جب تک کہ مجھے نئی مداخلت کرنے میں مدد فراہم نہ کی جائے۔ مجھے یہ بھی افسانہ ہو گیا تھا کہ میں سمجھ کر نے میں بہت عرصہ درکار ہوگا، مگر کچ تو یہ ہے کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میں کتنے عظیم مسائل اور مشکلات کا سامنا ہوگا۔ میرے خیال میں اس وقت کوئی بھی ان کی پیش بینی نہیں کر سکتا تھا۔

جو اس وقت حکمرانی کر رہے تھے انھیں مصوبہ تھی کہ ملک میں درحقیقت کیا مورچہ ہے، بحر نے خود میں جس کو "zastoi" کا نام دیا تھا، جس کا ترجمہ "جمود" بھی کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ یورپی ماحول میں وقت گزر رہی ہے، کہ وہ ٹیکنالوجی کے اعتبار سے ترقی یافتہ دنیا سے بہت پیچھے رہ جانے کا خطرہ ہوں لے رہی ہے۔ مرکزی انتظام کے تحت چنے ہوئے سیاست، رقبہ میں عزت کر جاتے والا آمرانہ اور نوکر شاہی کا نظام، نظریات ترقی سیاست، مسائل اور معاشرتی خرابیاں پر، عرصہ درگ، ہماری دولت کو ہڑپ کر جانے والے فوری کیفیت کے کارڈ نے، جس میں عقلی مسائل بھی شامل تھے، ناقابل برداشت فوری اثرات جو شہری کارڈوں اور بدین معاشرتی کارڈوں کی کھوٹ سے تھے، ہمارے عوام کے عرصے میں کی جانے والی کامیابیوں کی سطح کو گہری کر رہے تھے جو حقیقی تھیں اور جن پر ہم سب کو غور تھا۔ سو یہ تھی ملک کی حالت۔ نتیجے کے طور پر دنیا کے وقت مند ترین ممالک میں سے ایک، جس میں یہ پناہ انکانات تھے زوں



آوردہ ہو رہا تھا۔ یہ رٹی سوہائی، مصداق اور عقلی اعتبار سے زوال کی طرف مڑتی جا رہی تھی۔

اس کے باوجود عام انداز میں دیکھنے والوں کو صرف اس حالت کی طرف اشارہ کیا گیا اور اس دوران کا منظر پیش کر دیا گیا۔ شہر و اسٹریٹ کے زیر اثر ہونے کی ہفت سوہائی کو خبر ہی نہیں تھی کہ یہ ہو رہا ہے اور ملک کے لیے مستقبل قریب میں کیا ہوگا۔ بلکہ اسے ہکا بھکا جبر سے دیکھا جاتا تھا۔ یاد دہانی کو بے دین و غیر ہیتان طراز اور انصاف دشمن سمجھتے تھے۔

۱۹۸۵ کے موسم بہار میں یہ کیفیت تھی، اور حال، جی تو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دینے کی، یا پھر مکمل سبوتاغی جہد کیوں کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ملتا تھا کہ ہم اپنے آپ کو اور ہمارے کو جو کا دیتے رہیں۔

ملک کی اندرونی کیفیت کا منظر ایک جیسے کا سا تھا۔ خارجی طور پر بھی کامیاب نہ تھا کہ مشرق اور مغرب ایک دوسرے کے مقابل صف آراء ہو سکتوں اور دشمنوں کے درمیان بے لوثی تقسیم و مرد جنگ کے حوالے رکھنے والے وہ ہر اندیشہ پڑا کھینچے ہوئے تھے۔ مشرق اور مغرب دونوں فوجی مقاصد کی منہایت کے رقیب تھے، ہر سطح پر دوڑ کے باعث خود کو کمزور کرتے جا رہے تھے۔

موجودہ دنیا کی کھلاڑیوں کے بارے میں سوچنا آسان نہیں تھا۔ پھر بھی، اس خیال سے کہ ایک مائیکرو تھی کہ ہمارے سامنے منہ کھولے کھڑی ہے، ملکی اور بین الاقوامی دونوں تناظر نے محسوس کیا تھا کہ اسے اپنے لیے ایک نئی حکمت عملی بنانی چاہیے، جس نے جس پر بھی غور نہیں کیا۔

Perestroika نے، جو ایک درجہ بہ درجہ ہمارے گورنر کو محسوس کرنے کی طرف راغب کر رہا ہے، ہمیں اپنے اندرون کو دنیا کے سامنے کھلی دینے پر آمادہ کیا ہے۔ اور ملک کی اندرونی ترقیات اور اس کی خارجی طور پر بھی کے درمیان معیاری رشتے کو بحال کیا ہے۔ مگر یہ سب کچھ کرنے کے لیے نئی حکمت عملی بنانی پڑتی ہے۔ اس کو کس کو، جن کو یقین تھا کہ حکومت کی پالیسیاں بیحد من کے حصول کے لیے تھیں، ہم نے تجویز پیش کی جو پالیسی کئی اعتبار سے مختلف تھی، مگر موجودہ امن کے حصول کے لیے واقعی صحیح تھی، اس کو جاری رہنا چاہیے۔ ہم نے خارجی پالیسی کے ضمن میں بھی سوچ کی تجویز پیش کی۔

اس طرح ہم نے نئی تبدیلیوں کی روپوشی کی ہے جو ہمارے خیال میں میں دس صدی میں ہمارے ملک کو دیکھنے کے لیے باطنی ہو سکتی ہیں، مگر ہم نے یہ سب کچھ قائم کیا ہے اس لیے بھی کیا۔

میں نے Perestroika کو اپنی سوچ کے بارے میں بتایا تھا کہ ان الفاظ سے شروع کی تھی۔ ”میں چاہتا تھا کہ ہم کو سمجھ جائے۔“ کچھ عرصے بعد مجھے محسوس ہوا کہ یہ قیاس سے ہو رہا تھا، مگر میں اس شخص سے، ان الفاظ کو ایک بار پھر دہرانا چاہتا تھا۔ چونکہ ہمارے ملک میں، بہت سی تبدیلیاں شروع ہو چکی ہیں اس لیے کہ ہم کو کچھ سمجھنا ہو رہا ہے۔ ہمیں اس بات کی ضرورت نہیں ہوگا۔ ان کا تجربہ اور ان کی کتابیں لکھی ہیں جو ایک عظیم تجربہ چاہتی ہیں۔ Perestroika پر مبنی دانش کے حلقے سے کچھ حاصل نہیں

ہوگا۔ یہ سب نتیجہ بھی ہو رہا ہے، تاکہ بھی ہوگا، اگر شریوں کا نہ کر دی جائے، اور کہا جائے کہ "جس کی آپ، سوویت یونین داسے، ہم مغرب و دوس سے بالکل مشابہ ہو جائیں گے، تم آپ کو سمجھیں گے بھی اور آپ پر یقین بھی کریں گے۔"

کئی بھی یہ "نقصان" سے بیان کرنے کی حالت میں نہیں ہے کہ Perestroika سے کیا نظریہ میں آئے گا، مگر یقینی طور پر یہ توقع کرنا ٹھیک نہیں ہوگی کہ Perestroika کسی بھی چیز کی نقل پیش کر سکے گا۔

بدقسمت طور پر کے تجربات سے سمجھا دیا کہ ہے جو ہم کہتے رہے ہیں اور کہتے رہیں گے۔ مغرب کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ہو بہ ہو ہو ہو جیسے ہو جائیں گے۔ ہماری سیاست میں، قوانین، دہائی میں اپنی شہادت کی حفاظت کرے گی۔ ہمارے جیسا ملک، اپنی اپنی انفرادی ساخت، تہذیبی و قلمی اور المانک ماضی، مجاہد کی تاریخی عظیم پیشکشوں اور کا عظیم کے ساتھ، وہ ملک ہے جو انیسویں صدی کے تہذیبی سفر کے لیے اپنا راستہ خود تلاش کرے گا۔ Perestroika کو اس سیاق و سباق میں سوچنا پڑے گا، ورنہ یہ ناکام ہو جائے گا اور اس کو زبردستی جائے گا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ ایک ہزار سال کی تاریخ کو نظر انداز کر دیا جائے، وہ تاریخ جو ہمارے پیچیدہ تجربے میں ہے، تاکہ ہم اس کی کچھ شکر کریں جس کو بے گناہی میں سنبھالنے کی طرف رجحان ہے۔

مگر چاروں طرف یہ تہذیب کا حصہ بنا چکے ہیں، تاکہ انسانی فوٹ انسان کی آسانی کے ساتھ زندگی گزاریں، اور دنیا سے معاشرتی رشتوں میں بین الاقوامی قوانین کے معیار پر عمل کریں۔ ہمارے محابش سے کہ ہم اپنے مشرک کے مشرک کے مستقبل کی خاطر دنیا بھر کے لوگوں کی ذمہ داریوں کے لہجہ و انداز میں شریک ہیں۔

نئے معیاری طرف تبدیلی کا ایک عرصہ سماجی کی زندگی کے تمام حصوں کے لیے درناک عجیب و غریب ہے۔ جب کہ Perestroika کی بنیاد رکھے گئے تو ہمہ گیر شے کچھ تا حد تک تھیں اور پیش پیش کرنے میں ناکام رہے تھے۔ ہماری سیر کی آگے بڑھنے کے معاملے میں شمارنگی، وہ اس کی تہذیبوں کے لیے تیار نہیں تھی جو لوگوں کے من و پند اثر انداز ہیں اور ان کو ہر شے چھوڑتی ہے۔ جن کے وہ بہ سول سے عادی ہو گئے ہیں۔ شریوں میں ہم نے اپنی بے اعتدالی کے باعث یہی تو تھیں پیرا کر دیں، اس پر غور کیے بغیر کہ لوگوں کو مختلف انداز میں رہنے اور کام کرنے کا عادی ہونے میں وقت ملتا ہے، اور لوگ ترقی کرنے لگتے ہیں کہ ان کی زندگی کہیں اوجھلے آئے گی۔

ب Perestroika اپنی سب سے ذرا سی حالت میں داخل ہو گیا ہے۔ Perestroika کے فلسفے کی حقیقی پامی میں قلب مابیت کے بعد سے، جو پانچے طریق زندگی کو فاش کرنے سے شریوں کو تھکا و مشکلات پہنچی شریوں ہو گئیں۔ بہت سے لوگ خوف زدہ ہو گئے اور ماضی کی طرف واپس جانے سے محابش مند ہو گئے۔ یہ صرف وہی لوگ نہیں تھے جو قادی رکھتے تھے حالت پر ان کی سی، فوج اور حکومتی ایجنسیوں کی، عمر

اور بہت سے دھبے پہ بھی، ان کے ہونے شروع ہو چکے ہیں جن کے منہ اور طرفہ زندگی کا اہتمام درپیش تھا، اور جو فراہم کر چکے تھے کہ پیش قدمی کی طرح کی جاتی ہے، آزاد کی طرح رہا جاتا ہے، اور خود کشی کی طرح ہی جاتا ہے۔

پھر بے چینی، احتجاج، کایکسیان اور بے حد متوجہ میں آنے والے مطالبات سر فوراً پورے کر دیے گئے تو کمال بھاری پہنچے ہوئے تھے۔ نتیجے میں — تقریبی، اختلاف کے بھلے پڑھتے ہوئے یہی جذبات، جو صرف جمہوریت ہی میں رہا ہوتا تھا، جو کہ جلد ہی اور غیر مناسب بھی ہوتے تھے، یہاں ہندوؤں سے قطع نظر، گروہ ہندو علاقوں میں خصوصاً عالم اور غیر ساقی ہوتے تھے۔

پچھلے چھ برسوں کے دوران میں نے بہت کچھ یاد کر دیا ہے جو ہندی سوانحی کی تہذیب اور قلب ماسیت کے ماحول میں سماں تھا۔ پھر جب سیر کی کو آری دی گئی تو وہ خود بخود بھی بچپن نہ گئی، اس لیے کہ وہ بہت عرصے آگے سے پہلے زندہ رہی تھی۔ اختلافات اور فریبوں کا پھر آگے، حتیٰ کہ خون بھی بہا دیا، جاواں کریم خون دہائی سے جتنا اب میں کامیاب ہو گئے تھے اس قدر کی منتقلی، تو دھوکے اور بے مہربانی کی منتقلی سے گزری جو تک نظری اور حسب و جہان رہتی ہے۔

ایسے حالات میں، جن میں بہت سے مواقع بھی، اور بڑے خطرات بھی ہوتے تھے، Perestroika کے بحران کے نقطہ شروع پہ، ہندی ذمے داری ہوتی ہے، ہندی رہنے والا، اس طرح کہ روزمرہ کے مسائل پہ بھی توجہ رہے جو پامانی کے گھرے گھرے رہے ہوتے تھے، درمیانوں کی طرح سے سما جاتا ہے کہ ملک ساقی و مہمانی دونوں کے ذمے جاسکتی ہے۔

اب میں اپنے موقف کی طرف آتا ہوں۔ جہاں تک ہندی پسند کا سول ہے میں نے بہت پیسے ہی حتیٰ اور ناقابل تہیج فیصلہ کر دیا ہے۔ نہ کوئی شے اور نہ کوئی فرد دیکھ سے ہو یا دیکھ سے، مجھے Perestroika پہ اپنے موقف، "ہندی ساقی سے بہت کشش کر کے گا۔ میں اپنے خیالات اور یقین کاٹل میں تہذیبی گمراہی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ یہ میرا حق فیصلہ ہے۔

مجھے کاٹل یقین ہے کہ قلب و بہت کے عمل سے گزرنے کے دوران پیدا ہونے والے مسائل صرف آئندہ طریقوں ہی سے حل کیے جاسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے میری پوری کوشش ہوتی ہے کہ یہ عمل جمہوریت اور اصلاحات کی حدود کے اندر ہی رہے۔

اس کا خدائی قوموں کی خود مختاری کے مسائل پہ بھی ہوتا ہے، جو ہمارے لیے ایک بڑا چیلنج ہے۔ مگر نئی تہذیب کی تلاش میں ہیں جو ان کی اہلیانچے کے اندر سمجھے ہوئے ہمارے مسائل کو حل کر سکیں۔ ہمیں محسوس ہے کہ نئی پسند کا بھی خیال ہے، اس خیال کے ساتھ کہ اگر بالکل شفاف رائے شادی کے ذریعے ہی ہو، حتیٰ کہ جمہوریت یقین سے عدو ہونے کا فیصلہ نہیں تو اس عمل کی تکمیل کے لیے ایک طے شدہ جمہوری عرصہ دیکار ہوگا۔

ایسے ملک میں پڑا من راستوں سے گزرا آسٹریا نہیں جاتا، جس لوگوں کی نسل کے بعد نسل کو یہ یقین دہا گیا تھا کہ چین کے پاس طاقت ہوتی ہے وہ مختلف کرنے والوں کو سیاست سے الگ کر سکتے ہیں، حتیٰ کہ قید بھی کر سکتے ہیں۔ معدیوں سے ملک کے تمام سرکاری باؤنڈریز کے ذریعے ہی مل کے جاتے رہے ہیں۔ ان سب نے ہماری نیو کی تہذیب پر۔ اگر یہاں یہ اصطلاح صادق آتی ہو تو، کبھی نہ مٹنے والے نقوش چھوڑے ہیں۔

ہماری جمہوریت دہائیوں میں جنم لے رہی ہے۔ ایک سید کی تہذیب ابھر رہی ہے، اسکی جو بحث اور کشیدہ پڑ چکی ہیں، ان سے قانون کے نظام پر بھی اور اس پر بھی کہ اگر جمہوریت کو کام کرنا ہے تو ایک مضبوط حکومت کی ضرورت ہوگی جس میں سب کے لیے ایک ہی قانون ہو۔ یہ عمل سنگٹم ہو رہا ہے۔ Perestroika کی تلاش میں ثابت قدمی کا ایک موضوع جس پر آج کل بحث ہو رہی ہے، جمہوریت تہذیب سے پہرہوں سے ناپا جانا چاہیے۔ ثابت قدمی کا یہ مطلب نہیں کہ سب جبراً تختہ آزادی اور حقوق کے امتیاز کی طرف لوٹ جائیں۔ میں اس سے بھی اتفاق نہیں کروں گا کہ ہماری سوشل کی یک بارہا بحران اور کشیدہ میں عمومی کے مابعد اور عوام کے دشمن میں کشیدہ ہو جائے۔ آج ثابت قدمی سے مراد ہے سوشل اور سماجی کشیدہ کے دائرے میں نہ کر عمل کرنا، قانون کی عمل داری کا قائم ہونا تاکہ اصلاحات کا عمل جاری رہے، ریاست اور معاشرتی نظام بحیرہ ہونے پڑے اور پھر ترقی پیدا کرنے والے عمل کو تباہی پھینک دینے سے بچا جائے۔

ان سب کے لیے، موقع کی مناسبت سے، کوئی قدم اٹھانے پڑتے ہیں تاکہ باقی اور دور رس افراد ان میں عمل کے لیے راستے تلاش کیے جاسکیں۔ اسکی کوششیں کی جاتی ہیں، معاشرتی اقدامات اور مناسب مذہب کے معاہدے کیے جاتے ہیں تاکہ وہ انھیں دیکھ سکیں۔ میں قائل ہوں کہ One-Plus-Nine کا بیان تاریخ کے صفحات پر ایک ایسے ہی قدم، ایک عظیم موقع کے طور پر اٹھا جائے گا۔ نہ ہمارے فیملی قبول کیے جاتے ہیں اور نہ ہی معنوں میں سمجھے جاتے ہیں، ہمارے نیا دور فیملی غیر متبیل ہیں، ان پر تشدد کی جاتی ہے مگر زندگی کے فاصلوں میں ہمارے لیے اور بہت سی چیزیں ہیں، بالکل اسی طرح جیسے کبھی ہم اس کو بھی حیرت کر دیں گے۔ سوویت مفاہوں کے لیے ہوئے فیملیوں پر ہمد باری میں قریبی الفاظ کا، صدر کے ہر فرمان سے معصوم کرنا کہ ان کا جوتا ڈبک بڑا نہیں جانب ہے، آگے کی طرف ہے کہ پیچھے کی طرف، ایک بے معنی اور لا حاصل کوشش ہوگی۔

اصلاحات کو انتہا پسند نہ انداز میں جاری رکھتے ہوئے ورکس نڈاز میں اپنی سوشلٹی کو جمہوری بناتے ہوئے، ہم ان سب لوگوں کے جوابات تلاش کریں گے جو میں آگے بڑھتے ہوئے درمیں ہوتے ہیں۔ مگر ہم دانا سے اٹھتے ہوئے برآمدہ ہوتے ہوئے، آگے بڑھتے رہیں گے۔

ہماری سوشلٹی میں ایک اتفاق رائے ہے کہ ہم کو تنوع مندی کی معیشت کی طرف بڑھنا ہوگا، کبھی اس پر اختلافات ہیں کہ ہم کس طرح اور کتنی تیزی سے آگے بڑھیں۔ کچھ لوگ اس کے حل میں ہیں کہ ٹیو ڈی کچھ بھی

میں جس عیوبی عمر سے میں ہر ممکن تیزی سے قدم اٹھانے چاہیوں۔ اگرچہ اس موسم جونی کہا جائے گا، ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ ایسے خیانت پسند کیے جاتے ہیں۔ دگ حمایت پسندی سے جھڑکتے جاتے ہیں اور آسانی سے دھمکا جاتے ہیں۔ ہندوستانی سے آگے نہ ہٹا اور وہیں کوپس وپیش میں رہنا بھی اتنا ہی خطرناک ہوتا ہے جتنا کہ اس کے لیے آٹھ کی زندگی مشکل ہے، خاصا اذیت کی زندگی ہے۔

ہمارا نیا نیا تو تھا اپنے آخری مرحلے میں پہنچ چکا ہے۔ اس کی تسلیم بہاری کثیر۔ قومی ریاست کی تاریخ میں ایک نیا باب رقم کرے گی۔

ایک وقتی جست آلودی۔ حدود کے جذبات اور ہاؤ ہوئے ہند، جب تقریباً ہر گاؤں اپنی خود مختاری کا دعوے دار ہو رہا تھا، موجود تھی توں، مفسر خطرات اور مسکن کے پیچیدہ جائزے کی بنیاد پر ایک مقررہ جوہات حرکت میں آئی شروع ہو رہی ہے۔ اور سب میں غصہ سب سے بڑھ رہا ہے۔ دیکھئے عالم میں باہم اتالی کے حصوں کی ٹھنی تھنی ہڑت کی ہے اور یہ احساس بھی کہ ہمارے پاس ایک ریاست ہے، ایک ملک ہے، ایک مشترکہ زندگی ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کی حفاظت ہم رہا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ہی ہم یہ طے کریں گے کہ ہم کس پارٹی میں شریک ہیں اور کس خطہ کی پشتیں کریں۔

Perestroika کے بخوبی اور متاثرہ عمل نے، یہ خصوصیت چھپنے والی سوس میں، ہمیں ریاست کی پندر مشپ کے مسائل اور پانچ پرمان میں اچھائے رکھا ہے۔ نئے شیر بن گئی تھی م کے ماحول، خیالات کی آزادی، نئی دریافت شدہ ذہنی شجاعت اور جمہوریتوں کی خود مختاری نے ہم سب کو اچھائے رکھا ہے۔ یہ مسئلہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ ہمیں سہ ماہی کے مفادات کو مختلف جماعتوں، گروہوں، جمہوریتوں، مذہبی یا فنگی مفادات کو ملتی تھانوں میں دیکھنا چاہیے کہ کیا کوئی اپنے، جوہر، سیاسی عمل اور کوئی زندگی میں حصہ لینے کا حق ہے۔

موتین و حضرات، بین الاقوامی سیاست بھی ایک علاقہ ہے جہاں بہت کچھ اس بات کی کج تشریح پر فکرموہا کر سوزیت یونین میں اس وقت کیا ہو رہا ہے۔ یہ آٹھ بھی کج ہے اور آئندہ بھی یہی ہوگا۔

ہم اب اس سمت نہ جاسکتے ہیں جو عالمی میون میں ایک فیصلہ کن نقطہ ہو سکتا ہے، جہاں عالمی میون اور بڑی کمیت و فی رستوں کی جوہر میں ہونے والے واقعات پر اثر انداز ہوتی ہیں، فیصلہ کرنا پڑے گا کہ سوویت یونین کے بارے میں ان کا موقف کیا ہے اور ان کو اس بنیاد پر عمل کرنا ہوگا۔

میں دنیا کے اس لیے واقعات پہ جتنے زیادہ غور کرتا ہوں، مجھے اتنا ہی یقین ہوتا جاتا ہے کہ دنیا کو بھی Perestroika کی ضرورت ہے، اس سے کسی طرح کم نہیں جتنی کہ سوویت یونین کو ہے۔ خوش قسمتی، کہ موجودہ پانچ مسائل کی نظروں میں رشتوں کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے، اور اس حقیقت کی بھی کہ اب Perestroika اپنے مازک مرحلے میں داخل ہو چکا ہے، اس لیے سوویت یونین کو اس کی کامیابی کے لیے بڑے پیمانے پر ہمدردی کی ضرورت ہے۔

اس دنوں میں ہم دوسرے ملکوں اور سب سے زیادہ مغربی قوموں کے ساتھ اپنے معاشی کردار کے

ہمسے میں شیڈیل سے سوچتے رہے۔ کیا ہمیں احمدی سے کہہ کر تو یہی قدم کرنے ہوں گے جو ہمیں اپنے آپ کو کش دہانے میں محدود ہو سکتا ہے تاکہ ہم عالمی معیشت کا مادیاتی حصہ بن جائیں۔ ہم اس کے ساتھ ہی ہم اس نتیجے پہ پہنچتے ہیں کہ ہمیں اپنے قدمات کے Group of Seven اور یورپی کمیونٹی سے ایک گروپ کی synchronisation کرنی ہوگی۔ دوسرے معنوں میں ہم بین الاقوامی تعاون کے لیے بنیادی طور پر نئے مرحلے کی بات کر رہے ہیں۔

ان ممالکوں میں ہمارے ملک میں نظم و ضبط میں سونے والے بحران پہ قابو پانے اور رفتہ رفتہ حسب معمول زندگی گزارنے کے بارے میں بہت کچھ فیصلہ کرنا پڑے گا۔

اس سیاق و سباق میں جن کثیر خصوصی کاموں پہ غور کیا جائے گا ان کو چند رجسٹرڈ مل تین قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

— ایک وسیع عمرانی تخاتی کی بنیاد پر، جنی وین کے قیامی ڈھانچے کی روشنی میں، خاص طور پر آزاد اور چار رضا رغبت وفاق کے جمہوری عمل کو پاک کرنا۔

— معاشی اصلاحات کو تیز کرنا تاکہ جو پیداوار کے نئے نظام کی بنیاد پر ایک تھوڑے منڈی اور نئے معاشی نظام کی بنیاد پر ہو۔

— عالمی معاشیات کے سب سے ملک کے دروازوں کو کھولنے کے سب سے مل مضبوط قدم اٹھانا، اور وہاں کے تھامے کی شرح کو عالمی بینک اور بین الاقوامی فنڈ کی رینٹ کے ذریعے مہذب قوانین کے روشنی میں طے کرنا جو عالمی منڈی کو قبول ہوں۔

یہ تین علاقے بہت قریبی رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔

اس لیے Group of Seven اور European Community کے ممبران بات چیت کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایک مشترکہ عمل کے پروگرام کی ضرورت ہے جسے گلے چند برسوں میں نافذ کرنا چاہیے۔

اگر ہم نئے دور کے تعاون سے خدشہ مفاہمت پہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تو ہمیں دوسرے رشتے تلاش کرنے پڑیں گے، اس لیے کہ وقت بہت قیمتی ہے۔ لیکن اگر ہم وہاں سے مرسلے میں جانا ہے تو وہاں میں حصہ دیتے ہیں۔ ہم عالمی سیاست کو نئے سانچوں میں ڈھالتے ہیں، انھیں خود بھی تبدیل کرنا پڑے گا تاکہ وہ اپنے فضلیہ نہ تناظر پر پہنچ سکیں۔ دنیا کی حقیقتوں پہ دوران سے پیدا ہونے والے فتنوں پہ نظر ثانی کر سکیں۔

ورنہ ہمیں قدم کے لیے مشترکہ پروگرام بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔

سلطنت قیادت اور مرکزی اور جمہوریوں کی قیادت اور سلطنت تمام کا ایک ہی حصہ ہونے کی ضرورت کو سمجھتا ہے، جہاں کہہ سہی سہی کا ایک ہی حصہ ہو ایک نہیں، ایسے خیالات سے رعبت رکھتا ہے۔ کچھ پریم نہ رہیں ہیں جو وفا کی وفاداری کو اپنی جائیداد کی سمجھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم بیرونی دنیا کے معاملے میں نہ انھیں مان کے حدود و ملک ہیں جو اس راستے کو اپنے لیے محفوظ کرنا چاہتا

چاہتے ہیں۔ اس قسم کی شرکت اپنے مفاد کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ہو رہی ہے۔

صرف غلط فہمی ہے کہ جیسے جیسے سوویت یونین Perestroika پر عمل کرے گا، نئی دنیا کی تعمیر میں اس کا حصہ بڑھتی ہوئی جائے گا۔ ہم نے نئی سوویت کی بنیاد پر جو سوچا ہے اس نے بین الاقوامی تعاون کو پُر امن طریقوں سے آگے بڑھایا ہے۔ پچھلے تین برس کے عرصے میں مغرب کے ساتھ عام سیاسی تعاون میں ہم آگے بڑھے ہیں۔ مشرقی یورپ کو اہم تہذیبوں اور جنونی کے مسائل کے حل کی تلاش میں اس کا سخت اہتمام ہوا تھا۔ اس کے نتیجے میں فارسی کے بحران کے شدید بددعا کا بھی کامیابی سے سامنا کیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ تعاون، جس کی ہم سب کو فائدہ دے، زیادہ اثر پذیر اور مزید موثر ہوگا۔ امریکی معیشتیں ایک دوسرے سے زیادہ قریب آجائیں اور کم و بیش ایک جیسی بن جائیں سے کام لینا شروع کر دیں۔

میرے نزدیک یہ بات سوویت کی طرف سے Perestroika کا سبب بنتا ہے تو دنیا کے لیے ایک نئے نظام کی تعمیر کا چھ موٹی ہوگا۔ اور اگر Perestroika کامیاب ہو جائے تو تاریخ کے اوراق میں ایک نئے عہد کے نام زد، مستقبل کی تہذیب بن جائے گی، داخل ہونے کے امکانات محدود ہو جائیں گے، مجھے یقین ہے کہ یہ تحریک جو ہم دیکھ رہے ہیں اس طرف کے لیے ضرورت ہے اس کی کامیابی کے قوی امکانات ہیں۔ نئی نوع انسان کو یہ برسوں میں بہت فائدہ ہونے ہیں، اور اس نے ایک مثبت حرکت کی ابتداء کی ہے۔

نوردچنگ فخر ہو چکی ہے۔ جوہری جنگ کا خطرہ عملی طور پر کافور ہو چکا ہے۔ آئنی پورا برس چکا ہے۔

جنرل سیمو ہو چکا ہے، جو یورپ کی تاریخ کا ایک عظیم المان سٹاک ہل ہے۔ ہمارے بڑے عظیم پرمانیہ کیا ہوئی

مگر نہیں ہے جو خود کو مکمل طور پر خود مختار سمجھتا ہو۔

نوردچوہری طاقتیں USSR اور USA، مقابلے کے میدان سے نکل کر باہمی تعامل کے داران میں منتقل ہو چکی ہیں، اور ساتھ ساتھ میں سرائی نامی کے کاروبار میں شریک ہو چکی ہیں۔ اس واقعے نے بین الاقوامی موسم پر فیصلہ کن اثرات ڈالے ہیں۔ اس کو گھنوار اور سننے والے سے ہرگز نہ دیا جانا چاہیے۔ سوویت امریکا اتحاد کے موسم کی حفاظت کی جانی چاہیے کہ یہ عالمی ہمادری کا مثبت سرائی ہے۔ سوویت امریکا بات کی سمت اور امکانات میں کسی ترمیم سے پورے مذاہن کے لیے خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔

Helinko Final Act میں جائزہ لیا کہ حقیقی معنی خیزی اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اصل پالیسیوں میں ان کی قلب مامیت ہو رہی ہے۔ "ران" ایک نئے یورپ کے لیے فرمان ہو جس سے ایک مقررہ اور مضبوطی انکسار حاصل ہو چکا ہے۔ یورپی سلامتی کے لیے اداروں کی تشکیل شروع ہو چکی ہے۔

حقیقی تخفیف اسلحہ کی ابتدا ہو چکی ہے۔ اس کا پہلا مرحلہ تھیں کے قریب ہے، START Treaty پہ درخط کے بعد، جو مجھے امید ہے ہند ہو جائے گا۔ وہ وقت آئے گا جب ان خیالات پر عملی طور شروع ہوگا، جو مستقبل کے لیے پیش کیے جا چکے ہیں۔ اگر یہ سنا سے کرے مرے کے لیے ایک عملی تصویر بن جائے گا۔ یہ تصویر اس قدر مثبت و شدید کا حامل ہے کہ، جو تخفیف اسلحہ کے مسائل کے مقدمہ میں سرور مسائل سے حقیقی

میں نے اور یورپ، شرق وسطیٰ، افریقہ اور ایشیا میں ہونے والی تہذیبوں کی منطقی ترقی کی ساری تصویر جو ان تمام بڑے تمدنی اقوام پر مبنی ہوگا جو صدر کش اور صدر متران کے درمیان کیے گئے تھے۔

فوجیں اور فوجی اخراجات سمیٹے جا رہے تھے۔ غیر فوجی فوجیں دوسرے ملک کے علاقے کی ترقی کر رہی تھیں۔ ان کی طاقت کم ہو رہی ہے اور ان کی ترتیب کی سمت زیادہ دفاعی ہوتی جا رہی ہے۔ فوجی صنعتوں کی تہذیب کے ہندوئی قدم اٹھائے جا چکے ہیں اور جو کچھ ناقابل تصور تھا آج ہوا وہی ہو رہا ہے۔ یہ مرد جنگ کے درخشاں میدان میں ایک دوسرے سے تعاون کر رہے تھے۔ فوجی افسروں کو ان سبقتوں کے محاسن کرائے جا رہے تھے جو کچھ غریبوں کے ہونے پر خفیہ تصور کیے جاتے تھے اور دونوں demilitarize کیے جانے کے طریقوں پر غور کر رہے تھے۔

پندرہویں صدی کے پیشتر عداوت میں اپنا کام کیا تھا تہذیبیں ہوتی رہیں گی یا نہیں جاتا رہی کے ہونے، ان کی شدت اور دوسرے ملک اور ان کے عوام سے تعلقات کا تشبیہ، عوام کی تہذیب ہوتی رہے۔ دیا ستوں کے درمیان رشتوں کے نظریاتی انہدام نے، مرنے والی کوئی سوئی کے حصول میں سے ایک قدم رد کیا تھا، بہت سے شخصیات کے رشتہ رانیوں اور بدگمانیوں کے رشتے زمین پر کر دیے تھے اور بین الاقوامی رشتوں کی فضا کو صاف کر دیا۔ مجھے پھر بھی یہ افسانہ ہے کہ مغرب کے علاقے میں ہماری جانب سے یہ عمل زیادہ وسیع رہے سکتا تھا۔

میں ہارے ہونے سے کہہ سکتا ہوں کہ یورپی عمل نے جسے ی سے تھیرنا پڑا (irreversibility) کے حق میں حاصل کر لیے تھے، یا تم سے تمہاری درجے کے تنازعات کو جو کئی صدیوں سے، خصوصاً بین دو صدیوں سے، یورپ سے مخصوص تھے نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

اور اگر یہ عمل ضروری تحریک کا حصہ نہ ہو تو مستقبل قریب میں ہر قوم اور مذہب کے پاس ایک بے مثال استحکام کی حیثیت کے امکانات ہیں۔ جو پورے گزشتہ صدی کے باقی حصے پر محیط ہوئے ہر شے کے رد و اس میں اپنا حصہ لھو دیا گیا۔

یہ سبقت و سباق میں، ایک نیا یورپ تخلیق کرنے کے عمل میں، جس میں از کار رفتہ ہونے اور وسیع دنیا، دنیا میں ہمیشہ سے ایسے ماضی کو متحمل کر دئی جائیگی اور یہ ستوں کے درمیان سرحدیں تقسیم کرنے مقصد کھودیں گی، فرماں روا قوموں کی خود مختاری، بالکل مختلف انداز میں حاصل کرنے والی۔

اس کے دو جوان یورپی خد کا ہر تصور کچھ اونیونیٹی سے لے کر [کے پہاڑی سسے] تک ایک بے عمل نقطہ کا نہیں ہے۔ جس کے سبب سے جن میں مثال ہے، جس کا اصل کار کاٹل تک جاتا ہے اور اونیونیٹی امریکا اور کتاؤ رجن کے قدیم دنیا سے ماقابل علاحدگی سسے ہیں، اس کی جغرافیائی حدود سے پرے ہیں۔ خیال نہ کرنا یہ نہیں ہے کہ اپنی تہذیب کے ایک حصے کو یورپی ہیٹ فارم بمقابلہ بتیہ دنیا سے ہیست کر دیا جائے۔ اس قسم کے شبہات موجود ضرور ہیں، مگر اس کے منطقی، خیال یورپ کے اتحاد کی معیار حرکت





پڑائیں پاپیوں اور مخدوموں کے درمیان تفاوت، جو جنگی چہرہ برت کے حصوں پر رکھے ہوئے ہوں۔ جب تک یہ دونوں خطوط اکٹھے نہیں کیے جاتے تو مختلف موقوفات میں تہذیب کے تھل کے امکانات بڑھتے جائیں گے۔

— جدید اسٹریٹری میں بہتری، محو وہ تحفظ کے بہانے ہی کیوں نہ ہو۔ یہ نہ صرف اسلحہ کی دوا میں نئے اضافے کا باعث ہوگا اور ریاستوں میں پسماندہ سے اسلحہ کے خطرناک ارتکاز، بلکہ تھنڈ اسلحہ رزرو قوت کے عمل کے درمیان علاقہ بندی پر بھی ہوگا اور پھر قی سونی کی عالمی سیاست میں سکاؤ کا باعث ہوگا۔ عالمی برادری ان سب کو کس طرح سمجھ سکے گی؟ یہ سارے کام بے حد پیچیدہ نوعیت کے ہیں مگر ان کو موقوف بھی نہیں کیا جاسکتا اور وہ کرتے میں بہت دیر ہو سکتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان مسائل کو حل کرنے کا کوئی اور طریقہ نہیں سوائے اس کے کہ بالکل نئے انداز میں تعامل کی ضروریات کو جانے۔ ہم اس قسم کے تعامل کے لیے مجبور ہیں یا پھر ایسے مثبت رویوں کے ساتھ نہ رہا نہیں کر سکیں گے جو پھر برعکس اور ہوتے جا رہے ہیں، اور یہ ان کے لیے بھی نہیں کر سکتے۔

ہر حال اس کو عمل کرنے کے لیے عالمی برادری کے تمام ارکان کو ان پرانے جیسے نئے طریقوں اور تحریکوں کو سمجھنا ہوگا، جو سرد جنگ کے دوران پہلے ہی میں ایک دوسرے کی کمزوریوں کو پہچنے مفاد میں استحقاق کرنے کی عادت بھی چھوڑنی پڑے گی۔ میں خصوصیتوں اور اختلافات کا، جو ہمیشہ موجود ہوتے ہیں، حیرت انگیز ہوگا، اس صورت میں بھی جب ساری دنیا میں انسانی حقوق اور آزادیوں کا پاس بڑھا رہا ہو۔ میں دہرا کرتا رہتا ہوں کہ حق غلطی کو ایک صحت مند مسابقت میں، اور رزرو قوت کے ایک اہم عنصر میں ہے۔ جاسکتا ہے۔ ایک دوسرے کا مطالعہ کرنے اور تجاویز خیرات میں مشغول ہونے کی ترغیب دہی انسانی برادری کے لیے ضروری ہوتی ہے۔

علم اور اعتماد سے عالمی اتحاد کی بنیادیں ہیں۔ میں دوسرے خیال میں ضرورت ہے، سیکھنے کی اور اقوام متحدہ کی چھتری کے نیچے اکٹھے دو کر کو ادنیٰ کے مختلف علاقوں کے واقعات کی پیش بینی کرنے کی، سائنس دانوں، فلسفیوں اور انسانی سونی کے ایک جا کرنے کی۔ محو کوئی ہی چھوٹا نہیں ہے، پاپیوں انسان کی حق بنائی ہوئی ہوتی ہیں۔ ہمیں یہ ضمانت دینے کے لیے زیادہ سے زیادہ مل جیتی کی ضرورت ہوگی کہ عالمی برادری کے ارکان کے لیے ہوئے فیصلے تحفظ خود مختاری اور ہم مفادات پہ مغل اثر نہیں ڈالیں گے اور اس کے دوسرے ارکان فہرین ماحول اور دنیا کی اخلاقی نمائندگی کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

میں ایک امید پر مت انسان ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اسلحہ جو کہ اب ہم صحیح مار چکی ہیں فیصلے کریں گے، صدیوں اور ہزاروں کے سوڑ پہ نئے دے موقوفے کو ضائع نہیں کریں گے اور مشکل ترین تبدیلیاں حالات کو ایک پُر امن عالمی نظام میں بدل دیں گے۔ جماعت کے قوانین کے بجائے مفادات کا توڑنا، فائدوں کی تلاش کے بجائے مناسبت اور تفاق کی تلاش، دوسروں کے مفادات کی قیمت پر ہر پندر مشپ کے دعوؤں کے

بھائے میری کا احترام ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ترقی کے لیے بنیادیں رکھتے ہیں اور جو کچھ دیں صدی کے تجربے رکھنے والے معقول لوگوں کے لیے آسانی سے قبول ہونے چاہئیں۔

ایک عمل طور پر پرامن کمیشن کے مقامات ان مشترکہ کوششوں میں ہیں، جن کے ذریعے ایک بین الاقوامی جمہوری علاقہ وجود میں آئے جس میں ریاستیں انسانی حقوق اور ان کے باشندوں کی خوش حالی کی ضمانت ہو، اور ہر جہت سے کی حقوق اور ان کی خوش حالی کا پرچار کیا جائے۔ ایک ترقی پذیر جہت دنیا اور اس کے حق سرکار داروں کی کمی مائیت نہ ہونا چاہیے۔

مجھ پر ایک بار سے زیادہ تہہ کیا گیا ہے کہ میں خیالوں کی دنیا میں رہتا ہوں، خاص کر جب پانچ برس قبل میں نے سنہ 2000 تک جوہری تنصیروں کے اختراعات کے لیے ایک بین الاقوامی خدائی تنظیم قائم کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ اس وقت تک اس نظام کے قائم ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا مگر دیکھیے، پانچ برس گزر چکے ہیں مگر کیا اس سمت پیش قدمی کے لیے کوئی حتمی سوئی ہے؟ کیا ہم بے نتیجہ کی دلیلیں کو پار نہیں کر سکے ہیں، مگر چاہے اعتباری عمل طور پر ختم نہیں ہوتی ہے۔ کیا دنیا میں یہ ہی سوچی میں معقول حد تک تھریلی نہیں ہوتی ہے؟ کیا عالمی برادری کی اکثریت بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے تنصیروں کے ذریعے سیاسی و فلاحی حاصل کرنے کی کوشش کا قابل قبول نہیں سمجھتی؟

خوشن و غمگین اب سے دہائیوں بعد میرے ملک پر مائیت جرمی کے حلقے کو ٹھیک پچاس برس ہو چکے ہوں گے۔ اور مزید چھ ماہ بعد پہلے ہارم پے حلقے کی پچاس ویں سالگرہ ہوگی، جس کے بعد جنگ عالمی لیے میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس کے بعد میں آج بھی ڈھکی چھپی ہے۔ مگر یہ دونوں باتیں موجود ہونے کو دیے جانے والے موقع کی قدر شناسی کی ترغیب دیتے ہیں۔

نجوم کار مجھے چاہئے دیکھئے کہ میں نوٹس انعام کو راک کا ٹکڑا سمجھتا ہوں، اپنے رہنماؤں کا، ہائی تنہاؤں کا، قیمتی قصبہ مائیت کے اس عمل کا جو آج ہمارے ملک میں شروع ہو چکا ہے، اور نئی سوچی کے تصورات کا۔ میں اس کو آپ کا جواب سمجھتا ہوں Perestroika کا جس کے ذریعے میں نے اپنے ملکا صدیوں حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

میں اس [نجوم] کے لیے کئی کے رکان کا شہر گزار ہوں اور انھیں قیمتی دانا چاہتا ہوں، مگر میں ان کے اہلکاروں کو سمجھتا ہوں، کہ انھوں نے ملکی نہیں کی ہے۔

## ولائی لامہ - چہار دہم اعلان تجلیل

جلالت مآب و عزت مآب و محترم و حضرات!

نوبل امن انعام ان چہار خاصوں میں سے ایک ہے جو انگریز نوبل سے منسوب ہیں۔ "آئندہ دن دیے جاتے ہیں۔ ان میں سے پہلے انعام سناٹا ہو میں دیے جاتے ہیں، دوسرا دینی نوبل کیلئے تمام انعام یافتہ دو مہارک و ریچل کرتی ہے جو ان کی کے دن سوئڈن کے دارالحکومت میں دیے جائیں گے۔ اس نوبل کے انعام کو تقریب میں ان کے سے خصوصی خوشی کا موقع ہے کہ انعام پانے والوں میں سے ایک کا تعلق نامزد سے سے Trygve Haavelmo جن کو معاشیات کا نوبل انعام دیا جا رہا ہے۔ ہم انہی اعزاز کے لیے ان مہارک باپٹس کرتے ہیں۔

اس نوبل کا نوبل امن انعام عزت مآب و دینی نامزد دیا جا رہا ہے جو اپنی آرزوئی کے ذریعہ حصول کی جدوجہد اور تشدد کے استعاروں کی مسلسل مزاحمت میں اپنے مجاہد میں سب سے آگے ہیں۔

1959 سے دینی نامزد تیار اپنے ایک کچھ بھائیوں اور کے ساتھ ایک گروہ کی صورت میں ہندوستان میں جدوجہد کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ دنیا کا پہلا ہندو مسلم گروہ نہیں، مگر یقیناً یہ ان معنوں میں پہلا ہے جس نے آزادی کے لیے کوئی جنگجو تحریک نہیں بنائی ہے۔ یہ عدم تشدد کی پالیسی کو جو زیادہ سی عجیب و غریب نظر آتی ہے، جب اسے اس تناظر میں دیکھا جائے کہ ان کے ملک پہ قبضے کے بعد سے تنہا کے مجاہد پر کتنے غمگین و محالے جا رہے ہیں۔ اس غم کا دورانیہ۔ مہ نے جواب یہ دیا تھا کہ ہمیں پسے پڑ گئے ہیں کے بارے میں سوچنا چاہیے جو چھٹی حکومت کے مفادات کو مطمئن کر سکے۔ دینی نامزد کے معاملے کے مقابلے میں، تاریخی میں کسی اقلیت کی کسی جدوجہد کی مثال نہیں ملتی جس میں ایک حریف کی طرف سے زیادہ دوسرا نہ ہو یہ اقلیت۔ کیا سوچو نظر کی طور پر ہم دورانیہ نامزد کا تعلق یہ تھا کہ مذہبی سے کر سکتے ہیں۔ جو اس صدی میں امن کے سب

سے بڑے ہر چار سب تھے اور دینی رزم خود بھی، اپنے آپ کو گاندھی کی جڑوں سے لے کر ان کے ایک سمجھتے تھے۔ انہوں نے کبھی تعجب کیا ہے کہ گاندھی کو دہلی خیم سے کیوں نواز لیا، اور موجودہ نوکل انعام کمیشن بھی، دینی رزم کو اس بات کے توہم کا حق دے رکھتے ہوئے، اس تعجب میں شریک ہو سکتی ہے۔ اس کے خاتمہ پر فترت ایک جوتی بھی مٹا سکتے ہیں، اس لیے ران کوئٹہ کے مجاہد کے چند عرصوں دینی رزم کے عہد کے ہر واقعہ ہوئے، جب ان کی عمر صرف چار ماہ کی تھی، بچہ کی دیکھ کر سوچتے تھے۔

ان کے دینی رزم ہلکے جانے کے عمل کی، جون کے انتخاب پر نتیجہ ہو گیا، دینی رزم میں جانا ایک مگرانی کے لیے ایک بالکل نئے میدان میں قدم رکھنے کے مترادف ہو گیا، جہاں تھیں، خیریت اور عمل و جود کے ایسے پہلو ہوتے تھے کہ جنہیں جانتے ہی نہیں، دہلی میں کچرا سونٹ کر پھرتے تھے۔

بہرحال مذہب کی روایات کے مطابق مرنے والا دینی رزم سب سے دینی رزم کا نیا وجود ہوتا ہے۔ جب تیرہ عرصوں دینی رزم کا 1933 میں انقلاب ہو گیا تو ان کے محل و جوتی کو شریکوں کی مٹی تھی، اس میں اور فاضل رزم حضرات سے تعامل کے دوران کچرا سونٹے سے تھے۔ انہوں نے اپنے عظیم قسم کے نقش انسان میں مرتے گزرے مگر جن میں ان کی گرجا کے واسے۔ یہ گرجا بدھ کے انداز میں نظر آئے جن کا رخ جنوب کی جانب تھا۔ مگر وہ دن بعد اسی منظر میں۔ یہ کا رخ شرق کی طرف تبدیل ہو چکا تھا۔ یہ ایک شمارہ تھا کہ شرق میں نئے رزم کی سکرٹس شریک کی جائے۔ اور فوراً ہی ایک وفد شرق کی طرف روانہ ہوا۔ یہ لوگ پسے حبش کی مقدس جھیلوں کی طرف گئے، جن کے پانی کی سطح پر مستحیل کی جھیلیاں نظر آ سکتی تھیں۔ اس سسے میں جو شمارہ ملتی تھی، ایک خانہ کی طرف تھا، اور ایک مکان کی جانب جس کی چھت فیروز کی رنگ کے کچھڑوں سے چھائی گئی تھی۔ وفد نے اچھا کا رخ کیا۔ پسے انھیں خانہ دینی، اس کے بعد گھر نظر آئی جو شرقی حبش کے Takster نام کے گاؤں میں واقع تھا۔ اس گھر میں ایک آسان اور اس کا فائدہ دینا تھا۔ اس سے پچھلے سال ران کے باب کوئی بچہ ہے یا نہیں۔ پتا چڑھا کہ ان کے تین گیسو (Tenzin Gyatso) کا ایک دو سال کا ایک بچہ تھا۔ اس بچے کے ہاتھوں کی قابل تشریح کام ہونے کے بارے میں ٹن کرہ وفد اس نتیجے پر پہنچ کر وہ اپنے سفر کی آخری منزل پر پہنچ گیا ہے۔ اس طرح چاروں دینی رزم مل گئے تھے۔

مذہب کی تعلیم میں وہ بہت سی باتوں کی طرف توجہ دیتی تھیں جس کی وجہ دریافت کی جاتی۔ ہم آئیے اسے منظر سے دیکھ سکتے ہیں جو اس کی حقیقت ہوتے ہیں جو کچھ حقیقتوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ ایسے منظر کے لیے ہمیں عقلی دیکھنے کی سوشل نہیں کرنی چاہیے، سوئے، ایک مقدس تعجب کے۔

اپنی پوری دنیا میں حبش ایک محصور ملک رہا ہے، جس کا بیرونی دنیا سے بہت کم رابطہ تھا۔ جدید دنیا میں بھی اس کی سبکی صورت ہے، اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس کے رہنے والے اپنے ملک کو قانونی حیثیت بحال کرنا بڑے ورہائے کو ایک متحدہ ریاست بنانے میں ناکام رہے ہیں۔ بہت سارے دہلی رزم میں سے ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بیرونی دنیا نے بھی حبش کی حد کرنے کے بارے میں اپنی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کی

ہے، جب کہ ایک سو پچاس برس سے رفتہ رفتہ جین اس ملک پر قابض ہوتا گیا ہے اور جو بہت سے باشندوں سے ان کی اپنی قومیت کی بناء پر دستِ مہرِ تخت کے ساتھ یہ دعویٰ کیا رہا ہے کہ جیت میٹھ سے جین کا حصہ رہا ہے۔ جیت پر قابض ہونے کے ساتھ International Commission of Jurists کے مطابق، جین، انفرادی یا قومی حیثیت میں، ایک پوری قوم کو مٹانے کے قاصدِ عدم کے مجرم رہے ہیں۔

اگر مگر یہ کیا سوسلہ جس کی عمر کو پچیس چھ تھے اور ان دیکھوں عداوت میں ان کو اپنے عوام کی سیاسی زندگی کا کردار ادا کرنے کی ذمہ داری سونپ دی گئی تھی اس وقت تک ملک پر ان کے بدامالہام (Regents) حکومت کرتے رہے تھے اب ایک سلسلہ میں کے لڑکے جو ان کی قوم کے خطاب کے ساتھ خیر سنی سیاسی تجربے کے، بد مذہب کی تعلیم کے سوا، جو انہوں نے اپنی شوہر مائے دورانِ حاصل کر لی تھی، زمانہ اختیار سنبھالی تھی انہوں نے اپنی خود نوشت سوانح حیات My Life and My People میں اپنی زندگی سے حیرت، دکھ کی کھینچاؤ کا حال بیان کیا ہے، اور یہ اعلان بھی کیا ہے کہ جو کچھ انہوں نے سیکھا ہے وہ اس سیاسی کردار کے لیے کافی معقول تیاری نہیں تھی جو ان کو فروغ دیا جائے اور تھا۔ انہیں بنیاد تھی جس پر انہوں نے عدم تشدد کی پالیسی بنائی تھی، جس کے ذریعے انہوں نے اپنی قوم اوروں سے متعلقہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ایک بد مذہب ہونے کے ناتے ان کا فرض تھا کہ وہ کسی زندہ و قتل کو زندہ نہ پہنچائیں، بلکہ ہر طرح کی حیات کے لیے بد و مندی کا ٹکڑا کریں۔ ان پر شہرت نہیں کی جانی چاہیے کہ وہ لوگ جو دنیا کی حقیقتوں سے فریب میں معنوں میں متعلق ہیں ان کو ان کے فیصلے پر غور کرنا چاہیے جو عام فوری حکمت عملی کے فیصلات سے کچھ زیادہ ہوتے ہیں۔

بد مذہب، عدم تشدد کی پالیسی بھی عملی مصلحتوں کی بنیاد پر بنائی گئی تھی؛ چھ مہینے اور پہلے میں ایک چھوٹی سی قوم، جس کے پاس قابل ذکر فوج تک نہ تھی، اس کو دنیا کی فکیر ترین طاقتوں کی فوج کا ہر کام سامنا ہوا۔ ایسے حالات میں، ان کی مدد کے خیال میں عدم تشدد کی پالیسی کا راستہ ہی عملی راستہ تھا۔

اسی مناسبت سے، انہوں نے 1950 میں چینی حکمرانوں سے معاہدات طے کرنے کی بار بار کوششیں کی تھیں۔ ان کا مقصد تھا ایسے حل کی طرف قدم بڑھانا جو تنازعے میں شامل دونوں پارٹیوں کو باہمی احترام اور بد و شمت کی بنیاد پر قوموں میں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ان کی قوم نے عین اسی طرف سے تشدد کی مزاحمت کرنے سے اپنا اختیار بھی واپس لے لیا تھا۔ اور ان کے اختیار کا استعمال فیصلہ کن ثابت ہوا، اس لیے کہ ان کی قوم کی حیثیت میں، وہ بد و شمت کے عقیدے کے مطابق، وہ دینی رزمنا سے بڑھ کر تہہ نہ ان کی قوم کے درمیان پوری قوم کی علامت ہے۔ ان کی اپنی شخصیت میں دیوتاؤں کے رنگ جھلکتے ہیں، جو بد مذہب کی شیعہ کے تو فیخ کرتی ہے کہ وہ وجودِ کامل ہاتھوں اور نوکیے اشتعال کے، قوم کے عوام نے ان کی ان محو ہشت کی تابع داری و در تشدد کے اشتعال سے گریز کیا۔

ہندوستان میں اپنی جگہ دینی کے دوران انہوں نے اپنے عوام کے لیے اس کے اشتعال کے بغیر ان کے

میر کے ساتھ جدوجہد کی۔ ان کو اپنی خود نوشت سماج حیات کو My Life and My People کا عنوان دینے کا حق پہنچا ہے، اس لیے کہ اس جہت کی نقد ہی ان کی نقد ہے۔ مجھ سوائے اقوام متحدہ کی چوٹی شجارت کے جو 1961ء اور 1965ء میں منظور گئی تھیں، بعد وہی دنیا سے ان کی یہ حق حمایت نہ ہونے کے برابر تھی۔ رافیلہ اور سٹر کے عشرے کے دوران وہی امر ماضی کے مقابلے میں ایک قتل رحم موت کی مثال سمجھے جاتے رہے تھے بد قسمتی سے ان کا خوب صورت اور بد قسمتی اس کا نصف اس وقت کی دنیا میں مامونوں ہو کر رہ گیا تھا۔

شکوہ؟ انھوں نے عشرے کے دوران حالات نے کاروائی کر ڈالی ہے۔ اس کی بہت ہی موجود تھا۔ بہت میں جو کچھ ہو رہا تھا، اور اب بھی ہو رہا ہے عام طور پر سب کے علم میں ہے، اور قوموں کی مادی کی میں بہت کے لوگوں کے مستقبل کے لیے ایک قسم کا مشترکہ احساس ذمہ داری پیدا ہو گیا ہے کہ ان کی آنا تھیں اور مصیبتیں بہت والیں کے جذبات و قسمت دینے میں کام ہوئی تھیں، اس کا اور وجہ ہے اس کے برعکس ان میں قومی احساسِ فخر اور شجاعت، اور اپنی بقا کا عزم بڑھ گیا ہے، جس کا انکھار ان کے ہونے والے مظاہروں میں ہو رہا ہے۔ دنیا کے دوسرے مذاقوں کی طرح، یہاں بھی یہ واضح ہو رہا ہے کہ جنوبی قومی طاقت کے استعمال سے پُر امن مظاہروں کے کچل دیے جانے سے مسائل حل نہیں کیے جاسکتے۔ دوسرے مذاقوں کی طرح، بہت میں بھی تنازعوں کو سیاسی اور جتنی گنت دشمنی کے ساتھ حل کیا جانا چاہیے۔

دینی۔ مذکور گنت دشمنی پامی کا کئی اسکیموں اور بین الاقوامی اداروں میں غیر اقدام کیا گیا ہے؛ ریاست ہائے متحدہ کی سینیٹ، مغربی جرمنی کی پارلیمنٹ Bundestag، یورپ کی پارلیمنٹ، ریاست ہائے متحدہ کی کانگریس، آسٹریلیا کی پارلیمنٹ کے سربراہان، اور سوئٹزرلینڈ کی قومی اسمبلی۔ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ دینی امور کی ان کی کوششوں کی ستائش اور مقاصد کی معاونت میں کئی بین الاقوامی اخوات اور اعزازات دیے جاتے ہیں۔ اب ایسا مصوبہ ہونے کا ہے کہ موجودات گنت میں آگے بڑھ رہے ہیں، اور ماضی میں جو کچھ بھی حاصل ہوا ہے، اس کو دینی۔ مذہبی عدم تشدد کی ثابت قدم پامی کا ثمر وادی کہا جاسکتا ہے۔

سوچنی کبھی حکمت عملی کی شکلیں میں دکائی کے باعث، آغاز کار میں کٹائی اور مسائل کو پیچھے پشت ڈالنے کے میدان اور محبوب رہنے اختیار کرنے کے رجحان کے باعث کبھی طرح سمجھ میں آنے والی وجود کے مطابق عدم تشدد کی پامی کو کبھی بھی منفی بھی کر دیا گیا ہے۔ مگر یہ ہے نہیں؛ عدم تشدد کی پامی بھی درجے کی سوچنی کبھی حکمت عملی ہوتی ہے، یہ یکسو زہن اور با مقصد عمل کی عاقبت ہوتی ہے، شجاعت کے استعمال سے باز رہنے کے۔ دودھ لوگ جو اس قسم کی پامی کو پہنتے ہیں، وہ دوسرائی سے نظریں نہیں چراتے، ان میں اخلاقی حرمت ہوتی ہے جو سب کچھ بوجھا ہوا، ان لوگوں سے آگے بڑھ جاتی ہے جو تخیل رانچنے پر بھروسہ کرتے ہیں۔ غیرت انگیز معیار کی خود تہذیب کے ساتھ اس قسم کی حرمت کی طرف سے اس کے دینے کی کردار سازی کرتی ہے۔ ان کی عدم تشدد کی پامی بھی، بہت احتیاط سے سوچنی اور طے کی گئی ہے جیسا کہ پچھلے باب میں

انہوں نے خود کہا تھا، جب لہا سا کے ایک پرائمن مضام سے پرفوجیوں نے اندھا جند کو بین نہ سائی تھیں! ”جیسا کہ میں کئی بار وضاحت کے ساتھ کہہ چکا ہوں، ہم دسے نزدیک ہم تشدد کی واحد راستہ ہے۔ مخالف نظر آتا ہے کہ، رے معاملے میں تشدد خود کشی کے نہ اندہ ہو گا کسی وجہ سے، خود کشی اچھا لگے یا بد، صرف ہم تشدد کی واحد راستہ ہے، جو صحیح بھی ہے۔ میں ہمیں صرف مزید عہد پر عزیمت کی ضرورت ہے۔“

1987 میں دہلی میں امن کے لیے امن کا ایک منصوبہ پیش کیا تھا، جس کا نچر یہ تھا، جیسا کہ صفحات کے معاملے میں تجویز کیا گیا ہے جس کو چینی حکومت نے منظور بھی کر دیا ہے، کہ بہت کو امن کا عقد کر دیا جائے۔ اس منصوبے میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ بہت میں چینی اور ان کی ہجرت کو روکا جائے۔ یہ اس درجہ بڑھ چکی ہے کہ بہت والوں کو مجبوراً اپنے ملک میں اقلیت بن جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس لیے یہ حقیقت بھی کم توجہ کی حامل نہیں ہے کہ اس منصوبے میں بہت کے لیے مثال فریق، حلقہ کی طاقت کے اتنی کم بھی مثال کیا گیا ہے۔ ہمارے دینے پر اشیاء قرآنی کی وجہ سے ہم یہ کی وضاحت ہے ہمارے شیخ کاؤ کا شمار ہو رہی ہے، جو ہندوستان اور بنگلہ دیش میں سید کی تباہیوں کا بھی سبب ہے۔ امن کا یہ منصوبہ چین سے کسی قسم کے مذاکرات کی شرائط میں ناکام ہو گیا ہے، ہمارے جو دیگر دونوں کے درمیان تعلقات زیادہ آہستہ نہیں تھے۔ مصالحت پر دہلی میں رضامندی، پچھلے 15 جون کو اس کے پورے پارلیمنٹ سے خطاب میں زیادہ وضاحت سے پیش کی گئی تھی، جہاں انہوں نے بہت کے لیے عمل آؤ دہلی کے مقابلے سے دست برداری سے تیاری کا بھی اعلان کیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا تھا کہ ایشیائی عظیم طاقت ہونے کے باعث بہت میں چین کے فوجی مذاکرات بھی ہیں، ہمارے اس وقت تک کے لیے بہت میں چین کی فوجی موجودگی کو بھی قبول کرنے کے لیے تیار ہیں، جب تک کہ ایک علاقائی امن کے منصوبے کو منظور نہ کر دیا جائے۔ انہوں نے اس پر بھی رضامندی کا اظہار کیا تھا کہ بہت والوں کو تمام بڑی خود مختاری دے دی جائے تو وہ چین کو بہت کی توجہ اور دفاعی قے داری بھی سونپنے کے لیے تیار ہیں۔

امن قائم کرنے کی کوششوں میں دہلی میں نے یہ بھی ملحوظ کر دیا ہے کہ وہ دونوں کے فوجی طاقت کا ان دونوں بنانا چاہتے ہوئے لوگوں کے لیے اس سے زیادہ کے حامل نہیں ہیں جسے ہم ایک، جس میں بد اثر چین بھی شامل ہیں، ابتدائی حقوق ادا کرتا ہے۔ اس دنیا میں جس ایک زمانے سے قوموں اور عوام کے درمیان جو عملی اور در زور، اس کے رشتے ہیں اور جس میں صرف طاقت کے استعمال پر حقیقی پابندی کا ادارہ ہے، ایک نیا عقیدہ بھر رہا ہے کہ تنازعات کی حل کشی کے لیے طاقت کا یہاں استعمال کم سے کم حقیقت پسندانہ عمل ہونا ہے۔ جدید ہتھیاروں سے، در عمل، ایسا عمل کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔

دہلی سکرچس ہے۔ عوام در قومیں ایک دوسرے کے لیے دوا انحصار کرنے لگی ہیں۔ اب کوئی بھی صرف اپنے مفاد کے مطابق عمل نہیں کر سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ تمام سیاسی، معاشی اور ماحولیاتی مسائل کے لیے دہلی قے داریوں کو قبول کیا جائے۔



اس کے پیش نظر ہم دیکھ رہے ہیں کہ خدایا پرستی کی جڑیں کتنی کمزور ہو چکی ہیں۔ اس کے برعکس اس امر پر زور دینا چاہیے کہ خدایا پرستی کی جڑیں کتنی کمزور ہو چکی ہیں۔ اس کے برعکس اس امر پر زور دینا چاہیے کہ خدایا پرستی کی جڑیں کتنی کمزور ہو چکی ہیں۔

عزت واپ دینی رشتہ کو اچھا دیکھ جانے کے ذریعے سحران کے کام کی دوران غیر مسلح صحرا میں، جو زمینوں کے لیے آزادوں اور انسانیت کے لیے امن کو خاطر قدم آگے بڑھا رہا ہے، مدد کر رہے ہیں۔

Egil Aarvik, صدر تشریف، اور سابق وزیر تعلیم کی رہائی

خطبہ

جہاں کو پہنچو:

آج آپ کے درمیان ہوا میرے لیے عزت کا باعث ہے۔ اتنے سارے پہ نے دوستوں کو یہاں پر  
 آپ جو دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے ہیں، پورے دوست بنائے جن سے آنکھوں کا قہقہہ ہوں گی،  
 میں بہت محو ہوں۔ جب میں دنیا کے مختلف حصوں کے لوگوں سے ملتا ہوں تو مجھے ہمیشہ یہ خیال آتا ہے کہ  
 بنیادی اعتبار سے ہم سب برابر ہیں، اگر ہم سب انسان ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہمارے لباس مختلف ہوں، ہمارا  
 صبر کا رنگ مختلف ہو یا ہم مختلف زبانیں بولتے ہوں، یہ سب تو اعلیٰ باتیں ہیں۔ مگر بنیادی طور پر، ہم ایک  
 جیسے انسان ہیں۔ اور یہی حقیقت ہے جو ہم کو ایک دوسرے سے قریب رکھتی ہے۔ یہی ہم کو ایک دوسرے کو  
 سمجھنے اور ان سے دوستی اور قربت قائم کرنے کے قابل بناتی ہے۔

جب میں اس سوچی میں تھا کہ آج کس منصوبہ پر بات کروں، میں نے فیصلہ کیا کہ میں آپ سے اُن عام مسائل پر تبادلہ خیالات کروں گا، ایک انسانی خاندان کی حیثیت میں ہم سب کو جن کا سامنا ہوتا ہے۔ چوں کہ سب اس چھوٹے سے گروہ میں کے شراکت دار ہیں، ہمیں حقائق اور اُن کے ساتھ ایک ساتھ رفاقت کے ساتھ رہنا سیکھنا چاہیے۔ میں آپ کو سب نہیں کہہ سکتا رہتا ہے۔ ہم ایک پیڑھ کے پر مختلف طریقوں سے اس قدر الجھا رہے ہیں کہ جدا جدا گروہوں میں طرح نہ تو زندہ رہ سکتے ہیں اور نہ اس بات سے واقف رہ سکتے ہیں کہ گروہوں کے باہر کیا ہو رہا ہے، اگرچہ سب ایک دوسرے کو خوش غیبی میں شرکت کر رہے ہیں۔ جس سے اظہار حاصل ہوا۔ میں آپ سے محفل ایک عام انسان کی حیثیت میں ہی شہب ہوں، ایک معمولی راہب کی طرح۔ میں جو چوتھوں ہوں، اگر آپ اسے کسی قائل سمجھیں، تو میں امید کرتا ہوں کہ آپ اس پر عمل

کرنے کی کوشش کریں گے۔

آج میں آپ کے سامنے جہت کے عوام کی حالتِ ذرا دور کی آنندوں کے بارے میں اپنے احساسات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ فوش خام ایک خام ہے جس کے وہی عوام حق و رقی، اپنی محبت کے لیے ورہ چھینے چاہیں نہ ہوں کے غیر ملکی گھنے کے باوجود کام نہ ہونے والے عزم کے لیے۔ میں اپنے ملک کے محصور ہم وطن مردوں و عورتوں کے آزادی و جدوجہد کی حیثیت میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہوں۔ میں ان لوگوں کے لیے غش و غارت کی بنیاد پر کچھ نہیں کہنا چاہتا جو ہمارے ملک کے باشندوں کے ہے انتہا منہاج کے، ہماری زمین کی تہ کی کے غریبوں اور تہذیب کی تہ کی کے لئے و رقی۔ وہ بھی انسان ہیں اور ہماری مدد مند کی کے حق و رقی ہیں۔ میں اپنے ملک میں آج اپنے عوام کی افسوس سنا کہ حالتِ دوران کی تہ کی کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں، اس لیے کہ آزادی کے لیے ہماری جدوجہد میں صداقت کی سب سے بڑا اختیار ہے جو ہمارے لئے ہے۔

یہ اس کی ایک قسم کا جہتی چارہ و رہنما اور دوسروں کے لیے محبت کی ترقی اور مدد کی استوار کرنے میں مددگار ہونا ہے کہ بنیادی طور پر ہم سب ایک جیسے انسان ہیں، جو غوثیوں کے خواب ہوتے ہیں وہ مصیبتوں کو لانے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ میں یہ ضروری بھی ہوتا ہے، اگر ہم کو اس ہمدردی کو ترقی دینا میں زندگی گزارتی ہوں اس لیے کہ آرم، عورتوں کی عورتوں کا خیال کیے بغیر، خود غرضانہ طور پر وہی کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے مذہب میں ہوتا ہے نہ صرف دوسروں کو بلکہ اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اس صدی کے دوران یہ حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آتی ہے۔ ہم جانتے ہیں مثال کے طور پر کہ اگر آج ہم جوہری جنگ شروع کر دیں تو یہ ایک قسم کی خود کشی ہی ہوتی، یا سوئی اور مسندوں کو ہلاک یا الودہ کرنے سے ہم اپنے لیے فوائد حاصل کریں، تو ہم اپنے بھائی بھائی کو تہہ کر دیں گے۔ باہمی انحصار پر مجبور ہونے کے باعث ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ خود میں ایک آفاقی ذمے داری پیدا کریں۔

آج ہم واقعی ایک عالمی خاندان بن چکے ہیں دنیا کے ایک حصے میں کچھ ہوتا ہے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ یہ منفی واقعات پر صادق نہیں آتا مگر مثبت معاملات میں یہی ہوتا ہے۔ ذرا کچھ ایڈٹ کے جدید طریقوں کے طفیل ہمیں صرف یہی نہیں معلوم کہ دوسری جگہ پر کیا ہوتا ہے، خود، تحت بھی ہم پر براہ راست اثر انداز ہوتے ہیں جو ہم سے بہت فاصلے پر ہوں۔ مشرقی افریقا میں بھوکے رہنے والے بچے ہم میں احساسی السروق پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ہمیں بھی ٹھنڈی کا احساس ہوتا ہے جب ہم مشرقوں سے بنی ہوئی برقی کی ویو کے حد کے ہوئے کسی خاندان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ جب ہمارے ملک سے میوں دور کوئی جوہری حادثہ ہوتا ہے تو ہماری نفسیں ہمارے سامنے اٹھ اٹھ جاتے ہیں اور ہماری صحت اور ہماری زندگیوں بھی خطرے میں پڑ جاتی ہیں اور جب جنگ میں ٹوٹ کر جنگوں کے درمیان امن ہو جاتا ہے تو ہمارا تحفظ بھی مستحکم ہو جاتا ہے۔

مگر جنگ ہوئے امن و نصرت کا تحفظ ہو۔ یہاں انسان کی حقوق کا فروغ ہو یا اس میں خصل اور زکیہ اخلاقی اور جمہوری اقدار کی بربادی ترقی و انسانی اقدار کے میں خصل یا رستے ایک محض مظاہر نہیں رہتے جن کا آزار نہ ٹھہریا جائے۔ وہ حقیقت و دونوں درجے پر ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں اور ان کی طرف آتی ہی احتیاط کے ساتھ دیکھنا پڑتا ہے۔

جنگ کی عدم موجودگی کے احساس کا امن اس انسان کے لیے کسی کام کا نہیں ہوتا جو بھوسیدہ مرد کی سے باعث رہا ہو۔ یہ ٹھیکر کے قیصر کی ہے کیے ہوئے ٹھکر سے ہونے والے، وہ بھٹکتا نہیں کہتا۔ یہ ان لوگوں کو سکون فرم نہیں کہتا، جو یہ دیکھتے ہیں کہ یہ دنیا ٹھکر تر آشیلوں سے ہونے والے سیلاب میں جن کے پھاڑوں کی جان گئی ہو امن و ثبات پر تیار رہتا ہے جس انسان کی حقوق کا احترام کیا جاتا ہو جس لوگوں کو مذاقتی ہو اور جس اور دو قومیں آزاد ہوں۔ خود اپنا اور اپنے طرف کی دنیا کا امن صرف ذہنی سکون کی ترقی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ صلہ و دوا میں بیان کیے گئے وہ سے منظر بھی اسی طرح آپس میں منسلک ہوتے ہیں اسی طرح، مثلاً غور ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ کی صورت میں صاف ماحول، دولت اور جمہوریت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، خصوصاً جو یہ جنگ کی حالت میں مادی ترقی و انسانی خوشی کے لیے کافی نہیں ہوتی۔

انسانی سرفرازی کے لیے مادی ترقی یقیناً اہم ہوتی ہے۔ مگر نئے بہت میں گھٹیل اور معاشی ترقی پر بہت کم توجہ دی گئی، اور اب ہمیں احساس ہو رہا ہے کہ ہم غلطی پر تھے۔ بالکل اسی طرح، مادی ترقی کے بغیر مادی ترقی بھی مسائل پیدا کر سکتی ہے۔ کچھ ممالک میں ظاہری ترقی پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے اور باطنی ترقی کو بہت کم اہمیت دی جاتی ہے۔ میرے خیال میں دونوں ہی اہم ہیں۔ ان میں توازن قائم کیا جانا چاہیے۔ مغرب سے آنے والے یونان، الہامی بہت خوش و خرم اور زندہ ملی قوم کہتے ہیں۔ یہ ہمارے قومی کردار کا حصہ ہے، جو تہذیبی اور مذہبی اقدار سے ملتا ہے، جو اس بات پر بہت زور دیتا ہے کہ ہر کچھ رکھتے، ان مخلوق، انسان اور حیوان دونوں سے محبت اور مہربانی کے ذریعے پیش آنا اس بات کی کلید ہے کہ آپ میں باطنی امن ہے یا نہیں، اگر آپ میں باطنی امن ہے تو ظاہری مسائل آپ کے عین میں اور آسودگی کے احساس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ یہی ذہنی کیفیت میں آپ، اپنی باطنی خوشی کو باقی رکھتے ہوئے، سکون اور پختگی کے ذریعے حالات سے معاملہ کر سکتے ہیں۔ یہ بہت اہم نکتہ ہے۔ باطنی امن کے بغیر، خواہ آپ کی زندگی، مادی اعتبار سے کتنی ہی پرسکون کیوں نہ ہو، مگر حیرت آپ کو غمزدہ کر دیتا ہے۔ یہاں اور خوشی رکھیں گے۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ بہت اہم مسئلہ ہے، اس لیے ان مظاہر کے، اور دوسری قسم کے مادی مظاہر کے درمیان کے رشتوں کو سمجھنے کے لیے، اور توازن کے ساتھ مسائل کو حل کرنے کے لیے مختلف پہلوؤں کو بھی پیش نظر رکھنا ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انسان کا نہیں ہوتا۔ گھراس سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا کہ آپ ایک مسئلے کو حل کرنے کے دوران اتنی مشکل دیکھیں کہ دوسرے پہلو کو دیکھتے ہیں۔ لہذا حقیقت یہ ہے کہ اس کوئی غم بدل نہیں ہوتا، ہمیں ایک آفاقی ذمے داری کا احساس پیدا کرنا چاہیے، جہاں افغانی اعتبار سے نہیں، مگر

ان مسائل کے پیش نظر جو ہم سے منہ رکنے والے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔  
 ذمے داری صرف ہمارے ملک کے ساتھ نہیں پڑی ان پر جو کسی مخصوص عہدے کے لیے منتخب یا  
 تعینات کیے گئے ہیں، نہیں ہوتی۔ یہ ہم سب پر عائد ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر امن ہم میں سے ہر ایک  
 سے شروع ہوتا ہے۔ جب ہم میں باطنی امن ہو تو ہم اپنے اطراف کے ساتھ بھی امن سے روکتے ہیں۔ جب  
 ہمارا سماج امن کی حالت میں ہو تو ہم اپنے مسائل کے ساتھ بھی امن سے روکتے ہیں۔ جب ہم دوسروں  
 کے لیے محبت اور مہربانی کے احساس رکھتے ہیں تو یہ جذبہ نہ صرف دوسروں کو محبت اور رشتہ گیری کا احساس دیتا  
 ہے بلکہ یہ داخلی خوشی اور امن پیدا کرنے میں دوسروں کی بھی مدد کرتا ہے۔ اور بھی طریقے ہوتے ہیں جن سے  
 ہم شعور کی طور پر محبت اور مہربانی کا احساس پیدا کرنے کا کام کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کے لیے یہ  
 کرنے کا موثر طریقہ مذہب یا گھر سے ملتا ہے۔ دوسروں کے لیے یہ فی البدیہہ طریقوں سے بھی ہو سکتا ہے۔  
 اہم تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کے لیے، اور فطری، حوالے کے لیے جس میں ہم زندگی  
 گزارتے ہیں، سمجھنے سے اپنی ذمہ داری پر عمل کرنا چاہیے۔

ہمارے اطراف ہونے والے واقعات نے میری بہت زیادتی کی ہے۔ دوسرے ملکوں، بالخصوص  
 یورپ، کے نوجوانوں کے، حوالے کی خطرناک چال کے، سدباب کے مطالبے کے بعد، جو معاشی ترقیات کے  
 نام پر کیے جا رہے ہیں، عالمی یہ ست کے رہنماؤں نے ان مسئلے کے سسے میں باطنی قدامتوں کو دیکھ  
 لیا۔

World Commission on the Environment and Development کی جانب سے اقوام  
 متحدہ کے سیکریٹری کو پیش کی جانے والے Brundtland Report حکومتوں کو مسئلے کی اہمیت کی تعلیم دینے  
 جانے کی طرف ایک اہم قدم تھی۔ جنگ میں تیار ہونے والے علاقوں میں امن کی بحالی اور کچھ قوموں کو خود  
 مختاری کے حقوق دینے کے فیصلے کے نتیجے میں سوویت اقوام کو افغانستان سے نکالنا پڑا اور آرمینیا کا قیام  
 عمل میں آیا تھا۔ مسلسل عدم تشدد کی کوئی کوشش کی وجہ سے اور بہت سے ملکوں کو جمہوریت سے قریب  
 لانے کے سلسلے میں فوجی کے کارکنوں کی حکومت خلیج فارس کے مشرقی خلیج کے دارالحکومت پر بھی ہائیڈروکاربن  
 تھریوں سے ہوتی ہیں۔ یہ جنگ کے ختم ہونے سے پہلے کے لوگ بھی میدانوں سے بہت ہو گئے ہیں۔ انسانی  
 کمرے ملک میں تبدیل کرنے کی چینی عوام کی کوشش کو ظالم انداز میں تھیل دی گیا تھا۔ نگران کی کوششیں بھی  
 امید کا معنی ہیں۔ فوجی طاقت چینی عوام کی آزادی کی خواہش اور اس کے حصول کے محکمہ رادے کو مختار نہیں  
 کر سکی ہے۔ میں خاص طور پر اس حقیقت کو پسند کرتا ہوں کہ ان نوجوانوں نے، جن کو تعلیم دی گئی ہے کہ طاقت  
 بنانے کی جگہ سے پیدا ہوتی ہے عدم تشدد کو اپنا اختیار بنانے کا انتخاب کیا ہے۔

یہ مثبت تبدیلیاں اس بارے میں ترقی ہیں کہ دنیا، بہت دور آنے والی ہے کہ یہ بھی ختم ہونے والی خواہش ہی  
 بالآخر ختم ہو جائے۔ جہاں جنگ، عدم تشدد اور جبر ایک طرف ہو اور امن، دنیا اور آزاد دنیا کی جانب تو

آئندہ نئی بار دست طاقت ٹھہرتی ہے۔ یہ احساس کہ تم بہت داسے بھی ایک دن پھر آزاد ہو جاؤ گے، ہمارے دلوں کو امیدوں سے لبریز کر دیتا ہے۔

مجھے نہیں سن کا نغمہ کا دیا جانا، ایک اور اتحاد بہت کے سادو سے ماہب کی یہاں ماروے میں، ہم بہت دلوں کو امید سے لبریز کر دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ جو کہہ کر نے متحد کے ذریعے اپنی طرف توجہ مبذول نہیں کرتی ہے، ہمیں محدود نہیں کرے۔ اس کا یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ ان تعداد کی جن کو ہم اپنے پیچھے سے لگائے رکھتے ہیں، انہیں سر نوٹ کی حیت کے لیے، ہمارے احرام اور صداقت کی طاقت پر ہمارے ایمان کی آج پڑی ہوئی اور دست افزائی کی جارہی ہے۔ یہ ہمارے مقصد میں قنہ کا مدغمی کے لیے، جن کی مثال ہم سب کے لیے سنگین راہ دی ہے، شراب عقیدت بھی ہے اس کی مدد کا نغمہ یہ اٹھا رہا ہے کہ آفاقی ذمے داری کا احساس اب آکر ہو رہا ہے۔ میں دنیا کے اس حصے کے سہنے والوں کے دس میں بہت کے معیشت زدہ ممالک کے لیے مثیلہ فکر مندی پر غور مند ہیں۔ یہ صرف تم بہت دلوں کے لیے ہی امید کا نہ چشمہ نہیں، بلکہ ساری دنیا کے ستارے ہوئے لوگوں کے لیے بھی ہے۔

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں، چالیس برسوں سے بہت غیر ملکی قبضے میں ہے۔ آج کے دن کو ہمیں ہزار کے قریب چھٹی فوجیں بہت میں قیادت ہیں۔ کچھ اداروں کے اندر سے کے مطابق تاجی فوجیوں کی تعداد نصف میں تک بھی ہو سکتی ہے۔ اس عرصے میں بہت کے موائے ان کے بنیادی انسانی حقوق، مذہب، آزادی، نقل و حرکت، تقریر، عبادت وغیرہ سے بھی محروم رہا ہو رہا ہے۔ بہت کی چھ مہینے آزادی کا پھٹا ہوا نواز دست، چھٹی حملے اور قبضے کے باعث موت کی بھیمنٹ چڑھ چلا ہے۔ تہذیبی اقدار کی شروعات سے پہلے ہی، بہت کی کیا تھا، مندر اور تاریخی عمارات تباہ کر دی گئی تھیں۔ جو کچھ بچی رہی تھیں وہ تہذیبی اقدار کے دوامان مسہر کر دی گئی ہیں۔ اس لیے اس کے کتنے کی تفصیلات ہیں، جو ضیاع ہو رہی ہیں، آج بھی زیادہ وقت صرف کرنا نہیں چاہتا۔ جس چیز کا احساس دیا ہو رہا ہے، وہ یہ ہے کہ ۱۹۷۹ کے بعد سے، جس میں چند خانہ ہوں کی دوبارہ تعمیر ہو رہی ہے، کچھ مذمتی آوازیں دی گئی تھیں، بہت کے موائے انسانی حقوق کی آج بھی یہ قاعدہ خوف و رزائی کی جارہی ہے۔ کچھلے چند گھنٹوں میں یہ طرب حالت پر سے بدتر ہو گئی ہے۔

آزادستان کی حکومت نے ورڈی کے مختلف اداروں نے، چار دہائی کے جانے والی میڈیٹی کی اتنی فیضی سے مدد کی ہوتی اور ان کو پناہ دی ہوتی، تو آج ساری پاش پاش قوم بکھرے ہوئے ٹکڑوں سے ڈرا ہی زیادہ ہوتی ہے، ہمارے تہذیب، ہمارے مذہب اور ہمارے قانونی ایجا سب کچھ ختم کر دیا گیا ہوتا ہے۔ لیکن اٹال، ہم نے چار دہائی کے عرصے میں بھی سکول ورڈی تھیں قائم کر لی ہیں، اپنے لوگوں کی خدمت ورڈی میں اپنی تہذیب کے چاہنے کی غرض سے جمہوری ادارے بھی بنائے ہیں۔ اس تجربے کی بنیاد پر مستقبل کے آزاد بہت میں تمام جمہوریت قائم کرنے کا بھی مادہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح مجدد و مٹی میں جیسے جیسے یہ خطوط پر ہمارے میڈی ترقی کرتی ہے، ہم اپنی شائستگی اور تہذیب کی خوشحالی بھی کریں گے اور اپنے بھوکوں ہم وطن

مردوں اور عورتوں کو امید کی دولت سے مالا مال بھی کریں گے۔

سارے سامنے اس وقت سب سے غریبہائی تعداد میں جیت میں چینی آبادکاروں کا ہے۔ اگرچہ قبضے کے پہلے چند عشروں میں چینیوں کی خاصی تعداد جیت کے مشرقی مدقوں میں منتقل کر دی گئی تھی۔ جیت کے صوبوں Amdo (Chinghai) اور Kham میں (جن کا زیادہ تر حصہ بس یہ چینی صوبوں میں ضم کر دیا گیا ہے) 1983 سے بہت بڑی تعداد میں چینی افراد کی (مرکزی اور مغربی جیت، جس کو چوانی جمہوریہ چینی نام نہاد جیت کا خود مختار علاقہ سمجھا جاتا ہے) اس طرح، بڑی تیزی سے جیت کے لوگوں کو خود ان کے اپنے ملک میں دفنی اکتساف میں تبدیل کر رہا ہے جس واقعے کو، جو جیت کی قوم کی بقا اس کی تہذیب اور روحانی وراثت کو خطرے میں ڈال رہا ہے، اب بھی زیادہ بڑھتا جا سکتا ہے۔ پھر اس کو فوراً روکا جانا چاہیے، کیونکہ اس کے کرہ جیت دور ہو جائے۔

احتیاج ور تشدد آمیز جبر کا یہ دورہ جس کی شروعات 1987 میں ہوئی تھی اور اب اس میں مارشل لا کے نادر تک جس کا مزید تقاضا اب اس کے مارتی تک چینیوں کے جیت میں ہوں تاکہ دانگے کے خلاف تھا۔ ہماری جو دفنی میں سر تک جو اعلیٰ حالت پہنچ چکا، ظاہر کرتی ہیں کہ سخت ترین سزائیں اور جیت کے باشندوں سے غیر انسانی سلوک کے باوجود اس دور جیت کے کئی شہروں میں پڑھیں اور احتیاجی جلوس جاری ہیں۔ سر تک خوشی والی اعلیٰ حالت کے مطابق، مارتی کے احتیاجی جلوسوں کے دوران تحفظ کے ذمے دار فوجیوں کے ہاتھوں دیو سے زیادہ تیزی پر قبضہ ہو چکا ہے۔ حکومت کی غلطیوں میں قید تھیں پھر تشدد عام ہے۔

ایسے شراب حالات کے پس منظر میں مزید بدستوں کو روکنے کی خاطر میں نے جیت میں امن اور انسانی حقوق کی بحالی کی تجویز پیش کی تھی، جس کو عام طور پر پانچ نکاتی امن منصوبے کے نام سے جانا جاتا ہے۔ میں نے اس منصوبے کے خود خیال انٹرا برک میں اپنی ایک تقریر میں بھی پیش کیے تھے۔ میرے خیال کے مطابق یہ منصوبہ عمومی جمہوریہ چین سے مذاکرات اور گفت و شنید کا ایک حقیقی اور مناسب ذریعہ چل سکتا ہے۔ چین کے رہنماؤں نے اب تک اس پر اپنا کافی قیصری رد عمل ظاہر نہیں کیا ہے۔ اس جون میں چینی جمہوریہ تحریک کے وحشیانہ عناصر نے میرے اس خیال کو تحقیر کا سہارا بنا کر جیت کے لیے کسی بھی قسم کا بندوبست اسی وقت معقول ہوگا جب اس کے لیے کافی چین اقوامی مذاکراتیں فراہم کی جائیں۔

پانچ نکاتی امن منصوبہ ابھرا اور آپس میں شہرک نکات کو مختص کرتا ہے، میں نے جن کا تذکرہ پہلے اس خطبے کے پہلے حصے میں کیا ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ (1) پورے جیت کی، جس میں Amdo اور Khan صوبے بھی شامل ہیں انہما کے اصولی کے مطابق، قسب و ہیت کو جائے۔ (2) چین کی آبادی کی منتقلی کی پالیسی سے دست برداری کا اعلان کیا جائے۔ (3) جیت کے محوم کے بنیادی حقوق اور جمہوری چاروں کا احترام کیا جائے۔ (4) جیت کے قدرتی وسائل کی بحالی اور حفاظت کا کام کیا جائے۔ (5) جیت کے مستقبل کی حیثیت کا تعین کیا جائے اور چین اور جیت کے محوم کے درمیان رشتوں کی بحالی کی جائے۔ میں نے

انہوں نے گتے تفریق میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ بہت سے ایک قسماً اور محکمات میں جو کچھ دیا جائے۔  
اس موقع پر میں بنیاد میں کے عدالت کے تصور کی وجہ پیش کیا چاہوں گا جو پانچ نکاتی منصوبے کا  
مرکزی عنصر ہے۔ میں قائل ہوں کہ یہ صرف بہت ہی کم کے لیے نہیں، بلکہ اس کے امن اور استحکام کے لیے بھی  
بہت اہم ہے۔

میراثیاب یہ ہے کہ پہلے بہت ہی سطح مرتفع کی پناہ کا مقدمہ بن جائے جہاں انسانیت اور نصرت امن  
اور سم آجگی کے قوانین میں زندہ رہیں۔ یہ ایک جہد جو جہاں چھوٹی دنیا کے لوگ، پھر دنیا کے تھاکہ اور وہ جہد  
سے پہلے رہیں اپنے اندرون کے امن کے صحیح معنی میں۔ اس طرح بہت امن کے فروغ اور ترقی کا  
تخلیق مرکز بن سکے گا۔

مندرجہ ذیل نکات انہوں کے مقدمہ عدالت کے کلیدی نکات ہیں:

— بہت ہی چھوٹی سطح مرتفع فوجوں سے خالی کر دی جائے گی۔

— بہت ہی چھوٹی سطح مرتفع پہ جو برقی تنصیروں اور دوسرے فوجی سازوسامان کی تیاری، تجارت اور  
زنجیرہ موزاری کی نفع ہوگی۔

— بہت ہی سطح مرتفع دنیا کی سب سے بڑے فطرتی پارک اور حیاتی کرے (biosphere) میں  
قلب مابیت کر دی جائے گی۔ حیاتی اور نباتی زندگیوں کے تحفظ کے لیے سخت قوانین نافذ کیے جائیں  
گے ماحولیاتی وسائل کے استحصال پر کنٹرول کیا جائے گا کہ ان سے خشک فصلی نظام کو نقصان نہ پہنچے اور  
سکے اور باوجود قوتوں کے لیے ترقیت کی پامی نہیں کی جائے گی۔

— جو برقی تنصیروں کی تیاری، استعمال اور دوسری ٹیکنالوجی، جو خطرناک فیلڈ خامت آتے ہیں،  
منوع کیے جائیں گے۔

— تعلیمی وسائل اور پالیسی کو امن کے عملی ذوق اور ماحول کے تحفظ کی طرف راغب کیا جائے گا۔ امن  
کو آگے بڑھانے اور مرنے کی حیرت کی مہر بن داری کے لیے بہت کوشاں کے طور پر پیش کیا جائے گا۔

— بہت ہی تعلیمی حقوق کے تحفظ اور بہت فرائض کے لیے بین الاقوامی اور علاقائی ادارے قائم کیے  
جائیں گے۔

بہت ہی جلدی اور (جو پانچ کمیٹی کے ذمہ) جہاد کے ساتھ ساتھ ان کی انفرامی تاریخ اور صحیح  
مذہبی ورثہ کے اس کو انیسویں کے مرکز میں امن کی مٹائی جائے پناہ کا درجہ عطا کر دیا ہے۔ بہت ایک پارا امن  
پر جو قوم ہونے اور ایشیا کی بڑی، اور اکثر ترقی یافتہ ملکوں کے بددیون رکاوٹی بدست کا تاریخی کردار ادا  
کرنے کے قائل بھی ہے۔

انیسویں میں موجود قائم کرنے کی خاطر سوویت یونین کے صدر جناب گوبا چوٹ نے تجویز پیش کی ہے  
کہ چین اور سوویت سرحدات سے فوجوں کو ہٹا کر اس عدالت کی "امن پسند اور اچھی سمجھی" میں قلب مابیت

کر لی جانی چاہیے۔ نیپال کی حکومت نے بھی بہت پہلے تجویز پیش کی تھی کہ جاپانی مملکت نیپال کی جس کی سرحدیں بہت سے تھیں، امن کا علاقہ قرار دے دیا جائے، اگرچہ اس تجویز میں اس ملک کو غیر فوجی بنانے کا ذکر نہیں کیا تھا۔

ایشیائے جنوبی اور مشرقی کے لیے ضروری ہے کہ یہ اعظمی بنائی ہوئے ملک نہ صرف طاقتوں کو رکھنے کے لیے درمیان میں ایک امن کے علاقے کا قیام عمل میں لایا جائے۔ ایشیائے جنوبی کے زیادہ آبادی والے دو حصوں چین اور بھارت کو ایک رکھنے کے لیے ان کے درمیان ایک حقیقی امن کا علاقہ قائم ہونا بھی ایک ضروری امر ہے۔

انہما کے علاقے کے قیام کے لیے ضروری ہوگا کہ بہت سے فوجیں وہاں بلائی جائیں، تاکہ بہت سے محنت بھاری علاقے سے ہندوستان اور نیپال بھی اپنی فوجیں اور فوجی ساز و سامان منالے جائیں۔ یہ مقصد بین الاقوامی معاہدوں کے ذریعے ہی حاصل کیا جانا چاہیے۔ یہ ایشیائے جنوبی کے تمام ریاستوں، بالخصوص چین اور ہندوستان کے بھارت میں ہوگا، اس لیے کہ یہ عمل ان کے تحفظ میں اضافہ کرے گا، ساتھ ہی ساتھ ان کے معاشینی اور روزگار کے علاقوں میں فوجی موجودگی کے بوجھ کو بھی کم کرے گا۔

بہت حکمت عملی کے ذریعے خلیج کو بنائے اور پہلے غیر فوجی علاقہ نہیں ہوگا۔ تہذیب و نامہ سہنائی کے کچھ حصے بھی، جو بحر الکاہل کو ایک دوسرے سے علاحدہ کرتے ہیں کچھ حصے کے لیے غیر فوجی بنا دیے گئے ہیں۔ بدقسمتوں کا سارا کھل حور پر غیر فوجی حک کیے جانے کی بہترین مثال ہے۔ اس لیے بہت بھی کوئی پہلا علاقہ نہیں ہوگا جو فطرت کے تحفظ کے Bosphorus ہے گا۔ وہی بحر میں اس قسم کے بہت سے پارک بنائے جائیں گے۔ کچھ بہت ہی فوجی اہمیت کے علاقے بھی فوجی "امن پارک" میں تبدیل کیے جائیں گے ہیں۔ اس کی دو مثالیں ہیں، اکاٹاریکا، ہنگری کی سرحد اور کاساریکا، کاساریکا کی سرحد پر واقع Sl A Pat کا منصوبہ۔

اسی سال جب میں نے کاساریکا کا دورہ کیا تو میں نے دیکھا، اس طرح غیر فوجی کا ایک ملک کامیابی سے ایک سنگین جھڑپ سے بچ سکتا ہے جو امن سے وفادار بھی ہو اور ماحول کا تحفظ بھی۔ اس منظر نے بہت سے لیے میرے تصور کو اس تھیں میں بدل دیا کہ بہت سے لیے پیش کیا جائے۔ منسوبہ بھی حقیقت پسندانہ ہے، محض ایک خواب نہیں۔

اب میں آپ سب کا اور بچے ان دوستوں کا بھی، جو یہاں موجود نہیں، ذاتی طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں گا۔ بہت والوں کی حالت زار کے لیے جس فکر اور درد مندی کا آپ نے انکار کیا ہے، اس نے میرے سب کے ہلوں کو سونہ دیا ہے اور ہماری بہت کا باعث بنا ہے کہ ہم سب کے زور پر نہیں بلکہ عزم اور صداقت کے ساتھ درمیان کے ذریعے آزاد ہو کر انصاف کے لیے اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں بہت سے تمام عمومی طرف سے بدلہ ہوں اور آپ سے گزارش کروں گا کہ ہماری کارروائی کے اس وقت موقع پر آپ بہت دیر امتحان نہ کیجیے گا۔ ہم بھی امید کرتے ہیں کہ ہم ایک ریاست پر امن، دردمند اور خوب



صورت دنیا کے قیام میں مہربانی میں گئے۔ مشن کے لئے سے آزادیت، دنیا کے تمام مشنوں کی،  
فطرت کے تحفظ کی، اور مہربانی کی ترقی کو کوشش میں بیٹھ کر رہے، ہم کرے گا مجھے پورا یقین ہے کہ  
دعا کی اور بھی دیوں کو ایک جا کرنے کی بھارتی قابلیت ایک خاص مدد ہوگی، خواہ وہ ترقی کی معمولی کیوں نہ ہو۔  
میں میری امید بھی ہے اور دعا بھی۔

میں آپ کے ساتھ ایک چھوٹی سے دعا بھی کرنا چاہوں گا جو مجھ کو بڑا عزم اور بہادری ہے:

جب تک امن سلامت ہے  
اور جب تک زمین داتی ہے  
ہر وقت تک میں بھی پابند رہوں  
دنیا کی بدلتی کو دور کرنے میں

شعبہ



# آسکرا ایریس سانچس

## اعلان تجلیل

جلالت تاب، عزت تاب، محبت تاب، عزت تاب

اس برس کا نوبل امن انی مارن چور خواتین میں سے جو آفیشل کیے جا رہے ہیں، ہیروئن سٹار سے خدایہ تحسین اور تکرار سے؟ سکران ایریس سانچس کے قابل تعریف کام کے لیے جو انہوں نے امریکا میں امن پانچ حاصل کرنے کے سلسلے میں انجام دیے ہیں۔

حال ہی میں اس دنیا کے کچھ عورتوں کو ہیروئن سٹار کے بہت کچھ تجربات ہوئے ہیں۔ ایک عورتوں سے عدم تحفظ، جبر، آزادی کا فقدان اور خدشہ ن 25 تین افراد میں سے کثرت کا نقصان ہے۔ اس علاقے میں رہتے ہیں۔

ان دونوں کے لیے اب ایک نئی امید پیدا ہو گئی ہے۔ اس برس 7 سست کو کارا کوا، ایل سوڈو کو کے مار، ہٹلر وراثی اور کارا ریڈ کے صدور نے مرکزی امریکا میں امن کے لیے ایک منصوبہ پر دستخط کیے ہیں۔ سارا وی فوئل کیمپلی ٹین رتی ہے کہ یہ منصوبہ ترقیات کے ایسے نئے امکانات پیدا کر رہا ہے جو ایک آزاد اور پر تھیں سو سرائی کے ذریعے ٹینس کاڑھ کا قبائلی فرائڈ کر رہے گا۔

اس منصوبے کے پیچھے اس برس کے انی مارن پانے والے کارا ریڈ کے صدر اسکریرین ہیں۔ آف دو مرکزی امریکا کے عوام میں امن کے سب سے بڑے توجہ کے طور پر نظر آتے ہیں۔ وہ ان جمہوریت قدر کے نئی توجہ ہیں جو گھر میں جا سکتی ہیں، تو ان کے لیے ایک فیصلہ کن شرط زمین ہیں۔ مکی وچ ہے کہ یہ منصوبہ چوری دنیا میں امن کے حصول کے لیے ایک سب سے بڑے کے مترادف ہے۔

وہاں یہ کہنے کا تھا کہ "میری شے ایک مدت خیال سے بڑھ کر نہیں ہوتی"۔ ایس ٹینس ہونا چاہیے کہ اس وقت اس منصوبے سے بڑھ کر اور کوئی خیال نہیں ہو سکتا تھا جو مرکزی امریکا میں آشکار ہوا ہے۔ یہ

حقیقت کہ یہ منصوبہ نتیجہ ہے دستخط کرنے والی ان پانچوں ریاستوں کے درمیان ہونے والے تعلقات کا، اس امر کو واضح کرتی ہے کہ دستخط کرنے والوں کو اس بات کا حساس ہونا تھا کہ اس کا وقت آ پہنچا ہے۔ لہذا اسکر ایریز کو ایسے جانے والے امن کے نغمہ کو اس منصوبے پر کام کرنے والی دوسری تمام ریاستوں کے ساتھ ہونے والی باتوں کے اعتبارات کے غور پر بھی سوچنا چاہیے۔

پھر ایسے سال اسکر ایریز میں صدر کے نوٹس امن نغمہ پڑنے والوں کے مقابلے میں خاصے گم عمر تھیں۔ اس لیے اس بات کا قوی امکان ہے کہ ان کی زندگی میں ہونے والے بہت سے کام، بھی ہوئے ہوں۔ تھیں۔ مگر انہوں نے اب تک جو کچھ حاصل کیا ہے، ظاہر کرتا ہے کہ وہ مرکزی امریکا کے ہم ترین رہنماؤں میں سے ہیں۔ ان میں دو ذاتی اور کھری ذاتی ہیں۔ مثلاً اور پھر پوری تجربہ موجود ہے جس کے ذریعے وہ اس علاقے میں شہرت کیسے جانے والے امن کے منصوبے پر کام کر سکتے ہیں۔

انہوں نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز 29 سال کی عمر میں 1970 میں کیا تھا، جب وہ سابق صدر ہونڈے فیریرس (José Figueres) کے مددگار کے طور پر سامنے آئے تھے جو دوبارہ انتخاب میں حصہ لے رہے تھے۔ انتخابی مہم کامیاب ہوئی تھی۔ فیریرس نے 1970 کے انتخاب میں کامیابی حاصل کی اور اسکر ایریز کوئی منصوبہ بندی اور سیاسی مشاورت کے ذریعہ کے طور پر ان کی حکومت میں شامل ہوئے۔ اسکر ایریز 1978 میں قومی اسمبلی میں بیٹن بریشن پارٹی کے نمائندے کے طور پر منتخب ہوئے۔ اس وقت وہ پارٹی کے بین الاقوامی سیکرٹری تھے۔ در 1979 میں اس کے جنرل سیکرٹری بن گئے۔ 1985 میں انہیں صدارتی امیدوار کے طور پر نامزد کیا گیا تھا اور انتخاب میں کامیاب ہوئے۔ صدر کے عہدے پر فائز ہو گئے۔

غالباً یہ تناقی نہیں کہ وہ کامیاب امریکا کے صدر ہی ہیں جو مرکزی امریکا کے لیے امن کے منصوبے کی مرکزی قوت بنے۔ اس کا حکم کئی اعتبار سے واقعی امن کا معیار ہے، ایسے علاقے میں جہاں ہر قسم کی سبوتاہ ہے۔ سوائے امن کے۔ اس میں بھی جب کامیاب امریکا ہسپانوی نوآبادی تھا، یہ حکم کچھ خصوصیات کا حامل تھا۔ جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ کوئی امیر ملک نہیں تھا۔ اس میں ایسا کچھ بھی نہیں تھا جو سونے کے معادن یا دوسرے قسمت آزمائی کرنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکے۔ یہ ملک بڑے اور منافع بخش اور بے بنائے گئے لیے بھی بہت چھوٹا تھا اس نوآبادی میں باہر سے آکر بسنے والوں نے ہی اتنی زمین حاصل کی جو ان کے مان گئے کے لیے کافی ہو، اور ان پر محدود زراعت کی محدود ضرورت تھی اور اس کے لیے نوآبادی کے پاس گنجائش تھی۔ اس نوآبادی کو سونے اور محلو بھی ایک عام دولت تھی کہان تھا۔

اس طرح کامیاب امریکا میں جو نچے جیتنے کی جاگہ درجہ میں مشن اور ان کی کثرت پر حاکمیت کی جاگہ، نہیں چنپ گئی جیسا کہ تیسری دنیا کے ملکوں میں عموماً پڑا ہوا ہے۔ اس کی قبیل آبادی، جو 1821 میں صرف 65,000 تھی، زیادہ تر پھولے مسناروں کا شکار بن گئی تھی۔ اس کی آبادی تہذیبی اور معاشرتی اعتبار سے یک نسی بھی تھی اور چھوٹے ملک اور شاہی اور سپانیول مرکزی امریکا میں سے نسبتاً کم تھا، اس

کا مزاج خود بخود رن اور آواز کی گونج سے بڑھنے لگا تھا اور چپ کار میں آ گیا تھا۔ سو برس کے الفاظ میں، یہ ملک جمہوری روایات کے لیے ایک مثالی مرکز تھا۔

اٹھارویں صدی کے تیسرے عشرے میں جب کاسٹاریکا ایک خود مختار جمہوریہ بنا، اس کی قلب مابیت میں نہ اسیر استعجال ہوا اور نہ ٹھون رہی ہوئی۔ اس کے پوری تاریخ میں فوجی طاقت کا استعمال غیر ضروری رہا ہے، اور اس کو اس بات پر فخر ہو سکتا ہے کہ اس میں ۱۸۹۰ کے عشرے سے ایک سترہ سو وچ پانچ سو وچت قائم ہے۔

اس وقت سے اب تک اس ملک کا کسی خاصہ رہا ہے۔ ۱۹۴۸ میں ایک مختل مسلح بغاوت کے بعد یہاں ایک نیا آئین نافذ کیا گیا تھا۔ آئین میں یہ اعلان ہو تھا کہ کاسٹاریکا فوجی طاقت کا حامل نہیں ہوگا۔ کوئی اس ادارے کے بارے میں ہتھیاری کچھ اس بات کا اقرار کرنا چاہے گا کہ اس کی تبلیغ اس میں کسی ہتھیاری کرنا ہے جو اس دنیا میں لیٹا غیر معمولی ہے۔

اگرچہ اس کی سرحدوں پر مسلح ہتھیارے درہستے ہیں صحیح معنوں میں یہاں کوئی فوجی طاقت نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کاسٹاریکا میں سپاہیوں سے زیادہ خیمہ بیچنے والے ہیں اور یہاں تک دھوکے رستے ہیں کہ اس ملک کا توپ خانہ سرکاری اداروں میں آئیں توپوں کی سہائی تک بیچ کے قابل نہیں، ہو سکتا ہے کہ یہ مخصوص تفصیل اب تک عجیب کرنی گئی ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس ملک کی اصل پیداوار کافی ہے وہ دیانت دار مردم۔ کی تو یہی ہے کہ اس کی پیداوار کا نصف خریدا ہے۔

طاقتی صورت کاسٹاریکا کی شہری مقتدر نے تعمیر، صحت اور معاشرتی ترقیت میں سرمایہ کاری کو فوقیت دی ہے اس کے نتیجے میں معاشرتی ترقی اور سماجی مساوت کے اعتبار سے کاسٹاریکا ایک غیر معمولی علاقہ ہے۔ یہ بات اس حقیقت کے باوجود بھی سچ ہے کہ اٹھارویں صدی کے ساتویں عشرے سے تیل کی بندھن ہوئی اور کافی کی ترقی موٹی قیمتوں کے باعث یہاں کے معاشی مسائل میں اضافہ ہوا ہے۔

مرکزی امریکا میں امن کے قیام کے عمل میں کاسٹاریکا کے مرکزی کردار کا حق منظر ملک کی جمہوری روایات ہیں۔

اس کام میں ایک مثبت موڑ ۱۹۸۳ میں آیا تھا جب امام نہ دکان مایور (Contadora) گروپ نے امن کے لیے ایک ایسی چاقی ایجنڈا پیش کیا تھا۔ یہ گروپ میکسیکو، ونیزویلا، کولمبیا اور پاناما پر مشتمل تھا اور اس منصوبے میں کاراکو، میل سوڈو، گونٹے، ہارو، ہونڈوراس اور کاسٹاریکا شامل تھے۔ اس گروپ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے ان پانچ ملکوں کے رہنماؤں نے مشورہ کیا تھا۔ پانچویں پیڑہ وجود کی بنیاد پر، جن کے تفصیلات یہاں پیش نہیں کی جاسکتیں، یہ منصوبہ امن کا میثاق نہیں بن سکا۔ مگر اس نے لوگوں کو توجہ ضرور کیا، باضغوض مغربی یورپ اور کساد فائن حدودوں بھی حاصل تھے۔ ریگن انتظامیہ نے اپنے حلقہ میں کہا ہے کہ یہ منصوبہ "تعلد کے مسائل کے دہرے چلنے کے لیے بھاریں جیوا" ہے۔ مگر کان مایور منصوبہ سیاسی اعتبار سے "مظہر"

ہو پائی " ثابت ہوا، مرنے والے میں فوجی مرکز میں خلاف ہوا رہا۔

جب آسٹریلیا کا سٹارٹ کیا کے صدر بیٹے تو انھوں نے کان ماڈر اڈاپ کے راول کے ٹکھیل پر فوراً کام شروع کر دیا۔ کیا راگلا گو کے مارا، اس سوڈور اور ہونڈورال کے حدود کے ساتھ انھوں نے ایک نئے امن منصوبہ تیار کیا، جس پر باتا، اس میں سست میں دستخط ہو گئے ہیں۔ صوبوں فوراً پہ، یہ منصوبہ انھیں نصیحت پہ ملے تھا جو کان ماڈر انھیں کے بنیاد بنے تھے مگر اس کی تباہی نے نیا دور قسطی تھا۔ مگر بہت سی باتوں کے حدود اس کی بنیاد کا تھا، اس سوڈور اور ہونڈورال کی خرابی میں جتنی ہونڈی، تمام گوند ہونڈی کے لیے معافی، انھیں جنسی کی معافی، سیاسی قیدیوں کی معافی، پہلی کی آزادی اور جمہوری طریقہ حکومت پہ ہے۔

اس منصوبہ کے ورے میں دو باتیں خاص طور پہ قابل ذکر ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ منصوبہ دستخط کرنے والوں پانچ ریاستوں کا اپنا منصوبہ ہے، یعنی یہ انھیں کا سوچا ہوا، ان کا دستخط شدہ ورگی بیرونی دوسرے دیکھ ہے۔ یہ مجموعہ نہیں ہے، اس لیے کہ یہ مرکزی امریکا کے حالات کے ورے میں ایک مخصوص نقطہ نگاہ پیش کرتا ہے، مگر تمام تنازعات عدالت کے اندر ملے معاملات ہیں اور یہ بھی کہ یہ موجودہ ملکی اور علاقائی مصلحتوں کا نتیجہ ہیں۔

جیسا کہ چیمبرلین نے فرمایا ہے، یہ سوال ہے کہ اس کے ورے میں فرما اور جارجیہ ناموں کے رہنما انھیں کے رشتوں کا۔ ان کے علاوہ یہ سوال ہے حالات کے پیش نظر استعمال یا کسی نوعیت کے حزب اختلاف کے ساتھ ایک اقلیتی حکومت کا جو ہے مگر سے تعصب برقی ہے۔ ایک بار پھر یہ وہی کہانی ہے مروت مند اقلیت کی جو انھیں کے خلاف کے مطالبات پہ اس کے نزدیک مانع ہوتی ہے۔ اور میٹروپولیٹن طریقہ یا انقلابی طاقتوں کی مافیہ پانچ سے ہے۔ جب مقدمہ طاقت سیاسی اور سماجی تنظیموں کے بھائے تیر سے رد عمل ظاہر کرتی ہے تو نتیجہ تنازعے کے علاوہ کچھ اور نہیں ملتا، شاید اس کو نتیجہ اور سمجھ بھی نہیں چاہیے۔

مرکزی امریکا میں منصوبہ ایک مختلف قسم کے مسئلے سے دوچار ہے۔ مادہ صاف ظاہر ہے: چوں کہ تنازعہ پانچ ریاستوں کے اندر ملے مسائل کا نتیجہ ہے اس لیے ان پانچوں ریاستوں کو خود ہی مسائل کو حل کرنا ہوگا۔ اس اصول کی منہ بہ منہ سے، یہ منصوبہ جس کا مشورہ دیتا ہے، تمام مخالف طاقتوں کو باہر سے حاصل کرنے کی لہذا کے سب سے کو بند کرنا ہوگا۔ اس مسئلے میں امن کے منصوبے کے پیچھے کی سرف ایک ہی بات ہوگی: یہ وہی طاقتوں کی آراء اس علاقے میں امن کی حمایت کرنا چاہتی ہیں تو، اس عمل کو ترک کرنا ہوگا جو کبھی نہ ختم ہونے والی خرابی کی آگ کو ہوا دے سکے۔ تمام مخالف طاقتوں کو مدد کی ضرورت ہے مگر ایسی مدد کی جو زمین حالات کو تبدیل کرے جو تنازعے کی بنیاد نہ بنے۔

کچھ جانتا ہے کہ کسی امداد سے پہلے محکمہ ورگی کا قیام ضروری ہوتا ہے جس کی دل کی تم زور کی ہے، آراء کو سمجھنا، ان بھی یہ جانے کہ اس حوالہ سے کوششیں ان حالات اور رویوں کی مددگار ہو سکتی ہیں جو اصلاح کی حققت مرقی ہیں، لہذا یہ عمل انقلابی صورت کو سنگٹھم کرے گا۔

ظاہر ہے کہ اس کا تعلق اس نظریہ میں سے ہے کہ اس عدم توازن کو جو گناہ سے نئی چیزوں میں پیدا ہوتا ہے  
تھوڑا سا چھوڑ دیا جائے۔ اگر اس میں کامیابی ہو تو امن اور استحکام کا قیام ان بنیادوں پر ہونا چاہیے جو خود عوام کے  
لیے بھی قابل قبول ہیں۔ یہی حقیقت ہے کہ فریقوں کو جسے قبول کرنا ہوگا۔

اس مرحلے پر ہم امن منسوبی کے قابل غور پہلوؤں کی طرف آتے ہیں، یعنی، امن اور جمہوریت کے مابین  
رشتوں کے اندرونی اصول یہ۔

کاترینا کے صدر آئین میں سے صدر رت کی انتظامی تقریر میں اس اصول کو ایک ہم نوا بنایا  
ہے مانتھیں نے فرمایا کہ ہماری تجربے نے ہم کو سکھایا ہے کہ جمہوریت کی طریقہ حکومت اس مستقبل کے لیے  
بڑے امکانات فراہم کرتا ہے جو خلاف ہم انحصار کے مابین اور دونوں پر انحصار سے چھٹکارے کا  
ایک ہی راستہ ہے۔ صحیح طریقے سے منتخب کیے جانے والے اداروں کے ذریعے حکومت کی جائے۔

یہ اصل آئین میں یہ کہہ رہے ہیں کہ حکومت کی کسی بھی قسم سے نہیں زیادہ اور جمہوریت ہوتی  
ہے۔ حقیقت میں اس کے لیے کام کرنے کے لیے جمہوریت ایک اہم امر ہے۔

اس سے قطع نظر کہ ہماری جمہوریت ریاست کی قدر ہے نہ چاہے ہوئے بھی ہیں یہ ماننا ہے کہ اگر  
اکثریت کی حکمرانی کا اصول ہے۔ بہت سے معاملات میں محسوس ہے کہ اپنے عقیدے کو دہرائی کی طرف  
گھڑن ہیں۔ جمہوریت کا واضح نعرہ یہ ہے کہ یہ جمہوریت ہرگز آگے نہ بڑھتی ہے۔ اور یہیں کہ ہم اسی  
دادہ ہیں اس لیے ہم نے وہ سمجھا جس سے یہ ہے دنیا بھر کی جمہوریتیں جس کا تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ لہذا  
طرز میں ہے کہ ہماری جمہوریت کے معیار کو یہ کہتے ہیں کہ اس کا رشتہ پہلو کو پیش نظر رکھیں۔ ان کی اپنی  
مشکلات ہوتی ہیں جن سے ہمیں پیش آنی چھیں۔

مرکزی امریکا کے موجودہ حالات سے ہم پر امید ہیں، اس لیے کہ جمہوریت کو موثر بنایا گیا ہے۔  
امریکی جمہوریت کے مقاصد میں جمہوریت کا اس کی مدد پر انحصار کرتی ہے۔ اور یہ مدد عوام کے تجربات پر  
محصار ہوتی ہے۔ جب تک جمہوریت آزادانہ انتخابات، آزادی اظہار اور مستقل معاشی ترقی کے ساتھ اپنی  
دارائے سماجی خلاف فراموشی رہے گی جو اس کی مدد سے مثبت ترقیت ہوتی رہتی ہے۔

جمہوریت کے مستقبل کا انحصار عوام کی توقعات کے ہم آہم، حصول پر ہوتا ہے۔ کسی آمریت سے نجات کا  
مشکل ہی نہیں ہے کیا جائے گا اگر اس کے قبائل نظام میں بدعنوانی ہو، نا انصافی ہو اور آناؤٹی کا فقدان ہو۔  
جہاں عوام کی حکومت کی ہوتی ہے وہاں کچھ مطالبہ بھی ہوتے ہیں، ان کے ذریعے جو حکومت کو رہے  
محل بورڈ سے بھی جو اپنے رہنما منتخب کرتے ہیں ان کے معیار کے بھی مطالبہ ہوتے ہیں اور اس کے بھی کہ  
ایسے ادارے بنائے جائیں جن سے ہم محصور ہونا نہ سیکھا جائے۔

اس میں منظر میں یہ ہے کہ امریکی امریکی امن منسوبی امن اور جمہوریت کے سلسلے  
میں کیوں اتنا مستحکم ہے۔ امن قائم ہو جائے تو جمہوریت بھی قائم ہو جائے گی۔ اس طرح یہ امن کا منصوبہ پیش

خوب اور امید ہی نہیں۔ یہ کچھ طاقت ور چیز ہے، نہ صرف اُن پانچ ملک کے رہنماؤں کے لیے، بلکہ سب کے لیے بھی۔ سارے سماجی طرف سے اس میں کچھ شامل کر سکتے ہیں جو اس علاقے کی ترقی پر اثر انداز ہونگے تو اس کو سماجی اور معاشی آزادی دینا چاہیے، اور اس حکومت کی ٹھونما جو دہائی جیسوں کی طرح، مرکزی امریکا میں بھی امن کی نگہی ہو۔

امن کا انعام دینے کے لیے عام طور پر دو ہدف ہوتے ہیں۔ اس میں امن کے انعام کے معاملے میں یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ اس میں انعام کی پیش کش ایک نتیجے کے حصول کا اعتراف ہے، جنہی امن کا منصوبہ اس کی نظر میں مستقبل پر ہے اور یہ خدائی حدود سے اس منصوبے کی بنیاد پر امن کی کوششوں کی۔ بہت غور و خوض کے بعد مادیاتی نوٹس کی پیش کش چلتی ہے کہ دونوں امن انعام کی ایک مادیاتی توان کے پڑے میں رکھا جائے جو جدوجہد کرتے ہیں جو صورت کے لیے، اہداف کے لیے، تقویات کے لیے اور اپنے سکوں کے عوام کے نظریاتی حقوق کے لیے۔

۲۔ اس میں ن دونوں میں سے ہے جو ایسے ہدف کے حصول کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ جان کا نام ان ن ممال میں سب سے آگے ہے جو امن کے کام کے سلسلے میں مرکز نکاد ہیں، جو عوام کی خوشحالی اور انسانی حقوق کے پانی میں ٹکر خزانہ ہے۔ نوٹس کیونکہ امید رقی سے کہ امن کا یہ انعام سب مدد متی طاقت کی کامیابی میں معاون ہوگا جو امن کے لیے سے اور مرکزی امریکا کے جنگ سے بچا اور عوام کے لیے قیام جاری ہے۔

Egil Aarvik صدر تشیون، مادیاتی نوٹس کی نیا ملی

خطبہ:

صرف امن ہی نئی تاریخ رقم کر سکتا ہے

امن کی خواہش

امن، بڑی حد تک، امن محاش میں ضرر پہتا ہے جس کی دل سے کوشش کی جائے۔ میرے پھولے سے ملک کا امریکا کے باشندوں کو اندر اس (Erasmus) کے الفاظ کا اور ک ہو گیا ہے۔ اس کے عوام نے لوگ ہیں، جن کی اور۔ دینے نہ کبھی کوئی سپی دیکھا ہے نہ ٹیگ اور نہ حق جہاز۔ میرے مہمانوں میں سے ایک جو ان امن تقریب میں موجود تھا (سابق صدر) José Figueres Ferrer ہیں، وہی جنہوں نے میرے ملک سے 1948 میں مسیح افون کا نام لیا تھا اور یہی تاریخ کو ایک نیا دہائی اس بنا تھا۔

## میں لاطینی امریکی ہوں

میں یہ انعام آکر ایسے مافی ثلث کی حیثیت سے نہیں بلکہ اپنے ملک کے صدر کی حیثیت میں وصول کر رہا ہوں۔ مجھے نہ کسی کا ماتم نہ مرنے کا غرور ہے نہ میں عاجزائی سے خوف کھاتا ہوں، جو مجھے بڑے بڑے مقاصد تک پہنچانے والوں کی صف میں گننا کر رہی ہے۔

میں اس لحاظ سے 400 ملین ریاضی امریکیوں میں سے ایک فرد کی حیثیت میں وصول کر رہا ہوں جو خود مختاری حاصل کرنے کے لیے، جمہوریت کی نئی طرح کی بدلتی اور کتنی ماضیاتی میں رہے ہیں۔ میں اس لاطینی امریکا سے آ رہا ہوں جس کا چہرہ دہشتہ اے، بے تحاشا ملک بدری سے، اظہار دے اور بے شمار مرتدوں کی قید و بند و موت کے کریمہ نشانات سے سجھا ہے۔ میں اس لاطینی امریکی ہونے سے آ رہا ہوں جہاں اب بھی ایسے آمرانہ موجود ہیں جو پوری انسانیت کے لیے باغی ٹرپ ہیں۔

## امریکی زخموں کے نشانات

امریکا پہ گئے زخموں کے نشانات سرے میں ہیں۔ اس وقت امریکا آزادی کی طرف واپس جانا چاہ رہا ہے، اور جیسے جیسے وہ جمہوریت کے قریب آتا جائے گا اس کو آمرانہ کے چھوڑنے اور تشدد کے خوف کا کونپا ہے، شہر بدری و موت کا سامنا ہوگا۔ امریکا کو بے اندازہ مسکن پہ قابو پانا ہوگا۔ ماضی کی وراثت کی ملک کارتر میاں، سابق ہے جس، معاشرتی و برقی، بد عنوانی و بدنامی بہت سی سماجی برائیوں نے اور بھی ڈرا ہے۔ ڈرائیو لاشیں ہیں، ان دیکھنے والی آنکھوں کے لیے جو دیکھنے کی رحمت کو مانگ رہی ہیں۔ درجہ چینی کی جسامت کو دیکھتے ہوئے، کیا ہے شہر تہا کی کچھ ہندوں کے اعلانات اگر فلاں کی جنگ میں شکست ہوگی، منادی، کہ جمہوریتیں زمین پر ہو جائیں گی اور دھوکے، کہ امن قائم کرنے کے کوششیں بے اثر ہوں گی، غیب نہیں کہ لوگ بے ہمتی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

میں اس شکست پسندی کو نہیں مانتا۔ میں بدلتی، تشدد اور غربت کو حقیقت سمجھ کر یہ دشت کر رہا ہوں۔ میں اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ اپنے دیکھوں کے انکسار پہ، بھوکے انسان کے ساتھ تخریب کاری کی طرح چٹا آنا چاہیے۔ میں اس بات کو بھی نہیں مانوں گا کہ کسی سماج کے جوڑ کے لیے، چیزوں کو جوں کا توں رکھنے کے لیے یا ایک مختلف دنیا کی آرزو کو ترجیح دینے کے لیے قانون کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ قانون خود مختاری کا رستہ ہے اس لیے اس راستے کو ہر شخص کی ترقی کے لیے کھلا ہونا چاہیے۔

## خود مختاری معجزے کرتی ہے

خود مختاری معجزے کرتی ہے۔ آدمیوں کو آزاد کرنے کے لیے ہر چیز ممکن ہے۔ ایک آزاد اور جمہوری



امریکا ریچٹ چیمبرس سے ٹٹ سکتا ہے۔ جب میں نے کانریکا کو معامت منہاں تھوہ میں نے امریکا  
میں عینکوں کے درمیان آزادی اور جمہوریت کے لیے یکہ اسناد دینا نے مطالبہ کیا تھا۔ میں نے اس وقت کہا تھا،  
اور آج اس کو یہ رہا ہوں، کہ میں ان حکومتوں کا اتحاد نہیں ہونا چاہیے جو اپنے میں یہ تیر کرتی ہیں۔۔۔ ملکی  
امریکا میں دو جمہوریتوں کے درمیان کبھی جنگ نہیں کبھی ملے۔ ہر معتبر آدمی، ہر ان دار قوم کے لیے غلام کو قسم  
کرنے کی کوشش کی مدد کو یہ وجہ کافی ہے۔

امریکا انتظار نہیں کر سکتا

امریکا کی آزادی، پورے امریکا کی آزادی، انکی زمینیں کر سکتی۔ میں اس دنیا سے آیا ہوں جہاں مذہب سے  
مذہب مسافر ہیں، آزادی کی حالت میں ہم جن پر تلاء پڑیں گے۔ میں اس دنیا سے آیا ہوں جسے جہد کی ہے،  
اس لیے کہ جو کہ انکی زمینیں کر سکتی۔ جب امید کا دامن چھوڑ دیا جاتا ہے، تشدد بالکل ناخوش نہیں کرتا۔ خود ہر  
مکان سے بھاگتی ہے۔ میں اس دنیا کا رہی ہوں جہاں کرسمس یہ طے کر کے کہ خود بخود رہی کی سمت پیش قدمی سے  
پہنچے نہیں جاسکتے۔ وہ کرسمس کو ہر خیر صافہ مادے کو دینا چاہتا ہے، تو ہر رے پر اس صلاح کرنے کے لیے وقت  
نہیں ہوتا۔ میں اس دنیا سے آیا ہوں جو کوئی اور پستی کی چٹنگ بندی کا انکی زمینیں کر سکتی: نوجوان مرد سے  
تین، بھائی مر رہے ہیں، اور کئی کئی جواب دے گا کہ یہ سب آج کیوں ہو؟ میں اس دنیا کا باشندہ ہوں جو تیر  
خافوں کے دہانوں کے خلعنے کا انکی زمینیں کر سکتی، پسے کی طرح آزاد لوگوں کے اندر جانے کے لیے نہیں، بلکہ  
ان کے باہر آنے کے لیے جو ان میں مقید ہیں۔

امریکا میں خود مختاری اور جمہوریت کے پاس ضائع کرنے کے لیے وقت نہیں، اور امریکا کے جنگی سے آزادانہ کے لیے، بد بختی سے آزاد ہونے کے لیے ہمیں دنیا کے عاقلین کی مدد ہے۔

میں مرکزی امریکا کا باشندہ ہوں

میں اس واقعہ کو 27 مئی 1947ء کو اپنی جانب سے قبول کر رہا ہوں۔ مرکزی سرکار کی جمہوری پیدائش کے پیچھے ایک صدی سے زیادہ دینی ہے جو آمریتوں، ماموں، اندیشوں اور انسانی تاریخی ہے۔ میرے چھوٹے سے امریکا کے سامنے دو راستے تھے تو ایک اور صدی کا شمار ہے یا خوشخبری کے [تجسس جانے کے] خوف پر قابو پالے۔ صرف امن ہی ہماری ہی تاریخ لکھ سکتا ہے۔

بھرمزدی امریکی مایوس نہیں ہوں گے۔ محمدا ریح کو بھیج کر دیں گے۔ کتنے افسردہ کی بات ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ محققین کہیں کہیں ثواب ہے، وگرنہ پٹو پٹائی ہوتا ہے، اور مشرب خوش حالی مانگتے! کتنے افسردہ کی بات ہے کہ وہ یہ بھی نوک ہیں جو یہ نہیں سمجھ سکتے کہ مرمزدی امریکا کے سابق تختہ پانچوں پر قویں اپنا حق جتا رہی ہیں اور پورے حق کے سرخو اپنے موام کے بھڑستہ کیل کے لیے پوشش کر رہی ہیں!

کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو لوگ اس امر کی نہیں ہو رہے کہ مرکزی امریکا اپنے ماضی کو طویل نہیں دیتا چاہتا، بلکہ ایک نیا مستقبل بنانا چاہتا ہے، جو جو انہیں کھلے امید کے ساتھ اور ہندوؤں کے لیے وقار کے ساتھ

## خوابوں کو حقیقت بنانا

مرکزی امریکا کا کٹاؤ گرچہ بہ شمار نہیں ہوتا مگر یہ امریکا کے مستقبل کا ایک اہم ترین مسئلہ ہے۔ امریکا میں مزدوروں کی آزادی اور ترقی کے خوابوں کے شریک ہوتے ہیں۔ جو امریکا میں ان خوابوں کو ساقی حقوق کی بدولت غور و خوض کے ذریعے زائل کرنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ شہروں و دیہاتوں میں نہ درستی کی کوشش سے پیش پیش کیا جاتا ہے اور انہیں کسی حقیقت سے دور کرتے ہیں، اتنی شدید کہ جن کو دیکھ کر وہ دھڑکنا بند کر دیتے ہیں۔ شہر جو ہی نوٹ انسان کے لیے باعث فخر ہوتے ہیں، جانتے ہیں کہ انہیں ان کے اپنے مکانات میں انہیں پناہ نہیں ملے گی۔ ان کے لیے کہ وہ ان کو ملے ہوئے ہیں۔ زمین کی اس ملک میں نئی پیمائش ہو رہی ہے۔ زمین کی ہمیشہ تحسین کریں گے، جب کہ امریکا میں ہم جنہیں روک بھی نہیں رکھنا چاہتے اس لیے کہ وہ صدیوں کی سب سے زیادہ دیہاتی کی ساقی اقدار کو ہٹا رہے ہیں۔

مرکزی امریکا مسلسل صرف خواب ہی نہیں دیکھ سکتا، نہ وہ ایسا بنا جاتا ہے۔ تاریخ مطاب کرتی ہے کہ خوابوں کو حقیقت بن جانا چاہیے۔ ابھی، جب کہ ملک کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ اور آج، جب کہ اپنے مستقبل کو اپنے ہاتھوں سنوار سکتے ہیں۔ اس عدتے میں، جہاں ماضی امریکا کی سب سے قدیم اور سچا جمہوریت کا گھر ہے، اس کا تاریک اور جہاں ہے وہ ہے جو اور غلام امریکی کی تاریخ رہی ہے، جمہوریت پیدا کی خوف سے چھٹکارے کے لیے خاص قسم کی افکار و افہام تھی۔

یہ دیکھنے کے وجود کہ ماضی کی آمریتیں صرف بدعتی اور مغفورا امیدیں ہی جنم دینے کے قابل تھیں، کتنا احمقانہ ہے یہ بہانہ کہ ایک آمریت کی طرف سے دوسری کی مخالف [آمریت] سے ٹھیک کیا جاتا ہے۔ مرکزی امریکا میں کسی کو بھی آزادی سے محفل نہ ملے گا، کسی کو کھل سچ کی تبلیغ کی اجازت نہیں ہے۔ ایک عقیدے کی طرف سے دوسری عقیدے کی طرف سے موقوف ہے۔ یہ سب انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کی دشمن ہیں۔ جیسا کہ پائپل نے کہا تھا، "ان کو دو علم ہیں سچی بنا دینا ہے۔ تم بھی تم کو کھر حقیقت مند بنا دیجیے۔"

تاریخ صرف خوابوں کی طرف سے بنا دیتی ہے۔ تاریخ صرف انھار سے محبت کرتی ہے۔ تاریخ کے مخالف سمت میں چلنا شروع نہیں، انہیں راجہ کی روپے پٹنے کے نہ نہ ہوتا ہے۔ آزادی کے بغیر انھار نہیں رہتا۔ ہر قسم کا حیران کے جذبے کے خوف سے ہے۔

## آزادی — ایک مشترک اشتیاق

مرکزی امریکا ایک دوسرا ملک ہے، جو کہ پختہ ہے، اس کو سامنا ہے وہ انگریزوں کا، چنانچہ ان کا

کھیتوں کی جانب سے آئے والے پتھر مٹا دیا، صدیوں کی نسلوں کی آزادی کی قربانیوں کے باوجود کہ مختلف نظریات کی آمریتوں کو دیا جائے۔ اسی سے قطع نظر کہ عام بدعتی کے مسائل سمجھیں، جیسا کہ ہم ان کو شمالی جنوبی سیاق و سباق میں جانتے ہیں، مشرق اور مغرب کے تنازعے کو مثال کر دیا گیا ہے۔ جہاں ان کے تنازعہ نظریات اور خود مختاری کے [تھیں جانے کے] خوف سے متا ہے، صاف نظر آتا ہے کہ مرکزی امریکا میں بدعتیوں کی ایک صلیب کی مجسم ہو رہی ہے۔

بیس لاکھ نہیں کوئی چاہیے۔ مرکزی امریکا کے انداز اور سیاسی چیلنج کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے پتھر، بدعتی سے اور خوف سے۔ جو کوئی بھی کفر مذہبیت کے ذریعے مسائل کے حل کا مشہور رہتا ہے وہ وہاں مستقبل میں مسائل کے اور بھی بڑے ہو جانے میں مددگار ہے۔

یہ ان تمام تنازوں کی مشعل ہے جو حق ہے جنہوں نے ہمیشہ مرکزی امریکا کے لیے آزادی کی کوشش کی ہے۔ کسی کو بھی اس روحانی اتحاد سے غداری نہیں کرنی چاہیے مایا کما، ہمارے امریکا کو مزید سودی کے خوف مانے۔ چہرے معنی موات اور آزادی کی جنگ کی سزا لینے کے مترادف ہوگا۔

## میں کا سٹاریکا کافر زندہ ہوں

میں اس انڈیگو کائنات ریچ کے حق میں۔ کوہنام کی جانب سے وصول کر رہا ہوں۔ میرے عوام ہوتے ہیں خود مختاری کو دوسرے دوس سے حاصل کرتے ہیں جو ہمیں مشرق اور مغرب دونوں جانب سے پھیرے ہوئے ہیں۔ جنوب سے، شمال کی طرف سے، کاسٹاریکا ہمیشہ آمروں اور آمریتوں کے نرنگے میں رہا ہے۔ ہم غیر مستحکم ہیں۔ ریپبلک سے آزاد رہنے کی جنگ لڑے ہیں۔ امریکا کے لیے ہم امن کی عداوت ہیں، اور ہم ترقیت کی عداوت بنے رہنے کی امید رکھتے ہیں۔ ہم دیکھا چاہتے ہیں کہ امن ترقیت کا لازمہ بھی ہے اور ضروری۔

## اساتذہ کا ملک

میرا ملک اساتذہ کا ملک ہے۔ لہذا یہ امن کا ملک ہے۔ ہم اپنی بھینسیوں، ماکامیوں پر پوری آزادی سے بحث کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارا ملک اساتذہ کا ملک ہے، ہم نے فوجی چھوڑ دیاں، شتم کر دی ہیں، اور ہمارے بچے اپنی بظلوں میں کتابیں دبا کے اسٹوڈنٹس جاتے ہیں، کھڑے ہیں، پرائیویٹ دکانیں نہیں۔ ہم تھیں رکھتے ہیں بات چیت پر، محاذوں پر، تنازعے حاصل کرنے پر۔ ہم تشدد کو مسترد کرتے ہیں۔ چونکہ میرا ملک اساتذہ کا ملک ہے، ہم جاننا نہیں کو قاتل کرنے پر تھیں رکھتے ہیں، شکست دینے پر نہیں۔ ہم ترے سوؤں کو پھینکے کے بجائے انھیں نے پرترچا دیتے ہیں، ہم اسی معیشت چاہتے ہیں جس میں کوئی ایک جہت کے جذبے کے ساتھ

ایک دوسرے سے شہان آریں، لہٰذا معیشت نہیں، جس میں وہ خود اپنی ہی نمیشی کے لیے مقابلہ کریں۔  
میرے ملک میں 118 برس سے تعمیراتی رہی ہے۔ صحت کی نگرانی اب ہر باشندے کا حق ہے اور  
حکام کے لیے صرف فراہمی میری حکومت کا بنیادی مقصد ہے۔

## ایک نئی معیشت

جس طرح ہم اپنی بہت سی کامیابیوں پر فخر کرتے ہیں، ہم اپنے مسائل اور پیمانوں کو بھی غور نہیں  
رکھتے۔ ہم میں مشکل حالات میں ایک نئی معیشت قائم کرنے اور شہریتوں کو تھکاتے ہوئے معیشت کو  
چاہیے۔ ہم نے کہا ہے کہ ہم کو ایسی معیشت نہیں چاہیے جو ملکی ضروریات سے اور مہربان سے کم رہے اور ان کی  
طلب سے بے بہرہ ہو۔ ہم نے یہ بھی کہا ہے کہ معاشرتی طور پر ایک زیادہ دوسروں کی ساری تعلق  
کرنے کی میدان ترک کرنا نہیں چاہیے۔ ہمارے ملک میں کمزوری کے مطابق نصف کے تمام ممالک کے  
مقابلے میں کم بے روزگاری ہے۔

## ہزاروں فوجوں سے زیادہ طاقت ور

مرکزی امریکا کے ان نچھوڑوں میں ہمارے ملک کے بہت سے فوجیوں کا پیدا ہو گیا ہے کہ ہر  
فوجوں اور بے بصارت شدت پسندی کے زیر اثر، اس علاقے میں موجود تشدد کا تاریک دور بھی پھیل چکا  
ہے۔ کچھ لوگوں کا خوف تو اس قدر ہے کہ وہ اپنی موجودگی سے دور رکھنے کے لیے ہمیں فوج  
رکھی ہوئی۔ کئی بار ان سوتے سے یہ ایسے خیالات تو چاندنی کے ان تیس سوئوں سے بھی کم قیمت ہیں جو یورپ  
Judas کو بیٹے گئے تھے۔ کاتریا کا قتل، دقت جو اس کو ایک غیر مرئی حالت بناتی ہے، وہ جو اس  
کو ہزاروں فوجوں سے زیادہ طاقت ور بناتی ہے، خود بخود ہی کی طاقت ہے۔ جب کوئی بھی اپنے خیالات پر  
ایمان داری سے قائم رہتا ہے، جب کوئی خود بخود ہی سے محض نہیں کہتا، تو وہ مطلق العنان طریقے سے  
قابل ہو جاتا ہے۔

ہم اس بات سے واقف ہیں کہ کاتریا کی آزادی کی سیاسی منصوبہ بندی کی گئی ہے، جس  
سے ملک کی ساری آبادی فیض یاب ہوتی ہے۔ صرف آزادی ہی لوگوں کو برداشت سے معاملہ کرنے کی  
اجازت دیتی ہے۔ وہ تکلیف دہ راستے جن پر گویا، گانا گواہی، چل اور دھرمے اور گردی کرتے  
پہنچتے ہیں، اور بے شمار لوگ جو اپنے ممالک کو اپنی نہیں جانتے، مذہبی جنونیت کے اصولوں کی گامی دیتے  
ہیں۔ نہ خود بخود ہی کا کوئی مثال نکلا ہے نہ جمہوریت کا کوئی رنگ۔ جمہوریت لوگوں سے طاقت کے تجربے کی  
سے ان کے جمہوریت ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

## امن کا منصوبہ

مرکزی امریکا کی تشدد کے قیامت کے پیش نظر کینیڈا نے اپنی پوری تاریخ کے ساتھ، اور خصوصاً اپنی ابھرتی ہوئی مشیت کے باعث، مجھے ممنون کر دیا کہ میں اپنے ملامت کے امن کی ان کی پڑھو محض مذہبیت کی عادت کو دور ان کی بدداشت کی ضرورت کو دہاتے کی رزم گاہ میں متعارف کراؤں۔ ملامت کا خاتمہ ہونے کے نامے، میں نے مرکزی امریکا کے لیے امن کا ایک منصوبہ تجویز کیا ہے۔ یہ منصوبہ بھی سیمن یولیوار (Simon Bolivar) کی آزادی کی فریاد کی بنیاد پر ہے جو Contadora Group اور Support Group کے پابست اور مقسم کام میں ظاہر ہوا ہے۔

## میں پانچ صدور میں سے ایک ہوں

میں ان پانچ صدور میں سے ایک ہوں جنہوں نے دنیا سے مدد یہ کر دو اپنے ملامت کی جو ہشت کے مطابق تباہ کریں گے: ہجرت کی تاریخ کا آزادی سے لہجہ کی تاریخ کا ترقی کے مقصد سے، ماؤں کی تھی اور جنوں کی موت کا امید سے، نامی کے ایسے رستے پر چل کر جس پر مراکتھے کام نہ ہونے کے خوش رکھے

عوم کی امید ہی آگے بڑھانے کی سب سے توانا طاقت ہوتی ہے جوئی حقیقتیں جنم دیتی ہے اور جو آئی پر آزادی کی راہیں کھولتی ہے۔ ایک بار امید قہر پڑے تو ہمت کو فائش میں مدغم ہو جاتا جیسے۔ میں میں ایک طریقہ سے تشدد کو بائیں کرنے کا، ایک ہی طریقہ سے خاموشی کو بڑھ کر رکھے گا جس سے جارحیت کا پڑا امن جواب دیا جاسکتا ہے۔

مہم کنی ہی عالی عرفیہ کیوں نہ ہو کچھ دیکھ فائش بھی کریں گے ورنہ سید بھی کرنا کام ہوں کچھ لوگ جنگ کو مسکن کے عمل کے عام واقعے کے طور پر قبول سمیتے ہیں۔ یہی تہم نظریہ ہے کہ جنگ کے دوران رکاوٹوں سے عاقبت قوتیں ان سے مارا فاش ہو جاتی ہیں جنہرے کے منجے کو ختم کرنے دشمن سمیتے ہیں۔ یہی تہم نظریہ ہے کہ جنگ کے خاتمے کی کوششیں لھنے اور حصوں کی شروعات کا سبب بنتی ہیں، گو یہ ہم سبھی حق پرست کی فہم میں صل یا کسی ضروری عمل میں رخت ڈال رہے ہیں، وہ توڑنے والی خرابی میں صل۔ یہی تہم نظریہ ہے کہ امن قائم کرنے والی کوششوں کے دوران یہ پتا چلتا ہے کہ بہت لوگوں کے نزدیک غرت محبت سے نودو طاقت ور ہوتی ہے، ان کی توہمات کے ذریعے طاقت حاصل کرنے والے ہیں کو فرائض کر دیتے ہیں، ٹرم کرنا بھی جاتے ہیں اور تاریخ سے تھک رہے ہیں۔

ہتھیاروں کو خاموش ہو جانے دیجیے

مرکزنی امریکا کے پانچ صدور نے دنے پانچ امن کے حصوں کے لیے ایک مذاقی پر دستخط کیے تھے۔  
 ہم تھیں روں کو خاموشی اور آئی کو رو سے دیکھنا چاہتے تھے۔ ہمارے بیٹے نے جتنی تھیں روں سے قتل کیے  
 جا رہے تھے۔

ایک محسوس ہوتا ہے کہ جوہری تھیں روں سے دنیا کے خطرہ بھانے کی سول مائیک کے بارے میں  
 کس جوہری جنگ کے خوف نے ہمیں نہ جتنی جنگ سے ڈرنا پڑا کہ وہ ہے۔ یہ دشمن کی یہ ایک بہت مام کی  
 یادوں سے کس زیادہ طاقت ور تھے۔ کیونکہ چھ سوا کر دیتی تھیں ابھی ابھی یہ ہی طرح خوف ماک سمجھے  
 جاتے۔ کیونکہ اچھا سوا کر دوں کا تصور، تصور کر کے، ماکا امانی بھی تک سمجھا جاتا تھا کہ ایک وقت میں  
 بہت سے لوگوں کا، ماکا کی مام و قہمی ایسی طرح منطقی دنیا میں رہتے تھے کہ اگر ماک کے پاس ایٹم بم ہو تو  
 وہ جتنی تھیں راف نے میں زیادہ جھجک محسوس کریں گے کہ دنیا کی قسمت کسی ایک پانچ انسان پر منحصر ہے کہ  
 اس طرح عالمی امن زیادہ محفوظ ہوگا۔ کیا ہمیں اس میں دین صدی کی جنگوں میں 78 تین افراد کے مارے  
 جانے کو خرابی موشی کر دینے کا حق ہے؟

دنیا آج ان لوگوں میں منقسم ہے جو جوہری تھیں رو سے مارے جانے کے خوف میں مبتلا تھے، اور جو  
 دیتی تھیں روں سے لڑی جانے والی جنگوں میں زیادہ دیر مارے جاتے تھے ماکا جتنی جنگ کا خوف اتنا ہی  
 کہ تھیں روں کی دیر اور طرح جوہری تھیں روں کے استعمال کے امکان نے سب سے زیادہ خوف ماک ہے کسی  
 پھیلتی ہے۔ ہمیں فوری جدوجہد کی ضرورت ہے۔ ہماری ذہانت ماکھی ہے اور ہماری محدودی تاکید کرنی  
 ہے۔ اس یقین کی کہ نہ یہ دشمن کی نہ دنیا کی مام کی ہوئی ویرانی جائے گی۔

تھیں رو کی نہیں چل جاتے۔ وہ جو امید مہیا کرتے تھے، ان کو بچاتے تھے۔ وہ جن پر عقیدے سوار ہو  
 جاتے تھے، ان کو بچاتے تھے۔ ہمیں جنگ کرنی ہوئی ہے خوف امن کے لیے، اور ہم کو دیر کی سے چھین کر  
 کرنا ہوگا، ان کا جو امید تھا اذرا ان کے خطرہ سے بے خوفتہ پسند تھا۔

## میں شاعر سے کہتا ہوں

وہ امن کا منصوبہ جس پر ہم پانچ صدور نے دستخط کیے تھے، اس قسم کے چھین کر توں ماک سے سامن کا راستہ  
 نکھن سے بہت نکھن ہے۔ ہم مرکزنی امریکا میں امن کی حصول کے لیے سرگرمیوں کی مدد کے خواہاں تھے۔  
 مرکزنی امریکا میں امن کی کامیابی کے بجائے اس کی شکست کی پیشین گوئی کرنا آسان ہے۔ مگر  
 تھی اس وقت جب انسان نے لڑنے کی خواہش کی تھی، اور جب اس نے غم کو فتح کرنا چاہا تھا۔ یہی حال وہ  
 عالمی جنگوں کے ان مشکل دنوں میں تھا جو ہماری صدی نے بھیجی تھی۔ یہی حال تھا اور ان بھی ہے جب  
 انسان کو سامن ہے خوف ماک امریکا کا کہ دنیا سے امن اور محبت کے خطرہ کرنے کے کام کا۔  
 تاریخ ان آدمیوں کے ہاتھوں نہیں نکھن گئی تھی جنہوں نے ماک کی پیشین گوئی کی تھی، جنہوں نے

محبوب دیکھتے چھوڑ دے۔ جیسے جنھوں نے اپنے اصولوں کو شیر باد کبیرہ تھا، جنھوں نے ہٹی کا بی کو اجازت دے دی تھی کہ وہ ان کی زبانت کو سنا دے کہ کچھ دگ اکثر اوقات میں طمع کا عمل کرنے کی کوشش میں آئیے تھے تو ان کے چہرے میں ان کے عوام کا ہوش رعبہ تھا، یقین تھا، اور کئی نسلوں کے نصیب تھے۔

شاہد ہیں کچھ مرکزی امریکا کے مشکل دنوں میں بھی تھے، ہم آج جن میں زندگی زیادہ ہے ہیں ہمارے یہ آج کے موجودہ پیدا ہونے کی پیش اندیشی تھی کہ ہمارے امریکا کے نظریہ تین شاہ عزرو میں ڈاروٹ نے مندرجہ ذیل ہم سے کہے تھے اس یقین کے عالم میں کہتا ہوں اپنے راستے ہی چمکے گی:

”دعا کرو، مرے بی نصیب خدا پرستوں لاف زنی

دعا کرو، محنت والی خالص لوگو، جنت والو اور دہلی والو

ایک سفارش، ایک استدعا کے ہم تھا، ہمنند

پہلے ہی سے ہم پہلے ہیں، بھوکے ہیں کب کے

ہن چھپے مکے، ہن جیون مکے، ہن اوشا مکے، ہن بھگت

ہاں نہیں، کوئی ہلکے نہیں ہے، سارا کچھ ہے خدا“

میں اس زندگی جہاں شاہ مرکزی تھیں، دعا چاہتا ہوں کہ محبوب دیکھنا ترک نہیں کریں گے، ہم دلش سے خوف زدہ نہیں ہیں گے، ہم آزادی سے ڈر نہیں بھائیں گے۔ اس جدی شاعر سے میں کہتا ہوں گا کہ مرکزی امریکا میں ہم Quixote کو برا موٹ نہیں کریں گے، ہم زندگی سے ہمت بردار نہیں ہوں گے، ہم جہیزوں سے منہ نہیں موڑیں گے اور ہم خدا پر اپنے یقین پر ثابت قدم رہیں گے۔

میں ان پانچ افراد میں سے ہوں جنھوں نے ایک بھائی پر دستخط کیے ہیں، ایک مجدد کیا ہے جس میں، حقیقی معنوں میں، اپنے تمام تر جہیزوں کے ساتھ اس کی خوشنہی کو گئی ہے۔

آپ سب کا شکریہ!



## ایلی ویزیل اعلان تجلیل

جلالت مآب و عزت مآب، محافلین و حضرات!

آٹھ سے ٹھیک پچاس برس قبل نوبیل امن انعام جیتنے کی عمومی شخصیت اور جنگ کے مخالف 'کامل فنان' آزی بشسکی کو دیا گیا تھا۔ وہ مخصوص نوعیت کا مبلغ کامب سے زیادہ ممتاز انعام تھا۔ تاسیسات کی بنیادی قیام ہونے والی حکومت ماریائی نوٹس کسٹن کی سخت کوششیں اور جرمنی کے دشمنوں کو نوٹس اخراجات قبول کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔

اس قسم کا براہ عمل، ایک طرف سے اتحاد کا بیج تھا کہ اس کو نظر انداز کیا جاسکتا تھا۔ اس کے برعکس جس دلچسپی ہوئی چاہیے اس رد عمل میں جو جرمنی کے حدود کو برے سمجھنے سے آیا تھا۔ بہتوں کو یقینا خوش ہوئی تھی۔ عمر اور بھی کئی مہینے آجے جنہیں اس بارے میں شک تھا۔ سیاست ورہے اس کو مرہ اور وہ شخصیتوں کا خیال تھا کہ آزی بشسکی اپنی تنہا اور انکشافات میں بہت سخت تھا۔ کچھ اس کو سہولت دے دینے آجے۔ یہ حال، یہ کہ جانتا تھا کہ امن کے معاملے میں انعام کا کوئی فیصلہ کر دیا نہیں تھا۔ جرمنی کی حکومت کو یہ اذیت پیش کرنے کی کوشش معلوم ہوا تھا۔

اس قسم کے تعلقات کی موجودگی نتیجہ تھی اس وقت کے سیاسی اور اخلاقی معیار کی، جس کے روشنی میں ہنگر کی حکومت کو چاہا جاتا تھا۔ اکثر لوگ آزی بشسکی کے تناظر میں، یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ جمہوریت کے لیے امن سے خطرات نمودار سے تھے۔ در آخر جب خطرے کی نشان دہی ہو گئی تھی تو دیکھ کر دھڑکے، ہمنوں سے ہو کر رو گئے تھے اور ان کے پاس، سوائے جمہوریت کی پیش کردہ ٹھیکانہ نہ سیاست کے، دکھارے سے نمٹنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ سمیت کی تنظیم کے بدلتی ہو سوں میں ایک عام رو یہ غیر مشکوک و جذباتیت کا تھا۔ یہ جب لوگ شہر کے مخالف تھے، مگر ایسا تب مکتا ہے کہ سیاست دانوں سے مختلف نہیں ہوا



؟ اور بدشہ لوگ کی پوش کے ختم کے بارے میں انہوں نے بھی واقف تھے، مگر یہ یہ ضروری نہیں تھا کہ ملک کے غیر معمولی حالات کے پیش منظر میں ان کا خزانہ لگایا جائے؟ کم از کم، ملک میں ایک مستحکم حکومت تو تھی، اور اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ہنر جمہوری طریقوں سے منتخب کروڑ رہنما تھا۔ بہت سے لوگوں کو کسی مانتے نہ تھے، نہ ہی آنت کا خوف تھا۔ مگر کچھ دوسرے بدشہ ہو رہے تھے کہ یہ ہونے والا ہے اور یہ سن کی ہے پھر کی تھی جس نے آنت کو آنے دیا۔ بسن کا بسن بنانے والا ایک بار بچے کچھ گات بہت ہوا۔ ”جب بھیت سمندر ہو تو کھڑا لے ساقی کو بہترین شکار ملتا ہے۔“

کارل لائن آرنیٹس میں ہمیشہ تھی۔ اس غنیمت میں بہت بے سروہ جو کچھ دیکھتا ہے کھاتا ہے، لہذا اس نے سچائی اور انصاف کے لیے ایک نذر گوہ کا کردار ادا کیا ہے۔ نوٹس کھینچو مبارک باد اس کو تو بیل امن انعام عطا کیا ہے۔ اس کی کوئی غور اس کا مقدر بھی تھی آرنیٹس میں اس ہوں تاکہ حکومت کی مدد قات سے چار ٹین ہوں گا، جو دھپ کے قصب میں اپنے بچے کاڑھ چکی تھی۔

بچہ کب نہی بعد آج امن انعام اس کو دیا جا رہا ہے جو قتل لگا تھا۔ 1945 میں اس کا کھسے فیصر ہے، جس کے شعلوں نے چھڑکے۔ کھسے دیو ہیں کو باؤ کر یا تھا، مگر وہ بالہ ایف ویزل میں بیٹا ہوا تھا، اور اس کا اکلوتا بیٹا، ایک اور تھا، جو ایک بار بچہ، بوائل آٹرنیٹس میں، Norah کی پائری کی پتہ پائی کی موت سے بچ گیا تھا۔ وہ آج انعام وصول کرے گا اس لیے کہ وہ بھی سچائی اور انصاف کا گواہ بن گیا ہے۔ موت کے کیمپوں کے جہنم سے نکل کر وہ انسانیت کے لیے ایک پیغام بن کر آیا ہے عزت اور انتقام کے پیغام کے ساتھ نہیں، بلکہ بھائی چارے اور کٹارے کے پیغام کے ساتھ۔ وہ ایک حاکم و دربار بن ہی چکا ہے ہی نوٹ انسان کے لیے اور انتقام انسانیت کے لیے جو ہمیشہ ایک دین پا امن کی بنیاد ہوتی ہے سائیل ویزل میں دو دو ٹھنکے ہیں جو کچھ تو تھا۔ اس کی شخصیت وہ جذبہ ہے جو فوجی ہوا ہے۔ ان کے فیکر میں ہم ایک آئی کو دیکھتے ہیں جو ایک ہم روحانی رہنما اور ریچس رو بننے کے لیے قہر پڑنا سے بند ہوا ہے۔

نوٹیل کھینچو یہ ضروری سمجھتی ہے کہ ہمارے پاس ایک پیش رو ہونا چاہیے، ایسے طریقے ہیں جب ٹھیک، جبر اور نسلی تعصب دنیا میں موجود ہوں۔

نوٹیل امن انعام کی آج کی پیش کش ایک پگ کی تعمیر ہے درمیان کس جہنم کے جس نے اپنی جان اس وقت کے خلاف دی جو ہوئے۔ تھا وہ اس یہودی کے، جس نے اپنی زندگی وقف کر دی ہے ایسے عمال کے خلاف جنگ کے لیے کہ سب ایسے اٹھنا کہہ سکتے تھے کا اعادہ نہ ہو سکے۔ یہ مناسب ہوگا کی اس پگ کی دونوں جانب ایک نوٹیل امن انعام ہو۔

ایف ویزل 30 ستمبر 1928 کو Garpman پیرائی سب سے کے درمیان واقع رہا تھ کے شہر 'slighe' میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ پورا اس کی تین بیٹیاں ایک پیرسکون خاندان کی گورنر بنی تھیں، جو یہودی روایات اور مذہب سے سختی سے منسلک تھا۔ اپنی سن عمر کی وقت 14 برس کی تھی جب ہنگری کے یہودیوں کی

ملک ہرٹل شروع ہوئی تھی۔ اس وقت Sighet پر ہنگری کا قبضہ تھا۔ ہرٹل کی یہودی آبادی کو ذلت آمیز طریقے سے Auschwitz جانے والی مال گاڑیوں کے کمرے میں بٹھائیں دیا گیا تھا۔ وہیں انہوں نے اپنی ماں اور سب سے چھوٹی بہن کیسی کی بٹنیوں میں جاتے دیکھا تھا۔ بعد میں ان کے والد Buchenwald لے جائے جانے کے دوران انتقال کر گئے تھے۔

اپنی کتابوں کے ذریعے ملی ویمنڈل نے نہ صرف ان واقعات کا آنکھوں دیکھا حال پیش کیا ہے، بلکہ اس شیعانی طاقت کا تجزیہ بھی کیا ہے جو واقعات کے پیچھے کاڑھا تھا۔ ان کی سب سے ہم فکر یہ سوال یہ ہے کہ یہ واقعات دوبارہ ہونے سے روکنے کے لیے یہ اقدام کسکے ہیں؟

دہشت کے دور کا رت جن کا انھیں موت کے کیمپوں میں سامنا ہوا تھا، جو باقی دنیا پر بعد میں آہستہ آہستہ کھلے تھے، اپنے معیار کے مطابق بنی توہائیں کی تاریخ میں منے تھے۔ Holocaust کا واقعہ جنگ کے مذہب تک جٹ تھا، حکمت کی مسکرت لیے، جہاں تل بھی تک پہنچی ہے جس نے تمام سیاسی اور اخلاقی اصولوں کو جس نہس کر کے رکھ دیا۔ اس سے ایک نیا پہلو بھرا تھا۔ اس کی نظریاتی بنیاد کے مطابق، جو صرف یہاں دماغوں کی ہی نہیں پیدا ہو سکتی ہے، یہ ایک بہت بڑا مذہب تھا جو کسی یک نسل سے متعلق تھا۔ پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، مگر جو بھی ناقابل تصور تھا اب ممکن ہو گیا تھا۔

یہ کچھ ہے کہ سابق حکومتوں نے حقیقی یا تصوراتی مخالفین کے خلاف وحشیانہ سزائیں استعمال کی تھیں، مگر ان کے پس منظر میں ہمیشہ عقل کا چکا، اگرچہ وہ مادہ رامت سے منحرف ہی رہی ہے، ایک عنصر موجود تھا۔ یہ سزائیں نتیجہ کسی حقیقی یا اسکاکی زخم کا یا جرم کا۔

عمر یہودیوں کے لیے، اور کسی حد تک زمانہ کے لوگوں کے لیے، عمارت مختلف تھی۔ اس حکومت کی نشانیں میں ایسے فارم تھے جہاں جو یہودیوں کی برقرار رہی میں استعمال کیے جاتے تھے۔ ان میں عام قسم کی تفصیلات کا اندازہ کیا جاتا تھا، یعنی نام، جنس، مذہب، پتا اور برقرار رہی کی وجہ۔ آئرنی کی نے، یعنی آئرنی کی وجہ میں صرف ایک لفظ لکھا جاتا تھا "یہودی"۔

بڑا جو کچھ ہوا اس کی سب سے بڑی ثمرانی صرف شکار ہونے والوں کی تعداد کی نہیں تھی، یہ صرف قیدیوں کی قتل گاہوں کی موجودگی ہی نہیں تھی۔ یہودیوں کی ثمرانی پتلا ہے اس فیصلے میں جس نے ایسی صنعت کو ممکن بنایا۔ یہی وہ کتبہ ہے جو ایلی ویمنڈل کو پہلا غمگین بنا چاہتا تھا۔ ان کی مہم چلی جانے والوں کے لیے دنیا کی بھردیاں حاصل کرنے کے لیے نہیں۔ ان کا مقصد ہمارے ضمیر کو ہلکا ہے۔ ثمرانی سے ہماری رہنمائی ہم کو جرم کا شریک بناتی ہے۔ یہ وجہ ہے۔ یہودی چنان کے حملے کی اور ایک نئے Holocaust کو روکنے کی کوششیں کر سکتی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ جدید از قیاس تھا، ہوتا ہے۔ ہم اس کو ایک بار پھر ہونے سے روکنے کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ بھولے نہیں، ایک نئی بے بصارت رہنمائی کی غرق نہ ہو جائیے، بلکہ اپنے لوگوں کو چاقی اور انصاف میں، انسان کی شوکت میں، آزادی میں اور کفار کے میں شامل کیجیے۔

ایلی وینٹل کا موت کے کچھوں میں عارضی قیام 1945 کے موسم بہار میں Buchenwald میں ختم ہو، جب امریکی سپاہیوں نے قیدیوں کو آزاد کیا تھا۔ دوسرے یہودی بچوں کے ساتھ ان کو انیس بھیج دیا گیا تھا۔ انیس میں ان کا قیام جزوی طور پر صحت دہنی اور کئی حد تک تعلیم کے لیے تھا۔ انیس نے فرانسیسی زبان سیکھی اور انیس سب کے ایک اخبار کے نمائندے بننے سے پہلے تک سوڈن میں تعلیم حاصل کی ماحولوں نے صحافی کی حیثیت میں امریکا کا سفر کیا، لیو یارک کے ایک یہودی اخبار کے نمائندے کے فرائض انجام دیے اور 1962 میں امریکی شہریت حاصل کر لی۔ اس دوران انیس نے کئی کتابیں شائع کیں، جن میں وکی کتاب (1956) Night نامی کتاب کی تصنیفات، جو کئی زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہیں۔ اب تک چھپس کتابیں تھیں، بہت سے مضامین اور خطبات پر مشتمل ہیں۔ ان کو کئی اعزازات اور انعامات سے نوازا گیا ہے۔

ایلی وینٹل ڈسٹن وائی ورتنی میں انسانیت کی پروفیسری کے عہدہ پر کئی کالج نیو یارک میں اعزازی پروفیسر بھی ہیں۔ وہ امریکی صدر کے شروٹ کیے ہوئے American Holocaust Commission کے رکن ہیں۔ ایلی وینٹل کے معاملے میں سوانحی تصنیفات غیر ضروری ہیں۔ ان کا سب سے چھ تعارف ان کی تحریریں اور اس کمیشن کے لیے کیے جانے والی کتابیں ہیں۔

فخرنا، یہ ان کے بچے ہیں کا مقدر تھا جس نے [اس اور سے مل] ان کی شہادت کی ابتدا کی تھی۔ ان برسوں میں ان کے پیغام نے ایک عالمی کردار کا محسوس کیا ہے۔ مختلف ممالک اور مختلف سیاق و سباق میں پیش کیے جانے والے وجہ سے یہ ایک انسان کی طرف سے پوری انسانیت کو بھیجا جانے والے پیغام ہے۔ اس کی شہادت بڑھتا ہے، اور اس کے اثر سے میں وہ سب آتے ہیں جو دیکھی ہیں، وہ جہاں کتے بھی ہوں۔ آزادی اور انسانی عظمت، وہ ملنی امریکا میں ہو یا ایٹری میں، یورپ میں ہو یا جنوبی افریقا میں، ان کی زندگی کا مقصد ہی تھی ہے۔

ان کی شہادت جیاد ہے ایک شدید احساس ذمہ داری کی ان اسباق پر، تاریخ میں جس کی تعلیم دینی ہے۔ یہ کہہ سکتا ہے کہ محوام اور تہذیبیں جو اپنی تاریخ کی ذرا موٹا رہتی ہیں ایک دن ان کو دہرانا ان کا مقدر ہو جاتا ہے اور یہ ان کے بچے تجربات کے پس منظر کے خلاف ہے کہ یہ ایلی وینٹل میں اس سے حریف کر رہے ہیں۔ ہم نے آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ ان لوگوں کے مقصد کے لیے وہ بھلاویں جو نکال کر چکے ہیں۔ اگر ہم بھلا دیتے ہیں، تو یوں سے جیسے ہم ایک دہرے انیس موت کے مزے میں ڈال رہے ہیں، اور ان کی زندگی اور موت دونوں کو بے مقصد بنانے کے ذمہ دار ہوں۔ غمیر میں مستقبل کا ایک پہلو بھی ہے؛ ہمیں غیر مشروط وجودیت کو یاد دے کر ایک جوہری holocaust کی راتیں نہیں سمجھنی چاہئیں۔ میں اپنے آپ کو اس یقین پر کھانا کھا رہی تھیں کہ وہ نہیں ہوگا، بچے آپ کو دھوکا نہیں دینا چاہیے۔ میں یہ کہہ رہے ہو چکا ہے اور تاریخ میں بھی گرجا ہے۔

دو فرمیں اور ذمہ داری ایلی وینٹل جس کی تحقیق کرتے ہیں فیوڈی طور پر ماضی کی بولی مائیوں کے

دورانے کے خوف کی وجہ سے نہیں ہے۔ یہ ایک طرح کی مصروفیت سے زیادہ ہے جو مستقبل میں ہماری کی حالتوں کی امکانی فتح کو روکنے کے لیے ہوتی ہے۔ اس عمل کی تحقیقی حالت غربت اور تنگم نہیں بلکہ امن کی آرزو ہے، زندگی سے محبت ہے اور انسانی عظمت کا اعتراف ہے۔ یا جیسا کہ ایلی وینٹل نے خود کہا ہے، "میں اس کی دنیا پر وقیع رویہ کو کشش سے جس کو انھوں نے تیار کیا ہے، اپنے قاتلوں کو فتح کروں گا۔"

اس طرح بائبل وینٹل Auschwitz کے وقوع کے بعد اس کی راکھ پر بیٹھے ہے۔ یونان اور آتش نے ان کی زندگی کو وحشت زدہ کر دیا تھا۔ سب کچھ تباہ ہو چکا تھا۔ ان کا خاندان نیست و نابود کر دیا گیا تھا۔ ان کی بیویوں میں سے دو زندہ تھیں، حادال کہ اس وقت ان کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ وہ بے گھر اور بے وطن تھے۔ ایک نشان کی حیثیت میں ان کی شناخت بھی خطرے میں تھی۔ اب دوسری قید کی نمبر ۸۷۷۱۵ تھے آتش زدہ سہل پہ بیٹھے ہوئے ایک بے امید بے مستقبل جان کی طرح تھے جس کا جہاز تباہ ہو چکا تھا۔ صرف یادیں باقی رہ گئی تھیں۔ دور راکھ کے ماحول میں، طرز کی طرح، وہ وہاں بیٹھے رہے۔ انھوں نے آسمان کی طرف نظر کر کے خدا سے سوال کیا تھا، "آخر کیوں؟" یا کیوں ہوا تھا؟ اور مجھے کیوں زندہ باقی رہ جاتا تھا؟ پیارے خدا، تیرے پنے منتخب چھوٹے فراموشیت کے منہ میں کیوں بڑے گئے تھے تو اس وقت کہل تھا جب انھوں نے بارہوی کے رقبے کو Auschwitz میں درپیکر کیا دیا تھا، یا چھوٹے بچوں کو Auschwitz میں زندہ چلا دیا تھا؟

اس وقت ان کی عمر ستروہویس تھی، اور بھڑا تھا کچھ مرنے کے بعد چار دن زندگی کیسے گزار لی جا سکتی تھی؟ اندوہ تاشدہ تھا، اور زندگی کا تجربہ اتنا تکلیف تھا۔ وہ تھے تو صرف ستروہویس کے مگر فانیوں کے تباہی ہو گئے تھے۔ "تم سب جوڑتے جا رہے ہو، کیوں سب تمہارے نزدیک کچھ نہیں ہے؟ غمزدہ، اور دیکھو، اگر کہیں میرے ٹم جیسا کوئی ٹم ہے بھی۔"

غمزدہ زندہ تھے اور کچھ عمر سے بعد ان پہ واضح ہو گیا تھا کہ اس کے پیچھے کوئی مقصد ہو سکتا ہے۔ مردہ اس کے گاہ تھے۔ یہ فرد جو تباہ ہو گیا تھا کہ کیا سچا ہے، تاکہ مرنے والے وادی کی موت ضائع نہ جائے، تاکہ زندہ رہنے والے سب حاصل کر سکیں۔

مسک یہ تھا کہ وہ تھے کا یونان ممکن نہ تھا۔ کوئی بھی انسان موت کے کیسیوں کی دہشت کو صحیح طریقہ یونان نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا یونان مرنے کی آسانی سے مرنے والوں سے قدرتی ہو سکتا تھا۔ چھری میٹھی اس سے بھی بڑی قدرتی ہوتی۔

وہ وہی بہت تک خاموش رہے۔ پھر یوں ہوا کہ ایک میٹھی کی حیثیت میں ان کی حالات و نسبی دنیا پر نور و نیکل خام یا فوٹو فرانسوا ماریے (Francis Mauriac) سے ہوئی۔ اس حالات نے ان کی خصوصیات کے بند کو توڑ دیا۔ پسے [جتنی کتابیں] Night کے ذریعے اور اس کے بعد، بہت کم عمر سے ہی

میں Dawn، The Accident، The Town Beyond the Wall، The Gates of the Forest

اور ڈراموں Ari Maamin • A Beggar in Jerusalem-Zalmen  
انہوں نے اپنا انکھار کیا۔

ایلی وینیل کی کتابیں اور مطبوعات 'نئی موضوع' پر تھیں۔ حتیٰ کہ 'Holocaust' موجودے ہوئے  
کہتے ہیں: "آپ Auschwitz سے باہر تو گئے تھے۔" Auschwitz آپ کے دوسرے کبھی نہیں نکل سکے  
گا۔ "لیکن، اگرچہ موضوع وہی ہے، اور اگرچہ یہی قصہ بار بار دہرایا جا رہا ہے، مگر اس میں سے ہر بار ایک نیا  
راستہ نکلتا ہے، نئے پہلو نظر آتے ہیں۔ وینیل کی تحریر میں ایک قابل ذکر ترقی نمایاں ہے۔ ہمیں ایک  
انسان میں، جس نے اپنی دیانت، تاریفیت، وراثت اور انسانی شہادت کو روکا تھا، کرنی ہوئی اور اپنی کی صداقت  
نظر آتی ہے۔

شہادت میں برائے دن و رات کی طرح ہوتی ہے۔ "Night" کے آخری صفحے میں وہ اپنے کے سامنے  
کھڑا ہوتا ہے اور اسے ایک چہرہ نظر آتا ہے جو چوپ کی سلیڈ کی ہوتی کھوپڑی کی طرح نظر آتا ہے۔ Dawn  
میں دن طلوع نہیں ہوتا۔ چاندی کتاب رات کی عظمت سے جنگ ہے۔ مسٹر مسلسل اس درد انگیز سوال کا ہے  
"کیا انتہا تک پہنچنے کے بعد جو کچھ ہوتی ہے، یا معنی زندگی اس طرح گزار سکتا ہے؟" یہ جو کچھ فلسفی سمجھ  
سے جب دیکھتا ہے کہ وہیں کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی کی خدمت گزار رہی کرتی ہیں؟ کیا ان اور رات کے  
بعد کوئی راستہ نہیں ہے؟

پھر سے دہرائے [اس کا] جو باب آتا ہے۔ "The Town Beyond the Wall" میں سوئے کے کی  
پہلی طرف متنی ہے، جس میں وہ قیدی، جن میں ایک دیوانہ ہے اور دوسرا گونا، یہاں طریقہ دیانت کر پتے ہیں  
جس میں وہ آپس میں رابطہ کر سکتے ہیں۔ گونا قیدی اپنی خاموشی کو توڑ رہا ہے اور دیوانہ یہ ظاہر کرنے میں  
کامیاب ہو جاتا ہے کہ وہ ایسا دیوانہ بھی نہیں۔ لڑائی یہاں رشتہ، ستوار کر پتے ہیں جس میں دونوں کی نجات  
ہے۔ پسے کی خیانت "The Gate of the Forest" میں "A Beggar in Jerusalem" میں بھی  
ابھرتے ہیں، اور جیسے جیسے کتابیں آگے بڑھتی ہیں، روشنی نیا دھچکا دار ہوتی جاتی ہے۔ ان کی اپنے آپ کو  
بند کر رہا ہے۔ جہز بے فتح یا ب ہو جاتا ہے۔ "Night" کے صفحے کا جو باب اس بنیاد پر نہیں ہے کہ ہو سکتا ہے، سوئے  
مستقبل کے واقعات کے جن میں تھیں وہ دہرائے رہتا ہے۔ یہی ہے جس کو "The Return Song" کا  
نام دیتے ہیں جو Ari Maamin میں ظاہر ہوتا ہے: "میں خدا کے باوجود خدا پر یقین رکھتا ہوں! میں بنی نوع  
انسان کے باوجود بنی نوع انسان پر یقین رکھتا ہوں! میں ماضی کے باوجود مستقبل پر یقین رکھتا ہوں!"

اور مشکل سے حاصل کیے ہوئے اس یقین کے ساتھ دوسرے ارض کے تمام انسانوں کے لیے اپنے پیغام  
کے ساتھ آج ہم سے آگے ہیں۔ یہ وہ پیغام ہے جو نہ صرف ہمارے ضمیر کو پیدا کرتا ہے، ہم میں لانا  
ایک جہتی بھی، تھا کرتا ہے جہاں ہر ایک دوسرے کو، مستقبل کے لیے، شہادت اور عظمت کی باتوں سے  
پے سے اس پار کا ضمیر تعمیر کرتا پاتے ہیں۔

یہ دو مقامی کیفیت جو اپنی "ہینڈ" نے کامیابی سے اپنے پیغام کے ساتھ پیش کی ہے۔ مجھے شبہ ہے کہ کسی خاموش قدر کے ذریعے، کسی فرد نے اتنی کامیابی حاصل کی ہے یا اس کو سچے سچے پہنچا گیا ہے۔ اٹلانٹک کے نیچے، آئرن اور ان کواد کرنے والی آواز بھی دیکھی ہے۔ سنی دیتے والی آواز سن کی آواز ہے۔ عمر اس کی قوت شدید ہے۔ سچ، کہ یہ چھوٹی سی چٹاؤں سمجھنے والی نہیں، بلکہ یہ تو ہمارے مستقبل کے بچان کی ایک شعلہ بار مشعل بن جائے گی۔ سچ، کہ ٹیڈی نمبر A7713 ایک بار پھر انسان بن گیا ہے۔ ایسا انسان جو انسانیت کے لیے وقف ہو گیا ہے۔

اور، ایک بار پھر، تواریت کے پسے باب Lord Jakob ہے [نسطرین کے دیوئے خیوٹ کا منظم جو اب سرگردا کے نام سے موسوم ہے۔] ہم ایک نوجوان یہودی سے ملے ہیں۔ وہ جس نے رتوں کے اندھیرے میں خدا سے بحث کی تھی، وہ جس نے اپنے جی اللہ کو رہا کرنے سے انکار کر دیا تھا جب تک کہ مخالف نے اس کو دعا دی نہیں تھی، وہ جو چھوڑ آیا تھا اس جبراً فاجر کے طوٹ سے پسے، جو اس کے مقدمہ میں کھڑی ہوئی تھی۔ یہی تھا وہ انسان جس کے لیے مرثیہ سے مستقبل کا وعدہ کیا گیا تھا "(اب) تمہارا نام اسرائیل ہوگا؛ اس لیے کہ تم شہزادے کی طرح خدا اور انسانوں کی طاقت میں شریک ہو، جو غائب ہو چکی ہے۔"

اس انسان کے معترف میں، جس کے جذبے نے موت اور بے عزتی کی قوتوں پر فتح پائی تھی، اور ہدی کے غزل صف آر تھیں انقلاب کی امداد کے لیے، مارا دیا گیا توٹل کھنٹی آئی ایٹ ویٹل کوؤٹیل اس کا نام پیش کرتی ہے۔ ہم ہر انسان کے تمام کرداروں افراد کی جانب سے ایسا کرے ہیں۔ ہم یہ قدم ان لوگوں کی یاد میں اٹھا رہے ہیں جو مرچکے ہیں، مگر اس امید کے ساتھ کہ یہ قوم ایک معمولی سی امداد ہوگی، اس کے لیے جو تمام انسانیت کی سب سے بڑی آرزو ہے۔

مارا دیوتا توٹیل کھنٹی کے صدر نشین Egl Aarvik کی دیوتا

## خطبہ:

### امید، مایوسی اور یادداشت

ایک ہمدانی [مسیحی] قبیلے میں کھایا گیا ہے کہ ایک مانی کے، ایک مینیٹا بلیٹا۔ تو اسے، جس کو "بیش" (Beshi) کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا، ایک اشد ضرورتی خطرہ تھا۔ یہ شہزادہ کی تھی؛ مسیح کی آمد میں ٹھٹ کے لیے۔ یہودی قوم کے لیے، تمام انسانیت کے لیے جو بڑی مشکل میں گرفتار تھی۔ اور جن کو بہت ساری کمزوریاں تھیں، ان کو فوراً بچا جانا تھا۔ تاہم، میں نہیں انداز کر کے یہ پیشہ دوزخاوی کی تھی؛ ایک ذرا تھوڑے سے پر اپنے ایک شخص کے لیے کہ اس کے ساتھ جبر و غفلت کی مایوسی کے عالم میں ملزم نے اپنے آقا سے درجنی ست کی کردہ جتنی پر امور طاقت سے دونوں کو تھوڑے بڑے پیچھے رکھے۔ "ماٹسن" پیشہ نے جواب دیا،

"میری طاقت مجھ سے چھین لی گئی ہے۔" تو آپ کوئی دعا کیجیے، مختصر کن دعا کیجیے یا کوئی عجز کیجیے۔"  
 "نہیں" انک نے جواب دیا، "میں سب کچھ بھول گیا ہوں۔" اور پھر دونوں سر جھٹک کر رہ گئے۔  
 پھر چنانچہ آقا اپنے خادم سے مخاطب ہوا "ذرا مجھے دیا یاد کرو۔" کوئی بھی دعا۔" دیکھیے اگر میں  
 کرکے" خادم نے جواب دیا۔ "میں خود بھی سب کچھ بھول چکا ہوں۔" "سب کچھ بالکل سب کچھ؟" "جی  
 ہاں، سوائے۔۔۔" "سوائے کیا؟" "سوائے خوف کے۔" "بھلا یہ سنتے ہی خوفی سے چلا یا" تو پھر تمہیں  
 انکی رکس بات کا ہے؟ تم خوف کی حکومت شروع کرو اور میں تم سے سرتو سرتو دھڑانا جاؤں گا۔" اور بچے  
 دونوں جرد و طنوں نے حکومت شروع کی، پسے سرگئی میں، پھر ذرا اونچی آواز میں "الحک ہے، ہجہ، داس۔۔۔"  
 اور یہ حکومت بار بار ہوتی رہی، بار بار زیادہ قوت سے، زیادہ گرم جوشی سے، حتیٰ کہ بھلا میں اس کی طاقتیں  
 محدود آئیں، اور اس کی بدداشت و حق آگئی۔

مجھے یہ پہلی بہت پسند سے اس لیے کہ یہ مسیح نہ تو قحط کی طرح کرتی ہے، جو میری اپنی ہی ہے بلکہ یہ  
 انسان کی حقیقی عبادت کو اجاگر کرتی ہے جو اپنی قلب مابیت کی عبادت کرتی ہے۔ مجھے یہ اس لیے بھی  
 پسند ہے کہ یہ بدداشت کی بدغنی طاقت کو بھی واضح کرتی ہے۔ بدداشت کے بغیر، راجہ جو با نچو اوتا رک  
 ہو جاتا ہے، قید کی اس کھجری کی طرح جہاں روشنی بھی نہیں آتی پانی ناگسں مقبرے کی طرح، جو زندگی کو مست و  
 کرتا ہے۔ بدداشت نے بھلا کو بھی یا تو "وہ دوسری بدداشت ہی ہے جو انا نیت کو بچائے گی۔ میرے  
 نزدیک امید بغیر بدداشت کے نہیں ہے جیسے بدداشت بغیر کسی امید کے۔

جس طرح آدمی غمخواروں کے بغیر زند نہیں رہ سکتا، وہ امید کے بغیر بھی زند نہیں رہ سکتا۔ اگر خواب ماضی  
 کی یاد دہرتے ہیں تو امید مستقبل کو طلب کرتی ہے۔ کیوں کہ مطلب یہ ہے کہ ہمارا مستقبل ماضی کے مست و  
 کرنے کی بنیاد پر بنے گا؟ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے سوزوں نہیں۔ ماضی کا مقابل مستقبل نہیں بلکہ ماضی  
 کی تحریر موجودگی ہوتا ہے۔ مستقبل کا مقابل ماضی نہیں، بلکہ ماضی کی تحریر موجودگی ہوتا ہے۔

ایک وہ زمانہ جنگ کے بعد۔ مدامتوئی۔ ایک نوجوان نندگی کو وہ دور ہر تہیب دینے کے لیے ہاتھ  
 پاؤں مار رہا ہے۔ اس کی ماں، اس کا باپ، اس کی چھوٹی بہن، سب دھڑا مارتے دے پچے ہیں۔ دو تین تہا  
 سے ہمارا امید کی حدوں پر ماس کے باوجود ہمت نہیں ہاتا ماس کے ہاتھس وہ ہنے کے لیے جنگ کی تلاش میں  
 ہے۔ ایک نئی نئی تیکہ بنائے۔ کچھ دست بھی بناتا ہے جو اس کی کی ہاتھس چھین رکھتے ہیں کہ بھائی کی  
 بددینہ بدائوں کے مذہبے میں، اصل کا کام دیں، موت کی بددینہ کے خوف، اصل کا کام کرے گی۔

اسے یقین ہے کہ سب ٹھیک چلے گا۔ اس لیے کہ وہ یہی عام سے واپس آیا ہے جہاں خدائے، جس کی  
 مخلوقات نے اس سے خدا ارٹی کی ہے، اس لیے اپنا منہ چھپو یہ تو کہ وہ سب کچھ ہوتا دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ مٹی  
 آدمی، تان کا میر، کامیاب ہو گیا تھا، ایک اٹھارہ ریڈش قیر کرنے میں، جو جنت کی طرف نہیں، بلکہ دور آگے  
 جہنم کی طرف لے جاتا ہے، تاکہ وہاں ایک متوازن سیر کی بنائی جائے، ایک نئی "خلیق"، اپنے شہزادوں

اور خدا کی سمیت، قوانین اور اصولوں کے ساتھ، جیڑوں اور قیدیوں سمیت۔ ایک دنیا جہاں ماضی کی پڑاؤ نہیں کی جاتی۔ جو کسی کام کا نہیں رہا۔

ہاں! اسباب سے ماوراء تمام انسانی رشتے منقطع، قیصر کی ٹیڈ کو ایک سماجی اور تہذیبی خدا میں پڑے تھے۔ ”بھول جاؤ“ ان سے کہا گیا تھا، ”بھول جاؤ“ کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ بھول جاؤ کہ تم کون تھے صرف حال ہی تمہارے کام کا ہے۔“ گھر حال آقاؤں چکوں کی ایک بھپک جیسا تھا۔ کھل جات ت اور خود ہی ذبح کرنے والے بھی تھے۔ یہ انہی کا فیصلہ تھا کہ کون زندہ رہے گا اور کس کو مرنے ہوگا۔ کس پر تشدد ہوگا، اور کس کو نئی دنیا جائے گا۔ ایک رات کے بعد دوسری رات، بے شمار آگے بڑھتے ہوئے ڈک آسمان کو روشن کرتے ہوئے شعلوں میں غائب ہوتے گئے۔ کائنات پر خوف کا تجربہ تھا۔ دراصل یہ ایک اور کائنات تھی، انہی رات کے قوانین کی قلب وایت ہو گئی تھی۔ بچے بڑے تھے کی مانند ہو گئے تھے بڑے بچے کی مانند ہو رہے تھے مرد و اور موت، بچہ کے بڑے ہونے سے آئے ہوئے، اچانک بے نام ہو رہے تھے۔ جیڑوں، دہشت پر مبنی اس کے شومے اور ماضی کے گھرے کے حق پر اس خوف ماک اشتہام کے حق دار۔ ان کی فی موٹی جیڑوں کی کسی بھی تھی اس لیے کہ اس میں گزر جانے والوں کی یادوں کی گونج پڑا تھی۔ اس طعن کا سات میں زندہ قاتل مسخ شدہ اور اتنی غیر فطرتی ہو چکی تھی کہ اس میں سے ایک نئی قسم پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں کے دوزخ تڑپتے ہوئے یہ گمان گزرتا تھا کہ شاید ان میں کوئی زندہ بچ گیا ہو۔

اس کے باوجود بعد میں ہم کو حقیقی ماضی نے آگھیرا۔ جی ہاں بعد میں۔ جس ہی ہم اس بار ڈونے عذاب سے جاگے اور ہم نے اس کے معنی کی تلاش شروع کی۔ سو تمام ماضیوں قانون، طب و دینیات، مشاعرہ اور قانونی حیلہ کے، دہشت کے ورگہ کے چاہنے والے کی تھے، جنہوں نے نہایت سنگ دلی سے قات عام کا قلم صاف کیا۔ ”اس عمل میں خود بھی شامل ہو گئے۔ ان کی کا پڑھت کیا ظاہر کر رہی تھی؟ کیا ان کی اخلاقی، تہذیبی و مذہبی یا دہشت کی کوئی مشترک کی جا سکتی ہے؟“ ان سب کا انکار کرنے والوں کی بے بسی اور کیفیت جمود کی حالت کو۔ بوراں کے تھادیوں کی فی موٹی کی۔ ہم کیا بھی سمجھ سکتے ہیں؟ اور سوالوں کا سب سے بڑا سوال! اس وقت خدا کہاں تھا؟ بغیر Auschwitz کے خدا کا تصور اتنا ہی محال تھا جیسے خدا کے بغیر Auschwitz کا۔ اس لیے سب تجویز سے دیکھنا ہوگا کہ سب چیز بدل چکی تھی۔ ایک ہی جھٹکے میں نور انسانی کی کامیابیوں مختہ ہوئی معصوم ہو رہی تھی۔ یہ Auschwitz تہذیب کا، انہی کے کج روی تھا۔ ہم اس اتنا جانتے ہیں کہ Auschwitz نے تہذیب سے ویسا ہی سوا کیا تھا جس طرح کہ Auschwitz سے پسمے مزہ چیز کے بارے میں سب سوچ کیا جاتا تھا۔ سائنسی تجزیہ، سماجی اور معاشی طاقت، قومیت، ماضی کا خوف، مذہبی انتہا پسندی، انہی قصبہ اور جتنی دیوانی۔ یا انہی ان سب نے Auschwitz میں اپنا ظہور کیا تھا۔

اس کے بعد دوسرا سوال یہ ہوتا تھا کہ یہ سب کیوں جاری رکھا جائے؟ اگر ہر رات یہ دہشت ہمیں اسی





یادداشت بکتر ہوئی ہے۔

اس کے باوجود موٹا کر دیا، حتیٰ کہ بھول جانے کی خواہش کا بھی انہیں نیت ہے۔ قہر، دُک اس کو عطا کئے ہوئے سمجھتے تھے۔ اصل، اگر یادداشت نجات میں مدد دیتی ہے تو اس موٹا کر دینے کا عمل مکر و نڈہ رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ ہر کس طرح اپنا دُک مزو گزار سکتے ہیں اگر ہر وقت اپنے اطراف خطرات اور بددھن کے بارے میں فکر کرتے رہیں؟ انہوں نے مس بتاتی ہے کہ فراموش کر دینے کی صلاحیت کے بغیر اپنی سیکھنے سے محذور ہو جاتا ہے۔ جہاں دینے کی صلاحیت کے بغیر اپنی ایک مستقل اور مفقوت موت کے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ خدا اور صرف خدا ہی سب کچھ کیا رکھ سکتا ہے۔

زندہ رہنے کے لیے جو کچھ ضروری ہے اس کو بھول دینے کی ضرورت کے ساتھ ساتھ ہر یادداشت کے بارے میں اپنی سب سے بڑی ذمہ داری کو کس طرح نبھ سکتے ہیں۔ کسی بھی نسل کو اس تنازعے کا، حتیٰ کہ دُک میں سامتا نہیں کرنا پڑتا۔ نئی جانے والے، زندہ لوگوں کو سب کچھ بتا دینا چاہئے۔ قہر و غلو میں کی تنہائی، رات کے ظلم کے بارے میں، ماؤں کو پاگل بنا دیجے، اے انسانوں کے بارے میں اور آتشیں اسلحہ کے نیچے بد بختوں کی دعاؤں کے بارے میں۔

انہیں بچے کو بتا دینا چاہیے تھا، جو اپنی ماں کی گود میں چھپا ہوا، آہستہ آہستہ پوچھ رہا تھا، ”ابا بپا میں رو سکتا ہوں؟“ انہیں اس پر رنج کے بارے میں بتا دینا چاہیے تھا جو بچہ نوروں کے لیے بتاتی گئی کارڈوں میں بند اپنے ساتھیوں کے لیے دعا کر رہا تھا۔ اور اس چھوٹی سی ذمہ داری کے بارے میں بھی، جو اپنی ماں سے چھٹی ہوئی سرگوشی میں کہہ رہی تھی: ”میرا سینہ نہیں، موت سے خوف نہ کھائیے۔ میں تو خوف زدہ نہیں ہوں۔“ صرف سات برس کی تھی، وہ چھوٹی سی بچی جو بغیر کسی خوف کے اور بغیر کسی مدد کے موت کی آغوش میں چلی گئی۔

ہم میں سے ہر ایک سر قہر کو اور سر قہر کو بیان کرنے پر مجبور تھا۔ مرنے والوں کی ہاتھوں میں عواہشیں اور ایسے ہیستس تھیں کہ ہم میں سے ہر ایک گواہی دینے پر مجبور تھا۔ چوں کہ نام نہاد مہذب دنیا کو ان کی زندگیوں کی ضرورت نہ تھی، اس لیے اس دنیا کو ان کی موت سے آزاد ہو جانے دو۔

فقیم موزس شیمون ڈیوولف (Shimon Dubnov) نے یاد کیا تھا۔ موت کے آخری لمحے تک وہ Riga کے یہودی پائے میں اپنے ساتھیوں سے باہر رہتا رہا، ”یہودیوں، یہ سب کچھ بھول گئے“ اس کے کہے پر توجہ کی گئی۔ سات رات یہودی پائے میں، جہاں موت کے کہیں میں بھی وہ بے شمار مقتولین روزانہ اپنے درخت تنہا والے بن گئے۔ حتیٰ کہ Sonderkommandos بھی (وہ قاتلانہ یہودی جو اس وقت تک موت کی بھینس میں رہیں نالائے اور ان کی ماکھ بٹانے کے لیے، مود ہوتے تھے جب تک کہ دشمنان کے مرنے کا وقت نہیں آجاتا تھا۔ یہے لوگ اس۔ نئی میں ان فرنگس کو قہر کہتے تھے کہ شاید اس طرح وہ اپنے کسی دوست یا

عزیز کو بچا نہیں گئے، ان کو جب تک زندہ رہے گا، اسے ہائیڈروجن بم سے بھری ہوئی سیڑھی پر لٹا کر  
 ساقیوں کو بھینس میں جڑانے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ یہ سب کچھ ہائیڈروجن بم سے بھری ہوئی سیڑھی پر لٹا کر  
 کیفیت میں کیا تھا۔ وہ ہر گز ایسے نہیں، خصوصاً، رہنا چاہتا تھا کہ وہ اس کے گھر سے چھوڑ گئے تھے جن میں  
 سے کچھ سے پوری دنیا واقف ہے، جو ابھی تک شائع نہیں ہو سکتے تھے۔

جنگ کے کئی قریب کے بعد میں نے سوچا کہ Treblinka میں ایک رات کے قتل عام میں قتل ہو گیا تھا۔  
 سے پیدا ہونے والے غصے کا تذکرہ کافی ہو گا! اور اس کے بیان کے لیے، شائیت کو بچانے کے لیے اور  
 تشدد کرنے والے تشدد و تشدد سے باز رکھنے کے لیے من سب اس طرح اور اس کا وقت کا چھٹا کافی ہو گا۔ میں نے  
 سوچا کہ دینی کے تمام بچوں کو آئندہ کے لیے بچوں اور خوف سے باز رکھنے کی خاطر Theresienstadt کے  
 یہودی پارک کے ایک کچھن میں رکھی ہوئی تھی۔ اس کا بیان کافی ہو گا۔ آئندہ دور میں کے لیے ساری حقوق کی  
 یہاں کو دیکھنے کی خاطر موت کے ایک کیمپ میں "انتخاب" کے عمل کا بیان کافی ہو گا۔

میں نے سوچا کہ غربت کی ان غلطیوں میں کافی ہو گا جو یہودی قوم کے عربوں پر ہر طرف سے  
 مارا جاتا تھا، تاکہ ایک بری ترقی سے صرف اس بنا پر غربت کا تذکرہ ہو جائے کہ وہ "مختلف" ہے، سیاہ  
 نام ہے یا ملیہ قوم، یہودی ہے یا عرب ہے، یہودی ہے یا مسلمان ہے۔ کوئی بھی ہر سیاہی، فلسفہ اور نفسی  
 اعتبار سے جس کی سمت مختلف ہو۔ یہ سارہ کوئی ہے جس میں ہر شے ہے تو مگر کسی خصوصیت کے بغیر نہیں۔  
 میں نے بہت خوشی کی ہے۔ مگر یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ سب سے پہلے تو زبان کی وجہ سے انہوں نے  
 ہمیں "یوتھ کیو" ہے۔ ہمیں ایک نئی نعت ایسا کرنا پڑی ہوئی، اس لیے کہ ہمارے لہجہ کا کافی حصہ اس لیے ان  
 میں لہجہ کی مرئی مایہ نگی۔

اور پھر ہمارے اطراف کے لوگوں نے سننے سے انکار کر دیا اور جنہوں نے سنا انہیں نے یقین کرنے  
 سے انکار کیا، اور جنہوں نے یقین کیا، وہ اپنی طرح سمجھ بھی نہیں سکے۔ جی ہاں! وہ سمجھ ہی نہیں سکے۔ کوئی بھی  
 سمجھ نہیں سکا۔ دراصل، کیمپوں کا تجربہ [سننے والوں کو] فہم سے مالا مال کرنا ہے۔  
 تو کم از کم کام ہو گئے تھے؟ میں کچھ سوچتا ہوں کہ ہم واقعی کامیاب ہو گئے تھے۔

۱۹۴۵ میں کوئی ہم سے تھا کہ ہمارے عرصہ حیات میں تقریباً نو عظیم ہندو ہندو کی بنیاد پر جنگ  
 ہوئی، ایک بار پھر ہمارے بچے بھوک سے مر جائیں گے تو ہم بھی یقین نہیں کرتے۔ یہ پھر نفسی تعصب اور  
 شہادت پسندی ایک بار پھر برائے ہوئی تو ہمیں اس پر بھی یقین نہ آتا۔ نہ ہی ہمیں اس بات پر یقین آتا کہ  
 ایسی کوشش بھی ہو سکتی جو دنیا جیسے انسان کو اس لیے آزادی سے محروم کرنے دیں گی کہ وہ اختلاف  
 کرتے ہیں۔ صحت مندانہ ہے۔ وہ دنیا میں سے ہوا میں اور باہر میں باہر کی کوشش اس سے بھی آگے بڑھ

جاتی ہیں۔ تمدن اور ایذا رسانی کا نتائج بنانے میں خدشہ کہنے والوں کو دیہاتوں کو سائنس دانوں کو اور دانشوروں کو یادداشت کی اس گھست کی تشریح بھلا کیسے ہو؟

ان میں سے کسی کو بھی تشریح کیسے ہی جائے؛ نسلی امتیاز کی مایا بزرگست اندازنی، جو بے تحریف اب بھی جاری ہے۔ نسلی تعصب بھیا تک ہے، مگر جب یہ قانونی ہونے کو پہنچ ہونے کا یہ نہ کارڈ کرے، جب نیشنل میٹریڈا جیسے آئی کو تیار کر دیا جائے تو یہ اور بھی زیادہ ناگوار ہو جاتا ہے۔ نسلی امتیاز کا ماسیحت سے تقاضا کیے بغیر، وہ اس کے "آخری فیصلے" پر۔ جو ہر قسم کے تقاضا کو جھٹلاتا ہے۔ ہم دونوں نئے ممالک کو، ان کی قومی کردہ قانونیت کے دیہاتوں کی کسی کیسپ میں رکھے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور بھیا تک دہشت گردی کے ان میں برعکس کیا جائے، استبداد کے یہودی مہات فائے میں ٹھون سرور کر دینے کو۔ تقابلاً، ماسیحت کی سرکون پر حقانہ اموات۔ تمام مہذب قوموں کو دہشت گردی کو غیر قانونی کر دینا چاہیے۔ بد تشریح و جواز، اس کو مانی کے لیے جھٹ کی جاتی چاہیے۔ کوئی بھی جو نہیں اس کا، اور مقصود اور بے مایا بھیا کے تقابلاً عام کا کوئی بھی مہذب قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ Andrei Sakharov, Vladimir and Masha Slepak, Ida Nudel, Josef Begun, Victor Brailowski, Zakhar Zonshem, مشہور یا غیر مشہور لوگوں پر ملک چھوڑنے کی طمانہ پابندیاں قبول نہیں کی جاسکتیں۔ اور امریکائی بھی تو ہے، جسے وہ امریکائی کی جیوا، ملٹی اور رئیس میں کی خود مختاری کے بعد بھی ممنوعیت نہیں۔ میری شواہش ہوئی کہ یہ دیکھ، جو میرے اپنے ہیں تمام عرب ممالک سے رشتے استوار کرنے میں کامیاب ہوں، جیسا کہ ماضی نے کیا ہے۔ ہمیں ان ممالک کو سیدھا کرنے کے لیے ایسا کرنا چاہیے جو اقتدار میں ہیں۔

ہوں ایک بار یہ صحیح دوست کی طرف واپس آتے ہیں۔ بچے دوکان کے دھوکے کو یاد رکھنا چاہیے، اور اسی طرح ہمیں، انقباض، کہولیا کے دھوکے کو، کشی و احلی، Mesquite، ٹڈین لوگوں کو اور ارجنٹائن کے گم ہونے والوں (desaparecidos) کو بھی خبرست ہوئی ہے۔ نہیں بھینا چاہیے۔

آئیے ہم Job [نجل کا ایک کردار] کو بھی یاد کریں جس کا سب کچھ ٹھوٹا تھا۔ اس کے بچے، اس کے دوست، اس کا مال اسباب حتیٰ کہ خدا سے اس کے ورگ بھی، اس کے باوجود بھی اس نے ہمت کی اپنے آپ کو دوبارہ سمیٹنے کو، اپنی زندگی بنانے کی۔ Job نے طے کر لیا تھا کہ خدا کے عطا کیے ہوئے حقیقت کے عمل سے اس نے نہیں توڑے گا خدا کو کتنا ہی صیب جاری کرے گا۔

Job، ہر راجہ۔ Job جو ہر راجہ عصر بھی ہے اس کی اہل پوری انسانیت سے متعلق ہے۔ یہ اس نے کبھی اپنا عقیدہ ترک کیا تھا؟ مگر ایسا ہے بھی تو، اس کو اپنی سرکشی [کے دور کی] میں باز رہ کر پڑا تھا۔ اس نے دکھایا تھا کہ عقیدہ سرکشی کے لیے ضروری ہوتا ہے، اور یہ بھی کہ مایوسی سے پہلے ہی امید ممکن ہوتی

ہے ماسی کو امید کا منبع اس کی یادداشت تھی، جس طرح ہم سے لیے بھی ہوئی چاہیے۔ چل کر ہم یاد رکھتے  
 تھے اس لیے ہی مایوس ہوتے تھے۔ چوب کر ہم یاد رکھتے ہیں اس لیے ہم مایوسی کو مسترد کرنے کا حق رکھتے  
 تھے۔ میں قاتلوں کو یاد رکھتا ہوں، میں قتل ہونے والوں کو یاد رکھتا ہوں، ایسے وقت میں بھی جب میں امید کے  
 لیے ایک بڑا ایک وجوہ ایجاد کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہوتا ہوں۔

ایسا وقت بھی ہوا تھا جب ہم مائیکروفونی کو روکنے میں بے بس ہوتے تھے، مگر ایسا وقت بھی نہیں ہوا  
 چاہے جب ہم احتجاج کرنے میں ناکام ہوں یا سواری ہے کہ ایک واحد انسان کو بچا کر اپنی دنیا کو بچا سکتا  
 ہے۔ مگر تمام قیدی نے سوال دیتے اور سر سے قیدیوں کو آواز دہرنے میں بے بس ہوں گے، مگر ایک قیدی سے  
 اپنی ایک جہتی کا مدافعت کر کے تمام جیموں کو مزید منہمک کر سکتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی جنگ کو ختم کرنے کی  
 حیثیت میں نہیں ہوتا، مگر ہم مافروض سے کریم اس پر بحث بھیجیں اور اس کی تمام تر غول مائی کو واضح کریں۔  
 جنگ فائنل نہیں، صرف ٹھٹھے اور شکار چھوڑ جاتی ہے۔ میں نے وضاحت کے قصے سے شرذات کی تھی۔ اور  
 وضاحت کی طرح، اپنی ٹوٹا انسان کو پسے سے بھی زیادہ زیادہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ انسانیت کو پورے کردہ رخص  
 کے لیے امن کی پسے سے زیادہ ضرورت ہے، جو برائی جنموں کے ذریعے جسے مکمل تباہی کے خطرے کا سامنا  
 ہے۔ یہی تباہی جسے صرف انسان شرارت کر سکتا ہے، انسان ہی اس کو روک بھی سکتا ہے۔ اپنی ٹوٹا انسان کو یاد  
 رکھنا چاہیے کہ حقوق کے لیے امن خدا کا حق نہیں، ایک دوسرے کے لیے ہمارا اپنا حق ہے۔



## ڈیسمنڈ ٹوٹو

### اعلانِ سبیل

جلالت آباد، عزت آباد، عثمانیہ و حضرات!

اس برس کے نوبل امن نوبل پمکس کے ذریعے اردو کی نوبل امن ایک شخصیت کی جانب توجہ مبذول کرنا چاہتی ہے جو جنوبی افریقہ کے نسلی امتیاز کے مسئلے کو پُر امن طریقوں سے حل کرنے کی تحریک کے ہم رہنما ہیں۔ اس وقت جو صورت حال ان میں نسلی طعن بھی ایک پُر امن حل مانگ رہی ہے، اس قدر بے رحم جبر ہے کہ ایک پُر امن و اقرب ایک سمجھ میں آئے۔ وہ رومل ہو سکتا ہے۔ ایک جنوبی افریقی باشندے کے لیے "رہا کے میرے ملک، ر" کا غریب کھانا اس وقت جتنا مناسب ہے، پسے بھی نہ تھا۔

ایسے حالات میں یہ بات اور بھی قابلِ غور ہو گئی ہے کہ بنی نوٹ انسان آزادی کے لیے ایک پُر امن طریقہ اختیار کرنے کے قابل ہے۔

نوبل امن کی روئے یہ ہے کہ اس عمل میں جس سے جنوبی افریقہ کی آزادی ضروری ہے، پورے برطانوی افریقہ کے لیے اور پوری دنیا کے امن کے لیے ہر ممکن نتائج پیدا ہوں گے۔ یہ ایک رائے ہے، جو اقوام متحدہ کی بہت سی تجویز میں بھی پیش کی گئی ہے۔ سیکورٹی کاؤنسل کی حالیہ قرارداد میں اس کو توجہ کے سینے میں منظور کی گئی ہے۔ جنوبی افریقہ میں نسلی تعصب کو امن کے لیے خطرہ اور جنوبی انسان کی حقوق کی خلاف ورزی کے مترادف سمجھا جاتا ہے تو کچھ غلط نہیں۔

فوش قسمتی سے ایک پُر امن مبادلہ موجود ہے۔ ایک وسیع محاذ پر جذبہ ہے اور دہشت کے انتہیوں کے ساتھ تحریک عمل رہی ہے۔ ایک تحریک سچی کی، آزادی اور تھال کی۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ سبیل مبادلہ ہے جس کو کامیاب ہوا چاہیے جنوبی افریقہ کے ہشپ ڈیسمنڈ ٹوٹو کو اس برس کے امن نعام کے

لیے منتخب کیا گیا ہے۔

اس تحریک میں انھوں نے جتنے حصہ لیا ہے، اور اب بھی لے رہے ہیں، وہ مستقبل کے امید کی علامت ہے، ملک کی سلیڈ فام، ملکیت کے لیے بھی اور سپر فام اکثریت کے لیے بھی۔ لیسمنڈ ٹو ٹولارعات کے سرف ایک ہی طریقہ عمل کے اشارت ہے، وہی جو صندپ قوموں کے شان و پشان ہے۔

آٹ سے 23 میں قبل، ایک جنوبی افریقی کوانٹل انوم دیو کیا تھا اس موقع پر سیرٹ ٹوٹوں تھے افریقی نیشنل کانگریس کے صدر تھیں، جن کو انوم پچس کیا گیا تھا۔ کہانی کی یہ فوٹو ہے کہ اس میں کے انعام کو تھپہ کے محور پر دیکھا جائے اختلاف بہت دور سے نہ تھا جس کا جس سے سید فام افریقیوں نے نسل تعصب کے نغمہ کے خلاف پرامن جدوجہد کی ہے۔ یہ اختلاف ان لوگوں کے لیے بھی ہے، جو تمام دنیا میں، نسل پرستی اور انسانی حقوق کی تحریک کے شان و پشان کے شہرے ہوئے ہیں۔

ہر قسم سے سرف جنوبی افریقی میں انسانی حقوق کی پامانی نہیں ہو رہی ہے۔ ایک اور سرف انوم دیو، ایملی برنیشٹل، نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ دنیو کے 117 ملک میں بھی جیسی توجہ ہو رہی ہے، اور یہ بھی کہ 60 ملکوں میں ضمیر کے فیصلے خطاب کے شکار ہوئے ہیں۔ کثرت سے وحشیانہ طاقت کے استعمال نے ہمارے دور کے چہرے کو مسخ کر دیے ہیں۔ اگر دیکھنا چاہیں تو ہم مین کا چہرہ بھی دیکھ سکتے ہیں مواد ہمیں اس کی حد تک میں مغنا کے سلاٹوں کو رنڈوں میں کے پار کی سیوں نہ چھاننا پڑے۔ ان سب کے باوجود ان امیدیں ابھرتی رہتی ہیں، اور ہم موقع پر ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح انسانیت کا ہند پ نرت کی طاقت کے زبر نہیں آئے سے انکار کر دیتا ہے۔

کچھ دن قبل نیکی وٹن کے طفیل ہم کو اس میں کے خورم پنے والے جو ہنبرگ کے حور میں نظر آئے تھے سید فام آبادی کا تقاب عام ہوا تھا۔ کمرے کی آکھ تباہ شدہ یکاات، انسانوں کے جسم کے ٹکڑے اور بچوں کے تپے ہوئے تھوٹے ہڈی تھی۔ بے شمار لوگ، مارے گئے تھے موت سے ہم انگوٹھی کے فریب زخمی مورتش اور بچے تھے مگر جب پولیس نے قیدیوں کو جلی گاڑی میں بھر کر لے جا چکا تو یہ سمونڈ ٹو ٹو کھڑے ہوئے اور انھوں نے خوف زدہ ہو کر گڑے ہوئے افراد کے جنازے سے خطاب کیا۔ "نشرت نہ کیجیے" انھوں نے کہا "آزادی کے لیے ہمیں مین کا راستہ اختیار کرنا ہو گا۔"

اسی قسم کی قسمیں اور انصاف کے ساتھ محال ممکن کوڈیل انوم پچس کر رہے ہیں۔

آزادی کی جدوجہد میں لیسمنڈ ٹو ٹو قی مطابقت کو اس وقت ایک خاص ملبہ مل رہا ہے جب 1978 میں انھیں راجو تھو فریکین کاؤنسل آف جہیز کا پرد سید فام سیکرٹری منتخب کیا گیا تھا۔ یہ کاؤنسل آف جہیز جنوبی افریقہ کے کھیساکے نامعلوم اور وولڈ کاؤنسل آف جہیز توڈوں کا مشترکہ فورم ہے۔ اس میں ملک کے سارے اہم غیر ملکی ہوتے ہیں۔ سوئے Boer کھیر کے جو نسی امتیاز کے مسئلے پر اختلاف کے نتیجے میں اس ادارے سے کنارہ کش ہو گیا تھا۔ کیتھولک کھیر اس کو جوڑ کا ایک نام نہاد رکن ہے، مگر وہ کاؤنسل کا سب

سے حالت ورد نگار ہے۔

جنوبی افریقا کے تمام باشندوں کا 75 فی صد حصہ کھنسا کا رکن ہے، اس طرح واقعی یہ ایک نازک و دارو ہے۔ چند ہی اور رے ہیں جو سپر فام آبادی کی تعداد میں کمی کر سکتے ہیں۔

کانٹنل کے ایک سربراہ آوندہ ورتھرک رہنما کے طور پر چیمینڈ ٹوٹو نے "ایک جمہوری ورمضغانہ سویرائی جس میں نسلی بنیاد پر تفریق نہ ہو" کے اصول کو پناہ دے کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مطالبہ ہے، "سب کے لیے مساوی سماجی حقوق، Pass Laws کی منسوخ، تعلیم کا ایک مشترک نظام اور سپر فام افراد کی جنوبی افریقا سے نام نہاد وطن کی سر زمینوں پر جبری حکمرانی کا انسداد"

ان مقاصد وراپنی عملی کارکردگی دونوں کے باعث South African Council of Churches نے گنجائش سے زیادہ کام کیا ہے۔ اس طرح یہ کانٹنل انسانی حقوق کی تحریک میں ایک ذمہ دار رہنے کی صورت اختیار کر گئی ہے اور آزادی کی جدوجہد اور نسلی تعصب کے شکار زدہ افراد کے مسائل کی مرکزی قوت بن کر ابھرنے لگی ہے۔ مذاہلہ نہ باوجود کہ سرسبز ہے۔ جب انکس انسان ملک بدر کیے جا رہے ہوں تو یہ کیفیت جوتی ہوئی سان کے مسموم رکھ دے جاتے ہیں۔ ان کی ذاتی طبیعت ان سے چھین لی جاتی ہے۔ ان کی قوموں کو جو جاتی ہیں، دوران و جسمانی طور پر ان کی کھمبہ میدانوں میں صرف ایک ٹیپے ورا ایک ورنی جو ر کے ساتھ پیٹک دیا جاتا ہے جس پر ان کو زندہ رہنا ہوتا ہے۔ اس طرح تین۔ کوئی اولک بدر کیے جاتے ہیں جب کہ لاکھوں اہل باری کے خنکر ہیں۔

اگر ہم ایک لمحے کے لیے ذاتی اہانت سے ختم پوچھ کر بھی جیتے ہیں تب بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سننے وارت میں ان لوگوں کی جگہ کے لیے کون مدد کو آئے گا؟ کون کونساں فراہم کرے گا، پانی پہنچائے گا، بیماریوں کو دوا دے گا اور بچوں کی تعلیم کا انتظام کون کرے گا؟

ظاہر ہے کہ اس نظام میں سیاسی قید کی بھی ہوں گے۔ ان کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ ایک آزاد انسان ورا انسانی حقوق کے طلب گار ہوں گے۔ وہ تو قید میں ہیں، تو ان کے اہل خاندان کی امداد کون کرے گا؟

وہاں ایک نام نہاد "مجموعہ کارکن" کا بھی مسئلہ ہے۔ اس نظام میں ما کافی مشاہدے پر کام کرنے والے افراد کو اپنے اہل خاندان سے دور رہ کر زندگی گزارنی ہوتی ہے۔ اس پر مستزاد شوہر و زنا۔ Pass Laws ہیں جو سپر فام افراد کو اجتماعی قید میں رکھ کر رہنے کی ملک میں ان کو غیر ملکی بنا دیتے ہیں۔ جو بوقت بھی قانون شکنی کرتا ہے وہ دہائی گرفتاری و رقی ذاتی مدد کے بغیر غیر معینہ مدت کی قید کا خطرہ مولی جاتا ہے۔

یہ تصور کچھ مشکل نہیں کہ یہ نظام کے نتیجے میں، بہت ساری سماجی، طبی اور قانونی مشکلات آتی ہیں جن کے لیے South African Council of Churches سے امداد فراموشی جاتی ہے۔ یہ جان کر خوشی ہوتی ہے کہ کانٹنل کا ذمہ فی مدد جتنے مغربی دنیا کے کھنساؤں سے چند کے کی صورت میں آتا ہے، جب کہ ہمیں یہ جان کر شوش پیدا ہو گئی ہے کہ ایسے قوانین بنائے جا رہے ہیں جن کی ذمہ داری کانٹنل کو اپنے سر ہائے



کے استعمال کے حق سے محروم کر دیا جائے گا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، ایسی تعصب صرف جنوبی افریقہ ہی تک محدود نہیں۔ دوسری عالمی جنگ سے قبل اس قسم کے قوانین لیبیا، مصر، الجزائر اور عمان کے بارے میں خاص طور پر مقرر نہیں تھے۔ برطانیہ 1945 کے "فرمانِ وقیو ذی" اور "انڈین انسٹی ٹیوٹ" سے، جن میں نئے خیالات پیش کیے گئے تھے، حالات قائم تبدیل ہو گئے تھے۔

جنگ کے دوران میں بات کے آغاز پہلا ہو ہے جسے ریٹائرڈ جنوبی افریقہ میں زیادہ دودیا دل کی پابندی بنے گی۔ شہرِ بابل فرما دیں وقیو ذی میں پیش کیے گئے خیالات کا زیادہ اثر نہیں ہوا، اور جب نیشنلسٹ پارٹی کو 1948 میں کھو بی ہوئی تو حارث اور زیادہ اثر اب ہو گئے تھے۔ وہ زمانہ تھا جب نئی برتری کے قوانین بنائے اور نافذ کیے گئے، اور اقدام جس، 1948 سے قبل کے رجحانات کے خلاف ایسے تھے، یہاں تک پہنچ چکا تھا۔ تاریخ کبھی مخصوص نوعیت کی تہذیبوں سے میراث نہیں ہو سکتی۔ وہی شخص جو نئی برتری کے قوانین کے نافذ کا سب سے زیادہ ذمہ دار تھا، جنی نیشنلسٹ پارٹی کا لیڈر، ڈاکٹر ڈانیئل مان (Daniel Malan)، نے صرف کھینچی تھا، "بکلیت" دیکھنا چاہی، "کا مقررہ" ہوا پادری بھی تھا۔ اور اب ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ نئی برتری کا سب سے حریف بھی ایک کھینچی ہے، بعد ایشپ ہے۔ اس طرح تاریخ پہلی تصدیق کی پہنچ سکتی ہے۔

تاریخ کی تہذیبوں کی پیدائش کچھ اس سے بھی زیادہ دوسری نئی برتری کی ہی تھی۔ اس کے بعد سے ایسٹرن ڈوڈ اس عہد کے کھینچی بن گئے تھے جس پر وہ آج موجود ہیں۔ ان کی قوانین عوامی تھی کہ وہ ڈاکٹر ایشپ، نگران کے والدین کی مافی حاکمات کے باعث یہ ممکن نہیں تھا۔ لہذا انہوں نے، اپنے والد کی طرح، معلم بننے کی کوشش کی۔ 1957 میں حکومت نے "Bantu Education" نافذ کر دیا، جو کئی معنوں میں یہ وہ مقام آبادی کے لیے تعلیم کا انحصار تھا۔ جب ڈوڈ نے خود کو تعلیم سے دور ہوتا ہوا محسوس کیا تو پادری بننے کے لیے پوری شہرت کر دی۔ انہوں نے امتحان کے لیے کمر لیا۔ انہوں نے علی تصورات کے زیر اثر نہیں اٹھایا تھا، "میں میرے دل میں آگیا تھا کہ اگر میں کھیر کا حصہ بن جاؤں تو پادری کا پیشہ بھی ایک راستہ ہوگا کہ اپنے مقام کی خدمت کرنے کا۔"

جی ہاں! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کھیر ان کو لینے پر راضی تھا۔

خاموشی کے بعد، ایسٹرن ڈوڈ اپنے تصورات کے بغیر نہیں تھے۔ وہ بہت سے دوسرے افراد کی طرح اپنے آدرش ان کے اپنے خاندان سے ملے تھے۔ بچپن میں West Rand کے علاقے Kierksdorp میں انہیں برداشت اور بردہ کی کاشت دیا گیا تھا۔ انہوں نے خود کہا ہے، "میں نے غارت گری نہیں سیکھی تھی۔" ان کی شخصیت کی نشوونما میں ان کے والدین کے آدرش صاف جھلکتے ہیں۔

ڈوڈ بارہوی کے تھے جب ان کا خاندان جوہانسبرگ منتقل ہو گیا تھا، جہاں ان کے والد اسکول میں

پڑھاتے تھے اور والدہ ماجدہ بیٹا اور اس کے سہول میں مصروف رہنا چاہتے تھے۔ ماموں تھیں۔ میں انھیں نے کم زور  
 ۱۰ کم حیثیت والوں کے ساتھ جھڑپ کرنا سیکھا تھا۔ درحقیقت ان کی طرقات اس شخص سے جونی شاہ جس نے  
 ان کی زندگی کے ابتدائی دور پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ملید فام پور کی ٹریور ہڈلسٹون (Trevor  
 Huddleston) جو اس ماموں کے صوفی ماموں کے کھیسائے پور کی تھے۔ ٹوٹو کہتے ہیں کہ ایک دن اپنی  
 ماں کے ساتھ جٹی میں کھڑے تھے کہ میں نے ایک ملید فام انسان کو پور کی کے ہاں میں سامنے سے  
 گزرتے دیکھا۔ جس کی وہ ہمارے سامنے سے گزرا، اس نے میری ماں کی عمر کے لیے اپنے بیٹ کو اوپر  
 اٹھا کر اپنے سر کو ڈراس کر لیا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایک ملید فام آدمی اور ایک کم  
 تر درجے کی سیاہ فام عورت کو اس طرح ملا کر لے۔ اس دن کے بعد سے جب بھی ان سے پوچھا جاتا کہ وہ  
 "ملید فام آدمی" سے نفرت کیوں نہیں کرتے تو وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ "ملید فام آدمی" کے سامنے میں وہ جو جوانی  
 سے ہی خوش قسمت رہے ہیں۔

مگر حیرت انگیز بات یہ تھی کہ انھیں سیکھا، ماموں کے خلاف ان سے زیادہ نفرت کرنا  
 ہے۔ ملک کے ادیب اختیار سے یہ بہت دور دوری کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں۔ جٹی جان کو اس  
 خطرات کے بارے میں وہ منظم ہے کے جیو میں سب سے آگے ہوتے ہیں۔ ان کے واضح نقطہ نگاہ اور دور  
 انداز کار نے ان کے کام کو اچھی کن آرزو کی تحریکوں کے اتحاد کی خدمت بنا دیا ہے۔

یہ سمجھنا کہ لوگوں نے ثابت کر دیا ہے کہ من کے لیے چھٹی جانے والی تحریک غامضی سے قیادت کی نہیں،  
 ضمیر کو ابھارنے اور ایک نوجوان کے پیش کی جانب ہوتی ہے، تاکہ مادیوں میں استحکام پیدا ہو اور ان کی جذبات  
 میں روت چھوٹی جائے تاکہ تحریک کو اپنی قدر و قیمت اور کامیابی کی طاقت کا اندازہ ہو۔ لہذا آج ہم امن کے  
 اس سفر کے کی خاطر ایک مثبت "ہاں" کہتے ہیں۔

اداکارہ یو ایلمن (Luv Ullmann) نے ہمیں ایک قیمتی نذر کے کا قصہ سنایا، جس سے پوچھا گیا تھا کہ وہ  
 انتقام پر یقین رکھتا ہے یا نہیں۔ اس نے جواب میں کہا تھا کہ وہ انتقام پر یقین رکھتا ہے۔ جب اس سے  
 پوچھا گیا کہ انتقام کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ "تو اس کے جواب میں کہا تھا کہ "ایک بڑے انسان کو اچھا  
 انسان بنانا انتقام کے مترادف ہے۔"

اس قسم کے خیالات جہاں کے خلاف ان کی جذبے کے پختے کام کرتے ہیں۔ یہ خیالات کے  
 ہاں لوگ ہی حقیقی من نہ بھی ہوتے ہیں۔ جو نہ صرف مقدس ہوتے ہیں، بلکہ وہی اس زمین  
 کے ور جونی فریقہ کی زمین کے بھی مالک ہیں گے۔ 23 مین رنگ دار لوگ کم زمین کی وراثت کے  
 حق دار ہیں گے، جس طرح کہ 4.5 ملین فام لوگ ہیں۔

یہ سوال اٹھا دیا گیا ہے کہ یہ سمجھنا کہ امن کا خیال بنانا کیا جونی فریقہ کے نسلی امتیاز کے خاتم کے  
 بارے میں فیصلہ صادر کرنے کے مترادف تو نہیں سمجھا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس نظام نے خود اپنے

بارے میں فیصلہ نہ کیا ہے۔ نسلی تعصب یعنی نسل انسان کے لیے باعث شرم و خجرت کے خلیہ کے سوا کچھ کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا۔ نسلی تعصب کا استدلال اور اس کا ایک سیاسی نظام کے طور پر دفاع انسانی تہذیب سے بہت زیادہ میل نہیں کھاتا۔ اس لیے اس بات کا اسن انی مضمیروں کو جاننے کی کوشش ہے۔ یہ فہم نظر ہے، اور ہونا بھی چاہیے کہ مراعات یافتہ نسلوں کے ذریعے ہتی صورت حال کو برقرار رکھتے ہیں کہ ہمارے مستقبل میں ایسی چیزوں کی گنجائش ہوگی، بالکل بھولتے ہیں، اور کسی کو بھی اس پر یقین کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

اپنی کتاب Roots میں سید فام مصنف ایکس ہلی (Alex Haley) اپنے افریقی جد، نیکرو نکوہ کھلی کھلی (Kunta Kinte) کا تذکرہ کرتا ہے، جو اپنے سفید فام آقا کا کوچہ بن گیا تھا اس کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی تھی کہ وہ اپنے آقا کو اپنے ذریعہ فارم میں منتقل ہونے والی پیش وشرکت کی کمپنوں میں لے جاتا تھا۔ ایک شام جب وہ فارم کے باہر بیٹھ ہوا اتفاقاً وہاں کا شکار کر رہا تھا اس نے اپنے تجربات کا فلسفہ تجزیہ شروع کیا۔ مصنف کے منہ میں اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سفید فام لوگ جس مافوق الفطرت میں زندگی بسر کرتے ہیں، کیا واقعی ایسا ممکن ہو سکتا ہے! بہت دنوں، اور بہت سے لکھ پڑھوں کے بعد سے اس بات کا احساس ہوا شروع ہوا کہ سفید فام لوگوں کا وجود اور زندگی میں غیر معمولی طور پر مہذبیت، خوب صورت خیالات جیسے بھولتے پر مبنی، جو وہ اپنے آپ سے دے سکتے تھے کہ برائی سے بھلائی پیدا ہو سکتی ہے اور جن غریبوں کے خیمے پسینے سے اس کی آسائش ممکن ہو سکتی ہیں ان کی کائنات بکھنے سے انکار کرنے کے باوجود بھی کیا ایک مہذب معاشرہ ممکن ہو سکتا ہے؟

میں نے بالکل صحیح تھا جسے یہ آبادی کی غلامی امریکی تمدن سے ایسی طریتاً موقوف تھی، جیسے جنوبی افریقا میں نسلی امتیاز۔

۲۲۵ میں نے کسی مثال میں تمہارے ہتی ہیں کہ مراعات یافتہ نسلوں کا رونا ہونا پر مجبوروں کے حق میں ہتی مراعات سے مسترد رہے ہوں۔ جنوبی افریقا میں بھی ایسا ہونے کا عملی امکان نہیں۔ ہر بھی وہاں بغیر محول رہائی کے تھارے کے عمل کے امکانات ابھی موجود ہیں جیسے ہی عمل کے لیے پیمائش ڈاؤن لوڈ سے ہیں۔ اس لیے ابھی کن کے امکانات کی چٹائی میں ایک فیصلہ نہیں، ایک مبارزت ہے، آگے بڑھاؤ ہوا ایک ہاتھ ہے ایسی طریت جیسے کہ پیمائش ڈاؤن لوڈ کا تو مسافرت دور گھر کے لیے آگے بڑھا ہوا ہے۔ لیکن اس کے کمر بستہ کے عام محنتیہ کا وقت ختم ہو جائے، کاش قابل اقلیت کی ایک مساحت کو بچپن سے اور موقع سے فائدہ اٹھالے۔

میں سمجھا جائے گا کہ پیمائش ڈاؤن لوڈ سفید فام شخص کے ہاتھوں انعام کا دیا جاتا کئی محنتوں میں ایک سٹف اور نہ تجربہ ہے جیسے موقع پر حیوانات کو اس بات کی اجازت نہ دینا کہ ایک سفید فام انسان اپنے رنگ دار رشتے کے جانی کے خلاف کسی چیز کا مرکب ہوا ہے، ممکن نہیں ہوگا۔ احساسات کی اس فہرست کے بارے میں سوچتے ہیں جو ان پتہ کے زعموں، آئینوں اور محنت سے کہیں نہیں ہے، افسوس کے ساتھ حاصل نہیں ہوگا اس وقت اور استحصال کے بارے میں بھی سوچیں، غلاموں کی پکٹی قیاس سے صدیوں کے ذالان کی احتمالات،

جوں برا عقلم کے لوگوں نے ہدایت کیے ہیں۔ اس قسم کے دن بہ دن یادیں روز آئینہ ہو جاتی ہیں، اس لیے نہیں کہ سفیدہ و فسان کیا کر چکا ہے، یہ رنیا کر رہا ہے، اگر اس لیے بھی قرآن اس نے کیا کرنے سے غفلت برتی ہے۔

لہذا اس نئی مکتبہ فریما کے ذریعہ سوز و گداز پیش کرتے وقت ہمارے دلوں میں غور پر یہ احساس پیدا ہوا ہے کہ انجام کا عمل کرنے والے کے سامنے کامیابی سے پہنچنے کا وہاں ہو جانا کے لوگوں پر  
ما، شعریوں و نثریوں سے لگائے ہوئے رشتوں پر ہمارے دلی فکروں کا ایک راز ہے۔

لیکن ہمارے دل میں غائب احساں شمرانے نور مؤدب ٹوٹی کا ہے اس لیے کہ ہم محبت کی تہنیتی قوت کے  
یعین پر فیکو ان سے تہمد پتے ہیں۔ اپنے تہم جوش بیسانی عقاب کے ساتھ دو ہمارے بچہ رین کے ناکہ کے

اس کے علاوہ ایک اور وجہ بھی ہے جس پر دوست کشمیل نے بہت زیادہ زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ آزادی کی جدوجہد پیسہ مند نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کے خلاف ہے جس میں سید وقار اور سلیمہ قاسم دونوں ٹانے سے شانہ ملے، حمید جس ملک میں ہمیں انٹریڈ نوٹیشن کی وسعت میں اضافی بھٹی چارے کے دیں گے نہ انفاق کی تائید بھی صاف نظر آتی ہے۔

اس کی روشنی میں ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ آگے اپنے سفر فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کی جدوجہد ہماری تھی  
جدید جدوجہد ہے، اور ہم ان کو اپنا جتنی سمجھتے ہیں وہ ان کے اصول افراد کے شعرائے کی علامت کے طور پر امن کا  
انجام دینا ضروری ہے جس کا مشاہیر ایک نیک شخص بھی ہے، یہ دونوں امر مفید نام الفریقین کی قطع کیا، جو  
انہوں نے امن دور آن کی جدوجہد کی مختلف بات پر پائی ہے۔ ایسے میں ہمارے نوکھر کتب کے الفاظ کو  
بدقسمت محفل ہے جو انہوں نے اپنی شہادت سے قبل ادا کیے تھے۔ "میں نے موجودہ زمین دیکھ لی ہے۔"

اگرچہ موجودہ سرزمین کی طرف یہ وہ فاسد اثرات ہیں جن کی چشمِ رفت اب بھی مشکل ہوئی، یہ انسانیت کا طریقے سے سمجھنے پر ایک مانتو پر رکھیں گے کہ کوئی امید کے ساتھ کہ ”بہم قباب ہیں گے۔“ لہذا انہوں نے ان کی شخصیت کے لیے ہر ما پسند لفظ امید ورجیت کا غلط بیگنا ”جی ہاں بالکل! میں اپنے قلب کی سیر نیوں میں چوتھین جاتریں رہا ہوں کہ ایک دن محض وہ قباب ہیں گے۔“

ماہرینِ فنیہ نے ایسی ہی سیریس **Egil Aarvik** کو نہیں

خطبہ

موتی و محراب:

جنوبی افریقہ سے چلتے ہوئے پہلے اس مریض کو پہاڑ میں جس سے بے انتہا محبت کرتا ہوں وہ جنوبی افریقہ

کاؤنسل آف چرچز کی ٹیگز کمیٹی کا ایک فوری جلسہ طلب کیا گیا تھا جس میں ہمارے سرورسے رہنما شریک تھے۔ ہم نے جلسہ اس لیے طلب کیا تھا کہ ہماری سرزمین پر نہ جتے ہوئے بکریاں میں اسی طرح تقریباً دو ہزار چائیس ضائع ہوئی تھیں۔ ہم نے Waverley and کے کچھ متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا۔ میں اور دو گول کے ساتھ East Rand بھی گیا تھا۔ اس دورے میں ایک بڑا رنگ قانون سے متعلق گئے جسے ماس نے مقرر بنایا کہ جب تک کہ والدین اپنی ملازمت پر گئے ہوتے ہیں، میں اپنے چلتے اور پڑوسیوں کے بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہوں۔ ایک دن جب کچھ طلبہ اسکول میں اپنی کلاسوں کا ہیکلٹ کر رہے تھے، پولیس نے ان کو سمجھنا شروع کر دیا کہ ان کے گھروں کے درمیان جاکر قابض ہو گئے۔ پولیس اس بڑی بی بی کی جانچ بھی شروع کر دیا کہ ان کے بچے کس گھر کے ہیں۔ ہمارے بچے نے ان میں بھی ہوئی تھی، جب کہ اس کے لیے بچے مکان کے سامنے کے احاطے میں تھیں۔ میں نے ان کی بی بی کی بی بی اس کی پادری ہوئی جاکر رات کو آئی۔ بی بی کا پوتا گھر کے اندر، دو دروازے کے بالکل قریب، مرا پڑا تھا۔ پولیس نے اس کی پیچھے پکڑ لی، مرنے لگی۔ کچھ سرگرمیوں کے بعد، ایک سلیڈ فلم صورت اپنے سید فلم نوکر کا رجسٹریشن کرانے کے لیے سید فلم ہشتوں کی آبادی میں داخل ہوئی۔ سید فلم ہوائیوں نے اس کی کارڈ پر مقرر کیا۔ نتیجے میں اس کا چند دکانچہ مر گیا۔ یہ جنوبی افریقہ میں شروع ہونے والی مازو دہانی کے دوران کی سلیڈ فلم کی پہلی صورت تھی۔ اس کی دو صورتیں بھی بہت ہوئی تھیں۔ یہ کسی تریز کے بڑے نقصان کا ایک چھوٹا سا حصہ۔

مریڈا کیپ مائونٹ کے قریب کے squatter camp جس کو K.T.C. کہا جاتا ہے، مریکا کی مریکا سے ملے ہوئے سے بنائی گئی تھی۔ یہاں کو مسکراتے سب سے ہیں جو شادی شدہ جوڑے اپنے زوال پائی اور یہ سلیڈوں سے مل کر کرنے کے لیے بناتے ہیں۔ نتیجے میں ان کو پانی میں سخت پتہ گدیوں پر ترسنا پڑتا ہے جب کہ ان کے گھروں کے سامان ان کی چٹائیوں کے پائوں بکھرے ہوتے ہیں اور کیپ کی مریکا کی بارش میں بھیگتے اور دیں رہیں کرتے ہوئے بچے ان کی گدیوں میں ڈبے ہوتے ہیں۔ مریکا کی گدیوں کے مریڈا کی بے درد مسکرائی کرتے ہیں۔ یہاں گودیوں نے ایسا کون مریڈا حرم کیا ہے کہ بکریوں کی طرح ان کا قابض کیا جائے گا۔ میں اپنے شہریوں کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ جوان کے بچے کے باپ ہیں۔ دنیا کے مریڈا کے میں ان کی تعریف کی جائے گی۔ مریڈا کی افیق کے اس علاقے میں جس کو نہیں دیوں کی سرزمین کہا جاتا ہے، جو فیملی کے قسطنطنیہ کے کا دیوں کے ساتھ، ان دیو گوتوں سے ہستی نہ ملے گا۔ وہ غریب اور کیا چاہتے ہیں۔ سوائے ایک چھٹی اور پادری مریڈا مریڈا کے سب سے مریڈا کی سرزمین پڑی، اپنے بچوں کے والد کے ساتھ رہنا قابل مریڈا مریڈا ہے۔ اس طرح جان بوجھ کر یہ دھندوں کی خاندانی زندگی، کٹافنی طور پر نہیں، بلکہ کھیتی باڑی کے تحت تہاؤں جاری ہے۔ خدا کے بندوں، اپنی نوع انسان کو بھی اسی نام کے لیے مریڈا کی قیمت ادا کرنی پڑی ہے، جو کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔

میں ایک نہایت غریب صورت مریڈا سے ملتی رہتی ہوں جس کو خدا نے بے شمار حیرت بخش قدرتی

وہاں، وسیع میدانوں، حصار کرتے ہوئے کوہساروں، نخل دار پہاڑوں، نیلے آسمانوں میں آویزاں چھتے ہوئے درختوں و ستاروں، آفتاب کی چھلکی کرکڑوں، شہر کی گڑوں کی دھند سے مالا مال کیا ہے۔ ہمارے پاس قدر کی دلی سونے تختیں اتنی مقدار میں ہیں کہ ہر باسی کے لیے کافی ہیں مگر نہیں امتیاز کے ذریعے کچھ نے اپنی خود غرضیوں کو غلام کر دیا ہے کہ وہ اپنی حالت کے مل بہ کیے جانے والے حریصانہ عمل سے اپنے حق سے زیادہ سائل پر قابض ہو جانا چاہتے ہیں۔ 87% زمین پر قابض ہیں، جب کہ وہ ہر ملی آبادی کے صرف 1% فی صد کے برابر ہیں۔ بقیہ لوگس کو صرف 13% اپنی حق امتیاز کی پوری ہے۔ 73% ملی آبادی کو اپنی زمین کے جس پر وہ پیدا ہوئے ہیں، یہاں مسائل کے بارے میں با معنی فیصلے کے عمل سے باہر کر دیا گیا ہے۔ نئے آئین میں تین اعلان بنائے گئے ہیں کہ سلیہ فہم کے لیے، رنگ دار جہود و اوس کے لیے اور ہندوستانیوں کے لیے۔ مگر یہ وہ فہم باشندوں کا ایک بارہ کر دینے کے بعد آگے چل کر ان کو کھل غور نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس طرح نئے آئین میں بھی جس کا مطلب کے بعض علاقوں میں کچھ مست میں ایک قدم کیا گیا ہے، نسلی امتیاز و نسلی ترقی کر دینے کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ آئینی کمیشنوں، چار سلیہ فہم، دو سلیہ فہم اور ایک ہندوستانی کے تناسب سے بنائی گئی ہیں۔ جتنی سلیہ فہم مصطلحاً 'نوسلی' - ایک بھی نہ اور ہوسلی نہیں سمجھے، چار کا تو کہنا ہی کیا۔ اس طرح یہ آئین قانونی طور پر سلیہ فہم کلیت کی تعمیراتی کو، انکی بنانا ہے۔ سلیہ فہم افراد سے تعلق کی جاتی ہے کہ وہ اپنی سیاسی و تعلیمات کو پورا کر سکیں گے، زندہ رہنے کے لیے ناقابل افلاس مزدور علاقوں میں لیمن ٹنٹن (Lanhusan) کے دیوڑوں میں جتنی جنوبی افریقہ کے وہاں علاقے جو سلیہ فہم باشندوں کی رہائش کے لیے مخصوص کر دیے گئے تھے، بد قسمتی سے پر علاقوں میں ابھی نہ بکھرے ہوئے والی سلیہ فہم بیکاروں کے علاقوں میں اور ان لیمن ٹنٹن میں رہ کر جس کو بیکاروں کی طرح نکالے نظر کے کیا جا رہا ہے۔ اور اصل ایک باقاعدہ نظام کے ذریعے سلیہ فہم کو جنوبی افریقہ کی شہریت سے محروم اور ان کی اپنے ہی دار وطن میں غیر یکساں میں تھوڑا کیا جا رہا ہے۔ یہ ہے نسلی امتیاز کا فہم کن عمل، یہاں کی عمل جیسا کہ آئینوں نے یہودیوں کے لیے ہٹلر کے آریائی پارٹی میں تھوڑا کیا تھا۔ جنوبی افریقہ کی حکومت بہت چارہ ہے۔ لیکن عمل بھی حقوق کا جوئی کر سکتے ہیں، مگر بہت کم کا، یہاں حقوق کا تو ہرگز نہیں۔

نسلی امتیاز کے نظریاتی عقائد کی جھکیں کی چوری میں تین حصوں سے نیا وہ خدا کے بندوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کر کے گھروں کو مسکرا کر دیا گیا ہے، جب کہ ان کے دیوڑوں کو لیمن ٹنٹن کے کیمپوں میں بکھیر کر دیا گیا ہے۔ میں کو حیران کا لفظ جان بوجھ کر ان کے استعمال کر رہا ہوں کہ یہ ان کا رہنما شیہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جو کوڑے کے پھیروں پر پھینک دی جاتی ہیں، انسانوں کے لیے نہیں۔ نسلی امتیاز کے نظام نے قیمتی بنائے گئے کہ اللہ کے بندے اس لیے شیہ کی طرح استعمال کیے جائیں، صرف اس لیے کہ وہ سلیہ فہم ہیں، ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ یہ کوڑے دانت ان جھکیں سے بہت دور ہیں جہاں نذر کا حصول آسان نہیں۔ بچے بچو کہ سے بلبلاتے ہیں، اور ان کی غذا انت کی کمی کے باعث ناقابل علاج بیماروں میں مبتلا

ہو جاتے ہیں۔ یہ سب ان کے ساتھ حاکمی طور پر نہیں ہوتا، حکومت کی پالیسی کے مطابق ہوتا ہے۔ مثلاً ایسے علاقے میں جو کہ راجے ہیں جو پورے براعظم افریقہ کے لیے روٹی کی فوکر کی کارخانہ کار کر رہا ہے، ایسی سرزمین جو پورے علاقے پر غدارہ اند کرتی ہے۔

باپ اپنے خاندان کو یکن شان وطن میں اپنے ہر قسمت وجود کو زندہ رکھنے کے لیے مجبور ہوتا ہے، جب کہ اگر وہ خوش قسمت ہو تو وہ تہذیب و تمدن کے انسانوں کی دستوں میں ایک تار کی طرح ایسا مواد بن کر ایک جنسی قیود کا سونے میں غیر فطری زندگی گزارتا ہے، جہاں وہ قسمت فانی، بے شمارا شراب نوشی وغیرہ کا نشانہ بنتا ہے۔ یہ تار کی پٹن محنت کش پالیسی حکومت کی اعلان کردہ ہے، نوٹ ریفاہ مذہبی نے بھی، جو حکومت پر نکتہ چینی میں بالکل ناظر نہیں رہتا، اس کو یہ دیکھ کر کہ وہ کس طرح کی موت کی ہے، یہ نہ جان جو یہ وہ تمام نشانوں کو چھوڑ چکا ہے، حکومت کی سہنی گھٹی پالیسی ہے۔ یہ بھی ہے کہ انسانی دھول سے مہارت کی امتیاز کا خمیازہ ہے۔

نسلی امتیاز نے ترقی پزیر تعلیم کے کئی بچے جنے ہیں، جیسے غریب تعلیم، تعلیم خدائی وغیرہ۔ اس مسئلہ کے ساتھ کہ جتنے ایک سفید فام بچے کی تعلیم پر خرچ ہوتا ہے اس کا صرف دس فی صد سیاہ فام بچے پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ تعلیم ہی ہے جو نیم سرگرم طور پر ایک اور مسدود سے مادی میں انسانی دھول کی شوروم دو ہوتی اس لیے کہ حکومت کی سیاسی مصلحت افریقہ کے مطابق اند کے بندوں کو اپنی منصفانہ کھیل سے روکا جا رہا ہے۔ نسلی امتیاز یہ مٹی غیر منصفانہ پالیسی کی جنوبی افریقہ کو دنیا کی بدترین قیمت ادا کرنے پر مبنی ہے، اس لیے کہ وہاں نسلی قسب پر مبنی کم نظر پالیسی کے عمل کے نہ ہر راست نتیجے میں مسدود نسلی صلاحیتوں کا فقدان پیدا ہو گیا ہے۔ ہم ایک انفرادی کا ملت میں رہ رہے ہیں اور خدا کی نیک اور کھلی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ لہذا اس معاملے میں، جنوبی افریقی حکومت اور اس کے دیگر کارکنان کا تعداد بڑھانے کی پٹائی کے ساتھ ساتھ جہد کیے جا رہے ہیں۔

دیہیوں کے غیر مسدود قوانین کے ذریعے نسلی امتیاز برتا جا رہا ہے، جیسے کہ پاپوشن رجسٹریشن ایکٹ، جس کا اثر یہ ہے کہ جنوبی افریقہ کی نسلی زمروں کے مطابق دیہی ہندو اور رجسٹریشن کی جائے۔ دیہی خیمے میں یہ بھی سوا ہے کہ ایک نسلی خاندان کا ایک بچہ سفید فام مسدود کی پٹائی ہے جب کہ ہندی خیمہ کے لڑکے سوائے شنگ کی بنا پر دوسرے کی شنگ دار حیثیت میں درج ہندو کی گئی ہے۔ لہذا، وہ (دیہی) اپنی آمد و زندگی میں بے رحم نہ ہو کر اپنی دو حقوق کی حق کاروائی کی ضرورت سے محروم ہو گیا ہے۔ یہ محرومی پہچنے کی کئی ٹوشیوں پر پہنچ ہوئی ہے۔ یہ بھی بہت سے کی قیمت ہے جو نسلی پٹائی کے نام پر لے ہوئی ہے جس کی کسی طرح بھی تاحیہ نہیں کی جاسکتی۔ درہنہ قوانین بنائے گئے ہیں، مثلاً Prohibition of Mixed Marriages Act جو ایک سفید فام مذہب و دیہیوں کی نسل کے فرد کے درمیان ازدواج کو غیر قانونی قرار دیتا ہے۔

نسلی ایک جائز ازدواج کے درمیان رکاوٹ بن جاتی ہے۔ لہذا اور جوہیت میں گرتی رہو گئے ہیں، ہندی نسلی کے باعث محبت کو ازدواج کے بندھن میں بدلنے سے روک دیتے ہیں۔ ایک نہایت خوب صورت

عمل کو پاک اور نیکر دینا، یا جانا ہے۔ The Immorality Act کے مطابق نسا اور خراب کاری اس صورت میں غیر قانونی ہوتے ہیں کہ سفید فام اور دوسری نسل کے افراد کے درمیان واقع ہیں۔ جوڑوں کو ملنے ہاتھوں پکڑنے کے لیے پٹریں کوٹنا۔ جھانک کر نے والوں کے ادنیٰ درجے تک مرادو گیا ہے۔ بہت سے سفید فام افراد نے اس قانون کے تحت جیل آنے والے مسیبت خیز سماج و درجہائی سے بچنے کے لیے خودکشی کر لی ہے۔ یہ قیمت بھی بہت بھاری اور ناقابل برداشت ہے۔

ایسا شیڈی ننگم، جو ہم اور قابل قبول طریقوں کے تحت ناقابل دفع ہے، کلی سوامی کے ہانے بنائے گئے بہت سے مختلف ملک قوانین پر انحصار کرتا ہے جو صرف جنوبی افریقا سے مخصوص ہیں۔ یہ بھی قوانین ہیں جن کے تحت کسی بھی شخص کو غیر معمولی مدت کے لیے حوریت میں بھیجے کی اجازت ہوتی ہے، جو وزیر قانون اور اس کے قلم کے مطابق ریاست کی سوامی کے لیے خطرہ ہو یا کو روزی کی مرضی کے مطابق، قید تھائی میں ڈال دیا جاتا ہے، جس تک ان کا خاندان، وکیل اور ڈاکٹر بھی رسائی نہیں ہوتی۔ یہ بہت سخت سزا ہے، جب کہ بظاہر روزی کو پیش کیے گئے ثبوت نہ تو مکمل مدت میں جانے گئے ہوں، جو شاید کچھ جانچ پڑتال پر شاید قابل قبول بھی نہ ہیں، شاید نہیں، مگر دہرے کو پتا نہیں چل سکا۔ یہ جبری حکومت کے لیے بہت آسان ایما ہے، اور روزی کو بہت قنطاریا ہوتا ہے کہ کس دور۔ جی میں آکر کھلی عداوت میں ثبوت کے امتحان کے عمل میں سیر پھیر کر نے پیش نہ کرنے تک جائے، اور قانون کی دن موٹی طاقت جس سے ماہر کا نام و نشان چا سکتا ہے جس میں وہ خود بھی بھی منصف نہیں ہوتا ہے، خود سے خود سے کہی، بلکہ بہت سارے افراد حالات کی میں ہمہ احوالات میں، نکال کر پھینکے ہیں۔ انسانی زندگی کے حوالے سے یہ سب بھی بہت سنگین غلطیوں ہیں۔ روزی خود بھی لوگوں کو بغیر کسی متوازن تفتیش کے احمات میں پابند کر سکتا ہے۔ سن سے پانچ برس کے قلم مقام کے تحت پابند ایک فرد غیر فراموش ہوتا ہے جس کا قلم مقام کے عمر کے دوران ذکر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کسی اجتماع میں شرکت نہیں کر سکتا جب کہ اجتماع دو یا دو سے زیادہ افراد کے یک جا ہونے کو کہا جاتا ہے۔ اگر دو یا دو سے زیادہ افراد کسی ممنوعہ فراموش سے باتیں کریں تو وہ اجتماع کے زمرے میں آجاتے ہیں۔ امتحان کی مافی صورت شاید دیگر خفیہ اجازت کے اپنے بچے تک کے جنازے میں شرکت نہیں کر سکتی۔ اس وقتیں کے دنوں میں چھ بچے شام سے دوسرے دن چھ بچے تک، اور جمعے کے دن چھ بچے شام سے ہی کے دن چھ بچے تک اپنے گھر میں موجود رہنا پڑتا ہے۔ جس علاقے میں اس کو میر و دیگر ہو یا اس سے دیر جانے کی بھی اجازت نہیں ہوتی۔ نہ وہ سیر کر سکتی ہے اور نہ کسی سفر پر۔ یہ حق شاید سزا سے جو ثبوت کے بغیر، یا عداوت میں ثبوت کی تفتیش کے بغیر دی جاتی ہے جب کہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ ممنوعہ فرد ثبوت دکھا دیے گئے ہیں۔ یہ ان کے اپنے قوانین کے فراموش بنیادی انسانی حقوق میں بھی خطرناک خصل انداز کی ہے جو یہ فام افراد کو سچا ہوا زمین میں حاصل ہیں۔ ان کو نقل و حرکت اور اجتماعات میں حصہ لینے کی بھی آزادی میسر نہیں۔ ان کی زمین کی حیثیت کے تحت ان کی آزادی نہیں، نہ اپنے ذاتی معاش و زندگی کے فیصلے



کرنے کی آزادی ہے۔ مثلاً، انھوں نے یہ مہمیں جس طرح سے نمت بخشی گئی ہے، انھیں کورتی ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جنوبی افریقی اور زمبیا کے باشندے آپس میں بات کر رہے تھے۔ زمبیا کے باشندے نے اپنے ملک کے وزیر کے ساتھ یہ کہہ کرے میں ان کو اپنی کی۔ جنوبی افریقی کے باشندے نے چچا، "تم تمہارے ملک کی تو سمجھنا کہ رہا ہے تمہارے ہاں وزیر معاہدہ یہ کہہ کرے ہو سکتا ہے؟" زمبیا کے باشندے نے فریق بہ فریق جو بات دیتے ہوئے کہا، "مطلب! تمہاری جنوبی افریقی میں بھی تو وزیر انصاف ہے، ہے کہ نہیں؟"

یہی نظام کے خلاف ہمارے عوام مازم 1912 سے، افریکن نیشنل کانگریس کے ساتھ کرپٹ من احتجاج کر رہے ہیں۔ انھوں نے پرامن احتجاج کے مروجہ طریقے استعمال کیے ہیں۔ تحریکی فریادیوں، مظاہرے، ہفتوں تک کرپٹ مجبوری میں رہا جس کی کوئی بھی ہے۔ ہمارے عوام کو اس سے بڑھ کر پتہ نہیں کہ ہوگا کہ اب تک صرف جنوبی افریقی میں دو دفعہ اوڈیوٹس کا امن ختم دیا گیا ہے، اور دو روزوں میں وہاں امن سے محبت کیا ہمارے لوگوں کے لیے صوبہ بن گیا ہے۔ انھوں نے طور پر حکمران مٹ دئی اور شدید میں پتہ کے ٹھوس کے ذریعے، انسویٹس کے ذریعے، بغیر مقدمہ چھوٹے جس کے ذریعے، ملک بدلتے کے ذریعے، جی کی موت کے ذریعے ضابطہ کرتے ہیں۔ ہمارے عوام نے 1960 میں Pass Laws کے خلاف Sharpeville میں پرامن احتجاج کیا تھا جس میں 69 افراد ہمارے گئے، ان کی جگہ رہتے ہوئے عقب سے گولی کا ٹکڑا لگا تھا۔ ہمارے بچوں نے غیر معیاری تھیم کے خلاف گانا گایا کہہ رہے تھے کہ پرامن کوئی کرتے ہوئے احتجاج کیا۔ 1976 میں بہت سے لوگ سلاخوں اور اس کے بعد ہمارے گئے یا قید کر دیے گئے۔ اس شورش میں پانچ سو سے زیادہ افراد ہلاک ہوئے۔ بہت سارے بچے ملک بدر کر دیے گئے۔ ان میں سے بہتوں کا تعلق والدین کو پتا بھی نہیں۔ تیرہویں تھیم، آئینی نظام سے سیاہ فام افراد کا اہانتہ، سیاہ فام افراد پر مشتمل جماعتی مقدس کوششیں، روزانہوں بے روزگاری، بدلتے ہوئے کرائے اور جنرل کلازیکل کے خلاف ہمارے عوام نے ہڑتات اور مظاہرے کیے ہیں۔ ان میں کی کام چھوڑا کامیاب۔ حال بھی کی ہے۔ 150 افراد جان سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔ یہ بہت بڑی قیمت ہے جو دائی گئی ہے۔ مغرب میں اس وجہ سے نہیں میں جانوں کے فیض پر بہت تمغرات کا، لکھے کا لکھا رہا ہے۔ مہربانی کر کے کوئی اس پر روشنی ڈالنے کی رحمت کر کے جس نے مجھ کو بچا رکھا ہے۔ جب کوئی پوچھتا ہے کہ اب جو جاتا ہے اور بعد میں مردہ پڑ جاتا ہے تو مغرب کے ذرائع بدلتے ہیں کہ خوب اچھانتے ہیں۔ یہ بھی بات ہے کہ ایک آدمی کی موت پر بھی اتنی تشویش ہوتی ہے۔ مگر ایسی ہفتے میں جب پارلی مردہ پڑ گیا تھا، جنوبی افریقی کی پولیس احتجاج میں حصہ لینے والے چھٹس سیاہ فام افراد کو موت کی غمگین ملا دیتی ہے، چھ ہزار سیاہ فام افراد کی لوٹ کے وہ قہقہے میں نوکری سے یہ فحاش کر دیے جاتے ہیں، مگر ان کا نہیں ذکر بھی نہیں کیا جاتا۔ تو کیا ہمیں یہ بتایا جاتا ہے، میں جس کا یقین نہیں کر سکتا، کہ سیاہ فام افراد اپنے ملک میں صرف ہیں، کہ ہمارا خون اڑا ہے، کہ مشکل کے وقت

سفید فام پہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ کروہ ہمارے خلاف متحد ہو جائیں گے؟ میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا کہ جان یو جھوکر ہم کو یہ پیغام پہنچایا جا رہا ہے۔

ایسا ہو بھی تو، ہمارے پیش نظر ایک سرزمین ہے جو اقصائے مابین اور مابین و تحفظ سے خالی ہے۔ بے یقینی اور ہٹا کٹی ٹانگ ہے، در یہ فریقا کے منہ پر ہے اس وقت تک چھاپا رہے گا جب تک کہ اس کی بنیادی وجہ اس امتیاز کو برقرار رکھ کر نہیں کر دیا جائے۔ وقت فوقت شرعی آزادی پہ چھانٹ چھائے ہوئے ہے۔ ٹانگہ کھل جاتی ہے۔ جنوبی افریقی مقبضے پر تھا۔ جب 1960 میں افریقی نیشنل کانگریس اور Pan-Africanist Congress پر پابندی لگا دی گئی تھی تو انہوں نے انہی آزادیوں کو اسلحہ بن کر رجسٹر و جہد کے نعروں کے سامنے اور وفاق رستہ نہیں۔ South African Council of Churches نے صرف اسی طرح میں کہا ہے کہ محض افریقی قوم کے تشدد کے، ان کے دھرم کے، ان کے اخلاقی کے منہ کے دوران کے جوئیہ کے خلاف بغاوت کرتے ہیں۔ ہم ان کے بھی خلاف ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ طاقت مجبوری یہ قدم اٹھانا پڑا ہے۔ آپ جانہ ہوں یا مجھوں یہ کہنا کوئی نئی بات نہیں کہ ان لوگوں کے ہاتھوں جو دہشت گردی مجبورین آزادی کہتے ہیں، جنوبی افریقی کیفیت میں تشدد ہمارے داخل نہیں کیا جا رہا ہے۔ جنوبی افریقی صورت پسندی سے تشدد ہے، اور بنیادی تشدد ہے نسلی امتیاز یا تشدد کی بالآخر بے دخلی، غیر معیاری تعلیم، بغیر مقصد کے مجبوری کیا جا رہا، خانہ بدوش مزدوری کا نئی مقررہ۔

ہماری سرحدوں پہ جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ ایک جنوبی افریقی یومرے جنوبی افریقی کے خلاف منف آ رہا ہے۔ جنوبی افریقی سپاہی مسیح سے ڈر رہے ہیں، جو اپنے ملک پہ جنوبی افریقا کے غیر قانونی قبضے کے خلاف ہیں، جو غیر منصفانہ اور مستبدانہ کسی امتیاز کے جوئیہ کو پھیلانا چاہتا ہے۔

جنوبی افریقا میں امن نہیں ہے۔ امن اس لیے نہیں ہے کہ وہاں اقصائے نہیں ہے۔ جب تک اس خوب صورت سرزمین کے تمام باشندوں کو اقصائے میں نہیں ہو جاتا، نہ حقیقی امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ جانی و مالی تحفظ۔ نیشنل مقصد اقصائے سے میرا امن کی قائل نہیں، ورنہ تو اس جگہ میں امن نہ ہو وہاں امن، امن، امن، پکار رہی ہوتی۔ خدا کی حمد کہ کروڑ مسابقی، جنی کن میں تقویٰ، صلہ، کامیاب، افراط سے پر حیات، فیصلوں کے عمل میں شمولیت، نسلی، قبیلہ، فوجی، دھرم، حصے دار کی اور مناسکات سب کو یکساں ہے۔

میں نے جنوبی افریقا کے بارے میں تفصیل سے بات کی ہے، اس لیے کہ میں اس سرزمین کے دورے میں سب سے زیادہ جانتا ہوں، مگر چونکہ یہ دنیا کی کائنات میں بھی ہے اور اس کی مثال بھی ہے، جو دورے علاقوں میں مختلف درجات میں پائی جاتی ہے۔ جہاں نسلی اقصائے ہو وہاں سب سے پہلے ہمیشہ امن ہی گھٹا ہوتا ہے۔ اٹل سو ڈور میں، نکارنگامی اور سرے جنوبی امریکا میں جا رہا ہے حکومتیں کی ہیں جنہیں نے عداوت کو ابھارے۔ سابق باشندے ایک دوسرے کے خلاف مورچہ زن ہو گئے، جس نے ان بیرونی طاقتوں کو بھی مار ڈالا جو اپنے حلقہ اثر کو پھیلانا چاہتی ہیں۔ یہ سب تجربہ ہم نے دیکھا ہے مشرق وسطیٰ میں،

کوریہ میں، فلیپائن میں، کمبوڈیا میں، میانمار میں، اسرائیل میں، افغانستان میں، موریشیوس میں، انگو میں،  
زیمبابوے میں اور مشرقی افریقہ کے آبنائے کے پیرامیٹر کے پیچھے بھی۔

چس کرکٹ میں عدم تحفظ کا شکار رہے ہیں۔ ہر دہائی میں قومی سطح پر حصول کی پانچ دہائیوں میں  
تھا۔ تھائی لینڈ نے والے سطح پر رہے۔ جب کرکٹوں میں دنیا کی پانچ دہائیوں میں  
تھا۔ اس کے بعد چونکہ بہترین سے دفاعی بجٹ پر، تاثراتی کی وجہ سے جس سے ہندو کے  
چیت کو روٹی میں جا سکتی ہے، تعلیم دی جا سکتی ہے، اور ایک کھل اور خوش حال زندگی گزارنے کے مواقع  
فرام کیے جا سکتے ہیں۔ ہم اپنے چیت بھرنے سے کئی مائیلیوں کی صلاحیت رکھتے ہیں، مگر ہر دہائی میں  
شکوک لیے دنیا کی دہائیوں سے دی ہوئی اور کم مقدار میں اس کے لیے ہیں۔ دنیا میں کھڑے انسانیت  
کے سونے والے ذہن پر ہمیں اس کی طرف سے کیا کرتے ہیں؟ آخر ہم کب تک نہیں گئے؟ کب دنیا  
کے ڈب کھڑے ہو کر گئے ہیں، بہت جگہ خدا نے ہمیں شکر اور مواظبت کے لیے بتایا ہے۔ خدا  
نے ہمیں انسانی خاندان بننے کے لیے بتایا ہے، اور ہم اسی لیے اپنا وجود رکھتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے  
لیے بنائے گئے ہیں۔ ہم کو تو تو خود نہیں بننے کے لیے نہیں، ایک دوسرے کے لیے بنایا گیا ہے،  
"ہم ہیں کہ خود ہی اپنے وجود کے قانون کو توڑنے کا خطرہ مولیٰ جیتے ہیں۔" آخر کب ہمیں ملے گی کہ  
اسی کی روزوں میں ہر عالمی عدم تحفظ میں اضافہ ہوتی ہے۔ اب ہم اس وقت کے مقابلے میں، جب ہماری  
نیکوئی کی کم زور تھی اور ہماری کمزوری تھی، ایک بھی کمزوری قیامت کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں۔

جب تک ہم اپنا پتہ نہ رکھیں گے، اگر خدا کے بندے ہمارے پہلی بہن، ہماری انسانیت کا  
خاندان، سب مل کر بنیادی انسانی حقوق سے بہرہ مند ہوں، پھر پورے دنیا کے لیے حق، نقل و حمل کے حق،  
کام کرنے کے حق اور پرانی طرح انسان ہونے کی وہی آزادی نہیں رکھتے، جو خود کو سب کی انسانیت  
سے کسی طرح بھی کم نہ ہو، تو ہم اپنی رنگ دلی سے خود اپنی تباہی کے راستے پر آگے بڑھتے رہیں گے۔ انہیں  
جانیے، ہم عالمی خود کشی سے کچھ نیا دنیا میں سے نہیں ہیں، جس سے بچا جا سکتا ہے۔

بمیں کب ہم ہو گا کہ انسانی نوعیت کے لیے اس کو خدا کی عیب کی صورت  
میں خلق کیا گیا ہے، اگر اس کو کسی سے ہم حیثیت میں دیکھا تو یہ کچھ غر کے مترادف ہو گا، جو بالآخر اس  
کرنے والے پر پٹ پڑے گا۔ کسی انسان کو انسانوں کی صلاحیت سے محروم کرنے والے خود ان صلاحیتوں  
سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیا یہ ہے کہ ہم نہیں تو، مجھ کے لیے یہی محروم ہوتا ہے۔ کمال آزاد ہونے پر  
یوں کیسے کہ انسان ہونے کے لیے ایک دوسرے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہم انسان بن سکتے ہیں، مگر صرف  
دوستی میں، رفاقت میں، سامان میں، Oikonomia [مقامی شراکت کے ذریعے رازداری]، امن میں۔

آئیے، ہم سب مل کر امن والے شہر بنیں، ہمارے آئین کی صلاحیت کی وزارت میں نشان دار  
جیسے دینی سولہائی میں ہے۔ سارے امن چاہتے ہیں، جیسے کہ ہمیں بتایا گیا ہے، تو ہمیں انصاف کے لیے کام کرنا

چاہیے۔ آئیے، ہم اپنی حوریں کو قوت کوٹ کر انہوں میں تبدیلی کر دیں۔

خدا ہمیں پکار رہا ہے کہ ہم اس کے ساتھ مل کر کام کریں، تاکہ ہم اس کی سلطنت، سلامتی، انصاف، سکین، برکت، نگہداشت، شراکت داری، تقویٰ، خوشیوں، خوشیوں اور سلامت کو برکت دے سکیں تاکہ اس دنیا کی تمام مخلوقات ہمارے خدا اور اس کے نیچے ہوئے یوں کی سلطنت میں جائیں اور اہل الہ و تکلیف کی حکمرانی ہو۔  
آئین: جب ہی مقدس سینٹ جان کی حیرت انگیز الہی بیعت کی مکمل سونگ۔ (Rev 6: 9)

9۔ اور اس کے بعد میں نے دیکھا، اور تم بھی دیکھو گے، ایک عظیم اور طویل آواز، جو کہانی انسان جس کا شمار نہیں کر سکتا، تمام قوموں کی، بھائی بھائی کی، عوام کی اور دیوی کی، اس کے تحت اور نکلنے کے سامنے، اس لیے کہ وہ [دعا کے لیے] نہ کے، تو وہی انہی ہونی چاہیوں کی؛

10۔ اور ایک اور رستی بند ہوئی، "تجارت ہمارے خدا کی طرف سے ہے، جو تخت پر متمکن رہا ہے، اور اس کے مینے کی طرف سے۔"

11۔ اور سرے فرشتے کھڑے ہوئے تھے اس کے تحت کے اطراف، نہ رگوں اور چار دیواریں کے اطراف، اور (سب کے سب) تخت کے آگے منہ کے بل کر خدا کے آگے سجدہ کرنے لگے۔

12۔ کہتے ہوئے: "آمین! مقدس، شان، دانش، شہرت، طاقت و تیرت، ہمیشہ ہمارے خدا کی کے لیے ہے۔"



## لیخ والینسا اعلان تجلیل

جلالت آب و دریاں مٹائی، عزت آب و محبت و حضرات!  
 ”نہر کاؤ کر خاندانِ انسانیت کے ہر فرد کی جلیلی مشرت کا قہار اور۔۔۔ بنگ مسلوں حقوق ہی دنیا میں  
 آزادی، امن اور انصاف کی بنیادیں ہیں۔“  
 صدرِ چارلس ڈیگل سے انسانی حقوق کے بارے میں اقوام متحدہ کے عدل کی شروعات ہوتی ہے، وہ  
 اعلانِ جو امن کے تصور کو اس طریق کے ساتھ مار دیتی فوٹیل سمیٹتی ہے کہ جانب سے پائینڈ کے فریڈیومن کے  
 رہنما تھو سینسا کو اس برس کا فوٹیل امن انعام دیا جائے گا۔  
 انسانی حقوق کی تحریک یقیناً امن کو جدوجہد کا ایک ناقابلِ علاج حصہ ہے۔ اس کی بنیاد پر انعام  
 دیا جانے والے کا انتخاب ہی بات نہیں، جتنی بھی انعام پانے والے ہرٹ ڈیگل (Albert Luthi)،  
 بلست، ہائے متحدہ امریکا سے مارٹن لوتھر کنگ (Martin Luther King)، روس کے آخری مٹارڈی،  
 Andrei Sakharov اور رجنہ کی کے یوگوسلاویہ اسکیوئل (Adolfo Pérez Esquivel) نے ان کی  
 بنیادوں پر انعام پائے ہیں۔ کئی سمیٹتی ہے کہ اس برس کا فوٹیل امن، انعام حاصل کرنے والی شخصیت انسانی  
 حقوق کی تحریک چلائے والوں میں اس منصب کے لائق ہے۔  
 انسانی حقوق کے سسے پر غور ایک جانا پہچانا مسئلہ پیدا کرتا ہے کہ ”انسانیت اتنی ست رفتاریں سے کیوں  
 آگے بڑھتی ہے؟“ اس کے باوجود عام طور پر یہ مانا گیا ہے کہ وہ امن جو انسانی حقوق کی پیمائشوں کے  
 دفا کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے، وہ امن نہ تو کم سوتا اور نہ ہو سکتا ہے۔  
 شاید موجودہ مسئلے نے جس طرح یہ سب سمیٹتا ہے اس سے پسے کی نمونوں کو اس کا تجربہ نہیں ہو سکتا۔  
 جس کی ورڈ ہنی دہشت جیسی کہیں کے ساتھ فوٹیل فوجات اور غیر ملکی غلبے سے لوگوں کو ایک بڑے جج کو

سمجھنے کا موقع ملے گا۔ ”آزادی اور زندگی ایک ہی شے کے دو نام ہیں۔“ من وہاں وجود پاتا ہے جہاں لوگ آزاد ہیں۔ اس میں سچ اور محاسن ملتے ہیں۔

محمّد قیوس کر سکتے ہیں کہ ایسے محبوسہ اقوام متحدہ کے اعلیٰ انسانی حقوق کے عہد میں ہوتے ہیں، دنیا بھر کی میمنوں نے جس وقتوں میں بارہو م کے مین پرامن محبوسوں کے طور پر اپنا یہ ہے مارا روئی تو مل کیمپ کے نزدیک امن کے نوع کے فیمنے کے لیے یہ ایک فخری ترقی کے مثال تھا۔ اس میں کے نظام کی پیشکش کے ذریعے کیمپ نے ایک بار پھر امن کو تعریف کے جتنی تصویریں طرف عالمی میمنوں کی توجہ مبذول کرانی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نوٹس کمیٹی کا سوچا ہوا ہر اس کے فیصلے یا ہر اس کے فیصلے کے مطابق ہونا اور اس کے  
 اراکینوں سے آزاد ہونا۔ یہاں تک کہ نوٹس کمیٹی کی وضاحت میں اس کے اراکین کے لیے دیے گئے رہنما اصول  
 کے مطابق فیصلے کی ذمہ داری صرف نوٹس کمیٹی ہی ہوتی ہے، اور اس پر کسی قسم کا بیرونی دباؤ کام نہیں کرتا۔ اس  
 طرح نوٹس کمیٹی اس [مددگار] اتحاد سے کسی طرح بھی کم یا زیادہ نہیں ہوتی جو ان افراد پر مشتمل ہوں جن کی طرف  
 یہ دعوت ہے جو امن اور آزادی کی آزادی کرتے ہیں، اتحاد وہ نہیں کے بھی بننے والے ہوں، اور دنیا ان کے  
 جذبات و محسوسات کی ہو۔ مگر سمجھتے ہیں کہ یہ افریقہ نوٹس کی وضاحت کی طرح کے مطابق ہی ہے کہ ان کا انعام ان  
 نوٹس سے اتحاد کے جذبے کا اہمیزد رہے جو انسانیت کے اعلیٰ ترین مقصد کے مطابق امن کے لیے جدوجہد  
 کرتے ہوں۔

اس مسئلے میں انسانی وقار ایک اہم تصور رہا ہے۔ اسی جیسے کہ جو مرتضیٰ چیلو تھا: پہلا یہ ہے کہ انسانیت کے وقار کا مسئلہ ناقابلِ تسلیح ہے، دوسرا یہ ہے کہ ایک فرد کی نہیں، سارے انسان ہمیشہ ایک ہی قدر کے حق دار ہوتے ہیں۔ اس کا نفع منی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانیت کے وقار کا دفاع ہم سب کا مشترکہ فریضہ ہے۔ ہر قسم کے خبیات یک جہتی، حتیٰ کہ ایک دوسرے سے محبت کرنے کے قسم کی بنیاد بھی اسی میں مضمر ہے۔ انسانی وقار نہ انسانیت کی مشترکہ جائیداد ہے، نہ وہ جائیداد جس کی ذمے داری میں حصے دار ہیں۔ ہم سب ایک عام انیویو صورت میں ایستہ ہیں۔ اسی طرح کہ ہم دوسروں کے مقبوم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

ایک اور نوٹس انعام یافتہ ادیب ارنسٹ ہیمنگویے انگریزی کے مشہور جرنل (John Dunn) کے ایک شہور قلمیوں سے اپنے ایک ماز کی ابتدا کرتا ہے جو اس نکتے کو شہرت فراہم کرتا ہے: ”میری بھی غلط بات خود جیہ نہیں ہوتا اور انسان پورے دنیا غصہ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اگر سمندر ایک روڑا بھی بہا لے جائے تو وہ سب بچھڑا ہو جائے گا، جیسے ایک راس زمین، اسی طرح جیسے تم، اور تمہارے دوست ایک فرد کی موت بھی مجھے کتا جا رہی ہے، اس لیے کہ میں بنی نوٹ انسان کا حصہ ہیں۔ ہند یہ بھی نہ پوچھنا کہ [اس بار] گھنٹی کس کے لیے بج رہی ہے؟ [ہو کس کے لیے] یہ تمہارے لیے ہی بج رہی ہو۔“

میں وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے ہمیں انسانیت کی یکتائی کو سمجھنا چاہیے۔ "ایک" [معمولی] انسان کی موت مجھے دکھ دیتی ہے۔ "زنجیروں میں کھڑے ہو جاتی میری شہریندگی دکھ ہے۔ آزادی کی سرِ مجید قتل، برائیاں کی حق کی پہلی میری ذاتی شکست ہوتی ہے۔ اس لیے کہ میری نور انسان سے اور اس کے مقصود سے پیوستہ ہیں۔ انسان کی یکتائی کے اس آدھ کی بنیاد پر اس میں کسی کے خام پانے والے نے ایک مشعل روشن کی ہے، [ان کی یونین] Solidarity کا نام، ایک ہند نام ہے۔ یہ مشعل انھوں نے بغیر تنہا رکے تھائی ہے۔ لفظ، جذبہ اور آراء کی تصور ان کے تنہا رکھے درجوں، کراٹھ ہو گیا ہے، جدوجہد کو ذاتی قرار دینا طلب تھا، اگرچہ مقصد بالکل سادہ تھا کہ محنت کش اپنے اور مے بنانے کا حق رکھتے ہیں۔ یہ وہ حق ہے جس کا تو اس عالم کے حلال میں اعادہ کیا گیا ہے۔

ماڈرن فوٹل سٹیٹ نے اس میدان میں کردہ کاموں میں محنت کشوں کو بچے ناکندہ، حارے بنانے کا حق ہے، مگر انھیں ان کوششوں کا اعادہ ہے۔ اس میں وہ سہاقت میں Solidarity کا نام ملتی ہے۔ کمرے میں رکھتا ہے مگر انھیں کا نام نہ دیتی پشیمت سے کہیں زیادہ میت کا حال ہے، Solidarity جس کے دو ترجمان ہیں، انسانیت کی وحدت کے عجبار کی علامت ہے۔ اس لیے وہ ہم سب کے جی ہیں۔ نیا نے ان کی آواز سن لی ہے اور ان کے پیچھے کھڑا ہے۔ فوٹل انھیں تو کھل اس کی تصدیق ہے۔

مگر انھیں نے Solidarity کے نام کو کھل ایک مرد کے مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے بنائے جانے والے اتحاد سے کہیں زیادہ ہم بنادیا ہے۔ Solidarity تنازعات و اختلافات کے پرمیٹ حل کی ناکندہ جہاد کی علامت کی حیثیت اختیار کر چکی ہے جس میں سرے متعلقین ایک دوسرے کے لیے حرام اور دیانت داری کے جذبے کے ساتھ شریک ہیں۔

تنازعات و اختلافات بہت ہو سکتے ہیں، اور مختلف قسم کے رد عمل پہنچ ہو سکتے ہیں۔ سادہ نوکروں کو ان میں اچھے ہوئے مائزیم پیچیدہ فیصلوں اور نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مایہ کی موقع تھا، اگست 1980 کا، ایک دن، جب مگر انھیں نے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر گڈانسک (Gdansk) کے تین پارک کے اطراف آہنی باروں سے بنے ہوئے عمارتوں کو چھوڑ کر پارک کے چھوٹے چھوٹے مقامات پر آکر ایک ہی نمونے میں وہ پولینڈ کے محنت کشوں کے درمیان باہمی خالق کے رہنما بن گئے جسے انھیں زیادہ بہت مشکلات کا سامنا تھا۔ ان کے لیے حکمت عملی کے انتخاب مسٹر آسٹن نہیں تھا۔ مگر ہدف بالکل واضح تھا۔ محنت کشوں کو منظر ہونے کا حق اور ملک کے صاحبان اقتدار سے مزدوروں کے اجتماعی مسائل پر بات چیت کرنے کے حق کا حصول۔ مگر ان کے سامنے مسٹر یہ تھا کہ ہدف کو حاصل کرنے کے لیے انھیں کئی راستوں میں سے کسی پر قدم بڑھانا ہوگا۔

یہ موقع نہیں جس میں ہم ان سیاسی حالت کا تجزیہ کریں، مگر انھیں نے خود کو جن میں گھرا ہوا تھا۔

اتنا کہانی کافی سنا کر عادت بہت مشکل تھی اس وقت ہمارے سامنے جو بات ہیں ان کے پیش نظر دی سب سے دلچسپ حکمت عملی تھی، ایسا نے جسے بنایا تھا، یعنی امن اور مناسکت کی حکمت عملی۔ اور جیسا کہ اس طرح کے حالات میں ہونا چاہیے، بات چیت کا مقصد ہونا ہے مسالحت پر رضامندی۔ اور اس مقام پر یہ اس لیے اور بھی زیادہ ضروری تھا کہ مختلف جماعت خود بھی مشکل، معاشی اور سیاسی حالات سے خود آزاد تھی۔ اس طرح قومی خود کش کے مطابق مزدوروں کی انجمن Solidarity، مہذب و پیش خد سب اختلاف کی نمائندگی کر رہے تھے۔ یہ قومی مخالف جماعت نہیں تھی جو طاقت کو استعمال کرنے کی چرچا میں جو اس وقت تو یہ ایک مذہبییت اور دانش فرور طاقت کا واحد تھا جو عوام میں اپنی مقبولیت کے باعث، اندری سے موجود نظام میں برکت کر سکتی تھی اور ان کے درمیان تنازعات کو حل کر سکتی تھی۔

بھائے اس کے کرد و خمد کا راستہ اپنا، پڑھنے سے بہت قدم بڑھا کر Solidarity میں بنی سے بڑھتی ہوئی تحریک کی شکل اختیار کر گئی۔ لیکن ایسا نے یہی سے بنائی تھی، آگے بڑھ کر جو قدم اٹھائے تھے پوینڈ کے رکھوں مزدوروں اور کسانوں نے ان کے جدوجہد میں مثال ہو کر ان کا دل بہا کر استعمال کیا تھا۔ اس طرح، آج کے دن ان کو امن کا نوٹل خود پیش کر کے کہیں نہ صرف ان کو احترام دینا چاہتی ہے بلکہ شکر کے جذبات کا اظہار بھی کرنا چاہتی ہے، ان کی پامان شجاعت کے لیے جس کے ذریعے انھوں نے یہ راستہ اپنا لیا تھا۔

ایسا بوند تحریک جس کی دو نمائندگی کرتے ہیں، ان میں ترین منافی اور شوب کے مطابق ہیں جن کی نہ صرف Solidarity سے تعلق رکھنے والوں نے بلکہ پیش کیا نے بھی تصدیق کی ہے۔ یہ باہمی انحصار محض سیاسی وابستگیوں ہی پر نہیں، بلکہ انسانی قدار کے تصورات اور انسانی حقوق کے نظریاتی تھیروں کی بنیاد پر استوار ہے۔

کمیونل اس طریق سے عزم نہیں کر پیش کیا، جو دوسرے یورپی کھیلوں کے مقابلے میں ایک مرد دل عزیز کیا ہے۔ لیکن ایسا کی طرف قاری میں کتنا یکساں رہا ہے، اور اس سبب سے Solidarity کی مثال بہا خدقی بہت افزائی ہوئی ہے۔ اس معاملے میں کھیل سے اس کی ضروری توقعات وابستہ کی جاتی ہیں جو وہ پوینڈ کے سانچ میں اٹا کر ملتا ہے۔

لیبررنگی ہونے کے باعث ہمیں بالخصوص ان سیریت کا ہم ہے جن میں Solidarity نے، کھیل سے اپنے تعلقات کے باعث، امن اور مناسکت کے لیے رضامندی کا کھیل دیا ہے۔ ہم نے انھوں کی تعداد میں افراد کو کھیل کے اطراف جمع ہوتے، اور اپنی سر زمین اور اپنے مقصد کی مدد کرنے کے لیے دعا نہیں کرتے دیکھا ہے۔ ہم نے انھیں آزادی پر قربان ہو جانے والوں پر چڑھائے جانے والے پھووس کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ اور ہم یہ جانتے ہیں کہ ان کی بھٹی لڑائی جانے والی لڑائی کی لڑائی ہے جو انھوں نے اپنے لیے ہی نہیں، بلکہ دنیا کے آزادی سے محبت کرنے والے عوام کے لیے لڑی ہے۔



میں دو تناظر ہے جس میں مارڈیائی فوٹس کینی نے سٹی وائس کی قافی مدد دیکھا ہے۔ انھوں نے جو ماسٹر اختیار کیا وہ گفت و شنید کا آئین اور مصالحت کا ماحول تھا۔

پھر جس دنیا میں رہتے ہیں اس میں یہ کس طرح، صبح سوچنے کے کرانتانت اور تنازعات کا پڑا امن حل پہلے سے کس زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ طاقت کا دشمن نہ استعمال نہیں کسی منزلوں تک بے جا ہے۔ کرمانی نے میں کچھ سکھایا ہے تو یہ کہ زیادہ عمر سے تک تشدد اور طاقت کا استعمال صرف موت کی طاقتوں کو متحرک کرتا ہے۔

ہر قسمی سے ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کرمانی کی آواز ہمیشہ انسانیت اور امن کی فتح کا عدل نہیں رہی۔ یہ سوال پوچھتا بھی نہیں ہوگا کہ کیا آدرش اور اخلاق پر مبنی اچھے رویوں کے لیے وہ حقیقت کا مہربان کے امکانات موزوں ہیں؟

یقیناً نہ انسان کے بارے میں بھی یہی سوال پوچھا جا سکتا ہے۔ آج تو یہ ہے کہ اگر دو بچے ماحول میں کامیاب نہ ہوتے جن کے لیے وہ کام کر رہے تھے تو نہ ہی حیرت و بات ہوتی۔ وہ کسی قسم کا سیاسی بیرونی پھیلانے والی شخصیت نہیں، جس کو پیش مزدوروں کے مفادات اور ان کے عادی مطالبات کی فکر نہیں۔ مگر ایسے مطالبات ہمیشہ کامیاب نہیں ہوا کرتے، خواہ وہ کتنے ہی حق بجانب آئیں نہ ہوں، جیسے کہ سٹی وائس کے معاملے میں تھے۔

سٹی وائس نے کوئی سیاسی پتہ چھ نہیں بند کیا تھا، نہ انھوں نے پارٹنر شپ کے علاوہ اور کوئی حربہ استعمال کیا تھا، سر رتی دنیا وے جس کو مانتے ہیں۔ نہ ہی انھوں نے حقوق انسانی کے اعلانات کی مدد سے مدد طلب کی تھی، جو اقوام متحدہ اور ملکی معیار سے صادر ہوئے تھے ان کو غور نش صرف مذاکرات ہی تھے۔ ان کے نزدیک صرف وہی باتیں جمیعت کی حالت تھیں، مزدوروں کے معاشی حالات اور مذاکرات کا حق۔

اس کا رُخ ارنیکا نوڈینی کا پس منظر وہ مزدوری حقیقت تھی کہ ان حقوق و تملیہ نہیں کیا جا رہا تھا۔ اس کی وجہ سے کئی سوالات پر بھی تمغیاں پیدا ہوئی تھیں۔ 1956 میں، 1970 میں اور ایک بار پھر 1980 میں۔ یہ ساری شوش بدگامت میں مسائل سے متعلق تھیں: سوانی حالت، آزادی نگہ راور دوسری تحریکیں کا حق۔

اس پتہ حیرت کا اٹھا دیکھ جا سکتا ہے کہ ایسے مقاصد کا حصول اس قدر مشکل کیوں ہے۔ جو ڈب میں اراقوی مزدور تحریک کے بارے میں قہر بہت جانتے ہیں، انھیں محسوس ہوگا کہ اس قسم کی مشکلات ہمیشہ سے موجود رہی ہیں۔ یہ آج بھی عجیب کی بات لگتی ہے کہ کام کرنے والے افراد کے بنیادی حقوق سب کیسے چھٹے ہیں، اس سے قطع نظر کہ وہ کس نظریے اور کس معاشی نظام سے تعلق رکھتے ہوں۔ بہت سے لوگ شاید ہی اس بات پر یقین کریں گے کہ ایسی سرحدیں بھی ہوتی ہیں جن کے پیچھے مزدوروں کے حقوق کے حق میں تحریکیں چھڑنے لگی





کارکن اور پائینڈ میں آزاد شریک یونین کی تحریک کے بنیاد گزاروں میں سے ایک، آپ سے حق سب ہو رہا ہے۔ یہ کمنا سب سے آسان بات ہوئی کہ میں اس فطیمہ تیار کے وقت تیس چار بجے جب میں اس کے گھر گیا کرتا ہوں جب میرے گھر کے گھونٹے پر اس کی آنکھیں کھلتی تھیں، ابھرتے ہوئے جذبات اور عام گیم ٹوٹیلوں کے وقت لوگوں نے سمجھا تھا کہ وہ سب اس انعام میں اخلاقی اور روحانی اعتبار سے شریک تھا، اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ میں اس کو اعتراف کی دینا سمجھتا ہوں کہ اس کی تحریک نے اس کے جس میں اپنی تمام تر قوت صرف کی تھی، اس کی طرف سے طریق احسن خدمت کو ہے۔

میں اس عطا دیو کو سنا کرتا ہوں، اپنے عمیق احرام اور ان کی معنویت کے ساتھ، اور مجھے اس بات کا اعتراف بھی ہے کہ یہ اعزاز ذاتی طور پر مجھے ہی نہیں بلکہ Solidarity کو، عوام کو اور ان خیالات کو بخشنا گیا ہے جن کے لیے میں نے ٹاپاں لڑی تھیں، اور امن اور تعارف کے حصول کے لیے ہم آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ اور مجھے اس انعام سے کسی اور قسم کی خواہش نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ عوام امن اور تعارف کے حصول میں ہمارے ملک کا بلکہ ماری دنیا کا مددگار ہو۔

میرے اذیتن افغان جن سے میں آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں، آپ کے ذریعے اس تمام لوگوں کے لیے بھی ہیں جو مجھے بچپن سے جانتے تھے: امن اور بعد ازاں سب کے لیے ہر طرف، شاہن ہو کر جنوب، مشرق ہو کر مغرب۔

میں اس قوم کا ایک فرد ہوں جو تڑپتی کئی صدیوں سے مشکلات اور آنت پھیر کا شکار رہی ہے۔ اس دلت دنیا کا کاروبار بنی ہوئی یا بھٹک رہی ہے۔ بددی سے عبارت رہا ہے جب تھوڑے روزوں نے پوینڈ کی مصلحت کو پار کیا تھا اور ایک خود مختار حکومت کو وحشی طاقت کے آگے ہٹا کر رکھا تھا۔ ہمارے قومی تاریخ نے کئی بار ہمیں تکیوں اور احاسیب سے بھر دیا ہے۔ مگر اس میں امید کے لیے ایک بڑا سبق تھا۔ اس حکما کے شکریے کے ساتھ میں سب سے پہلے اپنی جانب سے بڑے فکرمند کا انکسار کرتا ہوں۔ اپنے اس یقین کے ساتھ کہ یہ پوینڈ کے عوام کی امیدوں کو بھرا کر دے گا، اس قوم کی امیدوں کو جو پوری انہیں وہی صدی ایک لکھنے کے لیے بھی اپنی آزادی کی تباہی سے راضی نہیں ہوتی اور بددی قوموں کے ساتھ اپنی آزادی کی جنگ بھی لڑتی رہی ہے۔ بدو امید جو پچھلے چار برس میں وہ بچے ہوتی رہی ہے، یعنی میرا اپنی مرید حیات پر درکھنے والی اور اپنی تاریخ 1944, 1956, 1970, 1976, 1980 کے سنگتوں سے بھرا ہوا ہے۔

اور اگر میں اس مرحلے پر ٹھہرنا چاہتا ہوں تو اس موقع پر اپنی زندگی کا تذکرہ کریں تو اس کی وجہ میرا یقین ہو گا کہ یہ انعام بہت سے لوگوں میں سے ایک کو عطا کیا گیا ہے۔

میں اس بہت جہانی کے مراحل میں تھا جب یہ ملک عالمی جنگ کی تباہیوں اور بکھری ہوئی رکاوٹوں سے نکل کر ترقی و ترقی کے منزل سے گزر رہا تھا، جس میں میری قوم نے دشمن کے سامنے سچے بہادری سے جھکا کر ایک بڑی قیمت ادا کی تھی۔ اس مزید دانی کی اس نسل سے تعلق رکھتا ہوں جو دیکھی پائینڈ کے چھوٹے چھوٹے قریوں میں پیدا

ہوئی تھی اور تعلیم حاصل کر کے کارخانوں میں مزدور کے باعث اپنے حقوق کے بارے میں با شعور ہوئی اور ملک میں اہمیت انھیں رکھتی جا رہی تھی۔ وہی زمانہ تھا جب مزدور رہائشیوں کے اپنے حقوق سے واقف نہیں ہو رہے تھے۔ گھرانے کے ساتھ کھلی مانتھنیں بھی ہو رہی تھیں اور ان کے تصورات کے خوب چکنا چور بھی ہو رہے تھے۔ میں صرف یہ دیکھتا تھا جب جون 1956 میں پٹنہ کے مزدوروں کی روٹی اور آناؤں کے لیے کی جانے والی ہڑتالیں جدوجہد و دشمنی میں نمودار ہو گئیں۔ تیرہویں برس کا بڑا - Romek Szalkowski بھی تھا جو کسی جدوجہد کے دوران مار گیا تھا اور یہ Solidarity یونین کی تھی جس نے ہیکٹوں ہڈی بعد مطالبہ کیا تھا کہ اس کی یاد دہانہ کر کے خراج عقیدت پیش کیا جائے۔ دسمبر 1970 میں جب مزدوروں کے احتجاجی مظاہروں نے ہتھکنڈوں کے سامنے شہریوں کو اپنی پیٹ میں لے لیا تھا، انڈانک کے جہاز ساز کارخانے میں کام کرتا تھا اور ہڑتالوں کے دوران میں شامل تھا۔ میرے ساتھی مزدوروں کی، جنہوں نے اپنی جانیں گھونٹی تھیں، تشدد اور پکڑنے کی یاد دہانی کے لیے وہ ہشت تھا جو کبھی بھول جائیں جا سکتا۔

چند ہڈی بعد، جون 1976 میں، Ursus اور Radom کے مزدوروں کی ہڑتالیں ایک نیا تجربہ تھیں جنہوں نے مزدوروں کے مطالبات اور توقعات پر نہ صرف میرے یقین کو پختہ کر دیا تھا بلکہ باہمی، ثقافتی اور استحکام کی ضرورت کو واضح کر دیا تھا۔ یونین کاٹل نے مجھ کو 1978 کے موسم گرما میں آزاد دہلی یونین کی طرف راغب کیا، جو باہمت افراد کے یکسر دہنے مزدوروں کے حقوق اور عزت کے حصول کے لیے بنائی تھی۔ 1980 کے جون کی اور اگست میں ہڑتالوں کی ایک ہیرے چار سے پانچ کو ہٹی چیت میں سے ایک۔ اس وقت ہڑتال کے مقصد محض مانی عمارت سے کس نہ کے رہ رہے تھے۔ میری زندگی کی راہ، جدوجہد کے وقت، مجھ کو انڈانک کے کارخانے میں لے آئی۔ پورٹلک انڈانک اور Szczecin میں کام کرنے والے مزدوروں کے ساتھ ہے۔ انڈانک، Szczecin اور Jastrzebie میں ہونے والے مظاہروں پر دستخط ہوئے اور Solidarity یونین وجود میں آئی۔

پانچویں ہڑتالوں میں، میں نے جن کا بھی ذکر کیا ہے، ان میں قسم کے واقعات تھے۔ ایک طرف تو ان کا کیا یہ سب کچھ نتائج کا حامل تھا جن میں وہی گنتی تھیں، اور دوسری طرف ان کے اور بھی مقصد تھے۔ پیش کارکن جنہوں نے ان ہڑتالوں میں حصہ لیا تھا وہ دراصل اپنی قوم کی نمائندگی کر رہے تھے۔ میں جب اپنی زندگی کی راہیں کو بدلتا ہوں تو دشمنی عزت اور جھوٹ سے بھر نہیں کر سکتا۔ یہ تجربات سے حاصل ہونے والے سستی یہ تھا کہ تم تشدد سے اس وقت تک مؤثر اختلاف نہیں کھینچ سکتے جب تک کہ ہم خود اس سے ہتھکڑ نہیں کرتے۔

وعداات سے لے کر سب کی منتشر رہا میں انڈانک معبود حقوق کا ایک غصہ مرنے والا تھا جس کو کبھی متایا نہیں جا سکتا۔ 1980 میں کیے جانے والے مظاہروں کی بنیاد تھی، حساس قوم داری اور محنت کش عوام سے ایک جیتی پڑ ہے۔ طرفین کو احساس ہو چکا ہے کہ اگر یونین فراہم کر دے تو باہمی رضامندی حاصل کرنا

ہوں۔ اس طرح ہونے والے معاہدہ و مشعلی راہ ہوگا جس کی وجہ سے امن کی آہٹ ہوگی۔ یہی وہ واحد موقع ہے جس میں سے طاقت کے متعلقہ دنیا امید جہد جہد کے درمیان کا راستہ لکھتا ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ یہاں متعدد انصاف پر مبنی ہے اور یہ بھی کہ یہ من طریقے سے پناہ دینا حاصل کرنے کی کوشش سے ہمیں طاقت اور آگاہی عطا کی ہے کہ ہمیں کئی حدوں کے پار نہیں جانا چاہیے۔ تو جو کچھ ممکن معلوم ہو رہا تھا اب زندگی کی حقیقت بن کر سامنے آئی ہے۔ ہم نے بسا بہ اختیار سے آزادی یونین بنانے کا حق حاصل کر لیا ہے، طاقت کش نظام جس کی بنیاد رکھ سکیں گے اور اس کو چھ سکیں گے۔

ہماری یونین Solidarity ابھر کر سہجی اور خدائی آزادی میں کرنے کی ایک طاقت اور تحریک بن چکی ہے۔ غلامی کے بندھنوں سے آزاد ہونے والے عوام امدادات اور ترقیات کے طلب گار ہیں۔ ہم نے اپنے وجود کے لیے ایک مشکل جنگ لڑی ہے۔ وہ ہمارے، بلکہ پورے ملک کے لیے، ایک اور موقع تھا اور اب بھی ہے۔ میرے خیال میں یہ موقع ہے، اب اس وقت کے لیے جی رہیں کی شان دی کر دی ہے، اور وہ ریاست کو اس کے ذریعے چھڑنے کے بارے میں سوچیں، جس میں تمام باشندے شریک ہوں۔ ٹریڈ یونین کی ایک تحریک کی صورت میں Solidarity نے نہ اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ مقرر کردہ آئینی نظام کی مخالفت کی ہے۔ Solidarity کے قانونی قیام کے چند مضمون کے اندر اس کی سرگرمیوں کے نتیجے میں نہ کوئی بد اثر ہوا ہے اور نہ زخمی۔ ہماری تحریک نے دن دن کی اور رات چوٹی ترقی کی ہے، مگر ہم نے اپنی جدوجہد کو اپنے حقوق اور سرگرمیوں کی آزادی کے حصول کی حدود کے اندر محدود رکھا تھا، اور ہم نے خود پر بھی مابین خود ساختہ پابندیوں کا نہ کیا کبھی تھیں۔ ہماری طاقت کا حصہ بن رہا ہے کارکنوں، مسافروں، لائش اور قوم کا اتحاد ان لوگوں کا اتحاد جو عزت، صداقت کے اور اپنے ضمیر کے مطابق ہم آہنگی کی زندگی چاہتے ہیں۔ اس کے بعد جو کچھ ہو چکا ہے، ہمیں اس پر اپنی موٹی و نماب فال اپنی چاہیے۔ اپنی موٹی بھی تو کیا کر سکتی ہے! مگر اس مقدس موقع پر ایک بات ضرور کہنی چاہیے کہ نہ تو پینڈ کے عوام مغلوب ہوئے ہیں اور نہ انھوں نے شدید دور پر مد کش ٹھن مرنے کی کا راستہ اختیار کیا ہے۔

ہم تشدد نہیں کریں گے۔ ہم یونین کی آزادی نہیں منوائیں گے۔ ہم اپنے عوام کو اپنے عقیدے کی خاطر قید نہیں ہونے دیں گے۔ قیدیوں کے دروازے کھول دیے جانے چاہئیں اور اپنے شہری حقوق اور یونینوں کا دفاع کرنے والوں کو قورار دیا ہو جائے۔ ہماری تحریک کے سربراہ رہنا اور اپنی مقصد پھرنے کا اعلان کا حدم ہونا چاہیے۔ اور ان تمام لوگوں کو جنھیں یونین کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی پادش میں ہونا چاہیے۔ جانتی ہیں، اپنے گھروں کو واپس ہونے اور اپنے ملک میں کام کاج کرنے کی اجازت دی جانی چاہیے۔ ہمارے حقوق اور ہماری عزت کا دفاع ہو، ساتھ ہی ساتھ عزت کے جذبے کو بھی غلبہ نہ پائیں۔ یہی وہ راستہ ہے ہم نے جس کو اپنے لیے چن لیا ہے۔

پینڈ کا تجربہ، نوبل انعام نے جس کو کلیر من شخص کر دیا ہے، ایک مشکل اور بڑا مافی تجربہ تھا۔ اس

کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ یہ تجربہ مستقبل میں چھانک رہا ہے۔ انسانی ضمیر میں جو کچھ ہوا ہے اور جس نے انسان کے رویوں کو متاثر کیا ہے اس کو نیست و نابود نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ہے ماہِ رواغلم ہے گا۔  
 ہم اپنی قوی آرزوؤں کے وارث ہیں، اور شہر اس بات کا ہے کہ ہم کو ایسے بے عمل قودے میں جبریل نہیں کیا جاسکتا جس کی ہتی قوی آرزو نہ ہو۔ ہم اس یقین کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہیں کہ قانون سے مراد قانون، درانہاد کا مطلب خفاف ہو کہ ہر کی مشتق کچھ معافی رکھتی ہیں اور ضائع نہیں ہوتی، کہ ہر کی تہذیب انادوں کے ماحول میں ترقی کرتی ہے۔

ایک قوم کی حیثیت میں ہم کو حق ملنا چاہیے اپنے محاورے میں فیملے کرنے کا اور اپنے مستقبل کو سنو کرنے کا۔ یہ کسی اور ڈاکے کے لیے کسی قسم کے خطرے کا باعث نہیں ہوگا کہ ہر کی قوم اپنے مہدی دنیا کے عجیبہ حادثات میں ہتی مقنوم کی ذمہ داریوں سے ہر کی طرف واقف ہے۔

اس کے باوجود کہ پچھلے دو برسوں میں میرے ملک میں کیا ہوا ہے میں اب بھی اس بات کا قائل ہوں کہ ہمارے سامنے محاورے کو طے کرنے کے علاوہ قوی عورہ ستر نہیں، اور یہ بھی کہ پائینڈ کو جس قسم کے مشکل مسائل اور پیش ہیں وہ درباب اختیار اور عوام کے درمیان صرف گفت و شنیدی سے سمجھائے جاسکتے ہیں۔

اپنے اجداد کی سرزمین کے کا یہ دور ہے کہ چپ جان پل دھم نے اس نکتے پر فرمایا تھا:  
 پائینڈ کے پاس ہر کی دنیا کے محنت کشوں کو اس قسم کے خدا آراء کا کیا حق ہے؟ اس لیے کہ محنت کش محنت پیدا کرکا آئے نہیں مگر اس شے ہمارے جو پیدا کر کے عمل میں سرمایے سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ اس کی محنت کے باعث انسان مایک ہو جاتا ہے، اپنے کارخانے کا۔ اس کی محنت کے عمل کا، اس کی جان فدا کی کے ثمرات اور مان کی تفسیر کا۔ اور گرائس کو حساس ہو جائے کہ اس کی ہر کی پوششیں سے ہونے والی پیداوار میں، خفاف پہ معنی اس کی حقیقی شراکت داری بھی ہوتی تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی تیار رہتا ہے۔

لیکن میں اصل احساس ہے ہر کی جس سے قاصر ہیں مگر محرومی، کٹی اور۔ چار کی کا تو دہرہ ہو تو کچھ بھی بنا د نہیں جاسکتا۔ اور وہ جو ایک بار متحد حق طاقت کا مزہ چکھے اور آزادی کی ہو میں سانس لے لے، اس کو کچلا نہیں جاسکتا۔ نہ اس سے ممکن ہے اور بہمان کا حق رکھتے ہیں۔ محاورے کی معنی ہوتی دیوڑوں کا قابل فتح ڈیکوٹ نہیں ملنا چاہیے۔ میری سب سے پانچوش کھانیش یہ ہے کہ میرا ملک پر امن قسب مابیت کے کارکنی مہلتے کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور یہ بھی کہ چہنڈ ایک دن دنیا کو ثابت کر دے کہ طاقت کے استعس کے بھلے پیچیدہ ترین حالات کو بھی نہ کرے کہ ذریعہ حل کیا جاسکتا ہے۔

بہنہ آراء کے لیے تیار ہیں۔ ہم کسی بھی وقت، اپنے مطالبات اور ان کی وجوہ کو اپنے حوام کے فیملے کے لیے پیش کرنے کے لیے بھی آہرہ ہیں۔ اور ہمیں ہمنہ ہر کی بھی شہ نہیں۔ کہ وہ کیا فیصلہ صادر کریں گے۔  
 میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کے ہر ملک کو عزت کے ساتھ جینے کا حق حاصل ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آج نہیں تو کل، افریکے، خاتمہ انوں کے، یورپ، مہروہوں کے حقوق کا دنیا کے کونے کونے میں اجراء کیا جائے گا۔

چینڈ میں شہری و روستائی حقوق کا حرام ہونے کی شناخت کے اور پورے یورپ کے مفاد میں ہے۔  
چونکہ کرایہ پر امن چینڈ یورپ کے مفاد میں ہے، آزادی کے لیے چینڈ کی آزادی کے کچھ کچھ نہیں  
جائے گا۔ چینڈ میں اندرونی امن کے حصول کا واحد راستہ مذاکرات ہیں، دیر لگی وجہ ہے کہ یورپ کے لیے  
بھی یہ امن کا آئینہ غصہ ہے۔

مجھے حسرت ہے کہ چینڈ کے عوام کی جان فشانی نے دنیا بھر میں ان کے لیے بھاری اور ان  
سے یک جہتی کے جذبات کو ابھارا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس رفی مقام سے ان سب کے لیے  
کمر بستہ ہوں کہ یہ پیش کردہ جو چینڈ کی اور چینڈ کے عوام کی مدد کے لیے ہیں۔ یہ میں اس عواطف کا بھی  
انکسار نہ کر سکوں ہوں کہ ایک مثبت ارادے کے ساتھ چینڈ میں مذاکرات و روستائی حقوق کے عمل کو مستحکم کیا  
جائے؟ میرا ملک ایک بڑے معاشیاتی بحران کے چنگ میں پھنس ہوئے۔ ہمارے بحران میں چینڈ کے  
خاندانوں کے وجود کا اثر رہی انجام پڑی ہے۔ چینڈ میں مستقل معاشیاتی بحران یورپ کے لیے بھی دردناک  
ہو سکتا ہے۔ لہذا چینڈ کی مدد و ذمہ داری اور وہ دنیا کا حق دار ہے۔

میں اس بنیادی نکتے کا اعادہ ضروری جانتا ہوں کہ اس وقت چینڈ کو مفاہمت اور مذاکرات کی شد  
ضرورت ہے۔ میرے خیال میں یہی سچو پوری دنیا پر، گوشتا سے کہ ہم کو بات چیت جاری رکھنی چاہیے، کہ  
ہم کوئی درد نہ دینا کریں اور نہ اپنا کوئی قدم اٹھائیں جو مفاہمت کے راستے کو مسدود کر دے۔ اور ہمیں یہ بھی  
دور رکھنا چاہیے کہ وہی امن دنیا کے پاس ہے اور خود کی طرف اور خود کی نیکی میں دنیا میں یہ قائم کیا گیا ہو۔

دنیا کے بہت سے حصوں میں لوگ ایسے عمل کی تلاش میں ہیں جو دنیا کی قدروں، امن اور انصاف کی  
کڑیوں کو آج میں مدد دے۔ یہ دونوں انسانیت کے لیے رونی اور ملک کی مانند ہیں۔ ہر ملک و سرحد و دنیا کا ان  
قدروں پر ماقامد تخلیق حق ہے۔ کوئی بھی تنازعہ اس راستے پر چلنے کو سرکوشش کے بغیر حل نہیں کیا جاسکتا۔  
ہمارے مہدی نہایت اہم ضرورت ہے کہ وہ آزادوں میں جو دنیا بھر میں موجود ہیں ان کو تسلیم کیا جائے۔

ہماری کوششیں اور تخلیق تجربات نے دنیا پر انسان سے اتحاد کی قدر کو اب گہرا دیا ہے جس کی عزت افزا کرتے  
کو قبول کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو یاد کرتا ہوں، میں جن سے اتحاد کے جذبات کے ذریعے ضابطہ ہیں؛  
سب سے پہلے ان کو جنہوں نے میرے ملک میں مزدوروں کے شہری حقوق کی جدوجہد میں سب سے  
بڑی قیمت ادا کی ہے۔ اپنی جان!

ان دوستوں کو جنہوں نے Solidarity کے وقت میں اپنی آزادی کی قربانی، جنہیں قید کیا گیا اور جو ابھی  
ملک مقامات کی پیش کے خطر ہیں۔

اپنے ہم وطن مزدوروں اور شہریوں کو جنہوں نے Solidarity کی تحریک میں اپنی آزادیوں کی تکلیف  
کے خوب دیکھے، جن کو بروقی کاس منہ سے اور جوتا دیوں کے لیے آمادہ ہیں، جنہوں نے دیرری اور دائیں کو  
ہم رشتہ کرنا سیکھا ہے، اور ان مقدس سے وفاداریوں نے ہم جن کے لیے آگے بڑھے ہیں۔



# الو مرڈال

## الفانسو گارشیا رائلس

### اعلان تجلیل

جلالت قلب، عزت قلب، محبت و عظمت!

لوگ اکثر ہم سے سنا کرتے ہیں کہ امن انوم کے لیے ہمارے کرنے کا عمل زیادہ مشکل تو نہیں ہوتا ہوگا۔ ان وہ جو وہ جنہوں نے اس قسم کا سوال اٹھایا ہے، سمجھنا کچھ مشکل تو نہیں۔ فخری عبور پر، امن کے لیے ہونے والی کوششیں میں غفلت کا ہوا امن نہ متنبی کے لیے بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ ہمارا ہر ایک ماہر اور بدعتی ہے جب قومی سرحدیں عبور کی جاتی ہیں اور سب کے زور پر شعلی چارحیت کی جاتی ہے۔ یہ وقت احساہ، یوٹی اور بھی بڑھ جاتا ہے جب خبریں ملتی ہیں کہ مصلوب دہ مارے جا رہے ہیں اور پرائی دشمنوں پھر سے ڈنڈہ کی جارہی رہی ہیں۔

ہم جس دنیا میں رہ رہے ہیں اس میں سکون نہیں رہا۔ تھوڑے دنوں میں طلب مسائل ہمارے دور کے خاص نقوش ہیں۔ تحقیقہ اعلیٰ کاغذوں اور امن کے فروغ کے لیے کی جانے والی دلاوری زبانی کوششوں کے باوجود ہتھیاروں میں صفائی کی دوز جاری ہے۔ فوجی اخراجات بڑھ کر 65 بلین ڈالر سے بڑھ چکے ہیں۔ جوہری ہتھیاروں سے نہ کی بیٹھائی کا باعث ہیں۔ ان ہتھیاروں کے ساتھ بڑھتی طاقتوں کی شعلیں زمین کی صلاحیت اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے، اور یہ سنا ہے کہ انسان کی کوہنہ ہستی سے مایوس کیا جا سکتا ہے۔ محنت بیکار رہے مہم میں قومیت کے لیے بہت مہمان رہے ہیں۔

مگر جیسا کہ اس برقی کے انوم یونیکان میں سے ایک نے اعلان کیا ہے: "نہت ہار دینا انسانیت

نہیں۔ ”درحقیقت محام کی سطح سے اسی قسم کے خیالات کے پیش نظر مادیاتی فوٹل کمیٹی نے اسی برس اپنا انتخاب کیا ہے۔

کمیٹی کی رائے میں آلو میرڈال (Alva Myrdal) اور اونیسو گارشی رابلس (Alonso Garcia Robles) دو وجودی بنا پر ممتاز امیدوار تھے جوئے کی وجہ تو اقوام متحدہ میں تحفیف اسلحہ کے ضمن میں دونوں کے اہم کردار اور اعلیٰ درجے کے کام کی وجہ سے بین الاقوامی سطح پر جس کو پسند کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے دنیا کو اسلحہ کے مسائل کے بارے میں بہت اچھی تفصیلات فراہم کی ہیں اور مائے عامہ کو جوئے والے واقعات کی آگاہی دی ہے اور محام کی مشترکہ رُفے دائروں کا احساس دلا ہے۔

ان دونوں کو فوٹل خود کو پیش کش کے ذریعے۔ ’کاس کر دیج وے کئی پہلوؤں کے وجود۔ کمیٹی ایسے نکات پر توجہ مرکوز کرنا چاہتی ہے جو اپنی ذمیت کے اعتبار سے بہر حال مثبت ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو محکمات، مافوقیہ میلانات پر توجہ دینے سے ہی مطمئن نہیں ہوتے بلکہ ان کو بدل دینے کے لیے اپنی تمام قوتیں اور سلاحتیں بھی استعمال کرتے ہیں۔ مستقبل کے بارے میں تشویش اور مادیاتی چند ملت جان وکوں کو یہ نشان نہیں دے سکتی ہے جو یہ پیغام پہنچا چاہتے ہیں کہ ابھی تک انسانیت کے مقصود پر آخری مہر ثبت نہیں ہوئی ہے اور یہ بھی کہ جس درجے کی خدمات اور تعداد کی جوہر کی بودکاسٹ کی اسنادی وجود نہیں دے سکتے۔

امن اور تحفیف اسلحہ کے لیے یہ صرف مغربی دنیا میں رائے عامہ کی ہی سے آگے بڑھ رہی ہے بلکہ بہت سی بین الاقوامی سرحدوں کے پار تک پہنچ رہی ہے۔ جوہری ہتھیاروں کی دوزخوں کے کا خیال اب بوقت ناممکن مسئلہ نہیں رہا ہے۔ یہ بوقتوں کے دونوں جانب کی سی کی قوت جواب دہ ہے ایک جہتی کا احساس ہو گیا ہے اور ترقی یافتہ ممالک میں مدافعتی اہم کر رہے ہیں۔ یہ شاید وقت کے تقاضے کی وجہ سے ہے کی ریاست دئے احمد کی کئی ریاستوں سے کامیابیوں اور سینیٹ کے حوالے انتخابات میں جوہری ہتھیاروں کو ان کے موجودہ درجے تک محدود کر دینے کے حق میں ہونے والے ووٹ کشمیت سے منتخب ہوئے ہیں۔

مغربی دنیا میں امن اور تحفیف اسلحہ کی رائے عامہ کے منہا اس بات پر مددگار ہوتے ہیں کہ مشرق میں ان کے خیالات پر متناہم دھپن دیا جاتا ہے۔ مغرب کے تمدنیوں میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جن کے دلوں میں جوہری جنگ کے ذریعے ممالک تباہی کا خوف سب سے زیادہ ہے، یہ خوف جس کے بارے میں محکمات کہہ سکتے ہیں کہ ان کی شہرت سے محسوس کیا جاتا ہے جس صورت کہ ہرے خطے میں کیا جاتا ہے۔ بہر حال، تمام خدمات سے بالاتر، ان میں ایک احساس بجا رہا ہے۔

پھر بھی، کسی بھی صورت میں اس مسئلے سے پہنچتی انسانیت نہیں ہوگی اور بالکل یہی ہم کہتے ہیں کہ اس مقام میں جو ہمیں اس میں کے انعام یا فتنال سے ملتا ہے۔

تحفیف اسلحہ کے مسئلے میں افادہ رباں کی خدمات کا ایک مرحلے سے بین الاقوامی سطح پر متعارف کیا جاتا رہا ہے۔ کئی اہمات اور اعزازات جو ان کو ملے ہیں، بین الاقوامی کمیٹی میں ان کی اعلیٰ حیثیت پر

ولایت کرتے ہیں۔

مزید یہ کہ جرمنی اور مقامات کے اعتبار سے، ان کی زمین کا احاطہ بہت وسیع ہے۔ جرمنی کے تیسرے عشرے سے انھوں نے جدید سائنس کو ایک فزکی ریاست بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ وہ عورتوں کی آزادی اور نوجوانوں کے حقوق دینے میں سرگرم رہی ہیں۔ انھوں نے خود کو ایک اعلیٰ درجے کی سفارت کار ثابت کیا ہے، اور وہ یقینی قانون نہیں چن سکتے۔ یہ انھیں کا سربراہ اور نایاب گریو تھا۔

ایسے موقع پر یہ زیادہ مناسب اور ممکن ہے کہ مارشال کی فوٹل کیشن ان کے بے شک قدم کا عائد کرے جو انھوں نے مارشال کے طریق سے بیرونی عالمی جنگ کے دوران کیا تھا۔ اس کے لیے جرات آپ شاہ ہاگون پنٹر (King Haakon VII) نے انھیں Freedom Cross سے نوازا تھا۔

انکا ہر حال عالمی مینوفیکچرنگ کی فروغ دینے اور نظریاتی اعتبار سے ان کی ترقی مارشال کی آئینی اصولوں اور ہمہ گیر اصولوں اور شہر میں جیوت میں ملکی وادارہ کی جو اس وقت ان کے محکمہ ہوئے جب وہ جیووا میں اقوام متحدہ کے تخلیق اسلئے کے مذکور میں سربراہی کے فرائض انجام دے رہی تھیں۔ مگر یہی نہیں؛ اقوام متحدہ کے دیگرے معاہدات میں بھی وہ امن اور تخلیق اسلئے کی پر جوش ترقی دہی تھیں۔

ایک ماہر معاشقہ کی حیثیت میں، جسے عالمی سیاست کے مسائل کا وسیع پیمانے پر ادراک ہیں انھوں نے نہ صرف بین الاقوامی مباحث میں نہ جانے کتنے بار حصہ لیا بلکہ اپنی تعلیمات میں بھی اپنے خیالات کو بڑے پیمانے پر اثر انداز کیا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عظیم مقامی شخصیات سے ان کی یا اختلاف کرنا انہوں نے کیا ہے۔ لوہر کا بھی اس اصول کے اعتبار سے کچھ مختلف نہیں، مگر تمام مرد و عورتیں اس بات سے اتفاق کریں گی کہ ان کا نام ان تمام نوجوانوں کے لیے نقطہ اتصال رکھا گیا ہے جو اب بھی اس نظریے کے دفاع میں کوشاں ہیں۔ انھیں لاکھ لاکھ کے پانچ لاکھ حاصل ہوئی ہے۔

آج، جب وہ انہیں نہ ہی سوچتی ہیں، وہ اپنے والدین کی یاد دہانی کو دیکھ سکتی ہیں جو ضرورت کے پیش نظر نہ صرف بہت زرخیر بلکہ فراموش بھی رہے ہیں۔ یہ اوقات امید اور مایوسی کے درمیان، اور بلاشبہ بہت فزائی بورے نئی کے درمیان بھی ہوتے رہے ہیں۔

ایسے موقع پر بہت کچھ اور بھی ہو سکتا ہے، جب کوئی فرد اپنی محنت کے پھل دیکھ رہا ہو جب اس کی زندگی کے بچہ پن بچاتے ہیں اس کے خواب شرمندہ تھیں۔ ہوسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں Bjarnstjerne Bjarnson کے الفاظ بھی یاد آ رہے ہیں:

وہ سب کچھ جو تیری امید کی گزروں سے روشن تھا  
وہ سب کچھ جس کو تیرے خوف نے سینچا  
وہ اب میری سے اٹھنے لگ گیا ہے

کئی ظاہر ہو جوتی بنانا پنا غنا سو گارشیا رائیس شان سکوں میں کم جانے جاتے تھے۔ ان جیسے کہ ہم سب جانتے تھے، انیا کا نام مایا احمد شاہ سے ہوا ہے۔ جب سرینا قونی سٹاپر تھیں، اگلے کا وہ کام جو کارشیا رائیس کے نام سے مہیوم ہے، وہی شان ہے۔ مئیسیونی میں 1967 میں ہونے والے معاہدے کی پیچھے ان کی قوت کا راز ہے، جس کے ذریعے ریٹینی امریکا کو عدم جوہری عقد قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس حقیقت کے پیش نظر کہ اس معاہدے کے اٹھانے پر کارشیا رائیس کی سرکری تھاپ ہے، اپنے مخصوص معاہدات کے علاوہ یہ معاہدہ محض انسانی اور انسانی کو ملتی کے انداز کے بارے میں بہت کچھ بتاتا ہے۔

اس معاہدے کی طے شدہ قلمی نوکر خصوصیت، دنیا میں ممکن ہونے والی عاقبت میں کچھ تھانوں قوت کا حقیقی دور کا وقت ہے۔ معاہدے کی ابتدا اس اعتبار سے ہوتی تھی کہ جوہری معاہدے کے معنوں میں دنیا کی تھیں ریٹیں بند تھیں، اپنی مکمل تھیں کے تھیں۔ معاہدے کے غلط کے مطابق، یہ تھیں انسانی کی سمیت ہر حملے کے مترتف تھیں، اور ہر آخر یہ دنیا کا قابل بودا ہاں تک بنا سکتے تھے۔

یہ کچھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسائل کے حل کے لیے کچھ ضروری شرائط مسائل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی خودی خدات سے۔ آٹھ میں شے سے جس کی تھی ہوتی ہے، اور دنیا میں کہ جوہری تھیں ر کے مسائل ہر تھیں۔ گو ہوتی ہے۔ یہ عجیب ترغیب ہوتی ہے کہ اس کو جانتے ہوئے بھی آنکھیں بند کر دینے کو جی چاہتا ہے، اس طرح، جیسے کہ ادراک کے عمل میں کوئی رکھوت ڈال دی گئی ہو۔ ہم اسی کیفیت میں نہیں ہوتے کہ ہم خود اپنی توجہ کو اس کے منطقی نتیجے تک پہنچا سکیں، یا اسے غلطی پر ہم پہنچا سکتے تھے، اس سے کہ ہم وہ حقیقت جو کچھ جانتے ہیں اس کا سامنا کرنے کی ہم میں سمیت نہیں ہوتی ہے۔ یہ جوہری تھیں اس کے پیدا کرنا، حالت کی سچ نکال اتنی ٹھنڈا کر کے، ان کے ادراک کا تصویر دیکھنا، ہر انسانی صلاحیتوں کو من کر دیتا ہے۔

امریکی سائنس اور اقتصادیات کے ماہر اور دن پروفیسر جان کینتھ گالبرتھ (John Kenneth Galbraith) نے اس کیفیت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

”کو دیکھتی، وہ جس سے ہاں مٹوں کرنے کی کوشش کرتے تھے، یہ ہے کہ یہ چھوٹا سرکٹ [جنگوں میں] جوہری تھیں اس کے تھوڑے کے بعد دتی نہیں رہ سکتا۔ جب دونوں سے پچھا گیا کہ یہ کچھ نہیں ہو پتوں کے لیے زندگی چاہتے تھے تو جواب میں کہا کہ ہاں کم چاہتے تھے۔ جب جوہری جنگ کے بارے میں پچھا جاتا ہے، جو ہر دنی جونی کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے، تو ہم اس کو ہمیشہ اپنے ذہنوں سے جھٹک دیتے تھے۔ انسان نے اپنی فانی زندگی کے ہم ہر خیال کے ساتھ جیسا کہ یہ ہے۔ ادراک اس نے اس خیال کو بھی قبول کر لیا ہے کہ سب انکے مرتکتے تھے، کہ اس کی اور دور واد کا بھی وجود نہیں رہے گا۔ قبولیت کو اس موجودیت پر ہم صرف تعجب ہی کر سکتے تھے۔ مجھے گھڑی سے کہہ رہا ہے ان خیالات کو قبول تو کریتے تھے مگر ان کی حقیقت سے ہم آغوش نہیں ہوتے۔ اس تصور کا عمل تو بہت بڑا ہے یا بہت مہیوم ہے۔ ہمارے ذہن کی دور واد کے ہنگاموں میں ہونے والی جنگ کا تصور کرتے تھے کہ اس کے مسترد

کرنے کے عمل کو شروع کر سکتے ہیں۔ مگر جوہری ہولوکاسٹ کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اس حقیقت سے غمنہ ہی ہماری سیاست کا سب سے بڑا عقاب ہے۔“

ان سب باتوں کی روشنی میں ہمیں اس معاہدے پر غور کرنا چاہیے جس نے۔ یعنی امریکا کو جوہری ہتھیاروں سے پاک کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ حالانکہ سو گارشیاراٹلس کو میکسیکو کے معاہدے کا باپ کہا جاتا ہے، تو صحیح کیا ہے۔ یہ انھیں کے خیالات اور ان کی حقیقت پسندانہ تحقیق ہی ہے جو [معاہدے کے] متین میں منعکس ہوئی ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جوہری ہتھیاروں کی پھینک دینے کی کوشش کا سامنا کرنے کی ہمت رکھتے ہیں۔ دورانِ عمر کی وجوہات بنا کر یہ معاہدے کے کامیاب مذاکرات اس وعدہ کی طرف مڑ رہے ہیں۔

ایک بار جوہری ہتھیاروں کے خوف ناک ہونے کا دور اک ہو جائے تو جوہری ہتھیاروں کا مسئلہ نئے پہلوؤں کو اُبھر کر رہتا ہے۔ کوئی بڑی قومی طاقت یا بین الاقوامی تنظیم کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ جوہری ہتھیاروں کی تاریخوں نے ہم کو اس بحث سے کہیں دور پہنکا ہے۔ جیسا کہ سرٹھس جانتا ہے، فوجی دفتروں کے جواز کے بارے میں عالمی دائرے میں ملتا ہے۔ ہم میں سے بہت تاریخ سے حاصل ہونے والے سبق کی روشنی میں، اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آر.ڈی. ٹیڈیٹا کی اور انسانیات کے قائلین اختیار دفتروں کی اس کا دفتروں کرنا جانا چاہیے۔ اور لوگ تو اس مسئلے پر ہمیشہ ایک رنگ نرم رہتے رہتے ہیں۔

بیرنگل، میکسیکو معاہدہ اس مسئلے کو اس قدر صاف ظاہر کرتا ہے کہ سب اس مونیٹورنگ پر مزید بحث کی کوئی مضامین نہیں روکتی ہے۔ اس معاملے نے اب نیا پہلو اختیار کر لیا ہے؛ لہذا اب ہمیں نوع انسانی کے بچوں کے لیے کوئی راستہ تلاش کرنا پڑے گا۔ درحقیقت تخفیف اس کا یہی مسئلہ آتی نہیں رہتی ہے۔

ان حالات نے ہمیں ایسا پیٹ فارمیڈ کر دیا ہے جو نوع انسانی کو جس پہ، اپنے سیاسی مصالح اور حکمت عملی کے باوجود، کھٹے ہونا پڑے گا۔ اس کا متبادل یہ ہوگا کہ جوہری ہتھیار مسلسل تیار ہوتے رہیں گے، جو بالآخر ہمیں صرف مکمل تباہی کی طرف لے جائیں گے۔

نیو آریکو ایک بار بتا دیا تھا کہ ”ستیرک“ جس امن قائم کرنے دے، کہ وہ اس وی کرواٹس کے وارث ہوں گے۔“ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ”کرواٹس“ قائم کرنے والے جتنی کوششوں میں کام ہو جاتے ہیں تو بڑے زمین پر یقین باقی ہی نہیں رہ جائے گا جو اس کا ورثہ بنے، پسے کرواٹس کا، کوئی بھی جس کو ورثہ کے قائل نہیں سمجھے گا۔

اس صداقت کو آگے بڑھائی اس برقی کامن ٹیم نے اپنے وقت کا پیدا کام ہوگا۔ انھوں نے ہمیں جو تجویز صاف صاف دیکھا ہے، وہ وہی ہے کہ امن اور تحفیظ اسلام کے خیال کی ترویج کے کام کو مختلف سطحوں پر لے جانا چاہیے۔ اس مونیٹورنگ پر اختلافات کا پھیلنا۔ ہرٹی ہوگا، اس حد تک کہ ہر وقت بڑھتا ہی ایک یہاں حق رائے عامہ کا تیار ہو جائے جو بڑا ڈالنے کے قائل ہو۔ جیسا کہ انوکھا مڑنا اور صبح کرنا ہے، ہمارے محقق ہیں

ایک ہدف نہیں ہے:

”میرا اس بات پر یقین کرنے کی ہمت ہوئی چاہیے کہ آدمی اپنی تمام تر دنیاوی مشغولیتوں کے ساتھ امن کا خواب ہے، اگرچہ محض امن دو ممکن ہو جیسے غریب ایک کرپتے ہی سے ہم امن حاصل نہیں کر سکتے۔ امن کے لیے کام کرنے والوں کے سامنے جو چیلنج ہے دو ایک واحد عالمی سوانہ جواب ہی میں منظر نہیں ہے، بلکہ یہ شارٹ کٹ کے پڑوسل میں ورکن کے حصول کے لیے مختلف سطحوں پر دو ڈیمس ہے۔“

اس میں کچھ سے جس کے لیے امن ایک حاصل کرنے والوں نے سبکی کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ”تعمیری تجویز حاصل کرنے کے لیے نئی پیش کش“ کی سہمی رکھتا ہے، اس بات کو دو عالم کوئیں کے مقابلے میں بہتر جانتے ہیں۔ انہوں نے وہی سہل و سہل راستہ اختیار کرنے کی کوشش نہیں کی ہے اس لیے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ تخفیف اسلحہ کے لیے مذکورہ کی حفاظت کی سطح پر بورڈ کی طاقتوں کے درمیان امن کو تسلیم کرنا کتنا ضروری ہے۔

اور جب ہم ’کچھ اور کچھ دوسرے تصور کی بات کرتے ہیں تب ہمیں بتا چلتا ہے کہ تخفیف اسلحہ کا وعدہ کتنا جتنا اپنے وارہ رکھتا ہے۔ نہ صرف امن کی ضمانت کا نگہ رگانی سے ورنہ محض اس بات کا اعلان کر دینا کہ جوہری ذخیرہ رکھ کر رہے جانے چاہئیں اس قسم کے وعدے کے لیے وسیع پیمانے کا اتفاق حاصل کر لیا جہاں مشکل نہیں ہوگا۔

مشکل تو اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ان وعدے کا حصول عملی طور پر یہی فیصلوں کے ذریعے کیا جاتا ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ جس کا امن کرنے کے لیے ہمت دیا ہوگی۔

ہم نے بدھتی ہوئی ہے مہربانی سے دیکھو کہ کہ جوہری طاقتوں کے نزدیک تخفیف اسلحہ کے لیے کسی معقول وعدے کا حاصل کرنا بھی کتنا مشکل ہے اور ہم یہ سوال بھی کر سکتے ہیں کہ ہونے والے تمام تر مذاکرات کے دو جوہر یہ کوئی کاروائی کیوں نہیں ہوتی ہے۔ شاید اس لیے کہ نظریاتی اختلافات بہت وسیع ہیں؟ ہو سکتا ہے کہ باہمی بے غورگی کے پشتوں کو توڑنا ممکن نہ ہو بد قسمتی سے جن کی بہت نشوونما ہو چکی ہے؟ ایک بار پھر یہ خوف کی ہے جو عالمی سطح پر کیے جانے والے سیاسی فیصلوں پر حاوی بھی ہے اور ڈالڈا بھی؟

ایک سو دو ماہ جواب دے دینا کچھ آسان نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ایک ایسی حقیقت ہو جس پر غور کیا جانا چاہیے۔

قریب میں نظر آ رہا ہے کہ بین الاقوامی درمیان قوت حاصل کرنے کے لیے جدوجہد اور شدید جدوجہد جاری ہے مگر جدوجہد میں بہت ساری تبدیلیاں شامل ہیں جو اس بات پر یقین رکھتی ہیں کہ وہ اپنے ضروری مذاکرات کے تحت پر مجبور ہیں، اور جو واقعی اپنے حک کی حمایت کا خطرے میں ڈالنے کے خلاف میں مثال ہیں۔ اسی وجہ سے وہ سب کی سب، فوری فنڈ، قدم پر اپنے آپ کو مجبور پاتی ہیں۔ اس قسم کے رویے کو سمجھنا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔

مگر اس بارے میں اور بہت کچھ بھی کہنا ہے کہ یہی حقیقتیں جس کو ایک بدعتی نام کہا گیا ہے ایسے نام میں مقرر ہیں جس میں متعلقہ جہاتیں، اہل ہندو کے لیے ایک دوسرے کی ہمت افزائی کر رہی ہیں۔ آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ نام کس طرح کام کرتا ہے: مشرق میں، پہنچنے والی امدادات بتاتی ہیں کہ مغرب وے مزید اہل ہندو کے منصوبے بنا رہے ہیں مابقی وجہ سے مشرق، خود اپنے تحفظ کے خیال سے، اہل ہندو پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور بحر مغرب میں یہ امدادات پہنچتی ہیں کہ مشرق میں نئے اقسام کے اسلحے بنائے جا رہے ہیں لہذا مغرب کو کسی رد عمل پر مجبور ہونا پڑتا ہے، جب تک بدعتی صورت میں انھیں اس کی ہمت بھی نہ ہوتی۔ طریقہ کار، ایک دوسرے پر اثرات دھرتے ہوئے، اہل ہندو کا جوڑ مل جاتا ہے۔

اصول اعتبار سے ان لوگوں کا، جو موجودہ "ترقی" کے ذمے دار ہیں، شدید ناپاک فکرا ہوا۔ بدعتی سے مانعیات کے پیش نظر یہ عمل تک پہنچنا مشکل ہو گا جو تمام فریق کے اپنے خیال کے مطابق، تحفظ کو یقینی بنائے۔ اس قسم کے عمل تک پہنچنے کے لیے بہت قدامت پسندی کی ضرورت ہو گی جس میں مرکزی مسئلہ ہو گا تمام گروہوں کا اختلافات کے باوجود ایک پیٹ فارم پر مل جانا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا جو بدعتی حقیقتیں اپنے پیدا کردہ نئے صورت حال سے، میں اس قسم کا پیٹ فارم مقرر کرنے کے قابل ہو سکیں گی یا نہیں؟ اس لیے کہ کوئی بھی اس حقیقت میں نہیں روکنے کا راستہ دنیا کی تمام قوموں کے لیے سب سے برتر، ایک مشترک مفاد موجود ہے، یعنی جو بدعتی تنظیموں کی بدولت کوڑا ہوتا ہے۔ یہ ہے وہ مسئلہ ہمیں جس پر غور کرنی چاہیے، اور، ذمہ ہے کہ اس طرف تک پہنچنے کی ہماری تمام کوششیں مربوط رکھی جاسکیں۔

ان حالات کی روشنی میں تحریف اہل کے کام میں ہماری واضح کیے گئی ابھرتی صاف دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے سامنے اب ایک بے حد باریک من، مہر آزمایہ اور وقت طلب کام ہے: یعنی جین۔ قومی سطح پر مذاکرات کے ذریعے سمجھ میں تحریف کا کیا جانا، اور اس بات پر بھی زور دینا چاہیے کہ ان میں خطوط پر، پاپا اور حقیقی نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ مگر ہمارے سامنے مختلف امن کی تحریکوں کا منافی کام بھی ہے جس کے ذریعے شعوری طور پر رائے کا تیار کیا جانا ہے اور یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ اگر رائے کا تیار نہ ہو تو صحت مند اور حقیقت اور ہمارے کردار اور بہت سی بین الاقوامی سرگرمیوں کے پار جائیں تو یہ بین الاقوامی مذاکرات کی کمیابی میں ایک فیصلہ کن عنصر ہو سکتی ہے۔

آگے کا راستہ خطوط بھی اور مشکل بھی نظر آئے گا، اور یہ شہر تصور ہو رہا ہے کہ اس کا کیا ہو گا۔ اور ممکن ہے کہ چند نااندازی پر بھی اثر انداز ہو جو دیکھنے میں کی دیکھائی دیتی ہے مگر بھی جاری رہنے کی ہمت کرتی ہے۔ لہذا مہر خال اور گار شہار انلس کو اس میں کام انجام پیش کرتے ہوئے، مابقی کوئی نیکل سمجھنا ان کی کوششوں کا، معترف کرنا چاہتی ہے جو ان باتوں نے تحریف اہل کے مشکل بین الاقوامی مذاکرات کے ذریعے تعمیر کی عمل کی تلاش میں کی گئی۔

ساتھ ہی ساتھ کمپنی چاہتی ہے، اور اس سلسلے میں ہمیں یقین ہے کہ ہم نیا میدان کھانکے جہد و کوشش کے مطابق ہی کہہ رہے ہیں۔ کہ اس میں اس کے اندر ماضی اور تخیلی جذبہ کے لیے تیار رہنا چاہئے اور ان کے لئے عام کے لیے دست و پاؤں کے طور پر سمجھا جائے، جسے خود انھیں نے ایک قابل قیاسیہ نام ثابت کر دیا ہے۔

مارٹن نویل کمپنی کے صدر نشین Egil Aarvik کی نویل

## خطبہ — آلو مرڈال

### تخفیف اسلحہ، ٹیکنالوجی اور تشدد میں فروغ

جناب چیئرمین اور محترم مہمان گرامی!

سب سے پہلے یہ میرا شغ اور پسند و خاشا ہے کہ میں اس عزازت سے یہ اپنا تشکر پیش کروں جو مجھے 1982 کے نوبل امن انعام کے ذریعے عطا کیا گیا ہے۔

اس کے بعد میں چاہوں گا کہ نویل میں تخفیف اسلحہ کے عام مبحث پر بات کروں جس پر آپ کی توجہ مبذول رہے۔ اس سلسلے میں مزید راز رکھنا دنیا کے درمیان سب سے زیادہ تشدد میں فروغ کی جانب سے انسان کی عظمت اور اس کے حقوق کی پامانی کی تشدد میں اضافے کو روکنا دراصل کوئی بھی نہیں سمجھتا ہے۔ یہ سب کو دیکھنا انت کے قابل یقین سلسلے کے اور دیکھوں کے جو انفرادی طور پر مردوں اور عورتوں پر روا رکھے گئے تھے۔

پھر بھی میں، اس انفرادی میرے اور دیگر کامیاب کارکنان کے درمیان مسودہ تقسیم ہے، نوبل کمپنی کا خصوصی شعبہ یہ اور کیا چاہتا ہے۔ یہ تقسیم اس بات کو واضح کرتی ہے کہ یہ انداز صرف ہم دونوں کی ذاتی تقسیم کے لیے نہیں بلکہ چوٹی تحریک کے لیے ہے جس کا مقصد امن کی قوتی اور تشدد میں کمی ہے اور یہ بات ہمارے لیے نئی ہمت افزائی کا باعث ہوئی ہے۔ مارٹن نویل کمپنی کے صدر نشین بولگ آربک (Egil Aarvik) نے بھی یہ بات زور سے کر رکھی ہے۔ انعام نے اس احتیاج کی چوٹی کوئی تحریک کو، جو انسانی نہ دہشت انگیز تشدد کی جبری ہم کے استحصال کے خلاف کی جارہی ہے، قانونی اعتبار بخشتا ہے۔ اور اس کا نئی حالتوں کے سر پر آوردہ سیاسی رہنماؤں اور فوجی سپر۔ ران پر اثر انداز ہوا۔ بدی ہے۔

میں جانتا ہوں کہ امن کی کوشش کے فخر کے کو بار بار استعمال نہیں کر رہی ہیں۔ امن کے حصول کے لیے محنت کا خیال ہر آدمی کے دل میں جائز ہے۔ جس محنت جو انسانی قوموں کے درمیان خاصی اہم ہو گئی ہے، اس کا دھوک نہیں کر سکتی کہ یہ اپنی امن کے حاصل کرنے پر قوموں کے درمیان تمام تنازعات کے حل



کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ تنازعات کی اقتصاد کی اہمیت میں جتنی بے حد مقبوض ہوتی ہیں۔ یہی یہ آدمیوں کے درمیان دیں پانچویں کی کیفیت پیدا کرنے کا دعویٰ کر سکتی ہے۔ یہ فورٹی دس ہیکل سمبلی ہوا چاہیے اس کا مقصد ہی نوع انسان کو درپیش سب سے بڑے خطرے جو برقی تھپڑوں کے استعمال کے خطرے سے بچاؤ اور انسانیت کی بچاؤ ہونا چاہیے۔

میں ابتدا ہی میں اس بات پر زور دیتا چاہوں گی کہ مجھے فی من غور پر اس بات سے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ اس موقع پر یہ انعام بنیاد قوموں کے باشندوں کو دیا جا رہا ہے جو جو برقی تھپڑوں سے پاک ہیں اور کسی معاہدے میں شریک بھی نہیں ہیں۔ ذرا غور کرنا اس بات پر بہت کم روشنی ڈالتے ہیں، اس لیے کہ وہ بڑی طاقتوں کے پاک اپنے درمیان مقابلی پر اپنی تمام توجہ صرف کیے رہتے ہیں۔ آخر دنیا میں اور بھی کیا مک ہیں جن میں سے دنیا دور کرنے بڑی طاقتوں کا یہ قیاس بن کر خدمت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

مثلاً مجھے اس بات کا بھی افسانہ کرنا چاہیے۔ امید ہے کہ یہ ہی تو فی نہیں ہوگی کہ وہ دونوں بینکوں نے تو متعدد میں مختلف طور کے مذاکرات کے دوران یہ بات کر دیا ہے کہ مجھے کھاتہ کسی طرح بھی کافی نہیں ہوتا ہے۔ میرے تجربے پر اور تعمیری باتیں کرنے پر نیا دور دیکھنے کی کوشش کی ہے۔

تخلیف طور کے مقصد میں تیار کی پیدا کرنے کے لیے بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ گارشی رائٹس نے بڑی قہارت سے Tlatelolco معاہدہ تیار کیا اور بڑی استواری سے کوشش کی ہے کہ پورے۔ یعنی امریکا کو جو برقی تھپڑوں سے پاک معاہدہ بنایا جائے۔ وہ سب تک جو برقی طاقتوں کو پابند کرنے والے ایسے معاہدوں میں شریک کرنے میں کامیاب بھی رہے ہیں جن کی زد سے ابھی ان قومیں پر جو برقی تھپڑوں کے استعمال سے باز رہنا ہوا جنہوں نے جو برقی تھپڑوں سے پاک علاقے میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔

میں نے بھی اپنے چھ دوستوں کے ساتھ بہت تفصیلی اور ٹھوس تجویز پیش کی ہیں۔ ہمیں آج کامیابیوں بھی ملتی ہیں، اگرچہ بڑے معاملات پر بہت کم۔ جیسا کہ مثال کے طور پر، ہم سویڈش حکومت کے بجٹ میں SIPRI (Swedish International Peace Research Institute) کے اور Hagfors میں قائم کیے جانے والے زلزلے کے کم مشہور مرکز کے اثرات کے لیے رقم مخصوص کرانے میں کامیاب رہے ہیں۔ اب ہم آزادانہ طور پر، جدید ترین مائند مہمان کی مدد سے، زیر زمین جو برقی تجربات سے پیدا ہونے والے چھوٹے سے چھوٹے جھکوں پر نظر رکھتے اور بین الاقوامی سطح پر سیاسی مصلحتوں کی رکاوٹوں کے بغیر ان کے نتائج کی اشاعت کر سکتے ہیں۔ یہ کام جی میں ان کوششوں سے کیا جا سکا ہے جن کے ذریعے جو برقی تجربات کی دھماکوں کی بین الاقوامی سطح پر کھلی تصدیق ممکن ہوئی ہے۔

ہمارے دو ملکوں کی یہ کوششیں شکست کی مثال کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ ان کوششوں کی نفی کے لیے، جن کے ذریعے جو برقی تھپڑوں طاقت رکھنے والے ملک حقیقی کو چھپاتے ہیں۔ یا کم از کم آج کو چھپنے سے وہ تک روکے رکھنے کوشش کرتے ہیں۔ دراصل، چھپیل طاقتیں مختلف طور کے مذاکرات میں اس سے

کثیر زیادہ شہداء ہو سکتی ہیں جتنا کہ انھوں نے بے تحاشہ کیا ہے۔ مگر پھر ہمیں خود بھی شوٹنے کی وودیاوار متہمم کرنے میں پناہ پورا زور استعمال کرنا ہوگا جس پر ہمتی ہے، یہی طاقتوں نے بین الاقوامی مباحثوں میں چھوٹی طاقتوں کے رواج کو پھیلنے کے لیے کھڑی کی ہے۔

سب سے زیادہ خطرناک یہ ہے کہ عوام اور ہمارے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ دھوکوں کی حکومتوں کو جس بات کا احساس ہو کہ جو بری تھیں ان کی طبیعت نہ ہونے سے زیادہ خطرناک ہونا ہے ان تک رسائی حاصل کرنا۔ جو بری تھیں ان کے بغیر ہم کو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ ہم ان کی طاقتوں کے دائرہ اثر میں آجائیں گے جو ہم تک ترین تھیں ان سے نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان کے مقابلے میں دفاع ممکن نہیں ہوتا۔

عام طور پر یہ خیال تقویت پا رہا ہے کہ دنیا اب آہستہ آہستہ ٹھنکے کے شہروں کی حیثیت رکھنے والی اور ان لوگوں میں تھائی پھیلنے والے ہدف کی جانب بڑھتی جا رہی ہے جنہوں نے ہماری تہذیب کی آبیاری کی ہے۔ ہمارے دور کی سب سے زیادہ پیچیدہ حالت، جو دنیا کی تھائی کی زیادہ تر مبنی ہے، بظاہر نا قابل نجات نطفہ حیات سے پیدا ہو رہی ہے؛ یعنی اب تھیں ان اور شہر کے استعمال سے کامیابیوں حاصل کی جا سکتی ہیں۔

کسی نا اہل شخص کے خطرے کے امکانات کے باوجود بھی یہ بعد میں طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ایک نیم تھائی دنیا کے صدر سے ایک زیادہ خوش حال اور نئی دنیا جنم لے۔ یہ خط تصور کی کہ نقصان کے باوجود فلاح میں کامیابی کی سب سے بڑی کامیابی موفقی سے ہے، اس سے جو بری دنیا کا سب سے بڑا منہ نظر بن گیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہی طاقتیں جس قسم کی منسوب ہندویں کر رہی ہیں جس میں دونوں کی دولت لگائی جا رہی ہے، یہ تمام دولت جنگ کی تیاریوں کے ساتھ جو ہو رہی ہیں۔ نئے اعلیٰ تکنیکی تھیں انوں کے منسوب ہے صرف قصور مافی "نقوحت" کے مقاصد حاصل کرنے کی نئی جنگ حکمت عملی کی ہے۔

بین الاقوامی میز ایسوی کی نئی سال، پراپی حکمت عملی کی کو آگے بڑھانے کی نئی کوشش ہے؛ مثال کے طور پر ریاست ہائے متحدہ کے IAX (جی اے آئی ایکس) ہونے کو، 1986 سے قبل جاری نہیں ہو سکتی تھی، 55-17 اس سے 55-18 اور 55-19 کے جواب بن گئیں گے جو اس وقت موجود ہیں۔ یہ تھیں ان کی حقیقت کو قبول نہیں کر سکتیں گے کہ دونوں بڑی طاقتیں 1960 سے ایک فیصد کم طاقت کی حامل ہوئی تھیں؛ یعنی دونوں ایک دوسرے کی مرکزی مابین کو ایک فیصد کم ضرب کا بنتی تھیں۔ اس وقت بھی یہ "اممہاد" شدہ کا تواتر "موجود تھا۔ اور جیسا کہ میں کئی بار اس کی نشان دہی کر چکی ہوں، اس وقت بھی دونوں بڑی طاقتیں ایک دوسرے پر جو بری ہم پیچھے کے عمل سے باز رکھنے کی "بائی" مندرجہ رکھتی تھیں۔

کینیڈا کے صدر منتخب ہونے کے فوراً بعد 1960 میں جبریل میلر نے انھیں مشورہ دیا تھا کہ سوا وروٹو کے ایک بڑے کام کرنے کا عندیہ رکھیں اسے میزائش کاٹی ہوں گے؛ اور بہت سے مابین نے بھی اسی قسم کے بندوبست پیش کیے تھے۔ ایک دوسرائی دونوں ایک جابر قحطی (McGeorge Bundy) اور

ہرمنٹ یارک Herbert York نے قویں تک کہہ دیا تھا کہ ایک میزکس ہی کافی ہوگا۔ تنصیروں کی وار کے جاری رہنے کے دوران مائورین اس نتیجے پر قائم رہے تھے کہ ایک بڑا عظیم سے دوسرے بڑا عظیم تک پہنچنے اور حریف کو جویری تنصیر کے متوال سے باز رکھنے کے لیے چار سو کے ٹک پیگ، ہم کافی ہوں گے۔ اس سے آگے قدم بڑھانے کا مطلب یہ ہوگا کہ سا پیداری میں مزید اضافہ ہوگا کہ یہ سب کچھ بالکل غیر ضروری تھے اور ان کی کیا قیمت اٹا کی گئی ہے؟

اس بارے میں کہ کافی توازن کیا رہا ہے اور واقعی "توازن" اور "مستحکم" کے تصورات کیا ہوتے ہیں، بہت کچھ کہنا اور نکھانا تھا۔ اور اس سبب حقیقت کے باوجود جو مائورین نے ظہور کی تھی وہ نمایاں بدستوری تھی اور مسائل کے کافی ہونے کے باوجود بھی زیادہ ضرورت پر زور دیا جاتا رہا ہے۔

اس مومنوں بے دھیروں کنڈاٹ کے معاملے اور بے شمار مواقع پر خود بہت کچھ لکھنے کے بعد، جس پر کان نہیں دھرے گئے تھے، میں کچھ کی خود کو تھکا ہوا محسوس کرنے لگی تھیں۔ مگر حقیقت کو بار بار دہرانا اور ان پر زور دیتے رہنا چاہیے۔ میں نے آئرننگ کی زبان میں لکھے جانے والی اپنی کتاب The Game of Disarmament کے فیچر ٹیڈ ویٹس لفظ میں اس کا عادیہ سے سبب اثر، اتنے دن بعد، آئی یہ پیش لفظ سہڈش زبان میں ترجمے کے بعد Tiden آئی تھی یہ ہے میں ٹاٹا ہوتا ہے۔

دور مار کرنے والے بین الاقوامی میزائل پر ہی مباحث کے رٹناز کا یہ مطلب یہ نہیں کہ دوسرے جویری تنصیروں پر بھی دوش۔ گوئیس ہوتے ہیں اس وقت تک اس حقیقت کو کہ ایک ہی کافی ہے اور مزید کی ضرورت نہیں، اور ان کی راہیں کی جب تک کہ یہ سیاست دانوں کے ذہن میں بیٹھ نہیں جاتی۔

وہ بڑی حقائق کے درمیان کی حریفانہ کشمکش کے نتائج میں اس مقام پر پہنچ رہے ہیں جو نہایت خوف ناک ہیں۔ اب تو یہ عمل روک تھام کی صلاحیت سے آگے بڑھ کر جنگ کی شروعات تک پہنچ رہا ہے۔ خاص کر امریکا میں اس مومنوں پہنچی کتابوں کے منیاب میں بھی کچھ بیان کیا گیا ہے۔ میں اس موقع پر اس ایک اقتباس پر استغاثہ کروں گا جو 1982ء میں 1982ء کے اسٹیشن پوسٹ کے شمارے سے لیا گیا تھا ایک قابل احترام اخبار سے ور جسے کسی طرح بھی بنیاد پرست نہیں گردانا جاسکتا:

"بہت دن ہوئے یہ وقت بھی آتا تھا جب ریاست مائے متحدہ اور سوویت یونین کے بھائی بھائی اس کے خاتون کی مزید وسعت ہے معنی ہو کر روئی تھی یہ 67 برس کا بچہ ہیں تھا دوسرا دونوں کی طبعیت افسانہ اور کے خلاف بڑھتی تھی، اندھے پن میں درخیز تھی ہونی منہب قوموں کی دوز میں مسرت تھی اس کیلئے یہ طرف جس کے خطرات ناقابل بیان تھے۔

اب فوری ضرورت ہے کہ: قتلے کی جس میں دونوں جانب جویری تنصیروں کی تباہی کو روک دیا جائے۔"

میں ان تمام نوٹوں سے متاثر کرتی ہوں جو واقعی حقیقی تحریف اور اس کے سب سے پہلے قدم کے غور پر ہر

قسم کے اسکے پڑ پڑی کو بہتر جانتے ہیں۔ کاشی عرف مشرقی لوگوں کی و اتحاد و کرا دی جائے کرامی سے میں آگے نہ جیتے، اپنی حالتیں بالکل یوانی ہیں۔ کچھ دن قبل ہی، جب سے بائسن اور سناٹ ہوم دونوں میں میری مدد تھی میں ان قوانین تحریک میں شامل نہیں لڑکھوں سے ہوئی تھی، یہ سب کچھ اچھی طرح سمجھ میں آنے لگا ہے۔ اس تحریک میں مشرقی اور مغربی دونوں جانب سے آنے والے ماہرین تقریباً 38,000 کی تعداد میں شریک ہوئے ہیں اور اس میں محدود اسٹاک ہوم میں ایک مینٹل کر رہے ہیں۔

اب معائنہ نے بھی صرف غاص میں تشریح کر دی ہے کہ سان جوہر کی تھیں رول کے خطرے سے کس طرح کا رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔ ایک طرف تو صرف آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں، اور یہ وہ مسئلہ ایک "عام آدمی" کا رد عمل رہا ہے۔ دوسری جانب ایک قسم کی قوم پرستی کے، انجیو کے ذریعے بھڑکے غصوں میں ماہرین جس کو اپنا رشتہ کا خطہ کہتے ہیں۔ دشمن کو مستحکم نہ حاکم چٹیں کھانا، اس سے پیش آنے والے خطرات کو ضرورت سے زیادہ نہ حلا، عوام کو یہ یاد رکھنا کہ وہ ایک "انجمن متعلق" ہے اور ان کو پکڑ کر جانے پڑتا ہے۔ اور نہ رول سے زیادہ دوسرے کے طلب کی جاتی ہے۔ مگر یہ سب کچھ پاگل پن نظر آتا ہے جب ہمیں یہ علم ملتا ہے کہ دونوں ہی طاقتوں کے پاس ضرورت سے نہیں زیادہ واسطہ موجود ہے۔

میں ماہرین نے نہایت صرف انداز میں ثابت کیا ہے کہ جوہر کی تھیں رول کے تسلط ہونے کی صورت میں مرقی یا قدر مائیک میں بھی، ملکی ہونے اور جب پیش آمد دہشت گردی کے لیے ہمارے ذرائع کتنے ناکافی ہیں۔ طاقت کا دہشت گردی، جس کے منتخب میں وہ طاقت ہے جسے آئین ہمارے نوکی صنعتی بھی ڈکا مار دیا ہے، بد بھڑک ہے جو بہت مدت دنوں کو سکون کی طیر مدد دیوڑ میں شامل ہونے پر اکساتا ہے۔ اس قوم پرستی سے بھی آگے بڑھا جاتا ہے جوہر یا ستوں کے درمیان منافات کے تنازعے کے دوران بھڑک اٹھتی ہے۔ مگر یہ سب فطری کُپ انٹیلی جنس سرحدوں سے بھی پرے سے ملتا ہے، جو اپنے ملک اور اس کی روایات سے محبت کی بنا پر ہوتا ہے۔ ہم نے حال ہی میں عظیمی اور رجسٹر ان کے درمیان اس قسم کی سنگین شدہ قوم پرستی کی مثالیں دیکھی ہیں۔

نیا دوسرے زیادہ ملکوں میں عام سمجھ بوجھ نہایت بڑی ہوئی ایک بہت بڑی ماحولی تحریک "عظمی" ہے جو ان تمام قوتوں سے مبارزت کر رہی ہے جو دنیا کو، سکھ کی دوڑ اور فوجی نظام میں ڈھکیل دینا چاہتی ہیں۔ فی الوقت اس تحریک نے زیر زمین و مادیوں جیسے ٹرک میں قابل ذکر قوت حاصل کر لی ہے، مگر حال میں مغربی جرمنی اور روس ہائے متحدہ میں بھی اس کو کامیابیوں نصیب ہوئی ہیں۔ مشرق میں تو یہ قوتوں کے دلوں میں بھی رشتہ ہے، اگرچہ وہ اس قیادت کے بلند کرنے میں زیادہ مشکل پیش آتی ہے۔

جوہر کی تھیں رول کے خلاف احتجاج کی اس کی عوامی تحریک میں کھیں اور پیشہ ورانہ کی انجمنیں بنایا نہ کر دیا اور اگر بھی اس بہ صنعتی سے میرے پاس وقت نہیں کہ میں جوہر کی تھیں رول کی قیادت کے خلاف نکلنے والے اس سیلاب احتجاج کی کھیں بیان کروں۔ مگر اپنے تمام تر کھار کے ساتھ، میں اس بات پر

یقین رکھتی ہوں کہ وہ افراتفراد میں سپاہی قوت رکھتے ہیں، آج نہیں تو کل، عوامی خواہشات کے آگے سرخ کرنے پر مجبور ہیں گے۔

## تشدد اور ٹیکنالوجی

جنگ قتل کے مترادف ہے۔ اور وہ تمام فوجی تیاریاں جو آج کل تھکنہ پڑے مقاموں کے سسے میں کی جا رہی ہیں ان کا مقصد قتل عام ہے۔ جو برقی عہد میں شکار ہونے والوں کو کینڈوں میں روں میں نہیں مین میں شامیہ جائے گا۔

تجسّسوں کا سامنا کیا جانا چاہیے۔

ہم جس عہد میں زندگی بسر کر رہے ہیں اس کو حیات ہی کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ہماری تہذیب نے صرف مسکرت کے عمل سے، بلکہ میت کے عمل سے بھی زندگی ہے۔

ایسی دو خصوصیتیں ہیں جو اس امت کو نہ میدان کا امتیازی نشان ہیں۔ جائزت ہو تو۔ اسی طرح جیسے میرے غلطی کی زیادہ تر باتوں کو غلط سے اور سادگی سے بیان کرنا پڑے۔ اس اختصار سے اس مقابے اور تھکنہ کی نشان دہی کروں۔ طاقت کے حصول کے لیے مقابلہ ہو رہا ہے تاکہ بے تحاشا برہمنی مٹی ٹیکنالوجی کا استعمال کیا جائے جو تصویب کی مخالفت ترقی سے اس کا نتیجہ ہے۔ ہر وقت بدھتے ہوئے تھکنہ اور وہ پرفریم ہر تجسسوں کا استعمال۔ یہی ہے جو ہر سے عہد کو نہ بدھت اور بے رحمی کا نشان دہی ہے۔ ہر اس بات کوئی کا وقت آجلا چاہیے۔

مجھے اس بات کا پورا حساس ہے کہ یہ الفاظ بہت تروے ہیں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ، ابھی حالتیں بھی بدھت ہیں تاکہ اس بدقسمت ترقی کو روکنے کی کوشش کی جائے۔

کیونکہ اس مرحلے پر ایک قافی اعتراف کروں؟ میں نے ہمیشہ خائفی میں رہے ہوں وہاں ترقیت کو تنگی اور بدی کی طاقتوں کے درمیان کشمکش گردانا ہے۔ مگر اس کو یوں سمجھ کر شیطان کے درمیان کی کشمکش کا مادہ دوسرا نہیں دیا جانا چاہیے، اس لیے کہ میرے نزدیک یہ عمل صرف ہمارے مزارع اور ہماری تہذیب ہی تک محدود نہیں، بلکہ عام معنوں میں مثالی اس کو ہر مز (نیٹ) اور ہر مرن (پر) کے درمیان کی کشمکش گردانا جانا چاہیے۔ زندگی کے بارے میں میرا ذاتی فلسفہ تو اس اخلاقی کا ہے۔

مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ بدی کی طاقتوں نے اب اپنے ہاتھوں میں زیادہ دوسے زیادہ قوت کا ارتکاز کر لیا ہے۔ تو کیا ہم اس بات پر یقین کر سکتے ہیں کہ بدی کی قوتوں کے رہنما جائیں گے، برے کھڑکی اس چٹان کو دیکھیں گے کہ جس کی طرف بدھتے چلے جا رہے ہیں اور یہ کہ ان کے رُخ تبدیل کریں گے؟

مگر زمین چٹان پر کے بعد سے ہماری تہذیب کو ترقیت کی طرف لے جانے والی طاقت بننا ترقی

کرتی ہوئی ٹیکنالوجی کی رہی ہے۔ مگر ٹیکنا لوجی ایک دھماکنے والا ہے۔ نئی نئی باتیں اور بدلی کی باتیں  
 وہاں ہی اس سے اپنے کاموں کی سہولتیں ہیں۔ یہ سہولتیں جیسے کہ انسان شعور کی طرح ان میں سے کسی کو  
 پسند نہیں کرتے، نہ ہی یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ قابل غور نتائج سے یا اس طرح اٹھیں۔

زیرے اندازت وانی کھاتے داروں کی فہم میں ایک مثبت اندازت فہم کی طرح ہے۔ حد تک ترقی کا  
 ہمارے جس نے کڑوں انسانوں کے لئے سارے فہموں کا مدد کیا ہے تاکہ ان کی زندگی کے مدد  
 قابل اطمینان حد تک بلند ہو سکیں۔ یہ بات اور فہموں نے باہمی اور متبادلاتی کے لیے پورے  
 پورے براعظموں کے درمیان کے فہموں کی طرح ہے۔ یہ فہم ان سے مستفید ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں  
 کہ ٹیکنا لوجی کے حق میں، صرف وہ فہم کے میدان ہی میں نہیں بلکہ ان سے کہیں زیادہ سائنسی آلات کا  
 مثبت اندازت کیا جانا چاہیے۔

مگر یہی جانب، ہے شمارتوں میں بدلی کی باتوں کی فوائد زیادہ آشکار ہیں۔ میں اس مرحلے  
 پہ، اپنے آپ کو کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس کے بارے میں واقعی سمجھ جاتی ہوں، اور جو سب سے  
 زیادہ مہارت ترقی بھی ہے۔ یعنی سب کچھ سمجھنا سوا سب سے پہلے تو اسے سمجھنا ہی ہونے والی  
 جنگوں کی طرف اشارہ ہے۔ ذریعے جو سب قوموں کی خدمت کرتے ہیں۔ جنگ اور جنگ کے لیے  
 کی جانے والی چیزوں نے ایک طرح کا منطقی جواز حاصل کر لیا ہے۔ ٹیکنالوجی اور فہموں کی اولی حد تک ترقی  
 دوران کی درآمد کے ذریعے سب کچھ کے بہت بڑے پھیلنے کے لیے ان کو مدد کرنے کی جتنی حد تک پہنچا دیا  
 ہے۔ شہر کے ملک نے ان کے درمیان رشتوں تک رشتہ کی حاصل کرتی ہے۔ ہر روز جس کی ترقی مقبوضہ کا  
 نگاروں نے یہ مجبور ہیں انکھوں میں شہر کا گھرؤں کے گھر کے شہر کا یہ ہیں وہ عموماً جو ہم نے اپنے  
 جوڑوں کے لیے تیار کیے ہیں۔ یہ سب کچھ اس میں ہی نہیں ہو جاتا۔ سائنس کشاف کرتی ہے کہ عملی طور  
 پہ عملی ترقی یہ فہموں کا ایک شہر، اتحاد نہ مقصد پہ، مقصد کیا ہو رہا ہے۔ جنگ کے بعد کے برسوں میں  
 ہم ایک ایسی ترقی کا مشاہدہ کرنے کے قابل ہوئے ہیں جو بہت بڑا ہے۔ ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے  
 ترقی یہ فہمیں ایسے ترقی ہوئی ہے۔ مثال کے طور پہ میں ایک فہم کی طرح STEALTH کی کو  
 لے سکتی ہیں، یہ اس کے لیے کی دھماکے سے زیادہ ترقی کے مقابلے کے فہم کو جو ASW (Anti-Submarine Warfare)  
 میں صورت میں دنیا کے سمندروں میں صیغہ جا رہا ہے۔

میں نے اشارہ کیا ہے کہ سب کچھ اس طرح اجتماعی فہمیں شہر اگر چہ پیدا نہیں کرتے، بلکہ  
 ضرور ہیں۔ مگر ہمیں باہم مرید طرہوں کو بھی نہیں بھونکا چاہیے، اس حقیقت کے ساتھ کہ اوپر بیان کیا گیا  
 انفرادی شہر، ہر شہر میں ان کے فہموں کی دھماکے سے زیادہ ترقی کے مقابلے کے فہم کو جو ASW (Anti-Submarine Warfare)

انکھوں کا ترقی آسانی سے دستیاب ہوا کتنا فہم ہے؟

اس پہ غور فرما چاہیے۔ یعنی ہر روز کتنی باتیں ہیں جو ہمارے فہم اور ہمارے فہم ہیں۔

سورٹیں مل، ٹانگوں میں، جو درحقیقت عام طور پر کیے جانے والے جرائم معصوم ہوتے ہیں؟ یہ سب کچھ آتے ہیں، یہ سب کچھ رات کے گھر سے جو میٹروں میں اس کے کے باز رہتے ہیں، یا وہ دہائی میں جو دہشت گرد استعمال کرتے ہیں ان کی فروخت یا درآمد کی اجازت کیسے دی جاتی ہے؟

یہ حقیقت کہ جنگ پر، قوام متحدہ کے جاری کردہ فریم کے یا دہائی کی حالت کی جانب سے زیادہ سے زیادہ "تدفین" کافی جانی چاہیے اور فطرتی اعتبار سے بہت سی قوموں کی جانب سے حالت کی مشق ہوتی رہتی چاہیے، میری دست میں ایک، کچھ کردار اور کردہی ہے اس بھی کچھ عمل کو جاری رکھتے ہیں، جسے میں نے اپنے دو کا اظہار جاتی اور دہشت گردی کا مسلک کہا ہے۔

جربہ نظام میں کئی جنگ یا اسٹیٹ کی خرابی اور بی سے مسئلہ نہیں ہوتے یہ بنیادی طور پر ہمارے زیادہ سے زیادہ پھلتے ہیں جہاں تو جوان قوموں کو فوجی تربیت اور فوجی طریقوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ مشقیں اور فوجی کیمپ ان بنیادی خدائی اقدار کو چاٹ جاتے ہیں جو "تدفین" میں نہیں کڑے" جیسے احکامات میں مضمر ہوتے ہیں۔ درحقیقت ہم زیادہ سے زیادہ دہشت گردی کی اس کے نہ تھیں، جو مذہبیت اور میں اقوام کو ان میں عملی مراعات کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ خوف زیادہ کرنے والی بات سے کہہ سکتے ہیں میں دہشت گردی میں اتنا اضافہ ہوا ہے کہ یہ ہمارے جیسے پڑاؤ میں مکمل کچھ نہیں ہے۔ اور "طعن" کے طور پر انفرادی طریقوں اور محبتوں کی زندگیوں کو محفوظ بنانے کے لیے زیادہ سے زیادہ دفعتی حالتیں جاری ہیں۔ ایک سیاست دان کی زندگی زیادہ سے زیادہ خطرہ ہوتی جا رہی ہے۔ یہ معنی ہوتی اس حالت اور اس کا توڑ کرنے والی حالت کا مسئلہ ہاں جا کر ختم ہوگا؟

بہت سے ممالک اپنے ہی باشندوں کو آزار پہنچاتے ہیں، ان کو جیوں، حقوق کی کمیوں میں قید کرتے ہیں۔ ظلم و ستم ہمارے نظام کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے دہائی کی حقوق کی پامالی کی حد مت کے طور پر نظر آتے ہیں، جو سکھ سکھ ہو رہی ہے۔

شہر کے فروغ کا ایک شہری عنصر ذرا کچھ بدلتا بھی ہیں جو بد شہر بہت اثر پذیر ہیں۔ بانصوبیہ وہ اخلاعات جو تصویر کی ذرا سے ذہنوں میں داخل ہوتی ہیں۔ اس میں تصویر پر وسیع پیمانے پر تحقیقات ہوتی ہیں اور کئی ملکوں میں شہر بھی ہوتی ہیں۔ کچھ پہلو، اسے کہتے ہیں جن سے صرف وقتی اثر پیدا ہوا جب کہ کچھ ایسے ہوتے ہیں جو ذہنوں میں دیر پا تبدیل پیدا کر دیتے ہیں۔

میری ذرا کچھ ایسا میں چاہتا ہوں کہ وہ دہشت گردی اثر بھی ڈالتا ہے۔ اچھے کردار کا کیا ہوا شعور، بڑے کردار کے شعور کے مقابلے میں ہم سے بڑے بڑے کی گہرائیوں میں اثر جاتا ہے۔

میں یہ بھی جانتے ہیں کہ سب سے بڑا دہشت گردانہ انداز کے اعمال کو بعد قبول کریتے ہیں۔ ہندوؤں نقوش کو چھان کر دیکھنے کی تم نہ دیتی، جو ہم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ میں ان قومی سیاق و سباق میں ہمارے نتائج کا باعث ہوتی ہے، انہوں نے ان کے ذہن میں مغربی انداز کے انداز اور ان کی تیسری دنیا کو کھلے پاتے





## ایڈولفو پیرے اسکیریل اعلانِ تجلیل

جلالتِ مآب، عزتِ مآب، محافلِ و حضرات!

مارشیل ڈیوئس کیٹی نے یہ مہم جوئی سے کمیٹی کو 1980ء میں انجام پیش کیا ہے۔

انہوں نے اپنی زندگی کے کئی برس رہائش گاہ میں اور پورے، ملکی امریکا میں ان کی حقوق کے لیے وقف کر دیے ہیں۔ یہ ساتھی اور سیاسی آزادی کی جدوجہد میں عدم تشدد کے اصولوں کے ان تھک اور ثابت قدم پیہم ہیں۔ انہوں نے مہم جوئی میں ایک چارٹیشن کیا ہے، دو چارٹ جسے ہماری کمیٹی کے لئے میں بھی کل نہیں ہونے دیا جانا چاہیے۔

مزید یہ کہ ایڈولفو پیرے اسکیریل قوموں کے درمیان رشتوں میں بھی عدم تشدد کے پیہم ہیں۔ مثال کے طور پر، انہوں نے رہائش گاہ اور مہم جوئی کے درمیان عدم تشدد کے خطرے کو بڑھانے کے امکانات کی نشان دہی کی ہے۔

ان کی حقوق کے فروغ کی جدوجہد کے تاخیر میں 1980ء کا سال 1979ء سے کچھ زیادہ اہمیت ہوا ہے۔

پچھلے سال ایشیا کے سب سے بڑے ملکوں میں سے ایک، انڈونیشیا نے امریکا کی حکومت کو اعلانِ پچھتائی کے لیے تن کر کھڑا ہوا، ایک بڑی طاقت کے تحفظ سے دست برداری کا اعلان کیا جس نے پہلی حکومت کا ساتھ دیا تھا، اور اپنے ملک کی افواج میں تیزی سے کمی کی ابتداء کی۔

بعد میں اس پر ایک پوری ملک نے عمل کر دیا، اور اس سے شروع ہونے والی جنگ ابھی تک جاری ہے۔ مزید یہ کہ پورے ایک برس تک ان کی قوم متحیر تماشائی بنی رہی تھی، ایک جنگ کی، جو ایک بڑی طاقت نے قبضہ میں شروع کی تھی۔ یہ جنگ ابھی بھی تک چلی رہی ہے۔

اتحادستان کی جنگ کے مسبب سائے دنیا کے اس حصے کے مردوں اور عورتوں پر بھی پڑے ہیں، جس سے تحقیق رکھتے ہیں۔ بہت سے ذہنوں میں آزادی اور انسانی حقوق کے شعور جاگنے کا ثوب سار گیا ہے۔ اس بری فز کے موسم میں یورپ نے پلینڈ میں آزادی کو جدوجہد کی شروعات بھی دیکھی۔ مثال اور حقیقت کے مطابق اقدام کی تحریک کا خاکہ رہا ہے۔ اس نے اپنے لیے محدود و بڑی مقرر کیے قیام عدم تشدد کی پالیسی کو اپنایا ہے، انسانی حقوق کے معاملے میں اس کو۔ زوال مدافعی بنیاد قرار ہے۔ یہیں نتیجے کا انعقاد ہے، امید و روشنی کے ساتھ یہ جانتے ہوئے کہ اس کا بہت سارا اثر ہلکا ہمارے پورے بگاڑی ہوئی دنیا کی مرحلوں سے ہے۔

شمالی آئرلینڈ کی دبا ہوا امن، مریڈ کوئین اور جینی، سیز نے، جنہیں 1976 کا امن نعام دیا جا چکا ہے، مل، اعلان کیا ہے کہ انہوں نے ایڈونٹوجی کے سکیورٹی فامین انعام کے لیے ہار دیا ہے۔ ان [دووں] کو امن انعام دیا گیا تھا، اس لیے کہ اپنے آپ کو تجربے کی بنا پر، دو عملی طور پر کام کرنے کے لیے تیار تھیں، امن کے لیے، بھائی چارے کے لیے اور باہمی احترام کے رشتوں کے لیے شمالی آئرلینڈ میں، پرنسٹن اور روڈن کے تھوڑے بڑے گروہوں کے درمیان، جو ہمیشہ کی تباہی میں، غربت، گھیزائی میں اور دھرم میں برتری رکھتے تھے۔

یہ دونوں بہادر عورتیں اپنی مرضی سے، عظیم ذاتی قربانی شدت اور تھپاؤ پر ثابت کرنے کو تیار تھیں، اس تناؤ کی حالت میں جو ان کی سرزمین پر اب بھی جاری تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امن کے لیے بھائی چارے اور انسانی اقدار کے لیے جدوجہد کتنی مشکل ہو سکتی ہے۔

گورن [ش] میں، جی جی وٹنی کی نیدرلینڈ سے 1975 کے نعام یافتہ امدارے سٹاروف نے اپنی اہلیہ کے ذریعے اس وقت اسکیوٹل کو تینیت کا پیغام بھیجا تھا جب اس کے اطراف انسانی حقوق کے نام سرور نیدر اور جی وٹنی کے ذریعے ماہر ڈگری کے تھے۔

اپنے پیغام میں سٹاروف نے اپنے دوست کا کھانا رکھتے ہوئے کہا ہے، "تمہارے ملک اور، ملنی امریکا کے دوسرے حصوں کو مشکلات اور مسائل کا جو سہہ درپیش ہے، امن کے لیے تمہاری جدوجہد اور اس امداد جو جبر کی جگہ پر ہے ہوئے دی گئی ہو، تم نے پہنچائی ہے، تم سے دور دور کی دنیا میں رہنے والے اپنے سینے سے نکالے رکھتے ہیں۔"

پچھلے برس، ڈنکس امن انعام مدرٹھا کو دی گیا تھا۔ انہوں نے بے انتہا محروم، بے یار و مددگار، مرد و

بورس اور لوگوں کے لیے نکلنے میں اور دنیا کے دوسرے حصوں میں بہت کام کیا تھا۔ اس سستی نے سپر ہی وائٹ کر دیا تھا کہ جن ہر برسوں کے لیے ان کو انی مریڈ کوئین بہت وسیع نہیں تھیں، بلکہ انہیں اس جہد کے لیے ان کو مریڈ کوئین تھا جس نے انہیں اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ وہ لوگ جو ان تک اور ان کی بہنوں 'تک نہ گئے جاتے تھے وہ نصف امداد ہوتے تھے، اس اس کی وجہ سے انہیں

ہاتھوں ہاتھ کیا جاتا اور ان کے ساتھ آؤں کی طرح ہمارا اور اصرار کا سوک گیا جاتا تھا۔“

مدرسہ پیر کا اندام پیش کیے جانے کے وقت یونیورسٹی کے تقریباً بائیس سال میں جماعت اسلامی کیلئے گئے تھے ان کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

”سیوسیائی، سماجی و سائنس کا قوفی دانشورانہ کاغذ، بین الاقوامی یا قومی سطح پر، خواہ وہ کتنا ہی اثر پذیر ہو، اتحاد اس کے کارپہ و زمانہ کتنے ہی مشابہت پسند اور اصولی کیوں نہ ہوں، ہمیں مریت پر مبنی ہوئی عمارت کے سوا کچھ اور دے سکتے ہیں، جب تک کہ ہم رعایات بتانے سے پہلے مدرسہ پیر کے خیالات سے مستفاد نہیں ہو جاتے؟“

یہ دیکھ کر کئی سالوں کے مطابق یہ دینی جذبہ سے جوان کے محمد مصباحیہ کیلئے مدرسہ پیر میں سے مختلف اور زیادہ وسیع میدان کا انتخاب کرنے پر اجماع ہوا ہے۔ انھوں نے اپنے اطراف تکس اوقاف کی دور سماجی دنیا کو جاننے کے لیے کچھ سماجی اور سیاسی پکار کو سامنے اور ان کا جواب بھی دیا ہے تاکہ آؤں کے حل اور وفادار کے لیے سب کے ذہن میں احرام کے جذبہ کو جہاد جانے اور مبنی آدمی سے مستفید ہوں۔

میں ایک بار پھر چکھنے نہ کی ترقی بنیائیں سے ایک اقتباس پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:

”مدرسہ پیر نے اطراف کی دنیا میں، جیسی کہ نکلتے دروازہ میرے شہروں کے بدترین پس ماند و علاقوں میں پائی جاتی ہے، کام کرتی رہتی تھی۔ غریب و مندس اور بدست مند و گول میں، مندس اور بدست مند ملک کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ یہاں سے انھیں بھی سروکار نہیں رہا ہے، مگر ان کی مقاصد کے ساتھ معاشیاتی، سماجی اور سیاسی کام ان کی اپنی زندگی بھر کے کام سے کس طور پر ہم آہنگ رہا ہے۔“

اس اعتبار سے اس بحث کے اندام میں چکھنے نہ کی کے اندام کی مرثیت پائی جاتی ہے۔

ایڈونٹا سیمینل ہنس آئزہل میں 1931 میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک معروف ماہر تعمیرات ہونے کے ساتھ ساتھ سٹریٹس بھی تھے۔ ان کے تھے ہوئے مجھے ارجنٹائن میں کئی عوامی جگہوں پر دیکھے جاسکتے تھے۔ 1968 میں انھیں پولس آرمی کی نیشنل کادی میں فن تعمیرات اور سٹریٹس کا پہلا ممبر بنایا گیا تھا۔

1971 میں ان کی زندگی میں ایک بڑا اصول آؤ۔ یعنی امریکا کے طرہ منہ کی حکومت کیس میں ایک روحانی اہل کی کیفیت پیدا ہوئی تھی، جوان پر بھی اثر انداز ہوئی۔ کیس کے کئی عوامی حلقوں میں کیس اور پیرس کی کئی ساتھی نے دیکھ کر ان کے بارے میں نئے سوچے اٹھائے جا رہے تھے۔ ان میں عام معنوں میں نہ صرف انسان کے لیے احرام کے بلکہ اقتصادی اور سماجی مصلحتات کے بارے میں سوچے بھی شامل تھے۔

مزدوروں اور کسانوں سے مذاہلہ قائم کرنے کی کوششیں جاری تھیں۔

عمراسیمینل کے چنے ملک ارجنٹائن میں بدست ہوئے حالات نے جنوبی ایشیائی اور عدم تشدد سے ان کی گفتگو کو تھکا کر دیا۔ پیر ہو گیا تھا کہ بدست گردی کا اور بدست کے مقابلے کا سلسلہ نہ شروع ہو جائے۔ سیمینل نے ایک مزدور میں شرکت کرنے کی جو بدست گردی کو تنبیہ کے طور پر استعمال کرنے کا مخالف

تھا۔ وہ موتین داس کا مدتی کے عدم تشدد کے ذریعے آزادی کے حصول کی تجویز سے متاثر تھا۔  
 Montevideo میں 1368 میں ہونے والی ایک کانفرنس میں ایک تنظیم قائم کی گئی جسے پوسے۔ یعنی  
 امریکا میں عملی طور عدم تشدد کا پورا کرنا تھا۔ 1974 میں یہ طے ہوا کہ اس کا مقصد مستقل جیادوں پر کیا  
 جانا چاہیے، اور کمیونٹی کو سیکورٹی کی طرف کا عہدہ پیش کیا گیا۔ اس کی لئے داری کے لئے نہیں پڑا پیر کی  
 کو شکر باد کہا پڑا تھا۔

تنظیم کا نام "من ور انصاف" اس کے بنیادی اغراض و مقاصد کو ظاہر کرتا ہے۔ داسی نام کے ساتھ اس  
 کی اساتذتیں چورسے۔ یعنی امریکا میں ہمہ گیریت کے درمیان ایک جہت کی رنجش کی کڑی ثابت ہو گئی۔  
 ان کی سرگرمیوں میں ان کی کے معنوں سے فخر سے شروع ہوئی تھیں اور اب بھی دھب سے ہو رہی تھیں۔  
 سیکورٹی کی چیز کی حیثیت سے کمیونٹی نے کانفرنسوں اور ملت و شہید کے لئے کئی مراکز کے طور سے  
 ایک دو موقعوں پر ان کو برقی مرکز کے ملک پر مرکب کیا تھا۔ 1975 میں اور کچھ انداز سے 1976  
 میں۔ 1976 میں اس تنظیم نے قواعد متحدہ و حقوق انسانی کا کمیشن قائم کرنے کی تجویز پیش کی۔ یعنی امریکا  
 میں ہونے والی انسانی حقوق کی پامانی کے ثبوت کے طور پر دستاویز تیار کی گئی۔ اس کام میں امداد حاصل کرنے  
 کے لئے کمیونٹی نے کئی چارپائی مرکز کے طور سے کیے۔

وہاں سے وہ بھی پر کمیونٹی کو پچاس برس میں رفتہ رفتہ سلاسنہ ان پر الزامات لگائے گئے۔ اور ان  
 سے پوچھا گیا کہ ان کی انہوں نے ہمیں سٹانڈنگ ہے کہ قید خانے میں ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا  
 تھا۔ چودہ مہینے بعد ان کو رہا کر دیا گیا، پھر انہیں پچاس ہی نے پورا کر دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ پوچھا اور  
 بھی پابندیوں عائد کی گئی تھیں۔ 1979 میں پابندیوں میں پھونسی کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے "امن  
 ور انصاف" کے لئے دوسرا کام شروع کر دیا۔ اس میں انہیں پچھتاوا سفر کے مواقع ملے جن میں یورپ کا  
 سفر بھی شامل تھا۔ اس میں خزاں کے موسم میں وہ بچے پڑوسی ملک چھے گئے تاکہ کئی مختلف تنظیموں، اداروں  
 اور گروہوں سے بات چیت کا سلسلہ جاری ہو۔ ان میں نامزد "Group of 24" سے بھی گفتگو کا سلسلہ رہا  
 جس میں مختلف مذاہب فکر کے دیگر شامل تھے۔

1970 کے ہونے میں اور پچاس کو پوسے۔ اس کا تجربہ ہوا جو خانہ جنگی سے پچھتاوا تھا۔ مرکز سے بھی  
 ہوئی تنظیمیں فراخی سے فراہم کیے گئے سمجھا رہی تھیں اور خوف کا بنا ہوا ماحول، ہم کے حصے، انہو اور  
 تادین و غیرہ کا دور دورہ تھی۔ شہر میں جنگ کا ماحول ہو گیا تھا، وادیاں میں زیادہ تر راتوں میں ہی جاتی تھیں  
 جس میں دایم بازو کے نہشت گرد ملوث ہوتے تھے۔

موتور آنے والی حکومتیں بحران کو حل کرنے میں کامیاب رہی تھیں۔ ان میں سٹانڈنگ  
 دلوں کی تعداد 1976 کی خوفناک شہادت سے آگے نکل گئی تھی۔

فوری حکومت جبراً اس وقت اقتدار میں تھی مجبور شدہ قسم کے شدہ پڑا مل پیر تھی۔ ہزاروں افراد قاتل ہو

گئے تھے اور ہمیں معلوم ہے کہ ان میں سے بہتوں پر تشدد کیا جاتا تھا اور قتل کر دیے جاتے تھے یہ سب کچھ گہری خاموشی کے پردوں کے پیچھے ہوتا تھا بغیر کسی اطلاع کے، بغیر عدالتی فیصلوں کے۔ وہ لوگ بھی اس کا نشانہ بن رہے تھے جن کو کسی بھی قومیت کی وابستگی نہ تھی اور نہ ہی ان کے پاس کوئی خاص رنگ تھا۔

مقامی رائے کے، محلہ کوہٹے سے ملنے والے، اپنی ذاتی اور ان طریقوں کی بظاہر منظوری کے لیے اردوستان کے لوگوں کے مختلف سے ایکٹس کی گئی تھی۔ ۱۹۷۰ء جیسے حالات کو وہ نہ مانا نہ دیکھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ خوف اب بھی ان لوگوں میں بڑا رہا ہے، ان کے لیے کہ وہ خاموشی و فضا میں اور ان کے اپنے اپنے گھر، محلہ، محلہ میں رہتے ہیں ان کے بارے میں بات نہ کیا جاتا تھا۔ یہ خوف بھی ایک خطرہ تھا۔ جو لوگ غائب ہوئے تھے ان میں وہ بھی شامل تھے جنہیں نہ صرف یہ کہ بہت کچھ معلوم تھا بلکہ وہ اپنی معلومات کی تصدیق کرنا چاہتے تھے۔

اس چورس پر نشان کن دور میں اور ان لوگوں کے، کیونکہ اپنے اصولوں پر سختی سے اصرار کرتے تھے۔ وہ خود بھی دور رس سماجی اور سیاسی اصلاحات کے مددگار رہے تھے اس حد تک تو وہ ان کے بازو کی پکڑی ہوئی دہشت گردی اور اس کے پس پردہ دہشت گردی کے کرنے کی کیفیت میں تھے مگر جب وہ موافق والی کامیابی اور ان کی عقیدہ مثال کے ہم خیال بن گئے، تو ۱۹۷۰/۷۱ میں انہوں نے نعرہ بدلت کا قدم اٹھایا۔ انہوں نے ان کے ہر ایک بڑے بڑے لوگوں کی دہشت گردی کے خلاف پکارا تھا۔ ان کا یہ قدم، بہت کچھ ہونے والے واقعات کے علاوہ، Flat کاٹنے کے ایک ڈائریکٹر کے انوار، ہر جہ میں کیے جانے والے ایک میل کے خلاف تھا۔

اسی وجہ سے، ان طریقوں کے خلاف پکار کے باعث، ان کا ایک عقیدہ خودی قوت کے حامل ہو گئے تھے۔ وہ ان کی ممانعت سے ان لوگوں کو جواب دے سکتے تھے، جو پولیس کے ان طریقوں کے خلاف، ان کے احتجاج کو دہشت گردی کی پشت پناہی کر رہے تھے ان کے اپنے الفاظ تھے:

”ہم نے، ہر قسم کے جبر کی مذمت کی ہے۔ ہم نے جبر، ستم، اور فوجی افسروں کے بے خطا ان اقدامات کے قتل کی مذمت کی ہے۔ ہمارا یہی جہنم ہے کہ ہم کا واسطہ نہیں، نہ ہی کسی سسٹم کو دوسرے ہے۔ ہم انجیل کی عدم تشدد و تحریکات کے مطابق کام کرتے ہیں، جسے ہم آزادی کے لیے ایک حالت سمجھتے ہیں۔“

”امن اور انصاف“ کے نام کی مذمت ہی احتجاج، دہشت گردی اور تشدد کی گہرائی ہے۔ ان کے کہنے والی میں: ”آپ انسانی حقوق کی بنیاد پر امن، برائی، قید و بند اور قتل پر ہی بات نہیں کر سکتے۔ یہ سب سے بھی کم پہلو ہے۔ اگر ہمیں اس کسان کی طرف بھی نظر کرنا چاہیے جس کے پاس کوئی زمین نہیں اور وہ بھوک سے بلک رہا ہے۔“ کامیابی کی طرف، ان کے نزدیک، عدم تشدد بھورا دنیا کی، جیسی بھی وہ ہے، قیامت ہی کا نام نہیں۔ یہ ایک حکمت عملی ہے، دنیا کو تبدیل کرنے کی جدوجہد کی، اس کی تدبیروں کے ذریعے ایک راہوں اور نتائج کا انکشاف ہوتا ہے جن کو ہمیں ملنا ان کا مقصد ہے۔

میں ہے وہ کچھ مکینائی چرچا ہے "من اور انصاف" تحریک جس کی فن کمدی کرتے تھے۔ اس کی تین حصوں میں تقسیم کی گئی ہے، جس کا پانچواں حصہ ہے، پہلی اس آئین سے جس کو مربوط رکھا جاتا ہے۔ یہ ایک طرح کے مذہبی اتحاد ہے مگر مذہب کی بنیاد پر کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا جاتا بلکہ بھی، اس جوش و جذبہ اور نئے خیالات میں اس کی جڑیں بہت ہیں، جو، یعنی امریکا پر حاوی مین سٹیلک کھیلوں میں کچھلے پندہ برسوں سے حریت میں ہے، جس کے نتیجے میں 1968 میں کیمپ کے Medellin اور 1978 میں میسیو کے Puebla کے درمیان ملاقاتیں ہو چکی تھیں۔

پھر بھی، یہ نئے رجحانات، جنہیں خاص مزارعت سے دو چار سمجھا جاتا ہے، کھینچا اور وسیع سطح پر عوام کے درمیان نئے رشتے پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تیسرا تھک میرا اور عام آدمی، دونوں دینیوں کے اندر تکی ذمے داریوں پوری کرنا چاہیں۔ کھینچا دیکھیں کہ انسانی ذہن کی توانائی کی پرقوت نہیں کرنا چاہیے جن جنس، دماغی اجتماعات، جہاز کے طریقہ، جو ان کے عام طریقہ میں سے ہیں۔ نہ ہی اس کی طرح اور ایسا ذات کے جذبہ کے تحت ضرورت مندوں کی سماجی ضرورتیں پوری کرنے پر قوت کرنا چاہیے، اگرچہ یہ بھی ان کی ذمے داریوں کے کھانچے میں آتے ہیں۔ نہ ہی اس کو ذاتی طور پر اپنے ذہنی یا پنے ذہنی حصے میں آئے۔ اس کا خیاب رکھنے بھی انسانی ذمے داری پر قوت کرنا چاہیے۔

رومن کیتھولک فلسفے میں evangelisation ایک کلیدی لفظ رہا ہے، اور اس لفظ نے اپنی معنی میں خاصی وسعت پیدا کر لی ہے۔ بے شمار کارکنان اور جہاز خیاب کے مزدور پیدا ہو چکے جن میں مرد اور عورت شامل تھے۔ ان میں اور اپنی میسائی کے لیے ذمے داریاں سنبھالتے ہیں۔ مقصد مقدس اور عوام کو بھی شامل کرنا ہے۔ کوششیں کی گئی ہیں کہ ان کے حقوق کے حصول کے لیے ان تنظیموں کی تشکیل کے ذریعے، یا پھر ان کے اوروں کو والد دے اس نہیں منظور کیا جائے۔ فیصلہ بہت جلد ہے وہ دوسریاں، اقتصادی اور سماجی مسائل کے بارے میں اپنے رویے کی حد بندی کرے۔

اب میں بہت سارے رجحانات شامل ہیں جنہیں ان کے پاس سے جو رشتہ دھونے کا نظام بننے لگے نہیں ہوتے جو ایک عمل میسائی کی رکنیں۔ ان کے پاس اقتصادنی اور مالیاتی حکمت عمل کے اپنے کوئی نسخے ہوتے ہیں جن سے کسی بدست کھاس طرح فلاحی بنایا جائے کہ سب اس سے فیض یاب ہو سکیں۔ یہ اس دنیا کے کھیلوں کے عمل کے ذریعے سے بہتر ہے۔ مگر کم از کم سماجی سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے حالات سے سمجھتا نہ کرے جو مرد اور عورت کو اپنے لیے، یا عورتوں کے لیے، احرام حاصل کرنے کا نقصان بنائے۔ سوشل کے رہنما ان سے بھی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی سیاست میں، بغیر کسی استثنیٰ کے، تمام عورتوں اور عورتوں کے انسانی بقا کا احترام کریں گے۔ یہ تنظیمیں کسی برپا میسائی کا منظور کرنا سے جو بائبل، خود غرضی، اور طاقت کی ہمت کی پیداوار ہوتی ہے، اور جو عوام انہیں کو نظر انداز کرتی ہے۔

میں وہ منبر ہے جس میں لوگ چار بجے ہیں کہ کیتھولک سماجی جہد میں ان کی جہدیں کر ان کے نزدیک

ہم تشدد کی حکمت عملی کی واحد راستہ ہے۔ سابقہ محکمہ کی صورت کثیر تعداد میں نشست گردی کے اندر سے بنے، قتلے، اور جیسا کہ انھوں نے ایک بار کہا تھا، نشست گردی انقلاب میں اضافہ کرتی ہے۔ ان پر یہ صاف واضح ہے کہ تشدد اس مقصد کی کوتاہ کر رہا جس کو حاصل کرنے کے خواب دیکھے گئے تھے۔۔۔ یعنی امریکا ایک فزیکل پر غلبہ کے جس میں حد سے زیادہ درجے کے مختلف کیفیت والے بہت سے ممالک ہیں۔ ان میں سے کئی ارجنٹائن سے کہیں زیادہ مفلس ہیں۔ ان میں سے کئی کو مختلف قسموں کی آبادی کے مختلف گروہوں میں، سرے تاریخی تنازعات جوڑنے میں ملے ہیں اور کئی رجحانوں سے کہیں زیادہ چھوٹے اور زیادہ متنوع ہیں۔ یہ سبھی سمجھتی ہے کہ یہ وہ خودی کے سٹیٹس کے پس پر ہے۔ یعنی امریکا کے لیے ایک پیغام ہے۔۔۔ اور یہ پیغام صرف دنیا کے کسی حصے کے لیے مخصوص نہیں۔

۔۔۔ یعنی امریکا کی بہت ساری تنظیمیں ایک ہی امریکی اصولوں پر ڈال ہیں۔ "امن اور خفا" کے ارکان بہت نہیں ہوں گے۔ مگر ان میں سے کئی اصولوں کو بہت سے ممالک میں اگلی درجے کے ترجیحوں کی خدمات حاصل ہیں۔ ایسے لوگ جو سٹیٹس سے زیادہ مشہور ہیں گئے۔ یعنی امریکا سے مارڈینی ڈیٹل کمیٹی تک ان کی آواز اپنی قوت کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنی پاکیزگی اور صفائی کی بنیاد پر پہنچی ہے۔۔۔ میں امید ہے کہ ان کے اپنے ملکوں کے کام کے ثمرات میں گئے، کروڑوں کی آواز پر کان پڑے گا، بہشت اور اسد وہ بہشت، افریقہ اور دیگر عمل کے شیطانی نفع کو توڑ کر بہتر بنائے گا، اور پھر یہ امریکا کے لیے ایک مثال قائم کرے گا۔

کمیٹی کے انتخاب پر ہائے ذہنی آستے ہوئے بیٹس آزمائش کے ایک تجرباتی اخبار نے مندرجہ ذیل تبصرہ کیا ہے:

"ب ارجنٹائن میں طاقت کا قانون تبدیل ہو گیا ہے، ان کے درمیان، جو کسی طرح بھی ایک مخصوص ہدف حاصل کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں، اور جو امریکا کے لیے کچھ حیرت انگیز حیرت انگیز ہوتا ہے، اس سے قطع نظر کہ اس وجہ سے اس کا کتاب کیا ہوتا ہے اور مرکب کون ہوتا ہے۔"

یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ ارجنٹائن کے بڑے اخباروں میں سے ایک نے، جو غلطی سے شائع ہوا ہے کہ مارڈینی ڈیٹل کمیٹی نے مختلف گروہ رکھے ہوئے دو بڑے ممالک میں، جہاں آج کے رجحان جیسے حالت ہیں، انسانی حقوق کی پابندی کو خطرہ انداز کیا ہے۔ تجربہ کار یہ کہہ کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر یہ شہر غلط ثابت ہو جاتا ہے تو انعام کا اثر مقدم کیا جانا چاہیے۔

ہمارے لیے یہ بہت امید افزا بات ہے۔

مارڈینی ڈیٹل کمیٹی کو، اس کے چنے چلنے میں اور ملک سے باہر بھی، باہر باہر اصرار دیا گیا ہے کہ وہ دنیا کو ریاضی نظریاتی طریقے اور مارڈینی ڈیٹل کے تناظر میں، مارڈینی ڈیٹل سے دیکھتی ہے۔

مگر ہم بخوشی کمیٹی کے اس بیان کو قبول کرتے ہیں، جو سٹیٹس کے ذریعے کے بعد ایک مضمون میں،

جوہلی کے ایک بڑے ہندو رتنہ پرے میں شائع ہوا تھا جسے سابق وزیر انصاف پروفیسر Sanhuga نے ”یہ ممکن ہے“ کے عنوان سے تحریر کیا تھا!

”یہ (مارٹینی ٹیسٹ کیٹز) پرے کے کام اور فیوض سے واقفیت رکھتی ہے۔ اس کو اذیت دہانی اور غائب ہونے والے اثر کے بارے میں بتایا جا چکا ہے۔ جس قدر بھی انسانی زندگی شامل حال ہے وہاں [مارٹینی ٹیسٹ کیٹز کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔“

سو سکتا ہے کہ کئی کے انتخاب میں مارٹینی ٹیسٹ کیٹز میں منظر جھٹکا ہوا شاید یہ مارٹینی ٹیسٹ کیٹز میں معاملے میں، جیسے کہ ورمونٹوں میں بھی ہوا ہے، یہ اس منظر کیجی طور پر ایک گل بنانے میں کامیاب ہوتا ہے، ہمارے اور دنیا کے دوسرے خطوں کے انسانی احرار کے چیمپیئن لوگوں کے درمیان، جس میں اوٹو ٹو جی کے سکیوٹ اور اس کے رفقا بھی شامل ہیں۔

مارٹینی ٹیسٹ کیٹز کے صدر نشین Professor John Barnes کی نوبل

## خطبہ

نوبل کیمیل کے مکان، پرائیو اور پرائیو!

اتنی ٹیپ نام اکادمی سے نوبل امن انعام حاصل کرنے کے بعد میں آپ کے رومنہ حاضر ہیں، تاکہ میں اپنے بپا عظمہ اور اپنی جدوجہد کے فکار میں آپ کو بھی شریک کروں۔

میں آپ سب حضرات کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ذخیرہ ہم کے س ایون میں شکستہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ نہ صرف ذاتی طور پر میرا خیر مقدم کیا تو اسے ہر اس دعوت کے ذریعے میری توصیف، تصدیق اور عزت کی گئی ہے، یہ دعوت جس کی حامل ہے، ان اقدار اور عباد اور انصاف کے سسے میں، ہمارے جو جس کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں، تاکہ حرام اہمیت کی شرط کے، چھ سچی امن حاصل کیا جائے۔ میں تمام تر اقدار اور سچی کے ساتھ ایک مہمانی آدمی کی حیثیت میں آیا ہوں تاکہ آپ کو ان حقائق میں شریک کر سکوں، اس جن سے واقف ہیں اور جن کے درمیان زندگی گزار رہا ہوں۔

اس انعام کو حاصل کرتے ہوئے، میں نے فوراً ہی اپنے آپ سے کہا تھا کہ میں اس کو اپنے ذاتی وقار کے لیے نہیں بلکہ ملٹی امریکا کے محام، خصوصی مجلس، سب سے چھوٹے ضرورت مند، مٹھی کسان، مزدور، جوان اور کئی بار مذہبی ایمان کی جانب سے وصولیوں کا جو ہمارے پر عظمہ کے شدید بے آسائش مقدمات پر کام کرتے ہیں، دوران تمام انسانی جانب سے بھی، جو غلبے سے ہر اساتج کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔

میں اپنی توجہ کا رخ ملٹی امریکائیوں کی قوتیں اور امیدوں کی طرف موڑنا چاہوں گا، کسی سہمت داس





تھا، جو کم زور اور حقیر تھا۔

ہمارے ہاتھ ان کی نبیوت بنا چاہتے تھے جو محنت کرتے تھے، جو ان ششوں میں شریک ہونا چاہتے تھے جن کے ذریعے نیا عالمی اتحادی ترتیب ہو، جس کی بنیاد محبت، انصاف، آزادی اور سچائی پر ہو۔

ہمارا تجزیہ ایک نہ درست نتیجہ ہے اس لگن کا، ہمارا یہ تاؤ نظر یہ ہے عدم تشدد کا، جس کی بنیاد منجیل ہے۔ یہ ایک جذبہ ہے ایک طریقہ ہے، شمولیت کی ایک حالت ہے، جو جہد ترقی ہے سب سے کم زور کی ضرورتوں کے لیے، جو ہمارے آقا کے منتخب کردہ تھے جو اپنی روح کے ذریعے ان کو زندہ کرتا ہے تاکہ وہ خود کو منتظم کریں اور اپنے ہاتھوں آزادی حاصل کرنے کے لیے متحد ہو جائیں۔ پس، اس طرح ہم رٹینی امریکا میں اپنا کام کر رہے تھے۔

اب میں رٹینی امریکا کے بارے میں بات کرنا چاہوں گا، اس حقیقت کے بارے میں، ہمارے محبوب پال ششم نے جس کو "امید کا پیر اعظم" کہا تھا۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رٹینی امریکا میں، جب ہم مدد کرنے کے لیے نکلتے ہیں تو ہمیں دھچکا لگتا ہے اختلاف اپنی کار، اپنی قوموں کی ترقیات کے وہ ماحولوں کے درمیان، جو حالت اور سماجی تفریق کا نتیجہ ہیں۔

تاری۔ رٹینی امریکی قوموں نے اپنے موم کے بارے میں کہا ہے، "انہوں نے اپنی طاقت کو استبداد کرنے کے موقعوں سے فائدہ اٹھائے تھے اور اتحاد دیا ہے کہ وہ اپنے مفاد، حقوق کے جائز حصول میں کامیاب ہو سکے تھے۔"

ان حقوق کا بیکر گھولنا نہ صرف ان کی خدائی مددیتوں پر اثر انداز ہوتا ہے بلکہ ہمارے ملک کی اقتصادی و تعمیری اور ترقیات پر بار پڑتا ہے۔۔۔ رٹینی امریکا میں ماحول اقتصادنی نمو کے خوف میں جتنا رہتا ہے جس کی ترقیات میں اس کے موم کی شہرت نہیں ہوتی۔ اس سے تشدد پیدا ہوتا ہے جو مختلف طریقوں سے ہماری سماجی کے ہر حصے میں سرایت کر جاتا ہے۔

میں یو بیو کے جیسے حالات کی بات کر رہا ہوں جہاں کی فوجی حکومت کوئی توجہ نہیں دیتی اور عوام کی محامشات کو دہلائی رہتی ہے۔

میں سواڈورن کی بات کر رہا ہوں، جہاں برسوں کا جانی عام تشدد کا، جو پیداوار ہے تشدد اور قانونی حالت کے ذریعے ممانعت کی، جو آج پراسن محل کے عمل امکان کو ریلج بنی کرنا چاہتا ہے۔

میں گھوٹا کی بات کر رہا ہوں، اس کے قیدیوں کو اور سیاست دانوں کی، جو ذلے دار ہیں انسانی حقوق کی بے محابا خلاف ورزیوں کے۔ میں بات کر رہا ہوں پیو گئے، مچلی، مڈائل، کوئٹہ مار جیسے ممالک کی، جہاں نہ کسی آئینی نئے مکتوب کی گنجائش ہے، نہ کوئی امداد سے کسی سے محدود و فریبی آئینی ملک کی شروعات کا، جو عوام کو اپنی قسمت سنوارنے کے لیے ان کے تحقیق شدہ حقوق فراہم نہ کر سکیں۔

میں خود اپنے جینے کی بات کر رہا ہوں جہاں کے حالات نے ممانعتی کے لگام کی راہ ہموار کی

ہے، ہمارے بقید و سنج۔ یعنی امریکا کی سرزمین جس میں شریک ہے، انھیں، دابنے اور بائیں، دونوں جانب سے تشدد و دباؤ میں مل رہا ہے جس کے نتیجے میں وہ قتل کیے گئے ہیں، زخمی، رعباغب ہوئے ہیں، اذیتوں کا نشانہ بنے ہیں، قید ہوئے ہیں اور مظلوم بن گئے ہیں۔

یہ حالت، جو پدیشان کن بھی ہے اور غیر منصفانہ بھی، یہ اپنی قومی زندگی کے سرگتے دار و دھارے میں جائی و سمائی ہے۔ یہ غائب ہو جانے والوں کے اہل خاندان کے لیے غم کا باعث بنتی ہے، یہ انھیں مایوس کے لیے، Plaza de Mayo کی مایوس کن طرح جن کا بہ ویرانہ اور زمین ار قوائی اقدام پر سے امن مہر آزما گوا ہے اس غم و اندوہ کا، پتے تشدد و بیوقوفی، غم و غم و غم سے گزر رہی ہیں۔

نکھیں، کارکنوں کی تنگیوں، یہ بھی ہیں مظلوم و انسانی حقوق کے دفاتر کے داف، سب نے اس مسئلے کے سبب حل کا مطالعہ کیا ہے جو ریڈ کن کے باشندوں کے سوپ میں رکاوٹ ہیں۔

میں مندرجہ ذیل ما انھالیوں کے بارے میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا، یہ سب سے آخر الذکر آپ کے ہاں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ ایسے معاملات ہیں مجھے جن کا پتہ ملک میں سمجھنا چاہیے اور موجود حکومت سے متاثرہ نہ چاہیے۔ میں ارجنٹائن جمہوریہ پر پوری مٹی کے درمیان، جو میرے بھائی ہیں، ہر بعد کی تازگی میں سوپ کے منہ بیتی کرنا کی کھلی تائید کرتا ہوں۔

میں جانتے ہیں کہ مقدس جان پاؤں دہانے، ناپا کے کہ وہ دونوں ہی ملک کے درمیان ایسا کوئی فرق نہیں جس کو من کے ساتھ ملے نہ کر یا جائے۔ ہمیں اس یقین کے ان منفرد افراد کا بھی اندازہ ہے جو اس قسم کی سہی وہ بی آنت میں بھی ہو سکتے ہیں، آنتیں نہ پا ہونے کے عمل میں ہیں، اس کے بیچاروں کے طفیل، اور ان کے طفیل جو۔ یعنی امریکا کے بھائیوں کو تسلیم کرنے والی ہیں جن مظلوم کو مدد کرنا چاہتے ہیں۔

اس اس کی وجہ عمل ہے، اس لیے کہ جنگ کا مطلب ہے بے فائدہ خون ریزی، اور اس کے علاوہ، دونوں ممالک کے وقار میں خرابی، اور ان میں بھی خرابی انداز کی جو ممکن تازگی کے توشیح ہیں۔

میں ایک بڑے عظیم کی بات کر رہا ہوں جس میں نہ رہیں فر دہجے ہیں جنھیں یہ بھی وجود کی بنا پر ہر مظلوم کی روشن کے خلاف بھوک، انھیں بھاریوں، جہات و سب گھری، اور یا ار مانی کے تشدد کا سامنا ہے۔

خود مے کے طور پر میں۔ یعنی امریکا کے بارے میں بات کر رہا ہوں وہاں میں عوام کے انسانی حقوق کی پامانی کا تجربہ ہو رہا ہے۔ تشدد ہو رہا ہے ان کے ساتھ جو قادیب کر دیے گئے ہیں، جو قید میں ہیں، جن کو ایذا دی جا رہی ہے، جنھیں جبر و ظلم کی وجہ سے ذرا بچاؤ کی آزادی سب کر رہی گئی ہے دلچسپ ہے۔ یہ ممکن فر کے حقوق پر ہی حملے نہیں ہیں جن کا تہ رک کرنا چاہیے۔ میں تجویز کرنا چاہیے اس حیثیت کے تمام پہلوؤں کا، بگاڑ کے ان سب کے خاتمے کا جو اس قومیت کے تاریخی حادثات پیدا کرتے ہیں۔ فراد کے وقار کی بھائی کی جہ و جہد کے لیے میں میرا کئی پھر راز ان ہوو جسے عوام کے حقوق کی بھائی کے لیے ہجرت کرنا ہوگا۔

عمر کی بڑھتی ہوئی عمر ایک دوسرے کے شانہ بہا نہ زندگی گزارنے میں اس امید پر کہ وہ اپنی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔ اور اس کا غلبہ میں، جس میں انہماک کے ساتھ میں خود کو شامل کرتا ہوں، ہمیں اپنے اتحاد اور اپنے عقیدے پر کھمبہ بنا ہوا۔

آپ میں سے جو لوگ فلسفہ کوئی کی اس جدوجہد میں شریک بننا چاہتے ہیں، ان کے لیے میں ان نہایت مشکل حالات کی درستی کے امن کے تناظر میں ان کی اہمیت کے تقاریر پیش کرنا چاہتا ہوں۔

1۔ ملٹی امریکا خود کو ہی طرح نہیں دیکھتا، مگر خود کو ایک اتحاد کی سپہی سمجھتا ہے اور ایک بین الاقوامی سپہی نظام میں سمجھا ہوا ہوتا ہے جس کی تہری قسب و نسب وراثت ہوتی ہے۔ اس کے شہر کے نئے رہائشی جو عصر دنیا کے شہر دو متکس کرتے ہیں اس کی مائند فیل ایک غیر متصفانہ بین الاقوامی نظام میں بندھی ہوئی ہیں، وہ بھی جس کی ظاہری سرحسب و جان پاؤں دھم کے مطابق ہیں "میں ہر کاروں میں جو تصدیق شدہ نشان ہوتی ہیں نہیں بہت وراثت میں ملتی ہیں، جو ایک بین الاقوامی معاہدہ پیدا کرتی ہے، جس میں دولت مند فلسفہ کے مال کے لیے نیا، دولت مند اور فلسفہ مزید فلسفہ ہو جاتا ہے۔"

ایسے حالات پیدا کرنا ضروری ہوتے ہیں جو اس میں کام کو مقبول کرنے کی اجازت دیتے ہیں تاکہ ایک ملک کے دوسرے ملک کے لیے جو تحفظ دیا جائے۔ میں Puebla کی میٹنگ میں شریک ملٹی امریکا کے خدام، بین الاقوامی معیت میں، دھوکے سے کھنچا ہوا ایک ساتھ زندگی گزارنے کی وحدت میں "۔۔۔ تمام انسانوں میں ایک عام نوعیت کی بنیادی بھلائی ہوتی ہے، جو کچھ انسانوں کو دوسروں کے فائدے کے لیے آئے اور طرح استعاب کرنے سے روکتی ہے، تاکہ یہ ایک کچھ مخصوص نیک مقاصد کے لیے قربانی پیش کرنے کے لیے راضی ہو۔ یہی عام باتیں آزادی کے وجود پر دہلی ہوئی ہیں۔"

اور ہمارے نزدیک یہی وہی عام باتیں متکلی قابلیت ہوتی ہے جو ہر انسان میں موجود ہوتی ہے۔ اس کی قابلیت ہے جو عمل مشترک اور مدد کے اجازت دیتی ہے جو انسان کو دنیا سے، اپنے بھائی بہنوں سے اور خدا سے اپنی طرح رہنے کے لیے ہمت عطا کرتی ہے۔

میں نہایت فخر مند کی سے دیکھتا ہوں کہ یہ نیا بین الاقوامی نظام، ہر کی کثیر اقوامی دلوں کی موجودگی میں بھی، شرکت میں اضافے اور اکثریت سے رابطوں میں بہتری کی پروا نہیں کرتا۔ ضروری ہے کہ نئے بارے بنائے جائیں جو یہی شرکت کی اجازت دیں، حاکم اور محکم کے درمیان فاصلے مٹائیں، ملکیت کے حقوق کی تائید کریں اور انصاف کے پرانے اور نئے کارروائی میں سے چھٹے نہ رہیں۔

یہ اصول ہی، جو طاقت و دلوں نے بنائے اور بغیر دنیا پر مسلط کیے ہیں، ہمارے عہد کے اس کے دور کے بڑے جرائم کو ممکن بناتے ہیں۔ یہی اصول و مسائل کی ہے مقصد تحسیر کا باعث ہوتے ہیں، جن کو ہماری قوموں کی ترقی میں استعمال کے لیے وقف کیا جاسکتا ہے۔ یہی طاقتیں نا انصافی اور غلبے کی کیفیت کی ابتدا کرتی ہیں وہ انہیں دباؤ و جنم دیتی ہیں اس قسم کی دیکھیں جو ان کے حقوق کے استعمال کے آڑے آتی ہیں

اور کارکنوں کو اپنی محنت اور اپنے سیاسی حقوق کے لیے جدوجہد میں مدد ملے گی۔ امریکی ہیں۔ یعنی امریکا میں بھی ویلنٹی ہو رہا ہے جیسا پولینڈ میں۔ افریقہ اور ایشیا میں ہو چکا ہے۔

انسانی حقوق کا مستعد ہوتا ہے، کم و بیش جیسا کہ سوویت ہائے متحدہ اور سوویت یونین میں ہے۔  
مئی ۱۹۷۵ کے توئین میں، انور سافز، ایک آخری ستاروں کے لیے اپنی حیات کا عہد کرتے ہیں۔ میر کرتے ہیں۔ اناتول ٹامسکی (Anatoly Shcharansky) کے ساتھ انھیں اپنی آزادی دوبارہ نصیب ہوئی۔ یہ دونوں حضرت اس وقت سوویت یونین میں حراست میں ہیں۔  
میں یہاں بات کرتے ہیں کہ اس کی تکلیف اور اذیت کی، یعنی امریکا جس میں رہتا رہے، اور بالخصوص، میں نے اپنے ملک اور جن کے کے کے کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ میں یہاں دنیا کے لوگوں کے مسائل میں اچھے سے ہیں۔ ہم نے ان کی تھک جھجھک اور ان کے ناقابل متعلق حقوق کے دفاع کے بارے میں بھی بات کی ہے۔

اب میں ہٹی میڈوں کے بارے میں بات کرنا چاہوں گا، کیونکہ میں وہ جہز ہے جو ہمارے غائب اور گمنام کو قوت فراہم کرتا ہے۔

اس پر بات کی ضروریات کرتے ہی مجھے شبیر من، سواڈور کے آرچی بشپ موسیو آندرود میرو (Monsignor Oscar Romero) یاد آتے ہیں، جنہوں نے نہیں پہ اپنے کام میں حوام کو اس طرح شریک کر دیا تھا کہ لوگ ان پر جان بیک دیتے کو تیار ہو گئے تھے۔ ان کی شہادت بھی میرا نشان بن گئی ہے۔  
ہماری امیدیں مسیح کا ایک نہ ہونے کا ہے جو جنت اور نرک کے ان دونوں کے موسم میں ہمارے عرض بہت کے لوگوں کے غمخیز کو سکھاتا ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں، کیونکہ سرسبز پالی کے ساتھ ہم یقین کرتے ہیں کہ رحمت کبھی نہیں مرقی، اور بنی نوع انسان نے، تاریخی عمل کے دوران، ہر نرم عمل کے عمل حقوق کے مرقی ایک جہتی میں محبت کا ایک محصور (enclave) بنا دیا ہے۔

دنیا میں ہماری کوئی محدود نہیں رہتی، ساری مائیں، گھبراہٹ اور سیاسی نظام پر تنقیدی فیصلے پر عمل درآمد کے، ان کے ساتھ ہیں کی حد تک جوڑے دار ہے۔

میں یہاں کو قدم اٹھانا چاہیے۔ ایسا قدم، جس کو بنیادی عقیدے پر نہ ہو کہ میرا فی کے پاس ساری مسائل کے راندوں کی گنجی ہے، یا اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ رحمت کی قسب مابیت کے لیے انجیل سے معصوم مثالیں کیسے نکالی جاسکتی ہیں۔

میں یہاں کو تمام نیک نیت انسانوں کے ساتھ مل کر قدم اٹھانے چاہیوں، تاکہ ان کی معمولی قوت ایک زیادہ متصفانہ اور نرم دل دنیا کی قیہ میں امداد کرے۔

میں خود کو گراطلان کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی دنیا ممکن ہے۔  
میں جس ساری زندگی میں رہا ہوں وہ دنیا نہیں ہے۔ یہ وہی دنیا ہے جس میں یہی حیات و عام زندگی

کے حصول میں، انکم و محمد کی عملی شرکت سے ہی سمجھی جاتی ہے۔

ہم جبرتی تھاق رائے پر یقین نہیں رکھتے۔ ہم شیعہ کے مادی ہیں، جہاں نہیں بھی انسانی حقوق و نقصان پہنچتا ہے، بلند و بالا مفادات کے نام پر کیا جاتا ہے۔ میں بیان کرتا ہوں کہ میرے نزدیک انسان سے بہتر کوئی مفاد نہیں۔

میرا امن تمام کے ہونے اور پھیلنے میں ہے، جو پرانا شہنشاہ اور میری پستی کے بغیر بھی خود پر حکمرانی کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔

اسی وجہ سے ہم پڑا امید ہیں۔ ہم موعودہ عمر حیاتوں اور شرکت پر یقین رکھتے ہیں، جو موعودہ نیا دنیا کی شعور کا محل کر رہے ہیں اور سوسائٹی کی تہذیبی اور تعلیمی بصورتیت کی خواہشات کا انعکاس کر رہے ہیں۔ انصاف کی بنیاد پر تہذیبی، مگر شفقت کے ساتھ۔ اور اس کے نزدیک میں ٹمپرامن ہے، جس کا حصول ان کی سب سے بڑی خواہش ہے۔

میں نے کام نہ تین من درجن سے مک چاہا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اور زمرہ نو، آؤروں کے chorus کی شکلیں میں معدون سودا کر خلاف کے لیے سونے والا شور مچا لیں اور جو زکوٰۃ سنے۔

میں اسی امید پر زندہ رہیں اور مجھے پورا یقین ہے کہ بہت سے لوگوں کے ساتھ ایک دن میں اس میں شریک ہوں گا۔ میں پراعتقاد ہوں کہ ایک دن ہماری روشنی کو شیش بار آور ہوں۔

ہم اپنے آقا کے منسوب کے لیے کام کر رہے ہیں، یعنی، انیسویں Isah نے جس کا وعدہ کیا تھا، جب انہوں نے کہا تھا:

قوموں پر آقا کی نیکوئی ہوگی اور وہ صحیح سمت میں لوگوں کی رہنمائی کرے گا اور اپنی قوموں کو جنوں میں تہذیب کر دیں گے اور اپنے بھائیوں کا انتہائی ترک کر دیں گے۔ ایک قوم دوسری قوم کے خلاف تو نہیں خدائے موعودہ پر بھی جنت کا نہیں ہے۔

میں اکثر میں ایک بار پھر، نوٹس کیٹی کے، رکان کا شہر یہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور ان سب کا جو یہاں موجود ہیں، ادا کر دے کے تمام دانشوروں کا جنہوں نے مجھے یہ عملی اعتبار بخشا ہے۔

میں بے حد جذباتی سو رہا ہوں، اور وعدہ کرتا ہوں کہ میں امن کے جدوجہد میں اپنی کوششوں کو دوبارہ لگوں گا۔

میں اپنے آقا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنی بہا شفقت کے ساتھ ہم سے ملے اور ہمارے دل و دماغ روشن کرے اور امن و انصاف کی راہ پر ہماری رہنمائی کرے۔

امن اور نیک خواہشات، سب کے لیے!

بہت بہت شکریہ!

## مدر ٹریسا

### اعلانِ تجلیل

ہجرت، تاب و عزت، تاب، فحوائش و منفرت

مارڈیوئی نوٹس کمیٹی نے 1979 کا امن انعام مدر ٹریسا کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

1979 کا سال امن کا سال نہیں تھا؛ قوموں کے درمیان فحشوں اور تازعات، عوام اور نظریات کو زبرد غیر انسانی اور سنگ دلی کے طور طریقوں سے برتا گیا ہے۔ ہم نے جنگوں اور تشدد کا بے شمار استعمال دیکھا ہے، ہم نے قریش روٹی اور انتہا پسندی دیکھا ہے، ہمارے دیکھا ہے، ہم نے انسانی زندگیوں کی شان و شوکت کی اہانت بھی دیکھی ہے۔

ہم نے مضبوط کر دینے اور مہتمموں کا یہ بے دیکھا ہے۔ ہمارے یوں ہی نیشنل کش کا ذکر ہے۔ تو میں آؤں گا۔ بہت سے سکس میں بالکل بے شمار نوٹ وشت گردی کا نشانہ بنے ہیں۔ مزید یہ کہ اس میں ہم کو وہ قہر بھی یاد آ رہا ہے، جب صرف ایک نیشنل قہر عملی طور پر پورے ایک نیشنل گرد و کوہنہ ہستی سے مایوس کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ماضی کی ایک غمناک یاد، Holocaust کی فلموں کے سسے نے ہمیں، بدتر رکھ دیا تھا، اور اب کہ 1979 کو یاد کرتے ہیں تو ہم اس سے کوئی بھی فحش سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ مستقبل میں ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوگا۔

مارڈیوئی نوٹس کمیٹی نے اس کو صحیح طور پر مکمل سمجھا کہ اس کی دنیا کو Fridtjof Nansen کے الفاظ "اپنے ہمسایے سے محبت کی حقیقت پسند نہ پا سکتی ہوئی ہے" کی یاد دہانے کے لیے مدر ٹریسا کو انتخاب دیا جائے۔ مدر ٹریسا کے مذہب بھر کے کام کے بیان کے لیے ہم ایک سرچہ نوٹس انعام یافتہ (Albert Schweitzer) ابرٹ شویتسر کے غرے "زندگی کے لیے حقیر" کو یاد دہانے کے لیے ہمیں کو انھوں نے اپنے کام کے قہر کے غرے کے طور پر استعمال کیا تھا۔

چکھے برسوں میں کینیڈا نے ان مہاجرین کی جنھوں نے ان حالات میں کام کیے تھے جو ہارٹی مائنس دنیا میں وجود میں آ رہے تھے بارہا انعامات دیے تھے۔ کینیڈا کے خیالی میں انھوں نے تنازعات کے پُر امن حل تلاش کرنے میں، نئی جنگوں کو روکنے میں، اور ان جنگوں کو، جو شروع ہو چکی تھیں، بند کرنے میں زبردست کردار ادا کیا ہے۔

کینیڈا نے شہریت پسندوں کو انعام دیا ہے جنھیں ایک بہتر دنیا کی تلاش کرنے کی کوشش کی ہے جس میں جنگ ہے مقصد اور ناقابل تصور بھی اور یہی تہذیب ایک ناقابل تصور ہوگا۔

یہ انعام ان لوگوں اور اداروں کو دیے گئے تھے جنھوں نے بین الاقوامی امن و دوست کا علم اور تعاون کے ذریعے قوموں کی بنیادوں میں اپنے حصے کے کام کیے تھے، انٹرنیشنل فوڈل نے جس کے خواب دیکھے تھے۔ مائنس دنیاؤں اور مستعد اداروں کو انعام دیا گیا تاکہ وہ مٹی اور ساجی محرومیوں، حتیٰ کہ بھوک اور بغاوت کو مغلوب کر سکیں جو دنیا میں جتنی چارے اور مین کے لیے مزید خطرہ ہیں۔ کینیڈا نے دنیا کے مختلف ملکوں کے مسادات اور مددگاروں کے جنھیں وہیں کوئی کام کے خاتم سے نوازے۔

اس نے انسانی حقوق کے ہر فرد کو انعام دیا ہے، جنھوں نے مردوں اور عورتوں کو ان کی دولت کی حفاظت اور ان کے جسم اور روح کو برپا کی حفاظت کی ہے۔

ایسے بہت سے راستے ہیں، مگر یہی چارے اور مائن کے اپنے بہل تک پہنچنے کے لیے جن کو ضرور تلاش کرنا چاہیے۔

ہارڈر یہاں کو 1972 کا مین کا انعام دے کر کینیڈا نے ایک مرکزی دھارے میں جو ہم کو ہارڈر میں درپیش مسئلے سے ناگوار کیا، اس کی پوری سرکشی کا قیاس دلائل و راز کا تنظیم، بین الاقوامی پرقانونی تنظیم، پرقانونی اثر پذیر ہو، خود اس کے کارپوریشن سے ہی شہریت پسند، مصلحتیوں کیوں نہ ہوں، ہمیں رشتہ پر مبنی ہوئی مصلحت کے ساتھ اور دے سکتے ہیں، جب تک کہ معمار مصلحت بنانے سے پہلے ہارڈر یہاں کے خیانت سے استفادہ نہیں کر لیتے۔

ہارڈر یہاں انسانی کی ایک مصلحتی شہریت، خاندان میں، یوگوسلاویہ کے شہر Skopje میں پیدا ہوئی تھیں۔ وہ اپنی بیاہن کو مشکل کر رہی تھیں کہ صرف بارہویں کی عمر میں انھوں نے مصلحتیوں کے لیے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ چند برس بعد ان کو، مشرقیوں کی مذہبی بحال کے حالات کا پتہ چلا، اور انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ایک مشرقی کی حیثیت میں ہندوستان میں کام کریں گی۔ سولہ برس کی عمر میں انھوں نے Irish Loreta Order میں شہریت اختیار کر لی، جس کی راہبیاں کہتے ہیں ایک مشن شیشن چوری تھیں۔ 1929 سے 1946 تک انھوں نے اسی ادارے کے سرکاریوں کے اسکیوں میں تعلیم دینے کا کام کیا۔

1946 میں انھوں نے شہر کے غلامت بھرے علاقے میں مصلحتیوں کی خدمت کرنی کے جانتے، ان کی اپنے قریب کے مصلحتیوں نے سے کام کے اندر ایک نیا کام سمجھا تھا۔



انھیں اس طرز سے میں مفہمی اور غلطی سے باخبر رہیں یہ مرتبہ ہوئے۔ یہ ارٹ پیہ مرد اور عورتیں اور اور بچے تھے ہوئے بڑا میں عظیم بچے طے جن کا کوئی یہ سہاں خاص نہ تھا۔

ان لوگوں کے حالات دیکھ کر مدر لریسا میں ان کے لیے کام کرنے کا جذبہ پیدا ہو، جس میں انھوں نے اپنی پوری زندگی صرف کر دی۔ انھوں نے کافورٹ کی امام ویدہ پائش اور بڑیوں کے نمیشن میں اسکوٹ کو غیر یاد کردیہ۔ انھیں ان میں ماہرہ عورتوں میں کام کرنے کی اجازت مل گئی۔ 1948 میں ان کو Loreto Order کی وردی کے ہرے سستی ہندوستانی سارانی پہننے کی بھی اجازت مل گئی اور بڑی کی تہیم میں کرنے کے بعد انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔

پندرہ دین بعد، 1965 میں مدر لریسا کے Order کو پاپائے روم کی سرپرستی حاصل ہوئی اور وہ ویٹی کن (Vatican) کی ترکیبہ وہی گئی۔ مزارتے ہوئے برسوں کے دوران مشنری کے مقامی کام میں اتنا اضافہ ہو گیا جس کا کسی کو علم بھی نہ تھا۔ بعد میں بہت سی مقامی اور غیر ملکی عیادتیں جوتی اور جوتی اس خدمت میں شامل ہوتی گئیں اور ان سب کو اس میں بھرتی کر دیا گیا۔ اس کو مردہ دنگا لوں کے ایک معاون ادارے کی مدد بھی حاصل ہوتی تھی۔ اس ادارے کی سربراہیوں میں جس ماہرہ عورتوں میں اسکوٹ، تہیم بچوں کے لیے مکانات، چھتے پختے دو خانے، کوڑھ کے ملائے کے مراکز، قریب ہر گھر کی قیام گاہ، قریب غذا فراہم کرنے والے دارو بچی خانے اور کارکنوں کی تربیت کے محلوں اور بھی کام شامل تھے۔

اسیہ برسوں میں اس Order کی سربراہیوں بڑھ کر جس نئے سکوں میں پھیل گئی تھیں، اگرچہ ان کی مرکز کی سربراہیوں ہندوستان اور بنگلہ دیش ہی پر مرکوز تھیں۔ آج بھی اسکی ہیرو ورجن بچانے کے کام سے تقریباً سات ملین افراد مستفید ہوتے ہیں۔

ماروئی کوئی کمپنی یہ جان کر خوش ہے کہ اس Order کی سربراہیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان سربراہیوں کے لیے شادیاتی خدمات پر، محکمہ نہیں یہ جانتا کہ کمپنی نے یہی شادیاتی اطلاعات جمع کیا تو انہیں کی تھیں جن کی مدد سے دوسرے اداروں اور اس کی کارکردگی کا تقابل کیا جائے گا۔ انھوں نے بہت سے ایسے کام بھی کیے ہیں جن کو بہت احرام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ نہ کمپنی نے دنیا میں جس کی اور ذہنی مساب کو دور کرنے کے کام کرنے والے اداروں کے درمیان تعلقات پر کسی قسم کا غور کیا ہے۔

کمپنی کے نزدیک، وہ جذبہ ہی فیصلہ کن اہمیت کا حامل ہے جو اس نوعیت کے کام میں سرایت کرتا ہے۔ مدر لریسا کا ان کے ادارے میں یہی بنیادی اضافہ ہے جس کو انھوں نے بنایا ہے اور چھوڑی تھیں۔ یہ عیادت ہے کہ بات کا کہ لوگ جوتی اور جوتی اس ادارے میں شامل ہونا چاہتے ہیں، اور یہی راز ہے جس کی بنا پر دنیا والے ان کے کام میں دلچسپی دیتے ہیں اور ان کا احرام کرتے ہیں۔ مدر لریسا کا زندگی کے بارے میں بنیادی نظریہ اور ان کی شخصیت کی خصوصیت اسی سے ابھرتی ہے۔

میں ان کے عیسائی عقیدے کی بنیاد ہے۔ کوئی ان کے لیے چھبے اعلان کا نہیں نے ان غلطیوں

جواب دیا تھا: "میں اس اخلاص کو مفلسوں کی طرف سے قبول کرتی ہوں۔ یہ اخلاص دنیا کی مفلسی کا شکار نہیں ہے۔ یسوع مسیح نے فرمایا تھا: میں بھوکا ہوں، میں پرہیزگار ہوں، میں بے گھر ہوں! اس مفلسوں کی خدمت کے ذریعے میں ان کی خدمت کر رہی ہوں۔"

در اصل وہ بخشش ہی بات کو دہرائی تھی جو عیسا نے کہا تھا تھا "اور میں، مفلسوں کے جسم کے ذریعے ہم یسوع مسیح کے جسم، چھو رہے ہوتے ہیں۔" مثلاً کوکھا کھو کر ہم یسوع مسیح کی بھوک منا رہے ہوتے ہیں، نہ ہند یسوع مسیح کو کچا سے پہنا رہے ہوتے ہیں، بے گھر یسوع مسیح کو پناہ دے رہے ہوتے ہیں۔ "ایک بار پھر انہوں نے کہا تھا، "جب میں کسی کو زخمی کے زخم صرف کر رہی ہوں تو مجھے مسکوں دینا ہے کہ میں اپنے آقا کی توجہ و رنج کر رہی ہوں۔" امرتسن میں انھیں یسوع مسیح کی نظرات تھیں اور میں ان کی نگاہ میں انسان کو مقدس بناتا ہے۔

فروری افراد کے لیے احترام اور قدر و منزلت ان کے عمل کا ہالہ ہے۔ جب وہ سب سے زیادہ تھیں، قریب درگاہ روات، دھنکارے ہوئے کوڑھیوں کی دو اور ان کی ہڈیاں رختیں گرم جوش درد مندی سے ہاتھیں، چھاتی تھیں جس میں کسی قسم کے مفاد کا شائبہ بھی نہیں ہوتا، تو دراصل وہ انسان کے دل میں یسوع مسیح کو دکھا رہی ہوتی تھیں۔

وہ ہمیشہ اس بات کا بہت خیال رکھتی تھیں، اور اس پر خود عمل بھی کرتی تھیں کہ کسی مستحق کو دیا جائے، والے چنے، جوانان ہونے کے ماتے، وصول کرنے والے کو حسب ذات سے دیا جائے۔ سستے ہیں، بھائے جذبہ تفکر اور امن کے، گلی اور غصی کا باعث بھی ہو سکتے ہیں۔

ان کے نزدیک دینے والے اور لینے والے کے درمیان ایسا رشتہ استوار رہتا ہے جیسے جو اس سے ضلک عام قسم کے تصوراتی تیز کو تیز کر دے ان کی نظر میں لینے والا، جو عمومی معنوں میں لینے والا ہوتا ہے، دینے والا بھی ہوتا ہے، یہ دیتے والا جو سب سے زیادہ دیتا ہے۔ عطا کرنا۔ کسی شے کا اپنے پاس سے علیٰ آسانی وہ عمل سے جو سب سے زیادہ خوش دینا ہے، اور وہ شخص جس کو عطا کرنے کی اجازت ہو اس کو سب سے زیادہ قیمتی چنے سستے ہیں۔ جہاں دوسروں کو کچا یا لینے والے نظر آتے ہیں، ان کو اپنے کام کرنے والے سہیلی جیسے دکھائی دیتے ہیں ایک رشتہ جو شکر کی توقع کی بنا پر نہیں ملتا، بلکہ باہمی سمجھوتے اور احترام پہ ہوتا ہے، ایک گرم جوش انسانی تعلق ہوتا ہے۔

وہ اور ان کی اس قیمتی کارکن بہتیں اپنے کام کو اپنی قیمتی ذمہ داری سمجھتی تھیں، اور جو نہیں۔ ان کے گھروں کے معائنے کو جانے والے بہت سے لوگوں نے اپنے اوتار اثرات بیان کیے تھے جو میرٹھک پڑے قریب درگاہ یا ان کے مرکز پر آکر، کمال باہر کیے گئے، مرنے والے کوڑھیوں کے لیے بنائے گئے تھے۔ ان کے پیسے کاٹھ کے بیوی تک ہونے کی زیادہ توقع ہوتی ہے۔ میں فوراً ہی وہ خود کو پیسے پڑھ سکوں اور ڈال دیاں کے، حلق میں پڑتے ہیں جو ان کی سہیلی کارکن اپنے طرف سے بنا لیتی تھیں۔ یہ سے ہر مریض اور ان کی کارکن

ہنوں کی زندگی۔ ایک سخت محنت، انداز پر مبنی دنوں اور راتوں کی زندگی، ایک زندگی جس میں ان کی دماغی قوتیں کے لیے کوئی قدر نہیں موقی، سوائے ان میں غوثی کے۔

ایک مادیاتی شاعر نے، جہدِ رشید کے مذہبی عقیدے کا سبب نہیں، ایک نظر نہیں تھی جس میں پوشیدہ شخصیت کی پوچھنے میں کوئی وقت نہیں ہوتا۔

جیون وہ سچو سے ملتا ہے جو دکھ میں نہ سکے  
کسی کو سکھانا وہ سچو ہے۔ جسے کوئی کچھ نہ سکے  
دنیا پر مشابہت کا ایک کھ۔ آنسو سے کب کم ہوئے  
اس کا گلیاں ملے تو یہ بھی سچی جیسا ہوئے  
کون ہمارے کس کا یہ سب کوہ کھارے تک  
کڑوے کڑوے آنسو کمر

دن کے اتنے سارے گھنٹے سال کے اتنے دن؟

جہدِ رشید اور ان کی کار میں ہنوں کے نزدیک نہ گھنٹے ضائع ہوتے ہیں اور نہ دن مان کے لیے سارے  
سرت کے لحاظ ہیں۔

جہدِ رشید کا کام یہاں عقیدے کے مطابق ہے۔ نہیں نے ان قوموں کے لیے بھی کام کیا ہے جو  
ان کے ہم مذہب نہیں ہیں یا وہ ہندوستانیوں کے اور یہ ان ایک اور اپنی شخصیت ہیں۔ مگر یہ حقیقت بھی ان کے  
آڑے نہیں آتی، درمیان میں اس طرح کہ درست ہو گا کہ ان کے جذبے سے کیے ہوئے کام خود اپنے رستے  
کے سارے پھر بنا دیتے ہیں۔

1972 میں صدر جمہوریہ ہند نے ان کے بارے میں یہ الفاظ دیکھے تھے:

”جہدِ رشید ان آزاد کردہ راجوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے مذہب، نسل اور قومیت کی ساری حدیں  
عبور کر لی ہیں۔ ہماری موجودہ پیدائش کا حال دنیا میں، جو کبھی نہ ختم ہوتے، اسے نکال دیتے، اور انہوں کی دیا میں  
گھری ہوئی ہے، جو زندگیوں بھٹی جاتی ہیں اور جہدِ رشید جیسے ایک طرح کے کام کر رہے ہیں، اور اپنی قوم  
انسان کے مستقبل کے لیے نئی امیدوں کی فوج ہیں۔“

ایک ہندوستانی صحافی نے حال ہی میں لکھا ہے: ”یہ ’بہمنس‘ جس چارے اور بڑا بار اٹھاؤ میں،  
ملاڑیوں میں ملبوں اور مقامی زبانوں سے اپنی وراثت کے باعث۔ نہ صرف یہاں غیر عوامی کی بہترین  
علازمت

ہیں، بلکہ ہندوستانی تہذیب اور ثقافت میں، کچھ جہد سے ملتا گا ندھی تک، اس مادہ انسان کے لیے  
بڑے ہندوستان، اور ان کی میراث جیسے، اور اپنے بے حد حساب کام کے باعث شہسیر کے الفاظ میں،  
شخصیت کا معیار ہیں۔“

ہر دہریہ، ذاتی طور پر، مابعد و فلسفہ قوموں کے درمیان موجود فلیج کے درمیان پہنچانے میں کامیاب ہوئی ہے۔ دہریہ انسانیت کے ان کے تصور نے یہ پہنچا کر دیا ہے، بغیر کسی قرض اور طریقے کے۔ فخری طریقے سے ہی انھوں نے اس پہنچ کے ذریعے اس فلیج کو پار کیا ہے۔ ہندوستان میں لوگوں کے درمیان اس قسم کے متدبیر کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ لوگوں نے کھلے بازوں سے ان کا شکر مقدم کیا ہے، اور اس کے لیے ہندوستان ان کی تحسین ہے۔

مختلف عقائد کے لوگوں میں ان کے پیغام کی گنجائش ملتی رہتی ہے۔ ہمیں ان کی اپنی روایت میں ان سواہت کے دیکھنے کی ضرورت ہے جو ہمارے انسانی وجود کا حصہ ہیں۔

اپنے پیغامات کے ذریعے وہ انسان کے خفیہ اندرون تک پہنچ سکتی ہیں اگر کسی اور متعدد کے لیے نہیں تو انسان کے اندر انکسائت پیدا کرنے کے لیے یا کسی بھرتی کا جج بننے کے لیے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو انسان امید کی حالت سے غارتی ہوتا، اور امن کے لیے کام کرنا بے معنی ہوتا۔ یہ انسان کے، جنہی ان مردوں اور عورتوں کے دہریہ میں ہر دہریہ کے، اپنے تصور کے موافق ہوتا، اس لیے کہ وہ دیوتا کی خدمت کرنا اور ان سے مزید قریب ہونا چاہتی ہیں۔

ہر دہریہ نے ایک بار کہا تھا، "ان میں ہم میں لوگوں کے درمیان رو کر کام کرنے کے دوران میں مجھے اس بات کا زیادہ احساس ہوا ہے کہ کسی انسان کا غیر عادی ہو جانا اس کی خراب کاری کے برعکس ہے انسان جو جس کا کبھی تجربہ بھی نہیں ہو سکتا۔" انھیں چھین ہے کہ ان کی خراب ترین کاری کدو دھبہ وقت نہیں، بلکہ یہ حسرت ہے کہ اس کی اب کسی کو ضرورت نہیں رہی جس کو انھیں بے درد و دیگر چھوڑ دے۔ بالکل ہی قسم کے حادثات کے، مفہوم کے مفہوم، وہ پہلے انسان تھے جن کو ہر دہریہ کی پٹلا اور خدو میں ہی بری نصیب ہوئی تھی۔ وہ چاہتی تھیں کہ ان لوگوں کو اپنے چاہے جانے کا حساب ہو، ان کو دہریہ کی احرام ملے جیسا کہ ایک باوقار انسان کو ملا کرتا ہے۔

ہر دہریہ اپنے طرف کی دنیا میں، جیسا کہ کہتے ہیں، دوسرے شہروں کے بدترین پس ماند و بد قوس میں پائی جاتی ہے، کام کرتی رہتی ہیں۔ عمرو و فلسفہ و ریاضت مند لوگوں میں، مفہوم و ریاضت مند لوگوں کے درمیان کوئی اتنا نہیں کہش سیاست سے نہیں ابھی سرکار نہیں رہا ہے، مگر ان کی مقصد کے ساتھ معاشرتی، سماجی و سیاسی کام ان کی اپنی زندگی بھر کے کام سے مکمل غور پر ہم آہنگ رہا ہے۔

قوی و زمین، قوی سطح پر اپنی دوشیں میں، ہمیں ان کے کام سے سبق حاصل کرنا چاہیے، جو وہ مصیبت میں مبتلا لوگوں کے لیے کرتی ہیں۔ لیکن، قوتی سطح پر امن کے لیے ہماری کوششیں اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہیں جب وہ فلسفہ قوموں کی خود داری کو بھڑکانے لگیں۔ جو ت مند قوموں کو اپنی تمام مداخلت دہریہ کے جذبے کے ساتھ کرتی چاہیے۔

ماہرینی نوٹل کمیٹی کے فیصلے کے اداوں کی تحریک کے لیے عالمی بینک کے صدر راجہ ٹ میٹھن مارا

(Robert MacNamara) کے مندرجہ ذیل الفاظ سے کتنا اور کیا جواز ہو سکتا تھا، "مدریسا اس لیے نوٹس امن، اخام کی حق در تھا کہ وہ امن کو سب سے نیوٹن گھانڈ میں فروغ دیتی تھی، یعنی خانی و قمار کے حرام کے اعتراف کے ذریعے۔"

اٹوریٹی نوٹس کمیٹی کے صدر تھیں Professor John Sarhness کی نیوٹن

## خطبہ

چوں ہم کہ اس جہد نوٹس امن انعام پر خدا کا شکر ادا کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے میرا خیال ہے کہ ہمیں سینٹ فرانسس آف اسیسی (St. Francis of Assisi) کی دعا پڑھنی چاہیے جو مجھے ہمیشہ تیرا نور دیتی ہے۔ تم اہل کوہ صیح اپنے مقدس جہاد میں پڑھتے تھے، اسی لیے کہ یہ سب پر صادق آتی ہے، یہ ہمیں ہمیشہ متوجہ ہوتی ہیں کہ چار پانچ ہزار سال قبل، جب سینٹ فرانسس آف اسیسی نے یہ دعا کہی تھی، یہ وہی ہی مشکل میں تھے جیسی کہ آج ہمیں درپیش ہے۔ ہم اس دعا کو اس لیے پڑھتے ہیں کہ یہ ہم پر بھی اتنی ہی سوزوں ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ میں سے کچھ کے پاس یہ دعا موجود ہے، لہذا آئیے ہم سب مل کر دعا کریں:

"میرے آقا، مجھے اپنے امن کا وہ صلہ بنا کہ جہاں غربت ہوگی وہاں محبت رکوں؛ کہ جہاں غلط ہو وہاں میں وہاں مغلطت کا جذبہ رکوں؛ کہ جہاں باغلق ہوگی وہاں ہم آشتی رکوں؛ کہ جہاں ٹھنڈی ہوگی وہاں آج رکوں؛ کہ جہاں تپ ہوگی وہاں عقیدہ رکوں؛ کہ جہاں ناامیدی ہوگی وہاں امید رکوں؛ کہ جہاں اندھیرے ہوں میں وہاں روشنی رکوں؛ کہ جہاں افسردہ ہوگی وہاں خوشی رکوں۔"

میرے آقا، مجھے توفیق دے کہ میں تمہاری دعا کے کہنے کا حتمی رہوں؛ کہ میں سمجھوں بجائے کہ میں سمجھ جاؤں؛ کہ میں محبت رکوں بجائے کہ میں سمجھ سے محبت نہ جائے؛ کہ میں خود کو ذاموش کرنے سے نہ کہ خود کو پاؤں سے اٹھا کر محال کرنے کی سے محال نہ کیا جاتا ہے کہ موت کی سے کوئی بڑی زندگی میں جا سکتا ہے۔"

ہمیں خدا کا شکر دانا چاہیے، اس موقع کے لیے جو اہل عمر کو بھیرے، امن کے ساتھ چنے کے لیے جو ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہم اس امن میں مندرجہ ذیل اور میں نے بھی کر سونٹ سیک انسان کے روپ میں مغسوں کو اچھی خبر پہنچانے آئے ہیں۔ خدا ہوتے ہوئے بھی بددعا بات میں انسان کی طرف سے سوائے گناہ کے، در انھوں نے وضع اللہ کی احکامات کیا تھا کہ وہ خوش خبری دینے کے لیے آئے ہیں۔ خوش خبری یہ تھی کہ امن سب کے لیے ہے، اور میں ہم سب کی خواہش بھی ہے۔ یعنی مسرت قلب اور خدا کو یہ یاد آتی پسند تھی کہ اس نے اپنے پیغمبر کے حوالے کر دی۔ یہ سب خدا تھی جس جس کے بارے میں یہ کہتا تھا کہ خدا کو بھی ذکر

ہو تھا، اس لیے کہ وہ دھوپ سے اتنا یاد رکھتا تھا کہ اپنے بیٹے کو عطا کر دئی، اور اس نے انھیں ان کی مریم کو عطا کر دیا، اور مریم نے ان کے ساتھ کیا کیا؟

جیسے ہی وہ ان کی زندگی میں آئے وہ فوراً ہی یہ خوش خبری دینے چلی گئیں، اور انوں کی وہ اپنے ہم زاد کے گھر پہنچیں، بچہ نو زائیدہ بچہ۔ لہذا بیٹہ کے گھر میں بچے خوشی سے اچھل پڑے۔ وہ بیٹے کو دیکھ کر اپنے اور اس کے چمے پیغمبران سب نے من کے شہزادے کی بچپن کی یہ تھا اور قرار کیا کہ سوچ سیکھ کر دے، اور میرے لیے خوش خبری لے کر آئے تھے۔ اور گویا کہ یہ کافی نہ تھا انسان بن جانا کافی نہ تھا تو انھوں نے تیسری پہ کتاب کیا، اس غنیمت کو دیکھنے کے لیے، کچھ دے لیے اور دیکھنے کے لیے، بھوک سے مرنے والے انسان کے لیے، اور ہنسان کے لیے، اور فکرت کی کٹھن پر نہیں بلکہ فرقہ کی دشمنی اور دوسروں کی زمین پر اور اسے کہہ کر ہم ایک دوسرے سے محبت کریں، اسی طرح جیسے وہ ہم سے محبت کرتے ہیں۔ ہم انھیں میں صاف صاف پڑھتے تھے کہ اس طرح محبت کرو جس طرح ہم نے تم سے محبت کی ہے۔ جیسے میں تم سے محبت کرتا ہوں جیسے کہ [اسہانی] باپ نے مجھ سے محبت کی میں تم سے محبت کرتا ہوں اور جتنی شدت سے [اسہانی] باپ نے اس سے محبت کی، اس نے اس کو میں دے دیا، اور تم ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے ہیں، ہمیں بھی بتائی دینا چاہیے کہ ہم کو کدو ہونے گئے۔ صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ میں خدا سے محبت کرتا ہوں، مگر میں اپنے ہمسایہ سے محبت نہیں کرتا۔ سینٹ جان کہتے ہیں کہ تم بھولے ہو اگر تم یہ کہتے ہو کہ تم خدا سے محبت کرتے ہو جب کہ تم اپنے ہمسایہ سے محبت نہیں کرتے۔ تم خدا سے کس طرح محبت کر سکتے ہو جس کو تم دیکھ نہیں سکتے، تم اپنے ہمسایہ سے محبت نہیں کرتے جس کو تم دیکھ سکتے ہو چھوٹے بچوں کے ساتھ رہتے ہیں لہذا ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ محبت کتنی ہو تو کدو دیتی ہے۔ اس نے بیوٹا مسیح کو کدو دیے کہ وہ ہم سے محبت کرتے تھے اور اس یقین کے لیے کہ ہم اس کی غنیمت کو یاد رکھتے ہیں، اس نے خود کو نندوں کی غذا بنایا اس کی محبت کی، وہ دنی بھوکے کو مرنے کے لیے۔ خدا کے لیے ہماری بھوکہ اس لیے ہے کہ ہم محبت کے لیے حق کیے گئے ہیں۔ ہم اس کی عقل میں بنائے گئے ہیں۔ ہم اس لیے خلق کیے گئے ہیں کہ ہم محبت کریں اور ہم سے محبت کی جائے، اور پھر وہ آدنی بن گئے تاکہ ہم ان سے محبت کریں اور وہ ہم سے محبت کریں۔ وہ خود بھوکے، وہ ہندو بے گھر، بیکار، قیدی، تپ، غیر مطلوب بن گئے، اور انھوں نے کہا کہ تم نے میرے ساتھ یہ کیا ہے۔ ہماری محبت کے بھوکے ہو مگر ہمارے دلوں کی بھوکہ تکی ہے۔ ہمیں اسی بھوکہ کو ظاہر کرنا ہے، یہ خود ہمارے گھر میں ہی ہوگی۔

میں نہیں بھول سکتی جب مجھے ایک گھر میں جانے کا موقع ملا تھا، وہاں بیٹوں اور بیٹیوں کے بڑے حصے ہاں رہے تھے، وہاں جنہیں ایک ادارے میں کال کرنا پڑا تھا، وہاں گئے تھے۔ میں وہاں گئی، اور میں نے دیکھا کہ اس گھر میں ان کے واسطے سب کچھ موجود تھا، ہر طرح کی خوبصورت چیزیں تھیں، مگر ہر شخص دھڑا دھڑا کے طرف ہٹتا تھا۔ میں نے کئی ایک کے ہاتھ چیرے پر مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ میں نے ایک بکری سے پوچھا:

ایسا کیوں ہے؟ ایسا کیوں ہے کہ یہاں سب کچھ بے غم و ناز و مسرت کی طرف کیوں نکلتے رہتے ہیں، یہ ممکن ہے کیوں نہیں؟ میں تو لوگوں کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھنے کی تھی مگر وہیں ہمارے ہوئے لوگوں کے ہوں پہ بھی۔ پھر انھوں نے کہا: یہ قرینہ، رازِ ہوا ہے کہ وہ انکار کرتے ہیں، مہیا کرتے ہیں کہ ان کا بیٹا یا بیٹی ان سے ملے آئے گی۔ ان کو ذکر ہوتا ہے سزا و بھاریے گئے ہیں۔ تم نے دیکھا کہ ایسے میں محبت کا کام آتی ہے، نہ فدا کی ہمارے گھر کے اندر ہے، حتیٰ کہ محبت سے بے توفیق بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے قافلہ ان میں بھی کوئی تباہی محسوس کر رہا ہو یا نہ رہی ہو، یہاں پہچان ہو کہ یہ یہ شخص کے لیے مشغول کے دن ہیں تو یہ ہم موجود ہیں آنے والوں کے لیے، ہاں اپنے بچوں کے لیے؟

میں بہت حیران تھی یہ دیکھ کر کہ مغرب کے نوجوان لڑکے و لڑکیاں شے کی عادت میں گرفتار ہیں۔ میں نے کوشش کی وجہ معلوم کرنے کی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے، تو جواب یہ دیا کہ خاندان میں کوئی ان کا نظارہ نہیں کرتا۔ ہاں باپ بیویوں اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ ان کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ نوجوان والدین بھی ادارے میں ہوتے ہیں اور بچے مڑکوں پر کسی اور کام میں مصروف ہوتا ہے۔ ہم اس کی بات کر رہے ہیں۔ اس کی چیزیں اس کو خود درگاہ تھی۔ مگر میرے خیال میں اس کا مسئلہ اس کے لیے سب سے تباہ کن ہے اس لیے کہ یہ نہ تو راست جنگ سے قتل سے تباہ راست نمودار کے ہاتھوں قتل اور سم قتل تباہ میں کھٹا دیکھتے ہیں: اگر ہاں اپنے بچے کو بھول بھی جائے، پھر بھی میں تم کو نہیں بھولوں گا۔ میں نے تم کو اپنے ہاتھوں ہتھیل میں بنا رکھا ہے۔ اس نے میں اپنے ہاتھوں ہتھیل میں ختم کیا ہے، ہم اس سے اتنے قریب ہیں جیسے خدا کے ہاتھ میں ایک مازانہ بچہ اور مکی، بتدقی ہمدردی بہت اثر کرتا ہے کہ اگر ایک ماں کچھ مانگن چیز بھول جائے تو وہ تمھیں بھول جائے تو بھی میں تمھیں نہیں بھولوں گا۔ تو آج سب سے بڑی تباہی ستارہ صل ہے۔ ہم یہاں کھڑے ہیں اس لیے کہ ہمارے والدین کو ہماری خواہش تھی۔ اگر ہمارے والدین ہمارے ساتھ بھی جی نہ سکتے تو آج ہم یہاں نہ ہوتے۔ ہمیں بچوں کی خواہش ہے، ہم ان سے محبت کرتے ہیں، مگر ان ہاتھوں کا کیا ہوگا۔ بہت سے لوگ بچوں کے لیے یہاں تھیں، ہندوستان میں، فریقا میں جہاں بے شمار بچے مریجاتے ہیں، ما کافی غذا بیت سے، بھوک، دغیرہ سے، مگر رکھوں بلی ماں کی مرضی سے مر رہے ہیں۔ تو آج کی سب سے بڑی تباہ کاری یہی ہے کہ اس لیے کہ اگر ایک ماں اپنے بچے کو قتل کر سکتی ہے۔ تو مجھے تم کو یہ تمھیں مجھ کو قتل کرنے میں کیا باتی رو گیا ہے۔ کہ ہمارے درمیان کچھ بھی نہیں ہے۔ میں مکی بیکل ہندوستان میں کرتی ہوں، ہر جگہ میں اپنی کرتی ہوں: اگر بچوں کو دنیا میں آنے دیجیے، یہ بچوں کا حال ہے تو ہم ان کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ میں نے ماں کی ابتدا میں کیا تھا، ہم جیسے ہی کیا تھا، کہ اس میں کوئی اس طرح منانا چاہیے کہ ہم مر سچے کی، جو پیدا ہو چکا ہے و پیرا ہونے والا ہے، خوش نش کریں۔ اب تو سال بھی ختم ہونے والا ہے تو یہ ہم نے واقعی پیرا، پیرا ہونے والے بچوں کی خوش نش کا اکیلا رسیو ہے؟ میں آپ کو چھ خوفناک باتیں بتاتی ہوں۔ ہم ایک استاد سے دوسرے استاد تک لڑ رہے ہیں، ہم نے بہت سنا جانی

بچائی تھی، ہم نے کینک، اسپتالوں اور پولیس سٹیشنوں تک اپنی آواز پہنچائی ہے، مہربانی کرو، بچک کو مت مارو، ہم اپنے کے لیے قیود تھے۔ دن کے اور رات کے ہر گھنٹے کوئی نہ کوئی ملتا ہے، یہ شادی کی بیٹی، ماؤں سے کہو، ہم تمہیں پناہ دینے کے لیے قیود تھے، ہم تمہارے بچے کو پاؤں میں گے، ہم اس کو گھر بھی میں کر دیں گے۔ بہت سے خاندان، جن کے ماں و باپ نہیں، بچے چاہتے تھے بچے ہمارے لیے خدا کی نعمت تھی۔ ہم ایک اور بھی جگہ بات کر رہے تھے۔ ہم فقیروں کی، بچے کو گھر کے مریضوں، چھوٹے بچوں والوں، موزک کھانے رہنے والوں، اور انجیلی پانچنگ کرنے والوں کی تربیت بھی کر رہے تھے۔

اور صرف نکلنے میں چھوڑ دیں میں سب کچھ نکلنے میں ہی رہتا ہے ن خاندانوں میں جن کے ہاں بچے ہوتے تھے، 61,273 تم بچے پیدا ہوئے تھے اس لیے کہ انہوں نے پائیز کے ذریعے فطرتی فیملی پانچنگ کی ہے، خود ہی مضبوط ہے، ایک دوسرے سے محبت و خاطر۔ ہم ان کو حرارت اپنے کے آلے کی تربیت دیتے تھے جو بہت اچھی چیز ہے، بہت آسان، اور ہمارے مفلس لوگ سے بکھتے تھے، اور آپ کو پتا ہے کہ وہ ہم سے کہہ سکتے تھے؟ ہمارا خانا محبت مند ہے، ہمارا خاندان سچا ہے، اور ہم جب بھی چاہتے ہیں بچے ہوتے تھے۔ کتنا آسان ہے سزاؤں پر رہنے والے، وہ فقیر اور میرے خیال میں، جب ہمارے پانچ سب کچھ کر سکتے تھے تو ہم آپ کی باتیں کر سکتے، کہ ہم ان مذاہن کو جنہیں خدا نے ہم میں دیا ہے، وہ نہ کریں۔

مفلس لوگ بہت بڑے لوگ ہیں وہ ہمیں بہت کچھ سکھاتے تھے۔ ایک دن ان میں سے ایک شہریہ اور نے آپ کو دیکھا تھا: تم لوگ جنہیں نے نکال دینا کی قسم کھائی ہے، ہمیں فیملی پانچنگ سکھانے کے لیے بہترین لوگ ہو۔ اس لیے کہ ایک دوسرے کی محبت میں خود ہی قادر رکھتے ہو۔ میرے خیال میں انہوں نے نہایت خوب صورت عمل اور اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگ ہیں جن کے پاس شاید نہ کھانے کو ہے نہ رہنے کے لیے جگہ، مگر یہ فقیر لوگ ہیں۔ مفلس خیرات انگیز لوگ ہوتے ہیں۔ ایک شام ہم ہمارے گھر کے اور موزک پر سے چار افراد کو ساتھ لے آئے۔ ان میں سے ایک [عورت] نے فی ثواب حالت میں تھی۔ میں نے بہنوں سے کہنا کہ تم دوسرے میں کا خیال رکھو، میں اس کا خیال رکھوں گی جو سب سے نیا اور بری حالت میں ہے۔ تو میں نے اس کے ساتھ، وہ کچھ دیکھیں جو میں کر سکتی تھی میں نے اس کو بہتر میں لٹایا، تو اس کے چہرے پر اتنی مسکراہٹ تھی کہ میں نے اپنی محبت سے میرا ہاتھ پکڑا، اور جوں ہی اس نے صرف ایک لفظ منہ سے نکالا، شکر یہ اور وہ اتنا دل کر گئی۔

اس وقت میں اپنے بھیر کا تجزیہ کرنے پر مجبور ہو گئی اور میں نے خود سے سوال کیا کہ اگر میں اس عورت کی جگہ ہوتی تو کیا کرتی؟ اور میرا جواب بالکل سادہ تھا میں پیسے اپنے دہرے میں کچھ نہ چاہتی، میں نے کہا کہ میں بھوک نہیں، میں مر رہی ہوں، مجھے نہ دہی نہ رہی ہے اور نہ ہو رہا ہے، اس میں کچھ نہ تھا، مگر اس نے تو مجھے بہت کچھ دے دیا ہے اس نے مجھے شکر مانے کی محبت دی ہے۔ اس نے مسکراتے ہوئے جان دی۔ اس آدمی کی طرف جس کو ہم نے سزا سے اٹھایا تھا، جس کے آدھے جسم کو بڑے کھانچے سے کھینچ کر ہم جس کو



اپنے گھر اٹھائے تھے۔ اس نے کہا تھا [میں عزت پر ایک جانور کی طرح تھی رہا تھا، مگر اب میں ایک فرشتے کی طرح مریں گی، جس کی شہادت کی گئی ہے، جس سے محبت کی گئی ہے۔ اس کی عظمت اتنی تھی کہ اس کی طرح جو مرتے وقت اس طرح کی باتیں کر رہا تھا، جو مر سکا تھا کسی پتھر پر لکھا تھا کہ یہ میرا ہے، میرا ہے، میرا ہے۔ اس نے بھی اپنا نشان کیے بغیر ایک فرشتے کی طرح۔ میں میرے دلوں کی عظمت ہے۔ میں وجہ ہے کہ ہم سوچ سکا کے کہ پتھریں رکھتے ہیں جب انھوں نے بات کیا: میں بھوکا تھا، میں بے ہوش تھا، میں بے گھر تھا، میں غیر مطلوب تھا، غیر محبوب تھا۔ وارث تھا۔ تم نے یہ سب سچو سچو دیا ہے۔

میرے نزدیک سراسر اصلی سہتی کارکن نہیں ہیں۔ دلوں کی نظروں میں سہتی کام کرتے نظر آتے ہیں مگر کم لوگ دراصل دنیا بھر کے دلوں کو گھر ہیں۔ ہم دین کے چھوٹے گھنے سوچ سکا کا دل چھوٹے سبج ہیں۔ ہم چھوٹے گھنے ان کے سامنے حاضر رہتے ہیں، جیسے ہم اور آپ۔ آپ خدا کی اس موجودگی کو چنے خدا ان میں رہا چاہتے ہیں، اس لیے کہ خدا ان اٹھایا کرتا ہے، کھٹے رہتا ہے۔ میرے خیال میں ہم کو اپنے خدا ان میں اس کے لیے ہوں اور بندوں کی ضرورت نہیں ہیں ہم اس کے رہیں، ایک دوسرے سے محبت کریں، امن کریں، خوش رہیں، سب گھر میں ایک ساتھ رہنے کی حالت پیدا کریں۔ اس طرح ہم دنیا کی تمام فرائض کو یاد کرنے کے قابل ہونے لگے۔

اتنے ذرا کہ تھی غریب تھی، اتنی مسکین تھی، وہ ہم اپنی دعا سے، گھر میں، اپنی قربانیوں سے شروعات کرے تھی۔ محبت گھر سے شروع ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ ہم اتنی محبت کرتے ہیں، بلکہ ہم جو کام کرتے ہیں اتنی محبت سے کرتے ہیں۔ یہ تو صرف قادر مطلق خدا کی لیے ہی سے ہم نکلتا کرتے ہیں اس سے فرق نہیں پڑتا، اس لیے کہ وہ۔ اتنا ہے، مگر ہم اس عمل میں اتنی محبت شامل کرتے ہیں؟ ہم کسی فرد کی خدمت کر کے اس کی کھاد مت کرتے ہیں؟

کچھ دن پہلے میں چینی میں تھا۔ بہت دشوار موزیا تھا۔ ہمیں چاہیے کہ یہ بات چیں ہنگام میں طرح چینی ہوگی۔ چار دن کے ایک بندہ کے نے اپنے گھر جا کر والدین سے کہا میں دن ایک چینی نہیں استعمال کروں گا، پنے جیسے کی چینی میں درڑیا کے پک کو دوں گا۔ میں دن بعد بچے کے والدین نے ہمارے گھر آئے۔ میں ان سے پہلے کہی نہیں کی تھی، بچہ تو میرا نام بھی لے نہیں سکا تھا، گھر اس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ کیا کرنے لگا ہے۔ اس اتنا ہوتا تھا کہ وہ ہمیں اپنی محبت میں شامل کرنا چاہتا ہے۔

میں وجہ ہے کہ مجھے آپ سب سے بہت محبت کی ہے۔ جب سے میں یہاں آئی ہوں سب مجھے محبت، اصلی محبت سے گھیرے ہوئے ہیں۔ میں محسوس کر سکتی ہوں کہ ہندوستان کا ہر فرد فریڈرک سے بہت قریب ہے۔ ہر آج اپنی بہن کی کھانا سنا مجھے بہت چہا گیا ہے۔ میں کاؤنٹ بہنوں کے ساتھ ہوں تو بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ میں کھتے ہیں اپنی بہنوں کے ساتھ ہیں۔ اس جہر بھی، بالکل بچے گھری طرح۔

ہر میں یہاں آپ سے باتیں کر رہی ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ یہاں کسی مفلس کو خوش کریں،

مب سے پسے اپنے گھر میں۔ اور محبت نہیں سے شروع کریں۔ اپنے دوستوں سے دیکھیں خوش خبری بن جائے اپنے مسالے کے بارے میں معلوم کیجیے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ کون کون ہیں؟ مجھے ایک ہندو خاندان کا عجیب تجربہ ہوا تھا۔ جن کے آنکھ بچے تھے ایک صاحب میرے گھر آئے اور انہوں نے کہا کہ ایک خاندان ہے جس میں آنکھ بچے ہیں اور کئی دلوں سے انھیں بھانے کو کچھ نہیں ملا ہے، کچھ کیجیے۔ میں کچھ چاول کے کرفومان کے گھر پہنچی۔ میں نے کچھ کو دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں بھوک مانتی رہی تھی۔ میں نہیں جانتی کہ آپ نے کئی بھوک دیکھی بھی ہے مگر میں نے تو کئی بار دیکھی ہے۔ خاتون خاندان نے چاہا کہ بیٹے، ال کو وہ حصوں میں بانٹا اور کچھ دیا۔ جب وہ وہاں آئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں رہتی تھیں، اور تم نے کیا کیا ہے۔ اور اس نے مجھے بالکل سادہ مگر جو ب دیا۔ وہ بھی بھوکے تھے۔ مجھے جھکا کر اٹھا، یہ جان کر کہ وہ کون کون بھوکے تھے۔ کون لوگ تھے وہ ایک مسلمان خاندان جنہیں وہ جانتی تھی اس شام میں زیادہ چال نہیں مانتی تھی اس لیے کہ میں جانتی تھی وہ میرے ملک کے اظہار کا کھنڈا تھا۔ مگر وہ بچے، جن کے چہرے خوشی سے دکھ رہے تھے اپنی ماں کے ساتھ خوش ہو رہے تھے اس لیے کہ اس کے پاس دینے کے لیے محبت تھی۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا، اس طرح محبت شروع ہوتی ہے۔ گھر سے۔ میں آپ لوگوں کو پسند کرتی ہوں۔ آپ نے جو کچھ مجھے دیا ہے میں اس کے لیے شکر گزار ہوں۔ میرے لیے یہ بہت بڑا تجربہ تھا۔ میں ہندوستان چاری ہوں اور میرے کہ چند دن مارنے تک وہاں آؤں گی اور امید ہے کہ آپ کے لیے کچھ لے کر آؤں گی۔

میں جانتی ہوں کہ آپ نے اپنے فرائض میں سے نہیں دیا ہے، مگر آپ نے اس وقت تک نہیں دیا جب تک آپ کو چوت نہیں آتی تھی۔ ان ان کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں اتنی خیران تھی، ان بچوں کے لیے جو بھوکے تھے، اتنی خوشی تھی وہ ان جیسے بچوں کے لیے محبت کی، اور کچھ جہاں کی درزوں کی ضرورت ہے، جیسی انھیں اپنے اندر سے ملتی ہے۔ ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہمیں ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ملا، اور ایک دوسرے کے بارے میں معلومات سے ہم بہت قریب آئے۔ کئی سالوں نے صرف یہ کہ ہم ہندوستان و رافیلہ کے بچوں کی مدد کریں گے، کم پورٹی دینے کے بچوں کی مدد کریں گے، اس لیے کہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ہماری بھینس پورٹی دینا میں کام کر رہی ہیں۔ اور اس نفاذ سے جو امن کے نفاذ کے طور پر ملے، میں بہت سے لوگوں کے لیے تعمیر کردہ ہیں، جن کے گھر نہیں ہیں۔ اس لیے کہ میں اس پر یقین رکھتی ہوں کہ محبت گھر سے شروع ہوتی ہے، اور اگر ہم دلوں کے لیے گھر بنا سکیں تو، میرے خیال میں، زیادہ سے زیادہ محبت پھیلے گی۔ اور اس طرح کے محبت بھرے میل ملاپ کے ذریعے ہم امن دیکھیں گے، جو انا دلوں کے لیے خوش خبری ہوگی۔ مب سے پسے اپنے خاندان کے ساتھ ہمارے ملک کے ماہانہ پھر دینا کے ساتھ

اور یہ سب کرنے کے لیے، ہماری بہنوں اور ہماری زندگیوں، سب کو اپنی دعاؤں میں ملنا پڑے گا۔

انھیں یسوع مسیح کے ساتھ ملنا چاہئے تاکہ کچھ نہیں اور اس میں شریک ہو سکیں۔ چوں کہ آج کا کچھ بہت تھا۔  
 اور میں سمجھتی ہوں کہ یسوع مسیح کا جذبہ پھر سے پیدا ہو رہا ہے۔ اور ہم اس جذبہ کو بانٹنے کے لیے موجود  
 ہیں، لوگوں کے دلوں کو بانٹنے کے لیے۔ پورٹی دنیا میں، صرف ماہار سکیں ہی میں نہیں مگر مجھے مغرب کی  
 فلسفہ کو دور رسا بہت مشکل معلوم ہوا ہے۔ جب میں کسی کو عزت پر سے بھوکا اٹھاتی ہوں تو میں اس کو ایک  
 پیٹ چاہاں اور روٹی کا ایک ٹکڑا دیتی ہوں، وہ اسے مطمئن کرتی ہوں۔ میں نے وہ بھوک منادی ہے۔ مگر  
 ایک انسان جس کو باہر نکال دیا گیا ہے، جو غیر مطلوب ہے، بے محبت، خوف زدہ جس کو ساتھ باہر کر دیا گیا  
 ہے یہی فلسفہ بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، اور اتنی ہوتی ہے کہ میں اس کو بہت مشکل پاتی ہوں۔ ہر گز نہیں  
 مغرب میں اس قسم کے دلوں کے لیے کام کر رہی ہیں۔ تو آپ کو ہمارے لیے ضروری روٹی چاہیے کہ ہم وہ  
 خوش فوٹی دے سکیں، مگر ہم آپ کے بغیر وہ کام نہیں کر سکتے، آپ کو اپنے ملکوں میں خود کرنا ہوگا۔ آپ کو  
 ماہرین کو بچھڑانا ہوگا، تمہیں ہے کہ یہاں کے لوگوں کے پاس ماہرین چھڑیں ہوں، ہر چیز ہو مگر میں سمجھتی ہوں  
 کہ ہر ہم سب اپنے گھروں میں دیکھیں تو ہمیں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسلمانے میں اتنی مشکل ہوتی  
 ہے، اور یہ بھی کہ ہم محبت کی ابتدا کرتے ہیں۔

تو آئیے، ہم سب ایک دوسرے سے مسکرا رہیں، اس لیے کہ مسکراہٹ محبت کی ابتدا ہوتی ہے، وہ  
 ایک بار ہم ایک دوسرے سے محبت کرنا شروع کر دیں، تو ظاہر ہے کہ ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے آپ دعا  
 کریں، ہمارے بھائیوں کے لیے، اور میرے لیے، اور ہمارے بھائیوں کے لیے، اور ہمارے ساتھی کارکنوں  
 کے لیے جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں کہ ہم خدا کی نعمتوں کے ذریعہ، اس سے محبت کے لیے اور آپ  
 کے ہم راہوں کی خدمت کے لیے۔ ہم نے جو کچھ کرنا ہے، ہم نہیں کر سکتے تھے، مگر آپ نے ہماری دعاؤں  
 میں دے کے اس بار میں عمل میں اپنے گھنٹوں کے ساتھ شریک بنائی ہوئی۔

مگر میں نہیں چاہتی کہ آپ مجھے اپنے، ممالک فرادوں میں سے دیں، میں چاہتی ہوں کہ آپ تکلیف  
 ہونے تک دیتے رہیں۔

مجھے یہ آدنی نے پندرہ بار بھیجے جو میں اس سے ہنر سے گا ہوا ہے۔ وہ صرف اپنے دل سے ہنر  
 حرکت دے سکتا ہے۔ اور اس کی پسندیدہ ساتھی تمباکو نوشی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں ایک ہفتہ تمباکو نوشی  
 نہیں کروں گا اور تم کو یہ ڈیڑھ بج رہا ہوں۔ اس کے لیے یہ اتنی بڑی قربانی رہی ہوگی، مگر دیکھیے اتنی خوبصورت  
 ہے یہ قربانی، اس حرکت اس نے دلوں میں شریعت کی ہے۔ ان لوگوں سے میں نے روٹی خریدی اور ان کو روٹی  
 جو بھوکے جسم غوثی دونوں جانب تھی۔ ایک غوثی کے رہا تھا اور وہ غوثی دے رہا تھا۔ یہ میرے اور آپ  
 کے درمیان ہے یہ خدا کی دہی ہوئی نعمت ہے کہ ہم محبت کو آپس میں بانٹ سکتے ہیں۔ اور ہمیں اس کو اپنی حرکت  
 چھوڑ دینا چاہیے جیسا کہ یسوع مسیح کے لیے تھا۔ آئیے، ہم ایک دوسرے کو اپنی طرف پکاریں جس حرکت  
 انھوں [یسوع مسیح] نے ہم سے محبت کی تھی۔ آئیے ہم ان سے لے کر ہر قسم محبت کریں۔ اور ان سے محبت کی خوش

میں ہم ایک دوسرے کو سمجھ دیں، انعامی کراب کرکس انتہا غریب ہے۔ آئیے ہم اپنے اپنے دلوں کو سیوٹ مسک کی محبت کی خوشی سے پر کر لیں۔ ہم سب کو اس خوشی میں شریک کریں جن سے ملاقات ہو سادہ دیکھتی ہوئی خوشی ملے گی۔ اس لیے کہ کوئی وجہ نہیں کہ سیوٹ مسک کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم خوش نہ ہوں۔ سیوٹ مسک ہمارے دلوں میں تھا، مادروں کے دلوں میں تھا، ہم جن سے تھے، ان مسکراہٹوں میں ہیں جو ہم دیتے ہیں اور ان مسکراہٹوں میں ہیں جو ہمیں ملتی ہیں۔ آئیے ہم صبر کریں کہ سب کوئی بچہ طیر مطلوب نہیں ہوگا، کہ ہم سب سے مستعد ہوتے ہوئے ہیں، فی الحال اس وقت بھی جب مسکراہٹ مشکل ہو۔

میں اس وقت کو کبھی نہیں بھول سکتی جب ریاست ہائے متحدہ کی مختلف پولی ورنسوں سے چودہ کے قریب پروفیسر نکلتے ہیں ہمارے گھر تک پہنچنے کے لیے۔ جب تک کہ ہم دیکھ کر رہے تھے کہ قریب ایک لاکھ لوگوں کے لیے مخصوص گھروں میں گئے تھے۔ نکلتے ہیں قریب ایک لاکھ لوگوں کے لیے ایک گھر ہے جس میں صرف نکلتے ہیں لوگوں سے گئے تھے 36,000 داخل ہوئے تھے ان میں سے 18,000 ان کو خوب صورت موت نصیب ہوئی اور وہ اپنے خدا کے پاس چلے گئے۔ وہ سب پروفیسر ہمارے گھروں میں آئے اور ہم نے باتیں کیں محبت کی، درمندی کی۔ تب ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا، ہمارے دلوں میں کسی بات بتائیے جس کو ہم میٹھا کر سکیں۔ میں نے ان سے کہا، ایک دو سو بے گھر گھر کر سکیں اور اپنے ان خاندان کو وقت دیجیے۔ پھر ایک اور مرنے والے مجھ سے پوچھا، کیا آپ ٹائیڈو میں آئیں گے کہانی ہاں، مگر یہ ملاقات میں سیوٹ مسک کی طرف دیکھ کر مسکرنے کو بہت مشکل پائی ہیں، اس لیے کہ وہ کبھی بھی بہت مطالبہ کر سکتے ہیں۔ یہ واقعی سچی ہے، میں دو مرتبہ سے جہاں محبت چلی میں آتی ہے، جب مردہ کو چھٹ مہینے سے پہلے بھی ہم ان کو طلب کو خوشی سے نہیں دے سکتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے آج کہا ہے کہ اگر میں جنت میں ہو کر کسی وجہ سے نہیں جا سکتا، تو کم از کم اس شہرت کی وجہ سے ضرور جاؤں گی جس نے مجھے پاک و تر کر دیا ہے اور واقعی مجھے جنت میں جانے کے لیے تیار کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اپنی زندگی بہت خوب صورتی سے گزارنی چاہیے، اس لیے کہ سیوٹ مسک ہمارے ساتھ تھا اور وہ ہم سے محبت کرتے ہیں، نہ کی بڑی باتوں کی وجہ سے نہیں، محبت بھری چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے۔ اس لیے مارے محبت کا ایک ٹھونسو بن جاتا ہے، اور یہ کتنا چھٹے کر سیکس سے اس کا ایک مکرر دیا جا رہا ہے کہ ہمیں سے ایک مازائیہ و بچے کی زندگی کی خوشی نہ آمد ہو رہی ہے۔ اگر آپ دنیا میں ایک مشعل بن جاتے ہیں، تب واقعی فوٹل امن انعام مارے کی عوام کی جانب سے ایک عقیم جملہ ہوگا۔

خدا آپ سب کو اپنی لائڈال نعمتوں سے مالا مال کرے۔



## محل انوار السادات

### منلخم سگن اعلان تحللل

جلالت آب، عزت آب، محامین و نصرت! نوکل سکل مارو باکی سسر اور بریکل کے درمیان امن کے لیے مولے والے دو معاہدوں مل صدر سنے کے مول، جن پر 17 آبر 1978 کو کمپ لول مل دکلل مولل آھے، سسر کے صدر انوار السادات اور امریکل کے وزیر اعظم منلخم سگن کو 1978 کا امن انوم دیے ۛ فیصلہ کیا س۔ امن انوم کی تاریخ کے پچھلے تقریباً اسی برس مل کیا مم نے اس فیصلی تقریب دی بھی تھی، جیسی کہ ساد Haukon بلچہ کے قلم سے آکرسھس مل واقع ہوئی تھی، آٹک درہد امنی کی باتوں کے ساتھ جس کا ذکر ہماری سرزمین کے دنلپے مل کیا گیا تھا۔ امن انوم کی تاریخ مل یہ سسے بھی نہیں ہوا تھا کہ نوکل سکل نے پایشان اور تہاد حال مشرق وسطی کے دو بدنامین موہر مکت و انوم دیے جانے کے لیے مولوں کہا س۔ نہ بھی اس انوم کو معاہدوں سے شملک کیا گیا تھا، جیسا کہ کمپ لول کے دو معاہدوں کے سسے مل ہو س، جس کی بنیاد پر دو بدنامین مکت و انوم صلا کیا گیا س جن کے کاھتوں پر تکی سکلین نے لاریاں آپنی لیا۔ نہ بھی امن کے انوم نے سسر اور امریکل کے عیاد س، اور مذاک لولہ آٹک سے پاسوں مشرق وسطی س، امن کے سسے مل کسی بڑی اور ذیادہ وادانہ صید کا کیا س۔

مصر کے صدر نو رسامانات اور امریکہ کے وزیر اعظم وینسٹن چرچل کے اعلان کا دیا جانا تاریخی اعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس جلسے میں مصر، درامریش کے مابین ہمیں صرف ایک معاہدہ دیا گیا ہے۔ امریکیوں کے مختلف کے مطابق، یہ معاہدہ وینسٹن چرچل قبل شاہ کاؤڈ کے بیٹے، نذیر شاہ سلیمان اور مصر کے فرعون کے درمیان ہوا تھا۔

دنیا کا سب سے بڑا جہاز 6,000 ٹن کی تہذیب کا ایک بڑا روہدیہ وقت ہوا تھا جس کا دنیا کے وہ بڑے حصوں پر گہرا اثر ہوا تھا اور جس نے تاریخی تہذیب کے ترقی کی تھی۔ آئی اسکس جانے والا ہو چکا، جتنی تاریخ کی کتابوں کے فضیل، جانتے کے کہ میں سے ہر ایک تحریر کی تاریخ شروع ہوئی تھی، اور تاریخی قہار سے ہر رشتہ تینوں مذہب، سماج، یہودیت اور عیسائیت کی نظریں، ان تہذیب کی اہمیت کے ساتھ دنیا کے ہر حصے پر مرکوز رہی ہیں جہاں سے ان کے مذاہب پھیلے تھے۔

ایٹلی، یورپ اور افریقہ کے درمیان واقع مشرق وسطیٰ، نہ صرف تہذیبوں کا مشترکہ، بلکہ معاشی ملازمت اور بیرونی فلاح کی لڑائیوں کا میدان رہا ہے۔ بار بار کی جنگوں، بیرونی غلبوں اور اندرونی تفریقہ بندیوں نے نہایت بھونڈے پن سے اس کی تہذیبی جگہ دکھ اور مادی خوش حالی کو اندھا کیا ہے۔

ہمارے زمانے میں عربوں کی بیرونی منہ سے چھٹکارا پانے کی کوشش دس وقت کا بیرونی نصیب ہوئی تھی جب مصر نے مدعا نوی سند کے خلاف جدوجہد کی تھی۔ قومی آزادی کی اس جدوجہد میں نواز السادات نے رہنمائی کر رہا تھا۔

اسی وقت سے چھوٹے چھوٹے یہودی ترمیموں میں ایک قومی تحریک شروع ہوئی تھی، جو دنیا بھر میں سے دنیا بھر کے مختلف مذاہب میں بکھرے ہوئے تھے مگر ہمہ وقت اپنے تاریخی وطن کی زبانوں سے چنے رہے تھے۔ سامیت و عجمیت نے، جو شکر کے چورنی یہودی قتل عام پر منتج ہوئی تھی، ان کو اپنے لیے تحفظ حاصل کرنے اور اپنے ملک امریکہ کی بنیاد پر تھیں پہنچا دیے۔ اس طرح اقوام متحدہ کی عمر شریعت سے 1948 میں امریکہ کی ریاست قائم ہوئی تھی۔ امریکہ کی ریاست اور قومیت اب ایک سیاسی اور انسانی حقیقت بن چکی ہے۔

امریکی ریاست کے قیام نے چارے مشرق وسطیٰ میں ایک نئے تنازع کو جنم دیا۔ پچھلے تیس برسوں میں یہ تنازعہ یہودی اور عرب کے درمیان چار جنگوں کا باعث بنا، جن سے نہ صرف بے انتہا مادی تباہی ہوئی ہے، اس نے دونوں ملکوں کے درمیان فساد کو بھی تیز کر دیا ہے۔

جنگ اور تباہی کے ساتھ ساتھ، ہر جگہ، امن کی تحقیقی قوتوں نے بھی اپنے لیے ایک راستہ تلاش کیا ہے۔ اس عرصے میں، اس نفسیاتی دیوار میں دروازے کے لیے، جو ایک سوٹی عرصے تک عرب اور امریکی ریاستوں کے درمیان تھرتھرتے کی وجہ بنی رہی تھی، نیک نیتی اور خوش میدانی بھی خاصی متحرک رہی ہے۔ یہ لہجہ دوجا ہے جس کے نہایت خوفناک پہلو ہیں، ایک بار اندر رسدات نے جس کو آمرانہ بیوی حاصل کے

قریب کی Great Barrier Reef کے ممالکی قرار دیا تھا۔

دو فر دجنیس نے من کی اس کوشش میں اسرار دیا ہے وہ سیرائی آف سیرت ہائی کسفر در صدر جی کاڑھے۔

مشرقی وسطی میں ہائی کسفر کا مشل اس جنگ کے ختم کے قور بعد شروع ہو تھا جس میں یک طرف اسرائیل تھا اور دوسرے جانب مصر اور شام تھے۔

میں ان کا دو پچ بتلا کر دارا جی طرح دے جو انہوں نے یوم کپور جنگ کے جنگجوڑیوں کو حینو امن مذاکرات کی میز پر لانے کی کوشش میں ملال کیا تھا۔

دسمبر 1973 میں منعقد ہونے والی کانفرس کا نتیجہ ایک معاہدہ تھا جو مصر اور اسرائیل کے درمیان چنداں نکات کی بنیاد پر طے پاؤ تھا جس میں قیدیوں کا تھلہ، حدود متعین کردہ مذاقوں سے فوجوں کا انحصار، تحفظ کی ضمانت، جنگ بندی کو سکھ کرنے کے لیے دوسری کچھ کارڈ ہیں اور غوطیل لیفاد من کے معاہدے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

1973 کی یوم کپور جنگ کے دو جنگجوڑیوں کے درمیان ہائی کسفری حدود سے ہونے والے معاہدے نے وہ بنیاد امرونی تھی جس پر جی کاڑھے نے 1978 کے یکمہ ڈیڈنڈ کرت منعقد کیے تھے۔

ایک پڑا من ہندوستان کی تکمیل کی کوشش میں صدر نواراں بات کاں وشم کا 19 نومبر 1977 باہمت سفر ایک نہایت بڑی قدم تھا۔

صدر سات نے امریکائی پریزنت Knesset سے نجیب کے یہ بات عمل سے ایک ہی دار میں ایک جج دار عقدے کو کات کر رکھ دیا تھا۔ اب یکمہ باج وائی حقائق کے لیے رستہ صاف ہو چکا تھا، جہاں بنیاد کی اہمیت کے دو معاہدوں کے ذریعے پسے قیدیوں قدم ٹھائے گئے۔

۱۔ مشرق وسطیٰ کے امن کے لیے معاہدے کا اہمچا اور

۲۔ مصر اور اسرائیل کے درمیان امن کی کوشش کے لیے معاہدے کا اہمچا

ایک وقت کے دو دشمن میں کے درمیان مستقبل کے من کی بنیاد امرونی ہو کام تھا جس کے لیے صدرا نواراں بات اور شراظمہ مشرق بیگن کو 1978 کے نوکل من خام سے نواز گیا ہے۔

مشرقی وسطیٰ میں ہونے والی چار جنگیں دراصل نئے تنازعات تھیں، توئی تھکی اور نسائی الیے کا پیش محمد ہوئی تھیں۔

اس مذہب کے میں میں اپنا مکہ روشنی کی یک ہوئی ہی جنگ اور ایک فتح بغیر جنگ طر آئی تھی، جب صدرا نواراں بات نے وہاں کے لیے جس کو انہوں نے امریکائی پریزنت Knesset میں اپنی تقریر میں "شرا من" کے نام سے یاد کیا تھا، وہاں نہ ہوئے تھے۔

ان کے پیسے ہونے باز اور امن کی پیش کش، لائق ورتعاون معاہدے کے ڈھلچے کے جذبے کی

بنیاد بنے جس نے بہت سی سفارتی و معاشیاتی اور تہذیبی ماطنوں کی حقیقتوں کی طرف اشارہ کیے ہیں جنہیں معاہدوں میں شامل کیا جانا چاہیے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکا کے صدر جی کاٹر و مصر اور اسرائیل کے درمیان بنائے جانے والے اس اہم کے مرکزی معمار تھے جس کو ایک ہفت کے دو دشمنوں کو یک جا ہونے پر ایک معاہدے کا ذریعہ فراہم کرنے کا موقع دینے کے لیے بنایا گیا تھا۔

صدر ہدات نے من کے قیام کو جانب اٹھائے ہوئے اہم قدم کی رہنمائی دے کر فراموشی سے ہونے کہا تھا ”جی کاروری وہ بے نام پہلی تھی۔“

جہاں تک کیمپ ڈیوڈ میں مشرق وسطیٰ کے دوسرے معاہدے کا سوال ہے تو یقیناً [دوبلے اہمیت کے] مغربی کنارے پر کوہنہ پہاڑی کے بارے میں سخت و شدید بحثیں کے لیے، بھی بہت وقت دیا رہا۔ صرف مستقبل کی صورت کا جواب فراہم کر سکتا ہے جس دوران دونوں کو مصر اور اسرائیل کے عوام کی فطرتوں میں صدمہ دینے کا موقع ملنا چاہیے، کہ اسرائیل کے قیام کے بعد سے پہلی بار ایک معاہدہ کامیابی سے نکالنے کے مراحل تک پہنچا ہے، جو اس عداوت کے دور پر امن کے لیے ایک حقیقی موقع فراہم کر رہا ہے، جس پر ایک مرحلے سے جنگ کے صیہ ہلال چھائے ہوئے تھا۔

تاریخ پر اثر انداز ہونے والی طاقتوں کے متوازن نظریوں پر مشرک گام کے بغیر یہ عمومی تکیہ رائے ہے کہ مصر کے صدر انور السادات اور اسرائیل کے وزیر اعظم موشے ڈیسل، دونوں نے، امن کے دو دشمنوں کے درمیان اس کی تلاش میں ٹکیرنی کردار کیے ہیں، جو دنیا بھر کے امن کے محکمہ دوستوں کے لیے خوشی کی بات ہے۔

ان دونوں فرادوں کی باتیں مشترک تھیں: دونوں اس صدمہ میں پیدا ہوئے تھے جو کائناتی جنگوں، نئے تعزبات، نسلی مسائل اور غیر ملکی غلبوں سے عبارت تھی۔

دونوں ہی تاریخ کے مرکزی دھارے میں فعال رہے جیسے جن میں سیاسی و سماجی تنازعات شامل تھیں۔ اپنی زندگی کے ابتدائی برسوں ہی سے انھوں نے خود کو اپنے ملک کی تعمیر سے منسلک کیے رکھا ہے، انھوں نے اپنی سرزمین کی حاکمیت کے لیے، وراثت کی آزادی کے لیے جنگیں لڑی ہیں، قید میں اور مشفق کیمپوں میں صدمہ میں جھیلی تھیں۔

ان کے زندگیوں اور راستے اس من کے لیے ایک دوسرے سے ملے تھے جس سے کیمپ نو دور طوٹ ہو سکتا ہے، مادی تجدد کا دور امن کا، صرف ان دونوں کے اپنے دوستوں ہی کے لیے نہیں، بلکہ پورے مشرق وسطیٰ کے لیے۔

صدر انوار السادات 25 دسمبر 1918 کو پیدا ہوئے۔ ان کا ابتدائی بچپن اردو کے کنارے واقع Idar Abul-Kum نامی ایک گاؤں میں تھوڑا تھا۔ ان کی والدین اپنی زمین اور اپنے گاؤں کی زندگی سے روحانی



رشتے کے تھرے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی، جس دو پیدا ہوئے تھے۔

ان کا بچپن ایک مشاعرے میں سمویا ہو ہے: "میں نے Wil Abdul-Kum سے جو کچھ پایا، اسی نے مجھے ٹوٹی دی۔" اس میں شامل ہے ان کا فطرت سے احساس کیمائی، فائدہ ان کی زندگی، جس میں ایک دادی بھی شامل تھیں، جو ترچا فائدہ دتھیں مگر اپنی دانش کے لیے مشہور تھیں۔

آج بھی، جب دو اپنی دادی کے بارے میں بات کرتے ہیں تو، صدر سادات ان کی گرم جوش اور عقیدت سے کہتے ہیں، کہ ہم فوراً ہی محسوس کرتے ہیں کہ ان کے دل میں ان کی دادی کی محبت آج بھی زندہ ہے۔ انھیں اب بھی ان کے ماہر والدی طور پر آتے ہیں۔ "میں چیز بھی اتنی اہم نہیں، مگر یہ حقیقت کہ تم اس زمین کے بیٹے ہو۔ زمین کبھی مر نہیں سکتی، کہ اس میں تخلیق کے راز پوشیدہ ہیں۔"

صدر سادات اپنے عقیدے کا تعین اس طرح کرتے ہیں: "میں کبھی بھٹک نہیں سکا، اس لیے کہ مجھے یقین ہے کہ میری جڑیں، اس گاؤں میں، اس مٹی کی گہرائی میں بھڑکتی ہیں، جس سے میں درختوں اور دوسرے نمو پانے والی اشیا کی طرح، پیلا ہوا ہوں۔"

اپنے دورے متلاطم عمر حیات میں، سادات نے انی اندرونی یک رنگی اور توازن کی ضرورت محسوس کی ہے، جو مٹی سے نسبت نے انھیں دی ہے۔

ان کے بچپن پر دیا، شہاب کے دوران منہ پر نہ عانیہ کا لہجہ تھا۔

ابتدائی سے، سادات اپنے ملک کی آزادی کے لیے لڑنے پر تیار تھے۔ اسی وجہ سے انھوں نے فوجی افسر بننے کا فیصلہ کیا تھا، اور جوں جوں عمارت سے مل کر جوانی کے اسکول کے ساتھ تھے، انھوں نے 1939 میں، جب دو صرف کیس بڑی کے تھے، فسادات کے ایک خفیہ گروہ کی بنیاد ڈالی، جس کا مقصد مصر کو غیر ملکی عمل داری سے نجات دینا تھا۔ اپنی جدوجہد کے دوران 1942 میں دو گرفتار ہوئے اور افسر کے عہدے سے ہر خامت کر دیے گئے۔ قید سے کامیاب فرار کے بعد دو درپوش رہے، اور 1946 میں دوبارہ گرفتاری کے بعد شین بڑی کی مزار پر پھر قید کر دیے گئے۔

1950 میں انھیں فوج میں بحال کر دیا گیا تھا۔ 1952 کے مصری انقلاب کے جس نے سادات کو معزول کر دیا تھا، روحانی رہنماؤں میں سے ایک سادات تھے۔

1969 میں صدر اسرار نے ان کو مصر کے نائب صدر کے عہدے پر فائز کر دیا تھا اور ان کے انتقال کے بعد 1970 میں دو مصر کے صدر منتخب ہوئے۔

صدر سادات نے مشکل ترین حالات میں اپنے ملک کی رہنمائی کی، جب ملک جنگ اور دورانی معاشیاتی مسائل میں گھر رہا تھا۔

صدر سادات کی اس بات کا اعتراف کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے ملک کے معاشی اور سماجی مسائل کے حل کے لیے ایک جامع اور شہر آشیں سے مسالحت ضروری سمجھی اور اس کی تکمیل کا بیڑہ اٹھایا تھا۔

اس تمام عرصے میں صدور رسانات کی پالیسیوں نے واضح کیا ہے کہ ان کے ملک کو اپنے پرانے مسائل پر دوبارہ غور کرنا چاہیے، اور مذاقی سفارتی طریقوں سے افراتفری کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پچھلے تیس برسوں میں مشرق وسطیٰ کے عوام چار جنگوں کا نشانہ بن چکے ہیں اور امن کے امکانات دور دور تک نظر نہیں آتے۔ امن کے عمل کے حصول میں صدور رسانات کا سب سے بڑا حصہ یہ رہا ہے کہ ان میں امن کی پیشہ کو توڑ کر باہر نکلنے کی کوشش کی گئی اور دور راہ نشی ہے۔

زنی اور سیکی و فون اعتبار سے امن کا فیصلہ کر دو، سرنگی پارلیمنٹ سے خطاب کرنے کی وزیر اعظم بینا ٹیم بگس کی، 17 نومبر 1977 کی دعوت کو قبول کر کے ملک پرانہ اور دور رس تھا۔ یہ باتیں سے افراتفری اور نئے مباحثہ کی طرف باہر مت قدم اٹھانے کا ایک ذرا بانی قدم تھا۔

یہ شہر میں سادات نے اپنے مطالبات بڑی دیات دانی سے پیش کیے مگر یونٹ میں امن ہتھیارت اور ہتھیاروں کو ایک ریاست کی حیثیت میں تسلیم کرنے کی پیش کش بھی کی۔

سادات کے بڑھائے ہوئے ہاتھ کو یکسپ ڈیوڈ کے دوسرے صحیفہ بینا ٹیم بگس نے قلم لیا۔

ان حالات نے، جن میں بینا ٹیم بگس 1913 میں ہائیڈ کے شہر Brest-Litovsk میں پیدا ہوئے تھے ان کو ایک نقطہ ابتداء ان کے متقدم و رجحانات کے لیے ایک فیصلہ کن اشارہ بنا دیا۔

سامیت کے خلاف تشدد اور بڑھتے ہوئے حالات کے اثرات نے، ان کی ابتدائی عمر کی میں، یہودیوں کے قلم و وطن سرنگل میں باپ کی کوششوں کی تھی۔

قانون کی تعلیم کے دوران نعلی نے Jewish Youth Movement میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ 1939 میں فلسطین ہجرت کرنے والے مشہور یہودیوں کے حلق میں ہوئے، انے ایک مظاہرے میں شرکت کی پاداش میں انھیں قید کر دیا گیا تھا ایک قلیل عرصے میں ان کے بعد، دوسرے یہودیوں کو بھی قید کر دیا گیا تھا۔ انھیں امید ملی کہ اس ملک سے ان کو فلسطین میں منتقل ہونے کا موقع مل جائے گا۔ 1939 میں یہودیوں کو یہودیہ سے راس کے قبضے نے غلطی طور پر اس کو ناکلن بنا دیا۔ وہاں ان کو گرفتار کر کے آٹھ برس کی دلی گئی اور سائنس کے ایک گیمپ میں قید کر دیا گیا۔

سوویت یونین نے جرمنی کے حملے کے بعد ان کو خانہ دہریہ سیکی قیدیوں کے ساتھ ساتھ ساتھ رہا کر دیا گیا تھا کہ یہ لوگ پینڈ کی فوج میں بھرتی کیے جائیں گے جس کو ناکلن کے خوف جہاد میں استعمال کیا جائے گا۔ بگس نے اب پینڈ کی فوج میں شمولیت اختیار کر لی تھی جس کو سوویت سرزین پر تربیت دی جاتی تھی۔ اس کے بعد ان سب کو Transjordan بھیجا گیا تھا۔ 1942 میں بگس وہاں سے فلسطین پہنچ گئے، جو اس زمانے میں برطانوی انتظام میں تھا۔

اس وقت برطانوی ایس ایس نے یہودیوں کے لیے ہجرت کے پروانوں کے انہماک پر سخت پابندیوں کا بند کر دی تھی، جو دراصل جنگ کے عرصے میں یہودیوں کے جانے کے خطرات سے بڑھ چکا تھا۔

منہ خیم نکلیں نے ان مشکل ترین پابندیوں کو توڑنے میں اپنی تمام قوت استعمال کی۔ انھوں نے Irgun اور Leumi Zval کی ایک قومی لڑاکا دارے میں شمولیت اختیار کر لی، اور جلد ہی اس کے رہنما بھی بن گئے۔

لقد فی چند برسوں میں Irgun نے اپنی ماسوح کے خلاف یہ قانونی سبب اختیار کرنا شروع کیا۔  
بہر حال، ایک باقاعدہ نظام کے تحت یورپی یہودیوں کے متبادل کے باوجود، جب یہ حاسیہ نے فلسطین کی طرف یہودیوں کی ہجرت کی پالیسی پر سختی سے عمل جاری رکھا تو Irgun نے بیٹھی کی رہنمائی میں زیادہ تر بریکس روپیہ پتایا اور یہ مطالبہ کیا کہ یہودیوں کے لیے وہ ان سے کھولے جانے چاہئیں کہ ان کو ایک آزاد ریاست کی ریاست قائم کرنے کا بھی حق ملتا ہے۔

اس کے بعد سے 1947 تک بیٹھی اور پوٹش تحریک Irgun نے یہ قانونی انتظامیہ کے خلاف بے رحم جدوجہد جاری رکھی۔ ایک وقت وہ بھی آدھ تھا جب یہ قانونی اسباب اختیار کرنے ان (بیٹھی) کے سر کی قیمت نہیں بڑا پایا اور مقررہ کردی تھی۔

1947 میں جب عربوں اور یہودیوں کے درمیان فساد پھوٹ پڑا تو یہودی اداروں نے بلاخر Irgun کو باقاعدہ تسلیم کر لیا، اور اس کو یہودیوں کی فونی تنظیم Haganah میں ضم کر دیا گیا تھا۔

جب اسرائیل کی ریاست 1948 میں ایک حقیقت بن گئی تو بیٹھی نے Herut نام کی اپنی ایک سیاسی جماعت بنائی جو اپنی طور پر اسرائیلی یورپی Mapai کی مخالف تھی، بن گورنر جس کے رہنما تھے۔

1977 کے انتخابات میں Likud نام کے قدمت پسند اتحاد کو اکثریت حاصل ہو گئی اور 21 جون 1977 کو بیٹھی اسرائیل کے وزیر اعظم بن گئے، اور یہی دو ٹوٹیں تھیں جس نے اسرائیل کی ریاست کی جانب سے صد مراعات کے بڑے ہوئے ہاتھ کو کھینچا تھا۔

منہ اور اسرائیل بے اختیار مذمت کی عارضی صلح کے واقعات کے علاوہ بیٹھی کی عداوت کے القاء کے امکانات سے محفوظ ہو رہے تھے۔

بین۔ قومی قانون کے پیچیدہ مسائل اور محدود فونی اور معاشی مسائل، کو اب عمل ہو جاتا ہے اور پہلی دو گمانیوں اور تضادات کو ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے۔

یہ نئے کام کی، اہمیت کا بیان نہیں آسان ہوتا ہے۔ مگر کیا اس سے یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ اس علاقے کے عوام کے درمیان بالکل نئے شے استوار کیے جاسکتے ہیں جہاں کئی عشروں سے جنگ نے امیدوں کے سوئے کو گہن لگا رکھا تھا؟

Knesset سے اپنے تاریخی خطاب میں، آف کے نوٹس میں تمام یقیناً انوار المسادات نے ان سوالات کا مندرجہ ذیل الفاظ میں جواب دیا تھا:

"میں آپ سے کچھ کہہ رہا ہوں کہ آف ہمارے پاس امن کے قیوم کا ایک مادر موقع ہے اور اس سے باجھ سے جانے نہیں دیتا چاہیے اور آتی ہم امن کی جدوجہد کے بارے میں منجیدہ ہیں مگر ہم اس موقع کو

خدا کی پاکیزہ کردہ پتے تیار ہو چکے تھے۔ ایک بھیاں کھنکھاتی رہتی تھی۔ دوسرے چاروں نے گے اور وہ جو اس کے خیانت کی سازش کرے گا انسانیت کی تاریخ کی لعنت اسی کے سر ہوگی۔“

اسی موقع پر آئی کے دوسرے خیمہ پر فخر و غرور۔ عظیم ہوشیار میں نے امن کے امکانات کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:

”ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم امن حاصل کر سکتے ہیں، سچا امن، تو زندگی کی تمام عملی اداری میں ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور مشرق وسطیٰ میں ایک نئے مہم کا آغاز ہوگا، امن اور پھیلنے پھولنے کا، ترقیات کا اور آگے بڑھنے کا، بالکل قدیم زمانوں جیسا۔“

دنیا بھر میں یقین کے تمام طرف داران خیانت کی بیوی نہیں گے جو ان کی اسی طرف نگاہ سے من کو کام کرنے کی اس نئی ذمہ داری کے دوسرے میں پیش کیے تھے۔

یہی وہ چھٹا تھا جس کا عجیب و غریب ڈیوڈ کے معاہدے میں بھی کیا گیا ہے۔  
”مشرق وسطیٰ کے عوام امن کے لیے بے چین تھے، تاکہ انسانی اور قدرتی وسائل کے اس قدر وسیع فز نے کوئلے کے امن کی تلاش میں استعمال کیا جائے تاکہ یہ علاقہ دنیا بھر کی قوموں کے لیے مثالی ہم جوہریت اور تعاون کی مثال بن جائے۔“

۲۔ پوری دنیا میں، ہم زمین، اقوامی حقوق انسانی کی تیسویں رات مناسبت تھی۔  
میں امید کرتی ہوں کہ وہ اردو قطب شمالی کی گولڈ میں چھپے ہوئے ہمارے چھوٹے سے سرکاری ملک میں دیے جانے والے نوٹس امن عوام کی یہ تقریب بن گیا۔ بھرپور ایک صبر آزما و دوہائی آواز کے ساتھ کہیں وہ جہد سے جہاں ہمارے سرکاری کے ٹاکسوں نے سب سے عظیم فتح کے جشن میں، مناسبت و رونق پر امن کے قیام کے لیے ہاتھ ملائے تھے، جو انسانی و قدر اور انسانی حقوق کے اعلام کو بنایا، یہ حاصل ہوا ہے۔  
اردنی نوٹس کیل کی صدر نشین Aase Lonaes کی رہائی

## خطبہ — صدر انوار السادات

(سید مارچی کی زبانی)

جرات، قرب، عزت، قرب، وزیر، عظیم امریکہ، ہام صدر نشین، رکان نوٹس امن، عوام کیل،  
عزت، قرب، ممتاز، مہمان، خوشن، بھنرات!  
السلام و علیکم!

یہی وہ ذاتی طریقہ ہے جس میں، ہر دن، ہم ایک دوسرے کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ یہ الفاظ ہمارے قلب

کی گہرائیوں سے نکلنے والے احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ہم ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ یہی چاہتے ہیں کہ۔  
جلالت مآب، محققین و حضرات!

مجھ کو سن کا اخیاء دیے جانے کے فوٹس انعام کی کتب کے فیسے کا معصی ہوا نے، نہ صرف ایک افکار کے طور پر، بلکہ اس علاقے میں جس کو خدا نے انسانیت کے لیے مقرر کیا، اور محمد کا حق دینے کے لیے منتخب کیا ہے، اس کے حصول کے لیے اس جانے، مرنے، ان تصف و ششوں کے قہا کی اعتراف کے طور پر شہرہ نام کیا ہے۔  
جلالت مآب، محققین و حضرات!

تقدیر ہی حق ہوتی ہے بلند ترین دیانت رکھنے والے انسان کا: جتنی حد تک جس کا رزق، اس کی رومی کاؤوں پر قاب آنے کی جتنی کوششیں، مرنے کی اعتراف کی مستحق ہیں۔

وہی سن کی رو سے جس کی چوٹی تاریخ انسانی تہذیب کے طوطے سے حق ہے، ہمارے عوام نے جس کو اپنے جینٹلس، اور حق مدحیت کے قابل سمجھا ہے۔ دینا بھر کے عوام میں سے کوئی بھی اس سے تناقض نہیں رہا ہوگا۔ اور کوئی بھی انصاف کے اصولوں سے اتنا وابستہ نہیں رہا ہوگا جو کسی بھی حقیقی من کا سبب میل ہوتا ہے۔

کیا میرے لیے اس میں تقدیر، ممتاز جہاں کو یہ سما ضروری ہوگا کہ تاریخ کا پتہ تحریر کی اس معاہدہ میں مزار اس کی رسیس عظم اور Hares کے شانزدہ Hamulils کے درمیان ہوا تھا جنہوں نے "چھ گن" درجہ بھائی چارہ کا اصول طے کیا تھا۔

اس کے بعد سے ہر دور میں، جب جنگیں ایک ذریعہ بن گئیں ہونے کے باوجود مرنے کی تھیں، جب کہ مصر کا حقیقی جینٹلس اس چاہتا تھا۔ اور اس کی بلند نظری تہذیبیں تعمیر کرتی تھیں، حقیقت کے لیے نہ کہ بے درد کرنے کے لیے، ہم یونیت کے لیے، استعرا کے لیے نہیں۔ اس طرح خداوند متعال نے ہمارے سر میں کو ہمیشہ عزیز رکھا ہے: یہاں مرنے سے ہیں، میری طبیعت اور انصاف کے باعث یوں مسک فرار ہوئے یہاں پتا تو ترین ہوئے، اور قرآن نے بھی اس کو یہ تھیں دی ہیں۔ اور اسلام نے، جو انصاف، مساوات اور اخلاقی قدروں کا مذہب ہے، ہمارے لیے اس کی روحانیت کے لیے اس میں نئے پہلو شامل کیے ہیں۔

ہم نے ہمیشہ سمجھا ہے کہ وہ، مرنے، محبت، عقیدہ، و تنظیم، جو جنگ کے زمانوں کی خصوصیت ہے ہیں، اس عہد میں بھی جب جنگ صرف عمیق تہذیب کے مترادف رہی ہے، زندگی کو زرخیز کرنے کے لیے، نہ کہ موت کو پیدا کرنے کے لیے۔

اس جذبے کے تحت انگریز فوٹس نے انعام کو قائم کیا تھا، جو اس کے کام سے منسوب ہے، جو اپنی فوٹ انسان کے سن کی ہوا پیدا کی، مرنے اور خوش حالی کی راہوں پر گامزن ہونے کی جو صورت اہل انصاف ہے۔  
محققین و حضرات!

ان ہی سب [حقائق] کی روشنی میں کر میں نے ایک برس قبل اس کے قیام کی طرف پیش قدمی کی، اس

علاقے کے لیے جہاں انسان پر خدا کا حکم نازل ہوتا تھا۔

نہ اسل و نہ اپنی دشمنی تھا جو میری زبان سے کہہ رہا تھا کہ ہمیں جنگوں کو ختم کر دینا چاہیے کہ ہمیں  
نزدق کو چلے اور مصداقت کو غنوں میں یاد پر سنو ما چاہیے۔ اور یہی پکار تھی، جس میں مختار ہشت جنگ رہی تھیں،  
مصر کی عمام کی، عرب کی بیڑی، اشریت کی، امریکی محرم، کردوں، عربوں، یونان، چچوں اور دنیا بھر کے  
محرم کی، آپ جنہیں آتے، عزاز بخش رہے تھے۔ اور یہی کردوں کو فیصلہ کریں گے کہ مشرق وسطیٰ کے  
نئے دارالخلافوں نے اس حد تک انسانیت کی میزبان کا جواب دیا ہے۔

میں آپ آگے تھے، امن کے عمل میں، ایک لمحے کی مصداقت تک جو کم میں سے تقاضا کر رہا ہے کہ ہم  
جانتے کوئی نگاہ سے دیکھیں۔ مجھے یقین ہے، آپ سب جانتے ہیں، کہ جب میں نے یہ دھڑکا کا مار تھی تو روکیو  
تھا، یہ راستہ بخش ایسا کوئی معجزہ دینا نہیں تھا، جیسا کہ جو یہاں مت دانا کہتے تھے۔

میں نے یہ سزا دی تھی، لیے کہ میں تو اس ہو چکا تھا کہ اس نسل اور آنے والی نسلیوں کا ہم پر قرض ہے،  
کہ ہم امن کی تلاش میں کوئی کوشش نہ کر سکیں۔ یہ آدھ انسان کی حالت کا سب سے بڑا آدھ ہے، اور ہم  
نے اس کو ایک پروردگار امید سے نہایت حقیقت میں تبدیل کرنے کا، ہمیرت اور تحمل کے ذریعے دیکھ کے دل  
اور دماغ جیتنے کا دوران کو ثابت دماغی کے پرے دیکھنے کی مصداقت دیتے ہیں۔

میں آپ کو یاد دہا رہا ہوں کہ میں نے ایک سال قبل، Knesset میں یہ کہا تھا۔ میں نے کہا تھا:  
"میں آپ سے سچ کہہ رہا ہوں کہ آج ہمارے پاس امن کے قیام کا ایک مادر موقی ہے اور ہمیں اسے  
ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے، اگر واقعی ہم امن کی جدوجہد کے بارے میں سنجیدہ ہیں۔ اگر ہم اس موقع  
کو بھٹکا دے تو ہم زور دیتے ہیں تو ہم ایک بھی تک غنوں رہنے سے دوچار ہوں گے، اور وہ جو اس کے ضیاع کی  
مازہ کرے گا انسانیت کی تاریخ کی لغت اس کے سر ہونے۔"

میں اس وقت اور ہی گمراہ موقع پر ممدنا چاہتا ہوں کہ دشمنی، ماضی کے بھلے مستقبل کو ذہن  
میں رکھے ہوئے، اس بات کا بچہ راہ دے رہے ہیں کہ پورے غنوں کے ساتھ جیسا کہ ہم نے ہمیشہ کیا ہے، ہم  
امن کی راہ کے متوشی رہیں گے، اور ہمیں اور ہمیں کے فرزندوں کے درمیان موفقت حاصل کرنے میں کوئی  
کوشش اٹھانے نہیں گے۔ اس مہم کی تجدید کے ساتھ میں امید کرتا ہوں کہ دوسری جن میں بھی اس پر قائم  
رہیں گے، میں دوبارہ ان باتوں کا اعادہ کرتا ہوں جو میں نے ایک برس قبل Knesset میں کہی تھیں۔

جنگ میں ضائع ہونے والی تہذیبوں ایک نسل کی جان ہوتی ہے، اس سے قطع نظر کہ وہ عرب ہو کہ  
اسرائیلی۔

ایک نئی جوش و ہوجاتی ہے نسل ہوتی ہے، جس کو ایک خوش حال خیال ان میں رہنے کا حق ہے،  
عرب ہو یا اسرائیلی۔

مقصود بچے، جو بد رہی شرمیری اور ہمدردی سے محروم ہو جاتے ہیں سب ہمارے ہی بچے ہوتے ہیں،

وہ عرب زمین پر رہتے ہوں یا اسرائیلی زمین پر، ممکن کہ ایک خوش حال اور روشن مستقبل فراہم کرنے کے لیے وہاں رہتے ہیں۔

ان سب کے لیے اور اپنے تمام مینیوں اور بیٹیوں کی زندگی بچانے کے لیے؛

اپنے سماج کو تحفظ اور اعتماد دینا گرنے کے لیے؛

آزادی کی شہریت کے لیے، اس کی بھرتی اور ایک باعزت زندگی میں شرکت کے لیے؛

اپنی آنے والی نسلوں کی فیس داری کے لیے؛

اپنی عمر زمین پر پیدا ہونے والے ہر بچے کے لیے

یہ ہے ہمارا تصور امن کا جس کو میں دہرا رہا ہوں آج۔ وہ حقوق انسانی کے موقع ہے۔

میں اس کی دشمنی میں امن کے اپنے تصور سے آپ سب کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں؛

کئی بات؛ اصلی امن کا نچوڑ جو تحفظ اور جامعیت فرما کر رہے ہے۔ یہ بھی قسم کا امن اور جو

انصاف کی بنیاد پر اور عوام کے حقوق کے امتزاج کی بنیاد پر استوار نہ کیا گیا ہو۔ یہ امن کی ضمانت [کی مثال]

ہوتا ہے، جو پہلے ہی صدمے میں ڈھکا جاتا ہے۔

امن کے عمل میں شامل ہونے سے ایک بہت دور ملت کی طرف اُٹھنے ہوئے قدم مانتا ہے۔ یہی طرف پہنچنے

کی صورت میں عمل کو اپنے بدلے کے حصول پر پہنچنا چاہیے۔ ہمارا بدلہ ہے عداوت کے تمام باشندوں،

یا خصوصاً فلسطینی عوام کو تحفظ فراہم کرنا اور ان کو ایک باعزت اور آزاد زندگی گزارنے کے حقوق کی ضمانت۔ ہم

مضبوطی سے اپنے بدلے کی جانب بڑھتے ہیں جو جس عداوت کے تمام لوگوں کے لیے ہے۔ یہی میرا موقف

ہے۔ کیسب کیڑ کی روح اسی میں پوشیدہ ہے۔

دوسری بات؛ امن کو تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ قائم رہنے کے لیے، اس کو مکمل سما، اور اس میں تلخ کے

تمام حصے ناروں کی شمولیت ہونی چاہیے۔

تیسری بات؛ ہمارے علاقے میں امن اور خوش حالی ایک دوسرے سے منسلک اور ہمہ رشتہ ہیں۔ ہماری

کوششیں دونوں کے حصول کے لیے ایک جیسی ہونی چاہئیں، اس لیے کہ کسی انسان کو تباہی کے ہتھیار کے

ہاتھوں بدانت سے بچنا تنہا ہی اہم ہوتا ہے جیسے اس کو شیطانی طرب و رافت کے لیے نہ چھوڑنا۔ جنگ

ہمارے علاقے کے مسائل کا حل نہیں۔ اور آخر میں یہ بات کہ امن ایک حلقہ قیصر ہوتا ہے جس میں ہر ایک کو

اپنی حصے کی ایست لگانی ہوتی ہے۔ یہ ایک باضابطہ معاہدے یا میثاق سے کچھ زیادہ دود کا طلب گار ہوتا ہے؛ انہیں

ایک حرفت نیرودہ اور انہیں ایک حرفت کم۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو سیاست دانوں کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمیشہ

اور تخیل سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور جو بحال سے ہے، مستقبل میں عجا کئے کی جدیت رکھتے ہیں۔

اسی یقین کامل کے ساتھ جو ہماری مائیں اور ہمارے عقیدے میں پیوست ہے، ہمارے عوام مشرقی

وسطی میں امن حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہی امن علاقے کے لیے جو پوری دنیا کے لیے غیر معمولی

لاہیت کا جانشین ہے۔ ہم کسی کوشش سے روٹی نہیں کریں گے، ہم وہیں نہیں ہوں گے، ہم اپنے عقیدے کا دامن نہیں چھوڑیں گے، وہ جس جہنم ہے کہ بارگزر ہم چاہتے ہیں حاصل کریں گے۔

میں آپ سے متعارف کروں گا کہ آپ سب میری اس دعا میں شریک ہیں کہ وہ دن جلد آئے جب امن کا دور دورہ ہو، انصاف اور محام کے حقوق کے اعتراف کی بنیاد پر، جنہیں اپنی زندگی سنوارنے، اپنا مستقبل بنانے اور سائنس کی خوش حالی کی تعمیر میں اپنا حصہ ڈالنے کا حق حاصل ہو۔

## خطبہ — جناب منہاجم بیکن

جبریت، عزت، آپ، امام صدر شیخ، فوکل، نوبل، نوبل کے ارکان، جناب مرعی، انٹرنیشنل معرو  
امرائیل، مخالفین و حضرات!

سب سے پہلے میں آپ حضرات سے اپنی پیش کردہ فلاحی، ایک تقسیم رہنما اور وزیر اعظم، کوثرانج  
عقیدت پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا جنہوں نے پوری دل جہن سے امرائیل اور اس کے مسابوں کے  
وہمیان امن قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کی مہارت یا دنیا یہودی محام اور تمام امن کی ٹھکانوں کو مسموں کے  
دلوں میں ہمیشہ جائز رہی۔

میں امرائیل کی سر زمین، Zion، اور یہ شہر کی زمین سے آئے ہوں، وہاں مقام پر ایسا وہ ہوں انصار  
کے ساتھ ہو رہا ہوں، ان کے ساتھ رہیں یہودی محام کا بیٹا ہوں، وہاں نسل سے تعلق رکھتا ہوں جو Holocaust  
اور کلائی کے مراہل سے گزری ہے۔

قدیم یہودیوں نے دنیا کو تصور دیا تھا، اہدی امن کا، آفاقی تخیل، اس کا، اور جنگ کی تعمیر و تہمت کی  
تخیل کا۔ دو تخیل، Yeshayahu Ben Amotz اور Micha HalMorash، نے، خدا کے سایہ کے  
آئی کے روحانی اشیا کی پیش پیش کرتے ہوئے، اور اس کی جانب سے یہ وہم میں اترنے والی وحی کے الفاظ  
پہنچائی، دنیا کی قوموں کو متحدہ دنیا کی نظریہ میں تصور پیش کیا تھا:

”اور وہ اپنی قوموں کو کٹ کٹ کر ملوں، اور اپنے بھائی کو تراشنے والے اکٹروں میں بدل  
دیں گے۔ کوئی قوم کسی قوم کے مقابلے میں تو نہیں تھی گئی، ان کے وہ بھی جنگ ہوئی۔“

ہم فلاحی بندے جو یہودی عاقبت اندیشی پر یقین رکھتے ہیں، ان مقدس پیشین گوئیوں کو یاد کرتے ہوئے  
خود سے سوال کرتے ہیں کہ یہ تصورات حقیقت میں سب بدل گئے ہیں تو صرف اس صدی کا ماضی یہ ہے،  
اور ہم اس سے کبھی طعن واقف بھی ہیں۔ ہم چاروں طرف مسموتے ہیں، درد دیکھتے بھی ہیں۔ یہ قوم کے  
کمزوریوں اور اس کے کچھ کے پیر میں چھپے ہوئے مسندوں کی تہ پر پڑے ہوئے ہیں انہماکی  
میزان انسان کو اور اس کی بنیادی ہونی تمام چیزوں کو جو ہو سکتے ہیں، مقررہ فوکل کے زمانے میں نہیں، مگر



ہمارے مہر میں، انسان محمداً علیہ السلام نے اور مرد ارضی [Tahu Vevohu] یہ کتاب مقدس کی آیت کا "ابتدا میں خدا نے آسمان اور زمین کو تخلیق کیا اور زمین خالی اور [Tahu and Vohu] ہے سب سب تخلیق۔" میں تبدیل کرنے کے قابل ہو گیا ہے۔ ان حالت میں کہ ہم ایک بدی امن کے پتے عقیدے پر قائم رہیں گے، یا رہ سکتے ہیں جو ایک دن انسانیت پر حکم اس ہوگا؟ جی ہاں، ہم وہ بھی سکتے ہیں اور رہیں گے بھی۔ شاید ہمارے مرد ارضی کی کھلی تہذیب کی وحدانیت ہی جو انسانیت کی توارش میں کھلی بار حاصل ہوئی تھی۔ ایک دن خدا کی مدد سے، تہذیب کے تمام آگوں کی کھلی تہذیب، اور مرد ارضی پر بدی امن کا باعث ہوگی، ہماری پرانی نسلیں جس کی دھار میں رہتی تھیں، جو تمام قوموں کا حصہ ہوگا۔ ماضی کے امنیں اور ماضیوں کے باوجود، ہمیں انسان کے اس محبوب، اس مستقیم عقیدے اور اس تصور سے تعلق نہیں ہونا چاہیے۔

امن انسانیت کا حسن ہے۔ صورت کی روشنی ہے۔ نونہال کا تہہ، اس کا چہرہ باپ کی خوشی اور مہمان کی ایک جہتی ہے۔ یہ آئی کی توفیق ازل، خدا کے قصد کی فتح اور سچائی کی شادمانی ہے۔

مگر ہماری نسل کو، محققین و حضرات ایک ناقابل یون دور کا سامنا تھا۔ پھر مین یہودی۔ مرد، مویش درہنچے۔ چوپائی کی قوموں سے زیادہ فرقہ وارانہ، ایک مذہب پر اعظم کے پچیس، سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق، موت کے منہ میں ڈھیل دیے گئے۔ یہ انسان کی تاریخ میں وقت فوقت پیش آنے والا، انسانی علم و ہمت کا کوئی اچانک سبب نہیں تھا۔ یہ کسی قوم کی مٹی کی ایک منظر کشی تھا جو پھر اس کے طویل عرصے تک پہنچی دنیا کی آنکھوں کے سامنے صید جاتا رہا تھا۔ وہ جو بد قسمتی سے انسانی عزت سے تھی، بھلے، درمادہ، بااثر رکھ میں تبدیل کر دیے گئے تھے، اپنی رہائی کے لیے فریاد کرتے رہے مگر کوئی ان کی مدد نہیں پہنچا۔ چند مشہور اور ناقابل فراموش استثناء کے سوا سب کے سب، تہاد کرنے والے کا سامنا کرنے کے لیے چھوڑ دیے گئے تھے۔

ایسے وقت میں، جو پسے کچی نہیں نہ راقا، کھڑے ہوئے اور مرنے کی گھڑی آگئی، آئی کے اجراء کے لیے، بٹا کے لیے، آزادی کے لیے، ان تمام قوموں کے لیے جو اس کے خالق نے اس کو پیدا کیا تھا، ہر اس ناقابل تلافی حق کے لیے انسان جس کا سب وار مولا سے اور جس کے لیے زندہ رہتا ہے۔ یہ قیامت، ایسا وقت بھی آتا ہے جب انسان کے لیے، کسی بجا مستعد کے لیے نہا بھی سب سے اہم حکم بن جاتا ہے۔ سارے نے ایسے دن دیکھے ہیں، ہر ہم نے بھی۔ ہر نف ایسے حکم پر عمل سے ہی امن کے تصور کی ساق اٹھائی ہوئی ہے۔ آپ اُنہ کھڑے ہوتے ہیں، ہاتھ پاؤں داسے تھیں امن کے ماحول میں زندہ رہنے کی امید اور تو قہمات کی ضمانت کے لیے دنیاں دیتے ہیں، اپنے لیے، اپنے دوگوں کے لیے، اپنے بچوں کے لیے، اپنے بچوں کے بچوں کے لیے۔

سب کا اچھی طرح مضمون ہونا چاہیے کہ آزادی کے لیے مرنے والے جنگ سے نفرت کرتے ہیں، میں نے اور میرے دوستوں نے Zeev Jabotinsky سے یہ حساسیت یہ ہے، اس کی ہل مثال سے، اور اس

مثال سے جو اسی نے ہمارے لیے [جدید فکری کے بڑے قوم] جو اپنے گاریبانڈی (Giuseppe Garibaldi) سے لی ہے۔ ہمارے روحانی بھائیوں نے وہ جہاں بھی رہتے ہیں، یہ سب اپنے آقاؤں اور اس مذہب سے سیکھا تھا۔ یہ وہاں مشرق کی تھیں جہاں آپ اپنی کوششیں اور قربانیوں سے کسی آزادی حاصل کرتے ہیں جس میں امن کا تصور ہی تو آپ کو امن کے لیے ہی کام کرنا چاہیے کہ زندگی کے لیے اس سے نیا وہ مقدمہ اور کوئی مقدمہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اور اسی طرح نوزیدہ اسرائیل میں کے لیے باوجود مائتا، بے چین ہونا، اس کے حصول کے لیے ان تنہا محنت کرتے رہے۔ میرے مرتقی ور میں، میں اپنے پیش رو دنیاؤں کے نقشہ پر قدم چمکتے ہیں، پہلے ہی دن سے، جب ہمارے لوگوں نے اپنے مستقبل کی عمدہ شہادت کا فرض ہم کو سنبھال لیا تھا۔ ہم ہر جگہ گئے تھے، ہم نے سرنگیں اور اسی کے مہاجروں کے درمیان مذاکرات کی کوشش کی ہے، ایسے مذاکرات کی جو بغیر امن کے ایک تجربہ کی محاکمات کے ساتھ نہیں۔

ہم نے اس کو حقیقت میں بدلنے کے لیے بہت محنت کی ہے۔ اسی لیے کہ یہ ہمارے لیے، ہمارے مہاجروں کے لیے، ہر پوری دنیا کے لیے فیض کا حکم رکھتا ہے۔ امن کے ماحول میں، تہذیب کا قدیم گوارہ، مشرق وسطیٰ تو اب ہو جائے گا اور اسی کی قرب و جوار میں ہو جائے گا جس کے ہر خطہ زمین پر عوام کو آزادی ہوگی مغربی، خلیج کی اور اسی کی قریب میں۔ زمین شیعہ میں تعاون اور ترقی سے ریاستان گلستان بن جائے گا۔ صنعت و حرفت ایک بالکل نئی زندگی کی ضمانت ہیں گی۔ پانی کے منبع سے حاشیہ کیے جائیں گے اور تمام قوموں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے تقریباً سب مل بھر سہولت کی روشنی کا استعمال ممکن بنایا جائے گا۔ نئی دنیا کے چوراہے پر کھڑے مشرق وسطیٰ، مشرق اور مغرب، شمال و جنوب کے درمیان بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کا تیز ترین مرکز بن جائے گا۔ ایسا مرکز جو ہر جگہ میں انسانی ترقی کی تخلیقی کوششوں کا مرکز ہوگا۔

پچھلے برس کے دوران امن کے لیے بہت کوششیں کی گئی تھیں اور بہت سے اہم واقعات پیش آئے تھے۔ جمہوریہ عرب مصر کے صدر نے اسرائیل کے اہل و عیال کو دعوت دی کہ وہ شام آئے اور اسرائیلی پارلیمان Knesset سے خطاب کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ جوں ہی وہ بیچام بمبارک پہنچا، بغیر کسی تاخیر کے وہ اس کے لیے اور میرے رقیبوں نے سرکاری حکومت کی طرف سے ان کو اپنے ملک کے دورے کا دعوت نامہ پیش کر دیا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ بہت احترام و رتھاک سے آپ کا شیر مقدمہ کیا جائے گا۔ اور حقیقتاً احترام اور رتھاک سے ہی ان کا شیر مقدمہ کیا گیا تھا، عوام کی طرف سے، پارلیمان کی طرف سے اور ہماری قومی حکومت کی طرف سے۔ ہمیں اپنے درمیان اختلاف رائے کا علم بھی ہوا۔ مگر جب بھی ہم یہ معلوم کئے ان دنوں کو یاد کرتے ہیں، تو ہم کہتے ہیں کہ وہ روشن اور محبوب صورتیں تھیں دست توازی اور اتفاق رائے کے ماحول میں اسلامیہ کی حقائق بھی سنی تھیں۔ نوٹس امن انھوں نے دیے تھے جس کی ہم نے ایک دوسرے سے نہایت تفہیم آمیز و بیاد کیے تھے۔ "میرے جگہ اور میرے غمناک دنیا۔" محنت و شہید کے ذریعے اتفاق

کر رہے تھے۔

ہم مانتے ہیں کہ ہمیں مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا تھا۔ مگر یہ نہیں بھیلنا چاہیے کہ ہم سوائڈز کی پوائنٹس، ایکسٹریکٹس، قمار گاہوں کا معاملہ کر رہے ہیں۔ ہمیں روٹی استوار کرنے اور اپنی زندگی کو امن سے بچانے کے لیے ن سب کو پس پشت ڈالنا ہوگا۔

کیمپ ڈیوڈ میں حالات میں بہت سی مشکلات سرکاری تھیں، جہاں ریاست ہائے متحدہ کے صدر جمی کارٹر کے قیصر مین میں ناقابل فراموش پیشکشیں، ان تھیں تو مالٹی اور بے انتہا ریاست سرحد کی نقل و ہواں، باوجود سرحد کے اختلافات کے، ہم نے تنازعات کے حل نکالے، مسائل پر رضا مندی کی اور مین کے مجوزہ نو معاہدے پر دستخط کیے۔ دستخط ہوتے ہی ہمارے مین میں اور دنیا بھر میں خوشیاں منائی گئیں ماسکین کی سست جانے والے راستے کی فرسٹ ہند کی ہو گئی تھی۔

اب ہم جس دور پر آئے ہیں اس سے ختم ہو گئی گفت و شنید کا حق، جس میں امن معاہدے کی تھیں ہوتی تھیں، جس کا وعدہ کیمپ ڈیوڈ میں کیا جا چکا تھا۔ جو قیاسوں کے وقت نے بہت محنت کی ہے، اور میرا خیال ہے کہ ایک مسئلہ یہ کر رہا ہے، جس پر اگر دستخط ہو گئے، تو مین کے دو مین یہ مین کے حصول کے لیے ایک چھ ماہ بعد ہوگا جنہیں نے جنگ اور دشمنی ختم کرنے اور ایک نئے معاہدے شروع کرنے میں تعاون کا فیصلہ کر رہا ہے۔ ایسا معاہدہ اس راویہ پہلے ماگزینہ قدم کی ماتہ ہوگا جو ہمارے علاقے میں مکمل امن قائم کرنے میں مدد کرے گا۔

آر ان کی پیشکش کی وجہ سے صدر معاملات اور مجھ کو اس کا انی م دیو سے تو مجھے جانت دیکھے کہ میں اس شخص سے ایک ورچر نہیں مہارک باؤٹش کر رہا۔ جوں کہ میں چند بننے قبل، انی م کے اعلان کی صحیح اندازہ رکھ کر کے درمیان براہ راست گفتگو میں رہ چکا ہوں۔

اب مجھے خود بھی اپنے قلب کی گہرائیوں سے اپنے تھکا کا اٹھ کر رہا چاہیے، اس امر کے لیے جو آپ نے مجھے بتایا ہے۔ میں مجھانین و حضرات، اس سے قبل، مجھے یہ یاد دہانے کی اجازت دیجیے کہ آپ ایک امر رائیڈ کا دن ہے۔ میں رفوانی حقوق انسانی کا ناخو۔ ہمیں اس کی پہلی دفعہ کے شان کارٹ کو پیشہ رکھنا چاہیے۔ یہ غلطی اعلان کے نچوڑ کا تاریخی انجی رہیں جس میں آئی اور بادشہ کے حقوق کی پاس داری کی گئی ہے۔ اعلان کہتا ہے: ”ہم رے سائن درجے اور حقوق کے اعتبار سے برابر اور آزاد پیدا ہوئے ہیں۔ ان کو دینا اور ضمیر کی نعمت عطا کی گئی ہے، اور ان کو ایک دوسرے کے لیے برادری کے جذبے کے ساتھ مل کر رہنا چاہیے۔“

آزاد مجاہدوں اور مردوں کو وہ جہاں بھی ہوں، کا تاریخی چھٹی چاہیے تاکہ انسانی قدریں ایک عمومی تسلیم اور عمل کی حقیقت بن سکیں۔ ہمیں انہوں کے ساتھ احترام کرنا پڑتا ہے کہ دنیا کے بہت سے حصوں میں ابھی تک ایسا نہیں ہو سکا ہے۔ ان قدروں کے بغیر انسانی حقوق اور انسانی مین، ہم جس کے خواب دیکھتے ہیں،

خطرے میں تھا۔

ان وجود کی بنا پر جن کو ہم خود ہی کچھ سمجھتے ہیں، مگر جس کو تمام مرد اور محنت قویں کریں گے، میں اپنے معزز مسیحیوں کو اپنے بے ادبی و انوں اور قیدیوں کے بارے میں بتانا چاہوں گا جو اپنے بنیادی حق سے محروم کر دیے گئے ہیں: اپنے گھر جانے کا حق۔ میں ان بے ادبی و انوں کی بات کر رہا ہوں جو نہ صرف عزت کیے جانے کے، بلکہ آزاد بنانے کے ادارے بھی حق دار ہیں۔ میں ان لوگوں کی بات کر رہا ہوں جو اپنے الینٹ ماٹ وکوں کی گہرائی سے بھی عمر بھر کی ہوئی دعا ویرا تے سبجے تھے:

مگر یہ نہ بد شگون میں نہ رہے!

انسانی حقوق کی حمایت اور تحریکات مانزیر ہیں تا کہ قوموں اور افراد کو ان کے اصل معنی معلوم ہوسکیں۔ مجھے جانت دینیجے کہ میں آپ کا نام صدر بینٹن فونٹس کی مسیحی اور مسیحی کے تمام مہمان سے کہوں کہ آپ کا شکریہ۔ میں اس کی تائید کرنے کے لیے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہر حال یہ میری نہیں، میرے عوام کی بات ہے۔ ان قدیم لوگوں اور ان کی زندگی حاصل کرنے والی قوم کی جو صدیوں کی درپردہ اور غفلت کے بعد اپنے بے ادبیوں کی زمین کی محبت اور احترام میں واپس آئے ہیں۔ یہ قابل احترام اور قابل ان ہی لوگوں کی وجہ سے ہے، ان کے لیے کراہوں نے اتنے دو جھپٹے ہیں اس لیے کہ انہوں نے اتنی جانیں محفوظ ہیں، اس لیے کہ وہ امن سے محبت کرتے ہیں اور اس کی تمام اپنے دلی کی حمایت کے لیے اور ہماریوں کے لیے کرتے ہیں۔ ان کی جانب سے بھی میں تمہارے ساتھ اس انداز میں کہ ان کے نام سے قبول کرتا ہوں اور اپنے قلم کی گہرائیوں سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں بدست تاب نادر کی خدمت میں مسیحی تحریک پیش کرتا ہوں ان کی اس موقع پر فیضان مہمان نوازی کے لیے جو میری و میری اہلہ کے لیے کی گئی ہے۔

بدست تاب و عزت تاب ارکان فونٹس کی مسیحی اور مسیحی و حضرت:

77 برس قبل، مین کا پوتا انعام دیا گیا تھا۔ شاں بنری ڈونانت (Jean Henry Dunant) اس کے

وصول کنندہ جسے دسمبر 1901 کی سوویس تاریخ کا روئے کی پریمان کے صدر نے فرمایا تھا:

”کاروے کے عوام نے ہمیشہ مطالب کیا ہے کہ ان کی آزادی کا احترام کیا جائے۔ وہ اس کے دفاع کے لیے ہمیشہ تیار رہے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ان کی ضرورت اور خوش رہی ہے۔“

جو تین بدعزات، میں ان کے عوام کی جانب سے پھر احترام یہ الفاظ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ شکریہ!

## بیٹی ولیمز

### مریڈ کورنگن

#### اعلانِ تجلیل

جلالتِ مہم، ودانِ شاہی، عزتِ مہم، عوامین و حضرات!

10 اگست 1976 کو شاہی آرینڈ کے شرابست کیوں میں ایک عجیب و غریب واقعہ ہوا تھا۔ ایک آدمی، ذرا سی کوشش میں، پیچھا کرنے، باطن کو فحش دینے کی کوشش میں اپنی گاڑی لے کر ایک گلی میں پتلی سڑا تھا۔ اچانک گولی چلنے کی گواہ آتی ہے، مہلک زخمی ڈیماجہ رگاڑی کے ساتھ رگ پر گر جاتا ہے، گاڑی پھرا کر ایک باڑے سے ٹکراتی ہے، وہاں ایک ماں اور تین بچے پر تڑپا ہوا ہے۔ ماں گر چہ شدید زخمی ہوئی مگر بچے گولی جب سے اس کے تینوں بچے سو گئے پر ہی ہلاک ہو گئے تھے۔

یقیناً یہ واقعہ اتنا عجیب نہیں تھا، نہیں، بد قسمتی سے واقعی اتنا عجیب نہیں تھا۔ جس زمین پر بھی جنگ، ہتھیار کاڑتی ہے، خوف و رعب پھیل جاتا ہے۔ بچوں کی بد قسمت کسی طرح بھی قابلِ ذکر نہیں ہوتی۔ مہم کے واقعات جنگ کی محسوس ہوا ہے جس کا منطقی نتیجہ ہوتا ہے۔ مہم نے بڑا دیکھا بھی اور سنا بھی ہے کہ خوف کے مہم میں مہم پھار دھل ظاہر کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوتے چاہے ہیں۔ اس سے بڑی شہرانی یہ ہے کہ شدید کامیاب۔ قدرتِ فطرت انچھوٹا ہے، جیسا کہ شہرانی پرورش کرتا ہے۔

مگر 1976 کے اگست میں بنگال کے اس واقعے کو بالکل ہی مختلف نتیجہ پیش کیا جاتا ہے جو اس سے یہ واقعات قدر قابلِ ذکر ہوتا ہے۔

اس واقعے میں جہاں تین بچے ہلاک ہوئے تھے وہاں تین تین تھے: اس نے کار کے باڑے

کھانے کی آواز سن کر وہ جوں ہی وہ صوفے کی طرف دوڑ کر پہنچی، اس کی آنکھوں میں خوف کا چراغ نظر آتا تھا۔  
اسی لمحے اسی محبت کے دہانے میں کچھ بوتلیاں بیٹھا جیسے کوئی ہندوستان گیا ہو۔

اس منظر نے اس کو ہلا کر رکھ دیا، ہندو مزید یہ ہوا کہ اس پر تشدد اور دہشت انگیز واقعے کے خوف کچھ  
کمزور کرنے کی پرجوش کھوشیاں اُس پر عمارت ہو گئی۔ اور خدا! اب ہمیں کچھ نہائی پڑے گا! مشورے کرنے پر  
منسوب بنانے کے لیے وقت نہیں تھا! اس نے اس اندر زمر سوچا ہی نہیں، جس وجہ سے یہ کیفیت میں وہی کچھ  
نہی جو اس کے دل سے بہہ رہا تھا! اس نے اس کے دل سے یہ بات کہہ دی تھی، جہاں یہ جانتا تھا کہ خوف کا بیڑا چلا  
اُسٹ چکا تھا! بہت آسنا تھا کہ یہ عام مرد اور محبت کو ایسے بے رحم تشدد پر احتجاج کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں  
چاہیے اب یہ ساری باتیں یا مذکورہ عقائد کا معاد نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کا ایک ہی حلقہ تھا: وہ خود اس  
کے خوف کو زائل کرے۔ یہ وہی وہی دشمن و اعداؤں نے ایک گھریلو محبت کی مہم میں کچھ دیکھی تھی، اور  
اسے دہشت کو جو اسے اکھاڑ پھینکنے کے لیے آڑیں موم کے ہاتھ ایک اکیلے شہر کرنے کا موقع فراہم کیا۔ امن کو  
اب ایک کنارے کا موٹا بیٹھا نہیں رہنے دیا جائے گا، اب امن کو آگے بڑھنا ہی ہوگا!

اس کی نئی کافر اہواں پر مزید دوسے زیادہ لوگوں نے ان کی پکار پر نیک کہا۔ سب سے پہلے تینوں  
بچوں کی نکل آگے بڑھی، ان دنوں وہ بچوں نے اس کے جھگڑاؤں سے نفرت کی طرف اپنے مسلح ہاتھوں کو  
چھوڑنے کے پیغام کے راجی دیر سے قلم بڑھائے تھے۔ ان کے ہاتھوں سے آج ساری دنیا میں وہ کچھ ہو  
سے جس دشمن آفرینند کی امن تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔

آج وہ گھر کے خالقوں کو مان تین بچوں کی خالہ، دونوں ہمارے ساتھ ہیں۔ بیٹی ویمز اور فریڈ کو تین  
دونوں 1976 کا نوبل امن انعام وصول کرنے آئی ہیں۔

یہ محبتیں اپنی مہم میں کتاب کا سبب بنی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عاز جنگ کے دونوں جانب امن کی  
آواز نے جیسے چڑی کی۔ بیٹی ویمز اور فریڈ کو دیکھنے جو کچھ کہا ہے وہ دونوں دونوں کے خیالات کی گونج  
ہے۔ اس لیے وہ عام ذہانت کی تربیت بن گئی ہیں جن تشدد کے سامنے بے بسی کے احساس کے باوجود وہ  
صبر کے مرد اور محبت کی دلی خواہش ہے۔

گھر اس سے بڑھ کر اس سنگین تنازعے کے جوہر پر، ان کے ہمت عمل نے ایک نئی روشنی ڈالی ہے  
جس نے پوری قوم کو ہر کر رکھ دیا۔ تو اس کے داغ کی طرح ایک کھانچے میں پھنس کر رہ گئے! اب عام  
ذہانت کی باتوں کے سننے والے بنی نہیں رہے تھے، وہ جہاں جواب سوں سوں پھیل گیا ہے، وہی ہے جس کو  
ماروین شاہ Bjornstjerne Bjornson نے "جہاد کی شدید ضرورت" کہا ہے۔

شاہ آرائینڈ کا تنازعہ ان سوڈنی جہادوں سے پیدا ہوا تھا جو تاریخ کی کیرائیوں میں اپنی موت تھیں۔ ان  
کو حل کرنے کی بے شمار کوششیں ہوئی تھیں، گھر اب تک سب مانگاں گئی تھیں۔ وہ جو احتمالات کے نام پر زبان  
کھولنے کی سعی کرتے تھے ہر کے نول: انوں سے بات کرنے گئے تھے، ہر طرف ایک امید ستیاری کا

عالم سا تاریخی تھا، داشت اور متحد لوگوں کے رہزمرہ کا حصہ بن گیا تھا۔ کیوں میں سمجھتا ہوں کہ گئے تھے۔ شہر کے ایک جیسے کو دیکھ کر سے لگے کہ نے کے لیے دفاعی لکیریں کھینچ دی تھیں۔ مسیوں کے درمیان ایک منکوت یا موٹی پیدا ہوئی تھی، حتیٰ کی بھی کو بھی متحد کرنے کی تربیت دی گئی تھی۔ سوہائی خود اپنے خوف جنگ کی حالت میں تھی، اور اگرچہ غلطی کا کہنا تھا کہ تجویز رکھی دی، پان نہیں۔ کئے کوئی بھی اس کا قابل عمل متبادل پیش کرنے کے قابل نہیں تھا۔

شوانی آزیٹڈ کی لکیر کے بارے میں کچھ نہ سمجھتا تھا، لیکن وہ سب، اور اسے خواب جیسا، ایک پرامنی لکھی اپنا تک جنگ کے میدان میں تبدیل ہو جاتی ہے، اور اس جنگ کے بارے ہوئے آپ کے اپنے دوست اور پڑوسی ہوتے ہیں۔ سکول کے بچے تک جنگ کے کھوئے بن گئے ہیں۔ محروم کی، بکاف کی، دستروں کی، شراب خانوں کی، اور کارخانوں کی، لکھا تک بدگلی اور غربت سے آلودہ ہوئی ہے۔ کوئی بھی جدوجہد اس جدوجہد سے نیا اور ترقی نہیں ہو سکتی جو ان لوگوں کے درمیان ہو جو حقیقت میں ایک دوسرے سے نئے قریب ہوں۔ کچھ معنوں میں وہ جذبات کی شدید ضرورت کا حامل ہے۔

ایسی ہی صورت تھی جس میں جی ویز اور طریقہ کو پیش کی کرکٹری ہو گئی، اور نہ ہو کئے کوئی دھند کے ساتھ انہوں نے غلط سمت سے شروعات کی۔ اوپر سے نہیں، چارک زمینوں کے درمیان سے نہیں جو یہی ہیسمت کے حامل تھے۔ نہیں، انہوں نے عام آئی سے رہ گیا، ایک کمرے اور ہا دو پیسے کے ساتھ، ہمیں متحد اور دہشت گردی کے استعمال کو ختم کرنا ہوگا۔ میں امن اور باہمی مدد کی بنیاد پر اپنا مستقبل تعمیر کرنا ہوگا۔ جنگ کسی مسئلے کو حل کرنے سے بھڑکا، محض احمقانہ درشتی کا عمل ہے۔

یہ کتنا بہت آسان ہوگا کہ یہ سب سمجھنا میری احساس سے اور یہ کہ کوئی بھی، چاہی کہ عالم میں، بے مقصد جنگ کے بارے میں یہ سب سمجھ نہ سکتا ہے۔ حتیٰ ہاں اگر درحقیقت ہر انسانی تنازعے کا حل کسی بالکل سادہ اور عیاں عمل سے مل سکتا ہے جو مصاحبت اور باہمی مدد کے رستے پر پہلے قدم کی مانند ہوتا ہے۔

ہاں، سمجھنا ہی طریقہ تھا، جو شوانی آزیٹڈ میں مواضع کی طرف سے مرد اور عورتیں اکٹھا ہوئیں اور انہیں نے مشاہدے کی صورت میں کوئی کیا، میں کی مائید میں، دو سب جس کے لیے بے قرار ہو رہے تھے۔ خوار خوار تاروں کی لکیریں بنائی گئیں، اور چھ ہندیاں مساکر دی گئیں، ورمکوت یا موٹی توری دی گئی۔ پیدہ سیوں اور ملک کے باشندوں نے ہاتھ ملائے اور ایک ساتھ رہنے کے لیے ملکی تعمیر کے لیے بات چیت شروع کر دی۔ جی ولیمز اور ہریٹ کوڈیگن کی شروع کردہ مہم بھرپور اور خالص انسانی تھی۔ اس نے اس دھند کا ثبوت پیش کیا جو سادگی سے شروع ہونے والا تھا، سچا اور خالص، بلا تہہ، جو اس قدر سچ تھا۔

تو اس امن انوم جیسے ولے آندرے سٹاروف نے کبھی کہا تھا کہ بہت سے عمارت میں نہیں مٹانی ہر طرف تجویز کرنے پڑتے ہیں، عمارت کو کبھی کسی لمحے اس راستے کا سامنا کرنا ممکن نہیں ہوتا ہے جو ہر طرف کی طرف سے جاتا ہے۔ ایسے آدرش کے بغیر بھی، مائید کی ہو سکتی ہے، اور عمارت کی میں بچک سکتے ہیں، ایک ہندگی

میں جہاں کسی امید کا امکان نہیں تھا۔

مخادف کے خلاف اتنے ہی سچے تھے جتنے کہ جنگ و مزور طریقہ کشمکش کے۔ انہوں نے کبھی دھوکے نہیں دیے۔ وہ یہ شاہی راستے کی مثال دی کرتے تھے جو ان کے ہدف تک لے جائے گا، مگر وہ اس پہلے قدم کے بارے میں کسی غلطی میں نہیں تھے، اس راستے پر جس کا انھیں جاننا ضروری تھا۔

درحقیقت، ایسا کرنے میں انہوں نے گورنر جنرل و جہاں کی بنیاد پر تباہ کن غریب کا دل تھکیا۔ یہ یہ کہنا سمجھنا ضروری نہیں رہتا ہے کہ اگر آبادی کا ایک بڑا حصہ جنگ کو زد و بردینا تو گوریلازم، گرمیاں، خود پھوند پے کا رہ جاتا تھا۔

ہر کسی وہ دیکھ رہے تھے جہاں سے شمالی انڈینز میں تحریک کو تیز حالت میں دینی تھی اس کا احاطہ تھا، جو عمل سے ثابت ہو گیا، کہ شمالی انڈینز کے تمام جو پیشروں سے متعلق حالات میں سے قبل اب ان سب سے ٹک آپتے تھے۔ اس کی نمائندگی نے انھیں تازہ قوت بخش دی ہے، انھیں تھا وہیں لوگوں کو اب احسن ہو گیا ہے کہ دہشتہ نگاری کو مانی مانگنی کا جواب پیش کر سکتی ہے اور نہ کوئی باقاعدہ عمل پیش کر سکتی ہے۔

کر انڈینز کے دل اب حالات کیچون گئے تھے اور انہوں نے اپنی زندگی کو ان میں داخل کیا ہے، جو ہم سب امید کرتے تھے کہ پسماندہ کے نوچے ہوں گے نئے دن کی، جو سر کے شدت سے تھے مہم کے لیے دے پاؤں لائے گا۔

دے پاؤں کی طرف سے جانے والا راستہ طویل اور خطرناک ہو گیا ہے، اور یقیناً ایسے بہت سے لوگ ہوں گے جنہیں اب بھی یقین نہیں ہے کہ ان کی تحریک مستقبل قریب میں کچھ حاصل کر سکتی ہے۔ مسطورہ پڑاؤ، ہفتات بعد ہفتہ کے چھبیس روزانہ، دیکھا ہے، ان کی تحریک کی مٹی سے دوران پڑاؤ، بیانی کا نہیں لگا پا سکتا ہے۔ شمالی انڈینز کی تحریک کو بھی ایسے الزامات کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، اور ان کے ساتھ ایسا تو پہلے ہی ہو چکا ہے۔

ایک ناقابل حیرت حقیقت یہ حال باقی رہتی ہے کہ انھیں نے امن کے راستے پر پھر بہت قدم رکھے تھے۔ انھیں نے یہ عمل انسانیت کو اپنے مسابے کی محبت کے نام پر یہ قتلہ جگہ کی کو تو معاف کرنے کی شروعات کرنی تھی۔ اپنے پڑوسی سے محبت کرنا انسانیت کی بنیاد ہے جس پر ہماری مغربی تہذیب کی تعمیر ہوئی ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ ہم اس محبت کی دست گیری کر سکیں، بالخصوص ان حالات میں، جب اس سے ہاتھ اٹھانے کا دباؤ پڑ رہا ہو۔ ورنہ اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہ جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت اس کی چھک میں اضافہ ہو جانا چاہیے جب غربت اور انقام کے جذبات اس پر حاوی ہوئے ہیں۔

انسانی نہ ادنیٰ کا جذبہ بھی انسانی حقوق کی بنیاد ہے جو ہمارے نزدیک امن کے تصور کا ایک حصہ ہے۔ ایسا ہی بات کا یقین دہانا چاہیے کہ ہم میں سے ہر ایک انسانی زندگی کے وقار کے حق سے طلب اندوز ہوتا ہے۔ ہماری دنیا کے مستقبل کا دار و مدار اس حق میں انسانی ہونے کی پرورش میں ہماری کامیابی پر ہے۔



مجھے خبر نہیں کہ جیگز اور فریڈ کو کتنی اس سے نکلنے والے نتائج سے باخبر تھیں یا نہیں جب انھوں نے اس تحریک کی بہتری کی تھی مگر مجھے پورا یقین ہے کہ انھیں اس بات کا احساس ہوا ضرور ہو گیا ہے کہ یہ حالتیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کس طرح اس کے اطراف مزید قوی ہوتی جا رہی ہیں۔ انھوں نے ان پر جوش و خروش کو بے حد محدود ہے جو ان کے سامنے رے ذہنوں میں نکھایا ہے۔ اور ان میں سے کسی کی ایک تحریک پیدا ہوئی، اس وقت سے یقیناً، جب انھیں اس کا احساس ہوا تھا ایک چھوٹی سی رائی اور اتحاد کے ساتھ انھوں نے ڈیڑھ دہائی قبول کی ہے اس [تحریک] کی جس کی انھوں نے شروعات کی ہے اور انھوں نے یہ سب کچھ ہر ادوار میں اور اپنے بے شمار دوستوں بہرہ ور کیا ہے مثلاً، طاقت سے کیا ہے۔

آئی بیٹی نہیں جانتا کہ یہ منظم تحریک بھی اپنے ہدف حاصل کر بھی سکے گی یا نہیں؛ مگر اس کی رہنمائی کرنے والوں و ایس کو چاہیے ہے یقین کرنے کا اور اس ہدف کے حصول کے لیے کام کرنے کا۔ مثلاً آرمینیا اور دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی اتنے سارے لوگ ہیں جو ان کی امیدوار یقین میں حصہ دے رہے ہیں۔ جیگز اور فریڈ کو یقین ہے کہ ان کے فروغ کی خاطر لوگ کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ انھوں نے ہمیں سکھا دیا ہے کہ ان کے لیے جہاں تھا وہاں ہے جسے انسان کی پہلی فطرتی دوششوں سے حاصل کیا جانا چاہیے۔ وہ پیغام ہے جس کو انھوں نے اپنی برسیوں کے ذریعے فی طاقت سے آئی بیٹی کو دیا ہے۔

الفریڈ نوئل مسئلہ اس فکر میں رہتا تھا۔ جیگز اور فریڈ نے اپنے اپنے ناطے کے حائل سے، جیگز کو وہ ہمیشہ سے تھا، ان سلامات کے جواب میں کہ ان کیسے حاصل کیا جائے، بہت سے نظریات پیش کیے تھے۔ 1891 میں ان نے اپنے ایک دوست کو لکھا تھا کہ "بہت سی پڑ لکھتے سمجھتوں میں تشدد کے انتہا میں ایک وقتی توقف فیصلہ کن ثابت ہوا ہے۔" اور یہ [نقل] اسی بنیاد پر مزید کام کرنے کا موقع فراہم کرے گا۔ ہم چیز یہ تھی کہ ہر مخالف یکپہ میں ٹھیکائی کے جذبے کو بھینا جائے۔ تمام لوگوں سے دوستانہ کے لیے ایک بنیاد مبنی ہے، اور سب سے کم مسئلہ مکمل اس بنیاد کی دریافت ہے۔

ان کی خیالات کے نزدیک الفریڈ نوئل نے اپنی وصیت میں شریعت کی تھی کہ اس کے اخراجات کو دیکھ کر دیکھ جائیں گے جنھوں نے آئی کے درمیان چھٹی چارے کے فروغ کے لیے سب سے زیادہ کام کیا ہو۔ لیکن بہت سے لوگ یقیناً یہ کہیں گے کہ ہر آئی کی وحشت انگیز دنیا میں اس قسم کی شراکت نہ عمل کا خیال کچھ زیادہ ہی سادہ دینی ہوگی۔ اس قسم کے دعوے میں الفریڈ کا جواب شاید یہ ہوتا: اچھا تو مجھے تو اس ساقی کو قوی کی کسی کوئی ایک مثال ہی تھی وہ، مگر میں نے جس کا، یو بیٹی اور رانی کہہ کر انداز نہ اڑایا ہو۔

1976 کے من اعام میں شریک بننے والے محققوں نے بے معنی شبہات کے سامنے سرخمر کرنے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے بھی اپنے کام کی مشکلات کی پوائنٹس کی: اس وہ اپنے کام میں بھی رہی ہے، اس لیے کہ

انھیں چاہیے کہ جس کو اشد ضرورت ہے۔ یہاں نو بین نظریات کی، چاہے حکمت عملی کی یا  
پیشہ و احکامات کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ نہیں اسی میں ان کا حصہ نہیں زیادہ بڑھتا۔ ایک باہمت، بے غرض  
عمل، جو نوازوں کے لیے روحانی فائدہ ثابت ہوا، جس نے حکمت میں ایک شمع روشن کی تھی جس نے ان  
کو اس کوئی امید دینی جو سمجھتے تھے۔ یہ ساری امیدیں ٹکڑ ہو چکی ہیں۔

ہم صبح اور مناسبت کی بنا پر جی ویز اور عمرید کیوریشن کی نذر ہو کر خطرناک میدان جنگ میں قدم بڑھانے پر تحسین پیش کرتے ہیں۔ ان کے کسی کام کی بنا پر نارویجی نوکل کمیٹی نے ان کو اعزاز دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ انھوں نے جو کچھ نیو کے وہ دنیا کے لیے ایک مثال ہے۔ ان کا عمل ہمارے مہذب کی بنیاد سے جدا ہے، اور یہ نیو کے لیے تھوڑے ہیں جو ایک مشعل کی طرح ہمارے مستقبل کو روشن کر رہا ہے۔ جو کچھ انھوں نے بنا دیا ہے، اس کے لیے میں ایک اور بھر ماروئی مثال Bjarnstjerne Bjarnson کے مندرجہ ذیل شعر سے پیش کرتی ہوں:

زمین کی مادیات کا سہا پہل ہے

دھوکے کے رنگ سے بچا ہوا دُعا کا گئی

آئی کے واسطے، ایک صحاح اربعہ

مسح کے تجزیہ سے جہت افق

کسان کا غم کر کے مائل ہو

یہی تو اس کا قول ہے۔

یہ تو اس کا عہد تھی

ماہنامہ کی مجلسِ سنجیدگی میں صدرِ مجلس Aase Lonaes کی نوابی

خطبہ — مینی ولیمز

میں آج ایک افسانہ لکھ رہی ہوں اور اس میں آپ کے لئے ایک ایسا ہیرو ہے۔

میں آپ کے سامنے ہمت کی طرف سے ایک چیلنج کو سامنے رکھنے کے لئے بھی ایسا رد و موافق ہیں۔

میں تو نیل میں اندھ میں گرنے میں فریادیں محسوس کر رہی ہوں، اسی لیے سہاں میں بیٹھا ہوں۔

ہر ایک تعداد نے ہماری رہنمائی کی طرف اپنی توجہ دینی سے گراں نہیں لی، انہی میں سے جانے کا جو زچہ پیدا ہو سکا

۷۔ محمد کور مجن بوریس، دیونو جی قوم زدہ دھرم سے متعلق رہیں گے سرجم نے امن کے لیے پہل

آواز اٹھائی تھی، ابھی آ، زخمی ہے، نہ صرف شاہی آؤ بیٹہ کے عزم پر بندھیں، گڑبیس جھڑپیں اتھاسی ہو گئی تھیں،

پہلی دنیا کے محام کے دلوں میں بے چارہ شہادت کے دوازے کھلی دیے۔ اس میں ماروے کے محام کے دل بھی شامل تھے، جو رے مکتھ کے لیے، جس کی فیضی ہماری عمر کے پھیر کی سب سے بڑی جہتی ہے۔  
 ٹکرائن کی شہادت کو صرف بے کام چھوڑ دینا ہی کافی نہیں تھا۔ اگر ہم اپنی تمام تر توانائی اور مثبت ارادے کے انکھار کے ساتھ اپنے آپ کو منظر نہ کرتے تو جیسا کہ پسے بھی گئی بارہو چکا ہے، لوگوں میں تشدد کے اس قسموں استعمال کے روکنے کی محنت بڑا اور وقتی طلب ہی پیدا ہوتی۔

لہذا پسے کی ہفتے کے دوران مائٹل لیکچرنگ، سیارن مکین (Claran McKern) کے مرحول کر  
 ہم نے Movement of the Peace People کی بنیاد رکھی، تاکہ اس شہادت کی حقیقی رہنمائی ہو سکے جو  
 ہمیں پورا یقین تھا کہ وہ اس کی اکثریت کے دلوں کی آسرا میں جا کر رہیں گی، دوران کے دلوں میں بھی، جو شاید  
 میرا نام ہماری مخالفت پر مجبور تھے۔

Peace People کی پیدائش کے بعد دو دو پہلا ہفتہ مجھے ہمیشہ یاد آئے گا۔ ان کے لیے جو بہت قریبی  
 تھے اس ہفتے کی سب سے طاقتور دیکھو جو نئی دلی چٹائی کی موت اور گاڑی کے نیچے آ کر تین بچوں کی  
 بدلت سے تھی۔ 10 اگست 1976 کی سرپرست سے پہلے اپنے والد اور احمقہ تشدد نے ایک گہری بے دلی کی  
 کیفیت پیدا کر رکھی تھی۔ اس ایک خوفناک لمحے کے تشدد نے، چارم عمر کی ادنی بدلت نے، لوگوں کو پھٹ  
 پڑنے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔ گہری سچائی میں اس کی ایک حقیقی تحریک کے منکلمات بھی پیدا کر دیے۔ شاید، اس  
 حقیقت نے، کہ اس گاڑی میں چھوڑا دیا گیا ایک بچہ بھی تھا جو بدلت ہو گیا تھا، اس سرکے ہونا قابل مذمت بدلت بنا دی  
 تھا۔ یا چونکہ وہ تینوں بچے ایک ہی خاندان سے تھے تو نہایت ہی اندر ہی چھوڑا جان اور آٹھ سالہ جون میڈون،  
 جو ایک واقعے میں بدلت سے تھے اور ان کی ماں بھی، بیٹی، جو غریب کی بہن تھی، شاید زخمی ہو گئی تھی، اس  
 لیے اندوہ نہ وہ شدید ہو گیا تھا۔ شاید اس سبب اور غیر ضروری بدلتی تشدد نے لوگوں کو اس ہفتے ہزاروں کی  
 تعداد میں ماروں پہ لگی پڑنے پہ اس لیے تھا۔ اور ہمیں دو دو جون رہی تھی نہیں بھولنا اس دن جس کی جان گئی  
 تھی۔ ممکن ہے کہ وہ سپاہیوں کو مارنے کی کوشش میں خود مار گئے ہوں، اور چھویر بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کے  
 ساتھ ہی ہوا وہ جس کا حق کا تھا۔ چھ ایک ہمارا معاملہ ہے، خود بخود ایک جان اور ضائع گئی۔ ہمارے  
 نزدیک تو بچے آٹھ برسوں میں ضائع ہونے والی ہر جان، اور ہر لڑکی جانے والی جنگ میں جانے والی ہر جان  
 غیر ضروری طور پر ضائع ہوئی ہے، چھ ایک ماں کی محنت تجارت سے ٹھکرائی گئی ہے۔

ہم تو زندگی کی تخلیق کی مانتے ہیں، ہم جنگ اور تباہی کے مخالف ہیں، اور اس خوفناک ہفتے ہم غصے  
 میں بنائے تھے۔ تشدد کو روکنا چاہیے گا۔

پھر ہم نے تشدد کرنے کے عداوت کو بھی ٹھکرائی۔ سیارن مکین کی قیادت سے کہ The  
 Declaration of the Peace People سر دو شخصوں میں حقیقی اس کی ماوی طرف اشارہ کرتا ہے، اور اس  
 اعلان کی مخالفت کے ساتھ ہم نے The Movement of the Peace People کی بنیاد رکھے کا بھی

اعلانِ مہیا تھا۔ چار ممالک پر محیط مظاہرین کے سلسلے کی منصوبہ بندی بھی شروع کی تھی کہ ان کے ذریعے سمجھوتہ کی حرکات میں رکے اور انھیں چیلنج کریں گے کہ وہ طاقت کے راستے پر آگے نہ بڑھیں۔

الٹا تو آسان تھا مگر راستہ آسان نہیں۔ یہ بات تاریخی نوٹیل انویسٹمنٹ سے تعلق رکھنے والوں کو یاد رکھنی ہوگی۔ یہ دور سترہویں صدی کے پہلے تک محدود رہا، بعد ازاں کے ممالک میں امن کے کام کی جستجو بھی کرنی ہوئی۔ "انھیں انجی بھی دینا ہوگا۔ بہت مشقت اور دشواریاں طرقتی تھیں۔"

ان چار ممالکوں میں بہتوں نے ادا کیا، لیکن آئے غلطیوں پر یہاں نہ ہوا ہوتا تو آج ہم یہاں کھڑے نہ ہوتے۔ لہذا اس نوع کی مسئلہ کرتے ہوئے مجھے بتا دے جتنا حق کا حساس ہو رہا ہے، اس کے وجود میں Peace People کی طرف سے، اس انعام کو قبول کرنے کو چاہئے غور سمجھتی ہوں۔

میں تاریخ کو بھی اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ میں تو صدیوں کو جانتی ہوں جو نوعی مسائل کے لیے یہاں پہلے کھڑے ہو چکے ہیں۔ پہلے تو مسلمانوں، مسیحیوں، یہودیوں، مسیحیوں اور مسیحیوں کا اور مسیحیوں کا سامنا کیا، اور مسیحیوں کا بھی ہمارے کانوں میں اب یہ سن کر اترتی ہے، جس طرح اس نے دنیوی سفر کے کرداروں اور ان کی زندگیوں کو غلط طور پر تبدیل اور امن کے لیے تشدد سے پاک۔ جدوجہد میں شریک تھے۔

مجھے اور میرے بچے کو پہلے ہی ان کی International League of Human Rights سے کام لینا تھا۔ آرتھر (Carl von Ossietzky) کے نام کے تحفے حاصل کرنے کا اعزاز نصیب ہوئے۔ لہذا میں ایک خاص وجہ سے اس آئین کے بارے میں سوچ رہی ہوں جسے بیلیس میں قبل اس وقت نوٹس امن انعام سے نوازا گیا تھا جب وہ منکر کے ذہنی میں محسوس تھا۔ وہ نوعی مسائل کرنے تو نہ آتا تھا مگر یہی بہت اہم تھا کہ ہونے والی امن کی سب سے بڑی چیز میں بھی طریقے سے زندگی گزارنے کے لیے، جو تب بھی تھا، "آج بھی ہم تشدد کا مستحق ہیں۔"

جب ہم کارل فن آرتھر اور ان کو یاد کرتے ہیں جو تھیں ان کی سختیاں حاصل رہے تھے تو ہم ان کو بھی یاد کرتے ہیں جو اس وقت شمالی آئرلینڈ کی بیویوں میں قید تھیں، نوجوان مرد اور عورتیں، رات دن انداز میں تشدد پر ہمارے ہوئے، ہم جن کی قتل اور وقت بہانی اور تشدد سے پاک۔ سہارا کی میں شہریت چاہتے ہیں۔ اور ہم ایڈوکیٹس (Adolfo Perez Esquivel) جیسے انسان کو بھی یاد کرتے ہیں جو ریٹائرمنٹ میں مقیم رہ چکے تھے لیکن انھیں وہاں سے لے گئے تھے۔ ہم دنیا بھر کے ایسے ہی کتنے قیدیوں کے بارے میں بھی غور مند ہیں جن کا "تعمیر" صرف یہ ہے کہ وہ تشدد کے بغیر مخالف اور انسانی رشتوں پر مبنی مہم پر چھین رکھے ہیں۔ لہذا ہم خود کو ماضی سے شروع کرنے کی تاریخ کی قطار میں بیٹا رہتے ہیں، اور ہم اپنے بارے میں سوچتے ہیں، اور ان سب کے لیے بھی، جو انسانی تاریخ میں خطرات میں گھرے ہوئے۔ زندگی گزار رہے ہیں۔

اور تارنگ کے احساں کے ساتھ ہم میں شاید بائیسویں صدی کے لیے۔ ایک مخصوص احساں کے حزام بھی پیدا ہو رہا ہے۔ اس لیے کہ شاعری طور پر جنگ کرنا تو ہمیشہ عربوں کی ذمہ داری رہی ہے، حالانکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ شاعر و پیش تر محض ہی شاعر کی وجہ بنتی رہی ہیں۔ مگر عورتوں کی آواز ان کی آواز جوئی زندگیوں کو دیر میں نے میں بہت قریب سے شامل رہی ہیں، یہی نہیں گنتی ہے، جب بھی انھوں نے جنگ کے بعد جنگوں میں زندگی کو برادری کے خلاف احتجاج کی ہیں۔ شہد سے پاک دنیا کے لیے جدوجہد میں عورتوں کی آواز کا ایک خاص کردار رہا ہے، ایک خاص روحانی طاقت رہی ہے۔ ہم مذہبی فرقہ پرستی یا نظریاتی تقسیم و تشکیلات میں تبدیلی نہیں کرنا چاہتے۔ مگر میں پورا یقین ہے جیسے کہ یورپ سکین یقین کرتی ہے، جو روحانی طور پر ہمارے ساتھ ہے کہ اس جدوجہد میں عورت کا بھی ایک کردار ہے۔

سو میں یہ اعزاز دیا جا رہا ہے، تمام عورتوں کے لیے، خصوصاً شہد سے پاک ایک منصفانہ اور پرامن سوسائٹی کی جدوجہد کی رہنمائی کے لیے۔ محبت کو آگے بڑھانے کے لیے جذبہ رحمت و شفقت سے زیادہ اہم ہوتا ہے، امن کے کام میں جس کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ محنت کے مقابلے کے مقابلے میں کٹ و جھان بھی زیادہ طاقتور مہر ہے۔ انت ہوتا ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے، اور غور سے سوچنا چاہیے، لیکن اگر سوچنا شروع کرنے سے پہلے ہم میں جذبہ رحم نہیں ہوگا تو امکان ہے کہ ہم نظریات پر جنگ کرنے لگ جائیں۔ چوٹی دنیا نظریاتی و مذہبی عقیدہ ہے، دائیں کے ہونے لگے، دیکھ اپنے اختلافات کی بنیاد پر جنگ کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ پھر بھی پورا انسانیت شاعری جذبہ رحمت کی مدد سے متحد ہو سکتی ہے۔ اور جیسے کہ یورپ نے اس کی مثال امریکہ میں کہا ہے، "بھائیوں کا جذبہ شاعری حلقوں کو ٹھونچ کر لٹا ہے۔ اس کو کسی فرمان کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

کئی صدیوں سے مختلف تمدن میں اپنے نسلی کردار کی وجہ سے، عورتوں کو کوئی معاشرت سے الگ کر دیا گیا ہے، اور ان کی وجہ سے انھوں نے جتنی توجہ ضروری معاشرت تک محدود کر لی ہیں۔ اور وہ خالص حقیقتوں سے زیادہ رہے ہیں، جیسے جو، ان کی پیدائش اور محبت وغیرہ۔ انسانیت کی تاریخ میں شاید اب وہ آگیا ہے کہ بلا کے لیے ان حقیقتوں کی جنگ پر فتح سونے والی شعلیں بار مہمات کے مقابلے میں، قابل فخر مقام پر جہاں چاہیے۔

مگر ہم اس مسئلے کی بنا پر تقسیم نہیں، محض ایک نعرہ اور باعث الزام اور محبت بھرا نعرہ چاہتے ہیں۔ عورت اور مردوں کو بھی صورت عوام سے آباد کیا جاسکتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم نے خود کو "امن کے لوگ" کہلوا لیا ہے۔

لہذا اتنے لوگوں کے ہمارے باعث، مجھے اس مقام پر ایسا کہہ سونے پر فخر ہے، اور میں اس اعزاز کو سب کی جانب سے قبول کرتی ہوں۔

مگر میں تھا بھی ہوں۔ روز بروز کے انسانی زندگی کے فیصلے پر میں آج بھی اتنی ہی تنہا ہوں، جیسی اس

دن تھی جب میں نے ایک جوان زندگی کو بقاء منٹ کی لگی میں پتہ ہوا دیکھا تھا۔

میں تھا ہوں، "امن کے لوگ" بھی تھا جس کروٹ میں جنگ جاری ہے، اور سمجھ ساری دنیا میں اس وقت کو روز رفتہ رفتہ جنگ میں تبدیل ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، جو اس چھوٹی سی جنگ کے مقابلے میں کمتر زیادہ خوفناک ہے جسے شاہنشاہ آئرلینڈ کی چھوٹی آبادی کو تجربہ پڑ رہا ہے۔ محققین اور سائنس کی مبادی پر جو روزانہ جنٹیکوینڈ راس کی جدت ہو رہی ہے، جب کہ سائنس تباہی کے عالم میں تکی سے تکی ہاتھ تو جمع آنے والی موت کی امید میں، جو ان کا امید کی سے رہائی دلائے گی۔ ہمیں اسی بات پر بہت طیش آتا ہے کہ ہر منٹ 500,000 لڑجنگ پہ اور جنگ کی تیاریوں پہ شروع ہوئے ہیں، جب کہ ان میں سے ہر ایک منٹ میں آٹھ سے زیادہ انسان بے توجہی کو وجہ سے مر جاتے ہیں۔ ہر دن 12,000 انسان بے توجہی، انا کافی قدر، اور بد بختی کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں، چھ بھی ہر دن 720 سین لاکھ فوجی سامان پہ شروع کیے جاتے ہیں۔ ذرا سی دیوانی قریح پہ غور تو کیجیے: جب لوگ مرے سوں تو آٹھ سو پانچ سو پچیس کے لیے ہفت تو ملتا چاہیے! ذرا سی طرح بھی سوچیے: ہر سی طرح اسلحہ جات کا ایک منٹ کا 500,000، اگر کا شروع ہو جائے تو دن 12,000 افراد میں تقسیم کر دیا جائے جو اس دن مارے جانے والے ہیں تو ہر ہفت منٹ چالیس، اگر سے چھوٹا نہ مل جائیں گے۔ تو بد بختی میں مرنے کے بھلے، ہمیشہ میں زندگی گزار سکیں گے۔ اگر پھر اس کا ایک دن سکے پہ ہونے والا شروع ہو جائے تو ان بارہ ہزار پہ 720 000,000، ہر تیس ہوں گے۔ یہ ہر ہفت منٹ کو اس ایک دن میں 60,000 مل جائیں گے۔ اس قسم کی مریضانہ توجہات کیونچس کر رہی ہیں ایک ماہر کے درجے کی دست آزمائی اور سوشلزم کی خواہش کے نام پہ شروع کر دی جاتی ہے۔ بد شہر شاہ مرے ہوئے اور مرنے والے مسلمان سوں گے کہ آزدی اور سوشلزم کی قیادت ہر روزیگی سے بچائی جا رہی ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ یہ دریا نہ ہن اور اخلاقی سے ساری توان میں نہیں بد جا سکتا: عمر یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک بہت بڑی جدوجہد کے بغیر یہ سب نہیں چلے گا، جب تک کہ ہمیں یہ وسائل کے ضیاع کو روکنے اور محام پہ اس کی سرمایہ کاری کے لیے بھرپور جدوجہد نہیں کی جائے گی اور مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کی روشنی پہ بننے والے تمام محام اپنی زندگی جینے کے قابل نہیں ہو جائیں گے۔ اور وہ جدوجہد سب سے بڑی ہونی چاہیے، عدم تشدد کی جدوجہد جس کے ذریعے دنیا کو سکے سے پاک کرنا ہوگا۔ اس کام کے لیے ہمیں ہر موت کے جن کو دیا جانے والی سمت سے کش زیادہ ہمت اور ثابت قدمی کی ضرورت ہوگی اور آدمیوں کو نہ صرف جنگ کو ختم کرنا ہوگا بلکہ ان کو جنگ کی تیاری نہ کرنے کے لیے بھی ہمت کرنی ہوگی۔

کسی بھی دن میں [مریکی وین اور شاعر] کارل سینڈبرگ (Carl Sandburg) کے الفاظ کو منجیدگی سے لکھا ہوگا، "اسی ایک دن جنگ ہوگی اور وہی بھی نہیں آئے گا۔ یہ وہ دن واقعی محبوب صورت میں نہیں ہوگا، کسی ایک دن "جنگ" ہوگی مگر وہی بھی نہیں آئے گا۔ اور بد شہر آزدی نہیں آئے گا تو جنگ بھی

نہیں ہوتی۔ اور جس کس جانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، ہمیں جنگ کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اگر یہاں  
تھا ہے کہ جنگ کے لیے "نہیں" کہنے کے لیے زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے یہ نسبتاً "ہاں" کہنے کے  
اور شاید ہم دونوں نے بہت غلط عرصے تک اس خیال کی بہت افراطی کی ہے۔ اس پر بھی اور دونوں کا  
وفاق کرنے کے لیے، جنگ گناہاوری اور مرہائی ہوتی۔ لہذا آج کے دن کے بعد سے ہر جہد دونوں کو  
مرہائی کی سمت افراطی کرنی چاہیے۔ زیادہ محنت پیدا کریں جنگ پر نہ جانے کے لیے، اس پر بند دینی کے لیے کام  
نہ کرنے کے لیے، بھڑائی کی دنیا کے اور محدودے پاک دنیا کے لیے۔

اس قسم کی عقلی بہت کے لیے دونوں کو بھڑائی اور مرہائی چاہیے جو انہیں تیسرے طرف ہیں۔ ہم اس کو مرہائی  
کی سطح پر تیسرے ہیں، اور ان کا دونوں سے اور ہڈی کی لکھنؤوں سے، اور ان کا دونوں سے تعصب  
میں ہر طرح کی غریبوں میں۔

چند پشتوں پر چرکی دنیا نے صدر رسدات کو امریکی کے حصوں کے لیے یہاں مت امریکہ جاتے دیکھا  
تھا۔ برسوں سے ہڈی عانتیں مشرق وسطیٰ میں بھی رہی ہیں۔ اس کے باوجود جب ہم دوسروں کو اپنی  
خوفناک مزاہکوں کے ساتھ ہڈی کرتے اور امریکیوں کو نیوزن ہڈی کی چوری میں آگے بڑھتے دیکھتے  
تھے تو ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جنگ کرنے والی قوموں میں سے ایک قوم کے ہمارے یہاں بہت، ایک ہڈی  
عانت کو نظر نہ کرتے ہوئے ایک امن کے مشن پر روانہ ہو رہے تھے۔ رسدات کے مشن کی بھی بات اس  
کا مخصوص نتیجہ نہیں تھی، بلکہ یہ حقیقت تھی کہ رسدات کو حساس ہو گیا تھا کہ مسکہ، جیسا کہ انہوں نے خود کہا تھا،

7

0

لی صدر "نفسیاتی" تھا۔ دراصل، جنگ ہر جہد نفسیاتی مسکہ ہی ہوتی ہے۔ یہ خوف، ہر مالی، شہ اور عقوبت کا ایک  
انجھا، ہوتی ہے، اور اگر صدر رسدات بھی تیس لی صدر فرق کے لیے اپنی اور امریکیوں اور مشرق وسطیٰ کی  
دوسری قوموں کے درمیان جنگ کی طرف مائل ہو سکتے ہیں تو وہ کم از کم ہر اسم نفسیاتی رکھتے ہوئے نہ جانے کے  
لیے بھی اپنی خود پر تیار ہو سکتے ہیں۔

ہم "امن کے نوٹ" ہونے کی وجہ سے بہت آگے تک جاسکتے ہیں۔ ہم یہ نہیں توڑنے پر یقین تو  
رکھتے ہیں، مگر ہم چوٹی کی دلی سے محاورے کے درمیان محنت کے ذریعے ان کا ایک دوسرے سے قریب  
رہنے، ایک دوسرے کی زبان بولتے، ایک دوسرے کے عقائد اور خوف کو سمجھنے اور ایک دوسرے کو نفسیاتی،  
نفسیاتی اور جذباتی اعتبار سے سمجھنے پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ آپ کے لیے اپنے قریبی حساب کو قتل مانتے  
مشکل مانتے ہیں، یہ نسبتاً ان مزاہکوں مخالف دشمنوں کے جو آپ سے بہت دور کسی جو مزاہک کے مٹانے  
پر ہیں۔ ہمیں ایسی دنیا تحقیق کرنی ہوتی جس میں نہ کوئی جینی ہو نہ مزاہک کے مٹانے کے نہ فائدے پر ہو،  
اور یہ کام بہت محنت کا طلب گار ہوتا ہے۔

تیس ایک ہی طاقت، جو تمام رکاوٹوں کو دور کر سکتی ہے، محنت کی طاقت ہوتی ہے، سچائی کی اور روحانی

طاقت ہوتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک ساہوکار، ایک مضمونی یا معاشرتی وافر اور کے درمیان کی کوئی کوئی نہ ہو سکتا ہے۔ پوری دنیا میں ہوتی کے ایسے اعمال کو ایک دوسرے سے طرب دیکھتے تو آپ دیکھیں گے کہ پہلی عالمی جنگ کی تحریکوں کے اندر وہ انداز ہوتی کے تحت تناظر محاذات نہیں رہا جائے گا بلکہ انسانی معاملات کا قانون بن جائے گا۔

مگر ہوتی کے یہ طریقوں کے پیچھے من کی قوت بھی ہوتی ہے۔ ایک بار ہاتھ دیا دیکھے منائی کافی نہیں ہوا، سوچ سیک کے ساتھ ایک دوسرے کے ذریعے ملنے کی تھی۔ ہوتی کے ابتدائی طریقوں پر عمل کرنا چاہیے، مگر انہیں اس چیز کو اس عمل میں تعاون کرنا چاہیے جو زندگی کو بہتر بنائے اور تشدد میں مزاحمت کرے۔  
مگر انسانی معاملات میں پیدا ہونے والے بحران کے بارے میں سنتے رہتے ہیں۔ مگر حقیقی بحران وہ ہے جو فوس کی اس ضخیم روایت کے ہمارے پیش رو، مانی پتھر تک پہنچنے کے بعد کی عوالم سے بیان ہو رہا ہے، جب انہوں نے کہا تھا کہ آج کا سماں تشدد کا سماں نہیں ہے، بلکہ آج کا سماں ہے عدم تشدد کا سماں۔  
(جورڈا)

ہم اپنے دل کی سرحدوں اور نہایت جوش سے دستہ ہیں، عدم تشدد کے مقصد سے، سچی کی قوت اور محبت کی روحانی قوت سے۔ ان لوگوں سے، جو ہمیں سردیوں اور ڈیپٹی مثال پسند کر رہے ہیں، ہمارا کہنا ہے کہ ہماری اصلی حقیقت پسند ہیں۔ اور وہ دیکھ جو ہمارے زمانے میں حریت (militarism) کی تائید جاری رکھتے ہیں، وہ انسانی فلاح کی خود کشی کی طرف مائل کر رہے ہیں جب تک کہ وہ دنیا کی دہائیوں میں مرچکا ہوگا اور وہیں مرچکا ہوگا، اور موت اور تباہی ہوئی دیکھیں، دیکھیں اور مرکز میں، مشرق میں اور مغرب میں، مثال میں اور جنوب میں۔

ہم ان دیکھوں کی جو پہنائیں اور کہیں، اور دوسرے تمام حربوں کو پوچھیں کھینچے روشن رکھنے کے خواہاں ہیں، روشن خیالی اور حقیقی معنوں میں تخلیقی زندگی کی مثال دیکھنا چاہتے ہیں، جہاں کہنے والوں اور خود کشی کی تیاری کرنے والوں کی مثال نہیں۔ مگر یہی، ہم ان لوگوں کو غیر ضروری اور غیر منصفانہ دیکھوں سے آزاد دیکھنا چاہتے ہیں جو ہمارے غلاطت بھری آبیوں میں گھسے ہوئے ہیں، جہاں کہنے والے دوسرے زندانوں میں گمراہ رہے ہیں، سوچو کہ جس زد و تازات سے سائبریا کی بے لکھتی کیم تھوہوں میں رہتا تھا۔ سب سے زیادہ وہ ان بچوں کے لیے خوش حالی کو دعا کرتے ہیں جو ہماری آن کی۔ پورے سے مرجانے والے ہیں، ہم جس کو بھریل کرنے میں ناکام ہیں۔ مگر وہی کافی نہیں ہوتی، وہ کتنی ہی دیکھیں گے۔  
ہوئے ہیں ضرورت ہے انسان کی، محبت، مشقت کی اور محبت کو۔

ہم بھی طرح جانتے ہیں کہ نہ ارٹھی کے اس چھوٹے سے علاقے پر جس کو شاید آواز بند کرتے ہیں ہمیں کیونچھوٹا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمیں اپنی بقیہ زندگی بھر بہت کچھ کرنا رہنا ہوگا۔ آج ہمیں فوس خواہاں رہا ہے جس کو "کرنہ" میں پر کسی انسان کو ملے۔ اسی ترین اعزاز کو کہا جاتا ہے مگر ایسا ہے تو خوب ہے،



گھر کی تو یہ ہے کہ ہم اس ذمہ داری کے خوف سے سڑمہے ہیں جو اس قسم کا عزائم ہم پر ڈالنے والا ہے۔  
 گھر جب ہم اس کو چھوڑ کر رہے ہیں، تو ہم اس حسین مرغزار پر پہنچے گئے اور مزید پہاڑے جانے والے  
 ٹھون کے بارے میں سوچتے ہیں جو Mourne Mountains کو پوشیدہ بندریوں سے Glens of Antrim  
 اپنے پیارے بنگلہ سے کاؤٹی Fermanagh اور Foyle کے درمیان موہنے والے سرسبز علاقوں سے Armagh  
 کے گھریلو بارشوں تک پھیلا ہوا ہے۔

ہم نے صرف انگریز نوٹیل کے اور نوٹس نئی ٹیوٹ کے مشروبات ہیں کہ انھوں نے تشدد سے پاک ایک  
 سواری کی تشکیل کے سلسلے میں ہمارے کام کو زیادہ پر اثر بنا دیا ہے، بلکہ ہم تو پوری دنیا کے بھی مشروبات ہو گئے  
 ہیں ایک خاص طور سے ہمارے کام کے مجموعہ کے بھی مشروبات ہیں جنھوں نے ہمارے کام کو پہنے کپڑے سے  
 لگا ہوا ہے۔ یہ ان بی بی کی مانی ہمارے ہم اپنے مراکز قائم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں، جہاں سے ہر  
 طرح کے منصوبوں کی معاونت کی جاتی ہے۔ ہمیں اتنا کام کرنا ہے، اور ایسا بہت کچھ ہے جو ہمیں اپنے  
 لیے بھی کرنا پڑے گا اور نہ یہ سب کچھ کسی کام کا نہ ہے گا۔ مگر گھنٹوں کے بل آہستہ آہستہ اٹھنے کے لیے ہماری  
 اعانت میں، اور ہر شخص اس خوش رو دنیا میں ہماری مدد کرنے میں، تمام تر افواہوں کی بے باور ہونہ چھنے والی  
 وفاداری میں، ہمارا پانی عوام نے شامی اترینڈ کے من کے لیے اسکی ہی معاونت کی ہے جیسی کہ انھوں نے  
 بنگلہ دیش کے، اور دنیا کے ہمارے علاقوں کے ذمہ داروں کے لیے کی تھی۔ شاید کسی دن نوٹس اس احوال خود  
 ہمارے کے مقام علی گودے دیا جائے۔

ہم ہمارے کے عوام اور نوٹیل کیل کو شکر یہ تیر بار (Tusen Talk) بار بار کہنا چاہتے ہیں۔  
 اور چوٹی دنیا کے لیے بھی ہم وہی پیغام دینا چاہتے ہیں ہم نے جس کا اعلان اگست 1976 میں کیا  
 تھا۔ امن کے مقام کا اعلان یہ تھا:

”امن کی اس تحریک کی جانب سے دنیا والوں کے لیے ہر ایک سادہ سا پیغام ہے کہ  
 ہم زندہ رہنا، محبت کرنا، اور ایک منصفانہ پرامن سماجی تعلیم دینا چاہتے ہیں۔  
 ہم اپنی اور دوسرے کے لیے بھی وہی چاہتے ہیں جو اپنے لیے چاہتے ہیں، اور ہمیں کامیاب ہونے کی  
 جھلک پر ہماری زندگی امن اور خوشیوں بھری ہوا  
 ہمیں احساس ہے کہ ایسی زندگی کا حصول ہم سب سے چوٹی امن، سخت مشقت اور محنت کا کام ہے۔  
 ہمیں احساس ہے کہ ہماری سماجی میں ایسے بہت سے مسائل ہیں جو تیار ہوا تشدد کے باعث پیدا  
 ہیں احساس ہے کہ چنے والے برائیوں اور پھٹنے والے ہم اس کام کو ہر بھی مشکل بنا دیتا ہے۔  
 ہم ہم اور کوئی اور تشدد کی برائی کے استعمال کو مسترد کرتے ہیں۔

ہم اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں کام کے لیے، ہر طرز اپنے قومی اور دوسرے ممالک کے ساتھ  
 کہ ایسی پرامن سماجی تعلیم دینے کے لیے جس میں ہونے والے لیے، ہم جن سے وقف ہیں ہماری ہر

## آندرے سخاروف اعلانِ تجلیل

جلالتِ مآبہ عزت مآبہ محاتمن و مجرات!

مادے کو پیرامیون نوبل کمیٹی نے 1975 کا نوبل امن انعام آندرے سخاروف کو عروجِ سخاروف کو عطا کیا ہے۔

اپنی دصیت میں، جو افریقہ نوبل نے 1896 میں اپنے کتاب سے قبل تحریر کی تھی، حکم دیا تھا کہ یہ نوبل اس شخص کو دیا جائے جس نے "عوام کو برادری کے درمیان، باقاعدہ دعوؤں کے انسداد کا تحلیف کیا، اور امن کے فروغ کے لیے اجتماعات کے لیے سب سے زیادہ اور سب سے اچھا کام کیا ہو۔"

پیشگی کی توقع کی جاتی ہے، وقت کے ساتھ ساتھ ان حکام کے ذیل میں امن کی تصور کے بارے میں بدلتے ہوئے رویوں کے مطابق نوبل کمیٹی کی تاہم بدلتی رہی ہے۔

پچھلے 74 برسوں میں امن انعام پانے والوں کی مثالیں موجود ہیں۔ کمیٹی نے جن لوگوں کو انعام دیا ہے ان میں شامل ہیں:

بین الاقوامی قانون کے تصور کے داعی؛

Léon Jhaux جیسے سلامی انصاف کے داعی؛

Albert Schuetzer جیسے انسانیت پسند کاروائیوں کے لیے؛

Bertha von Suer و Carl von Ossietzky کے جیسے صلح جویندگام کے لیے؛

Albert Luthi و René Cassin, Martin Luther King, کے جیسے انسانی حقوق کے فروغ

کے کام کے لیے۔

ابتدائی سے کمیٹی کے فیصلوں پر خاموشی و تحقیر اور بحث ہوتی رہی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ فیصلے غلط

تھے۔

نیشنل کمیٹی ایک ٹھکانہ بنا رہی تھی، مگر وہیں پر ریاستی اختیار سے ماوراء ہے۔ اس کے فیصلے اثر پذیر نہیں ہو سکتے تھے۔ حکامات اور اداروں کی دشمنی کی بنیاد پر ہوتے تھے۔ اگر کمیٹی اپنے فیصلوں پر، سمیت یا موافقت پرستی کے باعث، کسی قسم کے دباؤ اور مختلف اثر انداز ہونے کے لیے یا قابل معافی فراموشی سے پہنچتی تھی تو اس کے مترادف ہوتے۔

اسی طرح نیشنل کمیٹی نے اپنا نوعاً عام ممبر کے انسانی حقوق کے سب سے زیادہ ناگوار کیا ہے۔ انعام دینے والے کے انتخاب کے سلسلے میں کمیٹی نے مندرجہ ذیل وجوہات کی تھیں:

”کمیٹی کی مذمتی و انگیزش، آدمیوں کے درمیان، ان کے بنیادی اصولوں کی برتری اور ان کے پُر غرض کام کے لیے ایک نہایت طاقتور تکنیکی تحریک موقی ہے۔ غیر مساوی انداز پر مبنی طاقت و قوت کے ساتھ ساتھ انسانی وقار کی پامانی میں ہر قسم کے طاقت کے خلاف ستنوں کے خلاف جنگ کی ہے، اور انھوں نے انھار کے اصولوں پر مبنی حکومت کے لیے بھی کچھ نہیں کیا ہے۔“

کمیٹی نے یقینی انداز میں اسرار سے کہ سمجھ گیا کہ وہ پر قائم، آدمی کے ناقابل پامانی حقوق کی دیر پر درستی میں قانونی تعاون کے لیے ممکنہ بنیاد پر ابھر سکتے ہیں۔

اس طرح، خاص طور پر مشکل حالات میں، انھوں نے س قندروں کو ڈھونڈ دیا ہے، جو اس کے سچے چاہنے والوں کو ایک بے چارے کے لیے ایک جائزہ ہیں۔“

میں سے بار بار کہا جاتا ہے کہ 1940 اور 1945 کے دوران میں پائے جانے والی عالمی جنگ آئے وہاں انھوں نے انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے لڑی گئی تھی۔ یہ دو قوتیں جو اس میں متفقہ کے لیے لڑی تھیں، ”دو دھنوں نے اس کے حصول کے لیے ہٹی جائیں تو دنیا کی تھیں، انھوں نے مذاقی کے میدان میں جنگ تو جیت لی تھی، مگر انسانی وقار کا دیر پا قیام حاصل نہیں ہوا تھا۔“

جنگ کے بعد کے یہ سب میں اقوام متحدہ نے بنیادی انسانی حقوق کے عالمی اعلان اور اس کی اضافی منظوری کے لیے جو اہمیت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اہمیت کی ہے اس نے یہ سب اس تھیں کے ساتھ ساتھ یہ سب دنیا میں دیر پا امن کے مستقبل قیام کے لیے یہ حقوق ”آزادیوں ضروری ہیں۔ یہ دو ترماں ان خیالات سے متعلق ہیں۔“

اب بھی باوجود تمام خوشیوں اور قربانیوں کے دنیا کے بہت سے حصوں میں کمزوریوں اور اذیتوں سے لڑا جا رہا ہے جو بالکل بنیادی انسانی حقوق سے بھی بہرہ مند نہیں، ایسے بھی علاقے ہیں جہاں پسے نہیں یہ حقوق حاصل تھے مگر اس جنگ کے انتقام کے بعد سے وہ اس حق سے محروم کر دیے گئے ہیں۔

اس موقع پر رینے کا سین، Rene Cassin، جن کو سن کا نیشنل انعام بھی دیا جا چکا ہے اس سے واقف ہیں۔ انھوں نے موجودہ حالات پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:

”یہ اعلان ایک آئینہ دکھاتا ہے ہم جس کی چیز کی ترقی اور اس پر عمل کے لیے دنیا اصول طے کرتا ہے۔ اس کے باوجود آج کی دنیا کی ایک جھلک بتاتی ہے کہ اس آئینہ کے اصولوں تک پہنچنے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ایسا ایک بھی ملک نہیں، بشمول سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک کے، جو اس اعلان کی دفعات پر عمل کرنے پر توجہ کا نگہ کر رہے۔“

ہم نندہ رہنے کے حق کی پامانی دیکھ رہے ہیں۔ سڑک سے ماورائے اور محض رہنے کی جہاز کی ہے۔ جہازوں کا استحصال ہو رہا ہے، قید کا کاروبار ہو رہا ہے، ٹھیکہ کی آزادی اور آزادی انکبازی اہانت ہو رہی ہے، ہر طرف انسانی قہسب جاری ہے۔ یہ ساری ٹھیکہ ترقی پسند مافیٰ قہسب ان کو چھوڑا بھی نہیں جاسکتا۔“

پھر بھی ایسی صورت حال میں ہمیں ہاتھ پر ہاتھ دھکے دینے نہیں چاہیے۔ اس کے برعکس یہ تمام فیسے و مراعات کے لیے ایک حکارے، قومی سرحدوں سے قطع نظر کردہ سفاقی و قمار کے استحکام کی جدوجہد کو ترجیح دینی اور یہی حکارے کے اطراف جمع ہو جائیں جو ملوثی و زنجیر کے لیے ہتھیار بنیں جھانکنے سے انکار کرتے ہیں۔

اس برس کے انعام پانے والے آخری سال 1921 میں ماسکو میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ماسکو چلی اور ان سے طبیعت کی تعلیم حاصل کی اور عمر کی ہی میں مکی سائنسی منشا میں شائع کر کے نامی توجہ حاصل کر لی تھی۔

1948 سے 1968 تک ستاروف نے جوہری تحقیق کے ایک ادارے میں کام کیا، جہاں سائنس دانوں کی ایک نوجوہری تنظیموں کی تیاری کے سلسلے میں خفیہ کام کر رہی تھی۔

ستاروف خود کہتے ہیں کہ اس تحقیق میں سائنس دانوں کی نیم، جس میں وہ بھی شامل تھے، بنا پر مت صرف فوجی مقاصد ہی کے لیے کام نہیں کر رہی تھی۔ اس کا مقصد جوہری طاقت کو دوسرے کاموں میں بھی استعمال کرنے کے لیے ضروری تحقیق کرنا تھا۔

سال 1949 میں سوویت یونین نے بھی ریاست ہائے متحدہ امریکا کی طرف، اپنا جوہری ہتھیار کر لیا تھا، مگر سوویت یونین کے مقابلے میں امریکی ہتھیاری اعتبار سے تیس زیادہ ہتھیار تھے۔ ستاروف کا خیال تھا کہ امن کے مفاد کے پیش نظر ضروری تھا کہ دونوں طاقتوں کے درمیان بہتری کو ممکن کیا جائے تاکہ اسے کوئی دائرہ میں توازن ہو اور جوہری جنگ کی شروعات کے خطرات کم سے کم ہوں۔

جیسے ہی ان عمر میں ستاروف کو Russian Academy of Science کے لیے منتخب کر لیا گیا تھا، جس کے دو ممبر سے کم عمر نہ بن جسے ماننے کی طرف سے سائنسی کام کرنے کے عوض ان کو زیادہ Order of Lenin، ہر ایک بار Stalin Prize سے نوازا جاتا ہے، اور قہسب مختلف موقعوں پر Hero of Socialist Labour کے اعزاز کے لیے نامزد کیا جاتا ہے۔

1968 میں ان کے رتبے پورا انداز حیثیت میں فوجی تہذیبی ہونی سان واپس تحقیقی ممبر کے سے بنا کر

Academy of Science کے فزیکس ادارے Physics Institute میں حیاتیات کر دیا گیا۔

سخاروف کے حالات اور رشتے میں تبدیلی ان کی سوئی واپس کے بعد مشترک کام پر دست بردار ہو گئی۔

انھوں نے اپنی کتاب Sakharov Speaks میں لکھا ہے:

”1957 کے شروعات میں انجینس پائنگ (Juno Pauling) اور ابرٹ شویشیر (Albert

Schweitzer) جیسے اہم افراد کے دیو بھر میں دیے جانے والے بیانات کے اثرات سے کچھ ہی میں نے

اپنے آپ کو جوہری دھماکے سے پیدا ہونے والی تابکاری کے مسائل کا فہم دار محسوس کیا تھا۔“

سخاروف نے اس حقیقت کو رد و انکار میں پہنچے تھے۔ انھیں یہ سمجھنا تھا کہ انھوں نے خود ہی

صاف گوئی سے بدبختی کے نام پر اپنے فصول میں اس کا انکار بھی کر دیا تھا۔ انھیں امید تھی کہ وہ اس

اعتراف کے ذریعے آزاد ہوا جائے گا۔ تاہم بنیاد پرستی کے شکر اس معاملے میں انھیں بہت زیادتی ہوئی تھی۔

بیرجس سخاروف کا خیال ہے کہ ایک طرف سے ان کے نظریات کا کچھ اثر ہوا تھا۔ یہ اس وقت ہی

جب ریاست ہائے متحدہ امریکا اور سوویت یونین نے 1963 میں فضا میں خطر میں درمیانوں میں جوہری

تھکنوں کے تجربات پر پابندی کا ایک معاہدہ کیا تھا۔

ان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ کمال تہی سے جس کے نتیجے میں جوہری جنگ

ہو سکتی ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ خطرہ صرف عالمی سطح پر ایسے تعاون سے ہی دور ہو سکتا ہے جو قومی و نظریاتی

مراحل کی قلب داریت کر دے۔

اس سلسلے میں وہ ریاست ہائے متحدہ اور سوویت یونین کے درمیان قریبی رابطوں سے بہت فائدہ

لے رہے تھے۔ ان دو عالمی طاقتوں کے درمیان پیمانہ سمجھوتہ صرف اسی وقت ہو سکتی ہے جب

ان دونوں ریاستوں کے سیاسی نظام میں کسی حد تک مشابہت ہو۔

سخاروف کا خیال ہے کہ اس قسم کا تعاون ہی جوہری جنگ کا جس کو وہ اجتماعی خودکشی سمجھتے تھے، متبادل

پیش کر سکتا ہے۔

جہاں تک اس قسم میں ان کے اپنے ملک کے حصے کا سوال ہے، وہ وہ جمہوریت کے احیاء اور سماجی کی

نئی، تھنٹیف افواہ اور سیاسی وحدت وغیرہ میں امداد دیتے ہیں۔

ان دو عالمی طاقتوں کے درمیان قریبی تعاون میں سخاروف کو عالمی بحران، آبادی کی زیادتی اور فضا کی

آلودگی کے حل کی مشترکہ کوششوں کے امکانات بھی نظر آتے تھے۔

ان کے خیال میں ایک مادی اور دکان منسوب تیسری دنیا میں ایک نیا آہٹ اور سماجی ترقیات کی راہ پر

بنیاد رکھا ہے۔

سخاروف سمجھتے تھے کہ صنعتی سماج کی طرف سے بنائے جانے والی بددلی کے باعث ہونے

والی مادیاتی کی سے ان ملکوں کی اسلحہ بندیوں کے اخراجات میں بھی کمی ہو سکتی ہے۔

جیسے کہ محاسب جانتے ہیں، میں خیالات سمجھتی تھی جو اقوام متحدہ میں بار بار دہرائے جاتے تھے۔ میں اس وقت کے پیچھے جو فلسفہ ہے، وہ اس نئی دنیا میں نہیں تھا جو اقوام متحدہ نے دہشت مندرجہ اولیٰ سے کی تھی، جس کی رت سے ترقی پذیر ممالکوں کی آمد دے لیے ان سب کو اپنی قومی آمدنی کا ایک فی صد دینا تھا۔

سٹاروف کا مقالہ Manifesto جس نے دنیا کے بڑے حصے میں لپٹیں پیدا کر دی تھیں، ان کی اپنی اشیائے قیمتی جس میں انھیں نے دیانت اور عقلی آزادی کی پالیسی کے لیے اپنے خیالات سے متاثر ہوا ایک ضروری نقطہ پیش کیا تھا۔

بعد کی ہفتائوں میں جن میں Sakharov Speaks اور My Country and the World شامل ہیں، Manifesto میں اٹھائے گئے تجویزوں کے بارے میں پیش کیے گئے ان کے تجویزات میں تبدیلی آئی ہے۔ وہ ان تجویزوں کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تبدیلی جن اقوامی مظالم پر تھی جن میں ہونے والے ڈرامائی واقعات کے باعث اور ان کی اپنے اور بیرونی ممالک کے درمیان ساتھ ساتھ اور ان کے اپنے تجویزات کی بنا پر ہوئی تھی۔ یہ ممکن مستقبل کے خوابوں کی انجمن کی وجہ سے نہیں، جتنا کہ ان خطرات کی انجمن کی وجہ سے ہے جو خوب اور حقیقت کو یک دہرے میں گمراہ کر دیتے تھے۔

اپنے مقالے Manifesto میں پیش کیے گئے خیالات کا تجزیہ کرتے ہوئے سٹاروف وضاحت کرتے ہیں کہ جس وقت انھوں نے یہ مقالہ تحریر کیا تھا، اس وقت تک وہ قہقاری اور نہایت آرام دہ سانسوں میں رہ رہے تھے جس بارے میں دنیا سے ان کی قسم کا رابطہ نہیں تھا۔

انھوں نے اپنی اس وقت کی زندگی کے عین اس طرے بیان کیے تھے:

"میں محام سے بالکل الگ تھا کہ کر دیا گیا تھا۔"

ایک بات حیرت میں ڈال دے کہتے تھے:

"ابتداء 1968 میں تحریر کیے گئے میرے مقالے کا تجزیہ کرتے ہوئے آپ، اس بات کا خیال رکھنا ہوگا

کہ اس وقت میں thermuclear انجینوں اور ان کے تیار کرنے والے، انسانی کی تباہی، جینیاتی تباہی وغیرہ پر نہایت غور مند تھی۔

یہی زندگی تھی جس میں نے عامی مسائل پر غور و فکر شروع کر دی تھی، جب کہ زیادہ ہم انسانوں اور انسانی مسائل پر میری توجہ بہت بعد میں شروع ہوئی۔"

اپنے منظمی سنہوں سے روزانہ کے قریبی تعلق نے ہی انھیں اس بات پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے بارے میں غور کریں اور قدرت سے ان کے مسائل کے حل تلاش کرنے کی جہد کریں۔ انھوں نے اور سب اختیار کر کے اپنے کھلے خطوط میں ان ہی مسائل کا تذکرہ کیا، اور ضروری اعداد و ارقام کا مطالبہ کیا ہے۔

محام کے ایک وسیع حلقے تک اپنی شہریت پانچپنے کی کوشش میں سٹاروف نے 1970 میں اپنے چھ ساتھیوں اور دوستوں سے مل کر انسانی حقوق کی کمیٹی کی بنیاد رکھی۔

اس کمیٹی کا مقصد انسانی حقوق کے فروغ کے لیے ایسی تحریری اصلاحات کے لیے قانونی دائرے میں روکا کرنا تھا جو 1948 کے اقوام متحدہ کے اعلان ہمارے انسانی حقوق میں بیان کے پورے اصولوں کے مطابق ہیں۔

سٹارٹ ممبر ہے کہ اسباب اختیار ہو مگر ذیل اہم مقاصد کے لیے کوشش کرنی چاہیے: کہ وہ یہ وہ مقاصد کے عمل کی منصوبہ دہی، ایسے ہی قوانین کا اجرا جن کی مدد سے عوام تک مکمل اصلاحات پہنچیں، اقلیتوں کے تحفظ کی اہمیت، سیاسی قیدیوں کے لیے عام عدالتی امور کی سزا دینے والے قوانین کی منصوبہ دہی، کھلی سرحدیں، اور سیاسی مقاصد کے لیے انتظام کیے جانے والے نفسیاتی واروں پر عمل پائندگی۔

سٹارٹ کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ Agreement on Security and Cooperation in Europe میں من کے لیے ان کے ضروری خیالات کو بازداشت ہوئی ہے، اسی بات کی توجہ، گت کو جن پر مختلف ممالک نے بلنگی میں دستخط کیے ہیں۔

بلنگی کے معاہدے کی ساتویں بلنگی مکتبی سے کہا: "اقوام متحدہ کی انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کا احترام کریں گے، بشمول سب کے لیے آزادی، خیالات، ضمیر، مذہب، عقیدہ، زبان، تہذیب، مذہب، زبان، تہذیب۔"

یہ معاہدہ آگے چل کر کہتا ہے کہ:

تمام لوگ بہت قدرتی طور پر اپنے کام کریں گے، بشرطیکہ سیاسی، سماجی، تہذیبی، اور دوسرے حقوق اور آزادی کے لیے، جو ہر انسان کے پیدا ہونے کے ساتھ ہی ملتا ہے، آزادی اور آزادی کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ دنیا کی بڑی طاقتوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ انسانی حقوق کو قوموں کے درمیان وفاق کے ایک اہم عنصر کے طور پر شامل کیا ہے۔

اس بات کوئی راز نہیں کہ سیاست اور قانونی سیاست دونوں اپنی انفرادی اور سیاسی ذمہ داریوں کو جو ان حقوق کے ذریعے قائم کی گئی ہیں، ان کی بین۔ قومی قانون میں چھپائے گئے مسائل کی آزادی کو تسلیم کرنا ہے اور ان سے بچ سکتا ہے۔ اب ایسا کرنا انسانییت اور ان کے خدائی ہوگا۔

آخر کے سٹارٹ نے واضح کر دیا ہے کہ وہ اپنے حصے کا بھونچنے کے لیے تیار ہیں۔

نویس کمیٹی کے اراکین میں: "امن کے سلسلے میں آخر کے سٹارٹ کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے بڑے ہی مشکل حالات میں بڑے موثر طریقے سے، قریبی نفس کے تقسیم جذبے کے ساتھ ان قدریں کے احترام کے حصول کے لیے جدوجہد کی ہے جو ممکن معاہدے میں شامل ہیں۔"

سٹارٹ نے انسانی حقوق کے لیے، مختلف اطراف کے لیے اور قوموں کے درمیان تعاون کی جدوجہد میں امن کو پناہ بخشی ہوئی ہے۔ ہر ملک کے عوام کے لیے ان کی بہتری کے لیے ان کی کوششوں کو، آج بھی 1975 کے وسط کے امن اور امن کے ذریعے خیریت پر مشتمل ہے۔

تو جس کینٹن میں بات کی ثبوت سے خدمت کرتی ہے کہ اندر سے مختلف کو خود یہاں آگیا میں نے  
عالم کہنے سے عکس کیا ہے۔

یہی اس شخص سے راجہ بھی ہوا تھا جس کو چالیس برس قبل 1935ء کا نوٹس میں انعام دیا گیا تھا۔ اس کا نام تھا Carl von Ossietzky۔

معارف کے 1968 کے معرّف مقالے Manifesto کے مؤلف پہ گوتے کے مندرجہ ذیل الفاظ رقم

”سرف وہی آدمی، جو ان کے لیے سرِ زندہ جنگِ مع ہے۔ آزادی و رزمنہ کا حق مار رہا ہے۔“

آدمی و بہتری، دینی سنی و ف نے واقعی آزادی و رزمنہ دونوں کا حاصل ہونے کی گونگی کی ٹیڈ کا

حق ادا کر دیا ہے۔

مذاہف کی فہرستیں صدر شعبہ Aase Lomaa کی طرف

خطبہ — ایلینا بونیر سخارووا کی زبانی

## امن، ترقی اور انسانی حقوق

لوئیل کیل کے محترم ارکان، محفائین و حضرات!

امن، ترقی اور انسانی حقوق - یہ تینوں جہز ایک دوسرے میں گھلے ملے ہوئے ہیں: یہ مانتے ہیں کہ ان تینوں میں سے کوئی ایک جہز حاصل کر لیا جائے، اگر دوسرے دونوں نظر انداز کر دیے گئے ہوں۔ یہی وہ غالب خیال ہے جو میرے خطبے کا مرکزی موضوع ہے۔ میں شرمندہ رہوں کہ یہ عظیم اور ناپاؤں دوست اسٹون انور مجھ کو صلہ کیا ہے اور آج مجھ کو یہاں سے ہجھ گھجھ کے کا موقع فراہم کیا ہے۔ خاص طور پر میرے لیے کھیل کے لحاظ سے اہل باغ و بہار تھیں جو اس وقت پر زور دیتے ہیں کہ انسانی حقوق کا دفاع ہی وہ بنیاد ہے جس پر صلہ اور دینے پائین اور قوانین تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خیال درست ہے اور میں انسانی رہتا ہوں کہ بغیر آزاد تہذیبی اور تعلیمی کے ضمیمہ کی آزادی کے حق اشاعت کے سفر کرنے کے حق اور ملک کے انتخاب کے حق کے جس میں زندگی گزارنے کا اور وہ کیا جائے، چین، اقوام متحدہ باہمی ادا کے، تحفظ اور بین الاقوامی تحفظ ماقاب تصور ہیں۔ اسی طرح میں اس امر سے بھی متعلق ہوں کہ ضمیر کی آوازوں، دوسرے شہری حقوق کے ساتھ سائنسی ترقی کی بنیاد فراہم کرتی ہے اور اس امر کی ضمانت دینا جاتی ہے کہ سائنسی اقدامات انسانیت کو ماتحت نہ کر دیتے ہیں کہیں کہیں گے اور انسانی حقوق کے دفاع کے بدلے میں انکسارات کی سیاسی ضمانت ہوگی، معاشرتی اور سماجی ترقی فراہم کریں گے۔ ساتھ ہی ساتھ میں انسانیت کی



تقدیر پر جانے میں اسلی اور فیصلہ کن با معنی شری اور سیاسی حقائق کے ٹکریے کا بٹا کرنا چاہیں گے۔ یہ نظریہ عام طور پر مشیوں یا کسی نظریے سے اور technicality دینے سے یعنی طور پر مختلف ہے، جس کے مطابق مادی حقیقتیں اور سماجی و معاشی حیرت کن فیصلہ کن اہمیت کے حامل ہوتے ہیں (تکریہ کہنے میں میرا مقاصد کے مادی حالات سے انکار کا، بلکہ شری مادی راہ میں)۔

میں اس خطبے میں ان سب کا، تمہارا سنا چاہوں گا اور میں، بالخصوص، چند نئی مسائل پر بات کرنا چاہوں گا جو سماجی حقوق کی خلاف ورزی سے متعلق ہیں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ان مسائل کا حل ضروری ہے، اور ہمارے پاس وقت بہت کم رہ گیا ہے۔

میں وجہ ہے کہ میں نے اپنے خطبے کو "سماجی ترقی، سماجی حقوق" کا عنوان دیا ہے۔ اس میں فطری طور پر 1968 کے میرے مقالے "سماجی ترقی، پڑھ کر، سماجی و معاشی آزادی" کے عنوان سے ایک شعوری مشابہت ہے، جس سے میرا مقصد، اپنے مواد اور مفاد کے اعتبار سے، بہت قریب ہے۔

یہ کہنے کے لیے بہت مواد موجود ہے کہ معنی فوجی انسان، جو جس ویں صدی کے دوسرے نصف کی دہائی پر ہے، اپنی زندگی کے ایک مخصوص فیصلہ کن دور میں داخل ہوتی ہے۔

Thermonuclear میزائل، جو اصولی اعتبار سے پوری انسانیت کو تباہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اس وقت موجود ہیں، ہمارے مہم کے لیے یہی سب سے بڑا خطرہ ہیں۔ معاشی، صنعتی اور سماجی ترقیات کے فطری نتائج "ریڈی" اصطلاحات اور بھی خطرناک ہو گئے ہیں، کیونکہ "ریڈی" اصطلاحات کا تو ذرا ہی کیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صنعتی اور معاشی ترقی، نفسی، فوجی اور آزادی کو قائم کرنے کا سب سے بڑا خطرہ ہے۔ مگر واضح یہی سچ ہے کہ ترقی، ہمارے قدرتی وسائل کو کھنگال جاتی ہے، اور ہمارے فطری ماحول میں، ہمارے تہذیبی کا باعث بنتی ہے، اور جس میں نذر رہنا ہوتا ہے۔ اس طرح انسانیت کو کھینچا، جو فطری خطرات کا سامنا ہے۔

زندگی کے روحانی پہلوؤں میں یہ قدم تہذیبوں کے نتیجے میں بلکہ ایک نئے ادنیٰ اضافی مواد ہے، جو تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں زیادہ نظر آتا ہے۔ آبادی میں اضافے سے پہلے ہی دنیا سے پیچیدہ معاشی، سماجی اور نفسیاتی مسائل پیدا ہوئے ہیں، اور مستقبل میں مزید بڑھ جائے گا اور ان کے مسائل کا باعث ہوں گے۔

بہت سے ممالک میں، بالخصوص ایشیا، افریقا اور وسطی امریکا میں، کھانسی اور دیگر زندگی میں غذائی کمی، دیگر عنصر سوئی، جو پیدائش کے لمحے سے ہی سے فاقہ کشی کے مزاج رہیں گے۔ اس کے پیش نظر مستقبل کے مسئلہ عام دہشت انگیز ہے، اور بہت سے ممالک میں، کامیاب ہونے والے ممالک کے باوجود انسان ہوں گے۔

پھر بھی، ترقی یافتہ ممالک میں بھی لوگ کھلی مر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ملک ہے جو ضرورت سے زیادہ شریک کی وجہ سے ہے، اور تہذیبوں جو معاشی کے سماجی اور نفسیاتی استحکام میں خرابی انداز ہوتی ہیں، انسانی اور حیوانات کی متواتر زندگی، سبب جس اور دوسرے بین کی حد تک زندگی کی تیز رفتاری

تخلیق و روحانی انتشار میں اضافہ نصرت اور عام عمارت سے۔۔۔ روحانی موقیہ بہ شمار نہ کریں، بکھرتے ہوئے خاندان، چھوٹی چھوٹی خوشیوں اور آسائشوں کی کمی، ساق میں اخلاقی اصولوں کا انحطاط اور لوگوں میں عام طور پر اس طرح کا حساس کہ زندگی میں اب ان کے لیے کوئی معقول بدلتا یا قیاسی قسم کے پس منظر میں ہمیں ہنگامہ خیز مظاہر کا ایک ذخیرہ دکھائی دیتا ہے، ختم میں، شراب نوشی میں، نشہ آور اشیا کے استعمال میں، دہشت مآک اعمال میں زندگیوں کے اضافے وغیرہ دنیا کے قدرتی وسائل کا اختتام، آب و ہوا کی تبدیلی کا خطرہ، سمندر سے مچن اقلوانی سیاسی اور سماجی مسائل ترقی یافتہ ممالک پر بھی بہت زیادہ دباؤ ڈال رہے ہیں، اور بہت سے لوگوں کو کھرجم کر دینے کے باوجود دنیا کا خطہ پیش کر رہا ہے، جو دنیا کی بیشتر بدعشرت کے عادی بن چکے ہیں۔

بہر حال آج دنیا کو جس انداز کے مسائل کا سامنا ہے ان میں انسانیت کی سیاسی قابلیت (polarization) جو مابین دینی [مغربی]، دین کی دنیا [شرقی] اور تیسری دنیا [ترقی پذیر ممالک] کے درمیان ہے، ایک زیادہ دینیسڈ کن اور احمک کر دیا کر رہی ہے۔ بدعادت وراثت کی بدلتی، بدعادتیں، آمرانہ اور بدعادتیں بدلتی ہیں جن میں زندگی کے ہر حصے میں ایک نئی برکت ہے ایسا اختیار کی حالت ہے جو وہی قدرتی مکانات کی حالت ہیں، اور یہ دنیا کے پیش تو جسے یہ اپنا اختیار نہ جانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک ریاست چین کوئی جمہوریہ بھی تک صرف ایک معقول ترقیاتی رو ہے۔ یہ بھی ہے، جب کہ دوسری ریاست سوویت یونین نے اپنے منفرد قدرتی وسائل کے مابین استعمال سے، اور اپنے بدعادتوں کی قوتوں اور ان کی مسلسل بدعتی ہوئی تھی پر مزید بڑھواں کر ایک نئی جتنی بدعت اور نسبتاً بلند گر چہ ایک طرف سے ترقیاتی ترقی حاصل کر رہی ہے۔ مگر سوویت یونین میں بھی محام کا معیار زندگی کم ہے، اور ان کے شہری حقوق، دوسری نسبتاً چھوٹی، اکثریتی ریاستوں کے مقابلے میں محدود ہیں۔ تیسری دنیا میں بھی بہت پیچیدہ سماجی مسائل ہیں، جہاں ایک غیر متحرک معیشت بھی ہیں۔ قوامی سیاسی سرگرمیوں میں موٹا نظر آتی ہے۔

مزید یہ کہ اس قسم کی قطعیت دنیا کو درپیش ہے کہ خطرات جو مزید برآں ہم کو ترقی ہے، مثال کے طور پر جوہری تباہی کا خطرہ، ماحول کی آلودگی، قدرتی وسائل کا ختم ہونا، ہلکا سہل لال کی کثرت اور صلب انسانیت (dehumanization)۔

اگر ہم فوری درجہ مسائل کی ماری پیچیدگیوں پر غور کریں تو، مجھے یقین ہے کہ سب سے پہلے یہ نکتہ اٹھ اٹھا جائے کہ مائٹنی اور تکنیکی ترقی کی رفتار میں کمی کرنے کی کوئی کوشش بشرکاری کے عمل کو ناچھوڑا جائے، تباہی اور تباہی انداز حیات کی واپسی، ماضی جدید کے معقول قومی ریاست کی بناؤ، اٹلیہ کے تمام عمل غیر حتمی ہوں گے ترقی یافتہ ہوتے ہیں، اور اس کو روک دینے سے تمدن کے زوال اور تباہی کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔

اس کو بہت زیادہ نہیں کرنا ہے جب لوگ مصنوعی کھانا مشینی زراعت، زمین کی کمی اور مشینی طریقوں سے ماحول کے ختم ہونے کا آوازیں اٹھنے لگی ہیں کہ دنیا کی اور کم خطرہ مآک قدرتی طریقوں کو واپس لایا جائے۔ مگر

اس دنیا میں تمام زندگیوں اور مخلوق کے تہذیب میں جتنا مسرت ہے اس قسم کے اقدام کیے جانے چاہئیں؟ اس کے برعکس، اس میں شبہ نہیں کہ ہمیں زیادہ ترقی یافتہ زندگی طریقوں کی ضرورت ہے، اور ترقی پذیر ممالک سمیت تمام دنیا میں جدید طریقوں سے قیام پانے والی ضرورت کو پھیلایا جانا چاہیے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ نئی تحقیق اور اس کی دوسری مثالوں میں تحقیق کے نتائج کو عام طور پر استعمال کیا جانا چاہیے جس میں neuro-physiology, virology, bacteriology، انسانی حیاتیات اور حیاتیات کے استحصال کے امکانات کو برقرار نہیں کر سکتے، بلکہ اس میں بہت سی خطرات کا خدشہ بھی ہے۔ اس کا اطلاق ان تحقیقات پر بھی ہونا چاہیے جو نئی مثالوں [معنوی قیادت] پر مبنی تھیں، جیسے کہ کوشش کر رہے ہیں جس میں مادیات کے برعکس پہلے ہی کوشش، دوسرے کے ذریعہ بلڈ سے ایک مادیات کی تشکیل، اطلاق کے تحت اور ان کی حرکت کا نظام وغیرہ بھی شامل ہیں۔ صرف ظاہر ہے کہ ایسی تمام تحقیقات خطرات بھی ثابت ہو سکتی ہیں، اگر ان کے نتائج غیر فائدہ کار ہو، مادیات کے پتوں میں کام کرنے والی لوگوں کی شادی کے ہاتھوں میں چھ جائیں، مگر یہ انسانیت کے لیے نہایت فائدہ مند بھی ہو سکتے ہیں، اگر ان کی جانچ پر کوئی سماجی سرگرمی تجویز کر لی جاتی ہو، اس کی عمرانی میں کیے جائیں۔ ہم مصنوعی مادوں کے زیادہ وسیع اطلاق، synthetic غذایہ زندگی کے برپا ہونے کی صورت پر استوار کیے جانے کو بھی رد نہیں کرتے، مگر یہ مبنی ہوئی خود کاری (automation) اور صنعتی پیداوار کی زندگی کو بھی رد نہیں کر سکتے، خواہ اس میں معاشرتی مسائل کی الجھنیں بھی شامل ہوں۔

ہم thermonuclear طاقت سے چنے والے نئی مادیات کو تعمیر یا جو مادیات پیدا کرنے والی تحقیق پر اعتراض نہیں کر سکتے، اس لیے کہ ہمارے تمدن کا انحصار ہی توانائی پر ہے۔ اس لیے اس مسئلے میں آپ کو یاد دلانا چاہوں گا کہ جیکبسن نے اس میں اور میرے استاد Igor Jeugenvich Tamm نے، جن کو طبیعیات کا نوبل انعام دیا گیا تھا، اپنے ملک میں جو مادیات طبیعیات پر تحقیق کو جاری رکھی تھیں۔ اس تحقیق کو مکمل magnetothermal isolation کے میدان میں یزیر کے استعمال کرتے ہوئے طریقوں میں بہت وسعت حاصل ہوئی ہے۔

ہم اس مشقوں پر اعتراض نہیں کر سکتے جن کا مقصد کائنات کے نہ صرف ان حصوں پر، جو ہمارے کرہ ارض کو تعمیر کیے ہوئے ہیں، بلکہ عام موجودات کے دوسرے شعبوں پر بھی قابو پانا ہے، جس میں ہماری زمین سے دوسرے تمدن سے آنے والے مادیات میں مزاحمت کرنے کی کوشش بھی شامل ہے۔ اس قسم کے تجربات کی کامیابی کے امکانات بہت کم ہیں، مگر ان کے نتائج جیسے بھی ہو سکتے ہیں۔

میں نے بھی صرف چند ہی مثالیں پیش کی ہیں، مگر بلاشبہ درہمیت کی مثالیں موجود ہیں۔ وہ حقیقت ترقی کے ہمارے ہم پہلو دھارے کی مثال ہیں، اچھے تمدن کے نظام کی مثال ہیں، ان کے لیے بغیر ان میں کسی ایک کو بھی خیر نہ ہوگا۔ ترقی، قابل تقسیم شے ہے۔ مگر ترقی کی یہ ایک

میں عقلی عن سرخاش سرکار کرتے تھے۔ خاصاً راجستھانی میں ایک میں نے عن سرکار کو جو امداد کرنے کی پیشکش عام ہے، بلا غبر جو محامہ پسند نظریاتی عقائد کے مبارکی فلسفے کی وجہ سے قیوت کی ایک نسخہ شد و تصویر، یہ ان کے اعوا اور ظہور کو پہنچے ہوں گے۔ ترقی صرف اسی وقت ممکن ہو رہے ضرور ہوتی ہے جب اس کو مناسب قابو میں رکھا جائے۔ سب سے ہم مسئلہ، حوالے کے تحت کا، ایک واضح مثال ہے جس میں عوام کی رائے کا کرنا آزادی کا دور آزادی ظہور کو خاص طور پر صحافت نظر آتا ہے۔ اس کی کے انقلاب کے بعد، چھٹے عشرے میں، ہمارے ملک میں پیدا ہونے والی جنونی آزادی خیالی کے باعث یہ ممکن ہوا ہے کہ ہم کھٹے بندوں اس مسئلے پر بحث میں شامل ہو سکتے تھے۔ مگر مسئلے کا موثر عمل اضافی سماجی اور چین اقوانی کنٹرول کا طلب گار ہوتا ہے۔ سائنسی نتائج اور تدریجی تخریب اسلحہ کا قومی اخلاقی بھی تباہی پڑا اندیشہ ہوتا ہے، جس کو عمومی رائے اور آزادی کا حق کی سے بین ارتقائی غبار مٹتا ہے۔ mass human behaviorism کی جو مثالیں میں نے ابھی پیش کی ہیں یہ ایک اور ہی قسم کی ہے، اگرچہ قیاتی کو یہ دوسری نظر آئے گی۔

ظہور کی آزادی، مطلق عوامی رائے کی موجودگی، بحیثیت کی نوعیت کا تقسیمی نتیجہ، بہت سی آزادی اور تمام اطلاعات تک بذریعہ ایک رسائی وغیرہ اشتراکی ممالک میں کم و ب کم تھا۔ یہ نتیجہ سے معاشی، سیاسی اور نظریاتی وحدت وجود کا، جو ان قوموں کے سرکار کا جزو ہو چکی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ شرائط ایک بدی ضرورت ہیں، کی لیے نہیں کہ ترقی کی بدستوری کو نظر انداز ہو جائے، مگر ہم اس کو مستقیم بھی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر اہم ہے کہ جدید تقسیمی نئی م درستی احساب و رشت ایک نسل سے دوسری نسل تک، دانش ورانہ آزادی کے ماحول کی میں ممکن ہوتا ہے۔ اس کے بدستوری اخلاقی، فطری، قابل افلاس و برائی کی موانع نہ طاقت جو ابتدا ہی سے درمختار کا سرکار دانش سے اضافی دانش پر، ادب پر، برائی کے میدانوں پر فہرشی طور پر پہنچے ہوتی رہی ہے، عملی دانش کے انحطاط پر، bureauocratization، چورے تقسیمی نئی م کی ضد بدستوری پر، سائنسی تحقیق کے انحطاط پر، دوسرے قسم کے تحقیقی کام کی تخریب کو پس پشت لائے اور حلیوں کو بنے۔

ایک ایک قطب دنیا میں آمرانہ ریاستیں، دیکھتے ہیں، آئی ایک قسم کی دانش ورانہ انجلی صفائی کے موقع سے اظہار اندوز ہو رہی ہیں۔ اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر مادیاتی تہذیبوں، جن کو ہم سب ضروری سمجھتے ہیں، نہیں ہوتی ہیں تو بہت جلد ان جیسے کاموں پر مجبور ہونا پڑے گا۔ دیکھتے ہیں کہ بہت سے نتائج میں سے ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ یہ واقع ہوتا ہے تو دنیا کے حالات میں جو کے کا خطرہ و تھوڑا سا بڑھے گا مگر فی صوبوں، اشتراکی ملکوں اور ترقی پذیر ملکوں کے درمیان تعاون کا ایک وسیع محاذ امن کے لیے ضروری ہوگا، جس کے وسیعے سائنسی نتائج کے تھوڑے، ٹیکنالوجی، تجارت کے تبادلے ہوں گے اور باہمی معاشی مداخلتی فرسہم کی جائے گی، خصوصاً جہاں غذا کے مسائل درپیش ہوں گے۔ مگر ایسے تعاون کو کھلی موبہ نیوں کے درمیان باہمی اعتماد کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ اگر اس کو دوسری طرف پیش کیا جائے تو فراخ ذہن کے سماجی مستقبل

مسودہ کی بنیاد پر ہونا چاہیے، جس میں ملک کے اس مختلف کی بنیاد پر نہیں جو نہیں اپنے امر نہ ہمسایوں سے درپیش ہونے سے متعلق خود کو اپنے دماغ کے ہمسایہ میں غم کرنے کی کوشش کے مترادف ہوں۔ لیکن، اس قسم کی پالیسی کا مطلب ہوگا ایک خط ناک موقع کوئی نہ ہو توئی نہ، جو ایک دن، دوسرے روز سے سے، اس شگاف کے ساتھ چھوڑ جائے گا۔ یہ میونسپلٹی کا ایک دور مادہ سا پہلو ہے۔ یہ بات کی کامیابی کا اسی وقت تعین ہو سکتا ہے جب شروع کی سے یہ تمام نسلیں کی مسلسل فراخی، عوام کے ہوش مند احساس، آزادانہ خیالات اور برکت کے شہر کی ورسیہ کی حلقہ کے تمام اجزاء کے ساتھ ساتھ چلے۔ نکتہ راہ، مادی حلقے کے علاوہ دنیا کی عقلی اور نظریاتی حلقے میں بھی مافوق، عمل ہونا چاہیے۔ اس کے صدر کیسٹن (Giscard d'Estaing) نے اپنے دور کے دورے کے درمیان کے قریبی انداز میں اس کا، کیا رہا تھا۔ جب ایک اہم اصول کی پیدائش واقعہ کی ہوئی ہو تو ایسے میں قوم کے ممبران میں پرستوں کی عقیدے کے قابل ہوتی ہے۔

تخلیف اس پر آنے سے اس موقع پر ایک بار پھر میں اپنی تجویز آپ حضرات کے گوش گزار کرنا چاہوں گا۔ سب سے پہلے میرا خیال ہے تخلیف اس پر، انسانی حقوق اور ماحول کے تحفظ کی خاطر، اقوام متحدہ کے زیر اثر، ایک بین الاقوامی مشورتی کمیٹی قائم کی جائے۔ میری رائے میں اس کمیٹی کے پاس حل ہونا چاہیے جو ممالک کو اپنے صورت اور شرائط کے جوہر سے پرکھ کر سکے۔ اس قسم کی کمیٹی ایک ممبران اور ماحولیت کے سب سے اہم مسائل، بین الاقوامی بحث اور مذاکرات پر کام کرنے کی جاز ہوں۔ میں فکر میں کہ اس خیال کی تائید موجودہ کی بحث کی جائے۔

میں اس بات پر بھی زور دینا چاہوں گا کہ میرے خیال میں اقوام متحدہ کی افواج کو روستوں اور نسلی گروہوں کے درمیان فوجی تنازعات کو روکنے کے لیے ریوڈ اسٹیم کیا جانا چاہیے۔ اس قوم متحدہ کے امکانی اور مشورتی کردار کا بہت احترام میں اور میں اس ادارے کی انسانیت کے مستقبل کی سب سے اہم امید سمجھتا ہوں۔ یہ بات اس ادارے کے لیے مشکل اور پریشانی ثابت ہوئے ہیں۔ میں نے اس مضمون پر اپنی کتاب My Country and the World میں لکھا ہے، مگر یہ اس وقت چھپ کر آئی جب ایک افسوسناک واقعہ ہو چکا تھا: جنرل اسمبل، عملی طور پر کسی بحث کے بغیر، ایک قرارداد منظور کر چکی تھی جس میں مسیحیت کو ایک قسم کی نسبت و نسلی تعصب کی تحریک کر دیا گیا تھا۔ تمام غیر جانب دار جانتے ہیں کہ مسیحیت نظریہ ہے یہودیوں کی قومی شناخت اور انسانیت کا، وہ ہزار سالہ عرصہ کا، اور یہ بھی کہ یہ تحریک کسی کے خلاف نہیں ہے۔ اس قسم کی قرارداد کی منظوری نے، میرے خیال میں، اقوام متحدہ کے وقار کو دھچکا پہنچا دیا ہے۔ اس قسم کی تحریکوں کے باوجود، جو ادارے کے کچھ نئے ارکان کے ممبران کی طاقت ماحولیاتی کے نتیجے میں پیش کی جاتی رہی ہیں، مجھے یقین ہے کہ جدید دور میں یہ ادارہ انسان کی زندگی کے بارے میں اپنے مشورہ کے مطابق کام کرنا کرے گا۔

مجھے جازت دیجئے کہ میں اپنے دور کے مرکزی سوال، اسٹیم کی تحریف کے مسئلہ کی طرف آؤں۔ میں نے اپنی کتاب My Country and the World میں اپنے موقف کے بارے میں تفصیل سے اظہارِ خیال کیا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ قوموں کے درمیان متبادر و فروغ دیا جائے اور چین، قومی جانچ کے ذریعے اعداد کے استعمال کے غلطیوں کی پابندی نہ کر دیا جائے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہوگا کہ دیانت و نظریاتی نکتے تک وسعت دی جائے۔ اور یہ انسانی کشش کی پیش قدمی کرے۔ میں نے اپنی کتاب میں چین اور قومی معاہدوں کی ضرورت اور دوسری ریاستوں کو اسٹیم کی فراہمی کی حدود مقرر کرنے پر زور دیا ہے۔ اس پر بھی کہ ہمیں باہمی رضامندی کی بنیاد پر نئے اسٹیم کے خطہ کو روک دینا چاہیے اور اس خطہ کے سربراہ ہندو کی بندش کے طریقہ میں سر کے استحقاق کے، اور خصوصاً ایک سے زیادہ جوہری بم لے جانے والی میزبوں کے امتیاز کے معاہدے کرنے چاہئیں۔

جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ اسٹیم کی تحریف اسٹیم کا مثالی چین اور قومی معاہدہ ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کے معاہدے سے پہلے ہمارے پاس ایک سرکاری عدالت ہونا چاہیے۔ اگرچہ ابتدائی مرحلوں میں، قومی حالت اور معاہدے کے مرقوں کے بارے میں، عدالت کا سرکاری ہونا ضروری نہیں (جوہری بم کو تعداد سے ان افراد کی منتی تک جو قومی خدمات کے لیے موجود ہوں) اس میں معاہدے کا پہلا قدم اس بات کا یقین کرنا ہوگا کہ قومی اعتبار سے اہم سرعہ کے دارمیر قسم کی قومی حالت کی برائی کے لیے ہر ایک میں کمی پیش کی جائے تاکہ معاہدہ کرنے والی ایک پارٹی کے مقابلے میں دوسری پارٹی کی نہ ترقی کی صورت میں مناسب توازن رکھا جائے۔ یہ [فیصلہ] سب سے پہلے اس امکان کو مستحکم کرے گا کہ ایک علاقے [مثلاً، یورپ] کے لیے کیا ہوا معاہدہ دوسرے علاقے (یعنی سہیت چین سرحد) کی قومی استعداد کے اعتبار سے باعث نہ بنے۔ دوسرے یہ کہ مختلف طاقتوں کی اہمیت کے اعتبار سے قدرتی تقاضا کی بنیاد پر ہونے والی اسکاٹی، انٹالییاں [معاہدے سے] غارتگری کر دی جائیں گی۔ (مثال کے طور پر، یہ کہنا مشکل ہو گا کہ ریزروں کو پلانے والی قومی قوتیں ایک لڑاکا بحری جہاز کے نہ ہوں گی، وغیرہ)۔ تحریف اسٹیم کے مسئلے میں دوسرا قدم یہ ہوگا کہ ہر ملک اور ہر علاقے کی قومی حالت میں ایک ساتھ مناسب کمی کی جائے۔ دو سطحوں پر کی جائے گی: تحریف اسٹیم کے لیے اس قسم کا ایک فارمولا ہمارے ملک کے گھانا تحفظ کی قیمتیں دہانی کرے گا، تاکہ ہر علاقے میں رجحان کسی مکانی مقابلے کا خطرہ ہووے اور فوجوں کی بے پروائی کو قرار رکھا جائے، ساتھ ہی ساتھ ان معاشی اور سماجی مسائل کا حل بھی پیش کیا جائے جو فوجوں کی موجودگی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ کئی مہیروں اور سیاست دانوں نے بھی اسی قسم کے نظریات کا پرچار کیا ہے، مگر ابھی تک ان میں کسی کو زبردستی قبول نہیں ہوئی ہے۔ پھر ابھی اب جب کہ انسانیت جوہر کی holocaust کے دھماکے کے ذریعے کھل تھکی کے خطرے سے دوچار ہے، میں اُمید کرتا ہوں کہ انسانی وجود کی بنیاد پر یہ قدم اٹھانے سے گریز نہیں کیا جائے گا۔ فیائناتی درمیان تحریف اسٹیم، حقیقتاً ممکن بھی ہے اور نہ یورپی بھی۔ جو دنیا کو درپیش

فوری اور چلاؤن پیچیدہ مسائل کا حل بھی ہے۔ بین الاقوامی تحفظات کا نیا دور جس کو دہائی کا نام دیا گیا ہے، جو بین الاقوامی کانفرنس میں اختیار کیا گیا تھا، اصولی طور پر اس سمت میں نئے امکانات کی نشان دہی کرتا ہے۔

بین الاقوامی کانفرنس میں ہونے والے معاہدوں کا مندرجہ بالا دور کی وجہ سے حاصل کرتا ہے جس کے لیے سرکاری یا سرکاری اعتبار کو مارتک اشاروں میں پیش کیا گیا ہے جو بین الاقوامی تحفظات کے مسائل کے حل کے امکانات کو ظاہر کرتا ہے۔ اس دور میں تحفظات کے، بین الاقوامی تحفظات کے، انسانی حقوق کے، اطلاعات کی آزادی اور مغربی آزادی کے بارے میں دور رس علامات مثلاً کیے گئے ہیں۔ اس میں مثلاً حکومتوں نے حقوق کے تحفظ کی عائد شدہ بات بھی فراہم کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مقام پر تعلیم کی ضرورت کی بات نہیں کر سکتے، مگر ہم نئے امکانات کی بات ضرور کر سکتے ہیں جو طویل عرصے کے منصوبوں کے ذریعے حاصل کیے جاسکتے ہیں، اور قوموں کو باہمی طور پر سمجھوتہ، ایک متحد اور باہمی طور پر اختیار کرتی ہیں۔

اس میں انسانی حقوق کے بہت سے مسائل جیسے کہ ہیں، میں نے اپنے خطبے کا آخری حصہ جس کی مذکر دیا ہے اس میں نیا دور اپنے ملک کے بارے میں بات کرنا پسند نہیں کیا۔ بین الاقوامی کانفرنس کے بعد کے مہینوں میں اس سمت میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے، بلکہ جو محاورات میں تو سخت رویے رکھنے والوں نے نیا دور مشکلات پیدا کرنے کی کوششیں کی ہیں۔

بین الاقوامی تھانہ علامات، مغربی کے ملک میں قیوم، تعلیم کے لیے دور رس مہم کا سفر، مذمت، محنت کے مسائل اور عام ذمیت کی سیاحت جیسے مسائل پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اپنے بیان پر ضرور دیکھ کے لیے میں کچھ مثالیں دیتا چاہوں گا، جو بدقسمتی قاعدے اور کوئی خاص منظر کے پیش کرنے کی کوشش کے بغیر چینی گئی ہیں۔

آپ سب مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ مثال کے طور پر انٹرنیٹ کے نیچے اپنی بائیس سال پر مبنی Adhatic تک بدقسمتی ملک کوک جاسکتے ہیں۔ کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ فوجیوں یا سولہ بھی ہو سکتے ہیں۔ مغربوں کے چھ کو اس طرح سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس قسم کے حالات میں آپ کو اس قسم کی اور بھی مثالیں مل جائیں گی۔

آپ کے علم میں ہوگا کہ اشتراکی ملک کے نیا کوک وجہ سے اقوام متحدہ کی جڑیں سمیٹنے والے نے خود کی سیر کے ذریعے بھیجے جانے والے نئی مشن پر دور رسوں پر قدم کی گادی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب جب کہ بین الاقوامی معاہدے پر دستخط ہو چکے ہیں، کوئی وجہ نہیں رہی کہ اس کے پر دوبارہ غور نہ کیا جائے۔ مینڈیٹوں سمیت بدقسمتوں کے لیے یہاں بھی اور دلچسپی کا باعث بھی ہے۔

سوویت یونین میں مذکورہ ادارے کے لیے مصنوعی اجزاء وراثی قسم کی مشینوں کی بہت کم ہے۔ مگر کوئی بھی سوویت معذور یا خواہ اس کو جیرونی سمیں سے امداد بھی ملتی ہو، دعوت ملنے پر بھی جیرونی ملک نہیں جاسکتا۔

سوویت یونین میں غیر اشتراکی اخبارات، محنت نہیں کیے جاسکتے، حتیٰ کہ اشتراکی رسائل کے سارے

شور سے بھی یک سو خود شریک نہیں جاسکتے ماحیاتی امر کی تہذیب سے بھی تم سب سے ہیں۔ یہ بہت کم ذکاوت پرستیاب ہوتے ہیں اور جوں ہی آتے ہیں ڈک ٹریڈ سے اور عام قسم کے کانڈرات میں چھپ کر کھائے جاتے ہیں۔

اگر کوئی شخص مسیحت یونین سے ہجرت کرنا چاہے تو اس کے پاس اپنے قریبی عزیز کا دعوت نامہ ہونا چاہیے۔ سب سے پہلے تو اس کے لیے یہاں قابل عمل مسئلہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر چین، کد (مشرقی) اندین مغربی جرمنی جانا چاہتے ہیں، جب کہ سفر کرنے والے جنہوں کے لیے پانچ ہزار فی سال کا ٹکٹ ضروری کر دیا گیا ہے۔ یعنی ان افراد کو سرٹیفکیٹ کی منسوخت ہندی کرنی پڑے گی۔ یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ وہ شخصوں ان قانونوں کے لیے جن کے تحت باخیر سیاحت موقوف میں رہتے ہیں، اپنے اعزاد سے ملنا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ "کے ویکس" کریکس، کس سے منسلک ہیں؟ "کے ممداتی ہے چارے ڈک آمرانہ طرز کے ایجاب الفیہ کے بعد ویکس پر رہتے ہیں جس کی کوئی حد نہیں۔

مشرقی آزادی، اپنی پسند کے عدالتوں میں زندگی گزارنے کی آزادی، رکھوں [kakhoz] اجتماعی دینی دعووں میں کام کرتے والے [افراد کے حقوق و ذمہ داریوں کے لیے جاتے ہیں] ای طرح بڑے کریموں کی ۲۲ روکوں کی جتنی ہیں ان کی فطرتاً طریقے سے کریموں سے ملک پر کر دیا گیا تھا، اپنے وطن واپس جانے کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ منسلک ملاح ایک بار چھ ممبروں کی آزادی کی تصدیق کرتا ہے جس میں اس ملاح کی شکوں کی سفارشات کو حقیقت میں بدلتے کے لیے ان پر عمل درآمد کے لیے ایک بے رحم اور ان تھک جہد کر رہی ہوگی۔ اپنے عقیدوں کے باعث، مسیحت یونین میں عداوتی اور خیر عداوتی اور اس کے ہاتھوں رکھوں فراہم کر دیا گیا ہوتا ہے۔ ان سے بھی ایسا ہی ہوگا کہ جو اسے جو اپنے بھی کو مذہبی ماحول میں پانا چاہتے ہیں، اس ادب کی تعلیم دینا چاہتے ہیں جو عام قوانین کے اعتبار سے قابل قبول ہیں، وہ جو ملک چھوڑنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے انھیں فیل کاٹنا نہ بننے والوں کا دفاع کیا جو اپنے یا مقدمات کا سامنا کرنے والوں کے حالات کی ملامت یا ترمیم کی ہیں ان کے قیدی بننے کے حالات کی ملامت کی فرامی میں معاونت کی ہیں خدائی سطح پر، ان لوگوں کی مخلوق محل نظر ہے۔

ذرا تصور کیجیے کہ اس وقت بھی، جب ہم ایک ہال میں جشن کے لیے جمع ہیں، ٹیمبر کے رکھوں قیدی، سال بھر کی محنت کے باعث نڈر کی (قیدیوں کو دامن اور دامن بھیجے یا پابندی کے باعث) پندین کی اور دامن اور دامن کی کئی اور استقامت سے زیادہ محنت کا شکار ہو رہے ہیں وہ کامپ رہے ہیں ہر دلی سے، کلین سے اور اندر سے قیدیوں کی مکان کی وجہ سے، جہاں وہ انسانی وقار کے لیے در Indocination mach he کے غورف اپنے عقیدے کے لیے، بلکہ ادراک کی مکمل تہی کے لیے، ابھی نہ ختم ہونے والی جدوجہد کرنے پر مجبور ہیں۔ مشقتی کمپ کے نظام کے خصوصی خدوخال امتیاز سے چھپا دیے گئے ہیں۔ منجلی بھر دامن کے تمام ڈک ختم ہو گئے ہیں، اس لیے کران کے الزامات کی صداقت کے یقین ثبوت فٹ کرنے



کی خاطر یہ دسے ایک طرف کر دیے گئے ہیں۔ انسانی رفتار کے تصور کا تقاضا ہے کہ تمام قیدی آزاد کر دیے، اس سے قطعاً نظر کر دیا جائے، اس نکتہ میں فوراً تبدیلی کی جائے۔ مگر معصوم افراد کے حقوق کا کیا ہوگا؟ سب سے خراب تو وہ جہنم ہے جو Dnieperopetrovsk, Sytshevsk, Blagoveshensk, Kazan, Chernakovsk, Onol, Leningrad, Tashkent, کی فصیحی نفسیاتی مشق خانوں میں دیکھ

-۲۶-

آج میرے پاس، تخلیقیت کی سر میں تھیلیات بیان کروں، خصوصاً لوگوں کے مقصدوں کی وراثت کے مقبوضہ کی حالت مہجوت ہے، وہ بکا ایک عہد موجود ہے: کیا میں آپ کو متوجہ کر سکتا ہوں، نوجوانوں کے Chronical Press کی مہجوتات کی طرف، جو Soviet Samizdat نام کے قیدی کے قول شائع کرنے کے لئے تیار ہیں، جو ان کی قومیت کو تازہ ترین اطلاعات پر مبنی ہے شائع کرتے ہیں۔ میں اس مقام پر کچھ عجیب فرادہ کے ساتھ چاہوں گا، میں جنہیں جانتا ہوں۔ جیسا کہ آپ کو ملے گا، میں ان میں سے کہیں کہیں سب، تمہارے کے دور میرے ملک کے قیدیوں میں عجیب تمام سیاق و سباق میں قیدیوں کو دیکھیں جو میرے ساتھ اس نوع کے عزیزوں میں شریک ہیں۔ کچھ عام، میں نے اس سے وقف ہوں، لیکن جاری ہیں!

Plyush, Bukatsky, Shumun, Moroz, Noma Semenov, Nod-hda Stetishnaya, Stefanu  
Shabstava, Ilya Klymet-Stana, Ilya Senik, Nijala Sadunaka, Anja Kurupetun, Oshpor, Kionid  
Lukunsky, Shumuk, Ury, Rumachek, Khazdor, Supenoy, Paulata, Smutir, Karusensky,  
Vulery, Nart-henko, Shushench, Pasterkov, Chemoglar, Abutkin, Suden-sky, Makhener,  
Svetichny, Satunov, Fiade, Shukras, Hertoz, Anu-hes, No-Chun, Burnun, Lukuhenko,  
Oguksov, Sergeyenko, Antaniuk, Lopynas, Ruban, Pleshchuk, Korgat, Belay, Igumen,  
Soldatov, Nizhik, Klerend, Jushkavich, Zadorov, Tannagan, Shuchverdjun, Zugtokun, Arkun,  
Kumachan, Ashukun, Miruskov, Sava, Sverduk, Chudylko, Ulasenko, Romanuk, Varaisov,  
Gel, Pronjuk, Gludko, Makhensky, Geras, Prishlak, Sapeliak, Kalmet, Supel, Udoman,  
Demidov, Benitchuk, Shostkov, Gorkodov, Berchov, Tutik, Zhukovskiy, Bolunkin, Linarov,  
Petrov, Chykalin, Gondecky, Chymozol, Balukonov, Bandur, Kabanchenko, Kalamm, Piuspa,  
Jugelis, Fedazeyer, Oshchik, Budunuk-Shangun, Nakorenko, Nafan, Shost, Lazar Lukunsky,  
Feldman, Rottun, Shkolnik, Murzhenko, Fedorov, Dymchik, Kuznetov, Mendeleich, Abram,  
Pashan, Knoch, Vuk Zalmanson, Izvul Zalmanson

اور بے شمار افراد ان میں دو بھی شامل ہیں جو یمن پر روسیائی،  
اور Zmenok۔

مصطفیٰ زکریا یوسف، Kovalyev اور Tverdochlebov کے مقدمات کے فیصلے ملتے جلتے والے تھے۔ میں جن قیدیوں سے واقف ہوں ان سب کے سامنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ اور بہت سے بھی ہیں، میں جنہیں نہیں جانتا جن کے بارے میں مجھے کھلم کھلا معلومات فراہم نہیں ہیں۔ مگر میں جو سچے کہنے چاہ رہا ہوں ان میں تمام نام مضمر ہیں، اور میں ان تمام سے مقدمات کا خطاب کر رہا ہوں میں جن سے نام نہیں لے سکا ہوں۔ بیان کی گئی تمام، جو یہاں مذکور ہو رہے ہیں، ان کے ساتھ ساتھ دوسرے اور انسانی وقار کے

لیے برصغیر کی جدوجہد کا نمائندہ ہے۔

اذیت یافتہ قومیں کے مسئلے کا حل بین الاقوامی معاہدوں کی بنیاد پر آزادی ہونا چاہیے؛ تمام سیاسی قیدیوں کی، غمخیز کے تمام محبوب قیدیوں کی، حکومت خاتونوں میں بند ورنسیتی کشیوں کے اثر و رسوخ، غریبوں کو تو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے منظور شدہ قرارداد کی بنیاد پر۔ یہ تجویز کسی ملک کے مردمی معاملات میں مداخلت نہیں مانی۔ اس لیے کراچی کی بنیاد پر اس کا حلقہ ہوگا۔ سمیت زمین پر، انڈونیشیا پر، بھارت پر، جمہوریہ جنوبی افریقا پر، آئین پر، بے لٹل و سرحد ملک پر۔ یہیں کراچی کے حقوق کے اقوام متحدہ کے اعلیٰ انسانی حقوق میں انسانی حقوق کے تحفظ کا بیان کیا گیا ہے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خالصتاً کسی ملک کا اپنا اندرونی معاملہ ہے۔ اس پر مل کو حاصل کرنے کے لیے جو کچھ بھی کیا جائے، تم نہیں ہوگا، خواہ اس کا راستہ کتنا ہی طویل کیوں نہ محسوس ہو۔ اقوام متحدہ کے حوالے سے جسے میں غور ہو گیا کہ یہ راستہ طویل ہوگا، جب یہ امت ہائے متحدہ نے اس کو اپنی بنیاد کے لیے ہی کی، یہاں معافی کی ایک تجویز پیش کی تھی، ان کو شک کے بعد جو بغیر کسی وجہ کے کچھ ملکوں کی طرف سے USA کی خیال کے مطابق، ذرا نیچے کی میعاد کو دیکھ جانے کے لیے کی گئی تھی جو معافی کے تصور کو پار کرے گا۔ جو کچھ ہوا مجھے اس پر افسوس ہے۔ کسی مسئلے کو یوں ہی نظروں سے جو تھیل نہیں کیا جا سکتا۔ میں پوری طرح قائل ہوں، بھارت اس کے کہ ہزاروں معصوم افراد کو حوالت میں بند رکھ کر ان پر تشدد کیا جائے، چند دنوں کو آواز دہرائی کی بیقر ہوگا خواہ وہ کسی خطا کے مجرم ہی کیوں نہ ہوں۔

اس قسم کے حل کو نظر انداز کیے بغیر کسی ایک ملک ڈرنا چاہیے بڑے ہونے والی ماحولیات کے لیے اور انسانی حقوق کی پیمانے کے لیے۔ ہمارے مستقبل کے بڑے مسئلے کا انحصار ہی ہے۔

میں اس بات کا قائل ہوں کراچی کے حقوق کی حفاظت کی جدوجہد کے لیے، جس میں سب سے پہلے مختلف ملک کی حکومتوں کے مشورے کے تحت کاروبار اور کسٹما چاہیے، ان حکومتوں کی کمال تہی و ان پر علامت کیے بغیر۔ ہمیں انقلاب نہیں، عدالت کی ضرورت ہے۔ ہمیں ایک چوک دار محکمہ کرنی، ممبر کرنے والی میونسپلٹی کی ضرورت ہے جو پیچیدہ امور پر اور آزمائشی امور پر تمام ملکی سطح کے تجربات کا غیر آمرانہ استعمال کر سکے۔ رہنما کے کہتے ہیں، مذہمت کے کہتے ہیں، اسم اعظم کی فکر نہیں کرتے، بلکہ رضا و رغبت کے ساتھ ایک دوستانہ معاشرہ، ایک بہتر ملکی نظام بنانا چاہتے ہیں۔

ہزاروں سال پہلے انسانی قوانین کو بقا کی جدوجہد میں بہت محرومیاں ملی تھیں۔ اس جدوجہد میں کئی ایک انجمن سے معاہدہ کیا اور نہ تھا، ہر گھنگ انداز میں سوچنے کی ضرورت حاصل کرنا، قیصر کی وٹیرین ہونی دانش اور تجربے کی خدمت کرنا اور ایسے مسئلے تیار کرنا تھا جو دوسرے قیصروں سے تعاون نہ جاسکتا تھا۔ آج پوری انسانیت کی کسی قسم کی آزمائش کا سامنا ہے۔ راتہ رات میں بہت سی تہذیبوں کا وجود زبردستی ہے، ان میں ہماری تہذیب سے زیادہ مشکل مند و زیادہ "کامیاب" تہذیبیں بھی ہو سکتی ہیں۔ میں اس کا کافی سفر طے کا

## شاہنشاہی ملک براہیڈ

### ایسا کو ساتو

### اعلان تجلیل

جلالت تاب، دودمان شاہی، عزت تاب، مختار، حضرات!

اپنی آخری وصیت سمیٹنے سے چند ہی قبل انگریز نوٹس نے برٹھا فون سمیٹ لیا (Bertha von Sumer) کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ اس کے اعلانات ہانے والے کارخانے، مین کے جسموں کے مقابلے میں نہیں زیادہ تھے کی سے، جسوں کو کسی حد تک ختم کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔  
 "جس دن دن فوجیں ایک سینڈ میں ایک پیڑ سے ختم کر سکیں گی، اس دن امید ہوگی کہ تمام مہذب  
 قومیں اپنی فوجوں کو جنگ کرنے سے باز رکھیں گی۔" 1890 کے عشرے میں انگریز نوٹس  
 نے اس نوعیت کا تصور پیش کیا تھا۔

جولائی 1945 میں پہلے جوہری بم کے عمل تجربے کے بعد، سائنس دانوں کو یقین ہو گیا تھا کہ دنیا کو بم  
 قسم کو جنگ کے "کان کو ختم کرنے کے ایک نئے حربے کا سامنا ہے۔ اس قسم کے ہتھیار سے لیس انسانیت  
 ایک چیز پر تکیہ کر رہی تھی، اس چیز کو پورا کرنا تو جانتے ہی نہ تھے کہ اسے استعمال کرنے والے دنوں کا مقدمہ چلے گا۔  
 امن کا متبادل کس نصیحت ہو گیا تھا۔ بے پناہ دہشت کے درمیان، جس نے جوہری سائنس دانوں کو مجبور  
 کر دیا تھا کہ وہ دنیا کو ہوش میں آنے کی ترغیب دیں، ایک امید پیدا ہوئی تھی کہ سب پر پابندی ہوگی "رامن  
 کو ایک موقع ملے گا۔

چار ماہ پہلے ہی دنیا میں جہاں اندرونی، تاریخی بھرتی ہو رہی تھی اس کے مین کو مشرقی اور مغربی کے درمیان  
 ایک خوفناک توازن کا حلیہ کرنا پڑا تھا۔

تباہی کے دہانے پہ ہوتے ہوئے بھی چشموں کو ختم نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہی پرانا محاذ اٹھایا گیا تھا، ایسے دور میں جس کو بھی سمنے بھی سے مابعد جنگ کا نام دے دیا ہے۔ مندرجہ بالا نہ پاؤں جا رہی تھیں، چاہیہا میں وہ ان پڑنی تھیں، دماغوں میں اندھیرا تھا اور دنیا کے ہر کونے میں خوف جوش مار رہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ ہم رفتہ رفتہ جنگ اور نا اتفاقی کو وجود سے واقف ہو گئے ہوں؛ ہو سکتا ہے کہ ہماری اپنی سرحدوں پہ کیے جانے والے میوں کے بارے میں ہمیں رفتہ رفتہ اپنی ذمہ داری کا بھی احساس ہو گیا ہو۔ اس کا نتیجہ اُٹھانے میں ایک قسم کا اطمینان محسوس ہوتا ہے، مگر اپنی تمام کوششوں کے باوجود ہم ان وجود کو دور کرنے میں کوئی قابل تعریف پیش رفت نہیں کر سکے۔

ات کے جیسے دن، نوٹس میں انعام کے لیے جانے کے ساتھ ساتھ کچھ قسم کی تمدنی ترقیات کے کچھ فائدہ مند پہلوؤں کے بیان کرنے کا جو زہید ہو گیا ہے۔ تاہم یہ سوں میں دیانت کے فروغ کے خیال سے ہمارے پہلو دور طرفہ نہ سمات شروع کیے گئے تھے۔ ہم یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جس میں نہ کی حد تک گفت و شنید و مقابلہ اور نہ حدی سے بدلہ دیا گیا ہے۔ ہر ایک چند برس قبل اس قسم کی محاذ بندیوں کی ہم جن کے نقوش دیکھ سکتے تھے، نا غنائی و نا یقینی گردنا جاتا تھا۔ اب تو پوری دنیا خیالات و تصورات کے تہا ولے سے توقعات اور امیدیں لگائے بھیجی ہے۔

اس حقیقت میں کہ پوری دنیا اب متحدہ اور اختیار کے غدا استعمال کو مستعد رہتی ہے، مجھے بامید کر نہیں نظر آنے لگی کہ ہم عالمی سطح پر رائے کی حقیقی برابری کو دیکھ سکیں۔ اب تو جنگ سے پیدا ہونے والی ممانعت بکھنے سے گریزا نہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ اکثر ان برس کے آگے آگے دونوں نظرات ہیں جنہیں جنگ کا کوئی ذاتی تجربہ نہیں ملتا، بلکہ آپ اس کو امن پر پچھے یقین کا نام دے سکتے ہیں۔ میں رائے کی جس فضا کے بارے میں بات کر رہا ہوں وہ صرف جنگ سے نرالی تک محدود نہیں۔ بڑے پیمانے پر سماجی و سیاسی اور اقتصادی نظم کی طرف توجہ دینی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ درمیان میں ہے، انصاف کے غدا فائدہ و جہد امن کی عکاسی میں پوشیدہ ہے۔

دوروں کے ساتھ انصاف، ہم میں سے ہر ایک پر صدر اور ہوتا ہے۔ انسانی حقوق کی جدوجہد میں ہمارے عہد کے سب سے بڑے مشکل پہلوں میں از سب سے بڑا (Alexander Solzhenitsyn) کا کہنا ہے کہ ہمارے عقیدہ ہوا چاہیے کہ ہم اپنی نوٹ سناتے ہیں سے اس خیال کی کو نکال دیں کہ کسی کو بھی انصاف کے خلاف، قانون کے خلاف اور ہر ایک معاہدوں کے خلاف، طاقت کے استعمال کا اختیار ہے۔ کسی بھی زمانے میں، دنیا بھر کے وسیع حصوں میں یہ خیال نہ اتنا کچھ گویا ہے اور نہ قبول کیا گیا ہے جتنا کہ ہمارے دور میں ہو رہا ہے۔ یہ اس دنیا کے لیے، جو خوفناک شکامات سے پر ہے، ایک اچھی علامت ہے۔

نہ کوئی سیاسی مدد، نہ کوئی حکومت اس حالت میں ہوگی کہ وہ اس کے بارے میں مجموعی رائے کا پس کیے بغیر قدم اٹھ سکے۔

مارہ کے کی پاریمات Spring کی نوٹس کھینچا ہے یہ راس ڈسے دار کی جائے کی گئی ہے۔ وہ ان افراد یا اداروں کا انتخاب کرے جو اس بات کا انعام پانے کے لیے معذوں ہوں۔

اس کی مشکلیں کی سے توقع کی جاسکتی ہے کہ کھینچ کے فیصے پر بحث نہیں ہوں۔ جب شرائط کی پہلا انعام دیا گیا تھا، اس وقت سے یہ سچا سچا آرہا ہے۔ یہ میراثیت سمجھا ہے کہ اس کے تصور کی حد بندی کتنی مشکلیں ہے۔ اس قسم کے ترشہ موقع پر نوٹس کھینچنے نے انعام کے لیے ان لوگوں کا انتخاب کیا ہے جن کے لیے جن کی خوشنویسی بہت سارے مختلف میدانوں پر محیط رہی ہیں۔ انھوں نے اس میں کانفرنس کی میز پر معاملہ کرنے والے مدبرین، سماجی حقوق کا دفاع کرنے والے ہیں، روائی قانون کے حامی ہیں، باغی، نعرہ سنانے والے کے ماہرین، معاہدہ شامیہ پرست (pragmatists) و محبوب دیکھنے والوں کی مثال کی ہے۔

اس موقع پر جنوں انعام پانے والے ان میں سے کسی سے تو جنھوں نے ماضی میں کوئی انعام پانے کو پہچاننا کی ہے۔ دراصل ایسا کیس تو بے شک کی جنھوں نے ان کا انعام دیا جا رہا ہے۔ وہ آج ہمارے سامنے اس ملک کے نمائندے کی حیثیت میں موجود ہیں جسے جو بڑی جنگ کی ناقابل بیون دہشت کا تجربہ ہو تھا۔ اس خوفناک تجربے نے جو پانی قوم پرستوں کو چھوڑ کے تھا، مگر بقیہ ہم سب لوگوں کے لیے بھی بدشیرا لومہ کا راس کی جیسے نام ایسے واقعات کی علامت ہیں۔ مستقبل میں ہمیں جن کی مزاحمت کی پیش کش کرنی ہوگی۔

مثلاً مکہ پر ایذا اس ملک کے باشندے ہیں جو ہر سو سے تھک چکے ہیں۔ انھیں تھکا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ان کے تجربے نے انھیں مختلف قسم کی خوشنویسی کے ذریعے بین الاقوامی تعاون کے فروغ میں بھیج دیا ہے۔ انعام پانے والے جنوں حضرات مختلف نوعیت کے کارکن کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مشکل فنی سیاست اور معاملہ بندی کی مدد سے انھوں نے اپنے آدرش کے فروغ کی کئی پیش کش کی ہے۔ جو ہر طرف انھوں نے حاصل کر لیے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہمارے سے حاصل کرنے کی ضرورت پہنچا رہے ہیں، اس لیے کہ امن اور انصاف، دنیا کو جن کی شدت سے غارت گری ہے، مستحق خطرے میں ہیں۔

ایسا کہ سات نومبر ۱۹۶۴ سے جون ۱۹۷۲ تقریباً آٹھ برس تک جاپان کے وزیر اعظم رہے تھے۔ یہ عرصہ ان کے مشرعوں کے مقابلے میں زیادہ طویل تھا۔ تمام جمہوریوں میں حکومت کے سربو کی حیثیت مختلف زبانوں سے بنائے پر رہتی ہے، اور ساتھ ہی شدید کھینچ کھینچ کا نشانہ بنے تھے۔ وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہوتے ہی ساتھ نے ان کی کیا تھاکہ وہ جاپان کے لیے چین۔ قومی سیاست میں ایک نئی اکتھادی وقت کی حیثیت سے رومٹ حاصل کرنے کو پیش کریں جو ملک کے رتبے کے ہم پند ہوگا۔ دوسرے ملکوں کے مبصرین کو ان پر نظریں جمائے رکھتی تھیں، کہ وہ اپنے پرانے ماضی کی طرف تھیں کرتے ہیں۔ یہ جاپان اپنی پرانے دریا راجہ پر بھی میں قوم پرست قوت کی طرف واہیں چڑ جائے گا کہ بہت سے لوگوں کو یہ خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ شاید اقتصادی قوت کے نتیجے میں بدستور ہوئی خود اعتمادی قومی وقار کا پس اور اندرون پالیسی جاپان پر حاوی ہوئی تھی، جیسا کہ دوسری طاقتوں کے ساتھ ہوا ہے۔

یہ جلد ہی واضح ہو گیا تھا کہ جاپان ایسی خارجہ پالیسی کی پیروی کرے گا جس کا مقصد دوسرے ممالک سے یہی کافرہ بنے ہوگا۔

جنگ کے بعد، بہت سے ممالک کی دوستی میں ایک جارج ڈیٹری جاپان کے خوشی زلمہ دتھے۔ وہ ممالک جنہیں جاپانی قبضے کے تجربات تھے، کم بدعنوانی کا شکار نہیں تھے، مگر یہی تو تھت کے ساتھ ہی اس تشکی کے عمل کو دیکھ رہی تھی جاپان نے جس کی ابتدا کی تھی۔

جاپان کی خارجہ پالیسی اور تحفظ کی پالیسی ان ذمے داریوں سے عبارت تھی جو دوسری عالمی جنگ کے بعد اس پر قبضہ کی گئی تھی۔ 1947 میں جاپان نے جو آئین اختیار کیا تھا اس میں سہولت سے بیٹن کیا گیا تھا کہ جاپانی قوم ان حقوق سے بہت زیادہ کمزور کی گئی ہے جو پہلے آزاد قوم کی حیثیت سے ضروری طور پر جاتے تھے۔ دوسرے ممالک سے تجارت پرکھانے میں جنگ اور طاقت کے استعمال کی دہلیوں سے بہت زیادہ کمزور کیا گیا ہے۔ یہ ایک ملک کے آئین کی ایک بے مثال شق تھی۔ یہ اصول امریکی قبضے کے ایسا ہی اقتدار کی جانب سے مقرر کیا گیا تھا جو یہی حیثیت کا نتیجہ تھا۔ جاپان میں 1945 میں دہلیوں کو مکمل طور پر سہولت، جس کے نتیجے میں محامی برحق اور منہاں نہ رہیں، کا اثر ہو گیا تھا۔

حکومت کے سربراہ کی حیثیت میں ساتو نے یہاں یہ دیکھا کہ جنگ کے خلاف شق کی بنیاد پر مکمل پالیسی کی بنیاد ہوئی چاہیے۔ جس تک جو بری تنظیموں کا سوچا ہے، انہوں نے تین اصولوں پر زور دیا جن پر ان کی حکومت خود کا استوار کرے گی۔

”نہ کبھی اس قسم کے تنظیمیں تیار کریں گے نہ کبھی ان کو نہیں گھارتیں کبھی جاپان میں ان کو متعلقہ نہ کریں گے“ جاپانی محامی نے ساتو کی بنائی امن کی پالیسی سے پورا تعاون کیا ہے، اور اس امکان کے خلاف بھی شدید رد عمل ظاہر کیا ہے۔ ریکارڈ بھی کسی اور سمت کا رخ موڑ دیا جائے گا۔ شریویشتر کہا جا رہا ہے کہ جاپانی محامی کو جو بری تنظیمیں سے ہٹائی ہو گئی ہے اس قسم کی چیز کا پورا معاہدہ منہاں کی بنیاد ہے، دوسرے ممالک کو بھی اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

وزیراعظم کی حیثیت میں جب بھی ساتو نے اس بات پر زور دیا ہے کہ جاپان اپنے خلاف صرف پرامن طریقوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، تو انہوں نے جینی حور پر بھی مائے ظاہر کی ہے جسے محامی کی اہمیت کا تعاون حاصل تھا۔

وزیراعظم بننے کے فوراً بعد ہی انہوں نے جنوبی کوریا سے تعلقات بہتر بنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ دونوں ممالک کے درمیان ایک دوستانہ معاہدے پر دستخط ہوئے اور 1965 کے خزاں کے موسم میں اس کی توثیق ہو گئی۔ فوراً ہی دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات بھی قائم ہو گئے تھے۔

یہ معاہدہ بحران کاٹل کے خاتمے کے لیے ممالک اور جاپان کے درمیان تعلقات کی بہتری کے راستہ منسوب ہے کا پیش خیمہ ثابت ہوا تھا۔ 1957 کے خزاں میں ساتو ایک طویل سفر پر نکلے، جس کے دوران انہوں

نے بہت سے ملکوں کا دور کیا تھا، جن میں برما، تھائی لینڈ، لاؤس، اندونیشیا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، فیجی، اور جنوبی ایشیا نام شامل تھے۔ ان کے اس سفر کے مقاصد میں دوستانہ تعلقات کی مضبوطی، تجارت کی ترغیب، سیاسی تعاون کا فروغ اور زیادہ فعال تہذیبی تبادلوں کی شروعات شامل تھیں۔ پڑے پیمانے پر اس سے تعلق کیا جاتا ہے کہ چین، قومی سطح پر ثقافتی رشتے کے فروغ میں تجارتی تعلقات سب سے زیادہ اثر پذیر ہوتے ہیں۔ اسی میدان میں ایک بدتر شروعات ہو جائے، اور باہمی منافع کی دریافت ہو جائے، تو دوسرے ممالک میں بھی تعلقات کے بنانے کی راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ سر ہم سب جانتے ہیں، حالیہ برسوں میں مشرق مغرب تعلقات میں بھی یہی طریقہ معاون ہوا ہے جانشین میں، ساتویں عرب ممالک میں جاپان نے تجارتی تعلقات بنائے، ترقی پذیر ممالک کی امداد بنانے اور بعد تعلق تعاون کو نئے پیمانے پر بنانے کی سمت اپنی توجہ دینے میں پیش قدمی کی ہے۔ بدامین جاپان کی جنوب مشرقی ایشیا میں وزیروں کی ایک کانفرنس کے قیام کا ذمہ دار تھا جس میں اقتصادی ترقی کے ساتھ ساتھ تبادلوں کے لیے ایک بین الاقوامی ترقیاتی بینک کا قیام بھی عمل میں آیا تھا۔ جاپان غریب ممالک کی بنیاد پر اس علاقے میں امن کی فروغ کے سلسلے میں اس پر خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، اس بینک کا ایک بنیادی مقصد ہے کہ اس کے اپنے خیال کے مطابق اس سلسلے کا سب سے اہم عنصر یہ تھا کہ اس طرح علاقے کے ممالک بہتر طور پر مادی اور تہذیبی وسائل کے استعمال کے قابل ہو سکیں گے۔

ابتدائی سے جاپان کی دوستانہ پالیسی کو ایک بنیادی مشکل کا سامنا ہوا تھا، چینی مبادوں کے ذریعے جاپان کے امریکا سے قریبی تعلقات استوار تھے جن پر، بد خصوصیت امت ممالک جنگ کے دوران، کچھ ممالک کی طرف سے تنقید کی گئی تھی۔ نہ صرف یہ کہ جاپان نے امت میں کسی قسم کی فوجی شراکت داری نہیں کی تھی، بلکہ کوریا تو نے تو شریکے جنگ کو ترغیب بھی دی تھی کہ وہ بغیر کوئی شرط عام کیے ایک دوسرے کے قریب آئیں تاکہ جنگ بندی ہو سکے۔ نہایت ہی جلد ہی 1965 میں جاپان کی قومی اسمبلی میں اپنی تقریر کے دوران کہا گیا تھا کہ جنگ کبھی سیاسی مسائل حل نہیں کر سکے گی۔ 1966 کے موسم بہار میں جاپان کی حکومت نے مین کے سکائٹ کی حدوں کو پوشش بھی کر دیا۔ پوشش کا کام ہوتا تھا۔

حکومت کے مزید وہی حیثیت سے راتوں راتیں پہنچ گئے، اس کی اپنی تھی کہ وہ متاثرہ ممالک میں ایک توازن قائم رکھیں۔ امریکا سے معاہدے پہ عمل کرتے ہوئے، انھوں نے زیادہ آزادی کا مطالبہ بھی کیا تھا۔ جاپانی عوام کے نزدیک بد خصوصیت یہ زیادہ سمجھا کہ ان چیزوں کی دانسی کے لیے امریکا سے معاہدے کیے جائیں، بیرونی عالمی جنگ کے بعد سے امریکا جن پہ تعلق تھا۔ پانچ برس کی ان تھک پوششوں کے بعد ساتویں معاہدے میں بھی کامیاب ہو گئے جس کے ذریعے جاپان کو آئینہ اور آگ کا ساوا ماحول امر پہ فرما رہا تھا کہ حق دے دیا گیا تھا۔ ان کی اس کامیابی نے بیرون ملکوں کے ممالک کے تعلقات میں موجود ایک اہم پر موزوں کا زلف کیا تھا۔ پورے علاقے میں پائیداری کو مستحکم کرنے میں بھی ہادی اس کامیابی

کے ذریعے جاپانی محاذ بھی تھاں ہو گئے کہ ان کے خارجہ سیاسی مقاصد بھی خرابت کے ذریعے حاصل کیے جا سکے جسے جارحانہ حرکات اور جنگوں سے نہیں۔

جاپان کے لیے فی الحال غور یہ بات اہم تھی کہ معاہدے میں یہ تعین فرما دیا گیا کہ وہ اپنا دفاع امریکی آٹوں پر جوہری ہتھیار نہیں رکھے جائیگا۔ 1951 میں ہونے والے اس معاہدے کو صحیح سمت میں ایک قدم کے نام سے پکارا جا سکتا ہے جس نے قومی سلامتی کی جاپانی خواہش کو پورا کیا تھا۔ سلامتی کے معاہدے اور نسلی امن کے معاہدے کے قیام نے طے کر دیا تھا کہ جاپان کو اپنے دفاع کا اختیار ہوگا اور اسے اقوام متحدہ کے فرمان کے مطابق اجتماعی سلامتی کے معاہدے میں شرکت کا حق ہوگا۔ یہ دو بنیادیں جس پر جاپان کا دفاعی تحفظ قائم ہو گیا ہے اس وقت کا محصورہ اور آریو جاتا ہے کہ بعد کے برسوں میں جاپان نے اس سسٹم میں فی الحال مضبوطی کا مظاہرہ کیا ہے۔ کسی بدنامی حالت نے یہاں درجے کو مینوئی کا مظاہرہ نہیں کیا ہے نہ مسلح، بہت سارے چھوٹے ٹرک جی فوجی حالت رکھتے ہیں جو جاپان سے کہیں زیادہ بڑی ہے۔ جاپان کا ایک بھی سیاست دان تنہا اس ریٹ کے خلاف در نہیں۔ کسی بھی قسم کے فوجی اجراء کے خلاف جاپانی محاذ کا رد عمل اتنا شدید ہے کہ کوئی اور پالیسی بھی بھروسہ نہیں ہوتی۔

ساتھ کے دیگر حکومت میں مساویہ قوانین سے تعلق میں بھی قابل ذکر مثبت تبدیلی دیکھی گئی تھی۔ روسوں کے ساتھ فوجی معاہدے نہیں بنائے گئے کہ جہازوں میں اٹل لاپے کوئی دعوئی کسی جاپانی حکومت کو قبول نہیں ہو سکتی۔ مگر اس تو کے وہ راقم در میں، دونوں ممالک کے درمیان کے تعلقات کے بعد خارجہ پالیسی اور حکومت میں کم تعاون نہیں ہوا تھا۔

موجودی جمہوریہ چین اور جاپان کے درمیان سفارتی تعلقات قائم نہیں ہوئے تھے۔ بہت سے ممالک کی طرف سے جاپانی حکومت نے ایسی پالیسی اختیار کی تھی جس کی مدد سے فارموسا کی حکومت تسلیم کر لی گئی تھی۔ اس کے باوجود نوکریہ اور بیکنگ کے درمیان ربط کے بہت سے عملی نقطے قائم کر دیے گئے تھے۔ ہنگامہ کانفرنس کے سلسلے میں پہلے 1965 میں وزیر اعظم سونو کے فیصلے پر وزیر اعظم چوین۔ فی سے گفتگو ہوئی تھی جس میں موجودی جمہوریہ سے قریبی تعلقات کی جاپانی خواہش کا اظہار کیا گیا تھا۔ سیاسی رکاوٹوں کے باوجود دونوں ممالک کے درمیان تجارت میں اضافہ ہوتا رہا اور دیگر ممالک نے دیکھا کہ جاپانی ممالک کیوں کہ تہذیبی اتحاد کے دوران کام کرنے کی اجازت دی گئی تھی، جب کہ وہ بڑے ممالک کے ممالک کی جمہوریہ چھوڑنے والے نہ ہو کر کر دیے گئے تھے۔ کئی موقعوں پر سونو نے بیکنگ کے درمیان کو کھلے رکھنے کی ضرورت پر بات کی تھی۔ ہنگامہ جب تک جاپان نے فارموسا کی حکومت کو تسلیم کرنے کی پالیسی جاری رکھی چین کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کرنا ناممکن تھا۔ پھر بھی، چین اور قومی فضا کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ وقت دونوں ریاستوں کے درمیان تعلقات میں رجحان کا احساس قائم رہے۔

ایشیائے جنوبی کے بہت سے تنازعات میں، بالخصوص ہندوستان اور پاکستان اور ملائیشیہ کے درمیان





کی محبت افزائی کی توجیج سمجھا جائے گا جو اس مرکز جتنی بنانے کے لیے کام کریں گے۔ اس کے عدم پھیلنے کے خطرے کو سچی ترین تعاون حاصل ہو۔

پوری دنیا میں امن سے محبت کرنے والے لوگ اس امید کی پروش کریں گے کہ جنگ کے خوف اور طاقت کے استعمال کے بغیر مستقبل میں ایٹمی قوت جاری رہے گی۔ کاش یہ امید پوری ہو کر بحرہنگامی امن کا حقیقی بحر بنے اس معاملے میں جاپان کا کردار فیصلہ کن اہمیت کا حامل ہوگا۔

اس کی دو سو سالہ انی مئی کا مئی کرنے والے آئینہ کے شاہ صبح برائینہ میں، جو 26 جنوری 1904 میں جاپان میں پیدا ہوئے تھے۔ نوبل قوت کے دنوں میں انھوں نے تمام تر خوف سے مبرا آئینہ کی آزادی کی حد و محدود کی تھی۔ یہ تجربہ کئی طریقوں سے دیر پا اثر انگیز ثابت ہوا تھا۔ کئی برس صوفی کی حیثیت سے کام کرنے کے بعد انھوں نے قانون کی تعلیم حاصل کی، اور 1937 میں وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ اس نے ان کو یوروپیہ اثر کے حقوق کے لیے زیادہ موثر طریقے سے کام کرنے کے قائل بنا دیا۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد وہ آئینہ کی قومی اسمبلی Dail Eireann میں داخل ہوئے جس کے، 1947 سے 1958 تک وہ رکن رہے۔ یہ وہی زمانہ تھا جب یورپی کاؤنسل European Convention on Human Rights کا مسودہ تیار کر رہی تھی۔ اس کام کا مقصد یہ ہے اورے کا قیام جس کے ذریعے انیوں میں جتنی بارشائی حقوق کو عالمی تحفظ دیا جائے۔ 4 نومبر 1950 کو پاپائی تاریخ میں ایک بہت بڑا دن تھا جب روم میں منعقد ہونے والے یورپی امان کے وزرائے خارجہ کے اجلاس میں اس پر دستخط کیے گئے تھے۔ مک برائینہ نے اس اجلاس کی کامیابی کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس کے بعد سے انھوں نے نہ صرف یورپ بلکہ پوری دنیا میں انسانی حقوق کے حرم پذیر بنانے کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دی ہے۔ اپنی تقریروں اور مضامین کے ذریعے وہ ملک کے اسباب اختیار و انسانی حقوق کے معجزوں پر عمل درآمد کرنے اور افراد کے حقوق کی ضمانت کے لیے اکٹارتے رہے ہیں۔

انھیں 1961 میں International Board of Amnesty International نامی ادارے کا صدر منتخب کر لیا گیا تھا۔ انھوں نے کئی برس تک، بڑے بے باک نہ ہوا اور محنت کے ساتھ اس ادارے کی سربراہی کی۔ اس دوران انھوں نے اذیت کا نشانہ بننے والے عربوں اور عورتوں کے حقوق کے لیے کئی ملکوں کے دورے بھی کیے، اذیت کے خلاف احتجاج بھی کیے اور انسانی اور عیسائی کے احساس محبت کے لیے ملکوں کو اکٹارتے بھی رہے۔ ان کے میدان عمل میں پیشہ ورانہ اور امریکا شامل تھے اس تحریک میں ان کی اپنی توانائی اور سرگرمی نے بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ انھوں نے انسانی کے خلاف جنگ میں دنیا کے نمبر کو متحرک کیا۔ اس ادارے کو ابھی درپے کاروبار حاصل ہوا اور سے وسیع پیمانے پر تسلیم بھی ہو گیا۔ سچے ان جنگ و نوبل کے ساتھ انھوں نے نئے مسائل کو نئے دیکھنے کی بات سے انھیں طریقہ واقف ہیں کہ انسانی نفس کتنے بڑے لیے بہت وقت درکار ہوگا جو اکثر فرد کی آزادی میں زبردستی اور ٹھاننا نہ ہوا محنت

کو نہ کئے کی ضمانت دینے کے قابل ہو گئے۔ مگر وہ اس امر سے بھی بخوابی، اقلیت رکھتے تھے۔ پورے دنیا میں ایسے بے شمار واقعات جو اپنے نمبر کے ہاتھوں کی تحریک میں نہ بار ادا کرنے پر خود کو مجبور پاتے تھے۔

ملک برائید نے نظریاتی اور اصولی دونوں میدانوں میں، اور علمی منظرے میں رو کر کام کیے ہیں۔ انھوں نے ایک رہنما کردار اور ایک عالم کارکن کو قلمی داریوں کو ایک دوسرے میں مدغم کر دیا ہے۔ انسانی حقوق کو مستحکم بنانے اور ان کی حفاظت کے لیے کام کرنے کے سلسلے میں انھوں نے ایک انفرادی حیثیت کا میں کر رہا ہے۔

1963 سے 1970 تک International Commission of Jurists کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت

میں بھی دو خاصے فکال رہے ہیں۔

یہ ادارہ 1952 میں مغربی یورپ میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کا ابتدائی مقصد مشرقی جرمنی اور مشرقی یورپی ممالک میں نا انصافیوں کے ارتکاب کو قلم بند کرنا تھا۔ مگر بعد میں یہ ادارہ ملک میں انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف عملی طور پر سرگرم ہو گیا۔ مختلف ممالک کے ماہرین قانون نے اس میں شمولیت اختیار کر لی۔ جس میں ماڈلے کی نمائندگی Terje Wold کر رہے تھے جو اس وقت کی عدالت عظمیٰ کے صدر تھے۔ International Commission of Jurists کی جس نے کئی گراں بہا مضامین شائع کیے ہیں، اپنی سرگرمیوں کے باعث بہت اہم کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ اسے اقوام متحدہ کے اداروں میں خاصا رتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اس کی توثیق کا اعلان اس حقیقت سے ہوا ہے کہ ماڈلے سمیت پچاس سے زیادہ ممالک اس کا از خود اقرار نام کرتے ہیں۔

شمالی ملک برائید سیکرٹری جنرل کی حیثیت میں عدسے زیادہ فکال رہے ہیں اور نہ بے پورے ہیں۔ ان کی کمیشن کی نیکیابی میں اضافے کا باعث ہوئے ہیں۔

انھوں نے میرٹ انٹرنیٹ حقوق کے تحفظ کے لیے کی جانے والی قانون سازی میں اضافے اور اس پر عمل درآمد پر بہت زور دیا ہے۔ انفرادی طور پر، ریاست کو قانونی قانون سازی، اس سے متعلق بین الاقوامی اجتماعات دونوں کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا چاہیے۔ ان کے خیال میں، اس طریقہ میں انسانی قوانین کو بنائے اور ان میں اضافے کیے جاسکتے ہیں۔ ان کے نزدیک زیادہ تحفظ کی ضمانت میں ہو گئے۔ مثلاً کے طور پر، جب مثال ملک برائید ستمبر 1967 میں دسویں منعقد ہونے والے مذاکرے میں شریک تھے تو انھوں نے مشرقی یورپی ممالک کے درمیان بنیادی آزادیوں اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے ایک کمیشن کے قیام کا خیال پیش کیا تھا۔ یورپی کاؤنسل کے ممالک کے درمیان ہونے والے کنونشن کی کے خطوط پر اس قسم کے کنونشن کا قیام ان کی تجویز تھی۔ انھیں امید تھی کہ اس قسم کے عدالتی معاہدوں کے ذریعے ہی حقوق کے ایسے تحفظ کے سلسلے میں حقیقی ترقی ہو سکتی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ UNO کے انسانی حقوق کے فرمان کو ایک نندہ حقیقت کا روپ دینے کے بارے میں بہت کام کیا جاسکتا ہے۔ ان کا نظریہ تھا کہ انسانی حقوق کی ایک عالمی عدالت قائم کی جائے جس کے پاس ان افراد کی شکایات کے ازالے کے لیے اختیارات ہوں جن کو

عالمی سطح پر قبول کیے گئے منصفانہ اصولوں کی خلاف ورزی کے ذریعے اذیت کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ ملک برائینڈ کی رائے کے مطابق کوئی بھی ریاست مکمل حاکمیت کا دعویٰ نہیں کر سکتی جس میں عالمی بنیاد پر قابل قبول انسانی حقوق کا تحفظ نہ کیا جا رہا ہو۔ اس نوعیت کے حقوق پر مبنی انسانیت کا مشترکہ اثاثہ ہوتے ہیں۔ کسی ملک کے ارباب اختیار کو بین الاقوامی حقوق کو پامال کا حق نہیں ہوتا۔ ساتھ ہی یہ بھی اہم ہے کہ کچھ کرنے کی ضرورت ہے، اگرچہ یہ برائینڈ اس موضوع پر بات چیت کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ عمل خود کار سے نڈا اور سنجیدہ محبت پر مبنی اور انسانی احکام کے لیے ایک ضلع ہوگا۔

کوئی بھی عمل جو انسانی وقار کی خلاف ورزی ہو، خود وہ کس بھی صورت میں خود انسانیت کی برسرِ بے عزتی ہے۔

امن کے لیے منظم طور پر کیے جانے والے ایسے تمام کام، جیسے International Peace Bureau میں برائینڈ کی عملی اثرات کو وسیع کرنے پر توجہ دینا اور اس کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ Peace Bureau کی تاریخ کا مسد 1892 تک جاتا ہے؛ یہ ایک سووٹ ڈارے کے عبور پر قائم کی گئی تھی، جنگ کی مخالفانہ تمام افمنوں کے لیے، جو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ لیگ آف نیشنز کی League of Nations کی بنیاد رکھتے تھے۔ برائینڈ عالمی جنگ کے بعد اس Bureau کو تیار کیا گیا تھا، مگر اس کے افراسی وقت میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی؛ چنانچہ ان کا مقصد بین الاقوامی تنازعات کے لیے عدم سکھ دہش کی تلاش میں بین الاقوامی انکار کا رونا ہوتا تھا۔

1910 میں Peace Bureau کو نوٹس امن انعام سے نوازا گیا تھا۔ جو عمرے سے ملک برائینڈ میں اور کے کی مشترکہ حیثیتوں پر قائم ہے۔

بین الاقوامی تعاون کی پہلی ذمہ داریوں سے جنگی امن کے باعث ملک برائینڈ نے بہت پہلے ہی انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے اقوام متحدہ میں ایک ہائی کمشنری کے قیام کا خیاب پیش کیا تھا۔ اس سو پ UNO کی بہت سی کمیٹیوں اور جرائل اسمبلی میں رہیں۔ بحث کی جاتی رہی ہے۔ مگر اُن ممالک میں سے ایک ہے جنہیں نے اس تجویز کو بھرپور مانجید کی ہے۔ بد قسمتی سے اس میں اور کچھ برس UNO کے مباحث سے بچتا ہے کہ اس خیال کی مقیم کے لیے ابھی ایک مابستر طے کیا ہے۔ اس دوران کا مابجاری رکھنا ہوگا، اس خیال کے ساتھ کہ اس طرف کے حاصل کرنے میں کامیابی ثابت قدمی کی بنا پر ممکن بہت سست رہتا ہوگی۔

1968 میں UNO کے انسانی حقوق کے سال کے دوران ملک برائینڈ نے بہت سے غیر معمولی کاموں کے لیے، جو انسانی حقوق کے لیے کام کر رہے تھے، ایک مشترکہ کمیٹی کے قیام کی طرف پیش قدمی کی تھی۔ انھیں خود امداد دہی کے عبور پر، اس ادارے کو چھاننے کا فرض سونپا گیا تھا، جو اپنی متفقہ کوششوں اور برسوں کے باعث اس کام کا اہل قرار پایا ہے۔ عملی طور پر معاملہ بندی کرنے والے ایک بندہ کی حیثیت میں ان کا اعتراف اور احکام کیا جاتا ہے، اور بہت سی کانفرنسیوں اور مذاکرات میں ان کی امن کی قوت دوران کے

آدمش دونوں کے ثبوت پائے گئے تھے۔

میں نے سے زیادہ دھرم سے مک برائیڈ انسانی حقوق کے حق صدقے قریب میں ایک مرکزی ادارہ ادا کر رہے ہیں۔ انھوں نے اپنی کوششیں کو کامیاب ہوتے دیکھا ہے۔ دنیا بھر میں ان کے ضروری پیغام کو جو 'Love thy Neighbour' کے یکساں پیغام کے ساتھ ہے، انسانی تعداد میں سننے والے حاصل ہے۔ انسانی حقوق کے احکام میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے، اس کے باوجود کہ ہم جو سنا چاہتے ہیں اس میں ابھی بہت کچھ باقی ہے، اور اس میں مک برائیڈ کی کوششیں کم نہیں ہیں۔

ہمک برائیڈ کو فوٹو اسٹیشن انعام کی پیشکش سے ماریڈونی پر ایمان کی فوٹو سیمینار کے کام کی حکایت کرنے والے ایک چھوٹی سی کوشش میں کر دی ہے۔ سیمینار میں بھر میں پھیلے ہوئے ہمک برائیڈ کے پے شہر دست آف سے دن ان کی خوشیوں میں شریک ہیں۔ جو دراصل انسانی حقوق کا دن ہے۔ پچھلے موقع پر بھی فوٹو سیمینار کو دو بارے کی نوکری یہ تمام دیے گئے سعادت نصیب ہوئی تھی جنہوں نے انسانی حقوق کے لیے بڑے کام کیے تھے۔ ان کا انعام پانے والوں کے اس وقت میں ہمک برائیڈ کا کام بھی اپنی جگہ بنا رہا ہے جنہوں نے انسانیت کو تعلیمات میں روشنی دکھائی ہے۔

اس وقت مک برائیڈ کو اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے نسبیات کی صورت میں ایک نئی اور مشکل ذمہ داری کا سامنا ہے۔ انھوں نے اپنے مستقبل کے کام کے بارے میں ذاتی طور پر خوش امید کی کا ٹکھا رکھا ہے۔ دنیا اقوام متحدہ میں ان کے خدمات و توقعات کے تجربے دیکھے ہیں۔

ماڈیائی فوٹو سیمینار کی صدر نشین Aase Lohaes کی نوبی

## خطبہ شال مک برائیڈ

### ضرورت بقا

عزت مآب، خواتین حضرات!

میں تقریر ایک کیفیت پر اس میں آپ کے خوب صورت ملک «ریش» میں یہ تمام حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں جس اعزاز کا میں کسی طرح بھی حق دار نہیں۔ یہی تیرا وہی طور پر، اس لیے کہ ہم ایک دنیا میں رہ رہے ہیں جہاں جنگ، امن، بے رحمی اور بے رحمی، سطر بندی انسانیت کی سوچ پر حاوی ہے، انہماک سے بھی زیادہ اس لیے کہ انسانیت تو خود بھی تباہی کا سامنا کرنے میں اپنی طاقت پر بے حدود یا خوف زدہ ہے۔

ان بنیادی تبدیلیوں کے اثرات پر ہم غور کیا تو اسے جو چھکے تیس برسوں میں، ہمارے طرف دنیا بھر میں ترقی ہو رہی ہے۔ ان طرف ماکہ سائنسی دورہ ذاتی ترقیت کے لئے جو اس نے اپنے

ہوئی ہیں انسانی سسٹم کے چارے ڈھلچے کہ بنیادی طور پر تھوڑے کر کے رکھ دیا ہے۔ حتیٰ کہ انسانی نسل کی بچاؤ بھی خطرے میں ڈال دیا ہے۔ پھر صیغے واسے اس سسٹمی اور مادی انقذب نے ہماری زندگی کے سر بنیادی پہلو کو تھوڑے کر دیا ہے۔ سائنسی ترقیت کے ساتھ ساتھ عوامی سماجی اور سیاسی ڈھانچوں میں بھی بنیادی تبدیلیاں آئی ہیں۔ ان میں نوآبادیات کے انہدام نے، وقت سے پیسے کی، اس نہایت غیر منصفانہ نسل، سماجی اور معاشی تقسیم کے تحفہ کو بھی بے پردہ کرنا شروع کر دیا جو ہمارے درمیان حائل ہو گیا تھا۔ اسی زمانے میں ایک مامونوں طریقہ تیار کیا گیا جو نوآبادیاتی اور معاشرتی سطح کے متبادل کے طور پر ایک سماجی نظام کی بنیاد بنایا گیا تھا، بھوک، اقصاف اور مساوات کی بنیاد پر تحفظ فراہمی سے آزادی کے لیے۔ ہمیں ماننا ہے کہ ان نتائج کے حصول کے لیے کئی جان فشانیوں کا لٹی لٹا ہے کہ بے کاری گئی تھی۔ بھوک اور قحط کا آسیب آج بھی دنیا پر برقرار ہے اور منہ سے پکے ہوئے موت کا دور آزار کا سبب بن رہا ہے۔

اس تیز رفترا انقذب کے درمیان انسان نے جو بری توانائی کو دریافت کیا اور اس کو تباہی کے ہتھیاروں کی جانب موڑ دیا ہے۔ ب۔ انسانیت کی تاریخ میں پہلی بار کیراوشن کی سرزندہ دھڑکن تباہی سازوں کے اختیار میں آگئی ہے۔ یہ تو توانائی دریافت ہوئی، جو بری ہمارے ذہنی و جسمی اور ماگسا کی کئی آدینیاں تھیں جس کی روشنی میں اس کے بعد سے مزید بے شمار اور جو بری ہتھیار کے خوف ماکہ کی کئی جھینٹ چڑھ چکے ہیں جو جو باقی طور پر استعمال کیے گئے تھے۔

اس ذہنی بہت سائنسی اور مادی انقذب نے ہماری سوسائٹی اور حیویات کے ہر عنصر کو عملی طور پر تھوڑے کر کے رکھ دیا ہے۔ انسانیت کی تاریخ میں اس سے قبل ایسا دور نہ تھا اور بنیادی تبدیلی کرنے والی انقذب نہیں آئی ہے۔ نہ پہلے بھی انسانیت کو اتنے ماردے اور مہیب مسائل کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ شاید اس سائنسی انقذب ہی کا نتیجہ ہے، یہ اس سے بل بھلا اتنا ہی ہے کہ عملی طور پر تمام انسانی رشتوں میں عوامی اور ذاتی اختراقات کا مکمل انہدام ہو گیا ہے۔ اس سے پیسے، جوانی اور ذاتی اختراقات بہت بچھے تو نہیں جھے مگر جھے تو کسی نہ کو ایک معیار سمجھا جاتا تھا اور ان پر کسی حد تک عمل بھی کیا جاتا تھا۔ مگر اب نہ ان کا وجود ہے، نہ انھیں قبول کیا جاتا ہے اور نہ ان کی پابندی کی جاتی ہے۔

ہیں، ان توانائی قوانین کا ایک طے شدہ اصول ہے کہ وہ ہتھیار اور جنگ کے طریقے جو فوجی یا غیر فوجیوں کے درمیان امتیاز نہ کر سکیں، ان کو استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔ خبروں سے ہمارے جانے والے ہم غیر قانونی قرار دے دیے گئے تھے "dum-dum" مانی گولیاں کو بھی غیر قانونی قرار دے دیا گیا تھا اور ان کا استعمال اس بنیاد پر بھروسہ تھا کہ وہ غیر ضروری دھوکا دہتھ ہوگی جس میں ہمارے لوگوں اور شہری بدلتے ہیں ہماری غیر قانونی تھی۔ یہ سارے اصول اچانک ماری ہو گئے ہیں ان کے بارے میں وہ بھی بات نہیں کرتے ان پر عمل جن کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ مانتے کے سب سے زیادہ ہیمنہ، غلامانہ اور خوف ماکہ ہتھیار جو بری

ہم کو غور سے دیکھنا چاہیے۔ ان قومیت گھیز گھیزوں کی تیار کی اور ان کی ترقی کا عمل نہ صرف "عام" ہی بات ہوئی ہے بلکہ انھیں "قابل احترام" سمجھا جاتا ہے۔ اور مجاہدین اخلاقی معیاروں کے انہدام کا سب سے خوف ناک پہلو وہی موٹا ہے جو انسانی قوانین کے پاس داروں نے اختیار کر رکھی ہے۔ حکومتیں براہ راست یا غیرت میں جنگ شروع کر دیتی ہیں جن کا عدالت تک نہیں کیا جاتا۔ دلاورے ملک پر حاوی ہونے کے لیے مسلسل طاقت کا استعمال یا طاقت کے استعمال کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ طبرستان جیسے ملکوں میں شہر، مردوں، عورتوں اور بچوں پر بم برسائے جاتے ہیں اور یہ امتیازات کا قتل عام کیا جاتا ہے۔ انسانوں کو بے رحمی اور نفسوں کو تباہ کرنے کے لیے کیمپوں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ قیدیوں سے نہ صرف بڑا استحکام کیا جاتا ہے بلکہ ان کو قہر و سی آفتوں میں ڈال دیا جاتا ہے جو ان کے وحشیانہ دور سے بھی بڑی ذہنیات کی ہوتی تھیں۔ بعض حالات میں تو یہ سب کچھ ان حکومتوں کی براہ راست یا خفیہ موٹوں منظوری سے کیا جاتا ہے جو مذہب ہونے، حتیٰ کہ عیسائی ہونے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ کبھی کبھی تو خود قانون اور پولیس اذیت رسائی کی مخصوص تربیت کا احترام رقی سے اور ذہنیاتی ترکیب ایک ملک سے دلاورے ملک پر ادا کی جاتی ہیں۔ اندرونی غلط رویہ پیدا کرنے، ممالک میں اختلاف پیدا کرنے، جمہوری طریقوں سے منتخب کردہ حکومتوں کو برائے اور مخالفین کے سیاسی قتل میں خفیہ طاقتوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ کبھی تو حکومت کے رہنما اقتدار میں رہ کر مابین ریاست کھانے کے لیے اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ کبھی حکومت کرنے کے بعد اس کے ارکان اور ان کے مددگاروں کا قتل عام کیا جاتا ہے۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک نسلی گروہ کو اٹھا کر کریمہ سے روکا گیا جاتا ہے تاکہ ان کے ذریعے اقتدار پر قبضہ جاری رہے اور اس کے لیے پھر قتل عام سے بھی روکی نہیں گیا جاتا ہے۔

مجموعہ منظر کے محلے سے یہ صاف ظاہر ہو جائے گا کہ اکثریتی کی ایک خط مثال قائم کرتے ہیں جو اقتدار میں ہوتے ہیں۔ جن کے ہاتھوں میں تمام اقتدار ماحولیاتی نوک، انسانی کریم، اذیت رسائی اور قتل پر عمل کریں تو یہ یقیناً نہ ہوگا کہ جو شکار تیار ہو گا ان کی طریقوں سے بنارہیں ظاہر کریں یہ کیفیت بہت دور انسانی سوک کو نظر انداز نہیں کرتی، جس کا دنیا میں بدھتے ہوئے شدید اور ظلم کی جزوی توضیح کرتی ہے۔

یہ دنیا جو ہم نے پھر قیاموں کے لیے تیار کی ہے ان کو مختلف زد و کراہی ہے جس میں "ہم" کے استعمار ہندوستانوں کا، جس سے مراد اس صدی کا ہی نوع انسان ہے جس نے اس دنیا کے لیے آخر کی دین تیار کر دی ہے، جس میں وہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ آج کے نو جوانوں کے ایک گروہ نے غیرت کے طور پر ظہن سے انکار کر لیا ہے، کچھ شورش زد ہو گئے ہیں، کچھ نشر و پراش میں اپنی فراہمی تلاش کرتے ہیں، جب کہ کچھ ایسے بھی ہیں جو عالمی اور نظریاتی طور پر ان مقاصد کی تلاش میں رہتے ہیں جو Universal Declaration of Human Rights اور اس پر جات پر عمل پائندی میں مضمر ہیں۔ یہ لوگ اکثر وہ بدداشتہ ہو جاتے ہیں جو اعتبار کی ان اس غلطی سے جو حکومتوں، مذہبی رہنماؤں اور غیر متحید قوم کے دھوکوں اور تصویرات کے درمیان

پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ ٹیکہ تمام اداروں پر سے غم و غصے اٹھ جانے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

اس بیان سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ابراہن شواٹز (Albert Schwaizer) حتمی طور پر صحیح تھی جب اس نے اس امر کی نشاندہی کی کہ انسان نے "پیشانی اور اپنے غم کے نتائج کی پیش بندی" کرنے کی استعداد ادا کر دینی ہے۔ نہ صرف یہ کہ انسان نے یہ قابلیت کھو دی ہے بلکہ اس کو اس بات کا احساس بھی نہیں کہ فراسٹ اور مشیت سے خالی دانش خطہ بامعنا ہوئی ہے۔ تو مشیت کیا شے ہوتی ہے؟ مشیت ایک اخلاقی تحقیق کی کیفیت ہے جو انسانیت کی جدوجہد بتا رہی ہے۔ فطرتی شعور سے فیض یاب ہونے میں اس کی مدد دہکتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ کوئی انسان نہیں تھا جس نے کائنات کی تخلیق کی ہے اور آپ ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں یا بہت سے خداؤں ہیں؟ یا آپ کسی ریاضی موجودہ سے انکار کرتے ہیں؟ کائنات ان اعضاء پر کھپنے بغیر ان قوانین میں تبدیل نہیں ہو سکتا، کائنات پر جن کی حاکمیت ہے۔

میں نے ان فلسفیانہ و ریاضاتی مسائل کی طرف توجہ مبذول کرادی ہے تاکہ اس ڈیمے کی نشاندہی ہو جائے جو دنیا کی موجودہ حالت میں مذہبی رہنماؤں پر عائد ہوتی ہے۔ عوامی اور ذاتی اختراقات کا انہدام معمولی بات نہیں ہونے کے سائنسی انقلاب سے ان کی معاہدہ بندی میں ناکامی کی وجہ سے ہوا ہے، ہم جس سے گزر رہے ہیں اپنے اپنے اعلیٰ کے اعتبار سے تمام کھیرا یک ٹی (monolithic) قد و عمر کا رت کو آسانی سے سچے مطابق نہیں کر پاتے۔ مگر بہت سے معجزات میں وہ اتنا دکا کھڑے ہیں کہ یہ بدکبھی بھی غیر منصفانہ نہیں ہے۔ ان کا بھی حصہ ہے۔ اکثر وہ ایسے مواقع پر غامض ہیں جب انھیں انھل کے مطالبے کی رہنمائی کرنی چاہیے تھی۔ مذہبی لوگوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ انھل اور امن کے لیے ہونے والی جدوجہد کا مرتبہ حصہ نہیں جو ریاضی، جوئی، طاقت، مہرشی پر یقین رکھتے ہیں انھیں بار بار چاہیے کہ ان کے مذہبی نئے رہنمائی فراہم کریں۔

ضروری ہے کہ نگہبروں اور مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کو جس کی سوکرا انھل کے بغیر امن نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح وہ قلمدان کی حالت جوئی نوع انسان کو فائدہ بخشی، آزار اور فساد کی سزا دیں وہ شکار ہونے والوں کے خلاف اپنے اندر حصہ اور ان کی ترتیب کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ اعلیٰ جوئی نوع انسان کو انسانی حقوق یا انسانی وقار سے محروم کرتے ہیں وہ انھل کے حصول میں رکبوت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بنی و پستی اور مذہبی تعصب بھی تمدن کی عمر کے میں آتے ہیں۔ یہ ہمیشہ، وہ لوگ جو status quo کا دفاع کرتے ہیں وہ وہ اصل جبر کے تسلیم کا دفاع کر رہے ہوتے ہیں جو غیر منصفانہ ہوتا ہے۔ یہ اس لیے یا ہے کہ انہیں انھل جنونی طریقہ حلقوں میں، سیاسی اور اقتصادی اعلیٰ سطح پر تیار اور فوایدی استحصال کی بنیادوں پر کھڑے کیے جاتے ہیں۔

تیسرا اثر یہ نوبل نے اپنی وصیت کے ذریعے چاہا ہے کہ ان کے جینر اس انعام کے لیے منتخب کیا جائے، اس موقع پر دنیا کے امن کے لیے جتنی توجہ پیش کرنے کا موقع ملے گا اس میں موجودہ حکومتی





- (2) جنگ کی نہیں، امن کی تھی نشان
  - (3) قومی اور بین الاقوامی تعلیم پر اضافی اور انسانی حقوق کا میٹر تحفظ
  - (4) قومی اور بین الاقوامی تنازعات کے حل کا خود کار وسیع ست سے پاک بندوبست، جو امن کے لیے خطرہ ہیں اور انسانی قیوں کی دنیا ویش
  - (5) ایک بین الاقوامی نظم جو تباہ کاریوں کی صنعت پر قبضہ کو یقینی بنائے
  - (6) انسانی کیمیا کی طاقت کے ناجائز استعمال کو روکنے کے لیے ایک بین الاقوامی عداوت اور قانونی نظام کا قیام جو خود کار خطرہ اختیار کے حامل ہیں
  - (7) امن قائم کرنے والی دھند و اختیارات کی، ایک بین الاقوامی فوج اور پولیس کی تشکیل
  - (8) بالآخر ایک عالمی پارلیمان اور حکومت کا قیام
- میں بہت سے لوگوں کو کہتے ہوئے سن سکتا ہوں "یونیٹا" "ما قابلہ حصوں"۔ بد شہ، یہ مشکل کام ہوں گے  
 عثمان کا مقابلہ کیسے؟ ساقی نسلی کی تقریر پانچویں تھی!
- اس مقدمے میں ان انھوں احکام پر عمل کھیں سے کچھ نہیں کیا جا سکتا جن کا میں نے غماز پیش کیا  
 ہے۔ مگر میں ان اقدامات پر ضرور زور دے سکتا ہوں جو کیے جاسکتے ہیں اور ان کا قابل دفاع اختلافات کی  
 طرف اشارے بھی کر سکتا ہوں جو ہماری موجودہ دہلی میں موجود ہیں۔

## تجھیروں پر عام اور مکمل پابندی

1961 کے آخر تک یہ تمام کھیتوں کا اور قوم متحدہ کا طے شدہ متفقہ تھا۔ اس مقصد کو ترک کیوں کر دی  
 گیا؟ کیوں اب اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا جاتا؟ 1961 میں جس حد تک معاہدہ ہوا تھا اس کا اندازہ ابتدائی  
 مہارت کے مندرجہ ذیل شعروں سے لگایا جا سکتا ہے جو سوویت روس اور یوگوسلاویہ کے متحدہ مائے متحدہ کے 20 ستمبر  
 1961 کے مشترکہ بیان کا حصہ تھے:

"عامہ بندی کا ہدف یہ ہے پندرہ مائے متحدہ کے لیے معاہدے کا حصوں تھا جو یقینی بنائے گا:

(الف) کر ترک اسلحہ جات عام بھی ہوگا اور کھلی بھی، اور بین الاقوامی مسائل کے حل کے لیے  
 جنگ کا استعمال نہیں ہوگا

(ب) کر ترک اسلحہ جات کے ساتھ ایسے قابل اعتبار اور موثر طریقہ کار بنائے جائیں  
 گے جو اقوام متحدہ کے فرہان کے مطابق تنازعات کے پُر امن حل اور امن کے قیام  
 کو یقینی بنائیں۔

عامہ اور کھلی ترک اسلحہ جات کا پندرہ مائے متحدہ کو یقینی بنائے گا کہ یہ باتوں کے پاس صرف ایسے  
 غیر جوہری سمجھوتہ قوت، سمجھوتیں جو اذیت سے ہوں گے جو مختلف طور پر، اندرونی امن و آشتی کے لیے اور

باغیوں کے تحفظ کے لیے غریبی میں گھس گھس رہے ہیں اقوام متحدہ کی امن فوج کی تائید کریں گے اور اس کے لیے سب سے سختی بھی فراموش کریں گے۔“

اس وقت تیار کیے گئے سوویت اور امریکی مذاقی کے مسودوں میں نہایت وسیع پیمانے پر رضامندی کا اظہار تھا، اور محض چند تکنیکی نکات باقی رہ گئے تھے۔ پھر بھی، چند برسوں کے اندر ہی ان متصادم ”بوجھ“ میں بدل دیا گیا تھا۔ یہ وہ وقت آ نہیں آیا ہے کہ ہم عام اور کھل کر اسلحہ جات کی طرف واپس لوٹ جائیں؟

ترک اسلحہ جات کی طرف مڑنا تو درکنار نہ ہی حقیقتیں اسلحہ کی فنی بنیادوں میں شریک ہیں جو دنیا میں پہلے کبھی کبھی نہیں گئی۔ مذاکرات صرف دفاعی اسلحہ اور دور مار کرنے والے جوہری میزائلوں کے پھیلاؤ کو محدود کرنے کے لیے جاری ہے۔ اور یہ صرف اس لیے کیا جا رہا ہے کہ اسلحہ کی دوڑاتی مہنگی پڑ رہی ہے کہ معیشتیں ویسے ہو رہی ہیں، اور مزید پھیلاؤ کو سہارا نہیں دیتیں۔ موجودہ مذاکرات ترک اسلحہ جات سے متعلق نہیں ہیں، ان کا تعلق مرحلہ اول اسلحہ بندی سے ہے۔

## جوہری اسلحہ جات

اگرچہ صحیح معنوں میں جوہری اسلحہ عام اور کھل کر اسلحہ جات کے زمرے میں آتے ہیں، ان کو انسانیت سے متعلق قوانین کے سیاق و سباق میں بھی نہ دیکھا جاسکے۔

جوہری ہتھیاروں کے اسلحہ خانے میں اس وقت اسلحہ جوہری میزائل موجود ہیں کہ ان سے دنیا کو تباہی مرتبہ کھل طور پر تباہ کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ان کے فرسٹ سٹریکٹ ”Partial Disarmament Measures“ کے، جوہری ہتھیاروں کو قانونی حق سے محروم کرنے کے سلسلے میں بھی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔ جوہری ہتھیار کے اسلحہ خانے کا حجم روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ میزائلوں میں لے جائے جانے والے چھوٹے جوہری بم پوری دنیا کے فوجی اہلکار، سفارتی جہازوں، سمندری جہازوں، اچھڑاؤ شیطانی وغیرہ میں، پسے ہوئے علاقوں میں، زیادہ تعداد میں، پھیلے ہوئے ہیں۔ جوہری ہتھیاروں کے تجربات پر پابندی کے مذاقی اور عدم پھیلنے کے مذاقی مقام کی تشویش کو کم کرنے میں زیادہ مبالغہ ثابت نہیں ہوئے ہیں۔

نہ ہاں کسی میدان پر پیش رفتی اور کارکردگی کے مابین علیحدگی ہے اعتباری اسی وسیع نہیں ہوئی جتنی کہ جوہری اسلحہ جات کے میدان میں پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے، وہ ہتھیار جو غیر ضروری طور پر نکالے ہوئے ہیں، یا وہ جو اپنے اثرات کے اعتبار سے نئے و عل اور شہری ٹھکانوں میں اتار کر لے جانے کے قابل نہ ہیں، ہیں۔ اور جنہیں کنٹینر میں طے راجہ کوئی قرار دیا جاسکتا ہے۔ انسان دوست قوانین کے لیے وہ بنیادی اصول ہیں جنہیں مشترک سمجھ کر بین الاقوامی کنٹینر اور اقوام متحدہ کی کنفیڈریشن میں محفوظ کیا گیا ہے جیسے کہ ان کو سے ہتھیاروں کے جوہری بم یا warhead سے زیادہ ہے اتار کر؟ تو پھر ”dum-dum“

کونوں کو غیر قانونی کیوں قرار دیا جائے اور جوہری بم کو نہیں؟ اس کے بارے میں کچھ نکتہ نگاروں نے جوہری وجود کی بنا پر باضابطہ طور پر جوہری تنہا روں کو مضبوط کوشش کے طور پر اپنی شدہ متن میں غیر قانونی قرار دینے سے انکار کیا گیا ہے۔ اگر انسان دوست قانون کی بنیاد پر مبنی قرار دیا جاتا ہے، تو جوہری تنہا روں پر مکمل پابندی کا فیصلہ جاتی ہے تو سب سے پہلے انہیں قدم یہ ہونا کہ جوہری تنہا روں کے استعمال کو غیر قانونی قرار دیا جائے۔ اس کام کے لیے یہ تو ایک سرورس کوشش ہو چکا ہے یہ موجودہ کوشش میں ایک شعلہ کا خلاف کر دیا جائے جس کی مدد سے جوہری تنہا روں کا استعمال غیر قانونی ہو جائے۔

پھر بھی، اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا گیا ہے۔ جوہری ہے کہ اس قدم کے ساتھ ہی جوہری تنہا روں کی تیاری فرودخت، تیار لے اور ہمارے مازنی کو غیر قانونی قرار دیا جائے اور موجودہ تنہا روں کو تک بھی کیا جائے۔ ان کے کشمکش، تھریو اور محاسن کے سلسلے میں پتہ نہیں چلتا کہ یہ عمریں ہر اوقات اس اثر سے چھٹا مشکل ہو جاتا ہے کہ ایسے بہت سے مسائل مشعل کی حرکت اور ہر ہر کو روکنے یا ان میں تاثر کرنے کی غرض سے اٹھائے جاتے ہیں۔ تو انہوں نے نہایت ساری سے جوہری تنہا روں اور ان کے ہر ہر کے ساتھ، تیاری فرودخت، تیار لے اور ہمارے مازنی کو غیر قانونی قرار دینے سے شروعات کی جائے؟ تو اب کیوں نہ مکمل طور پر تمام جوہری تنہا روں کی تیاری کو بھی روک دیا جائے؟

کیونکہ یہ سچ نہیں ہے کہ سب کو کچھ جوہری طاقتیں جوہری تنہا روں کی تیاری فرودخت، تیار لے، اور ہمارے مازنی اور اس کے ساتھ میں آزادی چاہتی ہیں؟ اگر واقعی ایسا ہے تو اس کی کوئی کے مواد کے سامنے الہ بشریت کیات کر دیا جاتا ہے۔ نشر اور انہوں نے کی کسی غیر قانونی ہے۔ پھر بھی مدنی (self-righteous) اور مہذب کھوٹیں بنے ہوئے ہیں کہ یہ تھریو پھیلانے والے جوہری انجنوں کو تیار کرنے اور ان کو تھریو کرنے کے حق کی دعوے کرتے ہیں۔

بہتوں کچھ کھوٹوں نے یہ بار اٹھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ اور سرفہرہ کی جوہری تنہا روں بنانے کے رہنما سے وقت ہیں، اور جب تک کہ یہ راز انہیں کے پاس نہیں ہے، دنیا محفوظ ہے۔ یہ کہنا کہ جوہری تھریو کو تکلیف دہ چیز ہے، راز نگاروں کا راز نہ رکھیں، ایک احمقانہ بحث کی ہوگی۔ یا، یہ کہ وہ پیچیدہ طاقتیں ایسے اعتبار کے قابل ہیں۔ افسوس کہ اس میں کھوٹوں کے چال بھی ایسے نہیں ہے کہ ان کی عدالت اور ان کی ماست بازی پر بھروسہ کیا جاسکے۔

## اقوام متحدہ کی تجویز کردہ عالمی ترک اسلحہ جات کانفرنس

اس امر سے اتفاق کیا گیا ہے کہ اقوام متحدہ کے ذریعے ترک اسلحہ جات کی کوششیں خاصی حد تک متغی ثابت ہوئی ہیں۔ اس لیے نہیں کہ مشعل کی لغت کی معنی ہے، پھر اقوام متحدہ کا ادارہ اسی حد تک، یا اتنی ہی تیزی سے آگے بڑھتا ہے جتنی کہ اس کے امکان اجازت دین کے۔ ہر ہر طاقتوں کو انفرادی طور پر بھی سہ ملتی

کانفرنس میں پیش ہوئے وہ کسی بھی تجویز کی منظوری کو دیکھ سکتے تھے۔ اس کا اطلاق عام ہے، اس کے علاوہ 138  
 زمین پر مبنیوں میں سے کچھ چھوٹی ہیں جو ترکیب اسلحہ جات کے معاملے میں نہیں رہی ہیں۔ تاہم یہ سنا ہے  
 کہ یہ مسئلہ اتنا پیچیدہ ہے کہ اس کو پانی کی قانون کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا چاہیے، نہ کہ جوہری ہتھیاروں کے جاذب  
 کے خلاف کاہ۔ یہ ہے کہ صرف بین الاقوامی سطح پر کوئی بھی صورت میں، بہت سی کم طاقت ور  
 ریاستیں خود اپنے فوری مسائل اور پیش قدمیوں کے معاملات کے باعث ترکیب اسلحہ جات پر عمل نہیں  
 کرتیں، بہت تو ایسی بھی ہیں جو بکلی اوجہ ترقی پانچ اپنی فوجوں میں توسیع پر کام کرتی نظر آتی ہیں۔ اس  
 مقام پر میں منطوقہ شریف کے سکوں کو اعزاز کے ساتھ اس سے خارج کرنا چاہتا ہوں، ترکیب اسلحہ جات میں  
 جن کی ثابت قدمی اور تعمیری اقدام قابل قدر ہے۔ میں اس ضمن میں گھنا (انجینیئر) صدر انڈیا کے  
 دورانی کوششیں، جو امید ہے کہ ہم عصر گھنا میں دوبارہ شروع کی جائیں گی (پوینڈ، رومانو، کنڈا، اور  
 ہندوستان کی کوششوں کی بھی۔ باوجودیکہ ہندوستان اب جوہری طاقت بن چکا ہے۔ تھیں نما چاہتا ہوں۔  
 امید کی جاتی ہے کہ غیر وابستہ ریاستیں ایک بار پھر غور پر اپنی وجہات کے رُخ عام اور مکمل  
 ترکیب اسلحہ جات کی طرف موڑیں گی جس کو دوسرا ملک تھا، جن کام میں نے مکرر دیکھ سے اور میں کے بارے  
 میں جن کا مفاد سب سے زیادہ ہے۔

اب عام طور پر اس بات کا اعتراف کیا جا رہا ہے کہ Conference of the Committee on  
 Disarmament (GCD) نے جو عملی طور پر کسی نہ کسی طور پر 1961 سے وجود میں رہی ہے، کچھ کام نہیں کیا  
 ہے۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہی نے جان بوجھ کر اس کے General and Complete  
 Outline of Disarmament Under Strict International Control اور بہت سے ہائے متحدہ کے  
 Basic Treaty on General and Complete Disarmament in a Peaceful World کے  
 بنیادی کے مسودوں کو کامیابی سے دفن کیا ہے۔ GCD کی ماکائی کی وجہ شاہ اس کی ساخت ہے یا کچھ یا  
 ساری، پانی کی قانون کی ترکیب اسلحہ جات کے بارے میں غور کیجی ہے۔

GCD کی کامیابی یا بے عملی کی وجہ سے 36 غیر وابستہ ریاستوں نے 1965 میں اقوام متحدہ سے  
 عالمی ترکیب اسلحہ جات کی کانفرنس کے انعقاد پر سفارش کی تھی۔ کسی نہ کسی وجہ سے یہ سفارش ہوا ہو گئی اور  
 1971 تک اس کو بھرا دیا گیا تھا، جب سوویت روس نے اس کو جوہر روئند کرنے کا خیال پیش کیا۔ سوویت  
 تجویز کا نہ صرف سوویتوں سے بلکہ کچھ ممالک میں تو دشمنی سے استقبال کیا گیا تھا۔ بہر حال، وہ آخر کار  
 اسمبلی میں اس عزم کے ساتھ رد و منظور کی گئی تھی کہ "یہ زیادہ پسندیدہ ہوگا کہ ضروری تیاروں کے بعد،  
 ایک عالمی ترکیب اسلحہ جات کی کانفرنس کے انعقاد کے لیے فوری اقدام کیا جائے جس میں تمام ریاستوں کو  
 حصہ لینے کا موقع مل سکے۔"

کسی کی کسی وقت اقوام متحدہ کی قراردادوں میں کی گئی تھی کے گھٹے چندے کا غور کیا کرنے کی

بھی پیش کرتی چاہیے۔ اقوام متحدہ کی یہ ہانگ ہے معنی اور بھی نہ ختم ہوئے۔ اہل ماس منول کی زبان ہے جو ایسے لوگوں کو فہم نہ کرتی ہے جو تھیں بھی رکھے ہیں اور جنہیں ان خطرات کا اندازہ بھی ہے جو دنیا کو درپیش ہیں۔ یہ سیکرٹریٹ کا تصور نہیں ہے ان کا تصور ہے جو چھوڑنے کے لیے زبان کو قوت سے دوچار کرتے ہیں۔ اس میں جوتے جھٹنے کے بعد "فورن اقدام" کی بات کرنا صا، امید افزا تھی، گراپ ہم 1974 کے انتظام کے قریب ہیں مگر قوام متحدہ کی ترکیب اسلحہ جات کی کانفرنس کا دور دراز تک نہیں نکال سکتی۔ باوجود اس کے کہ فورن اقدام کا اندازہ کیا گیا تھا۔ تقریباً ۱۹۷۵ء کا تصور مضمون پر دنیا بھر میں کانفرنس ہوئی رہتی ہیں۔ اقوام متحدہ کی عالمی کانفرنس نے ترکیب اسلحہ جات کے بارے میں یہ سستی اور تذبذب کیوں؟

میں موجود ہیں جن کی بنا پر بین الاقوامی امن پر کوئی اثر نہیں ہوئے۔ اہل ہتی ترکیب اسلحہ جات کی کانفرنس میں جنرل اسمبلی سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ 17 جون 1975ء سے قبل قوام متحدہ کی عالمی کانفرنس کے ترکیب اسلحہ جات کے انعقاد کا اعلان کرے۔

بہت سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ تھی ساری کانفرنس کے بعد ایک اور کانفرنس کے انعقاد کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بالکل بے کار ہوں گی۔ اگر ان کو حکومتوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے ماس طریق میں اب اس مقام پر آگے نہیں جاسکتے۔ میں ترکیب اسلحہ جات کی جدوجہد میں ایک ہم عصر کردار ہوں۔ جہتہ سے یہ ایک سنگین نہیں بلکہ اصولی مسئلہ ہے کہ جنگ، امن اور ترکیب اسلحہ جات کے تمام معاملات میں جو فیصلے ہوتے ہیں وہ فیصلے ہوتے ہیں جو اثراتی فیصلے ہوتے ہیں۔ دراصل ہمارے فیصلے کرنے والے حکومتیں تو ان کے نام ہوتی ہیں جب کہ فیصلوں پر کئی بڑے طاقت ور ممالک اثر انداز ہوتے ہیں۔

## وابستہ مفادات اور مابین

میں اس وقت "وابستہ مفادات" کے مفادات کے وسیع معنوں میں استعمال کر رہا ہوں، جن میں صرف وابستہ مافی مفادات ہی نہیں بلکہ پیشہ ورانہ وابستہ مفادات اور فرقہ بندی اور سیاسی وابستہ مفادات بھی شامل ہیں۔ امن اور جنگ کے مسائل اور اسلحہ جات کے مسائل اور ترکیب اسلحہ جات کے مسائل کو مجاہد کے سامنے بھی نہیں رکھا جاتا۔ مجاہد کو بھی موقع ہی نہیں دیا جاتا کہ وہ حقیقت سے واقف ہوں یا مسائل کے فیصلے میں شریک ہوں۔ حتیٰ کہ ایسے معاملات میں آپا ریوان کو بھی نظر انداز کر دیا جاتا ہے، یا مشورہ کیا جاتا ہے کہ وہ خود ہی طور پر ترکیب اسلحہ جات سے متعلق فیصلے بند دروازوں کے پیچھے فونٹ کے سر پر ہوں۔ اس سے مل کر کیے جاتے ہیں۔ مگر وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو "مابین" کہا جاتا ہے جن سے اسلحہ بندی، ترکیب اسلحہ جات، جو مری جھگڑا جنگ اور امن سے متعلق تمام سوالات کیے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان سے انسان دوست قوانین سے متعلق سوالات تک کیے جاتے ہیں۔ مگر وہ مابین ہیں کہ حکومتیں جن سے ان امور سیاست پر، جن پر انسانیت کے مستقبل کا دربار ہوتا ہے، مشورے کرتی ہیں۔ یہ فہرست بات سے کہ زیادہ تر حکومتوں کو یہی سمجھا چاہیے کہ حکومت کے ارکان

فوقی معادلات کے ماہر نہیں ہوتے یہی ہے وہ کچھ جس میں قہار کے عام ترکیب اور جات کے بارے مسائل کے مرکز اعصاب (Nerve Centres) پوشیدہ ہوتے ہیں۔

کون ہیں یہ "ماہرین"؟ فوقی افسران، عموماً ایسی ذات کے یہ سونا کی کے ایسے جتنے سے ہوتے ہیں، جن کا پیشہ جنگ کی تیاری کرنا ہوتا ہے، اس سے فوقی مطلب نہیں کہ وہ قصداً، جنگ ہو یا دفاعی جنگ، اس امر کا انحصار حالت پر ہوتا ہے۔ مگر جنگ کی تیاری کے لیے اس کے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کا پیشہ وارانہ فرض ہوتا ہے، بہترین فوقی اور بہترین اطریق جات کا حصول۔ تو بہترین اطریق ہوتا ہے؟ یہ اس طرح جو کسی بھی ممکنہ دشمن کو تباہ کرنے کے رکھ دے۔ اسی لیے حکومتیں ایسے ماہرین کے مشوروں پر انحصار کرتی ہیں جن کا مقصد ہوتا ہے ایسی فوقی مشین کی تیاری جو تباہی کے سب سے بڑے سمیوں سے لیس ہو جن کا حصول ممکن ہو ان کے دلوں میں سب سے بڑی لگتی، ہوئی اور مستعدی فوقی اور حالت و بہترین اس کے حصول کی آرزو ہوتی ہے۔ بلا شبہ، جوہری بم کسی بھی روایتی اسلحے سے زیادہ کارآمد ہوتا ہے، اسی لیے یہ ماہرین ان کے استعمال کو غیر قانونی نہیں ہونے دینا چاہتے۔ حال میں بھی فوقی شہ نہیں کہ ایک معمولی بم کے مقابلے میں دھماکے کے ٹکڑوں سے بھرنا زیادہ خطرناک و بڑے کر کے، کسی لیے وہ اس کے خوش مند ہوتے ہیں۔ ماحولیات میں اس کے ہم دور خیام، بم بہت پر اثر و پہاڑات خیر ہوتے ہیں اس لیے ان کے استعمال میں آزادی ہوتی چاہیے۔ "Dum-dum" گولیوں کے قدرتی ہوتی ہیں کہ یہ بغیر کسی حقیقی رحمت کے ان کو غیر قانونی قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہ فوقی نہ ہو قابل اثر اور کم فزیت کے قابل ہوتی ہے جو کچھ انسانی چالوں۔ "Dum-dum" گولیوں کے غیر قانونی قرار دینے چائے۔ یہ رعایت دینے کو تیار ہو جاتی ہے۔

لہذا، ماہرین، حکومتیں جن سے ترکیب اور جات کی بہت مشورے ہوتی ہیں، وہ ہوتے ہیں جن کا پیشہ ہوتا ہے جنگ کرنا، اور زیادہ تباہی پھیلانے والے سمیوں کا حصول۔ بہت کے ذریعے، فیصلے کے ذریعے، پیشہ واری کے ذریعے یہ "عام" اور قہار ترکیب اور جات" کے، اور کسی بھی صورت میں ترکیب اور جات کے، یعنی نفی ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ باجیہ، غمض اور خد ترس ہوتے ہوں، مگر ان کا پیشہ جنگ اور اطریق ہندی ہوتا ہے۔ اپنے پیٹے و تربیت کے باعث یہ لوگ مقرر و مقرر ہوتے ہیں۔ کسی باغیہ، مقرر، یا

دھماکے امن سے حکومتیں مشورے نہیں کیا کرتیں کیوں نہیں؟

فوقی ماہرین کے علاوہ جو کچھ توں، اطریق جات کے بارے میں مشورے دیتے ہیں، ان کے بھی کچھ مالی مفادات ہوتے ہیں، جیسے صحیح سے اور عسکری صنعتی کاروبار سے جو ملے کے پڑھتے ہوں، استعمال سے فیض و ب ہوتے ہیں۔ صنعتی عسکری گھر جوڑ کے لیے، اور بیٹوں کے لیے جو صنعتی، عسکری کاروبار سے مالی فوائد حاصل کرتے ہیں، اس کے علاوہ ایک نعمت کے مترادف ہوتی ہے۔ یہ کاروبار میں ہونے والی جنگ کا، جیسے کی جنوب مشرقی ایشیا میں یا مشرق وسطیٰ میں ہو رہی ہے، مطلب ہوتا ہے اس کے کی بددلتی ہوتی تریں اور صنعتی عسکری کاروبار کے لیے یہ دو منافع اس کا غیر مقدم نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا میں امن کا، حل اس طرح

صنعت کے لیے خوش آمد نہیں ہے۔ عام اور تمام ترکیب اسلحہ جات روک سکتے ہیں، فزکس، کیمیا اور  
تعمیق، دوسرے تمام شعبوں کے اسلحہ بنانے والے کا دفاع کے لیے تباہی کا بیج مہیا کرتا ہے۔

شہزادوں میں منہج کے جانب صنعتی عسکری اداروں کا وجود نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ ترکیب اسلحہ جات  
سے پیدا ہونے والے حالات سے جلد معامدہ کر سکتے ہیں۔ عسکری صنعتی اداروں کا دفاعی حیثیت اور کنٹرول میں  
ہونا ہے۔ ان کے لیے ترکیب اسلحہ جات کا مقصد یہ ہے اسلحہ کی بنیاد پر ہونی چاہیے، اسلحہ بنانے کے لیے  
اور یہ وہی مندرجہ کے ہے، از خود صنعتی تبدیلی کی پیداوار میں تھوڑا سا اضافہ۔ انھیں ترکیب اسلحہ جات سے نقصان  
نہیں، صرف فائدہ ہی ہو سکتا ہے۔ مغربی طاقتوں کے مقابلے میں ترکیب اسلحہ جات کے لیے سیوریٹ جوٹن کی  
حکمرانہ ضمانت کی کمی وجہ رہی ہے۔

شہزادوں میں عسکری صنعتی اداروں کے وابستہ مفادات ترکیب اسلحہ جات کو پسند کرتے ہیں، جب  
کہ مغربی دنیا کے صنعتی عسکری ادارے اسلحہ بندی میں ہر قسم کے اضافے کے بہت طاقتور طرف درجن سر  
ہیں۔ روک سکتے ہیں، دوسرے مغربی یورپ کے عسکری صنعتی اداروں کے منظم جہتوں کے رسوخ کرنے سے  
نظر انداز کیا جاتا ہے۔ نظریہ آنے والی یہ حالتیں خاموشی سے NATO اور دیگر مغربی حکومتوں کی  
غلام ترشوں میں ہر وقت معروف کارروائی ہیں۔ ان کے وسائل زبردور اور رسوخ کرنے ہوتے ہیں۔ یہ  
حق سرائی کرو بہت مفادات کا ایک بہت بڑا ترکانہ بن جاتے ہیں جو بہت خاموشی سے عام اور تمام ترکیب اسلحہ  
کے خلاف کام کر رہا ہے۔

عسکری اور صنعتی وابستہ مفادات کے علاوہ سیاسی اور نظریاتی مصلحتوں سے ابھرنے والے وابستہ  
مفادات بھی ہوتے ہیں اور وہ دوسرے میدانوں کی پالیسیوں اور نظریات کے عمل میں اسلحہ بندی کے حوالے  
بن جاتے ہیں۔ بد قسمتی سے ترکیب اسلحہ جات کی راہ میں روکے جانے والے سیاسی دنیا میں پائے جاتے  
جسٹس کی ایک طرف ہی کے اجارہ دار نہیں ہوتے۔

میں نے آپ کی توجہ ان عسکری، سیاسی اور نظریاتی وابستہ مفادات کی طرف مبذول کی ہے جو عام  
اور تمام ترکیب اسلحہ جات کی مخالفت کرتے ہیں، تاکہ میں ترکیب اسلحہ جات کے میدان میں غیر سرکاری اداروں  
اور ملے عامہ کے کردار پر روشنی ڈال سکوں۔

## رائے علامہ ”ہم غوام۔۔۔“

چھپے تیس برسوں میں آنے والے غیر معمولی ماضی انتخاب کے نتائج قیہ عالم کا نہ صرف خطرناک رہے  
ہیں، مثلاً جویریہ مرگے یہ انتخاب نے ساتھ ساتھ طریقے بھی دیے ہیں جو ہمیں جویریہ ہوں اور تباہی کے  
دوسرے انجمن سے محفوظ رہنے کے قابل بناتے ہیں۔ ذرا بڑا بڑا (ریڈیو اور ٹیلی ویژن) کی آمد کے ساتھ  
بڑے بڑے پچھلے پچھلے کی قابلیت اور تعمیر دنیا کی رائے علامہ پر شدت سے اثر انداز ہوئے ہیں، ماضی



میں ایسا بھی نہیں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ جواب دہانہ کا ضررہ اور یہ مسئلہ کے بارے میں زیادہ معلومات فراہم کی جاسکتی تھیں۔ حکومتیں اپنے افسانوں اور اپنی پارٹیز میں کو اپنے محرم سے چھپائیں نہیں سکتیں۔ اب ایسا توئی پردہ نہیں ہو سکتا جو خبروں اور تبصروں کے انتشار کو روک سکے۔ پریس، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور یہی تبصروں کا گارن حکومت کی خفیہ مہمیں کو کھول کر رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ ان سے متعلق بھی کر سکتے ہیں۔ ایک بار مسائل کے بارے میں اطلاعات بہرہ ہو جائیں تو اس کے علاوہ بھی سکتی ہے۔ اس کو مانا بھی جائیگا۔

یہ ایک نئی ایجاد ہے جو ذرائع بد فہم کے ذریعے طاقت کے مرکز پر نقل میں تبدیلی کی بنیاد پر ترقی ہے؛ حکومت سے قوم کی طرف۔ یہ ایک نئے قسم کی ترقی ہے جس نے دیر سے قوم کی جنگ کے دوران خبروں کا تقابلی امر کی بورڈ عالمی دائرے کے علاوہ بھی جس نے سیاست کے متحدہ کو دیر سے نام سے وہی پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جنگ میں ممبروں ایک ملک کے بیرون کی اس کی اپنی بورڈ عالمی دائرے کے علاوہ نے، اپنی ٹیکوں کی میں رٹ دیا تھا اس سے قبل دوران جنگ حکومت کو لکھنا ہوا تھا، اپنے عوام کی چور کی تائید حاصل ہوتی تھی۔ اب چوں کہ عوام خود بخود کر سکتے ہیں اور معلوم کر سکتے ہیں کہ ان کی حکومت کی ضروری ہے، وہ حکومت کو بدل سکتے ہیں۔ یہ اب انسانی حقوق اور انسانی ورثہ آزادی کے حق کے سلسلے میں مولدیت پائین میں ہو رہا ہے۔

یہ ایک نئی اور خوش آمد تہذیبی سے جس کو بھی ملک نہ حکومتیں خود اور نہ غیر حکومتی عدالتوں کے چور کی طرح سمجھ سکے تھیں۔ یہ تہذیبی پریس اور عوامی ذرائع ابلاغ کو غیر معمولی طاقت فراہم کر کے ان کی جانب سے کئی زیادہ ہوشیاری سے اس بات پر نظر رکھتی ہوئی کہ پریس اور دیگر ذرائع ابلاغ کی طاقتوں اور مالی مفادات رکھنے والوں کے ہنسنے میں نہ چھپ جائیں۔ غیر سرکاری علاقے والوں کو اس نئی طاقت کو تعمیر کی انداز میں استعمال کرنا ہوگا۔ کسی اور میدان میں یہ اتنا ضروری نہیں ہوگا، اور اب سے پہلے بھی یہ اتنا ضروری نہیں تھا کہ عوامی دائرے کے علاوہ موجود جنگ اور امن و امن کے خطرات سے آگاہ رہنا چاہئے۔

میں کئیوں سمجھتا ہوں کہ یہ بات بہت بڑی بات ہے اس کا جواب بالکل سادہ ہے۔ اس طرح ہندی اتنی تیزی سے بڑھی ہے اور اس کا مقابلہ ہوا ہے کہ اس وقت بھی کوئی سپر سٹار ہوتی حکومت کو متنبہ کر سکتا ہے کہ "اس وقت ہماری اس طرح جاتی ہے ترقی ہے، مگر چھ مہینوں بعد یہ باقی نہیں رہے گی، اس لیے اس وقت ہے کہ لگانے کا۔" اس سے مطلب نہیں کہ یہ مشورہ دینے والا جبراً کتنا خط ہو سکتا ہے، یہ مشورے کی کیفیت ہوتی ہے جو حکومتوں پر اثر انداز ہوتی ہے، جو ایک بحران کو پیش رفتی یعنی جنگ میں جبراً کر سکتی ہے۔ ان کی وجود کی بنا پر یہ کہنے کا وقت آئی ہے کہ "معلوم" "چین کا قوم احمد کے فرمان میں حوالہ ہے، مطالعہ کرتے ہیں کہ تمام جرم کی تحریک غیر قانونی قرار ہے جائیں اور اس طرح جات کھل جائے کہ اس کے لیے جائیں۔ یہ شد ضروری ہے کہ دنیا کے عوام کو اپنی جان کے معاملات میں بولنے کا حق ہو۔ غیر سرکاری علاقے والے بھی دیر سے ہی سنجیدہ فز ہوتے ہیں جیسے کہ "کامیون" "ایڈووکیٹ" ہندی اور جنگ میں جن کا مفاد ہوتا ہے۔

نیدرلینڈز میں ہونے والی International Conference of the International Peace Bureau نے اقوام متحدہ کی عالمی کانفرنس برائے ترکیب اسلحہ جات میں "We the people" کا مطالبہ پیش کرنے کی تیاری کرتی ہے جس میں غیر سرکاری سطح سے کم از کم تیس نمائندے ہوں گے۔ International Peace Bureau Conference نے بالکل صحیح کہا ہے:

ضروری ہے کہ اگر کانفرنس کامیاب ہو تو (اقوام متحدہ کے) اعلان کی روح کو مؤثر کیا جائے تاکہ "ہم عوام" کی آواز سنی جائے۔ اقوام متحدہ میں یہ دہشت گردی، جمہوریت، نمائندگی کی غیر موجودگی میں، یہ سب ان غیر سرکاری اداروں کے ذریعے کیا جائے جو عام اور تمام ترکیب اسلحہ جات کے امور میں دخل رکھتے ہیں۔ یہ عمومی صورت میں عامی ترکیب اسلحہ جات کانفرنس ان اہم سرکاری، عسکری اور صنعتی اداروں میں ہونی چاہئے کہ جن کے مفادات اسلحہ بندی میں اضافے کے جاری رہنے سے وابستہ ہیں۔ نہ صرف یہ حکومتیں اور صنعتی عسکری ادارے ہی ہیں جو اب تک ترکیب اسلحہ جات کے مقاصد حاصل نہیں کرتے ہیں۔ اور وہی اسلحہ بندی میں اضافے کی دہشت گرد عسکری اداروں کے قیام کے بھی ذمے دار ہیں۔

جب تک یہ سب نہیں کیا جاتا اور تنظیموں کو عام اور تمام ترکیب اسلحہ جات کی اہمیت کے کھنکھارے سے مطالعے کی طرف راغب نہیں کیا جاتا، مجوزہ کانفرنس کسی کام کی نہیں ہوگی۔

## عورتوں کا مخصوص کردار

جس طرح ترکیب اسلحہ جات سے متعلق سوالات مسکینی ماہرین کے لیے اہم ان کے لیے چھوڑ دیے جاتے ہیں جن کے اسلحہ بندی سے وابستہ مفادات ہوتے ہیں، عام طور پر اس موضوع کے سوالات کے جوابات کو بھی عورتوں کی کا مستحق گردن کران کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ سوائے "کوچر وال" (ANB) (Myrdal) کے باعزت اسٹاک کے عورتوں کو ہی طرح ترکیب اسلحہ جات سے متعلق دیکھا جاتا ہے جیسے "دوسرے اہم سرکاری مجاہدوں سے سب کے باوجود کہ وہ ان کے بچے ہی ہیں گے جنگ جن کے گھروں کو تاراج کر دیا گیا ہے، ہتھیاروں میں دیکھا ہے کہ عورتوں میں امن کے ماحول نیا ہو چکی ہیں جو ہونی سے دور وہ آسانی سے ماہرین "دستخیزات کاوش کے فراموشی" میں سے "میر محبوب" نہیں مومن سب کو ترکیب اسلحہ جات کے تمام مذاکرات اور کانفرنسوں میں حقیقی طور پر فیصلہ کن کردار نبھانا چاہیے۔ یقیناً، امن اور جنگ دونوں، لگنے والی عورتوں کے بھی مسائل ہیں جتنے کہ مردوں کے، بلکہ شاید کچھ زیادہ۔

## امن اور انسانی حقوق دونوں آپس میں ہم رشتہ ہیں

امن اور انسانی حقوق کے درمیان بنیادی رشتوں کی صحیح معنوں میں اب شناخت ہوئی ہے۔ امن اور انسانی حقوق، لازم اور متضاد سے محروم رکھتے ہیں، اب شناخت ہو رہی ہے اور

و دنیا میں جو دیکھ کر فائدہ بخش دے غیر انسانی حالت کے خلاف میں ہتھیار دیتے ہیں، انسانی حقوق اور انسانی وقار دونوں سے انکار کے مترادف ہیں۔ یہی دو حالت ہیں جو دیکھ کر ذمہ داری کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اسی لیے عالمی اعلان برائے انسانی حقوق میں مشترکہ کیا گیا ہے کہ "انسانی زندگی ہے سراسر، انسانی جسم کے طور پر، انسان کے لیے کوئی اور راستہ نہیں، سوئے ظلم اور جبر کے خلاف بغاوت کے، تو انسانی حقوق کا قانون کے ذریعے بنایا گیا چاہیے۔"

اس اعتراف نے انسانی حقوق کی پامانی بھی جنگ کی وجہ میں سے ہے، 10 دسمبر 1948 کو قوموں نے عالمی اعلان برائے انسانی حقوق کو جاری کیا۔ یہ دو تاریخی دستاویز تھیں، اور اب بھی ہے، جس کو تاریخ میں پہلی بار انسانی حقوق نے اختیار کیا تھا۔ اس کو تمام انسانوں میں غصب کے طور پر پڑھا جانا چاہیے، تمام پورے فوج میں اس کی نمائش ہونی چاہیے، اس کو عیسائیوں میں بھی معنی کے طور پر استعمال کیا جانا چاہیے۔

میں کا La (نکست 1215)، مریکا کا عادی آزادی (1776)، فرانس کا 1789 کا La Déclaration des Droits de l'Homme کا ل، دیکھ کر کتاب Das Kapital وغیرہ سب بہت اہم دستاویز تھیں مگر نئے دور کے دورے میں محدود تھیں۔ 1948 کا عالمی عدالت عالمی بھی ہے اور کھل بھی۔ میں عالمی اعلان کی سمیت پڑھ کر نہیں دے سکتا اس احتیاط کا کافی ہوگا کہ یہ انسان اور ریاست کے مابین دشمنوں کی بنیاد پر قائم ہے۔ دنیا کے سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کو ہمارے عہد کی تبدیلی کی تقریر کے لیے، جس نے، خدایات کے معیار مساوی کر دیے ہیں، اسے استعمال کرنا چاہیے۔

پھر بھی، کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس کے نفاذ کے لیے کتنا کام کیا گیا ہے۔ اس کے نفاذ کے دھڑلے کی عہد نامے، جن کی تیاری میں پندرہ برس سے زیادہ صرف ہوئے تھے، ابھی تک عمل میں نہیں آئے ہیں۔ ان کو منظرِ طور پر منظور کیا گیا تھا مگر ان کا نفاذ اس وقت ممکن ہوگا جب 35 ممالک اس کی توثیق کریں۔ ان قانون کی موجودہ صورت حال مندرجہ ذیل ہے:

چین، قوانین عہد نامہ برائے قتل، دہشت گردی، برائیت اور حقوق، 1966ء

(16 دسمبر 1966ء کو منظور کیا گیا)

دسمبر 1974 تک اس عہد نامے پر:

- 51 ممالک نے دستخط کیے تھے

- 29 ممالک نے اس کی توثیق کی یا منظوری دی

- 35 ممالک کی منظوری ضروری تھی، اس پر عمل درآمد شروع کرنے کے لیے۔

چین، قوانین عہد نامہ برائے غریبی، دہشت گردی، برائیت اور حقوق، 1966ء

(16 دسمبر 1966ء کو منظور کیا گیا)

دسمبر 1974 تک اس مہم سے پہلے:

- 50 ممالک نے دستخط کیے

- 28 ممالک نے اس کو توثیق کی یا منظور کر لیا

- 35 ممالک کی منظوری ضروری تھی، اس پہ عمل درآمد شروع کرنے کے لیے

ان دو عہد ناموں کے علاوہ انسانی حقوق کے بارے میں کئی توثیق اور جن پہ عمل درآمد ہوا تھا۔ ممبران سے زیادہ ضرورت ہے مقامی اور بین الاقوامی سطح پر ان کی مہم چلی جائے۔ اس مشورہ دینا چاہوں گا کہ جونیورینوں اور نوجوانوں کی اس ادارہ کو سرگرمی سے ان سوچات پہ دیکھا جائے تاکہ ان کی آوازوں میں دھیموں کو دیا جائے۔ ممبران کی اپنی حکومتوں سے مطالبہ کرنے کا حق ہے کہ وہ ان اصولوں کی تعمیل کریں جن کو وہ اپنے سمجھوتہ دعوے کی توثیق اور جو ان کے اعلان میں شامل ہیں۔ ممبران میں ان سرکار کے لیے ایک سرگرم مقامی مہم شروع ہونی چاہیے۔

دنیا کے انتظام "رامن" کے لیے اس سے زیادہ اہمیت ہے۔ اس کو ہونگ کانگ کی مختلف حصوں میں بڑے پیمانے پر انسانی حقوق سے زیادہ مہم کا مسدہ جاری ہے۔ ممبران کی قیدیوں پہ تشدد اور ان کے قتل عام کا مسدہ ایک تحقیقی مہم کی طرح جاری ہے۔ Reports of Amnesty International ایک شمارہ پیش کرتی ہیں، اس موزوں مضمون کے دو بے دراز کے فرسٹ کی تصدیق کا جن کو سفید کر کے چھپا نہیں کیا جاتا۔ فریقہ کے جنوبی خطے میں اس امتیاز کا مانتا کیا جاتا اور فریقہ میں ممبران سے علاوہ کسی شخص کا روکنا اقوام متحدہ کے اصولوں کی توہین ہے۔ اسی طرح، جنوبی فریقہ کا نمیبیا پر غیر قانونی قبضے سے دست برداری کا عدل انکار اور نمیبیا کے سیاسی قیدیوں پہ کوڑے مارنا ایسا عمل ہے جس کے خلاف حکومتوں کو قدم اٹھانے چاہئیں۔

عالمی اعلان ہمارے انسانی حقوق میں ہی سب سے کم اور حق کا جی اٹھانے کا چاہیے۔ دوسرے "قتل" کے حکم سے انکار کرنے کا حق ہے۔ عالمی کانفرنس ہمارے مذہب اور امن (منعقدہ 1971) اور سوئٹزرلینڈ کے شہر یڈن میں منعقدہ کانفرنس "امثال اور تہذیب کے تھیم" (1970) دونوں میں بہت واضح نتائج کو پیش کیا گیا تھا: "ہم سمجھتے ہیں کہ ہر شخص انفرادی کا استحقاق انسانی وقار کا حصہ ہونا ہے اور اس طرح ہر فرد کو اپنے نظریہ کو برے عقیدے کی بنا پہ فوجی خدمت پر مسلح تنازعات میں مدد و راستہ لینا یا واسطہ شرکت سے انکار کے حق کا یقین ہونا چاہیے۔ ضمیر کی بنا پر اعتراض کا حق ان کے لیے بھی ملتا ہے جو کسی مخصوص جنگ میں شرکت کے لیے راضی نہیں ہوتے، اس لیے کہ ان کے نزدیک ایسی جنگ میں شرکت ہرگز نہیں جس میں بڑے پیمانے پر قتل و کشتار ہوئے ہوئے ہوں۔ یہ کانفرنس اس بات کا بھی قائل ہے کہ فوج کے ارکان کو بھی حق ہے، بلکہ ان کا فرض ہے کہ وہ ایسے فوجی احکام ماننے سے انکار کر دیں جن میں جرم سرزد ہو یا

جنگی جرم ہوں یا ان میں انسانیت کے خلاف جرم کیا جا رہا ہو۔“

میں نے ان مسائل کی طرف بھی توجہ دینی سے جو ان نتائج سے پیدا ہوئے ہیں اس لیے کہ یہ بالخصوص آج کی دنیا سے متعلق ہیں۔ کسی ایک فرد کا تعلق کسی دوسرے سے، یا انسانیت کی حیثیت کی تباہی کی تباہی میں شرکت سے انکار میرے نزدیک بنیادی سمیت کا حامل ہے۔

## اقوام متحدہ کا کردار

اقوام متحدہ پہ تشکیل دینا امن سے گھر بنانے کے وقت اس کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔ اس کا انحصار زمین پر مسکنوں پر ہے اور یہ بھی کہ اس کے وقت ترقی کی دور تک چاہتے ہیں جتنی کہ رہائش جوڑت دیں گی۔ میں اقوام متحدہ کے سرکار کے بارے میں رائے عالمہ کی سمیت پر زور دینا چاہوں گا۔ رائے عالمہ جس قدر اقوام متحدہ کے کام میں کلچر سے کہ حکومتیں ای حد تک آگے بڑھنے پر تیار ہوں گی۔ کلچر بھی، بدقسمتی سے اقوام متحدہ میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ رائے عالمہ تک نہیں پہنچتا اس لیے اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ یہ کارآمد ہوئے کہ حکومتیں اور پارلیمان عموماً اقوام متحدہ کے کام میں ہاتھ باندھتے ہیں۔ اس میدان میں World Federation of United Nations Associations ایک کارآمد کردار ادا کرتی ہے مگر اس کو اقوام متحدہ اور حکومتوں سے زیادہ راست زیادہ مدد دینی چاہیے تاکہ وہ اپنے کام کو بڑھانے کی اہل ہو سکے۔

کچھ ایسے کام ہیں جو اقوام متحدہ کو نیا وہ موثر بنانے کے لیے مفید طریقے سے کیے جاسکتے ہیں:

(الف) منساقی آؤں کی فراہمی، جو ابتدائی مباحث اور مسابقت کا آغاز کر سکیں جہاں بھی مستقبل میں کسی تنازعے کے پیدا ہونے کا امکان ہو۔

(ب) منساقی تھم، جو کسی تنازعے کے وجود کے دوران کام کرتا ہے

(ج) اقوام متحدہ کا تھم جو مسابقت تنازعات کے دوران انسان دوست قوانین میں فعال انداز کی کے بارے میں شکایات کی وصولی کو دوران کی تشکیل دیکھتا ہے۔

(د) میگزین کی جزیل کو عملی اختیار دیا جائے کہ عدالت حقیقت کا مشن سمجھنے کا، کسی بھی معاملے میں جس میں انسانی حقوق میں فعال انداز کی کا امکان ہو، بالخصوص جس میں قیدیوں پر الزمیت کی جاری ہو۔

(و) بین الاقوامی عدالت، تحریف کے لیے، زنی حقوق اختیار دست اور مشاورتی رائے کی سرنگار بننے کے لیے ایک وسیع طبقہ اختیارات۔

یہ بہت زیادہ دور رس اقدامات نہیں ہیں، مگر میرا خیال ہے کہ کافی تگ و پات سے ہوں گے۔ اس سے زیادہ بنیادی تبدیلیاں، جن میں کئی سے تیز رفتاری سے انکشافات شامل ہیں، بالخصوص جب عام

## رضا کار اداروں کی اہمیت

ابھی قسیمی برلن جیتوں اور نئے قوانین کی یاد سے رائے غلط اب اس قابل ہو گئی ہے کہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ واقعات پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ برسوں میں غیر سرکاری ادارے بن جاتے ہیں۔ انہیں کرنا یاد آ رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی کی آزاد گواہی میں جو پہلے اور ذرا باغیہ کے ذریعے رائے غلط کو بوشیہ رکھتی ہیں۔ International Commission of Jurists اور International Association of Democratic Lawyers نے انسانی حقوق اور قانون کی حکمرانی کو ایک دوسرے سے منسلک کرنے کے عمل میں گہرے قدر خدمات انجام دی ہیں۔ Amnesty International کی اور دیگر کامیابی سے قیدیوں پر کیے جانے والے تشدد کی طرف توجہ مبذول کرانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ ان تینوں اداروں نے انسانی حقوق کو پاس کرنے میں جو خدمات میں حصہ لیں کہ نشان دہی کی بہت خدمت کی ہے۔ انہی امتیاز کے میدان میں کیسٹن کی عالمی کاؤنسل اور Anti-Apartheid Association نے مل کر قابل قدر خدمات کی ہیں۔ ترکیبی طور پر جات کے سلسلے میں مندرجہ ذیل اداروں نے مل کر قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔

The Society of Friends

The Women's International League for Peace and Freedom

The International Peace Bureau,

[The] International Confederation for Disarmament and Peace and the World Peace Council

Soviet Peace Council

World Congress of Peace Forces

میرے خیال میں رضا کار اداروں کا کردار زیادہ سے زیادہ اہم ہو چکا ہے۔ ان کی وہ ادارے ہیں جو ضروری آزادی اور غار کار کے ذریعے ہی دنیا میں عقیدے کی بحالی اور مشابہت کو رائج کریں گے۔ یہ سب زیادہ سے زیادہ دور بہت آسانی کے حل ہیں۔

اگر ترکیبی طور پر جات میں کوئی کامیابی ہوئی تو غیر سرکاری اداروں کے ان تشکلات اور بے غرضی کام میں وجہ سے ہی ہوگی۔ انٹرنیشنل کونسل نے اپنے زمانے میں اس کی زیادہ قدر دانی کی تھی۔ اب یہ اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔ دنیا میں انسانی حقوق کے خطرناک راستے پر آگے بڑھ رہی ہیں۔ "گم نامی" کا جنگ بیل بالکل ہمارے سامنے آچکا ہے۔ کیا اس راستے پر نہ جاتے ہوئے قدموں کو روکا جاسکے؟ جی ہاں! اگر رائے غلط اپنی طاقت کو استعمال کرے جو اب اس کے پاس موجود ہے۔

## خطبہ — ایسا کو ساتو

### جوہری عہد میں امن کی تلاش اور جاپان

عزت مآب، عثمانی حضرات!

یہے متنازعہ جہاں میں ریات سے بھر پور دہلی امن انوار کے حصوں کا غیر معمولی انوار جس کو ماری دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، درحقیقت، میری زندگی کے قابل فراموشی محبت میں سے تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا انوکھا اعزاز تھا مجھ کو جس میں بخشا گیا ہے جاپان کے عوام بھی میں نے ان کے شریک ہیں۔ مجھے پورے یقین سے کہہ دیتی ہوں عامی جنگ کے بعد کے برسوں میں جاپانی عوام نے امن کی تحفظ اور فوٹو کے لیے بڑی کوششیں کی ہیں۔ اس طرح انہوں نے انسانیت کی ترقی اور خوش حالی میں حصہ لیا ہے۔ لہذا، جاپان کے عوام کی طرف سے میں بڑے احترام سے ماریائی پاریمان کی فوٹو کشی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہم کو یہ اعزاز عطا کیا ہے۔ میں جاپان کے ایک دانشور کی حیثیت میں بڑے انکار و رد انفرادی اعزاز کے ساتھ اس انعام کو قبول کر رہا ہوں۔

میں صرف انیسویں صدی کے امن کے بعد 22 برسوں کے ایک تہائی عرصے میں جاپان کا وزیر اعظم رہا ہوں۔ مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ یہ بہت مناسب موقع ہے کہ میں جاپان کے عوام کی جانب سے امن کے انتخاب پر اور ان کی کوششوں پر نظر ڈالیں جن کی بنا پر انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔

گرامن کا حصول ہی تمام مہذبوں کا انتہائی مقصد ہوتا ہے تو، یہ تو ایک بہت معمولی سی شے ہوتی جو مہذبوں کی روزمرہ کی زندگی میں اس سے خلک ہوتی ہے جس بات کو انہوں نے لحاظ میں لیا جائے تو، یہ ایک کیفیت ہوتی ہے جو مہذبوں کے خاندان کو اجازت دیتی ہے، کہ وہ بڑی کسی خوف کے، اپنی زندگی کے مقصد کے حصول میں کوشاں رہیں۔ یہ صرف ان ہی حالات میں ممکن ہوتا ہے جب مہذبوں، انسانیت کے مستقبل سے مایوس ہوئے بغیر، اپنے آپ کو وقف کر دے، اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے، اس کوشش کے لیے کہ وہ انسانیت کی تاریخ میں اپنی تعلیمی اور تعمیری کامیابیوں، فنون، تہذیب، مذہب اور دیگر مہذبہ فنون کے نقوش چھوڑ جائے۔ یہ وہ امن جو ضروری ہے تمام ان عوام، قوموں کے لیے، اور اس طرح تمام انسانیت کے لیے۔

اگرچہ مہذبوں کی صدی کی ابتدا سے اسی صدی کے عرصے میں دنیا کے دیگر حصوں کی متحدہ پیمائشوں نے زندگی کو بگاڑ رکھا تھا، جاپان ایک تہائی کی کیفیت میں پیمائشوں نے زندگی بگاڑ رکھا تھا، اس طرح کہ نہ اس کو کسی سے خطرہ تھا، نہ کسی اور کو اس سے خطرہ تھا۔ پھر چوں کہ اس صدی کے وسط میں جاپان کو ایشیا میں یورپی طاقتوں کی پیمائش ہوتی موجودی کا سامنا ہوا، اس نے اپنی تہائی کی پیمائش کو پچھلے رکھا اور اس کی

دنیا کے لیے اپنے تمام ممتاز سہولتیں دیے اور 1868 کے جاپانی معاہدے (Meiji Restoration) کے ذریعے ملک کو ایک جدید ریاست بنانے کے پروگرام پر گامزن ہو گیا۔

بعد میں جاپان کے محام کو مختلف نوعیت کی سرکشیوں کا تجربہ ہوا، جاپان بین الاقوامی تنازعات میں ملوث ہوا، پورے نیچے کے طور پر اسے تاریخ میں کسی بارہوی سرکاری عادی جنگ کے دوران اپنی زمین پر بھیاں تک ترین جدید حربی جنگ و جدل کا تجربہ ہوا۔ جاپان دنیا کا واحد ملک ہے جسے جو سرکاری بمباری کی تباہ کاریوں کے ذریعہ تھپنے پناہ سے تھکانے کا تجربہ نے جاپانیوں کے دوسرے پان سٹ سٹان چھوڑ دیا۔ ان کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے مرقم کی جنگ سے دست بردار ہو گئے ہیں۔

1945 کی شکست سے حاصل ہونے والے کچھ سٹان نے ان کو بھی نہ تھپنے والے عزم کے ساتھ امن کی تلاش میں سرگرمیوں کر دیں، اور پھر اسے محام نے اپنے پناہنے آئیں میں تھپنے والی سرگرمیوں کر دیں۔ ان میں ایک طرف توانائی حقوق کے تحفظ کی بنیاد پر ستور سے تو دوسری طرف جنگ سے۔ تعلقی پر۔ جاپان کا آئین دیکھ 9 مئی 1946 کو قرار دیا گیا ہے:

"تھپ اور توازن کی بنیاد پر بین الاقوامی امن کی منجید سے آزاد کرتے ہوئے جاپان کے محام، اپنے قومی حق بحکمرانی کی بنا پر، ہمیشہ کے لیے جنگ کی سرگرمیوں اور قومی تنازعات کے حل کے لیے حالت کے استعمال کرنے کی دھمکیوں کو مسترد کرتے ہیں۔"

بین الاقوامی تنازعات کے حل میں حالت کے استعمال کو مسترد کرنے کا ایسا اعلان بیانات میں (Kerugg-Brand) کا فلسفہ جس کی بنیاد تھا، جاپانیوں کے علاوہ دوسرے محام نے بھی کیا ہے۔ جس قابل ذکر بات یہ ہے کہ جاپان جسکی بڑی حالت و قومی اتالی کے ساتھ اس سمت کوشش کرتے رہنا، اور مستقبل میں بھی اس قسم کے رویے پر قائم رہنا چاہیے تھا۔

شکست کے بعد کے عرصے کی انجمن کے باعث ہونے والی جاپان بہت تھپل ہو گیا ہے۔ قوم کی دوبارہ تعمیر، اس کی اپنی فرماں روا آزادی کے حصول کے ساتھ تھپائی اور سماجی ترقی، سماجی تبدیلی کے پچھلے عشرے کی سائنسی اور ٹیکنیکی نشوونما، اس دوران محام نے کچھ اہم انقلاب بھی کیے۔

ان میں سے پھر انتخاب تھا جوہری ہتھیار سے جس نے ہونے پر از محاذ اتفاق۔ یہ امر کہ وہ تھپل ہو گیا ہے کہ تھپائی سرگرمیوں کے پچھلے دور سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بڑی ترقی ہونے کے باعث جاپان میں جوہری ہتھیار بنانے کی استطاعت ہو گئی ہے۔ لیکن، استطاعت ہونے کے باوجود، یا شاید اسی وجہ سے، جاپان کے محام نے خود اپنے طور پر حتمی فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ جوہری ہتھیار سے لیس نہیں ہوگا۔ جاپانی حکومت کی بھی یہی پالیسی ہے۔ اس میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بات کا دوبارہ اعلان کرنا چاہتا ہوں، اور اس بات کو یقیناً میرے ممتاز سٹان والے اس حقیقت کو ذہن نشین کریں۔



یہ بالکل فطری امر ہے کہ نام اقتدار ہاتھ میں رکھنے والے کسی ملک کے سامنے ملکی سلامتی کا سوال ہمیشہ صوبہ سے اہم ہوگا۔

حکومت کی ایک دور رس نیا نئی سی، اقوام متحدہ کے زیر رکن سمیت کے احساس کے سماجی اقوام متحدہ کے مشترک بنیاد پر اس نے ایک پالیسی وضع کی تھی کہ موجودہ بین الاقوامی حالات میں میرے ملک کے تحفظ کو یقیناً رکھا جائے گا۔ ان حالات کی روشنی میں، جس میں میرا ملک تھا، اس کا مطلب یہ ہوا تھا کہ Japan-US Mutual Security and Cooperation Treaty پر عمل کیا جائے گا۔ یہ معافی کی بھی ملک کے خلاف نہیں ہے، بلکہ یہ تو اس کے قیام کی بنیادی شرائط کو مستحکم کرنے کی کوشش ہے۔ یہی اصل مطلب ہے اس معافی کا۔

سومائیس دس صدی کے آخری حصے میں، اور جوہری عہد میں روس ہے۔ میں نے جاپانی پارلیمان (National Diet of Japan) میں 1968 میں کی جانے والی اپنی پالیسی تقریر میں اس امر کے بارے میں اشارے کیے تھے کہ تمام ملکوں کو جو مشترکہ مسئلہ درپیش ہے وہ یہ سوال ہے کہ ہم اس جوہری عہد سے بچ کر کیسے نکلیں۔

میں نے بہت غور و خوض کے بعد جاپان کی پالیسی کے مطابق کہ یہ ملک جوہری تنہا نہیں رکھے گا، تعین غیر جوہری صوبوں سے کیے گئے تھے۔ یہ پالیسی بہت سستی ہے کہ ہم جوہری تنہا نہیں بنائیں گے، کہ یہ ہماری حکمت نہیں ہوتی اور یہ بھی بہت کمزور ہے کہ ہم نے ملک میں، میں نے بھی نہیں۔ بعد میں ہماری اہانت نے اس کی دوبارہ توثیق بھی کر دی تھی۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مستقبل کی تمام حکومتیں اس پالیسی پر عمل کریں گی۔

میرے ہی دور اقتدار میں جاپان کی حکومت نے جوہری عدم پھیلاؤ کے معافی کے نتائج سے غائب کرتے ہوئے محام کی دینے پر خواہشات کے مطابق اس پر دستخط بھی کر دیے تھے۔ انہیں کی شرائط کے مطابق ان کے توثیق کا عمل مکمل کیا جائے، اہانت کی منظوری ضروری معنی ہے، امیر کی مخالفت ہے کہ بغیر کسی تاخیر کے یہ تمام کام مکمل ہو جائیں۔

جنگ و جدل کے لیے تمام مونیٹرنگ پروٹوکول کے استعمال میں خوف ناک تباہی کا نشانہ بنا ہے۔ دراصل جوہری تنہا ہونے کا پھیلاؤ کوئی نوٹ انسان کی ہمت کے امکانات کے خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ قریب جوہری اسلحہ جات بے از حد ضروری ہو چکا ہے۔ بہتر یہ خوش آئند بات ہے کہ ریاست ہائے متحدہ اور سوویت یونین کے درمیان Strategic Arms Limitation Talks میں اچھی پیش رفت ہوئی ہے۔

اس کے باوجود بھی یہ پیش رفت صرف سستے کو موجودہ درجے پر ٹھہر کر دینے کے مترادف ہے۔ ہمارے محام تنہا ہونے سے امید کرتے ہیں کہ دینی عہدہ دین دیکھے جب تمام جوہری تنہا رہ کر رہے جائیں گے۔ تاہم مجھے اس کو زیادہ حقیقت پسندانہ طریقے سے، یا زیادہ سادگی سے پیش کرنے کی اجازت دنی جائے تو میں کہیں

گاہ کہ جوہری طاقتوں کو جن میں ریاست ہائے متحدہ امریکا، برطانیہ، چین، سوویت یونین سب سے آگے ہیں، کم از کم اپنے معیاری اور مقیاری جوہری ہتھیاروں کو ختم کر دینا چاہیے اور ان میں درجہ بدرجہ کی اور ان پر کنٹرول کے نیا دو موثر طریقے کو سفید فوسف سے ترقی دینا چاہیے۔

میں اس سبق و سبق میں ان پانچ قوموں پر جو اس وقت جوہری ہتھیاروں سے ایس ہیں، یہ واضح کرنا چاہوں گا کہ دنیا میں امن کے قیام کے لیے ان پر پوری پوری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جاپانی محرم نہایت سفید فوسف سے امید کرتے ہیں کہ جوہری طاقتیں تعمیر کی کوششیں کریں گی تاکہ جوہری ہتھیاروں میں مہمراز کی اور کنٹرول ہو۔

(2)

میں اپنے دو حکومتوں یعنی کامیابی جاپان کو دیکھ کر دوا کرنا اور آئینہ و آئینہ ان کے واپس کو گردانا ہوں۔

دوہری عالمی جنگ کے اختتام پر جوہری طاقتوں کی ممانعت ہو، اس سے بدتر بھی ہو سکتی تھی۔ مگر اس نظام میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے اندرون پانچ نیٹو کے کچھ ایسے حصے تقسیم ہونے والے ملکوں کی حالت کی بنیاد پر واضح تصویر پیش کرتے ہیں۔ یہ حقیقت کہ دنیا کے منقسم ملکوں کی کثرت کا پیش میں آنا اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ ہم عظیم میں کس نوعیت کا عالمی تعاون کیا جاتا ہو گا۔

1951 میں سان فرانسسکو میں جاپانی مہمات امن پر دستخط ہوئے اور ہمارے ملک کے جنرل۔ یلک اوئینا وادراہو کاسو راہنہ ہیں جو کیا مت ہائے متحدہ کے زیر نظام دے دی گئی اور پھر ان کے جاپان کے پاس ہی رہا۔ قسمت کی حقیقت کی وجہ سے ہمارے ملک کو اس نظام پر رضامند ہونا پڑا تھا۔

مگر وقت کے گزرنے کے ساتھ دنیا رفتہ رفتہ استحکام اور خوش حالی کی طرف بڑھی، جب کہ ہمارے ملک نے دوبارہ کافی تعمیراتی طاقت حاصل کر لی تاکہ وہ قوموں کی میزبانی کی نشوونما میں پناہ دے سکے۔ اور ان ترقیات کے، آج، ان خواہشات پر، جن کا میں نے ذکر کیا ہے اور جو ہمارے قومی شعور میں گہرا کرچل گیا ہے عرصے سے غور کیا جائے۔

واضح طور پر ایک مہم جاپانوں کے لیے یہ ایک مامن سب صورت حال تھی کہ خرابی کے ختم ہونے کے میں برس بعد بھی وہ غیر ملکی تسلط میں رہی۔ ہمارے محرم میں کوئینا وادراہو ایک وسیع قومی اتحادی رکے کی خواہش بن کر ابھری۔

اس وقت تک کہ ایک اور جنگ کے اعلان کے میں ایک اہم جنگی حیثیت حاصل ہو چکی تھی۔ مگر بھی، میں نے وزیر عظم کا عہدہ سنبھالتے ہی اپنے اس عہدہ کا اعلان کر دیا کہ ”جب تک آئینہ و آئینہ کو وہیں کیا نہیں جائے گا، جاپان واحد جنگ کے عرصے سے مکمل طور پر بدتر نہیں ہو سکتا۔“ میں اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ کوئینا وادراہو

اپنے نامنا مسیحیوں میں چھوڑنے سے پیشہ میں زیادہ تعلق دیتے تھے گا، اس لیے اس مجمع الجرازا کی بہت اہم حیثیت تھی، اور اس لیے بھی کہ وہ آئندہ ان کی وہی بحران کاٹنے کے مغربی علاقے میں سنجیدگی کا باعث ہو۔

اب میں قائل ہو چکا تھا کہ جاپان اور ریاست ہائے متحدہ جیسے ملکوں کے درمیان، جن میں جمہوریت بھی ہے اور بلند معیار زندگی بھی، مختلف مذاہات کے پیش نظر کسی اور طرح نہیں، صرف پُر امن مذاہات کے ذریعے ہی ٹھیک سے چٹا مشکل ہوگا۔ حقیقت تو یہی ہے کہ وہ دنیا کی وہی ہے ہونے والے مذاہات بہت بڑا پہنچ چکے خوش قسمتی سے، مسودہ تیار کرنے والی قوتیں اور پیش بین منہ میان فرانسیسیوں کی یمن کی وفد کے ذریعے ہمارے لیے ترتیب نوکا یک راستہ چھوڑ دیا تھا۔

مشترکہ اور دائمی دوستی کی روشنی میں درجہ پان امریکا تعلقات کے استحکام کی بنیاد پہ ایڈر میں ٹھاکم کرنے کی خاطر، اور عالمی امن کے حصول کے لیے میں نے ریاست ہائے متحدہ سے اس وقت کے حالت میں پُر امن تبدیلی کی صورت میں آئندہ ان کی واپسی کی ٹھکانش کی تھی۔

یہ نہیں کیا جا سکتا کہ مذاہات آسان تھے۔ پھر بھی ایک دوست ملک کی حیثیت میں ریاست ہائے متحدہ نے جاپان کی ٹھکانش کو دھما مندی کے جذبات کے ساتھ ساتھ، بالآخر سفارتی مذاہات کے ذریعے دنیا کی تاریخ نے ایک غیر معمولی واقعہ بنا دیا تھا۔

اس سیاحتی عمل کے نتیجے میں، جاپان کے طوائف شرقی پیشہ کی منتقلی میں امن اور استحکام کو تحریک کی۔ مزید نہ آں، امریکا درجہ پان کے درمیان کے دوستانہ رشتے جو امن اور استحکام کی کلید تھیں، مزید مستحکم بنیادوں پر رکھ دیے گئے۔ کیونکہ ایک مزید صورت حال تخلیق کی گئی، جو چین کے ساتھ ٹھاکم میں بتدریج کمی کی بنیاد بنی۔

میرا یقین ہے کہ وہ دنیا کی وہی عملی حالی کیفیت میں ایک پُر امن ترمیم کی مثال بنی ہے جس نے ایشیا میں ٹھاکم کی اور بحران کاٹنے کے مغربی علاقے میں استحکام پیدا کیا۔

(۵)

میں نے جاپان کے خارجہ رشتوں کے میدان میں میشر ترمیموں سے دوستانہ تعلقات کی، یہاں میں بہتری کی بھی پیش کش کی ہے۔ شہر دو شہر کو جو پچھلی صدی جیسوی کے آخر سے ساتویں صدی تک بند رہے تھے، قدیم جاپان کے ایک ممتاز سیاحتی رہنما تھے، تو ہی اس دور کے ایک عظیم مذہبی رہنما بھی تھے۔ جب جاپان میں جرحہ متعارف کر رہا تھا، جاپان کی پہلی آئین ساز اسمبلی شہر دو کے شہر دو کے علاقے سے شہر دو ہوتی ہے: "ہم آئیں گے وہ دنیا کی صلہ سے جس کا احترام کیا جا چاہیے۔" یہ جذبہ ایک بہترین آئین ہے جو جاپان کی تاریخ میں جاری و ساری ہے۔

اپنی حد تک میں نے عمر آج کی کے اس جذبہ کو اپنی سیاحتی زندگی کا رہنما اصول بتاتے ہوئے "عالمی

شرقی اور تہ ۲ بجی کے تقاضے میں پیش کیا ہے۔ میرا اپنا ایک پسندیدہ قول ہے: ”بھریاں کھڑے ہیں اور شرم و ہانہ بگڑ رہی ہیں۔“ یہ فحش امر ہے کہ ہر مختلف رقبہ۔ اس کے باوجود سب کو ان اختلافات کو با اثرات کے ساتھ قبول کرنا چاہیے۔ ”ایسا طریقہ خوش کما چاہیے جس میں باہمی اخیان و عقیم کے ساتھ ہم ایک ساتھ زندگی گزار سکیں۔ یہ دراصل ایک اخلاقی اصول ہے جس نے یہی زندگی میں میری رہنمائی کی ہے۔ میں یہ کہتے ہوئے بہت خوش ہوں کہ اس کو جاپان کے اور دنیا کے بہت سے نیک نیت لوگوں کی تائید حاصل ہے۔“

یہ جذبہ جب خارجہ تعلقات کے میدان میں متبادلا کیا جاتا ہے تو کسی پالیسیوں میں داخل جاتا ہے جو پُر امن اور برادر نہ ہو جاتی ہیں، محاذوں کے درمیان نظریاتی اور سیاسی اختلافات کی کیوں نہ ہوں۔

اب جذبے کی تحریک کے نزدیک سب سے پہلے میں نے ایشیائی سفارت میں اچھی سمجھائی کے فروغ پر زور دیا تھا۔ بہت سے ممالک اور ان کے مسائل کی وجہ سے ایسے موقع بھی آئے تھے جب اس پالیسی پر عمل کرنا منسب نہیں سمجھا گیا۔ اس کے باوجود میں نے کبھی اسکی پالیسی نہیں اپنائی تھی جو ایک غیر ملکی دشمنی کی نظر سے دیکھتے ہو مجبور تھی، اور میں ہمیشہ بہت سنجیدگی سے مذاکرت کے لیے تیار رہا کرتا تھا۔

اپنے ذہن کو اسی نقطہ نگاہ پر مرکوز رکھتے ہوئے میں نے، وزیر اعظم ہتھی، سنجیدگی سے جمہوریہ کوریہ کے ساتھ بہتر تعلقات استوار کرنے کے لیے کام کیا۔ مذاکرت کے دوران بہت سے تشبیہ و فراز آئے جن کی اصل وجہ کوریائی ورجاپائی عوام کے قومی احساسات تھے جو ماضی میں تہذیب و ثقافت کو جاپان کے تسلط اور اس علاقے کی تقسیم کی حقیقت کی پیداوار تھے۔

اس کے باوجود سب سے پہلے اپنے نزدیک پوسین سے مسدود ت، باہمی مفادات اور حقیقت پسندانہ جذبے کی رہنمائی کا راز ثابت ہوئی۔ جنوری 1966 میں جاپان اور جمہوریہ کوریہ کے درمیان ایک بیانی اور اس سے ہمہ رشتہ کی معاہدہ نافذ ہوئے۔ اس طرح، بعد جنگ جاپانی سفارت کاری کا ایک بہت بڑا ملوثی شہدہ مسئلہ حل ہوا۔

آئیے، اب ہم چھٹے شرعے کے جنوب مشرقی ایشیائی نظریات پر نظر کرتے ہیں۔ ایت نام کی جنگ کے باوجود، جو خوش قسمتی سے ہندوچین جزیرہ نما سے باہر نہیں بھیجی تھی، اس پرے علاقے کی معیشت کا ہموار رفتار سے فروغ ہوا۔

یہ فروغ کثیرتہ مختلف ممالک کی ان کے رہنماؤں کی قیادت میں کی جانے والی ان تھک کوششوں اور ابتدائی شروعات کا میرے خیال میں، جاپان سے بھی اس ترقی میں ہاتھ بنا تھا۔ جاپان ان قوموں میں سب سے آگے تھا جنہوں نے 1966 میں ایشیائی ترقیاتی بینک کے قیام میں حصہ لیا تھا۔ جاپان نے جنوب مشرقی ایشیائی ترقیاتی اقتصادی ترقی کاغذ میں بھی اعلیٰ کردار ادا کیا تھا، اور ایشیائی بحر کمال کاؤنسل میں بھی حصہ لیا تھا۔ اس طرح اس نے علاقائی تعاون اور باہمی استحکام کے فروغ کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ جنوب مشرقی ایشیائی

کے رہنما بھارتیہ عہد کے ترمیم کے بعد اورچہ دیتے ہیں، جو اس نے معیشت اور ترقیاتی کے غیر معمری میدانوں میں ادا کیا ہے۔ میرے خیال میں اس میں زیادہ تر ترقیاتی کام چاہیے تاکہ دنیا میں ترقی حاصل کیے جاسکیں۔ اس کے علاوہ Youth Overseas Cooperation Corps کی سرگرمیوں بھی ہیں جن کے رکن مقامی و قومی کے ساتھ مل کر معیروں پر ترقیاتی کام کرتے ہیں اور پناہ گزین بہتے صرف جنوب مشرقی ایشیائی کے لیے نہیں بلکہ پوری ترقیاتی پذیر دنیا کے لیے۔ میری وزارت متعلقہ کے دوران ان کی سرگرمیوں میں بہت اضافہ ہوا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں، ایشیائی رہنماؤں کے ساتھ مل کر وہ قوتوں کے مواقع اور باہمی ترقیاتی کام کے لیے، اپنے علاقے میں ترقیاتی کام پیدا کرنے اور ممالک کے ساتھ اچھے رشتے استوار کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

(4)

یہ ایک دلچسپ تعلق ہے کہ 1901 میں میرا تھیور ہوا تھا، اسی سال، جب پہلا نوٹس امن انعام دیا گیا تھا۔ 74 برس کے عرصے میں نوٹس امن نے دنیا میں امن کی تحریک کے روشن دور کا ایک پہلو دیکھے ہیں۔ چنے عرصہ حیات میں مجھے بھی ایسے تجربات ہوئے ہیں۔ اسی لیے میرا خیال ہے کہ مجھے چنے عصر کی مہم کو درپیش بہت سے مضمومات میں سے ایک مضمون پر چھوٹی مشابہات پیش کرنے کی اجازت دی جانی چاہیے۔ یہ مضمون تھرمونوکلیر (thermonuclear) توانائی کے استعمال کے مسئلے کے علاوہ دیگر چھوٹی ہیں۔ تھرمونوکلیر توانائی کا ایک پہلو اس کی بے پناہ توانائی کی طاقت سے ہے، یہ توانائی انسانیت کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ہو سکتی ہے، بشرطیکہ یہ اس طریقہ استعمال کی جاتی ہے۔ ایک اور پہلو جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، یہ ہے کہ یہ بے حساب توانائی کا ضعیف اور مستقبل کے ممالک کے لیے نئے افق کھول سکتی ہے۔

آج انسانیت کو آبدی، غذا، قدرتی وسائل، توانائی اور، جب کے مشکل چیلنج کا سامنا ہے۔ یہ نہایت سنگین مسائل ہیں جو اس دنیا کا امن تھوڑے کر سکتے ہیں، اگر عمل کی حد میں غلط وسائل کا انتخاب کریں۔ صنعتی ترقی یا فائدہ ممالک قدرتی وسائل کے حامل ممالک اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان نا انصافی کی فلیج بن چکی ہے۔ اگر توانائی کے نئے وسائل کے فروغ کے ذریعے، بالخصوص جوہری توانائی، جو دنیا بھر میں توانائی کی پائیدار فراہمی کا یقین دلا سکتی ہے، اس مشکل پر قابو نہیں پایا جاتا تو ایک وقت آئے گا جب ہم ایک ہندگل میں جا پہنچیں گے۔

مجھے بھی جوہری توانائی کا پُر امن، استعمال میں، جوہری فیکٹری اور اس سے تحفظ کے ایسے مسائل سے دوچار رہتا ہے کہ وہ اس کے فروغ کا آخری مرحلہ آتی ہو لیکن یہ آخری مرحلہ ایک مائٹرن مرحلہ ہے ہمیں جس کو اس وقت تک برداشت کرنا ہوگا جب تک کہ تکنیکی اختراعات میں کوئی بڑی دریافت نہیں ہو جاتی۔ مجھے

یقین ہے کہ جب تک بحریہ اور نیکیوں کے فروغ پر غیر جزائری اتحاد قرار رکھتے ہیں، بشرطے کہ دنیا کے ذہن ترین رہائے متحد رہیں، انسانیت اپنے مستقبل کے لیے ایسا تھن نگاہیں دینے کی صلاحیت رکھتی ہے جس میں محدود امکانات ہوں گے۔ لیکن جوہری ٹھوسٹ (fusion) کے میدان میں تحقیق اور ترقی کو جس کو صرف ترین جوہری توانائی کا منبع سمجھا جاتا ہے۔ ٹھوسٹ مسائل حل ہونے سے ہیں جب اس کا عملی استعمال شروع ہوتا ہے، اس کے لیے ایک بین الاقوامی تنظیم اور مدد قائم کیا جائے۔

کئی برس قبل میں نے قین غیر جوہری اصول پیش کیے تھے جن کے ذریعے امن کے لیے جاپان کے عوام کے عزم کا اعتراف رہتا تھا۔ جیسا کہ پہلے کہ چکا ہوں، ایسا اس لیے کیا تھا کہ پوری جاپانی قوم حرمو نیکیوں کے خلاف ہے جو ان کے سان بھائیوں کی بدانت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

سب سے پہلے میں بین الاقوامی معیار کا تحفظ تیار کرنے کی ضرورت ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ جوہری توانائی کے پرمی استعمال کی تحقیق اور ترقی کے لیے ایسے عملوں میں بین الاقوامی اصول اپنائے جانے چاہئیں جو ماحولیات کے مسائل کا خیال رکھیں۔ اس کے لیے بین الاقوامی ضرورتوں میں بین الاقوامی معیار کے تحفظاتی نظام کی سب سے پہلے ضرورت ہوئی تھی مجھے امید ہے کہ International Atomic Energy Agency اس سے ملے ضروری اقدامات کے لیے جوہری توانائی کے پرمی استعمال اور فروغ میں معاون ثابت ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جوہری ایندھن کے تھوسے اور تعین کے لیے ایک بین الاقوامی معاہدہ ہونا چاہیے۔ تمام بین الاقوامی کمی کے باعث اس بات کا بہت خطرہ ہے کہ مستقبل میں کسی وقت بھی جوہری توانائی کے حصول کی بے کام دوڑ شروع ہو جائے گی۔ یہ کہن چند ضروری نہیں کہ اس نوعیت کی ترقی امن کے لیے اور بین الاقوامی انسان کی خوش حالی کے لیے خطرہ ہوگی۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ مستحکم مستقبل کے تصور کے لیے ابھی سے قدم اٹھانے ہیں گے۔

مختار و بار امکانات کی روشنی میں ضروری ہوگا کہ ایک معاہدے کی بنیاد پر، جوہری ایندھن کے تھوسے اور تعین کے لیے یہ کسی نظام کی بنیاد رکھی جائے، جس کے تحت اس قسم کے ہر ایندھن کو ایک بین الاقوامی تنظیم کے انتظام میں دے دیا جائے، جس کا فرض ہوگا کہ ضرورت مند ملک کو ایندھن کی ترسیل کی یقین دہانی کرے۔

آخر میں، جوہری ایندھن پر تحقیق اور اس کے فروغ کے لیے بین الاقوامی تعاون کا مستند پید ہوگا۔ حرمو نیکیاں توانائی کے موبوس استعمال کے لیے ایک نظام کا تیار کیا گیا کسی ایک ملک کے ہوں کی بات نہیں ہوگی، خواہ اس کے وسائل کتنے ہی بڑے ہوں۔ یہ باتیں ہیں کہ اگر ہم دنیا کے سب سے بڑے ممالک کو یک جا کر لیں تو جوہری کجیوت کے عملی استعمال کے لیے دیکھتے کم ہو سکتا ہے، اگرچہ موجودہ پیشین گوئیوں کے مطابق اس میدان میں، مدینہ بنت ہو جس سے جس ملک کا عرصہ تک ملے گا۔

جاپان سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بہت آگے نکل چکا ہے۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ

اگر ایک بین الاقوامی تحقیقی سمیت کی تشکیل ہو جائے تو ہمارے توجہات اس کام میں رضا کارانہ طور پر شریک ہونے کے لیے بخوشی تیار ہوں گے۔

میں ان تین نکات پر روشنی ڈالتا چاہوں گا جن کو میں "جوہری توانائی کے پرامن استعمال کے تین اصول" کے نام سے پکارتا ہوں۔ کافی عرصے سے کیمور (Kosil) اینڈ سن کے بحران کا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ متحدہ قیادت کے باوجود جوہری توانائی کے پرامن استعمال پر کافی پیش رفت ہوئی ہے۔ اس کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ قومیت پر رد کیا جا رہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ قومیت نے قوموں کی میونق میں آزادی اور مساوات کی عداوت کا آثار اُس کے لیے ہے۔ اگر یہی نظر سے دیکھا جائے تو دنیا میں ابھی تک قومیت کا تاریخی کرنا شروع نہیں ہوا ہے۔

یہ بھی، اگر بنی نوع انسان کے مستقبل کو سامنے کرنے کے نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ نظر اور غور میں قومیت واقعی جوہری توانائی کے پرامن استعمال کے فروغ میں آ رہی ہے۔ اس کے رشتہ میں اضافہ تو قیمن طور پر نہیں کر رہی ہے۔ تمام قوموں کو اس و ایک حقیقت بتانے اور یہی بنیاد رکھ کر کے لیے جس پر انسانیت کا ارتقا اور مستقبل کی بہتر زندگی کا، محصلہ ہو مثبت کوششوں کے لیے متحد ہو جانا چاہیے۔

(5)

میں نوٹس امن کمیشن کے ممتاز ارکان کے فیصلے کے نتیجے میں نوٹس امن انعام پانے پر اپنے آپ کو اس وقت بے حد بخوش قسمت محسوس کر رہا ہوں۔ میں اس لیے بہت جذباتی ہو رہا ہوں کہ اس انعام کا مطلب ہے کہ امن کے لیے ہمیں پرکھنی مین میری کاوشوں کا چین اور قومی سطح پر اعتبار کیا گیا ہے۔ اگر جب میں پلاسٹ کرپاؤن کی تاریخ پر نظر ڈالتا ہوں تو سوچتے ہوں کہ میرے ملک میں مجھ سے پہلے بہت سے لوگوں نے امن کے لیے کام کیے تھے جن کی کوششیں میری کوششوں سے نہیں زیادہ تھیں، اور شاید وہ لوگ اس انعام کے مجھ سے زیادہ مستحق ہوتے۔

میں صرف ایک نظر معنوں میں امن کے لیے کام کرنے کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں اس بات کا قائل ہوں کہ ہمارے موسم، اپنی کوششوں اور قابیلیتوں کے زور پر، دنیا کے تمدن کے فروغ میں بڑے کام کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔

اگر بڑا اس نامی پسے نوٹس انعام شربٹ کیو تو ہوتا تو ادب کا سب سے پہلا انعام حاصل کرنے والی ایک جاپانی عورت ہو سکتی تھی۔ اور اگر جاپان نے کئی صدیوں قبل بین الاقوامی میونق میں حصہ لیا ہوتا تو طبیعت، کیما، حیاتیات اور اقتصاد کی سائنس کے خدمات پانے والوں میں کئی ایک جاپانی شامل ہوتے۔ اس وقت تک نوٹس انعام پانے والے، مجھ سمیت، صرف پانچ افراد ہیں۔ میرے خیال میں

کا دے لیے یہ ایک لمحہ ٹھہریا۔

میں یہ سب اس لیے کہہ رہا ہوں کہ چاہیے تاج اور تمدن نہ اسے، تو کچھ راستوں پر بھڑن رہے  
 تھے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی قوموں سے اپنی ضروریوں کے باعث ہم ایک طرح کے سماجی انسانی جن  
 میں ترقی رہیں اور عوام کی حیثیت میں ہم اپنی عداوتوں کے لیے دنیا کے تمدن میں اپنی طرح خواہ  
 نہیں ڈال سکے تھے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ دنیا کے عوام سے اپنی بد قسمت دنیا کی  
 بنا ہے، سوچ تو کیا، ہم ان سے ماہلے بھی نہیں قائم کر سکے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ کچھ کہتا ہوں کہ  
 ان خصوصیات کا یہ مسائل میں، مغربی تمدن اور تہذیب کو بنانے کی جہت میں، ہم دنیا کو اپنے تہذیب و تمدن  
 سے پوری طرح روشناس نہیں کما سکے ہیں۔

بنیادی طور پر چاہیے قوم کو سمجھنا بشواری ہے، اس لیے کہ ہماری تہذیب مغربی اور جوہر کے ایشیائی میں  
 سے بہت مختلف ہے۔ چوں کہ یہ امر واقعہ ہے، اس لیے ہمیں اپنے آپ کو بھرپور پہچان کر کے اپنے  
 زیادہ پیش رفتی چاہیے تھی۔ میں اس اعتبار سے کہ مجبور ہیں کہ یہ وقت میں جب میں اقوامی تنظیمیں بہت  
 ضرورت تھی، اپنے آپ کو متعارف کرنے کے سلسلے میں ہماری کوششیں ناکافی تھیں۔

میں جب اپنے ملک کی فہانت اور اپنے عظیم لوگوں کے بارے میں سوچتا ہوں جو چین اور تووانی پہچان  
 بنانے میں ناکام سے تھے تو میں اس پیش قیمت اہم کے حصول پر اپنے آپ کو زیادہ خوش قسمت تصور  
 کرنے لگتا ہوں۔ ساتھ ہی، میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں بہتر چین اور تووانی اور ان کے پاس کرنے کے لیے زیادہ  
 کوشش کرنی چاہیے۔

میں اس اہم کو تہذیبی اعتبار سے خود با صحتی بتانا چاہتا ہوں۔ اس لیے، میرا ارادہ ہے کہ میں اس  
 اہم کے ذریعے اپنے دور دنیا کے دیگر حصوں کے درمیان رابطوں کو بہتر بناؤں گا۔

ان اہمات کے قیام کے پیچھے، بد شہہ الفریڈ نوبیل کا ارادہ تھا کہ قوموں کے درمیان پر امن  
 استوار ہوں۔ اپنی جانب سے میں یقین دہانی کرنا چاہتا ہوں کہ میں، الفریڈ نوبیل کے نقش قدم پر چلتے  
 ہوئے، چین اور تووانی کی بہتری کے لیے اپنے ملک کے لوگوں کو عداوتوں کو ہٹانے کا ارادہ ہے، اور دنیا کو  
 ان کوششوں سے متعارف کرانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ آپ کا شکریہ!



ہنری کسنجر

لی ڈاک تھو

اعلان تجلیل

جلالت تہ، عزت تہ، محانین و حضرات!

اس برس کی 28 جنوری کو ریاست ہائے متحدہ امریکا پر رویت مانی جمہوریہ کے درمیان جنگ بندی کا ایک معاہدہ ہوا تھا۔

مارشائی پارلیمان کی کونسل کمیٹی نے 16 اکتوبر کے اپنے اجلاس میں دونوں مرکزی مندوبین، ہنری کسنجر اور لی ڈاک تھو کو جو چار رویت کی حالت کے بعد جنگ بندی کا معاہدہ کرنے میں کامیاب ہوئے تھے، 1973 کا نوبل امن انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

کئی برسوں اور کئی سالوں تک لڑنے والی رویت نامہ کی شہرہ آفاق اور دونوں طرف کے فوجیوں کو جنگ نے ڈکھلا کر رویتوں کی تھی۔ اس جنگ نے نہ صرف رویت نامہ اور اس کے عوام کو ابھائے رکھا، اس نے دونوں ممالک کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے ملکوں کی فضا کو زبرد آلود کر رکھا تھا۔

دوسری عالمی جنگ کے اختتام کے بعد سے رویت نامہ کو کبھی مسلسل امن کا عطف نصیب نہیں ہوا تھا۔ عالمی جنگ کے ختم ہونے کے بعد فرانس کی اکثریتی میں، ایک طاقت ور مسیحی مزارعتی تحریک کا سامنا تھا۔

ایک آزاد رویت مانی ریاست کے قیام پر تسخیر کیے جانے کے مسئلے کے حل کی تمام کوششیں کامیاب ہو چکی تھیں۔ اب ایک مکمل جنگ شروع ہو چکی تھی۔ جنگ میں موٹو فرانسیسی فوجیوں کی تعداد چار لاکھ تھی، پھر بھی

فرانس اپنے تجربے کو سمجھنے میں کام رہا تھا۔ 1954ء میں Dien Bien Phu کے مقام پر فرانس کی شکست کے بعد چین میں جنگ بندی کا ایک معاہدہ مذاق پروردہ بندی کی ایک سیرکھینچی گئی تھی۔ رادہ یہ تھا کہ آزاد انتخابات کے بعد ملک کو متحد کر دیا جائے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ جنوبی ویت نام کی نئی حکومت کا موقف تھا کہ شمال میں قائم اشتراکی حکومت کے زیر اثر انتخابات منصفانہ نہیں ہو سکتے۔ نتیجے میں ویت نام کی سرزمین پہ دو ریاستیں ابھریں۔ 1954ء اور 1960ء کے درمیان جنوبی حکومتوں کی بدنامی دیکھیں۔ ایک اشتراکی ریاست تھی جب کہ جنوب کی دوسری ریاست غیر اشتراکی تھی۔

جنوبی ویت نام کی حکومت کے خلاف ایک تیز رفتار تحریک وجود میں آئی۔ 1960ء میں اس کی سرگرمیاں بڑھ گئیں۔ اس نے FLN National Liberation Movement کے نام سے ایک مشترکہ ادارہ ورمان قائم ہوئی۔ جنوبی ویت نام کا موقف تھا کہ یہ تحریک شمالی ویت نام کی حکومت کی غمراہی میں کام لیتی ہے۔

بعد کے برسوں میں جنوبی ویت نام کی حکومت FLN کی بدلتی ہوئی سرگرمیوں کو روکنے میں ناکام رہی۔ یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ جنوبی ویت نام میں موثر انتظامیہ اور حکومت کا قیام کام ہو سکتا ہے۔

1964ء میں کچھ فیصلے کیے گئے جن کے نتیجے میں گلے چند برسوں میں امریکی فوجیں ایشیائی سرزمین پر جنگ کرنے والی تھیں۔ اسی وقت یہ فوجیں جنوبی ویت نام میں ہونے والی خانہ جنگی اور دونوں ویت نامی ریاستوں کے درمیان کی جنگ میں ابھی مداخلت نہیں۔ یہ فیصلہ جنوبی ویت نام کی سرزمین پر بڑے پیمانے کی امریکی فوجی مداخلت، شمالی ویت نام کے مخصوص مشکلات پر مبنی ہوا اور اس اور کیمبوڈیا کے ذریعے شمالی ویت نامی فوجوں کے لیے رستہ کی سہولت پر مبنی منصوبوں پر بھی منتج ہوا۔ مارچ 1968ء میں ویت نام میں امریکی فوجوں کی تعداد 541,600 فوجی تھی۔ امریکی فوجوں کے اٹھانے کا مقصد جنوبی ویت نام میں لڑنے والی شمالی ویت نام کی فوج سے گھیر لیا تھا۔

آج دنیا کو معلوم ہے کہ جنگ نے ویت نام کے عوام پر کیا مہم توڑے ہیں۔ جدید طریقہ جنگ کی مشق ہے لیکن خانہ جنگی کی دہشت مائیں سے کچھ کم نہیں۔ یہاں جنگ کے شکار ہونے والوں کی مزدور دینے والی اور مرنے اور زخمی ہونے والی، یتیموں، جنگی قیدیوں، جبراً بے گھر ہونے والوں اور جنگ کے علاقوں سے بھاگنے والے بے شمار بے گھر لوگوں کی تفصیلات کا اندازہ لانا بھی کچھ زور کی نہیں۔

1969ء میں ویت نام سے امریکی فوجوں کا ہندوستان کی انخلا شروع ہو گیا تھا۔ دسمبر 1972ء تک، ایک وقت کے پچاس لاکھ فوجیوں میں سے، 27,000 ہائی رینج کے حملے مگر جنوبی ویت نام میں بڑے حصوں اور شمالی ویت نام میں چھپنے والے کے بیکریک۔ تازہ ہوائی حملوں کے ساتھ جنگ جاری تھی۔

پھر بھی، ویت نام میں جنگ بندی اور امن کے لیے ہونے والے مذاکرات میں، جن کی 1969ء میں جنس میں شروعات ہوئی تھی، معمولی سننے پانے کے تھے آخر، اسی برس 23 جنوری کو ریاست ہائے متحدہ



اپنی سرزمینوں کے دو مان انھوں نے امن راستے کی نشاں دہی کی ہے جن پر چھٹا چاہیے۔ مئی جان نہیں سکتا تھا کہ امن راستے پر قدم نہ ہائے جائیں گے یا نہیں، مگر انھوں نے انسانوں کے امن کی خاطر اور مشکل راہ پر اپنی شمع روشن کیے رکھی ہے۔ انھیں انعام دیا گیا تھا، اس لیے کہ یہی حق حور پر ممکن ڈھونچنے کے اندر رہتے ہوئے، انھوں نے امن کے لیے کام کیا، گرچہ وہ بے عیب نہیں تھے، مگر اس راہ پر نہ ہونے والا۔ ایک قدم ضرور تھا۔

آئی کے حالات کے پیش نظر سوامند ہوگا کہ ستمبر 1950 پر نظر کریں، جب یہ انعام فلسطین میں اقوام متحدہ کے نمائندے رالف بنچس (Ralph Bunche) کو امرائیں اور عرب ریاستوں کے درمیان جنگ بندی کے حصول کے لیے دیا گیا تھا۔

رالف بنچس کے بعد سے تین مہینوں پر، 1956 میں 1967 میں اور اب ایک بار پھر 1973 میں، مشرق وسطیٰ میں کھل چٹک بند کی کوششوں کی ہے۔ بچے عمل سے انھوں نے جو راہ دکھائی تھی اس پر قدم نہیں بڑھائے گئے۔

آئی کے آخر، مشرق وسطیٰ میں چوتھی جنگ کے بعد اس بات کے امکانات پیدا ہو گئے تھے کہ بنچس نے جس کی جنگ بندی کی امید کی تھی، وہاں سے امن کی بنیاد بننے کی جو دنیا کے اس حصے میں تمام رہنے والوں کو رہنے پر تحفظ فراہم کرے گا۔

1971 میں یہ انعام ایک ذمے دار نہ نہ، چاندرونی برائت کو برائت کے لیے ان کی ذاتی خدمات اور یورپ میں تھوڑی سی پالیسی کے لیے دیا گیا تھا۔

دو تین مہینوں کی کثرت کو یہ بددعا کرنے کا سبب ہو گئے تھے کہ یورپ میں امن اور مذاکرات کی ایسی پالیسی سونپی چاہیے جس کی بنیاد پر حقیقی طاقتوں کے درمیان رشتوں کو تسخیر کرنا پڑے گا، اور اس حقیقت کو بھی کہ تین مئی کی رہنمائی پر اس وقت وہ زمین رہی تھیں موجود تھیں۔

یہ بالکل درست حل نہیں تھا۔ پھر بھی ایک ذمے دار نہ نہ اور یورپ کے قلب میں موجود ایک قوم کے رہنما سونے کی حیثیت میں یونین برائت نے امن کی پالیسی کا راستہ اٹھایا کہ صرف وہی ممکن تھی۔

دو ذمے دار برائت دانوں کو 1973 کا انعام دیتے وقت بھی مارڈ یاٹی Spring کی فوٹو کمپنی نے اس فلمیں پر زور دیتی ہے کہ کئی تنازعات کے حل کے لیے بھی، جو جنگ کو شروع کر سکتے ہوں یا کر چکے ہوں، مذاکرات کی سہارا بننا چاہیے، نہ کہ کھل چلنے کے لیے کھل چٹک کی جائے۔

حل تلاش کرنے والے دو ذمے دار جنھیں امن کا انعام دیا گیا ہے، بہت مختلف تھیں انھوں نے نو محددے تھے۔ ایک اسی مغربی نظام کا جس میں متحدہ مملکت پر برمان کام کرتی ہے، اور دوسرے اشتراکی نظام کا۔ ہم کو اس فہم میں نہیں رہنا چاہیے کہ یہ مختلف تھیں انھوں نے نظریات کے درمیان موجود اختلافات کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ مگر یہ سب ہمیشہ غور مند رہی ہے کہ امن کی مسئلہ بنیاد میں، مئی ایک اس حالت کے ہیں کہ پچھلے نظام کو دوسروں پر سونسنے کا حق اختیار نہیں کر سکتا۔ مختلف تھیں انھوں نے چھنے والی حکومتوں کو بھی امن کے ساتھ حل

میں نہ رہنا اور مذاکرات کے ذریعہ اپنے تنازعات کو حل کرنا چاہیے۔

نی ڈاک تھو نے کینیڈا کو مطلع کیا ہے کہ فی الحال وہ نعام کو قبول کرنے کی عادت میں نہیں تھا، جس کی وجہ انھوں نے ویت نام کی موجودہ کیفیت بتائی ہے۔ موجودہ اصولوں کے مطابق کینیڈا کو آئندہ ۱۹۷۴ تک ان کے انفرم کورسک سے ملے گی۔ اس کو تو فی ہے کہ 23 جنوری کے جنگ بندی کے معاہدے کے مطابق ویت نام میں عادت بہتر ہو جائے گی۔ ان کے لیے نعام قبول کرنا ممکن ہو جائے گا۔

اس سال ہنری کسنگر کو ریاست ہائے متحدہ کا سیکریٹری آف اسٹیٹ بنایا گیا ہے۔ کینیڈا کے نام اپنے خدا میں انھوں نے لکھا ہے:

"مجھے بہت افسوس ہے کہ دوبارہ پیدا ہونے والے بچوں سے بھری ہوئی اس دنیا میں کام کے دور کی وجہ سے میں 10 دسمبر کو ان کے قریب میں شریعت کی غرض سے لاہو نہیں آسکوں گا۔ میں نے اپنے ملک کے سیرجناب Byrnes سے درخواست کی ہے کہ اس موقع پر وہ میری نمائندگی فرمائیں۔ تاہم، اگر آپ چاہیں تو، میں مستقبل کی کسی ویرمٹا سب سے کچھ چٹا کرنے کے لیے آملتا ہوں، جیسا کہ میں سمجھتا ہوں۔ یہ نوٹل امن انعام پانے والے کو دینا ہوتا ہے۔"

کینیڈا کو ان کے موسم تک ڈاکٹر کسنگر کی مدد و طبیات کا علم ہے۔ یہ بھی اس وافر ہے کہ وہ ان کو کام حاصل کرنے کے لیے بخیر نہیں آسکے ہیں۔ ہم مستقبل میں اس کا فائدہ سننے کے آرزو مند ہیں۔

ہنری کسنگر 1923 میں جرمنی کے ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوئے۔ 1938 میں ان کا خاندان فرار ہو کر ریاست ہائے متحدہ چلا گیا۔ ان کے والد نے، جو ایک مدنی تھے، نیویارک کے ایک دفتر میں کام کیا۔ 1943 میں ہنری کسنگر کو فوجی خدمات کے لیے طلب کر لیا گیا، وہ امریکی باشندے بن گئے۔ انھوں نے یورپ پر آئری حملے میں حصہ لیا تھا۔ انھیں ایک جنوبی جرمن شہر کی انٹیلیجنس ڈیویژن میں بھیجا گیا جہاں انھیں اتحادی فوجوں کے زیرِ اہم تھا۔ 1946 میں انھیں ہارڈن ویل بورسی سے ریلیف مل گیا۔ 1954 میں انھیں European Peace Settlement after the Napoleonic Wars کے عنوان سے کھسے کے مقالے پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی۔

1950 میں انھوں نے نیویارک میں Council of Foreign Relations کے ایک گروپ کے لیے تحقیقی کام کیا۔ اس گروپ نے ریاست ہائے متحدہ امریکا اور سوویت یونین کے تعلقات، خصوصاً جوہری دہشت گردی میں فوجی صلاحیت کے مسائل کا تجزیہ کیا تھا۔

1957 میں وہ پیر ہارڈن گئے، جہاں 1962 میں ان کو پروفیسر کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ صحت کے بوجھوں اور چھٹے عشرے کے دوران انھوں نے مختلف سیاسی موضوعات پر بہت کچھ لکھا۔ انھوں نے صدر آئزن ہارور اور صدر کینیڈی کے لیے کچھ تحقیقی کام بھی کیے تھے۔ کسی جرح سے متنب ہوئے بغیر 1968 کے انتخابات کے دوران نیشنل ماکسٹر (Nelson Rockefeller) پر دہشت گردی کے بارے میں بھی مدد

فی۔ 1968 کے بعد انہوں نے صدر کسین کے مشیر کے طور پر کام کیا۔ جنوری 1969 سے انھیں امریکی صدر کے ساتھ سلامتی کے مشیر کے طور پر کام سونپا گیا۔ 1973 میں ڈیسمبر کی آف اسیٹ کے عہدے پر فائز ہوئے۔

ڈاکٹر کسین کی تمام تحریروں میں ہمیں ایک بنیادی رویہ نظر آتا ہے جس نے انھیں اس کردار کے لیے منتخب کر دیا جو انہوں نے 1969 میں ادا کیا تھا۔ یہ 46-1945 میں جرمنی کے انقلابی ذمے داریوں میں ان کے کردار میں بھی ابھرتا نظر آتا ہے۔

لوگوں کو اب بھی دو جملہ یاد ہے جو ایک جرمن یہودی تارکین وطن نے، جو اپنی سر زمین پر مارت ہی بعد امریکی وردی پہنچے ہوئے واپس آقا، جس کے خاندان کے سرورق ادا تسیوں کے دور میں مارے گئے تھے، کہا تھا: "میں اپنا نظام بننے کے لیے نہیں آئے تھا۔"

یہ رویہ موجودہ قوموں کے درمیان حقائق کے بہت پیچھے سے بنے تصورات کی نشان دہی کرتا ہے، ایسا رویہ جو سلطنت کو برداشت نہیں کر سکتا ہے۔ یہ جرمن اور یہودی خون رشتہ والے ایک نوجوان میں الامتہ ان لوگوں سے محبت میں دشمنی نے بنیاد پرستوں کو اخلاقی جہنم میں گرجانے دیا ہے۔

ڈاکٹر کسین کے بننے والے میں کسین نے 1814 کے بعد کے عہد میں امریکی چلنے والے امن پر بات کی ہے، اس عرصے میں جو باوجود کبھی کبھی ہونے والی جنگ کے پیدا کیے ہوئے نقص کے سو برس بعد یعنی 1914 تک جاری رہا تھا۔

اس عرصے پر بات کرنے والے بہت سے تاریخی وال فوجی حاکم کے قوانین پر زیادہ زور دیتے ہیں! فوجی اعتبار سے کوئی بھی ایک حاکم پرے پرپ پر حاوی ہونے کے قابل نہیں تھا۔ چنانچہ کہ 1814 سے پہلے یوگوسلاویہ اور 1914 کے بعد جرمنی نے کیا تھا۔

دوسری جانب کسین کی حقیقت پر زیادہ زور دیتے ہیں کہ وہ ستوں کے درمیان حقائق کے عالم گیر اصولوں کی بنیاد پر، امن کی بنیاد پر قومی نظام کا پابند تھا۔ اس نے اس میں بھی سیاسی نظام بہت مختلف ہوتے تھے، اور بہت ساری طاقتوں کے اپنے مختلف انویں مذاکرات ہو کر تے تھے۔ مگر یہی حد تک وہ اصولوں اور قوانین کا احترام کرتی تھیں، یہی وجہ سے وہ جنگ کی وجہ بننے والے، نظام اور مفاد کے اختلافات سے پرہیز کرتے تھے۔

اسی لیے، یہ بالکل فطری تھا کہ امن کے فروغ کے لیے بھی کسین، چچے اور فن دونوں کے اعتبار سے، سیاسی حکمت عملی پر زیادہ زور دیتے تھے۔

خارجہ پالیسی پر کسین کا جتنا خیال تھا کہ امن کا قیام اس اصولوں کی بنیاد پر ہونا چاہیے، سب دیکھیں، بالخصوص یہی طاقتیں، جن پر عمل کر رہے تھے۔ صرف ایک ریاست کا یہ عمل کرنا کافی نہیں ہوتا اس کے برعکس، اگر کچھ ریاستیں کسی بھی قیمت پر امن کی طلب گار ہوں، اور دوسری ریاستیں اصولوں پر عمل پیرا نہ ہوں،

تو ظہر پاک صحت حال پیدا ہو گئی ہے۔

ڈاکٹر یٹ کے اپنے مقالے میں انہوں نے اس کو متعدد جہات پر لکھا ہے:

”جب بھی مین اندر جنگ کے محور پہنچی طاقت یا طاقتوں کے گرد و کاروں میں مقید ہوا ہے، مین ارتقائی نظام، مین ارتقائی میکانیکی کے سب سے بڑے دھم دھم کے دھم دھم پر رہا ہے۔“

اس قسم کی پانچویں جنگ کا باعث ہو سکتی ہے، اور سب سے خوف ناک مثال 1938 کا میونخ معاہدہ تھا، جس میں مغربی طاقتوں نے جیسے سوا کیا تقریباً کے برعکس کی طرح بظاہر پیش کرنا تھا اس وقت سے بھی لوگ موجود تھے جن کا خیال تھا کہ اس سب سے بڑی کے ذریعے امن ”بہارے عرصہ حیات“ تک کے لیے محفوظ کرنا ہو رہا ہے اس وقت کسی کو اس کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا کہ بظاہر تھے تمام مین ارتقائی اصولوں کو ہلاکے طاق رکھ دیا ہے۔

یہ کہنا ضروری نہیں رہا کہ 1930 کے آخر تک جیسے ہی منظر رکھنے والے انسان کی سوچی پہ اثر انداز ہوا۔ نئی قہار ن کے حیل میں، جب بھی سیاسی شدت پسندوں کو کسی ریاست میں طاقت ملی ہے، وہ ظہر پاک ثابت ہوئے ہیں، اس لیے کہ وہ بدستوں کے درمیان رشتوں کے مستقل اصولوں کو دانتے سے انکار کرتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ اشتراکی حکومت کو برے اندیشوں کے ساتھ دیکھتے رہے ہیں، اور ان کی اندیشوں نے 1950 کے عشرے میں مغرب اور اس کی مددگار کے درمیان میں ان کی سوچی پہ اثر کیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی، اور اس کے مقابلے میں وہ بدست ہی ہے، جو ترقیاتی تھیوریوں کی موجودگی کے باعث، انسان کو حق خطرات سے اچھی طرح واقف رکھتا ہے۔ وہ اس فکر میں رہے ہیں کہ بدست ہائے متحدہ اور مغربی یورپ جو ترقیاتی تھیوریوں پر انحصار کے بغیر، جو ان کے چہ نہایت دیرت قبول ہے، بعد اس طرح اپنا مقام کر سکیں گے۔

انہوں نے اپنی امیدیں اس خیال پر مرکوز رکھیں کہ جو ترقیاتی تھیوریوں کے دیر میں ہر بڑی طاقت کو یہ احساس ہوا چاہیے کہ اس کا سب سے بڑا خطرہ جو ترقیاتی تھیوریوں کی جنگ کو پھوٹ پڑنے سے ڈک ہوگا۔ اس لیے اس احساس کا دراک حد درجہ ضروری ہوگا، اور وہ وہی بھی سیاسی نظام اور نظریات کی نمائندگی کرتی ہو۔

اس حقیقت کے دراک کے بعد، مانی سطح پر قبول کیے گئے نئے نظام کی بنیاد پر، ان کو ایک چہرے سے نئے رشتے ستوار کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا، جیسا کہ 1914 سے قبل یورپ میں ہوا تھا۔ یہ تھی کسنگ کا منظر ہذا ان کے عظیم تجربے کی بنیاد پر بنائی جاتے ہیں، مانی کی بنیاد پر۔

نئی کی رائے میں، اس قسم کی دنیا میں ریاست ہائے متحدہ کو ”کامیابی“ کا کردار ادا کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ دیر کی طاقتوں کو بھی، جن میں سوویت یونین اور چین شامل ہوں، ہماری کی سطح پر ہم ان کے حقوق و مفاد کے درمیان کے ساتھ امن کے لیے مدد کرنا چاہیے۔

کسفر رفتہ کی کام کے باہر نہیں: جب وہ ماسکو ریپیٹنگ کے سفر پہنچا تو جوسپے تھے تو اسٹیشن میں ان کی میز پر لٹے کیے جانے والے مسکن کے ڈبوں تل نہیں تھے۔ انہوں نے ان مسکن کو اپنے سفر و مضامین، بیانات اور سوانح کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی تھی۔

یہ تجربہ ہمیں ان حالات سے باہر نکلنے کا ایک راستہ دکھاتا ہے جو دوسری عالمی جنگ اور بعد کی سرد جنگ نے پیدا کیے تھے۔

کسفر نے 1969ء سے جرپا ہی میں کسے کی کوشش کی ہے۔ وہ 1969ء سے بہت پہلے کے ان کے اپنے خیالات پر مبنی ہے۔ کسی کو شناخت کی پڑی میں ان کی ذاتی کارگزاری کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

ایک ہی یہ عہدوں میں انہوں نے صحافی غاص میں وضع کی ہے کہ چونکہ ان کے سامنے متنوع دنیاوات، نظام و نظریات ہیں اس لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ بذاتی طاقتوں کے درمیان تحقیقات میں دیانت کی کوشش کی جائے۔ اس لیے یہ اور بھی ضروری ہوتا ہے کہ جویری جنگ کے خطرات کو کم کیا جائے۔ دیانت انہوں کو مذکورہ کے مواقع فراہم کرتا ہے تاکہ جب ضروری ہو فوری اقدام کیے جائیں، اور یہ مہمانہ روی کے انہیں کاموں بھی فراہم کرتا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے بحران کی وجہ سے ان کے نیا اور زور دیا گیا ہے۔

اس برس کے امن اتمام حاصل کرنے کے حقیقت پسند شخصیت کی آواز ہے۔ وہ اپنے ملک کو بھی خارجہ پارٹ میں زیادہ نظریاتی اور جذباتی انداز میں متاثر کرنے کے خلاف شبہ کرتے ہیں۔ ان کی حقیقت پسندی ان کی سوئی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے جو بدستور حالت اور وقت کے ساتھ ہمیشہ ایک بنیادی اخلاقی رائے بن جاتی ہے۔ خطرے سے بھرپور ایک ماقص اور رنگا رنگ دنیا میں ایک جہد ان کے دور کی ان کی منہ و قیوت رہی ہے۔ یہ وہ خود ہی اس قسم کی بڑھ چوکے تھے جو کئے ہوئے ہیں۔

انے والے برسوں کی میں ہمیں پتا چھے کہ اس کا تجربہ ہمیں ایک محفوظ دنیا کے راستے پر کہاں تک لے جاتا ہے۔ مگر اس کا رد و دار نہ فقط بشری کسفر پر ہے اور نہ سیاست کے لئے سمجھوتہ۔

اس تنازعے کی کسوٹیوں میں سے ایک تو مشرق وسطیٰ کا تنازعہ ہے، دوسری سوئی ویت نام ہے۔ یہاں نتیجہ ان تمام حربوں کے کردہ ہے کہ مختصر ہوا جو تنازعہ کا حصہ ہیں، یعنی تنازعہ کے ملاقات کی طرف رہائش اور عالمی طاقتیں جو اس میں مداخلت ہیں۔

مارکس عدالت میں اور سوپ میں بھی مذاق اور تعاون کے عالمی احوال کے اندر رہتے ہوئے، جو اس عظیم تجربے کی دین ہے۔ دیانت کی طرف جاتے دکھائی دے رہے ہیں۔

ان مشغلی بھر عظیم مددین کا ٹرانس کی میز پر بیٹھے دنیا میں جنگ اور امن کے سوا کچھ نہیں ہے۔ مگر کہیں کہیں لوگ جن کا مستقبل کوئی پکا سو ہے اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے کہ سیاست دان ان کی اسے اس بوجھ و ذمہ داری کو اپنے کا کھڑے ہو جائیں۔ ہمیں خود بھی ایک عملی اور مثبت رویہ کے



فریجے میں کی پتی میدوں کی بھا آوری کے لیے، ہنکار دہرا کرنا چاہیے۔  
مرحضوں سے قطع نظر، صرف ان لوگوں کی نہیں، دنیا بھر کے لوگوں کو ایک زبان میں، امن کی زبان  
میں، اتنی زور سے آواز اٹھانی چاہیے کہ سیاست دان سننے پر مجبور ہو جائیں۔  
میں وہ دنگ ہیں جو آج گنت وشنید سے کیے ہوئے معاہدوں کو خراب کر رہے ہیں۔ یہ غیر اخلاقی  
ہی نہیں، ایک خطرناک رویہ ہے۔

بلاستوں کے درمیان جنگ بندی کے معاہدوں پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے، نہ ہی ان کو پھیلنے کاغذ کی  
تبادلہ سمجھنا چاہیے، بلکہ بلاستوں کے درمیان جھڑپوں سے ان پر دستخط کیے ہوں، ان کی اخلاقی ذمہ داری  
سمجھنا چاہیے۔ میں ان کو معاہدوں اور اداروں کے بارے میں ایمان دار نہ دیکھ رہا ہوں۔ اس کی مادہ پر قدم  
بڑھانے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔

میں جس امن کی تلاش ہے اسے محض فوجی تنازعات سے بچو کی پٹھان نہیں سمجھتا چاہیے۔ دنیا میں حتمی  
امن کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ ہر ملک کو اپنے دشمنوں کے لیے وہ زندگی سپرد کرنی چاہیے جو بدترین حالت،  
مذہب، نظریہ یا قومیت ہو جو اسکی زندگی کا موقع فراہم کرے جو خلیفہ سے، کشمیر سے، دہشت گردی سے ہلکا  
ہو۔ اسکی زندگی جس میں دنیا کی انسانی حقوق محفوظ ہوں اور ہر فرد پر کانون پاناٹا ہوں۔

مارڈینی فوٹس سیمینار Mes Aase Lonaes کی ندانی

## تقریر قبولیت

(امریکی سفیر کے مارڈے Thomas R. Byrne کی ندانی)

فوٹس امن انو محفل کے فروغ کے لیے ہی نہیں بلکہ ایک عقیدے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ امن کے حصول  
سے زیادہ امن کی تلاش کو ایک عہد مت بتا دیتا ہے مگر چرچاتی قطعہ کا حصہ میں اس امر کو دیکھنے سے ہے  
انتہائی مزید جانتا ہوں، میں اسے اسکی تلاش کی خوش اور ایسی عظیم مقصد کی جانب سے قبول کر رہا ہوں۔

تجربے نے سکھایا ہے کہ ہمیں امن کو ایک مارڈے شے ایک نقشہ نہ آپ کیفیت سمجھنا چاہیے جس کی  
جزیرہ اتنی اچھی ہوتی ہے کہ یہ سب سے قیمتی اور سہانی سمجھی جاتی ہو بدشت نہیں کرتیں۔ ہر اس تجربے سے  
حاصل ہونے والے سبق کو قبول کرتے ہیں اور ان کے ذریعے اس حل کے لیے بھی کام کرتے ہیں جو کم از کم  
دباؤ کے بغیر ممکن بنائے جاسکے اور ہماری بے توجہی سے جنگ اس پر جاری ہو جاتی۔

کسی حقیقت پسند کے لیے امن حالت کے ایک دہ پانچا م کے ٹوٹل ہوتا ہے، جب کہ ایک مثالیت  
پسند کے لیے، ایسا کھو اور واضح ہوتا ہے جو اس کے حصول کے طریقے کی مشکل کو نظر میں سے اچھا کر  
دیتا ہے۔ مگر the monuclear نیکہ وجہ کے امن عہد میں دونوں میں سے کوئی بھی اندر نظر انسان کی

سلطنت کو یقینی نہیں بنا سکتا۔ اس کے بچے، امن پر، ایک آدرش کی طرح عمل کرنا چاہیے۔ ایک احساسِ ذمہ داری اور موافقت ہی کو تمام قوموں کے دل میں بکھری جانی چاہیے۔ مخالف کا کوئی مشترک دلیہ حدیث کیوجہ سے نہیں ہے۔ اور اس کو قدر و حرکت کیوجہ سے چاہیے کہ اس سے پہلے ہی صرف "منصفانہ" جنگیں ہی ہونا چاہئیں۔

نوبل امن کی قیادت کی پہلی تقریر میں ولیم فاکمر (William Faulmer) نے امید ظاہر کی تھی کہ "انسان صرف بدداشت ہی نہیں کر سکتا، وہ بدعتی ہو جائے گا۔" ہم آج کی جہیدِ دنیا میں دو سب سے بڑے جس کو صرف بدداشت کرنے کے لیے ہی انسان کو اس پر حاوی بنانا چاہئے گا۔ زیادہ تر دنیا رہنا کوئی پہلو اس کے قابو سے اور متاثرہ طور سے نکل جانے والی ہے جسوں نے اس کی امن پسند نصرت کو جھنڈا دیا ہے۔

چینی جنگ نے بیت نام کو ایک غیر یقینی امن دیا ہے۔ جس کی سب سے بڑی امید کی اور بددیہاری تھی، وہاں آج امید ہے، خواہ وہ کتنی ہی کم زور کیوں نہ ہو۔ شرقی وسطی کی کم زور جنگ بندی پر ایک عملِ جنگ کا آسیب بر ملا ہے۔ ہندو چینی میں شرقی وسطی میں، کس بھی، دیہ پامن نہیں قائم ہو سکتا جب تک کہ تمام قوموں کو یہی محسوس ہونے لگے کہ مقابلے میں امن نہ ہمارے حقِ ضرورت کا حساس نہیں ہو جاتا۔

امریکا کا پرف امن کا ایک ڈھانچہ کھڑا کیا ہے، امید میں جس میں تمام قوموں کی جیسے دلی ہو اور سب بچے دل سے اس کے وفادار ہوں۔ ہم ایک دیہ پ دنیا کی حدیث میں ہیں، محض ایک طرف کی طرح نہیں، بلکہ ایک طرف کی طرح جو ایک پڑوسن ساتھی کی طرف سے امن کی توقع کو پورا کرے۔

اگر امن، ایک آدرش کی طرح، ہمارا مقوم ہو تو امن کا تجربہ ہمارا شمار ہونا چاہیے اس طرح کرنے کے لیے ہر قوم کو دیکھنا چاہیے کہ جنگ اور امن کے فیصلے ان کی قوم کے دل کو خوش حالی پر پہنچا سکتے ہیں۔ افریقہ، قتل کو، امن کی ایک حدیث کی ایک حدیث یا ایک قوم کے ذریعے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ یہ لوگوں کی وسیع انگری و تمام دنیا کے لیے نیک فہموں کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ لوگوں کی انفرادی کامیابیوں کا یہ دیکھنا ضروری نہیں ہوتا، اس لیے کہ اگر دنیا پامن قائم ہوتا ہے تو یہ امنیت کی کامیابی ہوتی۔

ان خیالات کے ساتھ میں اس انعام کے لیے جہد دل سے آپ کا شکر گزار ہوں۔

## ولی برانت

### اعلانِ تجلیل

جہالت ماب، مہی قمن و حضرات!

اس نوٹس انداز کی تقریب پر ایک نئی جنگ کے مایہ ہرام ہے۔

دوربین جس پر، پچھلے برس کے خاتم پائے والے مارکن بورگ (Norman Borlaug) کی تحقیق کے نتیجے میں سیویں کی فصل کی سترہویں برسوں میں تھیں، آج ہم کے زرخیز کا تو بتان ہی ہوئی ہے۔  
وہ ترقی پذیر قومیں جنہیں انداز کے چنگ سے نکلنے کے لیے امن کی اشد ضرورت ہے، جنگ میں مصروف ہیں۔

جس طرح دنیا بھر کے یہ ست داں معصوم جانوں پر تکتے ہوئے نئے زخموں سے اپنی آنکھیں چپائے اور دلوں کو بھریں گئے تھے، قابلِ شرم ہے۔

اس بھی تک پس منظر میں، بحران کے شرور گزار ہیں جو امن کے لیے محنت کرتے ہیں۔  
ہماری آنکھیں آج ڈاکٹر رالف بنش (Ralph Bunche) کی متاثراتی ہیں جو آج ہم میں نہیں ہے۔  
ڈاکٹر رالف بنش کو عرب اور امریکہ کے درمیان جنگ بندی پر کام کرنے کے لیے 1950 کا نوبل امن پرائز ملا تھا۔ ڈاکٹر بنش زندگی بھر امن کی وضاحت کرتے رہے۔ انہوں نے اور جوہر کے درمیان امن کے قیام کے لیے، وہ بھیجیں ہیں ایک اقوام متحدہ کے سب سے بے غرض کارکنوں میں سے ایک تھے۔  
مارٹینی پریمان کی نوٹس سمیٹیں، ہم ہمیشہ شکر آمیز جذبات کے ساتھ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

پہلے نوٹس امن، انعام دیے جانے کو شرمسار ہو گئے تھے۔ 1901 کے انعام میں سوئس باشندے فرانس بنی ڈونانٹ (Jean Henry Dunant) اور فرانسیسی باشندے فریڈرک فیکس (Frédéric Passy) شریک تھے۔ جنگ کے قیدی اور معذور ہونے والوں کے، بشری ڈونانٹ کے درمیان کام کے

نتیجے

میں 1864 میں ریڈ کراس وجود میں آئی اور جینیوا کنونشن کی بنیاد پڑی تھی۔ بین الاقوامی تنازعات میں فریڈرک ہیکل کے بارے میں رادو کاٹی کے کام کے نتیجے میں، جہاں اور بہت کچھ ہوا تھا، 1889 ایک بین الاقوامی سلامتی معاہدہ کی تشکیل بھی ہوئی تھی۔

اس سنگ میل پر نمبر کر اس شخص کی ذہن سوچا فطرتی معصوم ہوتا ہے، جس نے اپنی بے مثال وصیت میں عالمی سطح پر جنگیں ختم کرنے کے لیے، اور امن کے لیے، اور امن کے لیے بنیاد رکھی تھی۔

بہت سے لوگوں نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ فریڈرک نوبل ایسا کیسا کام کرتا تھا، تو اس نے امن کے تمام کے لیے اپنی جائیداد کا پانچواں حصہ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔

اس کی بہت سی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ گھریلو شاعر شیلے کے شعرات من کے نزدیکی نے ایسا فیصلہ کیا تھا، یا غائبانہ امن کی بنیادی طرف درپردہ تعلق (Berta von Sumner) سے اس کی قریبی رفاقت کا نتیجہ تھا، جس نے اس کو اس مادہ پر نگہ دیا۔ برقی کے نام اپنے ایک خط میں نوبل نے عالمی امن کے لیے باقاعدہ کام کرنے کے احکامات پر بحث کی تھی، جو اس وقت ایک غیر معمولی خیال تھا، اور جیسا کہ ہم نے دیکھا، یہ فیصلہ نہایت ہی سہی نے سمجھا تھا، "اس کا بہترین حل ایک معافی ہو سکتا ہے، جس میں تمام کھوئیاں شامل ہوں، تاکہ کسی حملے کی صورت میں سب مل کر مقابلہ کریں۔ اور بعد میں یہی جملہ خودی طور پر فوجوں کی واپسی کا باعث ہو سکے۔"

1945 میں قوم پرستوں کی جنگیں کے سرحد نوبل کا تصور اس اور سے کے فرمان کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول بن گیا۔

نوشہ 70 برسوں میں نوبل کے امن کے محراب کی تعبیر کے اصول کی بہت سی کوششیں کی گئی ہیں۔ اس نے مارکیٹ پر ایمان کی نوبل کمیٹی نے امن کا خواہ ایک ایسے آئیڈیو دینے کا فیصلہ کیا ہے، اپنے پورے عملی سیاسی زندگی میں جس کے نزدیک امن کا آتش ایک مادہ متعارف کی مانند رہا ہے۔ میری حیرت [جس میں نے] اتفاقاً چائے پر بیٹھا تھا اس سے ہے۔

بولی برائنٹ چوتھے جرمن باشندے تھے جس کو نوبل امن خواہ دیا گیا ہے: ان سے پہلے جن کو یہ انعام دیا گیا تھا دو وزیر خارجہ آسٹریا، گسٹاف اسٹریسمن (Gustav Stresemann) اور کارل لڈویگ کوئی لڈے (Ludwig Quidde) اور مصیبتی کامیابی (Carl von Ossietzky) تھے۔

برائنٹ 1913 میں یوگوسلاویہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا ابتدائی بیوروکریٹک جد یہ جرمنی کی تاریخ کے سب سے اہم ناموں میں سے تھا، جس کا فریڈرک نوبل تھا، بشمول آمرانہ حکومت انسانیت کے ساتھ ظالمانہ سلوک پر عمل پیرا تھی، جو پہلے تو جرمنی تک محدود تھا، مگر بعد میں یورپ کے دیگر بڑے ملکوں تک پھیل گیا تھا۔

بولی برائنٹ کی زندگی کا انداز ہی ایسی حکومت کے خلاف جدوجہد سے عبارت تھا۔ 1933 میں ہی،



ہو ماحول امن شیطانی دور میں ہونے لگا۔ امن کا ناموں کا ہے انہی مکتوں ہے۔

۱۹۴۵ کے موسم بہار میں امن کے قیام کے بعد مارکے درجہ ملی ہی نہیں بہت مارکے ملکوں نے ان کو محدود کی پیش کش کی تھی۔ ایک برس بعد یہ تھی میں مارکے کے پڑوس اٹالچی کی حیثیت میں انہوں نے جرمنی میں قیام کیا، جو جنگ میں کھس گشت کے باعث کمزور ہی چکا تھا۔

مع شیطانی اور اخلاقی اعتبار سے جرمنی کی خطر کے بعد امن حیثیت ہونے کے باوجود ہونی نہ انت نے جمہوریت سے محبت کرنے والوں کے ساتھ مل کر ایک جمہوریت جرمنی کی تعمیر کے لیے کام کیا۔

جنگ کے بعد کے عرصے میں ہونی نہ انت نے جرمنی میں جو کام کیا۔ اس میں یہ لسی کی آزادی کے لیے کی گئی دہشت پوششوں کو فر موٹ نہیں کیا جا سکا مارکے اور دیگر کے میں تک کی وہی کی آزادی کے لیے جدوجہد خیال سے منسلک رہی ہوئی کہ یہی کی گشت سے مراد پاپ میں امن کی گشت ہوئی۔

ہونی نہ انت نے اپنی کتاب My way to Berlin میں لکھا ہے، "اگر میرے پاس دے دیا ہوتا تو آج دنیا کا امن اور بھی کم نہ رہتا ہوتا مارکے کا ہونا ضروری تھے، مگر آزادی اور انھال کے حصول کے لیے بھی کم ضروری نہیں۔"

ہونی نہ انت نے یہی کے میسر ہونے کے دوران کے مارکے صورت میں جس خود اعتمادی اور بہت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ۱۹۶۱ میں ہائی ہائے ہائی وے کے ذریعے پیدا ہونے والے بے تحاشا سیاسی جبر اور بے اطمینانی کے باوجود اس نے یہی توصل تہائی کے خطرے سے بچا ہے۔

یہی کے بعد آئین پارلیمن Bundestag کے رکن ہو کر ہونی نہ انت ہائی چلے گئے۔ وہاں وہ Social Democratic Party کے پیر رہے اور ۱۹۶۵، ۱۹۶۱ اور ۱۹۶۹ میں پارٹی کے چانسلر کے امید رہے۔

۱۹۶۶ کے سیاسی جدت میں جرمنی میں دو اتحادیوں Christian Democrats اور Social Democrats نے مل کر حکومت بنائی۔ اس حکومت میں ہونی نہ انت وزیر خارجہ ہوا اب چانسلر بنے۔

ان کی حق اور وسیع سیاسی قسے "اریوں کے تناظر میں دو اپنی حکومت کی طرف سے بہت سے بین الاقوامی امور کے حصے جن کے نتیجے میں بین الاقوامی بیانات کی موجود امید رہی ہے۔ جرمنی کی خارجہ پالیسی کے مزید تفصیل ہم ہائی اس وقت قائم ہوئے جب ۱۹۶۹ میں ہونی نہ انت ہائی کے چانسلر کے عہدے پر فائز ہوئے۔

جرمنی کی تاریخ اور ہونی نہ انت کی زندگی میں یہ ایک نئے باب کا اضافہ تھا۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں، ۱۹۶۹ میں جرمنی میں اس بار Social Democrats اور Free Democrats کے اتحاد سے ایک نئی حکومت وجود میں آئی تھی۔ نئی حکومت کے اجلاس نے مارکے ہونی نہ انت چانسلر اور وائسرائیل (Vice Chancellor) وزیر رہے ہیں گئے۔ یہ واضح کر دیا تھا کہ حکومت یکجہلی پالیسی کے

تسلل اور تجدید پر عمل پیرا رہنا چاہتی ہے۔ خارجہ پالیسی کے معاملے میں بھی پچھلی پالیسی کے تسلسل اور نتیجے سے استنادوں پر زور دیا گیا تھا۔

۱۹۴۹ میں جب وفاقی جمہوریہ آئرلینڈ (Konrad Adenauer) اس کے پہلے چانسلر بنے تھے۔ پہلے حکومتی بیان میں آئرلینڈ نے کہا تھا کہ مغربی جرمنی مغربی یورپی ممبر کے ساتھ ہوگا۔ اس میں قومی کیفیت میں وفاقی جمہوریہ نے مغربی ممبر کے ساتھ معاشی و قانونی تعاون کو بحال کرنے کی تھی۔

دوسرے بہت سے ممبر نے بھی پیچھے دیکھنے کے بجائے آگے دیکھنے اور کھلم کھلا قومیتوں اور ممبروں کے آپس پر دیکھنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ ایک ایسی پالیسی کو ہماری دیت کی تعمیر ہو جو جرمنی کی جس کا حصہ ہے۔ امن کی ایسی پالیسی تھی جس نے تہائی اور ممبر کے مضبوط خطرات سے باہر نکلنے میں ترقی کی مدد کی تھی، جس کے نتیجے میں مذاقہ نام پر متحد ہوئے اور ۱۹۵۸ میں یورپی ممبر کی بنیاد پڑی تھی۔

حکومت کے سربراہ کی حیثیت میں جون ڈیٹل نے مغربی یورپی تعاون کے اصولوں سے مذاقہ نامی کی سے ممبر کے مضبوط انھوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ایک طاقت ور اور آس میں تعاون کرنے والے مغربی یورپ کے لیے مشرقی و مغربی یورپ کے درمیان مقابلے کی ٹھکانوں میں بدلنا ہوگا۔ جیسا کہ سب کو علم ہے، چھٹے عشرے کی ابتدا میں جب کمیونٹی کی توسیع کی کوشش شروع کی گئی تو یورپی کمیونٹی کے اندر ایک نظیر الا پیرا ہو گیا تھا۔

ہیگ میں منعقد ہونے والی ۱۹۶۹ کی سربراہی مذاقات میں مذاات نے کمیونٹی کی توسیع کا ایک مذاقہ نامی کیا تھا جو بہت اہمیت کا حامل ثابت ہوا ہے۔ جرمنی کی یہ پیش قدمی یورپی یونین کی توسیع کا نقطہ آغاز تھی۔ ۶ نومبر ۱۹۷۰ کی سربراہی مذاقات میں چانسلر نے کہا تھا، ”وفاقی جمہوریہ جرمنی مغربی یورپی اتحاد کی وسعت، استحکام اور تعاون کی کوششوں کا مرکز رہی ہے۔ اگر اب جو کچھ ترقی ہو رہی ہے اس کو بھی جرمنی کے اقدامات سے ہم رشتہ کیا جائے گا۔“

۲۸ اکتوبر ۱۹۶۹ کو مذاات نے پارلیمنٹ کے اجلاس میں جس میں حکومت کی پالیسی پر بحث ہو رہی تھی، کہا تھا، ”NATO کی جس حد تک کامیابی ہمارے مستقبل کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ اس مذاقہ نامی کا اتحاد یورپ میں دینامیت کے لیے لاجب کی ہے۔“

مغربی یورپ کے معاشیاتی اور سیاسی استحکام اور اتحاد کی بنیاد پر، اور NATO کے حدود و ممالک کی حدود سے مذاات کی حکومت نے سوویت یونین اور وسطی مشرقی یورپی ریاستوں کے درمیان دینامیت پر مزید عمل پیرا نہیں ہوئی۔

نوبل کمیٹی نے یو۔ این۔ ٹی۔ کو ممبر کا اعزاز دینے کے جواز میں ہائی ڈیٹا کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے، ”نوبل کمیٹی ان انھوں اقدامات کو بہت اہم سمجھتی ہے جو ایسے مذاات کی طرف سے کیے گئے ہیں، جو یو۔ این۔ ٹی۔ نے وفاقی جرمنی کے وزیر خارجہ کی حیثیت میں ۱۹۶۶ سے اور چانسلر کی حیثیت میں ۱۹۶۹ میں کیے تھے۔“

ان ٹھوس اقدامات کا ذکر 28 اکتوبر 1969 میں ہونے والے امریکائی یونائیٹڈ نیشنز میں ہوا۔  
یونائیٹڈ نیشنز اقدامات کو بین الاقوامی ہے جو یورپی یونین کی کمرائی اور صنعت کے لیے، اسٹاکہولم اور اس  
میں امریکی سیاسی تعاون کے ضمن میں کیے گئے تھے۔

رومانیہ میں سوویت یونین سے عدم تشدد کے معاہدے کا مذاکرہ کرتی ہے۔  
تیسری بین الاقوامی مذاکرات اور اس قوم کے ساتھ رشتوں کی بحالی کے اقدامات سے متعلق ہے۔  
یونائیٹڈ نیشنز میں دو بین الاقوامی ہے جو اس کے عدم پھیلنے پر دستخط کی خواہش کے بارے میں دو ایسے  
تھا۔ حکومت نے پہلے ہی میں اس معاہدے پر دستخط کر دیے تھے۔

اس پہلے قدم کے ساتھ ہی، نٹ کی حکومت نے مشرقی اور مغربی کے درمیان باہمی مذاکرات کے  
لیے راستہ ہموار کر دیا تھا۔

اس پھر تیسرے نٹ کے ساتھ انھوں نے رشتہات کے بارے میں وفاقی جمہوریہ کرغزستان کی وضاحت اور  
اعتماد میں اضافہ کیا۔ اسکی رشتہات کی پیمانی کے لیے جو یورپ کے دونوں طرف لے آئے، یہ ضروری ہوگا  
کر دونوں طرف سرد جنگ کی خدشوں سے باہر نکل آئیں۔ نٹ نے After the victory کے عنوان سے  
کئی کتاب میں جو 1944 میں اسکا نام ہو سے شائع ہوئی تھی، لکھا تھا، "ایک دن آئے گا جب جنگ کی تمام  
ترغیباتیں پیدا کی جائیں گی۔ اس دن تمام یورپی دونوں ایک [نیا] یورپ حاصل ہوگا۔"

نٹ کی مشرقی یورپ کی پیمانی نٹ کی طرف سے کرے اور جنگ کی چھائی تہا دن سے دور ہو کر تھا ان کی  
ایک پیشکش ہے۔ ان کے نزدیک تعاون کتنا ضروری تھا، اس کا اظہار انھوں نے وارسا کی پس ماندہ دہائی میں  
واقعہ یهودی ہولکاسٹ سے سامنے کھٹے ٹھک کر کیا تھا۔

سوویت یونین کے ساتھ تہہ منی کے تعلقات میں نٹ کی کوششیں کا پہلا ٹھوس نتیجہ تھا جو عدم تشدد  
کے بارے میں 12 اگست 1970 کو واسکو میں ہونے والے معاہدے پر دستخط سے نکلا تھا۔ اس معاہدے  
میں اس بات پر اتفاق کیا گیا ہے کہ تمام تنازعات مسائل کو پولیٹیکن طریقوں سے حل کیا جائے گا، اور یہ بھی کہ  
امن کی وقت کتنی ہوگا جب دونوں ملک ایک دوسرے کی سرحدوں کی پیمانی سے اجتناب کریں گے۔ دونوں  
ملکوں نے اعلان کیا کہ دوسرے ملکوں پر نٹ کے کوئی سرحد کی دھوکے نہیں ہیں اور یہ بھی کہ وہ تمام ملکوں کی  
موجودہ سرحدوں کا احترام کریں گے۔ اس معاہدے میں زیادہ معاشی، فنی اور تہذیبی تعاون کی دہائی  
کی مشاات بھی شامل کی گئی تھیں۔

وفاقی جمہوریہ نے وزیر خارجہ وائٹسٹال کے ایک خط کے ذریعے جو سوویت یونین کے وزیر خارجہ  
گرومیو (Gromyko) کو لکھا گیا، اعلان کیا تھا کہ یہ معاہدہ وفاقی جمہوریہ تہہ منی کے سیاسی عزائم سے متصادم  
نہیں ہے۔ اس طرح وفاقی جمہوریہ چھٹی یورپ میں ایک پڑھن نظام کے قیام کے لیے، قدم کرے گی جو  
چھ من ممالک کے حق خود ارادیت کے ذریعے، دوبارہ متحد ہونے کی ممکن بنائے گا۔



اس معاہدے کی دستخط کی تقریب میں وولف نے اعلان کیا کہ "ہمارے قومی مفادات ہمیں مشرق اور مغرب کے درمیان کھڑے رہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ہمارے ملک کو مغربی اور مشرقی یورپ کے درمیان تعاون اور یک دہم کے کوٹھنے کی ضرورت ہے۔ جرمنی کے عوام کو سوشلسٹ یونین کے ساتھ اور مشرقی یورپ کے تمام عوام کے ساتھ حقیقی امن کی ضرورت ہے۔ لیکن ہمارے اصولی رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا اور امن کے ایسے ہی کام میں یہ معاہدہ معاون ہوگا۔"

ماسکو میں 7 دسمبر 1970 کو دستخط ہونے والے معاہدے کے فوراً بعد پولینڈ کے ساتھ رشتوں کی بحالی کا ایک معاہدہ ہو گیا جس میں معاہدے کی سب سے اہم بات یہ تھی کہ دفاتی جمہوریہ نے پولینڈ کی مغربی سرحد Oder-Neisse line کو تسلیم کر لیا تھا۔ مزید یہ بھی ملے کہ اس معاہدے کے تحت دونوں ملکوں کے درمیان اب کوئی علاقائی تنازعہ باقی نہیں رہا۔

جرمنی کی ایک غیر پیش کردہ پولینڈ میں رہنے والے جرمن ڈیٹاواہی مغربی سے جب چاہتا پولینڈ چھوڑ سکتے ہیں، معاہدے میں تو شامل نہیں تھی پھر بھی اس حق کو تسلیم کر لیا گیا تھا۔

اور میں نے گئی ایک تقریب میں پادشہ نے جرمن عوام سے کہا کہ "میں نے یہ سنا ہے کہ پولینڈ میں ایک شخص نے کہا کہ یہ ایک مشکل سفر ہے، مگر یہ مستقبل میں امن کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہوگا۔ یہ معاہدہ ایک شخصوں مابین اور زبانوں کا علاقائی اہتمام ہوگا۔ یہ عوام اور قوموں کے درمیان ایک پل تعمیر کرے گا۔ یہ ان خانہ گروں کے درپے کے راستے کھولے گا جو دور ہو گئے ہیں اور ماضی مہرہوں کے لیے جو پہلے سے گم علاحدہ کرتی ہیں۔"

دفاتی جمہوریہ کی حکومت نے ان دو معاہدوں کو پارلیمان کی توثیق کے لیے پیش کرنے کے لیے یہ شرط رکھی تھی کہ چاروں قابض طاقتوں کے درمیان ایک معاہدہ ہو چکا ہے جس کی بدولت جرمن دفاتی جمہوریہ کے لیے مغربی سے کسی تک ایک ماہ داری میں لایا جائے گی۔

چاروں طاقتوں کے درمیان اس سال 7 ستمبر میں کیے جانے والے معاہدے کے ساتھ یہ شرط بظاہر پوری کر دی گئی ہے۔ اس معاہدے میں چاروں طاقتیں اس بات پر متفق ہوئی ہیں کہ وہ ہر کسی کے معاملے میں فوجی طاقت استعمال نہیں کریں گے اور تمام مسائل پر امن طریقے سے حل کیے جائیں گے۔

دفاتی جمہوریہ اور مغربی جرمنی کے درمیان نئی حرکت میں تعاون کیا جا رہا ہے اور مغربی جرمنی کے دہشتوں کے مشرقی جرمنی اور DDR کے سفر کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔ یہ حقیقت کہ مغربی جرمنی کے "بائیں" کے "دوچار" کے اس پر رد جانے والے قابل خاندان سے ملنے جا سکیں گے، اس کا ایک نکتہ نگاہ سے بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس معاہدے نے اس دور کو اپنے انہی مہم کا پہلو بنایا ہے جس میں مغربی جرمنی، مشرقی اور مغربی طاقتوں کے درمیان تعاون کے نئے دور کا آغاز ہوا تھا۔ تنازعات جنہیں نے سیاسی بحرانات اور جنگی

تغیرات پیدا کی تھیں۔

ہوائٹ نے اس نئی نوید میں [خبر] Die Zeit کے اپنے امریکی مندرجہ ذیل باتیں کہی تھیں: "اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کسی معاہدے کے غوطیل المیاد میں کھل نہیں کر سکتے۔ یہ کسی وقت ممکن ہو گا جب ہم یورپی امن نظام کے بہت قریب پہنچ جائیں گے۔ نوچاراب بھی موجود ہے، اگر اب اس کو پارہ سہا کم مشکل ہو گیا ہے۔"

میں نے ان چار مشکل معادلات کو چیل کرنے کی کوشش کی ہے جو ہوائٹ کی تعاون اور ویناٹ کی پارٹیکل کا نچڑتیاں۔ ممکن ہے کہ ان کی یہ پارٹیکل جو سوپ کے تناؤ کو کم کرنے کے اقدامات کے لیے راستہ ہموار کر کے ہوائٹ نے خود اپنے ایک امریکی میں کہا ہے کہ اس بات کی بہت امید ہو گئی ہے کہ جو سوپ میں اور خصوصی مرکزی سوپ میں، فوجوں اور ممالک میں باہمی طور پر تخلیف ہو سکے گی۔

جیسے میدان کی چارے کہ جو سوپ میں اس سمت میں پیش رفت کا نئی امن کے نظام کی بنیاد بنے گی۔ پچھلے سال سویت یون کے دب کے فوٹل نویم یافتہ ریب ایگراڈز ریڈ کے ساتھ بننے والے انعام لیے جانے والی تقریب کے بارے میں سوینڈش اکاڈمی کو ایک خط لکھا جس میں وہ کہتے ہیں: "۔۔۔ پھر بھی میں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ امن کے فوٹل انعام کو متنازعہ انسانی حقوق کے دن منعقد ہونے ہے۔ فوٹل انعام پانے والے اس 'حقائق' کی ذمہ داری سے مراد نظر نہیں کر سکتے۔"

یورپ کے لیے ہوائٹ نے ان کا امن منصوبہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کسی ذمہ داری موجود ہے۔ امن کے لیے ان کے کام کا مطلب ہے کہ تمام ملکوں کے عوام کے لیے بائیں و بائیں عزت و احترام گزارنے کے امکانات ملے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ ایسے سوپ میں حقوق گزاریں جس میں نہ معاہدہ کرنے والی دیواریں ہوں اور نہ ایسی سرحدیں ہوں جن کی پارٹیکل ماکوں کے ذریعے کی جاتی ہو، ایسا جو سوپ جس میں Henrik Wergeland کے الفاظ میں، گلوبل کی عمارت کی محض ایک شاخ کی موجودگی نشان دہی کے لیے کافی ہو۔

ہوائٹ نے ان کے امن کے کام کی ابتدا مشکل سے ہونی چاہی۔ ہم نے تاریخ کی سب سے زیادہ بدلتی ہوئی جنگوں میں سے ایک کا تجربہ کیا ہے۔ امریکی ایٹمی کی ایک تباہ کن جنگ کے درمیان تھا۔ مشرق وسطیٰ کے عوام ایک دوسرے کے خوف میں آ رہے تھے۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگوں کے لیے تیاریاں ہو رہی تھیں جہاں مڑ رہی تھیں تعداد میں بچے بچوں سے مر رہے تھے درگاہوں باوجود ایک وقت کی غذائی دھماکے سے اٹھے ہوئے تھے۔ ان مقبوضہ اہل مکمل میں اگر کوئی شے فروں گئی ہے تو وہ واسطہ ہے۔ اس سے مجھے فریبگی روز ویٹ کے مندرجہ ذیل الفاظ یاد آ رہے ہیں، "ہمیں جنگ کے اختتام سے زیادہ تمام جنگوں کی ابتدا کے اختتام کی ضرورت ہے۔"

میں اس انعام کو جیتنے والی دیکھ میں تھا کہ ایک سیاست دان کو جتنا کرنے میں امید کی جھلک دیکھ رہا ہوں۔ اس طرح، ان پر اب ذرا زیادہ ذمہ داری عائد ہو رہی ہے کہ وہ ایسا کردار ادا کریں جس سے ایک

زمانے سے چٹا ہو، امن کا ثمرہ حاصل ہو سکے۔ تم خود کچھ کہتے تھے کہ یونیورسٹی کی پڑوسی سے یہی توقع  
تجھنی شرمناک ہو گئی ہے، اور یہ حقیقت یورپ کی بیخ زمیں کے لیے نئی قسم کی امیدیں پیدا کر رہی ہے۔

بہت سے فتنے اور جنگ میں پھنسے ہوئے لڑنے والے جس یاد دہانے سے امن کے سرائیں کا حصول اور اس کو قائم  
کرنا آسان و دریک وقتی کام نہیں۔ امن کے لیے کام کرنا ایک مسلسل عمل سے عبارت ہے۔ یہ ایک منصوبہ ہوتا  
ہے جس پر ہر دن بار بار کام کرنا پڑتا ہے۔

مگر عوام تو بغیر یقین اور امید کے زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے ہم امید بھی اور یقین بھی رکھیں گے کہ  
ہم اپنے دشمنوں کی سرحدوں کے اس پار مناسبت کی کوشش کو اپنی جدوجہد کے منہ میں بوجھائیں جس میں وہ کی  
جاری ہے۔

اگر یہ امیدیں پوری ہوں تو یونیورسٹی ہماری تاریخ میں امن کے اور مناسبت کے عقیدہ جیرومن چانسلر  
کی حیثیت میں زندہ رہیں گے۔

نویس کمیشن کی صدر نشین Mrs Aase Lonaes کی نوبت

خطبہ:

## ہمارے عہد کی امن پالیسی

۱۹۶۱ (۱) کا نوٹس من اعمیٰ سے عمل کو دیا گیا ہے جو اب بھی بہت مت میں فعال ہے؛ لہذا یہ اس کی  
موجودہ نہ کرنا ضروری کوششوں کے اعتراف میں ہی دیا جاسکتا ہے۔

کل میں نے شمالی کاسپین کے لیے قیاد آف میں، اپنے عہد کی امن پالیسی پر بات کرنا چاہوں گا۔ اپنے  
ذاتی تجربات کے بارے میں اونا فخریٰ طور پر، اس کی بابت کہ یہ ایک کیونکر سکتا ہے، بلکہ اس بارے میں  
کہ ہم یورپ میں، اور یورپ سے باہر کی دنیا کے لیے کیونکر کر سکتے ہیں۔ مگر یہ بہت کم ہے، جو ہندوستان  
اور پاکستان کی، ہندوئی کی جنگ میں تھری، چار کی سے صاف ظاہر ہے۔

میں وقت سے جب میں اپنے تصور کو صاف طور پر بیان کر سکتا ہوں؛ یہ ہی مقصد حاصل کرنے  
کے لیے جنگ نہیں ہونی چاہیے۔ جنگ کو محدود ہی نہیں، بالکل ختم کر دینا چاہیے۔ کسی قسم کا قوی مفاد امن کی  
مشترکہ ذمہ داری سے واحد نہیں کیا جاسکتا۔ تمام نیاہت حقائق میں یہ حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے، لہذا  
یورپی اور عالمی تحفظ کے لیے خرابی پڑی کا مقصد ہونا چاہیے کہ تناؤ میں کمی ہو اور سرحدوں کے پار ریل  
روں میں اضافہ ہو۔

دنیا بھر کا راجہ وائٹ رائل اور میں، دونوں اس اصول کے قائل ہیں کہ امن سے محبت کرنے کا، اور وہی کافی

نہیں ہوا، ہمیں امن کی تعلیم بھی کرنی چاہیے۔

سہ جنگ لڑتے ہیں، ہم امن بھالے آتے ہیں مگر جب یہ ایک مستقل فریضہ بن جائے تو امن بھی ایک چیلنج بننے لگتا ہے۔

جنگ کو کس طرح روکا جائے، یہ ایسا سوال ہے جو یورپ کی روایات میں شامل ہے، یورپ کے پاس یہ سوال کرنے کے لیے بہت سی وجوہات رہی ہیں۔ جو یہ سترہویں صدی کے اپنے زمانہ کے مفادات کے تنازعے میں عادلانہ امن کی خدمت کرتا ہے اسے ان اخلاقی ڈھیروں سے طاقت حاصل ہوتی ہے جو اس کی بچھلی نسلوں نے اکٹھا کیا ہے۔

ہمارے اخلاقی اور سماجی تصورات کی تشکیل دو ہزار برس کی عیسائیت نے کی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ "منصفانہ جنگ" کے پُرچہ تھے بن جانے والے تھے کی طرف وندوں کے باوجود کسی دنیوی میں بھی امن حاصل کرنے کی بارگاہوششیں کی گئی ہیں۔

ہماری قوت کا دوسرا ماخذ ہے انسانیت پرستی اور کھلم کھلا ٹھنڈ۔ ان دونوں کانٹ نے ریاستوں کی آئینی ستفیزیشن کی شرطوں کے طور پر رکھی ہے جو آئین کی انسانی نسل کے سامنے ایک واضح سوال پیش کرتے ہیں: ہمیں نے ہاتھ کر ایک دن آئی کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اگر کیا تو وہ قوموں کے قانون کے زیر اثر متحد ہو جائے یا چند ملکوں سے اس قلمب ہی کا قلع قمع کر دے جس کو اس نے ہزاروں برس کی محنت سے بنا دیا تھا؟ تب ضرورت اس کو مجبور کرے گی کہ وہی کرے جو اس کو بہت پیسے ہٹی آزاد وجوہات کی بنا پر بنا چاہیے تھا۔ تیسرا ماخذ ہے اشتراکیت جو ملک کے اندر اور بیرون ملک سماجی، اخلاقی اور اخلاقی مسائل کے ساتھ موجود ہے۔ اور اس امر پر کہ ساتھ کہ اخلاقی قوانین کا اخلاقی صرف افراد پر ہی نہیں قوموں پر اور ریاستوں پر بھی ہونا چاہیے۔

امن کی پالیسی پہ عمل ایک پیچیدہ فن ہے۔ میں مجوز بھی اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ کوشش کرتا ہوں کہ میرے ملک ہی میں نہیں، دینی پھر میں دنیا اور جنت کے لیے ماسٹر ہموار کیا جائے؛ اگر وہاں متقاضی ہے کہ ہم امن کی خواہش کریں اس لیے کہ امن کی تعمیر موجودگی کا مطلب ہے دنیا کی شہید کی۔

جنگ اب مجبوری نہیں رہی بلکہ غیر مجبوری ہو گئی ہے مگر یہ حاسن نہیں ہے تب بھی، میرا خیال ہے کہ امن کی پالیسی اس مہدی کی اصلی سیاست بن چکی ہے۔

حقیقی سیاست جس کا تہنیتی میں ایک بار مذہب کے عرصے میں بڑی طرح استعمال ہوا ہے، حاکمونی حقیقت ثابت ہو چکی ہے۔ آج ہم اپنے اور دنیا کے درمیان نہداشت کے قابل توانوں کے متکاکی ہیں مگر میری سیدھی اثر پذیرئی کا میز بن یہ کہے کہ میں نے تہنیتی میں اس نہ حقیقت کی راہ ہمواری سے تو میں سمجھوں گا کہ میں نے اپنی زندگی کا حق ادا کر دیا ہے۔

میں اس مقام پر بھی وہی کہہ رہا ہوں جو تہنیتی میں کہتا رہتا ہوں: ایک اچھا جہنم تو ہم پرست نہیں ہو

سکنا ایک چھ تہ من تجھی طرف جی تھا ہے کہ وہ یورپ کے بلڈ سے کوڑ نہیں کر سکتا۔ یورپ ہی کی ذریعے  
جہ منی، اپنے اصل کی طرف، وراثتی تاریخ کی تحقیقی طاقتوں کی طرف دلائل پہنچ رہا ہے۔ ہمارا یورپ، جو  
دیکھوں اور کامیوں کے تجربے کو پیدا رہا ہے، دیکھوں کا جبری مقدمہ ہے۔

(۱) یعنی قومیت کی خود بخود کو دشمنی کے زیر اثر، جمہوریت خود آدمی کے وجود کے لیے ایک سوال  
بن چکی ہے۔ جمہوریت بہت سے قابل قبول امکانات میں سے ایک نہیں، بلکہ اس کی بقا کا واحد  
امکان رہ گئی ہے۔

وہ کپاٹے ہیں جس نے پچھلے پچھلے برسوں میں یورپ کی ترقیات کو یکہ کردہ کی حیثیت عطا کی  
ہے۔ پہلا دور تھا موٹر زمرہ و قیر اور دوسرا مسلسل تناؤ۔ مشرق اور مغرب کا تنازعہ۔ مشرق اور مغرب کے  
تنازعے نے، جس کی چیزیں یورپ کے زیادہ حصوں میں نہیں تھیں، بہت ساری طاقتوں کو بھارت بنا دیا۔  
میں اس عرصے کے دوران میں ہی میں، جو مشرق اور مغرب کا چوراہا بنا ہوا تھا، اپنی طرف بھاٹھا تھا۔ میں اس  
میں اتنا اور اضافہ کرنا چاہوں گا کہ، خصوصاً ان دیہات انگریزوں میں، میری ذمہ داریوں میں اس کے  
تحفظ کے لیے مدد کرنا بھی شامل تھا۔ اس وقت بھی تھا، اور اب بھی میرا یقین ہے کہ اگر مغرب نے خود کو  
میرے اثر سے نکل جانے کو دیکھا تو یہ اس وقت بھی تو ہوئی ہی جو اس سے بدتر رستہ متاثر ہوتے،  
وفاقی جمہوریہ جہ منی، مغربی یورپ، اور ریاست ہائے متحدہ کے ساتھ ساتھ یہ امن کے لیے بھی ہے۔ خطرناک  
ہوتا۔ یہ اس وقت کی بات تھی جب اسرائیل نے 1948 کی ماکہ بندی کی تھی، اور یہی کہ اس وقت بھی موافق  
جب 1958 میں ٹروٹیف نے سیاحی کی دشمنی کی تھی۔

میں ان وقتوں میں سے نہیں ہوں جو خود کو ہمیشہ سمجھتے ہیں۔ میری زندگی کے سفر نے مجھے ہمیشہ اپنی  
حیثیت پر غور کرنے کی عادت پر مجبور کیا ہے۔ مگر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اپنی ذہنیاتی کے زمانے سے ہی ان  
بنیادی عقائد نے میری زندگی کی ہے جو اپنے ملک میں اور چیزیں ملک بھی، اچھی ہمسائیگی کے راستے پر  
چلتے رہے۔

برائے کے میری حیثیت میں مجھے تجربہ ہوا۔ ساز و مروت حال ہماری ہوتی ہے اس طرح اثر انداز ہوتی  
تھا۔ مجھے اگرچہ اس بات کا اندازہ تھا کہ ثابت قدمی میں کے مشق کو چاہیے کہ ہے۔

1961 اور 1962 کے بحران کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس  
عرصے کی بارے میں اور کچھ بھی عرض کروں۔ برائے کی دیو رکھا، عوام کے لیے افسوس ناک نتائج کے علاوہ  
مب سے تکلیف دہ پہلو بچے کچھ شہر کی بیہودہ تقسیم تھا۔

اس سربے کو ڈکے کچھ میں اور قومی مسائل بھی تھے۔ مغربی طاقتیں مغربی برائے کی سرپرستی کے  
بارے میں اپنے آپ میں پہل تھیں۔ مگر بغیر کسی مادے کے انھوں نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا کہ برائے  
کا مشرقی حصہ اپنی طرف سے تحریف کے قیام میں ہے۔ چاروں طاقتوں کی حیثیت بھی اس حقیقت کو

تبدیل نہیں کرتی تھی کہ یہ دیواروں جو برقی طاقتوں کے درمیان تجدید تقسیم بن چکی ہے۔ اور کسی بھی متقدم ذمے داری نے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ مغربی طاقتوں کو فوجی طاقت کے استعمال اور جنگ کا خطرہ دھمکے لے کر بھی اپنے حصے کا تحفظ کرنا چاہیے، جو ذل دن سے ان سب کو مشعر کر دے داری تھی۔

تھراس کا ایک اور بھی پہلو ہے۔ ٹھٹھی کے آر میں نامزدی۔ ٹھٹھی سے قانونی مصلحتوں پر ڈٹ جانا جو کبھی حقیقت نہیں بن سکے اور ایسے اناقت سے نمٹنے کے لیے منسوب ہونا جو ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں سازش لمحات میں ہمیں خود کی فتح کرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا کہ ٹھٹھی کے پاس دسیٹے کے لیے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔

جذباتی حقیقت اپنی جہر تحریک بھی اور ضروری بھی تھی، مگر ان سے حالات میں کوئی تبدیلی نہیں آتی تھی۔ مدیو راہتی جہر تو تھی۔ ہمیں اس کے ساتھ نہ دیکھا تھا، اور مجھے فوجیان مظاہرین کو تباہی سے روکنے کے لیے پولیس طلب کرانی پڑتی تھی۔ یہ سب کو جانے والے راستوں کی رکاوٹیں تھیں جہر بڑا اور تھیں۔ یو یو سے جیو سودا کی۔ بعد تک کچھ بھی نہیں جس نے جرمی کو تقسیم کر دیا تھا، قائم تھی اور تھری ہوتی جاری تھی۔ جنول [نیم سن سو سالہ] [گولڈمان] (Gold Mann) بغیر ٹراپ کے جوں کے، ٹھٹھی جاری تھی مگر آج ہو نہیں رہا تھا۔ گروائی کوئی نہ لہر دیکھتی تھی اور میں کو مٹھوئی کرنا تھا تو یہ ضروری تھا کہ سیاسی امکانات کی سطح سے مرتبہ کی جائے۔

کیوبا کے بحران نے، ایک زیادہ ذرا دانی بیونے پہ اور زیادہ خطروں سے ہرگز، جو برقی دیوڑی کے درمیان بدلتے ہوئے حقیقت اور ان کی حدود کو بے شکاف کر دیا تھا۔

میں اکتوبر 1962 کو ہند میں، جان ایف سینڈی سے ملے ہوئے تھا۔ انھوں نے بدست بڑے سمندر کی جانب رخ کی ہوئی میزوں کے خطرات کے بارے میں بات کی تھی۔ میں سمجھتا تھا کہ خطہ اٹھارویں کے خطرے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ یہی ہے چارل طرف فوجوں کا ٹرڈھام تھا۔ جب 123 اکتوبر کی شام کو صدر سینڈی نے کیوبا کے بارے میں اپنی سب سے اہم تقریر کی تھی، تو انھوں نے اس سلسلے میں ادا پارہا میں کا بھی ذکر کیا تھا۔ میں ان کے نظریے سے متفق تھا۔ دیکھ کر ہوا بھی، ہوا عادی بالکل پراسن ہوا۔ احمد سب نے رری اور ٹھٹھا دھاٹ کیوبا کے بحران پہ غائب آتیا تھا۔ یہ ایک معنی خیز تجربہ اور ایک نقطہ عرونی تھا۔

چند ہفتے قبل میں نے ہارڈ راک میں بحرانیت کے بارے میں بات کی تھی۔ یہ سب پہ اپنے تجربے کی بنا پہ، میں نے کہا تھا کہ حقیقت پسند نہ محو عتادی کو سہا ہی اور نظریاتی حریف سے مذاقات کرنے سے خوف نہیں کھانا چاہیے۔ موجودہ دیوڑی سے قیمتی کو میں نہ جذب کرنے کی بھی جائزت نہیں دینی چاہیے۔ میں نے سوال کیا تھا کہ بات کرنے کی جیوڑی کے بغیر حریف سے مذاقات کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟ بات کرنے کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ ایک طرفہ رعایت نہیں ہوگی مگر کچھ دہر کچھ دہر مساحت کے لیے تیار رہنا ان کے لیے ایک ہمیں چاہیے ایک عرصے تک ہماری دشمنی اور ہادی حیات کا اہتمام ہوگی۔

(۱۱) مانی چنگ کی درخشاں حقایق پر نظر ڈالئے کہ بعد سمجھنے کو عالمی سطح کے مسائل میں گھرا ہوا پیمانہ بیک، آبادی میں اضافہ، ماحولیاتی خرابیاں، اور کم ہوتے ہوئے قدرتی وسائل۔ صرف وہی لوگ جو دنیا کے اختتام کو قبول کرتے ہیں یا اس تصور کو دلچسپی کی نظر سے دیکھتے ہیں، اسی حجم کے مسائل کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔

ہمارے زمانے میں پڑھے سمجھے لوگ ہمیں وہ کچھ فراہم کرتے ہیں جو ان کی مہارت اور انداز میں سے نچا کر ہوتا ہے ان کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ نظریات اور سماجی نظام میں کیا فرق ہوتا ہے۔ انھیں صرف اسی بات کی فکر ہوتی ہے کہ آبادی کا کوئی مستقبل ہے بھی نہ نہیں۔ انھیں ان مسائل کی فکر ہوتی ہے جو ریاستوں کی اپنی سرحدوں کے اس پر دائرہ بنانے سے بھی بڑے ہوتے ہیں۔ وہ سیاست کو سائنس بناتے ہیں، اور یہ سائنس وہ ہوتی ہے جس میں ایسے اور ایسے ترقی یافتہ طاقتوں کی مثال ہونا پڑتا ہے۔ وہ سائنس جس پہ کوئی بھی ملک اپنے لیے مزید کام نہیں کر سکتا۔

ہمیں صرف تشدد سے بچنے کے لیے ہی امن نہیں برقرار ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت نجات دینے والے تعاون کی بنیاد پر ہوتی ہے، اس میں جس کے بارے میں بات کر چکا ہوں۔ اور جس طرح یہ امن کا قیام کرنا ہے، اسی طرح یہ امن کی تخلیق میں مدد بھی دے سکتا ہے، اسی لیے کہ جہاں نجات کے لیے تعاون ہوتا ہے وہیں امن بھی ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ ان کا یہی اختیار بھی قائم ہو جاتا ہے۔ میرا ملک بھارتی طاقت نہیں، ۱۱۰ کروڑ لوگ ہیں۔ مگر چینی طور پر ایک معاشی اور سائنسی طاقت ضرور ہے، اور میں سمجھتا ہوں، ہر کہہ بھی ملک میں، کہ ہمارے تعاون کے لیے تیار ہیں، کسی وقت بھی ہو سکتی ہیں، شاید اس سوال پر حکومت یا حزب اختلاف میں مذاکرات کی گئی نہ ہو۔

آج جس کو امن کی تخلیق کہا جاتا ہے، اس نے اس کے بعض پسوؤں پر بات کی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پچھلے دنوں ہمیں سے ایک نئی قسم کی بین الاقوامی سیاست کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ہمارے کے خطرے کو ختم کیے بغیر سرحدوں کو باقی رکھنے کے لیے جو مذاقیے کے باوجود رد و جنگ کو عملی حل پیش کرنے میں کام لیا ہے۔ لہذا متعدد طاقتوں نے تناؤ کو کم کرنے کی غرض سے مشکل خطرات کو حدود کے اندر رکھنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن اب یہ امن سے انھوں نے تنازعات کو دوبارہ میں رکھنے کے ارہائے۔ لیکن اب اس نے مقابلے کے بجائے مناسبت، ورہ پانچ اور کوئیکسی نے اپنے انداز میں مغرب سے اپنے تعلقات بن جانے کے واسطے اختیار کیے۔

ایک چھوٹے پیمانے پر، آٹھ مئی کو جب میں لندن کا میز تھا، میرا خیال تھا کہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر اس سے بہتر ہے کہ کوئی بھی قدم نہ اٹھا جائے۔ یہ سب کی حادوں کے بعد جب۔ لیکن اب اس کے اپنے اقرب سے ملنے کے لیے ماؤنٹین کیس، قویہ بذات خود ایک نیا اور بظاہر متاخص ہو سکتا ہے۔ مگر یہ حالات میں تبدیل ہو رہے ہیں جو احساس ہوئے کہ بعد آتی ہے۔

اس کے بعد سے اور ہارڈوا کی تقریب کے وقت سے جب میرا محض دھت کا تصور ایک چیلنج بن گیا تھا، ایک دہڑخارج کی حیثیت میں، دنیا میں پیسے کے کوئی طاق و ماسکوہ و ممالور ہی کے مطلق کی روشنی میں آپ کو یہ دیکھ کر کہ میں نے یہ راستہ اختیار کیا ہے، حیران نہیں ہوگی۔ اس میں نہ کوئی فریب نظر ہے نہ تذبذب۔ مگر میں وہی چھوڑنے کی کوشش کرتا ہوں جو میں کہتا ہوں۔

ہم بودیت کے لیے ایک عملی پالیسی کو نافذ کرنے کی بنیاد پر مہیا چاہیے اور شاخہ سے اعتبار پر۔ اس جانتا ہوں کہ مغربی تہذیب کام کرے گا، مگر دشمن بھی فریب نظر کا شکار نہیں ہوں گے۔ مگر ہمیں بھی اس خیالی اصول کو ترجیح دینا چاہیے کہ مختلف سماجی اور معاشی نقطہ پر استوار حکومتیں شہین تارکات میں ایسے بغیر ایک ساتھ رہیں سکتیں۔

ایک دہریہ بغیر جبر کے اس کے مکتوب ہو کر رہنے تک جاگیں تب واقعی امان کی تنظیم پر کام کیا جائے گا۔ اگر اس کے محرکات میں شہادت ہی سے بیرونی مقصد شامل ہو گئے تو ایک ہی جہد شہادت ہو جائے گی۔ حد بندوں کے ذریعے نظریاتی اختلافات حل بھی ہو رہے ہیں۔ مگر یہ کے بجائے اگر ہم مفاد کی بات کریں تو ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔ خود کوئی کے بجائے مشرق اور مغرب کے درمیان ان مسائل کے حل کے لیے مذاکرات کیے جائیں جو ہماری مشترکہ مفادات کی بات ہوں تو، باوجود مسلسل اختلافات کے بہت افزائی ہوگی۔

انہی مسائل کے حل سے مراد ہے پاکستان سرحدوں سے پرے رہا ستوں کے درمیان باقی تھان کے ذریعے رشتوں کی استوارگی۔ اس کا مطلب ہوگا تھانے کی قسب، بیت، یعنی دونوں جانب کے پڑاؤں خطرات کے باوجود حتمی با مشروطہ سرحدوں کی بنی۔ اس کا مطلب مٹا سے عمل طریقوں سے اعتماد کی بنی۔ اور یہ متبادلوں کرے سے موجود تنازعات کے حل کی بنیاد بن سکتا ہے۔ یہی موقعی یورپ کے لیے دو موقعی ہو سکتا ہے جس پر دھماکا کرنا ہے اور چٹان یا ماسکوہ پیچھے ہٹ کر نہیں چلی سکتا۔

بڑی عالمی طاقتوں میں کتنا بھی نزاع نہ ہو یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ راجد ہی ساتھ اور بھی مقامی طبیعی کشش کے ذریعے وجود میں آ رہے ہیں۔ تو کیا اس کا کوئی فائدہ ہوگا اگر ہم مستقبل کے بارے میں کشمکش کوئی کرنے لگیں کہ فداں فداں وقت تک نہ جانے ہو سکتی عالمی طاقتیں وجود میں آجائیں گی؟ ہم اس وقت کسی دنیا میں رہ رہے ہیں جس میں بہت کچھ ہے، جس میں بہت ساری تبدیلیاں ہونے لگی ہیں۔ اس بڑے کھیل کے میدان میں چھوٹی قوموں کا بھی تورا رہا ہے، اور وہ بھی اپنے طریقے سے وقت کا استعمال کر سکتی ہیں اور خود اپنی بھی درپردہوں کی بھی مدد کر سکتی ہیں۔ اسی طرح وہ خود اپنے لیے اور دوسروں کے لیے خطرہ بھی بن سکتی ہیں۔

میرے خیال میں یہ دستوں کے عالمی نئی زمین کا باعث سر قطبی قسب، بیت کے مراحل نہیں ہے؛ بلکہ زمین پر اس بھی نیا عالمی طاقتوں کے مرکز پیسے ہی سے موجود ہیں۔ مگر بہت سی وجوہات کے باوجود عالمی



اٹھارے میں چین کا داخلہ جو ایک جوہری طاقت بھی ہے اور ترقی پذیر ملک بھی، ایک نہایت اہم واقعہ ہے۔ اور یہ واقعہ پوری دنیا میں لمحہ بے لمحہ ہوئے سران کے متاظر میں ترقی یافتہ قوموں کے لیے بد قسمتی ہوئی ہے کی کا باعث ہو رہا ہے۔

پچھلی جنگ کے بعد بھی یورپ کی طاقت قائم رہی ہے، اور اس کے سامنے ایک بد مستقبل موجود ہے۔ مغربی دنیا میں یورپی یونین سے پہلے بھی یورپ کی ترقی کے امکانات تھے، جو Jean Monnet کے خیال کے مطابق ایک دن ایسا اتحاد بن جائے گا، جو دنیا کے مسائل کی ذمہ داریوں میں، ریاست ہائے متحدہ امریکا سے آزاد طور پر بے خیال میں اس سے متصل روس ایک اہم سامانہ دار ہوگا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کے لیے تعاون بخواتین اور پھر یورپ میں امن کی مشترکہ حفاظت کرنے کے مواقع تھے۔ مگر مجھے اندازہ ہے کہ ترقی یافتہ ملکوں کا خطرہ ملتا تو اس میں یہاں تک کہہ دیتا کہ ایک "یورپی اتحاد ہائے امن" بھی وجود میں آسکتا ہے۔

(iv) مجھے احساس ہے کہ فوٹس امن نعام کے واقعات کی تاریخ میں چین اور روس نے یہاں پر عبوریت کے میدانوں میں امن کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ اور اس [امن کے] میدان میں بھی ہماری ٹانگیں تھیں تھیں۔ جنگ کے دوران ہمیشہ امن کے مطالبے کیے گئے تھے، اور میرے ملک میں، کسی وقت بھی امن کے نظریاتی اقراویں کی نہیں رہی ہے۔

مجھے 1927 کا نوٹس انعام حاصل کرنے والے پروفیسر رائڈ وڈ کوئیڈے کی بھی طرح یاد ہے۔ انھیں تاریخ کے مطالعے سے جس علم و فراست کا تجربہ ہوا اس نے ان کو بین الاقوامی عدم جنگ تحریک میں شامل کیا تھا۔ رکی پریسنگ و جنرل امن سوسائٹی کے چیئرمین کے عہدے پر فائز تھے۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران Bund Neues Vaterland [وفاقی وطن لہائی] کے لیڈر تھے۔ چھ "یورپ" کے لیے ایک عہدہ بہانہ تھا۔ اور جس کے ذمہ داران میں لندن کے مستقبل کے میئر رائٹ رائٹ (Ernst Reuter) وراہرٹ آئن اسٹائن جیسے ماہرہ روزگار شامل تھے۔ کوئیڈے جو 1907 میں لہائی یونین آف سٹیز اور

0 2 - 9 1 9 1  
میں Wemar اسمبلی کے لیڈر تھے، انھیں اپنی اسٹیج اور League of Nations کے بڑے مددگار تھے۔ وہی سطح پر قربانی کرتے ہوئے انھوں نے جمہوری شریعت کا مظاہرہ کیا تھا۔ ان کا انتقال میاؤلفی میں ہی ہوا تھا۔

میرے اور نوٹس نعام پانے والے پہلے چار من گتالہ میسرے مان کے درمیان ایک واضح مائت ہے۔ جس وقت انھیں نوٹس انعام دیا گیا وہ بھی عملی سیاست میں سیکھنے میں تھے۔ انھیں کہ کچھ مضمونوں میں امریکا کی مختلف تاریخات کے پیش نظر ہی نہیں، سیاسی و وفاقی مزاج میں بھی اور ماضی کا کوئی تصور بھی ان کو کم نہیں کر سکتا۔ اس کے باوجود ماضی کے مشن کرداروں کے بغیر کھڑی نہیں ہو سکتی۔ اور ہمیں اس بنا پر شکر گزار ہونا چاہیے۔

دوسری عاقبت جنگ کی طرف پہلی جنگ کے بعد بھی شبہات اور سبب تھی پہلی جنگی سبب انتہائی تھی  
عہد نے یورپی قوموں کو قریب نہیں ہونے دیا تھا۔ اسٹریس مان کی فکر جس نے جنگ بندی کے پانچ ماہ  
بعد یہ تصور پیش کیا تھا، جو اندرونِ یورپ اور اس کے باہر بھی قبول کیا گیا تھا کہ اپنے اپنے موقف پر ڈالے  
رہنے کے باعث ہم سب بے اثر رہنے پر مجبور ہیں۔ گھاس کا خیال تھا کہ یہاں اس کے روبرو ہتھیار کی جانب  
پرچس، ہمیں انتہا کو بحال کرنا ہوگا۔ ہر شخص ان کی طرف نہیں مڑتا تھا۔ ہاتھ ایسے لوگ بڑی تعداد میں تھے جن  
کا خیال تھا کہ یہ اعتباری کے بارے میں وقت تک اتنا نہیں جاسکتا جب تک کہ کسی قسم کے سہارا نہیں  
کیے جاتے مایوسی مسرت کی وقت بھی تھا جیسا کہ آٹ ورچس سے۔ اس وقت کے وزیر خارجہ آگسٹ ہڈگر کے  
قائل نہیں ہو گئے تھے۔ انہوں نے جدوجہد کی تھی، جس کے لیے ان کو بھی اپنی امن پالیسی کے لیے مہذب  
سمت کی ضرورت تھی۔

جنگ کے دو چھوٹے چھوٹے سب سے زیادہ نقصان فرانسیسی اور جرمن تعلقات کا ہو تھا۔ وہاں کے حدود  
کسی اور جیسے اعتباری کا پھار بند نہیں تھا۔ اسٹریس مان نے اس کو بر کرنے کی کوشش کی، اور دوسری جانب  
سے اس کی پیکل کا مثبت جواب Aristide Briand نے دیا تھا، جس کو اسی وقت کی عدم شریک کیا گیا  
تھا۔ شکست کی حد سے 'وکارڈ' میں جو کچھ حاصل ہوا تھا، اسٹریس مان نے اس کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا،  
"کئی بات تو یہ ہے کہ دریائے Rhine کے علاقے میں وہ پانچ ماہ، جس کی ضمانت دو عظیم یورپی قوموں نے  
دی تھی، صلیب و عہد کے قائم کیا گیا ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف طاقت استعمال نہیں کریں گے جس میں  
دوسری دین ستوں کی جانب سے بھی اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ وہ اس ملک کی حدود میں گئے جس پر  
اس متبرک معاہدے کی خلاف ورزی میں حملہ کیا جائے گا۔"

آپ دیکھیں گے کہ یہ جملہ اس لیے میرے لیے بہت اہم ہے کہ اس میں طاقت کے استعمال سے  
لا تعلقی کے عکاس کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ سینہ پندار ہندوستان سے کے باعث جرمنی کی پالیسی کو غور سمجھنا نقطہ  
معتوں میں یہ گیا تھا کہ جنہوں نے اس چیز سے۔ تعلقی کا اعتباری جوان کا حق تھی۔ مگر سچ تو یہ تھا کہ ہم نے  
لوگوں کو تحفظ کا حساس کرنے اور یا بھی اعتبار کا ایک نیا باب کھولنے کے لیے طاقت کے استعمال سے  
لا تعلقی کا اظہار کیا تھا۔

وہ پانچ ماہ کی کیفیت میں، جس کے بارے میں اسٹریس مان نے اس وقت بات کی تھی، جیسا کہ ہم  
سب جانتے ہیں، ان دنوں نے ایک بار پھر غل پیدا کیا تھا جنہوں نے اپنے طریقہ پر طاقت کے استعمال سے  
لا تعلقی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ وکارڈ میں حاصل کیا گیا تھا، کارڈوں میں  
تھا کہ اس نے تو ان رستوں کو بھی تلاش کر دیا تھا جن پر ایک اور جنگ کے بعد ناکام قدم رکھیں گے تھے۔

مجھے اس وقت رابرٹ شومان (Robert Schuman) یاد آ رہے ہیں جو فرانسیسی جانب سے کتنے  
شریفانہ خیالات کے آؤں تھے اور چارلس ایگن جیسا مہذب جس نے طاقت کو دیا تھا کہ وہ دیکھ کر صورت

لکھتا ہے: جب کہ جرمنی کی جانب سے قیامت پسند اور قیصری خیالات کا تقسیم سیاست دانوں کا آزاد آؤں اور تھا۔ یہ صرف یہ کہ اس کو بڑھاپے میں یہ رتبہ دیا گیا تھا تا کہ وہ اپنے زندگی میں غلطیوں سے چاہے والے خواب سے بچ سکتے دیکھ سکے اور جرمنی اور فرانس کے درمیان مصافحت ہو جائے اس کی یہ سبشش بھی کامیاب ہوئی تھی کہ وہ فلاحی جرمنی بھرتے ہوئے یورپی اتحاد کا اور اوقیانوس کے تہذیبوں کا مرکز بن جائے۔ اس وقت کے حالات کے مطابق یہ راجہ بھی قیصر تھا، یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ مغرب میں ڈال جانے والی اس بنیاد کے بغیر آج ہم اس قابل نہیں ہو سکتے تھے کہ بحر مشرق میں آج کے مقدمہ پر سے کر سکتے۔

جرمنی اور اس کے شرقی پڑوسیوں کے تعلقات کی میں سب سے زیادہ بدیشانیوں تھیں، جنکی بد اعتمادی کا ایک پہاڑ درمیان میں جائل تھا۔ ہمارے سامنے کی سب سے بڑا کام تھا۔ ہم نے چاہے کہ کچھ بھی کر یہ سب کچھ وہاں نہیں کیا ہے اور اسل ہم نے تو کبھی صرف ابتدائی کی ہے، مگر ہم نے اس جانب قدم نہ اٹھایا ضرور سے اور یہ ہم اپنی راہ پر کر سکتے تھے جس پر ہم سے پہلے کے لوگوں نے بھی قدم نہ اٹھائے تھے۔ یورپی مٹاق تاریخ کے جذبے کے سہارے قائم سے اس میں سے وہ تاریک عرصہ منہا نہیں کیا سلا ہے، بد اس کو باقاعدہ مثال کیا گیا ہے۔ Carl von Ossietzky کو دیا جانے والی امن کا انعام، اور وہ بھی ہٹلر کے اس شیطانی دور میں، بہت بڑی بات تھی۔

■ لوگ کوینڈے کے سر جھٹل کر، وہ جس من مہر کی میں فعال رہا تھا اپنے دھار دار قلم سے اس نے مسکریٹ اور قومیت کے خلاف جدوجہد کی تھی۔ اس نے 1921 میں لکھا تھا، ”بہت سی قوموں نے ایک دوسرے سے لڑیں لڑی ہیں مگر وہ تو ایک ہی قسم کا بہا ہے اور پ کے باشندوں کا لہو۔“ اس جہد نے اس سے شرقی صحت سے زیادہ کی طلب کی تھی، اس نے اس کی زندگی طلب کی تھی۔

انعام عطا کیے جانے سے ڈرا پہلے، ان لوگوں نے جو اس وقت اقتدار میں تھے، ایک بے چارے قیدی سے یہ یقین دہانی طلب کی تھی کہ وہ انعام لینے سے انکار کر دے گا۔ اس انکار کے بدلے میں کوہا کر دیا جائے گا، مان تحفظ دیا جائے گا اور سسٹنل میں اس کو پریشانی نہیں کی جائے گا۔ Ossietzky نے صاف انکار کر دیا اور وہ پس قیدی نے چھ گیا۔ اس وقت میری عمر بائیس برس تھی اور میں نہ سنی میں ٹیر قانونی طور پر مقیم تھا۔ میں براہ راست اس مہم میں شریک تھا اور میں اس کے دیراز فیصلے سے واقعی بہت متاثر ہوا تھا۔

Carl von Ossietzky کی شخصیت میں نوٹیل کمپنی نے ایک ایسے آدنی کو عراز بخشا تھا جو انی کو حاصل کرنے یہاں آ نہیں سکتا تھا۔ وہ انعام دراصل اقتدار پر قابض برصغیر پر اس کی اخلاقی فتح تھا۔ اس آج آزاد جرمنی کی جانب سے نوٹیل کمپنی کو اس کا بعد از وقت شش نہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ساتھ ہی ساتھ میں ان لوگوں کو بھی سلام پیش کرنا چاہتا ہوں جو اپنے عقائد کے مطابق دیگر طریقوں سے قیدیوں اور انیت رسیدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

اس مقام پر، باخصوص میں ان عریتوں اور عورتوں کے لیے اپنا سرخمر کرتا ہوں جنہوں نے ستر کے خلاف مزاحمت میں شرکت کی تھی۔ میں تو ہر ملک میں مزاحمت کے ساتھ مکان کا بھی جدول سے شکر گزار ہوں۔

جیمز مزاحمت نے انسانی ذہن اور قربانیوں کی تھیں، مثلاً کنگ کے لیے، قانونیت اور آزادی کے لیے۔ انہوں نے اس جذباتی کو بچھڑا ہے جس کو میں اپنا سمجھتا ہوں اور جو قانون کی حکمرانی اور آزادی کے ساتھ دوبارہ قائم ہو رہا ہے۔

میرے لیے، ماضی وہ سمجھتا ہے جس نے پورے دنیا کو دکھایا کہ جتنی نے اپنے آپ سے صلح کر لی ہے، اسی طرح جیسے ایک کاروبار میں اپنے وطن کی پرامن اور انسانی خصوصیات کی بازیافت کرتا ہے۔

(۷) اس وقت بھی جب میں وزیر خارجہ تھا، میں نے جانتا تھا کہ ہمارے ملک کی پانچویں پندرہویں امن کے تحفظ میں common denominator ہونا چاہیے۔ موجودہ وزیر خارجہ اور میں، دونوں جانتے ہیں کہ امن کی دہائی کو بیکس تعریف و توصیف سے بڑھ کر ہونا چاہیے۔ ایک کو اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ وہ دنیا میں طور پر اس بارے میں کتنا کچھ کر سکتا ہے۔ باخصوص وہ اپنی جیسو یہ جرمی جیسا ملک ایک بہم نہ نہ کی سے بندھا نہیں رہ سکتا، بلکہ اس کو ایک مخصوص حصہ دینا چاہیے تھا۔ وہ جو بات جو میں خود دیتے چاہتا ہوں ان کو دہرایا نہیں چھوڑا جاسکتا۔ وہ بھی میں اپنے فرض سے سبک دوش نہیں کر سکتا اور حالات کی حقیقتوں کے پیش نظر جو کچھ کرنا ہو سکتا ہے کرتے ہیں۔

میں نے حقیقت حالات بیان کر دی ہے۔ ہم اس کو بکھری نہیں سکتے اگر ہم خود ذہنی میں ہمارے ہیں و سیاست کو قانونی ذہنوں سے درم نہ کرتے ہیں۔ صدر پاسکیوی (Paaskivi) نے فرمایا تھا کہ کریمینسکی کوئی مذاقی صورت نہیں، اور میں اس استعارے میں، انھیں کو بھی شامل کر لیں گا۔ مجھے معلوم تھا کہ ستر کے گائے ہوئے جتنی زخم بھی تک بھرے نہیں ہیں۔ عریتوں نے انسانی حقوق اور خلی خود امانیت کے اصولوں پر سدا کرنے کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں۔

حالات کی حقیقتوں کے تناظر میں دیکھنے کا مطلب یہ نہیں ملتا کہ کسی کی عدالتی مامیت نہ سوال نہائے جائے، بلکہ یہ حدود کا احترام کیا جا چاہیے۔ جب ہم نے قانونی دست برداری کے لیے معاہدے کی تجویز پیش کی تھی اور مشرقی پڑوسیوں کو اپنی باتوں پہ یقین کرنے کے لیے کہا تھا، تو ہم دراصل اسی بات کو آگے بڑھا رہے تھے جو ہم سے پہلے کی مغربی جرمن حکومت مغربی ملک سے اپنے معاہدوں کے ذریعے کہہ چکی تھی۔ ہماری پالیسی کا منطقی تسلسل یہ تھا کہ یہ حدود کے احترام کا اخلاق شرقی یورپ سے ہمارے تعلقات پر دو دونوں جرمن ریاستوں کے تعلقات پر بھی ہونا چاہیے جو دونوں ہی نئی مملکتوں کا حصہ بن چکی تھیں۔

امن کی خواہش اور دونوں کے درمیان کا تناؤ، جو مقابلے کی عرصے میں جرمن سیاست دانوں کے کام پر جاری رہا ہے، جذباتی تنازعات کے ذریعے، نہ کے ہمارے مسائل کی مشافی پہ نتیجہ ہوا اس کے نتیجے میں ہماری مشرق اور مغرب پانچویں وجود میں آئی۔ ہم نے جنوں کو قبول کیا اور اپنی قومی یکتائی کے تصور کو زائل نہیں

ہونے لگا۔ اس کے برعکس، ہم نے قومی مفاد کی خاطر مشرقی یورپ کے سرحد رشتوں کی منطوق سے ترتیب کی۔ یہ صرف معاہدوں اور اور طریقہ ریاست کا تاثر نہیں ہے، بلکہ رشتوں کے کھلنے اور اور معاہدوں کی اہمیت کو کم کرنے کا ایک وسیع اور متنوع عمل ہے۔

مجھے Oszpolnik کا تیل پسند نہیں، مگر قومی اس قومی طریقہ واپس سے ملتا ہے جو تقریباً ایک مغرب اٹل بن چکا ہو اور Gemutlichkeit کی طرح جو بڑا قومی ترجمہ ہے اور میں اس قومی مصداقات میں قابل قبول بھی ہوں اس لفظ پر ماضی کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ اور اس سے خارج پڑنے کی لمحہ تعبیر میں بھی ہوتی ہیں، اسی طرح جیسے کسی عمارت کی کئی درازیں ایک ساتھ کھولی جائیں۔ درحقیقت، دنیا کی عمارتیں پائیس مغرب میں شروع ہوئی ہے اور اس کی تہیں مغرب ہی میں پھلتی ہیں۔ مغرب میں جسے دوری بھی اور مشرق سے مصالحت بھی چاہیے۔

کسی کو اس حقیقت کو نظر نہ آئے کہ مغربی یورپی اتحاد جس میں ہم فعال کردار کر رہے ہیں، ہمارے نزدیک انہیں ترجیح ہے۔ ماضی قریب میں اتحاد ہمارے لیے مانگ رہا ہے۔ ہم بھی دنیا کی چلتی ہوئی صورت حال، بلکہ مغرب کے معاہدوں کی حقیقتوں کی روشنی میں، اور جہاں تک ممکن ہو، ان کو سوویت یونین اور بیٹا کی دوسرے سامنے ہمارے کام اور دستانہ تعلقات استوار کرنے چاہئیں۔ میں اس سلسلے میں صدر پمپیدو (Pompidou) اور وزرائے عظمٰی (Heath) [یہاں] اور (Emilia Colombo) [وزیر عظمٰی] سے بنائے گئے ہیں، حقیقتاً اپنے تمام دوستوں، رشتہ داروں سے بھی مشتق ہوں۔

چوں کہ جنہوں قوم کی دونوں ریاستوں کو اس سے خارج ہوگا، ہم سوویت یونین اور مغربی جمہوریہ پائینڈ سے اپنے معاہدوں کی توثیق کریں گے۔ یوفاقی کمیونٹی کی ترجیحات میں سے ایک یہ ہے کہ بیٹا کی دوسرے امکان سے نرم و درہمقانی رشتے استوار کیے جائیں۔ تمام تر مشکلات کے باوجود اور خیراتی میں موجود چاروں طاقتوں کے حقوق و آزادی کے خارجوں کا احترام کرتے ہوئے یونین کو ان جمہوریہ سے ہمارے تعلقات بہتری اور یونین اقوامی ریاست کی بنیاد پر استوار کیے جائیں گے۔ یہی ہے کہ پانچ چار طریقہ معاہدے کے ذیل میں ویسے گئے وعدے کی بنیاد پر جنہوں کے دونوں حصوں کے درمیان مذاکرات نے واضح کیا ہے کہ جس قانونی نظریات میں موافقت نہ ہوتی ہو، لیکن بات چیت سے بھی جیسے ہوئے محدث سمجھائے جاسکتے ہیں۔

وفاقی جمہوریہ اپنی حدود سے انہیں طرح و قف ہے، مگر یہی، اس کو احساس ہے کہ قومی طور پر اس کے پاس طاقت ہے اور وہ خود بھی ایک طاقت ہے جو ہم وقت امن کی خدمت کے لیے ہے۔ ہم جس طرح طاقت کی مدد سے سیاست بازی سے کام لیا کریں، اس کی طرف توجہ دیتے ہیں، اس کو توازن کے عمل اور مقصد کی تبدیلی کے درمیان سمجھنا چاہیے۔ ایسے کام کے لیے اپنے آپ کو فتح کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اپنی سیاسی قوت اور امکانات کا اندازہ لگانا پڑتا ہے جو کسی طرح بھی طاقت کی سیاست بازی کے مطابق

نظریے کی ضرورت سے کم حقیقی نہیں تھا۔ اس انداز سے، متعدد قومی امانیت سے یورپی اور کانٹری میں ہے  
 لیکن مدد کی پالیسی کی طرف لے جانا چاہیے جو اس بات کا یقین فرما کر دے کہ کسی فرد کی نفسیاتی طور پر محسوس کرے کہ  
 کسی جگہ بھی آدمی ہو اس کا اپنا ایک وجود ہوتا ہے جو سماجی احکام کا حق دار ہوتا ہے۔

(vi) ان چند عناصر کی طرف توجہ کرتے ہوئے جو یورپی امن کے حقائق کو ممکن بنا سکتے ہیں، میں اور سابق  
 نظریات پر غور کرنے میں وقت بہت دیر نہیں گزرے گا جن کو قبضہ کے عرصے میں عمل میں نہیں لایا جاسکتا۔ مگر میں  
 بین الاقوامی قانون کے عمیق، صوبہ پر اپنے یقین کا شبہ ضرور گزرتا ہے کہ وہ ان کو کتنا ہی نظر انداز کیوں نہ کیا  
 جائے۔ انھیں اقوام متحدہ کے فرمان میں حاکمیت، عدالتی استحکام، عدم تشدد، قوموں کا حق خود مادیات اور  
 انسانی حقوق جیسے پابند کرنے والے اصول ملے۔

یہ اصول ماقبل انتقال ہیں اگرچہ سرے علم کے مطابق، ان کا اطلاق ایک کم زور ہوتا ہے۔ مطلقاً سے،  
 سیاست دان و مفکرین میں سے ایک مشکل یہ ہوتی ہے کہ وہ ان خصوصیات حکومت کے، مادیاتی حیثیت میں ہمیشہ  
 یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کا اپنا خیال کیا ہے، اس لیے کہ اس کی خاطر وہ ہمیشہ اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکتا۔  
 مزید یہ کہ اس بات سے مطمئن ہوں کہ مغربی یورپ کے، انھوں کے مسلسل عمل سے یورپ کے عمیق  
 تحفظ و ارتقاء میں کوئی پکار پیدا نہیں ہوگا۔ یہ طانیہ کی شمولیت کے ساتھ، پھر یہ یورپی اتحاد کی شرعی یورپ  
 کے خلاف خود کو ایک ایک میں تبدیل نہیں کر رہا ہے، مگر اپنے ساتھی میں سرکوب تنظیم بنانے سے بھی، یہ یورپی  
 تحفظ کے انجام کو متوازن بنانے میں ایک اہم عنصر ثابت ہو سکتا ہے۔ ضرورتی نہیں کہ اندرونی طور پر ہیست  
 احوال، بلکہ نظر آنے والے تھکوت سے متضاد ہو۔

میں تو یہ بھی کہوں گا کہ یورپ اور امریکا کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ دونوں کو یہ بری اور  
 خود اعتمادی کی بنیاد پر ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ ریاست ہائے متحدہ کو جتنا زیادہ خود اعتمادی ہے، اتنا  
 ہی وہ غنیمت ملک ہماری جتنی اور اہمیت پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔

میں جو نکات پیش کر رہا ہوں وہ حقیقتاً اس مسئلے پر مبنی ہیں کہ ہمیں سب سے پہلے دنیائے ہر نظام  
 اور نظریے کو اس کی موجودہ صورت میں مبنی و حق قبول کرنا ہوگا۔ جس درجے کے محبوب ہم کو پیش ہیں ان کا  
 اور ک کرتے ہوئے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم امن کا ایسا باوجود بنانے کی کوشش کریں جو، امن کے  
 دوسرے نقطہ سوں اور مافیہوں سے زیادہ زیادہ پائیدار ہے اور جس کو مزید بہتر بنایا جائے۔

حکلی بات تو یہ ہے کہ ہماری عمومی یورپی پالیسی قوموں اور ریاستوں کی صدیوں پہانی شامتوں کو نظر  
 انداز نہیں کر سکتی۔ دراصل، ہمیں ریاستوں اور ریاستوں کے درمیان ایسا قانون قائم کرنا ہوگا جس میں ہر ایک  
 اپنی شناخت اور تحفظ کو برقرار رکھے۔ ہمیں قسم کے قانون کو پیش لوجی تو من سے زیادہ دیکھا جائے۔

دوسری بات: ہمیں ریاستوں کے درمیان رشتوں کے درمیان، بغیر کسی استثنا کے حالات استعمال  
 کرنے کی دہمکی سے پرہیز کرنا ہوگا۔ اس میں موجودہ سرحدوں کے حرام کی ضرورت بھی شامل ہے۔ مگر

موجودوں کی سہولت کا مطلب دشمنوں کے درمیان ان کو بائق طرح مستحکم کرنا نہیں ہو سکتا۔

تیسری بات: طاقت کے استعمال سے دشمنوں کی سہولت پر سے ٹھانڈا دھڑکڑاٹھ ہونا کٹا راجھٹ، ہم سبھی پر کسروں کے معاہدوں میں یورپی قوموں کی، نہ ان کی بنیاد پر شمولیت سے مزید تحفظ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لیے مرکزی یورپ میں طاقت کے توازن میں کمی پر پیچیدہ مذاکرات کرنے ہوں گے۔

چوتھی بات: ریاستوں کے خدوخی معاہدات میں عدم مدخلیت کے اصول کا احترام کیا جانا چاہیے، مگر صرف عدم مدخلیت ہی کافی نہیں ہوگی، ایک پرامن یورپ اپنے دکان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ یورپ کی دیووں کو نہیں، تا کہ مفادات کے لیے کسی جانے والی جہ و ہرجا پر نہیں ہے۔ یورپ کو مداخلت کی ضرورت ہے۔ اس کو آزاد خیالی کی ضرورت ہے، انفرادی بے توجہی کی نہیں۔

پانچویں بات: اب وقت آگیا ہے کہ نئے قسم کا معاشرتی، تعلیمی اور سرکاری تعاون بنایا جائے اور ان کی یورپی بنیادوں کو مضبوط کیا جائے۔ مزید برآں، [ماضی کا] یورپ ایک ثقافتی میونسپلٹی بن کر ابھرا تھا، وہ اس کو دوبارہ دینی ہو جانا چاہیے جیسا کہ پہلے تھا۔

چھٹی بات: دیم پرائس کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ثقافتی تحفظ ہوتی ہے۔ وہ اصل ماڈل طلب ایک مجبوری ہوتی ہے، اس کی طرح بھی یورپ میں اس کو ارتقاء کے ذریعے قائم کیا جانا چاہیے۔

ساتویں بات: یورپ کو دنیا بھر میں اپنی ذمے داریوں کو نبھانا ہو گا اس سے عوامی امن کی مشترکہ ذمے داری ہے، اور اس کا مطلب باہر کی دنیا کے لیے انحراف کی ذمے داری ہے، تا کہ یہ طریقہ عملی ہو سکے اور بدعتی پر قائم پایا جائے۔ محض جنگ کا تمدن امن نہیں ہوتا، امن اس سے کہیں زیادہ دیرپا ہے، اگرچہ کچھ قومی بھٹائی سے مطمئن ہو سکتی ہیں تاکہ وہ پاؤں منصفانہ امن کے نظام کے لیے تمام قوموں کی ترقی ضروری ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں ہم راہنمائی اور توجہ کی طرف سے پیچھے ہٹنا نہیں، بلکہ اپنے اختلافات کو چھٹی سنجیدگی سے ہونے کے سمجھنا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کچھ کے نزدیک، باغیوں کی نسل میں، یہ بہت کم ہے، وہ دوسرے لوگوں کے نزدیک سراسر عمل ہے۔ حال بہت سست ہے۔ یہ نقصان دہ نہیں کہ اس صورت میں بدکار ہوتا ہے جب نوجوان نسل زکاہ رفتہ زکاہ نہیں اور نئے امکانات کے درمیان بے انگٹائی کے خلاف بغاوت پر اتر آئے، اور جب وہ مشابہت اور حقیقت کی ترویج پر حقان کرے۔ میں دو کچھ کہنے پر یقین نہیں رکھتا جو نئی نسل مجھ سے کہنا چاہتی ہے، مگر میں اس سے بلی کرنا ہوں کہ وہ اپنی ہڈی ہڈی تو مانگیوں کو ہارے ہر کچھ دقت اور ذمے داریوں میں صرف کرے۔

مگر واضح رہے کہ سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ میں نے ابعاد پر نگاہ رکھنے اور ان سے نکلنے کی توانائی کی بھی ضرورت ہے۔ اس کا م کے پیچیدہ ذمے داری کے منظر جو ہمارے سامنے ہے، جس مستقبل پر ایمان رکھنے اور پیچیدہ حقیقت میں کے ایک صحت مند احترام کی ضرورت ہے۔ تو

نیل، یورپ اور امن کی تنظیم سے بھی زیادہ اہم کوئی کام ہو سکتا ہے؟

(vii) اعلیٰ سیاست کے میدان میں دنیا بھر کا مقصد جو یک دہم سے اٹھ نہیں، یورپ میں تحفظ اور تعاون پر ایک کانفرنس کی ضرورت میں کمی کا معاملہ۔ ساتھ ہی ساتھ اس سے قطع نظر روسی بلاک کا حصہ نہیں، یورپ کی قوموں کو معاشرتی، تکنیکی اور ثقافتی تعاون کی ترقی پر توجہ دینی چاہیے، جو یورپ کی ترقی کے منصوبہ کے حجم کے مطابق ہو اور جو یورپ کی ترقی کے لیے ضروری ہو۔ اور اس مشق کی تکمیل میں قومی سرحدوں کو رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔

اس کانفرنس کو تعاون کے امکانات اور ساتھ ہی ساتھ تحفظ کے مسائل پر بھی غور کرنا ہوگا۔ یورپ کے مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب کے درمیان معاشرتی اور دہم سے تعاون کے امکانات، مشترک مفادات اور نئے کاریوں کو پرانہ بنا دیکر رہا ہوں، جو سب کے لیے زیادہ تحفظ کا باعث ہوں گے۔

حالت سے بہت زیادہ رٹ کو قانون کی حیثیت مہی چاہیے۔ یہ سیاست جس کے احترام کیپ بند ہو اور جو کسی قسم کی مداخلت کی اجازت نہ دے۔ اس راہ پر قدم برعکاس، جو مشترکہ ہو، ہم یورپ میں تحفظ کا ایسا نیا قائم کر سکتے ہیں جو دنیا کے حالات کے مطابق تمام بلاکوں پر نافذ ہو جن میں ریاست ہائے متحدہ اور سوویت یونین بھی شامل ہیں۔

نون میں متوازن کمی اس مشق کا راستہ ہموار کر سکتی ہے۔ میں نے 1968 کے موسم بہار میں "Signal of Reykjavik" کو شکل دینے کی کوشش کی تھی، اور ظاہر ہے کہ میں اس پس پائی ہوئی نہیں نکالوں جو اس کے بعد ہمیں کرنی پڑی تھی۔ آئندہ پیش آنے والی ماحول میں مشقی ہوگی۔ جو ایک عالمی اور علاقائی تاریخ پر نظر رکھتے ہیں، اور جو کچھ جدید تخفیف اور کمپنی ہیں اس کی عزت مثلاً سے حاصل کر سکتی ہے۔ بحر ہند جنوبی، تجرباتی جہاز کے، غور، سب سے کام پھیلنا، سمندر کی تاریکی میں بہت کچھ ہونے کے باوجود بھی پڑا میدان میں۔ یہ دہم کے تاریخی حقائق بھی، اپنے اختلافات کے باوجود امن کے پھول کے لیے مشترکہ مفادات کے جزوی مواقع حاصل کر رہی ہیں۔

میں تو ایک خاص وجہ سے اور بھی زیادہ پرامید ہوں۔ اس میں میں نے نون میں کمی کے پہلوؤں پر، علاحدہ علاحدہ بعد رنگین اور مشترکہ نیا نیا نون کے سامنے ایک ہی سوال رکھا تھا، وہ دونوں سے موفقتانہ جواب پایا تھا۔ دنیا کی سب سے بڑی طاقتوں کے رہنما بھی سنی رہے ہیں کہ شاید وہ بھی اب فوجی مقاصد کے لیے اخراجات بڑھا نہیں سکیں گے۔

(viii) امن کی تنظیم کے خلاف بھی حقائق ہیں۔ ہم نے دو دہائیوں سے بھی دیکھی ہے، انسان جس میں پھر جتنا ہو سکتا ہے۔ مذہب، نظریہ اور نہ شان دار ثقافتی اعتبار انسان کے قلب کی گہرائیوں سے پھوٹنے والی غزروں کے امکانات کو زبردستی ہیں جو قوموں کو تباہی کے غار میں دھکیل دیتے ہیں۔ آزادی کی طرف امن بھی بتا رہا ہے اپنی اصل حالت نہیں رہتا، اس کی اصل حالت میں رہنا پڑے گا۔



اس مسئلہ کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں تقاضات کی چیز تک پہنچنا پڑے گا۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں امن اور تقاضات نہ تھکتے ایک بڑا مسئلہ بن جاتی ہے۔ اور میرے نزدیک، سیاست کے علاوہ، دیکھنا یہی دنیا میں صحیح معنوں میں طاقت کا قتل، اعتبار و قبول ہے۔

ایک اور مخالف طاقت ہے ہمیں جس سے ترسنا ہے، وہ ہے دنیا ڈالنے والے گروہوں کی قومی لمانیت۔ ویرپا میں، ویتنام، یونان، مصر، ایران، اور دیگر ممالکوں کی بے کام لمانیت اتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ وہ ان قدر قومیوں کے ہمارے پہنچنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتی جو صدیوں پہلے وجود میں آئی تھیں۔ نظریات، ان کے تئیں ویرپا کی کرنے والے گروہوں کے بنیادی اخلاقی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اپنے نظریات کی پاکیزگی کے لیے، یا بہت نظریات کے حصول کے لیے انسانیت کو "سنوٹا" چاہتے ہیں۔ یہی طاقتوں کے درمیان دنیا پاؤں کے نیچے لٹے جاسکتے۔ اس کی پالیسی کو انھیں سمجھنا چاہیے کہ وہ دنیا میں نظریات اپنے اندرونی نیچے نہیں رکھتے، بلکہ باہر کی زندگی گزارنے اور دنیا کی کرنے کی کوشش میں خود کو ڈالتے ہیں۔

کمال قبضے کی جستجو آدنی کے لیے غور ہوئی ہے۔ وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ عمل صداقت کی ملکیت ہے، وہ جو اپنے خواہش کی جست میں اور بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں اس میں ہی کوئی دوسرے نہیں ہیں اس انسانیت کے احترام کی فیصلہ انگیزی چاہتی ہے۔ یہی جمہوریت کی صداقت بھی کہی نہ ہو انسانیت سے واقف نہیں، سوائے ایک نظریاتی خصوصیت کے جو اسے جبر کا راستہ دھاتی ہے، ایسے میں آزادی لمانی بن جاتی ہے۔

نوجوانوں کو مجھ سے توقع آتے ہیں کہ میں ان کے سوا کے جواب میں غیر مشروط "ہاں" یا ایک سیدھا سادہ "نہیں" کہوں گا۔ میرے لیے یہ ناممکن ہو چکا ہے کہ میں کسی ایک صحیح یا یقیناً درست واحد صداقت پر اس لیے میں اپنے نوجوان دوستوں اور دیگروں سے، جو سننا چاہتے ہیں، کہتا ہوں کہ دراصل صدقیت کی قسم کی بات ہے، جس کی صداقت نہیں ہوتی جو تمام دیگر صدقیتوں کو ختم کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں بولمبوی پہ، اور اس طرح طرح کے یقین رکھتا ہوں۔ اس کی کوئی خبری کہتے ہیں۔ یہ اشیاء کے وجود کے بارے میں سوالات اٹھاتی ہے۔ یہ اشیاء طاقت ور ہو سکتی ہے کہ قدرتی ترقی (assilised) انصاف کو رہنا و رہنا دیکھ سکتی ہے۔ مزاحمت کے دوران شبہات نے اپنی قدر، قیمت، علم کی کمی۔ یہ اتنی سخت جان ہوتی ہے کہ مزاحمت کو بھی پیچھے چھوڑ سکتی ہے، اور یقیناً وہ ہم میں جتنا کر سکتی ہے۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ آئی اپنے امکانات میں کتنا امیر اور کتنی مایوس کن ماحول کتنا محدود ہو گیا ہے۔ ہم اس کو اس کی جاہلیت اور بھٹی بندی دونوں سے بچتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ اپنی ایجوکیشن کا طریق اپنے مفاد کے لیے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر ان ہی کے ذریعے وہ اپنی تہی کا سامان بھی بنا رہا ہے۔ آئیے اب ہم اپنے ضرورت سے زیادہ خوف ناک مباحثات سے دست بردار ہو جائیں۔ میں عملی ہمدردی پر یقین رکھتا ہوں اس لیے انسان کی نفسی داری پر بھی مجھے اعتماد ہے۔ اور میں اس کی لیے مشروط ضرورت

پہ بھی بیان رکھتا ہوں۔

ایک جمہوریت سسٹم جھٹنے کے ماتے میرے خیالات اور میرے کام کا رخ ہمیشہ تبدیلی کی طرف ہوتا ہے جس آئن کو تھے سرے سے بنانے کا خواہش مند نہیں ہوں کہ اسی کو کسی نظام پر مجبور کرنے کا مطلب ہے اس کو بے دگما، مگر میں انسانی تعمیر پذیر کی پہلی تھیں رکھتا ہوں۔

میں نے اپنے عرصہ حیات میں بھرتے اور خائب ہوتے ہوئے بہت سے عزاب دیکھے تھے، انہوں نے بہتر تھی، انہوں نے ہر معنی میں وہی بھی دیکھی ہے۔ ایک طرف احباب نے دہائی مشقود تھی، جب کہ دوسری طرف تصور پیر تھی۔ مجھے اس بات کا تجربہ بھی ہے کہ کسی کے عقائد میں تبدیلی، ثابت قندی اور تھوڑے بہت معنی ہوتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ خصوصاً ان کو درد کی کیفیت میں انسانی قوت محدود کیا کرتی ہے۔ بہت سی چیزیں جن کو مرد سمجھ لیا تھا، ان کے لئے وہ ثابت ہو جاتی ہیں۔

ہندو میں اضریت فوس نے سوچا تھا کہ امن کا نیا مصرف چھوڑ دیا جائے گا، مگر پانچ برس بعد، دوسرے کے بعد اس انجام کی ضرورت نہیں رہے گی۔ مگر یہ بہت عرصے جا رہی ہے، وہ نہ مجھے آپ سے آئن کے دن بات کرنے کا موقع نصیب نہ ہوتا۔

نقد فان سٹنر (Bertha von Sumer) کی جسے 1905 میں امن انی م دیو تھو ضرورت سے زیادہ میدان میں آئی کہ اس کی کتاب Lay Down Your Arms بہت مقبول ہوئی۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو اس کتاب میں اب بھی بہت دلچسپی رکھتے ہیں، انہوں نے جو اس لیے کہ میں اب بھی بخوش اپنی شناخت نو جوانوں کی بے قسطنطنیہ محبت سے کہنا پسند کرتا ہوں۔ مگر اپنے آپ کو اور آپ سب لوگوں کو ان لوگوں کی دماغی بغیر اپنی تفریق ختم نہیں کر سکتا جو اس کے بھی جنگ کے حالات میں زندگی گزار رہے ہیں، ہر خصوصاً ہندوستانی برصغیر میں اور دیت نام میں۔ میں ان میں مشرق وسطیٰ کے اور دوسرے بحرانوں کے افراد کو بھی شامل کریں گا، میں راز شہد سے کہیں کرنے کا قائل نہیں، اس لیے کہ بیوروں سے میانہ روی اور معقولیت طلب کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ مگر یہ خواہش میرے دل کی گہرائیوں سے نکلتی رہی ہے: کاش وہ سب جو جنگ کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں، امن کو قائم رکھنے کی دلیل پر اپنی طاقت کو صرف کریں۔



## مارمن بور لاگ

### اعلان تجلیل

اغریٹ فوڈل نے 27 نومبر 1895 کو پوری دنیا کو متاثر کرنے والی ابتدائیت میں وہ شراکتہ میں کی تھیں جو فوڈل انجمن وصول کرنے والوں کو پوری کرتی ہوئی تھی۔ پہلا ہی اثرات کہتا ہے کہ نیا اس شخص کو دیا جائے گا جس نے پچھلے برس کے دوران "مٹی فوڈ انسان کو تقسیم ترین فائدے سے نواز ہو۔" مارڈینی پوریان کو بہت سے نامزد امیدواروں میں سے نیا جیتنے والے کے انتخاب میں اس شرط کو ملحوظ خاطر رکھنا لازم ہے۔

آٹ انسانیت کے فائدے کے لیے کیا ہو سکتا ہے؟ اس سوال کے بہت سے جواب دیے جاسکتے تھے، اسنے ہی مختلف ورکشاپوں اور راستے کی دلچسپ تھی، کرنا انسان خود ہے۔ کیا تاڑک نہیں کوئی پچھلے اثرات نہیں کرتی جو ہر وقت انسان کی بنیادی ضرورت کی نشان دہی کرتا ہو کر وہ کون سا فائدہ دے جو اسے مطمئن کرے گا؟

ہاں مٹی کو مادی صحت کے دوران یورپ کے تاریخی واقعات کے سبب بڑے ہونے، 1917 کے مٹی انتخاب، کے دوران اس کے پچھلے پچھلے تھا: "مٹی اور مارمن۔" مٹی اور مارمن مجاہدیت ضرورتیں تھیں، مٹی فوڈ انسان نے جن کو ہمیشہ پنہاں بنایا ہے، جو اس کی نشوونما کے لیے اس کا کافی قوتیں رکھتے تھے۔ فائدہ کشی سے آزادی اس مزید آزادیوں میں سے تھی جن کو ہمارے عالمی ادارے، اقوام متحدہ نے، 1945 میں بنیادی انسانی حق کے طور پر قائم ہو گئیں کے لیے تسلیم کیا تھا۔ 16 ستمبر 1945 کو FAO یعنی United Nations Organization for Food and Agriculture بنی خصوصاً انجمن تھی جس کا قیام عمل میں آیا تھا۔

1945 میں FAO کے سیکرٹری جنرل ورتھنہ کے ہیرارڈ بائو آرڈ (Lord Boyd Orr) کی فوڈل



پاکستان، ہندوستان اور کینیڈا کی چوٹی درستیوں اور کئی قسم کے دوسرے اداروں نے دیے تھے۔  
ڈاکٹر بورڈ لاگ 1944 میں بین الاقوامی مرکز برائے جوار و گندم میں شامل ہوئے۔ آج وہ میکسیکو کے Wheat Improvement Program کے ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز ہیں۔

اس دن کے بعد سے، جب کچھ بھی نہیں چسپے ڈاکٹر بورڈ لاگ نے اپنی میں بہتری لانے کا کام شروع کیا تھا، آج تک انھوں نے اپنی تمام قیاماتی اور تحقیقی نتائج کے حصوں کے لیے استغاثہ کی ہے جو دنیا بھر میں آج "ہیزل نقیب" کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ نقیب دنیا کے اس علاقے میں رہنے والے ن کیڈوں کو ان کی زندگیوں کی بہتری کو ممکن بنانے کا جسے آج "نقدہ افراد کی دنیا" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

قدیم تمدن کی قومیں، جنھیں جدید دور کی شریعت تک، مزاروں جھکی ہوئے کا متواتر شکار رہا ہے، انھیں اب گندم میں خود کشی ہو سکتی ہے۔ دوسرے مزدور کی زندگی کے لیے نام نہاد مال دار قوموں پر ان کا ایک طویل دور ذلت آمیز انحصار اب ختم ہو چلا ہے۔

گندم کی تحقیق کے نتائج کے مقاب میں، جس پر ہے وہی اعداد و شمار کے بنیاد میں بات ہو سکتی ہے، انھیں ایک فرق، مندرجہ ذیل اور غیر ملکی تحقیق سائنس دان کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔

ڈاکٹر بورڈ لاگ صرف آدھ وادی ہی نہیں، بلکہ بنیادی طور پر ایک علمی شخصیت کا نام ہے۔ ہیزل نقیب پر ان کی تحریروں پر ہوتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ ان کی لسانی صرف خود کو گھاس چوں اور گھاس چوں سمجھنے سے نہیں، بلکہ باطنی افسروں کی اتنی ہی محکم اتھوئی حرکتوں سے بھی ہے جو یہ عمل میں روئے ثابت ہوتے ہیں۔ مندرجہ ذیل محبیہ میں اس کی یاد دہانی ہے:

"سیلے سے چھپائی ہوئی، دنیا کا گلا گھونٹنے والی افسریت ہی، بنی نوع انسان کے لیے بڑے خطرات میں سے ہے۔"

ڈاکٹر بورڈ لاگ انکار نہ داشت نہیں کر سکتے: ان کے ذہن پر ایک، ہم پر جو ہے، ایسا بدھی جس کو اترا چاہیے، بلکہ بھی اُترا جانا چاہیے۔

اس کو وہی طرن بیان کرتے ہیں: میں بے صبر انسان ہوں اور ابھرتے ہوئے سکس کی غذا اور زراعت کی بہتری کے لیے ترقی کے کام میں سست رفتاری کو قبول نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس میں yield kick-off یا yield blast-off کی دکات کوں کا دنیا میں غذا کے مسائل جس سمیت اور حسرت کے ہیں، ان کی روشنی میں ہمارے پاس ضائع کرنے کے لیے بہت دیکھ نہیں ہے۔

اپنے کام سے قطع نظر ایک سائنس دان اور تحقیق کے میدان کے ایک متاثرہ تنظیم کی حیثیت میں ڈاکٹر بورڈ لاگ میکسیکو کے Wheat Institute کے تربیت یافتہ نوجوان سائنس دانوں کے لیے ایک رہنما بھی ثابت ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر بورگ اپنے شاگردوں کو کھیتوں میں لے جا کر تعلیم دینا پسند کرتے تھے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ بہت سے لوگ جب ان کے کوئی پیچھے رہتے یا علاقہ نکلنے کی درخواست کرتے تھے تو انھیں اس قسم کا جواب دیا جاتا تھا: ”آپ کی پٹری گری گئی ہے۔ واپس بلا لے گا۔“

جب 1944 میں ڈاکٹر بورگ نے میکسیکو زرعی منصوبے پر کام شروع کیا تھا، اس وقت بہت کم لوگ آبادی کی شرح نمو اور دنیا میں غذائی پیداوار کے درمیان رشتے کے بارے میں غور مند ہوتے تھے۔ جنگ کے بعد بہت سی نوآبادیاتی سطحیں رفتہ رفتہ ختم ہوتی گئیں، اور اس دور سے عورتوں کی پذیرائی ملنے لگی۔ آزاد قومی رہنماؤں کی رہنمائی میں تھے، اور ان میں صحت کا ناقابل تہمین مفلس معیار تھا جو بارے میں غور کیے گئے تھے۔

اپنے عالمی ادارہ صحت کے ذریعے اقوام متحدہ نے صدی کے پانچویں عشرے میں ان رہنماؤں میں پھیلی ہوئی بیماریوں کے خلاف پائے جانے والے پانچویں عشرے کی تھی۔ ان انسانی ترقی کو ششوں سے ترقی پذیر تھیں کی شرح اموات میں کمی کی بات تھی۔ پورے صدی کے چوتھے عشرے، تک صرف ترقی پذیر ملکوں کی تھی، چار کی دنیا میں آبادی کا چارک انصاف پر مشتمل تھا۔

آبادی میں دھماکا خیز اضافے پر ڈاکٹروں سے دھماکے کیے جا رہے تھے: غذائی منصوبہ بندی کی بہت حد تک سے پسماندگی کے ذریعے اور زرعی پیداوار میں اضافے کے ذریعے۔

جب ڈاکٹر بورگ امریکا کے سائنس دانوں نے میکسیکو کے غنیمت مرکزوں میں اپنے کام کی ابتدا کی تھی، اس وقت میکسیکو کے آبادی کے نصف سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ قیاس کیا جاتا تھا کہ اس ملک میں نہ بڑا کام ہو گا اور نہ ترقی یافتہ زرعت کے قابل مٹی تھی۔

میکسیکو کے غنیمت مرکزوں کے منصوبے سے ملک کے غنیمت پر تحقیق کرنے والوں کو میکسیکو کی مدد کے لیے بھیجا گیا تاکہ وہ غنیمت سے کم وقت میں اس ملک کو اپنی مدد آپ کرنے کے قابل بنائیں۔ سائنس دانوں کو اپنے ملکوں میں کانٹا لگانے کی دہائیوں میں کام کرنے والے مشینوں کا نہیں، ہندو کھیتوں میں جسنی محنت کے ذریعے عملی طور پر کام کرنے کا کرنا مانا کرتے تھے۔

بہت سے نوجوان سائنس دانوں کے لیے یہ اثراتی اصول ان کے سماجی رشتے کا ناقابل قبول امتحان رہا ہوگا، مگر بلاشبہ یہ ایک نواں حکمت تھی۔

ہزارا قریب کے بارے میں ڈاکٹر بورگ کی تحریریں بتاتی ہیں کہ میکسیکو غنیمت پر پورے کام متصور ان عناصر کا تجزیہ کرنا تھا جو پیداوار میں رکاوٹ ڈالتے تھے۔ مزید برآں، خیال یہ تھا کہ نوجوان سائنس دانوں کو پیداوار سے متعلق سائنسی فکر و جذبہ کی تربیت بھی فراہم کی جائے۔ ڈاکٹر بورگ کے مطابق تحقیق کا مطلب مختلف قسم کے کثرت پرستی تھا جو زیادہ مقررہ میں پیداوار میں اضافے کے لیے ضروری تھی۔ نوجوان سائنس دانوں کا معیار بھی یہ تھا جو ان کو بہتر دینی معاشی طریقوں کے لیے موزوں بنائے، جنہیں معنوی تھا کہ

استعمال کے لیے، بھرتی چار کی جوتی مٹی کے لیے اور مشینوں کے استعمال کے لیے۔

ان تمام مسائل پر اس شخص کا فنی کے مزد کے متعدد جملوں کا نتیجہ میسکو پر مزد مند کی صورت میں برآمد ہوا، اب جس سے سب واقف تھا، جو حیرت انگیز پیداوار دیتا ہے، جس میں چاروں کے انفرادی قوت ہے، جو معمولی کھد کے زبردست استعمال میں معاونت کرتا ہے۔ پسے نائے کی مزد کی قسم کے برعکس، نئی اقسام دنیہ کے مختلف موسم و لے ووردہ مزدقوں میں بھی کاشت کی جا سکتی تھیں۔

میسکو مزد پیداوار کا سب سے کم و قداس کی "پست قدم قسم" کی تیار کی تھیں، لاکھ پورہ گ اور ان کے مددگاروں کی تحقیق کے بعد، بیحد کاری اور انتخاب کے ذریعے، نام نہاد چار کی لکڑی کی قسم سے ایک قسم تیار ہوئی جو اب "پست قدم قسم" کے نام سے مشہور ہے۔

یہ قسم کی دو قسم تھیں جو پکے زمانے کی بھی تھیں، بالے چوں کی قسم کے برعکس، چھوٹی چٹاں کی تھیں۔ یہی چٹاں وائی قسم کی اقسام جن پر معدنی کے پانچ یا عشرے میں کام ہوا تھا، نیا وہ پیداوار دیتی تھیں مگر چائیک چٹاں تھیں اگر ان کو مخصوص مقدار سے زیادہ معدنی آمادہ دے دی جائے۔ پست قدم قسم معمولی کھا دی دہری و تہری مقدار تک بر وقت کر سکتی تھیں اور ماہی کے 450 کلوئی ڈیکرا (نئی وکاش کے عشر کی عددی) کے مقابلے میں 800 کلوئی ڈیکرا پیداوار دیتی تھیں۔ ان قسم کے مختلف حصوں میں کاشت کیا جا سکتا ہے اس لیے کہ زمین کی روشنی کی طوالت یا کی ان پر اثر نہ نہیں ہوتی۔ یہ دہری تمام اقسام کے مقابلے میں کھا دی یا بغیر کھا دی زمین، دونوں میں بھر مونی تھیں، معدنی آب پاشی کے رجحان یا بغیر آب پاشی کے۔ اس کے علاوہ یہ اقسام مزد کی بدترین دشمن تھی پھونڈ ورامyce (چوں کی ایک قسم کی تھیں) کی شدید مزاحمت کرتی تھیں۔

مزد کی زیادہ پیداوار دینے والی اقسام کے طیس 1956 کی میں میسکو اس، مانج میں شور کٹیل موٹیو تھا، اور یہ سب میں اس ملک کے کئی۔ کئی مزد نہ آمد بھی کی ہے۔

FAO کی دعوت پر ڈاکٹر پورہ گ نے 1959 میں پاکستان کا دورہ کیا۔ وہ پاکستان سے مزد کے کئی ماہرین کو تحقیق کے لیے میسکو کے تحقیقی مرکزے جانے میں مددگار ہوئے تھے۔ ان کی کوشش کے بعد ڈاکٹر پورہ گ پاکستانی ادب و اقتدار پر دینے کے غیر ملکی ماہرین کو قائل کرنے کے بعد پاکستان کے سب ہی رہنماؤں کو بھی میسکو اس کی قسم کی پاکستان میں کاشت پر راضی کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس نے اس میں سب بہرہ پاکستان کی کھل زرعی پیداوار رکھی ضروریات سے کم مونی جا رہی تھی۔ مزد کی پیداوار بہت کم تھی، تقریباً 100 کلوئی ایکڑ کی اوسط کے برابر تھی۔ زرعی طریقے قدم طرز کے تھے زمین پر ضرورت سے زیادہ فصل لگائی جا چکی تھی اور معدنی کھاد کا استعمال کم کم تھا۔

ڈاکٹر پورہ گ کا مونی سے قیادہ کرنے اور بعد ثنائی حتی کہ ان قسم کی افواہوں کو مکرینے کے بعد ڈاکٹر پورہ گ کی دریافت مزد قسم ملک کی آبادی کو بھلا اور ماہر دینا دے گی، یہ فیصلہ کیا گیا کہ پاکستان ایک

مخصوص مقدار میں میسکہ سے کئی کئی سال کے سچ در آمد کرنے کا۔ ایک بار یہ سچ منوط نہ رہے گئے اور پھرین فصلوں کی صورت میں پیداوار کی نتائج سامنے آ گئے تو کامیابی کا فائدہ مارنے شروع ہو گیا۔ آج پاکستان کی منڈیوں پیداوار سات سین ٹی کے برابر پہنچ گئی ہے اور ملک منڈی کی ضروریات میں خود کفیل ہو گیا ہے۔ یہ کامیابی جو مئی سے چار سال کے عرصے میں حاصل ہوئی تھی، معمولی بات نہیں تھی، اور چلی کہ صد و پاکستان نے زرقی صورت پر اس پندرہ سال کی تائیدی تھی اور یہ بھی کہ میسکو میں حاصل ہونے والے نتائج کو بنیاد کے طور پر استعمال کیا جائے گا، پاکستان کی زوں کی تحقیق اور تجربات کی محنت سے نکل گیا۔

ڈاکٹر یو رگ 1968 میں ہندوستان گئے، یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا منڈی کی دولتیں جو میسکو میں تیار کی گئی ہے، اس ملک میں استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ اس وقت رگ نے خود کو دہرا دیو 1968 میں ہندوستان میں متروکیت کی سب سے زیادہ پیداوار رکھنے والی ہندوستان میں اس کامیابی کا جشن، ڈاک کے ذریعے کمرے کے اندر سے مندرجہ ذیل، جن پر "The Indian Wheat Revolution 1968" لکھا تھا۔

میسکو ہندوستان اور پاکستان میں کامیابی کے بعد منڈی کی نیسلیں ترکی، افغانستان، ایران، عراق، تونس، مراکش اور لبنان میں متعارف کر گئی۔ اب سب سے ذیل بھی میسکو کے International Maize and Wheat Research Center سے تعلقات برعائے میں دیکھیے رہا ہے۔

پچھلے پچیس برسوں میں ڈاکٹر یو رگ کے حاصل کردہ غلیم نتائج کی تفصیل بیان کرنے کا یہ موقع ہے اور نہ وقت۔ قرنی مہجے سے با تراء یہ طے ہو گیا ہے کہ ان کی کوششوں سے منڈی کی پیداوار اور معیار میں اضافے نے پیداوار اور آمدنی میں اضافے کی بدستی ہوئی غلج کے بحران کو مقبوض کر دیا ہے، بہت سے سرکش دان کب کر سے جس کی پیش گوئی نہ کر سکتے تھے۔

ڈاکٹر یو رگ کی غلیم کامیابیوں کا تجزیہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ اس میں منسک کا ایک مسد ہے، جو نہ صرف اقتصادی، سماجی، تہذیبی، سیاسی معاملات پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور یہ سب محض ترقی پذیر ملکوں کی میں نہیں ہوتا، بلکہ بین الاقوامی تعلقات پر بھی اثر انداز ہے۔

بذاتی اہمیت کے مسائل، جیسے کہ لدا کا بھی، جو صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ملکوں کو فراہم کرتے تھے، بنیادی تجزیہ کیا جا چاہیے۔ یہ بات واضح ہے کہ ہم ترقی پذیر ملکوں کو اناج کی برآمد پر مزید انحصار نہیں کرنے دے سکتے۔ زرعی مشینوں کی خریداری اور تکنیکی معیشت کو فراہمی کو زیادہ فوریت دی جانی چاہیے۔

منڈی کی نیسلیں ترقی پذیر ملکوں کے اقتصادی منہر کی مکمل تحسب اہمیت کرنے کے قابل ہوں گی۔ امریکا سیاست اس ترقی کے ساتھ ساتھ ایسی اقتصادی پالیسی پر بھی عمل کر رہا ہے جس کا مقصد عام اقتصادی ترقی ہوگا تو سوا کئی زیادہ مال دار ہوگی اور صنعت زیادہ قلموں ہوگی۔ زراعت سے حاصل ہونے والی اضافی پیداوار کے باعث ہونے والی اضافی آمدنی کو وجہ سے تمام سرزمینوں میں بروی کی صورت میں



'ring effects' کا پیر مولا برائی ہوگا۔ نوائی، کھاد کی ترقی، زمین کی گودائی، فصل کی کٹائی وغیرہ جیسی حد زمتوں میں اضافے کو سنبھالنے کے لیے سب میں کئی درجہ اضافہ (marketing) کرنی ہوگی۔ موسم پہ منحصر ہے روزگار کی میں کمی ہوگی، ترقی پذیر سبک میں صحیح انداز میں چھٹی ہوئی متوازن معیشت کی توانائی طاقت کے لیے کام میں آئے گی۔ مثال کے طور پر میسر برائن (Lester Brown) نے اپنی کتاب 'Seeds of Change' میں امرائیکہ کے لیے [ان سب وجوہات بتا کر] اتنی سی چیزوں کی قلت پیدا ہو سکتی ہے۔

زراعت میں نئی ٹیکنالوجی معیشت کے دوسرے شعبوں - صنعت، تعمیرات وغیرہ کی ترقیوں میں کمی جان ڈال سکتی ہے۔ مثال کے طور پر، پیداوار میں اضافے کی وجہ سے مصنوعی کھاد کے کارخانے، دکانیں، آپ پاشی، ریڈیو، صنعتی سامان کے گودام، لافٹ کے گودام، درمیں دیگر دھندلے ہوئے ہیں۔ دورِ قنارہ علاقوں میں اسکول اور ہسپتال دیگر دہانے کی وجہ سے اقتصادی زندگی بڑھنے لگی۔ ہم کسی بھی علاقے سے اس پہ نظر ڈالیں، ہزار اقداب کے اثرات کمال پیدا کرنے والے اضافے پہ پہنچ سکیں گے جس کی وجہ سے ترقی پذیر ملک بھارت میں ہیں گے، اور قدر کے معاملے میں انھیں ہر دو لے کر ملک کی آمد سے آزادی نصیب ہوگی۔

'Foreign Affairs' نامی رسالے میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں میسر برائن کہتا ہے کہ ایشیائی ممالک کی نئی نئی زرعی اقداب میں وہی کیفیت پیدا کرے گی جو انیسویں صدی میں جاپ سے چنے والے انھوں نے یورپ کے صنعتی اقداب میں کی تھی۔ بلوچ، کریمین بلیک (Eugene Black) نے کہا ہے کہ اناج کی نئی اقسام "تجدیدی کے انجمن" کہلا سکتی ہیں۔

نکلیہ "تجدیدی کے انجمن" کی معاشرے میں کسانوں کی حیثیت کو اور بڑھانے کے بارے میں ان کے رد و قبول کی قلب مابیت نہیں رہ سکتی۔ آمدنی کی تقسیم کی ایک نئی پالیسی، نئی کسانوں کو مفید اور مردہ دلی کے شیطانی چتر سے نکلنے میں مدد کرے گی، جو بدامین حقارت کی فحش دین رہا ہے اور جس کی موجودگی میں مستقبل کے بولے امکانات نہیں ہوتے۔ بہت سے کھینے والے، جنھیں ترقی پذیر ملکوں میں کسانوں کی آبادی سے واسطہ رہا ہے، کہتے ہیں کہ کسانوں کی معنوں میں قدم چاند ہوتے ہیں اور تجدیدی نہیں چاہتے۔ مگر ڈاکٹر بروک کا، جو کسانوں کے بڑے مدافعوں میں خیال ہے کہ جب تجدیدی معیار زندگی کو بلند کریں گے تو ایشیائی کسان بھی تجدیدی کو قبول کریں گے۔ ڈاکٹر بروک کے الفاظ میں، "کسان غیر تعلیم یافتہ ہو سکتے ہیں مگر ان میں کچھ ہوتا ہے۔"

انسانی نئی قسم اور ضروری سرمایہ کاری کے ساتھ کسانوں کی باپ اختیار سے تعلیم، سفر، زرعی کریڈٹ وغیرہ کے بارے میں مطالبہ بھی کریں گے۔ سرمایہ کے بھوکے کسان معیشت کی تشکیل کے مراحل میں سپردی دہاؤ بھی ڈال سکتے ہیں، اس لیے اختیار کو جنھیں قبول کرنا پڑے گا اس طرح کی ترقی میں بھی اضافہ ہوگا۔

پھر بھی، ڈاکٹر بروک کو احساس ہے کہ جہاں اناج کی نئی اقسام کسانوں کی بولی ہونے لگیں انھیں انھوں میں

اضافے کا باعث ہیں۔ جب سبزاغذیب سے منہی قسم کے سماجی مسائل بھی پیدا ہوں گے۔ سائبر ترقی پذیر  
 ملکوں کے سیاست دان منصفانہ نہیں، منسوب سودی شہرت پر زندگی سیدت کی فراہمی اور قابل وثاق خدمتوں  
 کی پالیسی کے ذریعے ضروری حالت پیدا نہیں کر سکتے تو سماجی ماحولیات بھی ہو سکتی ہیں۔

اس سال کے اُسٹری میں مارچ کو زرعی کان میں کی جانے والی اپنی تقریر میں ڈاکٹر یو۔ گ نے  
 اپنے سماجی تصورات کا اسی طرح اظہار کیا ہے: "میں نے غمزدہ کام کیا ہے، مگر غمزدہ جو مجلس ایک عمل انگیز  
 شے ہے، تصویر کا ایک حصہ ہے۔ میں تمام ملکوں کی کھلی گفتگو ترقی میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ صرف تمام  
 مسائل پہلے سے ہی ہم پر معاشرے کے تمام لوگوں کے معیار زندگی کو بلند کر سکتے ہیں، تاکہ وہ اچھی زندگی  
 گزار سکیں۔ اس گمراہی کے تمام لوگوں کے لیے ہم اسی سے خواہاں ہیں۔"

مگر یہ تو ذمے داری سے اجتناب ہے، جس کا مقصد متعقد مسائل کے سیاسی اسلوب اقتدار کو نہ ہوگا۔ س  
 سائنسی اضافے اور ان کی اپنی تکنیکی صلاحیتوں کے ذریعے یا کٹا وریک نے مستقبل کے بارے  
 میں ہمارے تجربے اور اس کے امکانات میں ایک حق غلط داخل کر دیا ہے۔ ماحولیات نے ہمارے تاظر کو پھیل  
 دیا ہے، انھوں نے مابین اقوامیت، سماجی منسوب بندی کرنے والوں اور سیاست دانوں، چند شعروں کا  
 وقت دیا ہے، جس میں انھیں اپنے مسائل حل کرنے ہوں گے، غامضی منسوب بندی، معاشی مساوات، سماجی  
 تحفظ اور سیاسی آزادی کو متاثر کر دیا ہوگا، جن کا ماحولیات پر ہے، تاکہ ماحولیات، کم زور پرورش والے ممالک کو  
 دنیا کی روٹی اور ایک بڑے امن مستقبل فراہم ہو۔

اور یہی اسی میدان میں، یا کٹا وریک نے من کو ایک عظیم تحفہ دیا ہے۔ جنگ کے بعد کے نازے  
 مکینس بریس میں، ہم میں سے ان لوگوں نے جو فراطے صنعتی معاشروں میں رہتے ہیں تقریباً بہت زود  
 انداز میں دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی اور دنیا کے غذا کے درمیان کے درمیان فرق پر مہم چلے گئے ہیں۔ زیادہ تر  
 مابین جنھوں نے اس مسئلے پر رائے دی ہے، ماحولیات کا شکار تھے۔ دنیا بھر آنتوں کے خطرات کے درمیان  
 جھونکی رہی ہے۔ یہ معنی اپنی آبادی اور جو بڑی بڑی۔ دونوں ہی ایک خطرات پیش کرتے ہیں۔

اس ماحولیات کا مثبت حالت میں ماحولیات جیسے دن کی دھمکی سارے سروں پر منور دی ہے۔ ایسے  
 میں ڈاکٹر یو۔ گ شہنشاہین پر آتے ہیں اور چچا دار و دوکات لاتے ہیں انھوں نے ہمیں سچا ماحولیات  
 ہے۔ امن کا اور زندگی کا متبادل۔ سبزاغذیب!

صدر نشین ماریون ڈی نوبیل سنٹی Gunnar Jann کی نیا

خطبہ:

## میز انقلاب، امن اور انسانیت

تھن، جیسے کہ ہم جانتے ہیں، غذا کی مناسب مقدار کے بغیر نہ وجود میں آیا ہوگا۔ نہ ہی باقی رہا سکے گا۔ کچھ بھی غذا دوشے ہے، دنیا کے رہنے جس کو ہمیشہ موجود جانتے ہیں، اس حقیقت کے باوجود کہ دنیا کی نصف سے زیادہ آبادی بھوک میں مبتلا ہے۔ ایسا معصوم ہوتا ہے کہ انسان تاریخ میں موجود سب سے زیادہ زبردانی پہاڑ راہ کر رہا ہے۔

آج درجہ کے وقت سے زبردستی کی ایسی دیکھ غذا کی فراہمی کو چینی نہ بنا سکنے کے باعث آدمی کی بگاڑی ریشمی رہی ہوئی تاریخ کے طویل دور جلد کے قبل از تاریخ زمانے میں جب آئن اور دھنکار اور غذا جمع کرنے والا تھا، غذا کی کمی دیکھی گئی ترقی میں رکھتا رہی ہوئی مائے حیات کے زیر اثر انسانی آبادی کی نشوونما بھی غذا کی محدودیت کے باعث محدود رہی۔

جندے اور کبر اور ماضی میں، جب قدیم نجرلی (Mesolithic) عہد نے جدید نجرلی (Neolithic) عہد کو راستہ دیا تھا، تو اچانک وسیع اور عظیم جغرافیائی علاقوں میں، سے نہایت کامیاب مہاجرین اور نندے ہیں کے تروہ بھرے کر دنیا نے اس سے قبل دیکھے نہ تھے۔ جدید نجرلی عہد کے قریب درجہ کے تروہ، غالباً عورتوں نے زیادہ تر حصے چھپیں، بیج کی فصلوں اور سارے سم چاروں کو عمرید بنا دیا، جن کا آج بھی انسان کی بڑی غذاؤں میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں نو مزاروں قبل Zagros پہاڑی سسے کی وادیوں میں، آدمی زراعت پیش بھی اور کھلے بان بھی ہو سکتا تھا، جس کے بعد جدیدی مزیداری کی اور دیکھی زمین کی ابتدا ہوئی۔

ہر طرف ایسی ہی ایجابات اور ترقیات نے جدیدی وہ بنیادیں اہم کر دی ہیں سے جدید زراعت اور حیوانات کی صنعت اور وہ حقیقت، دنیا بھر کے مومن وجود میں آئے۔ ان کے اضافے کی بے پناہ قدر کے باوجود ہم بنی نو انسان کے کسی بھی مہر کی کہ اس کے نام سے نہیں جانتے۔ یہ حقیقت، یہ بچھلی صدی کی میں، اور خصوصاً پچھلے پندرہ سوں میں۔ مہر کا رہن ڈیوٹک سسٹم کی ترقی کے بعد۔ سارے کرسم نے ان زمانی واقعات کو بہ طور پر سمجھنا شروع کر دیا ہے جنہوں نے ہماری دنیا کے مقبول کی صورت گیری کی ہے۔

پھر بھی زراعت کی ایسا "انسان کو غذا کی قلت، بھوک اور قحط سے نجات نہیں دے سکی۔" واپس تاریخ کے عہد میں بھی آبادی کے بڑھتے ہوئے طوفان نے انسان کی کالی غذا پیدا کرنے کی صلاحیت کا آشکارہ خطرے میں ڈال دیا۔ کچھ، جب خشک سالی یا بیماریوں اور کھانے کے کوڑوں کی دباؤ نے فصلیں جھاڑیں تو نتیجہ قحط کی صورت میں نکلا، کہ قدیم زمانوں میں وقت فوقت کسی تباہیوں ہوتی رہی تھیں، انجیل اس کی طرف دھرنا مارے کرتی ہے۔ "بند خداوند نے کہا، "میں نے تم کو غضب اور پھپھوند سے مضروب کر دیا ہے۔" "سچ معنی میں فاسد ہو گیا ہے،" لہے کے ڈنبرے، یہاں پڑے ہیں، "میں ان مساکین ہو گئے ہیں، اس لیے کہ کئی کے پھول مر چکا گئے تھے۔" میدان کے عہدے بھی تم پہ بھونکتے ہیں کہ پانی کے دیا خشک ہو گئے ہیں، اور آگ نے ہلکی

کی چراگاہیں کو دھاتی میں بدل دیا ہے۔“

گزشتہ زمانوں میں چوڑوں کی بیماریاں، خشک مہل، دیرانی اور ناممید، بار بار آنے والی تھیں۔  
 نئی تھی۔ اور قدرتی طاقت کی تھی؛ مافوق، فطرت رحمت و رحیم یا خدا کی سے من جائیں! اس کے باوجود ہمیشہ  
 پھر کے گوام“ کا تصور اپنے بنیادی پیکر میں ظاہر ہوا ہے، جیسا کہ فرعون کے خواب اور یوسف کی تعبیر اور  
 آنے والے قحط کے لیے تیاریوں سے ظاہر ہے۔ جیسا کہ قرآنیت کا یہ اقتباس بتاتا ہے۔ ”اور رات بوس کا  
 قحط آتا شروع ہوا، جیسا کہ یوسف نے کہا تھا۔ اور قحط زمین پر تھا۔ مگر مصر کی زمین پر دانی موجود  
 تھی۔“ ”میں نے وقت میں یوسف اپنے خدا کی مدد سے دانش مند تھے۔“

مگر آج ہمیں کیا دیکھنا ہے؟ نہ صرف ہمیں مسائل اور اپنے خداؤں کی مدد سے ہتھیانہ  
 کی رسد کو دیکھنا چاہیے، بلکہ اس کو چھوڑ کر انہوں سے محفوظ بھی رکھنا چاہیے اور ضرورت کی صورت  
 میں خدا کے میں بقا کی ذمہ داری سے مدد ملنی چاہیے۔ اور خدا کے یہ ذمہ داری ضرورت مندوں کے لیے کھلی  
 ہوتے چاہئیں، لیکن اس وقت جب قحط اور ہیں بعد میں نہیں۔ آئی کو مستقبل کی قحط ساری کی مرمت کر لی  
 چاہیے، اور ضرورت کی چاہیے، بھلے اس کے کردہ پارہ پانچ ٹکڑوں کے ساتھ قحط ساری کے انسانی بے کس، بعد  
 از قحط، بازیافت کے جیسا کہ اس نے عالمی میں کئی بار کیا ہے۔ اگر ہم نے مستقبل میں قحط ساری ہونے کی  
 تو بغیر کسی مرمت کے ہم ہر ماہ فحشت کے شکار ہوں گے۔ انسانیت اس قحط کو برداشت نہیں کر سکتی۔

الطریقہ نوٹس بھی خدا کو اہمیت کے بارے میں بہت باغیر انسان تھا، اس لیے اس نے ایک بار لکھا تھا:  
 ”میں مرجع نے خدا کی یادگاروں کے بھلے، زندہ افراد کے شکر کی زیادہ دے دو گوں گا۔“

عالمی مسئلے کے حقدار کا انحصار بنی نوٹ انسان کا معیار زندگی بلند کرنے پر ہے۔ 1969 کا نوٹس من  
 حاصل کرنے والے اور International Labor Organization کے منشور میں اس کے رہنما  
 اصولوں کا گہرا ان الفاظ میں کیا گیا ہے: ”تعمداتی طور پر پائمن صرف اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جب اس کی  
 بنیاد سماجی انصاف پر ہو۔ اگر آپ من کے مخالف مند ہیں تو انصاف کا ثبوت کیجیے۔“ یہ مکتوبات دار اصول  
 ہے؛ ورنہ بھی اس بلند پایہ اصول سے انصاف نہیں کر سکتا۔

یعنی طور پر، تمام انسانوں کے لیے، ہر مقدار میں غذا کو فراہمی سماجی انصاف کا پیمانہ ہے۔ ہر وہ شخص  
 جو اس دنیا میں پیدا ہوا ہے، غذا اس کا خدائی حق ہے۔ چر بھی، آج دنیا کی پچاس فی صد آبادی بھوک موتی  
 سے غذا کے بغیر انسان میں چند ہفتے زندہ رہ سکتا ہے؛ اس کے بغیر سماجی انصاف کے تمام عناصر بے معنی  
 تھیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ وہ بیان کیے گئے رہنما اصولوں کو اس طرح سمجھنا چاہیے: اگر آپ من کے  
 مخالف مند ہیں تو انصاف کا ثبوت کیجیے، مگر، تمہاری ساتھ ایسے قیمت بھی تو رکھیے جن میں زیادہ دانی پیدا کی  
 جاسکے اور نہ ان [باقی] نہیں رہے گا۔

یہ اعتراف کر بھوک اور موتی پر کھمی ایک دوسرے سے منسلک تھیں۔ نئی بات نہیں، اس لیے کہ

معدامہ تحقیق میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ ”۔۔۔ اور یہ سب تو مقرر چائے گا، مگر جب وہ بھوکے ہوں گے تو وہ خود کوشش کریں گے اور اپنے ہاتھوں سے اپنے خد کو بدھائیں کریں گے۔“

۱۰ یہ دور میں، شاید ہی کسی نے بھی گتے چیتے ہوئے لہ زمیں خدا اور اس کے باہمی تعلق کو بیان کیا ہوگا، سوائے بھوک کے خوف جنگ کرنے والے FAO کے پسے کو انڈیکس جرنل اور انوکس انوم یا فٹر ریز جات بائیڈ آرہے۔ ان کے شیور الخاف تھے ”امن بھوکے شجر پر تعمیر نہیں کیا جا سکتا۔“ دانش کے یہ سواہ الخاف جو تیس برس پہلے ان کیے گئے تھے آج بھی اتنے ہی درست ہیں جیسے کراں دن، جب انکا ہوئے تھے یہ الخاف مستقبل میں اور بھی زیادہ ہوسکتی ہو جائیں گے جب دنیا کی آبادی آسمان سے باتیں کرنے لگے، جب سماجی دباؤ در مصوبت نہ رہے۔۔۔ ریز آرہو قیاس کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ دنیا بھر میں ہے ترقی اور سماجی ابتری ہوگا، اس لیے کہ بنیادی حیاتی قانون یہ ہے کہ جب زندہ حیاتی سخت دلوں کی زندگی کو خدا کی کمی کا خطرہ ہو تو سب ایک بار ٹوٹ پڑتے ہیں اور اپنے آزادی کے حصول کے لیے شہر پرانے آتے ہیں۔

یہ ایک انوکس ماکہ حقیقت ہے کہ یہ زمین، اسنے دن بعد بھی۔ ”مراعات کو فرو دینا“ اور ”فر مویش کر وہ دنیا“۔۔۔ وہ دنیا کی میں نئی ہوتی ہے۔ مراعات کو فرو دینا میں خد سے بڑھتی دنیا تو میں جس میں دنیا کی بچھیں سے تیس فی صد آبادی رہتی ہے، جس کی کثرت پر تعیش ماحول میں زندگی بسر کرتی ہے، انسان کلبا پھرنے کے بعد جس کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔۔۔ مویش دنیا ترقی پڑنے ملک پر مشتمل ہے، جہاں کی اکثریت، یعنی دنیا کی پچاس فی صد آبادی، اللہ میں گزر وقات کرتی ہے، جس میں بھوک ان کی ثابت قدم ساری ہوتی ہے اور قحط کا خوف ان کی دلی آفت۔

جب فوٹس اسن کمٹی نے ہزار نقد میں میرے کام کی بنیاد پر مجھے 1970 کے خد کے لیے منتخب کیا تو میرے خیال میں وہ دہر اسل سے فر کو منتخب کر رہی تھی جو ایک اہم خداتی کر رہو رعایت و غذا کی پیداوار کے میدان کا، اسکی دنیا میں جو بھوک ہے امن کی بھی، اور زندگی کی بھی۔ مگر میں تو ایک بڑی نیم کا ایک زمین ہوں جو کئی باروں، دفعوں، ہزاروں مرتبہ جانوں اور گیہوں۔۔۔ چھوٹے اور بڑے کسانوں پر مشتمل ہے، ہم سب سے خوفناک پیداوار کے محاذ پر ایک خاموش، کبھی کبھی باقی ہوتی، خاموش جنگ لڑتے رہے ہیں۔

پچھلے تین برسوں میں جنوبی ایشیائے شیر آبادی واسے کئی ملکوں میں، پانچ تیس تھیں جہاں وسیع پیمانے پر قحط کی کا خطرہ مندر بہا تھا، شہر، چاہل، ورجوار پیوار میں قحط دید ترقی ہوئی ہے۔ پیداوار میں اضافہ نتیجہ ترقی میں فی ہیکٹر فائدے کا، جو ایک خصوصی ارتقا تھا، اس لیے کہ ان ملکوں میں کھنی آبادی کے باعث کاشت کے لیے رقبے میں اضافہ ممکن نہیں ہے۔

قبیل ذراغ ابدان میں یہ بتانے کے لیے کہ پچھلے تین برسوں میں ملاح کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے ”بزر نقد“ کی استعداد استعمال کی گئی تھی۔ غایا، ہزار نقد کی استعداد کا عام طور پر استعمال قبل از وقت، زیادہ و امید کی ہے، بہت وسیع معنوں میں ہے۔ کثیر، بیشتر، یہ بہت سے ملکوں کے وسیع علاقوں میں

تمام پیداوار کی yield فی ایکڑ کا اثر دیتی ہے۔ بجلی تو اس سے یہ مطلب بھی اخذ کیا جا سکتا ہے۔ تمام کسان اس کامیابی سے ہمہ گیر فائدے کا حامل گردہ ہیں۔

ایسے مضر اثرات تھے جن کو نیا دور دوہا دیتے ہیں، مستحکم کر دیتے ہیں۔ صرف وہی فصلیں جن میں بیک قابل تعریف بہتری ہوئی ہے، گندم، چوں، بر جواری ہیں۔ دوسرے اہم دلیے کی پیداوار جیسے گرجو (جانوروں کا چارو)، کاجو، راجو وغیرہ کم تر ہوا ہے، نہ ہی دالوں، یہ پھلیوں پر مشتمل فصلوں میں کوئی قابل ذکر بہتری ہوئی ہے جو دیکھانے والی آبادیوں کے لیے ضروری مانتے ہیں۔ مزید یہ کہ یہ وسیع پیمانے پر کھانے کے لیے اضافے آپ پاشی کے مددگوں میں ہوئے ہیں، نہ ہی دلیے کے مانتے کھانے والے تمام کسانوں نے نئے جگ کے پتوں سے ورنہ کھانے کے فائدے اٹھائے ہیں۔ تاہم بہت سارے چھوٹے اور بڑے، کسان نئے جگ اور نئی کھانے کی سے اپنا بے ہیں، اور کچھ تین برسوں سے ان لوگوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

بیزا نقد کی، جو سے بارانی علاقوں میں دلیے کی پیداوار میں تیزی سے اضافہ ہونے کے باعث ہے، مگر دوسرے ملکوں میں خاصی تہذیبیں دیکھنے میں آ رہی ہیں۔

ان سب شعبوں پر غور کیا جائے گا، ہندوستان، پاکستان، برصغیر میں دلیے کی پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دوسرے جن ملکوں میں خاصی بہتری دیکھنے میں آتی ہے ان میں افغانستان، چین، انڈونیشیا، ایران، نیپال، سری لنکا، تھائی لینڈ، تائیوان اور دیگر شامل ہیں۔

سزا نقد کی اہمیت کا اندازہ لگانے کی کوشش سے پتہ چلتا ہے کہ نئے دلیے کے علاقہ مگر کو مقرر کیا جائے۔ فراموش نہ کرنا کہ دنیا کے ترقی پذیر ملکوں کے مقابلے میں مراعات یافتہ اور بہتات رکھنے والی قوموں کے بیشتر لوگوں کے نزدیک بیزا نقد کے بالکل مختلف معانی ہیں۔ فراموش نہ کرنا کہ ترقی پذیر قوموں میں گندم، جو، گرجو، دلیے، قلم، ذرا، مہر، مویشی، بھریا، اور مرغیوں کو چھنی سے فریبہ بنانے کے لیے دلیے کے امان، گوشت، دودھ، انڈے، اور بھریاں کھانا عام لوگوں کی دوسروں میں بھلا ہے، متوازن غذا کی، کم و بیش زرخیز چارے کی، اور دلیے کی مصنوعات روزمرہ کی ضرورت کا محض ایک حصہ ہوتی ہیں۔ اس لیے، ان سب شعبوں کے لیے ادویات کو ترقی پذیر ملکوں کے مقابلے میں پیداوار والے امان، گندم، چاول، جو، گرجو، اور بھریا، بیک کرنے کی اہمیت کا مشکیں سے اور کم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں صنعتی ترقی یافتہ ملکوں کی شہر کی آبادی کی اکثریت ان باتوں کی اہمیت کو فراموش کر چکی ہے جو کچھ میں انھوں نے "میں آج کی دنیا چاہیے" جیسے الفاظ سے کبھی سمجھیں۔ وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ غنہ پھر مارکت سے آتی ہے، مگر بہت کم لوگ، ضروری سرمایہ کاری، محنت، جدوجہد اور زندگی دلیوں کی بحرانیوں سے بچے دیکھنے کی مدد دیتے رکھتے ہیں جو انھیں "آج کی دنیا" میں کرنے والوں کو چھٹی آتی ہیں۔ چوں کہ شہروں میں رہنے والوں کا اپنی مٹی سے وابستہ نہ ہونا چاہیے، اس لیے وہ غنہ کو عام طور پر ان کے دیکھنے کے لیے ان



پیداوار کی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے، سیلون اور انڈونیشیہ میں دہلیہ کی پیداوار میں تبدیلی آئی تھی۔  
 ہندوستان اور پاکستان میں جوئے دار سبز انڈیا، جو نتیجہ ہے گندم کی پیداوار میں پیش رفت کا، نہ  
 قسمت کا کوئی کرشمہ ہے اور نہ کسی قدرتی حادثے کا نتیجہ۔ یہ کامیابی تھی مسکیمینیا اس پائی جانے والی تحقیق  
 کی، پہلی نظر میں جس کی اہمیت بالذات نہیں تھی ماس لیے کہ جس منظر میں، دنیا کی دوسری طرف میکسیکو میں،  
 دو ٹھنڈوں میں جارحانہ انداز میں گندم پہ تحقیق ہوئی تھی، جس نے نہ صرف گندم کی پیداوار کے معاملے  
 میں میکسیکو کو محدود نہیں بلکہ ایک بڑے ملک میں بھی پیداوار کو مضبوط کر دیا تھا۔ میکسیکو کی زمینیں پیداوار  
 دیکھنے والی چھوٹے قدرتی فصول کی منسوب بہ ہند کی گئی، نسل سازی کی گئی اور ان کی نشوونما کی گئی۔ وہ قدرتی  
 پیداوار کی ٹیکنا تھی بھی تیار کی گئی تھی جو ان اقسام کو اپنی ہندوستانی قوت کا اظہار کرنے کی اجازت دیتی  
 ہے، جب ان کو بھی طرح سے کاشت کیا جاتا ہے، کہ یہ بڑے ہندوستانی پیداوار کی قوت کا اظہار کریں، جو بالکل  
 قدرتی فصول کے مقابلے میں گئی یا تین گنی پیداوار دیتی ہے۔

زراعتی پیداوار میں بھڑکے نہیں ہوتے۔ نہ ہی گندم، چاول یا جوار میں کوئی معجزاتی قسم کی چیز ہے  
 جو شریوں کی زندگی کو قدرتی زراعت کی سرکاری خرابیوں کو دور کر دے ماس کے باوجود میکسیکو کی پست  
 قدرتیوں کی قسم، اومان کی ہے جو ہندوستانی اور پاکستان کی پیداوار کو نہیں ہی سبز انڈیا کی شروعات  
 کی عمل انگیز غصہ دیتی تھی۔ اس لیے درجے کی جینیاتی پیداوار غیر معمولی قسم کی محنت، پست قدرتی، طاقت اور  
 اثر پذیر کی، خدا کی طاقت اور خود ک کی بھی درجے کی کارکردگی، اور نہ کے جانے کی مرافق کی مزاحمت،  
 سب نے مل کر میکسیکو کی پست قدرتی قسم کو سبز انڈیا کی شروعات کا وقت اور عمل انگیز غصہ بنا دیا ہے۔ اب یہ  
 کسانوں کی پسند ہن گئی تھی اور پاکستان میں 1969-1970 میں چھ مہینے تک سب سے بڑے بھوکے کی صدعا کے  
 پہ گندم کی کاشت کی گئی اور ہندوستان میں چودھویں سب سے بڑے بھوکے کی صدعا کے پہ میکسیکو کی گندم اور اس  
 کی دیہاتی اقسام کی کاشت کی گئی ہے۔ گندم کی کاشت میں یہ تین اضافی مرحلے میکسیکو کی پست قدرتی قسم کی پہ گندم  
 نہیں تھا اس میں میکسیکو سے پاکستان اور ہندوستان میں ماری کی ٹیکنا کوئی کا تھامہ بھی شامل تھی، جو اتنی زیادہ  
 منافع کی پیداوار حاصل کرنے کی قوت رکھتی تھی۔ شاید میکسیکو میں کی جانے والی تحقیق کے نتائج کا پچھتاہی  
 صد ماضی سفر ہے جس میں کئی کئی سفارشات بھی شامل تھیں، نہ اپنا راستہ پاکستان اور ہندوستان میں نافذ کی  
 گئی تھیں۔ جہاں تک پتہ چلتا ہے کہ صد کا سال ہے تو پاکستان اور ہندوستان کے سائنس دانوں کے ہاتھوں کی  
 گئی اہل درجے کی تحقیق نے، جب کہ درآمد شدہ بیج کئی سالے جا رہے تھے وہ ضروری اصلاحات فراہم کر  
 دی تھیں جن کے ذریعے میکسیکو کے طریقے کو تبدیل کر کے ٹھیک ٹھیک پاکستان اور ہندوستان کے حالات کے  
 مطابق بنا دیا جاتا تھا۔

جس طرح میکسیکو سے نئے بیج اور نئی ٹیکنا جاتی کا ہندوستان اور پاکستان میں تھامہ امر قیام کی طرح  
 نکال پیدا کرنے والی تحریک کی حکمت عملی کا میکسیکو سے تھامہ بھی ضروری تھا۔ اس حکمت عملی نے زیادہ



پیداوار کی مانج کے لئے جتنی قوت و قوتہ میں کیا اور جتنی ٹیکنیکی و تحقیقی کاموں کی طرف موز دیا جو انسان کو اس کے ماتحت کی ایک معقول قیمت دئے، اور زراعت کی تمام ضروریات کی فراہمی کے لئے۔ جیسے بجلی، کھنکھانے والے مارنے اور غیر ضروری خود کھانے کو ختم کرنے کی دوائیں۔ کریڈٹ دئے گی جن سے وہ یہ سب خرید سکیں۔ جتنی ضرورت ان تعلیمات کی ہے وہی اور صحیح عمل وہ بنیاد بنے جس پر مہز انقلاب کا ارتقا ہوا تھا۔

زراعت کی تاریخ میں اس سے پہلے بھی زیادہ مٹائی دینے والی مختلف قسم کے مٹائیوں کے ساتھ ایک بالکل نئی ٹیکنالوجی اور حکمت عملی کا، اتنے بڑے پیمانے پر اور اتنے تھیں عرصے میں، جتنی دنیا کی کامیابی سے استعمال دیکھا نہیں گیا تھا۔ عمل نکلنے کی یہ کامیابی ایسا واقعہ تھی جو دنیا کی سائنسی و سماجی حیرت کی حامل تھی۔ اس کی کامیابی کا انحصار پیداوار کی پورے مٹائی اچھی تقسیم و بہت تھیں و تجربے کا سائنسی مٹائیوں پر تھا۔

پستہ قدرتی طور پر ان تمام کے ساتھ تجرباتی شروعات ہندوستان اور پاکستان میں 1963ء ہوئی تھی اور 1964ء تک چاروں مٹائیوں میں ایک میں نتائج نہایت امیدوار تھے۔ لہذا 1963ء میں 350 اور 250 مٹائیوں میں سائنسیاتی پستہ قدرتی طور پر جتنی بڑے پیمانے پر، زندگی بڑوں میں پستہ کے لئے پاکستان اور ہندوستان میں درآمد کیے گئے۔ ایک بار پھر نتائج نہایت بہت اچھے تھے اور ہندوستان نے 1966ء میں انٹرنیشنل ریسرچ چارٹر آف کیم کے اپنے مثبت رد عمل کا اظہار کیا۔ ایک برس بعد پاکستان نے بھی جاپان میں ریسرچ چارٹر آف کیم کے درآمدات کے ساتھ ہی دونوں مٹائیوں میں گندم کی پیداوار کا انقلاب شروع ہو گیا۔ اس تاریخ میں پہلی بار ہوا تھا کہ اتنی بڑی مقدار میں درآمد کی مٹائیوں سے جتنی درآمد کیے اور کامیابی سے نئی زمین میں کاشت کیے گئے تھے۔ ان درآمدات نے تین سے پانچ برس سے کم عرصے میں مہز انقلاب کے فوائد حاصل کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔

پچھلے تین برسوں میں دونوں ملکوں میں گندم کی پیداوار میں قابل دید اضافہ ہوا ہے۔ مہز انقلاب سے پہلے پاکستان میں 1965ء کو 4.6 ملین ٹن کی پیداوار کے مقابلے میں تین برسوں میں 1969ء 1968ء اور 1970ء میں بالترتیب 67.72، 8.4 ملین ٹن گندم پیدا ہوئی۔ 1968ء میں ہائیڈرو پلانٹوں کے مقابلے میں 12.3 ملین ٹن سے زیادہ پاکستان گندم میں خود کفیل ہو گیا تھا۔ ہندوستان میں گندم کی پیداوار 1964-65ء میں 12.3 ملین ٹن تھی جو 1968، 1969، 1970ء میں بڑھ کر بالترتیب 187، 165 اور 20 ملین ٹن ہوئی۔ ہندوستان خود کفالت کے درجے تک پہنچ رہا ہے اور غائباب تک خود کفیل ہو گیا، اگرچہ اس کی پیداوار تیزی سے بڑھ رہی ہے، اس لئے کہ چاول کی مسلسل کمی کے باعث گندم کا استعمال بڑھ رہا ہے۔

(IRRI) International Rice Research Institute کی فیلڈ میں تیار کیے ہوئے پستہ قدرتی طور پر کے پودوں کے ذریعے زیادہ مٹائی دینے والی قسم کے ساتھ نئی ٹیکنالوجی کو جو اس کو زیادہ پیداوار کی بنیاد ہے، مغربی پاکستان میں متعارف کرائے جانے کے باعث پچھلے دو برسوں میں چاول کی پیداوار میں بھی

بہت اضافہ ہوا ہے۔ بد قسمتی سے، ہندوستان اور مشرقی پاکستان کے مابین کے علاقوں میں یہ قسم صحیح طرح سے نہیں لگی ہے، لہذا مقامی طور پر اس کا اثر بہت کم ہوا ہے۔ نئی اقسام جو آب و ہوا کی تبدیلی سے دوامی کیفیت کا زائلہ کر رہی ہیں۔

ہندوستان و پاکستان میں گندم اور چاول کی پیداوار نے نہ صرف غذائی پیداوار میں اضافہ کیا ہے بلکہ اس نے کسانوں کی معیشت کو بھی مثبت انداز میں متاثر کیا ہے۔ سالہانہ زرعی پیداوار کے ساتھ ساتھ ہندوستان اور پاکستان کے کسانوں کی آمدنی، جو پست قدر پودوں والی تھی، گندم کے ان کے علاقے ہوئے انتظامی طریقوں سے کاشت کرنے سے تیار کی گئی تھی، مقامی اقسام کی کاشت کے ذریعے ہونے والی سستیوں اور نئی سیکر آمدنی سے بڑھ کر 162 ڈالر تک پہنچ گئی ہے۔ انچھ تین فصول کی اضافی پیداوار نے ہندوستان اور پاکستان کی قومی آمدنی میں بدترتیب 14 بلین ڈالر اور 640 ڈالر کا اضافہ کیا ہے۔ معیشت میں اس بڑے اضافے کے باعث قوت خرید میں بڑے اثرات ہوئے ہیں۔

کاشت کا قدرتی جانے اور آب پاشی کے نظام کو بہتر بنانے کی خاطر ہندوستان اور پاکستان میں بے شمار ٹیوب ویل لگائے جا رہے ہیں۔ اندازہ ہے کہ 1969-70 کی فصول کے موسم میں ہندوستان میں پچھتر ہزار ذیلی ٹیوب ویل لگائے جا چکے تھے جن کے باعث مزید 4.1 میٹر قطر آب پاشی کے حجم میں زبرد کاشت آگیا ہے۔ اس طرح قدرتی پیداوار کے امکانات میں اضافہ ہوا ہے اور ابھی تک ہندوستان کی آب پاشی کی نصف سے کم قوت کو ترقی ہو چکی ہے۔

آزاد دو منافع دینے والی گندم اور چاول کی اقسام کی دو عملی تجویزیں سر جی جی نے میزبانوں کو پیش کی ہیں۔ ان کے خیال میں کھانے کی اگے بڑھنے کی کوشش کو توانائی فراہم کی ہے۔ آزاد دو منافع دینے والی اقسام نے کھاد کے استعمال میں بہت اضافہ کیا ہے۔ نئی اقسام نہ صرف کھاد کی بھاری مقدار سے متاثر ہوتی ہیں بلکہ پانی کی اقسام کے مقابلے میں ان کا استعمال زیادہ تر ہوتا ہے۔ نہ صرف کے پانی کی تمام قسمیں سر جی جی کو کھاد کی کھاد کے پانی کی اضافی کھاد کی دیتی ہیں، جبکہ نئی اقسام کی فصلیں فی کھانا جو کھاد کے پانی کی کھاد سے زیادہ کھاد پیدا کرتی ہیں۔ ہندوستان میں 1950-51 میں کھانا جو کھاد کا استعمال 58 ٹن فی ہیکٹر تھا جو 1964-65 میں بڑھ کر 538 ٹن ہو گیا تھا اور 1969-70 کی فصول کے دوران یہ رقم بڑھ کر 12 ملین ٹن تک پہنچ گیا ہے، جن کا تقریباً نصف فی صد ملک ہی میں تیار ہوتا ہے۔ فاسفیٹ کی کھپت اندازاً کھانا جو کھاد کے برابر ہوتی ہے۔ کھانا جو کھاد کی کاشت میں استعمال ہوتا ہے۔ 1973-74 میں کھانا جو کھاد کی کھپت اور قدرتی پیداوار کا اندازہ تقریباً تین تین اور اعلیٰ زمین لگا لیا ہے جو حیرت انگیز تین تین اضافے کے مقابلے میں پیداوار میں پانچ گنا اضافے کا باعث ہوا۔ کھاد کے ہدف کا حصول، زرعی ہونے کے لیے 129 ملین ٹن کا پیداواری ہدف حاصل کیا ہے۔

گندم کی پیداوار میں دیہات مشینوں کے استعمال میں تیزی سے اضافہ کر رہی ہے۔ 1968 میں ہونے

وہابیوں کی فہم سے قبل دو کاموں میں چار شدہ ٹیکسٹروں کی بھی قطعہ لگا جو کہ گئے اٹھارہ میں ہوا کرتی تھی؛ اب یہ صورت حال ہے کہ ٹیکسٹروں کے ٹکڑے یا مٹوں کے ٹکڑے کی درخواست دینی پڑتی ہے اور ایک یا دو ہی ٹیکسٹر لگا کر کیا پڑتا ہے۔ اگرچہ اب پانچ کاموں نے محمد نواز ٹیکسٹر تیار کرتے ہیں اس کے باوجود 1969-70 میں چونتیس ہزار روپے آمد کیے جا چکے ہیں۔

وہ اپنی طریقوں سے، ماحول کی بارشوں سے پہلے بیجوں کے گھروں کے دھندلے گے ذریعے اناج کا  
 بارش سے نکالنا اور پھر ان کے دھندلے گے کو بھوسے سے گھس کرنا اب تو یقیناً ممکن ہو گیا ہے۔ اس لیے  
 راکھوں کی تعداد میں پھیلنے والی مشینیں بنائی گئی ہیں اور پچھلے تین برس سے راکھیں دھکی دکانوں پر ان کی فروخت  
 شروع ہو گئی ہے۔ اس طرح فاسفوں کی کثافت کے بعد تھپن کو نقصان سے بچا جا سکتا ہے اور پھر وہی صنعتوں  
 میں بھی لایا جاتا ہے ان کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔

عزیز یہ کہ مشینوں کا یہ واسطہ استعمال کیے کہ پیداوار میں تیزی اور مثبت انداز میں اثر پڑے ہو۔  
جب چھوٹی میکانیکی مشینیں نے [حصیوں میں] بیجوں کی جھڑے کی، تو بیجوں کو اگنی فصل کی وقت پر تیاری  
کے لیے زمین جوتنے میں استعمال کیا جانے لگا۔ زمینوں کی وقت پر تیاری بھی ٹریکٹروں کو طلب میں  
انصراف کی ایک اہم وجہ ہے۔ کیسیتی کھاد کے زیادہ استعمال کے ساتھ ساتھ گندم اور چاول کی نئی اقسام کے  
تعارف سے فصل زمین کی تیاری اتنا زیادہ مستند نہیں تھی اس لیے کہ پانیوں میں کھاد کے استعمال کی وجہ سے  
پیداوار کم ہو رہی تھی۔ نیا دور کسان ریت کی فصل میں ایک نئے گندم اور فریج کی فصل میں نئے چاول،  
یعنی مکمل ڈھلانی نئی میسر لائی کی توقع رکھتے تھے۔ مگر زیادہ پیداوار دہائی اقسام کے استعمال، نیا ہتھکڑ  
ڈالتے، وقت پر پانی، اور سمیٹوں کی باقاعدہ تجدید شدت کے باعث کسان اب اسی زمین سے پانچ نئے گندم اور  
سات نئے چاول کی میسر، چینی مکمل بارہ نئے میسر لائی میسر فی سال پیداوار حاصل کر سکتا ہے جب کہ پرائی قسم  
ہر پھانے طریقوں سے سے مکمل ڈھلانی نئی میسر پیداوار ہوتی تھی۔ مگر پودے بہترین وقت پر نہ لگائے  
جائیں تو گندم کی پیداوار تین نئے چار چار کی پیداوار چار نئے گندم کی رہتی ہے، چینی سر۔ نہ مکمل بارہ نئے گندم  
بجائے صرف سات نئے پیداوار سونے۔ کچھ ترقی یافتہ کاشت کار اب دہائی کے بجائے تھری کاشت کرتے ہیں  
جس میں گندم دوہگ۔ چاول گندم۔ چاول ۲ اور ایک ہی ایک میں چاول کی ایک بعد تین فصلیں اگاتے  
ہیں۔ فصلوں کی شدت نہ جانے سے گندم اور پیرا اب بھی نہ تھی ہے اور دہائی بھی نیا دو سونے ہیں۔ ایسی  
صورت میں پیداوار کی حساب بجائے فی میسر سونے مکمل کی زیادہ کے بجائے فی مکمل۔ فی سال کیا جاتا  
چاہیے۔

ولے کی پیداوار میں مشینوں کے استعمال نے اب تک مزدوروں کے لیے مہزمتوں میں کمی کے بجائے اضافہ ہی کیا ہے، مزید یہ کہ اس نے انسانی توانائی کی مشقت میں کمی اور کارکردگی میں اضافہ کیا ہے، بالخصوص ہندوستان میں۔

مردوں کی کسانوں کی، چھوٹے کسانوں سے بڑے کسانوں کے لئے چاروں اور جوار کی قسم لگائی جیسا کہ ان کے لئے اضافہ ہوا ہے۔ اور اس نے کھان پھل، مشینوں اور دیگر چیزوں کو غلبہ میں اضافے سے زرعی صنعت کو بھیڑ کیا ہے۔ بہت سے دیہاتوں میں کسانوں نے ذخیرے کی بجائے سبوتوں کے لئے سرمایہ کاری کی ہے۔ آج کے مقامات پر کچھ کئی کئی بجائے کئی لاکھوں سے لاکھات بنائے جانے لگے ہیں۔ مکانوں میں روشنی، کنوئیں پر کئی میٹروں کے لئے زیادہ بجلی استعمال کی جانے لگی ہے۔ عام استعمال کی اشیاء کی طلب میں بھی تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ دیہات میں ڈسٹر اور دوسرے معدنیاتی خوراک اور کھیتی باڑی میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے، جن کے ذریعے حکومت کئی بار اپنے قسیمی منصوبوں کے ساتھ دور دورہ دھوکوں تک پہنچ سکتی ہے۔ ملائی کی مشینیں، برقی ٹریکٹر، میٹر سکور اور میٹر سائیکل دیہات میں پہنچ گئی ہیں، اور گاؤں کے رہائشیوں کو بڑھتی ہوئی چلنے لگنے کی توجہ دے رہی ہے۔

سبز انقلاب نے ہندوستانی حکومت کو کھیتی باڑی میں بہتری لانے پر مجبور کر دیا ہے۔ تاہم 1968 کی تاریخ تک فصل کے باغیچے ذخیرے کے لئے بڑے کاشتکار بن کر پیدا ہوئے تھے، حکومت نے یہ وقت ترتیب سے اس مسئلے کا طریقہ حل نکال دیا تھا، اور بہت کم اضافہ کیا ہوا۔ پچھلے دو برسوں میں کسانوں اور اخیاروں کی تنہا کے باغیچے ذخیرے کی وسعت میں اضافہ ہوا ہے، کیونکہ ہوتی ہوئی پیداوار کا ذخیرہ کرنا ممکن ہو گیا ہے۔ دیہات والے بڑے کاشتکار، بہتر موافق شکل و عمل اور بہتر سول طلب کر رہے ہیں، اور ان کے لئے ان سبوتوں کی فراہمی ضرورت ہو گئی ہے۔ اس طرح ان کی اور محنت میں علاحدگی، جس کو ہندوستان کے عظیم رہنماؤں نے کامیابی کے چیلنج میں قبول کیا، ہندوستان کی زراعت کے لیے آفت قرار دیا تھا، اب ختم ہو رہی ہے۔

سبز انقلاب کی نئی ہوتی جبری تبدیلیاں، جن کی میں نے ہندوستان میں گندم کی پیداوار میں بہتری کے ذریعے جو تک پیش کی، اب مغربی پاکستان، سیلون، فیلیپائن اور تھائی لینڈ میں بھی شہساز ہو رہی ہیں، اگرچہ مختلف نسلوں میں مختلف فصلوں کی ان کے اقسام کی وجہ سے مختلف قسم کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

اگرچہ ہندوستان کی پیداوار میں سبز انقلاب کا حصہ معنی خیز اور معقول ہے، اس کے باوجود تباہی کے اظہار سے موجودہ عالمی ضروریات کے تجربے کا علم میں واضحی سے ہے۔ ہندوستان سب سے بڑی کامیابی دیکھنے والی برسیوں میں دلی کی پیداوار میں تیزی سے بڑھتا ہوا اضافہ ہے اور ترقی پذیر ممالک میں پیدا ہونے والی اس اہمیت کی فضا سے گندم کے معاملے میں وہ خود کشیل ہو رہی ہے۔ شاید اس سے بھی نیا دبا معنی داروں اور ان کے رویوں میں تبدیلی ہے جو دلی کی پیداوار میں اضافے کے ساتھ ساتھ ہو رہی ہے۔

Ali-India Coordinated Wheat Improvement Program، جو ہندوستان میں بڑی حد تک

گندم انقلاب کا قیام کر رہی ہے، دنیا کے سب سے بڑے مختلف انواع اور پھیل ہو گندم پر تحقیق کا پیش نامہ ہے۔ اس کی کامیابی نے ایک طرح کا اتحاد، ایک احساس متضاد اور ایک فوٹو گمن پیدا کر دی ہے۔ ہندوستان میں گندم پر جانچ دینی معیشت کی تحقیق دنیا کی سب سے اچھی دیکھنے کی تحقیق کے برابر ہے۔



مجموع میں ادا کیے درجن کی، سیاحی و زمانہ تعلیم کی، اور چند ماہرین اور محققین کے ساتھ ساتھ نوبل اور رہنماؤں کی ضرورت ہے۔

پیداوار میں سائنسی رہنمائی کے لیے سب سے زیادہ اہم عنصر ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے، مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ سائنس ترقی یافتہ ممالک کے بہت سے زرخیز سائنس دان قیامی نیک مانی اور ضرورت کے پیش نظر زراعت کے لیے اپنی وفاداری سے دست بردار ہو گئے ہیں۔ اور سائنس دانوں نے انھیں چھپنے کے لیے پردہ فراہم کر دیا ہے۔ کچھ قسمی اور تحقیقی اداروں نے زرعی محققین کو جانب سے کی جانے والے بنیادی تحقیقات کے لیے وقت کی کچھ پابندیاں بھی قائم کر دی ہیں، مگر وہ قدرتی پیداوار میں جانے والی فراہمی جاری رکھنے کے لیے کی جانے والی تحقیقاتی بنیادی ہی کیوں نہ ہو، ان کو بے اثر کر دیتا ہے۔ ان کی ذہنی توانیاں ہوتی ہیں سائنس کی خدمت کریں، مگر انہوں نے یہ انفرادی ذمہ داری ہے کہ وہ سائنس کی خاطر زراعت کی خدمت کریں اور اپنی ذمہ داریوں کو بے عزت طور پر پوری کرنے کے لیے ان کو سائنس دانوں اور سائنسی رہنماؤں کی مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جن کا بنیادی مقصد انسانیت کی خدمت ہے۔

میں بہت پرندہ و مریضوں سے یہ بات دہرانا چاہتا ہوں کہ اب بڑی اسکاٹل قوتوں کا سامنا اور تحقیقاتی دستیاب ہے جس کی مدد سے بڑا انقلاب کو زراعت کے انسانی میدانوں میں پھیل چکا ہے۔ مگر اس اسکاٹل قوت کو اسلی قدروں میں تبدیل کرنے کے لیے سائنسی اور انجینیئرنگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر وہ رہنما ہیں تو کہاں؟ کہاں ہیں وہ رہنما جو بڑی سائنسی مہارت، انگریزی، عام سمجھ بوجھ، عمرانی آگاہی، رہنمائی کی خصوصیت اور اسکاٹل قوتوں کو، خصوصاً بنیادی انسان کے لیے اور بالعموم ممالک کے لیے حقیقی داد و بخش میں بدلنے کا معجم مادہ رکھتے ہیں؟ اب ایسے لوگ کم ہیں لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی شناخت کریں اور ان کو اپنے قلمی اداروں میں شامل کریں۔ زرعی فراہمی کے لیے اپنی مہارت میں انھیں استعمال کریں۔ ہمیں ان کی ضرورت ہے، ہر انسان کی ضرورت ہے، اس لیے کہ انہیں قدروں کو رہنماؤں کی ضرورت کے ہیکل میں بے کار چھوڑ دینا کسی ایسے سے کم نہیں ہے۔ یہ فوقی نظریہ نہیں ہے، یہ ایک حقیقت ہے، اس حقیقت کے پیش نظر کہ اسی ملک میں مختلف متوزنی اقسام کی لکھنوں کے پیداوار کی پودوں کے لیے بھی رہنمائی ایک فیصلہ کن عنصر رہی ہے

مگر کسی کو یہ سوچنے بھی نہیں دیتا چاہیے کہ ہم اپنی تحقیقاتی کوششوں کے دوران کچھ آرام بھی کر سکتے ہیں۔ مارکس کا محبوب عملی کام کے پسے و رجحان میں تحقیق ہوتی چاہیے۔ یہ بتا دیا جاتا ہے کہ سائنس کی پیداوار کے سلسلے میں ہندوستان اور پاکستان میں یہ فرق تبدیل میٹیکو میں بیٹریوں کی تعداد کی تحقیق کی وجہ سے ممکن ہوتی تھی۔ تو چہ یہ ہوتی ہے؟

1943 میں اقوام متحدہ کے ادارے Food and Agriculture Organization (FAO) کے قیام سے کئی برس پہلے، لہذا ان کی بنیادی میٹیکو میں ایک زرعی تحقیق پر تمام مشروعات کی بنیاد تھی۔ یہ میٹیکو کی

وزارت زراعت اور میکسیکو کے زمین کے ایک چٹیل قدم منسوب تھا جو جوار، گندم اور پھلیوں کی فصل کی پیداوار کی مقدار بڑھانے کے لیے میکسیکو کی حکومت نے شروع کیا تھا۔

اس زمانے میں میکسیکو ملک میں اتنا ہی کیے جانے والے گندم کا، اور جوار کا پھوس فی صد سے بھی زیادہ آمد کرتا تھا۔ گندم کو پیداوار میں منفع بخش بوسا کن تھی۔ قونی سے پہلے اس کی اوسط پیداوار 750 فی ایکڑ تھی، حالانکہ گندم کی زیادہ تر فصل آب پاش زمین پر کاشت کی جاتی تھی۔ بوز لالہ سے پہلے اس کی کچھ صورت ہندوستان اور پاکستان میں بھی تھی۔ میکسیکو کی مٹی "مٹس" بھی تھی اور کیمیل کھاؤں "میرٹل" سے آشنا بھی۔

میکسیکو کی ضرورت فوری تھی، ہذا پیداوار بڑھانے کی غرض سے ایک سالوں میں تحقیقی پروگرام مرتب کیا گیا۔ کثیرہ ڈیٹیشن کے فیصلے کے مطابق "میکسیکو کو اپنی مدد آپ کرنے کے لیے مدد دینا" چاہیے تاکہ اس کے خزانے اور زرعی عمل کے مسائل حل ہوں۔ میری یہ ٹوٹ ٹھیک ہو راستہ قی بھی تھا کہ بالکل ابتدا سے اس پروگرام میں شامل تھا، اور پچھلے چھ سالوں میں اس سے شک ہوں۔ سب سے پہلے تو نئے طریقے پر غور و خوض کیا گیا جو پیداوار کی حد بندی کے ذمے دار تھے ان میں جینیات اور چاروں کی فصل سازی کے مابین اندرونی ذمے دارانہ تحقیقات، دیسی معاشیات، زمین کا پختہ ہونا، چاروں کی بیماریاں، اور ان کی مکڑیوں کے مہر کے مسائل شامل تھے۔ ان میں سے پہلے کی کمیوں پر دیکھ کر جینیاتی جہد میں شامل کیے گئے تھے۔

1943 میں چاروں کی فصل سازی کرنے والوں، مٹی کے سائس دانوں، پھوس کے پتھروں اور کیموں کی مکڑیوں والوں نے ایک گروپ کی صورت میں ہندوئی کا مشروٹ کیا اور ان کا ریکارڈ 1944 میں گندم کی فصل کے مختلف مسائل پر غور و خوض کیا تھا۔

میکسیکو کے سائس دانوں کی تربیت کے لیے، جو تحقیق و زرعی کے اس کام میں معاون رہے تھے ایک طبقہ کا اضافہ بھی کیا گیا۔ جی جی اف ایس میں تو تحقیقات کی کمی گئی غیر ملکی ملک میں ان کی تربیت کے لیے فیوشپ کا، ہنگام بھی کیا گیا۔ تاکہ وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے بھیجے جائیں، ورنہ مستقبل میں میکسیکو کی زراعت کی ترقیاتی گری نہیں۔

ابتدائی سے تحقیق کا رٹ پیداوار کی طرف اور گندم کی پیداوار بڑھانے سے خشک مسائل کی جانب تھا۔ سائس دانوں کی تربیت اور پیداوار کی پروگرام پر کام کو آگے بڑھانے کے لیے ضروری تنصیلات کا جہد سے جہد و کوشش کرنے کی وجہ سے غیر متعلقہ اعلیٰ تعلیم کی سروس کی بہت فہمی کی جاتی تھی۔

پروگرام کی رفتار کو تیز کرنے کے لیے ہر سال ساری صد فیصلوں کی ڈسٹریکٹ کاشت کی جاتی تھیں تاکہ فصل کو سمندر سے قریب لایا جاسکے۔ آری شاور عرض البلد کے علاقے "سونورا" میں لڑاں میں کاشت کیا گیا تھا، جہاں دن رات ریت چھوئے ہوتے جا رہے تھے۔ یہی کاشت "کولوپا" اور "آری عرض البلد" میں، آٹھ سمندر سے ڈھائی ہزار فٹ کی بلندی پر تھی، جب ریت ریت دن رات کے ہونے شروع

موسم سے جسے اس تکنیک کے استعمال سے ہم نے زیادہ قدرتی، موٹل، ذوں کی حریت سے غیر متعلق تکنیک سے متعدد اقسام کی گندم کے کچا تیار کیے تھے جن میں مختلف خصوصیات کو قبول کرنے اور خود کارپوری سے بچانے کی کوششیں تھیں۔

میکسیکو اور قریبی ممالک میں گندم کی پیداوار میں اضافے کے لیے یہ خصوصیات قابل قدر تھیں، مگر میں یہی بعد یہ اور بھی قابل قدر ہو گئیں جب میکسیکو کے گندم کی اقسام ہندوستان اور پاکستان میں متعارف کرائی گئیں۔ ان خصوصیات کے انحصار کے بغیر میکسیکو اقسام کو پاکستان میں عملی نقل و حرکت ممکن ہوئی اور سبز انقلاب کی شروعات یعنی خوراک کی برائیوں کی ماحول سے ہوئی۔

جوں ہی میکسیکو میں تحقیق سے کوئی مٹی خیر بتری برآمد ہوئی، اقسام میں، کیپانی کھاد کے بارے میں سفارش یا کاشت کے طریقوں کے بارے میں، تو ان کو فوراً زرعی دائروں میں سے خارج کر دیا اور پیداوار کی ہڈیوں میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ ہم نے کئی اقسام کے طریقوں کی پیمائش کا اہتمام نہیں کیا، مگر جس کی بہتر تبدیلیاں آج بھی تو ہم ہر سال ان کو استعمال کرتے۔ سائنسی میدان کے کثیر کمال پرست جنہوں نے ناقابل حصول حیاتیاتی کمال کی تلاش میں عمریں گزار لی تھیں، یہاں سے اصولوں کو نکھرا کر لے کر دیتے تھے، اور ان کی عمر بھری، مچھلنا کافی غذا کے پیداوار میں کچھ اضافہ نہیں کر پائی۔

زرعی دائروں میں نئی اقسام کو ٹیکنیکی کے مظاہرے کی سائنس دان کرتے تھے جنہوں نے ان کو تیار کیا تھا۔ دراصل منصوبے کے عرصے کو بڑھانے جانے سے قبل ہی گندم کی پیداوار میں خرابی حاصل ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے تحقیق کرنے والے سائنس دانوں کو پیداوار میں رکاوٹوں کے بارے میں کچھ نہ تھا۔ کسانوں کو جن کا سامنا تھا۔ تحقیق کرنے والوں کو کسانوں سے رابطے میں ایسی لمبے درمخت کی کواستعمال کرنا تھا جو ہندوستان اور مغربی پاکستان میں گندم کی افزائش کے پورے ماحول میں ہو تھی۔ لیکن بعد میں انہوں نے ان میں پیداوار کی پوری ماحول کے طے کر کے کو بڑھایا گیا تھا۔

میکسیکو کے گندم کا پیداوار کی نتائج 1948 سے ہی بڑھنا شروع ہو گئی تھی اور یہ رجحان اب تک جاری ہے۔ پچھلے پچیس برسوں کے دوران پیداوار کا قومی اوسط 750 کلو فی ہیکٹر سے بڑھ کر 3,000 کلو کے تک پہنچ گیا ہے، جو چار گنا اضافے کے برابر ہے۔ مگر عرصے کے دوران مجموعی پیداوار سات گنا بڑھ گئی ہے۔ 1956 میں کوئی بار میکسیکو گندم میں خود کفیل تھا، اس کے بعد سے اب تک خود کفیل رہا ہے۔ میکسیکو میں گندم کا قومی اوسط اب بھی بعد ہندوستان اور پاکستان میں شروع ہونے والے سبز انقلاب کا موروثی اہل تھا۔

جب سے کیپانی کھاد کا استعمال بڑھا ہے اور پیداوار کی نتائج میں اضافے کا راز ان کوئی سیکرٹ تک نہیں ہے، پودوں کے ایک ہزار کے پتے پر جانے سے پیداوار میں مزید اضافہ محدود ہو گیا ہے۔ اس لیے گندم پیدا کرنے والے دنیا کے مختلف ممالک میں موزوں پتے قدر پودوں والے گندم کی کاشت شروع ہوئی ہے تاکہ



پیداوار کے اضافے کی اس ریکارڈنگ کو دو ریجنز کے درمیان - 10، جیو پلان کی ایک نہایت پست قدر معلوم ہے، موزوں ثابت ہوئی ہے۔ سب سے زیادہ سے پنڈ اور تہ بارود سے پنڈ کے تجربات کے ذریعے 1954 میں اعلیٰ درجے کی میکسیکو گندم سے ایک پونے نسل کی گندم تیار کی گئی۔ اس کے طریقے سے، نئی اقسام کی نیا وہ منافع دینے والی قوت لے، ساڑھے چار ہزار میٹریک ٹن میکسرونی پیچھے پیداوار کے مقابلے میں نو ہزار کلوئی میکسرونی پیداوار دیتی شروع کر دی۔ میکسیکو کا پست قدر گندم 1961 میں میکسیکو میں تقسیم کیا گیا اور اچھے کسانوں نے مزید پانچ، چھ، سات ہزار آٹھ سو فی ایکڑ تک پیداوار میں اضافہ کیا اور اس طرح سات سو کے اندر اندر قومی سطح پر اس طرح منافع بڑھ کر دو گنا ہو گیا۔ نئی مویشی گندم کے انتخاب کی گئی وہ پست قدر میکسیکو کی گندم کی اقسام تھیں جن کی اصل انگریزی نے ہندوستان اور پاکستان میں بھڑا گندم پر پائ کر دیا۔

ہندوستان سے Mexican Agricultural Program کو بہت سے دہرے ٹراک نے دیکھی سے دیکھا تھا۔ جوں جوں ترقی و وضع ہوئی گئی، راکشیا۔ نوڈیشن زرعی ترقیاتی پروگرام کے لیے بہت سے ٹراک کی امداد کی درخواستوں کے انہر میں دیا چلا گیا۔ Cooperative Mexican Agricultural Program ایک ماڈل واردہ بن چکا تھا۔ Cooperative Colombian Agricultural Program جو نیو ہونڈو جواں گندم، اکیس گھوڑوں کے لیے چارے، اور مویشی میں کھجی جاتا تھا، 1950 میں قائم ہوا تھا۔ اس طرح Cooperative Chilean Agricultural Program بھی 1955 میں گندم اور گھوڑے کے چارے کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ پرمیخیر میں 1956 میں جواں چارے کی فصل اور باجھ کے پن پیداوار میں اضافہ کے لیے زرعت کی چلی ورنٹی تعلیم کے لیے Cooperative Indian Agricultural Program کی بنیاد رکھی گئی۔ آگے چل کر ان پروگراموں نے دنیا کے مختلف ٹراک میں زرعی پیداوار میں بہتری اور زرعی تعلیم دینے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس دوران وہ پروگرام جو اصل جواں گندم اور پھلیوں کے زون کی فصل تک محدود تھا، ہندی مزید وہ کی فصلوں کے لیے پھیلا دیا گیا۔ یہ نئی حد میں میکسیکو کی فوجیوں کو تحقیق و تربیت کے لیے مثال کریں گئے۔ تحقیق میں عام طور پر ترقی تھیں تھیں اور ترقی پروگرام بھی بار آور ہوئے۔ 1943-1963 کے درمیان مجموعی طور پر 550 طلبہ نے زرعی تحقیق اور تربیت میں حصہ لیا، جن میں سے 200 کو ماسٹر آف سائنس کی ڈگری تفویض کی گئی اور تقریباً تیس ہزار ڈیولپمنٹ آف قدرتی وسائل کی لڑیاں دی گئیں جب کہ ملک سے باہر تعلیم حاصل کر رہے تھے تربیت یافتہ سائنس دانوں کی اس فصل سے 1961 میں National Institute of Agricultural Research نام کا ادارہ وجود میں آیا۔ راکشیا۔ نوڈیشن نے اپنے واسطے کام لے کر دیا، جو اس کے مقاصد میں سے ایک تھا۔

میکسیکو کے تجربے نے بتایا ہے کہ ترقی پذیر سکول میں زرعی ترقی کے راستے کی سب سے بڑی ریکارڈ تربیت یافتہ افراد کا فقدان ہے۔ تجربوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ تربیت ایک سست عمل ہے۔ جوں جوں تربیت

یافتہ سائنس دانوں کے سامنے کی ضرورت تھی کہ یہ کھجور کی پھلے میٹیکو کا حال تھا، اور جیسے کہ آٹا ایشیا، افریقا اور وسطی امریکا کے ملک کا حال ہے، وہ ایک ملک کو اپنی طلب پوری کرنے کے لیے اٹھارہ سے لکھیں مستعد و موزونیت یافتہ سائنس دانوں اور مضمین کی ضرورت ہوگی۔ بہت سے غیر ترقی یافتہ ملکوں میں غذا کی کمی کی وجہ سے جو دیوہ پید ہوا ہے، اس کے چشمہ نظر ان کے پاس اتنا بھی وقت نہیں جس میں وہ سائنس دانوں کی ایک ٹیمپ پیدا کر سکیں۔ جو غذائی پیداوار کے مسائل سے پر آزار ہو گئے۔ اور اس طرح کچھ معنوں میں 1960 میں فیلیپائن کے علاقے Los Baños میں پیدا ہونے والی تحقیق اور تربیت کا ادارہ International Rice Research Institute (IRRI) ظہور میں آیا تھا تاکہ چاول کی فصل کے لیے کام کیا جائے، ایک طرح سے جو غفلت کا شکار ہو رہی تھی اس ادارے کو فوراً رکھ لیا۔ نوڈنیشن اور فیلیپائن کی حکومت کی مشترکہ مالی لہذا فراہم کی گئی تھی۔

میکسیکو میں مندرجہ جوار اور آدوں پر تحقیق اور تربیتوں کو 1959 میں باقاعدہ بین الاقوامی بنایا گیا تھا اور 1963 میں اس کو متبادل بین الاقوامی مرکز بنایا گیا تھا۔ International Center for Maize and Wheat Improvement (CIMMYT) کو میکسیکو کی حکومت، فورڈ اور نیشنل فاؤنڈیشن سے مدد ملتی ہے۔ حال ہی میں U.S. Agency for International Development (USAID), United Nations Development Program (UNDP), Inter-American Development Bank اور (BID) کیلئے مدد فراہم کی گئی ہے۔

کولمبیا میں قائم تیسرا مرکز، International Center of Tropical Agriculture (CIAT) اور مائیکسیکو کے International Institute of Tropical Agriculture (IITA) کا یہ قائم شدہ ادارے ہیں جن میں ان مسائل پر غور، مختلف نسلوں، جانوروں کی نسلوں کی ترقی کی رفتار کو بہتر کیا جاتا ہے ساتھ ہی باہر سائنس دانوں کی تربیت بھی کی جاتی ہے۔ CIAT کو فورڈ فاؤنڈیشن سے، مائیکسیکو فاؤنڈیشن سے اور Canadian International Development Agency (CIDA) سے مالی مدد بھی ملتی جاتی ہے، اور اس ادارے مائیکسیکو کی حکومت کے تعاون سے IITA کو بھی مدد دیتے ہیں۔

یہ چار بین الاقوامی ادارے دنیا بھر میں پھیلے بین الاقوامی، قومی اور مقامی تحقیقی اور ترقیاتی مرکزوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ نیٹ ورک کم سے کم وقت اور دم میں سائنسی ورثی نوع انسان کے مسائل حل کریں گے اور ان کے نتائج کو دنیا بھر میں عام کریں گے۔

زراعتی سائنس و کوشش کے ثمرات ابھی سے عالمی سبز انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوا شروع ہوئے ہیں۔ یہ نئی اقسام اور نئی تکنیک کی سبز انقلاب کی محرکات میں سے ہیں۔ یہی جوان فصلوں کو زیادہ پیداوار کی بنا دیتی ہیں۔ فیلیپائن، سلین، ملائیشیا اور مغربی پاکستان میں یہ IR8 چاول تھا جو International Rice Research Institute میں تیار کیا گیا تھا۔ CIMMYT کی تیار کردہ ذیلی فصل کی میکسیکو کی مندرجہ سے

ہندوستان اور پاکستان میں میزبانہ کھیلینے کے لیے، اور اس لیے ترقی، افغانستان، ایران، عراق اور تونس میں کھیل رہی ہے۔ میزبانہ کھیل میں کھیلنے والے، یا شاید زیادہ، حصہ لینے والی، دو یا شاید دو سے زیادہ کارکنان کی تھی جس نے ان مرکزوں کے تجربے کار سائنس دانوں کو پیداوار کی فہموں کے پروگرام کی تنظیم کرنے اور قومی پیداوار کی بہت کی ترقی کی اعداد کی عارضی قسے داروں کو سونپا تھا۔

یہ تمام بین الاقوامی مرکز، قومی ذریعہ تحقیق، پیداوار اور ترقی کے پروگرام کی مدد کے لیے بنائے گئے تھے ان کے بہت نہیں تھے۔ یہ مرکز دنیا بھر میں، علاقائی، قومی اور مقامی سطح پر غذائی فہموں کے مسائل کو حل کرتے تھے اور تمام اداروں کو یک نیت و یک ماہ میں آگے تھے۔ اس نیت و یک کی ریڈیو کی بہت اب بھی موجود ہے، اور اس کا اندوہ بھی قائم رہنا چاہیے۔ ان اداروں کو کافی سطح پر زیادہ غذائی امداد اور کارکنان فراہم کیے جانے چاہئیں جو تیزی سے بڑھتی ہوئی غذائی ضروریات کے چیلن کا مقابلہ کر سکیں۔

نہیں یہ بین الاقوامی مرکز ایسی بے مثال حیثیت میں تھے کہ مختلف قومی پروگراموں کو مدد فراہم کر سکتے تھے۔ یہ خود مختار ادارے تھے جو بین الاقوامی تنظیمیں تھیں جو گورنریوں کی طور پر تھیں اور ان سے امداد حاصل کرتی تھیں۔ ان کے لیے بہت سارے مختلف النوع ذرائع سے امداد فراہم ہوتی تھی۔ ان کے سائنسی کارکن بھی بین الاقوامی سطح کے تھے، جن میں فہموں کی پیداوار پر اثر انداز ہونے والی مختلف قسم کی سائنسی تہذیبوں کی نمائندگی تھی۔ ان کے کارکنوں میں فہمی پیداوار کے ماہرین بھی شامل تھے، جنہیں سائنسی مدت اور قومی اداروں کی تنظیم اور فہمی پیداوار کی پروگراموں میں امداد کا وسیع تجربہ ہے۔

یہ مرکز نہ صرف مختلف قومی اداروں، بلکہ دیگر بین الاقوامی تنظیموں کے کام میں بھی ہاتھ بٹاتے تھے، جیسے Food and Agriculture Organization (FAO) of the United Nations, the United Nations Development Program (UNDP) وغیرہ۔ دیگر سے بین الاقوامی ترقیاتی بینک۔ یو این سی۔ یہ مرکز مختلف بین الاقوامی تنظیموں کے نمائندہ کے کام میں بھی ہاتھ بٹاتے تھے۔

میں اس مرکز کا قائل ہوں کہ بین الاقوامی ذریعہ تحقیق کی کمیٹی قوموں کے درمیان عام ضروریات کی غذاؤں میں اضافے کی بنیاد پر ادراک کا ایک بندھن بھی تیار کر رہے تھے۔ ہمیں اس بندھن کو اظہار قوت کے جذبات "قوموں کے درمیان بھائی چارے کا فروغ" کی بنیاد پر مستقامت دینی چاہیے۔

طویل عرصے پر محیط اور عالمی وجہ کی اہمیت کی تحقیق کے لیے انفرادی طور پر یہ بین الاقوامی مرکز بنیادی سہولتوں سے نہیں تھا، مثلاً پانی کی تسلی، برقی قوت، سائنس دانوں کی سہولتوں کی فراہمی اور کھانوں کی فراہمی کے میدانوں میں تحقیق کے ماہرین کی جو کافی سطح پر کام کرتے تھے، یہ مرکز موقع فراہم کرتے تھے کہ وہ اہم فہموں کے اعلیٰ سطح پر سہجے ہوئے، جسم جسم کی جین کے نوڈل کے تیار کریں۔ عام طور پر فہموں کی آخری اقسام کا چھوڑ کر ان کے لیے بھائی چارے کے مختلف فہموں میں قومی پروگرام کے ٹریک کے کارکنان بھیج دیے جاتا تھے جو ان فہموں کا انتخاب کرتے تھے جو ان کی ضروریات پر پورے ترقی تھے یا انفرادی میں سے کئی

بہترین تجارتی اقسام تیار ہوجاتی ہیں۔ اس کی طرف سے تمام مہر و جہن ان قومی فصلی پیداوار کے تجربات پہ مبنی سیدھے تیار کئے گئے ہیں، جن میں دنیا بھر کی بہترین تجارتی اقسام اور مددگاروں کی چند امیدوار اقسام بھی شامل ہوتی ہیں۔ یہ اقسام برقی کے لیے مختلف ملک کے اشیاء مقامات پہ مددگاروں کو بھیج دی جاتی ہیں۔ مددگاروں سے ملنے والی معلومات، خود مدتی کر کے لیے، CIMMYT کو واپس کر دی جاتی ہیں اور یہ خود علم، بعد میں، دنیا کے سر جسے کے سائنس دانوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ پیداوار کی منہجے، مطالقات، پیادریوں اور جسے بھی مزاحمت کے بارے میں ایک مہم میں بھیجے گئے ہوئے ایسے تجربے کے اعداد و شمار فصول کی تحقیقات کرنے والے سائنس دانوں کے لیے، ان اعداد وعات کے مقابلے میں، جو صرف وہی چند روپوں کے ایک محدود مقام کے خود مختار تجربے سے حاصل ہوتے ہیں۔ خود دو سو فی صد اضافی اور قابل قیاس ہوتے ہیں۔

یہ بین الاقوامی مرکز ایسی منفرد حالت میں بھی ہوتے ہیں کہ تمام سائنسی نظم و ضبط کی عملی یا نثری ترجمانی قسم کی تربیت فراہم کر سکتے ہیں جو فصلی پیداوار پہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس قسم کی تربیت ان خصوصیات ترقی پذیر ملکوں کے نوجوان سائنس دانوں کے لیے قابل قدر ہوتی ہے، اس لیے کہ یہ انھیں، اپنے ملک واپس ہوئے پہ، تحقیقی کام کی ضروریات کے لیے تیار کرتی ہے، اور یہ مزید قابل قدر ہوں اگر سائنس دان بعد میں گریجویٹ سطح پر اپنی تعلیم جاری رکھیں۔

سبز انقلاب کا چھپے تین نہ سوں کی کامیابیوں کا خود مدتی پیش کرتے ہوئے، میں اس بات کو دوبارہ کہنا چاہوں گا کہ ایسے، چاروں، چاروں، جو بار بار منہج، با خصوصیات منہج، پیداوار میں اضافہ کرنے والوں انہوں کی جدائی کے تناظر میں باقی قابل دیدہ اور بے تحاشا امر رہا ہے۔ پھر بھی یہ مجموعی ضروریات کے اعتبار سے اب بھی معمولی سے۔ خود سے کہ دنیا کی پچاس فی صد آبادی کم غذائیت کا شکار ہے، اور اس سے زیادہ فی صد، عاہلہ ساہوکار فی صد، شراب غذائیت سے محروم ہے، لہذا ہمیں عسکری کی اجازت نہیں۔ جب کہ آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے، موجودہ شراب حالت کو مزید شراب ہونے سے روکتا ہی کافی نہیں ہوگا۔ یہ مقصد ہونا چاہیے کہ کافی قدر پیدا کرنا، تاکہ موجودہ بھوک کو منایا جائے، اور اس کے ساتھ ہی شراب غذائیت کی درستی کی کوشش کی جائے۔ اس وقت، ترقی پذیر ممالک میں بھوک مٹانے کے لیے، ہمیں دنیا بھر کی ویسے کی پیداوار کو ہمیں فی صد بنانا چاہیے۔ دنیا کی مجموعی پیداوار کو ہمیں فی صد بنانا معمولی بات ہوتی تو، اس سے قطعاً نظر نہ کرنا علاقے کی پیداوار نہ ملتی جائے، یہ پھیل کر سیاست ہائے حمید و کناہ، آخریلی، ریٹائمن اور رہن میں نہیں بھی پڑی مہرت کے مرتکز ہو جاسکتا تھا۔ مگر اس طرح کی ترقی سے ترقی پذیر ممالک کی بھوک کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ ان کی کم زور معیشت ان کو غذائی درآمدات میں نہیں فی صد اضافے کی اجازت نہیں دے سکتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ خطرناک یہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں موجود پیداوار کو تیزی سے نہیں فی صد تک بنانا بھی جائے گا، جو میرے خیال میں سبز انقلاب کی عاہلہ کھوپڑیوں کی بنیاد پر ممکن ہوگا تب بھی اس وقت بھوک کا مسئلہ اس درجے پہنچے کہ یہ خطر نہیں ہونے لگا۔ اس وقت ضرورت مندوں تک، جن کی قوت خرید کم

ہے یا نہ ہونے کے برابر ہے، سو سب غلط ہے، مجھے ہوئے ساتھی، ساتھی مسائل بھی بدلتے ہیں۔ یہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ ہے جسے اقدار کی ماہرین، ساتھی ماہرین و ریاضیاتی رہنماؤں کو حل کرنا ہوگا۔

مجھے یقین ہے کہ اگر تمام پائیمکی ساز لوگ آبادی کے اضافے کے کنٹرول میں مناسب دلچسپی لیتے ہیں، طاقت ور زرعی خوش حالی اور اقدار کی ترقی پر جھینٹ دینے لگیں تو آفت کی بہت سی ساتھی خرابیاں جلد ہی ماضی کا حصہ بن جائیں گی۔ گرم علاقوں اور زمینیں گرم علاقوں میں، افریقہ میں سورج کی روشنی بکھرے ہوئے اومان میں دوسرے نہ سے حیاتیاتی اٹاٹے بھی ہیں، اور ان اٹاٹوں کو مٹانے اور بھوکوں کے لیے باسٹنی دولت میں بدلتے ہیں تاخیر کیا مگر مانہ عمل ہوگا۔

کچھ بحرین نے کہا ہے کہ بڑا اقدار نے جتنے مسائل حل کیے ہیں ان سے زیادہ پیدا کیے ہیں۔ میں اس بات کو نہیں مان سکتا، اس لیے کہ میرے خیال میں، نئی ٹیکنالوجی کا نئے مسائل سے لیے جہ و جہد کرنا گھٹانے کے پیمانے مسائل سے بہتر ہے۔ یقیناً غذا کی پیداوار میں status quo سے زیادہ ترقی، جب آبادی میں اضافے کا دور ہو، وہ زنجیر نہیں توڑ سکتی جس نے کسانوں و اقدار کے درمیان سے بھڑک رہی ہو، ایک سو بے ضرور پھچ جا چاہیے، کیونکہ سب کچھ بڑا اقدار پر تشدد کے لیے ہے، اس کی تمام تر کامیابیوں کے باوجود کہ دنیا کی ساتھی اقدار کی خرابیاں درست نہیں کی جائیں جو آج دنیا کے زمانے سے بیک وقت ہو رہی ہیں؟ ہمیں بدانا تو ضرور چاہیے، ورنہ ہم سب تباہ ہو جائیں گے، بالکل ایسی طرح جیسے بحرین میں کے آخری دور میں ڈیکھو، تباہ ہو گئے تھے۔

بڑا اقدار کچھ سست میں ایک تبدیلی سے، مگر اس نے دنیا کی قہر، ہیٹ 'یوٹیوپی' میں نہیں کی ہے۔ صحیح معنوں میں کوئی بھی ان کی حدوں سے واقف نہیں ہوئے ان کے منصوبوں نے اس کی ابتدا کی تھی اور اس کی کامیابی کے لیے لڑے بھی تھے مگر انھوں نے کامیابی کوئی ہے، جیسا کہ میں نے ٹیبل مشاؤون سے واضح کیا ہے۔ میں نے ان نئے مائنوں پر زیادہ اقدار کرنے کے مواقع کی نشان دہی بھی کی ہے، جو نئے ایجا ڈیوڈ طریقوں سے پیدا کیے گئے تھے، اور سب سے زیادہ اس میں اس حقیقت پر کہ سے زیادہ زور نہیں دے سکتا کہ مزید ترقی مختصر ہے، زمین، ایک جا بجا بابت قدم نکھوتی رہنا، ہڈیوں، مائیسوں، سائنس دانوں، معنوں اور اقدار کے اداروں پہنچن میں نہیں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن شامل ہیں۔

مگر اقدار کا عمل جاری ہے، ہمیں گانا ترقی کرنی چاہیے، اور ہم کر بھی سکتے ہیں۔ گندم اور دیگر روٹوں کی دیگر قسم اور زیادہ حصوں کی قوت و فی اقسام کی پیداوار جس میں زیادہ پیدا نہیں ہوں، تحقیق کے مراحل میں داخل ہو چکی ہیں۔

ہمیں ان کے مقابلے میں جو اس وقت موجود ہیں، انسان کے بنائے ہوئے زیادہ پیداوار کی قوت اور بہتر غذائی معیار والے نئے دیے کی پیداوار کے امکانات کی چوڑی چھان بین کرنی چاہیے انسان کی غذائی دیے کی لسان، Triticale، جو گندم اور روٹ کی کے مزید سے تیار ہوئی ہے، اُمید ہے کہ ایک دن جیسی فصل بن جائے گی۔

چکھنے چھرسوں میں یعنی تریباؤنی برائی کے تعاون سے میکسیکو کے International Corn and Wheat Center نے Triscale میں بھتری نے کے لیے نسل سازی کا ایک نیا پروگرام شروع کیا ہے۔ چکھنے میں نہ سمجھ میں ہم نے ایک بہت زرخیز قسم تیار کی ہے، اور اب تک کے نتائج یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ مطلوبہ اوصاف کے اعضاء سے بکٹی اقسام کی خصوصیت ایک قسم میں ظاہر ہوتی ہیں، اس طرح ایک نئے قسم کا دنیا پیدا ہو گیا ہے جو غندم سے بہتر معیار کا حامل ہے۔

Triscale کے سب سے اعلیٰ شہ و بھتری اس بنیادی مطالعے کی شروعات کی حامل ہے کہ دلیہ کی مختلف موجودہ نسلیں یا ان کے جنگلی رشتہ داروں کے مدد سے دیہی نسلیں تیار کی جائیں۔ بہت ممکن ہے کہ ایک انفرادی خلیے کی دانت میں بھتری اور embryo-culture تکنیک میں ہارمون اور غذائیت کے ذریعے سے، تاکہ ایک تیز رفتاری سے پیدا ہو جائے، اور ہدفی خلیوں کے درمیان دو نسل پن لگی پیدا ہو جائے، mutation اور polyploidy نسل کرنے کے طریقے سے کئی حیرت انگیز مکانات پیدا ہو جائیں گے اور حامل ہونے والی نسلیں کے درمیان مدد پیدا ہو جائے گا، جو پہلے مدد کے قابل نہیں تھے۔ حتیٰ کہ proplasmic کے اور خلیے کے واسطے پن کے بعد پودے کی بھتری کے لیے خلیے کی تفریق کی (انجائنس بھی ممکن نظر آتی ہے۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ دلیہ و دروں میں بھتری کرنے کے لیے وسیع مدد کا ایک نیا پروگرام بنایا جانا چاہیے۔ اس میں مدد یہ تکنیک کے ذریعے زلفانی (consummate) زرخیز کاری کے کئی دلیہ کا آغاز میں جینیاتی مدد یا جو جانا چاہیے اور ان دلیوں (hybrid) کا پیچیدہ ڈھانچا چاہیے۔ اگر نئے اعضاء کا مسدود ہونے کے دوران کو دہرایا جائے، جیسے جو دہ اور غم جو، غندم اور جو یا غندم اور چولہا، تو بعد میں ذاتی طریقے سے وسیع کرنے پر بھتری کے مکانات کے دروازے کھل سکتے ہیں۔

پر قسمی سے تمام دیوں میں ضروری مائیکروٹیم دیوں کی، بالخصوص 'ریزین' کی کمی ہوتی ہے، جو حسب معمول نشوونما اور صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ تاہم ان کی عام ہے، بالخصوص پچیس میں، اور اس کے زیادہ تر شکار یہ تو موت کی آغوش میں چھپے جاتے ہیں جسٹائی اور ذیلی طور پر عمر بھر کے لیے مفلوج ہو جاتے ہیں۔

اگر چند کے طور پر کمی کو دور کرنے سے اتفاق ہو جاتا ہے، نیا دہ پیدا ہو رہی دیوں کے مانت کی اقسام، میں چند سطح کے پیمانے اور مائیکروٹیم اب کا توازن کا بہترین حل ملتا ہے، اس لیے کہ اس میں اضافی خرچ و مخصوص تقسیم پریش کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اس بات کے امکانات بھی ہوتے ہیں کہ جسم میں ان کی پیداوار بھی ہوئے گئے۔ جو رقی opaque-2 gene مائیکروٹیم ب۔ ریزین کی پیداوار کو بھی دیکھا کر دیتی ہے جو اسٹائی اور چولہوں دونوں کی صحت اور نشوونما کے لیے ضروری ہوتی ہے۔

اسی طرح، انجیو جاس کے جوئی ایک قسم اور کچھ Triscale میں چھن ہوتی ہیں، جن کی مدد سے ضروری غذائی مادے غیر معمولی طور پر بڑھ جاتے ہیں۔ پودوں کی نسل سازی کرنے والے ایسا چھن کی پیداوار بڑھ جائے اور

دوسری خصوصیات کے لیے بہترین مہین سے یکجا کرنے کی کوشش کر سب سے پہلی طرح نہ صرف غذا کی پیداوار میں بڑے اضافے ہوں گے بلکہ نئی معیار بھی بن جائے گا۔ چوں کہ مہندگی کی یہ مصنوعی طریقوں سے پیدا کرنے سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کر سب سے پہلی غواب یہ ہے کہ ہم ہی طرح کی باتوں کے پودوں کے لیے بھی مصنوعی مہندگی سے چھٹکارا پاس کر سکیں وہاں یہ جو بھی مٹا ہو جائے جو کسانوں پر دنیا کا باعث ہوتا ہے اور نہ ہی ٹیکٹولوجی میں پوری طرح کھڑے کیے کی ضرورت سے بھی آزاد ہو جائے۔

میں اپنے محبوب میں دیکھا ہوں، سبز، تونا، زیادہ پیداوار کی گندہ، چہل، انجوں، مرغیوں، اور باجیوں کے  
 لہجہ سے کھیت جن میں، بغیر کسی خرچ کے 100 کلوگرام فی ایکڑ مائیکروبیائیٹ سے nodule-forming  
 nitrogen-fixing bacteria کی حیرت انگیز کامیابی۔ 1909 میں یہ mutant strains of  
 Rhizobium cerealis ایک بہت بڑے mutant پیدا کرنے والے پروگرام سے تیار کیے گئے تھے جن  
 کے ذریعے دال کے پودوں کی جڑوں پر نودولز (nodule-bearing) سے strains of  
 Rhizobium sp حاصل کیے جاتے تھے۔ اس سائنسی دریافت نے دنیا بھر میں، کھجور، سبزی، گندم، اور  
 پیداوار کی طریقے میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس لیے کہ اب سب سے زیادہ پائیدار فصلوں کے لیے ضروری کیمیائی  
 کھاد پروگرامت ان پھلوں نے چھوٹے پھول، غیرت انگیز، شکر، میوے، پھل، اور باجیوں کے سب سے  
 تیار پروگرام سے بغیر کسی خرچ کے دلیوں کے پودوں کی جڑوں میں پسلی دیتے ہیں جن میں مائیکروبیائیٹ کی صورت میں،  
 ان کی قلب مابہت ہو جاتی ہے۔

پھر جس جاگ المختار میں نور یہ دیکھو نہ مایوس سوچتا ہوں کہ mutation genetics کے پروگرام ایسی جنابوت میں مسرورف ہیں جیسے گندم کے پتوں پر ڈال دی گئی انجمن برون کے بال اتار دیا۔

اگر ہم ماضی کی حیاتیاتی کامیابی پر پوری طرحت انحصار کرتے ہیں اور مستقبل کی کامیابی سے عالم کے حاصل کرتے ہیں تو وہ جو غمناک میرے خوب میں پیش کیا گیا ہے، اس کے لئے میں تحقیق اور تعلیم پر ماضی سے کہیں زیادہ سرمایہ کاری کرنی ہوگی۔

بہت کم سرمایہ کاریاں میکسیکو میں مندر ہونے والی تحقیقات سے ہونے والے سماجی اور معاشی  
فائدوں کی بناء پر کر سکیں گی۔ 1943 سے 1964 تک سرمایہ کاری سے تخمیناً 750 فی صد اضافہ منظر ہوا تھا۔  
یہ مطالعہ مندر کے بہت قدیم پتوں کے قونی پیداوار پر اثرات سے پسے ہوئے تھا۔ گراب فونڈ کا حساب کیا  
جائے جس میں پاکستان، ہندوستان اور روس کے ایٹمی فی ممالک میں پیداوار کے اضافے میں ملتا ہے۔ سو فی صد اضافہ  
و شمار خیال طور پر زیادہ حیرت انگیز نہیں ہے۔

پھر بھی خطیر قوم شرق کی جاری ہیں تمام ممالک میں، اور ترقی یافتہ ممالک و ترقی پذیر ممالک ہندوؤں پر اور مسلمانوں پر بدلتی و بدلتی نظر سمجھتی ہے، جب کہ بہت معمولی ممالک شرق کی جاتی ہیں زرعی تحقیق پر اور تھیم پر، زندگی کو نہایت بنانے کے لیے، اور اگر اسی قوم کو متاثر کرنے یا تباہ کرنے کے لیے۔

بیزا انڈسٹریز بھوک اور بھری کے خلاف آرٹس کی جنگ میں وقتی کامیابی نصیب ہوئی ہے اس لیے آرٹس کو اس لیے کامیابی کا موقع فراہم کیا ہے۔ اس کامیابی کا پوری طرح نفاذ ہو جائے تو یہ انڈسٹریز اگلے تین عشروں تک زندہ رہنے کے لیے واٹر فڈا میو کر سکتا ہے۔ مگر انسان کو خوف زدہ کر دینے والی نئی مسلسل کو قوت کو کامیاب دینا پڑے گا، ورنہ بیزا انڈسٹریز کو کامیابی بخش چند روزہ ہو کر رہ جائے گی۔

نیا وہ تو لوگ ابھی تک "آبدی کے جن" کے قہر تو دست کا اندازہ نہیں کر سکے تھے۔ ابتدا میں صرف دو تھے۔ آدھ اور خود مدہ نشن پڑا۔ تب وارد ہوئے ابھی تک یہ ایک سوال ہی ہے، جس کا جواب نہیں مل سکا ہے۔ سوٹ مسک کے زمانے تک، دنیا کی آبدی اندازاً 250 میں تک پہنچی تھی۔ تب اور اب کے درمیان، آبدی بڑھ کر 5 عشریہ 5 میں تک پہنچ چکی ہے۔ یہ اندازہ اس لیے کہ اضافہ یا نقصان ہو رہا ہے۔ اگر 2 فی صد فی سال کو موجودہ شرح سے اضافہ جاری رہا تو 2000 تک آبدی 5 6 میں تک پہنچ جائے گی۔ اس وقت ہر سینکڑے گھنٹہ کی ہر جگہ کے ساتھ دنیا کی آبدی میں 10 عشریہ 10 میں ہر فرد کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اضافے کی تالی، گھنٹہ کی ہر جگہ کے ساتھ آبدی بڑھ کر 1980، 1990 اور 2000 تک بڑھ کر 10 عشریہ 10 میں ہر جگہ 4 تک پہنچ جائے گی۔ مگر انسان کو اس حقیقت کا احساس نہ ہوا اور اپنی تباہی کی طرف اسی طرح بڑھتا رہا۔ ہرگز سے عشرے کے ساتھ گھنٹہ کی ہر جگہ مسلسل بڑھتی جائے گی، تو یہ سب کچھ کہاں ختم ہوگا؟

ماٹھس [Malthus] 18 ویں صدی کے گھریلو فلسفی نے اپنے دور میں ہی اس خطرے کا اشارہ دے دیا تھا۔ مگر اس نے خاص طور پر اس امر پر زور دیا تھا کہ آبدی بڑھ کر فراموشی کی رفتار سے زیادہ تیز ہوگی۔ وہ اپنے زمانے میں بڑھتی ہوئی پیداوار کے سلسلے میں آدمی کو قوت میں بڑھ کر اضافے کا خطرہ نہیں کر سکا تھا۔ نہ ہی وہ پیش بینی کر سکا تھا کہ جہاں کن جہاں اور وقتی نتائج کا جو انسان کے، سڑکتے ہوئے، زہریلے اور خطرے والا نظریہ کے اور جھٹکاؤں کے شور مچانے والی ماحول میں غصے کر سب سے پہلا میں گئے۔ کیا انسان اس کچھ کا کوئی داشت کر سکے گا؟ غیر معمولی بڑے درختوں کے انسان کے اندر کی حیوانی جبلت کو بڑھادیجے گا اور اس کو پاگل ہوتے ہوئے جگہ میں سمجھ، غیر منطقی اور مافی طور پر غصے انگیز رویہ اپناتے ہوئے آسکتے ہیں۔

ہمیں اس حقیقت کا احساس کرنا چاہیے کہ انسان کی زندگی کی سب سے بڑی ضرورت کافی غذا ہوتی ہے۔ ایک مٹا سٹ اور شیش زندگی کے لیے ہمیں ابھی قہیم، سوہمد و زمت، آرام و وقیع، مکار، چھال، ہنس، موڑ اور بہد و حاجت فراہم کر دینی ہے۔ جب تک ہم یہ سب فراہم نہیں کرتے، بھوک سے نہیں، آدمی ماحول کی پیدا کردہ بیماریوں سے ہی جد ختم ہو جائے گا۔

اور اب بھی، میں اپنی نوٹس انسان کے مستقبل کے لیے، ابھی امیدیں رکھتا ہوں، اس لیے کہ تمام حیوانی آبدیوں میں پیداؤں کے وقت قدرتی طور پر ایسے انتظامات ہوتے ہیں جو ماحول کی وسعت کے مطابق آبدی میں رد و بدل کر کے سب سے زیادہ شہ انسان میں بھی ایسے انتظامات ہوتے ہیں۔ مگر قدرت نے ابھی





## رینے کا سن

### اعلان تجلیل

بچپن پر نوٹس امن خیمہ تنہا کسی ایک فروری 1964 میں دہلی میں ہوا۔ انعام مارمیں دھرم سنگھ کو دیو  
 گوٹھ میں وہ زندہ نہیں تھا۔ اس نے اپنی کچا تاریخ کی انسانی حقوق کے لیے یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ  
 انسانی حقوق کے جوے سے گھبراہٹ میں عدم تعاون تحریک کے رہنما کی حیثیت میں قتل ہو گئے۔ ان  
 کی موت سب سے افسوس ناک واقعہ ہے جو دنیا میں جنگی بار میں اور غیر جنگی کے کسی دہلی کو چھٹا آیا ہے۔  
 مارویائی پر ایمان کی قتل کشتی نہایت احسان مند کی رات تھ مارمیں دھرم سنگھ کو دیو دہلی سے اور ان  
 کی یاد میں امن کے لیے دعا کرتا ہے۔

جس کے سائینڈس کمپ میں 27 نومبر 1895 کو انٹریڈ قتل نے اپنی ہیئت پر دستخط کیے تھے جو  
 بعد میں تمام مشہور ہو گیا ہے۔ یہ واقعہ سن ریکی کی میں، دس دیکر 1896 کو اس کی موت سے تقریباً ایک  
 برس پہلے کا تھا۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں، نوٹس نے فیصلہ کیا تھا کہ اس کی موت سے حاصل ہونے والی آمدنی پانچ  
 حصوں میں تقسیم کی جائے گی۔ اسی دن کو انعام میں دی جا رہے تھے جنہوں نے بنی نوٹ سن کے لیے  
 سب سے زیادہ کام کیا تھا۔ اس کی بہت مختصر ہی ہیئت میں ایک جملہ ہے جس کی بنا پر ہم نے اس نے انعام کے  
 انعام پانے والے پر فیصلہ دینے کا امن کے بارے میں کیا تھا۔ وہ جملہ یہ ہے، "میری واضح خواہش یہ ہے کہ  
 انہی مدتے وقت انعام کے لیے تمام زائد دن قومیت پر توجہ نہیں دی جائے گی کہ وہ سیکھنے کے لیے کا ہے یا  
 نہیں۔"

قومیت، سن، مذہب، جنس یا سماجی حیثیت سے قطع نظر، یہ دراصل ان کی نظر میں انسان کی قدر ہے  
 جو ہر فیصلہ کاران کی زندگی میں ورکام میں جان ڈال رہی ہے۔ ماورجیا کی خود یہ انسانی قدر کے تحفظ پر اپنی

کے حقوق میں ان کی شرکت سبب مبینہ سرکاری اعلان ہمارے شامی حقوق میں بیگانہ کیا گیا ہے، جس کی بنا پر تاریخی پاریمان کی نوکلی کمیٹی آج یہ اعلان کو پیش کر رہی ہے۔

مئی ۱۸۸۷ء میں جنوبی فرانس کے علاقے Bayonne میں پیدا ہوئے۔ اقوام متحدہ کے اعلان ہمارے انسانی حقوق کا مسودہ آٹھ سے تھیک میں برسرِ قلم جسے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء میں منظور کیا گیا تھا، انھوں نے ہی جوڑ کر کیا تھا اس وقت کا بنیادی تصور اس طرح کے تھے اگرچہ اس وقت ان کا مابین اقوام متحدہ کی پہلی مشہور ہوئی مگر یہ اصول عرصے سے ان کی ترقی زدگی انسان کی خدمت میں صرف ہوتی تھی۔

قانون کی تعلیم کے بعد وہ عرصے بعد ہی، انھیں پہلی عالمی جنگ میں جھڑپ دیا گیا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں ایک جرمن گولی نے انھیں قتل معذور بنا دیا تھا، اور ہی کے بعد سے وہ کمزور طالع و جہد میں رہتے گئے تھے۔

میں آپ کو ان کی تعلیم کوششوں کے بارے میں بتانا چاہوں گا، جو انھوں نے معذور سپاہیوں، جنگی بھائی اور یتیم ہونے والے ۸۰,۰۰۰ فرانسیسی بچوں کے لیے کی تھیں۔ ان لوگوں کی مدد کے لیے جو تعلیم انھوں نے قائم کی تھی، اور چھٹی بھی تھی اس کے تصور و ذہن۔ کھانا اور دوا کی چیزیں اور یہ کام ہی تھے جو اس سماجی قانون کے پیچھے کا رہا، تھے جس نے جنگ کا شکار ہونے والوں کے سماجی اور عائلی تحفظ کے حقوق کا یقین دلایا تھا۔

جنگ سے متاثر ہونے کے لیے ان کی خدمات فرانس تک ہی محدود نہیں تھیں۔ ۱۹۲۱ء اور اس کے بعد کے برسوں میں انھوں نے کئی، پوسٹل، حرکی، جیو-سیول اور آسٹریا کے جنگی ارموز اور اوروں کے لیے کئی کانفرنسیں منعقد کی تھیں۔ ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۳ء میں ترک اطلالیات کی تائید میں بڑے مظاہرے ترتیب دیے تھے مگر یورپ میں ۱۹۳۰ء کے تھوڑے سی ہی مضمرات۔ بدھتی موٹی ماسوٹ ورلڈ ہیٹ۔ کے باعث امن کی فضا قائم کرنے اور تمام ملکوں سے آنے والے جنگی سپاہیوں کے مسائل کی سمجھ بوجھ کا سلسلہ اک بدستور ہو گیا۔

۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۸ء تک کا مابین نے League of Nations for Disarmament میں کام کیا۔ جب ۱۹۴۰ء میں فرانس میں چند دنوں کے لیے جنگ بندی توڑنے کا سن پڑا تو شہر کی جیسے جیسے لڑکیاں کی اہلیاں پوری لڑائی کے راستے ملک سے باہر چھ گئے تھے۔ جون کی ۲۰ تاریخ کو وہ لندن پہنچ گئے، جہاں وہ لڑکیاں کی جیو-سیول حکومت میں وزیرِ اعظم بنادے گئے تھے۔ انھوں نے، درہت سے کاموں کے علاوہ، انیس چھ ماہ ورلڈ ہیٹ کے درمیان ہونے والے معاہدے یا دیکھا تھا جسے بعد میں آزاد فرانسیسی افواج کا فرمان ہوا تھا۔

فرانس کے شہر یوں میں قائم ہونے والی حکومت نے کام میں فرانسیسی شہریت معطل کر دی اور غیر شہری

۱۹۴۰ء میں جنگ میں فرانس پہلے ہی کا ہندو ہونے کے بعد ان کی شہریت سے کسی کی وفادار یہ شہر کی حکومت بنائی گئی تھی جس نے انھیں فرانسیسی لڑکیاں کی مائیں تھیں۔

میں ان کو موت کی ہزا سلائی تھی۔

دیس کی جنگ کے خاتمہ کے سرحد کی کان کنی کے حقوق کے بہت اہم و بڑی اہمیا ہوئی تھی۔ یہی وہ وقت تھا جب تمام ملکوں کے لوگوں کو اپنی بار بار چھٹی کر مشرق کے جنگ کے پسوا اور غنائم کیا تھے۔ یہ بھی سیاسی مقاصد کے لیے ایک کھل جنگ نہیں تھی۔ یہ نسلی گروہوں کی نیستی تھی، ایک نسل کو کٹی تھی، دنیا کو جس کا پسے کبھی تجربہ نہیں ہوا تھا۔

حقوق کی سمجھ بوجھ سے آنے والی صلہ ہے جس اور یہودی نسل کے لوگوں کی بچہ کشی کی اہمیت سے مانے عامہ کو چھڑا کر رکھ دیا تھا یہ خوف ماکہ و اقدس تھا رہتا ہے مطالبات کا جو تمام قوموں کی حکومتوں سے کیے گئے ہیں کہ ایک بین الاقوامی حقوق کے مابین کے ذریعے انسانی قدروں پر آئندہ ایسے حملوں کا قہر سب سے جائے۔

یہ خیال 1945 میں پیدا ہوا جب تو اسلیمو نے اپنے مقامی میں Commission on Human Rights قائم کرنے کی دفعہ مثال کی۔ کمیشن کا کام ایک عالمی اعلان برائے انسانی حقوق کی تیاری اور ایک بین الاقوامی کنونشن کا قیام تھا جو تمام ممالکوں کو ان حقوق کو حقیقت بنانے پر پابند کرے گا۔

ایک عالمی ترجمان کے ذریعے فرانس کا ایک قرارداد دہریے کا سن اور ریاست ہائے متحدہ کی ایک شخصیت ایملر روزویلٹ (Eleanor Roosevelt) [صدر راویٹ کی اہلیہ] نے مل کر عہد انسانی حقوق کی بنیاد رکھی تھی۔ سو برس قبل، ان دونوں قوموں نے اعلانات منظور کیے جو آزادی کے بنیادی حقوق کی ضمانت دیتے تھے۔ میرا شمار، امریکی اعلان آزادی 1776 اور فرانسیسی اعلان انسانی حقوق 1789 کی طرف ہے۔

مگر اعلان حقوق انسانی، جس پر ایملر روزویلٹ اور ریچرڈ ہاسن نے چھ مضمون پیش کیے تھے، 1776 کے امریکی اعلان آزادی اور فرانسیسی اعلان برائے حقوق انسان 1789 سے بھی آگے نہ بڑھا، یعنی وہی کچھ ان شقوں میں بھی تھا جیسا کہ وہی اعلان حقوق 1918 میں پیدا ہوا ہے۔

ایملر روزویلٹ انسانی حقوق کے کمیشن کی صدر نشین تھی، اور ریچرڈ ہاسن اس کے نائب تھے۔ مگر اعلان کی دستاویز دہریے کا سن نے مرعوب کی تھی۔

مثلاً وہ کہیں گے کہ جدید و جدید برائے حقوق انسان، قصبہ رنگ و رنگوں کے خلاف، اقلیتوں کے خلاف، مذہبی گروہوں کے خلاف اور عورتوں کے خلاف تھی۔ کہ یہ سب بہت نیک کام ہیں مگر کیا ان سب کا امن سے کوئی واسطہ ہے؟

کسی اور نے بتا دیا کہ وہ سچ جو سب نہیں دیکھ سکتے وہاں نوردالی (Nordahl Grieg) کے جس نے اپنی ایک نظم "لوگوں کے لیے" کے مندرجہ ذیل الفاظ میں کہا ہے:

تشریف سے بچانے کے لیے تیرا تخت!

یہ رقی توار تیری

نہیں گرا اپنی پیادگی پر

کسب انسان کی تو کامل قدم

جن پچاس قوموں نے اقوام متحدہ کے بنیادی پیمانے میں 1945 میں فرانسیسیوں میں دستخط کیے تھے اس حقیقت سے، اچھی طرح واقف تھے کہ وہ پانچوں فریقوں کے حقوق اور قدر کے احترام پر ہی تعمیر کیا جاسکتا ہے۔ اس قسم کا امن ایک ملک میں قائم ہو سکتا ہے جس میں لوگ آزاد نہ ہوں۔ جہاں وہ اپنے خیالات کا اظہار نہیں کر سکتے، اپنے حقوق کی ادا نہیں کر سکتے، جہاں وہ قانون کی نگاہوں میں برابر نہیں ہو سکتے، جہاں ان کو تشدد اور جنگ آمیز رویاؤں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

بنیادی سہ ہندوئیں میں یہ طے کیا گیا ہے کہ امن اور تحفظ ان کے مقاصد ہیں۔ دوسرے حصے میں امن میں ایک انسان کے بنیادی حقوق اور ان کے پیمانے پر اپنے یقین کی تصدیق کرتے ہیں۔ وہ انسانی حقوق کے احترام اور ان کے تحفظ پر ایک محکمہ یقین کی قیادت میں اقوام متحدہ نے پیدا کی ایک نئی امانت ہے۔ انسانی حقوق جاری کیا تھا۔

کمیشن برائے انسانی حقوق کی ایک بڑے مشکل کام کا سامنا تھا۔

دنیا کو طعنہ دینے کے لیے اقوام متحدہ کی بنیادی کمیٹی برائے انسانی حقوق کے فروغ کے لیے کام کرے گا، مگر میں بنیادی ان حقوق کا نہیں کرنا نہیں تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ یہ جو پچاس یا ساٹھ ملکوں کے باشندے ہیں، جو حقیقت رکھتے ہیں دنیا کے ہر حصے سے، ہر طبقے کی ترقی یافتہ تہذیبوں سے، مختلف مذاہب و مذاہب و نظریات سے، تو ان لوگوں کے نزدیک انسانی حقوق کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ مغربی یورپ کے ممالک کو جو اس طرح کے تصورات رکھتے ہیں، مگر چینی، انڈونیشیائی اور ہائیتی کے ممالک آزادی، مساوات اور معاشی و تہذیبی حقوق کے لحاظ سے کیا مطلب اخذ کرتے ہیں؟ تو یہ اس قسم کی رفاہی رویہ ستوں اور ان ترقی پذیر ملکوں کے اصرار ترقی یافتہ ہونے کی بات تھی۔ مثلاً کے طور پر یورپی ممالک میں "سپر" کی مثالیں مل سکتی ہیں کہ حقوق کے مطلب پر امریکی سے مشابہ ہو سکتے ہیں۔ مگر دنیا کے ہر حصے میں ایک کے ممالک میں، جہاں ایک صورت کی قیمت پر رہائشیوں کے برابر کبھی جاتی ہیں وہاں اس کی توجی اس طرح کی جاسکتی ہے؟

ان دشواریوں کے پیش نظر، یہ یہ قیاس کی بات نہیں کہ کمیشن کو یہ مناسب تھا کہ کرنے میں وہ برس کا وقت لگ گیا، جسے 1948 میں جن میں میں منعقد ہونے والے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں برائے آسانی سے قبول کر سکا تھا۔ مگر وہاں بھی، جہاں ہر حصے کے سامنے ایک مکمل طور پر تیار مسودہ پیش کیا گیا تھا، ہم نے اسے تو کئی حصوں میں دو مہینے کا وقت دیا۔ اور تین دفعات کے اجلاس میں کی جانے والی تبدیلیوں پر بحث کے دو ماہ 200، ابارہ لے شادی کی گئی تھی۔

مگر اس طرح سے ایک اعلان کو وجود میں لائے تھے جو انسان کے عمومی حقوق کے ہر حصے کے طور پر ایسا دے، خواہ محدود دنیا کے کسی بھی حصے میں، اور کسی بھی قسم کے نچلے سطح پر رہتے ہوں۔ جن ملکوں نے اس کے حق میں ملے دی انہیں نے خود کو پابند نہیں کیا، مگر معاہدے کے دوران ان خود اعلان کیا تھا کہ ہر شخص کو



کے کام میں، جس میں ہر قسم کے تصور اور سرگٹھائی محنت کو تمام زبانوں میں پیش کیا گیا تھا، پروفیسر کاسن کی حیثیت کلیدی تھی۔ انھوں نے ہر مرحلے پر مسائل کی تصدیق، ہدف، وضاحت کی اور مصافحہ کیا۔ قلمداد جتنی حد تک بنیادی بنیادوں میں بنیادیں، اور پتہ ہدف کے حصول میں ثابت قدم تھے۔ مگر وہ ہمیشہ معذرت کرتے اور دماغ کی حالت کو برقرار رکھتے تھے۔ وہ اپنے موقف پر سختی سے قائم رہے، مگر جب انھیں اس بات کا احساس ہوتا کہ فوری طور پر ان کے قبول کیے جانے کا امکان نہیں تو وہ مسئلے پر اٹھ رہنے کے بجائے سے قبول کر دیتے۔ اس کے بعد جو عمر گزارا، جس نے بہت سی نئی قوموں اور نئی طریقوں کو اپناتے دیکھا، اس نے ثابت کیا کہ کئی تھوڑے عرصے میں 1948 میں روڈی گئی تھیں اب کنوینشن کے متن میں مثال کیوں گئی ہیں۔

کاسن نے ایک غیر متحرک اثاثہ کا کردار بھی ادا کیا تھا۔ جو شرابی اور سیوی حقوق پر زیادہ زور دیتا تھا۔ جو یورپی، اندر بحالی اور مشرقی یورپ کے ٹھکانے داروں کے درمیان معاشی، سماجی اور تہذیبی جڑ کے میں زیادہ وزن دیتا تھا۔

اور جب اعلان ہمارے انسانی حقوق۔ جو پیدوار تھا بہت سے دماغوں، مذاہب، بہت سے خیالات اور بہت سے دلوں کی۔ بلا اثر تیار ہو گیا، تو یہ بیادوں کا تقسیم تھا۔ سچے کاسن کی ذہنی کاوشوں کا۔ تو پھر، پروفیسر کاسن کے مخلصین ہیں۔ آپ اپنے کام سے، چند ہفتے قبل نے دشمن چوٹ میں شائع ہوئے والے اپنی ایک مضمون میں انھوں نے لکھا تھا:

یہ عدل ہمارے لیے ایک آدرش ہے، اور یہ ہمارے احوال سے رہنما اشارے کا مکمل مجموعہ ہے۔ مگر حقیقت یہ ایک نظریہ تھا، یہ اٹھانے کے لیے کافی ہے کہ ہم اپنے آدرش سے کتنے دور ہیں۔ کوئی بھی ملک، حتیٰ کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک بھی یہ غرض نہیں کر سکتے کہ وہ اعلانات کی سرکاری دفعات کی تعمیل کر رہے ہیں۔ ایک دفعہ پھر جتنے اور آدرش، جن کے لیے ہم نے جتن کی ہے، انھیں میں گم ہو گئے ہیں اور ان کی رہنمائی نے اپنی ٹھوس ریاست کی حاصل کرنی ہے، وہ انسانی حقوق سے قطع نظر اپنے معاملات خود حل کرنے کی طرف مائل ہو رہی ہیں۔

ہم زبردستی کے حق کی پابندی دیکھ رہے ہیں، خوف ہذا کے بغیر موت اور قتل کا رستہ کیا جا رہا ہے۔ عورتوں کا استحصال، بڑے پیمانے پر حقوق، غمخیزوں کی آزادی اور تقریر کی آزادی کی بے حرمانی، نسلی تعصب۔ یہ تمام نمایاں تکی پھیل چکی ہے۔ ان سے سرفہ نظر نہیں کیا جا سکتا۔

مگر ان کتابوں پر پروفیسر کاسن ناامید نہیں ہوئے۔ وہ تقابلی کام کی اہمیت پر دورے ہیں۔ صرف بچوں کے لیے ہی نہیں، بلکہ بالغوں کے لیے بھی تاکہ زرخیز مٹی میں اعلان کے خیالات کی نشوونما ہو سکے۔ اور یہ کوئی اتفاق نہیں تھا کہ UNESCO کے بنیادی کے مستندوں میں سے ایک کاسن خود بھی تھے۔

اعلان ہمارے انسانی حقوق کو قانونی طور پر تمام ممالک میں مستند ہونے والے اس لیے کاسن نے دہرہ حاصل کی چیز کی میں حصہ لیا تھا، جنہیں اعلان کے غماز میں بعد میں 1966 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی

نے مشفق محو پر منظور کیا تھا۔

1948ء میں عدالت کی منظوری اور 1966ء میں کنونشن کے قیام کے درمیان کے عرصہ برسوں میں انفرادی طور پر کچھ ریاستوں کی میں نہیں، بلکہ پوری دنیا میں ایک جمہوریتوں کی قیادتوں کو اس واقعے کی طرف اشارے میں اس حقیقت کا حوالہ دیا جاسکتا ہے کہ 1948 اور 1966 کے درمیان تقریباً ساڑھے تین ملین اقوام متحدہ کے رکن بن گئے۔

نئی ریاستوں کے کچھ مفادات جسے جو اقوام متحدہ میں شامل ریاستوں کی ریاستوں سے بالکل مختلف تھے ان کے نزدیک سال دنیا کے کچھ کی سیاسی حقوق کا نہیں بلکہ ان ملکوں کے حق خود انتظامی سے متعلق اصولوں اور ان کی قصہ کی ترقی سے متعلق تھا۔ اس لیے مثال کے طور پر قوموں کا نظام ترقیت سے پیسے کا معاہدہ جو صنعتی ترقی پر فخر کیا ہے اس سے پیسے کی ترقی کے لیے تھے۔

اقوام متحدہ میں موجود ایک طاقت ور عنصر نے بھی دو مہم ناموں کی اعلان سے زیادہ وسعت دیتے ہوئے ان کے مشن پر پناہ بخش چھوڑ دی اس کے باوجود تاریخ میں پہلی بار، دو بین الاقوامی جماعتوں نے مشفق طور پر آدمی کو کچھ بنیادی حقوق دینا منظور کیا تھا۔

کسی ملک نے بھی تک ان دو مہم ناموں کی۔ ایک بشری اور سیاسی حقوق سے متعلق اور دوسرا اقتصادی، سماجی اور تہذیبی حقوق سے متعلق۔ تو بین الاقوامی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ جواز ہوں، پینتیس ملکوں کو ان کی توثیق کرنا۔ زمی سے۔ ایک پڑھیں اس کے کی صورت میں یہ کہ دینا ضروری ہے کہ ریاستوں کی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ ممکنہ طور پر جتنی جلد ممکن ہو سکے وہ ادارہ خود اپنی پارلیمان میں ان کی توثیق کے لیے ایک تہذیبی پیش کرنے پر تیار ہے۔ یہ تو قیام نامہ نہیں کہ وہ بے اسینڈیٹی بنیادی ملک بھی ایسا ہی کریں گے۔

اسی جیسے دبیر کے ایک مہم ناموں، پورے میں نہیں تھا، آدھی رات سے ذرا پہلے Palais de Chaillot میں، اقوام متحدہ کی چار سہل میں، انسانی قدر و انسانی حقوق کا یہ تاریخی عہد نامہ منظور کیا گیا تھا۔

ان میں۔ کچھ دنوں جو آج جبر کے خاتمے کے میں زندگی گزار رہے ہیں، اس اعلان کا ہم نہیں تھے، عمر ایک چھوٹی سی شمع جوتی گئی تھی اور اعلان میں شامل انسانی حقوق، ایسے ہی، جو سوئی کی تختیوں پر کندہ تھے آگ لگے برسوں میں انسانی تعمیر و ترقی کے بارے میں اس کے دروازے کی تجدید نو میں ایک طاقت ور کردار آکر رہے۔

آج جہاں انسانی حقوق اور آزادی کا اعتراف نہیں وہاں امن نہیں۔ مہم نامہ جنگ کے میدان میں نو جوان بلکہ ہے۔ مہم نامہ قیدی زندانوں اور محبوس خانوں میں بھیجے جاتے ہیں۔ وہ اس آدرش کے لیے لڑتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی گھبراتے ہیں، انسانی حقوق کا اعلان جن کی آواز بلند کرتا ہے۔

تعمیر صرف نہیں سے طلب نہیں۔ ہم میں سے ہر ایک سے بھی طلب ہے، جنہیں پورے یقین ہے کہ ان سے یہ حقوق چھینے نہیں جاسکتے۔ 1968ء کی دوسال ہے۔ انسانی حقوق کا سال جس نے ہمیں ایک قدیم کجی کا



انہماک ثابت دیا ہے! امن — آزادی کی طرح، ناقابل تقسیم ہے، ہر ایک کو ہر ذرا سے ملنے طریقے سے پکڑتے رہنا چاہیے۔

صدر نشین ماریائی ٹوٹیل کمیٹی Gunhar Jahn کی نیابتی

خطبہ:

## انسانی حقوق کا میثاق

دسویں ستمبر کے اجلاس میں، مجھے ذاتی طور پر ماریائی قوم کی ٹوٹیل امن انوم قائم کرنے والے، اس کے جینیے، انریڈ ٹوٹیل، 10 دسمبر 1896 کو جس کا انتقال ہو چکا، کی راج تھیں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی، اور تمام انوم اپنے والدین کو بھی جنھیں 1901 سے انسانیت کی خدمات کے لیے نوازا گیا ہے، عمر بھر احساس ہے کہ میں ٹوٹیل امن انوم کمیٹی کے مکان کا شکر یہ ادا نہیں کر سکا، و خصوصاً کمیٹی کی صدر نشین Mrs. Aase Lonaes کا جنھیں نے، قوام متحدہ کے 1948 میں منعقد ہونے والے چارل اسمبل کے اجلاس میں ماریائی قوم کی کمیٹی کی تیسری کمیٹی نے عالمی سطح پر انسانی حقوق پر غور کیا تھا۔

لہذا، قبل اس کے کہ میں اپنے کلام کی ابتدا کروں، میں اس خطا کا ازالہ کرنا ضروری جانتا ہوں، جسے غیر ضروری بھلی سی سمجھا جا چاہیے اس خود بخود بخیر اور نیک نیتی کی وجہ سے داری کے دھڑکے، جو ٹوٹیل امن انوم کمیٹی نے جاری کی ہے، اس تمام اس کمیٹی اور دنیا بھر کے اس کے حامیوں کرنے والے کے ساتھ ہیں۔ ان دنوں ہمیں مستقل اضافہ ہی کیوں ہے مزید یہ کہ جب رائے عامہ "ربنہ انسانی قدوس" والے ٹوٹیل کمیٹی کے انتخاب پر اتفاق کرتے ہیں تو انوم کے قائم کرنے والے کے متعلق ہر ایک کا زیادہ تر یہ سے جائز دیا جاتا ہے۔

یہ ٹوٹیل کمیٹی کی ذمہ داری ہے کہ وہ بہت احتیاط سے اپنے انتخاب کو محام میں شہرہ کرے اور انوم اپنے والدین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے طور پر ان تمام اسباب و عوامل کو جو اس کے سامنے پیش کرے جن کی جدت و دوام اس کے دیم پرے حق سر کے حصے میں کامیاب ہوئے۔ اپنے فیصلے کی ذمہ داریوں کے چار کرنے کے بعد ہی اس کو اس بات حق پہنچتا ہے کہ وہ ماضی سے بے گنک ہونے والی ترقیات پر نظر کرے، اس امید پر کہ وہ اپنے شے والوں کو۔ دیم پرے تمام کوئی سمیت۔ قائل کرے گا، ان ضروریات، اور ان امکانات کے لیے جو ایک بہتر اور شیش دینا پانے کی طرف پیش قدمی میں معاون ہوں گے۔

میں ابتدائی میں اس بات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ اس صدی کی شروعات کے بعد میں نے شمولیت کی صلاحیت آنے سے ذرا قبل۔ اپنی کئی زندگیوں کا آغاز کر دیا تھا۔ میں کچھ معنوں میں اس وقت

اپنی تعلیم کے ابتدائی دور میں تھا اور مجھے بین الاقوامی مسائل کے مطالعے میں دلچسپی بھی تھی۔ بچپن ہی سے میں ایسے شہری کاموں کا پڑ جوش شیدائی تھا جو اپنے ایک خاندانی دوست اور فوجی ڈاکٹر کے ہاتھوں ہوتے ہوئے دیکھا کرتا تھا۔ اس طرح، کچھ عرصے بعد نہ صرف کپتان ڈریس (Captain Dreyfus) بلکہ دوسرے کم مشہور لوگوں کے ساتھ ق جانے والی مجرمانہ نا انصافیاں بھی مجھے افسردہ کر دیں۔ کئی تھیں۔ پھر بھی، پروفیسر بننے کے لیے قانون اور ادب کے مطالعے کے دوران، اپنی کم گوئی یا خود بے اعتدالی کے باعث میں مسرطہ پر سیاسی موضوعات سے گریز کرتا تھا، باوجودیکہ ذہنی دریں اور کاموں کے تکنیکی قوانین پر اعتدالی، یا شخصیت نیک مکتبی کے اصولوں کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس طرح انگریزوں کی چھوڑی ہوئی دہشتوں پر عمل کرانے کے موتی حقوق کے سوجی پہلو بھی انیس امیت کے حامل ہوتے ہیں۔

درحقیقت 1914-1918 کی جنگ جس نے یورپی فوجی اور آرام دہ اعتدالی مساوات کو بدتر میں کود پڑا وہ سختی نہ سب تو میری متنازعہ مذہب حد بندی کو درمدم دہ کر دیا تھا۔ اس جنگ نے مجھ پر ناقابل رد اور کئی مہر ثبت کر دی ہے، جیسا کہ میرے بہت سے ہم عصر لوگوں کی سرحد ہوا ہے۔ مگر یہ میدان جنگ یا اسپتالوں کی زیادہ قابل دید میں مائی نہیں تھی جس نے میں آلودہ کیا ہے، بلکہ یہ جنگ کے تکلیف دہ احساسات اور دور رس اور فضول فریق نتائج جیسے مفند و سپاہی و ناخائف کے لیے مدافعت کرنے والے افراد۔ ہم سب کی بھلائی کے لیے مریا نے؛ لے۔ میں خود کو اس خیال و قبول کرنے کے قابل نہیں پڑھا تھا کہ ان متاثرہ لوگوں کے سرحد قومی یک جہتی و یک قسم کی بحران اور ایک ہی محدود رہنا چاہیے جسی وہ ہے کہ میں بعد کی ن فکریں میں شامل ہو کر تھا جو قومی میثاق کی خدمت کے دوران گھائے گئے انھیں تھکات کے معادے کی تصدیق کے لیے لڑے، اور فحشا تا لہاز میں لڑے تھے۔ ہمارے ملک کے انسانی وقار اور عام بکتری کے لیے، جو اس وقت انفرادی قوت میں کمی کا شکار تھا، ضرورت تھی کہ راتی فوجی کے مدد سے ہمارے بہت سے معذور کار آرموزہ سپاہیوں کو سونا کی میں ایسے طریقوں سے دوبارہ فہم کیا جائے، جیسے معنوی عقدا کے جنگوں کا قیام، پیشہ ورانہ تربیتی پروگرام، چھوٹے و بڑے پکار بار کے لیے فوجی فراہمی، اور قوم کے مخصوص تحفظ میں 800,000 بچوں کی پرورش اور تعلیم وغیرہ۔

یہ اس پہلی مہم کا نتیجہ تھا جس کے لیے میرے بہت معترم ساتھیوں اور میں نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ ضرورتی ہے کہ ہر پسے اصول کی طرف واپس جائیں اور ان لوگوں کے لیے پروش کریں، اگر مائی اعلی ترین شمن کی، جنھوں نے مجھ اس مفروضے پر عمود قرار دیا تھا کہ جس یہ آخر کی جنگ تھی۔ اور میں جس ہی معاہدے دینے کے قانون کی منظوری کا یقین دار رہا، ہم نے مستقبل کے لیے بنیادی کام شروع کر دیا تھا۔

ہماری طرف سے پسند شدہ جسنائی کش (ILO) International Labor Organization کی تشکیل میں امداد تھی، جس میں 1921 سے دونوں عاید دشمنوں کی جانب سے معذور فوجیوں کے مختلف اداروں کے نمائندے شریک رہے ہیں۔ برٹ ماس (Albert Thomas) کے زیر سرپرستی و تائید ہم نے

اپنی سماجی قانون سازی کو مربوط کرنا شروع کیا تھا، جو کچھ جو بھی تھی اور جو منسوبہ بندی کے مراعات میں تھی، ساقطی من کے لیے اپنی توقعات کے لیے مانجھے بھی کیے تھے۔

اس طرح ہمیں، جنھوں نے ایک ساتھ جنگ لڑی تھی، خود کو منظم کرنے کا موقع مل گیا، تاکہ ان مددگارین کو مدد فراہم کی جائے جنھیں نے واقعی اس عالمی جنگ سے سبق حاصل کیا تھا۔ وہ اس کے دو روایتی ہونے کے اسد وئی کوشش کر رہے تھے۔ ہارنی کوششیں کا اندازہ سابقہ فوجیوں کی یکے پیونے پر 1922 میں French Association for the League of Nations (CIAIAC) میں شمولیت سے اور 1925-1926 کے دوران International Confederation of Disabled Veterans کے قیام سے ہو جاتا ہے، جس کے نہایت سنجیدہ رہنماؤں نے اس وقت اپنے رسوم، اپنی آزادی اور آتش اپنی زندگیوں کو بھی خطرے میں لایا، جب غرقیت پیچھے والے ورثہ کے پیچھے ایک درپردہ جد کھڑے ہوئے تھے اور انھیں نے جیمنی اور دوسرے ملکوں کی حکومتوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ ذاتی طور پر میں اس تقریر کو بھی نہیں بھول سکتا جو شمر کے دوست روزولف ہیس (Rudolph Hess) نے 1934 کے سیر سال میں 6 جولائی کو میونخ میں کی تھی جس میں اس نے کھڑے عدالت کو قیام کرنا تھی حکومت، جو پہلے سے ہی سیاہی قتل کے لیے مشہور تھی، آزادوں میں سابق فوجیوں کے حوصلوں کو، جانے کی تیار کر رہی تھی، افسوس کہ وہ بالکل صحیح کہہ رہا تھا۔ یہ ایک کاروبار حاصل تھا جب ہم میں سے کچھ نے مستقبل کی جتنی حد اورنی کی اس ابتدائی حرکت کو روکنے کی کوشش کی تھی۔

اس وقت CIAMAC کی امن سازی کی کوششوں کی اطلاع دیتے اس اندام سمیل کو دی گئی تھی، مگر پینڈو پہ حملے نے یورپ کو آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں لیا شروع کر دیا تھا۔ مجھے امید سے کڑھائی عالمی جنگ سے بچ جانے، اور اس کی حیثیت میں، اس مقام پر مجھے شدت سے در آنے، باڈراج عقیدت پیش کرنے کی جازت دی جائے گی، ان کو بھی جو اتنے محنت قسمت نہیں تھے کر بیج جاتے، مگر انھوں اپنے اثر کی وقت تک امن کو بچانے کی کوشش کرنے والوں میں حرکت کا اعزاز پایا۔

اس دوران تعلیمی مسائل نے خود ایک آفیشل پر جسے شروع کر دیے تھے۔

بالآخر یہ ضروری ہو گیا تھا کہ جاپن کو خاموش کر دیا جائے۔ مگر شمر کے جرم کی کامیابی دوری تھا۔ معاہدوں کے خلاف قلمیوں کے شدید شکایت ملے پر 1933 کی جنیوا اسمبلی نے ایک بہت مضبوط متنب [کی تجویز] پیش کیا تھا، جس میں تمام ریاستوں سے کہا گیا تھا کہ ان کو خصوصی معاہدوں کے ذریعے پابندی لگنی چاہیے۔ "پھر بھی وہ دن تمام دیکھ کے یہ جو ان کے ملے میں بیٹے تھے، ہیروئی حقوق کا مزاح کر رہے تھے۔ پھر نے اس قسم کے شہابی اثر کو برداشت نہیں کیا۔ اس نے اس کو یہ نہ ہانا کہ شروع ہونا کے ساتھ ایک آفیشل سے ماہ کوڑیا اور اس طرح، وہ اس اسطری بندی کے کسی بھی پندرم میں جانے پڑتا ہے سے بچ گیا جس پر وہ ہونے کے لیے پہل کرنے والا تھا۔

میں اس واقعے کو اس لیے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ میں دوسری عالمی جنگ کا واحد جواز تھا، مگر اس لیے کہ یہ کس وقت کے تاریخی اثرات تمام کاموں کی اہمیت پر روشنی ڈال رہا ہے، جنہیں نے اس کی بہت سی تاریخی شروعات کی تھی جس میں پھر بین الاقوامی سچے گئے۔ ان لوگوں کے لیے جنہیں کرنے پر مجبور ہونا پڑا تھا کہ اس جیت ایک مشین کو جو انسانی آزادی، روحانی تہذیب کے لیے جو رکھتی تھی، روکا جائے۔ دوسری عالمی جنگ ایک "crusade for human rights" بن گئی تھی۔ میں اس کو اس لیے اور بھی بیان کر رہا ہوں کہ انسانوں، اس فوجی Crusade کے مشکل سے ایک سو صدی بعد ہم اب بھی بہت سے قوت مندوں کو بدستوں کے زیر حکمرانی بنے ہوئے ہیں اور بد شرکت طبعیت پر کبار خیال کرتے سنتے رہتے ہیں۔ ان میں وہ لوگ ان تمام اصولوں کا اعادہ کرتے رہتے ہیں جو ان کے خیال میں، ایک درجہ دنیا کو ایک قانونی تھیل کی کیفیت کے خطرے میں، اور جنگوں میں انھیں ہے کہ جو شاید مقامی علاقوں تک محدود رہیں گی، مگر دراصل پوری انسانیت کے نقصان کا باعث بنیں گی۔

جب فرانس نے، بعد میں سمیت، طے کر لیا کہ وہ پابند کے جازدفٹ کے لیے اہل و فرام کرے گا، تب یہ آگاہی ہم پہاچ تک پہنچی کہ ایک دیوید کا تھامز ماگزین جو جولائی 1940ء کے مہینہ میں تھا، جب میں ایک معمولی پبلیشر کی حیثیت کا آدمی تھا، میں نے اس کی فرانسیسی کمیٹی کے مقابل ایک عنقریب تمام دست پر تخت کھینچی تھی، اور میں نے انسانی حقوق کے احکام کے لیے فرانسیسی کو رومی ہدف قرار دیا تھا، ہم سب جس کے پابند تھے۔ اگلے ہی ستمبر 1941ء میں میرے ملک میں ایک ہفتی آفت کے بعد، جب میں اتحادیوں 'Fighting France' کے ناکہ کے کی حیثیت میں لندن میں تھا میں نے قبضہ ملک کی آوازوں کو اٹھا دیا تھا، جب ہم نے اس اور مذہبیت کے بعد مستقبل کے لیے انسانی حقوق کی بنیاد پر قائم امن کی ضرورت کا اعادہ کر رہے تھے، ایسا کیوں ہے، کہ ایک درجہ وجود میں آئی اور نیستی بنا دہی کے بھی تک کمپوں کی تفصیلات مقرر عام پر آگئیں تو ہم لوگوں سے کیے گئے وعدوں کو پڑی ہے شری سے توڑ سکے تھے؟

میں قانونی امن کی اہمیت کا اہل زور کرنے سے پہلے، جس میں تمام آدمیوں کے حقوق کا احکام ہے، اور اس وسیع بین الاقوامی مسئلے پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے پہلے میں نے خود کو جس کے لیے مکمل طور پر وقف کر دیا ہے، میں نے، ڈیڑھ دو تفصیلات سے، ان مضمون کو بیان کرنے کی ضرورت سمجھی ہے، جس رستوں سے 1920ء اور دہائی عالمی جنگ کے درمیان میری ہیں۔ قومی مہتمموں کی ضرورت تھی۔ چونکہ نوٹس کمیٹی نے اپنی حدود نشین کی تقریر کے ذریعے میری ان تمام کوششوں پر تہہ تیہ سے جو میں اس میدان میں پہلے لکھیں یہ میں کے دوران کر چکا ہوں، میں ان کو دہرانے سے گریز نہیں کروں گا۔

اس کے علاوہ، اور خاص کر چوں کہ میں خود کو دو شانہ مراعات یافتہ پاتا ہوں، یہ صرف انسانی حقوق کے معاملے میں کام کرنے کے لیے بلکہ قومی، بین الاقوامی اور عدالتی، تین مختلف سطحوں پر کام کرنے کے

لیے اس لیے میں نے جہاں ممکن ہو کر وہ تمام بات سے کچھ نہ کچھ اٹھ کر لیا۔ رہتا تو ہوتا کھانا چاہوں گا۔  
 1940 تک انسانی حقوق کے شعبے میں انسانی کمیٹی کی جنرل کونسل انسانی حقوق کے مذاق کے ذریعے، 1864 سے بین الاقوامی ریڈ کراس کے مذاق تک، اور جنگ کے قوانین پر ہونے والے ریڈ کونسل کی بنیاد پر غلطی کی غلط اور بددوہ و فحش کے خلاف جدوجہد کے لیے وقف تھی۔ اس مرکز (nucleus) میں چھوٹے کی باریوں اور جہاں ساری کی ساری تھی، اس کے کچھ بددوہ و فحش، سفید غلام غلامی، اور اس کے بعد بددوہ و فحش کے متعلق کچھ مہمیں ماسے شامل کیے جاسکتے تھے۔ ان معاملات کے علاوہ، انسانیت کی جانب سے "بددوہ و فحش" کے مسئلے اٹھائے گئے تھے، مگر وہ تو تاثر سے اٹھائے گئے تھے، جیسے آرمینائی قتل عام پر بددوہ و فحش امتحان میں بدل گئے تھے۔

ریڈ کونسل نے آدمیوں کی ساری خصوصیات پر دھیان دینے کی ضمانت دی تھی: اقوام، قوموں کو اور ان حقوق کی آزادیوں کو جو دوسرے ملکوں کے قبضے میں تھیں۔ ایک وسیع فرمان کے ساتھ International Labor Organization کی ساری وہ انجمن تھی جو مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرتی تھی۔

ایچ آئی وی ویس نے کائنات میں دیکھا، رہے شام غروب اور باریاں دیکھی تھیں، جو کسی پہلی بار وہ کے قلم پر لکھی گئی تھیں، ایک ماہر کے لیے وہ پارتھی: پورے آری کی اور آدمیوں کے حقوق کی غلطی۔ اس حقیقت کی روشنی میں ہمیں 1945 کی انسانی قومی سانہ و نسکونڈا نرل میں اقوام متحدہ کے مذاق کی منظوری پر اس کے مندوبین کے پاس پہنچا کر نہیں سنا چاہیے۔ یقیناً جانے کہ انھوں نے دوسرے کے مطابق، اس کی تنظیم کی اہم ترین ضرورت، بین الاقوامی امن کے ساتھ انسانی حقوق کو شامل کیا تھا۔

انھوں نے کچھ خصوصیات بنیادی طور پر ترجیح دی: ان کو اس میدان کا استحقاق مل گیا تھا۔ اگر وہ بدل نہیں تھے تو بے انتہا درد تھے انھوں نے اس مذاق میں: یہی کی پنداس بیانات شامل کرنے کی مت نہیں کی جیسے کہ International Labor Organization کے آئین میں داخل کیے گئے تھے۔ انھوں نے وہ طریقہ تحریر اختیار کیا جو کچھ کم زور، بددوہ و فحش تھا، مثال کے طور پر "انسانی حقوق کی ہمت افزائی کے لیے"۔ دفعہ 27 جو خصوصاً یہ متوں کے، اور اختیار کے درے میں ہے، 56، 65، 13، 62 دفعات سے متاثر ہے۔ بالآخر انھوں نے دفعہ 68 کے تحت انسانی حقوق کو یقینی بنانے کے لیے ایک خصوصی ادارہ بنام Commission on Human Rights تشکیل دیا۔ مگر اس کے انعقاد کی وضاحت میں کام رہے تھے جس کے نتیجے میں 1946 کے بعد، اقوام متحدہ کے ادارے Economic and Social Council نے اس کو دوسرے کمیشنوں جیسے ایک کمیشن کی حیثیت دی جو اقوام متحدہ کے معاون ادارے تھا۔

ان کامیاب اور اسکی حدود کے نتیجے میں خود Commission on Human Rights کو کوششوں سے ہی پتہ چلا کہ وہ انقراض کے بارے میں شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ اس کی صلاحیتیں وسیع

مغربی مفرمان جو جنرل اسمبلی کے 1946 کے اجلاس نے Charter of Human Rights کی تشکیل کے لیے چائی کی تھی، میں فرانسیسیوں نے اس میں جسے تیار کرنے کی یہ قیادت نہیں تھی یہ اس کے پاس وقت نہیں تھا۔

یہ کمیشن جس میں ابتدائی سے مختلف قوموں کے اورنگ مسک پیشوں کے تھارہ اراکین شامل تھے جو کام کرنے کے اپنے فیصلوں میں اپنی ذہانت کے مطابق فیصلوں اور بین الاقوامی عدالت کے منظر انسانیت کے مطابق آگے بڑھتے تھے۔ تھارہ مہینے کے بعد اس میں اس نے ایک معاہدہ تیار کر کے جنرل اسمبلی میں پیش کر دیا جو ایک سو اسی سو میں نہایت جذباتی بحث و تجویز کے بعد تین دفعات کی شکل میں 10 دسمبر 1948 کو منظور کر لیا گیا۔

اپنے وجود کے مطابق یہ اعلان، جسے بعد میں "عالمی" کہا گیا، اور جس کا معنی پورا ہے کہ "عالمی"۔ نئی سرور نہیں تھا، اہل درجے کا ایک تاریخی واقعہ تھا۔ یہ اخلاقی ذہانت کی پہلی دستاویز ہے جسے منظر انسانیت نے اس پہلے بھی اختیار نہیں کیا تھا، اور میں یہ وقت میں جب اس کی مدد و فلاح کے باعث انسانیت طاقت فطرت کے مقابلے میں وسیع کرنے پر تیار تھی اور جب یہ فیصلہ سنا کر پوری ہو گیا تھا کہ ان طاقتوں کو اس قسم کے تعمیراتی کاموں میں استعمال کیا جائے گا جس کی خاصی اخلاقی و سیاسی گنج رسی ہے۔ رائے شاری سے ہزار مہینے کی آٹھ رپاستوں کے مقابلے میں اڑتالیس نے صدر یو، اور میں رائے شاری کے شریوں ہونے کے وقت چند اراکان نے اعلان کو اس طرح قبول کر لیا کہ انہوں نے رائے شاری میں صدر یو تھا۔ بعد میں تمام مہمستوں نے اقرار کیا کہ تمام متمدنوں نے اس کی حمایت کی تھی، اور جو دیکھ انہوں نے اس کے حصوں کو اپنے آئین کا حصہ نہیں بنایا تھا۔

آخر کار سے دیکھا جائے تو اعلان اپنے کسی اختیار سے محروم نہیں ہوا ہے۔ یہ اپنے ان تمام اختیارات اور حقوق انتخاب کو اصولوں کا دہرہ دیتا ہے جن پر عمل کی امور کے بغیر انسان پوری طرح اپنی جسمانی، اخلاقی اور عقلی انفرادیت کو پاس نہیں سکتا۔ بہت سے ترمیم مباحث کے بعد، بطور بدذلت نے ٹیڈ سے اکثر تک جن کی صدارت کی تھی، عالمی اعلان، پاکستان، شامی، امریکا اور فرانس کے کئی قومی اعلانات کی حدود سے باہر نکل گیا تھا۔ نہیں کہ صرف دو جہتی زندگی اور سوشل کی میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے، اس اعلان نے انسانی حقوق کی غیر مت مست میں انسان کے کام کرنے کے حقوق اور چند معاشی، سماجی اور تہذیبی حقوق بھی شامل کر دیے ہیں۔ مثلاً یہ کہ دفعہ 22 جسے فارمولوں کے خیال جو بعد اسے حقوق ہے۔ کہہ سکتے ہیں اس نے ان [حقوق] کے اور ترمیم آزادیوں کے درمیان ایک متوازن قاعدہ کر دیا ہے، ایسا تو زن جس کو قائم کرنا اور عملی طور پر یہ قرار رکھنا، جب یہ انفرادی حکومتوں پر منحصر ہوتے ہیں، مشکل ہوتا ہے۔

اس اعلان کی دوسری نمایاں صفت اس کی جامع گیری ہے: بغیر کسی جسم کے تعصب کے یہ ہر انسان پر لاگو ہوتا ہے، حکومتوں کی قطعاً دئی اور سیاسی کیفیت سے قطعاً نظر تمام علاقوں پر اس کا احاطہ ہوتا ہے۔ یہ

مختلف سماجی گروہوں سے متعلق افراد کی حیثیت میں وسعت پیدا کرتا ہے۔ بالخصوص کمیونٹی سے متعلق فرد انھیں  
کی بابت جن کا وہ حصہ ہوتے ہیں، مگر اس کے باوجود یہ جمہوری سوسائٹی کو متحرک کرتا ہے اور ریاست کی  
مطلق العنانیت کو ختم کرتا ہے۔

آخر چراندن کی تیوری، دوسری دنیا کی منکوری نسبتاً آسان اور کامیاب کام تھی، مگر سب جانتے ہیں کہ انسانی  
حقوق کے حقائق کا تعین نکلزوں پر مشتمل انکس (Nagaych) اور دوسروں سے کثیر زیادہ مشکل تھا اور ان  
کے لیے زیادہ وقت درکار تھا۔ انسانی حقوق کے کمیشن کو اسمبلی میں دیکھنا سے توہ کر کے میں چھوڑنے کا وقت  
کا تھا: ایک شرابی اور سپاہی حقوق سے متعلق، اور پھر تھکاوٹ، سہانی اور تیزی حقوق کے بارے میں۔ اس  
کام میں وہ بڑی مشکلیں سر کر رہے تھے۔

پہلی مشکل تو یہ طے نہ تھی کہ عوام کے حقوق کیودانتی کی وہ پہلے جنھیں سپاہی ذمیت کے اجتماعی اصول  
سمجھا جاتا تھا، مہدماموں میں شامل کیا جائے یا نہیں، تا کہ وہی حد میں بھرت حقوق نافذ ہو سکیں۔ جو  
سرکے ذمہ کے حقوق کے علاوہ یا اجتماعی استعمال سے متعلق حصہ دار بننے کے لیے ان کے نوآبادیات کے  
انہدام کی طرف توجہ تھی اور عداوت کی غلامی سے نجات بھی ایک حل تھا جو دوسری عالمی جنگ کے دوران  
فاصلہ حمایت آزادی کے اصولوں کا منطقی نتیجہ تھا۔

دوسری مشکل ایک سرورقہ عمل کی ذمیت کی ہے۔ غویں بحث و مباحث کے بعد اس کا حل اقوام متحدہ کی  
جنرل اسمبلی میں کیا گیا۔ سوویت۔ اسمبلی نے پہلے تو، جنی 1950 میں ایک مہدمامے کی میں تو حقوق کو شامل کرنے  
کا ارادہ کیا تھا۔ مگر بعد میں اس نے راند ہال دیا اور کمیشن کو ٹھکرا کر وہ وہ مختلف مہدمامے تیار کرے اور پھر  
ایک میں ریاست کی ذمہ داری نہ دیتی جائے اور ان کا حقد کی کیا جائے وقت کے کرنے کے ساتھ اس  
بات کی تصدیق ہوئی کہ یہ ان کی دونوں قسم کے حقوق کی خصوصیت کے لیے ہوتے ہیں۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اس پر گیارہویں تک کام جاری رہا۔ کام کی سست رفتاری کا غور جنرل  
غور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ سرورقہ عمل کی آزادی ہونے والی ریاستیں جو جنرل اسمبلی کی تیسری کمیٹی میں شامل  
ہوئیں، انھیں مہدمامے کی عام فائدہ مند اور بالآخر اداروں پر پڑنے والے اثرات پر غور کرنا اور رائے قائم  
کرنی سوتی تھی۔ مگر یہ غور صرف جنرل غور پر چڑھتا ہوا ہو سکتا ہے۔ اس کا اثر کی سب سے اہم وجہ آجھو حقائق کی  
محو ہشات میں نظر نہیں کر وہ اس بحث میں جس قدر ممکن ہو تاخیر چاہتی تھیں اس لیے کہ انسانی حقوق کے  
کمیشن میں ووٹ سے منظرہ کیا جانے والا اطلاق ان کی روایتی حکمرانی میں ڈھل اندازی سمجھا جاتا  
تھا۔ 1996 میں ہونے والی آخری رائے شماری میں صرف اس لیے اتفاق ہوا تھا کہ حقوق انسانی کے سال کے  
ابتدا ہوتے وقت اس میں مزید تاخیر کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مزید یہ کہ اس کی بڑی قیمت چکانی جا چکی  
تھی۔ دونوں مہدماموں کے اطلاق کے مسائل، مہدمامے میں شامل شرابی اور سپاہی حقوق اس حد تک  
کم نہ ہو گئے تھے کہ ان کی حیثیت محض انتہائی ہی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس سلسلے میں جو آجھو معاہدہ مل رہا تھا وہ

غیر مرکزی اداروں کے دسوش کے باعث تھوڑا سا رد و بدل بھی طور پر ان اداروں سے اپیل کی صورت میں حاصل ہو رہا تھا جو مجبوراً اس کا فائدہ کرنے پر مجبور تھے۔

لہذا جنرل اسپی کے متفقہ ووٹ کے بعد، انسانی حقوق کا بیانیہ مکمل ہو گیا تھا۔ یہی سرسیریز کی جنرل اسپیٹ (L. Thar) نے کہا تھا، ”اب یہ مکمل ہو گیا ہے۔“

عالمی عدالت کے پیش میں بعد، کیا آج ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہم مسئلہ ہیں؟ جب ہم انسانی حقوق پر نہیں اس الجھاؤ پر غور کرتے ہیں، دنیا کی قومیں جس سے لگاؤ اور ان تمام مشکلات پر نظر لاتے ہیں، ایک کے بعد ایک جنمیں رہ رہا ہے تو پھر تو پھر سے، انسانی حقوق کے بیانیہ کی قبولیت اور اس کا نفاذ ایک بڑا خوش کن واقعہ معلوم ہوتا ہے جو دنیا کی قانونی انتظام کو رادہ موقوف کرتا ہے۔ جہاں چھ فیوڈل سماج کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا مختلف خود مختار ریاستوں نے اپنے ملحقہ عمل میں پیدا ہونے والے معذرت کے عمل کرنے میں اپنا ذاتی اقتدار باقی رکھا ہے یا کمزور ہے۔ یہ ریاستوں کا ملحقہ اختیار ہمیشہ ایک بنیادی مسئلہ ہو گا اور اسے گاہے گریہ مستقبل میں یہ حال بھی معاملہ نہیں رہ جائے گا۔ جو معذرت میں، جیسے کہ کوئی مسئلہ کسی خاص وجہ سے بنا ہے کسی میں۔ قوانین ادارے کے سامنے پیش ہو جائے، یا پوری دنیا کے انسانی سے متعلق ہونے کے باعث یا کسی اور وجہ سے تبدیل ہو کر کسی طرح ان کے پاس پہنچ جائے۔ اس کے دو مطالبہ ہیں گے: پہلا مطلب تو یہ ہو گا کہ ہر فرد بشر کو مستقل طور پر انسانی سیرائی کے رکن کے رتبے تک پہنچا دیا جائے۔ اس کو ہم قانونی زبان میں بین الاقوامی قوانین کے تابع ہونا کہیں گے، اور دوسرا مطلب یہ ہو گا کہ ریاستیں اپنے تمام حقوق و ایک بین الاقوامی قانون کے تحت استعمال کریں گی، جس کا نفاذ پاپائے غلط جان پل XXIII نے Encyclical Pacem in terris میں کیا جو ان کا مصمت نامہ ہے۔

مگر کیا یہ نتیجہ ہماری پہنچ میں ہو گا؟ اس مسئلے پر ہمیں کوئی نمائندوں کے احزاب نے دہائی سے اپیل کرتی ہوئی، ساتھ ہی عام آدمی کی محابشات سے بھی، جو عوامی رائے کی نگاہیں میں ماحول ہوتی ہیں۔

دوسرا خیر جس نے مہم ناموں اور انسانی حقوق کے فرقان کی تیسری اور تھوڑے سیسے میں لڑاکائیں پیدا کی تھیں، انسانی حقوق کو جنہوں کو ترقی کے خوف سے تھی۔ ان نسبیوں نے تمام ممالک کی ان کی سرحد کی دھمکی آمیز نگاہیں کے بغیر، پہلی سوئی کی طرف پلٹ جانے کا موقع فراہم کیا تھا، جیسے کہ سکر نے اپنے نمائندے گوکبلر (Goebbels) کی ناپاکی جیسا میں ظاہر کیا تھا۔

درحقیقت یہ رکاوٹیں انسانیت کے لیے زہر قاتل نہیں تھیں، اور ان کے منہجوں اثرات کسی حد تک کم کر دیے گئے تھے، مگر جب محنت کرنے والے تروہوں نے ملی سے اسی سال ان کے قومی یا مہم دو عالم کے مسائل دنیا کی سے سمجھائے گئے، یہ ان کی قومیت کی مٹی اور یا تو وہ نمائند ہو گئے و مہم ہی مانند ہو جائیں گے۔ اس مسئلے پر میں غلطی کی مثال پیش کرنا چاہوں گا، جس کے خوف 1926 کے معاہدے کی طرف پر



1956 میں ایک کنونشن بنایا گیا تھا۔ میں بہت سے ممبروں کا ذکر کرنا چاہوں گا جو (قومیت، سیاہی، حقوق، شادی کی رضا مندی، تنخواہیں وغیرہ کے میدان میں) عورتوں کے حالات بہتر بنانے کے لیے قیاد کیے گئے تھے۔ یوروپ میں تعصب کے خلاف (ILO, 1958) تعلیم (UNESCO, 1960/1962) اور عیسائی تعصب کے خلاف، جن پر 1965 دیکر میں اقوام متحدہ میں رائے شماری کی گئی تھی اور اب نافذ ہونے والے تھے۔

اب تاثر سے جو نافذ کئے ہوئے ہیں میں ان کی طرف توجہ دیتے ہوئے یہ کہنا چاہوں گا کہ تمام ریاستوں کو سوتے ذرا ہم کیے گئے تھے جو یا تو آزادی پانچ تھیں، یا آزادی پانچ تھیں تھی، تاکہ ممبروں پر گتہ بندی کے یوروپ میں اضافے کر تھیں۔ نئی ریاستوں کے ممبروں نے مشکلات کو آسان کرتے کے سبب میں جو عملی سرگرمی دکھائی ہے، اس کو بڑھایا نہیں جا سکتا۔

تیسری حقیقت جس پر میں زور دینا چاہوں گا یہ ہے کہ 4 دسمبر 1950 کو یورپی کونسل کی رکن ریاستوں نے نسائی حقوق کے نام نہاد تحفظ کی تجویز کو قبول کر لیا تھا۔ کنونشن برائے تحفظ نسائی و بنیادی آزادی جس کا مقصد یورپی نسائی ميثاق سمیت عائلی عدالت کا ملوث ہے، 1953 سے نافذ ہے۔ اور یہ کام کر بھی رہا ہے اس کے اثرات دہری قومیت کے تھیں۔ ایک طرف تو اس کی دفعات رکن ممبر کے درمیان بندھن بنی ہوئی ہیں، اور اس طرف یہ قومی قانون پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ دوسری طرف، اس پر عمل درآمد یورپی قوانین کی عمر میں ہوتا ہے جو اس کام کے لیے بنائے گئے تھے۔ یعنی یورپی کمیٹی برائے نسائی حقوق، دہریوں کی کمیٹی اور یورپی عدالت برائے نسائی حقوق۔ یہ تمام یکجہاں ریاستوں اور افراد کے معاملات میں بڑے آرام سے کام لیتی ہیں۔ ان کے سامنے پیش ہونے والے معاملات نامی تعداد میں ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے تو، اگرچہ کم ہوتے ہیں، انھیں عدالتی احکام کا سامنا کرنا ہے جن میں فیصلہ کن اختیار رکھتا ہوتا ہے جن پر، کنونشن میں فیق میڈیشن، پابندی سے عمل آتی ہیں۔ موجود اس کے کران معاملات میں مایوس دیکھ کر کہتے ہیں، ہماری نظر میں، کم از کم ایک پر غور ہے جس میں ریاستوں کی ایک پڑھ صاف ہندی ہے جو دہری عالمی چٹ سے حاصل ہونے والے سبق پر توجہ دیتی ہے۔ بد قسمتی سے ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ یورپ کا ایک حصہ کنونشن کے رسوے سے دیر کا عقد ہے۔ اگرچہ کونسل کے ارکان کے درمیان تعمیل کی قوت میں ایک طرح کی مابھاری پائی جاتی ہے، مگر دہریستوں نے ان امکانات کو قبول کرنا ہے۔ ان کے خلاف گروہی اقدامات کر رہے ہیں۔ مگر کچھ نے تو کنونشن کو صرف اس حد تک قبول کیا ہے جہاں تک دہری ریاستوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ میرے ملک سمیت، دہریوں نے اب تک توثیق نہیں کی ہے۔ اور بالآخر، اس وقت تک رکن ہے جس کے خلاف دعوے کیے جا رہے ہیں کہ وہ کنونشن کا التزام نہیں کرتا۔

اب ہم تین میدانوں - قومی، بین الاقوامی اور علاقائی - میں تجربے کی قوت اور مسلسل تجربے کی بنیاد پر کچھ نتائج اخذ کرنے کی حیثیت میں آگئے ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ ضروری ہے کہ بغیر کسی تعصب کے ہر ریاست میں جماعتوں اور با خصوصی خود مختار  
عدلیہ کا ایک نظام ہونا چاہیے جس سے ترغیض مستفید ہو سکے۔ کسی ریاست کو عروجی طاقت سے بچانے کا  
بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے حقوق اقتدار میں انسانی حقوق کا احترام اور ان کی کو تعمیل پائے۔

دوسری بحیثیت یہ ہے کہ اس اعلان کی عالمی حیثیت میں کسی قسم کی کمی کی جانیت کا حساب بھی پیدا نہیں  
ہونا چاہیے۔ تمام انسانوں کے لیے ہر کسی تعصب کے بغیر بنیادی آزادیاں اور حقوق ہوتے ہیں۔ اور افراد  
میں سے وہ سب سے مجبور اور کم زور ہوتے ہیں جو اعلان کی وسعت میں کمی کی کوشش سے متاثر ہوتے ہیں۔

تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اعلان کے اصولوں کی عاقبت علاقائی سطح پر ان کے غلط استعمال میں مزاحمت پیدا  
نہیں کرنی۔ 1948 میں ہونے والی تجویزوں کے بعد جوپ نے اس کی بہترین مثال پیش کی ہے، اور میں،  
عالمیت کا ایک مستعد پستار اس نتیجے پہنچا کر غلطی کے کچھ طریقے ایسے ہوتے ہیں جن کو منظم ہمسایہ  
اور یہاں تہذیب کی قومیں آسانی سے قبول کر سکتی ہیں۔ قانون و روایت پر عمل کرنے والے ممالک ہے اصول  
سے ایجاد نہیں ہوا کرتے۔ لہذا امید کی جاتی ہے کہ نئی دنیا بھی علاقائی سطح پر مثالی تشکیل دے گی۔ بشیر، ذہنی  
اور اشتراک دنیا میں ان تصورات پر پیش ہونی چاہتی ہیں کہ ان سے نتائج برآمد نہیں ہوئے ہیں۔

چوتھے مرحلے پر، یہ بہت ضروری ہے کہ انسانی حقوق کے معنی کو مہم از مہم عمل میں لایا جائے۔ اس  
لیے ضروری ہے کہ دنیا کی مختلف ریاستوں کو مہم نامے کی توثیق کرنی چاہیے۔ میرے نمائندے کے  
مطابق، ابھی تک ایک بھی حکومت نے تحریکات کے رد کردہ بھی، اس کی توثیق نہیں کی ہے۔ لہذا ہمیں یہ کہنے کی  
اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ یہ اقوام متحدہ کی غلطی سے رد کردہ نہیں کرتی، فی انسانی قانون کے ماہرین نے اپنی  
جانب سے قدم اٹھائے ہیں۔ اب یہ جوئی رائے پر غور ہے کہ وہ اپنے ملک کو اپنے حصے کے کام کرنے پر  
اُکھٹے۔

اس مرحلے پر میں یورپی مہم سے ایک خصوصی انٹل کرنا چاہوں گا۔ 1950 کے کنونشن کے ذریعے  
حاصل ہونے والے تمام فوائد کے باوجود وہ خدشات جو اس کے معنی کو عالمی مہم نامہ برائے شہری حقوق  
سے اُٹھاتے ہیں، جوپ کے حقوق ماہرین کے مطابق، اچھے اہم نہیں ہیں کہ وہ یورپی ریاستوں سے  
اعلان کی توثیق میں رکاوٹ کا باعث ہوں۔

ان کے سامنے پیش کرنے کے لیے یہ ایک بہت اچھی مثال ہوگی کہ تمام مہم نامہ ایک مرحلہ کی  
توثیق کے لیے کام کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ دوسرے براعظموں کے لیے بے حد ضروری انسانی حقوق کو  
تعمیل بنانے کے لیے کام کریں گے۔ میرے خیال میں مہم ناموں کا تقاضا اس عہد کی جانب ایک اہم پیش  
رفت ہوگا مستقبل قریب کے لیے مہم نامے کی قیادت کر سکتے ہیں۔

اب تک میں نے اپنے اخذ کردہ نتائج کو با اعموم عالمی اعلان تک، و رہا انصاف اس کے ذیلی مقاصد تک  
محدود رکھا ہے۔

غیر برکاری شہری تنظیموں کو وسیع پیمانے پر عدالتی ترتیب نو کے منصوبوں پر غور و فکر سے باز نہیں آنا چاہیے۔ جیسے انسانی حقوق کے لیے مائی کشن کی تنظیم، وکس کے لیے قومی بین الاقوامی عدالت کا قیام وغیرہ۔ مگر میرے خیال میں یہ ضروری ہے، جہاں تک ممکن ہو کہ انہیں قوام متحدہ کے اس نوعیت کے کیے ہوئے کام سے ٹھوس نتائج اخذ کرنے کے لیے ان پر جتنی وجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ جب مہدما مول کے سپر کرورٹیکازم کو عمل طور پر جانچی یہ جائے گا تب ان کو سکیم 4 رمبوڈھ کرنے کا وقت آئے گا۔ پھر سے طے کر دو طریقوں کو نافذ نہ کرنے کا غماز ہو سکتے ہیں مگر کافی کیوں نہ ہوں، مطلب یہ ہوگا کہ زمین کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہوں گے جو ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ تناؤ اور تھکاوٹ سے بھری اس بے آرام دنیا میں اپنی اپنی الگ الگ رہنمائی ہو سکتی ہے۔ میں اس کے حوالہ دے سکتا ہوں۔ اسے کسی بھی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔

اس دوران، معاہدوں کے قطعی غاص کے مسئلے کے علاوہ اور بھی مسائل ہوں گے، بغیر کسی تاخیر کے جن کا سامنا کرنا ہوگا۔

ان میں سے ایک مسئلہ انسانی حقوق کے کمیشن کے کردار پر توجہ دینا ہے۔ اعلان اور مہدما مول کی ترقی کے فرائض کی تکمیل کے بعد یہ انہیں مختلف قسم کے سربراہان کے خول کنونشن کے لیے بہت باقاعدہ طریقے سے کام کرتی رہی ہے۔ اگر یہ چھپے ہوئے زمین سے ایسی تنظیم بننے کی کوشش کرتی رہی ہے جو مختلف نوعیت کے معمرات کے بارے میں اطلاعات یا مشورے دے، پوچھنے کے راستے کی تلاش میں ہیں ایسا کام کرنے کی، جو اس کے نظریاتی کردار کے تحت سے باہر ہے، اور جس کی کھجی سے کرنے کی اس میں صلاحیت نہیں ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ کمیشن انسانی حقوق کے احکام کی بہت رہنمائی کی چاہی ہو۔ اس کے اپنے کردار پر توجہ دے رہے ہوں، جس کی فراہمی۔ ذہنی موت ہے۔ یہ کمیشن کے سربراہان کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔

میں سمجھتا ہوں کہ انہیں درمیان الاقوامی ریڈ کراس کی سرگرمیوں کے تحفظ کے دوسرے اہم طریقے بھی اختیار کرنے چاہئیں۔ جس کے 1949 کے جنیوا کنونشن کے بعد تمام مسلح تنازعات کے وقت کو شامل کرنے کے لیے، مکان کے لیے بھی جس کا شمار بیرونی جنگوں میں نہیں ہوتا، ریڈ کراس کا کردار وسیع کر دیا گیا ہے۔ سب کچھ دیکھتے چند برس میں، کورجیا کی میں بیفر میں عبارت ہو ہے کہ انسانیت دوست مشن پر نیچے جانے دے ریڈ کراس کے کچھ کوبراہماں، دھمکاؤ، بدلتے ہوئے بھی کر دیا گیا ہے، اور کبھی تو تحفظ کی خاطر انہیں واپس بلایا بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔

میں یہ سب سمجھتا ہوں کہ اگر ضرورت ہوئے بغیر نہیں رہا ہوں۔ میرے خیال میں دنیا میں کوئی بھی کام نہ ہو سکتا ہے جتنا کہ انسانی حقوق کے ساتھ نہایت کی پیش بندی کرنا اور ان کو نہ کرنے کا ہے۔ انسانیت کا فرض ہے کہ وہ اس پر نظر رکھے، اس کی حفاظت کرے اور ان دعوں کی حفاظت کرے جو اس کی نہایت

کہتے ہیں اور جو اس کی سوچندہ تر میں کے لیے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں ان میں امن کے لیے  
ایقوانی جات کے صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ ان کے دوسرے پہلوؤں، جیسے تعلیم، ترقی، امن  
جات، تکنیکی اور مالی سہولت کے امور، ان کے نظریے کے مترادف ہوں گے۔

بدقسمتاً، امن کی تنظیم کی دنیا وجود اور تکرار پر ہی مبنی رہی ہے۔ تو قیاسی رہی جاتی ہے کہ غیر معمولی کوششوں  
سے، تعلیم سے، اور کچھ دوسری ذہنی باتوں کے ذریعے، ترقی جات میں، بھوکے لوگوں سے ایک جہتی  
میں، انسانیوں کے یا سوسائٹی کی اکائیوں سے تعلق کے کاموں میں تھریلی ڈالی جائے۔ مگر صرف وجہ یا  
دلیل ہی کافی نہیں ہوتی۔ جذباتی عناصر، اور بالخصوص انصاف کے حساب کو ان پر نہیں چھوڑ دینا چاہیے جو  
انہیں عزت اور تہائی کی خدمت کے لیے درمجموعہ کر دیتے ہیں۔

میں اعلیٰ ترین احساسات کے ساتھ اس ملک سے جا رکتا ہوں جہاں امن اور قانون کو اس قدر  
عزت دی جاتی ہے۔ اپنا آپ امن اور قانون کے خاتمہ ایک فرانسیسی باشندے کو انسانیت پر عقیدہ رکھنے کے  
عقد متی انکار کے لیے، ایک فرانسیسی شاعر کے دوسرے حصے پیش کرنے کی اجازت دیں گے، جسے وہ اپنے  
ابتدائی انعامات میں سے ایک انعام سے سرفراز کیا جا چکا ہے:

میرے ملک نے مجھے کسی محبت کے رنگ میں رنگ دیا ہے جو اس کی سرحدوں تک محدود نہیں رہتا

اور میں جتنا زیادہ فرانسیسی ہوتا ہوں، فزیکو انسانیت سے تھائی ترقی پسندی کہتا ہوں

انہیوں کے ان برسوں میں، جب تمام لوگوں کی آزادی خطرے میں تھی، انہیں آخری وقت تک

جدد جہد کرنے کے لیے کہا جاتا تھا۔ اب اس عدل کا وقت آگیا ہے کہ امن کے قیام اور انسانی وقار کے لیے

ہم میں سے ہر ایک کو کام لےنا ہوگا، اور آخری وقت تک لےنا ہوگا۔



## مارٹن لوتھر کنگ جونیئر اعلانِ تجلیل

بہت نیا دور نہیں گزرے تھا کہ مارٹن لوتھر کنگ کا نام دنیا بھر میں مشہور ہو گیا ہے۔ نو برس قبل، ریاست ارباہہ کے شہر ٹامانت گھرنی میں تھیوڈوس کے رہنے والے حیثیت سے انھوں نے مفید کام فراہم کئے مانتھو براہ کی بنیاد پر جوئی ریپورٹ استعمال کرنے کے حق کے لیے کی تحریک شروع کی تھی۔  
مگر اس لیے نہیں کہ انھوں نے ایک سلی، اقلیت کی بہتری کی جدوجہد کی بلکہ ان کی تھی، جس کی وجہ سے مارٹن لوتھر کنگ و شہرت ملی۔ ایسا تو بہت سے لوگوں نے کیا ہے اور ان لوگوں کے نام بھلا دیے گئے تھے۔  
لوتھر کنگ کا نام باقی رہے گا کہ انھوں نے جس انداز سے جدوجہد چلائی ہے اور جن لحاظ سے انھوں نے اپنی قوم انسان کو نمائندہ کیا تھا، وہ ملحقان کی شخصیت کی پہچان بن گئے:  
”جو تمھیں رہے وہ بنے رہنا رہا پھر مارے اس کو بایں رہنا رہی پیش کر دو!“

دسمبر 1955 میں پچیس ہزار سیاہ فام باشندوں نے ان کے حکمرانی قیام کی اور پانی سے وابستہ تھی۔ اس وقت مارٹن لوتھر کنگ کی عمر صرف پچیس برس تھی۔ وہ ایک نوجوان آدمی تھے، اس کے باوجود پختہ کار ہو چکے تھے۔  
ان کے والد ایک پادری تھے، جنھیں نے ان کی مدد سے بغیر اپنی زندگی باقی اور سچے بچوں کو اچھا گھمبیر ماہر فراہم کیا جس میں ان کو کسی منافرت کی ذلت سے بچنے کی کوشش کی۔ کنگ دار جہد کے عزم کی قوت کی قوی انھیں کے لئے، اور ایک عام شہری کی حیثیت سے، وہ شہری حقوق کی تحریکیں میں شرکت سے اور ان کے بچے بھی انھی کے نقش قدم پر چلے۔ سمجھتی تھی میں مارٹن لوتھر کنگ کا فراہم میوٹی کے ساتھ کی جانے والی معاشی نا انصافی کا اور ملک ہو چکا تھا۔

مجھ ہی سے ان کے ذہن پر اس کے ان سب نقوش مرسم ہو گئے تھے، مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں جس سے ثابت ہو سکے کہ کم، سنی ہی میں انھوں نے سیاہ فام افراد کے حقوق کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے

کا امداد کر لیا تھا۔

طاسب بھی گئے سو برس ان کا زیادہ وقت شمالی ریاستوں میں گزرا، جہاں اگرچہ قوانین ویسی ہی تھے مگر ان کی اجازت نہیں دیتے تھے جیسی کہ انھیں جنوب میں بھیجی پڑتی تھی، مگر روزانہ کی زندگی میں سفید اور سیاہ دونوں کھٹے نہیں ہوتے تھے۔ پھر بھی شمالی ریاستوں میں رہیں سہیں، خصوصاً یونیورسٹی کا محلہ شرقی ماحول تازہ ہوا کے جھوٹے کی طرح محسوس ہوتا تھا۔ بلاسٹن یونیورسٹی میں، جہاں سے انھوں نے فیلے میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی، ان کی ملاقات کورٹا اسکات (Coretta Scott) سے ہوئی تھی جو سویتھی کی تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ وہ ان کی ریاست رہا مائے یک اوسط درجے کے سیاہ فام خاندان کی فرزند تھیں، جو جنوب ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

شادی کے بعد اس زوجہ جوڑے کو ایک فیئر کما تھا؛ دو شوں ہی میں رہیں جہاں زندگی کے لیے زیادہ تحفظ اور بہتر ماحول میسر تھا، یہ وہ جنوب واپس چلے جائیں انھوں نے جنوب واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ جہاں مارٹن لوتھر کنگ کو مارٹن لوتھر کی Baplist پارٹی کا مہم دان بن گیا تھا۔

ان کی زندگی میں سو برس کی میں گزری جہاں سیاہ فام اور سفید فام کے درمیان ایک کڑی بار موجد تھی۔ اس سے بدتر یہ بات تھی کہ سیاہ فام کیونٹی شاؤ آپس ہی میں غی ہوئی تھی جس کے رہنما پیار میں رہتے اور مرد و درجے کے دگ اپنے تعلیم یافتہ ارکان کی بے بسی سے نا۔ اس تھکن کی مردہ ہونی کی وجہ سے بہت کم لوگ سیاہ فام کی حق دہانی کے کاموں میں دل چسپی دیتے تھے۔ کثرت بائبل، پیدا تھی، اور وہ جنھیں کسی نقصان کا اندیشہ نہ تھا، جو تھوڑا بہت انھیں میسر تھا، اس کے چھن جانے کے خوف میں جکڑ رہے تھے۔

جیسا کہ مارٹن لوتھر کنگ کو معبود ملا، سیاہ فام پاروں کو اپنی میوٹی کے سماجی مسائل کی کوئی پڑا نہیں تھی۔ ایہ توں کی رائے تھی کہ مذہبی رہنماؤں کو عوام کی سماجی و روحانی بہتری کے لیے کام کرنے والی ماہر بہت تحریکوں سے کوئی مطلب نہیں ملا چاہیے۔ ان کا کام صرف اتنا تھا ہے کہ وہ ٹیکل کا پچا کر رہیں اور انسانی رانوں کو آسانی [مذہبی] معاملات پر سرگرد رہیں۔

1955 کی ہند میں مختلف سیاہ فام گروہوں کو متحد کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ کوشش کامیاب ہو گئی۔ مارٹن لوتھر کنگ کا کہنا تھا کہ سیاہ فام میوٹی کی اہم بات تھی کسی باقی بچنے کی سے ہو گئے تھے۔ وہ بات گہری کے ساتھ تھی جو تصویق کرتے تھے، وہ کسی طرح بھی امید فرما نہیں، 1954 کے اثر میں بھی سیاہ فام نے اپنے موجودہ رتبے کو ایک حقیقت سمجھ کر قبول کر لیا تھا، اور کسی نے بھی عمل طے نہ کیا تھا۔ مگر مئی گشت نہیں کی تھی۔ مارٹن لوتھر کنگ پر امن شہر تھا۔ مگر اوپر کی سطح کے نیچے بے چینی سنگ دی تھی۔ کچھ سیاہ فام بائبل، اپنے خطبوں اور ذاتی رویوں سے سیاہ فام کی بہبود کی مسائل کے چھپکے بنے ہوئے تھے جس نے بیٹوں کو تازہ احساس اور ہمت دی تھی۔

ایسا لگتا تھا جیسے یہ بائیکاٹ محض ایک نجاتی کا نتیجہ تھا۔ غلامیہ و بچہ تو ایک نہیں بلکہ نشست ایک سفید غلام کو دینے سے انکار دینا جو اسے سڑک پر کسی کی گرفتاری تھی۔ وہ دس میں سیویں مقررہ دسے لیے مخصوص حصے کی ایک نشست پر بیٹھی ہوئی تھیں، جو سفید غلام افراد کے لیے مخصوص حصے سے ملتی تھی۔ وہ دس حصہ بھر چکا تھا۔ سڑ پارکس کی گرفتاری نے نہ صرف عوام میں غم و غصے کی برپا کر دی، بلکہ ان کو راست اقدام پر اکسایا، جو اس وجہ سے ہوا تھا کہ مارٹن لوتھر کنگ کو سیویں غلام افراد کے لیے انسانی حقوق کی تحریک میں مرکزیت دینے کی تھی۔

انہوں نے اپنی کتاب *Stride toward Freedom* میں لکھا ہے کہ صرف اس کا تکاؤ ہی نہیں بلکہ 5 دسمبر کا بائیکاٹ شروع ہونے کے بعد ان کا مارے کا صدر نشین چن کر لیا تھا تا کہ تحریک کو آگے نہ بڑھ سکے۔ وہ نہیں بتاتے تھے کہ وہ انتخاب ان کے لیے حیرت کا باعث تھا، ان کو سوچنے کا موقع دیا جاتا تو شاید وہ انکار کر دیتے۔ جب 4 دسمبر کو ان سے کہا گیا تو انہوں نے مدد کی تھی، غمزدگی سے کہتے تھے کہ یہاں تک کہ ان کے بچے ہوں انہوں کے مطابق اس تحریک کی ابتدا اخلاقی طور پر صحیح تھی۔ جب انہیں نوؤں کو ان کا مضمون "بٹرنی مافری" یاد دلا تو انہوں نے اپنے بدلتی افوں میں پڑھا تھا اور جس نے ان کے دل پر گہرا اثر کیا تھا۔ ان کا تصور ان کے مضمون کا ایک جملہ یاد آ رہا: "مہربانی کی شیطانی مہم کی مدد میں کر سکتے۔" غمزدگی مطلق نہیں ہوئے تھے کہ بائیکاٹ کو آگے نہ بڑھا یا مکمل سے۔ تاہم 4 دسمبر کو انہوں نے انہیں تھا کہ اس شعلہ کی مدد سے اس سے متعلق کریں گے، اور یہ اپنی حد تک کامیاب ہوگا۔

5 دسمبر کو صبح، جب ایک بس کے بعد بیرونی بس، اخیر کسی غیر مسافر کے زاری تو انہیں حساس مواقع بائیکاٹ کی مدد کا کامیاب ثابت ہوا۔

مگر آخری جمعہ کا عمل نہیں ہوئی تھی، اس لیے کہ ابھی تک کسی نے یہ اعلان نہیں کیا تھا کہ تحریک "شہر کا جملہ شہر سے نہیں ہو جائے گا" کے غرض کے مطابق چھٹی ہوئی ہے۔ مارٹن لوتھر کنگ نے 5 دسمبر 1955 کو وزارتوں اور دسے کی جانب سے ہو کر یہ پیغام دیا تھا۔ ان کے مطابق انہوں نے کسی فیصلہ کی تقریر پہلے کی نہیں کی تھی۔ ان کے اپنے الفاظ یہ تھے:

"ہم نے کبھی اپنے سفید غلام بھائیوں کو یہ احسان دیا ہے کہ ہم سے جو سوک گیا جاتا ہے ہم اس سے مطمئن ہیں۔ مگر آج رات ہم یہاں اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں اس پر ماضیت سے بچنا چاہئے جو ہمیں آزادی اور انصاف سے ہم کو جینے پر مجبور کرنے پر تیار ہوئی ہے۔

حکمران ہر طریقہ کار کو غیب کا مولا جو کیا نہیں۔ ہم چنے دوں سے صرف اتنا نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو اپنا رہنما بنائے گا۔ ہمارے قدم عیسائی تعلیمات کے اصولوں کی رہنمائی میں کی گئیں گے، ایک بار پھر ہمیں یسوع مسیح کے الفاظ سننے ہوں گے جو صدیوں سے فضاؤں میں گونج رہے ہیں۔ "چنے دوں سے محبت کرو، جو تمہارے لیے بد دعا کرے گا اس کے لیے بد دعا کی دعا کرو، اور ان سب کے لیے بھی دعا کرو جو تمہیں کینہ پڑ رہی

سے استعمال کریں۔“

آخر میں انھوں نے کہا:

”مگر جی ہارٹی سے حقیقت کر کے ٹھیکہ دار اور عیسائی محبت کے مرتبی (ناکر) جب تاریخ لکھی جائے تو تاریخ دانوں کو یہ کہنا پڑ جائے کہ یہ عظیم لوگ تھے۔ وہ یہ وہ کام دیکھنے والے تھے جنہوں نے ہارٹی تہذیب کی رگیں میں وہ کار کے نئے سٹی کا قائل کر دیے تھے۔ یہ ہمارے لیے چیلنج ہے اور یہی ہارٹی نے دست دراز کر کے ہے۔“  
یہ خرد تھی ایسا کر سنے والوں کے دلوں میں اثر ہو گیا۔ جیسے خود مارتن وٹھر نے کہا، یہ مانتے ہوئے تھے کہ  
لیے ایک تاریخی لمحہ تھا۔

ان کے غور نے نیکو اثریت کو سماجی حقوق کی جدوجہد پر آواز دے دیا۔ پھر کے جنوب میں، ان  
غربی کے جذبے سے مست ہونے والوں نے یہ وہ کام اور سفید فام کے درمیان، رستوں، نوں، لگاؤں،  
اسکولوں، عوامی پارکوں اور کھیل کے میدانوں میں نسلی تفریق کے خلاف جدوجہد کیا۔  
ایسی نرم دوست حمایت کیسے ممکن تھی؟

اس سوال کا جواب دینے کے لیے ہمیں اس مضبوط پوزیشن پر نظر رکھنا پڑے گا جو غیر معمولی میں مذہبی  
رہنماؤں کو حاصل ہے۔ فرصت کے وقت میں گرجا گھر کی نئی آخری پتلا گاڑا ہوا تھا، لیکن، ہٹلر  
مذہب کی مشکلات کے باوجود اس کی شخصیت ارفع ہو جاتی تھی۔ ان عیالوں پر کی عمل نہیں ہوا جو کہتی تھی کہ  
بغیر اس کے جنگ نہ ہو، اس لیے کہ یہ وہ کام تھا جس میں مذہب کوٹ کوٹ کر بکرا رہا ہے۔

کامریکس میں منظور کیے گئے قوانین اور امریکی عدالت کا یہ دیکھنے کے فیصلوں کے باوجود یہ  
جدوجہد نہیں بھی کامیاب ثابت نہیں ہوئی، اس لیے کہ ان قوانین اور فیصلوں کے ساتھ تحریک کا ملکی کی عمومی  
جیسا کہ 1955 کے بعد موبے والے واقعات سے ظاہر رہا ہے۔

تخریب کاری، رقیب ہند کے باوجود غیر معمولی نے اپنی پہلی جدوجہد جاری رکھی۔ شاید ہی بھی انھوں نے  
ان اصولوں کے خلاف تشدد کا بدلہ دیا۔ اسے کامیاب جو ان کے لئے بنائے گئے تھے، ان کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں جو  
نزدیک فوری رد عمل ہوا، بدی تھا۔ ہمارے ان نوجوان عاب علم فرما کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں جو  
رہنماؤں میں سفید فام کے لیے مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے تھے، ان کو کھانا نہیں دیا گیا، مگر وہ بیٹھے رہے۔  
سفید فام لڑکوں نے ان کی ہنسی اڑائی، توہین کی اور جتنی سنی مسکرت سے ان کی گراؤں کو دانا۔ مگر وہ اس سے  
مس نہ ہوئے۔ ان کے پاس وہ طاقت تھی جو صرف یقین ہی دے سکتا ہے، یقین کہ وہ اپنے یک حق کے لیے  
لڑ رہے ہیں اور ان کی جدوجہد ضرور کامیاب ہوگی، اس لیے کہ وہ دیگر امن طریقے اپنائے ہوئے تھے۔

مارتن وٹھر ٹھٹھ کا یقین سب سے پہلے تو یہی ہو گیا کہ قیامت میں جہت ہے، مگر وہ بھی چوری طرح  
ان کو سمجھ نہیں سکتا، جب تک کہ اسے یہ علم نہ ہو کہ وہ ماضی اور حال کے عظیم دانشوروں کے خیالات کے  
زیر اثر ہیں۔ ان کو یہ تو گناہ تھی نے بہت متاثر کیا ہے، جن کی مثال نے ٹھٹھ کا قائل کیا ہے کہ اس کے بغیر



بھی جدوجہد کا مایہ نوب ہو سکتی ہے۔ گاندھی کو پتہ چلتے سے پہلے، وہ تشریف لائے اس بات کے قائل ہو گئے تھے کہ  
یہوشا کی تعلیمات پر صرف ان کے بارے میں عمل کیا جاسکتا ہے، نہ کہ گاندھی کا مطالعہ کرنے کے بعد ان  
کو حساس ہوا کروا سکتی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ”مارٹن کنگ میں گاندھی غالباً پسے محض تھے جنہوں نے یوشا کی محبت کے اخلاق کو محض  
ان کے درمیان باکمی عمل کی سطح سے بلند کر کے ایک عاقبت وراور موثر سماجی قوت بنا دیا تھا۔“  
گاندھی کی تعلیمات میں انہیں ان سوالوں کے جوابات مل گئے تھے جو کافی عرصے سے انہیں پریشان کر  
رہے تھے: معاشرتی مندرجات کے لیے انسان کو کیا کچھ کرنا ہوتا ہے؟

وہ اس جاتے ہیں کہ ”مجھے پتا چلا کہ گاندھی کا عدم تشدد جو ایک فلسفہ ہی اخلاقی و عملی اعتبار سے جبر  
کے شکار انسانوں کی جدوجہد آزادی حاصل کرنے کے لیے درست طریقہ ہے۔“

مارٹن لوتھر کنگ پر مرست سے لینا رہتی ہے۔ سب سے بڑی بیوقوفی و مزاحمت تھی جو سفید فام شدت  
پسندوں کی طرف سے درپیش تھی۔ احمدی پسند سفید فام اور غلامان کی قیادت کے لوگوں کا بھی خیال تھا کہ وہ بہت  
تیز چل سکتے ہیں، کران کو نظر رکھنا چاہیے اور انہیں وقت واپسی کی باتوں کو کم زور کرنے کا موقع دینا چاہیے۔  
آٹھ پادریوں نے اپنے ایک کھلے خط میں اس پسو اور دوسرے پسوؤں کی طرف ان کو متوجہ کیا تھا۔  
مارٹن لوتھر کنگ نے 1963ء میں ملنگم جیل سے اپنے ایک خط میں ان الزامات کا جواب دیا تھا۔ میں اس خط  
کی کچھ سطور پیش کرنا چاہوں گا:

”حقیقت یہ ہے کہ وقت غیر قابل واپس آتا ہے انسان کی ترقی بھی مائزہ بیت کے پیچھے نہیں چلی سکتی  
ہوتی۔ یہ انسانوں کی ان تھک کوششوں سے آتی ہے، جو وہ اپنے کھلے کام کرنے پر تیار ہوتے ہیں اور  
اس محنت کے بغیر وقت غیر ملکی جمود کی قوتوں کا تھوڑی سی جاتا ہے۔“  
اس الزام کے جواب میں جو ان پر لگایا تھا، انہوں نے کہا:

”آپ نے غیب کہا ہے کہ نہ کہات ہوئے چاہیں۔ دراصل راست قدم کا مفہوم ہی یہی ہے۔  
عدم تشدد کا راست قدم، یہے تاک واپٹلا چاہتا ہے کہ ایک کیونٹی جس نے مذاکرات سے بدایا راتکار کیا ہے،  
موضوع کا سامنا کرنے پر مجبور ہو جائے۔“

وہ ان لوگوں کو یاد دلاتے ہیں کہ غیر ملکی و انسانی حقوق کے سلسلے میں قانونی طریقے سے بدایا کوشش  
کرنے اور تشدد اختیار کیے بغیر ایک بھی کامیابی نصیب نہیں ہوئی ہے۔ جب ان سے جدوجہد کے طور پر  
قانون شکنی کے بارے میں بدایا چچا کیونٹی کا جواب تھا:

”دوسروں کے قوانین ہوتے ہیں: منصفانہ اور غیر منصفانہ۔ غیر منصفانہ قانون ایک ضابطہ ہوتا ہے جو  
اخلاقی قانون کے مطابق نہیں ہوتا۔“

غیر منصفانہ قانون ایک ضابطہ ہوتا جو انسانی کردار و وحدی اور عاقبت و کثرت کی غماں برداری پر

مجھ پر ہے، مگر خود اکثریتی میں وہ اس کو اپنے لیے کو نہیں دیتا۔

— جو ایک غیر منصفانہ قانون قرار دیا ہے، اس کو اس عمل کو کھلے اور محبت کے انداز میں کرنا اور مزید قبول کرنے کے لیے تیار دینا چاہیے۔

مارٹن دتھر کٹ نے کھیر کی بھی خبر لی۔ مائٹ گوری کے من کے تازہ سے وہ انہیں تو قی قحی کر پادری اور یہودی رہنما ٹیمر کے چکے کی بھی ہوں گے۔ مگر ان کو بہت مایوسی ہوئی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ "سب کے سب، محبت اور ہونے سے زیادہ حق طرز ہے اور ان کو سچے و فی حقیقت اور کھیر کے نقشیں رنگین شیشوں کے پیچھے خاموش بننے رہے تھے۔"

سفیر فام کھیر کے ناموں سے مارٹن دتھر کٹ کی مایوسی کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں، اس لیے کہ یہی تھیں ان کی سب سے پہلے فہم کی تھی کہ "تم اپنے ہاوی سے محبت نہ گے۔"

تفریق کے خلاف جنگ میں آرمی ہوئی جب بھی معاشرتی میدان اور سماجی ماحول میں کسی تعصب کو جاری سے گا ایک حقیقت پسند ہونے کے ماتے مارٹن دتھر کٹ اس سے کبھی حرج و مرج نہ کیا۔ ہل کتاب *Strength in Love* میں وہ لکھتے ہیں:

"تعدادات کے حکام اور وفاقی ایجنسیوں میں تفریق میں تو بہت منفرد ثابت ہو سکتی ہیں، مگر عدم تفریق صرف ایک جمہوری آرڈر ضروری قدم ہے، اس پر فہ کی طرف جو مردانہ فاعل کرنا چاہتے ہیں، اپنی کام، مگر خالص گروہوں کے مابین اور باہمی مابین ہیں۔"

مگر اس عمل کو بھی آدمیوں کے دل اور روح کو چھنا چاہیے تاکہ وہ نہ صرف طور پر نہ آئیں، اس لیے کہ یہ فہ کی بھی سے اور کبھی بھی۔ "سچے ہاویوں کے مابین حقیقی انضمام اسی وقت ہونے لگتا ہے جب ان فی انفس کو دلی طور پر قبول کیا جائے جن کو قی قحی طور پر نہ گونہ کیا جاسکے ہو۔"

مارٹن دتھر کٹ کی بھی جیسے جہد ان کے اپنے ملک میں چھائی گئی ہے، اور ان کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ صدیوں پہلا، نہ جی اور ہے مگر تازہ اب اپنے ملک کے قریب آؤں گے۔

کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اس قدر جو انھوں نے اور ان کے عوام نے اپنے لیے متعین کیا ہے، وہی کے دھرم کے ماقول میں بھی میدان روشنی پھیلائے، اسی امید جو سنوں، قوموں اور سیاسی نئی قوموں کے درمیان کے تازہ بات کو سمجھا سکتی ہے، نہ آگ سے اور نہ تیار سے، بلکہ ایک نئی اور ابدانہ محبت سے؟

کیونکہ اسے *Arnult Overland* کے الفاظ سچ ہو سکیں گے؟

"نتیجہ صرف ابدی منجوب ہے ہی اعتبار کر سکتے ہیں۔ صرف دنیا کی فہم دیتی ہے۔"

یہ (نما)، ایک بے واسطہ و ماحول معبود خواب کی مانند محسوس ہوتے ہیں، مگر خواب کے بغیر اور خواب کو حقیقت میں تبدیل کرنے کی کوشش کیے بغیر زندگی زندہ رہنے کے قابل نہیں۔

آج کا انسان جو مری بھکا جاٹا ہے اور وقت آگے بڑھے کہہ چکے اس کے دلوں میں اس انداز میں کو ایک

طرف رکھ کر اسی پیغام کو منشی جیمارٹن لوتھر کنگ نے اپنی اپنی جہد و جہد کے دوران اپنی لٹرائی کی جانب سے ہمیں دیا ہے۔ لوتھر کنگ اپنے ملک کی سرحدوں سے پرے بھی دیکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

”پہلے سے کہیں زیادہ میرے دوست، تمام نسلوں اور قوموں کے آدمی، آج پرہیز ہوتے ہوئے بھی چیلنج کیے جا رہے ہیں۔ اب ہم زیادہ غریب ملک ایک دوسرے سے الگ رہنے کی عیاشی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اسکی غلطی کبھی اخلاقی یا کاکی کہوتی تھی، آج یہ ہمیں اخلاقی خود کشی کی طرف لے جائے گی، اگر ہم یہ فرض کر سیتے ہیں کہ ہر ایک انسان کو اپنی رہنے کا حق ہے، تو ہمیں چٹک اور جھکی کا تبادلہ کرنا ہوگا۔ خودی جہادوں اور میزائلوں کے ہمارے دور میں تو کی راستے ہیں: عدم تشدد کا راستہ یا عدم وجود کا راستہ۔“

اگرچہ مارٹن لوتھر کنگ خود بھی جین ابقوئی تنازعے میں ملاٹ نہیں، عمران کی اپنی جہد و جہد میں، اندر سے بھلے جانے والے ناقوس کی آواز کی مانند ہے۔

وہ مغربی دنیا کے پسے غنیمت میں جس نے دھار دی ہے کہ بغیر تشدد کے بھی جہد و جہد کی جاسکتی ہے۔ جہد و جہد کے دوران ہر دور نہ محبت کو یک حقیقت بنانے میں بھی انہوں نے پہل کی ہے اور ان کا یہ پیغام تمام آدمیوں، تمام قوموں اور تمام نسلوں کے لیے ہے۔

آج ہم مارٹن لوتھر کنگ کو شرابی عقیدت پیش کر رہے ہیں، جو جہد و جہد پر اپنے عقیدے سے کبھی دست نہ ہار نہیں ہوئے، جنہوں نے اپنے عقیدے کے خلاف کچھ بھی نہیں کیا، کئی بار قید ہوئے، ان کا تھریسوں کا ٹکڑا بنا ہے ان کی ہڈی اور ان کے خاندان کی زندگیوں کو ختم کرنے کی دھمکیاں بھی دی گئی ہیں، پھر بھی ان کا عزم لڑکھڑایا نہیں ہے۔

مارٹن لوتھر کنگ کی نوٹس کمیٹی نے سن کے اس دیر تمبیس کو 1964 کا امن خواہیج کا فیصلہ کیا ہے۔

خطبہ:

## امن اور انصاف کی جستجو

مارٹن لوتھر کنگ کی نوٹس کمیٹی کے شکریے کے بغیر یہ ممکن نہیں کہ میں اپنا خطبہ شروع کروں، جس نے اپنے بڑے اعزاز سے مجھ کو اور ریاست ہائے متحدہ میں شرابی آزادی کی تحریک کو نوڈ ہے انسان کی زندگی میں اکثر اوقات تکمیل و اتمام کے ایسے ناقابل یقین لحاظ آتے ہیں جن کی تشریح ان علامتوں کے ذریعے نہیں کی جاسکتی جن کو اللہ کہتے ہیں۔ ان کے معنی کا انکشاف اس کی ناقابل سماعت نبوت کے ذریعے ہی کیا جاسکتا

ہے۔ یہ ایسا ہی محسوس ہے جس کا اس وقت مجھے تجربہ ہو رہا ہے۔ میں اس اعلیٰ اور دل خوشی میں مجھ سے تباہی نہیں ہو سکتی۔ متعدد کے تمام جو کاروں کی طرف سے محفوظ سمجھا ہوں، جو کسی ماحول کے یہ درد پیشے کے خلاف بنی ہوئی است سے کام کر رہے ہیں، اور اس عمل کے ذریعے جنھوں نے اپنی انسانی قدر کے نئے نئے تھمتے متعین کر دیے۔ ان میں سے بہت سے نوجوان بھی ہیں اور صندب بھی۔ یہ قیصر کی عمر کے اور عام درجے کے افراد ہیں۔ ان کی کثرت مفلس اور غیر تعلیم یافتہ ہے۔ مگر سب ایک خاموش عقیدے کے ساتھ ہی ہوتے ہیں کہ احمد کی کرمت کی تفریق کو قبول کرنے سے بہتر ہے کہ ہمارے ساتھ دوسرے جائیں۔ یہی اس آزادی کی جدوجہد کے حقیقی پس منظر ہیں۔ یہ ٹریفک لوگ ہیں، میں جن کی جانب سے نوٹس، امن کا یہ انھیں مقبول کر رہا ہوں۔

اس مقام میں اس تاریخی اور بلند دور شیشیں کو اس تھلیف دوسرے کے ہوتے کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہوں جو آج بنی نوع انسان کو مدد ملتی ہے۔ جدید دور کا انسان اس پھر کی دنیا کو مستقبل کی پہچان دینے کے لیے آگیا ہے۔ دوسرے نفسی کامیابیوں کی حیرت انگیز ترقی بلندوں پر قیصر کی ساری نے مشینیں بنائی ہیں جو سہاقتی ہیں، اور ایسے اوزار بنائے ہیں جو تیروں کے درمیان خداؤں کے ماحول پر عبور حاصل ہیں۔ جہانک کہتے ہیں۔ اس نے سمندوں کو پورا کرتے کے لیے غصہ اڑا دیا۔ "راہاؤں کو دوسرے دینے کے لیے دیقلمت عمارات تعمیر کرتی ہیں۔ اس کے ہوائی جہازوں اور خدائی جہازوں نے طویل فاصلوں کو مختصر کر دیا ہے، وقت کو ذخیرہ کر رہا ہے اور کہہ ہوائی میں شمار کیا گیا قیصر کی دنیا میں یہ جدید انسان کی سائنسی اور تکنیکی ترقی کی چند حیدر دینے والی تھمتیں ہیں۔

پھر بھی، سائنس اور تکنیکی میں کسی نظریے میں چھوٹا اور مستقبل میں بہت سی آنے والے غیر محدود چھوٹوں کے باوجود کچھ بنیادی شے ہے جو بھی ہاتھ نہیں آتی ہے۔ جہاں کا ایک قسم کا احساس ہے جو ہماری سائنسی اور تکنیکی بہتات کے اب دور تھاں کے صحیح حائل ہے۔ مادی اعتبار سے ہم جتنے نیا درمیں ہیں، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے اتنے کی زیادہ گناہی ہیں۔ ہم نے ہمارے ان طریقوں میں رٹا، ماحول کی طرح سمندر میں قیصر کی کو یہ ہے مگر ہم بھی ان کی طرح ایک ساتھ رہنے کا سہ دوتیر میں نہیں دیکھ سکے ہیں۔

پرواز، اندرونی اور بیرونی، دونوں میں رہتا ہے۔ یہ ماحول اندرون روحانی دنیا کے کا آخری سرچھٹا ہے جس کا انکسار، ادب، اخلاقیات اور مذہب میں ملتا ہے۔ یہ ماحول بیرون دنیا، تکنیک، کارزار اور وزیریات کی پیچیدگی ہے جس کے ذریعے ہم نندورہتے ہیں۔ آج ہمارا مسکن یہ ہے کہ ہم نے اندرون کو بیرون میں مہوئے دیا ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں جن کے ذریعے اس سرے کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں جن کے لیے ہم نندورہتے ہیں۔ جدید دور کی نندو کوٹھارے Thoreau کے کہاں نے تہی خوب مسوداتی سے چند قصوں کے اپنے بقولے میں سمونیا ہے "Improved means to an unimproved end"۔ یہی ہماری سب سے بڑی پریشانی ہے، یہی آہنی مسرے جو انسان پر ہمہ وقت سوار رہتا ہے۔ آج اگر ہمیں اس جال سے بھٹانے تو ہمیں اپنی اخلاقی اور روحانی "کامیابی" کو نکال دینا پڑے گا۔ بڑھتی ہوئی مادی حقیقتیں بڑھے

موتے خطرات کا باعث ہوتی ہیں، مگر یہی سب سے بڑا نقصان نہیں ہوتا۔ جب انسانی فطرت کا "بیرون" اس کے "اندرون" پر حاوی ہو جاتا تو دنیا پر گہرے طوفانی ہوائیں چھانے لگتے ہیں۔

روحانی اور اخلاقی کابلی کا سلسلہ جو انسان کا سب سے بڑا وسوسہ بنا رہا ہے، زمین پر سے سب سے اچھا کھانا کھانا ہے جو وہاں بچے بن جاتے ہیں انسانی اخلاقی خواہش سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سارے مسائل اگرچہ تھوڑے اور آگ نظر آتے ہیں مگر آپس میں کس طرح جڑے ہوئے ہیں ان کو اب تک کسی نے نہ جان سکا۔ میری مراد یہی مائٹھائی، انداز اور چنگ سے ہے۔

اس مرحلے پر میں پہلے جس مسئلے کا تذکرہ کرنا چاہوں گا وہ ہے نسلی مائٹھائی۔ نسلی مائٹھائی کی شیطانت کو دور کرنے کی جدوجہد کی ہمارے وقت کی بہت ساری کوششوں میں سے ایک، اور سب سے اہم ضرورت ہے۔ یہ سب سے بڑے عقیدہ کے پیروکاروں میں موجود انگریزی آزادی اور انسانی برادری کی "بھئی" اور "ای وقت" کی بنیاد پر ہونے والے ایک گہرے جذباتی عزم کی پیداوار ہے۔ ایک زاویے سے یہ سب سے بڑے عقیدوں میں شروع ہونے والی شہری حقوق کی جدوجہد کی مظہر ہے جس کو امریکی تاریخ کی روشنی میں سمجھا جاتا ہے اور موجود امریکی حالات کے تناظر میں اس سے منہ جانا چاہیے۔ مگر دوسرے زاویے اور زاویہ دو، ہم دیکھ رہے ہیں، آج جو کچھ امریکا میں ہو رہا ہے وہ دنیا میں ہونے والے واقعات کا ایک نمونہ ہے۔

فلسفی افریقہ مارکس وائٹ ہیڈ (North Wirehead) کا قول ہے کہ ہم پہلے وقت میں زندگی جس میں تہذیب بنانا یا ان کی تباہی کر رہی ہے، جو تاریخ میں ایک بڑا عمل ہے، جس میں ان کی ازبکوہ تصورات کی جن پر سائنس کی تعمیر ہوئی ہے، چھان بھٹک کر رہی ہے، ان پر سب سے اچھے ہیں اور ان میں گہری تہذیبیں بھی ہو رہی ہیں۔ "آج ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ آزادی کا پیدا کردہ دھماکا ہے وہ بڑا بیگ (Vlad Hugo) کے الفاظ میں اس "کھیل" کی آگاہی ہے جس کا وقت آگیا ہے۔" بے قیامی کی گہری گڑبڑ ہوتی ہے جو آج ہم سب سے بڑا دوراں ہے مگر ہم محام کی گھن گرتی ہے جو جبر کے حکومت خانوں سے بلند ہو کر آزادی کے روشن چوٹیوں تک، ایک پرتشدد جوانی ترانے کی صورت میں فٹنڈوں پر چھا رہی ہے جس کے پس میں "پاگل" سے اپنے والے اسے آسماں نہیں بھرے۔ "پوری دنیا میں، ایک بخلائی طریقہ کار کی سب سے وسیع تحریک آزادی پھیل رہی ہے۔ محام کی کشمکش نے اپنی ٹیلی اور اپنی زمین کے استحصال کو مزاحمت کا عہد کر رہا ہے۔ محام جاگ اٹھے ہیں۔" مسندوں پر ہالے جانے والی اونچی بڑوں کی طرف سے برف کی طرف سے ہے۔ آپ سب سے بڑی ہر گز، ہر ہندو کا ہر مکان میں، طلبہ میں، کھیلوں میں اور سبکی اجتماعات میں ان کی غزابت کو سن سکتے ہیں۔ تاریخ میں صدیوں پہلے کی تحریکوں کی جھلکیں میں مغربی یورپ کی سول سٹیمیں اور قومیں مختلف نوٹ کی "فلو جات" کے لیے لگی کھڑی ہوتی تھیں۔ وہ عرصہ، یعنی نو آبادیاتی عہد، اب ختم ہو چکا ہے۔ مشرقی مغرب سے بغل گیر ہو رہا ہے۔ نوٹش پھر سے تقسیم ہو رہا ہے۔ لی ہاں، ہمارا نقطہ نظر بھی تبدیل ہو رہا ہے۔

تاریخ کے علمبرداروں کی جدوجہدوں پر حیرت نہیں کرتی چاہیے۔ مجبور مجاہد ہمیشہ مغلوب نہیں رہ سکتے۔ آزادی کی خوش بختی بالآخر عیاں ہو کر رہتی ہے۔ انجیل مقدس، دیپیکان خیر قلم، بیان کرتی ہے جس میں (حضرت) موسیٰ نے فرعون کی عداوت میں کھڑے ہو کر اس طرح پکار کر کہا تھا، "میرے اُست و کُل جا جائے گا۔" یہ ایک مسلسل قلمی کا بتدائی باب ہے۔ ریاست ہائے متحدہ کی موجودہ جدوجہد کسی ابتدائی باب کا کچھ حصہ ہے۔ اندرونی کچھ چیزوں نے غیر اچانک پیدا کی حق یا دریا ہے، اور کچھ بیرونی چیزوں نے یا وہ۔ یا ہے کہ اس کو اس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے۔ شعوری یا۔ شعوری صورت پر وقت کی پکار نے اس کو گرفت میں لے لیا ہے، اور اپنے فریضے سپرد فہم اور پیشہ کے ذریعہ فہم بھاریں، جنوبی امریکا، جزائر شرق اوسط اور ریاست ہائے متحدہ کا غیر رسمی اتحاد اور اپنی موجودہ زمین کی طرف ایک حساب ٹھٹ کے ساتھ سے بندھا ہے۔

غوثی قسمی سے نسل انسانی کی یہ وراثت کو ختم کرنے کی جدوجہد کی طرف کچھ با معنی پیش قدمی ہوئی ہے۔ ہم نے پیشہ ورانہ چاروں آزادی کے طوطے کا شان و رتھاٹھ دکھائے۔ تیس برس قبل پورے امریکا میں صرف تین محنتی قومی تھیں مگر آج پچیس فیصد قومی قومی آزادی کی نجات پانچ ریاستیں قائم کر چکی ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ میں ہم نے بدترجیح نسل حادہ کے نئے و قلمی موتے ہوئے دیکھا ہے۔ سرکاری اسکول میں نسلی حادہ کو غیور بنانی قرار دینے کا دعوت جاریہ کا 1954 کا فیصلہ "خلاصہ نگرانی" پر پورے نظریے کے لیے آئینی اور قانونی موت تھا۔ عدالت نے فیصلہ صادر کیا تھا کہ عدالت سبقتیں بنیادی طور پر ہم مساوات سے ورکے بچے کو نسل کی نسل کے باعث عدالت دیکھا ہے کہ قانونی تحفظ اہم نہ کرنے کے مترادف ہے۔ یہ فیصلہ حق وراثت سے غروہ کرنے والوں کے لیے امیدیں ایک کرن بن کر آیا۔ اور پھر چند ماہ کے بعد ایک روز روشن طوطے میں جب "شہری حقوق" کا ایک ذریعہ بہت مسودہ قانون ہوئی سر زمین کا قانون بنا۔ یہ بل اسب سے پسے صدر سینیٹی نے جس کی سفارش کی تھی، سب سے امریکیوں کی غائب کثرت کی حد اور استعدال سے، جس میں تجویز پر سفید فام بیڑوں شامل تھے منظور موافقہ انسانی حقوق کی متلاطم جدوجہد کے درمیان یہ ایک الجھپ موقع تھا ایک دوسرے اعلان نہایت کی ابتدا تھی، جس نے مسوی موقع فراہم کرنے کے لیے ایک مکمل قانونی بنیادیں کر دی تھی۔ اس بل پر بحث کے دوران ہم نے رضامندی کے کچھ بہت افزا وراثت گنیز ہٹا رہے بھی دیکھے تھے۔ میں یہ اعلان فراہم کرنے میں غوثی محسوس کر رہا ہوں کی عام طور پر ریاست ہائے متحدہ کے جنوبی علاقے کی لیا و ترا جویوں Civil Rights Law کی تعمیل کر رہی تھیں اور اس عمل کے دوران خامی سمجھنے کا مظاہرہ بھی کر رہی تھیں۔

ریاست ہائے متحدہ کے خارجہ صدارتی احکامات کے دوران ایک بورڈ دست ابھرنے کے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محاورات آگے بڑھ رہے تھے۔ امریکی عوام نے اس میزبان کو ذکر کے جس کا تشکل شدت پسندی، نسلیت اور مرا جعت سے قیام نہ کی پچھلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہماری قوم کے وہاں نے لائیں بازو کے بنیاد پرستیوں پر کاری و رکاوٹیں لگائیں۔ ہمارے سامنے کے ان لوگوں کو شکست دی ہے جو سفید فام کو نیگرو کے



گھر میں قیامت کے بارے میں تشدد بھی پائیدار امن نہیں، سکنا۔ یہ سہاگن مسکن کا اصل نہیں۔ یہ صرف سنے اور  
 سمجھنے مسکن پیدا کرتا ہے۔ تشدد قوتی عمل ہے اس لیے کہ یہ وہ سے نیچے۔ سنے والی پہچان سیزگی کی طرف  
 ہے جو سب کی تباہی پر ختم ہوتا ہے۔ یہ غیر خدائی اس لیے ہے کہ مخالف کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے، بجائے  
 اس کے کہ اس کا تقابلی دائرے حاصل کرے۔ یہ مغلوب کرنے کے بجائے نیست و نابود کرتا ہے۔ تشدد اس لیے  
 بھی غیر اخلاقی ہے کہ یہ محبت کے بجائے نفرت کے ماحول میں پھمتا چھوٹا ہے۔ یہ میوٹی کو تباہ کرتا ہے اور یہ اور کی  
 کو ممکن بناتا ہے۔ یہ سات کند کرات کے بجائے خود کشی کی کیفیت میں چھوڑ دیتا ہے۔ تشدد با اثر خود کشی  
 گھسٹ کا دمٹ ہوتا ہے۔ یہ نیک جانے والوں میں تھنیاں، اور تباہ کرنے والوں میں ہے جی پیدا کرتا ہے۔

عدم تشدد حقیقی معنوں میں روحانیت اور اخلاقیات کی طرف اشارہ کرتا ہے، جس کو جدید دور کے انسان کی  
 سب سے سرائی سمجھا جاتا ہے۔ یہ اخلاقی طریقے سے اخلاقی پہلوؤں کو سامنے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ عدم  
 تشدد ایک محنت ور در مضطمانہ تصور ہے۔ سامنے کا یہ سب سے مفرد متنبہ ہے۔ جو بغیر زخمی کائے کا تہ ہے  
 اور چلانے والے آدمی کو فرما کر کرتا ہے۔

اس میں طریقے پر یقین رکھتا ہوں، اس لیے کہ میرے خیال میں یہ واحد طریقہ ہے ایک بکھرے  
 ہوئے سامنے کو اکٹھا کرنے کا۔ یہی وہ طریقہ ہے جو مذہب اکثریت کے شعور سے نکل کر کے واجب انصاف  
 آواز بن کر آئے کی کوشش کرتا ہے جس نے بے مہرہ خلیف، غریب اور غیر معصیت کے ذریعے اپنے نظریہ کو سامنے لانے دیا  
 ہے۔

عدم تشدد مزاحمت کا اپنے پیغام کا مندرجہ ذیل اس وہ طریقے سے خواص بیان کر سکتے ہیں۔ نصرت اور  
 دوسرے راند کی پسے قدم اٹھانے میں ماکائی کے وجود میں مانعہ کی کے خلاف راست اقدام کریں  
 گے۔ ہم بے جا قوانین پر عمل نہیں کریں گے۔ نہ بے جا طریقوں پر کام کریں گے۔ ہم یہ سب کچھ پر امن اور  
 و شکاف طریقے سے درخوشی مانی سے کریں گے، اس لیے کہ ہمارا مقصد ترقیب دینا ہے۔ ہم عدم تشدد کا  
 طریقہ بناتے ہیں اس لیے کہ ہمارا مقصد ایسا سامنے ہے جو خود اپنے لیے بھی پر امن ہو۔ ہم الحاق کے ذریعے  
 ترقیب دینے کی کوشش کریں گے، پھر بھی اگر ملنا کام ہے تو ہم اپنے عمل سے ترقیب دینے کی کوشش  
 کریں گے۔ ہم بہت جیت کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہیں گے اور سب مسالحت کے جو نکل مند ہوں  
 گے، پھر بھی ضروری ہوگا تو تکلیف اٹھانے کے لیے بھی تیار رہیں گے، حتیٰ کہ جسے ہم سچ سمجھتے ہیں اس کی گواہی  
 کے لیے اپنی جان کو بھی خطرے میں ڈالیں گے۔

نمل مانعہ کی کے مسئلے کے حل میں کامیابی کی مثالیں کم نہیں۔ مومن والی نرم چند گاندھی نے بڑے عمدہ  
 طریقے سے برطانوی سلطنت کے جبروت کو ٹکڑا کر دیا۔ چنے موسم کو صدیوں کے پس کی تسط اور معاشرتی  
 استحصال سے نجات دینی تھی مائیں نے صرف سچی، روحانی قوت، اور بہت کے متنبہ روں سے، زخمی کائے  
 بغیر بعد و جد کی تھی۔



پچھلے دن برسوں میں ریاست ہائے متحدہ کے شہر بہادر مردوں اور عورتوں نے خلائی قوت اور عدم تشدد کی تاثیر کی گواہی دی ہے۔ مزاحمت ہے چیراگم نام، سنگ دیو جیون، میا اور سفیدی مونیوں، تعلیم کے ماتحت مکمل کو وقتی طور پر شیر باد کیر کر قصب کے خلاف مزاحمت ہوئے ہیں۔ ان کی باہمت و ضبط و برسرِ مہم ما خدائی کی جھڑپوں والے ریگستان کے جگ یک فرحت افزا نغمستان بنی ہیں۔ وہ ہماری پوری قوم کی جمہوریت کی ان عظیم سرگرمیوں کی طرف واپس لے گئے ہیں جو ان کے اجداد نے آئین کی ترتیب اور آزادی کے احکام کے دوران سمجھ دی تھیں۔ ایک دن پھر امریکا ان کے کامیابیوں پر فخر کرے گا۔

مجھے خیال ہے اور اس سے انسانی کم زوریوں کا دانا کامیوں کا عدم تشدد کے اثرات کا، اور کھلم کھلا تشدد کی وحشت کا۔ مگر میں اب بھی اس بات کا قائل ہوں کہ عدم تشدد عملی طور پر صحیح بھی ہے اور اخلاقی اعتبار سے اچھا طریقہ بھی ہے پرانے مسائل اور نفسی مانتھائی کو حل کرنے کا۔

ایک اور بڑا ہی جوجھڑیو دنیا پر چھائی ہوئی ہے، وہ تشدد کی بنیاد ہے۔ ایک دیو نیگل 'آکٹوپس' کی طرح یہ زمینوں اور دیہاتوں پر پھیلے ہوئے چنے بانڈوں سے پوری دنیا کو پکڑا کر رکھتی رہتی ہے۔ دنیا کی تقریباً دو تہائی آبادی روزانہ بھوکے موتی سے ان کے ستر یا تو شریوں کی لکیوں ہوئی ہیں یا دیہات کی خاک آلود ہو چکی۔ ان قدرے کے ہمارے خدا کے بندوں کی کثرت کو نہ بھی کوئی عام دیکھتا نہ دیکھتا ہے کہ ان کے ڈاکٹر کا علاج نصیب ہوا ہے۔ قدرے کا یہ مسد ترقی یافتہ ملک کی درجات میں غلٹی ہوئی آبادی میں ہے، ماما نہاد غیر ترقی یافتہ ملک میں بھی یہی کچھ موجود ہے، یہ ایک وسیع معاشیاتی غلطی کے طور پر خود امیر ملکوں کے درمیان بھی پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اب میرے ملک نی کوے لیجیے۔ میرے صنعتی پیداوار کا پنا عظیم نیگما بنایا ہے جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ ہم دنیا کی سب سے زیادہ دولت مند قوم بن گئے ہیں۔ اس برس ہماری قومی مجموعی پیداوار 650 ارب ڈالرز تک پہنچ جائے گی۔ پھر بھی ہم رستم ہمارے ساتھی باشندوں کا پانچواں حصہ یعنی دس میں سے تین خاندان، جن میں تقریباً پچیس میں سے تین باشندے ہیں، ان کے ذاتی امیر سائے میں رتھر رہے گا۔ ایک اعتبار سے، امریکی باشندوں کا قدرے ایٹمی اور فریقا کے قدرے سے زیادہ مایوس کن ہے۔ پیش اور فریقا کے مفلسوں کی حالت مرگے انیہ و جھٹے و رڈوں کی مصداق ہے، جو اکثریت کے لیے زندگی کی حقیقت ہے، اور وہ سب اس لیے مفلس ہیں کہ ان کے علاقے میں استحصال کے باعث ترقیوت نہیں ہوئی ہیں۔ اس کے برخلاف امریکا کے مفلس جانتے ہیں کہ وہ دولت مند ترین قوم کے فرد ہیں، اور اگرچہ وہ قدرے کے ایک تہ سے کم میں رتھر ہیں، ان کے اطراف مادی خوش حالی کا کھانسیا مانتا سمندر موجود ہے۔ ان کے پاس مائند علاقوں سے روزانہ ہند ہوئی پہنچاتے ہوئے شیشے اور آئین سے بنی سفید عمارتیں اچھائی دیتی ہیں۔ چھ سو میل کی رتھر سے پڑوا کر کتے جیٹ ہوائی جہازوں کی تلخست سے پڑا بادلوں کے آسمان سے گزرتے رہتے ہیں، مصنوعی سیارے خدا سے چاند کی تصویرت کھاتے رہتے ہیں۔ صدمہ جانسی نے اپنے پاریمیائی انتخاب میں اس تعداد کا ذکر کرتے ہوئے فرمائی تھی کہ ریاست ہائے متحدہ امریکا کا معیار زندگی دنیا بھر میں سب

سے ملنے ہے، مگر راجدینی افسوس کرتے ہوئے کہا تھا کہ ”قراویں اس چکا چنڈ میں دبدبائی اور بے روزگاری کے سلیے بھی لہرا رہی ہیں۔“

تویہ وضع ہے کہ گراؤ کی کو اپنی روحانیت اور اخلاقی پس ماندگی کے نشان سے رہائی حاصل کرنی ہے تو اسے کسی نہ کسی طرح دنیا بھر کے ”دوست مندوں“ اور ”مخلصوں“ کے درمیان پھیل چلنے پر تکیہ کر کے ہوں گے۔ جدید دنیا کی قبرست پر سب سے اہم مسئلہ انسانی ہی ہے۔

اندرس کے بارے میں کوئی بات نہیں۔ نئی بات تو یہ ہے کہ کسی تویہ کرنے کے لیے ہمارے پاس وہاں موجود ہیں۔ لیکن صدی سے زیادہ عرصے قبل لوگوں نے آدنی اور پیدوار کے جڑوں سے پریشان ہوا شروع کیا تھا۔ ماتھس (Malthus) نامی ایک فہر مند انگریز نے ایک کتاب لکھی تھی جس میں اس نے نہایت خوفناک نتائج اخذ کیے تھے۔ اس نے پیشین گوئی کی تھی کہ انسان بدتر حال عالمی فاقہ کشی کی طرف بڑھ رہا ہے، اس لیے کہ دنیا میں عموماً کم پیداوار سے زیادہ اس کو کھانے والے بڑھ رہے ہیں۔ بعد کے سائنس دانوں نے Malthus کے اخذ کردہ نتائج سے اختلاف کیا اور کہا کہ اس نے دنیا کے وسائل اور انسان کی خوشحالی دونوں کا غلط اندازہ لگایا ہے۔

لیکن ہم یہ نہیں فرما رہے کہ ہمارے ایک بہترین ذہن نے، ماتھر (Kirtley Mather) نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا عنوان Enough and to Spare تھا۔ اس نے جو بنیادی موضوعات چنا تھا وہ یہ تھے کہ جدید دنیا میں قحط سہی قطعاً ناممکن ہے۔ اس لیے آج کے بچنے سے پہلے کیا ہونا چاہیے؟ کسی سر زمین، کسی شہر، کسی دھڑکنے والے بھوک اور تھک رہی تھی۔ جب آدنی کے پاس وسائل بھی ہیں اور مائٹس کم بھی، جن کے ذریعے تمام بنیادی نشان و ردی کی بنیادی سہولتیں مہیا کی جاسکتی ہیں؟ زمینیں تک سیرب کیے جاسکتے ہیں اور ان کی بڑائی بھی تبدیل کی جاسکتی ہے۔ سر زمین کی کمی کا ٹھکانہ نہیں کر سکتے، اس لیے کہ پھنسی میں مریض میں مریض قاتل کاشت ہے، جس میں سے ہم صرف مائت میں مریض میں مقبے سے ہم پر کاشت کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس فائمن، غذائیت، غذائی کیس اور رابطہ ہر جہتی کا حیرت انگیز علم موجود ہے۔ سائنسی قوت کے وسائل کی کوئی کمی نہیں، اس لیے تو انسانی ارادے کی۔ کٹر خوش حال اور محفوظ لوگ اپنے درمیان موجود اندر سے دھڑکنے سے رہنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں مخلصوں کا خیال دلوں سے نکال دیا گیا ہے، اور ان کو ہر دلی سوسائٹی کے مرکز کی دھڑکی سے بھی نکال دیا گیا ہے، اس لیے کہ ہم نے ان کو غیر مریض ہو جانے دیا ہے۔ ہوائی اسی طرح، جیسے عدم محدودے کی نا انصافی کی بد صورتی کو عیاں کر دیا ہے، اندر کی بیماری کو بھی منظر عام پر لایا ہوگا اور اس کا علاج کرنا ہوگا، مرض کی علامتوں کی کو نہیں، اس کی بنیادی وجوہات کو بھی دور کرنا ہوگا۔ یہ بھی ایک غصہناک جدوجہد ہوگی، جس میں اس کے خلاف کا طریقہ معبود کرنے سے مختلف ذریعہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یہ ایک مستحکم بننا کیوں نہ ہو۔

ب اندر کے خلاف عالمی پیمانے پر جنگ کرنے کا وقت آچکا ہے۔ مروت مند قوموں کو اپنے وسیع

دنوں کی ترقی پانچ دہائی کی ترقیات پر مبنی تھا چاہے، جہاں کو ہم دیکھیں وہاں ترقی چاہیے۔ نئی قوم ہمیشہ مہربان قوم ہوتی ہے۔ اگر ایسے لوگوں کے لیے فکر نہ کرے تو نہ کوئی فرد نہ ہو سکے اور نہ کوئی قوم۔ ہماری مذہبی روایات کے دیشے ریشے میں یہ عقیدہ کندہ ہے کہ انسان کو خدا کی شہادت میں غفلت کیا گیا ہے۔ اس کی غیر مادی رویت سماجی قدرتی حالت ہے۔ اس کی وراثت و روحانی قدر و قیمت ہے۔ اگر ہم اس کو ایک اخلاقی حقیقت سمجھتے ہیں تو کسی انسان کو بھوکا دیکھ کر آشیوں کو یہ رویہ و رذیلہ کشی کی حالت میں دیکھ کر ہم محض تشافی بن کر بیٹھے نہیں رہ سکتے، اگر ہم ان کی مدد کر سکتے ہیں تو ہوتے ہوتے قوموں کو دولت مند اقلیدہ۔ اور نفس اشریت کے درمیان حالت خلیج کو پانے کی حق کوکھ دیکھنا چاہیے۔

تمام تجربے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اس شہادت کو خدا کی زدہ لوگوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اس لیے کہ دونوں ہی مقبوض کی ایک ہفت کا حصہ ہیں۔ تمام زندگیوں اس میں مشغول ہیں اور تمام انسان باہمی تعمیر پر مجبور ہیں۔ نفس کا نکتہ میر کو ٹھکانا ہے اور نفس کی نوبت امیر کو بڑھاتی ہے۔ ہم مائتہ صویر پر اپنے بھائی کے نگہبان ہیں اس لیے کہ حقیقت ہم ایک ہی بڑھنے میں ملے ہوئے ہیں۔ چونکہ ان نے اس صداقت کا بڑے خطرناک انداز میں تجربہ کیا ہے، جب اس نے کہا تھا:

کوئی بھی آدمی خود کو فیصل جزیرہ نہیں ہوتا  
ہر شخص ایک بڑا عظیم کا ٹکڑا ہوتا ہے، ایک مرکز کا حصہ  
اگر سمندر میں ایک تودہ بھی بہ جائے  
تو یورپ بھی چھوٹا ہو جائے گا  
اسی طرح، جیسے ایک ماسب زمیں  
اسی طرح، جیسے تم اور تمہارے دوست  
ایک فرد کی موت بھی مجھے منتشر کر دیتی ہے  
اس لیے کہ میں انسانیت میں شامل ہوں  
لہذا، کبھی نہ پوچھو کہ معنی کس کے لیے جا رہی ہے  
مثلاً یہ تمہارے لیے جا رہی ہے

تیسری نئی شیطنت جو ہماری دنیا کو دیکھ رہی ہے، جنگ ہے۔ چاہے واقعات نے ہمیں صاف طور پر دہلا دیا ہے کہ ہم سے پہلے پہ تباہی پھیلنے والے سمیوں کی قوموں کے اسلامیوں میں کی نہیں، ہمدردی میں اضافے کر رہی ہیں۔ دنیا کی نئی ترقی یافتہ قوموں کے ذہن کا ارتقا ز فوجی کمپنی پر ہے۔ Limited Test Ban Treaty کے باوجود جوہری سمیوں کا پھیلنا روکا نہیں جاسکا ہے۔ اس کے برعکس، پہلی غیر تسلیم شدہ اور نام نہاد ترقی یافتہ حالت، چین کو ای جیو جیو کے ہاتھوں جوہری دھماکے سے پہلی انسانیت کو بھڑکے ہستی سے منسوب کے سکناات کے پڑنے سے وسیع اتفاق و اکرسیہ ہیں۔ یہ حقیقت، کہ دنیا میں انسان

نیا وہ تر جو بری جنگ کے خطرات کو جس لیے اپنے ذمہ لے کر رہتا ہے۔ اس کا خیال بہت تکلیف دہ ہے اس لیے یہ ناقابل قبول ہے۔ ایسی سیٹی بھارت میں پہلے سار جنگوں کے خطرات کو گم نہیں کرتی۔ نہ کرنے کا طریقہ واقعی عورت پر تشویش کو چھپا تو سکتا ہے مگر ذہنی سکون اور جذباتی تحفظ فراہم نہیں کرتا۔

لہذا، جنگ کی طرف انسان کا رجحان اب بھی قائم ہے۔ مگر تجربے سے حاصل ہونے والے علم ہمیں بتاتا ہے کہ جنگ فرسودہ ہو چکی ہے۔ ایسا نہ کہ بھی رہا ہوگا جب شیطانی قوتوں کی ترقی کو پھیلنے سے روکنے کے لیے جنگ نے ایک منظم چھائی کا کام کرتی، مگر جدید ہتھیاروں کی چودوں طاقت نے اس امکان کو بھی مٹا کر دیا ہے کہ جنگ ایک فتنی اچھائی ہو سکتی ہے مگر ہم یہ یقین کر لیں کہ زندگی زندہ رہنے کے قابل ہے اور آئی کیو کی رہنے کا حق ہے تو ہمیں جنگ کا کوئی مقابلہ تلاش کرنا ہوگا۔ اس دور میں جب ہر طرف خدائی سوارے اڑتے پھرتے ہیں اور خود کار میزائل زمین کے اطراف سمیت کی مثالیں ہیں، کوئی قوم جنگ میں فتح کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ ایک مام نہاد میزائل جنگ بھی خوفناک انسان کی بادی، سپر اسٹارکس اور دیگر اذالہ فریب سے زیادہ مناسب کی درشت چھوڑ کر جائے گی۔ خدا نخواستہ اب عالمی جنگ صرف دھواں دھواں ماحول صورت میں انسانی نسل کی ایک کوئی شہادت چھوڑے گی جس کی خطیوں نے نشان کو پہنچا اور قحطی سمیت کے راست پر گامزن ہو جائے۔ لہذا، آئندہ انسان جتنے کے بغیر جنگ سے انکھیں پڑنا چاہتا ہو اس زمین کو ایسے جہنم میں بدل دے گا جس کا نام دانتے (Dante) بھی تصور نہیں کر سکا ہوگا۔

لہذا میں آپ سب کی خدمت میں، اور ان سب کی خدمت میں جو ان لحاظ کو اٹھادہ نہیں گئے، یہ کہنا چاہوں گا کہ عدم تشدد کے فیصلے اور حکمت عملی پر فوراً کام کیا جائے اور انسانی تھارے کے میدان میں اس کا نتیجہ دیکھنے سے تجربہ کیا جائے، جس میں قوموں کے درمیان رشتے بھی ٹھائل ہوں۔ قومی رویتیں ہی جنگ کرتی ہیں، جنہیں نے تصویر بنائے ہیں، جو اپنی نوٹا نشان کی زندگی کے لیے خطرہ ہیں اور جو اپنے سردار میں نسل کش بھی ہیں اور خود کش بھی۔

ہمیں ان کی تعلیم عورتوں سے، طاقت کے وسیع اداچیوں سے اور ناقابل بیان اچھے ہوئے مسائل کے حل سے بھی لےنا ہے۔ جس جب تک کہ ہم اپنی انسانیت سے کھل عورت پر دست بردار نہیں ہو جاتے اور ان ہتھیاروں کی موجودگی میں جو ہم نے بنائے ہیں، خوف و ماحول کی آگے برقرار نہیں کرتے، یہ تباہی ریزی اور ضرورتی ہوگا کہ قوموں کے درمیان جنگ اور تشدد کا خاتمہ کیا جائے کہ اسی طرح، انسانی ختم کی جاسکتی ہے۔ صرف سفید فام افراد کے ساتھ برابری سے سفید فام اور سیاہ فام کے مسائل حل نہیں ہو سکیں گے، اگر اس میں ہم اپنی تشدد کے زور پہ ہو کر رہتا تھی کی طرف جاتی ہو۔

میں ان مسائل کی پیچیدگی کو کم کرنا نہیں چاہتا، تھنٹیب اطہر درمیان کے حصوں کے لیے جن کا سامنا کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر میرے خیال میں یہ ایک حقیقت ہے کہ نہ ہم میں خود کشی ہے اور نہ ہمت، نہ ایسے مسائل سے نمٹنے کی بصیرت، جب تک کہ ہم اس سب سے اپنے ذہنی اور روحانی نوآبادی

(reevaluation) کے لیے آواز دے جائیں۔ اس کا زور اس کی تجدیدی سکھانچہ جو ہمیں دیکھنے کی ضرورت دے کر دیتے ہیں جو بالکل اصلی اور حقیقت درمیان میں ہے، واقعی یہ اصل نہیں اور اسے نبیہ کو پہنچنے والی ہے۔ ہمیں اہل سائنس کو پیش کر دینی ہوگی آج کے لیے، اشتیاق پیدا کرنے کے لیے تاکہ ہم ایک نئی دنیا میں قدم رکھیں جو اب ممکن ہو گئی ہے، "یہ شے جس کی بنیاد میں تھیں، جس کو سوچتے اور تعمیر کرنے والا خدا ہے۔"

مختلف ماستوں پر جس کے ایک پرائمری دنیا میں بنائیں گے۔ اتنا ہی کہنا کافی نہیں کہ "ہم کو جنگ نہیں کرنی چاہیے۔" امن سے محبت کرنا ضروری ہے اور اس کے لیے قربانی دینا چاہیے۔ ہمیں جنگ کے اثرات کے لیے صرف منطقی پیش نہیں، بلکہ امن کے لیے ایک مثبت عہد کرنا چاہیے۔ یونانی دہ میں Ulysses اور Sirens کے درمیان میں ایک سکھانچہ ہے، جو اب تک ہمارے لیے محفوظ ہے۔ Sirens میں گانے کی اتنی جادوئی صلاحیت تھی کہ مردان ان کے غمزے کی طرف کھینچے جھپٹے جاتے تھے۔ بہت سے جہاز ان کے غمزے کی طرف [بیشک کے لیے] چلے گئے۔ غمزے کی کشش میں لوگوں نے سمندر میں چھوٹ کر گم ہونے کا اپنے گھر یا اپنے فرائض اپنی عزت سب کو فراموش کر بیٹھے اور موت کے منہ میں چلے گئے۔ Ulysses نے طے کر لیا تھا کہ Sirens اس کو بچا نہیں سکیں گے، اس لیے پہلے ہی نے خود کو شوق کے آہلی مستول سے کس کر باندھ دینے کا فیصلہ کیا، اور اس کی شوق کے چوڑے والوں نے اپنے کانوں کو کھینچ کر بند کر دیے۔ پھر بعد میں کشتی دونوں نے اپنے آپ کو بچانے کا یہ طریقہ ایسا کر لیا کہ وہ Orpheus کو اپنے ساتھ شوق پر لے گئے، جس کے بیت Sirens سے نہیں نہ ہو سکا۔ پھر جب Orpheus نے Sirens کو بھانپ دیا

میں؟

ہمیں جنگ سے بچنے کے لیے منطقی تصورات کی پیمائش نہیں، امن کے لیے مثبت عہد بھی کرنا چاہیے۔ ہمیں احساس ہونا چاہیے کہ امن کی موتیاتی نہیں زیادہ عملی ہے، ایک کا حقیقی نفع ہے جو جنگ کی ہے آگاہی سے نہیں زیادہ عملی ہے۔ جس طرح بھی ممکن ہو ہمیں دنیا کی تمام قوموں کی بہتری، امن و شوق کو حقیقت بنانے اور انسان کے حقیقی جوہر کے مثبت استعمال کے لیے عالمی طاقتوں کی کھینچ پانی کی حرکیات کی ملک مابیت کرنی چاہیے۔ مختصر یہ کہ ہمیں تجویزوں کی دوڑ کو "امن کی دوڑ" میں بدل دینا چاہیے۔ آخر ہمیں امن کے لیے ایسا مثبت عہد کرنے کی تمین ہے تو ہم امیدوں کے بیک پر شد و دروازوں کو کھولنے اور اپنے کانٹائی لوہے کو حقیقی تھیل کی دعا میں بدل دیں گے۔

میں نے اب تک جو کچھ کہا اس کا چمکدہ یہ ہے کہ نئی قوم انسان کی بنیادیں، اخلاقی، انسانی اور جنگ کے مسائل کو حل کرنے کی انسانی صلاحیت پر مبنی ہے۔ ان مسائل کا حل اس کے لیے ہے کہ انسان اپنی اخلاقی ترقی کو برکتیں ترقی کے برابر رکھے اور ہم آگاہی سے زبردور بننے کا عملی فن سیکھے۔ کچھ میں تو ایک شہر ساول کا رکا انتقال ہوا تھا۔ اس کے کاغذات میں مستقبل میں کھلی جانے والی کتابوں کے پلاٹ کی ایک فہرست ملی تھی، جس میں یہ فہرست یہ جملہ لکھا ہوا تھا، "ایک گھر کے ہوئے خاندان کو راحت میں ایک مکان ملے گا جس میں

سب کو اکٹھا دیتا ہوگا۔ "یہی تو سنا سن کا سب سے بڑا نیا مسکد ہے۔ تم کو بھی دراشت میں ایک بڑا مکان دے، ایک عظیم "عالمی گھر" جس میں ہم سب کو اکٹھے رہتا ہے گا۔ ہو یا کور، مشرقی ہو یا مغربی، بہت پرست ہو یا بددلی۔ "تھوگ" ہو یا "پرنسٹن"، مسون ہو یا ہندو، ایک خاندان ہے جو بڑا وجہ بکھرا ہوا ہے، اپنے غیرت، تہذیب اور منادات کے باعث، اور چوں کہ ہم اب ایک دوسرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، ہمیں بہرحال اس بڑی مادی دنیا میں ایک ساتھ رہنے کے طریقے سمجھنے ہوں گے۔

اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہماری دنیا داروں میں فرقوں پر نہیں مذہبی اتحاد سے ساتھ ہونی چاہیے۔ ہمیں اب اپنی دو تین دنیا داروں کی حیثیت الکل ہی نوبل امن کے ساتھ رہنی چاہیے، اگر ہم انفرادی سوئٹھوں میں "مستقرین" کا تحفظ کریں۔

ایک عالمی فیوشپ کا غرور جو قبیح نہیں، وہ ہے اور قوم کے بھائے بھائی کے لیے سووی حقیقی غرور ہوگا جس میں تمام انسانوں کے لیے ایک ہی شرط کے محبت ہو۔ اس آتش خط بکھے جانے والے تصور کو جسے دنیا بھر کے غٹھے جیسے مٹا دیں گے ایک کم زور اور بڑے قوت کی طرف زور دینا تھا، ان انسان کی بقا کے لیے مطلق ضرورت سمجھا جا رہا ہے۔ جب تک محبت کا تصور رہا ہوتا ہوں تو میں کسی زور و جس اور کم زور و عمل کی بات نہیں کرتا، جو یک معونی مذہبی بددلی سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس کے درمیں اس حالت کی بات کرتا ہوں جسے تمام عظیم مذاہب نے متحد کرنے اور ایک اعلیٰ اصول و مذہب گردانا ہے۔ محبت ایک طرف سے دو کھینچی ہوئی ہے جو قطعی حقیقت کے طرف سے جانے والے اور ازلے و کھینچی ہے۔ قطعی حقیقت کے بارے میں ہندو، مسون، عیسائی، یہودی، بدھ مت، تیسری کی قطعی حقیقت کو بھی خوب صورتی سے سمجھتے جان گئے پہلے Epistle میں سمجھا گیا ہے۔

آئیے، ہم ایک دوسرے محبت کریں، اگر محبت خدا کی امانت ہے

"ہر روز شعل جو محبت کرتا ہے، خدا سے پیدا ہوتا ہے" خدا سے واقف ہوتا ہے۔

وہ جو محبت نہیں کرتا، خدا سے واقف نہیں ہوتا، اس لیے کہ خدا محبت ہے۔

اگر ہم ایک دوسرے سے محبت کریں تو خدا ہماری طرف جاتا ہے،

اور اس کی محبت ہمارے ساتھ رکھ کر جاتی ہے

ہمیں میدان کھلی چاہیے کہ یہ جذبہ اس دور کا فرمان ہوگا۔ جیسا کہ "آئلڈ ٹائن" نے کہا ہے "محبت وہ قطعی قوت ہے جو موت اور شیطنت کے مابین انتخاب کے متوہے میں اچھی زندگی کا انتخاب کرتی ہے۔ اس لیے ہماری غیرت میں پہلی امید یہی امید ہونی چاہیے کہ محبت ہی فتح ہوگی۔" نہ ہم اب غرور کے خدا کی پرستش کر سکتے ہیں، لوت نظام کی قربان کا دینا اپنا سرفہم کر سکتے ہیں۔ غرور کی ہمیشہ بڑھتی ہوئی بریں تاریخ کے سمندر کو متلاطم کرتی ہیں۔ تاریخ اس کی قوموں اور یہی ان کی باقیات سے بھری پڑتی ہے جنہوں نے غرور کا، محمود شعلی کا راستہ اختیار کیا تھا۔ دنیا کے مسائل کے حل کی کلید محبت ہے۔

میں آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ میرا ذاتی یقین ہے کہ ایک دن "آئلڈ ٹائن" کے گارڈین کی سے تہائی کی

طرف جاتے ہوئے دروازے سے نکلتے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ ایک اور شخص تھا اور وہ اپنے اپنے گھر کے بجائے کچھ  
 اچھی اور معنی خیز چیزیں لے کر جاتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ ایک اور شخص تھا اور وہ اپنے اپنے گھر کے بجائے کچھ  
 کی کوکھ سے انھیں اور مسابحات کے لئے لے کر جاتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ ایک اور شخص تھا اور وہ اپنے اپنے گھر کے بجائے کچھ  
 مواقع کے دروازے سے نکلتے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ ایک اور شخص تھا اور وہ اپنے اپنے گھر کے بجائے کچھ  
 نیا احسا کی پنپ رہا ہے، ماریسیس کے تاریک پہاڑوں کی بیڑوں میں سے امید کی ایک ٹریک تکانی جا رہی  
 ہے۔ "تاریکیوں میں چلنے والوں نے ایک غصہ برپا کر رکھا ہے۔" یہاں وہاں، اور فردیہ کو، محبت کرنے  
 کی ہمت کر رہا ہے، اور انسانی جوہر کی علی بندوں تک اٹھ رہا ہے۔ یہ جتنی معنوں میں زندہ رہنے کا یہ  
 بہترین موقع ہے۔ لہذا، میں بھی تک مستحق سے رہنے نہیں ہوا ہوں۔ ہمارے وطن کی آسمان مٹی کی  
 خوش فہمی مقلد ہے۔ ہمارا کراہی اور آزادی کی جہد کی رہنمائی کرنے والے اب بھی تکلیف دہ قید و بند اور  
 موت کی دھمک دھمکیں کا ہدف ہیں۔ مقبوت کے طوفانوں کے تیز رفتاری سے کھاتے رہیں گے، حتیٰ کہ ان میں یہ  
 احسا کی پیدا ہونے والے کمزور اور جو کو یہ طاقت نہیں رکھتے اور اس ترقیب سے بھی بچنے کا نہیں پائیں گے  
 کہ با عزت پہنچنے سے ان کو ایک بڑی زندگی میں رہنے کی ہے۔ ہمارے ملک کی عورتیں بھارت کا سامنہ  
 جو ہمیں زندگی کے محکمہ سمندر کے حج۔ کھڑا کرتا ہے۔ مگر ہر بھارت کے اپنے خطرات اور امکانات ہوا کرتے  
 ہیں۔ نجات بھی ہو سکتی ہے اور تھائی بھی۔ یہ تاریک دور بھی ہونی چاہیے اب بھی خدا کی عظمت آدمیوں  
 کے دلوں کو سفر کر سکتی ہے۔



## لائسنس پالنگ اعلان تجلیل

میر دشا اور ماگاس کی پوزیٹو ہم کے رائے جانے کے فوراً بعد برٹ آئن سٹائن نے مندرجہ ذیل بیان کیا تھا:

"اب وقت آگیا ہے کہ انسان کو جنگ کو ختم کر دینا چاہیے۔ بین الاقوامی مسائل کے حل کے لیے جنگ حل کا معقول طریقہ نہیں رہتی ہے۔ اب، جب کہ ایک جوہری بم بھیج کر میرا دشا اور ماگاس کی پوزیٹو جیتا ہے، پھرے ایک شہر کو تباہ کر سکتا ہے، اس کی پوزیٹو کے پوزیٹو آبادی کو تباہ کر سکتا ہے، تو ہم پر لازم موجد ہے کہ ہم دنیا کی انسانی جماعت کو قوموں کے درمیان تنازعات حل کرنے میں استقامت کریں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم خدایہ کے اصولوں کے مطابق ہیں۔ قوانین قانون بنائیں، اقوام متحدہ کو مستحکم بنائیں، اور آئندہ کے لیے دنیا میں امن قائم کریں۔"

اس وقت آئن سٹائن کے لحاظ پر تمام لوگوں نے کان جھرے تھے۔ ایک آدمی تھا جس نے ان الفاظ کو سنا نہیں تھا، وہ وہ آدمی، آئن سٹائن کا خیر مقدم کر رہے تھے، وہ وہ آدمی جس کو مارشل بورمان کی فوسل کمیٹی نے اس میں کے انعام کے لیے منتخب کیا ہے۔ لائسنس پالنگ، نہ صرف جوہری تنصیبوں کے تجربات کے خلاف بلکہ ان تنصیبوں کے پھیلاؤ کے خلاف بھی، نہ صرف ان کے استعمال کے لیے خلاف، بلکہ بین الاقوامی حل کے لیے ترغیب کی جنگوں کے خلاف بھی، 1946 سے ان تینک مہم سے تھے۔

لائسنس پالنگ کمیٹی کے پروفیسر 39 ویں سے پانچواں سال میں قائم کی گئی تھی، اس کی ٹیوٹ سے وابستہ تھی، جنہاں ان کا 1931 میں پروفیسر حیثیت سے تقرر کیا گیا تھا۔ کمیٹی کے فوسل امن انعام کے عہدہ ان کو بہت مہارے اعزازات اور تمغے دیے جاتے تھے، ان کے ملک میں بھی اور بیرون ملک بھی۔ وہ یہ سب کچھ کے ایک رائٹس ہاؤس کی حیثیت سے مشہور تھے۔



اسرٹ آئن سٹائن کی درخواست پر 1946 میں، دوسرے سات، دوسرے ساتس کاؤل کے ساتھ مل کر  
 لائسنس پائلنگ نے Emergency Committee of Atomic Scientists کا نمونہ، آئن سٹائن جس کے  
 صدر بنے تھے۔ کمیٹی کی سب سے اہم قیادت تھی یہ تھی سرود دنیا بھر کے لوگوں کو جوہری ذرات کے نگرے  
 ہونے اور جوہری بم کی تیاری کی وجہ سے ہونے والی غیر معمولی تہذیبوں سے آگاہ کریں۔ ریڈیٹ جنگ  
 (Robert Jungk) کے الفاظ میں "ایسے آدمیوں نے ایک حریفی جدوجہد کی ابتدا کی تھی، جو سیاہی  
 معاملات میں بالکل غلط کتب تھے"

انسان اپنے نام میں جس میدان کی پیدائش کر رہا تھا کہ دوسری عالمی جنگ کے ختم ہونے کے بعد امن اور  
 ترکیب امور جات کا ایک دو شروع ہوگا، دو پدمی نہیں ہوں بلکہ شرق اور مغرب کے درمیان کے اختلافات  
 اپنی تمام تر بدہمتیوں کے ساتھ بھرنے لگے، جنگ کے دوران کیا جانے والے تھوڑے بھڑکے روٹیا اور  
 کی جیسے بھی تاخت و تار کی کے ٹولے کے شبہات جنم لینے لگے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ دوسری طاقتوں کے درمیان اعلیٰ ہند کی دو شروع ہو گئی، یہ دیکھنے کے لیے کہ کون سب  
 سے پڑا جوہری تجزیہ کر سکا ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے خاتمے کے بعد امن کے لیے، ہندو  
 "استعداد و تازن" قبول کر لیا گیا۔

اور اگست 1949 میں سوویت یونین بھی جوہری بم بنانے میں کامیاب ہو گیا۔

اعلیٰ ہند کی تازن نے ایسا ہول پیدا کر دیا جس نے نہ صرف ترکیب امور جات اور امن کی ترقی کو مشکل  
 بنا دیا بلکہ امن اور آزادی اعلیٰ بھی خطرے میں پڑ گئی ہے۔

بناوٹ، اسی جنگ کی قوت پر قائم ہو گئی، اور وہ دوسری عالمی جنگ کی تھی۔

عمر لائسنس پائلنگ آگے بڑھتے رہے، ان کے نزدیک پہلی عالمی جنگ تھی۔

پچھلے چند برسوں میں، ان کا سب سے بڑا استعداد ہائیدروجن بم کو حقیقت بننے سے روکنا تھا۔ وہ پہلی  
 تقریریں اور خطبوں میں اس سے ہونے والی باتوں اور نتائج سے اپنے ہم وطن افراد کو آگاہ کرنے کی  
 کوشش کرتے رہے۔ انہوں نے عدالت کو بتایا کہ "اس بم کے مقابلے میں جو یہوشیا اور ناگاس کی پتھر کے  
 گئے تھے، اس (ہائیدروجن) بم کی تباہی سوتلا، مزارتیا ہی نہیں ہے۔ مزارتیا ہو سکتی ہے۔ اس کے اثرات اس  
 کے بچے اور اس اسرٹ پتھر ہوں گے کہ وہ سطح زمین سے تھنی جھڑکی پر پھرتا ہے۔" انہوں نے یہ بیان 1947  
 میں دیا تھا، اور بعد میں ہونے والے ہائیدروجن بم کے تجربات نے ان کی پیشین گوئی کے امکانات کو ثابت  
 کر دیا۔

3 فروری 1950 کو پائلنگ نے نیویارک کے کارٹھی ہاؤس میں ایک بڑے مجمعے سے خطاب کیا تھا،

اس دوران کا خطاب ہائیدروجن بم کی تیاری کے خلاف احتجاج تھا۔ بعد میں ان کی تقریر The Ultimate

Decision: فی ایک سماج کی صورت میں شائع کی گئی تھی۔

انہوں نے اپنی تقریر کے ابتدائے قدامت کے بیان سے کی تھی، جو کسی بڑی جنگ میں ہائیڈروجن بم کے استعمال سے ہو سکتے تھے۔ ایک رب مرد و عورتوں کی صحت اور اُن کے اُن کے نقص میں تا پکار فوٹ و جن کی وجہ سے ایک بھی انسان، جانور و پودے بھی محفوظ نہ رہ سکیں گے۔

آگے میں گروہ کہتے تھے:

”دنیا کے مسائل کا حل۔ جوہری جنگ کا مسئلہ یہ ہے کہ ہم دنیا میں ضروری الفاظ و قانون اور امنیت کو

حفاظت دیں۔

محافظی احساسات کے ’سہائے سوائے ہمارے سیاسی رہنماؤں کو سمجھنا چاہیے کہ امن سب سے اہم بات ہے جوہری امن نیت ہو، آدمی کے ہر ادا منہ جذبے کو متفحص کرنا ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ دنیا کا سماجی اور اقتصادی ترقیاتی ماحول متاثر ہو جائے۔ امن کے نئے تصور کے تحت یہ وہ عظیم قومیں ہیں جو دنیا کے ماحول امن سے روکتی ہیں۔ تنازروں ہے کہ سیاست ہائے متحدہ کے وقت روس کے لوگوں کا احترام کریں، ترقی کے لیے ایک سچا کام کریں اور دوسرے طرف کریں کہ اب جنگ انسانیت کی قسمت کے فیصلے کے قابل نہیں رہی ہے۔ ایک وہ دنیا کے لوگ اس قسم کے احساسات کا کھار کریں تو مشرق اور مغرب، دنیا کے تمام معاہدات میں منصفانہ فیصلے کر سکیں گے اور زیادہ سے زیادہ روشن مستقبل کے لیے شانے سے شانہ بڑھ کر آگے بڑھ سکیں گے۔“

1950 کی اس تقریر کے بعد اسی مضمون پر خطیوں کا ایک سلسلہ چھپتا رہا کہ امریکہ کی جوہری جنگ

چھڑ جائے تو کیا ہوگا؟

ایسے بہت سے وقت تھے جنہوں نے بینکس پانچ کی کمیہ پر ہریانہ، دیا قہ عثمان کے اعلیٰ پر مرگئی محام کی طرف سے کوئی رد عمل نہیں آیا۔ سائنس دانوں اور امن کے دانش کے باہر کے لوگ ان سے زیادہ واقف نہیں تھے۔ درختوں، عوام بھی نہیں کتابا جانتے تھے۔ ریاست ہائے متحدہ میں۔ جیسا کہ بعد میں ان کے کے عوام میں ہوا۔ ان کی تنبیہات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

ریاست ہائے متحدہ نے اپنے پسماندہ ہائیڈروجن بم کا ذخیرہ 1952 میں تجویز کیا تھا، ورنہ کے بعد 1953 میں روس نے بھی تجویز کیا۔ سب سے پہلے ایک نیا دوغیر مسلمانہ دور میں داخل ہو چکی تھی، مگر بینکس پانچ کی آہ زنی موٹ نہیں کی جا سکی تھی۔ ان تھک و رنڈر پانچ پانچ، جن کے نظریات کو بہت سے سائنس دانوں کی حمایت حاصل تھی، دوسرا اپنی کمیہ دوسرا تے رہے تھے کہ اگر ہائیڈروجن بم استعمال کیا گیا تو خوفناک تباہی ہوگی اور پھر کے پکڑنے پر انسانی جان کا ضیاع ہوگا۔ بینکس کہتے تھے: ”ان ہتھیاروں کے حجم پر کوئی قیامی حد نہیں کافی جا سکتی۔“

اس وقت پانچ کے دستخط سے جاری ہونے والی 15 جولائی 1955 کی اصل Mainau ایمان کے نام سے چھپ گئی جاتی جاتی ہے۔ اس پر دونوں نوٹس انہی م پائے دونوں نے دستخط کیے تھے، جن میں بیشتر



تھا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ خود کمیونسٹ ہیں، تو پینس پانگ نے جواب میں یہی کچھ دہرایا تھا جو انہوں نے کئی بار صفا کہہ تھا: ”نہ وہ کمیونسٹ نہیں، نہ وہ کبھی کمیونسٹ نہیں رہے تھے نہ وہ crypto کمیونسٹ تھے نہ، راسف، کہ انہوں نے نہ کبھی کمیونسٹ پارٹی کی مدد کی تھی ورنہ پارٹی کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ اس میں میرے جو تفتیش کر رہا تھا یہ کہ اس کے اپنے تاثر کے مطابق ”کمیونسٹ اپنی پارٹی کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔“ کیسٹل اس سے آگے چلے نہیں سکی اس لیے پانگ کو چند سوئس فرانکوں کی مہلت مل گئی۔

جو وہی بھی پانگ ورنہ کے خیالات سے واقف ہو، جس نے بھی ان کو تقریباً سستے سنا ہوا ورنہ کی تحریر یہ پہنچی تھی، یہاں تو تقریباً کرتے سنا ہوا اس کو معصوم بنا چاہیے نہ وہ کسی طرح بھی کمیونسٹ نہیں۔ اس دوران، ریڈ مت ہائے متحدہ نے حالیہ عسکی اور سوویت یونین نے جوں ہی اپنے جوہری تجربات بدھائے، کمیونسٹوں کی فضا میں جوہری تابکاری بڑھ گئی تھی۔

جہڑی زیادہ سے زیادہ سائنس دان، جو انسانی صحت اور ماحولیاتی متاثرہ کے بارے میں فکر مند تھے ان تجربات کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔

جوہری تابکاری کے خطرات کو جاننے والوں میں پینس پانگ بھی شامل تھے اور 1950 کے عشرے میں انہوں نے اپنے وقت اور ہٹی توانائی کا بہترین حصہ تجربات و جانکوں کے خلاف مہم میں صرف کیوڑہ مسلسل کہتے تھے کہ ان تجربات کو جوہری ورہائیدار بن کر رکھنے والی طاقتوں کے درمیان معاہدے سے دکا جانا چاہیے ورنہ یہ بھی کہ معاہدے کو ملکی بین الاقوامی گمنامی میں نافذ کیا جانا چاہیے۔

جوہری ہوس کے تجربات کے خلاف جدوجہد کے دوران، پینس پانگ سائنس دنیا میں مشہور بھی ہوئے اور متنازعہ بھی رہے۔

مستقبل کی نسوں پر ہونے والی جوہری تابکاری کے اثرات کا اندازہ کرنے کی غرض سے، پینس پانگ نے اپنے طور پر تفتیش کی اور ریاضیاتی تخمینے لگائے، اور جو تجزیے انہوں نے پیش کیے وہ ہمیشہ تعلیمات کے ساتھ پیش کیے تھے، اس لیے ان میں بہت سے ماہرین و سائنس دان بھی شامل تھے۔

انہوں نے دہرایا ہے، ”ہو سکتا ہے کہ میرے پیش کیے ہوئے اعداد و شمار بہت زیادہ ہوں، ہو سکتا ہے کہ بہت زیادہ کم بھی ہے ہوں“۔ ”شمران کے پیش کیے ہوئے تخمینوں کو وہاں کی قائدین حاصل رہی ہے۔“ اس آپ کو ابراہن شوٹنر (Albert Schweitzer) کا صرف دو پیغام یاد رہنا چاہیے ہوں جو اس سوویت یو سے 126 اپریل 1957 کو نشر ہوا تھا۔

سب سے پہلے کو پانگ ورنہ مت ہائے متحدہ کے جوہری توانائی کمیشن کے ریڈ سائنس دانوں E Teller اور W.F. Libby کے اختلاف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

ریاضیاتی سائنس پر انہیں زیادہ اختلاف نہیں تھا، جتنا کہ اس سے اخذ کیے ہوئے نتائج کے تخمینوں سے تھا۔ نیز اور یہی دانتے تھے کہ جوہری تابکاری نقصان دہ ہے، مگر اس حقیقت کو اضافی سمجھتے تھے کہ جب اس کو

ان خطرات کے مقابلے میں رکھا جائے جو بری تھیں۔ اس کے نہ ہونے کی صورت میں جو درپیش ہیں گئے۔  
 بددی جاننے تجزیاتی دھماکوں کے بارے میں پائلنگ کا موقف اس پر منحصر نہیں کہ اس میں کتنے کم یا  
 زیادہ لوگ متاثر ہوں گے۔

واشنگٹن یونیورسٹی، سینٹ لوئس کے صدر سے 15 مئی 1957 کے اپنے خطاب میں انھوں نے اس وقت  
 تک کی معلومات کی روشنی میں انسان کے ذہنی عناصر پر تابکاری کے اثرات کے بارے میں باتیں کی  
 تھیں۔ بہت سی باتوں کے علاوہ انھوں نے کہا تھا، "میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی منصوبے پر کسی انسان کو جان  
 نہیں کیا جانا چاہیے؛ بالخصوص ایسے جو بری تھیں۔ انسانی کے لیے جو ضروریات اور اوقی موت کا باعث ہو  
 سکتے ہیں، وہاں نہ خوب صورت دنیا کو مسموم جس میں مہر رہتے ہیں تیار کیا جاسکتا ہے، نہ ہی انسان کو جان کیا  
 جاسکتا ہے۔"

اس خطاب کے بعد انھوں نے اپنی اپنی تیار کی جو مواد کی پیشکش کا باعث ہوئی تھی۔ اس پیل پر  
 2000 سے زیادہ امریکی سائنس دانوں نے دستخط کیے تھے اور بعد میں جب اس کو مشترکہ طور پر 49 ملکوں  
 کے 8,000 غیر ملکی طلبہ نے بھی اس پر دستخط کر دیے۔

1958 میں شاٹل ہونے والی اپنی کتاب 'No More War' میں لائنس پائلنگ نے دستخط کے حصول  
 کے بارے میں تفصیلات بیان کی تھیں۔

یہ درخواست سائنس دانوں کی انفرادی کوششیں کا نتیجہ تھی۔ یونیورسٹی اور اس کے مشترک کرنے اور دستخط  
 حاصل کرنے کا ذمہ دار نہیں تھی۔ سرکار کا محض عملی بھرپور دے انہی مودی تھی۔

جنوری 1958 میں لائنس پائلنگ اور ان کی اہلیہ اوا ہیلن پائلنگ (Ava Helen Pauling) نے  
 11,021 دستخطوں کے ساتھ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل ڈگ ہامر سولڈ (Dag Hammarskjöld) کو  
 ایک پتلی چٹائی کی تھی پناہنگ نے اپنی اپنی میں سمجھا:

"ہم سائنس دان جن کے نام اور دستخط نیچے دیے گئے ہیں، اصرار کرتے ہیں کہ جو بری تھیں ان کے  
 تجربات کو بند کرنے کے لیے فوراً ایک بین الاقوامی معاہدہ کیا جائے۔

جو بری تھیں۔ کار تجزیہ دنیا کے ہر حصے پر تابکار عناصر کا اضافی پوزیشن اتنا ہے۔ تابکاری کو ہر مقدار میں  
 بھر کے سائنس کی صحت پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے اور انسانی پائپ لائن کے جو ٹیم کے اثرات کو نقصان  
 پہنچاتی ہے جس کے نتیجے میں مستقبل کی نسوں میں شدید جسمانی خرابیوں والے بے شمار بچے پیدا ہوں گے۔

جب تک صرف تین طاقتوں کے ہاتھوں میں یہ سمجھو موجود تھا، ان پر کنٹرول کے لیے ایک معاہدہ  
 کارآمد ہوگا۔ اگر تجزیات جاری رہے، اور ان تھیں ان کی طبیعت مزید کھجوتوں تک پھیل جاتی ہے تو کچھ  
 غیر فیس و رقوی رہنماؤں کے ہاتھوں انسانی تھکی کی جو بری جنگ شروع ہونے کے خطرات پہنچتے ہیں۔  
 جو بری تھیں ان کے تجزیات کو روکنے کے لیے ایک بین الاقوامی معاہدہ، عمومی ترک اسلحہ جات



دستخط کرنے پر آمادہ ہوئے تھے۔

مگر جب ذیلی کمیٹی نے ان لوگوں کے ناموں کی فہرست طلب کی جنھیں نے دستخط کئے تھے ان کی مدد کی تھی تو ان کا جواب تھا، "میرا خیال ہے کہ شاید میری شہرت اور میری مثال نے نوجوان لوگوں کو اس کے لیے اس طرح کام کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ میرا خیال اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں خود کو محفوظ کرنے کے لیے آدھ ڈالوں اور پھر امیدوں اور قربان کر دوں۔ اور میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔۔۔ اس لیے کہ جس کو کو بھی اس کمیٹی کے سامنے پیش ہونا پڑے تو وہ خطے میں ہوگا۔ اس کی عزت ختم ہو سکتی ہے۔"

پانچ پانچ کے لیے ذیلی کمیٹی کی جانب سے کیے گئے سواروں کا جواب دینے سے انکار کیا، ایک مشکل معاملہ تھا، اور انھیں احساس تھا کہ اگر ان کی تجویز کرنے پر انھیں مزائے فائدہ کا خطرہ تھا۔

پانچ کے لیے ذیلی کمیٹی کی جانب سے ان لوگوں کے نام طلب کرنے کے خوف، جنھوں نے تیل کے دستخط حاصل کرنے میں ان کی مدد کی تھی، عدالت کا فیصلہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ انھیں کو فیصلے کے خلاف اپیل کرنے کا آئینی حق حاصل ہوگا۔ وہ پانچ کے وجود کو بنا کر ممانعت فیصلہ حاصل کرنے میں کام رہے۔ عدالت کا چاروں کی تیل کی کمپنی کی تھی اس لیے کہ ذیلی کمیٹی نے معاملے کو وہاں لے لیا تھا۔ اس نے مجھے اپنی معلومات پر مبنی ایک رپورٹ سنانے کی مدد کی جس میں چند بڑے اشہارہ پر تنقید کی تھی کہ وہ ایک طرف ہونے تھے اور انھوں نے پانچ کے ساتھ انحراف نہیں کیا تھا۔

اگرچہ مختلف حلقوں کی جانب سے مخالفت کی جا رہی تھی، پانچ کا نام دوران کے خیالات بہتر انداز میں سامنے آئے اور جس طریقے سے ان کے معاملے کی سماعت کی گئی تھی انھیں مزید تائید حاصل ہوئی، جیسا کہ اکثر ہوتا ہے جب ایک اچھے مقصد پر حملہ کیا جا رہا ہو۔

مذکورہ پانچ دوران کی ایذا کا میلن پانچ کے کیڑوں، تھوڑے بڑوں، رینگڑوں کے ذریعے اپنی ہر جگہ رکھی۔ ان کی ایذا نے ان کی ہر قدم پر مت فزائی کی اور پیش کیا تھا وہ کیا ہے۔ موجودوں کے لیے نامی اپیل رکھو وے ان کے من پیچھے بہت بڑا ٹھنڈا ہے۔

ایک مختصر سی تقریر میں پانچ کی تمام تقریروں پر بور کافرنسز پر بات کیا ممکن نہیں۔ لہذا مجھے اپنے آپ کو امن و رتک اسلحہ جہت کی چند کافرنسز تک ہی محدود رکھنا پڑے گا۔ جیسے ۱۹۵۹ میں جوہری اور ہائیڈروجن بم کے خلاف سیر و شیں میں منعقد کی جانے والے کانفرنس، جس میں انھوں نے دو تجویزیں تجویز کرنے کی تھی جو مینٹنگ کے بعد جانائی کی گئی تھی۔

اس تجویز میں کہا گیا تھا کہ ایک بین الاقوامی معاہدہ ہونا چاہیے جس میں قوموں کو ضمانت دی جائے کہ جوہری بم کے تجویزات اور متعلقہ ہتھیاروں کی تیاری پر کام نہیں کیے جائیں گے۔ نہ ہی اس قسم کے ہتھیار جوہری قوموں میں تقسیم کیے جائیں گے۔ مشرق اور مغرب کے درمیان ایک لمبی جانب داری کا قہر قائم کیا جانا چاہیے۔ غیر جانبدار رہنے والے ملکوں میں، ایشیائی اور مغربی جرمنی، اور ان سے ملحقہ ملکوں میں، اور جاپان میں،

تقدیرتی طور پر چین کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

مئی 1961 میں پانچس پارٹی کی اہمیت نے جوہری ہتھیاروں کے پھیلنے کے خلاف اوسو میں ایک کانفرنس منعقد کی۔ چند روٹوں کے سرکنس قانون سے شرکت کی، اور منظور کی جانے والی تجویز کا اہم نکتہ یہ تھا کہ جوہری ہتھیاروں کو دوسرے ملکوں تک پھیلنے کی اجازت نہیں ہوگی چاہے، اس لیے کہ اس قسم کا پھیلنا جوہر کی طاقت میں اضافہ کرے گا جو جان لیوا جوہر جوہری ہتھیاروں سے پیدا کرنے والے جنگ کے خطرات میں اضافہ کریں گے۔ مزید یہ بھی کہ ان ہتھیاروں کا پھیلنا ترکیب مطہرات کے امکانات کو کم بھی کر دے گا۔

نومبر 1961 کو سوویت یونین نے فنلینڈ میں جوہری تجربات اور روٹوں کو روک دیا اور چھ مہینوں کے بعد اس کا دھماکا کرنے کا ارادہ کر دیا۔ 18 اکتوبر کو پانچس نے وزیر اعظم کروشیف کو ایک تار روانہ کیا جس میں اس منسوبے پر عمل درآمد نہ کرنے کی کاغذی درخواست کی گئی تھی۔ ساتھ ہی انھوں نے ایک تار صدر نیسن کو بھی روانہ کیا تھا، اس درخواست کے ساتھ کہ یہ امت مسلمہ اعلان کر دے کہ اب فنلینڈ میں کوئی تجربات نہیں کیے جائیں گے، بشرطے کہ سوویت یونین پانچس کے جوہری دھماکے کو منسوخ کر دے۔ انھیں کروشیف کو جانب سے 26 اکتوبر کا آٹھ بجے ہوا جواب موصول ہوا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ افسوس سے کہ سوویت یونین نے جوہری ہتھیاروں کے تجربات جاری رکھے گا، انھوں نے فنلینڈ کو یہ اطلاع دے دی کہ وہ فیصلوں کو جھڑپ نہیں کیا جائے گا۔ یہودی کی گئی تھیں کہ مغربی طاقتیں خود کو تسلیم کر رہی ہیں، اور سوویت یونین اس عمل سے اپنے لیے خطرہ محسوس کرتا ہے۔

اس طرح اپنی ترغیب و تشویش کے باوجود پانچس کا سوپ نہیں ہوئے۔

سرحدی دو جوہری بم کے حملے سے بچاؤ کی پٹا دھاموں کے معاملے میں بڑی طرح الجھے ہوئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ پٹا دھامیں جوہری جنگ میں مرنے اور فوجی سونے والوں کی تعداد میں کمی نہیں کر سکیں گی، اس لیے کہ ان کی تعمیر یہ لحاظ سے پیش کرے گی کہ جوہری جنگوں اتنی خطرناک نہیں۔ وہ اپنی تقریروں اور مضامین کے ذریعے عام لوگوں کے لیے اس کے پورے پورے حقائق کو پیش کرتے رہے۔

نومبر 1961 میں پانچس کی اہمیت کو اس کی اہمیت کو اس کی اہمیت نے اپنے صدر الہ جشن میں شرکت کے لیے مدعو کیا تھا۔ یہاں قیام کے دوران، دونوں سے ترکیب مطہرات اور امن کے بارے میں پتھر دینے کی فرمائش کی گئی تھی۔ پانچس کا پتھر نہ ہی دیا گیا نہ ہی انھوں نے دوست بائے متحدہ میں استعمال کیے تھے۔ انھوں نے سوویت یونین کے نئے جوہری تجربات کے خطرات پر زور دیا تھا۔ وہ انھیں اس دینا کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ سوویت یونین کو تجربات جاری رکھنے پر اس لیے مجبور ہوا ہے کہ اسے اپنے ہتھیاروں کی ضرورت ہے جن کی مدد سے جوہری جنگ کو پیچھے ہٹانے سے روکا جاسکے۔ پانچس نے واضح کیا کہ ایسی ہی دینا یہ امت مسلمہ کے ساتھ ہمارے وہ دوک نہیں کرتے ہیں جوہری تجربات جاری رکھنے پر اسرار کرتے ہیں۔



ماسکوں کی مدد سے دوران، پائنگ نے وزیر خزانہ شریف سے درخواست کی تھی۔ جب ان کی درخواست رد کر دی گئی تو انہوں نے مذکورہ خط لکھ کر جوہر کی تجربات پر پابندی لگانے سے متعلق معاہدے کا ایک مسودہ بھی کیمپاقتان کی تجویز بنیادی طور پر 25 جولائی 1963 کے معاہدے کے مسودے سے ملتی ہے جو تجربات پر پابندی سے متعلق ہے۔

نیم مارچ 1962 کو ریاست ہائے متحدہ نے لندن میں جوہر کی تجربات کو بدنام کر دیا۔ اکتوبر 1962 میں پائنگ نے کہنے کے موقف میں جسے سر پچھلے نے مذکورہ سوویت یونین میں شروع کیے جانے والے تجربات میں بدنام کاری کا باعث بنے ہیں، اور اس کا پکار کی مقدار اتنی ہی ہے جتنی کہ مجموعی طور پر پچھلے سالہ میں کے تجربات نے لندن میں کیوں ہے۔

1963 سے جاری رہنے والے مستقل فصل کی وجہ سے جوہر کی تجربات پر پابندی کے معاہدے پر بحث کے دوران اس وقت کچھ جوش قدرتی ہوتی جب ریاست ہائے متحدہ سوویت یونین اور برصغیر پاک و ہند کے درمیان معاہدے میں شامل ہو گئے۔ ماسکوں میں اس معاہدے پر 25 جولائی 1963 کو دستخط ہوئے تھے اور 10 اکتوبر سے اس پر تھوڑا سا اضافہ ہوا تھا۔ اب تک دیا دتر مونس نے اس پر دستخط کر دیے ہیں، جب کہ فرانس اور چین نے دستخط سے گریز کیا۔

امریکی مواء سے اپنے 26 جولائی کے تقریریں خطاب کے دوران، انجیہائی صدر جان سینڈی نے کہا تھا: پھر بھی، محنت کے عام خطرات کے مقابلے میں ہمارے بچے، ہمارے بچوں کے بچے، جن کی بڑیوں میں مہرجان ہونٹون میں نیو سیپ مو، یو این کے پچھلے دنوں میں زہر مو، امداد شہر کے حساب سے ایک چھوٹا سا تھوڑا سا ملکا ہے۔ مگر یہ قدرتی خطرات نہیں ہے، اور یہ امداد شہر کا مسئلہ بھی نہیں۔ ایک شمالی جان کا میٹا، اور ہمارے چپے جانے کے بعد بھی اگر کوئی معذور بچہ پیدا ہوتا، محاسب کے لیے لکھنا باعث ہوتا ہے۔

صدر سینڈی نے اپنی تقریر میں صراحت کیا ہے کہ جوہر کی تجربات کے بارے میں ان کے خیالات ان کی قدرتی ریویں پہنچی ہیں، لائسنس پائنگ جس پر ایک مرمی سے قائم ہیں۔

اسی کو بھی یہ نہیں کہنا چاہیے کہ دراصل لائسنس پائنگ خود جوہر کی تجربات پر پابندی سے یا نہی کی باتوں کی کوششیں کے معاہدے کے ذریعے کرتے ہیں، جو سب باتوں ہوں۔

مگر کیا یہ شخص کو اس بات پر یقین ہے کہ یہ معاشی عمل نہ ہو سکا اگر اس کا ذمہ دار کوئی سائنس دان نہ ہوتا، جس نے سال بہ سال اپنی نئی کوششوں سے اباب، اقدار اور مواء کو بدنام کر دیا تھا کہ جوہر کی تجربات قدرتی طور پر کتنے خطرناک ہوتے ہیں؟

صدر سینڈی نے بھی اپنی تقریر میں جوہر کی تحقیقات کے پچھلے دنوں کے خطرے پر زور دیا تھا، جو لیوڈ سے لیوڈ سب کو واضح ہے۔ ان کے اپنے غلط فہمی میں آپ سے ایک ٹکڑا وقف کرنے اور اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ بہت سارے باتوں، چھوٹے ہمارے، ذمہ دار

اور غم زدہ دیا بھر میں بکھرے بہت سارے سکوں کی دھڑکیں مل آجائے گا مطلب کیا ہوگا۔ کسی کے لیے نہ چین ہوگا، نہ سچہ، نہ جتنی تحفظ اور ترکیب اسلحہ جات کا تو کوئی اسکاں بھی نہیں ہوگا۔“

Test Ban Treaty کا تھوڑا بوجھا ہے، مگر یہ ایک مکمل ترکیب اسلحہ جات اور اسکی کی جانب پہلا اور چھٹا قدم ہے۔

رستہ صوبل اور مشکس ہو سکتا ہے مگر ریجنس پانک اس امر پر متفقین رکھتے والے انسان جس سے ایک دن ہی نوٹ انسان جنگ پر پابندی میں کامیاب ہو جائے گا، ”مجھے یقین ہے کہ دنیا میں فوج کی شیعاعی طاقت سے، جوہری سکوں کی طاقت سے مکی پڑتی، ایک طاقت ہے۔ سکل کی، اخلاقی کی اور انسانیت پرستی کی طاقت۔“

ان کی رائے میں، ممکن ہوگا کہ ان طاقتوں کو ایک عالمی سمیٹی بنانے میں شامل کیا جائے، جس میں قوموں کے نمائندے اپنی اپنی قانون اور انصاف کے ذریعے گھمائی کی جائے اور قیاد رکھا جائے۔

جہاں تک مل جاتا ہوں، ریجنس پانک نے مستقبل کے لیے کوئی فکری پروگرام تیار نہیں کیا ہے۔ مگر ایک بات یقینی ہے: اگر وہ سائنس کے کردار پر بہت بھروسہ کرتے ہیں، جو ان کے World Peace Research Organization قائم کرنے کے خیوں سے ثابت ہوتا ہے، جو قوام متحدہ سے منسلک ہو اور سائنس کی برعکس کی، جس میں فطرتی سائنس اور انسانیات بھی شامل ہوں، نہایت مقرر ہے۔

اس قسم کی تنظیم جوہر اور سکوں کی بنیاد پر قائم ہونا چاہیے۔ اسی وجہ سے ریجنس پانک نے California Institute of Technology کی پراساویٹا سٹارخ سے متعلق دے کر سائنس دانوں میں قائم Center for the Study of Democratic Institutions کی شمولیت اختیار کر لی ہے۔ ان کے قومی کے مطابق یہ قدم انہوں نے اس لیے اٹھایا ہے کہ یہ دارالامن پر کام کرنے کی چوٹی آرہی فراہم کرتا ہے۔

وہاں موقع کو مستقبل کے منصوبوں پر تحقیق کرنے کے لیے استہدایاں چاہتے ہیں۔ یہ ریجنس پانک کا بلند اخلاقی رویہ ہے جس نے ان کو جوہری ہتھیاروں کے خلاف جنگ پر آمادہ کیا ہے۔

اپنی ممبر کے ذریعے، ریجنس پانک نے خود پر ایک اخلاقی ڈسٹریکٹ کی عائد کر لی ہے جو ان کے خیوں میں سائنس کا اخلاقی چاہیے۔ ہی نوٹ انسان کے مشورہ کے لیے، آج بھی ہر مستقبل کے لیے بھی۔

یہ سائنس دان کی فطرت سے اس کے رازوں کو چھپنے کی خواہش سے جو ریجنس پانک کو کبھی مطمئن نہیں ہونے دیتی۔ جب تک دنیا قائم ہے، ہمیشہ رورہتے رہنے ہر ف کے حصول کے لیے نئی مسرت جاری رکھیں گے۔

اگر ریجنس پانک، اپنی ان تھک و تشعب کے ذریعے سائنس اور اس کے آدرش کو ہماری سبھی کامیاب کر دیتے ہیں کامیاب ہو جاتے ہیں، تب ان کی مہم کسی قابل قدر ہو جائے گی جس کی، ہم آج کے زندہ دنگ،



جوہری طاقتوں کے پاس ان تھیموں کا استعمال ہمارے کہ گمان کہ جنگ میں استعمال کیا جائے تو کوئی شک  
فرما رہے جائیں گے اور یہ ممکن ہے کہ اس بات سے بچ نہیں سکے گا۔

نوٹس کی سہولت ہونی چاہیے جو میں آتی ہے، اور جنگ ہمیشہ کے لیے ناممکن بنا دی گئی ہے۔

دنیا نے اب تاریخ کے اپنے ابتدائی دور سے، جس میں قوموں کے درمیان تلوار سے جنگ سے حل کیے  
جاتے تھے، جدید کے جدید حربہ قلب و بہت شروع کر دی ہے، جس میں جنگ منسوخ کر دی جائے گی  
اور عالمی قانون کی تہذیب کے لیے گاہ قلب و بہت کا پہلا نیا ادب چھوڑ دیا گیا ہے۔ ریاست ہائے  
متحدہ، برطانیہ، فرانس، سوویت یونین نے یہ سب کے مذاکرات کے بعد ایک میٹنگ پر دستخط کیے تھے جس کی رو  
سے فریڈرک، سمندر کی کیرائیوں و فضائی جنگوں میں جوہری تھیموں کے تجربات ختم کر دیے  
جائیں گے۔ اس میٹنگ کی نوٹس دنیا کے تقریباً تمام ممالک نے کر دی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ مستقبل کے تاریخ داں اس میٹنگ کی قوموں کی طاقتوں کی طرف سے اٹھائے جانے  
والے تاریخ ساز اور محترم قدم کے طور پر سمجھے گئے، اس لیے کہ یہ محاذوں کے سسے کا پیدا کردہ دے جو  
ایک نئی دنیا کی طرف رہنمائی کرے گا جس میں جنگ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ زمین اور سائنس ایک دوسرے سے ہمراہ ہو گئے ہیں۔ سائنس کی دریافتوں کے  
باعث، ہر شعبہ کی پہلی صدی کے درمیان، دنیا بہت تبدیل ہو گئی ہے۔ ہمارا اضافی ہم آہنگی اور فائدہ بخشی ہو  
ملانے، بیماریوں کے باعث دیکھوں میں کمی، اور دنیا کے ممالک کے استعمال سے انسانیت کی بھلائی کے  
امکانات پیدا کر رہا ہے۔ مگر جنگ کے انداز میں، جنہوں کی طاقت میں کئی تین گنا اضافے اور ہم گرانے  
کے طریقوں میں سب سے بڑی تبدیلی ہوئی ہے۔

یہ تھیمیں سائنس دانوں کی دریافتوں کے نتیجے میں ہوئی ہیں، اور پچھلے پانچ سو سالوں میں سائنس دانوں  
نے ان کی طرف اپنے ماحول انسانی کی توجہ دینے، نئے تھیموں کی تلاش کی اور کئے، دنیا سے جنگ کو ختم  
کروانے میں رہنمائی دے گا اور دیا جائے گا۔

اس قسم کے عمل میں سب سے پہلے ان سائنس دانوں نے حصہ لیا جو جوہری بم کی تیاری میں شامل  
تھے۔ مارچ 1945 میں، پیرس جوہری بم کے گرائے جانے سے قبل، Leo Szilard نے صدر فرانکلین  
ڈی رائیٹ کے نام ایک مراسلہ بھیجا جس میں اس نے واضح کیا تھا کہ جوہری تھیموں کی پائیداری کے لیے  
ایک بین الاقوامی نفاذ معاہدہ ہمارے امن کو بچالے۔ جوہری سائنس دانوں کی ایک کمیٹی نے، جنہو فرینک  
(James Franck) جس کے صدر منتخب تھے 11 جون 1945 کو ریاست ہائے متحدہ کے سیکریٹری ہائے  
جنگ کو ایک رپورٹ روانہ کی تھی جس میں ان سے کہا گیا تھا کہ ریاست ہائے متحدہ کے خلاف جوہری بم  
استعمال نہیں کیا جانا چاہیے۔ اس نے یہ عمل ان تھیموں کی مذمت تمام کے لیے ہونے والے بین الاقوامی کنفرس  
کے معاہدے کے حق میں جڑا ہوا تھا۔

1946 میں امرٹ آئین اسٹائن، میڈیٹر جیسے (Harold Urey) اور دیگر بڑے سائنس دانوں نے امریکی محکمہ کوجوئی بم 4 رجسٹرڈ جھوٹے کے بارے میں تعلیم دینے کی غرض سے ایک تنظیم بنائی تھی۔ Emergency Committee of Atomic Scientists نام کی اس تنظیم نے (جس کو آئین اسٹائن سمیٹ بھی کہا جاتا تھا) پانچویں کے عرصے پر محیط ایک تعلیمی مہم چلائی تھی۔ اس مہم کی خاصیت مندرجہ ذیل جموں سے واضح ہوتی ہے جو 1946 کے آئین اسٹائن کے بیانات کا حصہ تھے:

”آج جویری تم نے دیکھ کر فطرت میں گہری تہذیبوں کی زندگی دیکھی اور نتیجے کے طور پر اس نے اپنی فطرت کو ایک نئے، حلقہ میں پاتی ہے، جس کے مطابق وہ اپنی سوچ کو تبدیل کر رہی ہے۔۔۔ اس سے پہلے کبھی ایسی جنگ ممکن نہیں ہوتی تھی، جس میں ایک قوم سرحدوں کے پار اپنی قومیں پیچھے نہ چھوڑے۔ اس پر حملہ آور ہوتی ہو۔ ہاں رکنوں اور جوں کی بھوس کے باعث کہہ اس کے کسی بھی خطے کو آبادی کا مرکز ایک واحد چانک تھلے کے ذریعے تہہ ہونے سے بچ نہیں سکتا۔ بہت کم لوگوں نے جویری پر دیکھے ہوں گے۔ مگر تمام انسانوں سے اگر چند نکاحی بین کر لیے جائیں تو وہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ بحر و حقیقی جنگ کا خطرہ ایک حقیقت ہے، جو رو بہ دور نہیں ہے۔ یہ نہ تو درست، دنیا کے مبرا انسان پر اثر انداز ہوتا ہے۔ مگر اس کو خدشوں، سینسٹروں، اور سفارت کاروں کے رد و کار پر نہیں چھوڑ سکتے کہ انہوں نے ہر محاذ پر سے ایک ہی جوشی کرتے رہ رہا ہے۔ ایسے تنہا کے خلاف سائنس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہوگا، جو پورے تمدن کو مکمل طور پر تہہ کر سکتا ہو۔ ہمارا دفاع نہ اسلحہ جات میں ہے، نہ سائنس میں اور نہ ہی پائل میں۔ ہمارا دفاع قانون کو مکمل ندری میں ہے۔۔۔ سائنس کی موتی کو چھوڑ کر روکنا ہوگا۔“

ایک طرف سے درجہ کے بد میں، سائنس دانوں کی بہت سی دیہی تحقیقیں محاورہ کو جوہری بموں اور جوہری جنگ کے بارے میں تعلیم دینے میں فعال رہی ہیں۔ اس سلسلے میں باغیہکوں کی مدد سے اتحاد میں Atomic Scientists' Federation of American Scientists میں قائم عالمی اتحاد میں Association کا اور World Federation of Scientific Workers کا ذکر آتا ہے۔ چوں کہ جس کی اہمیت بہت سے ممالک میں بڑھتی ہے۔

15 جولائی 1955 کو ایک بہت محنت ور بیان جاری کیا گیا تھا، جس کو **Manau Declaration** کہا جاتا ہے۔ اس بیان کو جاری کرنے والوں میں بہن فوس انعام پانے والے بھی شامل تھے۔ اس بیان نے تشریف لے گئی کہ جو بری عہد کی ایک بڑی جنگ پوری دنیا کو بے رحمی کے لال و لہو سے بھرا رہا ہے۔ یہ بیان مندرجہ ذیل جملوں پر مشتمل تھا، ”تمام قوموں کو اثری ہے کہ غور بہ محنت سے انکبار یا تعلقی مہا چاہیے مگر وہ اس پر عمل کرنے پر تیار نہیں تو ایک دن ان کا وہ ہونہو ہستی سے مٹ جائے گا۔“

ہم نے مرتبہ کی ایک ویسیج، Russell-Einstein Appeal، کو ریڈیو میں نے 9 جولائی 1955ء کو شائع کیا تھا۔ اس نے، جو کئی برس سے دنیا میں امن کے سب سے زیادہ فوری کاموں میں سے تھا، چند ماہ قبل

ہی اس دستاویز کا مسودہ تیار کیا تھا، اور انہیں اسے نئے اپنی موت سے دو دن قبل اہن پر دستخط کیے گئے۔ ان کے ساتھ دیگر بڑے نوکروں کے دستخط کیے گئے۔ اہن کی شہادت اہن جیل سے ہوئی تھی، انہیں ایک حالت میں جو آپنی انسانیت کو درپیش تھا، ہم سمجھتے ہیں کہ سائنس دانوں کو ایک کانفرنس میں ایک جانور کی خطرات کا محاسبہ کرنا چاہیے جو بے پروائی پر تباہی پیدا کرنے والے ہتھیاروں کی تیاری کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں۔ "اوساکی کا اختتام اس نصیحت پر ہوا تھا، "اگر ہم چاہیں تو اب ٹوٹ جاتی۔" والٹس اور ہم کی صورت میں ترقی پزیر مائنس ہے۔ تو کیا ہمیں ان کے خوف موت کا انتخاب کرنا چاہیے، اہن نے کہا کہ ہم اپنی دشمنیوں کو اسوشیٹ نہیں کر سکتے "ہم انسان کی حیثیت میں، انسانوں سے تعلق کرتے ہیں کہ اپنی انسانیت کو برقرار رکھیں۔ درہائی سب کچھ اسوشیٹ کر لیں۔ اگر ہم ایسا کر سکتے ہوتو ایک ابدی جنت کا راستہ کھلے ہوا ہے۔ اور اگر نہیں کر سکتے تو ہم جانی موت کا خطرہ دھوکے لے رہے ہوں۔"

اس اہن نے Pugwash Continuing Committee کی تشکیل کا راستہ سمجھا رکھا، پمڈیٹریل جس کے صدر منتخب ہوئے، اور اہن کے بعد Pugwash کانفرنسوں کا سلسلہ شروع ہوا (1957 سے 1968 تک)۔ ٹھکانے تیار وہ کانفرنس منعقد ہوئیں۔ پہلی چند کانفرنسوں کے لیے مانی لہر دیواریس ٹیٹس (Gyula Eotvos) نے فراہم کی تھی اور پہلی کانفرنس ان کی جائے پیدائش Nova Scotia کے گاؤں Pugwash میں منعقد ہوئی تھی۔

Pugwash کانفرنسوں کے نتیجے کے متعدد میں سے سائنس دانوں نے جن کے اپنے ملکوں کی حکومتوں سے مل جل کر کام کر رہے تھے ایسے بھی تھے جن کے حکومتی اداروں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ کانفرنسوں نے ترکیبیں بنائیں جن کے سائنسی اور عملی پہلوؤں پر غیر ملکی علماء نے، چاروں طرف، اکبرے اور تعمیراتی عمل میں مباحث کی جائز دے دیے، جس کی وجہ سے بہت قابل قدر تجویز سامنے آئی ہیں۔ میری رائے میں Pugwash کانفرنس 1963 کی Bomb Test Ban Treaty کی تشکیل اور تصدیق میں نہایت پدم اثر اٹھانے میں کامیاب رہی ہیں۔

Bikini کے مقام پر ہونے والے پیمے fusion-fusion-fusion کے تجربے کے بعد 1954 مارچ کو سائنس دانوں اور انسانی عمل میں مخصوص شرائط کا، جو تیار ہونے کی وجہ سے ہوئی تھی، معاہدہ کافی زور شور سے اٹھایا گیا۔ "رسل-آئن اسٹائن" اہن میں تیار ہونے کے منظر ثرات کا تذکرہ پہلی Pugwash کانفرنس میں بھی کیا گیا تھا۔ 24 اپریل 1957 کو روس میں نے Declaration of Conscience میں ڈاکٹر ہیرٹ شوٹنبرگ کے منظر ثرات کا تذکرہ کیا تھا اور یہی قوموں سے مطالبہ بھی کیا تھا کہ وہ جوہری ہتھیاروں کے تجربات روک دیں۔ اس کے بعد 15 مئی 1957 کو واشنگٹن میں دیواریس کے ہتھیار سائنس دانوں کی مدد سے مل نے Scientists' Bomb Test Appeal تحریر کی، جس پر دو ہفتوں کے اندر 11,022 سے زیادہ امریکی سائنس دانوں نے دستخط کیے، اور چند ماہ کے اندر 49 قوموں کے 11,022 سائنس دانوں کے دستخط ہو گئے۔ 15 جنوری 1958 کو جب میں نے ناگ ہیکر ہالہ کو درخواست کی صورت

میں ایکل پیٹنٹ کی تعمیل، جو میں نے کہا تھا کہ میرے خیال کے مطابق یہ دنیا کے سائنس دانوں کی ایک نئی اشریت کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس Bomb Test Appeal میں پانچ سو اگراف تھے۔ پہلے دو نیچے بیان کیے جا رہے ہیں:

”بھروسہ رکھنے والے چین کے تمام نیچے دونوں کیے گئے ہیں، ضرور کرتے ہیں کہ جو برقی سوں کے تجربات پہ پابندی لگانے کے لیے فوری طور پر ایک بین الاقوامی معاہدہ کیا جائے۔“

دوسرے برصغیر کے جوہری بم کا تجربہ پتا چکا کہ سرکاری مفاد میں جو الی ویتا ہے۔ یہ اضافی مقدار دینی بھر کے انسانوں کی صحت پر منفی اثرات لگاتی ہے اور germ plasma کو بھی نقصان پہنچاتی ہے جس کی وجہ سے مستقبل میں آنے والی نسوں میں معذور بچے پیدا ہوتے ہیں۔“

میں کچھ بیٹن کو تفصیل سے بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں، جو تنازعے کا باعث ہو رہا ہے۔ ہر مہینہ پیدا ہونے والے 100 بیٹن بچوں میں سے 4,000,000 میں سے دو یا تین بچے جنسانی یا ذہنی نقص پائے گئے ہیں۔ یہ نقص جو ان کے والدین کے لیے فکڑ کا باعث ہوتے ہیں اور سات پر ایک نیا بوجھ پڑ رہا ہے۔ جنینیت کے ماہرین کا اندازہ ہے کہ جنینیت mutation کی وجہ سے تقریباً پانچ فی صد بچے جنسی بمر میں 200,000 نو زائیدہ قدرتی طور پر زیادہ توانائی تابکاری cosmic شعاعوں اور قدرتی تابکاری کے باعث نقصان کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں، اس سے کہ ہمارے اعضاء تمام ان سے محفوظ نہیں۔ شکاری اندازے غیر یقینی ہیں، مگر جنینیت کے ماہرین متفق ہیں کہ شکاری اندازے بالکل گھٹن ہیں۔

مزید یہ کہ جنینیت کے ماہر مانتے ہیں کہ نباتی تماس کے لیے آریزیدو توانائی کی تابکاری سے مزید متاثر ہوتے ہیں جو مستقبل کے برسوں میں mutation کا عمل بڑھ جائے گا اور زیادہ تعداد میں معذور بچے پیدا ہوں گے اور یہ اضافی اثرات کی زیادتی کے تناسب سے ہوں گے۔

لفظ میں جوہری سمجھا رہیں گے، جہاں کے تابکار fission کی پیداوار۔ cesium 137, strontium 90, iodine 131 اور دیگر پیداوار کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ نیوٹرون جو جہاں کے قیود سے پیدا ہوتے ہیں ان کا جو جن مرکزوں سے ملے لفظ میں بڑی مقدار میں کاربن کے تابکار انیسوٹوپ، یعنی کاربن-14 بناتے ہیں جو بعد میں انسانی جسم کے جیو کیمیکل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس تابکار fission کی پیداوار انسان کے germ plasma کو نقصان پہنچتے ہیں اور اس طرح زیادہ تعداد میں معذور بچے پیدا ہوتے ہیں۔

کاربن-14 ہمیں خصوصی توجہ دینی چاہی۔ سوویت سائنس دان O. I. Leipunsky نے 1957 میں بتا دیا تھا کہ جوہری تجربات کی یہ تابکار پیداوار انسان کے نباتی کو cesium 137 اور دیگر fission پیداوار کے مقابلے میں زیادہ نقصان پہنچائے گی۔ گرنیٹل انسانی کاربن-14 کو درمیانہ زندگی سے 8,000 برس سے زیادہ تک باقی رہے گی۔ بھوس کے تجربات سے پیدا ہونے والے کاربن-14 کے جینیاتی اثرات کے اس سے زیادہ قیاب آریزیدو خزانے United States Atomic Energy Commission کے ڈاکٹر

ڈاکٹر ویلہلم نیسل اور ڈاکٹر ہولکسٹ (Toller, Zelle, and Holikset) نے پیش کیے تھے۔ خصوصی طور پر مدنی حقیقت یہ ہے کہ ماہر نہاد "صرف تجربے" ہمیں کے تجربات کے دوران معمولی Mission والے ہم Mission-Rustion-Rustion کے لیے زیادہ کاربن-14 پیدا کرتے تھے۔

Trondheim میں قائم Norwegian Institute of Technology کے ریسرچر (Raida Nydal) کے ایک عاید مطالعے نے دکھایا ہے کہ جوہری تجربات زمین میں بھی اور کسی حد تک تھریوں کرتے ہیں۔ کائناتی شعاعوں کی پیدا کردہ کاربن-14 مطالعہ پہنچا میں، سمندروں میں اور biosphere میں قی مقدار میں موجود رہتی ہے جو قدرتی طور پر ہندو کی تابا روادانی کے ذریعے ایک سے زیادہ حد تک جینیاتی تبدیلی کا باعث ہوتی ہے۔ بعد ازاں نے اپنی تفتیش سے دیکھا ہے کہ پچھلے دس برسوں میں کے چارے والے جن کی جھاکس نے فنڈ میں کاربن-14 کی مقدار کو تاسے زیادہ کردی ہے، اور یہ بھی کہ چند برسوں میں انسانوں کے اندر اس کی مقدار بہت حد تک حسب معمول مقدار کی ڈیڑھ تین گنا ہو جانے کی جس کے نتیجے میں mutation rate بڑھ جائے گا اور نیا دھندلہ رہنے پیدا ہوں گے۔

تجربہ نگار کہتے ہیں کہ عام طور پر پیدا ہونے والے بچوں کی مجموعی تعداد کے مقابلے میں جوہری تجربات کی وجہ سے معذور ہونے والے بچوں کی تعداد اتنی کم ہوتی ہے کہ اس کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔ مگر میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں، اور ذکاوت شہرت اور دوسرے بہت سے مہرین سے اتفاق کرتا ہوں، کہ ہر فرد بشر اہم ہوتا ہے، اور ہماری حرکتوں سے متاثر پیدا ہونے والے ہر بچے کو ایک ڈاکٹر بھرتی اور ہر بچے کی زندگی تر رہنی پڑتی ہے۔ صدر سینیڈی نے امریکی محام سے اپنے 14 جون 1963 کے ریڈیوئی خطاب میں کہا ہے کہ: ایک بھی انسانی زندگی کا نیاٹ، ایک بچے کی جمل مائیں راحت۔ جو اس وقت پیدا ہوگا جب ہم جانچے ہوں گے۔ ہمارے لیے پیشانی کا باعث مانا جائے گا، ہمارے بچے، ہمارے بچے کے بچے، اعداد شمار نہیں کہ ہمارے نزدیک و غیر اہم ہوں۔"

ہمیں معبود ہونا چاہیے کہ مائیں راحت کے بچے ہوں کے تجربات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے پچھلے چھ برسوں میں ان کو شمار کرنے کی کوششیں کی تھیں۔ میرے اندازے کی حد تک سال بہ سال تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ اس لیے کہ تجربات کی نئی اطلاعات ملتی رہی ہیں اور ریڈیوئی تابا رانوں میں خلاف سنا رہا ہے اس لیے عدد شمار میں ترمیم ضروری نہیں سمجھی گئی۔

میرے تجزیے کے مطابق 1952 سے 1963 کے درمیان ہونے والے بچوں کے تجربات سے پیدا ہونے والی 137 cesium اور 137 cesium کی طہری پیداوار کی آبادیوں سے 100,000 زندہ بچے جس کی دور قوتی خانی کے ساتھ پیدا ہوں گے، اور مزید 1,500,000 معذور بچے پیدا ہوں گے۔ گرنیٹل انسانی ن تجربات سے پیدا ہونے والی کاربن-14 کے اثرات سے بچے لگی۔ اس کے علاوہ اس سے تقریباً دس گنا زیادہ حاصل کیا گیا ہوں گے اور پچھلے کے دوران 137 cesium کی مصنوعات سے مر جانے والے بچوں کی تعداد ایک ملین



ہوئی، جب کہ رات-14 کے باعث چندہ سین سینکے جان سے باخبر ہو گئے۔ اور دوسرے تجربات کی وجہ سے اس سے کہیں زیادہ بچے معمولی خردیوں کے حامل ہوں گے، یہ معمولی خردیاں، جنہیں فی اسحات کہتے ہیں، چیز سے کھار کر چھینک دینا چاہیے، ایک نسل سے دوسری نسل تک جاتی ہیں، اور مزید خردیوں اور اسحات کا باعث بنتی ہیں۔

تقریباً پانچ فی صد Mission پیرو ری اثر اور کاربن 14 کا پیداوار کی شرح کی اس میں ظاہر ہو جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جسمانی اور ذہنی نفا میں سمیت 10,000 زندہ بچے پیدا ہوتے ہیں اور اس کے 100,000 کے قریب اسحات بنتی ہیں۔

یہ تخمینے ان کے مرنے والے جراثیموں والے اور سینکے قوتی کمیشیاں پیش کرتی ہیں۔ یہ ہمارے تخمینے پر مبنی ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ ری اسحات میں نکھس ہوتا ہے۔ عام طور پر تخمینے اس سے ناقص ہوتے ہیں کہ اس کی اعداد و شمار کے انہی رتے سے کہ یہ تخمینے کے پانچویں حصے کے برابر کم ہوں گے یا تخمینے کے پانچ گنا کے برابر زیادہ ہوں گے، مگر وہ اصل منصوبوں کہیں زیادہ ہوتی ہیں۔

مزید یہ کہ ہمیں اس بات کا ہم سے کہنا پڑا کہ لیوکیمیہ کے علاوہ اور دیگر ری پریوں کا بھی باعث بنتی ہے۔ سائنس دان کا بتا رہی تھی چھوٹی مقدار سے پیدا ہونے والے carcinogenic تعامل پر ختم کر سکتے ہیں، اسی طرح جیسے کاربن-14 کے ذریعے میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ تجربات سے پیدا ہونے والے Strontium 90 سے لیوکیمیہ اور جڑوں کا سرطان ہو سکتا ہے، آئی ای آر این 131 تھا، نیدرلینڈز کا باعث ہو سکتا ہے اور کاربن-14 یہ تمام بیماریاں پیدا کر سکتا ہے۔ میرے خدشے کے مطابق، اس جسمانی اثر کے باعث جو تیار ہونے والوں سے کہیں زیادہ کہہ رہا ہے، تقریباً 200,000 افراد ہتھیاری حربہ کے پھیلنے سے اب سے پندرہویں صدی پہلے کی جڑوں کو برباد ہو جائیں گے۔ United States Federal Radiation Council کے 1962 کے تخمینے کے مطابق 1961 تک ہونے والے جو مرنے کی تجربات کی وجہ سے ایک ڈاکٹر بیمار لیوکیمیہ اور ہڈی کے سرطان سے ہلاک ہو جائیں گے۔

اوپر دیے گئے تخمینے 600 میگا فین وزن کے بھون کے ہیں۔ اب ہم یہ سول کر سکتے ہیں کہ اگر کسی کی باقی کی قیمت پر نقد میں صرف ایک 20 میگا فین ہم کے تجربات کے لیے جا رہے ہیں، تو راجوب ہوگا۔ اگرچہ یقینی نہ ہونے کے باوجود یہ خوفناک ہوگا کہ سرطان قربانیوں سے اس کی اس کی بھی جاتی ہے جب بھی، پانچ، کھانچ میں سے بچوں میں زندہ تو رہیں گے مگر ان میں اتنی جسمانی اور ذہنی خرابیاں ہوں گی، اور شاید 700,000 افراد جو بھی زندہ ہیں، ان کی زندگی سے مر جائیں گے جو انہیں تجربات کی آلودگیوں کے وجہ سے لاحق ہوں گی۔

میں شرمناک رہنا چاہیے کہ دنیا میں نیا دور قوموں نے، 1963 کے مذاقی پر دستخط کے ذریعے اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ وہ دنیا میں جو مرنے کی تجربات نہیں کریں گے۔ مگر یہ کتاب ایسے سے کہ یہ مذاقی لائسنس

قیل نہیں کیا گیا تھا۔ اب تک کیے جانے والے 600 میگا ٹن کے تجربات میں سے تین چوتھائی، یعنی 450 میگا ٹن کے تجربات 1961 اور 1962 میں کیے گئے تھے۔ 1959، 1960 اور 1961 میں بیاقی میں کیے نہیں ہوئے تھے۔ ریاست ہائے متحدہ، یہاں تک کہ روسیت یونین کے درمیان نزدیکی تجربات کے سوانے کے طریقوں پر اختلافات تھے۔ یہ اختلافات 1963 میں دور نہیں کیے جانے کے تھے۔ مگر لٹوا میں تجربات روکنے کا بیاقی ہو گیا تھا۔ اس نیت کے لیے یہ کتابت الیہ تھا کہ ٹھیکوں نے 1961 میں تجربات دوبارہ شروع کرنے کے خوف میں قدم اٹھانے سے پیسے اس عمل کو قبول نہیں کیا تھا۔

اب میں چھوٹی قیاسی پیش کی جاتے ہیں جو بیاقی تجربات کی بندش کی درخواست کے لیے حصول کے اقتباسات بھی پیش کروں گا اور ان پر گفتگو بھی کروں گا۔

”جب تک یہ ہتھیار میں بیاقی حقائق کے ہاتھوں تک محدود ہیں ان پر کنٹرول کے بارے میں معاہدہ کا راجہ ہوگا۔“ تجربات جاری رہے، اور ان ہتھیاروں کا تعریف مزید ٹھیکوں تک پھیل جاتا ہے تو سہی ہے احتیاط اور قیود کے اقدام کی وجہ سے ایک بھی تک جو بیاقی جنگ چھڑنے کے خطرات بہت زیادہ بڑھ جائیں گے۔

جو بیاقی ہتھیاروں کے تجربات کو روکنے کے لیے اب آپ میں اقوامی معاہدہ ترک ہو جاتا ہے، جو بیاقی ہتھیاروں کی تمام عملی تسلیع اور لکسی جنگ کے امکانات کو روک دینے کی طرف قدم ہوگا، جو اگر ہو گئی تو پوری انسانیت کے لیے تباہی کا پیغام ہوگا۔

میں اور ہمارے دوست سب کے سب انسانوں کی بھلائی کے بارے میں بہت فکر مند ہیں۔ ایک سائنس دان ہونے کے باعث ہمیں خطرات کا علم ہے، اس لیے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم قوموں کو ان خطرات سے آشنا کریں۔ لہذا، ہم ہر قسم کے جو بیاقی ہتھیاروں کے تجربات کو روکنے کے لیے فوری طور پر ایک بین الاقوامی بیاقی کو ضروری سمجھتے ہیں۔“

یہ دلیل کافی وزنی ہے؟ تو کیا موجودہ ہتھیاروں سے ڈی جانے والی جو بیاقی جنگ تمام انسانیت کی تباہی پر منتج ہوگی؟ جو بیاقی ہتھیاروں کی جسامت، مقدار اور ہتھیار پر فوری طور پر جواب ”ہاں“ میں دیتا ہے۔ 25 میگا ٹن وزنی ایک جو بیاقی بم آریو عرض کے کسی بھی بڑے شہر، تھوڑا سا ہی آبادی کو برباد کر سکتا ہے۔ یہ بڑا ہتھیار، ہوائی اڈوں کے رانے کے وسیع (میزاں) ہٹائے جائے گا۔

جو بیاقی ہتھیاروں کے موجودہ ہتھیاروں کے بارے میں معلومات جاری نہیں کی گئی ہیں۔ 1960 میں ہونے والی چھٹی Pugwash کانفرنس کے مندوبین نے 60,000 میگا ٹن کے دھماکے کا تعین پیش کیا تھا۔ یہ جو بیاقی عالمی جنگ میں گرائے جانے والے دھماکے کا تخمینہ ہے۔ یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ 1945 کے بعد سے مریض دنیا میں فوری دھماکے کا ہتھیار دوڑتا رہا ہے۔ پچھلے تین برسوں میں جو بیاقی ہتھیاروں کی مسلسل تیاری کی روشنی میں، میرے تخمینے کے مطابق، 1963 تک یہ ہتھیار 320,000

میکانک تک پہنچ جائے گا۔

یہ تخمینہ مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں قائم کیجیٹن ہے۔ 12 نومبر 1961 ریاست ہائے متحدہ کے سیکرٹری ہوائی فافٹ نے بیان کیا تھا کہ اس وقت تک ان کو نقصان نہ پہنچا ہے پاس B-52 بمبار 630، B-58 بمبار 55 اور 1,000 کے قریب B-47 بمبار موجود ہیں۔ یعنی ان کی مجموعی تعداد 1,685 تھی۔ ان میں سے ہر جہاز 25 میکانک کے ایک ساتھ دو نیم، یعنی 50 میکانک وزن کے ہم سے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ گویا، ایک جہاز عظیم سے دوسرے جہاز عظیم تک مار گرنے والے یہ 1,685 بمبار جہاز (یو ایس آر) 84,000 میکانک وزن کے ہم سے جانے جاسکتے ہیں۔ اس بات پر یقین نہیں کہ ہر جہاز ان جہازوں کے لیے ہمیشہ نہیں کیے گئے ہیں۔ سیکرٹری ہوائی فافٹ نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ریاست ہائے متحدہ کے پاس دوسرے 10,000 طیارے اور راکٹ بھی ہیں جو میکانک وزن کی سطح کے ہم سے جانے جاسکتے ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ اور سوویت یونین کے مجموعی میکانک جو ہر کی ہوں کے مقابلے میں سوویت یونین دو گنا ان کے تجربات کر چکا ہے، اور جب نہیں کر سويت ہمار بھی بہت بڑا نہ ہوگا۔ اندازاً ریاست ہائے متحدہ کے ہمار کے مقابلے میں ان کا اٹھارہ گنا تھا۔ ایک کہانی یا ڈرامہ ہوتا ہے کہ ہمار بھی۔

320,000 میکانک جو ہر کی ہوں کے ہمار کا اصل مطلب اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے؛ اگر کل ہی 6 میکانک کو جنگ ہو اور اس میں دوسری عالمی جنگ کے نہ اندھو کے کی طاقت کا استعمال کیا جائے، اور دوسرے دن بھی دس ہی جنگ ہو، اور ان اسی طریقہ دھماکا خیز مادہ استعمال ہو، اور 46 ایٹمی تک ہر ڈزایا ہی جوتا سے جب نہیں جا کر موجود دھماکا خیز مادہ ختم ہوگا۔ مگر درحقیقت، یہ پورا ہمار ایک ہی دن میں مستحق ہو جائے گا، اس دن جب قیصری عالم گیر شروع ہوگی۔

بہت سے سائنس دانوں نے قیصری جو ہر کی ہوں کے ممکنہ اثرات کے بارے میں تجزیے پیش کیے ہیں۔ ایک تخمینہ جو ریاست ہائے متحدہ کا قریب کی خصوصیت زنی کمیٹی نے اسے جو ہر کی تابکاری میں پیش کیا گیا تھا، ان نقصانات کے بارے میں تھا جو ریاست ہائے متحدہ میں 250 جو ہر کی ہوں سے ہونے والے ممکنہ حملے کی صورت میں ہوگا۔ چن کی مجموعی وزن 2,500 ٹن ہو اور وہ آبدی، صنعتی مرکزوں اور فوجی تنسیبات پر پڑے گی۔ 1957 کی آبادی کے اعداد و شمار کے مطابق، ایک گوی میں تخمینہ پیش کیا گیا تھا، کہ ایسے جو ہر کی حملے کے ساتھ دن بعد 130 ملین آبادی میں سے 38 ملین امریکی اور باقیہ ان میں جائیں گے، 28 ملین شدید زخمی ہوں گے، 10 ملین زخمی جائیں گے، باقیہ نکال جانے والے شہر میں ان کے معمولی زخمی اور تابکاری کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ ایک پچھلا سا جو ہر کی حملہ ہوگا جو موجودہ جو ہر کی ہوں کے انوار کے ایک لی صدر کے ہمار ہوگا۔ ایک بڑی جنگ میں تنسیباتوں کے ہمار کا دھماکا خیز مادہ، یعنی 20,000 میکانک دھماکا خیز مادہ، امریکا، سوویت یونین اور دوسرے یورپی ممالک کے مچھان آباد علاقوں پر استعمال ہو سکتا ہے۔ Institute of Defense Analysis, Washington, D C کے Hugh Everett اور George E Pugh کی

۳ ہائی کے بارے میں خصوصی قریبی کمیٹی کی سماعت میں پیش کی جانے والے تجزیاتی رپورٹ کی مدد سے ہم جنگ کے یہ تخمینے پیش کر رہے تھے کہ مظلومی جنگ کے شروع ہونے کے ساتھ دن کے بعد ان علاقوں میں رہنے والے 800 تین میں 720 افراد موت کے گھاٹ اتر جائیں گے، سچوستان زندہ تو رہیں گے مگر شدید زخمی ہوں گے، اور دوسرے بچے جانے والے صرف جس میں ہیں گے اور جو لوگ بچے رہیں گے ان کا حشر یہ ہوگا، یہ Everen اور Pugh کی رپورٹ کی تفصیلات سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ بالآخر، یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ساٹھ دن کے اندر ہونے والے شکار کھل شکار نہیں ہوں گے سان کی علاقے میں تاخیر سونا کی کی بدانتظامی، ریل و ریل میں رکاوٹیں، سوئیٹش کا مٹ جانا، جینیاتی تبدیلیاں، ٹاپوگرافی کے زہر کا آہستہ آہستہ سرایت کرنا وغیرہ ہوگا۔

قوموں کے درمیان کسی بھی قسم کا تنازعہ جنگ کا جواز نہیں ہو سکتا۔ جوہری ہتھیاروں کے خلاف یہاں کوئی دفاع نہیں ہے جس پر کسی کی شدت بڑھانے سے قیود نہ پایا جائے۔ قوموں کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ ”ممدود“ جنگ لڑیں، جس میں صرف ”پھوٹے“ جوہری ہتھیار متعلق ہوں۔ آج کی چھوٹی جنگیں بھی خطرناک ہیں، اس امکان کے پیش نظر کہ ایک چھوٹی سی جنگ بھی دنیا بھر کی تباہی کا باعث ہو سکتی ہے۔ دنیا کے لیے جنگ کا لھم لھم کر دینا ہی عمل مندی ہے۔

اب جوہری طاقتوں اور دوسری تمام قوموں کا اعلان ردِ ہتھیار کیا ہے۔

ہم سب روکتھائے محمد، صلوات اللہ علیہ، عظیمی کے شہر گزار ہیں کہ انہیں کے عمل سے دنیا کی دوسری تمام قومیں نے جوہری ہتھیاروں کے تجربات نہ پا کر ہندو کے معبود کے قول کو لیا ہے۔ ایک امریکی سونے کے کھاتے میں بائیسویں اپنے عظیم صدر جان ایف کینیڈی کا شہر گزار میں، صرف انہیں دن قبل جنہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں صدر کینیڈی کی نگاہ عزم اور سیاسی ہر مندی کے بغیر یہ عظیم بین الاقوامی معاہدہ ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔

1963 کے Test Ban Treaty کی اہمیت اس لیے نیا دہے کہ یہ ترکیب سلامتی کی طرف پہلا قدم ہے۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ در کیا قدم اٹھائے جاسکتے ہیں، میں آپ کو صدر کینیڈی کے خطاب سے کچھ اقتباسات پیش کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے قوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 26 ستمبر 1961 کے اجلاس سے کیا تھا۔

”یہ ہدف (ترکیب سلامتی کا) بے کوئی محو نہیں رہا۔ یہ مذاقی ورموت کا مسئلہ ہے جس کے لیے ہمیں دروازے کے مقابلے میں ترکیب سلامتی میں پیش قدمیاں کرنا چاہئیں۔“

ہم ترکیب سلامتی کے چاروں طرف میں مندرجہ ذیل اقدامات کی طرف:

(۱) تجربات کا مکمل انسداد دنیا کی تمام قوموں کی طرف سے

(2) Test Ban کرنے کے قابل ممالک پر (دوسری) قوموں تک پہنچنے پر پابندی

(3) جوہری قومیوں تک جوہری ہتھیاروں کی دستیابی نہ ہوگی۔

(4) جوہری ہتھیاروں کو خلا سے دور رکھنا۔

(5) جوہری ہتھیاروں کی ہتھیاری تباہی اور

(6) جوہری ہتھیاروں کے جانے والے دھماکوں کی تباہی پر پابندی اور موجود دھماکوں کی ہتھیاری تباہی۔

1963 کے مذاقی کے ذریعے ان میں سے پہلے ہدف کی طرف پیش قدمی شروع ہوئی ہے، اگرچہ پوری

نہیں۔ چھ ہفتے قبل اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی سی سی کمیٹی نے 1971ء کو ان کے مقابلے میں ایک ووٹ سے

ایک تجویز منظور کی جو پندرہ قومیوں پر مشتمل ترکیب اسلحہ جات کمیٹی سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ جوہری ہتھیاروں

کی تباہی سے متعلق تمام دھماکوں کو ہمیشہ کے لیے منع کرے۔ ہمیں اس ہدف کو بہر صورت حاصل کرنا ہوگا۔

صدر سینیڈی کا تجویز کردہ چوتھا قدم۔ جوہری ہتھیاروں کو پندرہ سے دور رکھنا۔ کئی قومیوں سے اقوام متحدہ

میں ووٹ دینے سے پہلے منع کرنے کے بیان کے ذریعے دھماکوں کو منع کیا ہے۔

تیسرے نکتے پر عمل۔ جوہری ہتھیاروں کے پھیلنے کا تسلسلہ۔ بین الاقوامی معاہدوں کی اور جنگ کے

بھڑک اٹھنے کے امکانات میں کمی کی کاہٹ ہو سکتی ہے۔ 1960 کے مذاقی کا قطب جنوبی کو جنگ سے

پاک علاقہ بنانا ایک نکتہ پیش کرتا ہے۔ راپٹنی امریکا کی دس قومیوں نے تجویز پیش کی ہے کہ ان کے پورے

براعظم کو دہرا جوہری ہتھیاروں سے پاک علاقہ بنا دیا جائے اس کی ایک تجویز براعظم افریقا سے بھی پیش

کی گئی ہے۔ ان تجویزوں کی منظوری مستقبل کے امن کی طرف ایک اہم قدم ہوگا۔

اس سے بھی زیادہ اہم مرکزی یورپ کی فوجوں سے پاک علاقہ بنانے کے عمل کی مدد دینی ہوگی اور

کر (Rapacki اور Kennan نے چند برس قبل تجویز کیا تھا اس تجویز کے تحت پورے جرمنی، پولینڈ، چیکو

سلوواکیہ، اور شاہی متحدہ جرمنی تک بھی فوجوں سے پاک کر دیے جائیں، اور ہمیشہ کے لیے ان کی سرحدوں

اور قوتیں مائیت کی ضمانت اقوام متحدہ کے ذریعے تسلیم کی جائے گی اس وقت میں یہ امن اور تہمتی کے پیچھے

معاہدات پر مکمل کر شکوک نہیں کر سکتے، مگر مجھے یقین ہے کہ اگر جوہری تباہی کے علاوہ کبھی کوئی عمل اٹھایا تو وہ

علاقے کی فوجوں سے پاک کرنے سے ہوگا، جو بارہ فوجوں کی تعمیراتی سے نہیں۔

صدر سینیڈی، صدر جانسن، چیئرمین ڈیٹھیٹ، وزیراعظم میکملسن اور دیگر قومی رہنماؤں نے اعلان

کیا ہے کہ اس معاہدے کو روکنے کے لیے ہمیں عمومی اور کھلی ترکیب اسلحہ جات کے ہدف کی طرف بڑھنا ہوگا، اور

تمام موجودہ مختلف مائت جوہری ہتھیاروں اور ان کے جانے والے دھماکوں کو تباہ کرنے کی ہتھیاری تباہی چاہیے مگر

بہمکنے ان سب کی تباہی کے ذریعے حقیقتیں مزید تباہی ہیں اور اس طرح دنیا خطرے میں آتی ہے

کی۔

تعمیر ترکیب اسلحہ جات کی طرف کوئی پیش قدمی نہیں ہو رہی ہے۔ تیسرے نکتوں میں اس سوال کا

تعمیل جو یہ ہے کہ اب بھی ایسے ملک موجود ہیں ان میں پچھو حاکمیت اور بھی ہیں جنہیں نے اس مسئلے کو

ابھی تک تسلیم نہیں کیا ہے کہ اب جنگ کو ختم بادر کبھی دینے کا وقت آ گیا ہے۔ اس جواب کا ایک حصہ یہ ہے کہ ایک ایسی بڑی طاقت موجود ہے جس کی قوموں کی برادری میں شریک نہیں کیا گیا ہے۔ چین کی حمایتی جمہوریہ جو دنیا کی سب سے بڑی آبادی رکھنے والی قوم ہے۔ مجھے یقین نہیں کہ ریاست ہائے متحدہ اور سوویت یونین ترکیب اطروحات کی طرف کوئی بڑا قدم اٹھائیں گے جب تک کہ وہ متحد طاقت۔ چینی عوامی جمہوریہ۔ ترکیب اطروحات کے معنی میں شامل نہیں ہوتی، اور چینی عوامی جمہوریہ۔ متحدہ کے میں اس وقت تک شامل نہیں ہوتی جب تک کہ اس کی قوموں کی برادری میں اس کے رشتہ کے مطابق جہد نہیں لڑی جاتی۔ چین کو تسلیم کرنا دنیا کے امن کے لیے کام کرنے کے مترادف ہے۔

بہنیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ آئندہ کئی برس تک، ہندو مشروبات تک، موجودہ جوہری تنصیب رہتا رہے جائیں گے، جیسا کہ فلپ ڈیل بیکر (Philip Noel-Baker) نے اپنے نوٹس خطبے میں، جو 1959 میں دیا گیا تھا، کہا ہے کہ جوہری تنصیب رہا چاہیے جائے گا کہ وہ خفیہ طریقے سے بنائے جائیں گے۔ درجہ ان سے غیر مسلح دنیا کو ڈراوا جائے گا، اور اس طرح تنصیبوں کے بنیادی تہائی کے پیمانے کے مست ہو جانے کا امکان ہے۔ کیا یہاں کوئی فوری طریقہ نہیں جس کے ذریعے ہم جوہری جنگ کی شروعات کے موجودہ خطرے کو کم کر سکیں جو کسی غلط فہمی یا غلط فہمی سے ایسا ہے، اچھوت کے سسے سے شروع ہو جائے جن کا پھل مندرجہ ذیل قومی رہنما بھی شاکستس؟

مجھے یقین ہے کہ یہ ممکن ہے، اور میں امید کرتا ہوں کہ اس پر قومی حکومتیں ضرور غور کریں گی۔ میری تجویز ہے کہ کسی قومی بین الاقوامی طریقے سے، بہت احتیاط کے ساتھ، ایسا کیا جائے جو جوہری تنصیبوں کے بنیادی کنٹرول بن سکے، مثال کے طور پر امریکی جوہری تنصیبوں کی ایسی وقت استعمال کیے جائیں سکیں جب امریکی حکومت اور اقوام متحدہ دونوں اس کی اجازت دیں، اور اس طرح سوویت یونین بھی اپنے جوہری تنصیبوں کی وقت استعمال کر سکے گا جب سوویت حکومت اور اقوام متحدہ دونوں نے اس کی منظوری دی ہو۔ اسی طرح کے دہرے کنٹرول کا ایک چھوٹی سی قوت کے لیے بھی قائم کیا جائے جنہوں نے اپنے جوہری تنصیبوں کو تباہ نہ کر دیا ہو۔

اس تجویز کو طرف ایک معمولی سا قدم بھی، جیسے جوہری تنصیبوں کے کنٹرول کے نظام میں اقوام متحدہ کے نمائندوں کی منظوری، جوہری جنگ کی شروعات کو کافی حد تک کم کر سکتا ہے۔

ایک اور بھی طریقہ ہے جس سے ہمارے مہمندان کو حق موجودہ خطرے کو فوری طور پر کم کیا جاسکتا ہے۔ ایک سنگم معاہدے کے ذریعے، جس میں حیاتیاتی اور کیمیائی طریقوں سے جنگ کرے کی ایجابات کے معاملے کا ایک نظام بنی اور ان کو طے کیا جائے۔

چارمنش ٹیل پانچویں Pugwash کانفرنس میں شرکت کرنے والے سائنس دان اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ اس وقت کی جواہر نے وہاں جوہری طاقت حیاتیاتی اور کیمیائی تنصیبوں کی طاقت کے مقابلے میں نہیں

نیزہ تھی، مگر حیاتیاتی اور کیمیائی تھیموں میں بہت حد تک اور مفہور کر دینے کی طاقت ہوتی ہے جو نہ صرف انسانوں کے مویشی اور نباتات کو جاننا سکے ہے بلکہ معدن پختہ کتنی ہے۔ مزید یہ کہ ان تھیموں کی تیاری پر بڑی محنت کی جاتی ہے تاکہ وہ اصل انسانی کے لیے جوہر کی طاقت سے بہت مختلف رہیں۔ صرف ریاست ہائے متحدہ میں حیاتیاتی اور کیمیائی تھیموں کی تحقیق اور تیاری پر خرچ ہونے والی رقم 100 ملین امریکائی ڈالرز سے زائد ہوتی ہے، یعنی ایک سو ملین امریکی ڈالرز سے زائد ملتا ہوا ہے، اور سوویت یونین اور امریکہ کے مابین بھی ایسی ہی اڑت کی جاتی ہے۔

میں اس خطرے کی قیاس کے سب سے اعلیٰ پائے میں کے انتہا کے منصوبے کا تذکرہ کیا چاہوں گا، جو بڑے نہیں، مگر گہرائی پر وقتی و مستقل طور پر دی گئی حالتی تبدیلی ہیں، اور *botulinum toxin* کے استعمال سے زرد بخار کے جراثیم پھیلتے ہیں، یا *anthrax* کے ذریعے سے بیکٹیریا پھیلتے ہیں جو کہ ان کی تعداد میں اتنی قوت کی طاقت کا سبب بنتے ہیں۔

خطرہ اس وقت زیادہ ہو جاتا ہے جب ایسے ہی ہونے والی قوت سے، جیسی کہ آج کل ہو رہی ہیں، یا عام حاصل ہو جاتا ہے جو امریکی بھر میں پھیل جائے تو چھوٹے مکس کے شیطان صفت لوگوں کا چھوٹا سا گروہ بھی، تلوکھن حملے کر سکتا ہے۔

ایک خاص قسم کے معاہدے سے جس میں حیاتیاتی، زہریلے، ایٹمی اور کیمیائی تھیموں کی تیاری کے سب سے زیادہ تحقیقات و تیاریوں پر پابندی ہو اور ہر قسم کے خطرہ و تحفظ کی کنٹرول سے دست برداری ہو تو یہ خوف ناک امکان مسدود کیا جاسکتا ہے۔ ہم کے یہ بدخود قیاس بنانے کی کوشش میں ہمیں کئی بڑے اور بڑے کیے جاتے ہیں اب وقت آ گیا ہے کہ ان سب کو ٹک دو جائے۔ ایک بار امریکی تیاریوں کو اور امریکی کے سچائی بھر میں پھیل گئے تو اس کو روکنا بہت مشکل ہو جائے گا۔

جنگ کی جھڑپوں نے ان کوششوں میں بڑی جگہیں دی ہیں چھوٹی جنگیں بھی شامل کی جاتی چاہیں۔ بغاوت اور گوریلا لڑائی کی منصوبہ، جو شدید، مدد سے عورت ہوتی ہیں اور انسانی اکتوں پر مبنی ہوتی ہیں، انسانیت کے لیے ایک فحش ہیں گی۔

لیکن، ایسے بہت سے ملک ہیں جن میں موجودہ آمرانہ حکومتوں کے، انہیں مسلسل اقتصادی استحصال اور جبر کا نشانہ بنتے ہیں، جو سب کے زور پر اپنی طاقت بڑھاتی رہتی ہیں، ان لوگوں کی آخری امید ہمیشہ انہیں ہی رہی ہے، جس کے ذریعے ان کی حکومتوں کا تختہ الٹ دیا جاتا ہے اور نئے حکومتیں، اور جمہوری حکومتیں قائم کی جاتی ہیں تاکہ وہ محام کے مفاد کے لیے کام کریں۔

میرے خیال میں اب وقت آ گیا ہے کہ عالمی قوانین کے مناسب دفعات کی تشکیل اور ان کی قبولیت کے ذریعے دنیا کو اس شیطانت سے نکلے اور پابند کر دیا جائے۔ قانون کے محدود پیمانے کا باعث میں ایسی کوئی تجویز پیش کرنے کی کوشش نہیں کرنا چاہوں، جو اس مقصد کے حصول میں چھوٹی قوموں پر بڑی قوموں

کے شعبے کے امکانات کی اپوزٹف اہم کرے۔ پھر بھی، اس مشورہ میں گام کر یہ انتظامی وقت حاصل کیا جا سکے گا جب کسی قسم کی عالمی قانون سازی کے ذریعے ہمیں بعد ازاں متحدہ کے زیر نگین دینے کے لیے ملک میں، عوام کی اپنی حکومتوں کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کریں، جو قومی انتخابات سے لگ ہوں۔

عالمی قوانین میں اس قسم کے اضافے کے حصول کو ہم سوں تک سکتے ہیں۔ اس دور کی قوموں کی پالیسیوں میں تبدیلی کے ذریعے بھی بہت کچھ ممکن کیا جا سکتا ہے۔ یہ چند برسوں میں، کچھ چھوٹے ممالک میں جان وچ کر جاتیں اور خاندانہ جنگوں کو ختم کر دیتی ہیں، جن کو بدلتی حالتوں نے مزید پیچھا رہا اور قومی تشیعوں کی فراہمی کے ذریعے ٹراپ بھی کیا ہے، جس کی وجہ سے جنگوں میں درمیان بدلتی ہے اور عوام کے دھوکے میں اضافہ ہوا ہے۔ 1963 کے دوران چار ممالک، اور پچھلے برسوں میں کئی اور ممالک میں بھی جمہوری طور پر ایسی منتخب حکومتوں کے تختے بھی اٹائے گئے ہیں جن کو پالیسیوں کے ساتھ براہ راست کی سرحد پر مبنی تھیں، اور ان کی جہاں آرا سامنے سے نکل آئے تھے ممالک کی منظوری سے، فوقی آمریتیں قائم کر گئی ہیں۔ بدلتی حالتوں کی یہ حرکتیں مسکریں اور قومی اقتصادنی منادات سے منسلک ہیں، جو سب بہت پڑانے طریقے ہو چکے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ بہت جلد دنیا کی نئے ممالک کا باؤن پالیسیوں کو متحرک کرنے کی راہ میں پالیسیوں کی تبدیلی پر منتج ہوگا جن میں، خواتین، اطفال اور عوامی برادری جیسی خوبصورت سے نسل حمایتی ہوتی خوبیاں ہوں گی۔

جنگوں کی منصوبہ بندی کے لیے کام کرنے میں، ہم انسان کی آزادی اور انسان کے انفرادی حقوق کے لیے بھی کام کر رہے ہوں گے۔ اقتصادی استحصال کے ساتھ جنگ، رقومیت، انسان کی شخصی آزادی کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ میرے خیال میں، دنیا سے جنگ کی منصوبہ بندی، یہی ہے اور اقتصادی بہتری قوموں اور تمام انسانوں کے مفاد میں ہوگی۔

مجھے خوش ہے کہ مجھے مارہائی پر ایمان کے پچھلے 75 برس میں کیے جانے والے بے مثال کام پر ان سے کیا ہتھیار کا موقع فراہم ہو رہا ہے۔ اس سرگرمی کے دوران اسٹارٹنگ نے قوموں کی پالیسیوں کی رہنمائی کی ہے۔ مجھے اسٹارٹنگ 1890 کا یہ کہنا یاد ہے کہ قوموں کے درمیان ناشی کے لیے مستقل جاتی ہونے چاہئیں، اور یہ بیان بھی یاد ہے کہ "اسٹارٹنگ اس بات کی قائل ہے کہ عوام کی اکثریت اس خوب سے متعلق ہے۔" اسی طرح، جیسے بہت عرصہ پہلے انسان اور انسان کے درمیان طاقت کے قانون کی جگہ قانون اور انصاف نے لے لی تھی، تاکہ عوام اور قوموں کے درمیان تنازعات کا حل ما قابل مزاحمت قوت سے ہو سکے۔ عام انسان کے شعور میں جنگ، قبل از تاریخ جہات کا نقش قدم ہے اور نسل انسانی کے لیے محنت ہے۔" اب ہم اس قبل از تاریخ جہات کے نقش قدم کی نسل انسانی کے لیے اس محنت کو، ہمیشہ کے لیے منا دیتے ہو مجبور ہو گئے ہیں۔ مہم اور میں، خوش قسمت ہیں کہ ہم اس غیر معمولی عہد میں زندگی، دنیا کی تاریخ کے اس منفرد عہد میں، اس عہد میں جو پچھلے ہزارے در دھوکوں، اور مستقبل کے امن، انصاف، خواتین اور انسان کی خوش حالی کے درمیان ایک خط فاصلہ کی، تندرستی۔ مہم خوش قسمت ہیں کہ جس جنگ کی جگہ پر عالمی قانون کے خلاف میں حصہ لینے کا موقع مل رہا ہے۔ مجھے چاہتین ہے کہ اس عظیم کام میں ہم ضرور کامیاب



## داگ ہیمر ہولڈ اعلان تجلیل

مارویاتی پارلیمان کی ذیلی کمیٹی نے 1961 کا ذیلی امن اور معیشت ڈیپارٹمنٹ، داگ ہیمر ہولڈ کو  
ویسٹ کا فیلو کہا ہے۔

داگ ہیمر ہولڈ 1905 میں پیدا ہوئے تھے۔ قوم پرستوں کی مدد میں وہ لائل کے سیکرٹری جنرل بنے۔  
پہلے، تعلیم کے شعبے میں، وہ اپنے ملک سائنس کی تنظیم سے منسلک ہو گئے تھے۔

ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ دورانِ کار میں ان کے منتخب موضوعات میں سے بائرن، رینگ، پچیدہ، ہوائی،  
کا مخصوص موضوع معاشرت سمجھا جاتا تھا، جس میں انھوں نے 1934 میں لائل میں کی لائسنس کی حاصل کی تھی  
جس کے مقالے کا عنوان تھا "Konjunkturspridningen"۔ اس لائسنس سے قبل وہ لائسنس اور قانون میں  
ڈگریوں کا حاصل کر چکے تھے۔ 1936 میں سویڈن کی وزارتِ مائیت میں شامل ہوئے، اور 1941  
سے 1948 تک سویڈن کے Riksbank کے بورڈ کے چیئرمین رہے۔ 1945 میں وہ حکومت کی تجارت  
اور مائیت کی پالیسی کے شعبے سے تھے۔ 1947 میں سویڈن کے خارجہ میں شامل ہو گئے۔ 1951 میں  
کیمپ کے وزیر مقرر ہوئے۔ جیسا کہ انھوں نے خود کہا ہے، وہ کسی مخصوص پارٹی کے رکن نہیں تھے۔ وہ روز  
کی حیثیت سے ان کا تعلق کسی پارٹی سے نہ تھا۔ ان کی مائیت کی بنیاد پر جو تھا۔ تجارتی معاہدوں کے لیے جنہ  
میں جانے والے سویڈن کے مائیت و فوڈ کی سربراہی کے علاوہ انھوں نے UNISCA مذاکرات میں  
سویڈن کی نمائندگی کی تھی۔ انھیں جرمنی کے لیے OEEC کے نائب چیئرمین بھی مقرر کیا گیا تھا۔

اس قسم کی ایک مختصر یادداشتیں میں ممتاز دانشورانہ قابلیت کے حامل انسان داگ ہیمر ہولڈ کے بارے  
میں کچھ زیادہ نہیں جانتا، نہ ان کی طاقت سے بھرپور شخصیت پر مزید روشنی ڈالتی ہے۔ بہت سے لوگوں کو اس  
قسم کا فرانچ عقیقت پوش کیا جاتا ہے۔ مگر میں سے جو لوگ نہیں سیکرٹری جنرل بننے سے پہلے سے جانتے

تھے اس نوجوان شخص کی سن تھمبہ وسیع علمی قابلیت اور اپنے وطن کی خدمت سے منسلک انتظامی ذمے داریوں میں ان کے نمایاں موثر و کارآمد کامیابیوں سے بہت متاثر تھے۔

1953 میں انھوں نے اقوام متحدہ کے سیکریٹریٹ میں سیکریٹری جنرل کا عہدہ سنبھالا تھا۔ جنرل اسمیل میں سوئیڈن کے وفد کے رکن اور نائب چیرمین کی حیثیت میں 1951 میں ویسٹمن کی حیثیت میں 1952 سے اقوام متحدہ سے ان کا رابطہ رہا تھا۔ سیکریٹری جنرل بننے پر انھوں نے Trygve Lie کی جگہ سنبھالی جنھوں نے نہ صرف اقوام متحدہ کی افکار میں کی ترجمانی تھی اور اس کی نئی عمارت کی تعمیر کے منصوبے میں بھی حصہ لیا تھا۔ بعد ازاں انھوں نے سیکریٹری جنرل کے عہدے کو زیادہ ہمہ گیر اقوام متحدہ کے اندرونی حلقے میں آزاد مقام دیا تھا۔ دو برس کے فصول میں، انھوں نے دو جگہ سنبھالی جسے افکار کی سزا و سزا مان کی حیثیت اور کچھ مخصوص مدت کا مکمل ہوئی تھی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کا مقصد سنبھالتے ہوئے ان کی ہر جگہ کو پوری طرح حساسیت سے آنے اور وقت کے لیے اس کی حالت میں ہو گا۔ Trygve Lie کو پیش آنے والی مشکلات سے ان کی طرح واقف تھے۔ اپنے کام کے نظم اور پیچیدگی سے واقف ہوتے ہوئے، اپنی تمام تر کوششوں اور قوتوں کے استعمال کے ساتھ انھوں نے خود کو اس کے لیے مکمل طور پر وقف کر دیا تھا۔ 1953 میں انھوں نے ایک نئی حد میں دو کہتے ہیں، "یہ خیال ہی کہ جہاں انتظام ہے، کہ اس کے علاوہ ہر چیز کو یک طرفہ رکھنا ہوگا، ایک بڑا احساس آزادی دیتا ہے اور انسان کو حلقہ بونے والی برائے سے باخلاق کر دیتا ہے۔"

کشمکش کا جو سے کہ شرمین کن کی سے انھیں سیاست دان کے بھائے ایک طویل کا کیا مارا گیا پسند تھا، کیا جان بھی نہ جاسکتا ہے کہ انھیں پسے سے طے کر دیا کام بھی۔ باز یاد دہند تھا، بھائے اس کے کہ وہ خود فیصے کرتے۔ جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں، یہ اندازہ صحیح نہیں ہے۔ شرمین سے، جنوری 1953 سے، جب انھوں نے مرکزی دفاتر اور سیکریٹری جنرل کے کردار اور سرگرمیوں کا اسطو کیا تھا، یہ طے نہ کیا گیا تھا کہ یہ مرکزی دفاتر اور سیکریٹری جنرل کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ دو رکنی قوموں کے مقاصد اور مسائل کے بارے میں اپنی آگاہی حاصل کریں، اور سیکریٹری جنرل کو اپنی غور پر اپنی رائے سامنے رکھے، اس کی اپنی رائے کو اقوام متحدہ کے فرمان کی بنیاد پر دیا جائے، اور ایک لمحے کے لیے بھی اس کے اصولوں سے پہلو نہیں دے کرے، چاہے سے اقوام متحدہ کے اعلان سے مختلف ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ پسے دن کی سے انھوں نے ان کے نزدیک ان سے انفرادی طور پر کچھ گفت و شنید کے ذریعے تنازعات کے محل کو اہمیت دی تھی، جس کو بعد میں "نفاذی سفارت کا طریقہ" کا نام دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس میں کوئی نئی بات نہیں تھی، اس لیے کہ اس قسم کی غیر رسمی مذاکرات ایک ضروری عمل کی طرح ہمیشہ ہوئی ہیں اور ہوتی رہیں گی، تاکہ مختلف نظریات کے درمیان کا راستہ تلاش کیا جاسکے۔

یاد رہے اس کا ہونا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خود کو زیادہ فعال ہوتے گئے، مگر میرے خیال میں،

اس کو بدلتے ہوئے حالت ہی کا نتیجہ کہ جائے گائے ان کے تعمیرات میں تبدیلی کا احساس۔ ہر موقع و محل پر جو انھیں درپیش ہوا، ان کے ذہن میں ایک ہی جگہ ہوتا تھا: اقوام متحدہ کے خیانت کے تحت خدمت۔ انھوں نے خود کو بین الاقوامی خدمت نگار کہا جس میں "قوتوں" کے لحاظ پر زور زیادہ تھا۔ اس طرح ان کا ایک ہی آقا تھا، اور وہ اقوام متحدہ کا انارک۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ داگ ہنر ہولڈ نے اپنی غیر ملکی طاقتوں سے بہت کچھ حاصل کیا تھا، اور یہ بھی کہ انھوں نے طاقت و ذاتی پیش قدمی کا مظاہرہ بھی کیا تھا، پھر بھی محامہ جس کو ان کی ذاتی حصے داری کا ہم انھیں کوشش سے ہوتا تھا جن میں ان کے درمیان معاہدے کے لیے کیے جانے والے مذاکرات کا کام ہو جاتے تھے، جن میں ان کو دیے گئے احکامات واضح نہیں ہوتے تھے، اور ان کو مجبوراً اپنی انگلی اٹھا کر پڑتی تھی، جیسا کہ ہم آگے دیکھیں گے۔ ایسے بہت سے معاملات کی تفصیلات کا بیان ممکن نہیں جن میں انھوں نے بدخلیت کی اور جن پر سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے اپنے تنازعات چھوڑے تھے۔

پہلے اور سب امر تنازعات جن کے حل ان جیسے فرادہ کی ذمہ داری تھی، مشرق وسطیٰ سے ابھرے تھے۔ ان میں سے پیدا ہوا تنازعہ 1955 کا تھا جو اسرائیل اور عرب ریاستوں کے درمیان پیدا ہوا تھا۔ اقوام متحدہ کے نمائندے کی حیثیت میں وہ ہر فریق اور اقوام متحدہ کے درمیان مذاکرات کے ذریعے معاہدے سے مدد بند ہیں اور نظر رکھتے ہیں اقوام متحدہ کی چوبیس گانہ کر کے قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ذاتی طور پر ان کا خیال تھا کہ تنازعات کی مستقل نہیں ہوگی، اور ان باتوں کو پس منظر پر رکھ دیا۔

دوسرے دن، ستمبر 1956 میں مدیترہائی عظیمی و فرانس اور مصر کا تنازعہ جو مصر کے سربراہ نے کوئی کیفیت میں اپنے کے اعلان سے پیدا ہوا تھا، سلامتی کاؤنسل کے سامنے پیش ہوا۔ ستمبر 1956 میں داگ ہنر ہولڈ نے اپنی طاقتوں کے ذریعے جو تنازعے کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی، اور یہاں تک کہ وہ نے گا تھا کہ مسئلہ کو کوئی طبعان بخش حل ملے گا۔ ستمبر 1956 کے آخر میں اسرائیل نے مصر پر حملہ کر دیا اور آئندہ کی تین تاریخ کو مسئلے کے حل کے لیے سلامتی کاؤنسل کا اجلاس طلب کر دیا۔ جولائی میں اس وقت کا کام ہو گیا جب مدیترہائی عظیمی و فرانس نے علاقے سے اسرائیل کی فوجیں واپس لانے کی تجویز کے خلاف ویٹو استعمال کر دیا۔ دوسرے دن ہی، یعنی 31 ستمبر کو مدیترہائی و فرانس نے مصر پر حملہ کر دیا۔ 31 اکتوبر کو سلامتی کاؤنسل کے اجلاس میں سب سے پہلے داگ ہنر ہولڈ نے تقریر کی۔ بتایا کہ باک تقریر میں انھوں نے اشارہ کیا تھا کہ اگر تمام زبانیں ریاستوں نے اقوام متحدہ کے فرمان کی تمام شکلوں پر عمل درآمد نہیں کیا تو وہ شعلہ کی دے دیں گے۔

اس کے فوراً بعد 31 ستمبر ہی کو جنرل اسمبلی کا اجلاس ہوا اور مدیترہائی غیر کو ایک تجویز منظور ہوئی جس کی رو سے تمام ممالکوں سے فوراً اپنی بند کرنے کے لیے کہا گیا تھا اور سیکرٹری جنرل سے مدعوامت کی گئی تھی کہ وہ حالات پر نظر رکھیں اور اسمبلی کو فیصلے پر درآمد کرنے کے طریقوں سے مطلع کریں۔ وہ حیثیت سیکرٹری

جہاں کو دریں اختیارات تھیویش کر دیے گئے۔ تھیں۔ تیسری قوم کو پھر مصلحت نے بتا دیا کہ یہ غلطی اور فرائض  
ہندوؤں اس شرط پر ترقی تھیں کہ۔ نے کے لیے تیار تھا کہ اس نیک اور دھرم مندوں اس بات پر راضی ہو جائیں کہ  
جنگ ہند کی دیکھ بھال کرنے کے لیے قوم احمد کی فوج تعینات کی جائے گی جو مصر اور اس نیک قوم میں  
ہونے والی خوف و رزوں کو دیکھے گی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ ہند ہو گئی، اور ایک حد تک راز دہی گئی جس کی غیبت  
کے لیے اقوام احمد کی فوج تعینات کر دی گئی۔

انہوں نے اسی طرح کے ایک اور نتیجے کے حل میں یہ حصہ یا تو جو جہان، اردن اور عرب ریاستوں کے درمیان 1958ء میں برپا ہوا تھا اس میں ریاست ہائے متحدہ اور برصغیر عظمیٰ دونوں شریک تھے۔

ان تنازعات کے دوران ان کی تمام قابیلیتوں کی سہاٹی کو میدان میں لایا گیا، بالخصوص معاہدات کو پورا کرنے کی اور سختی سے نمانے کی صلاحیت کو، اور ہر گز ہٹ کر ہمدردی، قومیت پرستی کے منکروں کی روشنی میں ان تنازعات کے طریقہ کار میں اصلاح کے کامیابیات کو پہنچنا چاہیے۔ اس علاقے میں امن قائم ہو رہا ہے۔ یہ امن کے آئینہ کی فتح ہے، قومیت پرستوں کا ٹکڑا ہوا ہے، اور یہ شہر اس فتح نے سیریشی کی جزیرہ کی حیثیت کو بہت مضبوط کر دیا ہے۔

اقوام متحدہ کے منشور میں شامل امن کا تصور ہمیشہ رائج رہا ہے۔ ہمارے لیے رہنما اصول یہ رہے ہیں کہ ان اصولوں کا استعمال اس وقت بھی کیا تھا جب 30 جون 1960 کو مغربی آزادی کے دوران کچھ مسائل پیدا ہوئے تھے۔

بدقسمتی سے، یہاں ہمارے پاس خود اپنی دولت کے منتقم سے متعلق اقوام متحدہ کے مسائل پر بات کرنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ میں اس موقع پر خود کو ہانگو میں دیا کیے جانے والے اقوام متحدہ کے رکن ہانگ کانگ کی سرحد پر 30 جون 1960 ہانگو کو آزادی ملی تھی، اس وقت وہ ایک متحدہ ریاست تھی۔ کاسا وینو (Kasavubu) ہانگو سے صدر منتخب ہوئے اور [پیشین] ویمبا (Umuumba) وزیر اعظم بنائے گئے تھے۔ ویمبا نے ہمیشہ ایک متحد ہانگو کی حمایت کی تھی۔

نئی حکومت کو یہی مشکلات کا سامنا تھا؛ انکے میرے جو بھیجے گئے ہاتھوں میں تھی، ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی، فوج نے بغاوت کر دی تھی، سفید فام آدمیوں کا زیادہ حصہ فرار ہو چکا تھا، اور بھیجے گئے فوجیوں نے بغاوت کر دی تھی۔۔۔ نیز وہی طور پر سفید فام باشندوں کی حفاظت کے لیے؛ اور یہ جو ترقی کو کنٹرول کے صوبے نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔

یہ تمام عناصر سرحد کے اندر ہی رہے۔ انھیں میاں کا نہاد، افغان فوج کی بغاوت، اور کشمیر کی کانگرس سے علاحدگی کے پس منظر میں Kasavaku اور لومبا کا قوا سمیت دس بڑے جرنیلوں کو شری معاملات میں معاونت اور 12 جولائی کو فوجی مدد کی درخواست پریشان کن تھی۔ 9 جولائی کو بھیجے جانے والے تار میں لومبا نے مذکورہ کر کہا تھا کہ کانگو کو پیچھے رکھیں۔ فوجیوں کے مسئلے سے کسی نے اس لیے فوجی مدد دینا شروع کیا۔

میر ہولہ سوامتی کا خیال کے بغیر خود کا گھر کے قبیلے میں معافیت کی درخواست کو قبول

کرنے کے بعد تھیں مگر فوجی عداد کے لیے سرحدی کاؤنسل کی کاغذی ضرورت تھی جس کا نمبر نے 13 جولائی کو اجلاس طلب کر لیا۔

یہ بہت اہم جرم تھا، اس لیے اقوام متحدہ کی تاریخ میں یہ ایک نیا موڑ تھا۔ ایسا پہلی دفعہ ہوا تھا کہ اقوام متحدہ نے کسی نوآبادیاتی حکومت کے اختتام کے مسئلے میں پیدا ہونے والے مسائل سے نمٹنے کے لیے فوجی حالت استعمال کی تھی۔ سرحدی کاؤنسل نے پہلی مشق اس کے قیام میں بھیج دیا تھا کہ وہ کاغذ کے علاقے سے اپنے فوجی واپس بلا لے، اور سیکرٹری جنرل کو اختیار دیا کہ وہ فوجی حکومت سے مشاورت کے ساتھ جیسی بھی فوجی مدد ضروری ہو فراہم کرے جب تک کہ یہ حکم اپنی فوجوں، کاغذی حکومت کے اپنی مانے میں، اپنے فرائض پورے کرنے کے قابل نہیں ہو جائیں۔

کاغذی فوجی عداد میں افریقی قوموں کے، اور غیر جانبدار سوئڈن اور آئرلینڈ کے، فوجی دستے شامل تھے۔ مشرقی یورپ وچ اپنی نوآبادیاتی حالتوں کے فوجی مسائل نہیں کیے گئے تھے۔ یہ فوج لڑنے کے لیے نہیں، صرف امن فوج کا کردار ادا کرنے کی مقرر تھی، اور اس کو اندرونی پارسیوں سے حقیقی تنازعات میں مداخلت کا اختیار نہیں دیا گیا۔ تنبیہوں کا استعمال صرف اپنے بچہ کے لیے کیا جا سکتا تھا۔

اس قسم کی فوجی مدد کاغذی حکومت کی توقعات پر پوری نہیں اترتی تھی، جس نے اقوام متحدہ کی فوجوں کے ذریعے بھیجی فوج کا اثرات پر، تھا۔ جب کہ اقوام متحدہ کا اقدام اس مفروضے پر تھا کہ بھیجی سرحدی کاؤنسل کا حکم مانے گا اور کاغذی سے اپنی افواج کو واپس بلا لے گا۔

بھیجی نے یہ نہیں کیا، اس حقیقت کے باوجود کہ کاغذی حکومت کے مامورین نے 14 جولائی کے ایک نئے میں یہ اعلان کیا تھا کہ جس کی تجارت سدھ جائیں گے اور قانون کی نگرانی قائم ہو جائے گی، بھیجی کی فوجیں کھنگامی میں قائم رہیں۔ انہوں نے واپس بلا لی جائیں گی۔

اس طرح، شروٹ کے چند دنوں میں جمہوریت کی توقعات کے مطابق اقوام متحدہ کی مداخلت سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا، نہ تازہ وہ بھیجی فوج کاغذی کے لیے نہ کہ کوئی تھی۔

نتیجہ میں، 14 جولائی سے 20 جولائی 1960 تک لومبارڈ نے کچھ ہمہ گیر متوقع اقدام کیے۔ سب سے پہلے، 14 جولائی کو انہوں نے ٹروٹینف کو ایک مار بھجوا، یہ اعلان کرتے ہوئے کہ آرمینیائی حالتوں نے کاغذی کے خلاف اپنی جارحیت جاری رکھی تو وہ دروں سے مدد طلب کریں گے۔ جولائی کی 15 تاریخ کو انھیں ٹروٹینف کی طرف سے ہمت افزا جواب مل چکا تھا۔

اس کے ساتھ ہی کاغذی تنازعہ مشرقی اور مغربی کے درمیان مجاہدے کا عنصر بن چکا تھا، جس کی وجہ سے باغیوں میں ہمدردی اور اقوام متحدہ کی چارٹر میں بہت غراب ہوئی تھی۔

دن اور مہینے گزرتے گئے اور ان کی مشکل آسان نہیں ہوئی۔ کاغذی کے سسٹم پر اقوام متحدہ کی راہ میں ساری اسکاٹی رکاوٹیں جمع ہوتی گئیں۔ خود کاغذی کے باشندوں کے درمیان ایک متحدہ ہتھیار کشی پر اختلاف،

کنوے کو بھیجی لی لہذا ان کو مہیا کئے گئے۔ یہی اہم مرکزی حکومت کی تشکیل، موہوتوں کی فوجی حکومت، نوبل کا قتل، اقوام متحدہ اور دیگر ہولند پر امن کا پرستار ہیں۔ شین نیاؤ اور اقوام متحدہ کی کارروائی۔ جت کچھ مہیا تھا اس موافقہ پر اس کی تفصیل نہیں دی جاسکتی، مگر اس زمانے سے متعلق دستیاب دستاویز کے معائنے سے ظاہر ہو جائے گا کہ اقوام متحدہ نے تین تہائی جمہوریہ کا ٹوکو ایک آزاد حکومت بنانے پر کام کیا تھا اور وہ آئی جوب سے توسیع کا حق دار ہے اس کا نام بے جا لگ کر ملتا ہے۔

بار بار سرحد کی کاؤنسل اور جنرل اسمبلی کے اجلاسوں میں انھوں نے اپنی پارٹیزوں کا دفاع کیا اور یہ ثابت دیا ہے۔ وہ مستحق اسرار رکھتے رہے۔ جسے اقوام متحدہ کے ذریعے کا ٹوکو شری اور فوجی، ہر قسم کی مداخلت کی جانی چاہیے اور اس معاملے میں کسی بھی مذہب پرست بدگمانی کے تحت لگائی گئی جانت نہیں گئی جانی چاہیے۔ تو کیا اب بھی یہ صورت کی صورت ہوئی کہ وہ دھوکے کا نشانہ رہے، کبھی مغرب کی طرف سے، مگر نیاؤ اور شین انڈاز میں سولیت و شین کی طرف سے، جس کی ایک خاصہ طاقت کے طور پر پیش قدمی نے اقوام متحدہ کے درمیان کے تصور پر ورکے تھے۔ سولیت و شین کو پارٹیزوں اور معتبر انداز میں جوب دیتے ہوئے ناگ ٹکر ملے۔ نے یہ تھا کہ وہ اس عہدے پر اس وقت تک رہے کہ جب تک اقوام متحدہ کے اقتدار کا دفاع کرنے اور اس کو مستحکم کرنے کے لیے ان کی ضرورت ہوئی مگر انھوں نے مزید یہ کہ وہ سولیت روس کی طرف سے کی طاقت نہیں جس کو اقوام متحدہ کی تعیناتی اور تحفظ کی احتیاج ہے، اور اس باقی تمام باتوں کی ضرورت ہے۔

عمران کی قسمت میں زیادہ ان زندہ و روئے اپنی پالیسی کو نبھانے کا پتہ نہیں تھا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ وہ ایک مینٹگ کے لیے سوائے سفر کے دوران حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔ اس مینٹگ سے انھیں امید تھی کہ ٹوکو اور کنوے کی فوجیں کے درمیان لڑائی ختم ہو جائے گی، جو حال ہی میں، اقوام متحدہ کی قرارداد کے تحت کے دوران 21 فروری 1961 کو بھوٹ پڑی تھی۔ اس قرارداد کے ذریعے اقوام متحدہ کی فوج کو ٹوکو میں فوجی رکنوں کی طرف فوجی اقامت کے لیے کہا گیا تھا، اور صرف آخری حربے کے طور پر طاقت کے استعمال کی اجازت تھی۔ اقوام متحدہ سے مزید تائید کی گئی تھی کہ بھیجی کی تمام فوج، مع مشیران جو اقوام متحدہ کی کمیشن میں نہیں ہیں، فوراً واپس بلا لیے جائیں۔

ستمبر 12 ستمبر کو ٹوکو کی حکومت کی دعوت پر اقوام متحدہ کے لہذا کی پوراء کی تفصیلات پر بات کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ جب ناگ ٹکر ہولند نیو یارک سے چلے گئے تو انھیں ہم تھا کہ کنوے کے حالات ٹرب ہیں، مگر انھیں ناگ ٹکر (Lunner) کی رپورٹ کے سننے سے پہلے معلوم نہیں تھا کہ کنوے اور اقوام متحدہ کی فوجیں ایک دوسرے سے لڑ رہی ہیں۔

اپنے دورے کے پہلے چند دنوں میں انھیں جنگ بندی کرنے میں ماکائی ہوئی، لہذا ناگ ٹکر ہولند نے کنوے کے صدر شاہی (Tshombe) سے فوجی کٹ پر راجے کی کوشش کی، مگر انھوں نے شاہی کو بھیج

گئے اپنے پیغام میں واضح کیونکہ، ناخوشگوار رہنمائی کے طور پر جوئے کا نوازہ ملے گا تو وہی دور پر سن سکتا ہے کہ ان کا مقصد تھا۔

وہ حالات بھی نہیں ہوئے۔ 18 ستمبر کو پیش کیے گئے ورکسنگ ڈگ۔ ہنگر ہلڈ کا سیر دور کر تھا ہو گیا۔ وہ پورچھانہ پورچھانہ کے دور پر بھی پڑا۔

تب اور تب تک نہیں۔ ہنگر ہلڈ اور اقوام متحدہ پر ہونے والی تنقید کوئی موٹا کر دیا گیا تھا، مگر 13 سے 18 ستمبر تک کے عرصے میں کھوکھ میں ہونے والی کاروائیوں پر، اس بار مغربی ممالک سے، شدید نکتہ چینی کی گئی جس میں امریکی قیادت پسند اخباروں کی طرف سے ہونے والی نکتہ چینی زیادہ شدید تھی۔

دگ ہنگر ہلڈ کو شدید اور بے کام تنقید کا سامنا کرنا پڑا، مگر انہوں نے اس راستے سے باز رہی نہیں کی جو انہوں نے اپنے لیے منتخب کیا تھا۔ اس راستے کی جس پر چل کر اقوام متحدہ کو ایک موٹا پور تھیں جس میں اقوامی ادارے جیسے کہ ایک مضبوط انکوائری میں جس میں بین الاقوامی سطح کے نوک شامل ہوں اور اس کے منشور میں بیان کیے گئے اخراجات و مقاصد کے مطابق اپنے نفع نہیں دے رہے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح ان کا پورے اقوام متحدہ کے منشور کی کو مرکزی حیثیت دینا تھا جس کے ذریعے دنیا کے تمام ملک اپنے آپ کو خود مضبوط میں لائیں۔ آج ہمیں ان کا پورے اور اقوام متحدہ میں ہوگا، وہ جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں، دور قیادہ سے بھی۔ ہاگ ہنگر ہلڈ کو اس بات کا پورے طریقہ اس کی تھا، اور 1960 میں اپنی تاریخ میں انہوں نے کہا تھا:

”ان کی ساری ترقیاتی کے کام کرنا کسی مضمون پر عمل پر کام کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ جو کچھ کیا جاتا ہے، ایک دن بے کار ثابت ہوتا ہے۔ دیکھا گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ انہوں نے اپنی حدود کے اندر کی غلطی اپنی بہترین صلاحیت کے ساتھ کام نہ کر سکا، مگر ان کے قلعے جیسے پتھریں کے ساتھ جس میں تعاون کرنا ہمارا استحقاق ہے۔“

ان کو ان کے اصولی حالت دراصل ان کا یہ یقین تھا کہ انہوں نے ان کے ممالک کی تعمیر کا جذبہ ایک دن ایسے حالات میں کر دے گا جس میں دنیا پر امن کا رات ہو جائے گا۔

ماروینی پر ایمان کی نوکل کمیٹی نے آج شہر زار کی جذبات کے ساتھ ان کے کام کی اور ان کی کامیابی کی، جس کے لیے وہ لڑتے رہے ہیں ہے تاکہ آزادیوں اور قوموں کے درمیان امن اور آشتی قائم ہو انہیں جدا از مرگ، امن کا انجام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

آئیے، ہم دیکھیں کہ ہنگر ہلڈ کی یاد میں ایسا دو جوانوں کو شہادت عطا کی گئی۔

تقریر قبولیت

(ماہ سے ماس سوئڈن کے سفیر رالف ایڈبرگ کی نیابتی)

جنگ جیمز بولڈ کی وراثت کے منتظمین کی درخواست پر میں نے پانچ افسردہ گئے ساتھ 1961 کا نوٹیل اسٹیٹ انعام جیڈاز مرگ وصول کر رہا ہوں جو میرے دوست بھی تھے اور ہم وطن بھی۔

میں شمر گزار رہی تھی مگر میں وی کچھ کہہ سکوں جو خود انہوں نے سوچا سنا اور خود کہتے، اگر وہ اس مقام پر آج ایسا نہ ہوتے۔

بدشعبہ اس شخص پر بدلتے جانے کو وہ ایک علامت کے طور پر دیکھتے جہاں ان کی نیک نیتی کو تے  
نے کے لئے اس لیے مجھے تب جس میں جنوبی فریچ کی مدد شادی کی آرزو کے لئے بڑے بڑے بھی شامل تھے؛  
وہ مختلف مذاہب، عمر و قوس ایک ہی طرف کے حصول کے خواہش مند۔

میرے مددگار اسی پر اعظم میں بھرنے والی بیداری کے بارے میں بہت غورمند رہا کرتے تھے، جو ان کے خیال میں ان کا مستقبل بننے والا تھا۔ انھوں نے یہ بار بار بتا کر رکھی تھی کہ وہ اپنی قوم کو بچا لے گا۔ چاہیے یا اعظم ہم کے۔ انھیں پورا تھیں تھی کہ قوموں کی کمیونٹی میں نئی قوموں کا ہم کو رہا ہوگا۔ اسی لیے انھوں نے اپنی تمام تر قوت اور فوجی ہشت، ہر کچھ دیکھی، اس راہ کو ہموار بنانے میں صرف کر دیا تھا جو ان کے مستقبل کا راستہ تھی۔

فریاد کے اس فیصلے کی سب سے بڑی سمجھوتہ، جسے ہر قوم و جمہور میں متعارف کرنا چاہیے تھی۔ امن و برابری حقوق کے درمیان کبھی نہ ختم ہونے والا رابطہ ان کا مستقل مسئلہ تھا۔ سب بادشاہوں کے لیے، بادشاہت، قانونی تحفظ، مساوی سیاسی حقوق اور مساوی معاشرتی مواقع۔ جو ان کے نزدیک کسی بھی قوم میں ہم آہنگ زندگی کے لیے۔ زمینی تھے۔ قوموں کے درمیان بھی یہ ضروری بن گئے تھے۔

وہ ہم کو یاد دلاتے ہیں کہ ہماری ماضی میں آئی اس طرح اپنے خاندان کی تنظیم کیا تھا، خاندان اس طرح میں کرشمے اور گناہوں میں جاتے تھے اور اس طرح قبیلے اور گناہوں عوام اور قوموں میں جاتے تھے۔ مگر قوم میں جاتی تھی۔ مگر قومیں نہیں۔ وہ تو ان کے مشہور قایم رہنے کی مثال دیکھتے تھے جس سے ایک مظہر ہیں ان کو ان کی کوئی وجود میں آسکتی ہے۔

نیا کی شدت کے ساتھ جو اس پر اس پر حق رہی تھی، وہ جزا کی سبیل کے لیے پتی سر۔ نہ رپوت میں  
انصار کرتے تھے کہ اقوام متحدہ کو ترقیات کے لیے ایک حقیقی مشین کی طرح کام کرنا چاہیے۔ اپنی آخری  
رپورٹ میں، فور میجر ایچ میں انھوں نے ان کی ریاستوں کو آڑے ہاتھوں پر تھا جو سمجھتی ہیں کہ وقت گزرنے  
کے ساتھ ساتھ انھیں پرامن محرم و دیرت حاصل ہو جائے گی۔ یہ فلسفہ ہمہ وقت بدستور رہتا ہے۔ ہاں انھیں  
دنیا کے فلسفے کی ضروریات کو چرنا نہیں سکتا جہاں قوموں کے پاس ایسے اسلحے موجود ہیں جن کی تباہی کی طاقت کا  
اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اقوام متحدہ کو میں یہ قوانین تعاون کے نیا دہے طریقے ایجاد کرنے چاہیوں۔

انھوں نے اس بارے میں اپنی آخری رپورٹ 17 اگست کو تیار کی تھی۔ پھر یہ رپورٹ ان کے وصیت



۱۔ مے کی حیثیت انتہی کر گئی ہے۔

مردی حقانی کے بارے میں مشورہ میں کبھی چھوڑنے پر لگتا نہیں بہت جان دار و درہمت ازرا نظر آئے تھے ان کے نزدیک، دراصل چھوٹی قوموں، اور با خصوص ترقی پذیر ممالک کو اپنے مستقبل اور تحفظ کے لیے اقوام متحدہ کی نیا دوزیریت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک بڑی طاقت نے ان سے اشتغالی طلب کر لیا تو انھوں نے اپنا عہدہ چھوڑنے اور ادارے کو بے سہارا کر دینے سے انکار کر دیا تھا۔

پچھلے برس کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے اس خصوصی مسئلہ کا صحیح معنوں میں مدد نہیں کیا جائے گا جب تک کہ ان کے دو اہل طہ و نیر نے نہ جائیں جو انھوں نے اپنے والد بااثر و نامور کے بارے میں کبھی حتمی ایک سنگم عقیدہ رکھے ہوئے بھی نہ تھے۔ جس سے کسی تہاڑے میں بھڑک رہا ہوتا ہے، اس کے آگے نہ ہاتھ پھیرتا ہے۔ ورنہ اس سے کوئی معاملہ نہ ہوتا ہے۔ ایک تجربہ کار آدمی اپنے احوال کا بکثرتیں محاسب ہوتا ہے۔ بالآخر اس کی اپنی مددنی اس کے یقین کے کام آتی ہے۔ "یہ احوال خود ان پر کتنے بے گناہ تھے جب انھوں نے ہاتھوں میں کارروائی کے لیے مشورہ کے اصولوں کے مطابق کارروائی و زمین کے ایک بین الاقوامی ادارے کا دفاع کیا تھا۔

اگر انھیں کسی قسم کا اندھیرا محسوس ہوتا تو اس لیے ضرورت سے زیادہ نرم و حولی میں اس اور عوام کے بیورو سے متعلق سوالات پر بات کی جاتی تھی۔ ان میں ہاتھ کی انگلیوں کو اپنے رخسار پر ٹپکے، جیسا کہ وہ ہمیشہ غور سے کسی بات کو سننے وقت کرتے تھے ان کو دیکھنے والے چشم دید کے دہ میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جنگ ہز کے پیچھے کی میز پر نہ جہان یہ دہل چکا انسان آخر کس کی نمانند کر رہا ہے؟ کیا وہ اپنی دور مہذب سفارت کاری سے شور و غل میں غرق ہونے لگی ہے؟ یہ پھر عالمی میثاق کے تصورات رکھو۔ یہ شخص مستقبل کا پیام دے؟

ہم اکثری جیسے میں کہی گئی بات پر یقین کے محال ہیں۔ خود ان کو اپنے آدرش پر فائل کر دینے والی اپنی صلاحیت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ انھوں نے اس بات کو اپنے اکثری مضمون میں اس طرح بیان کیا تھا: "اپنے آدرش کو پانے کی کوشش میں کی جانے والی پہلی آدرش کی قربانی کا ثبوت نہیں ہوتا۔" ایسا نہ زندگی کے بارے میں کسی عظیم فلسفے کی بنیاد پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ جو بھی ان سے مل چکا ہے اس نے غور محسوس کیا سوچا کہ ان کے اپنے اندرون میں ایک عداوتی موٹی کا بھی ہے۔ اور شاید کوئی بھی اس علاقے میں کبھی داخل نہیں ہو پایا تھا۔

مگر ہمارے خیال میں شاید اکثری کتاب and Thou کے ترجمے کے دوران ان پر وہی آشکار ہو گیا تھا جو ضروری تھا، جس پر بیورو کی فلسف مارٹن بوب (Martin Buber) نے اپنے اس عقیدے پر انھیں کیا تھا کہ مہمات ہی زندگی سے۔ وہ خود بھی اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ بہت سے غیر مرقی گناہ و جوار رکھتے ہیں، لوگ جن پر اپنے آدرشوں، نسوں اور قوموں کی حدود سے بلند ہو کر انسان کی حیثیت سے طاقات کر سکتے

تہا۔

اور فرقی تجربی اس بات کے لئے ہے اور پکار ہے معنویت میں سمٹنا چہ کچھ اہم چیزیں دیکھنے کی  
ہمت کر سکیں۔ تہا شدہ چیز کے گھرے ہوئے مے میں کچھ تو میں بھی تھیں۔ ان میں "سمن وکا" اور سوئڈش  
لین میں ترجمہ کیے ہوئے اس کے کچھ صفحات بھی تھے۔ جہازن شویہ ران سے قبل ہی انہوں نے اپنے  
دوست ماس کمپس (Thomas à Kempis) کے پاس Imitation of Christ پھیر لی تھی۔ اس کے  
صفحات کے درمیان صرف مامہ تھی جو انہوں نے سیرنی جزل کا عہدہ اٹھاتے وقت پڑھا تھا۔

"میں ٹاٹ ہیر ملڈ خلقیہ قرار دیتا ہوں کہ میں اپنی تمام تر وفاداری، تیز اور شعور سے وہ تمام فراموش  
انجام دیں گا جو قوام متحدہ کے سیرنی جزل کے عہدے کی مسابقت سے انجام دینے کے لیے مجھے توقعیں  
کیے گئے ہیں اور میں تمام، مورتی انجام دیتی ہوں قوام متحدہ کے مذہبی پیش نظر رکھوں گا۔"

گر وہ آج یہاں موجود ہوتے تو مجھے یقین ہے کہ بعد میں کبھی تکنے کے بارے میں کچھ ضرور کہتے۔  
میرے مہم وطن پاری دنیا کے باشندے بن گئے تھے وہ جہاں سے آئے تھے وہاں بھی ان کو ایسا ہی  
کہا جاتا تھا۔ گر وہ چھڑتے ہوئے تھیں ان ٹواں کی ایک فٹک شام تھی جب انہیں اپنے بچپن کے شہر  
نہار دیں نہ آ سکتا تھا، "اگر ایک بار یہ ہمارے ہو گئے تھے وہ اپنے گھر واپس آ گئے تھے وہ ہنسی  
انداز میں دنیا کو پھپھپھے ہوئے تھے مگر اس موقع پر ہمارے ذہن سے گئے تھے وہ زمین مسوں ہمارے وہ ہم  
سے بہت قریب آ گئے تھے۔

اس لیے، جب میں اپنے عقیم مہم وطن کو دے جانے والے عزاز کے بارے میں شہریہ پیش کردیں گا،  
جو اس بھی انسان کے لیے سب سے اعزاز ہے، تو میں جبراً بھی کہوں گا، اپنی پوری قوم کی طرف سے کہوں  
گا۔ ایک ہیر ملڈ کو دے جانے والی اندام کی رقم سے ان کے مامہ ایک نڈ قائم کیا جائے گا اور ان کی کاموں  
میں صرف کیا جائے گا جو ان کو دل و جان سے عزیز تھے۔



البرٹ جان اوٹولی  
اعلانِ تجلیل

اس میں، روپائی نوٹس کتنی نے دو اکن اخراجات کیے تھے، 1960 کا اکن ٹوٹا ہوا تھا اور  
لورہ 1961 کا ٹوٹا ہوا تھا۔

دیوؤں انہی مپانے والے کئی: جو دیکھتا ہے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ ہرٹ چان ٹوٹاؤ کی  
نقدیں اور ان کے کام فریق قبائلی ور مکی اثرات کے نمونے ہیں، جب کہ ناگ ٹکر ہولہ مٹری تہذیب کی  
پیراوار تھے۔ دیوؤں کی سرگرمیاں ان کے اپنے ملک تک محدود رہی ہیں، جب کہ ناگ ٹکر ہولہ میں اقوام  
سطح پہ کام کرتے تھے۔ اس فرق کے باوجود ان میں ایک بات مشترک تھی: دیوؤں کے اپنے ملک کے افراد اپنی  
قوم، ورتام قوموں کے درمیان انصاف کو قائم کرنا چاہتے تھے یا ہم اس کو اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ  
دیوؤں اقوام متحدہ کے معنی اور انسانی حقوق کے حد میں مثال اور دشمن کے لیے جتن کستے رہے ہیں۔

ہیرٹ جان ٹاؤن 1898 میں پیدا ہوئے۔ وہ زونو قبیلے کے سرداروں کی 12 ویں سے تیس اگلی نسلیں کے زمانے سے ان پر نسلی اثرات غالب آ گئے تھے۔ چھپے امریکی اسکول میں، جہاں انھوں نے تعلیم بھی حاصل کی اور اپنی تربیت کے دوران وہاں خطاب مصلوں کو پڑھا بھی تھا۔ یہاں (Nabal) کے آؤ کانج سے امتحان میں کامیابی کے بعد اسی تاریخ کے تدریسی شعبے کے رکن بھی ہو گئے، جہاں وہ استاد بھی رہے، اور ان کے تعلیمی نصاب میں زونو محام کی تاریخ بھی شامل تھی۔ تدریس کی تعلیمی کرنے کے دوران انھوں نے جنوبی افریقا کی سیاست میں بالکل حصہ نہیں لیا تھا۔

انقلاب کی زندگی میں ایک بڑی تبدیلی اس وقت آئی، جب ان کو اپنے قہیبے کو سرکاری کے فرائض نبھانے کے لیے طلب کیا گیا۔ قہیبے کے سردار کا انتخاب سرکار کی طرف سے اسی لیے کروایا گیا کہ وہ خود بخود بھی دینی ہے۔ اس بنیاد پر ہی 1952 میں سرکار نے نوسردار کے عہدے سے ہر طرف بھی کر دیا۔ خود بخود ہی قہیبے

کے سردار جو نے کی۔ وہ اپنے قبیلے کی کمیونٹی کے مکان سے روزنامے پہنچے اور انہوں نے جنوبی افریقا، ہندوستان اور ریاست ہائے متحدہ کے کثیر ذکی میں علمی طور پر حصہ بھی لیا تھا۔

استاد اور سر داب وٹون حیثیتوں میں نوٹوں نے نمایاں کام کیے۔ سر داب وٹون حیثیت میں انہوں نے اپنے ذہنی سرچشموں سے اور کیے اور اس عمل کے ذریعے انہوں نے اپنے قبیلے والوں کی محبت جیت لی۔ انہوں نے قبیلے کے قدیم رسم و رواج کو بھی نیت کے تصویر میں مدغم کرنے کے مختلف طریقوں سے اس کی اقتصادی حالت میں بہتری کی کوشش کی۔ مثال کے طور پر چھٹی بنانے والے کارٹی فون میں جدید طریقوں کا متعارف کرنا۔

اپنی زندگی کے اس دور کے بارے میں بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں: قبیلے کی سرداری کے بعد سر داب وٹون نے سکول میں تعلیم کی۔ میں نے پچھلے تیس برس بڑے دلوں اور میرے اپنے گروم کے حالات میں بہتری لانے کے لیے کام کیا، تاکہ جنوبی افریقا کی کثیر ذکی سوانحی اور دیگر صنعتوں میں میرے مقام کے تعلقات بہتر اور ہم آہنگ ہوں۔ میں نے ان کوششوں میں ہمیشہ امتداد کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اس طویل عرصے میں، سال بہ سال، میں نے کثیر اور دوسرے اداروں، جیسے کہ Christian Council of South Africa اور Native Representative Council of Europeans and Africans اور ساؤتھ افریکن کنفیڈریشن میں چارٹرڈ اپنا ذاتی وقت بھی صرف کیا ہے۔

گورنمنٹ کا قانونی جنگ کے بعد یہ جاننے سے کام، جو نئے کے لیے مرکز کا بننا تھا، دو ذہنی، قبیلے کی سرداری اور ذہنیاتی اداروں کی رکنیت کی وجہ سے ہوا تھا۔

وہ طاقتیں جنہیں نے اس وقت نوٹوں پر تقابلی سرگرمیوں کو چھوڑ دیے اور سیاست میں داخل ہونے پر رغب کیا تھا، سفید فام حکمران جتنے کے دباؤ کی بنا پر حرارت میں آتی تھیں، جو جنوبی افریقا کی دوسری نسلیوں پر بھی دباؤ ڈال رہی تھیں۔ 1944 میں دو فرانسیسی تخیلی باگمیں کے رکن بن گئے، جس کا قیام 1912 میں عمل میں آیا تھا۔ 1952 میں انھیں صدر نشین منتخب کیا گیا، جس پر وہ کانگریس کے ممبر بن گئے۔ انہوں نے ان کے لیے ان کے لیے یہ اعزاز پیش کر دیا ہے۔

نوٹوں کی کارکنوں کا کچھ اندازگانے کے لیے ہمیں اس سہرا کی بارے میں جاننا ہوگا جس میں وہ کام کرتے تھے۔ جنوبی افریقا کے سفید فام باشندے تقریباً صدی کے نصف آخر میں وہاں آکر آباد ہوئے جسٹان سے پہلے آنے والے فرانسیسی پروٹسٹنٹ تھے اور ان کے بعد میں آنے والے وینڈیز کی کسان تھے انہوں نے زمین صاف کی تھیں اور بپان کی نسلیں - Boers وہاں آباد تھیں۔ وہ نوٹوں کو اپنی آبدی سر زمین سمجھتے تھے۔ ان کے پاس ایسی اور نوٹیں نہیں ہیں۔ جب کہ گورنمنٹ آباد کار، جو ان کے روپیہ صدی کے آخر میں اس سر زمین پر وارد ہوئے تھے انہوں نے اپنی دھرتی ماما سے اپنے ہتھے قائم رکھے

پہلے مقامی باشندہ کی جنھوں نے بعد میں آئے لوگوں کے لیے راستہ مخالف کیا تھا Hamentat تھے اور  
تجاروں میں رہنے والے مقامی تھے ایک ایک نسل وجود کی صورت میں Hamentat کا تو نام ہوتا ہی  
مٹ چکا ہے مگر یورپی اور دیگر لوگوں کے ساتھ آپس میں شادی بیاہ کے ذریعے جنھوں نے پڑے پڑے  
پہاں میں نام نہاد رنگ دار لوگوں کی نسل خصوصیت منتقل کی تھی۔

جب Boers اندرون ملک کی طرف بڑھے تو انھیں مقامی قبائل کا جس میں زووشٹاٹل تھے سامنا کرنا  
پڑا تھا جن سے جنگ ہوئی اور انھیں زیر کرنا سہا سہا نہیں تھیں جس جرات کی جنوبی افریقہ کی آبادی کا سب سے  
بڑا حصہ ہیں، وقت کے ساتھ ساتھ دیگر نسلوں کا بھی شامل ہوئے، وہندوستان کے مشرقی کنارے سے اٹھ کر  
کے لوگوں کو غلام بنا کر بڑی تعداد میں درآمد کیا، جب کہ یہ جانیدوالے گتے کے کھیتوں میں کام کرنے کے لیے  
مزدور ہندوستان سے آئے تھے انھیں وہیں صدیوں میں ڈیمینٹریاں لگائیں پانچ تھیں Boers کی جمہوریہ  
نر اسوال (Transvaal) اور Orange Free State اور جنوبی افریقہ کی مدد کو نو آبادی۔ ان سب پر  
سفید فام آقاؤں کی حکومت رہی۔ نئی صدی کے آغاز کے قریب ان لوگوں کاٹنے لگا کر 1893-1902 میں  
Boer جنگ لڑی جس میں بڑا اثر مددگار بن گیا۔ اس جنگ کے نتیجے میں 1901 میں جنوبی افریقہ ایک  
خود مختار ریاست بن گئی اور اس وقت دنیا کو سفید اور سیاہ فام عوام کے رشتوں کے بارے میں بہت کم  
معلومات تھیں۔

پچھلے پچاس برسوں میں جنوبی افریقہ نے، دیر سے ملک کی حریت، انسانی حقہدیب سے کان کی، صنعتی،  
تجارتی اور دیگر نویت کی امور و فیتوں کی طرف پیش قدمی کی۔ جیس کہ دیر سے ملک میں بھی ہوئے، شہری  
آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

موجودہ زمانے کے جنوبی افریقہ کی آبادی 147 ملین کے قریب ہے، جس میں تقریباً 33 ملین سفید فام  
ہیں۔ بقیہ لوگوں میں 96 افریقی ہیں، 04 کے قریب ایشیائی (زیادہ تر ہندوستانی) ہیں، اور 14 ملین کی بھی  
انسان کے جوڑے ہیں جنھیں "رنگ دار" (the coloured people) کہا جاتا ہے۔ 69 افریقیوں میں تقریباً  
33 افراد سفید فام لوگوں کے زرعی علاقوں میں رہتے ہیں، جن میں سے زیادہ تر سفید فام زمینداروں کے  
زرعی باڑوں میں مزدوری کرتے ہیں، اور 37 مخصوص علاقوں میں، اور 26 ملین شہر میں رہتے ہیں۔

اگرچہ یہ عداوت شمار صرف تھیں، یہ اہل کے ساتھ کی تصویر پیش کرتے ہیں، جس کی اقتصادی،  
اور مستقبل بنوں کا انحصار تمام نسلوں کے یک ساتھ مل کر کام کرنے پر ہے۔ یہ عداوت شمار اس وقت کا  
نبوت پیش کرتے ہیں کہ تمام انسان کے لوگوں نے مل کر اس بات کی تشکیل کی ہے۔ سفید فام آبادی اس لیے یہ  
کام نہیں کر سکتی تھی۔ یہ ایک ناقابل غور حقیقت ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سفید فام آبادی کا مقام کیا ہے؟  
اس سوال میں غیر سیاہ فام لوگوں کو حکومت اور ریاست کے کام میں شرکت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ ان  
کے ساتھ نسل تعصب برتا جاتا ہے، قانونی، اقتصادی اور سماجی، تمام معاملات میں۔ اور سفید فام اور غیر سفید

قام کے درمیان یہ تعصب رفتہ رفتہ جنگ کے بعد کے برسوں میں بڑھتا رہا ہے۔ جو جنگ آن ملک کے قائم  
 تھا ان کا مقصد دونوں کا جوں-سپید قام اور غیر سفید قام کے درمیان ایک قطعی مسئلہ سمجھنا ہے، وہ وجود کی  
 حقیقت کے رد و قیادت کی رفتار نے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ اس ملک کا پورا ساتھ تمام نسل کے لوگوں کی  
 مشترکہ کوششوں سے بنا ہے۔ اس وقت میں ان قوانین اور احکام کے ناسخ و فسخ کے بارے میں بات نہیں  
 کرنا چاہتا جو سفید قام اور غیر سفید قام افراد کے درمیان باوقار قائم رکھنے کے لیے جاری اور نافذ کیے گئے تھے۔  
 ان قوانین کا مقصد غیر سفید قام کو زندگی کے ہر شعبے میں پابند و رعبہ رکھنا تھا۔ نہ اس کو رائے دہی کا حق ہے  
 اور نہ اپنے حق کا بخود ادا کرنے کا، نہ وہ داری کے پوائے (Travel Pass) کے بغیر ملک کے تحت اس کو اپنی  
 پسند کے مقام پر رہنے کا حق نہیں، بلکہ اس کو اپنا آجیو منتخب کرنے کا بھی حق نہیں، اس کو عملی طور پر پولیس  
 کے قلم کے خلاف داری کا حق نہیں، اس کو کسی قسم کی تعلیم کا حق نہیں جو سفید قام افراد کو حاصل ہے۔ سفید قام  
 اور غیر سفید قام کے درمیان کسی قسم کے جنسی رشتے قائم کرنے کی بھی اجازت نہیں، اور اس قسم کے بیوہ کے  
 سبب ہونے کی صورت میں دونوں ذیلی کے جرم کی سزا غیر سفید قام کو پھانسی پڑتی ہے۔ مزید چلی نسل کے عیسائی  
 کو اپنی مچھت کے نیچے خدا کی عبادت کی اجازت نہیں، جس کے چکے سفید قام عبادت کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ  
 غیر سفید قام غلام نسل سمجھے جاتے تھے۔

تو اس میں حیرت کی کون سی بات ہے، اگر غیر سفید قام اس ملک کے خلاف احتجاج کرتے تو انہیں حیرت  
 اس بات پر ضرور ہے کہ حقیقت میں ان کی جانب سے تشدد کیوں نہیں ہوتا۔ ان کا غیر غیر معمولی اور عہد و جہد  
 کی طاقت بے پناہ ہے۔

دو سفید قام اور غیر سفید قام کے درمیان تعصب ہی تھا جو 1912 میں فریکین نیشنل کانگریس کی تشکیل کی  
 بنیاد بنی اس کے بنیاد گزار روڈ غیر سفید قام ذیلی تھے، جنہوں نے اپنے ملک میں روڈ کی باہر جانے کی طاقت  
 تعلیم کا مسئلہ کی تھی جب اس کا موقع فراہم ہوا۔ پسے تو فریکین نیشنل کانگریس نے میاں سیو سنگھ کے لیے  
 ایک بے اختیار کو درجہ تیس بھیج دیا۔ وہ فائدہ نہ کیے مگر جب یہ کوششیں بار آور نہیں ہوئیں، اور نئے قوانین  
 منظور ہوئے تو فریقی نیشنل کانگریس نے زیادہ دیر امتداد اختیار کیا، خصوصاً 1949 کے بعد اس  
 عہد کی پانچویں عشریے میں ڈیوٹی نے فریکین نیشنل کانگریس میں حصہ لیا شروع کیا، اور 1944 میں اس  
 کے رکن بن گئے۔ انھیں 1945 میں بھارت کے چلتے کا صدر منتخب کر دیا گیا۔ دسمبر 1952 میں وہ فریکین نیشنل  
 کانگریس کے صدر بنائے گئے، اس عہد کے پر وہ اس وقت تک فائز رہے جب تک کہ حکومت کی جانب  
 سے کانگریس پر پابندی نہیں لگائی گئی تھی۔

یہ ان مہوریوں میں ان کا زمانہ تھا جس میں دیگات، مزاحمتی مہمات اور ہڑتالوں جیسے سخت اقدامات ضروری  
 تھے جن کے ذریعے لوگوں نے فریکین نیشنل کانگریس کو متاثر کیا تھا۔ خود ان کا کہنا ہے کہ کانگریس نے کبھی کوئی  
 مخصوص قرارداد منظور نہیں کی، جس سے ظاہر ہوتا کہ اس کی جدوجہد کو پُر امن طریقے سے آگے بڑھایا جائے

گاہ اس کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ گمریس کی سرگرمیوں میں طریقوں کی سہجائی گئی ہے، وہاں پاسی  
 کی گمریس کی فیک میس کی امید حاصل رہی ہے۔ کوئی شوق بھی ہمیشہ تشدد کے استحقاق کے خلاف رہے ہیں۔  
 اس ادارے کا پتہ اندر ہی کو ان مخالف قوتوں سے دباؤ کا سامنا رہا ہے؛ پڑانے، ارکان جو جس کا راستہ اپنانے  
 کی حکمت کرتے ہیں، ان کی ایک، نوجوان، ارکان کا، سروہ چاہتا ہے کہ جنوبی فریقاً مکمل طور پر غیر سفید فام  
 ریاست بنا دی جائے۔

فریکن نیشنل گمریس میں کوئی کوئی شریعت کی بنا پر حکومت نے ان کو تہیہ کی؛ تو ان کو اپنے قبیلے کی  
 سربراہی چھوڑنی ہوئی یا گمریس میں اپنی نشست۔ انہوں نے دیوں حیثیتوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔  
 انہیں سربراہی کے رتبے سے معزول کر دیا گیا، جس کے بعد انہوں نے اپنا ایک بہت کم "The  
 Chief speaks" جاری کیا، جس کے اختتامی الفاظ تھے: "آزادی کا راستہ مسیب سے ہو کر گزرتا  
 ہے۔" اپنے اعلان میں انہوں نے کہا تھا:

"اس کے برسوں کے احداث کا حاصل کیا رہا ہے؟ کیا حکومت یا اس کی نیشنلسٹ یا عائد پورٹی کی طرف  
 سے کبھی کوئی متبادل بداشت یا احداث کا کھار کیا گیا ہے؟ نہیں! بلکہ پچھلے تیس برسوں میں ہمارے حقوق  
 اور ترقیات پر پابندی لگانے والے اتنے قوانین نافذ ہوتے دیکھے ہیں کہ ہم اس درجے پر پہنچے ہیں جہاں  
 ہمارے کوئی حقوق کی باقی نہیں رہے ہیں؛ کاشتکاروں کے لیے کافی زمین کی نہیں، ہمارے واحد ٹائٹل  
 مویشی گم ہوتے جا رہے ہیں، ہمارے سرگرمی نہیں، نہ صنعت کی تھوڑی سی، نہ زمینیں جسے بہادری کے پڑاٹے  
 کے صورت میں ہمیں آنے جانے کی آزادی نہیں، آریو کے قوانین، ہمارے دکانے پر دکان کی آمد پر کئے پال کا  
 نفاذ ملتا ہے کہ۔ سفید فام لوہائی کی برتری کو جینی بتانے کے لیے برسوں سے ہم اپنے اوپر جبری بدعت اور کچھ سے  
 ہیں۔"

میں، اس پس منظر میں، اپنی پوری انفرادی زندگی دانی کے ساتھ ہریکین نیشنل گمریس (بھال) کے  
 نزد رہا، اپنے لوگوں کے ساتھ جو گیا ہوں، اس نے جذبے کے ساتھ جو آج انہیں متحرک کر رہا ہے، وہ جذبہ  
 جو، انہوں کے خلاف سیکھ کر اراہوں اور عدم تشدد کے ذریعے کہے بندوں اور بہادری سے بغاوت کر رہا ہے  
 اور اپنا کھار کر رہا ہے۔

فریکن نیشنل گمریس اپنی عدم تشدد ورثوں، مہمت کی مہم کے باعث حکومت کے لیے وبال تو ہو سکتی،  
 جو تجزیہ نہیں، اس لیے کہ یہ حکومت بدیست کا تختہ الٹنے کی کوشش نہیں کر رہی ہے، بلکہ صرف اپنی گزارش  
 کردہ سے کہ نہ اند کی بنیاد پر ملک کی حکومت میں سانس کے برہتے کو شریک کیا جائے۔

ایسے قوانین اور ریاست کی، بد کی سرزمت کے جو سہ کو عین کردہ طاقت۔ انسان کو انفرادی طور پر  
 نہیں کہہ سکتے ہیں، غور و درویش کے ہاتھوں ہو رہی ہو، افراد کے ہیئت کو شریک لگا کر کے جذبے کے  
 ساتھ طاقت کی جانی چاہیے، جب انہوں نے وقت کے ادب سے ہاتھ دھو کر اس کی اعانت کریں یا

امن کی؟ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جس تک جنوبی افریقہ کی غیر سفید فہ آبادی کا تعلق ہے، کوئی بھی ایسے قوانین اور احکامات کو قبول نہیں کر سکتا جو انھیں ذلیل سمجھتے ہوں۔ جب کہ کسی بھی سرکاری ٹھکانے کو بھی حیثیت کا ہوا ہے ایسے وقت امید قوانین کا بد غلط دخلہ متجدد کرنا ہوگا۔

آزادی کے خوف کا مکر نے نئی صورت میں کچھ مزید یہ خاندانوں کے لیے آگے بڑھنا اور ڈکھ لھانا مانگ رہا ہوگا کہ آزادی کا راستہ صلیب سے ہو کر گزرتا ہے۔

1952 میں جب افریکن نیشنل کانگریس کے صدر منتخب ہونے پر ان کو رہائی کے وعدے سے معزول کر دیا گیا تو ان کو تین برس تک اپنے شہر سے باہر قدم نکالنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ 1954 میں دو ہفتے جیسے سے خطاب کرنے کی غرض سے جوہانسبرگ گئے، جوہانسبرگ ورنوکیوں کو صوفیہ ماؤن سے زبردستی نکال کر چھانگاہوں کی سرزمین پر بھیج دیے گئے خوف و احتیاج کی غرض سے منعقد کی گئی تھی۔ ان کو اسیشن میں خطاب کرنے کی ممانعت کر دی گئی، مزید یہ کہ ان تک اپنے غصے سے دم جانے پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔

1956 میں 155 افراد کے ساتھ گرفتار کر کے ان پر بغاوت کا الزام لگایا گیا۔ 1957 میں ان پر ور 1964 کے افراد کے خلاف الزامات واپس لے لیے گئے، باقی تمام لوگوں کو 1961 میں رہائی کر دی گئی۔ 1959 میں انھوں نے کئی بڑے عوامی جلسوں میں شرکت کی، اور ایک بار یہ ان پر سفر پر پابندی لگائی گئی، اور اس بار یہ پابندی پانچ برسوں کے لیے عائد کی گئی تھی۔ 1960 میں رابرٹ کی کے پودانے کے ضد بٹوں کے خوف بڑے پیمانے پر مظاہرہ ہو چکا جس کے دوران شہر پر لاکھڑا قیام ہوئے، جہاں پولیس نے گیس پے گولیوں چھڑائی تھیں، جس سے کئی ہلاک ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ علاقے میں ایمر ہنسی نافذ کر دی گئی اور تھوک کے بھڑکھڑاؤ کی گئی۔ وٹو کی انھیں 1956 سے جاری ملک کے خلاف نڈر کی کے مقدمے میں کوئی کے لیے طلب کیا گیا تھا، بہت سے افراد کے ساتھ گرفتار کر دیے گئے، مگر ان کو کوئی وسیع کی اجازت دے دی گئی تھی۔

پچھلے برس کے دوران وہ گھر پر ہی رہے، انھیں اپنے گاؤں سے باہر جانے اور انھیں کسی بھی قسم کے جلسے میں شرکت کرنے کی ممانعت تھی۔ مزید یہ کہ اب وہ افریکن نیشنل کانگریس کے صدر نہیں رہے تھے اس لیے سر ہیما کر پے بتایا گیا ہے، کانگریس کو حکومت کے حکم پر 1960 میں تحلیل کر دیا گیا تھا۔

اب وہ اپنے گاؤں ہی میں رہتے تھے، ان کو نقل و حرکت اور عوامی مواقع میں تقریباً کی ممانعت ہے، مگر وہ اب بھی اپنی خود۔ اختیار کر رہے ہیں۔ ان کے مطابق اخباروں میں اپنے خیالات کے مضامین شائع کرتے رہتے ہیں۔ دسمبر 1919 میں ان پر سفر کی پابندی لگنے سے قبل۔ جنوبی افریقہ کے قیوم کی چھوٹی دہائی سال گزیرنے سے ایک برس قبل۔ انھوں نے ایک طویل مضمون بعنوان Fifty Years of Union - A Political Review لکھا تھا اور South Africa Institute of Race Relations کو بھیج دیا تھا۔ میری حد تک کے مطابق اس مضمون میں انھوں نے جنوبی افریقہ کی حکومت کی انتہا کر دیا ہے جس کے بارے میں اپنا موقف قائل ہو رہے اور



صاف صاف بیان کر دیا تھا۔

اس مضمون میں، جنوبی افریقہ کی حکومت پر ان کے حملے پیسے کے مقابلے میں زیادہ شدید اور تفصیل سے کیے گئے ہیں۔ یہ بحث اور اسکی امتیاز کو پالیسی پر حصے، اور اس میں بیون کردہ منسوب، کہ غیر سفید فام میسوق کو خود اپنے حریکوں سے ترقی کرنا چاہیے، ایک نئی بات ہے۔ وہ سوچ کرتے ہیں کہ یہ خوب فائدہ حاصل کس نے کھینچے ہیں؟ اس کا جواب ہے: ان کے حق کا غیر سفید فام افر دے نہیں، بعد ان سفید فام لوگوں نے، جو اقتدار میں ہیں۔ غیر سفید فام کے کوئی حقوق ہی نہیں۔ اس لیے کوئی دیکھیں کہ وہ بچوں میں سالہ جشن میں شرکت کریں یا عجوبہ منائیں۔ غیر سفید فام دانشوروں کے پاس، سب کے لیے آزادی اور جموریت کے حصول کے لیے، ملک اور ممبر سے کام کرنے کے ساتھ کچھ بھی نہیں ہے۔

ان کے اس مضمون کے بعد، جنوبی افریقہ پر ایک جمہوریہ بن چکا ہے اور مذہبی و دولت مشترکہ کا حصہ نہیں رہا، مگر اس تبدیلی کے بعد بھی سفید فام اور غیر سفید فام افر کے درمیان رشتوں میں بڑی تبدیلی نہیں آئی ہے، تمنا نے دونوں کے مابین میں کسی قسم کی تبدیلی کی سے مدد دینا براعظم Suddam کو خود میں نہایت مختصر انداز میں اپنے ان خیالات کا اظہار کرتے ہوئے، جن پر وہ ہمیشہ سے قائم رہے ہیں، لکھتے ہیں:

”میں یہی سنا ہے کہ یقین رکھتے ہیں جس میں سفید فام اور غیر سفید فام دونوں ہم آہنگی سے رہ سکیں، مذہبی سے زندگی کی تمام نعمتوں میں شریک ہوں، ہمارے ملک میں جس کی برسات ہے، اور اپنے اجداد کے مشترکہ ملک کے لیے کام کر سکیں۔“

مجموعہ کے بعد چارے ”رہنہ فانی افراد کی قدر اور احترام پر یقین رکھتے ہیں۔ میری فکر میں نے کسی بھی نسل کے لیے بھی کسی قسم کی غارت کا اظہار نہیں کیا ہے۔“

نوٹ: بلال اب تک یہی بات دہرائے آئے ہیں۔

ان کی سرگرمیوں کا طراز ہمیشہ مستحکم رہا ہے۔ نہ جھٹکنے، نہ رہنے۔ اپنے دلوں کے لیے کی جانے والی جدوجہد میں وہ بھی محدود سے متعلّق کی طرف راغب نہیں ہوئے ہیں۔ کسی بھی شے نے ان کے اس عہد و جو، ان کی مہم میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، کہ کسی بھی صورت میں محدود اور مہم کا استعمال نہیں کیا جانا چاہیے، یہ بھی متوازن نہیں کیا ہے۔ نہ کبھی انھوں نے کسی سفید فام انسان سے غارت کی ہے نہ کسی کو اس عمل پر آگسٹا ہے۔

برٹ وین کی جگہ ان کے بچے ملک کی سرحدوں کے اندر ڈال گئی ہے، انھیں اس میں اٹھائے گئے مسائل کے پار بہت دیر تک جاتے ہیں۔ ان کے پیغامات ان سب کے لیے ملتے ہیں جو قوموں کے اندر اور قوم کے درمیان انسانی حقوق کے احترام کے لیے کام کرتے ہیں۔

تو کیا ہم یہ سنا کر سکتے ہیں؟ کیا غیر سفید فام، اپنے دلوں، اپنی ذہنیت اور اپنے ممبر کے ساتھ دنیا کی دوسری قوموں کو دکھا سکتے ہیں کہ ان راستوں پر چل کر، انھیں محدود کے بھی انسانی حقوق حاصل کیے



محب و محبت۔ محبت کا جس نے مجھ سے پہلے شروع کر دیا تھا۔ ایک خیراتی اور محبت کا عمل ہوئے  
میں بھی آگے نہیں دیکھ سکتا تھا، جب باقاعدہ کوششیں کی جاتی تھیں، زندگی کے تفریق و تفریق میں، انسان کے  
انداز موجودہ ان عنصر کو سمجھنے کی، یا ایک حد معترف کرنے کی، جس کے پہلے ایک سیاہ فام انسان کو پتہ تھا  
کی حق کی، مکان خدمت کی کوشش کی بھی اجازت نہ ہو، اسے حالت میں، جس کے قوانین کے ذریعے خدا پر  
تسلیم کی جاتی ہو، اس نے ملک دار بعد وے کا جس کو ختم کیا، ایک خیراتی ہوتے ہوئے، تعلق رہنا  
میرے لیے قابلِ برداشت نہیں تھا۔

دوسری طرف، یہ انعام یک جمہوری احسان سے باہمی اتفاقی کار، ان لوگوں کے ساتھ جو میرے علاقے کی دنیا میں آزادی کے علاقے کو وسیع کرنے کے لیے لڑ رہے ہیں۔ اس طرح، یہ ایک قسم کا اشارہ ہے جو مجھے اور کروڑوں انسانوں کی جو میری ہی طرح سوچتے ہیں، یہ ہمدردیت کا اشارہ ہے۔ آج بھی دنیا میں ایسے انسان موجود ہیں جو جنوبی افریقا کے نسلی مسئلے کو کارے اور گولوں کے درمیان ایک سادہ سا جھگڑا سمجھتے ہیں۔ ہمارے ملک کی حکومت نے بڑی احتیاط سے دنیا کے سامنے یہ مسئلہ کوئی رنگ میں پیش کیا ہے۔ یہ اس کے اثرات و قسم کے ہیں۔ اس نے نسلی بحران کے حقیقی مسائل کو بھارتیہ کر دیا ہے۔ اس طرح حکومت کے اس دعوے کی تقویت دی ہے کہ نسلی مسئلہ جنوبی افریقا کا داخلی معاملہ ہے۔ اس طرح، دنیا کے سامنے ہمارے مسئلہ اتنا چھپا ہوا رہا گیا ہے کہ دنیا کے سامنے صحیح معنوں میں پیش نہیں ہو سکا ہے۔

ایک "رند" ہے، یہ ایک فحش آزاد مغرب ہے اس رند کا جو فحش مقام نے پہچھے بچوں میں  
میں پرامن طریقے سے ایک سیرنگی بنانے میں ادا کیو ہے جس میں لعل نہیں صرف ملکیت، قوم کے کسی فرد  
کی حیثیت متعین کرے گی۔

یہ انعام نہ تھا میرے لیے ہو سکتا ہے، نہ ہی میری جنونی فریاد کے لیے۔ یہ تو چارے فرقہ کے لیے ہے۔ اس وقت جدلی و رسمی تعلقات نے فریاد کو لڑی طرح مار رکھا ہے۔ تو، یہ کہنے تعجب کی بات ہے کہ آدمیوں کے درمیان بھائی چارے، ورامن کی خدمت کے عوض انعام حاصل کرنے فریادچی سے کیا آئی ہو ہے۔ ہمارے زمانے میں فریاد میں بہت کم مومن رہا ہے۔ ہمارے بڑے عظمیٰ کے مثال ترین میرے سے جہاں سرت سرت سے جنگ جاری ہے، مرکز و رجسٹریشن لڑی جا رہی ہیں، کچھ اسلمی کی مدد سے اور کچھ اس کے بغیر۔ میرے اپنے ملک میں 1960 میں، جس کے لیے انعام دیا جا رہا ہے، ایک ریاست ہے جس میں کئی مادے یہ سنگائی صورت کے قوانین نافذ تھے۔ مثلاً رپ و نا مانی ایک چھوٹے سے گاؤں میں، ایک دو پہر میں 69 آدمی گاؤں سے گڑا دیے گئے تھے اور 180 زخمی ہوئے تھے، اور ناسکائی جیسے علاقے میں اب بھی سنگائی صورت کے قوانین نافذ تھے۔ ہمارا بڑا عظمیٰ حیر کے خلاف انقلاب کی کمینیت میں ہے۔ اور مکن انقلاب کا ایک ساتھ مشکل سے گزرا سکتا ہے۔ ابتدا جب تک جبری طاقتوں کا جھٹکا نہیں اٹھایا جاتا، امن قائم نہیں ہو سکتا۔

بڑی طاقتوں نے ہمسایہ براعظم کے اثرات کے رکھنا چاہیے اور ملحق ممالک پر فوقی فتوحات و واقعات کی غلطی کے ذریعہ ہم پر غیر ملکی حکومتیں مسلط۔ وہی گئی ہیں قومیت اور قومی وقار کو طاقت سے کچل دیا گیا ہے اور جی اقتصادی اور تمدنی رجحان بدوار کردی گئی ہیں اور انسانی ہمدردی اور توانائی کو صرف ہمارے فائدہ کے مفاد کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس زمانے میں امن نہیں، امن نہیں، آدمیوں کے درمیان کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔

مگر آپ، ہمارے براعظم کی انسانی فضا میں ماضی کو پیچھے چھوڑتی جا رہی ہیں۔ براعظم کے ٹاپ سے جنوب تک ہر جہد ہمارے ممالک، اپنی زمینوں کی حکومت میں شریک ہونے کے سچے حق کو آؤں گے کی حیثیت میں سچے وقار کو اور اپنی قومیت کو وہاں طلب کر رہے ہیں۔ اس طرح، اتحاد کی مجلس، افریقا میں امن اور ملحق چاروں قومی حاکمیت کے احباب اور خود مختاری کے ذریعے، انسانی وقار اور ہمدردی کی بنیاد دوبارہ رکھی جا رہی ہے۔

یورپ میں رہتے ہوئے اس کو سمجھنے میں آپ کو دشواری نہیں ہونی چاہیے۔ آپ کا براعظم بھی انسانی مشکلات کے حلقوں سے گزر چکا ہے جس میں آپ کی جائیداد نامہ کی مانند نے صنعتی ترقی، کئی قومیت، جمہوریت، اور ملحق معیہ زندگی کے لیے بہتر بنی کر دی تھی۔ ایک منبری دور کے لیے۔ انہوں نے جس کے لیے جدوجہد کی ہے۔ آپ کے ممبر اتحاد نے، جو انسانی صدق سے ہماری صدق تک پھیل گیا تھا، تاریخ کے فوقی ترین اتحاد سے جو۔ جس کی اس کے مقابلے میں افریقی اتحاد ایک عشرے میں تقریباً تین چوتھائی براعظم پر چھایا گیا ہے اور یہ ملکی ملکی کی اثرات کیل کے مناظر جدوجہد دیکھنے والی ہے۔ جی، یورپ کے مقابلے میں، یہ افریقی اتحاد، ہمارے فضیل، عرب، تیز اور نسبتاً خون سے پاک ہے۔

افریقی اتحاد کے نہایت پر امن ہونے کی شہادت مستر بصرین نے دی ہے۔ ریجنل یونیورسٹی کے پروفیسر C W de Kiewiet نے 1960 کے ایک Hoernlé Memorial Lecture میں کہا تھا: یہ سچ ہے کہ یہی خود مختاری کے حصول کے دوران کوئی خاص مسئلہ نہیں تھا۔ مگر ان معنوں میں دیکھا جائے تو دراصل، افریقا میں کوئی انقلاب نہیں آیا۔ صرف اصلاحات ہوئیں۔“

کیپ ٹاؤن یونیورسٹی میں قانون کے پروفیسر D V Cowen نے Hoernlé Memorial Lecture for 1961 میں ہماری جدوجہد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے: ”یہ [جنوبی افریقا کے سفید فام] نوک بہت خوش قسمت ہیں کہ جنوبی افریقا میں ان کو ہمارے اعلیٰ معیار کے غیر سفید فام نوک ملے ہیں، جو ہمارے براعظم کی کسی بھی آبادی کے مقابلے میں بہتر ہیں۔“ جو افریقا کی طرف حقارت سے دیکھتے ہیں انہیں ان لحاظ کو بھی نہیں بھولنا چاہیے۔

مثلاً آپ کے معیار کے مطابق ہماری انسانی اصلاحات کی مراد سے ملتی ہے۔ اگر ہم دوسرے مثال ہمارے جدوجہد پر دور کی روشن بخوشی میں، خود مختاری حاصل کرنے میں، آزادی میں اور جمہوریت

میں، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ماضی میں ان [مہدیوں] کی رفتار کا تعین ہم نے نہیں کیا تھا۔ نہیں وہیں دور  
نہیں وہیں صدیوں میں ترقیت کی مثالیں درپے درپے تھیں۔ صرف اب ہم دیکھ سکتے ہیں کہ آپس میں آ رہا ہے،  
اور اپنے مقصد کو غیر ملکی حکمرانی سے واپس لے رہا ہے۔

اگرچہ میں ایسے فریقا کی بات کرتا ہوں، مگر یہ تقسیم و تنظیم ہے، نسل، زبان، مائیت اور مذاہب میں؛  
سیوی، اقتصادی اور روپی سرحدوں کے ذریعہ مگر کی تو یہ ہے کہ باوجود ان مختلف قسم کی تفریقات کے،  
فریقا کا ایک مقصد اور ایک ہی ہدف ہے۔ اس کی اپنی خود مختاری کا حصول۔ پورا فریقا، اس کے دونوں  
نہایتے جن میں سیوی کا مہیا ہونی ہوتا ہے مگر بھی تک ان کی اقتصادی پس و پیش اور دیکھ نہیں ہوتی ہے، اور میری  
اپنی سر زمین کی بھی، جس کی سیوی جنگیں انجام تک لڑی چلی ہیں۔ پورے فریقا کا ایک ہی مقصد ہے: ہمارا  
ہدف ہے، ایک متحدہ فریقا، جس میں معیار زندگی بڑھتا رہے اور آزادی کا فروغ ملتا رہے، جس میں جہات  
اور یہ رویوں کی تدبیر و رشت کا مفاد کو دیکھا ہو، جس میں نوآبادیاتی طاقتوں کے جنوں کے بے انصافی و تقار  
کی بازیافت ہو، ہر کے نو ذہنوں فر دے اقتصادی جذبے کے ساتھ اپنے ہدف کے لیے کوشش کی ہے،  
کتاؤں کے نمائندگی کے، مظاہروں کے اور کٹھن تو سمجھ کے ذریعہ، جو مفید فہم برتری کے اکسانے پر  
اٹھائے گئے تھے ان ہی سب سے فریقا میں حقیقی معنی میں متحدہ رہتا ہے۔ جو کچھ بھی طریقے استعمال کیے  
گئے ہیں صرف نسلی، قومی، مذہبی، اقتصادی کے غرض کے لیے تھے۔

یہ ایک تضاد ہے کہ نہیں کہ فریقا کو اپنے ہنگامے اور غرض کے لئے میں اس انعام کا حق دار سمجھتا ہوں  
میں۔ مثلاً عظیم ہے یہ تضاد اور کتنا بڑا ہے یہ امر نہ کہ میں اور بھائی چارے کے لیے یہ جانے کہ انعام سے  
ختموں کو ملے جو ایسے ملک میں رہتا ہو جہاں بھائی چارہ ایک غیر قانونی نظریہ ہو، ممنوع ہو جس پر سزا  
ہو جہاں آدمی کی بھائی کے لیے بات نہ ہو، مگر چاہے خطرات اور قاتل سزا ہو جس پر قید ہو جاتا ہو،  
غیر متحدہ ہے کہ جہاں پچھلے 300 سالوں سے نسلی مسائل کو برسر من طریقے سے حل کیے جانے کے لیے جمہوری  
طریقے نہ ہیں اور جہاں مفید فہم اقلیت فریقا کی سب سے بڑی مسئلہ اور رولنگ کے مل نہ تھا جس سے یہ  
ہے جنوبی افریقا!

یہاں بھی، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مفید فہم لوگوں نے ملے کر یہ ہے کہ وہ بہتری کے بارے میں، فریقا  
کی آزادی کی جدوجہد کے بارے میں، انسان کی نہایتی کے بارے میں اور آزادی کے مطالبے کے بارے  
میں سوچیں گے جس میں آبرو کے لیے جدوجہد کے دوران اپنے بے شمار ہم وطن افراد کے ساتھ مجھے  
ہے جدوجہد کی نشان دہی کرتے ہیں کہ قید میں ڈال دیا گیا تھا، مگر ہم نے مہدیو کے سرے دور کی جدوجہد میں جس میں  
ہم میں دور بھائی چارے کے ساتھ رہ سکیں، ہم بہت نہیں ہاریں گے۔

مہدیو کی نہیں کہ میں جنوبی افریقا کے بارے میں تفصیل سے بات کروں، اس کا سوشل نیچم، اس کی  
سیاست، اس کی اقتصادیات اور قوانین سب سے زیادتی دینی کو اپنی جانب متوجہ کیا ہے۔ یہ ہمارے وقت

کے بجانب گھرنے ایک قدیم شہر ہے، مٹی خوش نشان کے کنارے، مٹی کا غور ہے، ایسے مہدی کی مٹائی ہے جو سر جھڑیا تو مٹی ہے یا مری ہے۔ یہاں مٹی بدلتی کے سنگ اور سفید مٹھنیت کی خدا کی طرح پرستش کی جاتی ہے۔ بہت کم سفید فام افراد ہیں جو بدلتی سے باز رہتے ہیں، ورنہ کے بال بچے اس بات پر یقین کرنا لیکر جاتے ہیں کہ سفید فام لوگ تحقیقی طور پر بدلتی کا دل چاہتے ہیں، چنانچہ اور دلچسپ ہوتے ہیں کہ سفید فام افراد تحقیقی طور پر کم تر، کامل، محض، اما کارہ اور ماری ہوتے ہیں اس دعوے کی بنیاد پر سرائے [سفید فام] میں کامب سے حقیر، ہمارے [سفید فام] ان سے بے محنت، بے محنت ہے "یہ دھوکا دینا ہے کہ سفید فام مرد و عورت بناتے ہیں جو ملک کے کام کی ہوتی ہے۔ اس کے شہر اس کی صنعتیں، اس کی کانیں اور اس کی زراعت اور شہر کی اس قابل اور حق ورتہ کہ وہ ان چیزوں کے ملک میں ورنہ کو کنٹرول کریں، جب کہ سفید فام افراد شہروں میں بدلتی طور پر رہنے والے ہیں، صرف خدمت گاری کے قابل ہیں، ورنہ رمل شہر کے لیے مال ہوتے ہیں۔ جنوبی افریقا کے وزیر اعظم لی کش Verwoerd نے، جو اس وقت Barotsu Affairs کے وزیر تھے افریقی تعلیم کی پالیسی پر بات کرتے ہوئے کہا تھا: ان لوگوں [افریقیوں] کے لیے ورنہ کی تعلیم میں کچھ قسم کے مزدوروں سے بنی ہوئی جھڑپیں ہوتی۔

اس دعوے میں تحقیقی بات بھی ہے۔ افریقا کا ہر حصہ جو سفید فام افراد نے فتح کیا تھا، کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ میں، اس دعوے کے ذریعے جس میں تین تین غلامی بھی شامل ہے، جو نہیں دیں مہدی جیسوی میں افریقا میں رائج تھی۔ اس دعوے کی حکمت میں بدلتی کا عنصر بدلتی کی بدلتی اور بدلتی جو عیسائی مشنریوں نے کھوئی تھی بدلتی کی بدلتی جس نے ہماری ابتدائی روشن ضمیری کی بدلتی تھی۔ بعد میں آنے والی اس وقت کی حکومتوں نے، جب بدلتی بدلتی کے اچھے سفید فام آدمی کو دیے جانے لگے، یہی کم ترین دعوے کی کمی کے لیے بہت کم، یہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے، اکثر ڈیڈ ویوٹسٹس (David Livingstone) اور ڈاٹر جان پھیلپ (John Philip) اور دیگر مرے مثالی، بدلتی خدا تھے جو تباہ کن تباہت کے آگے سماجی انصاف کے لیے سینہ سپر ہو گئے تھے۔ یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ میں نے جس لوگوں کے نام لیے ہیں وہ آج بھی کچھ جنوبی افریقیوں کے نزدیک ملعون ہیں اس طرف غلامی کا جوت، جبری مزدوری کے جوت میں، آج بھی مر رہا ہے، جسے ہم بدلتی قیدی کے نام سے پکارتے ہیں۔ ہم یوٹسٹس اور پھیلپ کی روایت آج بھی ان چند لوگوں کے خیال زندہ ہے جو ان کی کے ٹھکانے پر کام کرتے ہیں۔ یہ بہت حق بجانب ہوگا کہ آج کے حالات میں، عیسائی مشن جو سماجی انصاف فرما رہا ہے، ہمارے نزدیک ایک بڑا دل دہشتہ چیز ہے۔ اس میدان میں ہماری ترقی و ترقی کے بغیر جاری رہی ہیں اس سب سے میں، دیر سے کسی، اگر جنوبی افریقا کا کیس ہم لوگوں کے لیے ایک وسیع چارے کے مشن پر کام کرنا نظر آ رہا ہے۔ کیس اپنے بنیاد گزار کے قول پر منجیدگی سے توجہ دینا نظر آ رہا ہے، جس نے کہا تھا "میں آ رہا ہوں کہ نہیں زندگی میں اور فرط کے ساتھ" اس میں جنوبی افریقا کے کیس کو موجودہ دور میں انسان کی بدلتی کے لیے کام کرنے کا حکم تھا۔ اس سب سے میں جنوبی

افریقا کے موائم، باغیضات، عیسائیوں کو مشہور دین کی جگہ پر انھیں 1260 میں Gotealoe جہاں سبرگ میں منعقد ہوئے۔ ان World Council of Churches کی کانٹریس کے فیصلوں پر تنقید سے غور کیا جائیے، جس میں اس دور کے گھبرائے مشن کو واضح ہدایات دی گئی تھیں۔ اس میں انسانیت کو درپیش موجودہ مسائل کے بارے میں بھیرائی پیغام میں کوئی اہم نہیں چھوڑا گیا تھا۔ میں World Council of Churches کی وسعت نظری پر انھیں مبارکباد دیتا چاہتا ہوں۔ افریقا میں ہمارے لیے اس کے مطالب اور دعائی بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ جنوبی افریقا کے عملی اعتبار کے خیر بات کوئی نئی بات نہیں، مگر اس مسئلے میں جنوبی افریقا منظر ہے! نہ صرف یہ کہ یہ خیر بات ہی رہی جدید دنیا میں بھی گئے ہیں۔ مگر ان کا دفاع کیا جاتا ہے، ان کو وسعت دی جاتی ہے، اور قانون سازی کے ذریعے ان کی حالت کو جاتی ہے، ایسے وقت میں جب دنیا کے بڑے حصے میں تاریخی طور پر یہ تو انھیں بڑی بے حیائی سے مضامینوں میں چھپایا جاتا ہے یا رفتہ رفتہ ان کا رد ہوتا جاتا ہے۔ یہ خیر بات جنوبی افریقا میں ہی لیے گئے ہیں۔ ان کی سرپرستی کرنے والے ان سے فائدے اٹھاتے ہیں۔ وہ ملک کے موجودہ حالات پر مبنی کی بھیہ دیتے ہیں۔ اس حقیقت پر کہ ملک پر سلیڈ فلم حکومت قائم ہے جس کو غیر ضروری مراعات یا فوٹو سلیڈ فلم کلیت منتخب کرتی ہے، اس حقیقت پر کہ شہروں کے قریب کی سڑکیں فی صد بہترین زرعی زمینیں، ہزار ہا ہزاروں سلیڈ فلم افریقی کلیت اور قبضے کے لیے مخصوص ہیں اور اب یہ Group Areas کی قانون سازی کے باعث سلیڈ فلم افریقی میں غیر سلیڈ فلم سے زمینیں چھین کر سلیڈ فلم افریقہ کو دے رہی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ تمام سلیڈ فلم افریقی تنخواہوں کی مدد انھیں صرف سلیڈ فلم کے لیے ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ تمام سلیڈ فلم افریقی درمیان کی تعلیمی فطرتیں صرف سلیڈ فلم کے لیے مخصوص ہیں۔ اس حقیقت کے پیش نظر کہ سلیڈ فلم بچے کی تعلیم پر تقریباً 64 لاکھ روپیہ ڈنڈ فی سال کے برابر خرچ ہوئی ہے جب کہ ایک افریقی بچہ پر صرف 9 روپیہ ڈنڈ خرچ کیے جاتے ہیں، اور ہندوستانی یا رنگ بار سپرے پر 20 روپیہ ڈنڈ فی سال خرچ کیا جاتا ہے، اس حقیقت کے پیش نظر کہ سلیڈ فلم بچوں پر سلیڈ فلم کی عمر تک تعلیم دیتی ہے، جب کہ غیر سلیڈ فلم بچوں کی تعلیم بہت کم بھی ہے اور کافی بھی اس حقیقت کے پیش نظر کہ ہر سال تقریباً ایک لاکھ افریقی باشندے بے شمار pass اور permit کے قوانین کو توڑنے کی پاداش میں جیلوں میں بھرتے ہیں یا قید کیے جاتے ہیں جو سلیڈ فلم افریقہ پر رکھیں ہوتے۔

میں پائے سے لے کر قبر کی منزل تک، جنوبی افریقا کی زندگی کے ہر پہلو پر بے شکاں باتیں کر سکتا ہوں۔ مگر یہ تمام حقیقتیں اب ہماری دنیا پر آشکار ہوئی جارہی ہیں۔ ان پر دنیا کی توجہ کی تیز اور مددگارانی جاتی ہے۔ اب بھی کوشش کر دیکھیے، جس طرح ہماری حکومت اور اس کے مندر خواہ "عدہ ترقیات" اور "ایگزٹ" "خود بخاری" "اوسامہ نہ" "مجموعہ زمین" جیسے شہر بھرے غلط کے استغاث کے پردے میں امریکہ کے، مگر کسی طرح بھی جنوبی افریقا کے حالات کی حقیقت کو چھپا نہیں جاسکتا۔ میں نے ایک عیسائی کی حیثیت میں ہمیشہ محسوس کیا ہے کہ "نسلی امتیاز" یا "معاہدہ ترقیات" کے پردے میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ناقابل معافی





دوسرے ممبران تبارک نے جوں مردی سے سفید فام وکس کی مخالفت کی مزاحمت کی تھی۔ اور ان کی مخالفتوں پہ بھی فوراً کیجیے جنھیں نے ان عقیم وکس کی پیدائش کی تھی۔ میں ان صاحبزادی کی نشان دہی کر رہا ہوں، جنھوں نے صدیوں پہلے شمال سے جنوب کے آخری سرے تک نقل و حرکت کرنے میں ہمیشہ پھرے رہنے والے دیوکی کو عبور کیا، انھوں نے ان دیکھے جنگوں کو ہٹ کر راستے بنائے، ان زمانے کے مترنور اور مہلک کاموں کی دباؤ سے جانبر ہوئے جو استوائی فریڈا پہ بھیجی ہوئی تھی، اور دیوکیوں کا شکار ہونے سے بچنے کے لیے لڑے۔ ان سب نے یہ مشکلیں برداشت کیں، انھوں نے فریڈا کے ان عدلوں کو آدھ دیا تاکہ ہمارے قافلے مستقبل قیصر کریں، اپنی ہڈیوں کے لیے صاب، جب کہ کافی اور سی سی حالت بدل چکے ہیں، اور میں مددگار مسائل مختلف ہیں، ہم بھی، جتنی ان کی ہو۔ وہ اپنے آپ کو مشکل حالات میں پاتی ہے، انھوں ہمیں انسان کی حیثیت میں باقی رہنے کے لیے جدوجہد کرنی پڑ رہی ہے۔ اگرچہ وقت کے ساتھ جدوجہد کے طریقے مختلف ہو سکتے ہیں، مگر آزادی کے لیے انسان کو آفاقی کوششیں نہیں بدلتی ہیں۔ ہم نے اپنے موقع عمل میں اپنی مرضی سے مددگار کام راستہ پتلیے۔ اس راستے میں ہم نے بڑی بہادرانہ مہمات چھٹی ہیں جنہوں نے فریڈا کے رہنماؤں کی تمام ترقی پسند طاقتیں، میری پوری زندگی اور میری تمام قوتیں، اس طریقے پر صرف کر دی گئی ہیں، اس کوشش میں کہ یہ جنوبی فریڈا کے مفاد میں سے کہ تباہی سے بچ جائے، اور ہم نے اس کے لیے بڑی بہادری سے قربانیاں پیش کی ہیں۔

میرا کہ ہے کہ جنوبی فریڈا کا کہانی تھا منسی امیلا زورنسی جبرن نکاتی میں مگر اس کے مجھ سے بنی نو انسان کے ناقابل تخریج جذبے کی زندگی و مثالیں ہیں۔ یہ سوس سے، بے اس کر دینے والی مشکلات کے وجود، انھوں نے بھرنی پوری زندگی اور راتیں کے ساتھ۔ اور انسان کی طرح۔ زندگی دہنے کے ناقابل یقین عزم اور استقلال کی کوششیں کی ہیں اس میں ہمارا ملک منفرد نہیں۔ آپ کی جگہ اور بہت فریڈا کا رہا، جب طاقت کے مجبور نے پورے یورپ کو فتح کر لیا تھا، اپنی نو انسان کے اس ناقابل تخریج جذبے کی گواہی ہے۔ یورپ کے لوگوں نے مزاحمتی مہمات ترتیب دیں اور انھوں نے اپنی نئی برتری کی عقیدت اور مانی نکال (Herrenvölk) و بنیت سے بالآخر اس وقت اور لفظ بنیت کا زور ٹوڑ دیا۔

تمام محاورہ، اپنی تاریخ کے کسی نہ کسی مرحلے پہ ایسی جدوجہد میں ڈھیل دیے گئے جنھیں مگر عام طور پر، وقت گزرنے کے ساتھ آزادی کی راہوں، ایک کے بعد دوسری، رکاوٹوں کو مسماہم ہوتے دیکھا گیا ہے۔ جنوبی فریڈا میں ایسا نہیں ملا۔ یہاں رکاوٹیں مسماہم نہیں ہو رہی ہیں۔ یہ قدم جو ہم آگے کی طرف بڑھتے ہیں، ہم بھڑپتی، جسے ہم پیش قدمی کے لیے تیار کرتے ہیں، اور اونچی رکاوٹوں کے ذریعے بے کار کر دی جاتی ہے۔ جنگ کی بنیاد پر ہونے والی رکاوٹ ہم زور نہیں ہوتی، ان کی وہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ جیسے جیسے آزادی لانے والوں کی آہستہ آہستہ قرب ہو جاتی ہے، جدوجہد کی نئی برتری جاتی ہے تاکہ پیشہ، ہمارے عزم کے احتجاجی مظاہر کے طاقت کے ذریعے پسپا کیے گئے ہیں، مگر ان کی بھی یہ موٹ نہیں کی جا سکا ہے۔

کچھ استثنائے سماجی قانون کی حکمرانی کے تمام پر کیے جانے والے سربراہان کو ہمارے عوام ہمیشہ پر امن رہے ہیں۔ مگر آج امن کا انعام ایک میدانِ فساد کے ذریعے جنوبی افریقہ کو دیا جا رہا ہے تو اس سے نہیں کہہ سکتے کہ امن اور انسانوں کے درمیان جتنی چارے کی جنگ جیت لی ہے۔ مگر انہیں۔ افریقہ کے دوسرے ممالک کے مقابلے میں شاید ہم فتح کی منزل سے زیادہ دور ہیں۔ مگر حکومت کے ہاتھوں ہم نے جتنے ڈکوحیدیں کیں، اتنے ہی غم و غصہ سے ہم اپنے منتخب کیے ہوئے راستے پر گامزن ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اکی و جیسے یہ انعام دیا جا رہا ہے۔

مگر آج امن کی جنوبی افریقہ میں سفید فام باشندوں کے غیبت کے خلاف فطری طور پر پیدا ہونے والے جذباتِ نفرت اور سفید فام آبادی سے انتقام کی خواہش میں برپا کیا جاتا۔ یہاں، جہاں پر روزہ نندگی کے مرتد کے خلاف سفید فام "سرف یورپ" والوں کے لیے "جیسے ماضی و اعترافِ اشتہار کے خلاف کھڑا ہوتا ہے" اور اسی طرح کا "خود اعتراف" کا پتہ اس کی نذر آتا ہے۔ یہاں اس کی توقع کی جاسکتی تھی کہ سفید فام افراد کے خلاف سفید فام کے تکیہ و تکرار کے لیے ایک نئی قسم کی تسلیت برپا تھی۔ ایسا نہیں ہو سکا ہے، تو یہ ممکن ایک حادثہ نہیں ہے۔ ایسا ہی لیے ہوا ہے کہ ہاں یہ مجبور و مشاورتی انداز میں، پچھلے پچاس برس میں، افریقی قیادت نے خود کو، افریقی نیشنل کانگریس کو اپنا پہلا پچھلے شرے میں جب تک اس پر پابندی نہیں لگی تھی اور جس کی صدارت کا مجھے عزت دینا پڑا تھا، ثابت قدمی سے نئی تکیہ کے خلاف آواز بلند کیا تھا۔ ہمیں معصوم سے کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کے فطری جذبات سے آسان جذبات انگیزاخیل کے مواقع کھو دیے، جنہیں آزادی دینے سے انکار کر دیا گیا تھا، کیونکہ ہم نے ایک آسان اور جذباتی اپیل کے موقع کو رد کر دیا۔ ہمیشہ سے ہمارا وژن ایک ہمدردی پر مبنی تھا، جس کی وجہ سے جنوبی افریقہ کا تمام لوگوں کو جو ہمارے ملک میں آباد ہیں، کامل باشندے کی حیثیت دے اور تمام حقوق اور تمام ذمے داریوں کے ساتھ ہی زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم کرے۔ اس آواز کے تمام کے لیے ہم نے "مستقیم طور پر" محنت کی ہے اور ہم مستقیم طور پر محنت کرتے رہے گے۔

میں وژن تھا جس نے افریقی نیشنل کانگریس کی دوسرے نئی گروپ کے رکان کو دعوت دینے پر آمادہ کیا تھا جو ہماری طرح ان کے درمیان جتنی چارے اور تمام محام کے لیے آزادی پر یقین رکھتے تھے کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر تسلیت سے بہرہ اور جس کی فریاد کے قیام کے لیے کام کریں۔ اس طرح افریقی نیشنل کانگریس نے اپنے دور میں کانگریس انٹرنیشنل بنایا اور برلن پارٹی اور پورے سیوی پارٹی کے قیام کو خوش آمدید کہا، جو کسی حد تک ان آوازوں کی تائید کرتی تھی۔

جنوبی افریقہ کے سچے محبوب و دشمن، میں جن کی فکری گورما ہوں، ہمیں جمہوری حقوق سے ہم پر کئی طرح بھی ماضی نہیں ہوں گے۔ ہم نہ تو راست، باقی رہائے دی اور حکومت کے مرتد کے انتخاب کے لیے کھڑے ہونے کے حق سے ہم پر مطمئن نہیں ہوں گے۔ ماضی و محنت میں، مرتد کے میں ہم نہ لڑنے کی بنیاد

وہ مقامی اور ملک کے مودوں ہمارے سے فیض یابی سے، جس کو اب تک "سرف سلیف فام ہاٹھوس" کے  
 اڑیا ہے، سب کے لیے ہونے سے ہم پہ مطمئن نہیں ہوں گے۔ تحذیب کے معاملے میں بھی ہم اس وقت تک  
 مطمئن نہیں ہوں گے جب تک سرف قابلیت کو بنیاد پر تمام تقسیم اداروں کے دروازے سب پہ کھول نہیں  
 دیے جاتے۔ سماجی حقوق میں، ہم نے بنیاد پر شخصیت کا ہونے کی مسکرتی سے ہم پہ ماضی نہیں ہوں گے۔ ہم  
 یہ سب مطالبے تہذیبی انسان کے لوگوں کی کے لیے نہیں کر رہے ہیں۔ ہم یہ مطالبہ جنوبی افریقہ میں، وہ  
 سفید فام ہیں یا سیاہ فام، سب کے لیے کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ ہم نے کسی قسم کی مسکرت کریمہ خود غرضی ہو  
 گو، اس لیے کہ عمارت کو تہذیبی سے قصہ دہی، سیاہی و روشنی مراعات کی شہرتی، جس کو مینیفی کا ایک طبقہ  
 مزید کر جاتا ہے، اثراتی میں بدل جائے گی، اور یہ جمہوریت سے بدترین دغا بازی ہوگی۔ گو یہ عمل خود پر نہیں  
 انتہا زفر یقیناً حق کا خلق کو ہمارے غرضت ثابت ہوا ہے۔

ہمارے ملک میں پیشان کن نہیں حقائق کی طرف سے لیے "تواریت" (Trusteeship)، "تجدگانہ"  
 ترقیات اور بر معاطے میں "شرائت داری" جیسے بہت سارے معنوی خیرے پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ  
 کوششیں ہیں کہ جمہوریت کی راہ سے بھٹکانے کی، یہ تاثیراتی ہے کہ جو سوائے غائبوں کے کسی کو بدقول  
 نہیں بنا سکتے۔ کسی قسم کا نرم خوی خوب صورت نام دے دیے سے بھی گھناؤنی فطرت پہ پہ دو نہیں مار جا  
 سکتا۔ ہم ایسی پالیسیوں کو مسترد کرتے ہیں، اس لیے کہ انسان نے جس کے لیے کوشش کی ہے یہ اس کے  
 معیار پہ پوری نہیں اترتی۔ یہ انسان کی ارفع تہذیب کی دل شکنی کرتی ہیں جو ان میں ہونے والی قدرتی  
 تہذیبوں کے باوجود بدلے نہیں ہیں۔ ان کے لیے، اقوام متحدہ کے اعلان نہ گئے انسانی حقوق جن کا انتہائی عروج  
 ہے۔ یہی ہمارا موقف ہے۔ ہم اسی کے لیے لڑتے ہیں۔

دیہی، قدرتی یا طرفان کی ذرائع میں بہت سی چیزیں ہیں جنہوں نے آزادی کے جذبے کو برداشت کیا  
 ہے۔ جنوبی افریقہ کے عوام سے اور ان سے محبت کرنا جو بھی تک افریقہ کے غیر جمہوریت یافتہ ملکوں میں رہتے  
 ہیں، جہاں سفید فام انسان دیر انداز رہیں۔ کائناتی درستہ۔ جمہوریت پہ پناہ کا نہ مل جاتا ہے۔ ان میں  
 سب سے بلند و نیچے ہیں۔ انہوں نے ہمیں برداشت کیا ہے۔ قائم ہیں، ترقی پسند عوام اور پوری دنیا کی  
 حکومتوں کی اس قدر محبت، جن میں اس ملک کی حکومت اور عوام شامل ہیں، میں آج جس کا مہمان ہوں، وہ  
 جینی ایٹھ میں ہمارے بھائی، باغیوں، خواہ مخواہ افریقی ریاستوں میں رہنے والے، وہ تنظیمیں جس کا نقطہ نظر  
 وہی ہے، ہم نے جسے کراچی میں بکھرے ہوئے تھیں میں قبول کیا ہے، اقوام متحدہ اور غرضی صورت پر اس کی  
 ترقی روٹیں وغیرہ۔ عمل خود پہ انسانی معیاری بلندی کے وسیع، دنیا کے امن کے دفاع میں، ان گروہوں  
 نے ہمارے رفاہی عقیدے کی سچائی کو روڑتی کو مضبوط کیا ہے۔ ان سب سے میں کہوں گا کہ ہم آپسے ہوتے  
 تو کم زور رہتے۔ ہم اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ کی تائید و حمایت کرتے ہیں، جس کا ہم صحیح طریقے سے  
 انکبار نہیں کر سکتے، نہ جسے بھی ہمارے موٹا کر سکتے ہیں، ابھی یہ سنہنیل میں، جب فتح ہمارے چومیں ہوئی اور

جنوبی افریقہ کی آزادی اس کے عزم کے ہاتھوں میں ہوئی۔

بہر حال، ہم جنوبی افریقہ بھی اس کو سمجھتے ہیں، شاید میرے بھی سمجھنے میں، کہ ہمارے لیے آزادی  
 دہرے تھنے میں نہیں آئے گی۔ ہمیں اپنی آزادی خود بنانی ہوگی۔ تمام دیانت دار آزادی کے متوالین نے  
 اس کام کے لیے خود کو وقف کر دیا ہے۔ ہمیں ضرورت ہے اسکی بہت سی جو خطرے کے ساتھ یہ متعلق ہے۔

آزادی کی ہماری سوشلسٹ کا مستقل کچھ بھی ہو، ہمارا منشا ہے جو مکی رہائی انجی کی آزادی سے انکار کیا گیا  
 ہے۔ صرف اسی جیو پی افریقہ اور دنیا کا امن مضبوطی سے قائم کیا جا سکتا ہے۔ ہمارا منشا ہے قوموں اور عوام کے  
 درمیان مساوت۔ صرف اسی طرح انسان کا بنی چارہ مضبوطی سے قائم کیا جا سکتا ہے۔ نہایت بہت افریقہ اور  
 خوشی کی بات ہے، آپ کو یاد دیر، کہ سفید فام حکومت کے ہاتھوں بابت ہر خطاب کے باوجود بھی، آزادی کی  
 تلاش میں افریقہ کا جذبہ عام طور پر نہایت پرامن رہا ہے۔

اگر میں نے اپنے ملک کے ملی مسائل پر فوراً زیادہ تفصیل سے بات کی ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ  
 ہمارے ہر عظیم کے دہرے ملکوں کو یہ مسائل کی تکلیف نہیں ہے، اگر صرف اس لیے کہ جنوبی افریقہ میں ملی  
 مسئلہ نہایت گہرے۔ ہمارے ہر عظیم کے کسی درجہ میں شاید سفید فام نسل کی برتری کا اتنی شدت و عزم اور  
 پائیداری سے کٹھا نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح نسل امتیاز کے مخالفین ان کی اگلی نسلوں میں ہوتے ہیں، جو سفید فام  
 نسل کی برتری کے خلاف جنگ کر رہے ہوتے ہیں۔

اپنے قلم کے تحت ہم تک پہنچنے سے پہلے میں فریقا کو موت دیتا میں کہ وہ اپنے غموں اور مصیبتوں،  
 آزادیوں اور کامیابیوں اور کچھ کہیں ہوں کے باوجود ماضی، درحقیقت حال سے پرے نظریں جوئے  
 رکھے، اور خود کو یک اجمرتے ہوئے ہر عظیم کی طرح دیکھے، جس میں صدیوں کی غلامی کے ٹیل کو توڑ کر آزادی  
 دہر آ رہی ہے۔ یہ فریقا کا دور ہے۔ اس کی تکیا کی صبح ہے، جی ہاں، اس وقت جب اس کو رفعت کی بلند یوں  
 تک پہنچنے کے لیے اپنے مقدر سے بھڑکا جا چاہیے، یہ کہتے ہوئے کہ ہمارے جنگ خفیہ نجیب القمار اور اس کی  
 اچھاؤں کے لیے، زمین و انسان کی خدائی کے لیے نہیں۔

ان کی دنیا میں فریقا، بہترین مینوع اور دنیا کے مفاد اور فکر کا مرکز نکا ہے۔ کیا یہ نہیں ہے کہ  
 تاریخ نے اس کے دہرے جنم میں جان و جھوڑا شرف ہے۔ اس کی کو ماقاب فریقا کے مقابل کر  
 رہے ہیں، مگر اپنے اور اپنی نوع انسان کی خدمت کے موقع فریقا کرنے کے لیے۔ مگر یہ چیلنج سے کتراتا ہے  
 اور موقع کو خطر انداز کرتا ہے، تو اگر تباہ نہ ہو، تو ٹر مند و ضرور ہوگا۔ وہ اپنے مقدمہ کو کسی طرح دیکھتا ہے، اس  
 کے لیے یہی سب سے اہم بات ہوتی، بجائے اس کے کہ وہ اٹھنی کی بات اور دیکھ کے بھوکے رہتا ہے۔

یہ خطاب اس سے زیادہ نہیں کر سکتا کہ کچھ سوالات اٹھائے اور فریقا رہنما کی اور عوام پر چھوڑے دے  
 کر وہ ان کے تسلی بخش جوابات فرام کر رہی، اہل اقتدار اور مہذب عمل کے فوجیہ جو اس حرکت کے بھی ہوتے

وقت کی ریت پر قدموں کے نشان  
نشان قدموں کے  
جس سے اک اور سفر ہو آغاز  
ندگی کا حشر ک مقصد  
دیکھ کر جس کو ہوا یوں براں تیرا  
جس کی کشتی ہے شکت بحر بھی  
نئی امید سے لبریز کرے ہل اچھا

دماغی نا انصافیوں کے زخموں کے نشان حیات رہا ہے، مگر یہ (فریق) کشا بند نہیں ہو سکتا کہ وہ انتقام نہ لے؟ دیتی کے بڑھتے ہوئے ہتھکڑیاں امتیازی سے جھٹکنے اور تعارف اور ماست بازی کی ذہنیوں کے ٹھکانے جانے کے باوجود بھی یہ دشمنی کو دیتی میں بدلنے کی کوشش نہیں کی جاتی؟ اس کی زمینوں، اس کی غور و خفاہی اور اس کے مواقع کے چھینے جانے کے باوجود۔ عجب کہ یہ سب اکثر حمد و عبادت کے نام پر ہوتا رہا ہے۔ کیا اس پر غور نہیں ہونا چاہیے کہ اسے انسان کی ترقی اور انسانی رشتوں کی تعمیر میں فرقہ کی اپنی مخصوص خوشیوں سے بہت ہوا؟ پناہ دینا چاہیے، جو اس کی مختلف انوکھ تہذیبوں سے ملو ہو، اور اس طرح اس دور کی انسانی کامیابیوں کی بنیاد پر ایک مثال دار عمارت تعمیر کرے جو انسان کے جھنڈے کے لیے اعلیٰ ترین قراج ہو۔

اسے اپنی حکیماں کے محبت کو اس وقت تک چھینچ کے طور پر دیکھنا چاہیے، جب تک اس میں سے نہی امتیاز کو نکال دیا نہیں گیا، اور دنیا کو مطمئن کرنے کے ایک موقع کی طرح کہ اس کی قومی تمنا میں صرف سفید فام نسب کو دیکھ کر کرنے، اور یہ ذرات سے بدلے میں نہیں تھا، بلکہ ایک غیر نسبی جمہوریت تعمیر کرنے میں تھا، جو ایک یا دو بھائی چارہ ہی ایک برادری میں ملتی ہو، جس میں کسی کے خلاف ملک اور انسان کی بنیاد پر تعصب نہ کیا جائے۔

تو پھر اپنی خود مختار سیاست پر مائل حکیماں کی، انھیں دئی ورتھ میں مسائل کا کیا کیا جائے؟ یہ دور نوآبادیاتی مبدیوں و دھرمی وراثتیں، جو نوآبادیاتی مبدیوں دین ہیں، کیا اپنی آخری حد تک افراطی قیودت کی مذہبی، خوش تدبیری، یا راسخ ماست بازی پر اور جمہوری فطرت حکمرانی کے بھی ختم نہ ہونے والے عقائد کے اعتراف پر بخوبی روشنی ڈالتی ہے۔ ہم سب کے نزدیک، جو آزاد ہوں یا نہیں، وقت کی پکار یہ ہے کہ افراطی و دینی مانا کے بقا کو نجات دلائی جائے۔

تازہ جات کی ماری دنیا میں، جو انسان کے بنائے ہوئے جوہری سمیٹوں سے مکمل طور پر تباہ ہونے کے قریب پہنچ چکی ہے، تاریخ کے فرمان اور چھینچ کے جواب میں، ایک آزاد اور خود مختار فریج تعمیر ہو رہا ہے:

”اٹھواڑہ ٹکڑے کر چھا رہی بدگشتی طوطی ہوئی ہے۔“ ایک بار مجھے دو سو برس کی قوموں کی معیت میں، مشرق اور مغرب کے درمیان ملائی کی یہ آخری امید ہے، اور یہ حق فار ہے بڑی طاقتوں سے اس مطالبے کا ”طوطیوں کو“ انہوں میں بدل دینا اس لیے سرینی نوٹ انسان کا دو تہائی حصہ بھٹکا اور ماخوذ ہے اس کا کہ انسانی قوت، انسانی بہت مندنی و انسانی قابلیت میں کی خدمت میں مصروف ہو جائے، کہ اس کا قیام ناقابل تصور ہے۔ جنگ، تباہی، مرنے والی اس کا اور ایک معنی کی تکمیل پائے جو سو برس مرادوں اور محنتوں کی یادگار بن سکے، دس ہزار ہولند جیسے شخص و جان کار اور ممتاز حافی باشندوں کی یادگار جنہوں نے اس لیے اپنی جانیں نثار کر دیں کہ ہم میں اور خوش حالی کے ماحول میں زندگی گزار سکیں۔

اس حافی شان کام کے لیے افریقہ کی قابلیت کا مزید نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ اس کی جنگ بھی اس کی اپنی نہیں تھی، یہ زمین کی فتح کی جنگ تھی، نہ دوست کا انبار کاتے اور انہوں نے غلبہ پانے کی جنگ تھی، یہ جنگ تھی انسان کے حقوق کے امتزاج اور ان کے تحفظ اور فتنے عور پے آنے و محوم کے لیے ایک آزاد دنیا کے قیام کے لیے۔



## قلب نوئل بیکر

اعلانِ تجلیل

اکثر جب طبعی باتیں گھر گرا آتے ہیں تو شاید ہی ایسے دنیا کو مطلع کیا جاتا ہے کہ یہ گھر خطرے کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ جیسا کہ پہلے میں نے صدر کے بارے میں 1914ء میں شہر میں ہونے والے واقعے اور ابھی تک ہم پر مندرجہ ذیل کے پورے عرصے میں تقریباً ہفتا لیس برس، قلب جان نوئل بیکر نے، دو جنگ کا زمانہ سو یا جنوں کے درمیان کا عرصہ، اپنے آپ کو ذمگی انسانیت کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ مگر اس سے بھی زیادہ ان کی کبھی نہ رکھے والی ہر نئی تھک کوشش یہ ہوتی تھی کہ جنگ کی شروعات ہی کو روکا جائے۔

ان کے جوانی کے دنوں میں ہم نے قلب نوئل بیکر کے Quaker Ambulance Unit میں اور اس میں آئی جی جیٹ میں دیکھا تھا، ہم نے انھیں فریڈرک نینسن (Fridtjof Nansen) کے ساتھ دیکھا اور یونان میں ان کے تقسیم کام کے دوران بھی کھڑے دیکھا تھا۔ دوسری عالمی جنگ کے اختتام کے بعد بھی وہ جنگ کے پیدا کردہ دوسری چیزیں کے مسئلے کے حل کے لیے کام کر رہے تھے۔ وہ 1918ء کی عالمی جنگ بندی کے بعد کے پورے عرصے میں ہم نے ان کو قریب اسطیجات اور امن کے مقاصد کے لیے خدمات کرتے بھی سنا تھا۔ اس کے بعد سے ہمیں کبھی کبھی مایوسیوں نے گھیرا ہے، اس کے باوجود نوئل بیکر کے ذہن میں ایک لمحے کے لیے بھی امید ختم کرنے کا خیال نہیں گھرا۔ مستقبل میں یہی تہذیب کا عمل سمجھے نہیں صرف مذاکرات سے لگے گا۔

شاہد آئی نوئل بیکر کی وہ نشان ہیں جو قریب اطراف کے موضوعات پر سب سے زیادہ اہم رکھتے ہیں، جو ان مسائل کی مشکلات کو سب سے زیادہ دیکھتے ہیں۔ 1958ء میں شائع ہونے والی پہلی کتاب The Arms Race میں جس کو A Programme for World Disarmament کا نام دیا گیا ہے، ان باتوں کی

نشان دہی کی ہے جس میں آگے بڑھنا چاہیے۔

ٹولی بیکر مکی ان کی اپنی ذات کے لیے مشکل ہی سے کوئی اہمک پائی جائے گی۔ ان کے نزدیک صرف مفید ہی سب سے اہم ہوتا ہے۔ اگر اس کو کسی طرح بڑھایا جائے تو ان کے نزدیک بے معنی ہوتا ہے [یہ سوچنا] کہ اس میں کس کا نام ہے۔

جب جرمن کے بے غرضی اور مٹان روپیہ دیکھتے ہیں تو اس کا جواز دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ جب تک کسی کو اس معاشقہ، انھوں نے بارہے میں کچھ تم نہ ہو جس میں ان کی پڑش ہوئی ہے۔

کئی نسوں سے ان کے خاندان کا [ایک مذہبی ادارے] Society of Friends سے تعلق رہا ہے جسے Quakers [ایک مذہبی فرقہ] کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ ان کے والد، جوزف ایٹن بیکر (Joseph Alien Baker) کناڈا میں پیدا ہوئے تھے، جہاں ان کا خاندان 1819 میں آئر لینڈ سے ہجرت کر کے آباد ہو گیا تھا۔ 1870 کے اس باپ جوزف ایٹن بیکر کو ان کے والد نے اپنے نئے خاندانی کا ڈبائوں ایک سٹیشن دیکھ کر بھل کر نے کی غرض سے انگلستان بھیج دیا تھا۔ انھوں نے ایک نہایت مذہبی خاتون مڈل ہیر ماسٹرپ (Elizabeth Maschup) سے شادی کر لی۔ ان کے بیٹے لمپ 1889 میں پیدا ہوئے۔ جوزف ایٹن بیکر انگلستان میں مذہبی اور معاشقہ ماحول میں وضاحت کرنے میں مدد دیتی ہے، تاہم، جو ان کے بیٹے کے بے غرضی اور رازداری میں قسری ہوئے کے ذمے دار تھی۔

Quakers کے خیالات، جن کی ضرورت مند بھائیوں کی مدد کرنے کی خواہش مندی کے احساس نے انھیں بیکر وائٹس ویس صدی کے خاندان میں وسیع کرنے کی خواہش مندی کے لیے کام کرنے پر اسلوا تھا۔ اس طرح: خاندان کے پس ماندہ علاقوں سے متعلق ہوئے جہاں انھوں نے انھوں قائم کیے بلکہ ان لوگوں کو خود پناہ دیا بھی جو کوئی نہ نہیں تھے، جو ان کے لیے رہنے کے بہتر مکانات، صحت نفس اور بہتر آمد و رفت کے نظام کے لیے بھی کام کیے۔ ان کے خاندانی کام نے ان کو London County Council کی رکنیت کے لیے بھیج دیا۔ 1900 سے 1918 تک وہ وہاں کی پابریوں کے رکن بھی رہے جہاں وہ پبلک پارٹی کے بنیاد پرست بننے میں شامل تھے۔ ایک سیاسی آئی ہوئے کی وجہ سے انھوں نے اپنا بیشتر وقت اس کے لیے کام کرنے پر لگا دیا۔ جب 1914 کا ملک مالی قریب آ رہا تھا، وہ تمام سکوں میں اس سے محبت کرنے والوں کے درمیان شے سوار کرنے میں انتخابی محنت سے کام کر رہے تھے۔ انھیں اس مسئلہ اور سبائی رکھنے کے باعث انھوں نے یہ ضروری کہا کہ مختلف ممالک، خصوصاً انگلستان اور جرمنی، کے عیسائیوں کو متحد ہو کر جنگ کی مخالفت کرنی چاہیے۔ جرمنی میں بیکر کو ششیں بے کار تھیں، اور 1914 کا اس کی طبیعت ہوئی۔ شہادت اور بے معنی اوراد دینے کے بجائے، وہ نئے سرے سے وڈرو ولسن (Woodrow Wilson) کے League of Nations کے خیال سے متاثر ہوئے۔

اس میں شبہ نہیں کہ ایک مہذب اور نہایت مہم آہنگ خاندانی مذہبی کے روبرو اور جدان کے باعث



شریعت مندوں کے لیے ان کے ماں اور باپ کے مذمتی کام ان پر اثر انداز ہوئے، اور اس کے نقوش ان کے بیٹے کی زندگی کے پتھروں پر بھی ثبت ہوئے۔

کچل ٹوٹ چکر کوہِ معانی تعلیم کا کافی مذہبی و تنہا جوان کے ذہن کو میسر نہیں ہوا تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم یارک کے ایک Quaker اسکول میں ہوئی۔ 1906 میں جب ان کی عمر تقریباً بیس تھی، انھوں نے پینسلوانیا کے Haverford کالج میں تعلیم پائی اور 1908 سے 1912 تک وہ کیمبرج یونیورسٹی میں رہے۔ تھمسن ان کا مرکزی مضمون بین الاقوامی قانون تھا، جس میں انھوں نے ڈگری بھی حاصل کی۔ پہلی عالمی جنگ سے قبل کے سال انھوں نے سپرینٹنڈنٹ اور میونسپلٹی میں بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ 1924 سے 1926 تک انھوں نے لندن یونیورسٹی کے بین الاقوامی تعلقات کے شعبے میں پروفیسر کے فرائض بھی انجام دیے تھے۔

میں نے ان کی تعلیم کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ ان کی جامعاتی پڑھائی کا بعد میں ان کے کام پر نمایاں اثر پڑنے اور تحریکوں اور پروپاگنڈے کے ساتھ ساتھ ان کے پیش نظر بقاعدہ تحقیق کیا ہوا مسودہ نہ بنی ہوئی کے اکسوس کے یا ترغیب میں آکر کوئی بیان نہیں دیتے۔ وہ کبھی اپنے مخالف کے دیکھ کر وہیں ہی رد نہیں کر دیتے، بلکہ بغیر کسی تعصب یا تحقیق کے ان کا تجزیہ کرتے تھے۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ جو لوگ ان سے متعلق نہیں ہوتے، ان کے موقف پر انھیں مدد نہ کریں، اور جب تک کہ وہ خود اپنے موقف کو ثابت نہیں کر دیتے اپنا خیال نہیں بدلتے۔

جب پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی تھی اس وقت تک بیکر صرف 26 برس کے تھے۔ ایک Quaker ہونے کے سوا وہ سے وہ جنگ میں کئی حصے لے گئے۔ انھوں نے ایک Quakers' Ambulance Unit قائم کیا اور فرانس میں جنگ کی پچھلی صفوں میں خود بھی کام کیا۔ ساتھ ہی انھوں نے Trevelyan کے تحت British Ambulance Unit میں بھی خدمات انجام دیں تھیں۔

ٹوٹ بھڑکے ذہنی جھکاوے ان کی پڑوسی، جنگ کے تجربے نے شاید ان کی سب چیزوں نے، جون ہی جنگ ختم ہوئی۔ ان ٹوٹ پھوٹ کو دور کرنے کی طرف ان کو متوجہ کیا ہوگا جو جنگ کا نتیجہ تھیں۔ انھوں نے محسوس کیا ہوگا کہ ان کا غمیرا، جو چھوٹے بچوں کے اختیار میں مودت و محبت بکھیرنے کے لیے انھیں پکار رہا تھا جن سے مستقبل میں ہونے والی جنگ کو روکا جائے۔ لہذا، یہ فطری بات تھی کہ وہ بین الاقوامی اور ریگ آف نیشنز سے وابستہ ہو جاتے۔

جن لوگوں کو پہلی عالمی جنگ کے ختم ہونے کے بعد کے برسوں کے حالات کا کچھ علم نہیں، انھیں مشکل ہی سے حساس ہوگا کہ ریگ آف نیشنز سے ملتی امیدیں و بستگاری کی تھیں۔ تاہم میں پہلی بار ایک فارے کے طور پر اس سلسلے کی ایک انجمن کی تشکیل کی گئی تھی جس کا مقصد تھا جنگوں کا تسلسلہ یا خصوصاً عوام کی خوش حالی، صحت اور اقتصادی معاشات میں بین الاقوامی تعلقات۔ آخر چار اس ادارے کے ارکان میں روس، جرمنی اور ریاست ہائے متحدہ جیسے ملک شریک نہیں تھے۔ بہت سے لوگ اس ریگ آف کے نئے عہد کی شروعات میں

ایک آسے کے غور پر، کچھ سے کچھ انھیں یقین ہو گیا تھا کہ ایک ایسی امید کو چھوڑ دینا بہتر ہے، اس کی ابتدا سے وقت سے لوگ جس کی تمنا کر رہے تھے اور امید کر رہے تھے اب جنگیں نہیں ہوں گی۔

لڑائی کے ختم ہونے کے فوراً بعد، نول بیکر کو دنیا کی تمام جگہ کے اہل شعبے میں تعینات کر دیا گیا تھا جو لیگ آف نیشنز کے منصوبے سے متعلق تھا۔ 1919 میں نول بیکر ریڈ کراس (Robert Geol) کے معتمد کی حیثیت میں جی کے مذاکرات میں شریک ہوئے۔ انھوں نے لیگ آف نیشنز اور دیگر تنظیمیں زیرِ آرمائیڈیشن کے مہم نامے کے مسودے کی تیاری میں معاونت کی۔ فوراً بعد ہی ان کو لیگ آف نیشنز کے Mandate کے شعبے میں ملازم رکھ لیا گیا تھا۔

1920 میں نول بیکر کی زندگی میں ایک مہم کی شروعات ہوئی۔ یہ وہی سال تھا جس میں انھوں نے Fridtjof Nansen کے ساتھ کام شروع کیا تھا جو اسی وقت تک جاری رہا جب تک پولیسکی زندگی نہیں۔ ضروری نہیں کہ میں روس، یان اور ایڈیٹور کو چک میں انسانی بقائی کے لیے کیے جانے والے پولیسکی کے کام کا ذکر کروں۔ محسب ان سے واقف تھا مگر میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ نول بیکر نے ان کاموں میں بطور مددگار، پولیسکی کے دوست کے طور پر تعاون کیا تھا۔ مجھے اس عمر سے میں ان روزانہ ادارے درمیان ہونے والی سختیات کو پہنچنے کا موقع ملا تھا، اور ان کے یہ خطوط نول بیکر کی معاونت پر فانی رہائی داتے تھے۔ انھوں نے شہریت کی چک ایک سے پہلے ہی دریافت ہوئی سے کام کیا تھا، اور یہی مذکورہ ادارے میں لیگ آف نیشنز میں پولیسکی کے مشیر کے طور پر بھی کام کیا۔ ان کو 1927 اپنے ایک خط میں پولیسکی نے لکھا تھا:

”یارے بیکر!

میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔ مجھے بہت پہلے ہی اپنے دل کی گہرائیوں سے تمھیں شہرے کا خط لکھنا چاہیے تھا کہ تم جیسا آئے اور مجھے بہترین مددگار کی طرح واقف ہو۔ اس سے میری مراد یہ ہے، تم ہمیشہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ میری تجویز میں نہیں آ رہا ہے کہ میں تمھارے بغیر اس طرح اتنا کام کر پاتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے لیگ کے لیے جو تجویز کی ہے، تمھارے بغیر نہیں ہو سکتی تھی، تم ازم اس انداز سے تو نہیں، جیسے کہ ہوا ہے۔ اور شروع سے اب تک اسی طریقہ چلا آ رہا ہے۔ پورے دوست، میں اور اس طرح کہیں کہ تم نے میرے لیے اور لیگ کے لیے کتنا کام کیا ہے، اگر تم نے اس میں کتنا وقت صرف کیا ہے۔ میری سرفرازی میں ہے کہ وہاں کے لیے اس طرح کام کرنا تمھیں بہت ذہنی محو فراہم کرے۔

پوچھ آؤش کے لیے بغیر خود غرضی کے کام کرنا تو عجیب ہے، تم چوں کہ ہم اس دنیا میں رہتے ہیں، تم ازم

دہاؤں کے لیے یہ امر محسوسیت کا باعث ہو گا کہ دوسرے کام کرنے والوں کو بھی ان کا جائز حق ملے۔“

مادرے میں ہم نول بیکر پولیسکی کا سرفہرہ دوست سمجھتے تو زیادہ دوسروں جانتے ہیں۔ عمر یہ حصہ ان کی زندگی کے کئی باب میں سے ایک باب سے جانی وقت سے، جب وہ خد کھاتیا تھا میں نے جس کا ابھی ذکر کیا ہے، اب تک میں نے اس سے زیادہ عرصہ گزار دیا ہے، جس میں نول بیکر نے قربانیاں دینے کے

لیے ان محکمہ کام کر رہے۔

اگر چہ نونل بیکن نے ایک آف نیشنز کے افسر کی حیثیت میں نیشنل گم مرے کام کیا تھا، وہ دشمنی طور پر ایک کے لیے مسلسل کام کرتے رہے، جسے کانٹنل اور اسمبلی میں حریرانہ سمیں کے مشیق و حیثیت میں، اور بعد میں ترکیب اطہر جات کے لیے آرٹھر اینڈرسن (Arthur Anderson) کے مشیق کے طور پر، در بانیخ 1931 سے 1933 تک ترکیب اطہر جات کے کمیشن میں۔ انھوں نے ایک کے لیے دوسرے میدانوں میں بھی کام کیا تھا۔

انھوں نے اپنے تجربات، اور اس زمانے میں زیر بحث اہم سوالت پر اپنے خیالت اپنی کتابوں (1925) The Geneva Protocol، (1926) The Coolidge Disarmament Conference، (1927) The Private Manufacture of Armaments میں تحریر کیے تھے۔

بحر میں سے کون سے جسے آن Geneva Protocol اور اس پر اٹھائے گئے سوالت یاد آتا؟ اس وقت ریاستوں پر قومی عسکرانی کے دے دینے کا غولی صاف تھا، اس تحوی مہرین کے ٹھوکے بھی تھے جنھیں نے Protocol کو ختم کر دیا تھا۔ اس وقت کے حارت ہی سے تھے کہ Protocol نے ٹائی اور عتوقی بنی وصال دی ہوئی، جو بعد میں ترکیب اطہر جات کی رد عوار کر دیتے۔ جیسے کہ نونل بیکن خود کہتے تھے: ہماری نسل کو دنیا کی، اور سب سے زیادہ یورپ کی عسکرانت سے جان بچنا چاہیے، جو ہماری بچھنی سوں نے ہم پر مسلط کر دی ہے۔ یہ کسی ملک پر دنی سے جس کی جزیی بہت گہری تھی، جن کے لیے صرف تسکین پہنچانے والا دوا ایک کافی نہیں ہوگی جو مہذب سہر کی بی صمت کا باعث ہو سکتی تھی۔ اس کو بعد ختم لیں کر دیا جائے۔ مگر Protocol کی جو اس مست میں ایک صحیح قدم تھا، وہ ہماری ہتادینوں کے رتخضایع سونے کے لیے خاموشی سے اماروں میں بال بال دیا گیا، اس لیے کہ آت کی طریت جب بھی، نونل بیکن کے ان الفاظ کا اخلاقی معنی تھا، "وہ لوگ جو اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آمد میں اقوانی وارے بنائے جاسکتے ہیں، اب آگے قدم نہ اٹھا چاہتے ہیں۔ اور جنھیں اس پر شبہ سے وہ ہٹچکاتے ہیں۔" وہ بعد والے وگ اٹھے جو اس موقع پر فایا رہے تھے۔

اپنی کتاب 'Disarmament' میں نونل بیکن تمام سوالت پر بحث کرتے ہیں اور یہ خیال عام کرتے ہیں کہ بین اقوانی ترکیب اطہر جات امکانات کی حدود میں آتا ہے۔ مگر بھی، ایک حقیقت پسند ہوتے ہوئے، وہ ان مشکلات کو زیادہ جلد دیتے ہیں جو ترکیب اطہر جات کو پیش آئیں گی۔ ان میں سب سے بڑی مشکل ہوگی یہ بھی کنٹرول کی منظوری۔ وہ کہتے ہیں، "بہت سے وگوں کا خیال ہوگا کہ وہ حقیقت یہ سکیر بھی قیوں نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ اس میں عسکرانی آزادی کی قیوتی پڑے گی، موجودہ حارت کے پیش نظر جس پر کسی حکومت کے مانعی ہونے کی قیوتی نہیں کی جاسکتی۔"

اپنی کتاب *The Private Manufacture of Armaments* میں ٹولز بیکر نے مواد کا ایک بڑا ذخیرہ اکٹھا کیا ہے تاکہ اس کردار پر سے پردہ اٹھایا جائے جو اس صنعت نے ادا کیا ہے۔ اُس وقت بہت سے لوگوں نے یقین کر لیا تھا کہ سمجھ کی بجائے محنت سطر بندی پر آسانے میں ایک امر غصہ تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ ایک بار جب نئی حکمت اختیار کر دی جائے گی اور اسطر سازی کی صنعت کو ریاست چلانے لگے گی، تو اسطر بندی کی کوڑ کی سب سے بڑی وجہ ختم ہو جائے گی۔ اس میدان میں ترقیات نے واضح کر دیا ہے کہ ریاست کی حکمت ہونے کے باوجود حالات بہتر نہیں ہوئے ہیں۔ مگر ٹولز بیکر کی کتاب واضح کرتی ہے کہ نئی اسطر ساز صنعت کی ملک کی حکومت سے سزاوارتھی، اس لیے اس کا کردار اہم تھا۔ اس وقت کی طرح، اس وقت بھی ریاست کی پالیسی کی فیصلہ کن ثابت ہو سکتی تھی۔

ٹولز بیکر نے جو تجویزیں دی ہیں، ان سے ان کی عین حقیقت و حقیقت اور ان کی قابل اجرا سمجھ رہا تھا۔ اندازہ دیتا ہے جو اس کتاب کی تدوینوں میں سے بھی آگے لے جاتی ہے جس میں یہ لکھی گئی تھی۔ ان سب کے باوجود صرف ان کی تجویز ہی نہیں بلکہ ان کی ذاتی سرگرمیوں نے سب سے بڑا تعاون کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ میں۔ قومی منافع کے بارے میں جس قدر بھی کام ہوا ہے، وسیع معنوں میں ذاتی طور پر اور اپنے ملک کے نمائندے دونوں حیثیت میں، سب میں ان کا ہاتھ اور یہ بات سچ لگتی ہے۔ ان کی طرح طرح کی سرگرمیوں سے، جو انھوں نے دونوں جگہوں کے درمیانی وقفے میں ایک آف نیشنل بورڈ میں۔ قومی سیاست میں جاری رکھی تھیں، چار اٹھال نہیں ہو سکتے تھے، انھار کے آر پار تفصیلات بیان کی جانے لگے تھے۔ یہ مقرر کی نہیں ہوئی۔

1929 میں ٹولز بیکر برطانیہ کے دارالحکومت میں سیر پارٹی کے نمائندے کی حیثیت سے منتخب ہوئے، اور 1930 کے عشرے میں وہ سیر پارٹی کے سب سے اہم ترین رہنما رہے جسے جس کا خیال تھا کہ پاکستان کو پہلی خارجہ پالیسی میں ایک آف نیشنل کے لیے سوئے خطہ پر آگے بڑھنا چاہیے، ایک اور موقع پر یہ بیان کی شدید مزاحمت کی صورت میں ظاہر ہوا تھا، جب یہ مشورہ دیا جا رہا تھا کہ برطانیہ کو مسویتی کے اچھوتے پہلے کے باوجود یہ اس کے خلاف پابندیاں ختم کر دینی چاہئیں۔ وہ سیر پارٹی کی جنگ میں برطانیہ کی عدم مداخلت کی پالیسی کے سخت خلاف تھے اور انھوں نے ماسکو کے معاملے میں برطانیہ کے مذہب زدہی پر بھی تنقید کی تھی۔ وہ بھی اس گروہ کے رکن تھے، چہ جائے جس کی رہنمائی کر رہے تھے جس نے لٹویٹ اور ماسکو کی مداخلت ہے۔ ان کے خلاف مزاحمت کی تنظیم کی کوشش کی تھی۔ ان قوموں کی اتحادی مقرر کرنے کے لیے، جنھیں خطرے کا سامنا تھا، انھوں نے سیر پارٹی کے نمائندے کی حیثیت میں چیمبرس سوا کیا، اور بعد میں فن لینڈ کے دربارے کیے تھے۔ محمود اپنے ملک میں، ٹولز بیکر نے ایک آف نیشنل بورڈ کی بنیاد میں مدد کی تھی اور وہ اس کے عملی طور پر سرکردہ مکان میں سے تھے جسے 1930 کے عشرے میں ہے پتا دیا گیا تھا۔

عمر، 1920 اور 1930 کے عشروں کے دوران بھی ایک آف نیشنل بورڈ کے کام کی توجہ کا مرکز

ہی تھی۔ آخر قیہ تو یہی ہے چند ہی فراہمیں گئے جنہوں نے ایک آف نیشنز کے مطالب کے لیے اور لوگوں کو  
اس کی میت سمجھانے اور اس کی تائید کرنے میں اس قدر کام کیے ہوں گے۔ 1926 میں شروع ہونے والی  
اپنی : جو ب کتاب The League of Nations at Work میں انہوں نے ایک آف نیشنز کے تصور اس  
کی تنظیم، اس کے کام، اور اس وقت تک کی کامیابی کی ایک واضح تصویر پیش کی ہے۔ کافی عرصے تک انہوں  
نے مستقبل کے لیے ایک نئی امید پر عقیدت بھری امید قائم رکھی تھی۔ وہ لکھتے ہیں: ”قید یہ امید کہ  
مناسب ہوگا، کہ اگر مستقبل میں کبھی کبھی کسی قسم کے پیچیدہ دنیا کی حکومت کی ضرورت پیش آئی تو ایک کے  
اعمال اس کے لیے ایک مستحکم بنیاد ہم کر سکیں گے۔“ غمزدہ اس امکان کو بھی غور انداز نہیں کرتے کہ اس  
قسم کی امید ہے کار بھی موافق ہے۔ ”شکر ایک کے مستقبل کے بارے میں ایک تیز ضرور ہے جو بہت زیادہ  
امید رکھنے والے مصلحین کو بھی خاموش کر سکتا ہے۔“ اور وہ شبہ یہ ہے، کیا اس کے کاروں کو واقعی موافق دیا  
جائے گا کہ وہ کسی نئی عالمی جنگ اور اس کے نتیجے میں ہونے والی مکمل تباہی سے پہلے، جو اپنے ساتھ سب کچھ  
بہاے جائے گی، اپنی طاقت جمع کر سکیں گے؟ کیا بین الاقوامی تعاون اور باہمی اعتماد کی قوتیں، ایک جن کو  
تند و تیزی سے، اپنی طاقت ور ہوں گی کہ وہ مسکرت، خیرت، شبہات اور نظام کی طاقتوں سے ٹکرائیں؟

میں نے یہاں پر محسوس کیا کہ ماسوٹ اور ٹرنے ایک آف نیشنز کا مفاد پرورد تھا۔ آٹ بھی یہی بہت  
سے بڑے تھیں انہوں نے ایک آف نیشنز کے کام کو بھروسہ دیا ہے اور ایسے بھی ہیں جو ایک کو برا بھلا کہتے ہیں کہ  
وہ 1930 میں انھیں بے خوفانہ طور کے میں کام دے رہی تھی۔ اس نے ان کو باہمی ضروری ہے اور مستقبل پر ان  
کے عقیدے کو ان سے چھس یا ہے۔ تو یہ کم کام کی رہی ہو وہ چھتے تھے۔

فول بیکر، ہی اور ویل فیکل بڈ سب پچھلے نہیں دیتے۔

اگرچہ ان کو یہ سب دیکھنے پر مجبور کر دیا تو تھا۔ جس کے لیے انہوں نے اپنی ذہنیاتی کے تے ہری  
محنت کی تھی وہ سب ان کی آنکھوں کے سامنے شمع ہوتا جا رہا تھا۔ پھر بھی، 1945 کے بعد انہوں نے ایک بار  
پھر ہو بہو ان ہی آدرشوں کے لیے جنگ کی تھی، ایک آف نیشنز جن کی فائدہ دہی تھی۔

1942 میں وہ چھپ چلی حکومت کے زعمی بنادیے گئے تھے اور 1945 میں انہوں نے انہیں کے ساتھ کام  
کیا۔ ان واقعات کے بعد ہی Preparatory Commission کا نام دیا گیا۔ ایک آف نیشنز سے حاصل  
کئے تجربات کے ساتھ انہوں نے مشاورت کی تیاری میں مدد کی تھی جس کے ذریعے اقوام متحدہ کی تنظیم کی بنیاد  
دیکھی گئی اور اس کے مختلف شعبے اور اس سے منسلک ادارے جیسے Food and Agriculture  
Organization وجود میں آئے۔ انہوں نے International Refugee Organization کو بھی آگے  
بڑھایا، اور عہدہ کے لیے ایک عدد محدود اقتصادی کمیشن کے قیام کے لیے سفارشات بھی پیش کی تھیں۔ یہ تھیں  
ان کے کارہائے نمایاں میں سے کچھ ہی تھیں۔

اس عرصے میں وہ بین الاقوامی حکومت کے نام کے پیچھے غور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بڑی حد تک، ذاتی

طور پر نہ بہت کی شہرت نہ ملے تھی اور ترتیب کے ذریعے یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ امن کا مسئلہ حل کرنا چاہیے اور ان سب کو برطانیہ کی جانب سے قبول کر لیا گیا تھا۔

برطانیہ کی حکومت کے نمائندے کی حیثیت سے ان کا کام ان سب سے کہیں زیادہ اہم اور پہلے تھا۔ وہ نوکلئیر کی تھیں جنہوں نے ہندوستان، آئرلینڈ اور نیو فونڈ لینڈ کے مذاکرات کی رہنمائی کی، اور یہ سب چلایا جاتا ہے کہ ہندوستان کے مذاکرات کے مسائل کے بھرپور حل کے ذریعے دارلحکومت ان سارے مسائل میں ملتا ہے سب سے اہم وہی [ہندوستان کا] مسئلہ تھا۔

نوکلئیر کے تمام بین الاقوامی مشن کی تفصیلات میں، جن کے دو ذریعے دارلحکومت، جہاں ممکن نہیں ہو سکا، شرمیں صرف، کتاب نے ان کی جازت چاہتا ہے کہ انہوں نے ہندوستانی تنظیم UNRRA کے کام میں عملی شرکت کی تھی، اور یہ بھی کہ انہوں نے World Health Organization اور UN Economic and Social Council میں برطانیہ کی نمائندگی کی تھی۔

جب ان کی حکومت ختم ہوئی، اس وقت نوکلئیر کے اپنے ملک کی نمائندگی ختم ہونے والی تھی۔ مگر سیر پارٹی کی ٹینڈ کیسٹ کے نمائندگی کی حیثیت میں انہوں نے خارجہ پریمی کے حزب اختلاف کی جانب سے ہم کرنا واد کیا تھا۔ جس ان کی نمائندگی کے تنازعے پر بحث کے دوران دارلحکومت میں ان جانے دے کر یہ انہیں طریقہ دے جس میں انہوں نے سوچنا پر حملے کی شدت بڑھ گئی تھی، اس لیے کہ برطانوی حکومت نے اقوام متحدہ میں گئے بغیر خود ہی دو قدم اٹھا لیا تھا۔

مگر یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ 1958 میں نوکلئیر نے سب سے اہم کام کیے تھے۔ The Arms Race اس کتاب میں انہوں نے حزب اختلافات کے مسئلے پر پہلو سے بحث کی تھی۔ حزب اختلافات کے مسئلے کے حل کرنے کی کوشش میں پیش آنے والی مشکلات کے بارے میں وزنی اور مابین دیکھ اور نیے گئے تھا۔ اندازوں کے باعث یہ کتاب پڑھنے والے پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ اس پر ہندو اور جدید دور کے اس پر حزب اختلافات پر جو عام طور پر جوہری ہتھیار، ہند کیسٹ اور حیاتیاتی ہتھیار کے بارے میں مصنف کے کام اور اس کے بیانات ایسے ہیں جن پر صرف چند نظریات میں مناسب رائے دینا ممکن ہے۔

اس کتاب میں دو عالمی جنگ کے بعد سے حزب اختلافات پر مباحثہ کرنے کی سرحد و جد کی کھوج لگانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کوششوں کا تذکرہ بھی کرتے ہیں جن کے ذریعے سر پارٹی کو منظور قابل قبول کنٹرول قائم کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ تمام کوششیں اس لیے کام ہوئی تھیں کہ وہ بھی اپنے ملک کے اندر ریویو کی گمراہی پر راہیں نہیں تھیں۔

جہاں نوکلئیر کی رائے ہے کہ 1955 تک سوویت ریاستوں کا کافی کاغذی اور فکری دور تھا، وہ یہ بھی سوچتے ہیں کہ نظر آتے ہیں کہ بعد میں مغرب والے اپنے مباحثات میں بہت بہت دور ہو گئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ سمجھا لیا ہے کہ آج سوویت یونین منجید نظر آتی ہے، جب کہ یہ ہے کہ حزب اختلافات پر یہ دور تھا۔

ترکیب اسلوجات کمال غور پر ہونا چاہیے اور اس کو میٹر ہونا ہے تو اسے ہر قسم کے اسلٹ پر مائل ہونا چاہیے۔ پہلی کتاب میں نوکل بیکران امکانات پر بحث کرتے ہیں جو میٹر کنٹرول کے لیے موجود ہیں۔ نہ صرف ترکیب اسلوجات کے لیے، بلکہ باہمی کنٹرول کے لیے بھی۔ وہ اس سلسلے میں کئی قطعی اور قطعی تجویز بھی پیش کرتے ہیں۔ جتنا تجویز پر کیے جانے والے اعتراضات کو یک لخت رد کرنے کے بجائے، وہ دلائل حتیٰ التمام سے ان کا توڑ پیش کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ اچھی اس بات پر یقین ہے کہ ہمیں اس خطرے کو قبول کرنا چاہیے جو وہ میٹر اور کمال غور پر قابل اعتبار ثابت نہ ہو سکے۔ اس لیے کہ یہ خطرہ نسبتاً کم ہے، اور مقصدی میں نقص ہے۔ مقررہ چار چریں باتیں کرنے، جو ہم آت کر رہے ہیں۔ نوکل بیکر کو جو تھوڑے ذریعے، ایٹمی کنٹرول کا نظام توڑ کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ پہلی کتاب میں، اس نے خیالات کا جوڑ پیش کرنے میں، وہ کسی مقام پر بھی محکم حتیٰ التمام کے ذریعے اپنے بیانات کو صحیح ثابت کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔

نوکل بیکر و دیگر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلوج بند کی دو ذرات خود جنگ کی بہت ساری وجود میں سے ایک امر ہے۔ مگر ایک ملک اسلوج بند کرنا سے تو دوسرے ملک کے غبار کی تیاری ہوتی ہے، اور ان کے خطرے میں ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں، وہ بھی اسلوج بند کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، اس لیے کہ کوئی حکومت ضروری پیش بندی نہ کرے اپنے ملک کے تحفظ و خطرے میں ڈالنے کی بہت بھی نہیں کر سکتی، جب کہ اس کے ہائی ٹرینک سروس پاؤں ملک کے اندر سے نظر آتے ہیں۔ اس طرح، مار کے ملکوں میں اسلوج بند کی ضرورتی رہتی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو، اسے امداد و شہر کی مدد سے یہ اٹھاتے رہتے ہیں کہ یہ نہ سب میں یہ جوڑ کی طرح ہی ہوتی ہے۔

اپنے بے حد حساب تجربے کے باعث جنہوں کے وہ ملک کے عرصے میں ان کی سرانے پر کام کرنے سے انھوں نے بہت کچھ سیکھا ہے، اور یہ یقین کرنا نہایت بوجہ ہو گا کہ نوکل بیکر اس بات کے قائل ہیں کہ ترکیب اسلوج کے مسائل آسانی سے حل ہو جائیں گے۔ ہم نکتہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں اس کے بہت روشن امکانات ہیں۔

جن طرح کریم سب جانتے ہیں آت ترکیب اسلوجات کا اس بات پر انھیں بے حد مغرب اور مشرق کسی کنٹرول کے نظام پر متفق ہو سکتے ہیں۔ نوکل بیکر و یقین ہے کہ 1945 کے بعد سے اس کے ہوجانے کے امکانات کچھ روشن نہیں تھے، جتنے کہ آت انھوں نے دے دیے ہیں۔ ان کی ٹیوشن میں 1958 میں ماسکو میں خروشیف اور نکویان (Nikoyan) سے ہونے والی بات چیت سے زیادہ وسیع ہوئی ہے۔ ان سے یہ تاثر ہے کہ جب [روسی مہندسوں] ترکیب اسلوج کے بارے میں بات کرتے ہیں تو انھیں سمجھتے ہیں۔ غمزدہ کہتے ہیں، ان کے اندر اس کا صرف اسی طرح اطمینان ہو سکتا ہے کہ ان جوڑ ترکیب اسلوجات کے کنٹرول کے بارے میں تفصیلی معنی پیش کیا جائے جو ان کے لیے قابل قبول ہو۔

کچھ نوکل بیکر و ان کے دیتے ہیں کہ ترکیب اسلوجات کے مسائل کے معاملے میں ان کا رویہ بہت

رومانوی ہوتا ہے۔ ایسے کچھ جس دیکھ سے ان کا کہنا ہے، جس نے بھی ۱۹۱۹ کے بعد سے ہونے والے  
ترک اسلحہ جات کے مذاکرات بظریعہ سے دیکھا ہو اسے کامیابی کے بارے میں خوش امید کی تصوروار نہیں  
کہا جا سکتا۔ مگر جو اس کے ہند کی موجودہ رو کو سمجھتا ہو اس کو بھی قنوطیت کا تصور وار نہیں کر دانا چاہئے، جو شاید  
زیادہ بڑی غلطی ہوگی۔ ترک اسلحہ اور باغیہ امن کے منصوبوں کے قابل عمل ہونے کے بارے میں شکست  
پسند ذہنیت ہی سب سے بڑی مصیبت پذیر غلطی رہی ہے، جو جدید دور کی جمہوری حکومتوں کے ہاتھوں ہوئی  
ہے۔

شکست پسند ذہنیت رکھنے والے، دوسرے پسند اور قنوطی دونوں سے ان کی سفر نہیں۔

ایسے لوگ شاید ہی بھی دنیا کو متاثر بنا سکیں گے۔ ایسا تو صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو خوش امید و خوش  
عقیدہ ہیں اور ناکام کوششوں کی صورت میں نئی کوششیں کرنے والے ہیں، یہ نئے طریقوں کی ناکامی پر نئے  
طریقے آزمانے والے ہیں۔

جھپ ڈن بیکر اپنے مخصوص ڈھانچے میں اعلیٰ انسان تھے۔ زندگی بھر وہ Quakers کے بندو باند  
آدش سے وابستہ تھے۔ بد کی نئی زندگی قصب کے انھوں نے ہمیشہ اپنے انسانوں کی مدد کی ہے انھوں  
نے اس کی دنیا بنانے کی کوشش کی ہے جس میں انسانوں کی قوموں کے درمیان وجود کی جدوجہد کے لیے تشدد اور  
سجے کی ضرورت نہ رہے۔

امید یوں اور ناکامیوں کے وجود، جھپ ڈن بیکر نے بھی ہار نہیں مانی، بلکہ انھوں نے پامردی سے  
سششیں پرور کی تھیں اور آخری دنیا کے حصول پر نظر جمائے رکھی تھیں۔

صدر نشین مارڈیون ٹیٹس کمیشن Gunnar Jahn کی نوابی

خطبہ:

## امن اور اسلحہ بندی کی روش

کل میں نے اس عہد کے حصول پر اپنا تھک چڑھ کر کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ عہد مجھے یوں دیا گیا  
ہے؟ (سنر Gunnar Jahn نے پیش کی اپنی تقریر میں جنہوں نے اس سوال کا جواب دیا تھا)  
میں تمام انسانوں میں سب سے زیادہ خوش قسمت ہوں۔ میں اپنے باپ کا بیٹا تھا۔ میں Norman Angell کا  
قریبی دوست تھا۔ میں نے کیمبرج کے ایک صاحب علم کی حیثیت میں کیمبرج یونیورسٹی میں ان سے بات کی تھی،  
جب انھوں نے اپنی پہلی بورر جواب دی تھی۔ میں اگست ۱۹۱۴ کی چارم رات کو کیمپ میں ان  
کے کیمپ میں ان کے پاس تھا، ان کی آواز سن کر تھی جب (یہ دونوں پر ایمان کی گھڑی) جگ چسپے آجی



راست کا گھٹنا بھی تھا، جس وقت گھڑ سوار توپ خانہ فرانس کے لیے مل گاڑی میں سوار ہوئے تو شاہراہ  
Embankment سے ڈکھو رہیں۔ اسٹیشن کی طرف آگے بڑھ رہا تھا۔ جس علم تھا کہ توپیں چلی ٹھوس  
ہوتی تھیں، کہ جلی مانی جنگ شروع ہو چکی تھی۔ جب دو جنگ ختم ہوئی تھی، مقدر نے فیصلہ کر دیا تھا کہ میں  
مانڈٹ سیسل کے لیے آرٹھر ہینڈرمن کے لیے اور Fridtjof Nansen کے لیے کام کروں۔

میں آپ کو یادوں قصبے سے ملتا ہوں کہ سیسل اور ہینڈرمن نے کس طرح مدد کی تھی ایک آف نیشنز کی  
تفکیکیں برطانیہ میں، بین الاقوامی عداوت کے قیام میں، بہت سے حصوں میں مانی تعاون نہ جانے جس نے کہ  
انہوں نے کس طرح ہر قسم کے امور جات کی کمی کی پاسی کے کام میں کوئی تہذیب میں بدلتا تھا، جن کی بنیاد  
پر معاہدہ ہو سکا، کہ انہوں نے کس طرح دنیا کی ملے باہم کی رہنمائی کی تھی، جسے اس وقت کی امریکو تھیں،  
ایک منصوبے کے ذریعے 1932 میں ترکیب امور جات میں حد درجہ کی کرنے کے لیے استعمال کر سکتیں، اگر  
میں وہ حوصلہ اور اتنی بالغ نظری ہوتی جس کی ضرورت تھی، کہ وہ عظیم کامیابی کا سب سے پہلا موقع اس  
طرح ضائع کیا گیا تھا، جب وہ اپنے مقاصد کے لیے رہے تھے۔

یوان کی غصہ کارہائے نمایاں کا دوران کی غیر متذبذب بحثوں کا حصہ ہے کہ آپ نے انہیں گزرے  
ہوئے دنوں میں اعزاز بخشا، اور میر خیال ہے کہ ان بھی انہیں کو عزت بخش سے تھا۔

اور ہاں Fridtjof Nansen — تو اپنے تمام دوستوں اور ساتھیوں کے لیے فلسفی سب سے زیادہ تلاش  
اور تمام تر ان کی عظمت کے منہ سر کے باعث، غصہ آزادیوں میں سب سے آدلی تھا۔ وہ تھائی لینڈ میں ان کی  
مدد بھی تھا جتنا کہ، کہ وہ نحمدہ اللہ کا کہتے تھے۔ حقیقتاً اس کے بین الاقوامی کام کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس امر کو پیش  
کرنے کے لیے اپنی یادوں کو کھانا پڑے گا کہ اس نے کس طرح کی بے پایاں رہے مثال شہرت پائی۔  
چند دنوں کو ان بھی یاد ہے کہ اس نے گریٹ ہینڈ کے ہدف ز کو کس طرح عبور کیا تھا، جہاں ہمارے  
تمام کھوجی کام ہو گئے تھے تمام ماریٹ کے مشوروں کے خوف، سمندر میں بہتے ہوئے خطہ ماکہ نے فانی  
توڑوں کے مدمیوں سے، وہ اپنی پائی کو ایسے بیڈن ہدف ز مشرقی ساحل تک کے گیا تھا جہاں سے وہی  
کے مکانات نہیں تھے۔

جب وہ قلب شمالی تک پہنچنے کے لیے چھتے تھے تو، ایک بار پھر ہمارے اس کو بڑھنے کا مشورہ دیا  
تھا، اور اس نے بچے جہاز Fram کو طلب کر لیا تھا، اس لیے کہ وہ بحر ہند شمالی کے برفیے میدان میں پھنس  
گیا تھا، اور اس کے سامنے جس ایک ہی راستہ تھا جس پر وہ سفر کر سکتا تھا، صرف آگے کی طرف کا راستہ  
جس سے پہنچنا ممکن نہ تھا۔

جب Fram مانی جہاز پہنا آجھا سفر طے کر چکا تھا، وہ شاہ میں اتنی دور تک پہنچ گیا تھا جہاں اس سے  
پہلے کوئی انسان نہیں جا سکا تھا، اور تھیں تھا کہ مزید اٹھا نہ جاوے وہ قانع بن کر بحاری طرف ابھرے گا، اور  
پھنس کا کیا کامیت ہو جائے گا۔

مگر وہ قطب شمالی سے محروم رہے گا، اس لیے نپلسی — اپنے واحد ساتھی جانسی کے ساتھ — ٹیموں اور برف پر کھینچی جانے والی گاڑیوں سمیت، kyak کے راستے Franz Joseph Land تک پہنچنے کی کوشش کرے گا، اور وہ وہی کے موسم میں وہاں قیام کرے گا۔ اسی کے پاس وہ زمین نہیں تھا، Fram چمڑکھلی میں نہیں تھا، وہ دور سفر 1,100 میل کا تھا، جس میں ہر میل پر دو طرح کے خطرات تھے۔ کیا کسی میں نپلسی جیسی جماعت اور مستقیم بارود تھا، جب Fram کے پہلو میں، چاندنی میں چلتے ہوئے برف زار پر کھڑے ہو کر اسی نے Fram کے بارے میں ڈاکٹر Sverdrup کو حیرت کبھی؟

نپلسی، جس نے جینو کے سفارتی شعبے پر دھواؤں، تھا، وہی نپلسی تھا جس نے قطب کی سمندری ریکارڈوں کو موجود کیا تھا۔

نوبل کمیٹی نے 1922 میں اس کو جو نوبل امن انعام سے نوازا تھا، وہ اسی کے اہمیت کوئی کے کام کے لیے تھا، جو اس نے ایک آف نیشنز کے اپنی کشمیری حیثیت میں کیا تھا۔ کتنے عجیبے طریقے سے اس نے یہ انعام حاصل کیا تھا! جنگ کے طوفان نے یورپ میں جو تباہی پھیلانی تھی اس کو صاف کرنے کے لیے اس نے ایک آف نیشنز کوئی طاقت دی تھی، اس کو یک مسلم و صوفیت کا گناہ کا رہنا دیا تھا، ورنہ وہ اس کے لیے میدان اور تعمیر نو کی علامت بنا کر پیش کیا تھا۔

اور اسی کی کامیابیوں کے نتائج دور رس ثابت ہوئے، جب اقوام متحدہ نے ایک آف نیشنز کی جگہ لی! UN Refugee Organization, UNRRA جس نے اس کے شوق کیے ہوئے کاموں پر کڑی نظر میں High Commissioner for Refugees, World Refugee Year, the UN کے لیے Economic Aid, Children's Fund (UNICEF), UN Technical Assistance وغیرہ پر یہ کہنا حیرت انگیز نہیں ہوگا کہ یہ سب کچھ اس کی بہت پسے کی کامیابیوں سے ابھرے تھے۔ اس کے باوجود اپنے زمانے میں اس نے سیاسی اور سفارتی میدان میں جو تاریخی کام کیے تھے، ان کے سامنے یہ سب کچھ بچ گیا۔ نپلسی کو یوں کے دلوں کے ساتھ تھیں کہ دنیا کو ایک نئی بین الاقوامی نظام کی ضرورت تھی، جس کی بنیاد طاقت پر نہیں، قانون پر معاہدہ سب کچھ بہت قریب سے جاتا تھا، اور اسے طاقت کی سیاست کی اندرونی کارٹریوں اور اپنی خیریت سیاست سے نفرت تھی اس نے اپنی تمام تر قوت اور بہت سے نیک کامیابی کی جہد کے لیے وقف کر دی تھی۔

وہ ایک کی پکلی اسمبلی میں اردو کے وفد کا قائد ہو گیا تھا، جب کہ اس کا وزیر اعظم اس کا نائب بن کر اس کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ گویا، پکلی کی نظریں نہ ہو گیا تھا کہ یہ وفد کس قومیت کا ہوگا۔ ایک آف نیشنز میں اسی کی شرکت کے دعوے پر غور کرنے کے لیے ایک بحث ہی اسمبلی ہائی گئی تھی جس میں 12 ممبروں کے ساتھ یہ بھی ایک آف نیشنز تھا۔ طاقت کی سیاست کی موجودگی بنا پر جب اعلیٰ تھے کچھ انگلیوں میں مخالفت کا مترادف کیا تو وہ اعلیٰ و فرانس نے اس چیز کو حیرت کی تھی۔

مگر نیلسن اور سیمیل دونوں تائب تھے کہ اب وہ ایک قوم ہے اور اس کو ایک میں شامل ہونا چاہیے۔ اس مختصر کیمپ میں ان کو کشت ہوئی، اور سیمیل نے نیلسن سے دریافت کیا تھا کہ اس سوال پر کیوں نہیں کہیں اس میں مقابلہ کیا جائے یا نہیں؟

نیلسن کا فوری جواب تھا، ”رہن جو رہ نہیں سکا چاہیے۔“  
 ”شہرہ کی حالتیں ہمارے خلاف ہیں۔“ سیمیل نے جواب دیا۔  
 ”بہت اہم کریں گے۔“ گویا اسے کوئی پڑاؤ نہیں تھی۔

ان کے نزدیک یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا، اس لیے کہ ان کے خیال میں موجودہ حال کا تھا۔ ایک کی ایک سب سے چھوٹی قوم کے قریب ان کے طور پر بھی وہ ان حقائق کو تسلیم کرنے پر تیار تھے جنہوں نے انہی کو جنگ جیتی تھی، اور وہ ایک میں حالت کی پست و باطل سما چوسے تھے اور اس موقع پر ان کی حمایت آمیز توہین جائز تھی۔ پوری سیمیل میں عام بحث میں نیلسن اور سیمیل، مارٹن لوتھر اور جنوینی لوتھر، فارغ ظہرے۔  
 ان کی حالتوں کو کشت ہوئی، اور اب وہ ایک کا رکن بن گئے۔  
 کتنی باری یہ منظر دہرایا گیا تھا!

نیلسن اور سیمیل نے کیمپ کو شہرہ دی۔ ”رہن میں ایک Council and Commissions کو بھی شہرہ دی۔ سیمیل نے کہا تھا، ”ایک کے لیے شہرہ تازہ خون ہے۔“ یہ مقولہ واقعی پورے کیمپ کے تائب ہے۔

میتا رینڈ کے نمائندے Giuseppe Moma نے ایک بار مشورہ دیا کہ جنرل کو ایک میں شامل ہونے کی دعوت دی جائے چاہیے کہ وہ اس نے اپنے سر پر فرانس کے سابق وزیر اعظم Viviani کو، سمیرہ (Glicerio) جیسی عیوش کھارہ انیسویں پوچھا کہ کرنے کی دعوت دے دی تھی۔ یہ پانی کے بعد نیلسن نے تقریباً بے ہوئے کہا کہ Moma حق بجانب ہے۔ بعد کے دنوں میں نیلسن نے Stresemann اور Luther کو راضی کر دیا کہ وہ بھی اس (مشورے) میں شامل ہو جائیں۔

1923 میں سوئی (Mussolini) نے ایک سرحدی جھڑپ کو بہانہ بنا کر کارٹو جزیہ سے پر قبضہ کر لیا۔ یونان نے یہ حوالی میں ایک اور جھڑپ میں Allied Council of Ambassadors دونوں سے اپیل کی کہ سیمیل نے اپنی حکومت کی غیر جانبداری کے باوجود ایک کی استعداد کو برقرار رکھا، نیلسن نے سیمیل کو اپنی تائید پر مجتمع کیا، چھوٹی قوموں کو انعام دیا اور سوئی کی دھمکیوں کا جواب دیا کہ سیمیل میں وجوہ دھارہ تقریب کی، اور فلسطینی مندوبین کے ٹائیڈ وائس کو تباہ کر کے رکھ دیا۔

سیمیل نے بہت جلد نیلسن ایک ستون تھا جس کے اطراف تمام نمائندے اکٹھے ہو گئے ہیں تاکہ اس کو ہانڈ کریں جو صحیح بھی ہے اور منصفانہ بھی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ڈرامائی کارٹو سیمیل میں نیلسن نے ایک کو بھی یہ تھا، شاید اس نے جنگ کو

چھڑنے سے رات دیا تھا، کارڈ کو ایک غیر متعلقہ شخص اور سے نجات دہانی جو مصیبت پانے پہنچا ہوا تھا، (کئی بار یان کے وزیر اعظم بننے والے) Venezuelas نے مجھے بتایا تھا کہ یہ ایک کی سب سے بڑی فتح تھی اور نیپس کے بغیر یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

ہدایت، غلطی، جبری مشقت، بین الاقوامی عدالت کا۔ زنی امتیاز، جہاں تھانہ روس کی شمولیت، ایک کی آئینی شمولیت ان سب میں، یہی رہتا تھا، جن کو سبیل اس نے سب کو اپنی جہت اور اپنے اعتماد میں سے کچھ نہ کچھ دیا تھا، اور سب میں کے متعارف کے مطابق اس کا جہاز سب بھی Fram ہی تھا، "مگر اور امور کے مقابلے میں یہ کے نزدیک ایک امر سب سے ضروری تھا۔ ترتیب امور جات!

مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس بارے کے جدید Viking کی مدح ختم کروں اس کی ایک قمری کے انتہائی سے جوں نے 1926 میں کی تھی۔

"یہ مسئلہ کہ جنگ کو کس طرح ختم ہونے سے باز کر دیا جائے سب سے پہلا سوال ہے، نہ صرف بین الاقوامی، بلکہ عدم سیاسی بھی۔۔۔

اگر ہم جنگ کو بایں نہیں کر دیتے، اگر ہم اس کو جوتے سے کھڑ کر چیتک نہیں دیتے، اگر ہم اسے کو ہم کو محدود نہیں کر دیتے تو۔۔۔ ہمیں اس بات پر یقین کرنا چاہیے کہ مستقبل میں، جیسا کہ ماضی میں ہو چکا ہے، اسے، اسے کا توڑ پیدا کریں گے، اتحاد اور اتحاد کا توڑ پیدا کریں گے، شبہات اور عدم اعتماد۔۔۔ بین الاقوامی بحرانات پیدا کریں گے، پیسے یہ رہائی کریں گے، ہٹا دیے جیوں کی طرف، اگر بعد میں یہ دہری جنگ ختم پیدا کریں گے، ہمیں کہہ مخوف، اپنے وعدہ اور پتی لال کے دور میں، کچھ چکے ہیں۔

اگر ہم نے اسے قائم رکھیں گے، اگر ہم ترتیب امور جات کے کام کو آگے نہیں بڑھا دیں گے، جسے ایک آف نیشنل نے بڑی کامیابی سے آگے بڑھایا تھا، تو جتنی طور پر جنگ آکر سے ہے۔"

1926 میں یہ غلطی کے گئے تھے 1933 میں، جب نیپس نے جیو میں، بارے کے لیے بڑے بڑے لوج انسان کے لیے، کو ترک اسلحہ جات کانفرنس، کام ہوئی، مہمانوں کا تعارف دیا گیا، جب مطلق حالت کی سیاست کی طرف واپس ہوئی، منجورید، چاقی اپنی سیخ، ہسپانیہ، آئرلینڈ، میونخ کے وال انگیز مسیہ ہوئے، اور دوسری عالمی جنگ ہوئی، نیپس جس کی پیشین گوئی کر چکے تھے۔

پورا دنیا میں جس جہد، اسلحہ بندی کی دوز کے معاملے میں ہم باہاں تھوڑے ہیں، اور ہم نیپس نے جہد کے سب سے بڑے مسئلے کے بارے میں سوچا ہے، اسلحہ بندی کی دوز اب بھی جاری ہے، بلکہ یہ سب کہیں زیادہ بڑھ چکا ہو گیا ہے، کہیں زیادہ بڑھ چکی ہو گئی ہے، اور پیسے سے کہیں زیادہ دیر خطر۔

اسلحہ بندی کی دوز کے خطرات کیا ہیں؟ میں ایک پہلی بے ضرر مثال کا سہارا چاہتا ہوں۔ اتفاقاً اب بھی قائم ہے اگر چہ آؤں جا چکے ہیں۔

1905 میں یہ عالمی بحریہ نے ایک بڑی مزاحمت چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا، یہ دکھانے کے لیے کہ جہاز

کبھی جنگ نہیں دیت سکتا اور بہتر سے کہہ دوں گا تو یہ بحریہ کو دیکھ کر کہیں سے دھت سے دست بردار ہو جائے۔ انھوں نے Dreadnought نام کے ایک غصہ بھری جہاز کا منصوبہ بنایا، اتفاقاً وقت و سرکاری خطرہ دینا تو کہا، دو چورٹی جرمن بحریہ کی کو غرق کر سکے۔ (Dreadnought کے سمندر میں اتارے جانے سے پہلے، اقتدار میں آنے والے ایک وزیر اعظم نے اور۔ رڈ ہائوس نے، جن کی وزارت انھوں نے اس کی تیاری سے تعلق رکھتا تھا، وار ہوا میں اعتراف کیا کہ شاید Dreadnought کی تیاری ایک سنگین غلطی تھی اور یہ سچی ثابت ہو گیا۔)

اس واقعے نے ایک ہی مائت میں تھی کہیں جرمن جنگی جہاز اور کٹر بندھن تھی جہاں کا وہ ہوا دیکھے۔ کٹر جہازوں نے بھی جہاز Dreadnought کی رسیا تھا، اور انھوں نے ان کی نہیں بلکہ ان کی یہ طاقوی جنگی جہاز اور حفاظتی کٹر بندھن کا یہ کہہ دیے، جو جرمن بحریہ کے شاہ کئی طاقت ور جہاز کو تباہ کر سکتے تھے۔ (1906 میں ہمارے پاس جرمنی، آسٹریا اور اطالیہ بحریہ کے مجموعی جہازوں کے مقابلے میں چوتھیں جہاز زیادہ تھے۔)

دوسرے غفلتوں میں، قانونی دلائل کے لئے Dreadnought کی ضرورت نہیں تھی کمرہ میں بعد، جہت لینڈ کی لڑائی میں، جہاں صرف Dreadnought کا مآلات رہا، فرق دو کے مقابلے میں ایک کا تھا، اگر ہمارے پاس دلوں نے غلطی کی ہوئی، خوش قسمتی سے جو نہیں ہوئی، تو ہم صرف لڑائی کی نہیں شاہد جنگ بھی ہار جائے۔

جنگی حکمت عملی کے اعتبار سے Dreadnought سب سے نیا دو سنگین ذہنیت کی غلطی تھی اس کی اعتبار سے یہ مطلق تباہی تھی۔ اس نے جرمن بحریہ کے یڈمرل اور وزیر دفاع Tirpitz Alfred von کو اور جرمنی کے ناکام سر کو جو جنگ چاہتے تھے بے اندازہ طاقت فراہم کر دی تھی، اسل یہ سال Dreadnoughts کے حصول کی دوڑ جرمنی اور برطانیہ دونوں میں جیت اور جیت کی طور پر پہنچ سوائے 1902 تک ہمارے وزیر خزانہ، لارڈ کرے کے مطابق یہ مدد غلط رہتی جس نے چورٹی تھوڑے جنگ کے خطرے میں ضائع کیا تھا۔

1912 میں سر ڈیوئیڈ بیٹن، جو اس وقت یہ حالوی کہ یہ میں تھے اور جرمن چانسلر میٹھمان ہانو ویک (Bethmann-Hollweg) دونوں نے اپنی حکایتوں کو تعبیر کی تھی کہ اگر اس کو روکا نہیں گیا تو اس کی بدولت دو سال کے اندر پہر جنگ شروع ہو جائے گی۔ تقریباً اتنے ہی دنوں میں یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی۔

جب جنگ ختم ہو گئی تو۔ رڈ ہائوس نے اپنا مشہور تقریر کی تھی: "یورپ میں اس کے کا بے پناہ پھیلاؤ، اور اس کا پیدا کردہ وحشت ہم کو محفوظ رکھنے کی بجائے غصے جنھوں نے جنگ کو مائت پر بنا دیا تھا۔ یہی ہے تاریخ کا سچ، کہ زمانہ حال کو ماضی سے سیکھنا چاہیے۔"

(یہاں سے ہے کہ تمام جدید جنگی جہازوں نے جنگ لڑی ہے، لارڈ کرے کے قول سے متعلق ہیں کہ رڈ ہائوس نے اور ہائوس نے رڈ ہائوس کے دماغ پر چارلس ہیوگس (Charles Hughes) کی مدد کی تھی، تاکہ 1922 کا میثاق؛ انھیں ہو جائے، اس معاہدہ جس نے جنگی جہازوں اور مشینوں کو ہار بھری جہازوں میں سے

اور مشہور زمانہ 1515ء کا مسابہ کام کر کے ریاست ہائے متحدہ، برطانیہ اور جاپان کے درمیان سہ ماہی اور غصے سے عبارت بحری اسلحہ بندی کی دوڑ کو روک دیا تھا۔ اس مذاق نے عمولی ترکیب اسلحہ جات کے معاہدے کا۔ جو اب آغا کر رہا تھا، جو معاہدے کے تحت، ایک آف نیشنل کرنے والی تقابلی ٹھکانہ، افسوس کہ عمولی ترکیب اسلحہ جات کا معاہدہ کبھی نہیں ہو سکا۔ جب 1932ء عمولی قیودوں کے بعد ترکیب اسلحہ جات کانفرنس منعقد ہوئی تو ریاست ہائے متحدہ کے صدر Hoover نے بحریہ میں 10 10 6 کا مسابہ کی مزید کی کی تجویز پیش کر دی، جو فوجوں میں خامانہ کی کے مترادف تھی، جس میں پسمے درجے کے منسوبے کے تحت تمام بینک اور بحری سونے کو پیش اور تمام ہسپارہوائی جہازوں کو ختم کر دیا جاتا تھا اور دوسرے درجے پر بیات اور رہائی کے مطابق جرمنی پر اسلحہ بندی کی پابندی نافذ کی جانے والی تھی۔

جرمنی، روس اور یہ اور تمام درمیانہ درجہ کے درجے کی طاقتوں نے اس منسوبے کی پڑاؤ طریقے پر پناہ لی کی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے بارے میں اس وقتوں کی عمولی اچھی طرح یاد ہے جب یہ تجویز پیش کی گئی تھی۔ اگر یہ معاہدہ راضی ہو جاتا تو کانفرنس کا مایوس ہو گئی ہوتی۔

یہ طاقت کے بہت سے لوگ راضی بننا چاہتے تھے جن میں نائب وزیر اعظم مسٹر بالڈون (Baldwin) اور کینڈیڈو پورٹی کے قائد شامل تھے۔ دو توائی سے آگے تک جانا چاہتے تھے کہ وہ مذاکرے سے زیادہ وزن کے تمام جنگی جہاز تمام طیارے اور ہر قسم کے فوجی جہاز، سب ختم کر دیے جائیں۔ اس سے مراد آبدوز کشتیوں کا خاتمہ بھی ہوتا، اور نہ یہ اور دوسری طاقتوں کی اس نوعیت کی پیش کش کی صورت میں کانفرنس کبھی کام نہیں ہوتی، جس پر وہ فوجی حکومت کی کمیٹی میں آدھ شکی اسٹریٹجی بالڈون کو چند دنوں سے شکست ہو گئی، ایک نہی فوجی ایڈمرل کو کانفرنس میں کہنے کا موقع مل گیا کہ ”جنگی جہاز جن کے پاس ہوں، ان کے لیے طاقت سے زیادہ قیمت دیتے ہیں، ان سے اتنے سے اتفاق سے اس نے صدر موزر منسوبے کو ختم کر دیا۔

کامیابی سے اتنے قریب پہنچنے کے بعد کانفرنس کا کام ہو گئی، اسلحہ بندی کی دوڑ کو روکیا گیا اور اس کا نام حکومتیں طاقت کی سیاست کے ہاپاک اصولوں کی طرف ڈٹ گئیں، اپنی سینیٹ اور مہم ناموں سے غدارانہ ہوتی، دوسری عالمی جنگ ہنگل اسی عمل کے ذریعے آگئی، ہٹلر اور سٹیلن نے جس کی چشمیں مٹی کی تھی۔

اور پھر جنگ میں کیا ہو؟ جنگی جہازوں نے کیا کر دیا؟ کیا جن کے لیے تھی میڈیکل خاک میں مل گئی تھیں؟ اور تقریباً بے کار تھے جب کہ جیسا کہ روایتی مذہب اور سم سب جانتے ہیں، تیس برس میں دوسری بار آبدوز کشتیوں نے ہمیں تقریباً مبرا دیا تھا۔

اور آج؟ اسلحہ بندی کی دوڑ جاری ہے؛ ہوائی جہاز بحری جہازوں کے لیے، جوہری توانائی سے چلتے والی آبدوز کشتیاں اور جوہری میز کی مستقبل کے تجارتی کشتیوں کے لیے جن کے بغیر یہ معاہدہ جی نہیں سکا، مہلک خوف میں گئے ہیں قیامت میں گئے ہیں۔

نہ صرف یہ بلکہ 1906ء میں Dreadnought کے بننے سے پہلے اس کے معاہدہ، امیر ایڈمرل جی جی رڈ

بیکر (Lord Fisher) نے کہا تھا، "بھاری بحری بیڑوں کے خلاف کسی قسم کی بات کرنا بھی ناممکنیت بنی ہوئی ہے۔" اس لیے بحری بیڑوں کی شروعات کے نصف صدی بعد، جس میں جنگی جہازوں کی شماریت قابل فہم تھی، بحری بیڑوں کی حالت میں تیسرے درجے پر آگیا، جسے دیکھا کر کسی ایک قوم کا متعارف کرنا سہاؤ کی حالت نہ بنایا۔ اچھی طرح دوسری قوموں تک پہنچ جاتا ہے، اور جس قوم نے اس کو متعارف کرایا ہو اسی کے تحفظ کو خطرہ بن جاتا ہے، اس طرح یہ اسلحہ بندی پر اکتفا کرتا ہے اور مزید نئے ہتھیار شامل کرتا ہے جو بحری جنگ و جدوجہد میں ان قوموں کی زندگی کو خطرہ بن جاتے ہیں جن کا اس دارمدری مندرجہ ہوتا تھی کہ بحری ہتھیاروں کی کے معاملے میں، برسرِ موقعہ 1906، 1932، 1955 میں ہونے والی یا ترک اسلحہ پر معاہدہ قوموں کے تحفظ کے لیے کتنا بیکار ہے، بھلے اس کے بحری جنگ کے لیے مزید حالت والے جنگی جہاز متعارف کرائے جائیں اور ان کی دیکھ بھل کی جائے۔

غیر جنگ کے دورے "جدید" حریقی مزید قہری حقیقت بن گئے ہیں۔ بحری موجود اسلحہ بندی کی دور کی حقیقت اس کا ثبوت ہے۔

روڈرے کا خیال تھا کہ 1914 سے پہلے کی مسابقت درجہ پن تھی، 1939 سے پہلے تو یہ دور اور زیادہ تیز تھی، 1945 کے بعد سے اتنی زیادہ ہو گئی جس کا 1939 میں کسی نے خواب بھی نہ دیکھا ہوگا۔

1914 کے مہینے کے زمانے میں قوموں کے پاس پانچ مہینے سے کچھ زیادہ فوجیں ہوتی تھیں، آج سولہ مہینے سے زیادہ ہیں۔ 1914 میں جنگوں کی تیاری میں اندازاً 500 مہینے پاؤنڈ سے زیادہ اخراجات ہوتے تھے آج یہ ٹرٹی 40,000 مہینے پاؤنڈ ہو چکا ہے۔

سب سے بڑی رقم فوجی تحقیق پر خرچ کی جاتی ہے، زیادہ گمانیں مانوں پر، تاکہ موجودہ ہتھیاروں کو بہتر بنایا جائے اور نئے اور زیادہ تہاذیب ہتھیار سے ناموں تیار کیے جائیں، جن کو موجودہ ہتھیاروں کے مقابلے میں تیزی سے استعمال کیا جائے۔

1938 میں یہ مہینے نے 6 مہینے پاؤنڈ سے زیادہ مسکری تحقیق پر خرچ کیے تھے 1953 میں 100 مہینے، 1959 میں 210 مہینے۔ قیمتوں میں تیزی کے ساتھ یہ سرکاری تخمینہ ہے، جو میں گمانا ہوتا ہے اس خرچے سے جو میں ہر گز گمانا ہوتا تھا۔

ریاست ہائے متحدہ نے 1940 میں مسکری تحقیق پر 5 مہینے پاؤنڈ خرچ کیے، جو ہرے مقابلے میں کم تھے۔ 1958 میں انہوں نے 19.00 مہینے پاؤنڈ خرچ کیے جو ہرے مقابلے میں تو زیادہ تھے اور اس میں شہر نہیں کہ سوویت یونین نے اس سے بھی زیادہ خرچ کیے ہوں گے۔ ہر قسم کے ہتھیاروں کے معاملے میں تنازعہ انتہائی ہے، لیکن یہ طعنہ اب ہتھیاروں کی فوجوں کو نئے ہتھیاروں سے نہیں کر رہا ہے، رائل سے لے کر چین تک، سب کچھ ہتھیاروں سے لے کر انسانی زندگیوں کے ہموار ہتھیار جہاز بنا رہا ہے۔

غیر 1945 کے بعد سے نام نہاد جدوجہد ہتھیاروں میں بڑی تیزی آئی ہے۔ جو بحری بحری فوجیں دیکھ

ہاں تاہم اس سے کم سبب اچھی طرح آشنا ہیں۔ 1945 میں میڈیٹھیمائٹس ٹرایڈ جانے والے جوہری بم ہمارے دس ٹن بڑے blockbuster بمس سے دوڑا اور ٹھنڈا زیادہ چھوڑا تھا جو ہمارے ہوابازوں نے نہایت پُر سکے تھے۔

اس (جوہری بم) نے ایک لمحے میں 100,000 ٹون ہلاک کیے اور مزید ایک۔ کھافر و معذور ہو گئے، جل گئے، اندھے ہو گئے اور جوہری تابکاری بیماریوں سے چھٹی ہو گئے؛ 1959 میں، اس بم کے باعث جو 14 ایس قتل کر دیا گیا تھا، بے شمار افراد روئے سے ظاہر ہونے والی بھی تک بیماریوں سے ہلاک ہوئے تھے۔ اوسو کے مساوی ایک شہر ہانگلی تباہ ہو گیا تھا؛ مکانات، کارخانے، دفاتر، فوجی ٹھکانے اور ہنگامے تھے۔ کچھ بھی نہیں بچا تھا۔

1954 میں کیا جانے والا۔ نام نہاد ہائیڈروجن بم کا تجربہ سبکی، وحشی thermonuclear ایجو۔ ہیڈ میڈیٹھیمائٹس ٹرایڈ جانے والے بم سے تقریباً ایک ہزار گنا زیادہ تباہ کن تھا۔ شہری دفاتر کا ایک سڑک، جو برطانوی وزارت داخلہ نے جاری کیا تھا، اُس جگہ سے کر ایک ڈی میگ ٹن بم۔ یعنی جو نوٹس کی دھماکا خیز ایجو کے ڈی مین ٹن کے برابر ہے۔ جو 1954 کے ہتھیار کے مقابلے میں متروک ہو گا۔ انیس کو سنو ہستی سے منادے گا: پورے مرکز کی تباہی، اور اس کے اطراف پھرے ہوئے شعلوں کا ایک بار، جس سے کسی کا بچ بچا ہوا ہی ہوگا۔

ہتھیاروں کی تیاری کی رفتار بدلتی ہی جا رہی ہے۔ چار برس کے عرصے میں، جب سے حکومت نے ”عمل“ ترک اسلحہ جات کے بارے میں بات کر لی، بند کردی ہے اور اس کے بجائے تباہ کن طریقے اختیار کیے ہیں، محدود سے ہیں؛ اور ان کی رفتار سے زیادہ تیز رفتار ہتھیاروں کی تیاریاں دو مہینہ درجے کی میزائلوں کی تیاریاں ہیں جن کی رفتار 1,200 + 500,100 مس کے برابر ہوئی؛ بین سپر معیسی میزائل جو 1961 تک تیار ہو کر کارآمد ہو سکتے تھے؛ سوویت یونین اس وقت تک سرحد پندرہ میزائل بنانے لگے گا، ہائیڈروجن بم کا شمار ان ہتھیاروں میں ہونے لگے گا جنہیں ایک ڈی ایس آر جہاز اور بین اسپر معیسی میزائل لے جائیں گے۔

بم جوہری توانائی سے چلنے والی آہستہ رفتاریں بھی دیکھ رہے تھے جوہری بم پر ہتھیاروں کی تیاریاں، وہ بھی، جلد ہی تیار ہو جائے گا جسے پانی کے اندر سے دغا جائے گا۔ ہم نے کیمیائی اور حیاتی طریقے کی جنگی تیاریاں بھی دیکھی ہیں۔

پگ واش (Pugwash) کانفرنس دانوں نے، ریاست ہائے متحدہ کے مسٹر ہاوس فیس (Cyrus Egan) نے جن کی بی بی سی انٹرویو ہے، اس میں بتایا کہ کانفرنسوں کے دیکھنے پر بدست کے لیے نوٹریٹس اور biologicals ہتھیاروں کی صورت اختیار کر سکتے ہیں۔ گوئرنگ (Goering) نے ایک بھی (nerve) گیس کی جیسے اس نے Tabun کا نام دیا ہے، بمیوں کے ایک روڑ پر استعمال کیا تھا؛ ہمارے ہمارے پانچ ہزار ایک ہزار کے دھماکے سے، اور چند کی باقی بچے تھے جو بعد میں شہید درد



کے بعد خود بھی ہلاک ہو گئے تھے۔

ایک امریکی جہاز نے جس پر ہوا کی بمباری ہوئی تھی اس پر اب اس نے نیا دہلی اور بھارت کے دیگر شہروں سے بھی زیادہ ہلاکتیں ڈالتے ہیں۔ یہ امریکی بحریہ کے ذریعے ہونے والے ہتھیار (biologicals) بھی اتنے ہی زور آور ہو سکتے ہیں، اور اگر وہ ہڈے سے لے کر ہڈیوں تک تک پہنچیں، تو اس سے بھی زیادہ خوفناک ہو سکتے ہیں۔

یہ شہر ایک قریبی ریلوے کے ساتھ (میں سپر ریلوے کے بارے میں نہیں کہہ رہا ہوں) بہت ہی مسکرتی حکومتوں نے اپنے کیمیائی اور حیاتیاتی ریلوے کو چھپا رکھا ہے، یہ ریلوے تاکٹیکل ایٹمی بمباری (tactical atomic bomb) اور low-yield thermonuclear device جیسے ذریعہ ہتھیاروں میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ جیسے، جن کے خلاف، ان ہتھیاروں کے ہانے ہونے پر کوششیں کریں، ان کے ہتھیاروں میں بغاوت کرتے ہیں۔

مگر یہ ملک کے باشندوں کو احساس ہو چکا ہے کہ موجودہ ہتھیاروں کی دوزخی کی طاقت کیسے ہے۔ ان کے نمایاں خود خال کیسے ہیں؟

سب سے پہلے تو ہمارے جن اتقوانی حادثات کا یہ سب سے زبردست خطرہ ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ تاریخ کا سب سے زیادہ زبردست انجیل کا دہشت گرد ہے کہ میرا ہتھیار قومی دفاع کے لیے تیار کیا جاتا ہے، مگر سب ممبرین مشتعل ہیں کہ ہمارے ہانے ہونے پر تہائی پھیلاؤ والے، ورنہ ہمارے کئے جانے ہتھیاروں نے دفاع کو تباہ کر کے رکھا ہوگا۔

تیسرے، یہ کہ ایک طے شدہ خطی ہے کہ ایک غیر معینہ مستقبل میں صرف یہ مسکرتی "دوڑ" ہوں گے، اس سے زیادہ نہیں۔ اگر اس کے ذریعے جاری ہونے والی توڑ پھوٹ میں چھپا ہوا اس سے بھی زیادہ دوا ہو سکتے ہیں، اور کون جانتا ہے کہ کون سی قوم سب سے بڑا دوا ہوگی۔

چوتھے، ہتھیاروں میں ترقی نے ہمیں اچانک، غیر متوقع اور ناقابل اصلاح حالت کے قریب تک پہنچا دیا ہے۔

پانچویں یہ کہ مسکرتی حادثات میں Johns Hopkins Operations Analysis Office کے لیے کام کرنے والے ادارے کے سربراہ ڈاکٹر ایلس جانسن (Ellis Johnson) کا خیال ہے کہ وہ دنیا کی جانب سے ایسے مسکرتی حملے کا امکان موجود ہے۔ ہزاروں کا خیال ہے کہ 10,000 میگاٹن بم اور مکی قلوں اور سمندر سے مار کرنے والے میزائل رکھنے والے ملک ریاست ہائے متحدہ، جو ہی حملے کے خطرے سے پہلے ہی دنیا کو تباہ کر دے گا۔

چھٹے یہ کہ ہم ان کے استعاروں کے لیے مسلسل تیار کیے جاتے ہیں۔ پچاس برس قبل ایک کنونشن نے جنگ کے قوانین کی تدوین کر دی تھی، جن میں ہمیں کی زندگی کے استعمال کو، کھلے شہروں اور شہریوں پر حملہ و دو نشانہ نہیں ہونا سمندر میں، نفاذ سے آگے بڑھانے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔

دس برس کے اندر ہی پہلی عالمی جنگ میں یہ سارے اصول توڑ دیے گئے تھے۔ تیسری عالمی

جنگ، پسے گئے مذاہے میں نسبتاً نیا، دو کمرہ کتبہ کردی گئی تھی۔

اپنی جنگ میں نہ بنی تھی۔ میں اس وقت ۷۷۳ میں تھا جب اپنی دیکھو میں سے باہر نکلا میں چھوڑے گئے تھے۔ اس کی سونٹ بند ہو رہی تھی دیور ہند تھی؛ میں نے دیکھا کہ فرانسس لوزا اپنی کے سپہی خوف سے اپنے ہتھیار پھینک کر بھاگ رہے تھے؛ میں نے سانس نہ لے سکنے کے باعث کٹاڑا کے سپاہیوں کو مرتے دیکھا، جب کہ ان کے منہ سے پیسے رنگ کا جھاٹ نکلا۔ باقیہ ہمارے پاس بھی نہیں تھی، مگر میں جیسے نہیں جانتے تھا کہ کبھی یہاں کوئی کے باعث، وحشی قلم بھی سر یہ جاتا ہے مگر مٹوئی ٹیمپ کی منظم جہاز کی نہیں سہی جاتی۔ ہمارے پاس بھی جا سہی اور لہذا اس کی ہر عزائے موت رہی ہے، مگر کھانپ کے drum screw اور track لے مقبوت خانے نہیں تھے۔

اور اب میں کیا ہوں کہ ہم تیسری عالمی جنگ کی تیاری کر رہے ہیں؟

جب ہنگر پولینڈ میں متروک زمین کیودیں کو تختہ کر رہا تھا، ہمارے پاس کئی مسن جنرل تھے جنہاں نے ان کو قتل نہیں کیا، ہمارے کسی جسم کا بدلہ نہیں کیا۔ مغرب کی حکومتیں بار بار اسرار کر رہی ہیں کہ اسرائیل پر ان کے اتحاد میں ہر صدر کی کیا، تو وہ فوراً ایسے ہتھیاروں سے جو بنی حملے کریں گی جو سڑکوں، عربوں، محروموں اور چھوٹے بچوں کو ختم کر دیں گے، جن پر ان کی حکومتوں کے کہے ہوئے کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی۔

جس بنیاد پر ہمارا مغربی حلف بنائے، اس میں کیا غرق ہو گیا ہے؟

ہم سبھی کی دوزخ کیسے روک سکتے ہیں؟

میں ایک سرودی دت کہا جاتا ہوں؛ جب تک آپ اس پر یقین نہیں رکھتے کہ جنگ، بلکہ تمام جنگیں روکی جاسکتی ہیں، ترک اس وجہ کی باتیں اعتقاد کی سبب کی۔ مغرب کی حکومتوں نے ۱۹۵۲ میں UN Gomission میں اعلان کیا تھا: "ترک اس وجہ کی بات کا مطلب صوبہ بنانا نہیں، جنگ کو اس طرح ناممکن بنانا ہے کہ ممبروں کے درمیان تعلقات برقی کے مطابق ملے ہوئیں۔ اس جوف کو حاصل کرنے کے لیے، تمام ریاستوں کو چاہیے کہ دنیا کو سبھی سے پاک بنانے کے لیے آپس میں تعاون کریں، جس میں فوجوں اور اسلحوں کو اس حد تک کم کر دیا جائے کہ۔۔۔ کوئی بھی ریاست جنگ کی شروعات کے قابل ہی نہ رہ جائے۔"

آئندہ میں قریب مغرب کی حکومتوں نے اس مقصد کو حاصل کرنے کا اعلان کیا تھا، اپنی مقصد تھی، مسئلہ ڈیٹیف نے جنرل اسمبلی کے پچھلے تجربے کے بعد اس میں جس کا اعلان کیا تھا۔

جب تک کہ ایک آہن جیسی سنگین تجربہ کے ذریعے اس کو بین الاقوامی پارٹیکل کا سب سے اعلیٰ مقصد نہیں بنا دیا جائے گا، اور قوری کارروائی نہیں کی جائے گی، میرے خیال میں ترک اس وجہ کی بات کے تمام مذاکرات ناکام ہو جائیں گے۔

کی طرح کے قانون بنانے کی کوششوں سے کہ ہتھیاروں میں استعمال کیے جائیں گے، جنگیں نہیں روکا کرش مجھے خوف ہے کہ اس قسم کی جزوی کوششوں سے جو کچھ چار دہائیوں سے کی جا رہی ہیں، ہم کچھ حاصل

نہیں کر سکتیں گے۔ اگر وہ سچہ کما ممکن نہ ہو تو ہر کوئی جزوی کوششوں کو قبول کر لے گا اگر وہ حقیقی ہوں اور اگر وہ داغدار پیدا کریں۔

تھو ڈگ واقعی اس بات پہ یقین کرتے ہیں کہ بڑے قدموں کے متدبے میں چھوٹے قدم اٹھانے زیادہ آسان ہوتے ہیں۔ وہ اپنے کتے کی تائید میں تمام انگریزی کے سے محاذوں کے حوالے دیتے ہیں "اتحادیہ نواز" نے جو جسے تم چہ نہ سو "ساکسی کواعی صوبے کی فرانسیسی زبان میں "مستتر جیسے کا دشمن ہوتا ہے" کی جاتا ہے اور وہی زبان میں "جنگ آہستہ سو رہی کہ" تھا تھائی دو رنگ جاؤ گے۔ "میرے خیال میں وہی میں یہ اس بات پہ متحیر ہوگا کہ بھائیوں کے غول آپ پہ حملہ آور ہیں یا آپ کے گھوڑے کے ٹکر پہ۔ دراصل، ہمارے سامنے بھائیوں کا غول ہے سجدہ پر تکیہ نہ جو، وہی اپنی بڑی پہ حملہ آور ہے۔

میں اپنے عقیدہ ماہر اتحادیہات درمختار جان اسٹورٹ (John Stuart Mills) کے الحادی کو ترجیح دوں گا جس نے کہا تھا "ہند کی برائی کے مقابلے میں چھوٹی سماجی کامیابی نہیں ہوتی، بالکل ہی کامیاب نہیں ہوتی۔" "یہ رند جارت نے کہا تھا، "دنیا میں سب سے خطرناک بات ہوتی ہے، ایک غور کو وہ چھوٹوں میں پورے گناہ، "ہماری آفت کی اسیر بندہ دی، اور مستقبل کی بغیر سمجھتی تھی کے درمیان ایک بہت بڑا خطرہ ہے جو مستقبل قریب میں ہمارے سامنے ہوگا۔

میں جزوی کوششوں پہ بات نہیں کروں گا، جن پہ پچھلے برسوں میں بہت پیش ہو چکی ہیں۔ اس وقت سے جو بڑی شکیا رویں کی تیار کی ہوئے گئے، چاکلے کے خلاف تیار کی گئے، مالی (بکٹ کی) اطلاعات کا تھاپہ لگایا اور بھی کئی کوششیں ہیں، اگر یہ کسی مجموعی ترکیب اسیر جات کا حصہ نہیں ہوگی تو، میرے خیال میں، سب کی ناکامی لادہتی ہے۔

مجھے بہت مسرت ہے کہ فی الحال ان کو ذرا روکا گیا ہے، کہ عمل ترکیب اسیر جات کے محیط منسوب ہے پرانی Committee of Ten منگوا کرے گی، اور اس کو قہراً دیا گیا ہے کہ ہم سے کم وقت میں تفصیلی تجاویز پیش کرے۔

تھو ڈگ کہتے ہیں کہ کمیٹی کو مسٹر ڈیٹیف کی ان تجاویز پہ عمل کرنا چاہیے جو چند دن قبل انھوں نے اسمبلی میں پیش کی تھیں۔ تھو ڈگ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ کمیٹی کی تجاویز کی جزوی و پریشانات اس لیے خطرناک ہوں کہ اس میں کریمنوں کی رہنمائی نظر آئے گی۔ اس پہ مجھے "ڈاک" کے ایک مکاتبات پارٹی یاد آ گئے ہیں۔ ایک عرصے کی قطعاً فی کے بعد، جب مکی کی فہمیں مرجھا رہی تھیں، کسانوں نے پارٹی سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ پانچہ ورثہ کر دے۔ پارٹی صاحب نے مزید انکار جواب دیا، "نہیں، نہیں۔ جب تک مشرق کی ہوا چل رہی ہے، میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

کیا ہم واقعی ان تجاویز پہ بات نہیں کر سکتے جو مشرق کی طرف سے آرہی ہیں؟ مگر میں سمجھتا ہوں کہ شاید اسی کے کامیابی کے سب سے زیادہ امکانات ہیں گئے، شاید رگڑ کر پھینک دینے کا جسٹریٹی موقع۔"

ایک بار پھر آگیا ہے۔ گھمبیرہ کہتے ہیں کہ میں پہلے معلوم ہوا چاہیے کہ یہ مسئلہ شریف واقعی سنجیدہ تھا؟ میں خیر سمجھنے والوں کے سوال کا تین طرح سے جواب دے سکتا ہوں۔ پہلا تو یہ ہے کہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ مسئلہ شریف سنجیدہ تھا یا نہیں، اور یہ اس وقت تک معلوم نہیں ہوگا جب تک کہ ہم بدقسمتی تاخیر کے سنجیدہ مذاکرات شروع نہیں کریں گے۔ دوسرا یہ کہ اگر ہم گفت و شنید کریں گے تو یقینی طور پر ہمیں ایک نئے نئے کے مدد سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ سنجیدہ تھا یا نہیں۔ تیسرا یہ کہ اگر ہم اس پہلی کے فرمان کے مطابق مہینہ کر دو تو یہ فوراً مذاکرات شروع نہیں کر دیتے تو وہ کہہ سکتے ہیں، درمیان میں یہ یقین کر سکتے ہیں کہ ہم لوگ خود ہی سنجیدہ نہیں۔

”عمومی اور تکنیکی امور جات“ مسئلہ شریف کی کے اٹھایا تھا ان کی سے تجویز پیش کی ہے کہ چار برس کے مدد تمام اسے اور تمام قومیں ختم کر دی جائیں، سوائے ان قوموں کے جو پہلی رپا سٹوں میں امن کے قیام کے لیے جئے، اسے یہ جارحانہ کا مافوق پر انحصار رہتی ہیں۔ انہوں نے عمومی اور عمل معائنے اور کنٹرول کی تجویز بھی پیش کی ہے، جس میں کسی قسم کی حدود یا قیودات نہ رکھے جائیں۔ دوسرے قتلوں میں، انہوں نے ایک قطعی بدلہ اور ایک نظام۔ وقت کی تجویز بھی پیش کی ہے جس کے تحت اس کو حاصل کیا جائے۔

ان کا مقصد، اور میں اس کو جہاد کہنا چاہتا ہوں، صرف وہی ہے، مغرب کی حکومتوں نے 1952 میں جس کا اعلان کیا تھا اور اس میں مسیحی میں ہونے والی تقریریں کو غلط نہیں سمجھا ہوں تو ایسا کوئی بھی نہیں ہے جواب اس کو مفید کن سمجھنے سے انکار کر رہا ہے۔

تو کیا یہ نیکو اوقات زیادہ دشواری مند کی ہے؟ یقیناً آری، لیکن تاخیر میں خطرات ہیں، مغربی وسیع اور انقلابی تہذیب کے لیے چار برس بہت کم ہیں، تمام تر نیک نیتی کے باوجود اس میں جہاد اٹھنا یا کھڑے ہونا بھی آسان نہیں ہے۔ امید ہے کہ مسئلہ شریف اس میں چل رہا ہے کہ بشرطے کے صحیح معنوں میں ترسہ امور جات کی کوشش کی جا رہی ہو۔

بہرحال، مجھے امید ہے کہ برقی Committee of Ten کو یہ دہوگا کہ چند برس قبل ایک امریکی مندوب نے کیا کیا تھا، جتنی دیر تک آپ ترسہ امور جات کو جاری رکھے ہیں، یہ تعالیٰ آسان ہو جاتا ہے، انسانی مسائل آسان ہو جاتے ہیں، اور معاشقہ جتنی طور پر کامیاب ہوگا۔

غور فرمائیے کہ یہی ایک معاہدہ ہو جس کے ذریعے ہندوئی تحلیف ہو۔

میں نے اپنے British United Nations Association کے بیوت میں کہا تھا کہ حتمی مندی ہو کر پہلے زمین مریمے کا معاہدہ ہو جائے، زمین، بحری اور مافوق فضا سب کو غریب میں کی گئی جائے۔ ایک دہائی میں خیرادوں، چین اور امریکا کے درمیان قوموں کے لیے امن غریب اسی کے مطابق رہتی، سٹوں میں کی جائے کہ یہ تہائی پچھلے دنوں کے موجودہ تنظیموں کا معینہ طریقوں سے تشکیک کیا جاتا، بحث میں

عد ہنری امریکی اس کے بعد دو دہائیوں تک اس کا نشانہ

نہر سمجھتے تھے کہ پچھلے مرحلے کے بیانیہ کی تمام اہم اہمیت کی حد تک اس بات کو واضح کر دینا چاہیے کہ  
دو دہائیوں کے بعد اس کے مرحلوں پر مزید کی گئی ہوگی اور اگر قحطی مقاصد صرف طور پر ہر شخص کے ذہن نشین کرنا  
دیکھ گئے تو پوری گفت و شنید کس زیادہ آسان ہو جائے گی۔

تو یہ پھر اس عمل غور پر کیا ہوگا؟ کیا بہت سارے غیر ملل شدہ مسائل کا سامنا بھی ہوگا؟ ظاہر ہے کہ  
عام ترکیب اس طرح جات کا بیانیہ طویل و درجہ دہائیوں پر مبنی ہوگا۔ مگر وسعت نظری سے دیکھا جائے  
تو (سپاٹوئی ادیب اور سفارت کار) Salvador de Madariaga کے الفاظ (جو 1928 میں اس کے لیے گئے  
تھے) آج بھی اچھے بن چکے ہیں۔ "میں نے مشکلات سیاسی اعتراضات کی وردی پہنے ہوئی تھی۔"

یہ دور مسائل زمینی، بحری و ہوائی فوج میں کی، روایتی تنبیہوں کی منسوخی کی، عسکری مایات میں کی  
و عد ہنری کے تقریباً تمام تکنیکی مسائل پر سوں پہلے حل کر لیے گئے تھے۔ جن میں اور دانشمن کے بحری  
بیانیہ، 1932 کی ترکیب اس طرح جات کا فائز کی اطلاعات، 1933ء میں کی ہر نقوی ایڈن کانفرنس ہوائی  
ترکیب اس طرح جات کا مسودہ دہائیوں کے افکار کی مثالیں پیش کر سکتے ہیں، Committee of Ten  
سے لہذا کر سکتی ہے۔

مگر یہ ہی مشکل پیش آ سکتی ہے، دو دہائیوں کی تنبیہوں کا خفیہ ہمارا گردن کی طرح ہائے کر جوہری  
حالتیں اپنے تمام جوہری اور ہائیڈروجن بم ختم کر دینے پر ماضی ہو چکی ہوتی ہیں، تو یہ کس طرح یقین کیا جائے  
کہ کر کوئی افغان حکومت، دنیا کو بیک میل کرنے کی فریض سے، اپنے موجودہ اہلکاروں کی بددلی سے مدد  
کیے سے ہتے ہوئے خفیہ مقاصد پر چھپ کر رکھ لیں گے؟ کوئی جسے پوچھی نہ سکے گا؟

"اب یہ ایک حقیقت ہے" سر ڈیوئی چرچل نے بارالہام میں کہا تھا "کہ پولونیم کی اتنی مقدار جو  
شاہ اس میز پر موجود نہیں ہو بھی بھرنہ سکے ایسے تنبیہ رتیا نہ سکے گی جو اس سے کسی بڑی ریاست کے ہاتھ  
آجائے تو وہ دنیا پر غلبہ پا سکتی ہے۔"

حالیہ برسوں کے قحطی کی سبب بڑی وجہ رہی ہے۔ جو کھوتوں نے دیاں پیش کیے ہیں کہ  
جوہری حالتوں کے تحفظ کی ضمانت اسی میں ہے کہ ان کے تنبیہوں کے اہلکار کے ایک بڑے حصے کو کسی  
متوقع حملے کے خلاف مانع کے طور پر محفوظ رکھا جائے، کہ مکمل تین سو اسی وقت محفوظ رکھ سکے گی جب  
کمب کہ [Geiger Counter Geiger] کا ایسا دیکھ سوا ایک ہوز راجس کی مدد سے خفیہ تابکاریوں کا پتا  
چھوڑا جاسکتا ہے [جیسے کوئی ہجرتی ہوز ریڈیو ایچ این ہو جائے جو کہ گھڑی کے پیچھے چھپائی ہوئی ہلکی سے  
ہلکی تابکاری کا پتا لگ سکے۔

لیکن ہم آرتے Geiger Counter کا انکار کرنے کے طور پر جیسا کہ [امریکی صدر کے مشیر] مسٹر  
اسٹاسن (Stassen) نے 1957 میں کہا تھا، ہمیں یقیناً ہر گز جائید گئے اور شاید ہمیشہ ہی اس کا انکار

کمانڈر سے گاتو لچر، اس عرصے میں کیا ہوگا جب ہم انٹرنیٹ میں ہوں گے؟

کیونکہ اس جوہری تجزیہ بنانا ہندوستان کے لیے اور کیا آئی وسیع طاقت رکھنے والا چین بھی۔ فرانس اور چین، اور ان کے بعد جاپان، ہندوستان، پاکستان، جمہوریہ اٹلی اور دیگر بڑے ملک بھی جوہری کلب کے رکن بن جائیں گے۔ اس وقت ہی ایسے تقریباً ایک دس کڑے ہیں، جو ایک عشرے کے اندر اندر ضروری مائیک اور ٹکڑے میں کر سکتے ہیں۔ لہذا گیس Geiger Counter کے انحصار کا مطلب ہے سب کے لیے خوفناک خطرہ اس کے علاوہ ہم اور کبھی کیا سکتے ہیں؟

ضرور کر سکتے ہیں۔ ہم ہم لے جانے والی مدد جیتوں کو ختم کر سکتے ہیں، جیٹو ٹکڑے ہوائی جہازوں اور میزائلوں کی جن کے ذریعے جوہری بم استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ یہ تمام امریکہ کا ہوا، مسٹر ٹروٹنٹ نے ہی کی تجویز پیش کی ہے، کنٹرول کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ اقوام متحدہ کے انسپکٹروں سے چھپا کر ہمارے جہازوں و میزائلوں کی کوئی اور تجویزات نہیں کیے جاسکتے ہیں، یہی فوجوں کو ان کے استعمال کی تربیت دی جاتے ہیں۔

دیہی بات یہ ہے، میری حد کے مطابق اصفیٰ خیر بہ اتفاق ہو چکا ہے کہ ہم زمینی، بحری و فضائی افواج ختم کر سکتے ہیں، جن کے بغیر کوئی حکومت کسی پر حملہ آور نہیں ہو سکے گی۔

تیسری بات، ہم ہر قسم کے طریقوں پر عام اور تمام ملکوں کا نام نہیں کر سکتے جس میں ایسے جوہری پلانٹ بھی شامل ہوں جو جنگ کی تیاریوں میں کام آسکتے ہیں، ان کے مسٹر ٹروٹنٹ اور ان کے ساتھیوں سے یہ مضمون پر انھیں سے باتیں کی تھیں، اور مجھے یقین ہے کہ حقیقی ترکیباً طرہ جات پر وہ متفق ہو جائیں گے۔

Geiger Counter سے کس زیادہ یہ یقین قائم ہے کہ حقیقی تحفظ ہو سکتے ہیں، یہ جوہری ہتھیاروں کے انبار کو ختم کر سکتے ہیں تمام تر غیبت کو ختم کریں گے۔ ہتھیاروں کی دوا کو جاری رکھنے کے مقابلے میں نیسے نظام کو قبول کر لینے میں خطرات کم ہی ہوں گے۔

ترکیباً طرہ جات، کوئی پالیسی نہیں، یہ اقوام متحدہ کی عام پالیسی کا ایک حصہ ہے، اس کے بغیر اقوام متحدہ کے ادارے اس طریقہ کا نہیں کر سکتے جیسا کہ انھیں کرنا چاہیے۔

ہر قوم کے لیے یہی سب سے زیادہ محفوظ اور قابل عمل دفاع کا نظام ہے۔ ماضی کے بارے میں شکست پسندی بہت بڑی فحش ہوئی ہے، 1932 میں منعقد ہونے والی ترکیب، ملکہ کانفرنس کی ناکامی، مگر یہ نہیں تھی، صاف نظر آتا ہے کہ ناکامی کی وجہ انسانی غصوں تھیں۔

عربوں کی چھپ چھپ نے جیو کی عالمی جنگ کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں، "مارچ کی سب سے خیر ضروری جنگ تھی۔" (ماضی کے بارے میں شکست پسندی بہت بڑی فحش ہوئی ہے) مستقبل کے بارے میں شکست پسندی ختم ہے۔ کچھ زیادہ ترس نے میں نے خطرات نہیں بولتے جتنے کہ بہت کم کرنے میں ہوتے ہیں ماضی مقام سے 1926 میں جلیسی نے کیا تھا، ضروری کے مرکزوں کے ہر کے معاملوں میں پسپائی کے لیے راستہ

نہ چھوڑ جائے۔۔۔ ہمیں پیچھے چھوڑ دے ہوئے بدتر مہم تیار کر دیتے چاہئیں جو ہمیں پہاڑی پالیسی اور  
پہاڑی نگاہوں کی طرف سے جائیں، اس لیے کہ دونوں ہی نہایت فضول ماحکیاں ہیں۔“

اس عہد میں جب اعتراف جاکا ہے، چاند کے گرد چکر کا یہ گویا ہے، یہ رچ پڑا ہوا ہے، یہ  
ترک و تاراجات کا مشکل معاملہ ہے۔ اسے دور کا سہا خواب ہی رہنا چاہیے؟ اس کا جواب ”ہاں“ میں دیتے  
کا مطلب یہی نوع انسان کے مستقبل سے مایوسی ہو جانا ہے۔

کہتے ہیں، ”یہ ست مہلت کا فن ہوتا ہے۔“ اس نوعیت کا وسیعہ ”ورنر سوڈنٹر“ گھست خیر و بد پہاڑی کا  
بہترین نمونہ ہے، قلم اس کے کہہ سکتے ہیں حقیقی مشکلات کا سامنا کیا جائے؟ (جسوریت اسکی اصلاحات ہی  
میں ہی تا سید کو منظم کرنے کا فن ہوتا ہے جو تکنیکی طور پر ممکن ہوتے ہیں، اور جن کو انجام دیتے ہیں۔ ترک و تاراج  
جات تکنیکی طور پر قوی دنیا کے دیگر طریقے کے مقابلے میں کئی زیادہ آسان ہوتا ہے۔ کون اس میں  
شبک کرے گا کہ جو میں چاہے ہیں؟) نیلسن پر پورے فتنے تھوڑے جس نے یہ جملہ کیا تھا جسے دوسروں نے دیکھا  
ہے کہ ”مشکل وہ کام ہوتا ہے جسے بے وقت دیکھا رہا ہے جب کہ ممکن کام وہ ہوتا ہے جس کے لیے ذرا  
زیادہ وقت درکار ہو۔“ اگر یہ ست مہلت کا فن ہوتا ہے، تو نیلسن کے نزدیک شاید مہلت کا فن ہوتا ہے؛  
اور یہ قدرتی ہے، آج ہماری تیراں اور درختی انانیت کو جس کی ضرورت ہے۔

مگر اس اعلیٰ درجے کے فن کے ساتھ ہم سے ہاتھ کیے بغیر ہو سکتے ہیں، خطرات، بلکہ طوفان  
سے پہاڑی ہمیں بالآخر اپنی منزل تک پہنچنے سے تو ہمیں Fram جیسے جہاز کی ضرورت ہوتی۔



## جارج پیرے

### اعلانِ تجلیل

مادریاتی پاریمیاں ہی تو اس تخیل نے بروکینگیس ری پبلک کے بھیج دیں۔ باشندے فوری جارج پیرے کو اس برس کا نوبل امن پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان کی کوششوں کی بنا پر جو انھوں نے مہاجرین کو پہنچنے کیسے چھوڑنے پر آمادہ ہوئے اور ان کی زندگی کی طرف واپس بلانے کے لیے کیا تھا۔

مغرب کے ہم سب ایک فوری پیرے کے کام سے واقف ہیں۔ ہم نے اس انسان کے بارے میں اخبارات میں پڑھا ہے، جس نے اپنے ذاتی اقدام پر مغربی مہاجرین کو بچانے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ یہ بہتر اور روشن مستقبل کی امیدوں سے خالی، بے وزنی اور مضبوطی ہے۔ جس میں بچے، بچے، اسی سے کرسٹینک دل اور نظام، نیا کو، جس کے نزدیک ملازمت اور کارکردگی ہی سب کچھ ہوتی ہے، ان کی ضرورت نہیں رہ گئی تھی۔

صرف سات چلتے تھے، ہم نے فوری پیرے کو دسویں مہاجرین کے لیے اپنے کام کے بارے میں باتیں کرتے سنا تھا۔ وہی دورانی کے بندے ہاں میں کوئی تقریب، خبروں میں شائع ہوتی تھی، اس طرح مادے والے ن کے عملی کام کے شہر ہوئے، جو انھوں نے مشکلوں کے وجود کو بڑھایا ہے۔ فوری پیرے کے جس بنیاد تھا کہ ان کا مقصد ممکن بنانا، وہی مادی ضروریات کو چھوڑنا ہی نہیں تھا، بلکہ ان پر قسمت لوگوں میں سے ہر ایک کی مرچیں بیوی عورتوں کو بچا لے بھی کرنا تھا جو یہ سب سے مہاجرین کے کیمپوں میں اپنے دن گزار رہے تھے۔

جیسے کہ ہر ایک کو معلوم ہونا چاہیے، آج مہاجرین کا جو تھکا ہوا سفر ہمارے سامنے ہے، یہ دو عالمی جنگوں کا پیدا کردہ ہے۔ اور یہ جس ویں صدی کے، ختم کے یہ دترین دافوں میں سے ایک واقعہ ہے۔ مہاجرین کے لیے بہت کچھ کیا بھی جا چکا ہے۔



1945 میں جب جنگ ختم ہوئی تو United Nations Relief and Rehabilitation Administration کو بے گھر لوگوں کی نگہداشت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ بعد میں International Refugee Organization نے یہ ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ اب یہ دونوں ادارے ختم کر دیے گئے تھے اور ان کے فرائض United Nations High Commissioner for Refugees کو سونپ دیے گئے تھے، جن کی کامیابیوں ابھر تھیں اور آئندہ بھی رہیں گی۔ اسی کے اعتراف میں 1954 کا نوٹیل کن انعام 1955 میں اس ادارے کو دیا گیا تھا۔

اس موقع پر میں نے اپنی تقریر میں مہاجرین کے لیے قانونی حیثیت کے حصول کے لیے کیے جانے والے کام کا تذکرہ کیا تھا۔ جس کے ذریعے، جن ممالک میں انھیں بسایا گیا ہے وہ ان کو ملازمت حاصل کرنے میں مدد فراہم کی جاسکے، یا یہ کہ اپنی کمشنر ڈاکٹر فان ہوڈن (Dr. van Hoven) نے اس وقت کہا تھا کہ سر مہاجرین کو قانونی و سماجی بنیادیں ملنی چاہئے جو انھیں، خود اپنی کوششوں سے، اپنی زندگی بنانے میں مدد دے، مگر وہ بھی، 1955 تک یورپ میں 200,000 مہاجرین تھے جن میں سے 70,000 کیسے ہی میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اپنی کمشنر نے اس وقت مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کام میں لگائے جانے والے بے شمار لوگوں نے ان کی جان نیشی میں ڈال دی تھی۔ سب سے مشکل مہاجرین کے قبول کرنے میں آجائے وہ اپنی پیچھے رہ گئی، انھیں پانچویں دن کے لیے رقبہ دیا جاتا تھا۔

اس کے بعد سے ان لوگوں کی آسانی کے لیے بہت کچھ کیا جا چکا ہے، جس میں ان کی مہاجرہ اداروں نے بہت کام کیے ہیں، جو مغربی دنیا میں قائم تھے مگر ان کامب سے مشکل مسئلہ اب بھی باقی ہے کہ ان سب کو صرف ان کے حق سے بچایا جائے جو ایک انسان دوسرے انسان کو فراہم کر سکتا ہے، ذاتی تعلقات کی ستوری کے ذریعے، جو ایک مہاجرہ میں اعتماد بھی لے کرے کہ وہ ایک بار پھر لوگوں کے درمیان نشان بن کر رہ سکتا ہے۔

میں وہ کام تھا فوری طور پر نے جس کے لیے عموماً وقف کر دیا تھا، اور اس کی کامب سے بڑا کام

نادر پیرس نے خود بھی کیا کہ 27 فروری 1949 کا دن تھا، جب وہ انٹیلیجنس میں کے تھے کہ اچانک اور ایک دن جانے جہنم سے وہ مہاجرین کے مسئلے کی طرف رغب ہو گئے۔ اس سے قبل وہ ایک ڈومیسٹک مین کی حیثیت میں لوگوں کے ذمہ داری میں شریک رہا کرتے تھے ہاضموں پچوں کے۔ مگر UNRRA کے ایک افسر کی گفتگو کے دوران مہاجرین کی مائیت پر حالت میں کردہ چونک پڑے تھے اور انھوں نے عموماً سے سوالیہ مائیت پر پڑا تھا کہ وہ ان کے درمیان وہاں کی بہبودی کے لیے کیا کام کر سکتے ہیں جو کیمپوں میں محصور تھے جس میں کثرت میں رہیدہ اور معذور افراد تھے، جن کے لیے، بظاہر صرف پہلی

کوششیں سے، اپنے لیے ایک نئی زندگی بنانے کی کوئی امید نہیں رہ گئی تھی۔

صاف ظاہر تھا کہ اس وجہ کے مجاہدین کے لیے ملازمتی ادارہ بہت مشکل ہوئی، اس لیے کہ امداد کو ہر طرح سے قرض سمجھنا ناممکن ہوتا ہے، چوں کہ خاص کر فوجیوں کی مدد کے لیے کیا جاتا ہے، جو کام کے لیے تربیت یافتہ بھی ہوں اور سوزوں بھی۔ عمر رسیدہ لوگوں کے لیے کم از کم ہفتہ میں، لوگوں سے مکمل طور پر حدود مندی اور محبت کی بنیاد پر بے غرضی مدد کو پیش کی جاتی چاہیے۔

فادر جی سے ملنے ہفتہ میں کلمات کی تکمیل و پیش کی، یعنی انہوں نے کیمپ میں مشیر مہاجرین کو بھی اور کنٹینر ڈاؤ سے متعارف کر دیا، جو کیمپ خدائے پارسا یا رگ جیجے پر تیار تھے۔ آٹھ میں سکون کے 15,000 کنٹینر 15,000 مجاہدین سے زیادہ راست مانچھے میں تھے۔ دیگر کے غنچوں میں، مہاجرین کو کیمپ سے باہر کے لوگوں سے متعارف کر دیا گیا ہے، جو ان کے بارے میں ایک خاص قسم کے جذبات رکھتے تھے۔ مذاکرہ کر کے ان کے لیے دو پارسل اور خطوط کتنی خوشیوں، تے ہوں گے اس طرف، ان کے پاس امداد کے لیے لوگوں کی رضا مندی کے قابل مشاہدہ وثبت موجود تھے۔

میں اور یہ ایک بہت بڑا انٹرنل کے رد واپ بھی کیمپوں کی میں مدد سے تھے۔ مہاجرین سے ملاقات کے ذریعے فادر جی کے دیکھو موابے کر اس [کیمپ میں رہنے] کے کو معنی ہوتے تھے۔

ہذا 1950 میں لکھوں نے مجاہدین کو کیمپ چھوڑنے میں مدد کرنے کا کام سنبھال دیا۔ ان سے میں، سب سے پہلے میری عمر رسیدہ افراد کا۔ چار میں کے اندر وہ تھیں جن میں عمر رسیدہ افراد کے لیے چار ٹھکانے میں کامیاب ہو گئے جہاں، فادر جی کے اپنے غلط میں، دو لوگ پارسا، جن میں اپنی ترک شدہ سرزمین کے خوب دیکھنے گئے تھے ان ٹھکانوں میں انہیں زندگی کی آخری سانس تک پتلا پتلا کھانا، دوائیں میں کی جاتی رہتی تھی۔

تو یہ صاف ظاہر ہوتا کہ فادر جی سے کافی فاصلہ تھا، اور اپنے سہمسٹل لوگوں کے لیے جذبہ رحم کا گہرا صحیح بنیادوں پہ رکھا تھا، اس لیے کہ عمر رسیدہ لوگوں کے لیے قائم کیے گئے یہ ٹھکانے ان کے سوا اور افراد کے بھی مافیہ مضرت کا نتیجہ تھے۔ مگر اس کے عتب میں جاری قوت کے کی شخصیت ایسا ادھر نظر آتی ہے، جو ضرورت مند لوگوں کی امداد کے لیے وہیں کوچ کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

یہ بھی ابتدائی کام کی، مگر ہم میں سے بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ فادر جی نے اپنی کوششوں اور دوسروں کی مدد کے ذریعے اپنے کام کو کس طرح وسعت دی کہ وہ [مجاہدین کے لیے] گچھلے تھیں برسوں میں پانچ صدیوں کی گاؤں بنانے میں کامیاب ہو گئے، پہلا [جرمنی کے شہر] Aachen میں، دوسرا [آسٹریا کے علاقے Bregenz میں، اور تیسرا Augsburg میں۔ چوتھا، جو نہ سو کے نزدیک ہے اور Fridhof Nansen کے نام سے ہے، اور اس میں 21 ستمبر 1938 کے علاقے میں ایک اور ٹھکانہ بنایا گیا تھا، جو البرٹ شٹاٹنر کے نام سے ہے۔

فادر جی سے نے 1950 میں Aid to Displaced Persons کے نام سے ایک ادارے کی بنیاد رکھی تھی۔ یہ بھیجی کا ادارہ تھا اور اس کا صدر مقام جارتھ جی کے اپنے LHU کی گاؤں میں تھا۔ یہ سوشل کی 1957 میں ایک بین الاقوامی ادارہ بن گئی اور جب فادر جی نے یورپی گاؤں کی اسکیم شروع کی تو اس ادارے نے اپنی سرگرمیوں کو بڑے پیمانے پر وسیع کر دیا۔

”سوشل کی کے مقاصد میں ہے وطن مہاجرین کو، اس سے قطع نظر کہ ان کی قومیت کیا ہے، ان کا مذہب کیا ہے، بالخصوص کمزوریت کے ذریعہ، درست ہجرت کے اور یورپی مہجرت کے ذریعہ، برصغیر کی مادی اور اخلاقی اور دینی بنیادوں کا پتہ لگانا، اور ان کے اطراف Europe of the Heart کی صورت میں طاقت کا ایک حصار تیار کرنا تھا۔“

سوشل کی کوششیں ارکان پر مشتمل ایک ایجنسی کا ذمہ دار چلتی ہے، جس میں اس وقت بھیجی سے اور جیجی سے ایک، آسٹریا سے ایک، فرانس سے ایک، سوئٹزرلینڈ سے ایک اور سمبرگ سے ایک فرد شامل ہے۔ سوشل کی کے صدر اور کاؤنسل کے چیئرمین جارتھ جی کے خود ہیں۔ اس وقت اس ادارے کی شاخیں بھیجی، آسٹریا، جرمنی، فرانس، سمبرگ اور سوئٹزرلینڈ میں قائم ہیں۔ جب کہ اس کے قومی دفاتر ڈنمارک اور اطالیہ میں کام کر رہے ہیں۔

جیسا کہ میں کہ چکا ہوں، عمر رسیدہ لوگوں کے لیے فادر جی کے قائم کیے ہوئے پناہ گھر رضا کاری اور نئی افاد کے چندوں کی بنیاد پر چلتے ہیں۔ سوشل کی جب یہ پناہ گھر بنائے جا رہے تھے، فادر جی کے کو بھیجی کی حکومت کو ایک مہنامہ دینا پڑا تھا کہ وہم کا رتی ذراغ سے لہذا کے طلب نہیں میں گے۔ یہی شرط ان کے بعد کے کام پر بھی رکھی گئی تھی، لیکن عورتوں پر جسے نئی ذراغ سے مان بعد فراموشی رہی تھی۔ تو کیا یہ بات واقعی درست سمجھ رہے ہیں کہ فادر جی کے اپنے وقت کا پیش تر صدر اپنے تنسیروں کے لیے مان لہذا اس کا کرنے میں صرف سستے تھے؟ چوں کہ فادر جی کے کسی سے بیک نہیں مانگتے، ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ نقد وصول ہونے والی لہذا کا پناہ گھر، چھٹی چھٹی رقموں میں ان لوگوں سے مقابہ ہے جن کی آمدنی وسط درجے کی ہوتی ہے۔

بھیجی میں سوشل کی بین الاقوامی قلب مہجرت سے ذرا پیسہ، فادر جی کے دوران کے قریب ترین شریک کارفرما ہونے میں کر یک اور سوشل کی بنیاد تھی، دنیا کے کسی حصے میں کسی بھی قسم کی مشکل میں لہذا، ہم کرنا جس کا مرکزی مقصد تھا۔ اس ادارے کا نام Europe of the Heart in the Service of the World رکھا گیا تھا، جس میں تمام ممالک جو بعد مذہب، نسل و تہذیب سے قطع نظر شریکیت کی دعوت دی گئی تھی۔ اس طرح اس ادارے کی کارگزاریوں یورپ کے مہاجرین سے پرے بھی بھیل گئی تھیں، اس لیے کہ اب فادر جی کے پورے مغربی یورپ کے لوگوں سے انسانی بھائی چارے کے نام پر بھیجی کے دسیوں کی رقم داریوں کو سنبھالنے کی اپیل کر رہے تھے۔

میں نے فادرچی سے کئے کام کا ایک مختصر رونا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے: ان کی کھاتی اسکیم کی عمر  
 رسیدہ نوکریں کے لیے پتہ گھر کی، دوران کے یورپی گاڑی کی۔ میں نے Europe of the Heart In  
 the Service of the World کی تشکیل کے تحت صدیوں کیے ہیں۔ آران کے کام کا احاطہ نہیں ہے  
 جانے والے میں جرین کے شمار سے کیا جائے تو کچھ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کوئی نیا کام نہیں تھا۔ میں جیسا کہ  
 ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے، صرف شکایات پر ٹھہر کر رہا ہوں۔ ہر کام فادرچی کے کاوش جذبہ کی زیادہ عقیم  
 ہے، جس نے ان کے مشن کو متحرک کیا ہے اور آدمیوں کے دلوں میں اس کے چمکے ہیں، اس لیے سرور  
 ہمیں اچھے نتائج کی امید دیتے ہیں: ضرورت مند، انسان کے لیے انسان کا ہے غرض کام۔

اگر روہس کی عمر میں فادرچی کے تعلیم میں یوگینڈا کی La Sana میں داخل ہوئے۔ ان کی  
 تربیت کا ہدف، ایک ہی ابتدائی تو آمیزش، تین برس تعلیم کی تعلیم، اور چار برس دینیات کی تعلیم پر مشتمل  
 تھا۔ ہونے کا سواں میں ان کی دلچسپی نے انھیں ساجیت کی تعلیم کی طرف راغب کیا، اور 1936 میں ڈاکٹریٹ  
 کی ڈگری لینے کے بعد انھوں نے Louvan کی ورینی میں فلسفہ خرق اور ساجیت کی تعلیم حاصل کی۔

اس طرح فادرچی نے بھی بہت سے یوگینڈائی لوگوں کے چمکے راستے پر قدم رکھا۔  
 Dominican Order کے ایک رکن کے معنی، اس آرڈر کا کردار ہمیشہ سے دانش ورانہ رہا ہے، جس کا  
 امتیازی طرز و حصولِ علمیت ہے، خاص کر فلسفے میں اور دینیات میں۔ ان وجہ سے اس آرڈر کا یوپی ورینی کی  
 زندگی سے قریبی رابطہ رہا ہے۔

وہاں کی تعلیم، مطالعہ اور یوپی ورینی کی زندگی نے فادرچی سے بہت اثر کیا تھا۔ یوپی ورینی کی زندگی  
 انسان کو وسیع نظر کی دیتی ہے اور اس پر کارندہ کی عقیدے کا اثر کم ہو جاتا ہے۔ مگر نظریہ علمیت اکٹھا بہ مزہ ہو جاتا  
 ہے اور انسان کو دنیا کی حقیقتوں سے دور کیا مگر میں تہہ دل کرتا ہوں۔

اس کے باوجود فادرچی کے دانش ورانہ کے ٹوٹے میں بند نہیں ہوئے۔ وہ ایسا ممکن تھا ہے کہ یوپی ورینی  
 کی زندگی نے انسانوں کی جانب ان کے دینے میں فکر مذہبیت کی جگہ پیدا نہیں کی تھی۔ مگر اس کے  
 باوجود، یوپی ورینی کی تعلیم سے منسلک کوئی زیادہ معنی دیت تھی، جس نے فادرچی کے کوپنے کام کے لیے سرمایہ  
 تھا۔ تو یوان کا کام انسانوں سے ان کی محبت کے عملی اظہار کا میں جذبہ نہیں ہو سکتا؟

بوسوی میں اپنی ایک تقریر میں فادرچی کے نے کہا تھا کہ سفر و بشرق۔ ان کا قدر و قیمت ہوتی ہے،  
 کہ اس دئے زمین پر محبت ہوں سب سے بڑا ناس ہے اور ہم انسان سے اپنے رشتوں پر عمل کر کے  
 سکتے کو ایک ٹھونک کر دے سکتے ہیں۔ اس کو وہ اس طرح دیکھتے ہیں: پڑھنے سے محبت کے ذریعے ایک  
 انسان تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔ میں جنہوں کی کائنات اور رسیدہ لوگوں کے لیے گھروں اور دیہات کے ذریعے  
 امداد کرنے کے طریقے کے ذریعے ہی نہیں نے سبکی کچھ حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

شاید ایسے بھی کچھ لوگ ہو سکتے ہیں جو دیہات بنانے کے ذریعے میں جنہوں کی امداد کے طریقے کو مشکل

پاتے ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ یہ کہتے رہے کہ میں خود کو بے گناہ سمجھتا ہوں۔ لیکن وہاں سے کاتھمنڈو کے مترادف ہے، اس لیے کہ ان کے بچوں کی تشویش کی خاطر ضروری ہے کہ وہاں کا حصہ ہوں۔ یہ کوئی حد تک صحیح ہو سکتا ہے، مگر پھر ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ میں خود اپنے، جن کو فائدہ ہیرے نجات دینا چاہتے ہیں، ذریعہ اور تندرست نہیں ہوتے۔ ان کے مہاجر دوستوں کی جوتہاں اور ایک تھلک ہوتے ہیں، اچانک ایک غیر ملکی ماحول میں پھینکا نہیں جا سکتا۔ وہ خود اپنا راستہ بنا لیں۔ فائدہ ہیرے نے اوسو میں اپنے مہاجرین کے بارے میں کہا ہے: "یہ وہاں بروچہ دوڑنے سے اپنے ہاتھ پاؤں کے لیے پانی نہیں پاتے۔ ان کی گائری کا انتظار کرتے ہیں جو کبھی آنے والی نہیں۔" اور اصل میں یہ تھا وہاں، فائدہ ہیرے نے ان کے لیے دیہات بنانے میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ وہ ہیرے دھیرے ان کو نئے سہولت میں اس طرح شامل کیے کہ وہ اپنے آپ کو ان میں مانگ لیں اور بدعنوانی سے محفوظ رکھیں۔ جو ان کی تحریک کے ساتھ رہ کر رہیں۔

فائدہ ہیرے نے اپنے دیہات Fridtjof Nansen اور ارباب نینسن کے نام سے کیا ہے۔ فائدہ ہیرے نینسن کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ کسی مخصوص تھیں یا کہ ان میں کسی خاص چیز کے لیے، جن کی چیزوں کے لیے، وہی کے قہر کے بارے میں لوگوں کے لیے اس نے ہمیشہ اداانہ محبت کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ ارباب شوہر نے بھی اپنی پارٹی زندگی میں ہی صوبوں کے تحت سرکاری تھی، اور اس نے اپنے ہر کام میں ان ہی اصولوں پر عمل کیا تھا، اگرچہ وہ کسی قسم کے عقائد پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ فائدہ ہیرے کی نظر میں، ان سب کا عمل نیک ہے جو مذہب، رنگ یا قومیت سے قطع نظر، اور نہ محبت کے جذبے کے ساتھ ہی ایک بھرتی دنیا میں کام کر رہے ہوتے ہیں۔

فائدہ ہیرے نے جنگ کے بعد کو ہندوستان کے لیے کوئی خاص طریقہ نہیں کے لیے کام شروع کیا تھا۔ مگر وہ وہاں سے آئے، بہت آگے تک پہنچے تھے، مگر انہوں نے خود کہا ہے کہ ہمارا مقصد "تو آب دیات، تو آب دیات کے خلاف اور انسانی فسادات کی ختمی پر مبنی درمخت کا ایک دوپہا تھا۔" یہ سب دراصل ہمیں اس سے زیادہ سنا چاہیے، اپنے عمل کے ذریعے ہمیں سنانوں، قوموں اور نسلیوں کے درمیان انجیل کے تعلیم کے سوائے اور نہ سب کا پاپ چھڑا چاہیے۔ انگریز نوٹس نے ہی تصور کیا رکھا تھا، جب اس نے اپنی وصیت کے ذریعے حکم دیا تھا کہ من کا انعام اس کو دیا جائے جس نے قوموں کے درمیان براہ راست صلہ کے حصول کے لیے سب سے زیادہ سب سے اچھا کام کیا ہو۔

ایسا وجہ سے آٹا مارڈیٹی پاریمان کی نوٹس یعنی فائدہ ہیرے کو من کا نوٹس انعام پیش کرنے کے لیے پاباں مسرت و افتخار محسوس کر رہی ہے۔

صدر نشین مارڈیٹی نوٹس کیل Gunnar Jahn کی نیابتی

خطبہ

## امن کی بنیاد: برادرانہ جذبہ محبت

”لوگ بہت ساری دیر میں قیام دیتے ہیں مگر کافی تک نہیں رہتے۔“ (نور)

میں یہ دیکھ کر حیرت چاکتا ہوں کہ یہ ایک بدلتا ہوا خطاب نہیں، بلکہ ایک پیغام ہے، دل سے نکلے ہوا پیغام، جو اسی لمحہ میں 21 اکتوبر 1958 میں کیے جانے والے یون کا تلسس ہے۔ اسی دن میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ ”اس مقام میرے دل کی خوشی ہے کہ آپ کے دلوں سے ربط قائم کرے۔“ پھر وہیں ہندوہویں نمبر کو مارنے کے قلم سے، کدلیکی زمان و طرن، آسمانی نئی ہی صورت، ایک جواب آؤ تھا۔ 10 دسمبر کو تین دن کے بعد رومنت پر مار ڈالی پاریمان کی فکری کمیٹی کے صدر نشین کی جانب سے ایک مار موصول ہوا۔ دسمبر کی 15 کو عزت تہب شاہ Clav کا خدوہ جنوں نے لکھا تھا:

”میرے عزیز! قیام دے“

مجھے یہ جان کر بہت ہی خوشی ہوئی کہ آپ نے مارنے میں اپنے قیام کے بعد اس ملک سے محبت کا کلمہ کیا تھا، اور اسی سے بھی زیادہ مسرت اس بات پر ہے کہ بے عمر افراد کے لیے آپ کے غصہ کی ضابطہ کام کے اعتراف میں آپ کی ذہنی کمزوری ہو چکی ہے۔

میں اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ کو مبارکبادیں اور ندامت کے لیے کیے جانے والے آپ کے کام اور اس کے تسلسل کے لیے ایک خواہشات پیش کرتا ہوں۔“

میری زندگی کے بارے میں اس سے زیادہ دور کیا کہا جاسکتا ہے؟ میں نے 21 اکتوبر کی دوسرے کچھ کہہ دیا تھا۔ ایک امریکی صحافی نے ایک بار مجھ سے کہا تھا، ”تمہاری زندگی ایک paradox ہے۔“ میں اس کی توجہ شاہ Charles Peguy کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جس نے کہا تھا:

”ایک وعدہ دیتے ہی تاریخ لکھنے کے لیے مجھے ایک دن درکار ہوگا۔ ایک منٹ کی تاریخ لکھنے کے لیے ایک برس درکار ہوگا۔ ایک لکھنے کی تاریخ لکھنے کے لیے مجھے پوری زندگی درکار ہوگی۔ اور ایک دن کی تاریخ لکھنے کے لیے پوری بدیت درکار ہوگی۔ انسان کچھ بھی کر سکتا ہے سوائے اپنے کیے ہوئے کام کی تاریخ کے۔“

”امن پر ایک اور ٹیچر سے پھر کیا فائدہ ہوگا“ میں اسکی شے نہیں جس پر فوری ٹیچر دیا جائے، اس کے لیے کچھ کیا جانا چاہیے، ”میرے دوست! ناظرین کے لیے اسی جگہ 4 نومبر 1954 کو اپنے فکری خطبے میں کہا تھا: ”میں نے پچھلے میں اس کی حقیقت کا بہت پیچھے ہی کا اعتراف کیا چاہیے تھا کہ ہم انسان بننے کے بجائے ٹھہرے ہوئے ہیں۔“ اسی موقع پر وہ یہ دیکھ کر بھی کہتے ہیں کہ ”اسانہ جذبہ جو ہمارے

عہد میں لائش ورنہ نہیں پیدا کرنے کے قابل ہیں وہ ایک نئی زمین بناتی ہے، اخلاقی زندگی۔ یہی نہیں سے متاثر ہو کر میں ٹھہر چکی اس سچائی کا اعلان کیا چٹا موں، اس میدان پر کرنا میری گوی کے باعث اس کو صرف قابل تعریف جذبہ ہی نہیں بلکہ ایک امر محال سمجھ کر دیکھ کر یہ چائے گا۔ نہ جانے کتنی سچی باتیں جو ایک عرصے سے پڑی ہوئی ہیں، جن پر کسی نے توجہ کی نہیں کی ہے، اس لیے کہ کسی نے ان میں حقیقت بننے کی صلاحیت کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔“

امن و حقیقت کا روپ دینے کا یہاں کوئی طریقہ ہے، سوائے اس کے کہ انسانی ہمدردی کے مسئلے کا حل تلاش کیا جائے۔“

## (1) انسان کی مدد کیجیے

نوٹیل خامد ہو یا نہ ہو، اپنے راتھی نہ فوں سے راجھے میں سب سے پہلے ان کے دکھ درد کو مشترک کر اخلاقی اور مادی ذمے داری سمجھتا ہے۔ مگر خود کو ان کے درد کرنے کے قابل نہیں سمجھتا۔ عام سمجھ بوجھ اور عمل کرنے کی خواہش، بے دینی سے کسی مگر جلد ہی ہمیں دھروں کی تالیف کو سمجھے، یا نظر انداز کیے بغیر ہی اپنی کارکردگی کو ایک مخصوص حد تک محدود کر دینے پر مجبور کر دیتی ہے۔ 10 دھبر کے بعد سے مجھ تک پہنچنے والے بہت سے پیغامات میں سے میں صرف دو کو پڑھ کر سٹکا چٹا ہوں جو ان مسائل پر اچھی طرح روشنی ڈالتے ہیں۔ انوں پیغامات ایسے افراد کے تھے جو انہوں نے بہت دکھ اٹھائے ہیں، جنہیں ہم سمجھ سکتے ہیں ایسا بھی محسوس ہو رہا ہے کہ ان کا سب کچھ ختم ہو چکا ہے، اس لیے ان میں وہ حسرت ہے، جو مسائل کو غیر کی نظر سے دیکھنے کے لیے ضروری ہوئی ہے۔ پسے پیغام میں لکھا ہے:

”میں سوچتی ہوں انسانی تر کش میں لگے ہوئے کھانڈ کے پڑھیں میں سماجی خدمات کے بارے میں بھی خوف میں کبھی ہوئے ایک پیغام نے مجھے بہت متاثر کیا تھا، اس پیغام کا نچڑیہ تھا: ”کسی بھی طریقے سے مددگار سکون تلاش نہیں ہوا، سوائے اُن کے جو دینی مَن سے بچ جائے“ اس سے میں Aid to Displaced Persons بہترین ذریعہ سے پورا پہلی طریقہ بھی سیکھی ہے۔ اقوام متحدہ کی سطح پر، پاکستان اور کیے جانے والے فیصلوں میں، جن تک یورپ، انوں کی پہنچ نہیں ہوتی، امن کے لیے کام کرنے کا یہی ایک واحد طریقہ ہے۔ عام آدمی کے لیے بڑے بڑے سیاسی سوالات میں مثال معائنہ کی جاتی ہے، جب کہ اپنے خیالات کی عملی ترسیل کے لیے Aid to Displaced Persons کا رومجس طریقہ کے مواقع فراہم کرتا ہے۔

مجھے ایسے قومی لوگ بالکل متاثر نہیں کرتے جو یہ کہتے ہیں کہ نوٹیل مَن انوکھا دیکھ کر رہنے میں کام رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ روحانی اعتبار سے دنیا آگے کی طرف بڑھ رہی ہے، آہستہ آہستہ، مگر بہتری

ضرور آ رہی ہے۔ گوید، ہم میں قدم آگے نہ دھتے ہیں تو وہ قدم پیچھے پٹ جاتے ہیں۔ ہم بات گھر یہ ہے کہ تیسرا قدم آگے نہ کی طرف نہ دھتے سے اس میں اپنی فوٹ انسان کو موقع ملتا ہے، اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو اس کو ٹھکن دیتے ہیں، جو مسلسل آگے نہ کی طرف نہ دھتے رہتے ہیں، جو رُک کر شخص درست کرنے کے بعد پھر آگے نہ دھتے ہیں، آگے نہ دھتے ہیں اور مسلسل کیشاں رہتے ہیں، اور آپ کے جذبے نہ کی لہروں کے مبارکے اور دُک بھی آگے نہ کی طرف نہ دھتے ہیں۔ آپ دُک نہ کی پوشیدہ رہی سے آگے نہ دھتے ہیں، عملی طور پر اور سمجھ بوجھ کے ساتھ کبھی غریب غنا نہ انداز میں بھی گھر ہمیشہ انسان اور نھال کے لیے، انتہائی محبت اور وقار کے ساتھ۔“

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ قیوس کا ڈکھ یک مسد تو ہے گھر اس میں کامیابی ہو رہی ہے، اُنکی طرح جیسے کہ اوپر کے انسانی باتوں میں ہوتا آیا ہے، کہ یہ بہت سارے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں کہ وہ بھی اُن کی جہد و جہد میں حصہ لیں۔

دوسرے خط میں یہ تصور دیتا ہے کہ جو نہ ہو ہے، جس کا تعلق مندرجہ لٹل ہے:

”سب سے پہلے میں نے اپنے آپ سے کہا کہ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں، قابلِ تعریف تو ہے، اور اگر وہ عمر رسیدہ لوگوں کے لیے وہی ہیں مکان بنانے میں کامیاب ہو چکی گئے تو وہ جہد و جہد کے ایک معمولی حصے کی کو بھی سمجھیں گے۔ گھر آپ اپنے کام میں لگتے رہے اور آپ کی کامیابی ایک geomen progression جیسی ہوتی گئی۔ وہ وقت آنے والا تھا، بداب آگئی تو ہے، جب آپ اس کیفیت میں ہوں گے کہ سارے مسائل کو سمجھ سکیں گے، یہ اس کے بعد کے حصے کی طرف پیش قدمی کر رہے ہوں گے۔ آپ اس بات کا نفاذ ثابت ہیں کہ یہی طریقہ، بلکہ صرف اور صرف اسی طریقے سے حل نکال سکتا ہے، جیسی ایک کام پر دل و جان سے جلتا ہوا، محاورہ دکھائی معمولی کیوں نہ ہو کہ عاقبت اندیشی کا تقاضا ہے کہ کبھی بہت نہ ہاؤ۔“

محبت کا پہلا قدم، اولاً جو صرف چندا معلوم لوگوں کی جہد کی گت ہے، بالآخر چوری دینی پر اثر انداز ہو جاتا ہے، ایک نئے قانونی بندھن بن جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی کارکنی و فنی حالت شان سے۔“

”محبت کا پہلا قدم“ جیسا جملہ کہنے دے سے جس طرف اشارہ کیا ہے وہ نہ صرف آپ کو ایک مفصلی انسان بنا دیتا ہے (جو خود بھی ایک طاقتور نسبت ہے) بلکہ اس سے بھی کئی قدم آگے نہ دھرتی فوٹ انسان سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ یہ راجہ خیرا دینے والا ہے، آپ کے لیے، دران کے لیے بھی، آپ جن سے جلتے رہتے ہیں۔ آپ انسانیت کو محض تصور بننے کی جازت دینے کا خطرہ مول نہیں لیتے، نہ اسے گھر کی نظر پاتی ہوئے دیتے ہیں، جب تک کہ یہ غم نہیں ہو جاتی ہے۔ گھر ایک بار وہی ہو جاتی ہے درحقیقت جو ہے۔ جی



ایک انگریز آئی، ایک ذوقی بحرن، ایک مقدسہ، مخصوص ضروریات۔ چہ، دل دوبارہ اپنا عالمی شان بھرائی  
کا کردہ رشتہ کر لیتا ہے اور صبح جو عمل شروع کر دیتا ہے، خفیہ محبت، آغاز کا یہ استواری، حقیقت پسندی اور  
صبر۔

محبت محبت کے ذریعے ہم اپنے بھائیوں کے دلوں کے قریب آجاتے ہیں۔ نندوں کی ابتدا میں،  
نندوں کے پورے عرصے میں اور بچہ نندوں کے وقت تک۔ حال ہی میں ایک مہاجر نے اپنی مرہبی بادی کو  
ایک خط میں لکھا تھا: ”میں ہمیشہ آپ کے خد کے انکی رشتہ رہتا ہوں کہ ان میں سے ننگے دانی حرارت  
میرے لیے عمارت کا باعث موفی ہے۔ سچی بات! میں سمجھتا ہوں کہ روحانی اقتدار کی ہماری دنیا کی نندوں کی  
سب سے بہتر چیز یہ ہوتی ہے۔ ان کے بغیر نندوں یا دوسروں سے کسی بہت ہوتی ہے کہ نندہ رہنے کے قابل  
نہیں رہ جاتی۔ کبھی جب میں تنہا ہوتا ہوں تو میں آپ کو اپنے قریب محسوس کرتا ہوں، گو کہ آپ میرا ہاتھ  
اپنے ہاتھ میں سے نکالتے ہیں اور میرے گال پر ہلکی ہلکی تپکیاں دیتی رہتی ہیں۔ میری خواہش موفی ہے کہ میں  
اپنا آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھ دوں اور آپ کے جسم اور آپ کے پیار کی حرمت کو اپنے جسم  
میں سرایت کرتا محسوس کروں۔ مجھے اپنے آپ کو ہمیشہ یہ یاد دلا دیتا ہے کہ ہم دونوں ایک ساتھ ہو سکتے ہیں  
تو صرف روحانی طریقے پر۔ یہ خیال میری دل جوئی کرتا ہے، اس لیے کہ روحانی نندوں سب سے زیادہ اچھے  
دینے والے ہوتے ہیں۔ یہ ہمیں کبھی دھوکا نہیں دیتے کہ یہ ہم سے کچھ تو بہتر ہے بلکہ اس سے بھی آگے تک  
جانے والے ہیں۔ مجھے تسکین دینے، اور میری نندوں کے آخری نہ سوں کو نندوں کا بہترین عرصہ بتانے پر میں  
آپ کا شکر گزار ہوں۔ میں اپنی اس نندوں کے آخری حصے کو بڑے اطمینان سے سہرا کر رہا ہوں، امر چہ میں  
جانتا ہوں کہ بھگتی میں فہم ہونے کی میری آخری خواہش بھی چرنی نہیں ہوتی ہے۔“

آغاز کار میں نے کئی بار کہا بھی ہے اور لکھا بھی ہے: ”محبت کرنے والا دل ایک موجد ہوتا ہے۔“ کہ  
یہ لوگوں کی مدد کرنے اور انھیں سکون پہنچانے کے نراں طریقے نکال جاتا ہے۔ یہ ہمیشہ تازہ اور نندوں  
سے بھر پور رہتا ہے: اسے آپ میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہمیشہ رہتا ہے۔ مادہ کے ایک اچھا  
کا مدد اس سے واقف تھا، جب اس نے لکھا تھا: ”یک پرانی کبوت ہے کہ وہ شخص جو چودے نکاتا اور  
پھول اگاتا ہے اس کو [انگریزی زبان میں] ”میزائٹسٹ“ کہتے ہیں۔ ہندو مذہب کے سڑکچلوں نے  
انسان ہیں۔ جب بھی کبھی ان کا دل کسی کے دل سے ملتا ہے، فوراً ہی اس میں کچھ گئے جاتا ہے۔“

استواری 21 سکوید کو میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر فین مو (Finn Moe) نے کہا تھا، ”آپ نے  
کچھ ایسی تعلیمات بیان کی ہیں جو میرے نزدیک بہت ضروری ہیں اور اس کام سے مخصوص بھی، جس کے  
درجے میں آپ نے ہاتھوں کی تمکیم، دھڑپوں کی شے، کب فر دے، جو وقف کر دیتا چاہتا ہے اپنی تمام  
ترتوت، یقین اور برائی ان دلوں کی انسانیت میں خود داری اور یقین بحال کرنے میں، جنہیں اپنا سب کچھ

چھوڑ کر فرار نہ ہو، پناہ مانگو۔“

حقیقت پسندی آدمی سے آدمی کا رابطہ نہیں نکھٹتا ہے کہ جس دھڑ سے اپنی مرضی کے مطابق ہونے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے، بلکہ جس ان کو دیکھتی قیوں رکھنا چاہیے جیسے کہ وہ ہوں۔ یقیناً اس کے لیے بے انتہا صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ بالکل ٹھیک ایک مہاجر خاتون نے مجھے کے ایک معروف اخبار میں لکھا تھا: ”بہت کم لوگ پوری طرح سمجھ سکتے ہیں کہ مہاجرین سے معاہدہ کرنے میں کتنی محبت اور صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب یہ لوگ اپنے ملک چھوڑتے ہیں تو صرف ان کا تہذیب اور ان کی تعلیم ہی ان کا Europe of the Heart کے دیہات میں عمر رسیدہ افراد کے لیے سب سے بڑا نقصان بننے والی ہے۔ ان دونوں میں سے کسی کو بھی سمجھنا چاہیے، اور اس دھم کا مدافعت کیا چاہیے۔“

جس تمام مسائل کے اجتماعی حل کے لیے، اور اعداد و شمار کے بارے میں ہمیشہ چوٹیں رہنا چاہیے۔ جس اپنے پڑوسیوں سے بھی ہوں جسکی محبت کرنی چاہیے۔ آخر کی طور پر ہر ایک کی مدد کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ سب کی مدد نہیں کی جاسکتی۔ آخر ایسا کون ہوگا، جو ہر ایک کو اپنی زندگی میں چھوڑ دے گئے ہوں جو کام کہ آدمی کیے نہیں کر سکتا بہت سارے لوگوں کے ارادے سے کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً امن کی مست سے جانے والی کتنی طریقہ نہیں ہیں، سوئے اس کے جو چھوٹے چھوٹے تہذیبوں اور مہاجرین کے نقل و حرکتوں سے شروع ہو کر وہ جو تہذیبوں اور تہذیبوں میں مسلسل بندھتے رہیں، اور انی وقت تک ایک دوسرے کے ساتھ رہیں، جب تک کہ سب مل کر پورے کرادش کے رد ہالے کی صورت اختیار نہیں کر سکتے۔

## (2) کسی بھی انسان کو فراموش نہیں کرنا چاہیے

کتنی غلطی ہو جاتی ہے وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ میں نے دنیا بھر کے لوگوں کے مسائل کو حل کر کے ہونے لوگوں کے ذہنی کام میں سمجھ دیا ہے۔ یہ سب تو جب بھی میں اس لوگوں کی مدد کر رہا ہوں جو یورپ کے مہاجرینوں کا ایک تھیل حصہ ہیں، تو ان کے عقب میں مجھے دو تہذیبیں مہاجر بھی نظر آ رہی ہوتی ہیں، جو یورپ کی میں نہیں، بلکہ دنیا کے ہر کونے میں ہوتی ہیں، میں جن کی مدد کو نہیں سکتا۔ میں نے حالی میں The Seven Sorrows of the World کے عنوان سے ایک مضمون پر حقائق جس میں لکھے ہوئے ہیں دنیا کے سات بڑے مہاجر تہذیبوں کی تفصیل کی تھی۔

میں جن لوگوں کی اس دنیا کی حدود کے پیچھے مجھے کتنے دکھ نظر آ رہے ہوتے ہیں، ناقصی، بے گھری، قید اور دوسرے بہت سارے دکھ۔ جہاں میں ان کے لیے کام کرنے والے میرے ساتھی Folieau نے نوکیلی سے 11 نومبر کو مجھے لکھا تھا:

"کیا بتاؤں، میں اس بات پر کتنے غر محسوس کرتا ہوں کہ مجھے آپ کے دوستوں میں شمار کیا جاتا ہے۔  
[امید ہے کہ] وہ تمام لوگ جو ساقی، انصافیوں، اور انصافی بدعتی کے خلاف جہاد کر رہے ہیں، وہ وہ تو مہلک جو  
چاہتے ہیں کہ روئے زمین پر نیک نیت آدمیوں کے درمیان امن کا رشتہ ہو، [ایک دن] سب ایسے ہی اعزاز  
سے نوازے جائیں گے۔ ان دنوں میں جاپان میں جذامیوں کے مرکز دیکھنے آیا ہوں ہیں۔ یہاں کے بعد  
میں کوہا اور فارموس جاؤں گا، کروہی میں کوئی کن ہوئی چھپی ہوئی نہ ہوئی تو میں کرسٹنگ جیٹس لائی جاؤں  
گا۔ یہاں میں بات کر آپ سے ملاقات کی سعادت حاصل کر سکتا ہوں" مگر مجھے حساس ہے، میں کہہ رہا ہوں کہ آپ نے  
مجھے بتایا تھا کہ میں ایک دوسرے کو جاننے کے لیے ملاقات ضروری نہیں۔ میں فریقا میں گاؤں بنانے کی  
پیشکش کا دہرا ہونہ نہیں ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وہ بات مجھے پتا نہ چلا کہ اس نے کیا کر دیا ہے۔  
یک دہرا ہے، میں آپ کو تیرا لی سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

آپ کا چاہنے والا پرتیو

اور پھر، یوں سے کہ ہم دونوں کے درمیان ویسا ہی انحصار ہے، جیسے کہ ہم ہیں، ہم وہی کچھ کر رہے  
ہوتے ہیں خدا نے میں جو کچھ کرنے کے لیے سوچا ہے، اور میں یہ کام ہو گا محبت، محبت، حقیقت پسندی اور  
صبر، تاکہ ہجرت کرنے والے لوگوں کی خدمت میں جہاں تک ممکن ہو پناہ چھوڑا کر ان کو چھوڑا کر ان کو  
مہربانی یہ کہ ہم کچھ نہ کچھ رکھتے ہیں۔ میں اپنی اپنی جہت سے رہنا چاہیے، دنیا سے قطع تعلقی کر کے نہیں، بلکہ  
جہاں بھی ہوں وقت سے امن کے لیے کام کرتے رہتا ہوں۔ یہ کہ ہم ہجرت کرنے والے میں کچھ نہ کچھ  
جاری رشتہ ہے، اور یہ کہ لوگوں کو فرادہ نہیں جن کو ملتا رہا چاہیے کہ تمام لوگ ایک دوسرے کے بھائی ہیں،  
کہ ان میں کام نہ آئے، دوسرے سے برا نہ نہ بدھن میں بندھ سوا ہے۔"

### (3) مقدس استھاو

5 مئی 1957 کو آئس برگ میں تیسرے یورپی گاؤں کا سنگ بنیاد رکھے ہوئے میں نے اپنی تقریر  
میں سامعین سے کہا تھا:

"میرے آپس کے اختلافات کتنے ہی تھکے کیوں نہ ہوں، انھیں بھرتاں کھلی ہی رہنا چاہیے کہ جو  
کچھ ہمیں تکیہ کرنا ہے، وہ وہاں سے درمیان رشتوں کے مقابلے میں کم محبت کا ہے، امن کے ساتھ رہنے کا  
بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم میں باہمی محبت اور احترام ہیں کہ ہمیں اپنے درمیان مشترک رشتے کا خیال رکھنا  
چاہیے۔ ہر مشترک رشتے کا بہترین نام ہے آدمی۔ میں ایک بار پھر، جلد ہمیشہ یہ درکنا چاہیے کہ ہماری نگاہ  
میں ان کے اندر پوشیدہ انسان پر ہے، اس سے قطع نظر کہ وہ ہم سے کتنا مختلف ہے، اپنے خیالات میں، اپنی  
ساقی حیثیت میں، اپنی ذہنیت میں یا اپنے عقائد میں۔ اور ہمیں ہمیشہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں ہر آدمی کی  
حقیقی قدر کا اندازہ کرنا چاہیے، وہ وہاں جو ہمیشہ رہتا ہوتا ہے۔"

وہ جو اپنی تمام تر قوت صرف اپنے ایک بھائی کو بچانے میں صرف کر دیتا ہے، اور جو اپنے ایک اور بھائی کو ویسا ہی عمل کرنے پر رغب کرتا ہے اسے فوراً "the common denominator" کے تحت انگیز مکتبر کا تجربہ ہو جاتا ہے۔

ایک ماریشائی باشندے نے، جس سے کویو کے مہینے میں میری حقائق مبنی تھی، میرے جانے کے دو دن بعد مجھے کھاتھا: "پہلے دن ہی سے آپ، اپنی نہیں بڑھ بھائی جیسے لگے تھے، جس سے ہم اپنی چوٹی نندہ واقف ہے ہوں، اور جس کی رنگ میں ہی ٹھنڈا ہوا ہو جو ہماری اپنی رنگ میں ہے۔" ایک اہم سرکاری افسر نے، جو ہمارے وزیر کے پیغام کو سمجھ سکتا تھا، کھاتھا: "ہمارا دہن پڑتا ہے وقت، دو کوئی بھی آپ پر آؤں کو آؤں ہی تصور کرتے ہیں۔۔۔ رہائی حالت سے غم ہو جانے والی حالت کا قوس چاند پر جانے والے ماسک کے مدار سے نیا دوا ہم ہو جاتا ہے۔ ہم مذہب، فیملی، دوسرا نفسی نکات پر اختلاف کر سکتے ہیں، اور ہمیں سمجھا بھی چاہیے، مگر ہمیں ہر آؤں کوئی ہونے دینا چاہیے جو کہ وہ ہے، ایک انسان، جو دوسرے انسان سے نہ بہتر ہے نہ کمتر، اتنی ہی توجہ کا حق و دے جتنی کہ دوسرے آؤں کوئی جانے۔" اہم سے ایک قانون نے مجھے کھاتھا، "میں یہ کسی کے اخبار کا ایک مضمون بھیج رہی ہوں جس نے مجھے بہت متاثر کیا اور مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ بہت سے لوگ اس مضمون کو پڑھ کر افسردہ سے جتنے کام کرنے لگ جائیں تو یہ دنیا ایک بہتر جگہ ہو جائے گی۔ جس میں محض سما کر کے مطمئن نہیں ہو جاتا چاہیے کہ آؤں کے لوگ مائیں ہیں۔ یہ کہ دنیا بہت آسان ہے۔ مگر ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ ہم انہیں بہتر بنائیں، اس لیے کہ تنازعات اور رقابتیں صرف جنگ کی طرف لے جاتی ہیں، اور آؤں جنگ کا مطلب ہے دنیا کا انتقام۔ ہم کبھی اس حقیقت پر اس سے زیادہ ذرا نہیں دے سکتے کہ ہر آؤں، بھائی ہمیشہ بھائی پر فتح یاب ہوتی ہے۔"

دوستو! اسے مرحلے پر مضمون تنازعات، راقوی، ف راقوی تو ہیں کے دوسرے میں آسکتے ہیں۔ لہذا مجھے بھائی ہندی کے کچھ عجیب خیر پیغامات ستانے کی اجازت دیجیے۔

فرانسیسی ریڈیو عزما (Adz) کا پیغام ایک دعا کی صورت میں آیا ہے:

"اے میرے پروردگار!

تیرے قانون کی نصیحتوں سے متاثر ہو کر ہم یہاں تک نیا یورپی گاؤں بنانے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ ہم بھائی ہندی اور محبت کے کام کی تکمیل کے لیے آئے ہیں، اور تجھ سے اس گاؤں کی بنیاد پر ہمیشہ نازل کرنے کی دعا کرتے ہیں۔

اے میرے پروردگار! ہمیں امن اور یک جہتی کے ساتھ رہنے کے لیے اس دنیا میں کون۔ یا تھا؟ وہ تو ایسی تو ہے، جس نے ہمیں مستحیثیت کی نعمت سے نوازا ہے تاکہ ہم فطرت کی حالت پر قابو پا سکیں، نہ کہ ہم ان نندہ گین کی، جو ہم پر تیرے قاضی کی صورت میں، بے حریفی کرنے کے لیے مت کے طریقے دریافت کرنے لگیں، اور عالمی بھائی ہندی کے خوش حال عہد کو [نچوہ کی طرف سفر میں] تیز تر کر دیں۔ کاش یہ

مہارک اچھا ہے جو بھٹی بھٹی تی علامت ہے، دو دن طوٹ کرے، جس پر تیری تیرا گناہیں مازل  
 ہوں، جب چوٹی کھلے انسانی ایک خاندان کی طرح بن جائے، اور جب اس کے تمام ارکان ڈھول اور  
 محرومیوں و رنجوں سے نجات پا جائیں جو ابھی تک ان پر قبضہ تھی، اور اپنی آزمائشوں کے باعث  
 پاک ہو کر اور ممتاز بن کر آئندہ کی زندگی میں ایک جہتی میں بسر کریں۔ اسے رحیم خدا کے فضل اور  
 نصیبوں کے ساتھ ان سب پر اپنی فحش ماز کر جو بھٹی کے لیے کام کرتے ہیں، اور ان سب پر بھی جو  
 انہیں کو ہمت دیتے ہیں، اور ان کے لیے اسے انسان فادر ڈومینیک (Father Dominique  
 Pire) پر بھی اپنی فحش ماز کر، اور جس کام کا اس نے جیڑا لیا ہے اسے بھی بھڑپائی سے محسوس کرنا، اسے  
 پھر دنیا کا فحش ماز کر تمام آدمیوں پر، اس کے جانچ پڑھان پر جو بہت بڑھاتے ہیں عقولیت اور  
 دانش سے، اور ان سب کے دلوں کو اس کے جذبے، محبت و رسل جمل کے جذبات سے بھر دے۔

اور یہ رہا، ایک قہر میں سرخ کا پیچہ: ”بھی کبھی انسان اپنی مرضی کے خلاف چلتے پر مجبور کر دیا جاتا  
 ہے، کر وہ آپ کے ماتے پر گھرن ہو جائے، اور آپ کی مثال بنے۔ آپ سے طاقت کے بعد میرے  
 ساتھ کسی کچھ نہ ہے۔ اس لیے میں، سادہ فکروں میں آپ سے اپنی جلی طاقت اور بعد میں تنگ بنیوں  
 قریب کے طاقت میں کر رہا ہوں، اور میری دشمنیت ہو کر جو کچھ میں کر رہا ہوں اس کو اس کے  
 بالکل کے معنوں میں قبول کریں۔“

ایک امریکہ کا پیغام کچھ اس طرح ہے: میں ایک یہودیوں، چر بھی کیتھولک عقیدہ رکھنے والوں کے  
 ساتھ مخالفت کے جذبات رکھتی ہوں۔۔۔ تمام اچھے لوگوں سے، اس سے قطعاً نظر کران کا تعلق نہیں ہے  
 ہے۔“

ایک شادی شدہ جوڑا لکھتا ہے، ”انسانیت کے لیے آپ کے کام کی کافی مثال اس ادارے میں اور  
 تین کو زندہ کر دیتی ہے جو ہمارے دلوں میں پڑا مردہ پنڈی بھتی ہے، کہ ایک چھوٹا چھوٹا دنیا کو بہتر بنادے  
 گا۔ بدینی کے ان آدمی کر دینے والے دنوں میں، آپ ایسے عمل اور ایسی شرافت کو علامت بنا دیتے ہیں جو  
 ان لوگوں کو ایک نئی امنگ اور نئی زندگی دے سکتی ہے جو ان کے وحشیانہ پن کی وجہ سے آدمیوں پر تباہ کرنا  
 چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم میں سے ایک کیتھولک ہے اور دوسرا یہودی ہے۔ ہوں ہم دونوں کو اپنی میسر اور  
 خیالات میں ایک نئی بصارت کا تجربہ ہوا ہے، اور ہمارا عقیدہ اور یہ اور انسان سے محبت کرنے کا طریقہ ویسا  
 ہی ہے جیسا کہ یسوع مسیح کا تھا، جس طرح آپ کسی درجے یا کسی نسل کے انسان سے رابطہ کرتے ہیں۔“

یہ پیغام ایک عورت کی جانب سے ہے جس کا شوہر جیم کے عدالتے Breendonck کے قتل کی کیمپ  
 میں ختم کر دیا گیا تھا، جس کا اکلوتا بیٹا بھی اس کی عمر میں کسی اور قتل کی کیمپ میں مر رہا اور وہ خود  
 Ravensbrück کے قتل کی کیمپ میں موت کے قریب سے بچ کر زندہ رہی تھی۔ وہ لکھتی ہے:

”میری درجہ پر، میں ان سب کو اپنی حیثیت کے مطابق مدد فراہم کرتی ہوں، جو مجھ سے مدد کے

ہاں ہوئے تھے، اس سے قطع نظر کہ وہ کس خیال کے حامل تھے۔ مجھے اس عمل پر کسی شاہدائی کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ میری نصرت ہے۔ یہ طاقت، مہربانی اور سخاوت۔ یہی میرا طریقہ ہے، اور خدا بھی مجھ پر مہربان ہے، اس لیے کہ اس طرح وہ مجھے اپنی چیزیں کو تم کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔“

ایک اور پیغام ہے، ایک ایمراف اسکی افسر کا: ”ہمارے ماریوینی دوست [امن کے انجام کے لیے] اس سے بہتر انتخاب نہیں کر سکتے تھے اس لیے کہ اس طرح وہ ایک درپہر اختلاف کرتے تھے کہ محبت اور سخاوت ہی امن کے حقیقی سرچشمے تھے۔“

ایک کتب خانہ کا بیانیہ ہے: ”آپ کی امن جانب اسد کا میانی سب کے لیے مبارک ہے، اس لیے کہ آپ کی تعریف کے ذریعے، ہم انجیل کی صد قوتوں و دشمنیوں کا دھوکہ دیتے ہیں جو زندوں اور نجات دہی ہیں۔“ ایک پراسٹنٹ مرشد کا پیغام، ’خوبیل امن انوم کے لیے اپنے انتخاب پر میری دلی مبارکباد قبول کیجیے، جو آپ کے تمام دوستوں کے لیے بے پایاں خوشی کا باعث ہے۔ ذاتی طور پر، میں بھی ہے، انتہائی دیکھا ہوا۔“ ایک ماریوینی خاتون کا پیغام، ”یہ انوم آت کی دنیا کے تاریک گردوں کے لیے ایک چمک دار ستارہ ہے۔ دشمنی کی کائنات کے لیے، آپ کا کام جس کا قطع ہے، میں آپ کی مبارکباد دیتی ہوں۔“

اور یہ ہے ایک پراسٹنٹ آؤز، ”میں آپ پراسٹنٹ ہوں، اور ہمارے ایک مذہبی قہر کے ق معصیت نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں آپ کی تعریف کروں اور آپ کے کام کا احترام کروں، جس میں اب میں خود بھی دلچسپی لینے لگا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی، سینٹ فرانسس آف اسکی کی خوب صورت دعا کی جیسیم کی پیشکش کر رہے ہیں، اور دعا میں، جس بھی ماریوینی ہوتی ہے، وہ خدا کی مدد سے آپ امید بن کر ظاہر ہوتے ہیں۔“

کارسینا کے ایک صحافی کا ایک جملہ ہے، ”مجھے یقینی جی شے اس سے زیادہ مسرت فرما نہیں سکتی تھی کہ یہ شہیت کہ امن کی روح ابھی تک قائم نہیں ہوئی ہے۔“

بورڈر میں یہ گوئی اپنے ایک ہم وطن کی ہے، ”یہ سکتے ایمینان کی بات ہے کہ مائیت اور اس کی مائز پر کئی خود پسندی کی پامال کی ہوئی اس دنیا میں اب بھی اتنے خیر فہم اور مخلص موجود ہیں جو سخاوت و عثرات کو مشترک شہا ج عقیدت پیش کرتے ہیں۔“

یہ انسان بھائیوں کے درمیان موجود متبرک اتحاد، جو خود کو ایک باوقار اور ذمے دار حیثیت میں دریافت کرتے ہیں، جب کہ وہ دوسرے کو بچنے کے لیے مل کر کام کر رہے ہوں، بدگمانی، محک نظر کی اور تعصبانی رکازوں کو دور کرتا ہے جو نہائی محبت کو اور نہ سنے والی قوتوں کو زیر آؤد کرتی ہیں۔ اب جیسیم محبت کی طاقت پر یقین کرنا اور اس کو ہر کار کے لیے دینا چاہیے، واضح رہے کہ مشترکہ نہ وہ نہ محبت کے لیے اصولوں پر مسالمت کی ضرورت نہیں ہوتی، مگر اس کے یہ ٹکس صحیح ہوتی رکھنے والے اس کو پسند کرتے ہیں۔ یہاں ہر دشمن کو جج میں نہیں دیا چاہیے۔ یہ منفی حرف شہا ج ضمیر رکھنے والوں کے نزدیک ہے وہی کی رعایت کے

مترادف ہے، بلکہ ہمیں باہمی مضامین اور باہمی التزام کی بات کرنی چاہیے۔ ہر انسان کو اپنے ضمیر کے مطابق عمل کرنا پڑتا ہے۔ اگر میرا بیٹا مجھ سے مختلف رائے رکھتا ہے، تو کیا مجھے اس کو بددیانت یا بدعاش سمجھنے کا حق ہوگا؟ بلکہ کیا ہمیں عام طریقے پر یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ اچھا ہے اور تو اس کو اپنی چاہیے کہ وہ اپنے ضمیر کے احکام کے مطابق عمل کرے گا۔" تاہم مسیحین میں سربراہ اور Thomas Aquinas نے مذہبی عقائد میں اختلافات کے بارے میں لکھا ہے: "اگر ایک آدمی واقعی اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ یہ عیسوع مسیح کی امانت نہیں کرنی چاہیے تو وہ کتنا دگر ہوگا اگر وہ ان کی امانت کرتا ہے۔"

دن دن سے ہم نے ہمیشہ ان ہی اصولوں کے مطابق عمل کیا ہے، مگر قدیم کے لیے اور جوہپ میں بنیادانہ محبت کے لیے، جو ہم مہاجرین میں پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ محبت باب کے ان الفاظ کے وجود نوٹس اس انہی میں نے مجھے مجبور کیا ہے، کہ میں اپنی باتوں اور بہترین فیصلوں کے خلاف پاب کر دیتوں! "کوئی بھی آدمی جو مذہبی کے عمل میں شریک رہا ہو اور ملحق چاہتا ہو وہ خدا کی کاموں کے لیے موزوں نہیں ہوگا۔"

میں جبرستی سے انفرادی طور پر رہنے کے ساتھ رہوں، جس طرح کہ ایک انسان سے مل جانا چاہیے۔ مگر ہر ایک نے مطالعہ باطن اور فاضی میں چھان بین کرنے میں میری رہنمائی کرنے کی کوشش کی ہے، جس نے مجھے یہ معلوم کرنے کا موقع فراہم کیا ہے کہ بنیادی طور پر ان دنوں میں ہم کھینچ انفرادی انسانی رابطوں کی ایک سنگین زنجیر بنا سکے ہیں جس کی ابتدا 27 فروری میں ہوسٹن میں ہوئے دینی ایکٹس کی سرکاری مذاقات سے ہوئی تھی۔ یہ مذاقات بعد میں دوستوں کے دوستوں تک، اور اس کے بعد ان کے بھی دوستوں تک پھیل گئی، اور اس نے ہمیں اس مقام پہنچا، جہاں ہمارے معبود انفرادی طرح نہیں بلکہ، اصلی بنیادوں کی طرح دوبارہ متحد کر دیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ دوستوں اور ان جیسے دوسروں کی یہ زنجیر مہدی Europe of the Heart کے ساتھ ایک دن World of the Heart بن جائے گی۔ 10 دسمبر کے بعد سے مجھے ان لوگوں کی منتظرہ کرنے میں بہت خوشی محسوس ہوتی جو امریکی پارلیمان کی نوٹس کمیٹی میں احتجاج اور فیصلے کرتے ہیں، مگر یہ سب اس "پردے" کے لیے نہ ہو رہا ہے، جس کے پیچھے ہماری طرف سے دوسرے پر اور بھی رعب ہے، جنہیں زندہ رہنے کا سماجی حق ہے جیسے کہ کسی شہر یا دیہات میں محبت کی ضرورت کے ساتھ۔ اس مقام پر اس سے زیادہ اور کیا پیغام دے سکتے ہیں ان کے رہنماؤں کو ان کے زیادہ متفکر کوراج لوگوں کو؟ "مشرقی بھائی، ایشیائی بھائی، ملحقہ سے محبت کرتا ہوں اور تم میں سے ہر ایک کے لیے اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔"

## (4) ذمہ داری

1958 کا نوٹس اس نئی مہم کا آغاز کرتی ہے، جس کا مقصد ہے، ایک نازدہند، مہاجرین کی

تجربہ کا تسلسل ہے، ان سب کا جو بچپن جس برسوں میں کی گئی تھی۔ ذمے داروں بہت بڑی شے ہوتی ہے۔ ایک آدمی جس نے ایک بار مجھے کام کرتے دیکھا تھا، مجھے سمجھا ہے:

”میں نوپل امن انعام پانے کے موقع پر آپ کو سننے دے مبارک باد کے پیغامات میں اپنا بھی پیغام شریک کرنا چاہتا ہوں، اور یہ میں کر رہا ہوں، اگرچہ مجھے یقین ہے کہ یہ امتیاز ذاتی طور پر آپ کے لیے معقول ہے، اس لیے کہ آپ اس اعزاز کو صرف ان روحانی اصولوں سے منسوب کرتے ہیں، آپ جن پر قائم ہیں۔ راجد ہی، آپ کو اس خوشی کا اعتراف بھی کرنا پڑے گا جو آپ کو اس انعام نے دی ہے، محاورہ ذاتی ہی کیوں نہ ہو۔ [اس میں شک نہیں کہ] خیرات و رادوں ایک ساتھ جیتے تھے۔ [اگر] آپ اپنے خیرات کی اس حد تک مجسم کرتے ہیں کہ آپ ان کے مبارک بن جاتے ہیں۔ آپ [انوں میں] یقین ادا کرتے ہیں، اور اپنے اصولوں کو یون کر کے میں اپنے آپ کو یون کر دیتے ہیں۔“

اور وہی اس کھنڈے والے کو جواب دے جو ان چند الفاظ میں سب کچھ یون کر دیتا ہے، ”اب، اب آپ برعکس کے خواب امن کا صہ بن گئے ہیں۔“

خود آپ یقین کرنے والے ہوں یا نہیں، و بارے دوست، مجھے اپنی محبت دیجیے، اپنا سارا دیجیے اور میری مدد کیجیے کہ ہم سچی دوستی کو آگے نہ بھالیں۔ آخر میں، آپ کے لیے میں نہایت سادہ، مگر فیق اشان سے ملے چٹا بنا ہوں جو حال ہی میں ایک دوستی ماحم نے کہے تھے، جس نے میں نے و بار و یک با وقار و غرق فراہم کی ہے۔ اس نے ان مصرعوں کو ”The Work of the Reverend Father Dominique Pre“

کا عنوان دیا ہے۔ یہ تھا مصرعے:

”یہ چھامن نور ہے ہوا روشنی کی کرن ہے زمیں پر۔۔۔“

کہ انسان دل کے لیے ایک تسلی۔۔۔

کہ عالی نسب لب کا و صوف۔۔۔

کہ خواہر دست قدرت کا بخشنا ڈلا۔۔۔





## لیسٹر باؤلز پیرسن اعلانِ تجلیل

مارڈیٹی پیرسن کی فوٹس کمپنی نے 1957 کا فوٹس امن خود کشاؤ کے لیسٹر باؤلز پیرسن کو پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، لیسٹر پیرسن 1948 سے 1957 تک کشاؤ کے وزیر خارجہ رہے تھے اور انتخابات میں شکست کے بعد حکومت کو استعفیٰ دینا پڑا تھا۔

لہذا، اس برس کا فوٹس امن انعام ایک سیاست دان کو دیا جا رہا ہے جو اب بھی کشاؤ کی پارلیمنٹ کے ایک آزاد ذہن ہیں۔

مثلاً یہ کہنا ہے کہ ہوا کرچنگ ٹوڈ مکے کے سسے میں جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ ٹھیک نہ ہے، گروہ عملی طور پر سیاست میں نہ ہوتے۔ بد شہ، اس نکتے پر بحث کی جا سکتی ہے، مگر میں جس بات پر زور دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس نئی سیاست دان یا ایک ذہن کو نہیں، بلکہ ایک آڈی کو دیا جا رہا ہے، جس کا نام لیسٹر پیرسن ہے، اس کی ذاتی خصوصیت سچائی اور آفاقی کار، استحکام اور عاقبت قدرتی۔ کی وجہ سے، جو اس نے جنگوں کو روکنے یا محدود کرنے اور امن کو بحال کرنے کے سسے میں دیا تھا، اور اسے حالات میں جہاں تیزی اور مشکل مندری، نئی تھی، تاکہ وہی بھر میں جتنی تندرستی سے پھٹنے سے پیدا ہونے والی ہے چھٹی کو لا رہا جا سکے۔

لیسٹر باؤلز پیرسن 1897 میں کشاؤ کے شہر ٹورنٹو میں پیدا ہوئے تھے ان کے والد انجینئر شہرت کے مالک میٹھو ہسٹ مینٹ تھے، ان کے بیٹے مذہبی گروہ میں پڑھے تھے، جب کہ ان کی تربیت میں انھیں کورجیٹ شامل تھا ان کے والد نے اس بات کا خیال رکھا تھا کہ بیٹے کو انجینئر قییم ملے پیرسن کا ٹورنٹو روڈی ورکس میں ماسٹر کے طور پر کام کرنا شروع ہوا تھا، مگر یہاں کافی عرصے تک ان کی تعلیم میں

نہیں اٹھانے ہوئے، اور اٹھا روئے ہی کہ عمر میں وہ یونانی، رکی میڈیکل کالج میں رضا کار کے طور پر بھرتی ہو گئے۔ جنگ کے خاتمے پر، جس میں دو ٹوٹی ہوئی مشینیں تھیں، انھوں نے اپنی تعلیم دوبارہ شروع کی اور 1919 میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی۔ ایک وقت کے بعد وہ اپنے چچا کے گوشت کے کارخانے کی طرف سے دیکھنے پر تعلیم کے لیے آسٹریا میں داخل ہو گئے۔ 1923 میں انھوں نے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ کچھ دن استاد کے فرائض انجام دیے اور ڈیڑھ تو یونانی اور رکی میں جدوجہد کرنے کے شعبے میں نائب پروفیسر ہو گئے۔

1938 میں جب اوناگٹس ہسپتال کے شعبہ پھونچنے میں کٹاؤ کی وزارت خارجہ میں ملازم ہو گئے۔ یہ قدم ان کے تعلیمی پیشے کے خاتمے اور ہکاری افریقہ کی ابتدا کا باعث ہوا۔ 1935 تک آڈووا میں وزارت خارجہ میں فرسٹ سیکریٹری رہے، اس کے بعد انھیں لندن میں کنڈل کے باقی کشتی کے دفتر میں کانسٹرکٹو تھینکٹ کر دیا گیا تھا۔ 1941 میں دوبارہ وزارت خارجہ میں اسسٹنٹ سیکریٹری تھینکٹ ہوئے۔ آڈووا چھ گئے، اور ایک برس بعد انھیں واشنگٹن میں کنڈل کے دفتر کے طور پر تھینکٹ کر دیا گیا، جہاں وہ 1946 تک رہے، جس عرصے میں انھوں نے دو سال سنیئر کے طور پر بھی کام کیا۔ اس کے بعد وہ ہسپتال کے کتب خانے میں گزار سیکریٹری رہے۔ جب 1948 میں کنڈل کی حکومت میں وزارت خارجہ کے سیکریٹری آف اسیسٹ بنے تھے اس وقت ان کی عمر آٹھون برس تھی۔

یہ قدامت پسند رہا تھا کہ مسیحی مین کی زندگی کا، جو بد شہان کی قابیلیت اور ذہنی صلاحیت کی گواہی دیتا ہے۔ اگر یہ اس بارے میں کچھ نہیں بتاتا کہ انھوں نے کیا کچھ حاصل کیا، اس شخص انھوں نے ان مسائل کا سامنا کیا جو ان کے ذہنی مسائل کے دوران پیش آئے تھے۔ انہوں نے مسائل حل کیے اور اس طریقے سے حل کیے تھے۔

قدردانی کے طور پر، اس عرصے میں، جب ایسٹریچین وزارت امور خارجہ میں سرکاری افسر تھے وہ اپنے نظریات اور رائے سے فائدہ اٹھا کر حکومت کی کے سامنے پیش کر سکتے تھے۔ پھر بھی، ان برسوں میں، جو نیا دور کے لیے ترقیاتی نوعیت کے تھے انھوں نے وسیع تجربہ حاصل کیا اور اپنے نظریات کو بھی وسعت دی تھی۔ اسی زمانے میں بین الاقوامی مسائل پر ان کے نظریات کو تشکیل ملے۔ انھوں نے 1933-34 میں عالمی تراب اسٹریٹجی میں حصہ لیا، 1935 میں لندن بحریہ کانفرنس میں شرکت کی اور اسی برس دو ایک آف نیٹو کے ممبروں اجلاس میں کنڈل کے وفد کے رکن کے طور پر شریک ہوئے۔ ایسٹریچین کے لیے یہ کانفرنس بہت زیادہ وسعت فراہم نہیں جتنی کہ اس لیے کہ ہم سب، جنھیں ایک آف نیٹو سے واسطہ پڑا ہے، انھیں کہتے تھے کہ ہم وقت ہم ایک شکست سے دیواری شکست کی طرف رواں رہتے تھے۔ ہم، جو نیا سفر کر رہے تھے، ان سب میں حصہ لیتے ہوئے، نہ تو راست مشاہدہ کرتے ہوئے، بہت قیمتی تجربات سے گزر رہے تھے جن سے انھیں بعد میں سونے والی کامیابیوں میں بے اندازہ مدد ملی تھی۔

1935 سے 1941 تک انھوں نے کنڈل کے باقی کمیشن کے دفتر میں ایسٹریچین کی موجودگی ان کے لیے

بہت اہم اور سبق آموز تھی، اس لیے اس وقت جو کچھ یورپ میں ہو رہا تھا، وہ مستقل طور پر اس سے بہت قریب رہے تھے۔

انہوں نے 1930 کے دہائی کے عرصے کے بعد یورپی جمہوریوں کے حالات کا اندازہ لگایا ہے۔ یہ ان [جمہوریوں] کی اندرونی ورعہ جہ پالیسی پر سنگین تنقید ہے، اور اندرون ملک اقتصادی حالت پر قابو پانے میں ناکامی! جب کہ یورپی ملک مسات پر تذبذب ہے اور اس امید پر بار بار ہٹکر کے سامنے جھٹکا کہ اس طرح من و مخلوق کی جان کے گامور با لقا 1938 کا میونخ کا بحران آگیا۔ یہاں تا ہے کہ کئی دہائیوں میں ایسٹروپین پیسے آئی تھے جنہیں شہرہ کی میں اندازہ ہو گیا تھا کہ جو راستہ اختیار کیا گیا ہے، اور اس سے جو کچھ مقصود ہے وہ حاصل نہیں کیا جائے گا۔ جنگ تو ہو کر رہے گی۔

یوں کہ میں پیسے یون کرچکا ہوں، 1942 سے 1946 تک ایسٹروپین وائٹنگ میں کئی دہائیوں کی سفارت خانے میں مشرور سفیر روچکے تھے۔ اس دوران انہیں دنیا کے حالات پر نظر کرنے کے بہت مواقع ملے تھے، انہوں نے من کے باطن پر کئی تقسیم کے سلسلے میں بہت کام بھی کیا تھا۔ یہ کام 1943 میں، جنگ کے ختم ہونے کے بہت بعد شروع ہوا تھا۔

انہوں نے 1943 میں Hot Springs میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں قابل ذکر فیض ادا کیا تھا، جو زمانہ امن میں دنیا کی فہرہ ک اور مماثلہ کی تقسیم سے متعلق تھی۔ اس کام میں ایسٹروپین کا کیا ہو کام بہت واضح تھا۔ اپنی کتاب The story of FAO میں Gove Hambidge نے ان کے بارے میں لکھا ہے: "مائیک ورن، توجران، منکر المور، سمورہ زین اور جی جی مرن کے مائیک مرن میں انہیں مختلف قومیت کے خیالات کے مابین مابثر مصلحت تلاش کرنے میں مدد بھی حاصل ہے، اور انہوں نے ہاٹ اسپرنگز کانفرنس میں بہت کچھ مابثر چھوڑا تھا۔"

انہیں Interim Commission for Food and Agriculture کا صدر نشین منتخب کیا گیا تھا، جس کا کام FAO کی مستقبل بنیاد پر تنظیم تھا۔ یہ کمیشن میں کیے جانے والے ان کے کام کے بارے میں لکھا ہے: "Interim Commission کے دوران کامیاب کارکردگی کے دوران سب سے زیادہ دلچسپی دینی تھی۔"

Quebec میں 1945 میں ہونے والی میٹنگ میں، جب FAO کی بنیاد پائی گئی تھی، یہ کمیشن ختم ہو گیا تھا۔ اس موقع پر ایسٹروپین نے جو کچھ بھاتا تھا اس کا تقابلی پیش کرنا چاہتا ہوں، اس لیے اس اکتھاس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں ابتدائی سے اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ جو ساری تحقیق کے میدان میں مائیکس نے جوئی ترقی کی ہے اس سے میں کوئی تعاون بظہر پیدا ہو گیا ہے۔ جہاں کے الفاظ وضع کرتے ہیں کہ بحیرہ شامیت کے لیے ان کا اپنا ایک تصور ہے: ایک ایسی دنیا کا جس میں نہ ٹولہ ہو نہ ٹولہ۔

انہوں نے فرمایا تھا: "میں اس کانفرنس کے شرکا جاننے میں اور میں نے اس کا مظاہرہ بھی کیا ہے کہ اگر

تقریر کے رتھ میں سائنس کو جیت دیا گیا تو وہ کپ کچھ کر سکے تھے، مگر جاب، انسان کے خوف نے اس کو جوہری مادہ دہی کے رتھ میں بھی جوت دیا ہے۔ مگر کچھوں کی اس بوڑھی، جس میں حصہ لینے والے دونوں رتھوں میں سائنس بٹھتی ہوئی ہے تو ہر کی ساری امیدیں ٹھٹھ ہوا کئی اور جوش یک ہی تھتے پہ مرکز ہوں گے۔ اس مقابلے میں گر میں شکست ہوئی ہے تو وہ سب کچھ جو ہم یہاں کر رہے ہیں یا جو کچھ انسان، یا، انسان، یا، انسان، یا، انسان فرانسس، یا، سکو میں کریں گے اس کو یہاں ہی نتیجہ ہوگا جیسا کہ سینٹ۔ لیس خلیج میں پھینکی ہوئی ایک سنگری سے نکلے گا۔ گر ہم میں ذرا بھی بوٹی مندی ہوئی ہو، اگر ہم نے سائنس کی تباہ کرنے والی طاقت پہ کسی قسم کا سچی سچی رول قائم کر دیا، جس کا مطلب ہے کسی قسم کا بین الاقوامی کنٹرول، اور سچی ترقی کو سائنس ترقیات کے ہمہ انداز کر دیا تو جو کام Quebec میں یہاں سے دو انسان کی ان کوششوں میں دینے پر امداد کے مترادف ہوگا جو وہ غربت، شجہ ورموت کے جنگل سے نکلنے کے لیے کر رہا ہے، جب کہ بہت سارے طاقت ور خود غرضی، اور بھیج یک مفادات آتے بھی اس کو دلہاں میں پھنسے رکھنے کے لیے مرم

تھا۔

یہ جسے 1945 میں کہے گئے تھے اس کے بعد سے دو دہائی بہت پہلے تھیں، اور ہم صرف وہی دور دیکھے جا رہے ہیں، اور انے والی اور بدلتی چیز اس لیے کہ اس پر یہ اسی طرح جاری رہی تو اس میں کوئی شہ نہیں کر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر پورے نئی نوٹ انسان کی نہیں تو اس کے بڑے حصے کی کھال تھکی، یا زوال پنے گی۔

میں بات کر رہی حقیقت ہے، ہمارے زمانے کے بین الاقوامی تنازعات پہ مسٹر جیسن کے تھیں کابل پہ اثر انداز ہوئی کہ نہیں کس طریقے سمجھا یا دہل کر جائے۔

میں کی وقت، جب FAO کی منصوبہ بندی ہو رہی تھی، مسٹر جیسن نے UNRRA کی تنظیم میں حصہ لیا تھا، بنیادی طور پہ جس کے قیام کا مقصد جنگ کے ختم ہونے کے بعد جنگ سے تباہ ہونے والے ممالک کی اقتصادیات کی بحالی تھا اس اورے کو ن لوگوں کی پسند کے لیے بھی کام کرتا تھا جو جنگ یا محبوتوں کے باعث بے گھر ہو گئے تھے۔ UNRRA کا قیام 1943 میں مل میں آیا تھا، اور مسٹر جیسن اس کی Supply Committee کے صدر منتخب بنائے گئے تھے۔ اور 1946 میں وہ بے گھر افراد کے لیے بنائی گئی ذیلی کمیٹی کے صدر منتخب بنائے گئے تھے۔

UNRRA کے لیے کیے جانے والے کام پہ مسٹر جیسن کی ذاتی محبوس کے ویسے ہی شکامات ثابت ہیں جیسے کہ FAO کی تنظیم کے دوران واضح ہوئے تھے۔ انھوں نے نہ کام کا فہم اس لیے یہ تھا کہ وہ اپنی نوٹ انسان کے لیے ایک بہتر دنیا پہ تھیں رکھتے تھے۔ انھوں نے حقیقت پسندانہ انداز میں مسائل کے سمجھانے کی کوشش کی۔ 1944 میں UNRRA کی ایک نشست کے بعد انھوں نے یہ تھا، "ہند، UNRRA کو بچش پناہ کام کر دیتے پہ کی استھانیں کئی چاہیے، بلکہ اس کو اس کے مدد طریقے سے سنا چاہیے کہ آہستہ طور پہ بہت قدرتی

سے کام کر سنے، اپنی کمزوریوں کو، بین الاقوامی امن کا، چھاپا تیار کرنے میں دبا کر کام کرنے کی ہمت پیدا  
ہو گئی تھی۔ اس طرح کیریئر میں اور عورتوں کی پیشانی میں فرائڈ کے اثر سے جو اثر یہ ڈھلچا کر تو ایک بار پھر  
اس کے کھلنے کے دبا کر دیا جائے گا۔

1946 میں یسٹریچ میں آئیڈاواچل ہوئے جہاں انھیں 1948 میں امورینی رچ کا وزیہ بنا دیا گیا۔ اس  
جہد سے یہ وہ نورس بن گئی تھیں۔

اس عرصے کے دوران مسٹر یسٹریچ میں بہت ساری کم کم فرسوں میں گوارہ دیا جنہیں بین الاقوامی تنازعات  
کے حل کے لئے دیا گیا تھا، مگر بین الاقوامی سیاست میں ان کا اثر کم تھا۔ ان کا مقصد ان کے لئے دیا گیا  
کے لئے دیا گیا تھا۔

1945 میں یسٹریچ میں ہوئے، ان کا فرس میں، جہاں قوم جمہور کے چارڈ کی تشکیل کی گئی تھی،  
وہ کٹاؤ کے بند میں مشیر کی حیثیت سے شامل تھے۔ یہ ان کوں میں سے ایک تھے جنہوں نے کٹاؤ کی  
جانب سے بڑی طاقتوں کے لیے حق استرداد (veto power) کے خلاف دیا پیش کیا تھا۔ یہ بحث  
انہوں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے جہاں میں بھی جاری رکھی تھی۔ اس بات پر بھی ضروری سمجھا  
ہوئی کہ انہوں نے 1950 کی United for Peace کو قرار دیا کی بھی بہت سی دیکھ سے حیرت کی تھی۔ اس  
قرار دے میں اس امکان کو بھی شامل کیا گیا تھا کہ جب سوئی کا ڈنٹل کے سامنے ایک ممبر اور جٹ کا مسٹر  
پیش ہو اور کا ڈنٹل کو حق استرداد کے ذریعے اپنے فرائض ادا کرنے سے روکا جا رہا ہو، اڑتا میں گھنٹے کے  
نوں پہ چڑی اسمبلی کا جہاں بڑا جائے گا۔ دوسرے الفاظوں میں یہ قرار دیا گیا طاقتوں کے حق استرداد کو کم  
نور کر دیا تھی۔

جہاں تک ان کے لیے ممکن ہو، یسٹریچ میں نے اقوام متحدہ کی کارکردگی کو بہتر بنانے میں کوئی کسر نہیں  
اٹھا رکھی تھی تاکہ یہ ادارہ کی سے اور زیادہ انداز میں کام کر سکے۔

جب سے اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا ہے، ایک کے بعد دوسرا بین الاقوامی تنازعہ کھڑا ہوا ہے وہ  
ادارے کی اخلاقی قوت، شدید امتحان و پٹیلی رہا ہے۔

پیدا سب سے اہم تنازعہ جو اقوام متحدہ کے سامنے آیا اور فلسطین کا سوال تھا اس مسئلے پہ 1947 میں  
ایک خاص اجلاس میں غور کیا گیا تھا۔ مسٹر یسٹریچ کو سب کی سمجھا کا صدر فلسطین منتخب کیا گیا تھا اور فلسطین کیسٹن ہائے  
فلسطین نے سفارت کی تھی کہ فلسطین پہ بڑی قوتی رچ کو اختیار کیا جائے اور یہ بھی کہ اس ملک کو یسٹریچ اور عرب  
مملکتوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ عرب اسمبلی کے دوسرے اجلاس میں ان سفارشات پہ غور کیا گیا۔ اس کے بعد  
تقسیم کے سوال پہ ایک اجلاس میں بھی غور کیا گیا جس میں مسٹر یسٹریچ نے بڑے اثراتی سے حصہ لیا۔

ان سفارشات کا ایک مثبت نتیجہ لکسمبرگ کے مسکن کو چھوڑنے کے لیے معرضہ، ان میں لڑائی کیا گیا تھا۔  
اس کے بعد سے مسکو میں نے جنرل سمبل کے سربراہی میں صدر یا، سوائے 1955 کے اجلاس کے،  
جب کہ وہ 1952 میں اس کے صدر بھی رہے تھے۔ برطانویوں نے قابل ذکر کام کیے۔ اگرچہ اس  
موقع پر پیش گوئی والے تمام مسائل کے بارے میں بات نہیں کر سکتے، میں صرف کوریہ کے مسکن پر کچھ کہنا  
چاہوں گا، جس میں وہ اس وقت تک کے لیے جنگ کو محدود کرنے کے حق میں تھے جب تک حملہ آور کو اپنے  
علاقے میں واپس جانے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ دونوں طرف کے مخالف تھے جو جنگ کو اس وقت تک جاری  
رکھنا چاہتے تھے جب تک، جنرل ان کے، "میں اس میں نہیں ہو جاتی۔"

کوریہ میں ہونے والی لڑائی کے بارے میں حذرین نے خود کہا تھا کہ "کوریہ میں ہونے والی جنگ کے  
بارے میں آزاد قوموں کا عمل محدود تھا اور ان کا مقصد شمالی کوریہ اور جنوبی ممالک تباہی نہیں تھا، بلکہ لڑائی کو مقامی  
حد تک رکھنا، جسے کوریہ کے، در اس کے بعد میں ان پیش بندی کے محور پر، جنگ بندی کوریہ کے انتظامات  
پر مذاکرات کیا تھا۔"

یہ غلطیوں کے مثبت اور حقیقت پسندانہ پس منظر کو منقش کرتے ہیں۔ صرف کوریہ کے تنازعے پر ہی  
نہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ ہمیشہ میں قائم رہے۔ گرامسکی کے سوال کے بغیر جنگ کو نہ ٹھکان  
نہ ہو تو ان کا مشورہ یہ تھا ہے کہ متعدد کے حاصل ہوتے ہی لڑائی بند کر دینی چاہیے، مزید آگے نہ بڑھیں  
بلکہ ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کیجیے جس میں حتمی بدلہ کا حصول ہی میں مقصد ہو۔ جی اے۔

1956 میں دوسری بار دینی کیا قابل تصور حد تک جنگ کی پھرتی آگے کا سامنا ہوا تھا۔ یہ سب کچھ متنا  
قریبی تھا ہے، درمیان میں کوریہ کو وقت موات تھا۔ اچھی طرح یاد میں۔

1956 کے جولائی کے آخر میں اچانک ماسکو کے صدر نکال مہدانا سارا نے سرسوت کو قومی کمیٹی  
میں بیٹے کا اعلان کر دیا۔ تجربہ کے صلیب میں سرسوت کا تیار ہوا ماسکو کا کونسل کے سامنے پیش ہوا اور ایسا معلوم  
ہوتا تھا کہ اس کا ایک مکانی عمل نکال دیا گیا ہے۔

پھر، استونہ کی قیادت میں کونسل کو اس کی فوجوں نے اس علاقے پر دھواؤں دیا جس کا نتیجہ کفرانس  
اور نہ ٹھانیہ کی جانب سے غیر کوڈھکی موصول ہوئی اور دوسرے دن ہی ان میں ایک نے اس علاقے پر حملہ کر  
دیا۔

سلاوی کا کونسل نے فوراً ہی حملہ آوروں کو لڑائی سے روک دینے کا حکم صادر کیا تھا مگر اس حکم کو نہ ٹھانیہ اور  
فرانس کے حق استرداد (ven) کے ذریعے کا بھرم کر دیا۔

اس کے بعد یہ مسئلہ جنرل اسمبلی میں پیش ہوا، اور دوسری دوسری تاریخ کوریہ کی شہریت کے لیے ایک

قرارداد پیش ہوئی جس میں صدر کو دس گھنٹوں کے اندر پہ چٹک بند کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔

اس تجویز کے پیش جوئے سے پہلے، لیسٹر ہاؤس میں رات دن کانفرنسوں میں "ریفریکٹری" گفت و شنید میں کہتے رہے تھے کہ اس تجویز کو اپنا وسیع کر دیا جائے کہ اس کی بنیاد پہ تنازعے کا حل بھی نکال دیا جائے اور امن قائم ہو جائے۔ اپنے عیسائی تجربے، مثبت رویے اور مسیحی عزم کے ساتھ انھوں نے واضح کیا کہ اس تجویز میں مسئلے کے حل کے لیے کوئی تہذیبی نہیں پیش کی گئی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ معاملہ فیصلہ کن اہمیت کا حامل ہے اور یہ خطرناک واقعہ دنیا کو تباہی کے دہانے پہ لے جا سکتا ہے۔

لیسٹر ہاؤس میں بہت نہیں ہارے گئے۔ ان کے دہائی نوپور کی پیش کردہ قرارداد سے دو چھوٹے مسائل نہیں ہو سکتے تھے جو وہ چاہتے تھے۔ کسی مازک اور خطرناک صورت حال میں دہائی کے راستے، تلاش کرنے کی ضرورت ہو گئی تھی۔ لیسٹر ہاؤس نے چار مسائل کو انھوں نے چار مسائل میں ایک قرارداد پیش کی جس میں میڈیٹیرینیئن جزیرے سے درخشاہت کی گئی تھی کہ وہ جزیرے کی اہمیت کے سامنے اگلے ڈیڑھ گھنٹوں میں متنازعہ علاقے میں اقوام متحدہ کی فوج تعینات کرنے کا منصوبہ پیش کریں، جس کو علاقے میں جنگ بندی کرانے اور اس کی نگرانی کرنے کی ذمہ داری سونپی جائے۔ یہاں سے ہم جانتے ہیں، یہ کام کر دیا گیا تھا۔

دہائی کی جنگ کے بعد سے بھی حالات اتنے بھی نہیں ہوئے تھے جیسے لیسٹر ہاؤس کے تنازعے کے دوران تھے۔ لیسٹر ہاؤس سے پچیس گھنٹوں کی مٹک کا سامنا نہیں کیا تھا۔ یہ حال، واقعی جو کچھ بحال سے ظاہر ہوا ہے کہ جارحیت کے خلاف اخلاقی قوت ایک بہتر فیصلہ ہو سکتی ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ صدر اور مقتول کو حادثات آزمائی سے پہلے جیتنے پہ مجبور کیا سکتا ہے۔ لہذا، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ لیسٹر ہاؤس متنازعہ اقوام متحدہ کی فتح تھی اور اس آئینی کی بھی فتح تھی جس نے دنیا کو بچانے میں سب سے زیادہ کام کیا تھا۔ اور وہ آدمی لیسٹر ہاؤس کی تھی۔

بنگرنی کے قتل کے دوران لیسٹر ہاؤس کے چار مسائل کی فوری غائبی سے خطاب کیا تھا۔ انھوں نے اپنی شہریت سے وکالت کی تھی کہ ایک میں "قومی خود مختار ریاست" بنگرنی کے مہم کو اختیار دیا جائے کہ وہ کسی خوف زدہ کے بغیر اپنی پسند کی ایک آزاد اور جمہوری حکومت قائم کریں۔ "پھر انھوں نے خود ہی سوال کیا، "مگر کیس؟" اور پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے کہا، "کیونکہ ہمیں بنگرنی کے لیے بھی اقوام متحدہ کا ایک مشن قائم نہیں کرنا چاہیے، جب اس بات پر اتفاق کیا جاتا ہے کہ مشرق وسطیٰ میں اقوام متحدہ کی ایک مقتدرہ قائم کی جائے گی؟"

لیسٹر ہاؤس کے قتل کے دوران اقوام متحدہ کی ایک تھی۔

لیسٹر ہاؤس کو دبائے NATO کا نہایت بڑا مددگار رہا کیونکہ اسے اس کے ان ممالک کے دفاع کے لیے، جہاں کی زمین کا انداز جمہوری اور فرد کی آزادی کی بنیاد پر رہا ہے، انھیں دنیا میں امن اور انسانی

حقوق کو برقرار رکھنے کی ضمانت ملتی رہی ہے۔ NATO کو ملک کے مابین امداد دہانی کو سیاسی، اقتصادی اور سماجی میدانوں تک پھیلائے ہوئے لیے بھی کیٹناں رہے ہیں۔

یوسرچین شاید اٹرنی آڈی میں گئے جسے اس بات پر یقین ہوگا کہ فوجی طاقت بالآخر میں قائم کر کے گی۔ 1955 میں انھوں نے کہا تھا:

”یہ کسی فرد، نہ کسی قوم، نہ قوموں کے کسی گروہ کو اس بات پر اطمینان ہوگا کہ دنیا کے امن کا دارو مدار اچھا فوجی طاقت اور سلامتی سیاسی اتحاد کے وسیع جنگ کوڑے لگنے پر ہو سکتا ہے۔ جوہری ہتھیاروں کی تیاری اور فوجی طاقت چند ہی عرصوں، اور بعد ہی دوسری طاقتوں کے اسلحہ خانوں میں ان کی شمولیت کے پیش نظر بے طمعانی بن جاتی ہے اس لیے یہ زیادہ ضروری ہو جاتا ہے کہ فوجی طاقت کو قائم رکھے ہوئے بھی، جنگ کے خطرات کو کم کرنے کی کوشش کی جائے اور رفتہ رفتہ اس طاقت کو فوجی بنایا جائے۔“

ی فوج انسان کی فطرتی امتیاز میں، مکمل معیے، خود دوکتے ہی طاقت ور ہیں نہ میں، مگر تحفظ کے لیے کبھی کافی نہیں ہوئے ہیں۔ اس لیے آپ کی طاقت ان لوگوں کی کم زوری بن جاتی، جن کے خلاف آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کو اپنے دفاع کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ آپ کا تحفظ ان کے لیے خطرہ بن جاتا ہے، لہذا وہ زیادہ اسلحہ میں اپنے لیے تحفظ تلاش کرتے ہیں۔ مگر ایک شیطانی پھر شرارت ہو جاتا ہے جو انسانی ماحولیات پر تعلق اور تباہی کا باعث ہوا ہے، اور اس کو توڑنا نہیں ہو تو اب یہ نئی دنیا میں کوہنہ بستی سے ملنا بھی ممکن ہے۔ تب تو کافی اجتماعی طاقت بھی اس کا آخری حل نہیں ہو سکتی۔ اور یہ آخر اس کا مطلب یہ ہے کہ امن کی بنیاد کسی ایسی شے پر مبنی چاہیے جو طاقت سے زیادہ دیا سہارا ہو۔“

یوسرچین کا خیال کسی خواب دیکھنے والے جیسا نہیں۔ وہ حقائق کی بنیاد پر اپنے تجربات کی روشنی میں زندگی کو، دنیا کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہیں۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا دور اندیش آدمی تجربات کے مواد سے تعمیر ہوا ہے۔

مجھے خود کو یوسرچین کی جنگ کوڑے لگنے یا ہندوستان کی چھوڑا ہم سرزمینوں تک محدود رکھنا پڑا ہے، اور میں ابھی طریت جانتا ہوں کہ میں نے صرف ان کی کوششوں کے نتائج کی تفصیلات پیش کی ہے، ان کی شخصیت کا اندوہنا کر نہیں سمجھتا ہے۔ یہ کہنا بھی چھوڑا آسان نہیں، جب یہ یوسرچین جیسے آدمی کا ہوا، مہیشوں میں، اجلاسوں میں اور طریر کی نوعیت کے مباحث کے دوران، جن کا زیادہ تر کام سفارتی سطح کا رہا ہو۔

صرف وہی وقت، جنھوں نے یوسرچین کے ساتھ کانفرنسیوں حصہ لیا، وہ ان کے ان تھک اور دنوں اور کسی مسئلے کے حل کے لیے تعمیری خیالات پیش کرنے کی ان کی غیر معمولی صلاحیت کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اگر ان کی پیش کردہ تجویز مسترد ہو جاتی تھی تو وہ پوچھ میاں کے ساتھ اپنی تمام کوششوں کو ایک دراصل کی جدوجہد میں لگا دیتے تھے جس کو شاید وہ زیادہ آسانی سے قبول فرمانے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ ان کے نزدیک امر بات یہ تھی کہ کوشش کبھی ترک نہیں کرنی چاہیے، بلکہ مطلوب ہدف کی طرف کم از کم ایک قدم آگے بڑھانا چاہیے۔



جب کوئی نہایت احمق مسکدر پیش ہو تو میسر جی سن مہمان نہ نہ اپنے واسطے انسان نہیں سمجھتا، لیکن ان کا خیال ہے کہ میں ان کو کوئی مسائل پر مذاکرات کی بنیادیں پیش کر رہا ہوں چاہے کہ وہ دوسرے طریق کو سمجھا جائے اور اس سے، درمیان کے نصف فاصلے تک، آگے بڑھ کر نہ جائے تاکہ حقوق نقصان پیدا ہو۔ صرف ان وقت تک یہ امید پر مذاکرات آگے بڑھ سکتے ہیں جب حقوق نقصان دہ کر دی گئی ہوں۔

بہر حال ایسے کام میں ان اصولوں سے نڈاری نہیں کرنی چاہیے جن کی بنیاد پر اقوام متحدہ قائم کی گئی ہے۔ بدنامی کے نقصان میں اقتصادوں اور سماجی ترقیات پر کام کیا جانا چاہیے جس سے خود کو دور ہوا مکمل اور آزاد و خود مختار بن کر رہیں اور امر نہ حکومتوں سے جاری ہو بلکہ وہ خود خدیش پیداوار ہوں۔ باہر سے تھوپی گئی ہوں، ترقی پسند نہ انسانی حقوق، انسانی وقار و وقار و زندگی کا حصول مرکزی مقصد ہوں۔

میسر جی سن کو یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا جب اقوام متحدہ کے وسیع سے تمام قوموں اور نسلیوں پر مشترک ایک عالمی سماج قائم ہو گا اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ ایسے آمدنی کا، مواد و دوسری چیز میں بھی مکمل اور آزاد ہی نہیں اپنے جانشین کے ساتھ بھی بنیاد پر ترقی کی بنیاد ہے۔ یہ دو قدر سے جسے ہم، اگر ہم میں اور ابھی اعتبار ہو تو، کبھی بچ نہیں سکیں گے۔

میسر جی سن کے کام کو تھاکو، نہ صرف قوموں، بدنامیوں اور مختلف تہذیبوں کے درمیان، کھلے تنازعات کے زمانے میں بھی آگے بڑھنا چاہیے۔ ساقی، ممکنہ ترقی کے ملکوں کو زیادہ دینا، اور ایک دوسرے کا بہت گھبرایا ہے۔ کوئی تنازعہ جو کسی جگہ نہ دے میں پیدا ہو جائے عملی طور پر پوری دنیا کو متاثر کر رہا ہے۔

”اب ہم ایک عہد میں داخل سے ہیں“ میسر جی سن کہتے ہیں، ”جس میں تہذیبوں کو پہلو پہ پہلو، چر امن، ادب بدل کے ساتھ رہنا سیکھنا پڑے گا اور جس ایک دوسرے سے سیکھتے ہوئے، ایک دوسرے کی تاریخ، قانون اور تہذیب اور آدیشوں پر غور کرتے ہوئے ایک دوسرے کی زندگیوں کی چیزیں سمجھنا پڑے گا۔ اس کی چھوٹی سی ٹکڑی روایت سے نیا دنیا آ رہی ہے۔ دنیا میں اس کے متبادل غلط نہیں، تباہی، تباہی اور مہمیت ہی ہو سکتی ہے۔“ یہ حقیقت کہ دنیا کو زور و زور سے زور کے درمیان انتخاب کی کیفیت کا سامنا کرنا ہو گا، اور اس حقیقت کے چشمہ نظر سے یہ ہمارے فیصلے پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ زندگی کو کوئی وقت ملے یا موت کی پسے کے مقابلے میں ہم پر زیادہ زور دینا ہے کہ ہم صحیح راستے کا انتخاب کریں یا ہمیں جن اقوامی تنازعات کے سمجھانے میں کسی بھی قابل تصور طریقے کو نظر نہ رہیں مانا چاہیے۔ اس طرح کوئی بھی طرف حاصل نہیں ہو گا جب تک کہ وہ وہ جس کا فرض تنازعات کا سمجھا جاتا ہے اس کے حصول کی کوششیں میں کام ہو جائیں۔

”ہیں کہ میسر جی سن نے کہا ہے“ ہمارے زمانے میں ماکائی کی۔ و شادی ٹھہری کی۔ سزا پہلے سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ نئی نوٹ نشان کے لیے بڑی شعلہ کی گواہی نہیں دے گئی ہے۔“

اب بھی اس سے قطع نظر کہ دنیا کا منظر کیسا ہے، میسر جی سن قوی تر نہیں۔ گروہ قوی ہوتے تو، ان

کے پاس اتنی برداشت و حقیقت کہیں سے آتی جو انھوں نے اپنے کام کے سلسلے میں دکھائی ہے۔ ان کی پوششیں ممکن نہ ہوتیں اگر نفوذ کی نیک قوتوں کی آخری فتح کے حلقہ و عقیدے نے ان کی مدد نہ کی ہوگی۔ میں آئر میں، یسٹرن سمن کے ایک خطبے سے قیاس پیش کرنا چاہوں گا جو انھوں نے پڑھ کر یوٹی ویسٹی میں 1955 میں کیا تھا:

”حقیقت یہ ہے کہ، موت اور تباہی کے دیے ہوئے پر چیلنج کے مقابلے میں، میٹر آزاد وکیل کی طرف سے جواب دیا ہے کہ ”یہ نہیں ہوگا۔“ یہ جو بات سے انسان نے نہ صرف خود کو بچا ہے، بلکہ اپنا مستقبل بھی یقینی بنالیا ہے۔

کاش کہ وہ بھی ایسا ہی میں جب میں جوہر کی عہد کے خوف ناک اور ناپ ناک کمزوری کا سامنا ہے۔“  
صدر نشین مارٹین لوتھر کینگسٹون Gunnar Jahn کی لڑائی

خطبہ:

## امن کے چار چہرے

میرے لیے اس وقت امن سے بڑی کوئی مشکل نہیں کہ میں اس موڈ اور میرے اپنے لیے، یادگار مہوتے پہ اس آدھ اور مستند کے مٹا دینا کچھ نہیں جنھوں نے نوٹس امن خاتم کا تصور پیش کیا ہے۔  
میں سے پہلے تو میں اس عظیم انسان، افریقہ نوٹس، کو اپنا اثر بنی تمسین پیش کرنا چاہوں گا، جس نے اس انعام، اور دیگر، اخلاقیات، کو ممکن بنا دیا ہے۔ تاریخ میں شاید وہاں ہی کسی آدمی میں مثالی پسند کی اور حقیقت پسندی، اتنی محوئی سے یک جا ہوئی ہیں، جیسی کہ اس میں سب سے بڑی بھی اور عملی کاروبار بھی۔ ہم سب کچھ جانتے ہیں اس کے بعد کے ہوئے نظام اور دیگر دھماکا خیز اشیاء کے بارے میں اور یہ بھی کہ ان کے استعمال کے بارے میں اس نے اس طرح کی یاد دہانی کی۔ پھر بھی تصورات بھی تو دھماکا خیز ہو سکتے ہیں، اور اس کے پاس بہت سے تصورات تھے جو اچھے بھی تھے اور امن اور جنگ دونوں سے متعلق بھی۔ وہ ”انسانی حقوق اور عالمی بھائی چارے“ کے بارے میں بات بھی کرتا تھا اور نکلتا بھی تھا، اور ان آدرشوں کو حاصل کرنے کے لیے کسی نے بھی، اب تک، اتنی محنت سے کام نہیں کیا ہے۔

میں اس سے باخبر نہیں اس کے جسے ”بلیک لیڈر“ امن کو چیلنج نہیں بنا سکتے“ کی فرست کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔

میں ایک درجہ بڑے آنے پہ بہت خوش ہوں، اور ملک جس سے میری اپنی ذات و ستیوں کے بہرہ من، آزادی اور امن بہت کے باعث بہت قریب رہی ہے جس نے بہت سے بین الاقوامی اجتماعات میں

مانڈینی مند میں سے سرحد پر چھوڑ کر کام کیا، اور ان شخصوں سے مجھے جو نقد ملتا ہے وہ ان فوائد کے برابر ہے جو میں نے ان سے حاصل کیے تھے۔

مثلاً آپ کو مجھے معاف کرنا پڑے، اگر میں اپنے ذاتی تجربے سے امن کے بارے میں کچھ اپنے الفاظ استعمال کروں۔ میرے عرصہ حیات میں مادی سائنس کے میدان میں اتنی بڑی اور زیادہ عانی شان کامیابیوں حاصل ہوئی تھی جو پچیسویں صدیوں میں بھی نہیں ملتی تھیں۔ اس کے نتیجے میں، وہ نشان جو 1507 میں زندہ تھا، 1907 میں ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مطمئن رہا، ہوگا جو صرف پچیسویں صدی کے عرصہ میں پیدا ہوئے تھے۔

لیکن، انسان کی، ذاتی ترقی اور سماجی اور خدائی ترقی کے درمیان ایک بڑی وسیع فلیک پیدا ہوئی ہے، ایسی فلیک کہ اگر اس کو نہیں سوا، یا دیکھ لیا جائے تو ایک دن وہ امن میں کھو جائے گا۔ انسان نے بیرونی خود کو مسخر کر لیا ہے۔ میں اپنے آپ کو مسخر نہیں کر پایا ہے۔ اگر تو یہ ہوتا تو وہ سائنس کھینچوں گے تھوڑی امکانات کی وجہ سے اتنا فخر مند نہ ہو رہا ہوتا جیسے کہ فخر مند تھا آج۔ غلط یہ کہ اخلاقی احساس اور مادی طاقت کے دو میدان آج تو ان میں مل رہا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ عدم توازن بنیادی طور پر ہماری زمانے کی ہے، ترتیب، 'خوف ناک' میں ہیں، یہی مدنی کے تجربات کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔

میرا پارا پیرو جہت اسی ہے ترقی میں گمراہی، میں انسانی تجربات کی، خوف کی، اور عدم تحفظ کی فضا میں میں ایک پہاڑ کی حیثیت میں پسے ہوئی جنگ سے بچ گیا تھا جب کہ میرے بہت سے ساتھی نہیں بچ سکے تھے۔ میں دوسری عالمی جنگ میں ایک غیر فوجی ہمارے کی حیثیت میں ہوتے ہوئے بھی پسے خطرے میں رہا ہوں کہ وہ دنی اور غیر دنی کے امتیاز میں کوئی امتیاز نہیں رہا تھا۔ اور میں اس کے بعد سے زندہ ہوں، جیسے کہ آپ سب ہیں، باوجود جنگ کے ایک طویل عرصے کے جس کے دوران میں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی میدان میں تباہی کی کامیابیوں حاصل کی تھیں، لیکن کہ اگر جنگ کا یہ دوسری بار ہوتا ہے تو یہ جنگ مکمل نیستی کے سامنے پر منتج ہوگا۔

لہذا، میں مجبور تھا، اور مجھے کچھ موقع بھی مل گیا تھا، امن کے بارے سوچنے کا، 1914 کے بعد اپنی کامیابیوں پر غور کرنے کا، ان امکانات اور نتائج کے خوف سے کانپنے کا، اگر ہم اسی طریقہ کام ہوتے رہے۔ مجھے جنگ کے لیے اور اس کی ضرورت کی ایک جھپٹی ہوئی تمیز اچھی طرح یاد ہے۔ یہ 1914-1918 کی لڑائیوں میں جیسے وہ نے ٹھن اور قابو نہ ہونے سے متعلق نہیں، لندن کی شہر تباہی سے متعلق ہے جو 1941 میں ہسٹل کی اجلاس سے ہوئی تھی۔

یہ آگ و دھواں کی ایک اور ذخیرہ رات کے بعد کی ایک ایسی صبح کی بات ہے۔ میں رات کی بھاری سے سوتے ہوئے کھنڈر گھروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ ایک دن پہلے یہاں سرخ انگوٹوں سے بنے تھیں،

ستھریس اور عام وسیع کے ساتھ قتل و غارتگری میں ملوث رہنا طمان بستے تھے اب یہاں صرف بے گھر تھے سوائے ایک حمایت کے جس کی سامنے کی دیو باقی رہ گئی تھی، جو شاید کسی قسم کے مینٹی لکب کا حصہ تھی۔

اسی دورانہ ایک تجربہ کار بودی جس پر کبھی تھا "1914-1918 کی عالمی جنگ کے دوران Alice Street کے دیوہوں کی تعدادیں دو میں، جنہوں نے امن کے لیے جان دی۔" آج Alice Street کے ان دیوہوں کے بچے اور پوتے ایک بد بھر 1939-1945 کی نیا دو دنیا کی جنگ میں قربان ہو گئے تھے۔ امن کے لیے؟ کڑا ایسا بھی وقت آتا ہے جب ایسا معصوم نہیں ہوتا۔

کچھ 1945 کے بعد سے امن کی باتیں ہوتی تھیں، جنہیں میرے خیال میں تاریخ میں پسے کبھی نہیں ہوتی تھیں۔ تم زخم، محاسن کے بارے میں دوستی بھی اور پڑھتے بھی رہے تھے، اس لیے کہ یہ انسان کے ان کیے ہوئے اللہ اور اچھائی کے ہوں یہ بھائی کے، آسانی سے روزوں تک آتی جاتے تھے۔

آٹھ ویسٹر انڈیا، جیسے اور جوش دینے والے بھی ہوتے تھے، جو ہماری امیدوں کی، اور امن کے لیے ہماری دعاؤں کی مجسم ہوتے تھے۔ مگر جب ہم سب امن کے لیے دعا کر رہے ہوتے تھے تو آزادانہ طور کی طرف، بیٹھن پڑھیں کی صورت نہیں کرتے جو امن کے لیے ہوتی تھیں، ان کو زور دیتے تھے جو امن کے لیے انہیں ہوتی تھیں۔ مگر جی قسم کا امن چاہے کہ جو ہمارے اپنے طریقے سے قائم کیا گیا ہو۔

پھر بھی، آج قوموں کے لیے متبادل انتخاب تھائی۔ ان سے جیسا بھی خواہے اس کے لیے تھا: امن کا دنیا کا۔ یہ ریاست کی زندگی کا فرد کی زندگی کی طرف، اندرونی طاقت اور ایک کافی کی خوشی کے مطابق، خود خود اتنی کی طاقت اور کس نہ ہو، سدھار کس جا سکتا تھا۔ ایک ریوی تھائی سے کیا جا سکتا ہے، مستقبل میں جس میں تمام ریاستوں کو شامل ہونا چاہیے۔ آج، عمل یہاں کی طاقت سے پس ایک شکافی سیاست یا شکاری ریاستوں کا ایک جتن، انفرادی شکریوں کی طرح، برداشت نہیں کیا جاتا۔

تو پھر، ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ایک تحقیقی میں اور تحفظ قائم کیا جائے جس کی بنیادیں مستحکم ہوں۔ اس موضوع پر بہت سے عظیم مفکرین نے نیا نیا سوچے سوچے کیے تھے، لہذا، چند سوچی و سمجھ دینی۔ اس میں آپ مجھ سے زیادہ کی توقع نہیں کر سکتے۔ بد قسمتی سے، میں انگریز نوٹس کی کے اعلان میں "آسمانوں تک بلند کرنے کے لیے کچھ بلند خیالات" پیش نہیں کر سکتا۔

اس مضمون پر بارہ بہت معمولی نوعیت کا ہے۔ میں مسٹر کول کے چاروں پہلوؤں سے اکتھنا چاہتا ہوں۔ جس کو میں "امن کے چارچے" کہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہیں: امن اور خوش حالی کی حکومت، امن اور طاقت، امن اور پالیسی کی سیاست اور امن اور عوام۔

## امن اور خوش حالی

امن کا ایک پہلو قوموں کی خوش حالی میں منکس تھا ہے۔ یہ دیکھا میں نے ہے جس پر، ہم سب کی یادداشت

میں، لاراب، خدیت بہت تھک چکے تھے اور میں کہوں گا کہ یہ مزید تھک چکیوں کے عمل سے ہوا ہے۔ بہت زیادہ دن نہیں گزارے تھے، جب جنگ کی وجہ میں سب سے زیادہ اہمیت اقتصاد کی سرکردگی جاتی تھی۔ یہ اس وقت ہوتا تھا جب، اب کے مقابلے میں، نوک بحر سے بڑھ کر مائٹ کی چال چھی میں بہت اہمیت کے ساتھ یہ مقصدیت تلاش کرتے تھے انھیں وہیں صدی کے فلسفی اسے سمجھتے تھے، گویا اس میں حقیقی خود غرضی یا ذاتی منفعت کی نیت ہوئی، جو قوموں کو تلامذات کی طرف لے جاتی ہے۔ کسی حد تک ایسا تھا بھی۔ مگر اس صدی میں بحر نے، ہم انکم ہیٹوں کی پیچیدگیوں کے ساتھ زیادہ سرکاری میں جا کر سمجھنا کیجیو ہے، جو ہم کو انفرادی و رقبائی دونوں صورتوں میں اکٹھی کرتے ہیں۔ ہمارے لیے اس کا کوئی کرڈٹ نیا عقلی مندی نہیں ہو گا۔ معززین نوک کہتے ہیں کہ یہ حقیریت بھی تھی و وضع نہیں تھی جتنی کہ اب ہے، یہ خصوصیت جنگ کے بارے میں۔

ہم سب جانتے ہیں کہ یہ جنگ کے طریقے میں، جونی سے بڑے درجے پر لڑی جاتی ہے، کسی بھی ذریعہ کو کسی قسم کا اسطاعتی اقتصاد کی فائدہ نہیں ہوتا۔ جیت ہو یا ہار سوائے یہ بالائی درجہ کی کے پچھو کا مسئلہ نہیں ہوتا۔ جو پچھو بھی انسان کو لڑائی اور تکلیف، معذوری اور موت کی طرف لے جاتا ہے اس کے لیے مادی اعتبار سے نیک اب کسی طرح بھی ذاتی فائدے کی نہیں ہوتی۔

پیرس، لاراب، گریم، اور ماسٹ جنگ کی وجہ میں اقتصاد کی من مہ پے زیادہ زور نہیں دیتے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ پے اور چھٹی، من کے لیے ن کی زیادہ اہمیت نہیں رو گئی ہے۔ نوک سب محض تجارت کے لیے جنگ نہیں کرتے، مگر تجارت کی کمی سے ہوتا ہے پیدا کر سکتی ہے جس میں نوک جنگ کی طرف راغب ہو سکتے ہیں۔ رشتہ سیدھا سادہ ہے۔ ضروری نہیں کہ ملحق قوموں کے مقابلے میں امیر قومیں زیادہ من سے محبت کرنے والی ہوں۔ ضروری نہیں کہ افلاس کے ساتھ ہمہ سچو م بھی سوا دو گوں کو اپنی فکریوں و اپنی ضرورتوں کے لیے خوف زدہ معاشی ضروری نہیں جو یہاں خوف، یہ تلاء اور اس کی خریدیاں پیدا کریں جن کی وجہ سے جنگیں ہوتی ہیں۔ مگر یہ یثاریں اور افلاس۔ بالخصوص کروڑوں پے ہوئے ایشیائیوں اور افریقیوں کا جاگ اٹھنا۔ جنگ کے خطرات کو بڑھا سکتا ہے۔

اس بات کا احساس واقعی مشکل ہوتا ہے کہ صرف میں ہمیں قبل وائے زمین کے زیادہ حصے پر افلاس تقریباً ایک طے شدہ امر تھا۔ مگر بوجہ ہمیشہ سچو تصور پست سے تھا، ۱۹۳۹ء سے قبل ایشیائی افریقہ میں عملی طور پر عام معیار زندگی کو بلند کرنے کے امکانات پر بہت کم غور کیا جاتا تھا، جس طرح آج اس کو تازہ سمجھا جاتا ہے۔ شاید صرف مشرق امریکا میں ہر آدھی خود کو ایک مٹر کار کا حق دے رکھتا ہے، مگر ایشیائیوں تو یہیے کروڑوں نوک ہیں جو صرف خود ک اور ان کی ذاتی کوئی کرتے ہیں۔ اب وہ کسی طرح بھی نو آبادیات، بد نہیں ہو رہی تو اپنا سہارا سمجھ کر قبول نہیں کریں گے۔ ہمارے وقتوں میں چین۔ قوامی سماجی ساخت میں ہونے والی تمام انقلابی تبدیلیوں کی بھی سب سے اہم وجہ ہو سکتی ہے۔

پچھلی بڑی جنگ تک، کمپنی مادی ترقیات کی توقعات مغربی انسان سے مخصوص تھیں۔ یہ جنگ اور اس کے محاذ پر جنگ کے نئے نئے رخسے ہر جیسے میں اقتصادی اور سماجی ترقیات کو ایک سیارے کی ضرورت بنا دیا ہے۔ اگر ہم سے نظر انداز کرتے ہیں تو امن نہیں ہو گا۔ اب آفاق میں قابض ہونے جارہے ہیں جن کے بارے میں ہم مغرب کے رہنے والے بہت زیادہ سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ بیرونی خط میں ہماری نظری وسعت کی ضرورت ہوگی۔

پہلے کے مقابلے میں آج مسلسل انقلاب اور پیشانیوں ساری اور ہمہ جہت بن گئی ہیں۔ بین الاقوامی تناؤ کے ان حالات کی جو جنگ کو ختم دیتی ہیں۔ ہماری طرف مائٹریٹی اور تعمیراتی طاقتوں کو جو آج انسانوں اور علاقوں میں مصروف بہ عمل ہیں، اور چند برس قبل بے حرکت اور مغلوب تھیں، تعاون اور پائیدار ترقیات کی طرف مولا جائے، تو یہ طاقتیں بنی نوع انسان کو جنگ کے مختلف سے دور رکھ سکتی ہیں۔

آرنلڈ ٹاؤن بی (Arnold Toynbee) نے اس امید پر اس آدرش کو آواز دینا شروع کیا تھا جب اس نے کہا تھا: ”آئیے! بنائیں ہمیں ویس صدی کی تنازعات اور ٹھیکسی بیادیت کے عہد کی طرح نہیں، بلکہ ایک ایسے عہد کی طرح، جو ہمیں جس میں انسانی سہولتوں نے پوری انسانیت کی پیروی کو ایک عملی ہدف کی طرح سوچنے کی جگہ کی تھی۔“

کاش وہ بہت نیا وہ خوش امید کی کا شکار نہ رہا ہو۔

میر خیالی سے کہہ رہی ہیں منظر میں جس ان حیوت کے بارے میں اپنے منہ پہ دو دو جا پہنچا چاہیے، جو کچھ عرصے سے نیا دنیا نے سونگے ہیں۔ ہم میں انہی ویس صدی کے اپنے بہت سے مفکرین کی تصدیقات کو اپنی مانت پرست سمجھنا ایک فیشن بن گیا ہے۔ مثال کے طور پر، ہم نے آزادی تجارت کے پس پردہ چھپے ہوئے جتنی ہی مقصد کو ہم ترسمہ سے اس کے باوجود ہم اس امر پر پکڑی ہوئے ہیں، انہی میں دو آدرش رجحان: کولڈن (Richard Cobden) نے جس کا نہایت پرچش اثر رہا تھا، سرمایہ تجارت سے متعلق نہیں تھا۔ ان لوگوں نے قوموں کی آنا اور دوسرا نہ سہولت کی تصویر پیش کی تھی، جن کے لیے آزادانہ تجارت فوری طور پر اچھے تعلقات کی وجہ اور نتیجہ بن گئی تھی۔ یہ ہماری میں ویس صدی پر ایک گہرا رد ہے کہ ”آزادی تجارت“ کے جیسے ہی کو ایک پرانا رخیہ حقیقی بلکہ دے دیا گیا ہے۔

ہم سب اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جنگوں کے دوران کے افسردہ اور پریشان کن اقتصادی حالات میں اقتصادی قومیت کے تذکرہ کا بھرپور جائزہ تھا۔ مگر یہیں تھے مارے کو اب اسی طرح سوچتے رہنے پر توجہ نظر آتے ہیں، جب کہ رت، جنہوں نے انہیں پیدا کیا ہے، اب مختلف ہیں؟

ہم کچھ ذرا زیادہ ہی قیاس کرنے سے ہیں کہ انسان کا آج اس کے کل، اور اس بعد والے کل ہی جیسا ہوگا۔ کچھ معنوں میں آج کی اقتصادی دنیا انہی ویس صدی کی توسیعات سے ہم کی مختلف ہیں کہ وہ مندی اور پائیداری کے یہ قاعدہ عرصے سے متعلق تھیں، مگر وہ وقت کے ساتھ سے قریب ترین تھیں اور وہ اب بھی ہماری

مروجہ عادی تھا۔

سائنسی اور تکنیکی جدید فنیاتیوں نے جنگ کو ہمارے لیے۔ نیا عہد تک خوف ناک بنا دیا ہے، اسی تعامل کا حصہ بنی جس نے ہم سب کو قریب رکھے والے جال میں پھنسا رکھا ہے۔ اس کے لیے ہم ایک جدید اصطلاح 'بائیکو انحصار' استعمال کرتے ہیں۔ سب بائوب اس کا یہ ہے کہ یہ بالکل وہی سمجھ ہے جسے انٹرنیشنل صدی میں اقتصادیات کے ماہرین انقوائی عبارت کے فوٹو ریکس (division of labour) کہہ کرتے تھے۔ اصل فرق یہ ہے کہ سب بائوب انحصار کی قیادت۔ جو مزیارتی کی تقسیم میں اپنی رجعت پسند نہ رکھائیں کمپنی کی طرف تھی۔ اس بحث کے مقابلے میں سب بائوب انحصار کا قاعدہ درغیر منطقی ہے، جب انٹرنیشنل صدی کے روشن خیول دماغ اس کے خلاف تبلیغ کیا کرتے تھے اور پھر عرصے میں کی تبلیغ کرتے تھے اس پر عمل کرانے میں کامیاب بھی ہو گئے تھے۔

ماہ آؤنی نیویڈ تصورات کے اس دور میں اپنا انحصار کی طرف جتن بند کرے گا، یہ کی اصلاح اور امن کے لیے یہ تنہا ضروری ہو جائے گا کہ سب مل کر تکی کی آزادی حاصل کریں، تاکہ جو عہدہ اور سب آؤنی تقسیم ملت کی منہ جہت سے وہی کچھ کرتے ہو جسے بہتر طریقے اور ہیئت سے کر سکتا ہو جو انٹرنیشنل صدی کی اقتصادیات کی بنیاد اور اس دور کے خیالات اور پالیسی کے مطابق تھا۔ کوئی اور ملک اس [میز] کو مانگے سے بہتر طور پر نہیں کچھ سکا ہے، اور کسی بھی ملک میں امن کی برائی تیری در تکی پھیل ہوئی نہیں ہے۔

اس منہ جہت میں، ماہر جنگ ہماری کارروائی اس سے کہیں بہتر ہے جس کا اعتراف کانفرنس کے خلاف ہے۔ General Agreement on Tariff and Trade کے تحت تجارتی رکاوٹوں کو کم کرنے اور قومی حکومتوں کی تجارتی پالیسیوں کو منظم بنانے میں جتنی ترقی ہوئی ہے۔ جو شاید سب ملک اس کامرانی کی حدود کی ہیں، اور اس میں پہچانی بھی ہوئی ہے، مگر ترقی زیادہ ہوئی ہے، اور ہمارے مقابلے میں وسیع علاقے میں زیادہ ہوئی ہے، اور وہ نہ تو قبل ہم میں سے کوئی بھی اہمیت کے ساتھ جس کی پیشین گوئی کرنے کی ہمت بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اب جو اپنی قومیں خود کو آگے نہ مٹا رہی ہیں، دیکھیں اور اس سے منسلک تجارتی علاقوں میں، عوام کی اقتصادیات کی تکلیف کی ہم کے ذریعے جو چند نہ تو تکی طور پر پھیل تصوراتی ہی محسوس ہوتی تھی۔ کیا اس بائیکو انحصار کی تکی آگے نہ جانے کی پیشین گوئی بھی اب بھی اتنی ہی تصوراتی ہوگی؟ کیا اب وہ وقت آ نہیں آئی ہے جب ہمیں ایسے بائیکو انحصار کی انحصار کے بارے میں سوچنا شروع کر دینا چاہیے جو بحر اوقیانوس پہ پل کے مصداق ہیں جو کم از کم ڈاؤن اور غیر بائیکو ملک کے درمیان ڈیکوئٹ کو مٹا کر دے جس نے، آئینی پردے کے بعد کی مدد [میز] جنگ میں One world کو تقسیم کر دیا ہے؟

آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب بہت غیر حتمی ہے۔ میں جواب میں صرف اتنا کہوں گا کہ پچھلے عشرے میں ہم نے آؤنی کے سیاسی اور علاقائی رویے میں بہت گہرے انتخابات دیکھے ہیں، یہ بہت لمبا ماب ہوگا اور وہ

لوگ جو امن کے آرڈر کو چاہتے ہیں، بنو قویٰ آج کے مقابلے میں بڑے بڑے نے یہ سیاسی اتحاد کے طلب کار ہیں، انھوں نے ہماری جدید دنیا کو اچھا دلی توجہ ملی کی رفتار کا تم تحریک کرنے میں شہسلی کی ہے۔

جس طرح آج تم معیہ زندگی بڑھانے بغیر اور اس احساس کے بغیر کہ چور ساتھی سے مستفید میں جس میں دولت اور اندر کی دو سہا نہیں نہ ہوں، ایک سنگم جمودیت نہیں قائم کر سکتے، اسی طرح ہم ایک ہی سمت میں بڑھنے دینی غلوں اچھا دلی اور سماجی ترقی کے بغیر پڑ میں دنیا تعمیر نہیں کر سکتے۔ ہمیں اس پائے کا بڑھتا ہوا معیہ زندگی رکھنا ہوگا، جس میں تم زخم میں ان توانائی آج پڑ تمام قوموں کے درمیان موجود ہمواریاں بڑھنے نہ پڑیں سان محفوظ پر حقیقی ترقی کے لیے ہمیں اس سطح کی کارکردگی کی ضرورت ہوگی جو دنیا بھر میں آزاد ترین تہارت کے ذریعے، لوگوں کو ایک بندھن میں باندھے ہوئے ہیں، ان قوانین سرمایہ کار کی اور اس کے پھیلاؤ کی تیار قائم کرے اور امید ہے کہ اس کے نتیجے میں امن قائم کرے۔

## امن اور طاقت

اب میں امن اور طاقت کے مضمون کی طرف آتا ہوں۔

میر سیاست کو اپنی ساری کے مطابق اپنے دفاٹ کے لیے مناسب انتظامات کا حق ہوتا ہے، بشرطے کہ یہ کسی دوسری ریاست پر دیر نہ ہو۔ میر ریاست اس بات سے انکار کرتی ہے کہ وہ اپنے دفاٹ کے بعد وہ بھی کسی مقصد کے لیے فوجی طاقت اکٹھا کرتی ہے۔ درحقیقت، دنیا کے اس تناؤ کے خوف کے اور تحفظ کے غرض سے میں کسی بھی ریاست کے لیے اس قسم کا انکار منسب معلوم ہوتا ہے، انھوں اس کے انتخابی مقصد اور اس کے رہنماؤں کی پالیسیاں مصافحہ کے علاوہ دیکھا اور بھی ہیں۔

مزید یہ کہ بجز اس کے کہ اس کی فوجی اس قسم کی لڑائی کے ارادے رکھتی ہیں، جیسے کی تیسرے شہرے میں ماسی رہنماؤں کے حصے امکان یہ ہوتا ہے کہ میر ریاست اپنے وہاں اور ریاست کا ضرورت سے زیادہ حصہ اپنے دفاٹ کی طرف مائل دیتی ہے۔ اس وجہ سے اس کا اقتصادی بوجھ اب تقریباً قابل مزاحمت ہوتا ہے، اور جہاں رائے ہندہ حکومت پر ہو کر قابل سستی ہے وہاں لباؤ ہمیشہ ہندوؤں کے لیے کم سے کم ہوتا ہے اور قابل دین کے لیے زیادہ سے زیادہ۔

اس کے باوجود ریاست پر طاقت کے ذریعے دفاٹ پر خرچی کرنے کو اقتصادیات کے اندر دوسرے عناصر کی روشنی میں کیا جانا چاہیے۔ یہی بات تو یہ ہے کہ اسکی طاقت اور دوست مر کی دفاٹ فوجی طاقتوں کے اشتراک اور تعاون سے نہ ہو تو مکان اس بات کا ہوتا ہے کہ ہمارے اتحاد میں، یہ فضاں ہوں، تحفظ اور روک تھام دونوں کے لیے ماسی قسم کا تعاون غلوں ریاستوں کے اتحاد پر نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ ضروری ہو سکتا ہے اس دنیا میں ہم جس میں رہ رہے ہیں، عمروہ ایک گھڑ جنگ کے علاقے کو اس امید پر نہیں بڑھاتے کہ زیادہ



اور متحدہ طاقت کسی قسم کی جنگ کو نہ دے گی۔ جب دو کیمیاؤں میں خالص غش و فاقی ہوگی تو وہ ایسے اتحاد آسمان فتح کرے گا جو پیچھے ڈاس کر من قائم کر سکتے ہیں۔ خود دیکھی ہوئی قوم متحدہ سمیت بڑے اتحاد کے پیچھے بے ہمتی، غم، ابدی سے زیادہ نہیں ہو سکتے، جسے امن کا تحفظ کرنے کے لیے قائم کیا گیا تھا، غراب و داکٹر اور جنگ کی جوں کا توئی ہوئی ہے۔

مزید یہ کہ جو حالت آپ اور آپ کے اتحادی اپنے تحفظ کے لیے سمجھی کر سکتے ہیں شراب میں ارتقائی  
فلسفہ میں نہ جھپاتی ہیں۔ یا کسی اور کے تحفظ کو نہ جھپاتی محسوس ہوتی ہیں۔ اور ایک شیطانی کچھ شروع ہو جاتا ہے۔  
جس کا ماضی میں نتیجہ بھی سن نہیں ہو سکتا، بلکہ جنگ ہی بھڑک اٹھی ہے۔ میں ارتقائی تناؤ کے لحاظ کے  
دھڑکتے ہوئے کیے جانے والے اسٹیم، سوائے ایک فیصلہ مدت کے، ابھی امن قائم نہیں کر سکتے ہیں۔ میں کسی مختصر  
عرصے کی ضرورت کے بارے میں نہیں بلکہ طویل عرصے کی اثر پذیری کے بارے میں بحث کر رہا  
ہوں۔ زیادہ سے زیادہ وہ [میں] اس لیے کہ موقع فراہم کرتے ہیں جس کے دوران ہم یہ تحفظ کی بہتر  
بنیادیں کر سکتے ہیں جو پھر بھی اسے میں کی پہنچ جاتا ہے۔

اجتماعی تحریک کے پیروں میں محدود ہوتے ہیں علاقے میں، اور مخصوص ہوتے ہیں چنے کردار میں۔ اور یہ مخالف احمق دہن ہے اس کے لیے۔ مثال کے طور پر، آج ہم اس نقطے پر پہنچ چکے ہیں جہاں وہ اور صرف وہ۔ طاقتوں کے بہت بڑے بڑے ذخیرے؟ ان کے سامنے کب وہ بے خوف سے نکال دے؟ اور دنیا اس حیرت میں ہے کہ اب کچھ ہوگا۔

اگر اقوام متحدہ تحفظ کے ایک ادارے کے طور پر میڈیا میں موقیہ جو نہیں ہے۔ تو یہ زیادہ محدود و انتظامات غیر ضروری بھی ہوتے اور ناپسندیدہ بھی۔ مگر اس کے ہوتے ہوئے ایسا کم قومیہ و قومیت پرستوں کو پتہ چلتا ہے کہ ہم نہیں کر سکتے جو۔ اسکی کی اجازت کے تحت۔ ہم زعم چھوٹے تنازعات سے نمٹنے اور ان کو بذاتی جنگ میں تبدیل ہونے سے روکنے میں کارآمد ہو سکتے؟

یقیناً، مین میں خصل دہائے والے کسی بڑے کے خلاف ایک مین۔ قومی فوج کا خیال آج ماحول میں ہی مقرر ہے۔ عوام از محکم یک پس قلم سولیز کے معاملے سے ہر دے میں ہم نے ایک مین۔ قومی فوج حیثیات کر کے صحیح سمت میں قدم اٹھایا تھا۔ اس فوج کی پیداوار اچانک جراثیمی تھی۔ یہ روزانہ دیکھا مستقبل میں بنیادی رہا تھا، جب کراچیوں کے لیے جن میں سب اسم ماروے تھے۔ نہ کوئی مثال تھی اور نہ تجربہ جو اس کی رہنمائی کرتا تھا۔ پھر بھی، UNEF، جو وہاں اور اپنی نوعیت کی جگہ مین۔ قومی پولیس تھی، حکومت میں آئی تھی۔

اس کی تنظیم بہت کم وقت کی سے کی گئی تھی اگرچہ اس کی خدمات محدود تھیں اور اس کا اختیار، ضلع نہیں تھا۔ اور اس کا کرپٹ سب سے پہلے تو قواعد متحدہ کے سیکرٹری جنرل اور ان کے سرورگم کو دیا جانا چاہیے۔

چار بڑے ممالکوں سے قیام متحدہ کی رکن فوجوں کے اخذ و پید مشتمل UNEF بلند جنوں بھی مقصد کے ساتھ تیار ہے۔ بھی فوجوں کے درمیان آگے بڑھتی تھی۔ اقوام متحدہ کے پُر امن نیے رنگ کے نشان کے

تھے، اس نے بھارتی ہوئی سرحد پر کم از کم مناسب حکومت قائم کی ہے۔ اس نے گمرکی کی سے اور جنگ بندی کرانے میں کامیاب ہوئی ہے۔

جو کچھ بنایا ہے اس کی اہمیت کو نہ جانچنا ضروری نہیں کہ اس میں امن نہیں ہے۔ اقوام متحدہ میں اس فون کے کردار اور مستقبل کے بارے میں اتفاق نہیں ہے۔ بڑی طاقتوں کے اہمیت پیش میں ان کے متعلق یہ ہے کہ ہوئی۔ اس نے پچھلے برس سوئٹزر میں، صرف ایک چھوٹی سی گلی آگے، سب کچھ دیکھنے والی بھی تھیں آگے۔ پتے سے دکان ہے اور مستقبل میں اس قسم کے حالات میں پھر کام آسکتی ہے۔

کم از کم ہم نے شروعات کی ہے۔ اگر اس بنیاد پر کم کچھ زیادہ مستقل اور حالت اور چیز تعمیر نہیں کرتے، تو ہم ایک بار پھر حقیقتوں کو نظر انداز کرنے، مواقع کو مسترد کرنے اور اپنے اہمیت سے گذارنے کے مرتکب ہوں گے۔ کیا ہم کبھی کچھ نہیں سیکھیں گے؟

آج، کیا ہم بغیر کسی حالت کے، پناہ دیا کر سکتے ہیں، اس لیے کہ تھوڑی جوتی میزائل کے آگے کوئی بھی حالت موثر نہیں ہوتی؟ درحقیقت، اس کی حالت نے ہی اس کے متعلق کو ناقابل برداشت بنا دیا ہے۔ اس لیے کہ اس کے انتظامی انتہا سے جس قسم کی بدلتی ہوئی۔ اس کے بارے میں تو سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ لہذا، امن باقی ہے۔ وہ بدلتی میزائل ہے اطمینان سے چھل رہا ہے، اور پوری حالت کا استعمال اس لیے کامیاب ہو رہا ہے کہ اس کا جواب کھل چکی پھیلے گا۔ امن کو، پورے اس کا نکالی خود کشی کے لہذا اس امر سے زیادہ اہم ہونا چاہیے۔

میرزا اور ناقابل حقیقت یہ ہے کہ آج ہم اپنی سیاسی کا دفاع نہیں کر سکتے اس لیے کہ کھل جنگ کا مطلب کھل تھپی ہے، اور اگر جنگ ایک سیاسی کی طرح استعمال کی جاتی ہے تو، خطرہ کار میں کھل جنگ کا سامنا ہوگا۔ اس لیے، امن کا بہترین دفاع طاقت سے نہیں بلکہ جنگ کی وجود کو دہرانے سے، اور بین الاقوامی معاہدوں سے ہوگا جو امن کو زیادہ مستحکم بنیادوں پر قائم کریں گے، بجائے تھپی کے خوف کی بنیاد پر۔

## امن اور پالیسی

لہذا، امن کا تیسرا رخ پالیسی و سیاست ہے۔ اگر ہم بین الاقوامی طور پر اس محاذ پر کچھ عمل اور کچھ تعمیری عزم اور ترقی داتی، کا مظاہرہ کر سکیں، یہ دیکھانے کے لیے کہ دفاع کی منسوبہ بندی اور ترقیت کے معاملے میں متکامل اس سے متاثر ہوگا، جیسا کہ ابھی ہے۔ جنگ کی حقیقت، پورے حال، یہ ہے کہ ہم جنگ کی تیار کی تو پیش از وقت پیداخیزیوں کی طرح کرتے ہیں اور امن کی تیاری عمل سے جاری دونوں کی طرح۔

مبارکی پالیسی و سیاست جس طرح سرد جنگ میں دونوں حریف ایک دوسرے کے سامنے تھے اس کی سخت گیر و ردیابی ہوئی جا رہی ہے جیسے چالیس برس قبل متحدوں میں جنگیں لڑی جاتی تھیں، جب دونوں



میں کوئی خوش فہمی نہیں۔ یہاں ہرگز جوتے سہے، میں محض تھکا ہوا چاہوں گا کہ ہمیں اس بات کا یقین  
ہونا چاہیے کہ یہی سچی مائکانہ کی ذمہ داری سمجھ نہیں ہوئی۔ سب سے پہلی مائکانہ تو یہ ہوئی کہ سوشلسٹ کرنے  
سے انکار کیا جائے۔

اب وقت آیا ہے کہ مر آگے بڑھیں، صرف طاقت کے بل پر نہیں، مددائش مندوں و رنجور قہودوں سے؛ تاکہ معاہدوں کے مکانات پر قوج مراد کو جائے، بجائے اس کے کہ ماضی کی قسطوں کا میوں یا قراہیوں پر اختکافات ہوں۔

یہ حماقت ہوگی اگر جیہ، آہن اور عمل عمل کی توقع کی جائے۔ یہ توقع کیا بھی حماقت ہوگی کہ الزامی اور خوف اچانک نائب ہو جائیں گے یہاں سے براہ راست سے یہی حماقت یہ ہوگی کہ جو نہ کیا جائے کہ وہی ہو جائے اور جو پوچھنے میں ان کا میزبان سے، تو قیاس کا قیاس سے اور پابندی کا پابندی سے۔ یہ پالیسی درستت کا مکمل دیو پہن ہوگا، اور اس سے اس نہیں ہوگا۔

امن اور عوام

اس مضمون کے آخری حصے پر، محل محام کے درے میں نہیں ملتی تھی کہ من سے ن کا سب سے بڑا رشتہ کیا ہوگا: یہ حقیقت ہے کہ پہلے سے گنجائش اور رشتہ کی آواز کی ایک سالہ تین تین اور دو کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ میں اس سچائی کی تفصیل میں نہیں جانا چاہوں گا کہ امن و امان کے درجہ اور انہوں میں کس مجموعی احساس اور جذبات کی صورت میں ہوتا ہے۔

[سترہویں صدی جیسوی کے دغدغہ زنی فلسفی] اسپینوزا (Spinoza) نے کہا تھا، "میں دو دعوے کرتا ہوں جو دنیا کو ٹھیک سے پیدا ہوتا ہے۔" یہ شے اس کا مطلب تھا کہ حقیقت میں ہر شے ٹھیک اور درست کا کل حاصل جمع ہوتا ہے۔ مگر، ماضی میں انسان پر قسمتی سے آگاہی اس میں بہت کم تھی۔ اس لیے ان طریقوں سے انکسار کیا کرتا تھا جو نیکو کاری کے بھانے زیادہ طاقت ور ہوتے تھے۔

تھمڑوں اور حکومتوں کے لیے آئین کو جنگ کے لیے اکستنائیہ دو آسان معائنات تھے۔ درحقیقت، جب لوگ اپنے خیالات میں رکھ رہے تھے تو اکثر یہ وہی حکومتوں کو زبردستی چھوڑنے کے بجائے نیا دور سامنے آنے پر مجبور کیا کرتے تھے۔

شاید یہ ہی حقیقت کی وجہ سے مولا قاسم علیؒ میں انسانیت کی نزاکت کے باعث رنجی ہوئے، درود میں جھٹکا ہونے یا موت سے خوف کے بجائے تنازعات سے پیدا ہونے والی لہجی بے قراری و رنجش فوجیت سے ملنے والے افحاشات کی طرف زیادہ مائل تھے۔

مزید یہ کہ پچھلے زمانے میں جنگ کا ارادہ زیادہ زیادہ بہت اور تھیں، لیکن آج کل کے لیے کہ یہ عام زندگی کی بے دلی سے شامانی علاج کا احساس فراہم کرتا تھا۔ بہت سے لوگوں کو یہ بار شریعت کوئی سے پہلے

جنگ تریا وہ پسند بھی تھی۔

کنا اسکے ماہر نفسیات ڈاکٹر G. H. Stevenson نے ایک بار کہا تھا، "قومی رہیں دیکھیں کوئی بھڑائی کے دیوں کی طرف بڑی آسانی سے راغب کر دیتے ہیں۔ کسی بھی قسم کی شرابی بھڑائی نیا دوا تو آدمیوں پہ ایک قسم کا تخم (hypnotic) اثر ڈالتی ہے۔ ہم آئی وٹ جنگ کو پسند کرتے ہیں۔ ہم پسند کرتے ہیں، اس کے پتہ اُردو جوش کی بجائے رجا دکھ اور پابندی سے آزادی کو۔ ہم ساتھی ہو رہے ہیں اس کے حضور اُردو تشدد کے مواقع کو پسند کرتے ہیں۔ ہم پسند کرتے ہیں، اس کے فراہم کیے ہوئے قہقہے کی تحفہ کو اور شہر کی محنت کی دھڑکن سے چھٹکارے کو۔ ہم پسند کرتے ہیں، ہمارے لیے جانے والے ان لوگوں کو، سفر کے لیے نئے وائے مواقع کی مردانہ دنیا میں مردانہ رفاقت کو، اور اس کی نشہ آور مدد کو۔ اور ہم موت سے آنکھیں لڑانے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ یہ نفسیاتی کمزوری اس کے طور پر رہنے کے لیے مسلسل اُردو سوتی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم محفوظ رہا جائے ان کمزوریوں سے، اور ان رہنماؤں سے جو اس کمزوری سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔" شاہی یہ سب اب بدل چکا ہے۔ یقیناً، جنگ میں اب چھٹکارے نہیں رہ گئی ہے جتنی وہیں صدی کر پکی گرد و آلودگی کی بے شکستہ کیمیا بن چکی ہے۔ اب سو ماہ کے ہاتھ میں یہ تو تجویز پانی تھی (Test Tube) ہے یہ اس کی انگی جو پوری بن چکی ہے۔ آئی کے جذبات پر اس کا مفید اثر ہونا چاہیے۔ اس کو نتائج کا احساس ضرور ہونا چاہیے، اور جہد و محنت کے بدلے تو اس کے بدلنے کی [دیکھیں] یہ بھی اس کا مفید اثر ہونا چاہیے۔

میرا اور ماہرین کا ایک اور مطلب ہے۔ جب تک کوئی ایک دوسرے کو سمجھ نہ سکے، اس کی جیسے ہو سکتی ہے، اور یہ کسی طرح ہو سکتی ہے، گرد و ایک دوسرے کو نہیں جانتے، ہر کی ہم رویت کی طرح ہو سکتی ہے کہ سب ایک دوسرے سے کٹے ہوئے ہیں، اگر انھیں ایک دوسرے کو تیرا دہ جاننے کی اجازت نہ ہو، ہذا انھیں رابطے اور آمد و رفت کے خوف کے سوائے پر دین کو چاک نہ رہتا چاہیے۔

مجھے حسرت ہے کہ رابطے کا مطلب مزاحمت بھی ہوتا ہے اور بات بھی، کہ ہم ایک ایک دوسرے سے دور جھگڑتی ہیں جو گھر میں اس کے بارے میں کہہ سکتا ہو کہ ایک کو دوسرے کے بارے میں جان نہ پوچھ کر بد محوئی سے جھوٹی خبر دیتی جائے۔ اس کی بہت افزائی آتا۔ یا اس کی اجازت دینا۔ لوگوں کے درمیان بہتر رشتوں کے لیے فطرت کا حق احقان ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر، مجھے خود یقین ہے کہ دیوی وٹ اس کی خواہش رکھتے ہیں۔ میں اس لیے اور بھی یقین کر رہا ہوں کہ ان میں سے بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ امریکی ان کو جنگ سے بھڑکا رہے ہیں کہ ان پر حملہ ہونے کا خطرہ ہے۔ نذا میں بھی یہی حالت میں ایسا ہی سمجھوں گا، اگر مجھے متوازن اور معروضی اطلاعات نہ ملیں کہ سیاست دانے متحدہ کے اندر کیا ہو رہا ہے، اس کی طرح، سوویت یونین کے بارے میں ہمارے مغربی خوف بھی جزوی طور پر اس ملک کے لوگوں کے بارے میں معلومات کی کمی سے رہا ہے۔

ماہرین کی دوا سے ہونے والی اس قسم کی غلط فہمی خوف کو جنم دیتی ہے، اور خوف اس کا سب سے بڑا

دشمن رہا ہے۔

مشترک خوف، جس کا مطلب یہ ہے کہ مشترکہ دشمن، جو بد قسمتی سے طاقت ور ترین قوت ہوتا ہے، جو لوگوں کو یک جا کر دیتا ہے، اگر کسی اور شے کے خوف۔ بیرونی خدشہ کی فکر میں رہا ہو اس نوعیت کے مکالمات ہو سکتے ہیں۔ یہ لوگ ان کے درمیان سرگرمیاں ایسی ہی نہ ہوں گے جن کی ذمہ داری ان کی فضا میں ایک بار جو مرض کے خلاف جہاد منڈیتے دیکھیں تو محسوس ہو کہ یہ سب ایک ساتھ ہو جائیں گے۔ اور تو میں مل کر، ایک واقعی متحدہ قوام متحدہ میں چلا کر آئیں گے۔ ہمیں اس طرح دھمکانے کی فحش بہت سی ہے ہوتی۔“

پھر اس وقت مجھے اس بد قسمت حقیقت کا زیادہ احساس ہے کہ بھائے اس کے، وہ جنگ کی صورت میں بعد متبر ہو جاتے ہیں، امید کی بنا پر نہیں خوف کی وجہ سے۔ جہاں عام لوگوں کی خواہش کی بنیاد پر کیا ہو جاتا ہے تو مسکری معنوں میں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس جنگ ہو سکتی ہے۔ کسی قوم کے حامی جنگ میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نوک جنگ میں شامل ہیں اور یہ صورت میں حاصل کرنے یا قائم کرنے میں زیادہ مشکلات پیدا کر دیتی ہے۔

جب ہر شخص نے اور راست جنگ میں شریک ہو کر یہ امن حاصل کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے جس میں مستقبل کی چیزوں کے سچ نہ ہوں، خزانہ پتہ کی چیزیں فرانس سے امن حاصل کرنا سہنا آسان تھا، اس لیے کہ دشمن کے زمین میں وہ عام فرائسیوں سے بالکل ٹک تھا، جب کہ سفر کے زراعتیں جو مٹی میں ایسا نہیں تھی، اس وقت کے عملی منصوبے کے باعث جو مٹی کا ہر باشندہ دشمن تھا تھا۔

اب میں اپنی آخری بات کی طرف آنا چاہتا ہوں۔ اگر لوگ آزاد نہیں ہوں تو تعلیم اور دینی پائمن نہیں ہو سکتے۔ شخص اور قومی جہت کو تیار نہیں کیا جاسکتا۔ ایسا کرنے کی کوشش میں امرانہ کو تیس سو سال اندر دینی ملک بین الاقوامی تنازعات کھڑے کر دیتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قانون کے ماتحت قدر کا سوہنائی کی بنیاد اور امن کے لیے فک کے عبور پر الزام کیا جانا چاہیے۔ انسان کی زندگی کے ہر حصے اور خیالات میں ریاستی طاقت کی تجاوزات قدر کے لحاظ استعمال کے مترادف ہوتی ہیں، اور یہ عمل آزادی کا تباہ کرنے والے اور حقیقی امن کا دشمن ہے۔

بات کو سمجھ کر یہ راتیں ہمیشہ مومن کی طرف دانتا جاتا ہے، اچھی بات، ایک ہی فرد اور چھٹی کے اس کے رد عمل کی طرف جس کا اسے سامنا ہوتا ہے۔

ایسے حالات کے پے رد عمل میں سے ایک فرد کی طرح ہوتا ہے، اور فرد کی حقیقت کو قبول کرنا ہے کہ وہ ایک، اور وہ سوہنائی کے مقابلے میں، غائب نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ جو امن کی خواہش کے خلاف منصوبے کی کوشش کرنا ہے تو مشکل میں پڑ جائے گا، تو وہ مسافرت کر جاتا ہے اور مشتق ہو جاتا ہے اور بد دشت کر لیتا ہے۔ نتیجے کے طور پر نوک اپنی قومی سوہنائی میں جنگ یا جنگ کے بغیر عام طریقہ زندگی گزارتے ہیں۔ ایسا ایک دن بین الاقوامی سوہنائی میں بھی یہی ہونا چاہیے۔ اگر امن چاہیے تو مسافرت، بد دشت اور تباہی ہونا ہوگا۔

ہم اس آدرش سے اپنے دل کو لے کر رہیں اور شکست خوردگی کو راد دینا آسان ہے۔ مگر اس کے مخالف کے خلاف یہ راستہ اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی کہ یہ بعد بازی اور غیر منصفانہ عمل کی طرف لے جاتا ہے۔

میں اس نکتے پر ایک تفصیل امریکی ٹیج Learned Hand کا حوالہ پیش کرنا چاہوں گا: "کئی لوگ انسان جن مسائل کو سمجھنے پر آمادہ ہوتے ہیں وہ کبھی نہیں سمجھتے۔ وہ اس لیے حل نہیں ہوتے کہ وہ حل کے قابل نہیں ہوتے، یا وہ سچا جا سکتا ہے کہ وہ قابل موافقت نہیں ہوتے۔ مختلف چیز کے کسی حل پر بہت کم راضی ہوتے ہیں اور تیار نہ ہونے بغیر راضی کی چند شکلیں میں تم ہو جاتا ہے، اگرچہ شاید وہ تیار نہ ہوں یا نہ ابھر سکیں سکتا ہے اور اس پر کوئی بھی ہوسکتی ہے یہ قریب بھی ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس کو کسی قسم کی مسالحت سے بدل دیا جاتا ہے، جو اگرچہ کسی فریق کو اپنی طرف سے قبول نہیں کرتا، پھر بھی فتح کا ایک قابل برداشت نعمت ابھرنے لگتا ہے اور وہ جسے نعمت پہلے تھا ہے سے تجربے کی نیا دوسری زیادہ قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے، ایسا تجربہ جو دل کو اپنی ہی بنا دیتا ہے اور اس کے ذہن کو دوسرے کے دلوں کو سمجھنے کی صلاحیت دے دیتا ہے۔"

اس کے باوجود بھی میں اور منافقین کی دل رکھتے ہوئے، اور اپنے عمومی اخرواتی طور طریقے میں پرامن ہیئت رکھنے والے لوگ نرا کا، حتیٰ کہ بے رحم قوی یا خوراک سے تھے۔ ایسا نہیں ہوتا ہے؟ اس کی امن اور جنگ کا اصل مسئلہ ہے۔

یہ مسئلہ کہ دو لوگ جو نرا کا نہیں ہوتے کیوں لڑتے ہیں، ایک نئے اور ڈرامائی انداز میں دوسری عالمی جنگ کے دوران لندن میں ایک ترکش کی شب میرے سامنے ہوا تھا۔ موٹی حملے کے بعد اپنی بے رحمی کو بھیج کر مجھے اچھے اچھے نئی اکثریتی ملنے سے کچھ بڑھ بھی نہیں سکتی تھی کہ طریقہ رو قلم تو ہوں گے کہ جتنا شرمناک نہ ہو۔ میں نے ان کی نزاکت کے درمیان ہم کے چھٹے کی وجہ سے وہی اور زمین میں سکتا تھا۔ واقعی، یہ کوئی نہ عمل نہیں تھا، مگر ایک یا دو ہم میرے کمرے کے بہت قریب رہتے تھے۔ ہونے چکے میں اپنے ہسٹری پر بھروسہ سے میں مصروف تھا، ورنہ کچھ سے بچنے، یا کم از کم ہوں سے پناہ مانگنے کے لیے، میں نے نہ کر رہا تھا۔ یہ لوگوں کو دیکھ کر بے مقصد رہنے والے مال کا دوسرا اثر تھا، یہی رہا تھا کہ چائیک میرا کمرہ خوب صحت Carol موسیقی سے بھر گیا۔ موسیقی کی دل پذیر موزوں نے جنگ کی آوازاں کو دیا اور ایک لمحے کے لیے میری نظروں میں رات میں کا دل بٹا دینے والے ترکش کا نقشہ صوبہ گیا۔ ہم کسی اعلان کرنے والے کی آواز سنائی دی جو جرمین میں بول رہا تھا۔ چھٹے یہ جرمنی کا کوئی ریڈیو اسٹیشن تھا وہ سب جو Carol کا ہے جسے جرمین ہی سمجھتا تھا۔ ہم سماں چنگاڑتے ہوئے جنگ اور موت کا پیغام دے رہے تھے جتنا جرمین موسیقی امن اور نیات کے پیغام کے ساتھ ہمارے ہر رات تھی۔ جب ہم ایک ہی قوی منہ سے بچنے والی ان کو آوازوں کے متعلق کو سمجھیں گے، تو بالآخر ہم امن اور جنگ کے مسئلے کو سمجھنے کے قابل بنیں گے۔

## جارج کیٹلٹ مارشل اعلانِ تجلیل

جب کیرٹ فرسٹ کپٹن جارج کیمف مارشل نے دو جیتری مشین گنوں کی ٹیم سے گریجویشن کیا، تب تک اس دن وقت مارا جاتی پاریمان کی نوٹس کیشنگ کیلے بارڈر میں داخلہ دینے کے بارے میں غور کر رہی تھی۔ اس دن مارشل کی جس نے اپنی عمر کے اکیس برس بھی عمال نہیں کیے تھے اس کے فوجی افسر کا خط تھا جس میں اس نے اعلان کیا تھا کہ ممکنہ طور پر اس کو فوج میں کالے کے لیے موزوں پایا ہے، یہ بھی کہ ان کو کیشنگ کا پیمانہ ان کی کیشنگ میں سائبرو کے بعد ملے گا۔ اس دن لوگوں میں پہلا نوٹس امن انی مریڈ کیس تھا۔ انی مریڈ کی لائٹ (Henri Dunant) کو یاد تھا، جس نے ریڈ کراس کے ورکس کی بنیاد رکھی تھی، ہارفریڈ پاسی (Frédéric Passy) کو بھی جس نے کئی فرانسیسی امن سوسائٹی تنظیم کی تھی اور جو بین الاقوامی عائلی معاہدوں کے کام کا چکر لگا رہا تھا۔

اگر اس وقت کوئی شخص جارج مارشل سے کہتا کہ پچیس برس بعد نہ صرف وہ امریکی ریڈ کراس کے صدر بن گئے، بلکہ ایک دن ان کو امن انی مریڈ کیلے کا نواں چیمپئن کوئی پر مشاہدہ کی تھیں کیا جاتا۔ سو سکا ہے کہ نوجوان جارج مارشل نے بھی خود کو چیمپئن تصور میں مستحکم کیا چل بھی دیکھا ہوا شمرن کو اس جذبہ کی اندیشہ اور پیچھے پر چھپنے میں طویل راستہ طے کرنا پڑا۔ اگر جنگ سے حاصل کیا جانے والا جتنی ہدف جس کو سمجھا گیا جاتا ہے، یہ ہوگا کہ ایک اور جنگ کے واقعے کو سمجھنا بنا دیا جائے۔ یہ ایسا راستہ ہوگا جو ان کو زبردستی انسان اور سمندر کے اتنے وسیع علاقوں تک لے جائے گا، جہاں ان سے قبل کوئی بھی ماں و مر نہ پہنچا ہوگا، اور ان واسطے زیادہ جنگ کے میدان، اور اتنی ہی تباہیوں و تکلیفیں نصیب ہوں گی جو ان سے پہلے کسی چلنے والے نے نہ دیکھی ہوں گی، اور ان کو ایسے منہ سے بے رحمی اور اتنی ہی افواج و ریکری میڈیاں اور نفسانی فوجوں کی مدد و راست کماں و مال کرنا ہوں، جیسی شاید کبھی نہ ہوتی ہوگی۔



تو اسکی اہم چیز میں جس جنمیں مارشل کی نشوونما کے سلسلے میں دیکھا جاسکتا ہے۔ کوئی اہم بات یہ ہے کہ ان میں سیکھنے کی کچھ نہ ختم ہونے والی پیمائش تھی، سمجھنے کی، جاننے کی، اور وہ نہ کی بات یہ تھی کہ وہ انفرادی حد تک سپاہیوں میں ترقی دیکھی جیتے تھے اور سپاہیوں کی سیرود کے لیے ان تھک کر مارتے تھے۔ یہ دونوں باتیں ان کے کام، اور ان کے ذہن کی صلاحیت اور کاجی نشوونما میں بہت دور رس اثرات کا باعث ہوئی تھیں۔

جن لوگوں کے لیے وہ ذمے دار ہوتے تھے ان کے بارے میں کھلی تفصیلات حاصل کرنے کے لیے ہم محکم متعلق ہوا کرتے تھے کہ کبھی کبھی وہ اپنے ہم عصر لوگوں کے لیے پریشان کن مسکن بن جاتے کرتے تھے کیسک میں کی عمر میں وہ فوجی میں دور دراز کی چوٹی اور تباہیوں کی کتاب داری پر مامور تھے انھوں سے مقامی لوگوں کی نبوت، رسم و رواج و مذہبیت کا بغور مطالعہ کیا، انھیں احساس ہو کر نظم و ضبط کا انھیں جس کی وہ بہت قدر کرتے تھے سب سے پہلے ان کے اپنے مضبوطی پر اور اپنی مددیت پر ہونا چاہیے کہ انھیں عقل مند نہ طور پر مضبوط رکھے تاکہ ان کو یہ جانے والے ہر فن کی دو چیزوں کو قائم رکھیں۔ وہ غلط ان کے لیے سب سے بڑا خطرہ بن گئے تھے۔ جیسا کہ انھوں نے اپنے فوجی اسٹول میں گریجویٹیشن کرنے والے تجربے کرنے میں کہا تھا۔ وہ الحاد تھے عزت نفس و ریاضات۔

یہ فوجی سپاہی اپنے ساتھیوں سے بہت تباہی کا شکار اپنے آپ سے کچھ نیو دنیا کی کامیابی تھی۔ چار برس بعد جب اس نے VM 1 سے گریجویٹیشن کیا تو اس کے نام پر مالی کا ایک بھی نمبرات نہیں تھا۔ وہ اس کی پوری زندگی میں ایسا ہی رہا۔ ان کا ریکارڈ ہمیشہ بالکل صاف تھا رہا ہے۔ افسران نے انھیں جس کام پر بھی ان کو مامور کیا، انھوں نے اسی ذمیت کی محلی قابلیت کا مظاہرہ کیا۔ جس عزت کے وہ حق دار بنے تھے وہ اس وقت بھی نہیں بنے، جب وہ فوجیوں سے واپسی کے بعد 1916 میں، اپنی ریاست ہائے متحدہ میں واپسی پر تھینات کیے گئے تھے انھوں نے امریکی ریاست اوہائیو (Ohio) کے ایک کپ میں تربیت دینے کی ذمے داری سنبھالی تھی، اور جب یہ کیمپ بند ہو تو اس کیمپ کے قیام پر کو سپنے ماتحت افسران کی کارکردگی پر اپنے تاثرات قلم بند کرتے تھے۔ ایک نمونی سوال پر: ”کیا آپ اس افسر کو حالت جنگ میں اپنی کمان میں اپنا محبوب بنا چکے ہیں؟“

انہوں نے اس سوال کے جواب میں، مارشل کے لیے لکھا تھا: ”ہاں، پھر میں اس کی مانتی میں کام کرنا پسند کروں گا۔۔۔ میری دانست میں پوری فوج میں اس جیسے پانچ افراد بھی نہیں ہیں جو میدان [جنگ] میں کسی لڑوین کی کمان سنبھال سکیں۔“

اس کے بعد انہوں نے سفارش کی تھی کہ مضبوطی کی پروا کیے بغیر ان کو یہ ٹیڈ کر جزیں کے بعد کے بہ ترقی دی جائے، اور سچے اس بیان پر زیادہ زور دیا گئے کے لیے لکھا تھا: ”یہ مجھ سے 1,800 غائبوں سے کچھ زیادہ جتن کر رہا ہے۔“

اسی اثبات اور سفارش کے ساتھ مارشل جن 1917 میں امریکی فوجوں کے بحری ٹائلے کے پہلے جہاز

پہلے سٹافز اس کے لیے نہ بچے تھے۔ قابل تھیں۔ چارپوں کی ضرورت، اجڑی، بے ترقی، اور اسٹے ور گھسہ بڑھتی تھی کی وجہ سے 27,000 سپاہیوں میں سے، 125,000 اجازت ہوئیں اور [یہ سائنس] کئی برس تک مارشل کے لیے ڈراؤنا خواب بنا رہا۔ ان کو اس اور دوسرے ڈویژنوں کی تقسیم کے لیے chief of operations کی ذمہ داری سونپی گئی۔ بعد میں یہ جزرہ پر چنگ (Pershing) کے مدکار بنے تھے۔ امریکی فوج کے سیکرٹری ریکارڈ میں اختصار سے درج کیا گیا تھا: "ان کو بیٹا کی لٹ کے جنرل پیڈ وائرڈ میں ڈسٹریکٹ دینی سونپی گئی تھی کہ وہ St. Michael پہلے کے لیے منصوبہ تیار کریں۔ جوں ہی ڈرائی ٹھہرے ہوئے، ان کو اس جنگ کے لیے تقریباً 50,000 سپاہیوں اور 2,700 توپوں کو Argonne کے محاذ کے لیے تیار کرنے کی ذمہ داری دی گئی تھی۔" ان کو عارضی طور پر میجر، ایسٹینٹ کرنل اور کرنل بنا دیا گیا۔ ان کو جزرہ پر چنگ نے، یہ جن کے قریب ترین طاقت تھے۔ پیڈ وائرڈ جنرل کے عہدے پر ترقی دینے کی سفارش کی تھی۔ مگر اسی عہدے کا وہاں نے جزرہ پر چنگ کی سفارش منظور نہیں کی، اور جنگ بندی کے بعد وہ ایک بار پھر کپٹن بنا دیے گئے۔ اس لیے کہ امریکی قانون کے مطابق زمانہ امن میں فوقیت کے تحت ترین قوانین کے مطابق ہی ترقیوں کی جا سکتی تھیں۔ اور مارشل کا ایک بار پھر کرنل بننے کے لیے پندرہ برس تک انکی رہنمائی تھی۔

اس لیے، یہ جب فوج کے بہتر دہنے تو ترقی کے قوانین میں تبدیلی کے لیے ان کی سفارشات کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں رہا تھا۔ یہ تھری میس جنوری 1940 میں منظور کر لی گئی، اور سال کے آخر سے قبل ہی آخری دور (Eisenhower) کی ایک میجر کو کرنل بنا دیا گیا تھا، اس کے بعد 366 کرنلوں کو چھ گنگ کر اسے پیڈ وائرڈ جنرل بنا دیا گیا تھا۔

جنگ کے بعد سب کے دوران مارشل Tientsin میں تین برس تک قیادت رہے تھے۔ اور جس طرح وہ فیلڈ میں جرنیلوں کی نسلی جغرافیہ دہانت پر مندرجہ جاتے تھے، اسی طرح Tientsin میں بھی انہوں نے چینی تہذیب، تاریخ اور زبان پر عبور حاصل کیا تھا۔ وہ وہاں امریکی افسر تھے جو بغیر کسی مترجم کے سہنے سامنے پیش ہونے والے چینی گواہوں پر حیرت کر سکتے تھے۔ اپنے فرائض کے چند گھنٹوں کے علاوہ وہ چینی زبان لکھنا سیکھنے پر صرف کیا کرتے تھے۔

گناسا بارباری کے دور میں وہ ایک بار چھ کرنل بنا دیے گئے، سپاہیوں کی تنخواہیں اسی قدر کم کر دی گئی تھیں کہ ان میں مثالی شہر وافر دیونہ کی مشکل پیدا کرتی تھی۔ "وہ راجست کے کتب خانے اپنا پیدائش مارشل کے پدمرام شروٹ کیا۔ انہوں نے اپنے سپاہیوں کو مرغیوں اور سڈر پالنے کی تربیت دی، انہوں نے ان کو ترکاریوں اگانے کی بھی تربیت دی۔ انہوں نے سستا کھانا فراہم کیا۔ شروٹ کی وجہ سے ان میں پندرہ سینٹ کے عورتوں خاندان کے ممبر کو کھانا فراہم کیا جاتا تھا، قیمت ایک ہی کھانے کی ہوتی تھی مگر بہت سے سپاہیوں کے خاندانوں میں کئی افراد بھی کرتے تھے۔ وہ [خود مارشل] اور ان کی اہلیہ بھی وہی کھانا کھاتے تاکہ یہ سارا کچھ لوگوں کو شہرت نہ ملے۔ وہ مارشل کے ماتحت کیمپ پر چلتے تھے، جن میں بے روزگاری سے نمٹنے کے لیے

فوجی تربیت کے ساتھ ساتھ اور بھی سکھایا جانے لگا تھا۔ ان کیپس کے کمزور غنیمت کی کمی والے اور بے سہارے افراد میں یہ [مارشل] خاص دلچسپی لیتے تھے انھوں نے ان کے لیے اسکول بنائے، ان سے چھوٹے موٹے اختیار شروع کرائے، شوقیہ تھی، انھوں کی عمدہ شہرت کی سمجھوتہ فراہم کی، اور ان میں شراب نوشی بند کر دی۔ 1938 میں مارشل جب فوج کے سپریم رہنے والے انھوں نے دانشورین سے سپاہیوں کے لیے ہمدردیوں کا مسئلہ سمجھا، اور انھیں یہ باور رکھایا کہ محض جسمانی تمہیداشت کے علاوہ بھی فوجیوں کی ضروریات سمجھنی چاہئیں۔ ریاست ہائے متحدہ میں اس وقت مختلف چورس، کیپس اور چھوٹوں میں کم از کم 174,000 فوجی تعینات تھے، مارشل نے اپنی پہلی شش ماہی رپورٹ میں لکھا تھا:

”ایک فوج کی صورت میں معمولی ریٹائرمنٹ کے بعد ہمارے دماغ کی عامی جنگ کے نتائج کے وقت ہمارے تھے، شراب و دوا کے پیمانے پر ہے کار ہو چکے ہیں۔ دماغی، بعد جنگ کی مسلسل تلاش و تلاش اور تعریف نے فوج کو ایک تیسرے درجے کی حالت بنا کر رکھ دیا ہے۔“

ریاست ہائے متحدہ کے پاس اس فوجی طاقت نہیں تھی جو جنگ کو جیتی کر امریکا پر کسی حملے کو بھی، روک سکے۔ مارشل نے اپنے بے بس ملک کے خلاف بڑھتے ہوئے امکانات جنگ میں امریکا کو تھکن کے علاوہ ”اتحاد صرف ایک ادا کے ہی میں حاصل نہیں کر سکتے“ کو مددقت و محال سمجھ کر لیا تھا۔

ان کی یہ سوچ کے دوران قبل اس کے کہ امریکا کی سر زمین پر فوجی حملہ ہو، جنگ کی زبردست تیاریوں کی راہ ہموار کی تھی۔ ان کی یہ سوچ کے دوران مارشل کی ہیر، جوان سے بہت قریب تھیں، امیرات دیکھا کرتی تھیں ”خداوندان کی وقت حلف نامہ۔“

مارشل کی فیس نارویج، جب کہ انھیں جنگ کے یہاں کے بہت بڑا انجانے پڑے تھے کسی انسان کے طاقت سے بہت زیادہ تھیں۔ بچے بھی دوا کے نہیں، شاہد، جیسا کہ سینٹ رسل (Russell) نے اس الفاظ میں بیان کیا ہے، ”زیادہ تر لوگ اپنی انما حریفی کے غلام مانتے ہیں۔ جنرل مارشل اپنی فیس درجوں کے غلام ہیں۔“

تیسرے صاحب فیس داروں نے، جسے دیوانہ پن بھی کہا جا سکتا ہے، ان پر فوری ضبط نفس اس طرح نافذ کر دیا تھا کہ وہ ایک طرف سے ان کا دماغ عقیدہ بن گیا تھا انھوں نے اس کو ایک برجستہ اور کسی شعلی تقریر میں بیان کیا تھا، جیسے انھوں نے پہلے بھی نہیں کی تھی۔ جون 1941 میں انھوں نے Trinity کا ایک ریاست کنٹیکٹ کے شہر ہارٹ فرڈ کے اسٹیٹس عیسائی (Episcopalian) [اسٹیٹس عیسائی] جس کے مطابق مذہبی قدر پر بھی کسی فرد کے بچنے، مجموعی طور پر اسٹیٹس کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کے کھیسامیں اپنے مذہب میں بہا تھا، وہ خود بھی اسٹیٹس عقیدہ رکھنے والے انسان ہیں اور یہ عقیدہ کھیسامیں دیا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا تھا، ”میں جانتا ہوں کہ میرا یہاں آج آپ کے ساتھ ہونا میری زندگی کے لیے نیک شگون ہے“ اس کے بعد انھوں نے مزید کہا، ”[اس وقت] اگر میں اپنے دفتر میں ہوں تو میں روٹ کا غلط استعمال نہیں کرتا۔“ اور پھر

انہوں نے تشریح کی کہ ان کے نزدیک نظم و ضبط کے یہ معنی ہوتے ہیں ان کا یہ عمل ہی ان کی فکر و روان کے کام کا اعلائے کرنے میں ان کے خطاب کا اہم ہوتا ہے۔

”ہم جو مجھے کی طاقت کو ذہنی طاقت کی طاقت میں بدل رہے ہیں۔ ہم نظم و ضبط کو خوف کے بجائے انفرادی حرام کی بنیاد بنا رہے ہیں۔۔۔ یہ حوصلہ کی بات جس سے جٹ جیتی جاتی ہے۔ لڑائی کرتا ہی کافی نہیں رہتا۔ یہ جذبہ پر ہی ہوتا ہے جسے ہم جٹ میں استعمال کرتے ہیں، اور یہی مسکے کا عمل رہتا ہے۔

سپاہی کا رہ، سپاہی کا جذبہ، سپاہی کی روح کی سب کچھ ہوتے ہیں۔ جب تک سپاہی کی روح اسے سہا سہی دیتی ہے اس پہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، اور وہ خود بھی ما کا محبوب ہوگا، اس کا کہاں درجہ، اور آخر میں اس کا ملک بھی۔۔۔ یہ حوصلہ کی بات ہے جو فوج ہوتا ہے۔۔۔ فرنیسیں اگلی تک اس کی طاقت حاصل نہیں کر سکے ہیں جس میں اس لفظ کی تشریح کی گئی ہو۔۔۔

یہ ایک نقطہ سے کہیں زیادہ ہے۔ کسی بھی ایک لفظ سے زیادہ، یا کئی الفاظ سے زیادہ، جن کی وجہ سے اس کی بات کی۔

حوصلہ ایک ذہنی کیفیت ہوتا ہے۔ یہ چنگل ہوتا ہے، شمع اور امید۔ اسے چھوڑتے ہیں، دھکے کھاتے ہیں، روٹھ جاتی ہیں۔ یہ élan ہے، esprit de corps اور عزم ہے۔

یہ اس کی قوت ہوتا ہے، جذبہ ہوتا ہے جو آخر تک قائم رہتا ہے، کرارا راہ کا محبوب ہو۔ اس کے ہاتھ پر کچھ ممکن ہو رہا ہے، اس کے بغیر ہر شے منسوب چاہی، صنعت سب کچھ صفر کے برابر ہوتے ہیں۔

میں نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ جذبہ ہی ملتا ہے جو آخر تک باقی رہتا ہے۔ ابتدا یہی ملتا ہے۔“ یہ غیر معمولی خطاب ایک عقیدہ بھی ہے اور ایک نظام عمل بھی۔ یہ واحد تقریر ہے جس میں دارشال نے نہایت راست اور کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جو ان کے ہندو مذہب کے کام کے عروج و ان پر زیادہ حوالہ دیتے ہیں۔

”ہم اس حوصلہ کی تعمیر کر رہے ہیں۔ اپنی مدد میں اس کی ایسے ہی ترین حدود سے نہیں جس کے ذریعے دوسرے لوگ کو فتح کیا جائے یا نیچے رکھا جائے، نہ تو۔۔۔ اسے ہی ترین توپوں سے، نہ ہوائی جہازوں سے اور نہ ہم بچھنے والی آلات پہ بھروسہ ہے۔

ہم اس کی تعمیر کر رہے ہیں ان اشیاء پر جو انتخاب طاقت کی طاقت ہوتی ہیں۔ ہم اس کی تعمیر یقین پر کر رہے ہیں، اس لیے کہ جب انسان یقین کرنے کے ساتھ تو وہ قابلِ تغیر ہو جاتا ہے۔ ہم نے دلوں سے کہیں زیادہ بڑی شے کو کھنڈش کیا ہے، یہی شے جو خوش امید کی یا خود اعتمادی سے کہیں زیادہ نہیں ہوتی ہیں، یہی شے کہیں نہیں جھینٹاؤں یا جذبات کا کام لیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے انسانی جذبات میں پائی جاتی ہیں، جس پر صرف دو طائفت کا قبضہ ہوتا ہے۔



نے آج تک نہیں دیکھا ہے۔

یہ اس ملک کی خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسے امن دان اس منصب پر فائز ہے۔“

اور جب مارشل نے دسمبر 1945 میں خود چیف آف اسٹاف کے منصب سے استعفیٰ دیا تو [یہ جنگ کے] مشترک سپر سروسز میں سے ان کے مدعا نوی سرحدوں نے یہاں پہنچا اور سال کی تقریباً جس کا وقت ٹائی نہیں۔ اس پیغام پر مدعاویہ کے چیف آف اسٹاف جنرل اسٹیفن براؤن (Sir Alan Brooke) جو آپ Lord Alan Brooke تین چھپے ہیں، ایڈمرل آف دی فلیٹ Lord Cunningham of Hydhope اور مارشل آف دی رائل ایئر فورس Lord Portal of Hungerford نے دستخط کیے تھے۔ پیغام میں کہا گیا تھا: ”رہبریت ہائے متحدہ کے چیف آف اسٹاف کے منصب سے چھ ماہ بعد آپ کی ایک ویٹی پر، ہم، مدعا نوی کہتا ہوں چیف آف اسٹاف، آپ کے ساتھی، آپ کو پیغام اور سال کرتے ہیں۔ ہمیں انہوں نے کہ آپ کے دو عظیم دوست و شہرہ آفاق، لیڈ مارشل سرجنٹ (John Dill) اور ایڈمرل آف دی فلیٹ براؤن (Dudley Pound) آپ اس دنیا میں نہیں جو اس پیغام میں اپنا نام بھی شامل کرتے ہیں، امریکا کی تاریخ میں سب سے عمدہ اور سب سے زیادہ طاقتور قوتوں کے معارف حیثیت سے آپ کا نام آپ کے اور دوسرے ملکوں کے عظیم سپاہیوں میں شامل کیا جائے گا۔“

میں جب تک آپ کے ہمراہ امریکا، مدعاویہ کے علی مہذبوں پر سے تھے آپ کی قابل اعتماد دانش، اپنی اعلیٰ، بروہمت فکر محاسب کے احترام کا باعث سے تھے آپ نے ہمیشہ اپنی مدافعتی سے ہمیں نوازا، اپنی شخصیت کے عمر سے ہمیں فتح کیا، درمستد کو وحدت سے ہمیں متاثر کیا اور ایک مشترک مقصد کے لیے بے غرض حیثیت داری سے کام لیا ہے۔

سب سے زیادہ ہم اس بات پر آپ کے شہر تیز رہیں کہ آپ نے ہمارے دو ملکوں کی افواج کے درمیان باہمی اعتماد اور تعاون کا رشتہ بنانے میں ہمیشہ دھم دینے کی راہ لیا، جس کا ہماری فتح میں کتنا بڑا حصہ ہے، اور ہم یقین کرتے ہیں کہ آنے والے برسوں میں یہ ہمارے جہاز کے لیے مفید ہوگا۔

آپ کو اودھاٹ کسے کے لیے، جس نے ہمارے پیشروانہ احترام سے زیادہ ہماری ذاتی قربت حاصل کی ہے، ہم ان ملکوں میں ڈراپنہ عسکرت چٹا کرنا چاہتے ہیں جو آج سے دس ماہ قبل شروع کیے گئے تھے:

دست بچی کی کا ہے، اور روح سے غلبہ ہے جو

ہے عمل میں خوش عقیدہ خوش نما اعزاز میں

جو کبھی وعدہ نہ توڑے، خوش بفرض ہرگز نہیں

نام کا بھی نہیں جو واقعی توڑے نہ جو“

میں انہیں کے غم میں قوی تھکر اور مدعا نوی سپر سروسز کے پیغام کے میں ہمارے سامنے ہیں مارشل کی پیشانی پر پرت بھی ہے جس میں ان کی عسکرتی وصیت بھی ہے اور اس نقطہ کا تعارف بھی جو بعد



کامیاب نہیں ہوئے، اس لیے کہ جب دانش [جین سے] چھٹے تو دونوں جریشوں نے اپنے مددگار کے ہونے سے پہلے اس کا پاس نہیں کیا۔ مگر دانش نے جین میں جو عقیدہ رکھا اور سیکھا تھا اس نے ان کے عزم کو مستحکم کر دیا، جنگ کی تباہ کاریوں نے جسے ن کے ذہن میں جائز نہیں کر دیا تھا اور جسے اب جین کے بارے میں، صدر زمین کے لیے جو دن گئی رپورٹ میں ابھر کر سامنے آنے کا موقع مل گیا ہے۔

”یہ دانش [کی رائے تھی] کہ شراب ہوتی ہوئی معاشی حالت میں جین اور اس کے مقام کی مدد کرنے کے لیے، تاکہ جین میں امن اور اتحاد قائم ہو جو قدامتوں نے نہیں گئے۔ جین دانش کا خیال تھا کہ جین کا مسکری ہر سپاہی اتحاد ہی وقت میں ہر دیر پر سوکھا جب اس ملک میں مستقل طور پر عام معاشی بہتری دینی چاہئے گی۔“

یہ ایسی رائے تھی جسے دانش نے پندرہ برسوں میں زیادہ عمیق مدد میں ان لحاظ کے ذریعے متشکل کیا ہے: ”کارتھ کھنڈے والے اپنے فرض میں کام ہے جین، انھیں ان وجود کو دریافت کرنا اور متشکل کرنا چاہیے تھا جو جنگ کی بدولت ہوتی تھی اور جن سے جنگ کیا ممکن بنا دیا جا سکتا ہے۔“

اور جب 1947 میں صدر زمین کے اصرار پر دانش نے سیریا کی آف اسٹیٹ جٹا قوں کیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جنگ اور برتری کی وجود کو دیکھ سکتے تھے، اس لیے کہ وہ ن وجود کو جیت سکتے ہوئے تھے۔ وہ سنا چاہتے تھے، اور اس طرح جنگ کیا ممکن بنا دیا جا سکتا تھا۔

ان کا فکریہ جنگ کے بارے میں ن کا خوف، اور ن کا یہ احساس کہ ایک اور جنگ کا مطلب انسانی تہذیب کا مکمل انہدام ہوگا، انگریزوں کی ذہن کے خدشے سے بہت متاثر تھا جب وہ اپنی حیثیت تیار کر رہا تھا۔ 1893 میں اس نے ایک خط میں لکھا تھا:

”میں اپنی پائیدار کامیابی کے لیے ایک انداز میں جینا رکھتا ہوں جو ہر پانچویں برس دیا جائے گا (تقریباً پچھتر بار) اس لیے کہ اگر تیس برس کے عرصہ میں اپنے ن کو سدھارنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تو چاروں چارہم بریت کی طرف لوٹ جائیں گے۔“

انہم اس مرد یا عورت کو دیا جائے گا جس نے یورپ میں عام امن کے خیال کو آگے بڑھانے میں سب سے زیادہ کامیابی حاصل کی ہو۔“

اس نے نے مزید لکھا تھا:

”نیک عداوتوں کا ایک نیا نظم و نظام میں حرکت کر رہا ہے، اور شاید ہم دور سے آنے والی اس کی گڑبگڑا ہٹ کوٹیں سہیں۔“

دانش اس کو روکنا چاہتے تھے، تو اس کو جس کا خوف تھا۔ اسٹیٹ کی پالیسی میں داخل ہونے کے بعد چارہم سے ہم عصر میں انہوں نے یورپ کو مادہ فراموش کرنے کا ایک منصوبہ پیش کیا جو ان کے نام سے چھپ کر نوبل انکس نے ہارڈ ویل ورکن میں اپنی تقریر میں کہا تھا:



”بھائی پوسی کی ایک ٹک پتھر سے لے لیں، جگہ بھوکہ افس، پوسی اور پوسی کے غائب ہے۔ اس کا مقصد دنیا میں کامیابی ہوئی اقتصادتی ہوئی چاہیے تاکہ ایسے سیاسی اور سماجی حالات کو ابھرنے کی اجازت ہو جن میں آزاد رے زکوہ و سکس۔ میرے خیال میں یہی اجازت چھوٹے چھوٹے گروہوں میں نہ دی جائے جو گروہات سے غائب ہوئی بھی اجازت جو مستقبل میں حکومت دینا چاہے، اسے اصلاح کرنی چاہیے چاہے کہ یہ محض وقتی تسکین کے لیے ہو۔“

مارشل نے اس میں غور اور کٹھن میں لڑائی کے ساتھ اپنے منصوبے پر عمل کیا۔ اور جب مارشل کا منصوبہ ایک زکوہ حقیقت بن گیا، اور اس پر عمل کے لیے اور سے شکریں پا گئے تو مارشل پیچھے ہٹ گئے۔

تقریباً ایک سو پچاس کو خدمت کے لیے طلب کیا گیا، اور تقریباً 1950 میں وہ سیکرٹری بن گئے دفاتر بن گئے۔ جب انہوں نے اسے داری منجانی، تو وہ اس پوزیشن میں آگئے تھے کہ مستقبل میں یہ مدت پائے متعدد دفاتر کے لیے پیش کیے گئے تھے کی غیاب کے مطابق وہ قاعدہ دفاتر کے لیے جمہور کی طور پر جبری بھرتی کی جائے۔ جب یہ کام ہو گیا تو ایک بار پھر وہ ریٹائر ہو گئے، مگر اس بار اپنی زندگی کے خوابوں کے حصول کے لیے ورجینیا میں اپنے چھوٹے سے قلعہ زمین پر تھکریاں اگانے کے لیے۔

ان کے پیش کردہ پروگرام کے بعد کے زمانے ہوئے نہ سوں نے ان کے تعمیراتی کردہ کوکات کردی ہے۔ اور مارشل نے ان کوکات سے جو ادارے پیدا ہوئے انہوں نے ان مشکل نہ سوں میں سب سے زیادہ اس خیال کو آگے بڑھایا ہے جسے نوٹس نے ”دب میں عام من کا خیال“ کہا تھا اور نوٹس نے پتل بھیت میں قوموں کے درمیان جتنی چارے کے جو خیالات پیش کیے تھے ان کے حصول کی کے لیے مارشل نے ایک اہم پٹی پیش کیا تھا، جو ان کی اپنی عمارت کے متبر سے ما کافی تھا۔

لہذا، نوٹس امن اخراج چارچ کیلٹ مارشل کو کیا جا رہا ہے۔

صدر ٹینک مارشل کی نوٹس کیلٹ Carl Joachim Hambro کی زبانی

خطبہ:

## امن کی ضروریات

میں سمجھتا ہوں کہ امن کی ضروریات میں رہا ہوں کہ مجھے اعزاز پیش کیا ہے اور اس کے جواب میں مجھ سے اتنا شب توجہ کہنے کی درخواست کی گئی ہے۔ جب کہ کوئی موضوع نہیں دیا گیا، یہ صاف ظاہر ہے کہ آپ کے ذہنوں پر جو سب سے فضائل سب سے زیادہ امن کا ہے۔

بغیر کسی حد کے امن کے منصوبوں پر گفتگو کی جاتی رہی ہے، دوران پوششوں پر جو دنیا کی تاریخ میں دیے ہو

اور عام نوعیت کے امن کے حصول کے لیے بار بار کی گئی تھیں۔ عارضی طور پر کامیابی ہوئی تو بے ٹکڑ ۱۹۱۴ کے المانک واقعات کے سبب سب منہدم ہو گئی تھیں۔ میں، سب کی توجہ اس سمت کی طرف آنا چاہتا ہوں جہاں امن کے حصول کی کامیابی کے امکانات، امید فراوان دیتے ہیں۔

میں پوشش کروں گا کہ میرے خیالات اور گزارشات آسان ترین ہوں، اگرچہ میں ان لوگوں جیسی خطابت کی جادوئی درگاہ سے محروم ہوں، جنہیں کئی نوٹس کمیٹی نے اسٹاک ہولم میں اعزاز بخشے تھے۔ میں اپنی گزارشات پیش کرنے میں یہ فرض کروں گا کہ آپ دیکھنے آئندہ سوس کے مباحث اور روشنیوں سے کئی حد تک واقف ہیں، اور ہر آپ صحت سے بھی جو دنیا کی تاریخ میں بدعنوان اور مسلسل امن پر حاوی رہی ہے۔

خاص طور پر میں Pax Romana [یعنی لبنان میں امن کو Pax کہتے ہیں۔ Pax Romana سے مراد رومن سلطنت کا وہ دور امن ہے جو سن ۸۱ قبل مسیح آگسٹس اول کے دور سے شروع ہوا۔ ۱۸۰ عیسوی تک قائم رہا تھا۔] کے برسوں کا تذکرہ کرنا چاہوں گا جو چھٹی صدی قبل مسیح کے قریب شمال میں دو صدیوں تک قائم رہا تھا۔ میں اس لیے اس کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں کہ ۱۹۱۹ کے موسم بہار میں میرے ساتھ ایک ذاتی واقعہ ہوا تھا، جس نے مجھ پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ Chaumont میں واقع امریکی ہیڈ کوارٹر میں رات دہ سے واپسی پر میں نے اپنے دوستوں کے ایک گروہ سے رات گزارنے کی خواہش کی تھی۔ مجھے محسوس ہو کر وہ عارضی طور پر غائب تھے، لہذا میں نے ایک خالی کمرہ منتخب کیا جو کسی کتاب کا مستودع تھا، اس کے آگے ایک کتب خانہ کا مطالعہ گاہ رہی۔ وہاں موجود کتابیں فرانسیسی یا جرمن زبانوں میں تھیں۔ پس کر میں انہیں آسانی سے پڑھ نہیں سکتا تھا، اس لیے میں نے کتاب مزید کی۔ اور بالآخر ایک انگریزی کتاب ملی جو Gaul [رومن دور کا ایک علاقہ۔] کی تاریخ پر تھی۔ کسی دلچسپ حصے کے تلاش میں درج کردہ آگے میری نظریں مشہور رومن امن کے بیان پر ٹھہر گئیں۔ اب دب میں ایک بیان تھا رومن فوجوں کی تعیناتی کا، اس طویل عرصے میں، جب ایک لشکر [جرمن شاہ] کوٹن میں، دھیرا کو ہلوا میں، قیسراے میں (Mayence) اور رینہ ٹیئر (Trier) میں تھا۔ اب ہواؤں کر رہی تھیں فوجوں کی تعیناتی بھی بالکل ویسی ہی تھی جیسی کہ ایک بڑا آئندہ سو برس قبل ہو کر رہی تھی، جب کہ امن کمیشن جوں میں بیٹھ گیا آف نیشنز کی پالیسی تیار کرتا تھا۔

میں یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہ رہا ہوں کہ وہ عسکری تعیناتی جس کا میں نے ابھی تذکرہ کیا ہے NATO کی آج کی دنیا کی تعیناتی جیسی ہی تھی۔ آج بدچلتی خط و بالکل مختلف نوعیت کا ہے، جس میں سمجھتا ہوں کہ غیر معمولی تاریخی اہمیت کا ہے، کراہی کے سیک کو نظر انداز کرتے ہوئے، ہمارے صدی کی دو المانک عالمی جنگوں کے نتائج اور کوریائی جہد کے نتیجے کے بارہ جوں ہم نے آگے بندہ کے قدم اٹھائے۔

میرے دامن میں عسکری رہنماؤں پر بار مجھے بتاتے ہیں کہ ہم امریکیوں نے سب سے پہلے کیا ہے۔ میں ان سے بالکل حقائق نہیں رکھتا، ۱۹۴۵ء اور ۱۹۵۰ء کے درمیان کی امریکا کی وسیع طاقت کے تاریخی ہتھیاروں طرف

ان کی توجہ نہ مایہ چھو، جو کسی زمانے میں امن کے تحفظ کے لیے ضروری تھا۔ میرے خیال میں، اس کے بعد، دست نیچے میں جنوبی کیریبی پہاڑی علاقہ چھوٹی ہوئی، جس نے کچھ وقت تک اس میدان جنگ میں موجود ہماری فوجوں کو حملے کے خطرے سے دوچار رکھا تھا۔ میں اس کے بارے میں شدید جدوجہد کے ساتھ جدوجہد کر رہا ہوں، اس لیے کہ 1989 میں اور دوبارہ 1990 میں اچانک مجھے اپنے ملک کی عسکری طاقت کی تعمیر نو کا فرض سونپ دیا گیا تھا۔ تاکہ فوری ضرورت پر یہ طاقت استعمال ہوسکے۔

یہ ہندوئی کلمات آپ کو یہ فرض کرنے پر مائل کر سکتے ہیں کہ میرا مشورہ اسے ترقی پزیر عالمی امن پر ہی حد تک مختصر ہوگا۔ عسکری طاقت پر ہی، وقت موجودہ خطرہ دنیا میں امن کا قائم رہنا ہی حد تک عسکری طاقت اور اتحادیوں کے اتصال ہی کا مربوط مشق ہے۔ مگر خیر، معینہ مدت تک ہماری فوجوں کا قائم رکھنا عملی طور پر بھی ہی بنیاد نہیں بن سکتا۔ میں اس امر سے میں ایک مبالغہ کر مضبوطی سے کنٹرول ہوا ہوگا، یعنی، اس موجود حالات میں، مگر میں، اور میں اس امر سے کہ میں کوئی اور اصل اور عملی ہوگا اور میں اس مقام میں اس موضوع پر بات کرنا چاہوں گا۔

ایک سوانی کوئٹس امن نظام کے لیے جانے پر خاموشی چھوڑی ہوئی تھی۔ افسوس کہ میرے نزدیک یہ اتنی عجیب بات نہیں تھی جیسا کہ پکاراؤں دکھاتی ہے۔ میں جنگ کی حیثیت مائیکل اور میوں کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ آج، American Battle Monuments Commission کے صدر نشین کی حیثیت میں، یہ میرا فرض ہے کہ میں سمندر پار کے بہت سے ممالک، اور باضابطہ مغربی یورپ، میں فوجی قربانیوں کی تعمیر اور ان کی دیکھ بھال کی عمرانی کریں۔ انسانی جانوں کے اعتبار سے جنگ کے خاتمے کی اہمیت، بہت سے بڑی طاقتوں میں غامت سے کبھی ہوئی میرے سامنے بکھری ہوئی ہے، جن کے تباہی مزرعہ کھاتے کے کالم کی طرح ہیں۔ میں شہادت سے اس کوشش میں ہوں کہ جنگ کے خاتمے کے لیے کوئی طریقہ کار جائے۔ تقریباً ۵۰ سالہ مجھ سے جنگ میں جاکر اسے دونوں کی بیویاں، مائیکل اور ان کے خاندان رابطہ کرتے تھے۔ گویا ہمدردت حاصل کا الیہ میرے سامنے ہوتا ہے۔

میں آپ کو اپنے عملی فکر میں شریک کرنا چاہتا ہوں تاکہ جنگ کو مائیکل کا کوئی کارآمد طریقہ تلاش کیا جائے۔ سب سے پہلے مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ میں موجودہ نہایت خطرناک حالات کو معمولی نہیں سمجھتا، جو امن کے موضوع پر فکری طور پر ہماری سوچی پہ اثر انداز ہوئی ہے، مگر میرے خیال میں امن کو حاصل کرنے کے طریقے وہ اس کو طویل عرصے تک قائم رکھنے کے لیے اس [خطرناک حالت] کو اسل بیو دہانا چاہیے۔ آج ایک سخت عسکری قیود بہت ضروری ہے مائیکل کو وقتی دور تک قائم رکھنا چاہیے، میں اس کا اندازہ کرنے کے لیے تو نہیں، مگر مجھے یقین ہے کہ ایک پھر سے کے قاض اور دور دور میں تعمیر کرنے کے لیے یہ ایک نہایت ٹھیک بیو دہانی ہے۔ بھول کر سے تک جاری رہنے والے امن کا، انحصار ایک معتدل عسکری طاقت اور دوسرے عناصر پر ہوگا، جو ہماری بیٹ کے حال نہیں ہوں گے۔ شاید سب سے اہم و حد غصہ ہوئی ہو جائے باز

اگر بی جا کر قوموں کے درمیان شریکائی، یقین اور اتفاق دئے پیدا کیا جائے۔ بدھ اس میں اقتصادی  
 عمل میں ایک سمجھوتہ کرنا چاہیے۔ طاقت کا توازن حاصل کرنے کے لیے، خود دودھستے کی بات کرنا کیوں نہ  
 نہیں، معاہدوں پر بھی غور کیا جانا چاہیے۔ اور ان سب کے ساتھ دانش بھی ہو اور اس دانش پر عمل کرنے کا  
 ارادہ بھی ہونا چاہیے۔

میں اس مختصر سی تقریر میں امن کے سب سے بڑے جزو کا صرف ایک بہت محدود حصہ ہی پیش کر سکا  
 ہوں۔ لیکن اس میں غور کرنے کے لیے تین زیادہ مخصوص میدانوں کا انتخاب کرنا چاہیے گا۔

پہلے میدان کا تعلق ہے بہتر تعلیم کے امکانات سے۔ پارلیمان مذاق پر اثر انداز ہونے والے مختلف  
 عناصر پر، ان کی ترقی اور ان کے خصلتوں کے بارے میں۔ چوں کہ مغرب کی ہمہ جہت جمہوریتوں کا دائرہ  
 ایمان داری سے کوئی شکی نہ رہے ہے، یہ تصور ہوتا ہے، میرا بیٹھنا یہ بات پر یقین رہا ہے کہ ہمارے سکولوں کو  
 اس میں ہٹا کر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ میرے خیال میں، ان تمام عناصر کے غور و مطالعے سے جو ماضی میں  
 امن کی مساعرت کی بنیاد بننے والی تھیں اور اب مختلف واقعات کی بنا پر ماضی کا حصہ بن چکے ہیں، امن کو آگے  
 بڑھایا جا سکتا ہے۔ بہت اچھے طور پر ہمارے سکولوں، ایسا کر رہے ہیں۔ ان کے کالجوں میں، جنہیں ہم سینئر ہائی اسکول  
 کے نام سے پکارتے ہیں، ایسے نصب ہونے چاہئیں جو نہ صرف ہمارے مستقبل کے دانشوروں کو ماضی تواریخ  
 میں ماضی کے واقعات کے بارے میں معصومیت فراہم کریں، بلکہ ماضی انداز میں ان تمام حالات کی  
 تفصیلات بیان کریں جو امن کی تباہی کا باعث ہوئے ہیں، انہیوں نے مذاق میں خصل اندازی کی ہے اور  
 جنگ کی بول مائیں کا باعث ہوئے ہیں۔

مثلاً ہمارے پاس پہلی صدی تک جنگ کے اثرات شعلوں سے بجھنے کا ایک آخری موقع تھا۔ مثال  
 کے طور پر، ویمرنی عالمی جنگ کا چھٹا صدی کے تیسرے عشرے کے شروع میں آکر واضح ہونے سے قبل ہی  
 گزر گیا تھا، آرمیا دست کو منجھائی ہو جاتا۔ مگر ان واقعات سے اچھی طرح واقف تھا، جیسے Rhineland  
 کی طرف پیش قدمی، جہت اور منہجہ کیا ہے، چنے مانی وغیرہ مثلاً، مسکری حالت کو توڑنے میں رکھنے کے لیے  
 جمہوریتوں کو احتجاج دینے کا بھی ایک آخری موقع تھا۔ ہمارے پاس ایک اور موقع تھا کہ ہم اقتصادی میدان  
 میں امن دینے کے ذریعے ان قوموں کے جذبات کے اندر ٹھونڈا کر جاتے جو امن کے لیے خطرے کا باعث ہو  
 رہی تھیں۔ اگر جنگ سے پیدا ہونے والے تو متواتر رہ رہتا ہی پیش بینی کرتی جاتی، اور آرمیا مسوں کا  
 تمام پہلوؤں سے جائزہ لے کر جاتا جو جنگ کے لیے خطرہ ہیں سے جسے دیکھنا سمجھنے کے تمام امکانات پر  
 کمرانی میں جا کر غور کر لیا گیا تھا۔

ان کی وجوہات بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ماضیوں کو، جہاں تک ممکن ہو بغیر کسی قومی تعصب کے،  
 پہلے ان حالات کا دماغ کرنا چاہیے جو ماضی کے لیے ہیں اور ان ختم اصولوں کو طے  
 کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جن کے ذریعے مسلسل ایک بہتر سچے کے تمدن کی طرف پڑھنا پیش قدمی ہو

کئے۔ ماضی سے یہ شمار پر زمعمومات سبق ملتے ہیں مگر ان کے اکتھا میں ایسی کوشش کا فرما ہوتی ہے کہ یہ ایسے رنگ میں رنگے نظر آئیں کہ ان سے قوی نقطہ نظر صاف نظر آئے۔ انداز میں پیش ہونے والے ملک کے اسٹون کی تاریخ میں تازہ سے برسوں میں، جو شمال میں لکھی گئی ہیں، خانہ جنگی کی ایک مخصوص تصویر، بھرتی ہے جو جنوب میں لکھی تاریخ سے مختلف ہے۔ یہ رول اس بورڈ مختلف کے بارے میں بھی بہت عام ہے۔ مگر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہم ایک نہایت سرگرمی دور میں رہ رہے ہیں۔ یہ سائنس کی ترقی کا زمانہ ہمارا تھا کہ یہ ہے نہ کہ پسند اور تعصب پر۔ ہولکا ہے کہ اس دور میں ہم ماضی کے منہ کیے جانے والے حقائق کی رعایت کے ساتھ کوئی راستہ تلاش کر سکیں۔

میں اس بات کو ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کے عام مسئلے کا حل وسیع معنوں اور مجموعہ کی بنیادی اشیا ہائے کی بنیاد پر ہی ہونا چاہیے۔ ایک آف نیشنل، اقوام متحدہ اور اس قسم کے اداروں کی افرادی و ششیں بھی بہت اہم ہوتی ہیں، بلکہ یہ ضروری ہوتی ہیں، مگر ان کو مطلوبہ طرف کی جانب پر قدم ہی سمجھنا چاہیے۔ ہمیں بڑی حد تک پر جاننے والوں کی غیر جانب داری پر بھروسہ کرنا چاہیے تاکہ کچھ کو بھیج کر میں پیش کیا جائے، ہمیں اس ضمنی طریقہ کی استعمال کرنا چاہیے۔ [اس پر میں اس سے زور دے رہا ہوں] کہ سائنس دان، خود وہ کسی قومیت کے حامل ہوں، اپنے مسائل کے حل کے لیے عام طریقے استعمال کرتے ہیں۔

اپنے اپنے مشورے کے لیے، میں چاہوں گا کہ قوی دہائی پر غور کیا جائے جو اس جیسے بڑے مسئلے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے خط نہیں سمجھیں گے، اگر میں، پتا خطہ نظر واضح انداز میں پیش کرنے کی خاطر آپ کی توجہ اپنے ملک کی طرف، اور خصوصاً، اس کی طرف مبذول آواں ہو جائے پڑے جاتے ہیں۔ فقہاء و فاضلوں کی دونوں اور گھنٹوں کے بولے گھنٹوں اور منٹوں میں طے ہونے کی حیرت انگیز تنخیر کے باوجود عمومی معنوں میں میرا ملک اب بھی دنیا کے پُر آشوب علاقوں سے جو رابطہ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ محدود ہونے کے باوجود ہماری عداوتیں میں سمجھتے ہوئے ہیں۔ قوانین میں ان پر غیر جانب دارانہ موقف اختیار کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

مزدور یہ کہ آبادی کے معاملے میں میرا ملک مخصوص انداز میں بنا ہے۔ ہماری آبادی میں بہت سے قدیم آبادیوں کی نسب کے خاندان بھی ہیں۔ میرے ملک کی آبادی میں یورپی، اسیوں، اور موجودہ فنیسی ریاستوں، کے مابعد ہندو کے بھی شامل ہیں۔ مجھے تجھی طریقہ یاد ہے کہ جب ریاستوں نے ہمسو سے پہلے قلمی پرواز شروع کی تھی، جو دنیا کے اوپر ہی سرے کے ایک ہی چھوٹے سے ہوائی لڑے پر ترے دیں تھی، جہاں وہ انشور [Vancouver] میں دریائے کولمبیا پر کانٹا قوتی چوکی میری کمان میں تھی، چند گھنٹوں کے اندر اندر میرا مکان کیکڑوں ریاستوں کے، جو فنا ہوا ریاست ہائے متحدہ کی کے ہندو کے تھے، ترے میں تھا۔ ہائی، ٹرک، بنائی و بہت سارے لوگ جو ہمارے ملک میں آجیے تھے اب ہماری مایاتی آبادی کا حصہ ہیں۔

میرے خیال میں، اس حقیقت سے ہم میں دوسروں کے مسائل پر غور کرنے کا حساس پیدا ہوتا ہے۔ وہاں، پسے ہوئے گول کی مدد کرنے اور ان لوگوں کو سہارا فراہم کرنے کی خواہش، جن پر اچانک مشکلات آ پڑتی ہوں، بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔

نصری غور پر، ہم ڈنکرک وادی، والندنیوں یا فرانسیسی فر دے۔ جو ایک سرحدوں کو عبور کرنے پر قوی وراثت کے باعث بہت مشکل تھا۔ مسائل ان کے حقیقی تناظر میں نہیں دیکھ پاتے۔ پھر بھی، میرے خیال میں، ہم میں ایک قسم کی تیاری پائی جاتی ہے۔ تعاون کی، جو آج کی دنیا کے سب سے بڑے اور امید افزا عناصر میں سے ہے۔ مگر چنانچہ ان مسائل کی خصوصیات سے پوری طرح واقف نہیں۔ نہ ہی ہم ان سے بچاؤ کرتے ہیں، ہم آپ کے تاریخی تناؤ اور شبہات میں خیال نہیں دیتے۔

اگر میری یہ سوچی سمجھی ہے کہ ان عناصر نے ہمیں بین حیثیت اقوام، جس کی جستجو میں فاکلرڈ پتھریا ہے، تو میرا مشورہ یہ ہوگا کہ ان عناصر پر مختصر مصلحتوں کی بنیاد پر تمام قوموں کے درمیان تعاون اور باہمی احترام و تفہیم کی جانی چاہیے۔

مجھے حساس ہے کہ اس تصور کا ایک دوسرا رخ بھی ہے۔ امریکا میں ہم نے اپنے شعروں، قسبوں اور شہروں کی تہذیب کے ذریعے جیسے کہ ہم نے غریب عرصے کی ایسی قضاوت بھی نہیں جیسی ہے جس میں ہم مصلحت پر کسی فاتح کے تصور پر مبنی رہے ہوں۔ ہم نے بھی محنتوں میں آزادی کا اعتراف کیا ہے۔ مگر تو آزادی آزادی، اور احترام کو دوسروں کی چیز سمجھنے لگے ہیں۔ اور پھر ہم اس وقت تک ہے پر داریج ہیں، جب تک کہ اپنا وقتی تنازعہ نہیں ابھرتا جو مغربی یورپی ملکوں کے باشندوں کے لیے مشکل مسئلہ بن جائے، جو اپنی آزادی، اپنے تحفظ اور اپنے توئی و کار کے سلسلے میں بیوقوف خطرات سے شاید ہی کبھی مبرا رہے ہوں۔ اس کے باوجود، میں سمجھتا ہوں کہ ریاست ہائے متحدہ کے عوام نے آزادی کی مختلف ناک و جدوجہد میں لڑنے اور جان و سیت کا مظاہرہ کیا ہے، جو ہمیں بہت عزیز ہے، اور اس مشق کو مستند کے لیے بڑے پیمانے پر چپے لوگوں کی قربانی دیتے ہوئے اور مغربی ملکوں کے فاکلرڈ کے لیے شیرازت صرف کرنے پر آمادہ رہے ہیں۔

میں جانتا ہوں کہ ہمارے اور آپ کے ملکوں کے حالات اور درمیان کے تھے وسیع فاصلے کے باعث قضاوت فیصلوں کا اہل۔ زنی ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ تعاون کا یہ پوری طرح ثابت سنا ہے۔ میں اس پر بھی یقین رکھتا ہوں کہ مغربی یورپ کی جدوجہد میں ہمارے کینیڈیوں عربوں اور مغربیوں کی والہانہ شہریت، اور آپ کے عوام سے فری رائیوں کے نتیجے میں کوئی فرق کے آپ کے کنارے کے متعلق میں ہمارے کنارے پر کم غلط فیصلے ہوں گی۔

مثالی کے غور پر، میں نے پہلی عالمی جنگ کے دوران کی ملٹی فرانس میں صرف کیے ہیں۔ میں بارہا فرانس کے سافوں کے شعروں میں رہا ہوں اور ان میں وہ ایک بددیہتی خاتون کی آگ کے سامنے بیٹھ کر ان سے بات کرتا تھا۔ میری ان سے بھی واقفیت رہی ہے، میں نے ان کو پسند بھی کیا ہے، بلکہ انھیں معاملات

میں تو میں نے ان سے محبت کی ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ یورپ کے موجودہ دشمنوں میں سے کتنوں کے ایسے رذائل ہیں کہ جن میں دواوریکا کے گوام کے گھریں، پونڈی اور شیمپاں سے اتنے قریب ہوئے ہیں۔ چند لوگ نیو یارک، واشنگٹن اور شکاگو سے وقف نہیں گئے، مگر یہ بڑے شہر تو امریکا کے ہیں اور جذبات کی فرائیڈگی نہیں کرتے۔

اور تیسرا معاملہ میں جس پر بات کرنا چاہوں گا وہ ان سروروں فرد کے مسائل سے متعلق ہے جو غیر معیاری حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور جنہیں اب احسان میں پوچھنا ہے کہ ان لوگوں کو خدا کی جانب سے دیے ہوئے حقوق میں سے انہیں ان کا پورا حصہ ملنا چاہیے۔ ان کی تہا کی ان قوموں کے لیے چیلنج ہیں جن کے پاس بہت کچھ ہے، مگر انہیں زیادہ تر غریب لوگوں کی بہتری کے لیے ہدایت دینی چاہیے۔ موجودہ بحران میں یہ مسئلہ خصوصاً ہے، مگر وہی پائمن کی کمی بھی کامیاب جدوجہد کے لیے یہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں سوچ گھٹن خود غرضی کا نہیں، اس حیثیت کے پیش نظر کہ یہ لوگ ایسے حالات میں ہیں جس کی مثال ایک کیمانی سے دی جاسکتی ہے جس میں ایک، دو یا کئی مختلف انواع خداوندی کے انکوے پھونکتے ہیں۔ ہمارا جمہوریت، اس لحاظ سے ہمارا تشریح کے متن مطابق جمہوریت ہی سے حاکم دہش اور فرائیڈ کی مکمل عمل کریں تو، جمہوریت کی کے ذریعے محسوس کی ان خواہشوں کی ایک خوش حال و بہتر زندگی کی جانب رہنمائی کر سکتے ہیں۔

جس جمہوریت کو ایک ایسی طاقت کے روپ میں پیش کرنا چاہیے جو اپنے اندر انسانی کی قوت کے گہرا انکشاف رکھتی ہے۔ اپنے عمل سے ہمیں یہ بھی واضح کرنا چاہیے کہ ایسی جمہوریت ایک بہتر انداز زندگی کا ذریعہ بنتی ہے۔ استبداد کو یکسر از بین اور عزت نفس کی اخلاقی طاقت برائے افراد کے سامنے آگے بڑھنا چاہیے، مگر ہمیں اس بات کا بھی احسان کرنا چاہیے کہ یہ جمہوریت اصولی بنیادی ہیئت میں نشوونما نہیں پاتے، اور اس کا بھی کہ لوگ آمیزش کے جھوٹے وعدوں کی طرف اس لیے راغب ہوتے ہیں کہ وہ انکوے ہوتے ہیں اور ان سے یہ بد نصیبی۔ اس سے بہتری کے وعدے کرتے ہیں، جس میں وہ زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ مگر بھی، صرف مادی اور ادنیٰ کافی نہیں ہوتی۔ میرے خیال میں، آٹھ دہائیوں میں سے ہم نے دنیا کی بڑا چیز بنائی ہے جو عام طور پر سناٹوں کے درمیان good faith کو دوبارہ استوار کر کے دیں۔ دلچسپ باتوں کو بلند درجے کے اصولوں سے حاصل ہونے والی اہمیت کی اشد ضرورت ہے۔ ایسی قیادت ایک نیکو اجرائی موفی سے، برداشت کے خوف، بد عملی کے خوف اور بدعت خیر عدم تحفظ کے خوف [جو سب مل کر کما جٹک پر نتیجہ ہوتے ہیں حاکمیت کی جاتی ہے کہ جمہوریت قومیں ضروری قیادت فراہم کر سکیں گی۔

بھی جن کتنوں پر میں نے بات کی ہے وہ ان کی طرف سے چند مشوروں سے زیادہ نہیں۔ مجھے احسان ہے کہ ان میں سے کوئی چھپتی شے پوشیدہ سے نہ ہونی بلکہ ضرورت و ضرورت کی میدان میں پوشش کرنے کا کوئی غم اہل نہیں۔ پوشش ہونی چاہیے جوئی کے ساتھ فرائیڈ میں ہونے، ان کی کے ساتھ کام

کمرے، دھاوٹ پیدا کرنے کے بھگتے، دھڑکنے کی کوشش کرنے کی۔ [اور] تجزیہ کی کوشش ہوتی چاہیے تاکہ جنگ کی وجوہات کی جانیں اور ان عناصر کی جو امن کے حق میں ہیں، اور ان کے اخلاقی پر غور کیا جانا چاہیے، ایسے مشکل معادلات میں جو ہماری بین ارقوں سخت و شدید پر محیط ہیں۔ اور کوشش غور ہوتی چاہیے۔ تمام ذمے داریوں کی شروعات کے لیے، دو عسکری ہیں، اقتصادی، جن پر دنیا کے توڑن کا انحصار ہے اگر ہم اسی طرح آگے بڑھیں گے تو ایک حریف فلسفہ قیام ہوگا جس پر وقت کی جھٹکا پائندگی نہیں ہوگی۔ امریکا میں ہمارا ایک عقیدہ ہے جو ماضی کی گہرائیوں سے ہم تک آیا ہے یہ مختلف مینوں سے تعلق رکھنے والے عربوں اور عورتوں کے عقائد سے بچتا ہے، جنہوں نے اس قوم کی بنیاد رکھی ہے اور اس کو عظیم بنا دیا ہے۔ ہم اس عقیدے میں جسے دارلہ ان بہت سی قومیں سمیت پہلی دنیا کی اور نئی قوموں کے ساتھ جو امن کے مقاصد کے لیے ہمارے ساتھ ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں ہم ابھی کم عمر ہیں، مگر ہم اپنے اس آدھان کو اس اچانک سے ساتھ چل سکتے ہیں کہ ان میں جو طاقت ہے، وہ قیہ وقت ہے اور عمل کرنے پر آسانی ہے۔ میں کسی طرح بھی یہ نہیں کہتا چاہ رہا ہوں کہ ہم دو گنا [واپس] امریکا [طرز حکومت کو اختیار کرنے کی طرف] مائل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس مقدمہ میں ان بنیادی قدروں کی طرف [طرز] اشارہ کرنا چاہوں گا جن پر وہ بڑی جمہوریتوں کی طرح، ہماری حکومت بھی استوار ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عہدہ وقت سے ماورا ہیں، یعنی فوٹ شاٹ کے لیے پڑتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ [قدروں] تصور ت کو روشنی کریں گی اور جذبات کو ابھاریں گی۔

میں نے اب تک جو کچھ کہی ہے اس کے سب سے بڑے محرکہ حافی درجے کے خائنیت پرست، ڈکٹر ایمرٹ شاکر ہیں جنہیں ۱۹۵۲ کا فوٹل امن انجام دیا جا رہا ہے۔ میں اس کو اپنے لیے بڑی سعادت سمجھتا ہوں کہ میں اس بڑی ان کے ساتھ انعام میں شریک ہوں۔ ان کی مدد میں بڑی نقدی سے کئی مختلف دینی ہے، اور ہم سب کو خوش سنا چاہیے کہ یہ امریکی مفلس اور بے گھر افراد کے درمیان انہیں امن انجام سے نوازا جا رہا ہے۔

مجھے اس بحث کو وسیع اور مخصوص اہمیت کے ہوتی ہمارے دووں کی شمولیت سے زیادہ بھلا نہیں چاہیے، جو دنیا میں امن پانے کے درجہ درجہ حصول کے لیے ایک مضبوط اہل نظر رکھتے ہیں۔ مجھے یقین ہے، ہرگز میں کسی حد تک پر یقین ہوں کہ عظیم چہ چل کی طرح اپنے عیادت کے طاقت ور درہیتے سوائے انکار پر قدرت نہ رکھنے کے باعث، میں پتے نکات کو اتنے صاف طور پر واضح نہیں کر سکتا ہوں جس سمیت اور اختیار سے وہ میرے ذہن میں موجود ہیں۔ مگر بھی، میں نے اپنی حد تک بہترین کوشش کی ہے، اور امید ہے کہ میں نے کچھ ایسے چا کر دیے ہیں جو اچھے چل لے آئیں گے۔



## البرٹ شوائٹزر اعلانِ تحلیل

البرٹ شوائٹزر 1875 میں Alsace میں پیدا ہوئے جسے ماں کی پیدائش سے صرف چند برس قبل یہ علاقہ جرمن سلطنت کا صوبہ بن چکا تھا انھوں نے Alsace کی فرانس میں ضم ہوتے دیکھا، وہماری عادی جنگ میں اس پہ تہمتی کا قبضہ ہوا، اور بعد میں ایک بار پھر یہ فرانس کا حصہ بن گیا حالانکہ سرحدیں بدلنے میں کچھ تبدیلیاں ہونے کے دوران شوائٹزر ابتدائی عمر سے ہی یقین بناتوں یعنی Alsace کی بولی، باقی جرمن اور فرانسیسی سے واقف ہو گئے جسے ان کی تعلیم و تربیت نے انھیں جرمن اور فرانسیسی تہذیب و تمدن کی گہری بصیرت عطا کی تھی۔

مگر اس نے شوائٹزر بھی کسی ایک قوم سے وابستہ نہیں ہوئے۔ ان کی پوری زندگی دورانِ کار کا مقصد انسانوں کے لیے ایک پیغام ہے، اس سے قطع نظر کہ وہ کس نسل سے ہیں اور ان کی قومیت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شوائٹزر پر، ہم سب کی طرف سے کسی گھبراہٹ کے بھجن اور جھوٹ کے زمانے پر کسی ملک کی چھاپ نہیں پڑی۔

ایک بھائی رہنما کے بیٹے، البرٹ شوائٹزر ایک چھوٹے سے گاؤں گونس باخ (Günsbach) کے ایک خوش حال اور ہنستے بننے گھر نے میں بچے بن جیسے انھوں نے کسانوں کے بچوں کے ساتھ گاؤں کے اسکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ بچپن کے اس زمانے میں جس کا انھوں نے خود تذکرہ کیا ہے، ایک خوشحال کے میں وہ اصنافِ ابھرتے دیکھے جاسکتے تھے جنہوں نے ان کو بعد میں ایک باکسر رائف بنا دیا۔ انھوں نے اپنے بچپن کے ان چھوٹے چھوٹے واقعات کا تذکرہ بھی کیا ہے، جنہوں نے اچانک ان اوصاف کی طرف ان کی آنکھیں کھول دی تھیں، جو پسے سے ان کے اندرون میں خود پیدا تھے۔ مثالی کے طور پر، انھوں نے ہمیں ایک مہر و سید و بیوٹی کے بارے میں بتایا، جو ان کے گاؤں سے کچھ ترما کرتا تھا،

کس طرح وہ ان کے کانٹا نہ بنا کرتا تھا اور کس طرح ان کی تہنیز چھانڈ کا صرف ایک ہلکی سے مسکراہٹ سے جواب دیا کرتا تھا۔ اس یودی کی مسکراہٹ البرٹ شوائنزر پر چھا گئی، اور انہوں نے بعد میں اس عمر رسیدہ انسان کا حشر کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے ایک اور واقعے کا تذکرہ کیا ہے، جو کچھ یوں تھا کہ ایک دن انہوں نے اسکول کے ایک ساتھی کو بھی کسے دوران انہی کرینچا، یہ تھا۔ بعد میں اس لڑکے نے شوائنزر سے کہا ”میر میں بھی میری طرح روز بیتی پی ملتا تو میں بھی حالت ور ہو سکتا تھا۔“ ان الفاظ نے فوجان البرٹ پر بہت ڈر کیا، اس کے بعد سے انہوں نے نہ صرف اپنی بیٹا چھوڑ دیا، جیسا مراریہ کر وہ بھی کسانوں کے گروں کو طرح کے ہاں پہنا کر یہ گئے۔ ایک اور واقعہ کچھ یوں ہے، کہ ایک لڑکے نے انہیں چنڈیوں کے شکار پر ماضی کر دیا، مگر انہیں اس کے شکار پر بلذوق مانگی جاتی شوائنزر نے آگے بڑھ کر چنڈیوں کو مار دیا۔

اس میں شک نہیں کہ ہم سب کو بچپن میں ایسے تجربات ہوتے ہیں، مگر ہم ان کو بعد کے برسوں میں بھول جاتے ہیں، یہ جب ”بوغت کی عقل مند“ کے زمانہ ان کی یاد آتی ہے تو ہم صرف مسکراہٹ دیتے ہیں۔ مگر البرٹ شوائنزر کے لیے یہ تجربات ہی ہوجاتے تھے ایسے کی حسرت نے بھلے بھلے ہونے کے ان کی یادوں کو تازہ کر دیا ہے اور بعد کی زندگی میں ان کے تجربات اور دلش کی بنیاد بنے ہیں۔

گائوں کے اسکول کے بعد انہوں نے ہنسنبر (Hunsrück) میں اور پھر مل (Mülhausen) میں اپنی تعلیم جاری رکھی، جہاں وہ اپنے چچا اور چچی کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ اس بات کا خود غور کرتے ہیں کہ وہ کوئی خاص ہونہار صاحب محرم نہیں تھے، وہ کہتے ہیں کہ ”میں تو بڑا بہت زیادہ خواب دیکھنے والا طالب علم رہا ہوں۔“ صرف ان سے کہنے والے، جن سے ان کے ذہنی رابطے سے انہیں کارروائی میں ان کو اوسط درجے سے بلند پایہ تھا۔ تاریخ اور سائنس ان کے خاص مضامین سے تھے۔ یہ بچپن اور بوغت کے درمیان نشوونما کے برسوں کے دوران مواقتہ کہ انہوں نے اپنے اطراف کی دنیا کو غور سے دیکھا اور سوال کرنا شروع کیا تھا ”کیوں؟“ ”وہ خود کہتے ہیں کہ ”چونکہ اور مسئلہ یہ کہ ان کے زمانہ مجھ میں تیرہ شے پر بات کرنے کی ذمہ داری تھا۔ پیدائشی تھی۔ سچ اور اشیاء کے مقصد کی تلاش میر جنون سائنس کی تھی۔“ ”تجربہ دگ نہیں گئے کہ ان میں کا پوشیدہ سائنس داں تھا جو جاگ اٹھا تھا۔ تو کیا شاید دوستی کا مسئلہ تھا جس کے عمل کی عجمائش۔ شعوری طور پر ان میں تیار کر رہی تھی؟ اس عرصے کے دوران انہیں موتی کی کھینچنے کی جلی عظیم صلاحیت کو بھانسنے کا موقع بھی ملا، بچپن ہی سے جس کا ان میں رجحان پایا جاتا تھا۔ اور پھر انہوں نے [موسیقار] یوحنا باخ (Johann Bach) پر اپنے ماہر نہ کام کی ابتدا کی۔

لڑپن کے البرٹ شوائنزر کی قابل شاخت بیعت، بوغت کے دور میں ابھر کر سامنے آئی، وہ وہ بیعت جو ان کے کام اور زندگی کو اتار کر ہاتھ لگاتی تھی، اس زندہ دشت کے لیے رحم کے عین جذبات، اور یہ یقین کہ وہ لوگ جو خوش حالی زندگی گزار رہے ہیں ان لوگوں کے قرضی قارتی جو کم خوش قسمت ہیں، اور ان پر کم خوش قسمت کی دیکھ کر کتنا غرضی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ”جہاں تک میری یہ دوستی مدد کرتی ہے، دنیا بھر کی

بدبختیوں کا خیال میرے لیے ہمیشہ کھ کا باعث ہوا ہے۔

بدشہر اپنے بد حال اور مایوس ساتھی انسان کے لیے اس نوجوان کا، حسرت کا گتہ، درمقصد وجود کے معنی و حشر کی اس کی اپنی جنم خصوصیت کو ابھارنے پر پہنچ ہوئی تھی۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ جس ماحول میں اس نے کئے کی شوقنا ہوئی تھی، اسی نے ان کو مستحکم کرنے میں اس کی مدد کی تھی۔ اس کا گھر، اس کے والد کے خطبہ اور اس کی بدداشت، سب نے میں جہاں مرے جو اسے گھس باغ نے عہد کی تھی، جہاں ایک ہی چھت کے نیچے جھٹک اور پوسٹنٹ دونوں مہارتوں کی جاتی تھیں، اس کے لیے کی زبان کو بولنے اور حسرت بنا دی تھی۔ اور ان غمناک ایات نے جو بدوشن خیال تک جاتی تھیں۔ ان کے نام ایک مہر و ف پوری تھے۔ اس کے لیے کہ میرے رشتہ مریم کے حصہ خیال، شو تیز کے اپنے خیالات سے متا ہے، اس لیے کہ جنس کی بھی نہ ختم ہونے والی ہتی باقی بھوک کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ "بدوشن خیالی کا جذبہ جو اپنے نام سے ورے میں رہتا، مجھ میں دوبارہ جاگ کھڑا ہے۔"

میں نے ابرٹ شو انٹرز کی نوجوانی کے بارے میں تفصیل سے بات کی ہے، اس لیے کہ میرے خیال میں، یہ تفصیل ان کی بعد کی زندگی دوران کے کام کی تشریح کرتی ہے۔ ان کے اندر پہلے سے روشن ایک شعلہ تھی، وہ شعر جو انہوں نے اپنی پوری زندگی میں رکھا اور جو ان کی ہر ترقی کے لیے وجہ تھی کا منبع رہا ہے۔ دیکھیے کہ وہ خود کیا کہتے ہیں: "یہ یقین کامل کی ماما سچی مشیر رہا ہے کہ ہم اپنی پوری زندگی اسی طرے سوچتے اور محسوس کرتے رہے۔ جیسے کہ عام شہر میں کیونستے تھے۔" میں نے جس طرح وہ اس کا خیال رکھا ہے کہ میں وہ نہ ہوں جسے ہم سب "ایک تجربے کا نشان" سمجھتے ہیں۔ اپنی زندگی کی تجویز یا اس جو ہم اپنی ہی اس کو دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ "اپنے آئینے کے اندر رہتے ہوئے ہی ترقی کرنا کہ زندگی اسے تم سے ملین نہ سکے۔"

اس کی کے بن ختم ہونے کے بعد ابرٹ شو انٹرز نے اپنی اہلی تعلیم شروع کی، جس میں وہ سن کا مطالعہ اور محنت طلب کام کرتی تھی۔ وہ جنس جو انہوں نے اپنی ابتدائی زندگی میں محسوس کیا تھا، اب تک نہ ہ کر ایک مالا مال شغلی خواہش بن گیا تھا۔ ان تمام سوالوں کے جوابات حاصل کرنے کی، جوان کو گھبرائے ہوئے تھے۔ وہ آرہم ابرٹ شو انٹرز کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس میں جذبہ آزادی اور شوق کو سمجھنا پڑے گا وہ جس میں سچی کو رکھتے ہیں، جو انہوں نے نہ کے غور و فکر کے بعد خد کی ہوئی ہے۔ انہیں اپنی ہر ایک عمر کی ہی میں اس حزم کا مظاہرہ کر دیا تھا، اور اس کے بارے میں ہمیں ان کے وہ الفاظ آج بھی یاد ہیں جو وقت کے گزرنے کے وجود ان سے گونجیں ہوئے ہیں: "اگر مجھے حشر صدق کے جذبے سے بہت بہدار رہنا ہوتا تو سب سے پہلے میں اپنے آپ سے بہت بہداری کرتا۔"

ان کام میں کا مطالعہ بہت عمیق اور کامیاب تھا۔ اپنے مذہبی اور فلسفیانہ مطالعے کے علاوہ انہوں نے یوں سیکھ کر انجیل پر پنا کا مشروٹ کیا اور فیصلے، تمدن اور اخلاقیات پر اپنے کام کا فی کرار کیا۔

ساتھ ہی ساتھ وہ بڑی کی موتی جتنے اور بانٹ کے کام میں فرق سمجھتا ہوں مسیحا کے کام پر سندن  
حیثیت اختیار کرتے گئے اور اس کی موتی کی غیر معمولی تفریح بھی کرتے رہے تھے ان تمام سرگرمیوں کے  
باوجود وہ آیت موتی بنانے میں بھی پیش رکھتے تھے، اور یہ ان کی کا فیض تھا کہ بہت سارے ہاتھ  
آلات موتی بنانے کا بہت سے محفوظ رہے۔

مگر اس تمام وقت، جب وہ اپنے مختلف کام میں جتے رہتے تھے ان کے اپنے خدو خدائی سے اٹھنے والی  
آواز نہیں سمجھیں نہیں دیتی تھیں۔ یہ ان جیسے انسان کو جس نے آقا پر ایمان دیا اور خوش گوار پیراں گزار  
ہو یہ حق ہے کہ وہ ان تمام خوشیوں کو اپنا حق سمجھتے "خوشیوں کا فطری حق، اور دنیا کے تمام ڈھان کے ذہن  
میں اکتھے ہو گئے تھے اور وہی ان کی مستقبل کی زندگی اور کام کی رہنمائی کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ بات ان  
پر آشکار ہوئی کہ یہ وہ شخص جسے زندگی میں بہت اچھی چیزیں دستیاب رہی ہوں، سے دوسروں کو بھی اسی  
قسم کی چیزیں دلانا چاہیے، ان سے تم نہیں، اور اس کو زندگی کے ہر قسم کے بارہو تمام ذہنوں میں شریک بنانا  
چاہیے۔ یہ خیالات ہمیشہ اس کی شدت سے واپس نہیں آتے تھے مگر آہستہ آہستہ اور بڑی بے رحمی سے  
ابھرتے تھے۔ بات خدو خدائی کے اپنے الفاظ میں "وہ پورے آسمان کو ڈھک بیٹھے تھے" اور کبھی اس سے  
تسلی نہ ملتی تھی کہ وہ ان کی کوئی فہم نہ ہے کہ وہ کس طرح کی طرف متوجہ ہوں یا تعلیم کی  
طرف یا موتی کی طرف۔ اس کے بعد تعلیم اور فنون کے میدانوں میں اپنی آزمائش پوری کرنے کے بعد، وہ  
اپنے ساتھی انساؤں کی طرف متوجہ ہوئے، مگر وہ زیادہ زیادہ راست طریقے سے ان کی آمد و رفتیں۔

ایسٹ شوکنز نے جو کچھ بتائی زندگی کے بارے میں سمجھا ہے اس سے ہم نے اخذ کیا ہے کہ انھوں  
نے موقی حق منسوب کیا تھا۔ مگر ایک دن 1904 میں، جب وہ تیس برس کے تھے انھیں جرم میں  
French Protestant Missionary Society کی ایک انٹل پڑھنے کا اتفاق ہو جس میں فرانسیسی  
استوائی فریج کے میڈیٹھام افراد کے لیے مدد کی استعما کی گئی تھی۔ اس انٹل نے مددگار مت ان کے پاس  
سوال کا جواب میں کر دیا تھا: "میں کس طرح زیادہ بہتر مدد کر سکتا ہوں؟" "وہ یہ وہی مددگار، وہ یہ مددگار، وہ یہ  
کے وہ جب ان واقعات چکے نے میں مددگار ہوا چاہتے تھے اور انھوں نے طے کر لیا تھا کہ وہ اس مقصد کے  
لیے خود کو جی کر دیں گے اس کے لیے انھیں لاکھ بنانا پڑا تھا۔

پس اس فیصلے کو پیچیدگی کی تہ تک پہنچنا پڑے گا کہ تیس برس کی عمر تک پہنچنا، فیصلے اور دینیات کا ایک  
معروف ماہر ہوا، بانٹ پہ کتاب کھانا اور بانٹ کی موتی کی مدد کے کا مترجم بننا، اور اس کے بعد ان سب  
کو مختصر کرنا، وہ خود ہی کرتے تھے کہ کام کی شروعات کرنے سے پہلے انھوں نے لکھ بیٹنے کا دستور رست  
کیوں اختیار کیا تھا؟ "میں الفاظ کے استعمالات کے بغیر کام کرنے کے لیے لاکھ بنانا چاہتا تھا۔ کئی برس سے  
میں الفاظ کا استعمال کر رہا تھا۔ انہما میرا تیار پیشہ فہم کی محبت پر بات کرنا نہیں ہوگا، بلکہ اس کو عمل میں لانے  
کے لیے کام کرنا ہوگا۔

صوبہ بن قحیم شوائزر کی زندگی کے سات سال 1905 سے 1913 تک گئی۔ اس کے بارے میں وہ کہتے تھے

”تقریباً سائنس کے حصول نے مجھے اس غم سے تھوڑا زیادہ بچا دیا، میں جس کی تلاش میں تھا۔ میرے لیے یہ ایک روحانی تجربہ تھا۔ مجھے ہمیشہ سے یہ احساس تھا کہ نام نہاد انسانیت، میں جس کے بارے میں ٹھہر رہا تھا، نفسیاتی لحاظ سے کا بے عمل تھی اس لیے کہ وہ شاہی کی کبھی واضح صداقتوں سے پردے اٹھاتی ہے، ٹھیکہ قسطنطنیہ کی ہے، جو صوبہ کا بھی بدل بدل کر سامنے آتے ہیں اس لیے کہ ان کا طبع ہی ایسا بھلا ہے۔

اب چانک میں ایک الگ دنیا میں تھا اب میں سچے سچوں کے ساتھ کام کر رہا تھا جن کی بنیاد حقیقتوں پر تھی، اور میں ان لوگوں میں سے تھا جو کہتے تھے کہ یوں حقیقت کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے۔“

صوبہ بن قحیم نے انھیں بہت تسکین پہنچائی، بلکہ یہ ایسا تھا جیسے ان کو ایک بالکل نئی دنیا میں بھیج دیا گیا ہو۔ اس کے باوجود اپنی بنی قحیم کے دوران (جس کے آخر حیات کے لیے انھیں تکلیف دینے پڑے تھے) وہ موتی کے آت کے استعمال کے مظاہرے بھی کرنے پڑے تھے (انھوں نے فلسفے اور دینیات پر اپنا کام جاری رکھا اور اس عرصے میں انھوں نے بائبل پر اپنے کام کی حتمی نوبت میں مباحث بھی مکمل کر لی، جس میں بائبل پر بن کی تفسیر اور RIGVAS [موتی کی ایک انداز] کا مطالعہ شامل تھا۔

1913 میں شوائزر نے اپنی قحیم مکمل کی اور ڈاکٹر آف میڈیسن کی سند حاصل کر لی۔ مارتھ میں اپنے ہسپتال کے منصوبے کے لیے انھیں سرمایہ کی ضرورت پڑی، جس کے لیے انھوں نے دوستوں اور جاننے والوں سے بھیک تک مانگی۔ Protestant Missionary Society نے ان کی ”مانع“ اور عقائد کی ”پہ اپنے تحریکات کا ٹکڑا کر دیا تھا، اور جب تک کہ شوائزر نے اس بات کا وعدہ نہیں کر لیا تھا کہ وہ اپنی سرمایوں صرف اپنی حد تک محدود رکھیں گے اور عیسائی سید فام افراد کے علاقہ پر اثر انداز نہیں ہوں گے، سوسائٹی نے انھیں قبول نہیں کیا تھا۔

ورباہا، 1913 کے ڈاکٹر اینڈے کے موسم بہار میں ابراہم شوائزر نے Lambarene مغربی افریقا کا سفر اختیار کیا۔ Lambarene خود استونی کے قریب Ogawa نامی دریا کے کنارے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، جو ساحل سے تقریباً 125 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہیں سے شوائزر نے اپنی نئی زندگی کا آغاز کیا، قسبہ دنیا سے بالکل مختلف زندگی کا، وہ جس میں داخل ہو رہے تھے جسے بہت مختلف قسم کی صداقت کی ضرورت تھی۔ یہیں قبل تاریخ دور کے ہنگاموں کے درمیان، انھوں نے پس ماندہ مادی لوگوں کے لیے اپنا کام شروع کیا، جن کا ایسے مفید فائدہ انسان سے پیدا تھا کہ وہ بھلا تھا، جو اپنے ساتھ پورے مہذبہ کے ساتھ رہا تھا اور اس کے ساتھ نئے مسائل بھی ٹھہر رہے تھے، یہاں موجود سماجی نظام کا اظہار و منتظر یہ کہ مرد و خرابی جو ایک مفید فائدہ اپنے ساتھ لے کر رہتا ہے۔ مگر بہت حد تک کہ شوائزر میں یہ صرف انتہائی عمل حقیقت بھی نہیں، بلکہ ان میں اور بھی بشریت کے جیسے ملکات، تجویزوں کی قحیم پر لوگوں کے طاق کے

لیے جن کی اشد ضرورت تھی۔

اس سے زیادہ اہم بات یہ تھی کہ شواہد برائے جنگی جرائم کی ذمیت کو سمجھتے تھے۔ انھوں نے ان کو کونہ یورپی کی آنکھ سے دیکھا، نہ اپنی ساتھی روایات اور خدائی اصولوں سے پہچانے۔ مثال کے طور پر انھوں نے ایک سے زیادہ شاہی کواں سانج کا ایک قطب بنایا سمجھا اور انھیں اس بات کا ادراک تھا کہ اس کو ختم کرنے کی کوشش میں جہالت بہتر ہونے کے بجائے بگڑ جائے گی۔ نہ وہ اس نظریے کے قائل ہوئے کہ یہ وہ فام افراد کو تھیم دے کر ان سے افسرانہ اور دانش ور کی کے کام لینے جاسکتے ہیں۔ وہ اس وقت تک ان کے موجودہ نظام اور روایات کو مسہر کرنے کے خواہش مند نہیں تھے جب تک کہ ان کے لیے اس سے بہتر نظام پیش نہیں کیا جاتا۔ وہ جانتے تھے کہ ان کو اس طرح رفتہ رفتہ جانے کر ان کے موجودہ سماجی نظام میں چانک انتشار پھیل جائے۔ انھیں حساس تھا کہ ان کی ذمہ داری عوام اور مشکل ہوگی اور یہ بھی کہ اگر کامیاب ہوا ہے تو انھیں ایسے سادہ طریقے اختیار کرنے ہوں گے، متعلق نوک جن کو اس کی سے سمجھ سکیں۔

لہذا وہ دن کی مدد کرتے تھے انھیں شفا دیتے تھے، دوران کے ساتھ ساتھ وہ نہ سال پہ سال ان تھک محنت کرتے تھے تا کہ رفتہ رفتہ ان کو نظریات رہاں اور حاکمیت کے جنگ سے نجات دے سکیں اس میدان پر کہ ایک دن وہ بے شمار اور تھک دیکھیں سے انھیں نجات دینے اور ایک ایسا جگہ بننے میں کامیاب ہو جائیں گے جو ان میں انجیل کی محبت پیدا کرے گا۔ اگر ہم یہ رجوں سے جہاد کی بنیاد پر ان کی کامیابی پر ان کے کام کو پہنچا چاہیں تو یقیناً انھیں ایک لاکھ کی حیثیت میں دیکھنا ہوگا۔ مگر ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ ان کی شخصیت اور انجیل سے ان کی محبت کا یہ چارہ لاکھ زیادہ کامیاب ہوگا اور مزید یہ کہ یہ مختلف نسلوں کے درمیان بھائی چارے کی ترقی کی تشویش میں محدود معاون ہوگا مگر ہم شواہد کی زندگی کی خود نوشت تصدیق کا مطالعہ کریں تو ہمیں یہ کارٹنا ہے کہ وہ محض خطیہ دینے والے صفا نہیں، بلکہ ایک حقیقت پسند اور رنگارنگ زندگی کے تمام پہلوؤں سے آگاہ انسان ہیں، ایسے جن کا کام سب زیادہ ہیں ہوتا ہے جہاں دکھنا وہ جانتے تھے، جہاں ان کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

عمر، افریقا میں ایبرٹ شوٹز کا قیام زیادہ دن نہیں رہا۔ جب 1914 میں مکی عالمی جنگ چھڑی تو ایک جہنم بائبل سے ہونے کے باعث انھیں کڑی نگرانی میں رکھا گیا، اور 1917 میں انھیں اور ان کی بیوی کو فرانس کے ایک کیمپ میں محصور کر دیا گیا تھا۔ وہاں میو سیکوٹوں نے انھیں مذہبی تصنیف اور سماجی مطالعے کو جاری رکھنے کا زیادہ موقع فراہم کیا، جس کو انھوں نے بھی ترک نہیں کیا تھا، جب وہ افریقا میں تھے تب بھی وہ اپنی باتوں کا پتہ حراس کے لیے وقف رکھتے تھے۔

1918 میں جب شواہد کو محصور سے رہائی ملی تو وہ بیکار تھے اور 1924 تک یورپ ہی میں مقیم رہے۔ اس کے بعد سے انھوں نے افریقا ہی میں قیام کیا۔ اس کے 1939 اور 1948 کے چند مختصر یورپی

دروں کے ادواب بھی وہ وہی مضمین ہیں۔

ان کے یورپ کے دورے میں دڑتے بھگتے ہوتے رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھیں آرام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انھوں نے بہت سے اچھے برفیوں کے مظاہرے کیے ہیں، لوگوں کو خط دینے اور Lambardene میں بننے والے اسپتال کے لیے سرمایہ اکٹھا کرنے کے لیے انھوں نے رات رات جس کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے کافی اور مذہبی موضوعات پر خطبے دیے ہیں، جب کہ سرکاری اپنے فیصلے کی توضیحات پیش کرتے رہے ہیں، جس کا پتہ انھیں روزنامے اور دوسری اور مذہبی کے راستے دکھاتا ہے۔ یہ کبھی نہیں بھول سکتے کہ شواہد ایک آہنی تہ جو خیرات کا بہت احرام کرتے ہیں، دوران کی کے ذریعے دونوں سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں جو وہ خود اپنے آپ سے پوچھتے ہیں، یعنی "انہی مہم جوئیات سے بہت بے وفار ہو جائیں، تو ہم روحانی طور پر دیوار ہو جاتے ہیں" اور وہ مزید کہتے ہیں کہ "جو کوئی بھی انسان کے خیالات کے ذریعے کچھ کی دریافت کرنے کی صلاحیت پر یقین نہیں رکھتا وہ شکوک پرستی میں بھٹکتے گرتے ہیں۔"

شواہد کا صحت کی طاقت پر یقین رکھنا اور عداوت کو طلب کے لیے ان کی بے مافیائے غیر متزلزل اور غیر متغیر رہے۔ مگر وہ کبھی بے چنگے ہیں کہ نظام کا پابند اور منطقی خیال سم کو صرف ایک خاص مقام تک لے جاسکتا ہے، اس سے بڑے نہیں بڑھ سکتے ہیں کہ ان کی صفائی اتنی ہی ترقی کی اجازت دیتی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ تفصیل دیں کہ ہمیں اس دنیا کی، اور اس کے رہنے والے کی جیسے ہم دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ عالمی تناظر میں جو چیز کی تلاش ہوتی ہے وہ ہے معنی کی گرفت، ہر شے کا مقصد، اور وہ کچھ جیسے تو نہیں دیتے۔ "ان کا خیال ہے کہ وہ سب سے بڑی شے جس نے اس دنیا کو زندہ کر دیا ہے والے نتیجے کا اعتراف کرنے کی بہت سی ہے۔" رہائشی اس ساتھ لیتے اور عالمی تناظر سے اہمیت بخدائی کی ہے جس میں زندگی محفوظ ہوتی ہے۔

شواہد کی اس بعد وہ اس فیصلے کو ایک سادہ سے نتیجے میں [پوسٹ کی] قلم کی طرح جیتے ہیں جس کو ہم "زندگی کا احرام" کہتے ہیں۔ 1915 کے ایک دن۔ جب وہ چالیس برس کے تھے۔ اسی کے ایک دریا میں مفرکے ہوئے، انھوں نے سورج کی کرنوں کو پانی پر جھلکاتے دیکھا تھا، جس کے اطراف جنگل تھے اور دریائی ٹھونڈوں کا ایک سمندر دیا کے کنارے دھوپ کا ساتھ میں اس وقت ان پر وحی کی مانند وجود مائل ہوا جس نے ان خیالات کی صحیح ترجمانی کی ہے یعنی "زندگی کا احرام"۔ ایک بار پھر جیسا کہ ان کے بچپن اور نوجوانی میں سوا تھا، ایک سادہ سے واقعے نے ان کے لیے دروازے کھول دیے۔

"شعر" وہ کہتے ہیں کہ "کوئی باقاعدہ منطقی استدلال اور دانش کے ذریعے اس تک نہیں پہنچ سکتا اس لیے کہ دونوں میں کوئی بھی نہ دنیا کی صفائی فراہم کر سکتا ہے اور نہ زندگی کے مقصد کی۔" صفائی اس سے ملتی ہے جس کو وہ غصہ کی خیال کہتے ہیں۔ اور یہ ہم کو اس ماضی شے کے احرام کی طرف سے جاتی ہے جس کو زندگی کہتے ہیں، زندگی کی تصدیق کی طرف جو زندہ رہنے کی خواہش سے زیادہ ہوتا ہے۔ شواہد اس کو اس

طرح بیان کرتے ہیں کہ "میں [ایک] زندگی میں، جو زندہ رہتا چاہتی ہے، میری زندگی کے درمیان، جو [خود بھی] زندہ رہتا چاہتی ہے۔" اس میں زندگی کی ایک قیمت کی تصدیق ہے جو خود سے پرے احترام ہے ان سب کا جو زندہ رہتا چاہتے ہیں، تاکہ وہ دوسرے جو بھی چاہتی ہے، غذا ایت فراہم کرتی ہے، اور جو ممتاز کرتی ہے اس زندگی کو جو بھی درمیت ہو، بوران کے سوا سب کچھ شیطانی ہے، منطقی ہے۔ ان خیالات میں شو تیز ایک کامیابی خدائی تفسیر کرتے ہیں، وہ اس کے ذریعے یقین کرتے ہیں کہ بنی نوع انسان روحانی عملیات مشترک میں ابدیت سے مل جاتا ہے۔ وہ اس کو زندگی کا فلسفہ کہتے ہیں یعنی "اخلاقی تصوف۔"

ابریٹ شو تیز کو "اندکی" [agnostic]—وہ وہ جو خدا کا نہایت یا کسی اور چیز کی بات کے بارے میں ہم رکھنے سے انکار کرتے ہیں [کہا جاتا ہے کہ "میں اس کی بات نہیں کرتا" اور وہ صرف کہتا ہے کہ محض روئی صورت کے جواب نہیں معلوم کر سکتے، تو وہ منعطافہ طور پر اس اصطلاح کا اخلاقی کیا چاہے مگر وہ اس دنیا کو ایک قدم آگے لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر معقول سوچ کو بہت دور تک لے جایا جائے تو دیگر معقول تصوف کی طرف لے جاتی ہے۔

میں اس کو اس طرح کہتا ہوں کہ جہاں خیال اپنی حد تک پہنچ جاتا ہے وہاں سے عقیدہ شروع ہو جاتا ہے، جب ہم مذہب سے بہت قریب ہوتے ہیں۔ شو تیز نے خود اس کو اس الفاظ میں بیان کیا ہے: "زندگی کے لیے حرام کا کوئی تعارض نہیں اور اخلاقی اعتبار سے، عیسائیت سے، اس کی عمل محبت سے اور شوق سے قریب تر ہوتا ہے۔۔۔ عیسائیت کی ضرورت یہ پہلی ہے کہ کسی میں عیسائیت کا جذبہ بھر جاتا ہو تاکہ وہ زندہ ہی شیعہ میں محبت کا مذہب بن جواں کو بچا جائے۔ چنانچہ کہ میں خود عیسائیت کے پڑتا ہوں میں سے ہوں، میں دیانت و صدق کے ساتھ اس کی خدمت کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وہ خیال جو اس مادہ اخلاقی خدائی خیال "حرام" کے زندگی پر پہنچ جاتا ہے عیسائیت اور اس خیال کو ایک دوسرے سے قریب لاسکتا ہے۔"

تو میں سمجھتا ہوں جو احترام کے زندگی کے بارے میں، مذہب کے بارے میں، اور بھائی چارے کے تصور کے بارے میں ابریٹ شو تیز پر ہم سے کہا چاہتے ہیں۔ ایسے بے شمار لوگ جنہوں نے بنی نوع انسان سے اس کے بارے میں باتیں کی ہیں، حال کے مقابلے میں، غرض میں زیادہ تھے جب کہ پہلی چارے کا تصور آج کے دور کے غریبوں کے شور میں دب جاتا ہے۔

شہرہاں پریشان کن اور غیر یقینی حالت میں لوگ کسی ایسی شے کی تلاش میں ہیں جو انہیں اس یقین کی اجازت دے کہ ایک دن بنی نوع انسان کے ہاتھوں میں امن ہو اور بھائی چارے ہو۔

مگر یہاں حرام زندگی اور بھائی چارے کا تصور انسانوں کے دلوں کی زندگی حقیقتیں ہو سکتی ہیں، تو کوئی ہم نے بغیر اس کے قوسوں کے ہونے والوں کے دین پائمن کی بنیادیں رکھ دی ہیں۔

ہم سب کو احساس ہے کہ ہم اب بھی اس طرف سے بہت فاصلے پر ہیں۔ یہی اس دور کے نوجوان کی



میں گے جو اس دستے پہ قدم آگے بڑھیں گے البرٹ شو انٹرا نے جس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اپنی پیدل طویل زندگی کے دوران یہ ٹھوڑا پتہ شباب سے تھکن رہے ہیں اور انہوں نے تم کو دکھایا ہے کہ ایک انسان کی زندگی اور اس کا شباب ایک ہو سکتا ہے۔ ان کے کام نے ہمیں چارے کے تصور کو ایک نندہ حقیقت بنا دیا ہے، اور ان کے الفاظ بے شمار لوگوں کے ذہنوں تک پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے ان میں جڑیں پکڑ لی ہیں۔

صدر نشین ماریٹا ٹریٹل کونسل Gunnar Jahn کی نیاں

خطبہ:

## امن کا مسئلہ

امن کے اپنے خطبے کے لیے، ٹریٹل امن قوم نے مجھے جس پر وقار عزا زہ پہ مجبور کیا ہے اس کے لیے میں نے امن کے اس وقت موجود سسٹم کو منتخب کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایسا کرتے ہوئے میں نے اس انعام کی بنیاد رکھنے والے کے جذبے پر عمل کیا ہے، جس نے ٹھوڑا وقفہ کر دیا تھا ان مسائل کے لیے جیسے کہ اس زمانے میں موجود تھے اور جس کو توئی تھی کہ اس کی تمام کردہ فائدہ بخش مختلف طریقوں سے امن کی خدمات کی بہت افزائی کرے گی۔

میں ان حالات کے تذکرے سے شروعات کروں گا جو بد جنگوں کے اختتام کے وقت تھے۔ مگر اب بھی میں جس سے گزر رہا ہوں۔

ان بد زمین کے لیے، جو بد عالمی جنگوں کے بعد مذکورہ کے ذریعے آج کی دنیا کی تکلیف کے ذمے در تھے، بہت ماسازگار تھے ان کا مقصد ایسے حالات پیدا کرنا نہیں تھا جو وسیع پیمانے پر کامیاب ترقیات کا باعث ہیں، بلکہ انھیں فتح کے نتائج کو مستحکم بنیادوں پہ قائم کرنا تھا۔ مگر ان کا قصور غلط سے پاک ہونا چاہی وہ اس کو ایک رہنما اصول نہیں بنا سکتے تھے۔ ان پر رہا تھا کہ وہ خود کو محض فائزین کی وصیت پارٹی کرنے والے ہی سمجھیں۔ وہ محام کے درمیان انھما کی بنیاد پہ تعلقات ستور کرنے کی آمیزشیں کر سکتے تھے ان کی تمام تر کوششیں فائزین کے نہایت مادی مطالبات کو حقیقت پہنچنے سے روکنے کی ضرورت کی غرض سے ہو جاتی تھیں، مزید یہ کہ انھیں فتح کرنے والی قوموں کو تکان کرنا بھی تھا کہ جب بھی ان کے مفادات اور نظریات آپس میں ٹکرائیں تو وہ آپس میں مصافحت کریں۔

ہمارے موجودہ حالات میں کیا قابل برداشت ہے اور فائزین اور ان کے ساتھ کی مخلوق بھی اس کو سہنا شرمنا سکتے ہیں۔ یہ اس حقیقت میں پوچھتا ہے کہ تاریخی حقیقتوں پہ زیادہ توجہ نہیں دینی گئی تھی،

کرنا صحیح اور فائدہ مند ہے۔

یورپ کا تاریخی مسئلہ اس حقیقت پر مبنی ہے کہ گزشتہ صدیوں میں، بد فتنوں یا مہم جوؤں کے حصول کے عہد میں، مشرق کے عوام مغرب اور جنوب مغرب میں دور دور تک پہنچ گئے تھے اور زمینوں پر قبضے بھی کر لیے تھے تو پھر یوں ہو کہ بعد میں آئے وہ مہم جو جن پر سے سے بے ہوئے مہاجرین میں گھل میں گئے۔ ان لوگوں کی جنم بوم آمیزش اس زمانے میں ہوئی، اور بعد ازاں کے اندرونی نسبتاً بر قسم کی سیاسی صورتحال بن گئی تھیں۔ مغربی اور مرکزی یورپ میں، اس ارتقا نے ایسے حالات پیدا کیے جن کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ شفاف ہو گئے اور ان میں صدی کے دوران اپنی اہم وضع قطع میں تبدیلی ہو گئی۔

دروازہ جنوب مشرق اور جنوب مشرق میں یہ ارتقا اس انداز میں نہیں پیش قدمیوں کی ہم راہیت کے ساتھ آگے بڑھا، جو ضم ہونے میں ناکام رہیں۔ ہر شخص زمین کی ملکیت کا حقوق کو تسلیم کرتا تھا۔ جو لوگ علاقائی حقوق کا دفاع بھی کر سکتے تھے اس لیے کہ مبنی میں وہ زیادہ تھے اور ایک عربی سے اس پہ قابض تھے، جب کہ وہ کہہ سکتا تھا کہ اس نے زمین کو قابل کاشت بنانے میں کام کیا ہے۔ لہذا اس کا ایک ہی عمل ہو سکتا تھا کہ وہ علاقے میں بیڑوں اکٹھے رکھ لے اور ایک سیاسی صورت کی کا حصہ بن جائیں، اسکی مصالحت کے ساتھ جو بیڑوں کو قبول ہو۔ یہ ضروری ہوتا کہ ان میں صدی کی دو تہائی سے پہلے حالت اس کی پہچان جاتے۔ اس لیے کہ اس کے بعد قومی ضمیر کی ترقی یا حتیٰ کنی جڑا ہے، جو اہم نتائج لے کر آئی۔ اس ترقی نے عوام کو اجازت نہیں دی کہ تاریخی حقیقتیں اور سبب ان کی رہنمائی کریں۔

مقامی جنگ کی ابتدا ان حالات میں ہوئی تھی جو مشرق اور مشرقی یورپ پر غالب تھے۔ اس لیے بیڑوں جنگوں کے تحت ہونے کے بعد بنائے گئے نئے میں مستقبل کے تنازعات کے حل موجود ہیں۔ جنگ کے بعد کے نئے نئے میں تنازعات کے بیڑوں کا موازنہ ہے، اگر یہ تاریخی حقائق کو مد نظر نہیں رکھتے اور ان حقائق کی روشنی میں مسائل کے متعلقہ معروضی حل کا سہ سے لیے بنایا گیا ہو۔ اس لیے اس میں مستقل حل ہو سکتا ہے۔

تاریخی حقیقت اس وقت عرووں کے رد میں جاتی ہے جب وہ فریق ایک ہی ملک پر جرحہ نہ دعوے رکھے ہوں اور صرف ایک فریق کے دعووں کا اعتراف کیا جائے۔ وہ حقوق جو دو قومیں یورپ کے تنازعہ حصول کے بارے میں رکھتی ہیں، ان کی قدر بھی نہ ہو سکتی، اس لیے کہ وہ حقیقت دونوں ہی مہاجر ہیں۔

اسی طرح، اگر تاریخ کو تو اس کے مجرم ہیں کہ ایک نئے نئے کی قیوم میں، ہم سرحدوں کے ساتھ ساتھ اقدار کی حقائق کو سامنے نہیں رکھے۔ ایسا ہی معاملہ اس وقت ہوتا ہے جب ہم قدرتی طور پر نیچے زمینوں کو بندگاؤ کے حق سے محروم رکھے کے محض غرض سے حد بندی کرتے ہیں، یا ایک خامیوں کے متحمل بناتے اور دوسرے علاقے کے زمیندار جس کا ستمنا ہی کیا جاسکتا ہے، وہ لوگوں کو بند کرتے ہیں۔ اس طرح

ہم اسکی رہنمائی کرتے ہیں جو تمہاری خود پر زور نہیں دے سکتا۔

تاریخی حقائق کی اور مثالی حقائق کی، سب سے بڑھ کر خلاف ورزی یہ ہوتی ہے جو کچھ لوگوں کو اس زمین پر ان کے حق سے محروم کر دے وہ جس پر اقامت پذیر ہوں، اس مکتدہ سے سروہ [مجبور ہو کر] دوسرے مکتدہ میں منتقل ہو جائیں۔ دوسری عالمی جنگ کے اختتام پر، فاتح طاقتوں نے راکوں، فراڈوں کی قسمت دینے کا فیصلہ کیا، اور نہایت سخت حالات میں اس سے ہم فیصلہ کر سکتے ہیں سروہ کی ایسے مشن کے بارے میں کس قہدم عم جیسے جس کا مکتدہ یک مستقل اور منعقد تنظیم نو ہوا اور جو ایک سازگار مستقبل فراہم کرنے کا ضامن ہو۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد سے ہماری کیفیت کی تصویر کشی کی گئی ہے، اس حقیقت سے کہ اب تک کسی امن کے معاہدے پر دستخط نہیں ہوئے ہیں۔ صرف جنگ بندی کی قسم کے معاہدے کیے گئے ہیں، اس لیے کہ ہم درحقیقت تنظیم نو کرنے کے قابل نہیں ہو گئے تھے، عماد دو مٹی کی بنیادوں پر نہ ہو کر ہم واقعی ضرورتوں کے پیش نظر ان جنگ بندیوں پر اکتفا کرنے پر مجبور ہیں، اور ہم کوئی قابلہ پیش بینی مستقبل نہیں کر سکتے۔

یہ تو ہے ہماری موجودہ کیفیت۔ اب ہم امن کے مسئلے کو اس طرح منظر پر لیتے ہیں؟

اگر بہت سی مختلف روشنی میں دیکھا جائے تو ہمیں جنگ ماضی کی جنگوں سے مختلف ہے۔ جنگوں میں اب ایسے صوبے اور اور تباہی گھیر چکی ہیں استعمال کیے جاتے ہیں جو ماضی کے مقابلے میں بہت زیادہ موثر ہوتے ہیں، لہذا، ہم سے زیادہ شیعہ ہوتے ہیں۔ اب تک تو جنگ کو ایک برائی سمجھا جاسکتا تھا، انسان کو جسے قبول کیا جاتا تھا اس لیے کہ یہ ترقیات کے کام آتی تھی، لہذا اس کے لیے ضروری سمجھی جاتی تھی۔ مگر [نکتے] پر بحث کی جا سکتی ہے کہ اس کے صدقے میں طاقت ور ترین قومیں دوسرے ملک بچتے رہے تھے اس طرح [جنگ] تاریخ کی رابیوں کا بغیر مٹی رہی ہے۔

مثال کے طور پر یہ دھوکا دیا جاسکتا ہے کہ باطل و لوں پر ماضی اعظم کی فتح نے مشرقِ قریب میں ایک طاقت کی بنیاد رکھی تھی جس کا مہمندانہ اس سے کہیں زیادہ ہندو تھا جو اس نے کاب باہر کر دیا تھا، اور مکتدہ اعظم کی فتوحات نے نیشل سے سندھ تک، یافانی مہمندانہ کے لیے راستے کھول دیے تھے کبھی کبھی اس کے برعکس بھی ہوا ہے، جب جنگ بقیہ مہمندانہ کو کم زور مہمندانہ سے جدا کرتی ہے، جیسا کہ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی کی ابتدا میں ہوا تھا، جب عربوں کو فارس، شیعہ، فسطین، شمالی افیقا اور ہسپانیہ جیسے ملک پر حاکمیت مل گئی تھی، جو اس وقت تک یونانی، رومن مہمندانہ کے زیر اثر تھے بچوں سے تھے۔

گویا، ایسا بھی محسوس ہوگا کہ ماضی میں، جنگ اسی طرح ترقیات کے سلسلے میں قائم و مند ہو سکتی تھی، جس طرح اس کے خلاف کام کرتی تھی۔ [مگر] ہم بہت مشکل سے یہ دھوکا دینے کے جائز ہوں گے کہ جدید جنگ ترقیات کی بنیاد ہو سکتی ہے۔ اس میں پوشیدہ برائی ہمارے لیے پچھلے سے کہیں زیادہ بڑی ہو گئی ہے۔

اس موقع پر یہ درکھنا مستحکم ہوگا کہ 1914 سے پہلے انسانی سنے سمجھنے میں کی یہ انداز ڈھیر  
اندوز کو منظور کیا تھا۔ اس کے حق میں اس میں یہ دلی گنجی تھی کہ عسکری فیصلہ زبردستی سے کیا جائے گا اور  
یہ بھی کہ مختلف جنگوں کے ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے اس رائے کو بغیر کسی غرض کے قبول کر لیا گیا تھا۔

چوں کہ انھیں جنگ کے طریقوں میں بتدریج انسانی رحم دلی کی توقع تھی، نوک اس بات کے بھی قائل  
ہو گئے تھے کہ مستقبل کے تنازعات کے نتیجے میں ہونے والی برائیوں بھی نہایت ملکی ہوں گی۔ [دراصل یہ  
قریبی ایمر تھا 1864 کے ضیاء کنوینشن کی شرائط کے خلاف سے، جو پہلے آسٹریا کی کوششوں کا شاخسہ تھا۔ زخمی  
ہونے والوں کی گمراہی، جنگی قیدیوں کے ساتھ انسانی سوک، اور شہری آبادی کی بے پرواہی کے سلسلے میں یہ  
ضمانتوں کا تہا کہ ہو چکا تھا۔ اس مبدوہ بیان سے کچھ نتیجے اخذ کیے گئے تھے جن کے لیے، آنے والی جنگوں  
میں ہزاروں نوے والے وڈ شہری، شہر تزار ہونے والے تھے۔ جنگ کی بدبختیوں کے مقابلے میں، جو  
سوت اور پائے پکے پے تھی پھیلنے والے جدید سمجھوتوں کے متعارف ہونے کے بعد تمام حدیں  
پھر جنگ ہو گئی تھیں، یہ معمولی ہو کر رہ گئی تھیں۔ کچھ تو یہ ہے کہ اب جنگ کو رحم ملنا بتانے کا سوال ہی نہیں رہا۔  
مختصر جنگ کے تصور نے، اور اس کے طریقوں میں انسانی رحم دلی کے باعث، جسے 1914 کی جنگ  
کے بعد پھیل کر رہا تھا، وک، درحقیقت جنگ کو قیامی سے نہیں رہتا، جیسے کہ چاہیے۔ وہ اس کو ایک  
طوفان کی مانند سمجھتے تھے جو یہی تھا کہ وصال کر دینے والی تھی، اور ایک ایسے واقعے کی طرح، جو ہتھیار  
بندی کو ختم کر دے گا، جو قوموں کی تباہی کا باعث ہوئے والی تھی۔

جب کہ کچھ وک جنگ کی اس لیے حمایت کرتے تھے کہ وہ اس سے فائدے کی توقع رکھتے تھے  
دیہرے نوکوں کی توقعات طانی طرف تھیں کہ یہ جنگ، دیہری تمام جنگوں کو مسدود کرنے کی بے نثری جانی  
چاہیے بہت سے بہادر دل شان س نہیں پر جنگ کے بے گناہ کھڑے ہوتے تھے کہ وہ اس دن کے  
لیے جنگ کر رہے تھے جب جنگ کا نام و نشان مٹ جائے گا۔

اس تنازعے میں، جیسا کہ 1939 میں ہوا تھا، یہ دونوں تصورات بالکل لفظ ثابت ہوئے۔ سال یہ  
سال نہ صرف قتل و غارت کی گئی، بلکہ وحشیانہ انداز میں مسلسل کر جاتی رہی۔ 1870 [جہد میں اور اس کے  
درمیان] کی جنگ کے مقابلے میں یہ جنگیں دیہرہ دور یا ستوں کے درمیان نہیں، ہر دو مانی گروہوں کے  
درمیان تھیں، اور اس طرح بنی نوک شان کا ایک بڑا حصہ اس کے زرخیز میں آ گیا، اور یہ یہ [اردو نہیں]  
مربوب ہو گیا تھا۔

چوں کہ ہم جانتے ہیں کہ جنگ اتنی مولا ماک کر رہی ہے جس میں اس کے روکنے کے لیے کوئی کوشش اٹھا  
نہیں رکھی چاہیے اس وجہ سے کہ اندر کی وجہ بھی شامل کی جانی چاہیے، الجھلی دو جنگوں کے درمیان، ہم  
ایسے غیر انسانی سوک کے مجرم رہے ہیں جس کو نہ وک کا پانچواں تھا، اور مستقبل کی کسی جنگ میں ہم  
اس سے نیا روپ کی قربانی کے مجرم نہیں رہیں گے۔ تو یہ مجرم نہیں ہونا چاہیے۔

تو ہمیں ان حالات کا محنت سے سامنا کرنا چاہیے۔ انسان سو پہ میں بن گیا ہے۔ وہ اس لیے سو پہ میں ہے کہ اس کے قبضے میں نہ صرف جسمانی قوتیں ہیں، بلکہ نفسی اور عقلی ترقیات کے طفیل، اس کی مکان میں محدود قدرتی قوتیں بھی آتی ہیں جنہیں وہ اپنے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ کسی کو فاصلے سے قتل کرنے کے لیے اس کو بھی اپنی جسمانی توانائی استعمال کرنی پڑتی تھی، تو آج کے لیے مکان فاصلے پر تھی۔ سو پہ میں ترقی پا کر اس درجے تک پہنچ گیا ہے جہاں تیار کیے گئے ایک آلے کے طفیل وہ کمپنی مصنوعات کے گھوٹے سے پیدا ہونے والی توانائی کو استعمال کر سکتا ہے۔ اس کے ذریعے وہ ایک نہایت کارگر حرکت کرنے والی شے کو فاصلے سے غول فاصلے تک پھینک سکتا ہے۔

اس کے باوجود سو پہ میں ایک مشکل کا شکار بھی ہے۔ وہ سو پہ نیومن (superhuman) درجے تک نہیں پہنچا ہے، اس لیے کہ وہ سو پہ نیومن توانائی پیدا نہیں کر سکتا ہے۔ اس کو ضرورت ہے ایسی وجہ کی جس کی بنا پر وہ اس [سو پہ نیومن] قوت کو مکمل طور پر مناسب اور فائدہ مند نتیجے کے لیے استعمال کر سکے، تباہی اور فساد نہ مچانے کے لیے نہیں۔ چوں کہ وہ اس سے قاصر ہے، اس لیے اس میں اور نقصان دہ قوتیں ہوتی ہیں، اس کے لیے قوت بنتے بنتے بھگت خطرہ بن جاتی ہے۔

اس سیاق و سباق میں، کیا یہ بات ممکن نہیں کہ جسی تعلیم دریافت بارود کے دھماکے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی طاقت پر قابو، اس سب سے پہلے فاصلے سے قتل کرنے کے ذریعے کے مورد پر دیکھا گیا تھا؟

اندرونی دھماکا کرنے والے (combustion) انجن کے طفیل نضاہت تعمیراتی انسان کے لیے ایک فیصلہ کن اور اہم پیش رفت تھی۔ اس کے بدلے، اس موقع کو آدمیوں نے فوراً آسانی بلندی سے مارنے اور تباہ کرنے کے لیے پکڑ لیا۔ اس ایجاد نے ایک حقیقت پر زور دیا ہے جس کو اب تک غور و فکر سے رائیگاں کیا ہے: سو پہ میں جس قدر طاقت حاصل آج سے تھائی ٹنس ہو جاتا ہے۔ خود کو آسانی سے نہنے والی تباہی سے بچانے کے لیے خود اس کو بھی شکار کیے جانے والے باؤر کی طرح نرم زمین چٹاؤنی پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی، اسے قدرتی قوتوں کی بے مثال تباہی کا شریک، جرم بھی بننا پڑتا ہے۔

انہم کے ٹھکرے کرنے سے آزاد ہونے والی وسیع طاقت کی دریافت اور اس کے مابعد استعمال سے ایک نیا مرحلہ درپیش ہو گیا ہے۔ جو عمر کے جدیدی، یہ پتا چل گیا تھا کہ ایک برقی تباہی کی طاقت ناقابل شمار ہونے کی ہے، اور یہ بھی کہ یہ بڑے پیمانے پر اس کے تجربات بھی اس پیمانے کی آفت ہو پا کر سکتے ہیں جن سے انسان اپنی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ عالم ہی میں پوری طرح سمجھ پر اس کی دہشت واضح ہوئی ہے۔ اب ہم بتی تو انسان کے مستقبل کے سوال کا دینے والی نہیں سکتے۔

مگر ایک ضروری امر، ہمیں جس کا اپنے ضمیر میں اعتراف کرنا پڑے گا، اور ہمیں جس کا بہت پیسہ ہی اعتراف کرنا چاہیے تھا، یہ ہے کہ اس طرح ہم اس حد تک وحشی ہوتے جا رہے ہیں کہ ہم سو پہ میں اپنی جانیں ہم نے جنگ کی حقیقتوں کو برداشت کرنا سیکھ کر رہ رہتی عالمی جنگ میں انسانوں کے جیہ کے

جیو، دوسرے ہاتھ تھکے تھے کہ پورے چارے شہر میں ہتھیاروں کے جوڑی ہم سے نیست و نابود کر دیے گئے تھے، اگر آگ لگائے، اسلحے بھولوں سے نشان چھٹی ہوئی مشعلیں بنا دیے جاتے تھے یہ سب باتیں ہمیں ریڈیو یا اخبارات سے معلوم ہوتی تھیں، ویرجین کے بارے میں اس انداز سے فیصلے کرتے تھے کہ وہ لوگ ہم میں سے تھے یا ہمارے دشمنوں میں سے۔ جب ہم اعتراف کرتے تھے کہ ایسے کام نتیجہ ہوتے ہیں غیر انسانی تھے، تو ہمارے اعتراف کے ساتھ یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ جنگ کی حقیقت ہمارے لیے کوئی اور راستہ نہیں چھوڑتی سوائے اس کے کہ ہم ان کو قبول کریں، بغیر کسی جدوجہد کے اپنی قسمت کے تسلیم ہے، نتیجہ راول ویجے سے ہم دشمنانہ ہیں کے عزم ٹھہرتے تھے۔

در اصل، ہم سب کو خود اس بات کا حسرت ہونا چاہیے کہ ہم جنگ دہائی کے مجرم تھے۔ کاش کہ حسرت کی غفلت مائیں ہمیں اپنی کھلی سے باہر نکالے، تاکہ ہم اپنی امیدوں کو اور اپنے ارادوں کو اس عہد کی آمد کی طرف مبذول کریں، جس میں جنگ کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔

اس امید اور اس مادے کا ایک ہی قاعدہ ہونا چاہیے کہ جہاں ہے میں تھریلی کے ذریعے، ہم اس بلند و بالا وجہ کو من کر رہے جو ہمیں اپنے ہمتیوں میں موجود وقت کے بعد استعماں کرنے سے باز رکھے۔

جس نے سب سے پہلے جنگ کے خلاف فیصلہ اخذ کیا دینل پیش کرنے کی ہمت کی، اور اخذ کیا دلوے کے تحت وجہ کی ضرورت پر زور دیا تھا، وہ تھا مائز بریم کا غنیم انسانیت پرست ایہ انیس (Erasmus)۔ اس کی کتاب امن کی فریاد 1817 (Querela pacis) میں منظر عام پر آئی تھی [”رہنمائی صدق میں اس کے کئی زبانون میں ترجمے بھی ہوئے تھے۔] اس کتاب میں دو دائرہ کو سامعین کی جھجھکی اسلحہ پر پیش کرتا ہے۔

ایہ انیس کو اپنے سوچی کے انداز کے چند ہی کی ٹھاندے تھے ایک اخذی عہد مائے کی توقع کیا جو امن کی طرف جانے، ان رد کی طرف اشارہ کرے، ایک یوٹیوٹی آئینہ سمجھا جاتا تھا۔ کانٹ نے بھی اس کی رائے سے اتفاق کیا تھا۔ اس نے اپنے مضمون ”دوئی امن“ (Perpetual Peace) میں جو 1795 میں منظر عام پر آیا تھا، اور دوسری اشاعتوں میں بھی، امن کے مسائل پر بات کرتے ہوئے، اپنے اس یقین کو ظاہر کیا ہے کہ امن اسی بہت سے کام کا جب میں۔ قومی قانون کو اعتبار ملے گا، جس کے تحت ایک بین قومی ناٹائی عدالت قائم ہوگی جو قوموں کے درمیان تنازعات کو حل کرے گی اس کے لیے میں ہی مقتدرہ کو بتدریج بندھتے ہوئے احرام کی بنیاد پر قائم ہونا چاہیے، اور فیصلہ کنی نیو کی بنا پر ہی لوگ قانون کی پس لاری کریں گے کانٹ شدت سے سراسر کہتا ہے کہ محض اخذی دینل کے نتیجے میں ہیٹ آف نیشنز کا تصور نہیں کیا جاسکتا، سوائے قانون کے کامل ہونے کے۔ اس کو یقین ہے کہ کامل ہونے کا عمل خود ہی ہوگا۔ اس کی رائے میں ’فصلیت، جو سب سے بڑی فن کار سے“ قوم کی بتدریج راجدانی کرے گی اور یہی صحیح ہو گا، مگر ایک غلطی کرے کے بعد تاریخ کے قدام ورجسوں کے زخموں کے ذریعے، بین الاقوامی قانون پر

اتفاق ہوگا جو دینی مکتب کی ضمانت دے گا۔

ایک ایسی ٹیگ آف نیشنز کا منصوبہ جس کو عائشہ کا اختیار ہو، درحقیقی کے سرحد پہلی پارسی (Sully) نے تیار کیا تھا جو شاہ ہنری چہارم (Henry IV) کا دست بھی تھا اور وزیر بھی۔ اس پر تحصیل سے Abbe Castel de Saint-Pierre نے اپنی تین کتابوں میں بحث کی تھی، جن میں سے سب سے اہم کا عنوان تھا Plan for Perpetual Peace between Christian Sovereigns۔ کات کو اس میں پیش کیے گئے خیالات کا علم تھا، شاید ایک اقتباس کے ذریعے سے جسے روسو (Rousseau) نے 1761ء میں شائع کیا تھا۔

آٹھ مکتب ہیں۔ قوامی اور دین کے موثر ہونے کے بارے میں اپنے تجزیات کی بنیاد پر جو ہمیں ایک آف نیشنز اور قوام متحدہ سے حاصل ہوئے ہیں، فیصلے کر سکتے ہیں۔ یہ ادارے تنازعات کے شروع ہوتے ہی ان پر عائشہ کی ایک قدم آگے نہ بڑھیں۔ قومی منصوبوں کی توفیق دہری قسم کے دہریہ کام کے سلسلے میں موجودہ صورت کی پیشانی میں اپنی خدمات پیش کر سکتے ہیں۔ ایک آف نیشنز کی کامیابیوں میں سب سے اہم کامیابی تھی 1922ء میں جن قومی تنظیمیں قابل قبول پاسپورٹ کا اجراء ان لوگوں کے لیے جو جنگ کے باعث بے وطن ہو جاتے ہیں، ایسے لوگوں کی بحال ہوتی ہوئی گراہی قومیت کی کوئی سفری دستاویز نہ ہوتی۔ جسے نلسن (Nansen) کی تجویز پر شراعت کیا گیا تھا۔ اگر قوام متحدہ کا وجود نہ ہوتا تو 1945ء کی جنگ کے بعد بے گھر ہونے والے لوگوں کا کچھ حل نہ ہوتا؟

پھر بھی، یہ دونوں ادارے مس قائل نہیں کر سکے۔ ان کی دشمنیاں کافی سے دو چار ہوئی تھیں، اس لیے کہ وہ مجبور تھے، ایک ایسی دنیا میں، جہاں امن کے لیے کوئی مرفوعہ جذبہ نہیں تھا۔ اور قانونی ادارے ہوتے ہوئے بھی، وہ ایسے جذبے پیدا نہیں کر سکتے تھے۔ حقوق کی زبان صرف جذبے کو پیدا کرنے کی قوت رکھتی ہے۔ کات نے خود کو دھوکا دیا تھا جب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ وہ امن کی تلاش میں اس سے سربل نظر کر سکتا ہے۔ ہمیں اسی راستے پر چلنا چاہیے اس نے جسے ترک کر دیا تھا۔

مزید یہ کہ ہم امن کے بارے میں ہونے کے لیے بہت طویل عرصے تک اس تحریک کا نظارہ نہیں کر سکتے، جس کو اس نے ضروری سمجھا تھا۔ آج، جنگ کا مطلب ہے نیست و نابود ہو جانا۔ کات جس کو بھانپ نہیں سکا تھا۔ امن کو جیتی بٹانے کے لیے فیصلہ کن قدم اٹھائے جانے چاہئیں، اور بغیر کسی تاخیر کے فیصلہ کن نتائج حاصل کیے جانے چاہئیں۔ صرف جذبے کے ذریعے ہی یہ سب کیا جاسکتا ہے۔

کیونکہ جذبہ وہ ہتھیار کرنے کے قابل ہوتا ہے، ہمیں اپنی پریشانی میں اس سے جس کی توقع ہوتی ہے؟ ہمیں اس کی طاقت کو کم نہیں سمجھنا چاہیے، جس کی شہادت بنی نوٹ انسان کی پوری تاریخ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ جذبہ ہی تھا جس نے اس انسان کو جنم دیا تھا جو آواز ہے تمام ترقیات کا، کسی بلند تر وجود کی جانب۔ انسان کوئی کتے کے متاثر کیے ہوئے ہم اپنے آپ سے وفادار ہیں اور تخلیق کرنے میں مدد دیتے رکھتے ہیں۔ ایک مخالف جذبہ ہے سے متاثر ہو کر ہم اپنے آپ سے بے وفائی کرتے ہیں اور ہر طرح کی غلطی کا

شکار ہو جاتے تھے۔

وہ ہندو جس تک جذبہ پہنچ سکتا ہے، ستر بیویں اور اچھوتوں میں مصروف رہتا تھا۔ اس نے  
 دھرم پڑھتی، جاکوٹوئے، افیت رسانی اور قسم قسم کے دھرم اور روایتی عادات کو تسلیم کرنے میں یورپ  
 کے ان لوگوں کی رہنمائی کی جو وہاں پہنچے تھے اس کے لگاتار دور تھے اس نے پرانے طریقوں کو نئے  
 ارتقائی طریقے سے بدل دیا جو ان پہ عمل کرنے والوں کو بھی حیرت نہیں کرتے۔ وہ سارا کچھ جو ہم نے نیک اور  
 سچے تمدن سے حاصل کیا ہے، اور جو اب بھی ہمارے پاس ہے، جذبہ کے نتیجہ میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔

بعد میں، اس کی حالت زوال پذیر ہو گئی، اس لیے کہ جذبہ مائتھی میں غرق دنیا میں اپنے اخلاقی  
 کردار کے لیے سہارا حاصل کرنے میں ناکام ہوتا۔ وہ اس کو اپنے جذبہ سے بدل دیا تو بے جس کو یقین  
 نہیں تھا کہ انسانیت کو ان میں راستہ اختیار کرنا چاہیے، اور تم تو آدمیوں سے مطمئن ہو جانا چاہیے۔ آئی آر ایم  
 کو اپنے زوال سے بچانے کو ہمیں چاہیے کہ ہم ایک بار پھر اپنی جذبہ سے وفادار ہو جائیں اس کو ایک نیا  
 معجزہ برکھانا چاہیے، اور نکل ہی طرے، جیسا کہ وہ پہلی میں کیا تھا، پہلے سے بھی زیادہ دہرا، معجزہ۔

جذبہ مائتھی سے ایہ علاحدگی میں بھی زندہ رہتا ہے اس نے اپنے اخلاقی کردار کے ساتھ ہم آہنگی  
 سے دنیا میں باقی رہنے کی مشکل پہ قیاد پڑی ہے اس کو احساس ہو گیا ہے کہ اس کو روٹی گھر نہیں میسر ہو  
 سکتا سوائے انسان کی بنیادی ضرورت کے۔ خود ہی مل کے ذریعے حاصل کیے جانے والے احساس کی قبولیت  
 اس کا اضافی سرمایہ ہے۔

اس کو یقین ہے کہ جرم، جس میں اخلاقیات پر کڑی نظر ہے اس وقت تک ہمارا مسئلہ نہیں اختیار  
 کرتا، جب تک کہ یہ انسان کی کوئی چیز نہ ہو جسے کوئی نہیں لگاتا ہے۔ ہماری اخلاقیات میں جن  
 میں مضبوط عقیدے کی گہرائی اور قوت نہ ہو، ان کی تقدیریں کی اخلاقیات مثال کر دی گئی ہیں اور اس کا  
 جو زائد ہوتا ہے شاعت حاصل کر رہا ہے۔

ایک بار پھر، ہم اپنی سے نکل کر نے کی جرات کر رہے ہیں، سوچنے اور محسوس کرنے کی، اور اس کو  
 ترغیب دے رہے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو بچانے اور اپنے آپ سے وفاداری کر کے ہم اس کی ضرورت کی  
 محبت کو دیکھیں کہ اپنے احمق کا دوبارہ اکر رہے ہیں۔ ہمارے زبردستی بات نہیں سمجھنا ثابت کر رہے  
 ہیں۔

1950 میں Documents of Humanity نام کی ایک کتاب آئی تھی جس کو Gdningen ویلی ورٹی  
 کے دو پروفیسروں نے مل کر ترتیب دیا تھا جو شرقی جرمنی سے 1945 کی ٹیٹ ماک ملک بدلنے کے باعث  
 ایک جا ہو گئے تھے [اس میں] مہاجرین، اور انھوں میں اس اعداد کی باتیں بتاتے ہیں جو مشکل وقت میں  
 ان کو دشمن قوموں نے پہنچی تھی، ان لوگوں نے جنہیں ان سے نفرت کی تھی چاہیے تھی اس سے پہلے شاید ہی  
 کبھی مجھے کسی کتاب نے اتنی شدت سے گرفت میں لیا ہوگا، جیسے کہ اس کتاب نے کیا تھا۔ [میرے خیال



میں) یہ ایسے کسی بھی شخص کے لیے مقوی ہو، ہوئی جس کا انسانیت سے اعتبار ٹھہر گیا ہو۔  
 امن کا ہے یا نہیں اس کا انحصار مست ہے ہوگا، جس طرف ہر ادنیٰ ذہنیت ترقی پاتی ہے اور پھر بعد  
 میں، ان کے قومیوں کی۔ ماضی کے مقابلے میں آج چھٹی میں بہت سے معنی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اسے اسے  
 سنی، Abbé Castel de Saint-Pierre، اور دوسرے، جو اپنے وقتوں میں امن کے معادلات میں منہمک  
 ہوتے تھے شہزادوں سے معاملے کرتے تھے عام لوگوں سے نہیں۔ ان کی کوششیں مروجہ ہوتی تھیں ایک  
 وراثت قومی مقتدرہ کے قیوم ہے، جس کو شکوک میں غامض کرنے کا اختیار ہو، ان تنازعات پر جو شہزادوں کے  
 درمیان پیدا ہوں۔ کات نے اپنے مضمون "دوئی من" میں سب سے پہلے پیش کی تھی ایک عہدگی جب  
 لوگ خود پر حاکم ہوں گے، اور جب، مدللین نہیں، وہ خود امن کے مسئلے سے متعلق ہوں گے۔ اس نے اس  
 ارتقا کو ترقی سمجھا جس کے رائے میں، شہزادوں کے مقابلے میں امن کی دیکھ بھل ہے لوگ نہروہاں ہوں  
 گے، اس لیے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں جنگوں کی پائی ہوئی بد بختی بھگتی پاتی ہے۔

یقیناً، اب وہ وقت آ گیا ہے، جب حکومتوں کو خود موائی وصیت پوری کرنے وار جانا ہوگا۔ مگر  
 امن سے لوگوں کی پیدائی محبت ہے کات کا عقائد نہیں تھا۔ چونکہ موائی خواہش نے، جو غلط فہمی کی  
 خواہش ہوتی ہے، مایہ نیر ملی کا، اور یہ راستہ جذباتی ہے اندھن کا خدشہ دار نہیں ہو ہے، اس لیے یہ  
 ایک نہایت احمقانہ ذمے داری کا مظاہرہ کرنے میں ماکام ہوتی ہے۔ پچھلی دو جنگوں میں بدترین درجے کی  
 مت پر بری کا مظاہرہ کیا گیا تھا، اور آج اس کو مختلف موائی کے درمیان باکی مضامین کی رہ کا سب سے  
 بڑا بڑا سمجھا جا سکتا ہے۔

لکن مت پر بری کو لوگوں کے درمیان صرف انسانیت پرستی کے آدرش کے دوسرے جنم کے ذریعے ہی  
 پہنچا جا سکتا ہے، جو اپنے ملک سے ان کی وفاداری کو صحیح آدرشوں کے ذریعے فطری بناتی ہے۔  
 منہمک پار کے ملک میں بھی جی مت پرستی جست آ رہی ہے، بالخصوص ان لوگوں میں جو پسے سفید فم  
 غلبے میں زندگی بسر کرتے تھے اور جنہیں اب خود مختاری ملی ہے۔ اب وہ مت پرستی کے واحد آدرش بن جانے  
 کے خطرے میں ہیں۔ پوشیدہ امن بھی، جو اب تک کئی صدیوں میں حاوی رہا ہے، آج خطرے میں آ گیا  
 ہے۔

یہ لوگ بھی صرف مذہب انسانیت کا آدرش اختیار کرنے کے ذریعے جتنی سادہ و سست پرستی پر قابو پا  
 سکتے ہیں۔ مگر یہ تبدیلی کس طرف رہنی چاہتی ہے؟ صرف اسی وقت جب ہمارے اندر جذبہ ایک زندگی قوت  
 بن جاتا ہے، اور ایک تمدن کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے جو انسانیت پرستی کے آدرش کی بنیاد پر ہوتا ہے،  
 ان موائی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ تمام آدنی، حتیٰ کہ نیم مذہب اور وحشی بھی، جو ختم کی حدیت رکھتے ہیں،  
 انسانیت پرست جذبہ پیدا کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ یہ ان میں رہنے کے لیے تیار آتش گیر مادے کی  
 طرح پوشیدہ رہتا ہے جسے صرف ایک چنگاری کی ضرورت ہوتی ہے۔

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جو یہ شخص مدبر کے منتقین ہیں، یہ خوب ظاہر کیا ہے کہ یہ امن کا راق ضرور ہوگا۔ دسویں صدی قبل مسیح کے Amos نامی پیغمبر کے الفاظ میں لکھی دیرینہ غلط فہمی اور پھر ان مذہب میں یہ خدا کی سمجھت پر تعین کے معنوں میں بڑا جاتا ہے۔ یہ چھٹی صدی قبل مسیح کے تقسیم چین مندرجین، کنفیوشس (Confucius) اور لاؤتسے (Lao-tse)، پانچویں صدی قبل مسیح کے ہائی تے اور چوتھی صدی قبل مسیح کے منگ تے (Meng-tse) کے نظریے میں پایا جاتا ہے۔ لوسٹوئے درود مرے ہم عصر مفکرین میں یہ دوبارہ نمودار ہوتا ہے۔ لوگ نے اس کو جڑ پکڑا بھی کہا ہے۔ مگر آج کے حالات سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ امن کی حقیقت جتنا چاہیے، وہ انسانیت کے لئے ضروری ہے۔

میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں امن کے مسئلے کے بارے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں ضروری نہیں کہ وہ سچ ہو۔ میرا یقین ہے کہ خدائی وجود میں ہے، جنگ کے زور سے تو اس مسئلے کا حل پیشہ و بہ اس لیے کہ جنگ کو انسانیت کا بڑا بڑا نقص ہے۔ مگر اولیٰ کے یہ احساس، اور اس کے بعد کے دوسرے کئی لوگ پسے ہی اس کو بگاڑ رہے تھے، مگر جس کے ساتھ ہو جانا چاہیے۔

میں اپنی سچائی سے کہنے لے جس مسئلے میں کامیابی کا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ انسانی جذبہ اپنی ذہنیت کی تخلیق کی مدحیت رکھتا ہے، یعنی ایک خدائی ذہنیت۔ اس یقین سے متاثر ہو کر میں بھی اس سچائی کا دھوکے مار ہوا چاہتا ہوں، اس میں کرمیرانی کوئی اس کو قابل تعریف حساس، بلکہ ایک عملی سرگماں کی صورت میں رہنے سے بچ سکتی ہے۔ بہت ساری سچ پال ایک عمر سے توجہ سے غور نہ پڑتی ہیں اس لیے کہ انہی نے بھی ان میں حقیقت بخنے کے امکانات کا تصور ہی نہیں کیا ہے۔

صرف اپنی وقت جب امن کا آدرش لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتا ہے، اس امن کو موثر طور پر قائم رکھنے کے لیے اسے قائم کیے جاتے ہیں اور ان سے توقع نہ جاتی ہے کہ اپنے فرائض پوری طرح انجام دیں گے۔

آج بھی، مگر اس عہد میں ہی ہے، جس میں امن نہیں آتا، ابھی قومیں دوسری قوموں سے خط و صلہ کرتی ہیں، آج بھی ہمیں ہر قوم کو خوف، ماتحتیوں کے ذریعے، اپنے افعال کے لیے تیار کرنے کے لئے کا حل دینا چاہیے۔

اسی طرح صورت حال میں بھی، جس میں ہم جذبے کے بعد ان مقامات پر پہنچتے ہیں، ہمیں اس پر غماز کرنا چاہیے۔ یہ سنگین اور کچھ بھی نہیں سوائے کوشش کے جو لوگ کہتے ہیں، جہاں تک ممکن ہو کٹارے کے لیے، ان نیا دعووں کا جو ایک دوسرے پر جنگ کے دوران رد رکھتے ہیں۔ مگر کھلی ٹیڈی اور ملک بدری اور اپنے گھروں کو بڑھنے کے خطرے، کچھ جو کچھ غیر ملکی طاقت کے ہاتھوں بدوجہ ہر اکاٹے رہے ہیں، ہتھیاروں کے خطرے، بے شمارا خدائیوں اب بھی مرنے والے ہیں، وہ دیکھ رہی ہیں۔

ان کے نام سے جو امن کے لیے جان دے رہے ہیں، میں لوگوں سے سہما کرتا کروں اس کی شہادت پر ہوا

پیدا قدم اٹھائیں۔ تاہم سے کوئی بھی اپنے ہاتھ کے لیے ضروری طاقت کا ایک ریشہ بھی نہیں نکالے گا۔  
 اگر ہم جنگ کی باتھ فیوں کو ختم کرنے کے لیے قدم اٹھاتے ہیں جس کا ہمس، بھی تجربہ ہوا ہے، تو ہم  
 تمام قوموں میں آہستہ آہستہ انقلاب کر سکیں گے۔ اتحاد و سب سے بڑا امر یہ ہوتا ہے جس کے بغیر کوئی  
 موثر کام نہیں کیا جاسکتا۔ یہ برصغیر کی ہر قوموں میں ایک کیفیت پیدا کرتا ہے جن سے ترقی بدور ہوتی  
 ہے۔ اس طرح پیدا کی ہوئی عہدہ دنیا میں ہم وہ جنگوں کے پیدا کردہ مسائل کے منصفانہ بندوبست کی  
 تلاش شروع کر سکتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ میں نے انھوں نے ادنی امیدوں اور تجویزات کا اظہار کیا ہے جو ہمارے علاقے  
 میں ہونے والی جنگ کے خوف میں بنی ہے۔ کاش میرے اٹھانے کے معلوبہ معنی کی توجہ کر سکیں،  
 اُردو دنیا کے ہمارے جیسے تک پہنچ جاتے ہیں۔ حقیقت کے اُس بدراں و گویں تک، جو وہاں بھی اسی  
 قسم کے خوف میں جی رہے ہیں۔

کاش وہ لوگ بھی جن کے ہاتھوں میں محام کی قسمت ہے، برتری سے برابری چیز سے پسینہ کریں جو  
 موجودہ طاقت کو مزید خراب، بلکہ بدو خطہ پاک ترقی ہے۔ کاش دو غنیمت پال کے لحاظ رکھنے والے  
 میں جائز کریں: "عوامیہ" کے لئے میں کچھ بھی ہیں، اگر ممکن ہو تو تمام قوموں کے ساتھ امن کے ساتھ  
 زندگی گزارنا۔ یہ عوامیہ کی ادبی کے لیے نہیں، قوموں کے لیے بھی ممکن ہے۔ کاش تمام قومیں،  
 امن قائم کرنے کے لیے، اپنی تمام دشمنیوں کے کارے انہیں اور ہڈ ہے کو ابھرنے اور عمل کرنے  
 کا وقت فراہم کریں۔



## لیوں یوحا اعلان تجلیل

اس میں انگریز نوبل کا امن نام یوں یوحا کو پیش کیا جا رہا ہے۔

یوں یوحا، جدوجہد سے پر مزدور جتنے ہی ہتھیار کے لیے کیے جانے والے اپنے عمر بھر کے کام پر پلٹ کر ایک کونہ غرے | غرہ رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے ان کے نام بتائی گئی ہے۔ مزدور جتنے کے معیار زندگی کی بترقی کے لیے ٹریڈ یونین کے ذریعے دنیا بھر میں لڑائی اور امن کا کام ہے، غرہ اور بہت سے لوگوں نے بھی تو مجھ کو ایسے کام کے لیے وقف کر دیا ہے کہ صرف یہی انھیں نوبل امن انعام حاصل کرنے کے لیے آج یہاں تک نہیں لایا ہوگا۔ یہاں لیے یہاں موجود ہیں کہ انھوں نے اوکے عمر کی ہی سے اپنے آپ کو مزدور امن کے لیے اور جنگ کے خلاف جدال میں جھونکا ہے، اور اس مسئلے میں وہ International Labor Office, International Federation of Trade Unions، یٹ آف شیڈر، اقوام متحدہ اور دیگر تحریک میں شامل رہے ہیں۔ قومی سرحدوں کے پار ایک جتنے اور اتحادی قوموں کے لیے اور قوموں کے درمیان سماجی اور اقتصادی مامورین کو دور کیا، ان کے نزدیک جنگ کے خلاف جنگ کے بترین تحریک رہے ہیں۔ غرہ کے سامنے نہیں زیادہ وسیع مقصد رہا ہے: یہی ساتھی تحریک کو اٹھانا جو ان کے شعاع میں نکل کا انسان پیدا کرے۔ وہ انسان جو یہی سہولتی کی تشکیل کرنے کے قابل ہو جس میں جنگ کبھی ممکن نہ رہے۔

یوں یوحا، قیامی کے ایک مزدور کے ہاں 1878 میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے اپنے آپ تیرہ برس کی عمر سے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور باآخرا اپنے والد کی طرح وہ دیہاتی کے کارخانے میں کام کرنے لگے اور بعد ہی فرانسیسی ٹریڈ یونین کی تحریک میں شامل ہو گئے۔ 1909 میں وہ ایک قومی تنظیم C G T (General Confederation of Labour) کے سیکریٹری بن گئے، دوسری عمر اس تنظیم سے

وابست رہے، ورنہ طرح کے افسانے بھی بنوں میں آتی کے افادہ رہے۔

اپنی کتاب Le Syndicalisme Français میں، جو 1913 میں شائع ہوئی تھی، غصہ کی صورت پر جس پر اس وقت کے حالات کو منظر کشی، انھوں نے فرانسیسی ٹریڈ یونین کی تنظیم اور اس کے اغراض و مقاصد بیان کیے تھے۔ اس کتاب میں جو بنیادی طور پر جماعتی عمل کے بارے میں ہے، قابل ذکر بات ان کا یہ پُر زور فیصلہ ہے کہ ہمیں فرد کو جکا اور خیمہ دینا چاہیے تاکہ اس کو مستقبل کی سورت کی تعمیر کا عظیم اور کھنڈن بخش ستون بن جائے۔

یہاں مصائب سے پُر دور مشکل وقت میں جماعتی فرانسیسی ٹریڈ یونین تحریک کے سرداروں کے دستے میں شامل رہے تھے۔ ہر فرد پہ جنگ اور سادہ زندگی کی حق کا باعث رہی ہے، ٹریڈ یونین تحریک کھڑوں میں غی و ہر دور ایک جا ہوئی اور پھر حصوں میں بٹ گئی۔ اپنے اصولوں سے وفادار رہا وہاں کے حتیٰ کہ مکان نمائی کو دور کرنے کی سعی کی ہے، مگر جس تفرقے سے کامیاب نہیں کیا جا سکا وہاں انھیں نے ٹریڈ یونین کے فیڈریشنسٹ حصے سے وفاداری کی ہے۔ ان کا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ ٹریڈ یونین میں ہر قسم کے لوگوں کے لیے جگہ ہونی چاہیے اور یہ بھی کہ اس کی تنظیمیں مزدوروں کے اتحاد پر قائم ہونی چاہیے، ورنہ یہی جماعتوں کو ان سے دور کی رکھا جانا چاہیے۔ شیجے کے طور پر وہ خود بھی عمل سیاست دان نہیں رہے تھے، سوائے ان تنازعات کے دوران، جو غیر جمہوری حالتوں سے رہے تھے، جیسے وہ عالمی جنگوں کے دوران اور ڈسپلینیت سے، اور اشتراکیت سے جنگوں کے بعد۔ وہ جنگ کے دوران Popular Front in France میں بھی شامل رہے تھے اور عایدہ برسوں میں انھوں نے اشتراکیت کے خلاف جنگ میں بھی حصہ لیا ہے۔

ہر اس وقت تک جو جان کارڈز کو ڈاکٹر زولیس کا سچے جب تک کہ فرانسیسی ٹریڈ یونین تحریک میں ان کی سرگرمی کے بارے میں کچھ معلومات نہ ہوں، مگر کچھ تو یہ ہے کہ ان کی بنیادی طور پر جماعتی تعاون اور اس سے متعلق ان کے کام پر توجہ دے رہے تھے۔

اپنے دو بوسا ب میں بھی، اپنی عالمی جنگ کی مدت سے قبل، وہ قومی جماعتوں کو سمجھانے اور جنگ کے خلاف لڑائیوں میں شامل رہے تھے۔ ان کی سرگرمی کو سب سے نمایاں مثال 1911 میں ہونے والی برلن کی اس میٹنگ کو ہے جو فرانسیسی، جرمن اور برطانوی ٹریڈ یونین کے قائدوں کے درمیان ہوئی تھی، جس میں جنگ کے خلاف احتجاج کرنے کے بارے میں غلط و غلطی ہوئی تھی۔ اس میٹنگ کا پس منظر وہ تناؤ تھا جو فرانس اور جرمنی کے درمیان مرقش میں مفادات کے تنازعے کے باعث پیدا ہو رہا تھا۔ فرانس نے مرقش کے دار الحکومت پر قبضہ کر لیا تھا، اور جرمنی کے مینیچر میں [جرمنی کے شہنشاہ] قیصر ولسم (Kaiser Wilhelm) نے جرمنی کے مفادات کی حفاظت کے لیے غادر (Agadir) کی طرف ایک جہتی جہاز روانہ کر دیا تھا۔ اس واقعے نے دونوں ممالک میں قومیت کی ایک زبردست برپید کردی تھی جو بہت آسانی سے جنگ میں تبدیل ہو سکتی تھی۔

اس میں ہونے والی میٹنگ کو وہ اہمیت نہیں دیتی جس کی توقع تھی۔ جرمنی کے مشورے پر، نہایتی طور

پہلے امن نہ ہو۔ چنانچہ تحریک کے مطالبے کے لیے G.G.T کے صرف چند مندوبین برسرِ آگئے تھے۔ مگر اس امر نہاد مطالبے نے جنگ کے خلاف ایک بہت بڑا محرک بنایا۔ وہ یہ کہ یہاں تک کہ اس میں جو اس میں ایک اور سینگ ہوتی جس میں جرمنی، ہسپانیہ اور برصغیر عظمیٰ کے ترکانوں نے شرکت کی تھی۔

اپنی کتاب Le Syndicalisme français میں یوحانے Contre le guerre لائی وہ باب میں ان دونوں مباحثوں کے بارے میں بات کی ہے۔ یہ باب مزدوروں سے جنگ کی مخالفت کرنے کی ایک شہرہ آفاق ابتداء ہے، جس کی حقیقت پر زور دیتی ہے کہ کئی سرمایہ داروں اور بڑی صنعتوں میں مختلف ممالک کے درمیان مسابقت جنگ کی نمایاں وجہ بنتی تھی۔ یہ امر بالکل عجیب چیز نہیں ہے کہ یوحانے اس کیفیت کو اس روشنی میں دیکھا، اس لیے کہ اس وقت فرانس اپنی نوآبادیاتی سیاست قائم کر رہا تھا، اور جرمنی کی صنعت تیزی سے پھیل رہی تھی۔ لہذا اس کا محدد اپنے ملک کی نوآبادیاتی پالیسی کی طرف تھا، جرمنی کی طرف نہیں، اور اس نے نڈر ہو کر قومیت کی لہر کی مخالفت کی جو دونوں ملک کو اپنے سر توڑ بہنے کے لیے جا رہی تھی۔ اس کے باوجود ہمیں اب معلوم ہوا ہے کہ جنگ کا خطرہ ان دونوں ملکوں کے ہاتھوں کم نہیں بلکہ جن کا بھی سرمایہ داروں کا ہے، ان کی اپنی ملکی حالت جنگ سے پہلے مزدوروں کی حالت کو جنگ کے خلاف حرکت میں لانے کی ایک بڑی کوشش کی طرح اب بھی قائم ہوئی۔ یہ فرانسیسیوں اور جرمنوں کے درمیان رابطے کی ایک سفید پوشش تھی۔ وہ اس کی ضرورت پر نڈر دے کر کہتے ہیں، کہ اس طرح تمہیں اور فرانس بھانسنے کی ضرورت کی جا سکتی ہے جو فرانس اور جرمنی کے مابین کی درمیان رابطے میں پچھلے چالیس برسوں میں پھیلی ہے۔ اس طرح ہم فرانس اور جرمنی کے مابین کے درمیان 'entente cordiale' [یہ نہایت بڑی باتوں کے درمیان 8 اپریل 1904 کو دستخط ہونے والے کئی معاہدوں کے سلسلے کا نام ہے] کر کے ہیں جو دونوں کے مابین کے لیے بہت ضروری ہے۔"

اس وقت ایسے بہت سے لوگ تھے، جن میں یوحانے بھی شامل تھے جنہیں یقین ہو گیا تھا کہ مزدوروں کی جانے پہچانے سے جنگ کو روک نہیں گئے۔ مگر، یوحانے بھی اپنی، جس میں پچھلی پہلی مثال تھی جو جرمنی 1914 میں G.G.T نے بھیجی تھی، کا رد نہیں ہونے والا تھا۔ جیسا کہ ہم سمجھ جاتے ہیں، 1914 میں جنگ شروع ہو گئی، اور یوحانے بھی اس میں عمومی طور پر حصہ لے رہے تھے، اس لیے کہ جنگ ہر اس بات کے خلاف کے لیے کی جا رہی تھی جس کے لیے انھوں نے تمام زندگی کام کیا تھا۔ یعنی جمہوریت اور آزادی۔ انھوں نے عدالت کر دیا تھا کہ جرمنی کی فتح کا مطلب یورپ میں جمہوریت اور آزادی کی تباہی ہوگا۔

اس کے باوجود جنگیں ختم ہوتی تھیں اور مزید وجوہات ملتی رہتی تھیں، وہ پوائنٹ شامل کرنے کی کوشش کرتی چاہیے۔ اور یہاں تک پہنچ کر کہ 1914 کے موسمِ ثواب میں G.G.T نے اپنے ممبران کے خلاف کوشش کر لیے تھے جو جرمنی کی فتح تھے American Federation of Labor نے جن کی تجویز پیش کی تھی، اور اس کا مرکزی ممبروں ایک بار پھر صدر روس کے چورہنگام میں دیکھا گیا تھا۔



کرنے کے نقطہ نظر سے نئی اہمیت کا جوش رہا ہے۔ یہ ادارہ نئے پیدا ہونے والے مسائل پر فوری غور کرنے کے لیے ہمیشہ مستعد رہتا ہے، اور اس نے ان سے نکلنے میں کبھی ہتھ نہیں دھنکی ہے۔ جو کچھ بھی کام رہا ہے، پڑا ہوا ہے، اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اس کا کام امن کی خدمت ہے۔

بیس برس کے تمام عرصے میں یہاں IL0 کی مشعل کے زمرے میں رہا، اور اس کا کوئی قیمتی حیات نہیں ایسا ہے جس جس کا ان کے کام سے تعلق کیا جائے۔

International Labor Office میں مزدوروں کے نمائندے کی حیثیت میں یو جی ایف انٹرنیشنل کمیٹی کے رکن بھی رہے ہیں جن کو ترکہ امور جات کی تحقیق کی ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی۔ انہوں نے اپنی نہایت دلچسپ کتاب Désarmement میں اپنے کام کے بارے میں تفصیلات بیان کی ہیں جو اگرچہ 1927ء میں شائع ہوئی تھی، مگر آج بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ اس کتاب میں یو جی ایف انٹرنیشنل ایک بین الاقوامی ادارے کی حیثیت میں اپنے مقصد کا اظہار کرتے ہیں جو فرانس اور روسوں کو یک جسم کے تحت کا احساں دیتا ہے۔ اس لیے کہ یہاں کہہ سکتے ہیں کہ وہی قوم خود کو محفوظ نہیں سمجھتی جب تک اس کا ہمسایہ فوجی جہاز سے طاقت ور رہتا ہے، اور یہ حالات میں دو خود بھی ترکہ امور جات کی خواہش نہیں کرے گی، مگر بین الاقوامی ادارہ تحقیق کی ضمانت دے تو ترکہ امور جات کا راستہ کھل کر ملے جس کی تصورات ہیں جو آج عام ہیں اور ان کے بارے میں بات کرنے والے پہلے نہیں تھے۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کے مقابلے میں یہ پڑا ہوا طریقہ پر اس کی طرف داری کی سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ترکہ امور جات کی صنعت کو بھی ملکیت میں نہیں ہونا چاہیے، اور اگر سے تو اس کو ریاست کے کنٹرول میں لایا جائے۔ وہ اسے تو اسے تو تجارت پر کنٹرول چاہتے ہیں اور ترکہ امور جات پر یو جی ایف انٹرنیشنل کے مؤثر کنٹرول کا مطالبہ کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آج اس بات سے شادی کوئی امکان نہیں ہے کہ اسے کوئی پیدا کر کو معاشی منافع کے لیے نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کہ اسے کوئی بین الاقوامی تجارت پر کنٹرول ہونا چاہیے۔ لیکن، اگر ایسا ہو بھی گئے، اور کنٹرول میں ایسا کیا جاتا ہے تو اب ہمیں احساں ہو رہا ہے کہ ریاست کی ملکیت میں ترکہ امور جات کی صنعت کا ہونا اسے کوئی فوخت پر کنٹرول بذریعہ خود امن کی ضمانت فراہم نہیں کرتے۔ اور اگر یہاں ہونے کو ہمیں ان کے خیالات پر اس وقت کے تناظر میں غور کرنا چاہیے جب یہ خیال پیش کیا گیا تھا، اس عہد میں جب وسیع فنی سطحیں اسلحہ سازی کی صنعتوں پر حکومت کر رہی تھیں، وہ اپنی طاقت کی بلندوں پر تھیں اور جب اسے کوئی تجارت پر کوئی پابندی نہیں تھی مگر، یہ حقیقت ترکہ امور جات کی راہ میں رکاوٹیں نہیں رہی ہیں۔ اس کے برعکس، یو جی ایف کی مہم جوئیوں نے ترکہ امور جات آج بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ اس وقت تھی، اس لیے ہمیں اس پر نئے سرے سے غور کرنا چاہیے۔

یہاں کہہ سب جانتے ہیں کہ یو جی ایف انٹرنیشنل ترکہ امور جات کی اپنی کوششوں میں کام کر رہی تھی۔ مگر وہ



آئی جی کا ہدف مستقبل کی تعمیر ہے اپنی جدوجہد کی پُرپانی کی وجہ اس سے بہت محدود نہیں ہو جاتا۔ [لہذا] یوں بھی پسپائیں ہوئے۔

ان برسوں میں ان کا کام محض ٹیگ آف نیشنل بورڈ Labor Office تک محدود نہیں رہا ہے۔ انھوں نے امن کے لیے کیے جانے والے ہر کام میں حصہ لیا ہے۔ انھوں نے نئیاتی و برائی کی باتوں کی موقوفی کے لیے ٹرانسپیرینس لڑی تھی۔ ان کے اور بہت سے افراد کے خیال میں، جو بین الاقوامی تعاون اور مقابہات کی راہ میں رکاوٹ تھی۔ انھوں نے تصنیف کی کوششیں کی طرف توجہ دی تھی، یہی آں (Brand) اور اسٹریس مان (Stressmann) جس کے لیے جہاں رہے تھے۔

[عالمی] جنگوں کے درمیان کا عرصہ تبدیل پذیر تھا: یعنی یہ صدی کے دہے کے شرے کی نند و دی خوش امید کی سے تر و تر رفتہ رفتہ بنی ہوئی مایوسی تک بچیں گیا تھا۔ ان کی قلمی و غیر قلمی خدمات، بحران کے بعد بحران پیدا ہو رہا تھا اور ہر قوم پر یہ حق ہوتا ہے کہ نگار کی چھائی تھی۔ جب نہیں کہ یوں ہوا، انسان، پیسے، حالت میں اور دیکھنا ان کو دیکھنے کے مطابق کر رہا تھا، جیسے کہ اس نے کہا ہے، جو حاصل حالت کی حکومت، اور نتیجے میں جنگ کے لیے زرخیز ذمہ فرام کر رہے تھے۔

جہنمی میں جب مگر اقتدار پر فخر ہوا تو زیادہ تر میں دیکھ سکتے ہیں کہ سال بہ سال جنگ کے خطرے بڑھتے رہے۔ یہ تھے وہاں کی باتوں میں سے تھے جنہوں نے حالات کا صحیح تجزیہ کیا تھا، اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے برخلاف، فریسیائی لیگ کو مضبوط بنانے کے لیے مثبت کوششیں کی تھیں۔ مگر ان 1938 میں جیو-سیلیو اکا میں پیش قدمی کے بعد یوں نے بین الاقوامی جمہوری میڈیکل کمیٹی بنانے کی کوشش کی تھی۔ اسی برس، روزہ پیٹ سے ملے دن سے جہنمی کے خلاف اقدام کرنے کی ماکام کوشش کی تھی۔

اور پھر جنگ شروع ہوئی۔ جنگ کے شروع ہونے کی میں چنانچہ ایک بار پھر مزدور تحریک کو بااثر حقیقی من کے لیے اپنا اثر ڈالنے کے لیے مدد کیا تھا۔ وہ 1942 میں جنگ کے ختم ہونے تک ٹوٹا اس میں ملوث رہے تھے اور جرمینوں کے ہاتھوں قید ہوئے۔

بعد کے برسوں میں، یوں کو بہت سی امیدوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ کوئی ماسیڈن اس وقت ہوئی تھی جب فرانس کے غیر میڈیٹریڈ یونین کے رہنما GCT سے ملے ہوئے اور 1947 میں انھوں نے پٹا لگ کر روکا نہ کر سکا، اور اس کے بعد پھر، جب 1949 میں World Federation of Trade Unions نکلوان میں بن گئی تھی، دونوں صورتوں میں انھیں مزدور جیتنے کے اتحاد میں مدد پر پڑتی نظر آتی تھی، یہی جماعتوں سے دور کے اسی اتحاد میں، جس کے لیے انھوں نے ہمیشہ بنیاد سے کوششیں کی تھیں۔ پھر وہ ٹوٹا بھی غیر میونسٹریڈ یونین والوں میں شامل ہو گئے۔

اپنے ملک میں 1947 سے Conseil économique کے صدر تھے۔ یہ دایہ ایک مشورہ دینے والی تنظیم ہے جو تمام اقتصادی صورت سے متعلق ہوتا ہے۔ انھوں نے چالیس برس قبل جس کے قیام کی تجویز

پیش کی تھی۔ جنس ۱۹۴۶ء میں پختہ دینی کی فرانسیسی حکومت نے کام کیا تھا۔

بین۔ قوائی محاذ پر انھوں نے ILO میں اپنی سرگرمیوں جاری رکھی تھیں، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں فرانس کے مندوب رہے تھے اور انھوں نے یورپ کی تحریک میں حصہ لیا تھا، ۱۹۴۹ء میں جس کے صدر بن گئے تھے۔

ان کے زندگی بھر کے کام کا یہ محنت سناخا، دنیا کے معاملات میں یوہا کی مدد کے محنت پوش پیش کرتا ہے۔ ان کو ان کی خیراتی سرگرمیوں کی فرست کے ذریعے ملایا نہیں جاسکتا۔ زندگی بھر کے کام کی حقیقی معنویت اور قدر فروری اپنی جدوجہد سے ہی اُجاگر ہوتی ہیں۔

یوں یوہا کی ذات میں ایسی ہی شخصیت ملتی ہے۔ ان کی پوری زندگی انھیں ایسا آدمی ظاہر ہوتی ہے جس نے اپنی نوجوانی میں کام کیے ہوئے پرف حائل کرنے کی جدوجہد میں بھی کمزوری نہیں دکھائی، ایسی دنیا کی دنیا درکھے میں جو ہر انسان کے لیے ایک جیسی ہی ملکی دنیا جس میں امن کا دور دورہ ہو۔ انھیں احساس ہو گیا ہے کہ اسکی دنیا اس وقت تک حقیقت نہیں بن سکتی جب تک کہ اس کی مومرائی کی بنیاد کو انسانی انصاف اور جدوجہد پر قائم نہ ہو۔

وہ جانتے تھے کہ اس آدرش کی طرف پہلا قدم اٹھانے کے لیے مزید رہتے کے معیار کو چننا اور اس کے عمارت کو بہتر بنانا ہوگا، مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ ایک نئی دنیا کی بنیاد رکھنے کا طریقہ ہوگا۔

ان سب سے ایک ایسا آدمی بھرتا ہے، سرگرم، متحرک اور خوش دماغ، انسان جو دنیا میں اپنے سچے سچے کامیابی کے لیے لڑتا ہے، اپنے آئینہ جوں تک پہنچنے کے لیے ہمیں اس دنیا کی حقیقتوں پر ہی بھروسہ کرنا ہوگا، ہم جس میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

انھوں نے اپنی زندگی آدمیوں اور قوموں کے درمیان بھائی چارے کے فروغ، اور جنگ کے خلاف جدوجہد کے کام کے لیے وقف کر رکھی ہے۔

صدر نشین، نارویجی نوٹس کمیٹی Gunnar Jahn کی نیوی

خطبہ:

امن کی خاطر ٹریڈ یونین کی سرگرمیوں کے پچاس برس

آپ قیمتی طور پر حیرت انگیز ہیں۔ آپ سے یہ کہیں کہ ۵ دسمبر ۱۹۵۱ء کو پہلے کی شام کے چند منٹ میری زندگی کے سب سے نیا دور زندگی اور خوشی کے نجات تھے۔ ایک اخباری نامہ نگار نے، میں جس

کی فرمائش کے شرعی قیام پر تعریف کر چکا ہے، جو اپنے پیشرو ماننے والوں کی تسلی کے لیے مجھ سے سننے کی خبر بیان حاصل کرنے کی کوشش میں رات گئے مجھے یہ جاننے کے لیے آیا تھا کہ مارٹیا کی پورے مکان کی نوکریاں امن انعام کیسلی نے مجھے دنیا کا سب سے بڑا اور تیز رفتاری انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ دو وٹا ہال خبر کے بارے میں میرے دوستوں سے حیران ہو تھا، اس لیے کہ میں نے فوراً ہی اپنے آپ کو ٹریڈ یونین اور مزدور ہجرت سے اور ٹریڈ یونین سے متعلق غلام کیا تھا جو اس انعام کے لئے اور اس کے قائم کرنے والے کے بارے میں احرام کے ٹاٹا چھوڑتا ہے، اور ان دووں کے مشن کے بارے میں بھی جن پر اس کو عطا کرنے کی ذمہ داری ہوتی ہے، اور ان پر بھی جنہیں یہ انعام عطا کیا جاتا ہے۔ مگر میں آپ کو یقین دہانا چاہتا ہوں کہ ایک مختصر ترین لمحے کے لیے بھی میرے مکان میں نہیں تھا کہ یہ انعام تھا مجھ کو ہی دیا جاتا ہے۔

میں نے حتیٰ امکان کوشش کی ہے کہ میں امن اور انصاف کے آدرش کا قیام ترین مشن کی رہوں جو ٹریڈ یونین اور اس کا نشان تیار رہا ہے، اور ایسے اہم لمحے پر میرے لیے فوری قیام میں خود کو ان کے ایک ادنیٰ ناکہ کے صورت میں پیش کروں۔ [ابتدا] میں اس وقت ان کے نمائندے کی حیثیت میں گزار رہا ہوں، جب ان کی مستقل کوششوں کا تجزیہ پیش کر رہا ہوں، جو انہیں نے امن کے عہد کی بتا کرنے کے لیے کی تھی۔ تمام لوگ جس کی تمنا کرتے ہیں اور جن Jean Jaures کے الفاظ میں "ہلی نوٹ انسان کا آخری امن سے ملتا ہے" اور اپنے مقصد کے لیے ٹریڈ یونین اور ہم آہنگی حاصل کرنے کی تک اور میں ہے۔

[اس وقت] میرا جذبہ پھر بھی بہت تقسیم تھا۔ نہ میرے دوستوں اور نہ میرے شاہ خاندان نے، جو کہی اور کے مقابلے میں مجھے زیادہ جانتے ہیں، میرے اعصاب کی مددیت پر بھی شہرہ کیا ہے۔ [مگر] اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ وہ میری ہر رائے کریں گے۔ اور ڈرامہ گر میری تہذیبوں سے [مجھے] اسکی خاموشی کا مشورہ دیں گے، جس کو ان میں سے کچھ صدمہ کا نام دیتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ نصرت نے مجھے مناسب درجے کے سپر اور نہ جینی سے ڈرنا ہے، پھر بھی میں دنیا کی کوئی شے نہیں گاؤں میں آپ سے یہ کہوں کہ اس اخبار کی نمائندے کو اہلکار حاصل کرنے کے لیے شہر دو گھنٹے کے بعد میں سکوں سے سوتا تھا۔

اور پھر اس طویل عرصے کے دوران مجھ پر میری یہ دین صدمہ اور ہو گئی تھی۔ میرے [خافے] نے مجھے وہ مکان دکھایا جہاں میں پیدا ہوا تھا، جو 1889 میں Grenelle کے مذاک کے ساتھ پختہ ہستی سے نائب ہو گیا تھا۔

میں دو بڑے کام بھی نہیں تھا، جب میرے والدین اس علاقے کو چھوڑ گئے تھے، اور ملک میں ایک مختصر وقت کے قیام کے بعد، انہوں نے Aubervilliers میں اپنا گھر بنا لیا تھا۔ یہ قصہ ویران سے بہت قریب واقع ہے جہاں میں نے صدق کے (آخر میں اپنے صدمہ شاپ کے دن گزارے تھے۔ اس وقت نصف زر مکی ہونے کے باعث، وہ آج کے صنعتی شہروں میں نہیں تھا اس میں مچھ کے لیے کھلے میدان تھے، جو گرمیوں کے موسم میں ان کی کھلیاں بن جاتی تھیں اور میں Courneuve دریا کے شگاف پانی سے

میرا بکریا کرتا تھا جو بکریا سے گزرتا تھا، جس میں نہا نے اور میرا آن کرے میں میرے ٹکڑے کھا رہے تھے۔

اس تقریباً دو صدی زندگی نے مجھے سخت کوشش اور مضبوطی آدنی بنا دی تھی، وہ اپنے خاندان کی فائز سے پاک زندگی اور اس کے خطرات کے باوجود میں ان تزارے دونوں کو بھی نہ توں سے یاد کرتا ہوں۔  
پھر بھی یہ Aubervilliers کی تھا جہاں مجھے پہلی بار مزدوروں کی بیجوہ دوران کی زندگی کے لیے بہتر حالات کے لیے سخت جدوجہد کے نتائج کا اندازہ تھا۔ یہ میرے مستقبل پر میرے اثرات کا باعث ہوئے تھے۔

میرے والد اپنے عقیدے میں کے میونسٹ تھے۔ 1871 میں مزدوروں کی فکست کے باوجود ان کے جدوجہد کے مستعد ہے نے دو صدی کے کارخانے کے مزدوروں کی جڑاؤں میں ان تھک اور توانا کر دیا اور کیا تھا، جہاں اس کے قونی حکیت میں لیے جانے سے لگی، انھوں نے نظامیہ کے خلاف کام کیا تھا۔ میری والدین باہمت کوششیں، جو باورپائی حیثیت میں اپنی ملازمت پر واپس گئی تھی، میرے والدین تنگوار کے بند ہو جانے کے باعث کافی نہیں تھیں، دوران میں ہر تاروں کے دوران، بارہوی کا ہونے سے پہلے ہی مجھے Aubervilliers میں قائم لاجلانی کے آپ کارخانے میں کام کرنے کے لیے اپنے ہمدانی اسکوٹ و ٹیرا ہارن پناہ کیا تھا۔

میں جس مذہبی اسکوٹ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اس کے ڈائریکٹریں بہت فرائض کی بنا پر میرے والد، اور ہر شخص میری والدہ چاہتی تھیں کہ مجھے National School of Arts and Crafts میں بھیجا جائے تاکہ میں جھاک ٹیمپٹر بن جاؤں۔ میں تعلیم کا شوقین تھا، اور مجھ میں کچھ لٹری ٹیکنیکل صلاحیتیں بھی تھیں، لہذا میں Gilbert کے پرائمری اسکوٹ میں داخل ہو گیا۔ ایک برس سے کم عمری کے بعد، خاندانی پرستی کی مشکلات کے باعث مجھے اسکوٹ چھوڑنا پڑا، اور Michaux Soap Works میں ملازمت اختیار کرنے پڑی تھی۔ اس کے بعد سے، سوئے اسکوٹ کی تعلیم کی ایک اور کوشش کے، جو میں نے Diderot Vocational School میں کی تھی جب میں چھوڑ دیا تھا، میں صنعتی مزدوری مشقت سے پرندگی میں گرفتار ہو گیا تھا۔

جب میں سولہ برس کا تھا، میں ایک سرائی کے کارخانے کی ٹریڈ یونین کا رکن بن گیا، جہاں بعد میں اپنے والد کے ساتھ شریک ہو گیا۔ میں نے یہ فیصلہ بغیر کسی رد و کد کے کیا تھا۔ میرے والد کی قونی مثال میرے ماننے تھی اور میرے اپنے تجربے نے میری لٹری طور پر رہنمائی کی تھی کہ میں مزدوروں کی تحریک میں شامل ہو جاؤں۔ مجھے ذاتی طور پر [موجودہ] سماجی تحم سے تھکات ہوئے تھے۔ میرا اسکوٹ میں کیا ہو کام، میری دانشوران صلاحیتیں، تعلیم حاصل کرنے کی میری خواہش مندی، سب صفر ہو کر رہ گئی تھیں۔ مجھے جبراً پرائمری لائیوٹی اسکوٹ چھوڑنے پڑے، اور ایک نیا سہارنخواہ دار بننا پڑ گیا تھا۔

دنیا کے تمام ملک آج کے دن کو قوام متحدہ میں نسائی حقوق کے عالمی اعلانات کی منظوری کی سرگرمی کے

ظہور پہ منہ کرتے ہیں۔ اس جوش اور جوش کے ساتھ جس کو فی مہر و ملت کی باتیں نے چنگا رکھی تھیں وہیں اور جن کے باعث اپنی پوری ملا جلیوں کے امکانات کے حصول میں کام کرنے کے باوجود اس اپنے ہی یقین کا طے کیا کہ چاہتا ہوں کہ ایک دن ٹریڈ یونین والوں اور شہید و جمہوریت پسندوں کے فلسفہ انسان کے تمام حقوق اور ناقابل تقسیم حقوق حاصل کر لیے جائیں گے، بغیر تحفظات کے ان کا اعتراف کیا جائے گا اور آدمی بغیر کسی رکاوٹ کے ان حقوق کو استعمال کر سکے گا۔

اس احساں نے سیر کے ساتھ بہت بے انتہائی ہوئی ہے، مجھے Auber villiers کے Libertainan گروہ کے کتب خانے میں پناہ ملی تھی۔ وقت گزرنے پر مجبور ہو کر وہاں جوان بھیلوں میں سے ایک تھی جہاں میں اپنے کامات سے دانش و دانہ فراہم کرتا تھا۔ تیار دیکھا کہ وہاں مجھے احساں ہمارا کرتا ہے کے مطالعے سے میرے احساںات میں بغلات کے جذبوں کے قیام پائی اور سماجی ماخوذی کے خلاف میرے ارادوں کو مستحکم کر دیا تھا۔

میری تجویز سے کہ اب بین الاقوامی من کے لیے ٹریڈ یونین سرگرمیوں پر نظر ڈالی کی جائے۔ اس کے لیے میں دوسری تمام صورتوں سے سرب نظر رکھوں گا، مگر سب سے پہلے مزدوروں کی صحت کے تحفظ کی خاطر مثبت نتائج حاصل کرنے کے خیال سے میں جلی میڈیکل کی وجود بیان کیا چاہوں گا، میں نے خود بھی جس میں شرکت کی تھی۔ میں نے اس برتاؤ میں بھٹ ٹریڈ یونین کے ایک ممبر کی حیثیت ہی سے نہیں، بلکہ اس کے منتظر سیریز کی حیثیت میں شرکت کی تھی، دوسرے فنکاروں میں، آپ حضرات کو اس عہدے کی فرغی اور نے داریوں کی فکرت، جھٹک پیش کرنے کے لیے عرض کیا چاہوں گا کہ میں ٹریڈ یونین کا کونسا، بہتر سبیل اور کبھی کبھی وفاداری مینٹ کی دیکھ دیکھا کرتا تھا۔ میرے خیال میں، مجھ میں دیکھا، غور نہیں کیا، کیونکہ ایک ٹریڈ یونین والے میں ہوتا ہے اور جو سمجھتا بھی تو شاید اس معمولی تھیم کو بنا پاتا جو میرے دوسرے ساتھیوں کی تھیم کے مقابلے میں زیادہ تھی کہ Third Republic کے نام میں کی جانے والی اسکول کی اصلاحات کو دل پر رکھی نہیں ہوئے تھے۔

National Federation of Match Factory Workers کے اُکس نے پورا C G T سے منتخب رجب ہوئے جو 1859 میں قائم ہوئی تھی، اس میڈیکل کا، جس میں پوری ٹریڈ کارپوریشن شامل تھی، مقصد دینا ملائی بنانے کے عمل میں فلاحی کے استعمال سے نکالنا تھا، اس کے باوجود کارکنوں کے دانتوں کی صحت کے حوالے سے، اس میں معمولی مہم بھی نظر نہیں آتا۔ میڈیکل ایک مہینے تک جاری رہی تھی، عوامی کے نتیجے میں برن (Bern) کانفرنس ہوئی جس کے مطالبے پر مقررہ اداروں کے انتظام کی مہنت کر دی گئی مقررہ طور پر پوٹلی کامیابی ٹریڈ یونین کے کام میں میری بہت اہمیت فرمائی کہی ہوئی، ساتھ ہی اس نے ماخوذی کے خلاف کام کرنے اور نو جوانی میں ٹھوس قسم کی کامیابی حاصل کرنے کی ضرورت کو بھیز کیے رکھا۔

اس میڈیکل کا ایک دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ کام کے لیے ایک مسلسل [غیر کام] مشین کی جیسا کہ ہم اس کو اس

وقت اسی نام سے پکائے تھے کام میں لایا جائے گا جس سے پیداوار میں اضافے سے ساتھ ساتھ کارکنوں کی مشقوں میں کمی بھی ہوئی اس نے ٹریڈ یونین ازم کو سمجھنے میں میری رہنمائی کی کہ اسے مزدور جیسے ہی آزادانہ اور سماجی تبدیلی اور صنعتی دفتروں کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ اور مجھے اسی بات کے اوماک میں دینے نہیں تھی کہ اس میں اپنی کوتاہی کرنے والی جگہ کے ہمیشہ ہر اتے ہوئے رائے سے آزادی ملنے کے موثر طریقے موجود ہیں۔

میں یونین حضرات میں اس حقیقت کا بھی اعتراف یہاں نہ کروں کہ یونین کے لیے، ٹریڈ یونین اور باغیوں فریڈ یونین کی جدوجہد کا میں نے جس میں خود کو ہی نہیں اپنی جوانی کے تمام تر اشتیاق کو بھی عہد تک دیا تھا، پیدا کیوں مسکینت کا مخالف خیالات میں اور کبھی عمل میں بھی ہوا تھا۔ یہ جہد ہے کے خلاف بیج کا جان و جہد نہ چھپایا جہاں سب سے بڑے تباہوں میں سے نہیں؟ اور یہی وہ فضول بات نہیں ہوئی کہ ٹریڈ یونین تحریک کو ابتر کرنے والے مزدور اور اثرات کی حالت تحریک ہونے کے باعث بڑا بھڑا کیا جائے؟ اس کے باہر یونین کا جیت بھی قدرہ اعمال کے لوگوں کو ان کے عقائد کے باعث کہ صورت ٹریڈ یونین کے خلاف کھڑا ہے، بڑا بھڑا نہیں کرتے۔ مگر خود بھی ہم اور کافی حد تک پختہ خیالات کی کمی کے باعث، کبھی کبھی مظاہر قدرت کے خدائی روپ کے باعث خود مظاہر قدرت ہی کو غلط سمجھ بیٹھتے ہیں۔ میں اس میں یہ اضافہ بھی کرنا چاہوں گا کہ اس دور کی میری پوزیشن مثلاً اس سراب کے باعث جسے نہ مٹے ہوئے یونین تا زو کہہ دیتے ہیں، کسی تعمیراتی خواہش کے بھلے عمارت کے بارے میں مزید غیر منطقی امید سے جوش و خروش پیدا کر دیتی ہے اور وہ شوق زیادہ مزید پیدا کر دیتا ہے جو بے وقوفی، جبریت اور دست برداری کے اس عہد میں ہمارے بڑے اعظم نہ قائم رہا ہے، یہاں نہ اعظم جسے وہ ہی جگہوں نے اخلاقی کی نہیں مادی طور پر فائز کئے رکھ دیا ہے۔ کسی خطیب نے ایک بار کہا تھا، "جنگ چھڑ جانے سے تو عوام اس کے سب سے بڑے شکار ہوتے ہیں۔" اور یونینی طور پر پہنے عہد سے زیادہ سمجھ کر رہا تھا۔ جنگ نہ صرف ہزاروں، ہزاروں ان تعداد میں مزدوروں کو مار دیتی ہے، ان کے گھروں کو تباہ کر دیتی ہے، ان کھیتوں کو تاراج کر دیتی ہے جن کو سمجھنے کے قابل بنانے میں زمانہ لگ جاتا ہے، کارخانوں کو زمین کے برابر کر دیتی ہے جنہیں انہوں [مزدوروں] نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا ہے اور ہر سال کے لیے مزدوروں کے معیار زندگی کو تاراج دیتی ہے، ہر آدمی کو تباہیوں کے پیش نظر اس کی مجبوریوں کی یاد دلاتی ہے، اور نتیجے کے طور پر امن، انصاف اور بہبود کے عہد کو بڑی طریت پہنچ کر دیتی ہے۔

یہاں 1900 میں ہم میں بہت جوش و خروش تھا۔ مٹی بھی شے، مٹی وہ کچھ بھی رہی ہو اس وقت ہمارے لیے ناممکن نہیں تھی، اور اس پر یونین کے لیے ہمارے پاس جواز تھا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس کا نتیجہ ایڈلر (Viktor Adler) [ایک اشتراکی سیاست دان جس نے یونین صحتی جیسوی میں سوشلسٹ وریز پارٹی کی بنیاد رکھی] کے بعد وہاں برائے (Wilbur Wright) [وہ پیدا انسان جس نے سولہ نئی وٹمنس نہ دیکھا تھا] ہمیں اڑنے کے قابل بنادے گا۔

اپنی فوجی خدمت کے بعد، میں کانٹا نے اورڈین پین میں واپس چلا آیا۔ اس کے بعد سے میں اپنے آپ کو تحریک کے قصبے سے الگ رکھوں گا۔ اس لیے نہیں کہ ہمارے راستے جدا ہو گئے تھے۔ دراصل وہ 1909 میں پھر برسرِ عمل جاتے ہیں۔ بلکہ میں نے سراہا جو قریبی تعلقات کے، نریڈ یونین ازم آؤ ڈیوٹیاں انفرادیت پسندی سے بالکل جدا نوعیت کا کام ہے۔

تھوڈی دی پے میں نے (C G T) Confédération générale du travail کی 1895 میں بنیاد ڈرائی کا تذکرہ کیا تھا۔ اس کو Federation of Trade Unions کی جھڑپ نام یہ گیا تھا جس کی تنظیمیں 1886 میں ہوئی تھیں۔ دراصل، C G T کے تحت کارکنوں کا مکمل اتحاد 1902 تک نہیں ہو سکا تھا جب کہ Montpellier کا گمریں میں Federation of Labour Exchanges کو Division of Labour Exchanges کی حیثیت میں C G T میں ضم کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس مرحلے میں جب مزدوروں کے اتحاد کو مستحکم کیا جا رہا تھا، C G T اپنے سرورہ کا گمریں میں تنظیم دیرانہائی و محرومی سے آگے بڑھ چکی تھی اور 1898 میں جس نے عمومی ترکیب سوجاات کے حق میں اپنا موقف اختیار کیا تھا۔

”کا گمریں (تحریک کو پد نے انداز میں بیان کیا ہے) کے نزدیک تمام لوگ بھائی جیسے ہیں اور جنگ ملی نوع انسان کے لیے سب سے بڑا قہر ہوتا ہے۔“

— یہ جانتے ہوئے کہ سطح بنیاد میں، جو فوجوں کے اخراجات کے لیے بڑھائے جانے والے ٹیکس پر بیج

ہوتا ہے، تمام لوگوں کی بربادی کا سامان بنتا ہے۔

— اعدانِ نسبی ہے کہ اس وقت کو جو نہ سوں صرف دھڑیوں، ذوجاؤں، طاقتوں اور ہٹے کے انسانوں پر کئی برس تک ٹھہری ہو جاتی ہے، انسانیت کی خدمت کے لیے کیے جانے والے کاموں پر صرف کی جان چاہیے۔

— اس غرض کا اظہار کرتی ہے کہ ترکیب سوجاات پر فوراً عمل میں آجیے۔“

1900 اور 1901 میں C G T نے فیاض نظر کی

آئی یہ اعلانات اور فیصلے بہت نرم معروضہ ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ان اعلانات کے ساتھ ہی فوج میں الگ احتجاج بھی کیا گیا تھا اور Dreyfus مقدمے کو دوبارہ جاننے کے لیے شدید شور مچا بھی ہو تھا۔ مسکرت پسندوں کی جانب سے جن کے بنیاد میں Council of War سے تعلقات نے فوج اور خصوصاً اس کے افسروں کے بارے میں ناواجب شبہات پیدا کر دیے تھے، اس کی زور و شور سے مخالفت بھی کی گئی تھی۔

1902 کے بعد سے C G T کا گمریں کے تمام مشنری اہلکاروں میں کن کی حمایت میں کام کرنے

کے بارے میں غور کیا گیا ہے۔ سب سے پہلی بار، جنگ کے چھڑ جانے کے ساتھ ہی ورتنہ میں منعقد ہونے والی

1904 کی کانگریس میں اعدانِ نسبی کا قیام تھا کہ ایسے وقت میں جب دو قومیں ایک دوسرے کا گھوکاٹنے کے در

پے تھے، ٹھکرائیں اور استعجاب کرنے والوں کے مفاد کی خاطر ماضی کے بڑے وے کے قبل عام کے فوٹو لے جانے پر، جو دئیے بھر کے دئیے تھے کو غلام رکھنا چاہتے تھے۔ یہ کانگریس دونوں حکومتوں کے مخالف روپے پر اٹھنا یا راستگی کرتی ہے، جو حقیقت میں اس کی بدعتی ہوئی ہے۔ قرائن کو دور کرنے کی غرض سے، وہیں پہتانا جذبات سے اٹھنا کرتی تھی کہ وہ بغیر کسی سائل کے سرائوں کا رخصت کے یہی تھے اور عمارت گرنی میں موٹ ہوئی تھیں تاکہ وہ اپنے استحقاق کے مقابل کا تحفظ کریں۔“

بین الاقوامی آسمان پر [آٹھ است کے] اداں چھتے جا رہے تھے، اور یونین، اداں کے دیوں میں سخت پیدا ہوئی تھی۔ 1906 میں ہونے والی کانگریس نے "اندر قسم کی مسکویت کی ایک شر و اسامیت" کی منظوری دی اور 1908 کی کانگریس نے فیصلہ کیا کہ وہ "اعلان جنگ کے ساتھ تصفی عام" کے اداں کا جواب دے گی۔ 1910 اور 1912 کے کانگریس اجلاس میں ان تہاویں کی منظوری دی گئی اور جبر کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا، مگر 1912 بلقان کی جنگ کا سال تھا اور قریب نہ کوششیں شروع ہو چکی تھیں، جنہوں نے جنگ کو دور تک پھیلنے کی دھمکی دے دی تھی، اور اکتوبر کے مہینے میں منقطع ہونے والے خصوصی کانفرنس نے کانگریس بدلنے کا فیصلہ کیا جس کا مقصد صرف جنگ کے خلاف کا مقصد تھا۔ اس میں منظور ہونے والی قراردادوں کے بنانے پر صرف یونین تنظیموں کے اعتماد پر مشابہ تھی۔ حکومتوں کو آگ اور خون کے پھیلے ہوئے تہزوں میں جانے سے روکنے کی غرض سے کانگریس نے اپنے ارادوں پر قائم رہنے کا فیصلہ کیا تاکہ فوجی تبدیلی کی صورت میں تبدیلی قدم ٹھکے جائیں۔

اگر ہم اپنے آپ کو پھیلانے کی کانگریسوں کی منظوری ہوئی قرار دیں تو ہم درمیان کے تو کم مزدور کے قدام کی اہمیت کے بارے میں غلط تصور پیش کریں گے۔ ان اطلاعات پر قناعت کرنے کے بجائے مزید یونینوں نے بین الاقوامی تناظر کے سب سے قائم کیے اور ہر اس پالیسی کی حمایت میں قدم اٹھایا جو مصالحت اور افہام و تفہیم کی بنیاد پر ترتیب دی گئی تھی۔ 1900 اور 1901 کے درمیان GGT اور یہ قانونی مزبور حقیقت نے اکٹھے ہو کر Entente Cordiale [مہم اور مراکش پر ٹھکرائی کے بارے میں 1904 میں یہ عہدہ اور فرانس کے درمیان ہونے والا معاہدہ] نامی معاہدہ کرنے میں ہاتھ بٹایا۔ اس کام کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لیے ضروری ہے کہ اس تناظر کی کیفیت پر غور کیا جائے جو 1898 Fashoda [میں یہ عہدہ اور فرانس کے درمیان فریج کی نوآبادیات پر ہونے والا تنازعہ جس پر جنگ چھڑ جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا] کے معاملے کے بعد پیدا ہو گیا تھا، اور ان طریقے مشاعتوں پر نظر کافی جائے جو ان دنوں ہو رہی تھیں۔ قادریہ کے وقت کے دوران 22 جولائی 1911 کو GGT کی جانب سے ایک ہندوستانی بھیجی گئی تھی اور اس کے بعد والے مہینے میں لندن سے ایک شدید یونین ہندوستانی آیا۔ [گویا فرانسیسی درجہ میں طبعی معاملہ کر جنگ کو مانگنے کی کوششیں کر رہے تھے۔

صرف فریج یونین کے درمیان ہونے والے یہ فوجی سب سے ہی دو بین الاقوامی سب سے نہیں تھے جو قائم کیے



گئے تھے۔ *Workers' International* کی جنس کے بعد بین الاقوامی مزدوروں کے کئی اجتماعات ہوئے تھے۔

ایک اجتماع 1895 میں زیورخ میں ہوا تھا اور ایک 1896 میں لندن میں؛ جن میں ٹریڈ یونین کے مندوبین اور سوشلسٹ فرن رکنوں کی سیاسی جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے تھے۔ لندن کے اجتماع میں دو بڑے ٹریڈ یونین والوں کے علاوہ جو لوگ شریک ہوئے تھے ان میں *Fernand Pelloutier* اور *Guerrard* نے اور ان ور *Keuer* بھی شامل تھے۔ ان کے یہ جیسا کہ بہت سے ماقدماتی والوں نے اس کو فتنہ کی بجائے دنیا کی غیر معمولی نہیں تھے اور ایک فی مابین بین الاقوامی ٹریڈ یونین کا تصور قابل وار 1901 میں کوپن ہیگن میں ہونے والی *Congress of Scandinavian Trade Unions* میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ وفد کے درمیان مدد و راستہ کو ہونے والے یہ دیرانہ تعلقات کا نتیجہ تھا۔ اس کی تجویز تھیں *(Legien)* نے پیش کی تھی جو جرمنی کی ٹریڈ یونین کی چارل کمپنی کی نمائندگی کر رہا تھا۔ اس میں سے یہ نتیجہ نکلا کہ 1902 میں ہونے والی جرمن ٹریڈ یونین کی کانگریس میں مختلف قومی تنظیموں کو شرکت کی دعوت دی جائے۔ جرمنی، مہمانیہ عظمیٰ، آئرلینڈ، ایسٹریچا، ڈینمارک، ہسپانیہ، فرانس، نیدرلینڈ، اٹلی، ناروے، سویڈن اور سٹریٹ لینڈ نے انہی کا مثبت جواب دیا اور بین الاقوامی ٹریڈ یونین کانگریس کی تنظیم کی تجویز کی منظوری دی جنہیں پابندی سے اکٹھے ہوا تھا۔ اس کا مشورہ دینا وقتاً فوقتاً ہوتا تھا کہ ہر دو سال کی ترتیب، مزدوروں پر اثر انداز ہونے والے قوانین کا آپس میں تبادلہ اور باہر بیڑا مل ہونے کی صورت میں باہمی تبادلہ۔ اس کے بعد پہلا بین الاقوامی رابطوں کا سلسلہ قائم ہوا اور 1903 میں ڈبلن میں *International Trade-Union Secretariat* کا قیام عمل میں آیا۔

*Secretariat* سے دو کام بطور پہلے وعدہ کے بغیر رہا۔ پہلے انیسویں *G G T* نے 1904 میں پانچ سو دس دینا بند کر دیا۔ پھر ڈاکٹ نے مسکریات مخالفت کے سوال کو ایسا ہی میں ہونے والی کانفرنس کے ایجنڈے میں شامل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ میں اس حد تک نہیں چاؤں گا کہ میں یہ کہوں کہ بیوروں کے مقابلے میں فرانسیسی ٹریڈ یونین اس کی لیے کی جانے والی جدوجہد کو زیادہ سمیت دیتی ہیں؛ مگر یہ قسطنطنیہ پر وہ اس [اسن] کا اپنے دل سے نیا اور تازہ خیال نہیں تھا۔

1908 میں ہارلم میں ہونے والی *G G T Congress* کے بعد تعلقات دوبارہ متواتر رہے گئے اور سیکریٹریٹ کی رضامندی سے یہ طے کر لیا گیا کہ وقتی بین الاقوامی کانگریس کے انعقاد کو احمد ہونے والی کانگریس کے ایجنڈے میں شامل کر لیا جائے۔

یہ کانگریس، جو کہ پانچویں تھی، قسطنطنیہ میں منعقد ہوئی اور اس میں کچھ جذباتی پھٹیں بھی ہوئیں، جو واقعی بہت جذباتی تھیں۔ اس کا سیکریٹری ہونے کے ماتے میں *G G T* کا ترجمان تھا۔ میں نے جاب فی میں اپنے ایک مضمون میں اس کا تذکرہ بھی کیا ہے، جو میرے خیال میں، [میرے لیے یہاں] اس کے ابتدائی کام کا

اقتباس ٹیٹل آرمی میگزین سے، اس لیے کہ یہ غلط نہ صرف ہمارے بلکہ American Federation of Labor کے نمائندے کے موقف کو بھی واضح کرتے ہیں۔

”مجھے یہ ستمبر 1908 کو ایک بار پھر Gompers [سیکول گومپرز] تاریخ کا مشہور خط نوٹ، امریکی ٹریڈ یونین لیڈر [نظر آتا تھا۔ یہ Trade-Union Secretariats کو ہیں اور قوانین کا گمرکس کا دوسرا این تھا۔ میں تمام ان ایک حلقے میں اور قوانین کا گمرکس طلب کرتا رہا تھا، اور بااثر مجبوراً مجھے پڑے جوشیہ ہڈ ز میں تھننا کرنا پڑ گیا۔ سر پیر کے اجلاس میں، جب ہمزائیں C G T سے بحث میں کامیابی حاصل کر چکے تھے گومپرز، جو امریکی ٹریڈ یونین کی نمائندگی کر رہا تھا، اُنہی کو میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہنے اطمینان کا اظہار کیا تھا“

دو اور ہمزائیں، جن میں پہلی 1911 میں یون پیسٹ میں ہوئی تھی، اس بار جس میں American Federation of Labor امریکی عور پ، اور Industrial Workers of the World غیر امریکی عور پ شامل ہوئی تھیں۔ دونوں گمرکس کے اجلاس 1913 میں زیورٹ میں منعقد ہوئے تھے دوسری ہمزائیں میں ہم نے International Vocational Secretariats سے اپیل بھی کی تھی کہ بین الاقوامی سطح کی ایک بین کانفرس بھی ہونی چاہئے۔ زیورٹ کی کانفرس میں منظور ہونے والی قرارداد نے سفارشات کی تھی کہ تمام ملکوں کی ٹریڈ یونینیں ایک International Federation of Labor کے قیام پر غور کریں جس کا مقصد ”تمام ملکوں کے عور پ کا کرنے والے مزدوروں کے حقوق اور مفادات کا تحفظ“ ہوگا، اور اس جلسے کے آخری لحاظ ہیں“ اور بین الاقوامی برادری اور باہمی اتفاق کا حصول۔“

ٹریڈ یونین تحریک عموماً غیر عوامی سے نکل کر اپنے روشن مستقبل سے آتش سوری تھی۔ زیورٹ میں وہ اپنے آپ کو یک ہد ساجی پلہ نہیں سمجھ رہی تھی، وہ جس قسم کی بین الاقوامی ہم آہنگی رہا چوری تھی، اس ہم آہنگی سے کہیں مختلف تھی جو ہمزائیں کے دوران مزید پیش میں ہوتی رہے، جس کا اُس وقت تک تصور کیا جا رہا تھا وہ دیرانی واقعات جو اس کی نشوونما کے دوران قبل از وقت پیدا ہو رہے تھے یہی سے اس کی عورت میں صداقت کر رہے تھے۔

میری ٹیٹل سے دیک جو فی 1914 کے آئری ڈوں کو کبھی نہیں بھول سکیں گے، یہ خصوصی وہ لوگ جو یہی سے پڑھتے سونے ٹون کے سمندر کے خلاف بند باندھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جولائی کی 27 تاریخ کے بعد ہمارے C G T نے امکان کے حصول کی کوشش بھی ترک نہیں کی۔

ان رہنماؤں کے نزدیک، جو قہر قول Ultimate Right کے جذبے سے سرشار تھے، جسے دیشا واجتی توہم پر سند و کتاب کرتے تھے عام آدمی کو سوچ کے خوف تھا۔ انسان کہہ رہا تھا، ”جنگ ان مسائل کا حل نہیں جو ہمیں درپیش ہیں یہ اب بھی ہے اور ہمیشہ انسان کی بڑی مصیبتوں میں سے ہے۔“ پس اس کو دور کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی پڑے گی۔“ جو 30 جولائی کو C G T نے International

Secretariat کو دسکے ذریعے اپنی سب سے بڑی نئی نسل کے جس میں استدعا کی گئی تھی کہ وہ کمپنوں پر پتہ لگاؤ کے ذریعے کی معاملے میں مداخلت کرے۔

انہوں نے ایسا کر ہم سب جانتے ہیں بے جبری سے کی جانے والی تمام کوششیں بے کار گئیں! یہ تھی ہم کو اپنے آدرش کو کچھ دینے پر مجبور نہیں کر سکی! اس کے برعکس، تنازعے کے بعد پچھلے مہینے ہی سے اس نے اس کے حصول کی شرائط کی طرف ہماری توجہ دلائی۔

دسمبر ۱۹۱۴ سے آخر میں، International Federation of Labour نے National Trade-Union Organizations کی ایک بین الاقوامی کانفرنس، ایسی دن اور راتیں جہاں منعقد کرنے کی تجویز پیش کی جس میں کانفرنس منعقد ہونے والی تھی، تاکہ طبقہ عوام اور کارکنوں کے درمیان اچھے تعلقات سنبھال رکھے جائیں اور بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کی دعوت افغانی سے ایک دن پہلے کی فیڈریشن بنیاد رکھی جائے گی۔" G G T کی Le Comité confédéral نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور خود ہی تمام مزید یونینوں اور کارکنوں کو ایک منشور جاری کر دیا۔ میر خیال ہے کہ اس متن کا پیش کردہ حصہ اس سے پچھلے مہینوں سے کم پڑا ہے۔ یہ مطالبے کے ساتھ نتیجہ اخذ کرتا ہے: "خفیہ معاہدوں کے خاتمہ کو چھپانا، قوموں کے لیے مطلق الامتداد بین الاقوامی سطح پر اسلحوں پر فوری حد بندی کا نفاذ، جو طریقہ ہے ترک اسلحہ جات تک پہنچنے کا، اور قوموں کے درمیان تنازعات کے حل کے لیے لازمی مداخلت۔"

یہ نتیجہات بعد ہی پھیل گئے۔ اور اس کی جنم پل جس ۱۹۱۶ میں لیڈز (Leeds) کی کانفرنس، جنوری ۱۹۱۷ میں لندن کی ادارتی کمیٹی جنوں اور اسٹیوڈنٹس میں بدترتیب سناٹا ہو کر ریڈ میں ہونے والی کانفرنس۔ لیڈز میں ایک ٹریڈ یونین کے متن میں بین الاقوامی لیبر آرگنائزیشن کا خیال نظر آتا تھا، جس میں ان خطرات کی نشان دہی بھی تھی جو مزید بڑھتے ہوئے بین الاقوامی سرمایہ کاری کی مسابقت سے درپیش تھیں۔ G G T کی طرف سے پیش کی گئی رپورٹ میں ہم نے طے کیا کہ اس کے مطابق کمیونٹیوں کے کارکنوں کے جذبے کے تحت، United States of Europe کی بنیاد کا پورا مقصد رکھنا چاہیے۔ لندن میں یونیورسٹی آف ٹیچنگ کے لیے شدید حمایت کی جارہی تھی، تمام تر منطقی نتائج کے ساتھ ساتھ عام ترک اسلحہ جات سے پچھلے مہینوں کے لیے حد بندی کی مداخلت ہو گئی ہو کہ G G T نے بین الاقوامی لیبر آرگنائزیشن کی وکالت کی تھی۔

جون ۱۹۱۷ میں سناٹا ہو کر مرکز کی یورپ اور اسٹیوڈنٹس کی یونیورسٹی کمیٹیوں کی ٹریڈ یونینوں کے نمائندوں نے ان تمام فیصلوں سے اتفاق کیا اور ان کو جوینڈر میں کیے گئے تھے، بلکہ اس سلسلے میں اتحادی کمیٹیوں کی قریبی یونینوں، بالخصوص G G T کو مہارت و دہائی پیش کی تھی۔ اکتوبر ۱۹۱۷ کی ابتدا میں Association of Swiss Trade Unions کی جانب سے لندن میں ٹریڈ یونینوں کی ایک اور بین الاقوامی کانفرنس بدلتی گئی تھی۔ اس میں جرمنی، آسٹریا، یوگوسلاویہ، بلغاریہ، رومانیہ، ہنگری، نیدرلینڈ، ناروے، سویڈن اور سویٹزرلینڈ کے قومی کارکنوں کی نمائندگی تھی، اور ان سب نے لیڈز اور لندن میں منظور ہونے والی تمام تجویزوں کی توثیق کی

تھی۔

فروری 1918 میں منعقد ہونے والی Free-Aligned Labour and Socialist Conference نے ایک یادداشت پیش کی تھی جس میں دو ترمیمی دستخط کیے گئے تھے جو جیٹنا پیسے کی پیش کیے گئے ہوں گے، مگر اس میں ہم نے ایک ورائے قومی متقدمہ کے قیام کا مطالبہ بھی کیا تھا یعنی: "ایک بین الاقوامی قانون ساز اسمبلی کی تشکیل" اور "ایک ایسے بین الاقوامی قانون کی پندرہ تنظیمیں جو سب کا منظور شدہ ہو جس کی صاف انداز میں تشریح بھی کی گئی ہو"۔ مگر پہنچتے وقت سے آگے چل کر سب سے دور میل بہت آگے۔ اس لیے کہ تنظیمیں جس قدر بھی یہ تیار ہونا منظور نہیں کی گئی تھیں۔ کانفرنس نے استدعا کی تھی کہ اہم زعمہ ہر کاری کی بندوں کے ساتھ سوشل ازم اور مزید کا ایک نو کندہ بھی ہر کاری امن کانفرنس میں پیش کیے۔ اس درخواست کو، جسے C G T نے 15 دسمبر 1918 میں، کم و بیش نئی شکل کے ساتھ دیا گیا تھا۔ یہ صورتوں نے منظور کر لیا، اس کے نتیجے میں کوپنہاگن اور مجھے شک ہے کہ امریکا میں U.S.A اور ان کے وفود سے شملک کر دیا گیا تھا۔ ہم نے مذاق کی تفصیل کی تاہم بڑے فائن تحریر کی جانب سے اپنی تمام تر کوششوں کو یک جا کیا تھا، بالخصوص جہاں تک Part XIII تعلق تھا۔ مزید رہتے زیادہ سے زیادہ تین تین سے، بین الاقوامی فرمیں سے واقف ہوتے جا رہے تھے۔

میں مذاق کے اس حصے سے دو شکوک پیدا ہوئے۔ پہلی انتہائی پیش کیا چاہوں گا جنہوں نے LO کو جنم دیا تھا اور اس کے مستقل، یعنی International Labor Office کی جس کی سرگرمیوں اور محسوس کیے جانے والے نتائج کا اس مقام پر ذکر ضروری نہیں ہے۔ دونوں شکوکوں میں پہلی کی جا رہی تھی۔

"جب کہ ایک آف نیشنز کے قیام کا متقدمہ عالمی امن سے، اور یہاں امن صرف اسی وقت قائم کیا جاسکتا ہے جب اس کی بنیاد سماجی انصاف پر رکھی جائے۔"

اور جب کہ مزدوروں کے حقوق سے جو باتیں کرنا انصافی، دشواریاں درپاز سے دیکھنے پر لوگوں کی نگاہ اتنی بے چینی پیدا کرتی ہے کہ دنیا کا امن دراصل اس کی ہم آغوشی نظر سے مل پڑ جائے اور ان حالات میں بہتری کوئی ضروری ہو جائے۔"

1918 کے بعد سے ڈیڑھ دو تین گے پانچاؤں کو جتنی ہنگاموں کے جواب میں مزدوروں کی فوجی ہشت کا اظہار کیا گیا تھا کہ امن کے حصول کے لیے دنیا کی منظم تنظیمیں جائے۔ International Labor Office اور ایک آف نیشنز کی جنرل اسمبلی، جن کے کئی اجلاس ہو چکے تھے عالمی مذاکرات کو اپنی تیار ہونے کے ذریعے مو دیا کرتی تھیں۔ پھر بھی، ڈیڑھ دو تین ادارے اپنی محدود رہنمائیوں جاری رکھے ہوئے تھے۔ فروری 1919 میں جن جن ہونے والی تھیں۔ قومی کانفرنس اور امن کی کمیونڈاؤم میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں International Trade-Union Secretariat کو جنم دیا۔ International Federation of Trade Unions سے جو دیا گیا تھا، جسے ایک دوسری بین بین ممالک میں مل گئے تھے۔ اس کا سب سے پہلا

قدم ایک اکیلے تھی، میں قانونی باہمی تلافی کی، تاکہ آئندہ میں کسی قبضہ ماسک پر پہنچ کر دیا جائے اور آئندہ کے مزدور نقطہ سے بچ جائیں۔ اس اکیلے کے جواب میں مل گارڈوں میں بھر بھر کر ٹریڈ یونین کی دعاوی کی سوسائٹیاں انھیں مدد بھیج رہی تھیں۔ اس کا دوسرا کام سنگری کی ٹریڈ یونین کے جانب سے FSI میں داخل انداز کی تھی جو ان کی آزادی کا خطرے میں ڈال رہی تھی۔

تجوڑک فراموش کر چکے ہیں، کبھی کبھی فراموشی کی فرحت انگیز ہوتی ہے جیسے کہ۔ مگر FSI نے بھی، وہی مزدوروں کی جانب سے ہی شدت سے داخل انداز کی تھی، اس کے نمائندہ سے اوٹریڈ کی (O'Grady)، واؤٹرز (Wauters) اور بعد میں ماسن (Thomson) 1923 تک یوں میں مقیم رہے تھے تاکہ فیڈریشن کی کبھی ہوتی غذا اور دواؤں کی تقسیم پر نگہداشت کریں۔ مزید، یہ کہنا ثابت ہو گیا کہ یہ ہر مین اتھارٹی فیڈریشن کا پھیلنا ہی تھا، نہ کی طاقتوں کی اکثریت نے جس کی وجہ سے U.S.S.R کی حکومت کو تسلیم کیا تھا۔

مگر ٹریڈ یونینوں نے خود کو جنگ کے خاصہ نہ تھے کو کم کرنے تک ہی محدود نہیں رکھا۔ انھوں نے مسکیم مین کے قیومی کوشش کی ہے، اس امر پر ضروری ہے کہ اس کو عامی قلم دیات اور ساجی استحکام کی ہیرو پے قائم کیا جا چاہیے۔ دراصل، ایک آف نیشنل کے سامنے پیش کی گئی، تجویز کی کثرت ٹریڈ یونین کی بین۔ قانونی فیڈریشن کی مقامی امن کا گمرک کے اجتماعات سے آئی تھ جو کافی حد تک ایسے 1922 میں دی سیک میں منسلک ہوئے تھے۔ مگر نے تھامس کی تنظیم، ذرا ہی قوت کے پھیلاؤ، اس کی تقسیم اور کچھ استعمال کے لیے بنائے جانے والے تنظیموں کے بین، اتھارٹی پھیلاؤ کی تنظیم چاہی تھی۔

یہ وہی وقت تھا جب ایک آف نیشنل نے اسطرحیات، اگلے بار وہی پور جنس اشیا کی بین۔ اتھارٹی تجارت کے طریقوں پر غور کرنے کے لیے ایک Temporary Mixed Commission قائم کیا تھا۔ کام کرنے والوں کی رائے کا وزن قائم سوچا ہے کہ International Labour Office کی گورننگ باڈی کے مین ارکان کو کمیشن میں شامل کیا گیا تھا۔ ایک نوٹیشن 17 جون 1925 کو منعقد ہوا تھی جس میں، عام پورٹیکل کے متعلق، گمرک کے امور کا اعتراف کیا گیا تھا، اور مزدور رکان کے طلب جس میں مجھے بھی شامل کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود ہمارے سارے مشوروں پر عمل نہیں کیا گیا۔ مثال کے طور پر ہم نے درخواست کی تھی کہ بین اتھارٹی گمرانی کاروبار کی حساب کتاب کی جانے پڑے، پولیس اور بین اتھارٹی اجارے داری کو ٹرانڈاز ہونے سے روکنے اور قومی معاش کے کی معیار بندی کی جانی چاہیے۔

یہ بات دلچسپی سے غماز نہیں ہوئی کہ بین۔ اتھارٹی سطح کی گمرانی کو ہمیشہ شدید مخالفت کا سامنا ہوتا ہے۔ کل یہ کچھ اسلوب کی طرف سے تھی تو مجھے یقین ہے کہ آج بھی اسطرحیات [استعمال کرنے والوں] کی طرف سے ہوئی، جیسے کہ A.S.L کے ہمارے کامریڈ کہتے ہیں کہ عمل، ہمارے قومی ترکیب اسطرحیات پر بھی منجیدگی سے بات نہیں ہوسکتی، جب تک کہ مرکزی بین اتھارٹی گمرانی کی ضرورت کو منظور نہیں کیے۔

میں 1927 میں منعقد ہونے والے اقتصادی کانفرنس میں ایک بار پھر ٹریڈ یونین وائس کا ترجمان بنا تھا۔ 5 مئی کے میرے بیان میں اٹھائے جانے والے مسائل مباحثہ درج ذیل تھا:

’میں اپنے کامریڈوں کی جانب سے، مزدوروں کے نمائندوں کی حیثیت سے اس بین الاقوامی کانفرنس میں ان تمام لوگوں اور شوقین تحریکوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو نے ہمیشہ جن کا دفاع کیا ہے۔ مزدوروں کے کامریڈوں کے لئے ہے کہ [مختلف ممالک کے] عوام کے درمیان اقتصادی ثمرات واری ایک اہم ضرورت ہے۔ جنگ کے فوراً بعد، کارکنی جنگ بندی فروری 1919- کے عرصے میں، امن کے لیے دورانِ حادثہ کے لیے جن کی بنیاد پر ٹیپ آف نیشنل تنظیم کی جانے، مزدوروں اور سوشلسٹوں کی کانفرنسوں اور برٹن میں ہونے والے مذاکراتوں میں اس بات پر زور دیا گیا تھا، جیسا کہ ہمارے چیئرمین Monsieur Theunis نے بھی کل دن میں کمراس بات پر زور دیا تھا کہ ٹیپ آف نیشنل کو ایک مستحکم اقتصادی بنیاد پر استوار کرنا ہے ضروری ہوگا۔

۔۔۔ 1924 میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ فیصلہ کن امن کو نہ صرف ایک قانونی ادارے کی، بلکہ امن کی اقتصادی ضرورت کی بھی ضرورت ہوگی۔۔۔ حقیقی امن قائم نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ جب تک کہ اقتصادی تعلقات میں ایک ظاہری عسکری حکمت عملی کا حلقہ نہیں کیا جاتا۔۔۔ میں ضرورت سے ایک اقتصادی تعاون کی کہانی کی۔“

23 مئی کو جب کانفرنس کا آخری دن تھا، میں نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا، ”ہم تشویش کے لیے میں بہت بہتر رہی اچھلتے ہیں۔“

نمونہ کے بعد، اجتماعی اقتصادی قیام کے خیال کے ساتھ، کانفرنس نے ٹیپ آف نیشنل کے رکن ریاستوں کو ایک سال مامور بنایا تھا۔ فرانسیسی حکومت نے قومی اقتصادی کونسل کو [سواب سامے کے] فرانسیسی جواب کے لیے ضروریات پر کام کرنے کا حکم دیا۔ 1925 سے، جب اس کونسل کی بنیاد پڑی تھی، میں C.G.T کی نمائندگی کر رہا تھا، اور میں نے مختلف قوموں کے درمیان ویرانی ختم مال کے زیادہ سے زیادہ استعمال پر تشویش کے لیے طبعیاتی عملی ذریعوں پر توجہ دینی تھی۔ اپنے کامریڈوں کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے میں نے پیداوار اس کی فرسٹوں کی تیار کرنے اور مختلف ممالک کی ختم مال کی ضروریات کے لیے جو مشورے دیے تھے ان میں ایک بین الاقوامی اقتصادی خدمت کے ادارے کا قیام بھی شامل تھا۔

ہم نے 1931 میں کمیٹی مورچہ Unemployment Committee of the Commission of Monetary and Inquiry for European Union میں حصہ لیا تھا، 1932 میں لندن میں ہونے والی Economic Conference میں اور Comité des grands travaux internationaux کے ذریعے International Labor Office اور ٹیپ آف نیشنل میں بھی حصہ لیا تھا جن میں ٹریڈ یونین والوں کی جانب سے پیش کردہ تجاویز پر غور کیا گیا، جس میں قوموں کے درمیان کم و زیادہ کے خلاف ضروریات کی پیداوار کے لیے نئے منصوبے پیش کرنے کی صحت مند جدوجہد کو پیش نظر رکھا تھا۔ تقریباً تمام کانفرنسیں، اور یہ

اجتماعات اقتصادی بحرانوں کو دور کرنے میں کامیاب رہے۔ دنیا کو جن کا سامنا تھا۔ منطقی بنیاد پر دنیا کو تنظیم دینا کم از کم اس کی ظاہری ناموزونیت کی تراش تراش صاف تھا۔ جسے سرائی موڈ نہیں تھی کہ اس کے ہموار انا پتی اور ہم ادراک کے مشترک اثرات کا مقابلہ کر سکتی۔

قوموں سے وہ تمام اصطلاحات اور آراء موت چھیننے کی کوشش تھی، جن کے وجود و وجہ سے وہ جنگی جاری ہوں، حتیٰ کہ فصل تھی۔ اسی طرح میں Limitation and Reduction of Armaments کے ابتدائی اجلاس کو بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ فروری 1932 کے ابتدائی دن ہنس نیت کے لیے میدان کے دن تھے۔ انھوں نے دو پندرہ سو سال کاغز نشی کی کارروائی کے نتائج کا اظہار کر سے تھے جس کی صداقت مشہور چکے مزدوروں اور جنگجو مزدور (Henderson) نے سب سے اچھے درجہ معقولیت کے ساتھ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے اس کی سرزمینوں کے پیدا کرنے میں بہت کام کیا تھا۔ Socialist Workingmen's International اور International Federation of Trade Unions نے، سرکاری سے ایک دوسرے کا متبادل کرتے ہوئے، ہزاروں درخواستیں کھائی تھیں، جنہیں مندو جین نے کانفرنس میں پیش کیا تھا۔ فروری کی چھ تاریخ کو جب Socialist Worker's International کی جانب سے واندرویلڈ (Vandervelde) تقریر کر چکے، تو میں نے کانفرنس کو مزدوروں ٹریڈ یونین دانوں کی طرف سے تعاون کی پیشکش کی تھی۔

وہ دن میری زندگی کا سب سے اہم دن تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ holocaust کے نازک زمیوں کے باوجود میں نے نہ صرف دنیا کے تمام مزدوروں کی متفقہ امیدوں کا ہندان کے وضع و ادراک کا بھی اظہار کر رہا تھا جو ترکیب اصطلاحات کے لیے ضروری تھی ان کے نام سے، میں نے کانفرنس کے ارکان کو ٹریڈ یونین کے اتحاد کی عمل تیاروں کا، رقبہ اور پس ارقوائی عمرانی کے تعاون کا بھی یقین دہا تھا جس کے بغیر جیڑوں ترکیب اصطلاحات یا قویٰ فریب ہوں گے یا ناقابل عمل۔

ترکیب اصطلاحات کی کوشش اسی طرح ہے۔ شروع ہوئی جیسی کہ کھدائی جتنے کی کوشش، اور چند برس بعد، خالی پیت کے ہانے، اتحاد کی قسمتیت نے اپنی سیٹیا پر تہہ صافی کر دی۔ ہم ٹریڈ یونین والے اچھی طرح جانتے تھے کہ امن ایک ناقابل تفسیر شے ہے اور ہمیں کوئی تہہ نہیں تھا کہ ریب آف نیشنز کی کمزوری اس کو بے بس کر دے گی۔ درق و غارت گری کا ایک نیا دور شروع ہو جائے گا۔ ہمیں اس وقت، بلکہ ہم اپنے مطالبات کے معاملے میں پُرکندہ بھی ہو گئے تھے کہ بعد میں یہ عمل بھلا چاہیے اور یہ بھی کہ قانونی پابندیاں عمل میں آتی جائیں۔ [آئینا] ہماری آؤز میں صدی بھر اعات ہوئیں۔ پابندیاں نہیں لگائی گئیں، انھوں نے پچھلے میں جنگ چھڑائی، اور اس کے بعد سپانیہ میں دراندازی ہوئی، [مدیا کے] [Rhine] کے بائیں ساحل پر دوبارہ قبضہ ہو گیا، Anschluss [اکن] کے نام سے معاہدوں کے خلاف جرمینی اور آسٹریا کا اتحاد [دقوت پڑیہ سلاویوں] کے مقابلے ہوئے، اور دوسری عالمی جنگ شروع ہو گئی۔

میں کم زور کی اس پستی کے خوف زیادہ نہیں آتا، جس کے باعث اجتماعی تحفظ کے اصول کو ترک کر دیا گیا تھا۔ صرف ہم ہی اچھی طرح جانتے ہیں کہ جمہوریتیں کی بے امنی نے ان کو کتنا نقصان پہنچا دیا ہے۔ ایک بار پھر جنگ کے باعث زمین پر دوبارہ پھرتی۔ پھر جی، ہمیں یقین نہیں کہ امن کے طعنہ میں عمل ایک Sisyphaean محنت نہیں ہے؟ [یونی اساطیر کے مطابق Sisyphus ایک بادشاہ تھا جس کو مرنے والی گولی تھی کہ وہ ایک بڑے سے گول پتھر کو پہاڑ کی چوٹی تک لی جا کر نیچے کی طرف ہٹا دے اور اس کو نیچے جاتا دیکھے، اور بد تک ہی عمل کو تہہ ناس ہے۔ مترجم]، کہ یہ ٹھیک ہے پھر علی نوٹ انسان کو پہلے کے لیے ہمیشہ نیچے کی طرف حرکت کرتا رہے گا۔ پھر بھی [ایک دن] ہم اس پتھر کو پہاڑ کی چوٹی پر نہ لے سکتے ہیں۔

جس کی تاسیروں اور فلسفوں نے تھیو ریٹکس، وائٹن، وائٹن نے امن کے بارے میں دوبارہ سوچنا شروع کر دیا۔

1947 کے آخر تک G.G.T.F.O نے ہتی ملاقات، جذبات اور کام کے قریب G.G.T.F.O کو دوبارہ نفاذ کیا اور تہذیبوں، ممالک اور ورورڈوں میں ہم نے International Federation of Trade Unions کے سرگرمیوں کو دوبارہ عمل میں لایا۔ جو نجات کے طور پر دنیا کے نئے نئے حصے

ہم نے، وائٹن منسٹر پتھر کو اس لیے دو بین الاقوامی یک جہتی کا مظہر تھا، اس لیے کہ اس کے فوائد بغیر کسی تعصب کے کسی بھی قوم پر پیش کیے جاسکتے تھے۔ اور اس لیے بھی کہ اس میں [اسی قسم کی] عزت کی پامی

یا مکتوبی طاقت کا اظہار نہیں تھا، کہ یہ فائدہ دہانے والی رہنمائیوں کو حق دیتا تھا کہ وہ جس طرح مناسب سمجھیں اپنے گریڈ کو استعمال کریں۔

ہم نے وائٹن شہر کے حق میں پروپیگنڈے کی منظوری دی اور اس بات پر زور دیا کہ ہم ایسے اتحاد کو عالمی اتحاد کی جانب پہلا قدم سمجھیں گے۔ نریج چین وائٹن ہونے کے حیثیت میں، مجھے فروری 1948 میں European Movement کا صدر چننا گیا تھا، اور اس کے بعد کے موسم بہار میں، میرے ہاتھوں Westminster Economic Conference کا افتتاح ہوا، جس میں مندرجہ ذیل مشورہ کہ جذبات کا اظہار کیا گیا تھا:

”یہ بالکل عام ہے، منطقی ہے اور اس کے جذبات کے میں متعلق ہے کہ منظم مزبور مجھے کا یورپ کی تعمیر میں عملی حصہ ہونا چاہیے۔ اس نے ہمیشہ اس بات کا کہ بائیں ذیل احداث کیا ہے کہ اس کی کبھی یہ محو نہیں رہی، وہ نہیں رہ سکتی ہے کہ امن کے قیام کی مسلسل جدوجہد سے عدم جدگ میں اس کی نجات ہو، اس لیے کہ یہاں کرنے میں رکاوٹیں کھڑی ہو جاتی ہیں جنہیں بین الاقوامی واقعات [کی ہوائیں] بھوسے کے بائیر کی طرح اڑا لے جاتیں۔“

یہ معاملہ ہے یورپ کے استحکام کا، اس کی ملاحضہ کا نہیں۔ عوام کا وہ جتن، جس کے پس قدرتی وسائل کی بے تحاشا دولت ہوتی ہے اور جس کی عقلی قوت سمجھ سکتی ہے سب سے زیادہ ہے، وہ تعمیر دنیا کے بالکل ایک



ہو جانے کی جی میں نہیں رکھتا: ”اُس یوہنہ میں، ہم جس کی تعمیر کر رہے ہیں، وہ ان لوگوں کے مقابلے میں  
وہ اتنے بڑے اور گہرے ہیں کہ وہ بھول گئی۔“

میں نے جولائی 1950 میں Social Conference of the European Movement کے بارے میں جانی ہوئے وائس اطلاعات کے تعارف میں اس کے بنیادی مقاصد سماجی، خفایا اور چین-اقوامی معن، کی اہمیت پر دوبارہ زور دیا تھا۔

’ہم جوپ کو وریشافی نیا غلم (جوپ جمع ایشر) کا بخش ایک جنمے ونا بتا چاہتے تھے جس میں  
میں میں ہم سے محرم کے درمیان کے تنازعات سمجھانے کا طریقہ جنگیں ہی رہی تھیں۔ ہماری خواہش ہے کہ  
اپنی تمام تر یقین دہانی کے وجود پر ایک امن سے رہنے والی ایک حیدر میمنہ بنے جس میں تمام انسانی  
بیمیں و غظرات کے خلاف ایک پُر جوش اور مسلسل جدوجہد جاری رہے۔ ہم جوپ کو ایک بہت بڑی بہتر  
حیدر توں و یقین دہانی سے پس منظر [چونا قند] بنانے کی خواہش نہیں رکھتے۔

Schuman Plan سے لے کر European Coal and Steel Community کے قیام تک، 31 مئی 1950ء کو، کیے جانے والے اعلان کے چند دن بعد ہی میں نے Ruhr State کے بارے میں بات کرتے ہوئے C I S L Conference Journal میں لکھا تھا:

”اس اتحاد (Combina) کے محرکین یورپ کی طرف ترقی پذیر وحدت کو اپنا مقصد بنا سکتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ وحدت خود ایک افتاء میں نہیں ہو سکتی۔“

آخری اور زنی بدل، یعنی صرف جازہ و نف کے مزید ورنے سے پیداوار کا پھیلنا، جو نئی محنت سے تیار ہونے والی مصنوعات میں اس کا انعقاد حصہ، جو پہلے کو ایک سماجی جمودیت بتانا اور اس بات کو یقینی بنانا کہ ہر نسل و مہربان کے آئینے کو اس کا مطلوبہ متن میں بھی یہ ثابت کرتے ہوئے کہ جمودیت میں پیداوار میں منطقی تقصیر، آزاد بی اور ان کے دیگر کارکنوں کو پہلے لگائے بغیر سماجی انصاف قائم نہ ہوتی تھی۔

اور قائم کیے جانے والے]۔۔۔ پھر مسلسل تحقیق کے عمل کا سرف پورا درجہ ہوا چاہیے۔

GIS نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ترقیات پر ترقی کا دور رکھے گا تاکہ وہ اس حالت میں ہو جس سے سے

ملاؤ شریعت دارن ذرا ہم کر سکیں۔“

ہمارے مشاغل بے کسری مہال کی ایک مہی منڈی کی تنظیم کی جائے، وہاں سے میں [بہرے] یاد  
وہ کیا کرم جمودیت کے خلاف کسے کسے کا رادو رکھتے ہیں؟

”ہم [پھر] کیونکے ہی کوشش کر رہے ہیں؟ ہم کس شے کو تحفظ دینا چاہتے ہیں؟ شہری آزادی کو؛  
 و خصوصاً شہریوں کے حقوق کو کہ وہ اپنی ذاتی رائے رکھ سکیں اور اخلاقی و فلسفیانہ سیاسی و اقتصادی  
 [اصولوں کی] تہ آمیزیاں سمجھیں پانے کے حق وغیرہ کو بد کسی روک ٹوک کے بغیر بھی کر سکیں۔ مگر جمہوریت نہ  
 تو ان حقوق کا مطلق احترام ہے اور نہ ہی سکتی ہے۔ اسے ہر آدمی کو ان سے ہٹ ٹھانے کے موثر مواقع

فراہم کرنے چاہئیں، مہربان قسم کے خدائی اور ذات کے زور سے موقعے [فراہم] کرنا چاہئیں جو ان حقوق کے استحصال کی جہت فراہمی بھی کریں۔

وہ جسے مستقل طور پر اپنی معاشی مجبوریوں کی بنا پر اس میں چبے سے شریک بنانا پڑے، ایک مستعد باشندہ نہیں ہو سکتا۔

میں نے اقتصادی کاؤنسل میں اپنے ایک حالیہ خطاب میں کہا ہے کہ قوموں کی اخلاقی صحت میں اقتصادی اشرف اہم عنصر میں سے ہوتا ہے۔ اگر یہ ذرا سی پالیسیوں اور کم روزگاری میں کوئی خدائی اصول [کارفرما] نہیں ہے۔

C.I.S.L. نے مجھے ذمے دہی سونپی ہے کہ میں قواعد احمدی Lake Success میں منعقد ہونے والے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ایک تجویز کا مسودہ پیش کروں۔ ان کے متن وہ ہیں جو کہ ”یہ جنرل اسمبلی شریک قوموں سے سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے کہ وہ سب سے پہلے خام مال کی تقسیم اور [ان کی] قیمتوں کے احکام کے لیے بین الاقوامی قوانین بنانے پر کام کریں، اور یہ بھی کہ اس سلسلے میں، وہ ایک مشترکہ Stabilization Fund قائم کریں اور اس میں اپنا چند بھی جمع کریں۔“

ہم نے انجوائی تحفظ اور عام تر کسب وکار کے دو ناقابل معاوضہ اصولوں کا مسلسل دفاع کیا ہے، جن کے ذریعے مسکری قوت اور ہر قسم کے جنگی تنظیموں کو بین الاقوامی قوانین کی جہت سے۔

میلان (Milan) میں 1951 میں منعقد ہونے والی C.I.S.L. Congress میں بین الاقوامی بحران کی صورت میں نریڈیو یونین تحریک کے کردار پر بحث کی جانے والی روداد میں ہمارے نظریے میں مدیت کی پیشکش کی گئی تھی۔

اس روداد میں ہمارے کچھ جامع مقاصد ہیں، سب سے پہلا مقصد یہ ہے کہ انسانیت کو تیسری عالمی جنگ کی بھیاں تک ابتلا سے بچایا جائے۔

اس میں ہم نے اپنے کچھ اصول بیان کیے ہیں: اقوام متحدہ کے ذریعے پورے پرتی میں عمل کے ذریعے یونین اور اتحاد کے مضبوطی اور اتحاد کے اجراء کے لیے اور اقتصادی نظم و ضبط کی طرف رجحان ہو۔

آخر میں، ہم نے کچھ طریقے وضع کیے ہیں، ہماری کارکردگی جن کو اختیار کرے گی، دنیا میں تقسیم اور بنیادی مصنوعات کی قیمتوں کے تعین کی تنظیم، بائش کے مسائل کا حل، اقوام اور بین الاقوامی cartel کی پیروی پر بندش کے طریقے، اور سب سے زیادہ کر دین کے ہر ملک میں منظم مزدوروں کی تنظیم اور اقتصادی معاہدات میں شرکت۔ پس کہ آزاد ریڈیو یونین کی جانب سے یہ کاموں میں امن کی محابست کا اہم سے، میں سمجھتا ہوں کہ میں ریڈیو یونینوں کی طرف سے بچاؤ کے کاموں کے لیے معاہدے کا بہترین نمونہ کال کر سکتا ہوں۔ بجائے اس کے کہ میں ریڈیو یونین کی آخری شریک سب کچھ امن و امن میں کر دوں۔

آزاد ریڈیو یونین اور اقوام بحران سے نمٹنے اور حتمی امن کے تصور کے لیے بلایا جاتا ہے۔ ضرورت

کے اعتبار سے اس کام کی وقعت بہت بڑی ہے۔ قیمت سے قطع نظر، ان کی تحریک اس کام کے لیے خود کو وقف کرنے پر تیار ہے۔ میں اس میں اتنا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ قوام متحدہ کی موجودہ مثال، پہلی کی تیسری کیمپل میں مثال حکومت کے ترجمانی کی حایہ مخصصوں سے اس کی بہت بہت افزائی ہوئی ہے۔ کیا بلا کے مندوب مسٹر اسپاسو (Khaso) نے واضح کیا ہے کہ چھوڑ کار کی حقیقتوں نے اس خیال کو اپنایا ہے، ہم جس کو ہم سے پھیلاتے رہے ہیں، اور ہم جن کے معنی و درجہ (Treaty of Versailles) میں مثال کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، کہ اقتصاد کی بے ترتیبی و ربد بقی جنگ کی ابتدا کرنے کی نتیجی کی وجہ سے ہوئی تھی۔ ماروینی پوریان کی کیمپل کا یہ فیصلہ، جس نے مجھے 1951 کا انجی موبے کریمین والوں کی جنگ کا اظہار کوششوں میں ثابت قدمی اور امانیت کے اعتراف کا ملن کر دیا ہے، اور ان کا یہ قدم ان خیالات کو مسترد کرتے اور اس کے حلقہ اثر کو وسیع کرنے میں بہت معاون ہوگا۔ یہ ان لوگوں کی مشورہ کہ خواہش کو بھی مستقیم کرنا ہے جنہوں نے ان خیالات کی پندہش کی ہے اور ان کو لوگوں کے غور و خویں کے لیے پیش کیا ہے، اور ان لوگوں کے لیے بھی جن کو انہوں نے قائل کر لیا ہے کہ ایک ایسی میسر کی کی تعمیر کے لیے ان تھک کام کیا جائے جو انھالی اور شکوہ سے پاک ہو۔

افسوس کہ ہم ابھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی زندگیوں میں کیا ہے۔ ہم ان کی ذمہ داری کو دلرباں و انصاف پر چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور باآثر بنی نوٹ انسان کو قائل کے جنم کے حساب مذمت سے آنا دکر دینا چاہتے ہیں۔



## رالف بنش

### اعلان تجلیل

ڈاکٹر رالف بنش چھالیس ہفتہ قبل ریاست ہائے متحدہ کے شہر ڈیٹرویت (Detroit) میں پیدا ہوئے تھے۔ اس طرح، آٹھ بجے دو بجوں میں، دردمند جناب کا لی قاتل آؤشسکی (Garl von Ossensky) کی طرح سب سے کم عمر فرد ہیں جسے نوٹس میں اٹھایا گیا۔ ابتداً، جب کہ بیشتر اعلیٰ پائیکان ایڈیٹرز کا بہترین حصہ زرخیز ہوتے ہیں، ڈاکٹر بنش کے سامنے اب بھی ان کی عمر کا ایک عجیب و غریب کام کے لیے موجود ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ ان برسوں کی طرف بھی تھکا رہتے ہیں جو انہوں نے اپنے ان تھک کارناموں میں صرف کیے ہیں، جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں، اپنے ساتھیوں کے ساتھ امن، ہم آہنگی اور ہلکی اتفاق سے رہنے کی سفاکی مدد جیتوں کو نہ جانے میں۔

ڈاکٹر بنش کی زندگی کا قصہ بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ بہت سے امریکی نوجوانوں کا ہوا کرتا ہے، یعنی مشکل حالات میں پیدا ہونے اور نشوونما۔ انہیں بھی ہندو عمر میں کام کرنا پڑا تھا۔ سترہ برس کی عمر میں اخبار پھیلانا اور دو برس کی عمر میں پھرنی میں دن بھر کام کرنا، جو کبھی کبھی بارہ بجے رات تک جاری رہتا تھا۔ مگر وہ عرصہ تھا جس میں ان کے والدین انقلاب کر گئے تھے۔ اور ان کی عمر رسیدہ مافی جس کا نام "ماما" تھا، انہیں ور دھرم کے بچے سمجھنے لگے۔ یہاں رالف کا لڑپن سبوں اور کام میں تقسیم ہو گیا تھا، اس لیے کہ انہیں نذر رہنے کے لیے کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ مگر جیسا کہ انہوں نے بتا دیا ہے، یہ کیفیت صرف رالف بنش کے ساتھ ہی نہیں تھی۔ یہی فورینیا یونیورسٹی کے شرفی صدر طلبہ کو کسی چھوٹا سا چھوٹا لڑپن کی ایسی زندگی مشکل ہو سکتی ہے، مگر یہ سنان کے کردار میں عمدت اور ان کی مستقبل کے مسائل کا سامنا کرنے کی عمدت پیدا کرتی ہے۔

1927ء میں بنش نے کی فورینیا یونیورسٹی کے امتحان میں کامیابی حاصل کر لی، اور اسی برس ہارورڈ

(Harvard) میں داخل ہو گئے جہاں سے 1934 میں انھوں نے میاچی سائنس میں ڈاکٹریٹ حاصل کر لی۔  
1928 سے 1938 تک ورسٹس سٹیٹس میں، اور 1938 سے 1941 تک واشنگٹن میں واقع ہارورڈ یونیورسٹی میں  
پروفیسر کے عہدے پر فائز رہے۔

ان کی برسوں میں جنگ نے نوآبادیاتی ورلڈ سائنس کا مطالعہ کیا تھا۔ 1936 میں ان کو Social  
Science Research Council کی جانب سے، جنوبی افریقہ میں غیر یورپی ملکوں کی تعلیمات اور نوآبادیاتی  
پالیسی کا مطالعہ کرنے کے لیے بھیج دیا گیا تھا۔ فریڈرک ڈیویس سے مل کر، جہاں ان کا قیام کیپ ٹاؤن  
میں رہا تھا اور بعد میں بھی؛ وافرینی قبائل کے مذاکرات میں بھی گئے تھے، جہاں انھوں نے لندن میں اپنے  
اگلے کام کی تیاری کی تھی۔

امریکا کے نیشنل ڈیفنس کے مطالعے میں دو شمار میرڈال (Gunnar Myrdal) کے قریب ترین ساتھی  
تھے اور وہ بعد میں امریکی جنگ میں کیٹگریوں میں آ گئے، جس نے 1941 میں انھیں نوآبادیاتی معادلات کے  
ماہر کے طور پر Office of Strategic Services میں تعینات کر دیا۔ بعد میں 1944 میں انھیں اسٹین  
ڈیوڈ ریمنٹ میں نوآبادیاتی معادلات میں علاقائی ماہر بنا دیا، اور پھر 1945 میں وہ اس ادارے کے سربراہ  
بنائے گئے تھے۔ یہیں کر انھوں نے خود کہا ہے، اس وقت تک وہ پیسے پیرو فرو تھے جو امریکی انتظامیہ میں  
لے جانے کے عہدے پر فائز ہوا تھا۔ کئی بار انہیں بین الاقوامی کانفرنسیں میں سرکاری نمائندے کے طور پر بھیجا  
جاتا رہا ہے: 1944 میں کمبوڈیا، وکس میں، 1945 میں بین الاقوامی سیر کانفرنس میں، اور اس کی سران  
فرانسسک میں منعقد ہونے والی اقوام متحدہ کی دستور ساز اسمبلی میں۔ 1945 اور 1946 میں لندن میں ہونے  
والی اقوام متحدہ کی کانفرنس میں وہ ریاست ہائے متحدہ کے وفد کے رکن میں شامل تھے، ساتھ ہی چورس  
میں منعقد ہونے والی ILO کی کانفرنس میں بھی۔ 1946 میں انھیں اقوام متحدہ کے دفاتر میں Trusteeship  
Department کا ڈائریکٹر بنا دیا گیا تھا۔

یہ شخص ان کے قابل ذکر پیشہ ورانہ دور کی جھنکیاں (تجربہ ان [جھنکیوں] سے خود اس شخص کے  
انداز کی چوٹی پر کھینچے ہوئے۔

ہنس کے لیے، جس طرح کہ ہم لوگوں سے ساتھ بھی رہا ہے، شروعات کے چند برس تک پہلی قومیت کے  
جس اپنے بچپن پر نظر نہیں تو ہنس کو شاید کسی سیاہ فام عرس ملے گا جب ان کے خاندان کے حمارت از حد  
افلاس کے علاوہ رہے ہوں گے۔ مگر وہ افلاس نہیں تھا جس نے اس شخص کو وہ سمجھنا دیا جو آج ہمارے سامنے  
ہے؛ اس لیے کہ اس قدر اس کے درمیان ایک خداوندہ حقیقتوں والی محبت، اس کی مافیائی جس کا نام 'لانا' تھا۔  
ہنس ہمیں اپنے بچپن کے بارے میں بتاتے ہیں جب ان کی مافیائی اور اس کی چابلق وہ اپنے علیٰ خاندان  
کے ساتھ ایک ہی محبت کے نیچے رہا کرتے تھے۔ یہ ایک دائم تھا مولانا مری خاندان تھا، جس میں مافی  
قابل شخصیت تھی، ایک محبت جو غارتی میں پیدا ہوئی تھی، حقیقتی معنوں میں ایک غیر معمولی شخصیت رکھتی ہوئی،

اور بد قسمتی سے نوجوان رالف کے کردار کو دھلتے میں پتا کر دیا گیا تھا۔  
 بنش کہتے ہیں "مگر زندگی ایک گیت نہیں بھائی۔ میں ایک روشن خیال شہر میں رہ رہی تھی۔  
 نیک رہا تھا۔"

آگے چل کر وہ کہتے ہیں، "مگر ایسے تجربات سے میں اب بڑھ چکی ہوں۔ اس لیے کرنا نے مجھ کو  
 بغیر شخص کے ان سے نمٹنے کی تربیت دی تھی۔ ہم سب کو سمجھا دیا تھا، اڑ جانا، اپنے حق کے لیے، نوبل کی  
 قومیت سے ہٹ کر رہنا، مگر کسی سے عداوت نہ رکھنا۔ یہ ہماری شخصیتوں میں بگاڑ پیدا کر دیتی ہے۔ سب کفر  
 مذہبی محبت نے ہم کو جس میں ایسا ذاتی احساس تھا، پیدا کر دیا تھا جو ہر قسم کے جنگی برداشت کر لیتا تھا،  
 مگر اس نے ہمیں مذہب اور بددشت بھی سکھائی تھیں۔"

یہ ایک قابل قدر تر کر تھا جو مانا نے بنش کو ورثے میں دیا تھا، جو چوٹی زندگی ان کے کام آئے۔  
 بدلے میں، انھوں نے اس میراث کو اپنی دو دودھ پینے کی کوششوں سے مدد کرتے ہیں:

"وہ فلسفہ جو مانا نے ہمیں لڑکپن میں سکھایا تھا، میں نے اپنے بچوں تک پہنچا دیا ہے۔۔۔ وہ کہا کرتی  
 تھیں کہ برائی کی بنیاد پر ملک پر انسان کا پیرائی حق ہے۔ کبھی کسی کو بد نظریہ کے سلوک کی اجازت نہ  
 دینا۔ بھلاؤں بھلاؤں سے، سر کی درشتی کا بغیر پاس، اسی طرح جو ان دنیاوی اصولوں کے لیے حرام  
 طلب کرتا ہے، جس پر ہمارا سماج ٹھہرا ہوا ہے، مانا کہتی تھیں کہ ہم اسے رستے میں بڑی درہمیت رکاوٹیں  
 آگیاں ہیں، اور زندگی اسی طرح چلتی ہے۔ مگر انہوں نے مقابلے میں صرف یہی سکھایا دیا ہے کہ جو کمزور ہوتے  
 ہیں۔ راست باز رہو اور اپنے آپ سے اور ہمیشہ دنیا سے صاف گوئی کرو۔ جس کو تم سمجھتے ہو اس پر کبھی  
 مداخلت نہ کرو۔ غور سے لڑائی مول نہ دو مگر جب تمہارے اصولوں کا پر لٹ جائے تو فوراً اختیار نہ کرو۔ دنیا  
 میں ہر آدمی کا کر کے چلاؤ اور اس کو ہمیشہ دیکھا جی رکھو۔"

دنیا میں سر ہو چکا ہے، غلط ہو حق کے لیے بڑھ کر، مگر یہ وہی سے مصلحت اور نہ نداشت سے پیش آؤ۔  
 ایک نوجوان آدمی کے لیے سچے قیمتی ہوتے ہیں ایسے مشورے جس پر وہ بچپن کے گھر کو خیر یاد کرے۔ رالف  
 بنش کے خیال میں یہ اسی کو سمجھنا ہو گئے تھے اور انھوں نے مستقبل میں آنے والے چیلنجوں کے لیے انھیں  
 استقامت دی تھی۔

جیسا کہ میں کہ چکا ہوں، رالف بنش نے اپنے پیشرو رانہ کا حق شروعات ہی میں نسل اور نوآبادیاتی  
 مسائل کے مطالعے سے شروعات کی تھی۔ A World View of Race، مانی کتاب میں، جو 1936 میں شائع  
 ہوئی تھی، انھوں نے نسلی معادلت میں پیچیدگی کو تمام غیر مائٹسی خصوصیات کا چل سٹوں دیا تھا، جنھیں نے  
 مذہبوں اور غیر ملکی سیاست دونوں کے ہاتھوں میں ایک آسان مگر خطرناک ہتھیار روئے دیا تھا، جیسا کہ ہم  
 نے جرمینی میں دیکھا ہے۔ انھوں نے فرانسیسی اور نہ عادی نوآبادیاتی پالیسیوں کا تجزیہ بھی کیا ہے، جنھیں  
 نے، غور سے دیکھنے کی حقیقت ہی انہوں نے سے ہیں، مقامی لوگوں کو اپنی عداوتوں کی نشوونما کی اجازت نہیں دی

مے مذہبی مسائل کو حل کر دے اور بے ضرورتوں کے درمیان جنگ کی بنیاد جوہر کا حصہ سمجھتے ہیں اس کو واقعی بہت زیادہ آسان بنا دینے کی کوشش کی جا سکتی ہے، اور بعد میں لکھی جانے والی کتابوں میں وہ انسان اور سوانحی کے بارے میں اپنے نقطہ نظر کو وسعت دیتے نظر آتے ہیں، مگر ہم ان کو بار بار اس مانے کو طرف لوٹا دیکھتے ہیں کہ ترقی یافتہ بریتش ماڈل ایک ملک کے عوام کے معیار زندگی میں عدم مساوات کی اس کے لیے سب سے بڑا امکانی خطرہ بنتی ہے۔

جبریل دنیا میں انسانی تعلقات کے عنوان سے 1947 میں لکھے گئے اپنے ایک مضمون میں انھیں نے ہماری نسل کے مسائل کا خاکہ پیش کیا ہے۔ وہ ایک آزاد فرد کے مزدور کے ایک لڑکے سے تعلق کرتے ہوئے سمجھتے ہیں، "میر کی ماں نے اس انسان کی نصرت میں یہ کچھ نہیں ہے جو اس کو اپنے ساتھی انسانوں کے ساتھ مل کر رہنے کو ممکن بناتا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر مزدور اور سوانحی کے رہنے ہوئے ہوں تو ہمیں موقع فراہم کریں تو ہم میں سے بیشتر لوگ خا کے تربیت پذیر ہوں گے۔ مزدوروں کے درمیان رشتے کچھ افراد کے فکر سے نہیں بنے، اس لیے کہ ایک فرد کو یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ اس مزدور کی جس سے اس کا تعلق ہوتا ہے، اور وہ تمام مسائل میں اس کے لیے کام کرتا ہے۔ جو کام ایک فرد اپنے مزدور کا آئینہ ہوتا ہے۔ لہذا، اگر وہ ہوں اور انھوں نے مزدوروں کے رشتے ہمارے ہونے کے مسائل میں سب سے مشکل مسئلہ ہوتے ہیں۔"

وہ مزید کہتے ہیں کہ "مختلف قوموں کے لوگوں کے درمیان بھڑپاؤ اور تعلق ہی وقت ہو سکتا ہے جب ان کو تشدد کرنے کے لیے کوئی مشترک جہل ہو اور جس کا بعد میں یہ جانا ضروری ہو۔" ہائش خود بھی انسان پر مشتمل تھیں رکھتے ہیں: "میں پوری طرح قائل ہوں کہ اگر صرف موقع دیا جائے تو ہر جگہ انسان ان آدرشوں کو قبول کرنے پر تیار ہوگا۔ جو انسانوں کے درمیان بھڑپاؤ اور تعلق میں رہے ہیں۔ جسے ہمیں اس کے کہ یہ میں لوگوں کو یقین دہانا چاہیے کہ وہ اپنا پورا اعتماد ہی عمارت کا نشانہ نہیں بنیں گے، انھیں بتانا کہ اس کے لیے وہ جبر، نقصان دہ، رشتہ میں مسرت نہ ہو سکتا ہے۔ اور اس کو مستقبل میں ہونے والی جنگ کے ذریعے بربادی کے مستقل خطرے سے آزاد کیا جائے۔ مگر یہ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ انسان کم از کم درجہ نظر لوگوں کے اثرات سے محفوظ رکھے ہوئے اپنے آدرشوں کی آزادی کی شکلیں کر سکیں جو مختلف ملک میں ان آدرشوں کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اگر آرام طلب، مطمئن اور بے خبر لوگ کبھی خود کو محفوظ یا آزاد محسوس نہیں کر سکتے۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ تو عقیدہ ہے، یقین سے۔ جس زندگی کے کام بغیر عقیدے کے وہ نہ کر سکتا ہے؟ ہائش میں یہ عقیدہ پور ہو جاتا ہے، آدمیوں کے بارے میں عمیق صداقت اور ان کے حیات زندگی سے، اور انھیں نے بیوقوفوں کو سناٹا ماننے والے کی صورت میں فلسطین میں پیش کیا ہے۔

1948 تک ہائش کی سرحدیں برطانیسی اور نیٹو کی کام تک محدود رہی تھیں۔ پھر بھی، جب میں نے

1948 فولک برنارڈ (Folke Bernadotte) کو اقوام متحدہ کے فلسطین میں ثالثی کی حیثیت میں تعینات

کی توینش ان کے قریب ترین مددگار بن گئے۔ لیکن ان دنوں اسی برس سترہ ستمبر کو ہما ڈاٹ کے سپاہی قتل ہو جانے تک، کئی کام کیا تھا۔ اس کے بعد اقوام متحدہ نے پینش کو ہما ڈاٹ کا جانشین بنا دیا اور انھوں نے اگست 1949 تک فلسطین میں غائبی کے فراموش انجام دیے تھے۔

دو افراد جو اس مشترکہ کام کے لیے اکٹھے ہوئے تھے ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے ایک طرف ٹوک ہما ڈاٹ تھے سویڈن کے شاہ آسکار دوم (King Oscar II) کے پوتے اور سویڈن کے موجودہ شاہ کے بچپن، شاہی فیملی کی روایتوں میں شریک اور دوسری جانب پینش، جن کی ادنیٰ کی وراثت غلامی میں ہوئی تھی جن کی نشوونما عصرت میں ہوئی تھی، اور جو عملاً صوبہ ایک خود ساختہ آئی تھے۔

ٹوک ہما ڈاٹ کو فلسطین کے تنازعے کے بارے میں زبردستی نہیں تھا انھوں نے اعتراف کیا ہے کہ "حالات کے بارے میں میرا عمل بالکل ٹھیک تھا۔" انھوں نے جنگ کے اثرات جیسے سے پہلے، جب وہ ہما ڈاٹ اور دوسرے کے قیدیوں کو قیدیوں کے قیدیوں اور محنت خانوں سے رہائی دلانے میں کامیاب ہوئے تھے اس وقت تک ہیں۔ قانونی مسائل پر مبنی کام نہیں کیا تھا۔ قوم متحدہ کے Trusteeship کے شعبے کے سربراہ پینش کو بین الاقوامی تعلقات کے پیدا کیے ہوئے مسائل کی شناخت اور سمجھ و جوہر تعلیم اور تربیت کا تجربہ تھا۔ پھر بھی، دونوں میں ایک بات مشترک تھی، وہ دونوں اپنے کام کے مقصد پر یقین رکھتے تھے پینش نے ایک بار کہا تھا کہ غائبی کرنے، دونوں میں کوئی خصوصیت ہوئی چاہیے! "ان کا جھکاؤ ہما چاہیے جنگ کے خلاف اور امن کی موجودگی میں ان میں یہ جھکاؤ ہما چاہیے جو انھیں اپنے ساتھیوں کی ضرورتیں اچھانچنے کی طرف راغب کرے اور اس حقیقت کی طرف اضافی تعلقات کا کوئی بھی مسکن قابل عمل نہیں ملتا۔ ان کا جھکاؤ شبہات، عدم برداشت، نفرت، مذہبی اور نسلی تعصب کے خلاف ہما چاہیے۔"

یہ دونوں خصوصیات ان میں موجود تھیں، اور وہ حقیقت، ان کو فلسطین میں درپیش مشکل کام کی ٹیمیں کے لیے ان خصوصیات کی نیو دیو ضرورت تھی۔ فلسطین کے مسئلے نے اقوام متحدہ کو ایک مرحلے سے منہ زب رکھا تھا۔ اس تنازعے کی تفصیل میں جانے کے لیے بہت وقت درکار ہوگا، جس کی چیزیں پہلی عالمی جنگ کے اختتام تک پہنچی ہوئی تھیں۔ 1948 میں حالات اس مرحلے پر پہنچ گئے تھے کہ اقوام متحدہ میں اس مسئلے کے حل کے لیے ایک تجویز پیش کی جانے لگی تھی جس میں ایک یہودی ریاست کا قیام بھی شامل تھا۔ مگر اس تجویز کی شد و بد سے مخالفت کی گئی، اور 1948 کا پورا سال، کئی جنگ توہینیں کئی مسلسل جھڑپوں میں گزارا گیا تھا۔

15 مئی 1948 کو جب فلسطین پر مدعا کی حکمرانی کا اختتام ہوا، عربوں اور یہودیوں میں باقاعدہ کئی جنگ ہوئی تھی۔ فلسطین بھیجا جانے والے عارضی صلح کاؤنسل کوئی راستہ نکالنے میں ناکام ہوا، اور ان کی حالت میں جس میں اقوام متحدہ نے ہما ڈاٹ کو صبح کرنے والے کی حیثیت میں تعینات کیا تاکہ عارضی جنگ بندی ہو سکے۔

ہما ڈاٹ اور پینش اٹھائیس مئی کو فلسطین پہنچے اور پہلے دو جون سے نو جولائی تک، چار ہفتے کے لیے



عارضی جنگ بندی کرانے میں کامیاب ہو گئے مگر کسی طرف یہ پیرا قدم تھا۔ مگر تیار رہو جو رقی کو پھر لڑائی چھڑ گئی، اور سلسلہ جاری رہا۔ کو سلامتی کا نوٹس ملے جنگ بندی کا حکم جاری کیا گیا۔ یہ حکم اسی وقت جاری ہوا جب بمائٹ نے ذائقہ خور نہ پاس کئے کو سلامتی کا نوٹس ملے اٹھایا تھا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ ایسا پہلی بار ہو گیا کہ سلامتی کا نوٹس ملے اس نوعیت کا کوئی حکم جاری کیا تھا۔

پھر مقررہ تعمیر و ممانعت کو قس ردیو کیا، اور جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، سلامتی کا نوٹس ملے ان کی جہد نیش کو ختم بنا دیا۔

ابتداء میں عارضی جنگ بندی کا حصول مشکل تھا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا فوری انجام بمائٹ اور نیش کے ذائقہ حقائق کی وجہ سے ممکن ہوا تھا۔ نیش کہتے ہیں کہ "یہ عارضی جنگ بندی ایک فرو واحد کا نام نہ تھا۔ کاؤنٹ بمائٹ نہایت منہ پ اور کبھی نہ جھکنے والے دانی قوتوں کے، ایک انسان تھے۔ دل سے دوہتے ہیں، اقوامی تھے اور من کے مقصد کے لیے وقف تھے۔ وہ نہ راوی تھے۔ بہت سی کم عمری میں انہوں نے عرب اور یہودیوں، دونوں کا اسلام اور اتحادیوں کو کیا تھا۔"

اتحادیہ جو باقی کوٹھروں ہونے والی عارضی جنگ بندی، اکتوبر کے درمیان چھ توڑ دی گئی۔ اس کے وہ وقت تھا جب نیش نے سلامتی کا نوٹس کو تجویز پیش کی تھی کہ اس کو جنگ بندی کا حکم صادر کیا جائے جس میں مسسے کا آخری عمل کالنے کے لیے فلسطین اور عرب ریاستوں کے درمیان جنگ بند کرنے کے معاہدے کا قلم بھی ہو۔ سلامتی کا نوٹس ملے ان کی پیش کردہ تجویز سلسلہ فوری منظور کر لی گئی۔

جیسا کہ میں کہ چکا ہوں، تجویز بہت بے دک تھی، اس لیے کہ عارضی سلسلہ [پیش] جنگ بندی سے زیادہ بڑی چیز ہوتی ہے۔ عارضی سلسلہ دراصل امن کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ مگر موابوں کے پیش کوئی بات کا صحیح اور ک ہو گیا تھا۔ ہذا عرب ریاستوں اور فلسطین کے درمیان بات چیت شروع ہوئی، مذاکرات دوبارہ مینے تک چلتے رہے، جو باقی کرنے والے پہ سب سے بڑا اور جو امن گئے تھے۔ 1949 میں انسانی حقوق کے سلسلے میں دیے جانے والے Colgate Lectures میں نیش نے محمودان مشکلات کو بیان کیا ہے: "دونوں جانب شہادت، جب کہ دونوں ایک دوسرے سے بد وقت سے گزرتے ہیں۔ عرب یہودیوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھنے پر راضی نہ تھے۔ لندن کو یقین سے ملک مذاکرات کرنے پڑتے تھے اور مسلسل باہمی بے اعتباری سے نکلنے کا راستہ تلاش کرتے رہتا تھا۔ دھیان رہے کہ یہ مذاقیوں کے درمیان باقی نہیں تھی، بلکہ فلسطین ایک طرف اور ممانعت عرب ریاستیں دوسری طرف تھیں، اور ممانعت ریاستوں میں سے ہر ایک سے ملک ملک معاہدے کئے گئے تھے۔"

بے حد صبر کے ساتھ دراز نیش تمام مذاقیوں کو عارضی سلسلہ پر رضامند کرنے پر تیار ہو گئے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ سب کیسے کر دیا، تو ان کا جواب تھا:

"امریکا کے برعکس وہی طرز مجھے بھی خوب آئے۔ کھانے پانے کے لیے مجھے بہت سے مایوسانہ تجربات

سے بھی گزرا ہوا ہے۔ مجبوراً میں قصبہ کے معاملے میں بہت حد تک موکد ہوں۔ اس کے برعکس، اپنے ابتدائی برسوں کی سے مجھے بہداشت کی محبتیں کا سبق پڑھا یا تھا، حق کے لیے لڑنا۔ جنگوں اور جنگی بغیر۔ اور سچی سائنس دان کی حیثیت سے میں نے چنداں ہتھیار رکھنے کا کر سکیا ہے، انسانی حسرت سے معاملہ ہو تو مفید و نظر میں رکھنا چاہیے، جو ہمیشہ قبول ثابت ہوا ہے۔ جو غصیلین کے مذکورہ سے معاملے میں کچھ زیادہ ہی اہم تھا۔ اس میں کامیابی مکمل مقصدیت پر قائم رہنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

کبھی نہ ختم ہونے والے بحثوں کے مذاکرات کے دوران کبھی نہ ختم ہونے والے احساں خوش میدی نے مجھے بہت سہارا دیا ہے۔ ہمیں معبود حق کی طرح بھی سوا میں کامیاب ہوا ہے۔ درحقیقت میں ایک لاعلاج خوش امید انسان ہوں۔“

ان ملازمین و دوستوں کے میں کہتے ہیں: پہلے کی میراث، زندگی کے آخری حصے میں حاصل ہونے والے نعم و برکت یہ ان دونوں عناصر نے شخصیت کی تکمیل کی، اسی آئی کی جو یقین سے بتیو را لودینے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ کج سے کہ اس کے نتیجے میں اقوام متحدہ کی فتح ہوئی، مگر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے، یہ ایک فرد واحد کی کوشش تھی جس نے فتح کو ممکن بنایا۔

مگر یہ ایک بڑی ہی رالف بنش نے ٹاشی کا اپنا کام مکمل کیا ہے۔ آئی میں پسے سے بڑے چیلنج کا سامنا ہے۔ مستقبل کا ایک نظر آ رہا ہے، مگر ایسے ہی وقتوں میں ہمیں بہت نہیں بارونی چاہیے، بلکہ جنگ کے خلاف جنگ میں اپنی تمام تر طاقت اور عقیدے کا استعمال کرنا چاہیے۔

رالف بنش، آپ نے خود کہا ہے کہ آپ ایسے خوش امید انسان ہیں جس کا عدل ممکن نہیں۔ آپ نے [یہ بھی] کہا تھا کہ آپ کو یقین سے کہ غصیلین میں ٹاشی کامیاب ہو کر رہے گی۔ آپ کو اب بھی ایک طویل عرصے کے کام کا سامنا ہے، آپ اس کے آدرشوں کو فتح دینے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، وہ دنیا جس پر ہمیں بنی لو انسان کا مستقبل تعمیر کرنا ہوگا۔

صدر نشین، مارگریٹ ٹیٹل کیمیل Gunnar Jahn کی نوبل

خطبہ:

اپنے زمانے کے امن کے بارے میں کچھ اندیشے

انسانی تاریخ کے اس وحشت آمیز ترین عرصے میں امن کا مونیٹورنگ جو سب سے زیادہ تمام اہل عقل اور خیر خواہوں کی قیادت میں کیا گیا ہے۔

مزید یہ کہ اس قسم کے موقع پر، جب نوبل فاؤنڈیشن کے قیام کو پچاسویں سو برس ہیں، امن کے

ہمارے میں بات کہنا ہی سب سے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ توئی اور موٹھوں میرے اپنے دل سے نکلا  
 قریب نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ مجھے یہ ہزار حاصل ہے کہ میں اقوام متحدہ کے بین الاقوامی فیڈ کے ایک رکن  
 کی حیثیت میں کام کر رہا ہوں۔

ان دو گھنٹہ کی بات میں۔ جو سخت احمقانہ تھی، نیک نیتی کا، نہ داشت کا اور میں سے محبت کرنے والے  
 ہر شخص کے خدق کا۔ صدقہ دل سے یا احمق سے اس کے لیے بات کہنا آسان کام نہیں۔ اس میں شک  
 نہیں کہ دنیا بھر کے مذہب بنیاد پر اور مذہب اور مذہب پر بات کہتے ہوئے، میں اور آزادی کو خوشگوار  
 جھوٹوں کی بارش سے شہنشاہ تھیں کہتے رہتے ہیں۔ مگر یہی لوگ ٹھیک ماک جنگ کے مشروبات خطرہ  
 پہ لگی بات کہتے ہیں، ہمیشہ یہ مٹی ہوئی جنگ کی تیاریوں پہ لگی، جب کہ نہ ماک ہے کہ بہت سارے مرقوں  
 میں پھیلا، یا انہیں خطرے میں ڈال دیا جاتا ہے۔

ہمارے زمانے میں مذہب کے استعمال کے لیے ہمارے الفاظ کے آپ کے کوئی مشابہہ معنی نہیں رہ گئے  
 ہیں، یا شاید پسے گئی تھیں بھی نہیں۔ آزادی، جمہوریت، انسانی حقوق، بین الاقوامی ضابطہ اخلاق بلکہ امن کے  
 بھی، مختلف لوگوں کے لیے مختلف معنی ہوتے ہیں۔ بشری امانت کی روایت میں بہائے جانے والے الفاظ۔  
 جو خود بھی جنگ کے آئے ہو جاتے ہیں۔ عام آدمی کو گمراہی سے آواز دہرانے کے لیے استعمال کیے جاتے  
 ہیں۔ لہذا ان کو پر شکوت بنانے کے لیے جمہوریت کی بے حرمتی کی جاتی ہے۔ آزادی اور مساوات کو جو لوگوں  
 کے لیے تو ایچھے، مگر عام آدمی کو "جمہوریت" کہنے کے ذریعے کچھ لوگوں کے لیے نہ کے بنا دیا جاتے ہیں۔ "آزادی"  
 ۳۱ جنوری میں، امام نہاد انگریزی انسانی حقوق کی طرح سب کیے جاتے ہیں۔ "رہائی" کے ہمارے میں طاقت  
 کی مہم بہت شرمناک کی جاتی ہیں۔ اس طرح رو بہ رو سنگد مضر طے پہ کہ چلی ویسی کچھ ہوتی ہے، بشری امانت  
 جس پہ یقین کرنے پہ جو مٹی کی ماطب کردے، وہی اور ضابطہ اخلاق کو بشری امانت کے طوفان سے  
 ترو بہ ترو کیا جاتا ہے۔ عام طرح سپر اور ضابطہ اخلاق جنگ پر مانتھیں کے خلاف نظام کے طور پہ  
 یہ حد کمزور ہو جاتے ہیں۔ مٹی کی مٹی سے وہ پتھر (Voltaire) نے، جنگ سے بے پناہ نفرت کرتے  
 ہوئے اعلان کیا تھا: "جنگ [دنیا کا] سب سے بڑا جرم ہے" اس کے باوجود ایسا کوئی بھی حصر اور نہیں تھا جس  
 نے اپنے جرم کا انصاف کے بہانے میں رنگ بدیا ہو۔

عام آدمی کے لیے دنیا کے حالات پریشان کن ہیں۔ تمام قومیں اور ممالک دھوکے کھاتے ہیں کہ دامن کے  
 طرف دار ہیں۔ مگر اس پسے گئی مسلسل اس خطے میں نہیں رہا ہے، جیسے کہ ماضی قریب میں رہا ہے۔  
 آج کی دنیا میں کسی قوم میں جو خوش تیاریوں کے بارے میں خوش نظر (Lebensraum) ملک و قوم کی  
 اقتصادی بحالی اور خوش حالی کے لیے مائیسوں کے نزدیک وسعت مکانی کی ضرورت کی صفات پر مسلسل  
 ۳۱ مارچ کی ہوں۔ اس کے باوجود جنگ کے تقویم سارے پیر ہے ہیں۔ مائیس انسانیت میں بھی اس سے قبل  
 لئے لوگوں کو آزادی کا تجویز نہیں ہو تھا۔ اس کے باوجود انسانی آزادی پر مانتھیں ایک فیصد میں مسدود اور

یہ سب دیکھنے پر خطرے میں ہے، ہلکے کچھ دنگ تو سن کر کچھ حملے سمجھنے کے بعد گھٹنا لگی چلے گئے۔  
 ہر جہز کے کوم، سیدھے مارے اور خیر کسی جنگ کے نام میں امن و آزادی کے تقاضے کی ذمہ داری  
 تھامے اور قذافی سے میز انسانی حقوق پر کھول دی۔ دنی بھر کے صرف ایک ہی ملک کے دیکھنے والے  
 کون جتنوں کی شدید زخموں میں چلے گئے اب وہ جتنوں سے اکتا چکے تھے۔ اس میں کس شہر ہو سکتا ہے۔  
 ہمیشہ کے امن پسند، مگر بد جو زمانہ جس جارحیت کے زخمی۔ مارے کے کوم امن کے خواباں ہیں؟ کون شہر  
 سکتا ہے۔ یورپ کے تمام ممالک۔ جن کے قبضے، رش، جن کے پاسکون ہزاروں دیہات کو بے رنگی سے  
 کامیاب کر دیا گیا ہے، جن کے باپ اور بھائی، مائیں اور بہنیں نام کے بعد میں قتل یا معذور کر دیے گئے  
 ہیں کن چاہتے ہیں؟ کون سنجیدگی سے تیار ہو سکتا ہے۔ مغربی نصف کرہ کی کوم امن و آزادی اور قلم  
 سے بچنے کی مشق کر سکتا ہے؟ کون جتنوں کا سامنا کر سکتا ہے، اور چاروں طرف انسانی جانوں اور مادی وسائل  
 کے نقصان کے باوجود۔ کن کے صاحب ہیں؟ کون شہر ہو سکتا ہے۔ مرنے والے کے نامی ایٹمی اور افریقی  
 ممالک امن چاہتے ہیں؟ کیا بھی کوئی اور شہر ہو سکتا ہے جس کو یہ احساس نہیں کہ جدہ جنگ میں فتح  
 مہربانی ہو کر جنگ کا ماحول مریک، بدلتی، تباہی اور سوئی ہوگا؟

اگر پھر جنگ ہوئی ہے تو، ایک درجہ، چاروں طرف دنی بھر کے ممالک کو مقابلے پر آنا ہوگا۔  
 ہزارین در فلسفوں نے بار بار تنبیہ کی ہے کہ کچھ قدر آزادی، عزت اور عزت نفس۔ امن یا خود  
 زندگی سے بھی نیا اور بہتر موتی ہے۔ یہ بات سچ ہو سکتی ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ انسانی بقا اور  
 عزت نفس، غلام بنانے والی زنجیریں، امن کی بہت بڑی قیمت کے مترادف ہیں۔ مگر جدہ جنگ و جدل کی  
 بھی ایک حقیقتیں بنا دی ہیں اس قسم کے مہلک مقابلے کو بداشت کہیں گے۔ جو بڑی جنگ کی موت اور تباہی سے  
 فرار صرف خود کشی ہی میں ہے، آزادی میں نہیں۔ یہی انسانیت کا سب سے بڑا تہذیب ہے۔ دنیا کے کوم  
 کی ٹوٹ جان اور امیدیں اس وقت تک چرٹی نہیں ہو سکتیں جب تک کہ امن شمول آزادی، عزت اور عزت  
 نفس۔ قائم نہ ہو جائے۔

زمانہ قدیم سے فلسفی زمین پر امن اور انسانی بھائی چارے کے آدھ کی تشریح پیش کرتے رہے  
 ہیں۔ اگر انسانی رشتے نظریہ فلسفوں کی فراست کے جامع ہوتے تو جنگ کا خطرہ نہ تھا، اس لیے کہ صدیوں کی  
 اپنی اجتماعی دانش میں انھوں نے انسان کی آزاد و آزاد پڑ سکتی زندگی کے رستے کے واضح نقش پیش کیے ہیں۔  
 ہم آدھ کی نے دانش مندوں کے مشعلوں پر کئی توجہ دی ہے۔ اگر بار بار وہ نہیں تو بد قسمتی کے باعث،  
 یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس میں کیا عداوت ہے اور اسے کیوں چاہیے وہ کم نیک، ثابت قدم، ہم عاقل، ورم  
 پر امن رہا ہے۔ اس کے تصور کی سب سے گہرا قلم پڑتی، کسی اور مذہبی بہت بھری، بے باک اور طاقت کی  
 ہوئی نے اس کو امن اور بھائی چارے کے رستے سے جٹا دیا ہے جس کے باوجود وہ تقریباً مجبور کر دیجے  
 والے لگا کار عداوت جنگ اور غراب انسانی رشتوں کے باوجود بھی اس نے مسلسل ترقی کی ہے۔ اپنے سائنسی

جوہر قافل سے آؤں نے شہر مائے سعادت کے گھر سے کر دھائے تھے اور اپنی دنیا کی قلب مابیت مردی سے اس نے نصرت و کار و سہ کے تقسیم تہذیبیں پیدا کی تھیں۔ مگر افسوس کہ اس نے جینے کا سلیقہ نہیں سیکھا اس نے جو قدریں خلق کی تھیں وہ زیادہ تر مادی تھیں، اس کی روحانی قدریں اس سے بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ اس نے اپنے روحانی جوہر قافل کا تمام مظاہرہ کیا ہے اور انسانی ہفتی چارے کے حصول میں تمام ترقی کی ہے۔ اس جوہری مہم میں یہ انسان کی جان لیا کمزوری ہو چکی ہے۔

تصنف صدی اپنی غریبہ نہ پیش بینی کے ذریعے اغریہ نوتیل اس نتیجے پہ پہنچا تھا کہ آسمان کے زمانے کے مملکتیں انسان کو کبھی قحط سے جنگ شروع کرتی نہ ہوتی تھیں یہ ایسا نامزد وقت تھا کہ آسمان سے من اور پھر کے زمانے میں سے ایک کے چند کا بد قسمت فیصد کما پڑے جائے گا۔ انسان کو اس پہ بھی غور کرنا چاہیے کہ یہ وہ اس منزل پہ پہنچ تو نہیں سکا ہے۔ آئیں کا مہم جوہر قافل اب تک اس کے تعلق سے معنویت کی صلاحیت سے نہیں بہرہ تعلق کے اخلاقی کی نمائش کے باعث۔ آگے آگے چل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے عوام غریب و مشکوک۔ اہل ازم میں کھال چھپی کے جانے نہ پاتے تھے۔

بہر آرائش میں کی بات کرتے تھے تو ہم اقوام متحدہ کی بات بھی کرتے تھے کہ اس مہم میں امن اور اقوام متحدہ کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اقوام متحدہ کا ادارہ بھی امن کا یقین نہیں دے سکتا تو کبھی بھی یہ کام نہیں کر سکے گا۔ اگر جنگ ہوتی تو صرف اس وجہ سے ہوئی کہ اقوام متحدہ کا کام ہو گئی ہے، مگر اقوام متحدہ کا کام معنویت کی نہیں۔ بلکہ یہ ہر معنوی تعلق کو جتنی ممکن ہو کٹا کر رکھ کر دیا گیا ہے کہ یہ کام نہ ہو۔

ان آدھ کوں دنوں میں اقوام متحدہ سے شک ہو انسان کی تاریخ میں امن کے لیے کی جانے والی سب سے بڑی کوشش ہے۔ ایک بلند فوجیت ہے کہ ایک نہایت مفید تجربہ ہے۔ سو دو گ، جو اس دہے میں اور اس کے رقیب کام کرتے تھے ان میں شاید مائزین طور پر اس ادارے کے امکانات کے بارے میں اور اس طرح امن کے امکانات کے بارے میں ایک پیشہ ورانہ قسم کی خوش بینی پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر ایک گہر احساس غریبی بھی ہوتا ہے جو اس علم سے پھوٹا ہے کہ جتنی نوع انسان واقعی بہت آرتی سے امن، آزادی اور مسابقتی میں رہ سکتا ہے، آرتی کے دل میں اس کی چھوٹی سی نمونہ بھی موجود ہو۔ یہ بھی ایک سادہ مگر کھری حقیقت ہے کہ عوام تو دنیا کی طور پر امن چاہتے تھے مگر ان کے رہنما اور ان کی حکومتیں انھیں کاحاصل جنگ میں جھٹک دیتی تھیں، جو انھیں تباہ کر رہی تھیں یہ ایک بار پھر نہایت کے طرف و پس سے جاتی ہے۔

اقوام متحدہ کی کوشش ہوئی ہے کہ وہ حقیقت پسندی پہ عمل کرے اس سے انسان کی کمزوریوں کا چھ اور ک ہے۔ اسے اس بات کا احساس ہے کہ اگر دنیا میں امن بھلا ہے تو اس کو انسان کے ذریعے ہی حاصل کرنا ہے۔ مگر انسان کی اپنی نصرت در اس کے اخلاقی رویے میں، وہ جو بھی ہو شدید کوشش کی جاتی ہے کہ امن اور انسانی اخلاق رائے کے لیے انسان کے میں دو دھات تک رہائی حاصل کی جائے، اس حد تک کہ انسانی شعور اور مشقوں میں بہتری آتی ہے۔ مگر یہ بین الاقوامی تعلیم کا ایک عمل ہوتا ہے، یہ تو بہت

ہمارے بھتر اٹھانہ زندگی کا، اور یہ اس وقت بترین ہوتا ہے جب ہندوئی مہد وک آہستہ آہستہ اپنے بیٹے تبدیل کرتے ہیں، اور ہر مشکل اپنے دماغوں کو ٹھف، شبہات اور تعصبات سے پاک کرتے ہیں۔

اقوام متحدہ خود بھی دنیا کے محام کا ایک حصہ ہے۔ لہذا یہ ماموریت کے ٹھف، شبہات، اور تعصبات کو منقش کرتی ہے جو دنیا بھر میں انسانی رشتوں پر آسیب کی مانند چھائے رہتے ہیں۔ راجھ سے زیادہ دوسری ریاستوں کے وفد اور دارے کے بین۔ قومی دھار، جن میں تقریباً سب کی نمائندگی ہوتی ہے، اچھائی اور برائی، مامت باڑی اور مکر فریب، شباحت اور مہدائی، بین الاقوامیت اور مہدائیت۔ اس سے مندرجہ بالا سب کی مرمیوں ایک عظیم بین۔ قومی دارے کے ذریعے میں کام کرتے ہوئے کن، آزادی اور دنیا میں انصاف کے اسباب کے لیے وقف ہوتی ہیں۔

اقوام متحدہ، مائزہ طوم پر، ایک ادارہ ہے، جو بھی کمزور رہتا ہے تو بھی بڑا مضبوط۔

اس کے عملی اختیارات قومی مامیوں کی اہم ضروریات کے سبب اچانک محدود ہو جاتے ہیں۔ ٹھو قوم پستی سے قومی تنازعہ نہیں بھاگتا۔ نظر، خود مرقوم پستی، امن عالمی سیاست کی طرف جاری رہتی ہے جو دے پا اس کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ ایک طرف بین الاقوامی بھائی اور دوسری جانب قومی خود پسندی مائزہ طوم پر ایک دوسرے سے متصادم ہو جاتے ہیں۔ ایک محدود کردہ بین۔ قومی پاریمان کی طرح اقوام متحدہ کے طریقہ کار، اور تعداد مائزہ طوم پر دیکھو، اور انکا وسیع واسع ہوتے ہیں۔

اقوام متحدہ، اگرچہ اس میں کو اس میدانہ قائم کی گئی تھی کہ دنیا کو پانچوں بڑی طاقتیں تسلسل کے ساتھ بھر سکے، مگر اس کے لیے ہم آگئی سے کام کریں گے۔ دو وک جنوں نے 1945 کے موسم بہار میں امریکن، مگر جنگ کے فاتحین، اختتام کے پرمسرت موقع پر اقوام متحدہ کے مشور کی تشکیل کی تھی، مغرب اور مشرق کے درمیان کی ہندگی اور اس کے نتیجے میں ہونے والی مہد جنگ کی پیش بینی نہیں کرتے تھے، مگر بھی، خوش قسمتی سے اقوام متحدہ نے چلک کا مظاہرہ کیا ہے جس کی وجہ سے دو بڑی طاقتوں کے درمیان مائتانی کے قابل افسوس حالات سے معاملہ کرکئی تھی اور پڑھ طریقے سے کام کرکئی تھی۔

تمام ستافوں کی امن، تحفظ، آزادی، درانصاف کی آزادیوں کے انعکاس کے ساتھ اقوام متحدہ کی بنیادیں مستقیم طریقے سے ستوار ہیں، اور اس کے اخلاقی قوانین مضبوط ہیں۔ اس کے کمال طور پر مستعد مرکزی دفاتر بھدا مصروف کی پادری اور دارے کے مقصد کے لیے جہت ہیں۔ ان مرکزی دفاتر کا سربراہ اقوام متحدہ کا سیکریٹری جنرل ٹریگو وائی (Trygve Lie) سے جوناٹ کے کا عظیم سچوت ہے، اور ایسا انسان ہے جس کا نام عالمی مذہبوں اور امن قائم کرنے والوں کی تاریخ کے صفحات میں بھلی حروف سے لکھا جائے گا۔ کسی زندہ انسان نے اتنی مہد قیدی اور عالی مئی سے دنیا کو جنگ کی سڑ سے بچنے میں کام نہیں کیا ہے جتنا کہ ٹریگو وائی نے کیا ہے۔

اپنے مختصر مگر پڑا شوب پانچ برسوں میں، دیکھتے چند مہنتوں تک، ہم از ہم اقوام متحدہ نے یہ ثابت کر دیا ہے

کہ اس میں بھرنے والے اپنے خطرناک بحران سے نمٹنے کی تسلی بخش ملاہیت موجود ہے جو متحدہ میں پھٹ پڑا ہوا اس کے خطرات میں ایسا کبھی آسانی سے نہیں ہوا ہے، نہ اس کی امید کی جا سکتی ہے، مگر سچ تو یہ ہے کہ یہ کیا جا چکا ہے۔ جنگ کے بعد کے برسوں میں، امن کی خاطر، اقوام متحدہ دو مقامی جنگوں کے خطرات کو ختم کرنے، اور جاری جنگوں کو روکنے کے لیے کیا ہے، اور اب گوریا میں، اس سے خود بین اقوامی پالیسی کے ذریعہ قائم کئے گئے اسرائیلی جارحیت ہے، جو ایک عملی جنگ کے برابر ہوگا۔ اس کی تاریخ پر اثر ہے۔ اس کی مداخلتیں، اندونیشیا، کشمیر، فلسطین، اور یونان میں کم و بیش کے خطرناک مصلحتی تنازعات کو نہ اور راستہ دہکنے کی ذمہ داری تھی۔

اس طرح اقوام متحدہ کی حد تک امن کے لیے جو مرنے کے قابل ہوئی ہے، اپنے ارکان کے اس عزم کے باعث کہ پالیسی کے طور پر فکری حالت کے استعمال اور بین الاقوامی مداخلت کی نئی تکنیک سے انکار کیا جانے کا جس کو [پالیسی میں] کام میں لایا جا چکا ہے۔ یہ بار بار جب بھی امن کو خطرہ لاحق ہو ہے، اقوام متحدہ خود ناشی و زناہت کے لیے تنازعے کے علاقے میں اپنے نمائندے بھیجتی رہی ہے۔

اقوام متحدہ کے اس قسم کے کام میں کے سربراہ دکانٹ نوے ممالکات تھے جو 1948 کے موسم بہار میں فلسطین گئے تھے۔ شریقی عرب میں اپنی آمد پر نہیں پتا چلا کہ عرب اور یہودی فلسطین میں ایک تنازعہ ختم نہیں اور بے انتہا جذباتی جنگ میں اچھے ہوئے ہیں۔ اس کا نتیجہ اقوام متحدہ کی جانب سے جاری کیا گیا ایک سخت مطالبہ تھا کہ عالمی امن کے مندرجہ فلسطین کے مسئلے کو پر امن طریقوں کے ذریعے حل کیا جانا چاہیے۔

یہ سفارت کی تاریخ میں اس کی بے مثال ذاتی کامیابی تھی کہ کانٹ ممالکات نے اپنی حیثیت کے دو ہفتے کے اندر ہی چار ہفتے کی عارضی جنگ بندی کرادی اور توپوں نے گولے گھنے بند کر دیے تھے۔ عارضی جنگ بندی کی عمرانی کی خاطر اس نے سیکریٹری جنرل سے درخواست کی اور فوراً ہی اسے سات سو فوجی اور غیر فوجی مرد اور عورتوں پر مشتمل ایک بین الاقوامی میگزین ہم۔ وہی مہم تھی۔ فلسطین کے لیے تیار کی جانے والی اس "امن فون" میں سیکریٹری نیویائی ملک کے افراد نے جن کے پاس اسے نہیں تھے، کانٹ ممالکات کی رہنمائی میں امن کی قیام کو تاریخ میں بہادری کا ایک نیا باب رقم کر دیا تھا۔ اس کے رہنما نے ٹیوی اور ریو ساقیوں نے ماسکو شش میں اپنی جانیں ٹھار کر رکھی تھیں۔ اقوام متحدہ اور امن سے محبت کرنے والی پوری دنیا کو ہمیشہ ان کا احسان مند رہنا چاہیے۔

ہم سب جتنوں نے کانٹ ممالکات کی رہنمائی میں کام کیا تھا، اس کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک نظم میں اقوامی و سرگرم انسانیت پرست امن کے مقصد کے لیے چچا جیجیو ایک نظمیں اور شریف انٹرنیشنل انسان تھا۔ ہم لوگ جو اس کے کام کو لے آئے ہم سے جیسے اس کی جتنی بانی سے متاثر تھے اور ہم نے عزم کیا تھا کہ ہم اسے وہ خراج تحسین پیش کریں گے جو اسے سب سے زیادہ پسند ہوتا تھا۔ اس کام کی کامیاب تکمیل جو

اس نے شروع کیا تھا، یعنی نصیحتیں میں امن کی بھائی۔

پہلی بار تجدید میں، اور امید ہے کہ یہ آخری بار ہوگا، تنازعے کے حل کے لیے اقوام متحدہ کی مدد طلبتہ کام ہوئی تھی۔ اس لیے کام ہوئی کہ شہر کی حکومت نے نہایت ہمت دہانی سے نہ صرف کام کرنے کا موقع دینے سے انکار کر دیا، بلکہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے جان نہ طاقت کا استعمال کیا تھا۔ دنیا کے امن کو درپیش شدہ ترین مزاحمت کے متقاضی اقوام متحدہ کے پاس کوئی مناسب متبادل نہیں تھا، سوائے اس کے کہ وہ ایک جاری قانونی طاقت، فیصلہ کن بین الاقوامی طاقت سے رابطہ کر سکی۔ اس کی کوشش کی گئی، اور اس میں امکان کی کثرت کے عزم کی پشت پناہی حاصل تھی، کہ امن کو محفوظ کیا جائے اور جارحیت کو کچل دیا جائے، جہاں بھی ہو جس کسی کی جانب سے بھی ہو۔

کوریہ میں یہ پسپائی، اور نتیجے کے طور پر تنازعے میں کثیر تعداد میں چینی فوجیوں کی شمولیت کے باعث، یہ واضح ہو رہا ہے کہ اس کے امکان کے عزم کو کافی مسکری طاقت کی پشت پناہی نہیں ملے گی۔ امن کی گنجائش کا بدلہ ہوا۔ [لہذا] مستقبل میں امن کی طاقتوں کو بردہست ہونا ہوگا۔

امن کو برپا کرنے والی موجودہ مسکری حدود جہد کا نتیجہ تو بھی ہیں جس میں اقوام متحدہ، اور چین کی فوجیں صرف آراء کو برپا نہیں وہ بہت کم، اور کر رہا ہے جو دنیا میں امن اور آزار دہن کو بچا سکتا ہے، اگر قومی امن سے بہت سیکھیں، اور جہد سیکھیں۔ دنیا میں امن کو محفوظ بنانے کے لیے امکان کے لیے ہوئے چکے ہیں ان کے مطابق، اقوام متحدہ کی پہلی کمان میں اس درجے کی مسکری طاقت ہوئی چاہیے جو بین الاقوامی فوج کے ذریعے برصغیر کے سرحد جارحیت کرنے والی مسکری طاقت کا سامنا کر سکے اور مطلوبہ نتائج حاصل کر سکے۔

اگر اقوام متحدہ کو اس قسم کی طاقت فراہم کر دی جائے، اور پٹریں اس کی طاقت کے مطابق اس میں غرض کے موافق یہ طاقت فراہم کر دی جائے گی، تو میرے خیال میں اس طاقت کو پھر کبھی جنگ میں چیلنج نہیں کیا جائے گا، لہذا اس کے استعمال کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔

عمر مسکری طاقت دینی نہیں ہوگی۔ اقوام متحدہ کی انفرادی حیثیت کو ہمیشہ ایسی طاقت ور ہونا چاہیے، جس کے خلاف جارحیت ممکن نہ ہو، اس کو ہمیشہ حل کے لیے، ثابت قدمی سے متوجہ رہنا چاہیے۔

چین اقوامی مسائل، اقوام متحدہ جس سے وہ چار ہوئی ہے، دنیا کے عوام کے درمیان تعلقات کے مسائل ہوتے ہیں۔ وہ انسانی مسائل ہوتے ہیں۔ اقوام متحدہ اس یقین میں حل بجا رہی ہوگی، اور اس کو یقین ہے کہ انسانی حقوق ایسے مسائل نہیں جن کا حل نہ ہو، اور یہاں کوئی مسئلہ نہیں ہے جو پڑھنے طریقے سے حل نہ ہو سکے۔ انڈونیشیا، نصیحتیں، بورنیشیہ میں اقوام متحدہ نے مستقبل طریقے سے دیکھ دیا ہے کہ شدت تو ہی تنازعے کے طریقوں کو جنگ سے ہٹا دینے پر تکیا کیا جا سکتا ہے، کہ مسئلے کا حل دائمی سے اور مصالحت سے حاصل کیا جا سکتا ہے، جس میں بے شمار جانیں بچائی جاسکتی ہیں اور کچھ کم کیے جاسکتے ہیں۔

جہنم سے دنیا میں اب بھی ایسے آگے ہیں گئے جنہوں نے آج تک نہیں سیکھا ہے کہ جنگ کو مسئلہ کا



عمل نہیں ہو سکتی، کہ جو راج قوت کبھی کافی نہیں ہوتی، نہ بھی اس کو یہ داشت کی جا سکتا ہے سادہ تر ایسا ہو تو منظم دنیو کے ہے رحم غضب و انہیں پر گنا چاہیے جو ٹیڈر غرضی کے باعث من کو بھرے میں لگاتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے ترقی یافتہ دور میں، سوائے حملہ آور کو پہنچ کرنے کے حالت کا استعمال کرنے والی قوموں کے لیے کوئی چارہ نہ ہوئی جواز نہیں ہوتا۔

اس دنیا میں اور اس میں بسنے والے لوگوں کے لیے محفوظ امن کے حصول کا کوئی آسان اور قیمتی طریقہ نہیں ہے۔ صرف غیر ثابت قدمی، اور مذکورہ شخص سے لاکھائی کے باوجود بار بار کے تجربے سے ہی امن وصفا جا جا سکتا ہے۔ اور جیسا کہ قلمیں ادا کرنے والے تیکہ ہے کہ اس کو سستے داسوں میں نہ نہیں جا سکتا دنیا کی موجودہ یہ قیمتی حالت میں کیا نہیں ہو رہا ہیں خطرناک بحالات اور شدید صورت تو ہوتے رہتے گئے۔ محرم ماضی کی طرح مستقبل میں بھی غیر متزلزل اور دے کے ساتھی قوام متحدہ من کے لیے باطلے کے بند پہ پیرے چارے رکھے گئے۔ اس مشن پر مقدمہ میں ان کی قدم و قامت سے قطع نظر تمام ریاستیں بے حد اہم تھیں۔

چھوٹی قومیں، کمیت میں جن کی کثرت ہے، قوام متحدہ کے لیے حالت کا تعمیر مبنی ہیں۔ من کے لیے ان کی نمائندگی سب سے زیادہ اور ثابت ہے۔ ٹول، شہ، اور غار، بڑی طاقتوں کے درمیان کے ہشتوں کو متحکم کرتے ہیں۔ اور نتیجہ میں پیدا ہونے والی سب لڑائی ان کو اور ان کے عوام کو تباہ اور کو بھونک کثرت میں رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ بڑی طاقتوں کے درمیان کے رشتے کافی حد تک ان کے مستقبل کا تعین کرتے ہیں۔ ایک تیسری عالمی جنگ تباہی سے چھوٹی ریاستوں کو نکل جائے گی، اور ان میں سے کئی ایک بار پھر جنگ کا میدان فراہم کریں گی۔ پسے کی طرف، ان میں سے بہت پر جنگ کا لہر، بڑی طاقتوں کے مقابلے میں، زیادہ شدید ہوگا۔ ہذا، مخصوص وی [چھوٹی ریاستیں] چاہتی ہیں اور اقدام بھی کرتی ہیں، یہ قیمتی بنانے کے لیے کہ قوام متحدہ کو امن کی عملی آگہ کاری میں زیادہ مہم چاہیے۔ اس سلسلے میں، کمینڈ کی نیویائی ممالک، تعمیر کی کوششوں میں قوام متحدہ کی مدد کرتے ہیں۔

ماضی قریب کی ایک وراثت قوام متحدہ کے کام میں رکاوٹ بن رہی ہے ماضی کے لیے اس کی سادہ حیات اس وقت تک پوری طرح استعمال نہیں ہو سکتی جب تک کہ بیرونی عالمی جنگ [کے اثرات] کو پوری طرح مختصر نہیں کر دیا جائے۔ مغرب اور مشرق کے درمیان کی بندگی نے بڑی طاقتوں کو من معبود سے کرنے سے روک رکھا ہے جن کے ذریعے دنیا فریجھل جنگ [کمال طور پر] ختم ہو جاتی۔ اس میں تپہ نہیں کیا جا سکتا کہ قوام متحدہ کو ذمے داری دی گئی ہو تو وہ اس اختتام میں معاون ہو سکتی تھی اس وقت، القوام متحدہ کو ماضی جنگ کے بد قسمت ماحول میں مستقبل کے امن کے لیے کام کرنا چاہیے، جب کہ اسے جنگ کے حتمی اختتام میں معاونت کرنے سے باز رکھا گیا ہے۔ یہ بخیر، امن سے محبت کرنے والی تمام قوموں سے متعلق، اس سے قطع نظر ان کا قدم و قامت کیا ہے، اہم محدث تھیں۔

اس لمحے، دنیا اور بند چینی علاقے کے پیشانیوں واقعات کے پیش نظر، مختلف زاویوں کی توجہ ایٹیا پر مرکوز ہے، جو ایک اہم سوال "امن یا جنگ؟" کے جواب کی منکاشی ہے، آئندہ دنیا کے امن کے احکام کے پیش نظر یورپ کی اصلی اہمیت و نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ یورپ کے امن، اور اس کے ساتھ دنیا کے امن کو کبھی محفوظ نہیں کیا جاسکتا، جب تک کہ جرمنی کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔

اس مسئلے میں، ان دووں کو جو کچھ جنگ کے خاتمے کے بعد دنیا کی خوش حالی اور مستقبل کے تحفظ کے ضمن میں یورپ کو ایک اہم عنصر کے طور پر نظر انداز کرنے پر مائل ہو رہے تھے اپنے تمام تخیلوں پر نظر ثانی کرنا پڑ رہی تھی۔ اس لیے کہ یورپ نے، اگرچہ وہ شدید دشمنوں سے چھوڑا، قابلِ تحریف ٹپ دکھائی ہے اور بہت کم عرصے میں دنیا کے معاہدات کے بارے میں دوبارہ بات چیت ہو رہی ہے۔

یورپ، اور عمومی طور پر مغربی دنیا، کو چاروں طرف [اس امر سے] واقف ہو جانا چاہیے کہ ایٹیا اور افریقہ کے کروڑوں افراد اب امن کے تمام جوڑوؤں کا ایک نیا اور نہایت معنی خیز عنصر بن گئے ہیں۔ چنانچہ، یہ چاہیے ہوئے عوام تینوں سے پیدا ہوئے ہیں اور مستقبل کے امن، آزادی اور تحفظ کے ثمرات سے اہل اٹھانے کے حق کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

ان کمزوروں اور دونوں طرف آزادی کا تجربہ ہو رہا ہے۔ نئی روڈ اب بھی دوبارہ ترقی کے شہری ہیں۔ ان کی آزادیوں اور ان کے مطالبات، جنہیں آزادی مل گئی ہے، اور جو اس کے مطابق ہیں، ایک پیمانے کی تہہ تحفظ پر اپنی کامیابی اور قوموں کی یہ درمی میں معقول مقام۔

نصف صدی قبل کے مقابل، جب افریقہ قبیلوں کا حاکم تھا، آٹھ یا دس زبوروں کو ملتا ہے کہ امن خود میں قائم نہیں ہو سکتا۔ امن کو انسانی ترقی کے ساتھ ساتھ پیدا کرنا چاہیے۔ امن اب کھلے لڑنے و مارنے لڑنے و مارنے کا محاذ نہیں رہا ہے۔ امن ہے مار مارنے کے لیے جنہوں نے جنگ اور امن دونوں میں ڈکھائی دکھائی ہے، امن کو انسانی یا چاروں [محبت کا] یہ صحت، اہم اور آزادی کے ساتھ انسانی وقار۔ ایک بہتر معیار زندگی۔ کا روپ ادا کرنا چاہیے۔ اگر امن کو محفوظ ہونا ہے تو عرصے سے دنیا کے دکھی، بھوکے اور مویش کردہ عوام، غیر جماعت یافتہ اور کم نقد یا قریباً سب کو بغیر کسی تاخیر کے ایک نیا دن اور ایک نئی زندگی شروع کرنا چاہیے۔

آئی کی دنیا میں، بقیہ مغرب کی طرح، یورپ کو نئی سمت بندی۔ ایک عالمی سمت بندی کی زندگی ضروریات کا سامنا ہے۔ ساجد جنگ کا تناظر یورپ کی فرسودہ ہے جیسے باقی جنگ دنیا کا تھا۔ اس مسئلہ حقیقت کے بارے میں بیداری سوانی چاہیے کہ ایٹیا اور افریقہ کے دور قیام، کم معروف اور کم سمجھے ہوئے عوام، جو دنیا کی آزادی کی اہمیت ہیں، اب بھول نہیں رہے، اور ان کو مزید عرصے تک نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ عالمی تصویراتی حدود و جہد کا طیف و غلبہ ان کے اطراف بھونڈی مائل ہو رہا ہے۔ ان کی بے شمار تعداد مستقبل کی دنیا کے ندرت زندگی پر حاوی ہوئے۔ وہ جسمودیت کی نشوونما کے لیے غیر کاشت شدہ زمین کا قہر رکھتے ہیں، اگرچہ مغرب کو ان کی طرف کچھ توجہ کرنا پڑے، ان کے انتہا کا علم حاصل کرنا، اومان سے دلتی کرنے کا مشرکنا

چاہیے۔ مغرب کی شہنشاہیت، جبر اور استحصال کی ایک تکفیر کا بیج ہے جس کو عبور کرنا ہوگا، اس ناقابلِ تلافی کار  
مذاہبات کے باوجود جو مغرب نے نہیں دیا ہے۔ نوآبادیات کی تحفیں میں تیزی آتی چاہیے۔ ان لوگوں کی  
جانب سے حق کا ہاتھ نہ جھکا جائے جو حق حاصل کر رہے ہیں اور ان لوگوں کی  
طرف بھی جو اس کی آرزو کرتے ہیں۔ اور اس ہاتھ میں فیضانِ تقدیر میں نظر آنے والی اعداد [مکمل] ہوتی  
چاہیے۔ سرمایہ، نقد، اشیاء، زمین، انسان اور تکنیکی معدودہ وغیرہ۔

دنیا میں ایسے مسائل بھی ہیں جو حل طلب ہیں۔ پہلی سے دہائی کے ہوئے سرمایہ داروں اور  
اشتراکیت کے تصورات دوران کے نقطہ: انتہا پسندانہ انداز میں پیش کیے گئے جمہوریت کے تصورات، جو  
اعداد و شمار کے تحت پسندانہ تصور کو نظر دیتے کے تحت پسندانہ تصور کے مقابل پیش کرتے ہیں: انسانی  
حقوق کا عمومی سطح پر انکا، انداز میں کر رہے ہیں۔ انسانی حقوق کی آرزوؤں کی قابلِ فہم ہے مافیہ و غیرہ۔  
مگر یہ مسائل ہیں جنہیں کسی طرح بھی حل کا مقابل نہیں ہو سکتا۔ سرمایہ داروں کے مقابل اشتراکیت کا  
مسئلہ نظریات کا ہے جس کی واقعی، آئی کی دنیا میں واضح طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس وصفِ غیور پر اس  
لیے بیان نہیں کیا جا سکتا کہ اب صرف 'سرمایہ داروں' اور 'اشتراکیت' یعنی دو دنیا ہیں نہیں رہ گئی ہیں۔  
اب تو اس ایک ہی دنیا ہے۔ یہ متحدہ دنیا کو دیکھو۔ جس کے مخالف نظریاتی قطبین پہ یہ دو نظریے قائم  
ہیں۔ انتہاؤں کے درمیان دو نقطہ مابین اور نظریات کے بہت سے درجات پائے جاتے ہیں۔

دنیا میں سرمایہ داروں اور اشتراکیت والوں کے درجات کے لیے جیسے موجود ہے، بشرطے کہ دونوں میں  
سے کوئی بھی نقطہ متحدہ طور سے شائبہ شائبہ کے ماتے پہ نہیں پڑے۔

اقوام متحدہ کسی بھی قسم کی شائبہ شائبہ کے خلاف ہے، اور نظریاتی ہونے کی اور قسم کی اقوام متحدہ نہیں،  
مذہب، نظریات سے قطعاً نظر آراہنی اور مساوات کی مہم در ہے۔ اب یہ ہر سو مابین کے عوام پہ منحصر ہے  
کر رہے نظریات، اقتصاد کی مہم، در ریاست اور فوج کے درمیان رشتوں کے بارے میں خود انتخاب کریں۔  
اقوام متحدہ انسان کے حقوق کی مذاہبات دینے کی تاریخی کوشش میں مصروف ہے۔ یہ نوآبادیاتی عوام کو اس بات  
پر مطمئن کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ آزادی کی حق کی آرزو میں چوڑی ہو سکتی ہیں، اگر انہیں درجہ بہ درجہ  
کی مین طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

تمام انسانوں کے لیے بہتر حالت زندگی اور امن، فوجی فوج ہو سکتے ہیں۔ آمر موزوں اختیار و برسر  
فرہم ہو جائے تو اقوام متحدہ اس کو یقینی بنا سکتی ہے۔ مگر فیصلہ دہاں میں دنیا کے عوام کو ملتا ہے۔ اقوام متحدہ کا تعلق  
عوام سے ہے، مگر یہ اب تک ان سے اتنی قریب نہیں ہوئی ہے، ان کے شعور کی مثال کا حصہ نہیں بن سکی ہے،  
جتنا کہ اس کو ہو چکا ہے۔ اقوام متحدہ کو ہمیشہ عوام کے ساتھ ہونا چاہیے۔ جہاں کہیں بھی انسانی حقوق اور  
مذاہبات کا معاملہ ہو اس کو بھل سبوت کے لیے عمل نہیں کرنا چاہیے۔ محض بھی ہٹا دہاں نے ایسا کیا ہے، غرض کہ  
اس کے اپنے فائدے کے لیے، انسان اور آزادی کے مقدس مقاصد کے لیے۔ آمر دنیا کے عوام اپنے

مزم میں پکے ہیں اور گرد و اقوام متحدہ کے ذریعے کچھ کہتے ہیں، تو انھیں کبھی جنگ کے اہم ناکہ تباہی یا  
رہساز کن تھکی کا، موت کا، یا تلکاری کا سامنا نہیں ہوگا۔

ایک اٹھل پٹھل دنیا کی سودا گیت اور غیر مستحویات کے درمیان، کچھ سرد و حقیقتیں اظہار میں انھیں دکھائی  
دیں گی۔

جیسے کہ طریقہ توسل نے بلا اثر اخذ کیا ہے، وہ بھی جنگ کو محنت اور اس سے خوف ناک بنانے کے  
بہ، جو اس سے باز نہیں رہتے۔ اس کے باوجود یہ بھی سچ ہے کہ اگرچہ جنگ میں لوگ بچ بھی جائیں تب  
بھی فاتح مہنی بھی نہیں ہوگا۔ تو پھر جنگ سے کیا حاصل ہوگا جو پرامن طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتا؟ یعنی  
ظہور پہ قوموں کے درمیان سمجھوتہ اور تھارے کے وسیع پہلو سوتے ہیں۔ مگر ہرگز یہاں کچھ نہیں ہوگا جسے  
پرامن طریقے سے حل نہ کیا جائے۔ گنت و شہید، ورنہ لٹی کے ذریعے گراموں کی حقیقی خوش ہو اور روز و رات  
یا بھی اعتبار بھی ہو۔

میں اس کی تم ہی امید کی جاتی ہے کہ خوف، ہر شہریوں اور لازم تر شی کے موجودہ ماحول میں بڑی  
حالتوں کی، نہ مکی و کھولنے کی کوشش بدور ہوئے گی۔ قوموں کے درمیان رشتوں میں ٹھیک، بدگمانی اور انکی  
انز م تر شی خطر ناک طریقے سے رخنہ ڈال رہے ہوتے جاتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی قوی، عیاقی کی ترغیب دیتے  
ہیں جو شہری توازن اور مصطفیٰ کے کنارے بڑھٹ، بلکہ جنگ کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے۔ پرامن گنت و شہید  
کے لیے موافق تھا یہ رہی جانی چاہیے، اور یہ جتنا بھی، رشتہ اور کوشش ہی سے تیار کی جاسکتی ہے۔ تنازعات  
میں، کبھی جن متوں کو احسن دینا چاہیے کہ من کی راہ میں مؤثر مزاحمت کی دھمکیوں سے، کبھی سر سے پاؤں  
تک مسخ ہونے سے یا دشمن کی تلاش میں ہر چھائی کو کھنکھلاتے سے کبھی آڑی تر چھٹی جس کی جاسکتی ہے۔ اس  
دور میں من کی جانب ایک مہذب پسے غریب کی قدم کے لیے لٹی لازم تر شہریوں اور بڑا بھلا کہنے کے عمل  
کے عرصہ میں اقوام میں ڈالنا ہوگا۔

دنیا میں یہ بھی کچھ ہوگا۔ جس جو جنگ کو مائز نہ بت پھیل از وقت ماضی بہ رضا ہو جاتے ہیں۔ ان  
میں وہ لوگ ہوتے ہیں جو نام نہاد "جنگ مہمائی" کی ہکارت کہتے ہیں، جو جنگ پر ماضی بہ رضا ہونے  
میں، درمیں جنگ کو شروعات کے لیے معذوں وقت منتخب کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ کہنا کہ جنگ، جنگ کو  
ناک سکتی ہے، الحاد کا جنیونی کھیل ہے اور جنگ بڑی کا کھیل طریقہ ہے۔ جو من پہ سنجیدگی سے چھین رکھتا  
ہو سے من کو بچانے کی، با عزت و کوشش کو چھانصب اچھین بنانا چاہیے۔ دنیا میں اس بات کے بہت ثبوت  
موجود ہیں کہ جنگ صرف وہی حالت پیدا کرتی ہے جو مزید جنگ پیدا کرتے ہیں۔

آخری تجربے میں، من کے لیے سنجیدہ خواہش کا سخت اطمینان دو آدمی ہوتی ہے جو فریقوں کے  
درمیان اختلافات کو، تو متحدہ کے پرامن عمل اور میں اقوامی رائے عامہ کے سامنے پیش کرتی ہے، اقوام  
حمیدہ جس کو منطقی کرتی ہے۔ صرف مکی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعے پہنچنے کے لیے شہر و غور غا پد سچائی،

تکلف ورتعالف غائب آتے ہیں مگر ایک آواز میں اقوامی مضابطہ اخلاق کا شہت یو جاتے۔  
 یہ بات نہ دیکھنے کے قابل ہے کہ اقوام متحدہ مجلس امن کو محفوظ رکھنے کے لیے نہیں ہے، بلکہ تجدیدیوں—  
 اسکی بنیادی تجدیریوں— رکنے کے لیے بھی ہے، جو بغیر متحدہ امیر القلوب کے۔ فی جاسکیں۔ حالت  
 کو بدستور بنادے رکھنے میں اقوام متحدہ کا کوئی مفاد نہیں۔ یہ منکر بھی ہے ایک زیادہ محفوظ دنیا، ایک بہتر دنیا کی،  
 اسکی دنیا کی جس میں تمام لوگ ترقی کر سکیں۔ ایک حقیقی مافی السوا کی میں، جو اقوام متحدہ کا مقصد ہے۔ تمام لوگوں  
 کو مساوات اور برابری کے حقوق حاصل ہونے چاہتے۔ ان لوگوں کے حقوق جو کسی وقت بھی اقلیت میں ہوں۔  
 نسلی، مذہبی یا نظریے کے باعث۔ اتنے ہی کم ہوتے ہیں جیسے اکثریت کے۔ در قیمتوں کو بھی؛ یہی  
 اسلام اور تحفظ منہ چاہیے۔ اقوام متحدہ نہیں چاہتی، نہ اس کو مناسب جانتی ہے کہ دنیا کو ایک ہی مگر زمین تراشا  
 جائے۔ اقوام متحدہ، دنیا کی رنگارنگی میں صرف یکا گنتی کی نحوہاں ہے، ہم مصروف یا یکسانیت کی نہیں۔  
 ہماری دنیا میں تحفظ نہیں ہوگا، تالیف و دو دو کے سے نجات نہیں ہوگی، منہید و ترقی نہیں ہوگی۔ نہ وہ بلا کسی  
 ہوگا، جب تک کہ شیلے (Shelley) کے خوب صورت الفاظ میں "تکلف کی آواز نصرت کی آواز جی بلند آواز  
 قوموں کو پیدا رہے۔"



## لارڈ بائیڈ آر اعلان تجلیل

بہت سے مردوں اور عورتوں میں، انھیں پانچ سو برس سے لارڈ بائیڈ آر ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ گرچہ ان میں بہت سے مدبّرین و سیاست دانوں میں سے تھے، لیکن انقوائی قانونوں سے تھے یا امن کے اداروں سے متعلق افراد تھے، جب کہ جان بائیڈ آر نہ بین القوائی قانون دان ہیں، نہ سیاست دان، نہ مدبر، نہ ہی ان کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی عمر کے ایک طویل عرصے تک امن کے اداروں میں عملی طور پر چھریتے رہے ہیں۔ ان کا کام نفاذ اجازتوں، اور سفارتوں کی تحریک کے مطالبے سے شروع رہا ہے۔

پھر ان کا کام خود کشی کی بڑا سائنسی اضافہ بنا دیا تھا اس کی بنیاد پہ انھیں نوبل امن نہیں دیا جاسکتا تھا، اس لیے کہ انھیں سائنسی ورک نہیں ہی امن پیدا نہیں کر سکتیں۔ ہاں، اگر ان کے، سفارتوں سے قوموں کے درمیان تعاون میں اضافہ ہو سکے، تو وہ امن کے معاملے میں ایک اہم عنصر بن سکتے ہیں۔ جان بائیڈ آر کے نزدیک ان کے سائنسی کام کا مقصد انسانوں کو صحت مند اور خوش حالی بنانا ہے تاکہ امن قائم ہونے کے بعد سمجھتے ہیں کہ صحت مند اور خوش و خرم افراد کو زندگی گزارنے کے لیے جبر کی فراہمی و فراخی کے لیے اس کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ کہتے ہیں کہ "ہمیں بھوک اور طلب کو زبردستی چاہیے، اس لیے کہ افراد کے درمیان، بھوک اور طلب موجب قربانی اور ہماری تہذیب کے لیے ٹکٹ کا بیجا ہیں۔ یہ جنگ کی بنیاد کی وجود میں سے ہیں۔ مگر یہی منصوبوں وغیرہ کے ذریعے اوپر سے نیچے تک ایک نئی دنیا بنانے کی کوشش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہمیں اس کو نیچے سے اوپر کی جانب بنانا چاہیے، اور اسے عوام کے لیے سب سے پیسے زندگی کی بنیاد کی ضروریات فراہم کی جانی چاہئیں جو انھیں پیسے بھی دستیاب نہیں تھیں، اور ملک کے پس ماندہ علاقوں کو نیچے سے اوپر کی طرف بنانا چاہیے۔" وہ پیسے بھی کہتے تھے ہیں کہ "قوموں کے درمیان جنگ نہ



گروہوں میں استعمال کی جانے والی غذاؤں کی قسم مختلف ہوتی تھی۔ مگر یہ عام ہے کہ جو چکا تھا اور جس کو غذائی پالیسی بنانے میں استعمال نہیں کیا گیا تھا۔

بانیڈ آر کی تحقیق کا نیا ہنٹ اس حقیقت میں چٹا تھا کہ انھوں نے آمدنی کے گروہوں میں استعمال ہونے والی غذا میں موجود اجزاء کے تجربے میں ان کی غذائی ضرورتوں کو ملحوظ رکھا تھا۔ مزید یہ کہ انھوں نے پودے نہ جاننے کے مختلف آمدنی والے گروہوں کے غذائی اشیاء کا حساب چٹا کر دیا تھا۔ ان کے نتائج تھے حیرت انگیز تھے کہ انھوں نے [طک میں] ایک خدوٹ پیدا کر دیا تھا۔ انھوں نے واضح کیا تھا کہ نہ جاننے عظمیٰ میں، جہاں کا معیار زندگی زیادہ تر مکین سے بہت بلند تھا، ایک بڑے حصے کا غذائی معیار اس معیار سے کم تر تھا جسے غذائی ماہرین نے لوگوں کے لیے مطلوب قرار دیا تھا۔ بانیڈ آر نے یہ دیکھا تھا کہ ذرا مٹی پیداوار میں بڑے پیمانے پر اضافہ ضروری تھا، اگر آبادی کو مناسب غذائیت مٹی ضروری ہے۔ یہ کہ ذرا مٹی پیداوار میں اضافے سے فی صاف فائدہ ہوگا، اگر آبادی کو قدرتی غذا میں فراہم ہونے والی طرح آبادی اپنی عام پیداوار کی محدودیت بڑھانے کی۔ اس لیے ضروری تھا کہ اس کی پالیسی بنانی اور عمل میں رتی جائے جو ان دونوں ضروریات کو پورا کر سکے۔

یہ وقتی اتفاق نہیں کہ اس کے بعد بانیڈ آر نے خود کو زرعی اور غذائی پالیسیوں کی مباحثہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ سرب اس لیے نہیں کہ نئی نوٹ انسان کو طلب سے آزاد کر دیا جائے، بلکہ درجہ اولیٰ اور نسلیوں کے درمیان پیمانہ تعلیم کی بنیاد رکھی جائے تاکہ ان کی طور پر، اس میں وقتی عیب نہیں تھا کہ انھوں میں زمین برسر کرنے والوں کے لیے جذبہ رحم نے لیا کی حیثیت میں انھوں نے گلاسگو کے پس ماندہ علاقوں میں بہتوں کو بٹو رکھا تھا۔ انھیں بچپن ہی سے زراعت سے واقفیت رہی سے 1920 سے انھیں اس بات کا علم تھا کہ ایک موثر درمناں نہ جاننے کے ساتھ ایک غذائی پالیسی ہونی چاہیے۔ اسی کے ذریعے ہی ذرا مٹی پیداوار عام لوگوں کی فلاح میں آئے گی۔ وہ ہمیشہ سے محدود پیداوار پر مبنی ذرا مٹی پالیسی کے خلاف رہے تھے۔

اپنے تصورات کی ترقی کے ساتھ انھوں نے ایک تجویز کے ذریعے ایک ٹھوس انکوار کیا تھا، جب وہ 1932 میں میکڈنلڈ کیل کے مکتبہ کی بن گئے تھے، جسے اسکاٹ لینڈ کی ترقیات کو قومی کالکولس نے قائم کیا تھا۔ یہ انھیں کے تصورات تھے جو بعد میں رائج کئے گئے تھے، جب نہ جاننے عظمیٰ کی غذائی پالیسی بنانے کا وقت آیا تھا۔

بانیڈ آر کے تصورات نے نہ جاننے کی ذرا مٹی اور غذائی پالیسیوں پر اپنے نتائج چھوڑے تھے۔ گران کا کام اسی مقام پر رک جاتا تو بین الاقوامی تعاون کی اہمیت پر اس کا اثر بالکل وقتی ٹرنہ ہو گیا۔ مگر یہ تصورات جہدی نہ جاننے عظمیٰ کی حدود سے باہر نکال گئے تھے اس لیے کہ ماضی کی طرح آج بھی ذرا مٹی اور غذائی مسائل ہر ملک میں پائے جاتے ہیں۔



اس کے باوجود کسی خیالی کی شہرہ اشاعت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ یہ مسائل کے حل کا علاج کمرے گا۔ اور جب تک سرکاری مالی جنگ کے بعد کے عرصے کی حتمی حقیقت فرمے نہ افراد سے جواب کی طالب نہیں ہوتی تھی غذا کے مسائل کو سمجھنا اندازہ کیا گیا تھا۔ اس لیے سرکاری کواپسے حالت کا سامنا تھا جس میں قدرتی پوری آبادیوں کو کھانے کا رہا تھا، جب کہ [دوسری طرف] ضرورت سے زیادہ زرعی پیداوار کی وجہ سے زرعی بحران پیدا ہو رہے تھے اس لیے سرکار جنھیں ان کی ضرورت تھی انھیں خرید نہیں سکتے تھے۔ سرکار کی، کچھ زرعی ممالک کو اپنے صنعتی بیستوں کی مصنوعات خریدنے کا یہ مانگ تھا اس لیے کہ ان کے کسان بہت مفلس تھے۔

جنیوا میں ہونے والی World Economic Conference میں جو 1927 میں منعقد ہوئی تھی، جن مسائل کو پیش کیا گیا تھا ان میں یہ مسئلہ شامل تھا، مگر اس وقت اس میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تھی۔ اس کی ابتداء 1934 میں ہوئی تھی جب آخر میں کے وائی کسٹن بریجس (Stanley Bruce) کے کہنے پر ایک آف نیشن نے اس سول کو متحد کیا، اور ایک بین الاقوامی کمیٹی تشکیل دی تھی جو زراعت کے ممبرین اور اقتصادیات کے ممبرین نے مشتمل تھی۔ سولیز آراس کے رکان میں سے تھے جس نے 1936 میں اپنی رپورٹ پیش کی تھی۔ بعد میں، اسی برس، ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں غذا کے طبیعیاتی ممبرین، صحت، زراعت اور اقتصادیات کے ممبر شامل تھے اور ان سے کہا گیا تھا کہ وہ غذا، صحت، زراعت اور اقتصادیات کے درمیان کے رشتوں پر تحقیق کریں۔ اگرچہ سولیز آراس میں جتنی بھی وائی کسٹن کے زمین نہیں تھے اس کے کام پر دینی سے زیادہ ہوئے تھے، مگر فوراً بعد کی دوسری عالمی جنگ پھوٹ پڑی جس نے ایک آف نیشن کی تمام کوششوں پر پانی بھیر دیا۔

جنگ بین الاقوامی تعاون کے لیے بہت کم موقع فراہم کرتی ہے، مگر آٹھ ہمارا ہے کہ ایک انفرادی ملک میں کچھ چیزیں جو امن کے زمانے میں ممکن نہیں تھیں، جنگ کے زمانے میں ہو جاتی ہیں۔ اور اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ غذا کی تقسیم پر قواعد اور مناسب اقتصادی اقدام کی بنا پر یہ قانونی قوم کو اسکی مناسب غذا میں پہنچائی جاتی رہیں جو وقت کے زمانے میں ممکن ہو سکتی تھیں۔ سولیز آراس کے طریقہ کار کے اس انداز کے نتیجے میں عوام کی عمومی صحت کا معیار توقعات سے زیادہ بلند رہا۔

یہ ایک قدم تھا آگے کی طرف۔ مگر اس سے کہیں زیادہ اہم یہ حقیقت تھی کہ جنگ کے زمانے میں بھی ایسے لوگ تھے جن کی نظریں مستقبل پر تھیں، وہی تھے جنھیں، لوگ جو، بعد جنگ زمانے کی منصوبہ بندی کر سکتے تھے۔ جب جنگ کی پھیلائی ہوئی تباہیوں کا ازالہ کیا جاسکے تھا اور دنیا ایک بار پھر امن کے راستے پر قدم آگے بڑھا سکتی تھی۔ سولیز آراس کی کمیٹی تھی جسے ایک انفرادی کمیٹی کی حیثیت میں انھوں نے 1942 میں ریاستہائے متحدہ کا سربراہ قرار دیا کہ وہ اپنے خیالات پر جو میں کو قائل کر سکیں۔ اس میں کوئی تباہی نہیں کہ 1943 میں منعقد ہونے والی ہاٹ اسپرنگز (Hot Springs) کانفرنس پر ان کے تصورات کا اثر قابل



مگر بائینڈ آر کے قدم رکھے نہیں۔ اس لیے سڑکوں زریں پیداوار میں اضافہ ہی کافی نہیں تھا یہ بھی ضروری تھا سڑکیوں میں تیلی سے بننے والے ۲۱ چڑھاؤ کو تیار میں لیا جائے اور فائبرس پیداوار کی ذخیرہ اندوزی کو بھی روکا جائے۔ خود یہ بھی تو معدنی کے تیسرے عشرے میں زندہ چھ انھوں نے کہا تھا، ”کھیتوں کا معقول قیمتوں کے ساتھ منڈی کے وجود کو یقینی بنانا چاہیے، مگر سنانوں کے مفاد کے لیے ہی نہیں، مگر اس لیے بھی سڑک سے تجارت، صنعت اور تمام دکن کو فائدہ پہنچے گا۔“ لہذا، انھوں نے ایک World Food Board قائم کرنے کی تجویز پیش کی، جس کو وسیع پیمانے کی فیسٹوریائی دی جائے۔ یہ ادارہ دنیا کی منڈیوں میں غذائی قیمتوں کو مستحکم کرے۔ قلت کو دور کرنے کے لیے غذا کے ذخیرے قائم کرے تاکہ فصلوں کی خرابی کی صورت میں بڑھنے والی قیمتوں کا مستجاب ہونے کے، ان ممالک کے ساتھ فاضل ذخیروں کو فروخت کرنے کے لیے سرمایہ مہیا کیا جائے جن کی غذائی ضروریات زیادہ ہوتی ہیں اور بالآخر عالمی بینک جیسے اداروں سے تعاون کرے جو زراعت، صنعت، اور معیشت کے لیے سرمایہ مہیا کرے تاکہ سڑک شہرہ دار کے حوصلے میں تیز رہتا رہتی ہو۔

World Food Board، جسے فیسٹوریائی حالت دی جاتی تھی، کبھی وجود میں نہیں آ سکا۔ یہ سڑک سے نکلنے کے لیے [شاخ] بہت بڑا قدم تھا۔ World Food Board کے بھانے، تنگی کی حالت کے بغیر، ایک مشاورتی ادارہ تشکیل دیا گیا، جو FAO کے ڈیپارٹمنٹ کے اندر سمجھے ہوئے قائم کیا گیا تھا۔

۱۹۴۸ کے موسم سرما میں بائینڈ آر نے FAO کے ڈائریکٹر جنرل کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا، مگر اس سے یہ مر نہیں کر دو گئی زندگی سے فارغ ہو گئے تھے۔ وہ اپنے تصور پر مسلسل کام کر رہے تھے، جو اپنی وسعت میں بدلتے رہتے رہتے زیادہ وسیع ہوتا جا رہا تھا۔ اپنے ابتدائی برسوں میں انھوں نے زرعی مسائل کا ایک سنان اور غذائی مہم کو نظر سے دیکھتے ہوئے مٹا دیا تھا۔ ایک نوجوان کی حیثیت میں بھی انھوں نے آدمیوں کی غذا، ان کی صحت اور ان کی زندگی کے درمیان رشتوں کے بارے میں تفتیش کی تھی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ ایک حق ہے زراعت میں، جو وہاں میں کرتی ہے، وہ اپنی ٹوٹ سکتی ہے، جسے جتنی صحت اور اپنے معی و زندگی کو بہتر بنانے کے لیے سے متنبہ کرنا ہوتا ہے۔ پہلے تو وہ اپنے تصورات کے لیے، اپنے ملک میں، اسکاٹ لینڈ اور انگلستان میں لڑے۔ مگر پھر وہ قومی مرحلوں کے پار بھی گئے اور انھوں نے ایک آف فیشرز کے زیر ہجوم بین الاقوامی سطح پر کام شروع کیا۔ وہ اس طرح، کچھ جنگ کے بعد، ان کو ایسے اور سسے کی بنیاد رکھنے کا موقع ملا جو ان کے تصورات کو حقیقت میں بدل سکتا تھا۔

بائینڈ آر بھی اپنے مرکزی مقصد سے نظریں نہیں مٹاتے۔ وہ اس امر پر زیادہ سے زیادہ سختی سے زور دیتے تھے کہ زمین کے لیے تصدیدی معیارات میں زمین، انسانی تعاون، کتنا ضروری تھا، اور وہ غیر ترقی یافتہ ملک میں تیز رفتار تصدیدی ترقی کو زیادہ وسعت دیتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ”اس طرح پیداوار کو ترقی دینے میں اضافہ ہوگا اور زرعی اور صنعتی منڈی کو وسعت ملے گی۔ اس نوعیت کی ترقی نہ صرف بے شمار فائدہ

کے پیادے لیے ضروری ہے، بعد ہر مئی سنسکی اور ٹکٹلی تہذیب کے تسمس کے لیے اور دیہات میں کے قیام کے لیے بھی ضروری ہے۔“

وہ امر رکتے ہیں کہ سائنس، جس نے جس برنویت کی ٹکٹلی پیش قدمی کے لیے وساں مہیا کیے ہیں، لوگوں کو ایک دوسرے کے اس طرح قریب لے آئی ہے کہ آٹ جغرافیائی فاصلے بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔ جس اہل کے ساتھ ساتھ قومی اقتصادنی نظام بھی موجود ہیں جو ایک کو دوسرے سے اس طرح جدا کر رکھتے ہیں جیسے کچھ ہو ہی نہ ہو، دراصل، ہماری میں ویس صدی ان کو ماضی کے مقابلے میں زیادہ جدا دیکھتی ہے مگر میں بانیہ آؤنگ معنوں میں سمجھ سکا ہوں تو، ہم اسی کو وہ تھوکتیں گے جو مختلف ملک کے معیہ زندگی میں عدم مساوات کی بنیاد ہے، جو آپ ایک بڑا خطرہ ہے، وہ خطرہ جو ایک نئی جنگ بھڑکا سکتا ہے۔

پوران کی کینیت ہے؟ دنیا کی آبادی کا بڑا حصہ ان ملک میں رہتا ہے جو اقتصادی طور پر کم ترقی یافتہ ہیں۔ ان کی آبادی پہلے کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اہل کے لیے جتنی سائنس اب قدیم دور کی برائے کی ہوئی کا مقصد کر سکتی ہے۔ مگر ایک فرسودہ معیشت، ہمدقت بڑھتی ہوئی آبادی کو سہا نہیں سکتی جو قیام کے خلاف کے کنارے تیزی ہوئی ہو ماضی کے مقابلے سے سامنے وہ ملک بھی آج جن کی معیشت مضبوط ہے اور پیدائش کی شرح کم ہے۔ ان ملکوں میں بھی طور پر آبادی کا معیہ زندگی بہتر ہلا ہے اور مستقل اوپر جا رہا ہے۔

عدم مساوات سے ملکوں کے درمیان تھکا پھپھا ہوتا ہے، جو آٹ کل کی لیے زیادہ محسوس ہوتا ہے کہ ذریعہ آبادی نے قوموں کو ایک دوسرے سے بہت قریب کر دیا ہے۔ زیادہ دولت مند ملکوں کے بارے میں بقید دنیا کی معصومات پہلے سے زیادہ ہیں، اہل کے کم ترقی یافتہ ملک کے بے شمار باشندے چورپ اور ملامت ہائے متحدہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ایک بار یہ دیکھیں کہ وہ ملک اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں تو وہ فطری طور پر طے کریتے ہیں کہ بہت کم عمر سے میں ان کے اپنے ملکوں کا معیہ زندگی بھی یہ ہی ہو جائے۔ جب تک ہم اپنے تمام وسائل میں مامدہ ملکوں کی معیشت کی مدد کے لیے وقف نہیں کر دیتے، یہ تھکا بڑھ کر ایک دن دنیا کے کے نقطے پر پہنچ سکتا ہے۔

بانیہ آؤ اس بات کا احساس ہو گیا ہے، جو شاید بہت کم لوگوں کو ہوا ہوگا، اور یہ تو ان کا زندگی بھر کا کام ہے، کہ وہ ہمیشہ تھکاؤ کو کم کرنے کے طریقے تلاش کرتے ہیں۔ ایک حقیقت پسند انسان ہوتے ہوئے، جو دو وقتی ہیں بھی، انھوں نے، مانی اور عمل درجے کے منسوبے بنائے ہیں: ”قوموں کو یک جا ہو کر ٹھوس اور عملی مبادات پر گفت و شنید کرنے دیجیے، جنھیں وہ اپنی نوٹ انسان کے مفاو میں سمجھتے ہیں، اب ہی وہ بات کر سکیں گے اور ہم آہنگ بھی ہو سکیں گے۔“ کر دو مرحلوں اور ملحقہ اثر پر بات شروع کر دیجیے ہیں تو وہ کبھی کا مہیا نہیں ہوں گے۔“

یہ خیال بالکل ٹکٹلی انجام یافتہ شخصیت جین ایڈمز (Jane Addams) جیسا ہے جو اپنی کتاب

Peace and Bread میں کہتی ہے کہ "ہائپر" ایک من آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں  
 کہہ دیں کہ امن اور خیر کے خاسار میں ایک من آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں  
 کہہ دیں کہ امن اور خیر کے خاسار میں ایک من آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں

بائیڈ آرکائیو میں ہے کہ ایک من آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں  
 میں آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں ایک من آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں  
 میں آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں ایک من آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں  
 میں آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں ایک من آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں  
 میں آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں ایک من آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں  
 میں آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں ایک من آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں  
 میں آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں ایک من آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں  
 میں آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں ایک من آئے گا جبکہ امن اور خیر کے خاسار میں

ان اداروں میں ان کی رکنیت ان کی دوسری سرگرمیوں سے کمال طور پر موافقت رکھتی ہے۔ یہ ہمیشہ  
 ان لوگوں کے خوف ہے کہ جو قومی سرحدات کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، جو اپنے حاکمیت کے حقوق کو  
 سب سے بڑا رکھتے ہیں۔ یہ بھی امن کے ورے میں بات چیت میں ہندو بار ملنا و ستھان نہیں  
 کرتے۔ جو کچھ بھی کہتے ہیں سیدھے اور سادہ الفاظ میں کہتے ہیں۔

مگر ان کی کامیابیوں - نہایت ہیں۔ چندی دہائیوں کے جو دہائیوں کے تھے کہ انہوں نے  
 انسانیت کے لیے منصوبہ بندی کی ہے اور یہ کام کیے ہیں جو انہوں نے جیسے انسانیت اور کام جو  
 صاف طور پر ان کے لیے ماہر ہمارے کہتے ہیں۔

انسانیت کی خدمت میں ایسے ہی تنظیم کام کے لیے، جو ایک بار شریک کر دیے جائیں تو کبھی بڑے نہیں  
 جاسکتے، وہ بھی خود پہ فوٹل من خاتم کے حق دار نہیں رہتے ہیں۔

صدر نشین، ریڈیو ٹوٹل کیمیل Gunnar Jahn کی لابی

خطبہ:

سائنس اور امن

ٹوٹل امن انھوں نے کمال کیا، جسے درجے کی اہمیت کا ایک بین الاقوامی واقعہ ہوتا ہے۔ یہ تمام ممالکوں  
 کے محکمات کی دلچسپیوں کو بھیج رہا ہے اور ان کی توجہ مرکوز کرتا ہے ان اداروں کے ساتھ صد کی طرف بڑھنا چاہیے

لوگوں کے تصورات کی طرف، جنہیں اس اعزاز کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ ہذا یہ نہایت مناسب ہے کہ اس خطبے میں جو قوانین کے مطابق انھوں نے اپنے والے کو دینا پڑتا ہے، امن کے مفادات اور اس کے حصول کے بہترین طریقوں کے بارے میں اپنے تصورات پیش کرے جس چاہتا ہے کہ اس خطبے میں جنگ کی وجوہ کو دور کرنے کے امکانات، عاقبتی اتحاد امن کے ایک نئے دور کے حصول کے لیے، اور فطرت کی قوتوں پر انسان کی سائنس کی فراہم کر ہوئی، دینی کی علی طاقتوں کے دائرہ اطلاق پر غور کریں۔

## جنگ کی قدیم روایت

ہماری تہذیب کی تاریخ و تاریخ فوجی ہونے کی جنگوں سے بھری پڑی ہے۔ بچپن سے لے کر چھ ماہ تک میں، فوجیت کی جنگوں کے نشے میں چوں ایک کے بعد دوسری سختیں، جو زمین آبی ہیں و اندرونی انتخاب یا بیرونی حصول سے پیدا ہوتی ہیں۔ جس طرح عاقبت کا مرکز کا ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل ہوتا رہا ہے، پھر بھی یہی در اقتصاد کی لحاظ سے اندر زمین کو بیرونی تبدیلی نہیں آتی ہے۔ اس کے عاقبت کے ذریعے عداوتوں میں اضافہ تمام بڑی طاقتوں کی پامی رہی ہے، اور اپنی طاقت کے مذہب سے اس کی منظوری ہمیشہ ممکن ہوتی ہے۔ دشمن کے چھوٹے فداؤں کی تہائی نے، جو سچے مذہب کے لیے خطہ دہوں، ہمیشہ عفو و مغفرت کے پر و پیشتارے کو جو بنیاد ہے، تاکہ ایک سچی کی یہ امر سے سچائی کی جس سے کوئی لڑائی نہ ہو بدست کرنے کی نصیحت کی ہے۔ وہی پر تو دیا جاسکے کہ جو جنگیں حکمرانوں کی طاقت اور اثرات کی خواہش کی بنیاد پر، یا جنہیں کی سبب سے اس کے لیے کی جاتی ہیں۔ مگر زیادہ تر ان کی بنیاد معاشرتی ہی رہی ہے؛ تجارت کے لیے غیر ملکی ملک کے عداوتوں کی فوجیت، یا اس سر زمین کی جس میں وہ قدر و قدر میں زرعی و دوسرے وسائل ہیں۔ اس زمانے میں، کچھ ملکوں کی خارجہ پالیسی میں قتل پھیلانے والی زمین ایک اہم عنصر ہے۔

اگر جو کچھ میں پیش کرنے جا رہا ہوں سچ ہو تو گویا ہم مقابلہ کرنے والی طاقتوں کے عہد کی سچا پکائی گئے ہیں اس لیے کہ بشریہ ذہن نے جس کی پیش بینی کی تھی وہ واقعہ سوچا ہے۔ سائنس نے اسے طاقت اور تہذیب و تہذیب کے لیے کہ بڑی طاقتوں کے درمیان جنگ میں نہ کوئی خارجہ موکا نہ ملتا۔ دونوں ہی پر تہائی غالب آجائے گی، مگر تہذیب اس وقت جنگجو طاقتوں کے عہد، و عاقبتی اتحاد امن کے عہد کے درمیان کی تبدیلی سے گزر رہی ہے۔

## سائنس سوسائٹی کو ڈھالتی ہے

اگر چکا دیا روایت طاقتوں کے عہد اور زمانہ سے نکلے گا، ہم میں ہر اضافہ، سیاسی، اقتصادی اور سماجی ڈھانچے میں تبدیلی کا باعث ہوا ہے۔ اس طرح، مثال کے طور پر، ہندوؤں میں بارود کے استعمال

نے یورپ میں جا گیا۔ رنی کے نکاح کو ختم کر دیا تھا۔ بھاپ سے چلتے دانی مشین کی ایجاد سے، تو مہتر  
اقتصادی اور سماجی تبدیلی کے ساتھ ساتھ سیکسٹنٹی انقلاب کی رو دکھائی۔ نئے خیالات کی پیدائش اس سے  
بھی زیادہ اہم تھی۔ چھپائی کی ایجاد سے ہونے والی ستاؤ تالیف نے یورپ، امریکا اور دیگر ممالکوں کی طاقت کے  
جمہوری نظام سے پیدا ہونے والے فرد کے حقوق اور وقار کے تمدنی خیالات کا پورا پورا رکیا۔ یہ چند مثالیں  
انسانی سوسائٹی کے باہر نچے پر دانش کی ترقی کے اثرات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔ مہتر احمد انسانی  
میں نئی دانش کی تحریک سے ہونے والی کارآمد ترقی سے متاثر ہو کر تیار رہا ہے۔

شمعدان جہد کے بغیر نہ ہی ہم آگئی نہیں ہوتی۔ ہر نامزد تہذیبی جوہر ہستہ مفاد کے لیے خطرہ ہوتی ہے و  
قدیم عقائد پر قائم مقتدر و متبرکاتی ہے سے حالت رکھنے والے لوگ بر فاشت نہیں کرتے۔ جب سوسائٹی  
کا نامہ لایا اس قدر سخت ہو جاتا ہے کہ یہ ہمد تہذیب نہیں ہو سکتا تو سماجی ہے جتنی اور انقلابات سے ہم آگئی  
پیدا کی جاتی ہے۔ انگلستان میں اس نئے نظریے کو قائم کرنے کے لیے کہ ویشا کے حقوق ایک عام آدمی  
کے حقوق سے زیادہ اہمیت نہیں ہوتے، ایک نیا نہ جتنی کی ضرورت پڑی تھی۔ مہتر انسانی اثراتی کو اس بات پر  
قائل کرنے کے لیے ایک فرانسیسی انقلاب کی ضرورت پڑی تھی کہ اس کی جاہل حکمرانی کے دن ختم ہو چکے  
تھے اور ایک قدیم نوعیت کی حکومت سے جو زکا و رفتہ ہو چکی تھی، جان چھڑنے کے لیے ریاضی انقلاب کی  
ضرورت پڑی تھی۔ جب نئی صدی کے صنعتی انقلاب سے سرمایہ میں ثباتی سے تہذیبی ہوئی تھی، اور  
مزدوروں نے سرمایہ میں سے یک جا کھڑے طلب کیا تھا تو ان کے مطالبے کو برتاؤں اور ہولے کے بعد  
کی قبول کیا گیا تھا۔

## جدید سائنس کی طاقت

پچھلے پچاس برسوں میں سائنس نے جتنی ترقی کی ہے وہ دیگر برسوں میں بھی نہیں ہوئی تھی، اور یہی  
نوٹ انسان کی طاقتوں سے کی زیادہ طاقت والی سے قدمہ ٹوک جسے اپنے خدا کی سے منسوب  
کرتے تھے۔ جوہری بم کے متعلق *under ball of love* ایک معمولی سی چٹکاری تھی، خداؤں کا  
پیغام دینا مریخ کی اجڑاؤں میں پڑ گئے ہوئے تھے، مریخ کے مقابلے میں ایک سست و گھوڑا گاڑی  
پہلی کمانیوں کے اڑنے والے جاہلی قاتلین کے مقابلے میں "تینوں پاؤں اڑنے والی ہوئی جہاز۔ حیوانی  
سائنس میں اگرچہ ترقی حیرت انگیز ہوئی ہے مگر اتنی پختہ نہیں۔

جب سے جی نوٹ انسان نے یہ نئی قوتیں حاصل کر لی ہیں، فرد کے حقوق کا تصور، یورپ میں جس کی  
ابتدا ہوئی تھی، اس تہذیبوں کا باعث بنا ہے کہ وہ سنگ و پتھروں تک نہیں تیار ہے ورنہ بھی حسی ہو گئے  
تھے، اور انہی معیار و نفاذ کے حاکم ہیں جو سفید فرائیوں کے لوگوں کو حاصل ہے۔

موجودہ عالمی انقلاب اس وجہ سے ہے کہ انسانی سوسائٹی جوہر سائنس کی قوت خیر ترقی سے ہم آہنگ

کرنے میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔ [لہذا] نئی طاقتوں کے نئے اصول کے مطابق تبدیلیاں مانگ رہے ہو گئی  
تھا۔

## اب ہم ایک مختصر سی دنیا بن گئے ہیں

سب سے اہم تبدیلی ریفریجریٹر، برقی جہاز کی پیدا آمد ہے۔ نقل و حمل اور مواصلات کا ماحول بہتر ہو گیا  
سے ملایا جائے تو پورا گلوبل اب سویرہ کی قبل کے ایک چھوٹے سے چوڑی ملک کے برابر ہو گیا ہے۔ دنیا  
اب اتنی چھوٹی ہو گئی ہے کہ کسی ملک کا کوئی نہ دو قہر سب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یونان یا چین کی خانہ جنگی  
میں اب غیر ملکی حکومتیں غور پر مشاغل ہو جاتی ہیں۔ امن قائم کرنے کی کوشش کے لیے نہیں، بلکہ اس فریق کی  
تکلیف کے لیے جس کی فتح، مداخلت کرنے والی طاقت کے حدود کے متعلق ہوگی۔ اسی لیے میں ہونے والا  
ایٹیشن اب ایک خاص قومی معاملہ نہیں بلکہ اب یہ دو قوموں کے درمیان کے ایک مقامی معاملہ  
ملا ہے، جس میں ہر فریق دوسرے فریق کے سیاسی نظریات کے پھیلاؤ سے خوفزدہ ہوتا ہے، اور تقریباً  
اتنی ہی دلچسپی و اشتیاق رکھتا ہے اور دوسروں میں بھی فی جاتی ہے جتنی کہ روم (Rome) میں۔ یہ طائفہ پانڈا کی قیمت  
میں کمی کرتا ہے۔ چند دن کے اندر ہی جس میں ہرے ناکہ کو اپنے نکلے کی قیمت میں کمی کرنے پر مجبور ہو جاتا  
ہوتا ہے، اور تمام قوموں کو اپنے مابین اور تجارتی معاہدات میں مناسب تبدیلیوں کرنی پڑتی ہیں اس فیصلے  
کے رد عمل میں جو ملک ملک کے چند افراد نے کیے جسے حساب سمجھنا پڑتا ہے، اس کی اور اہمیت کی اعتبار سے  
ایک چھوٹی سی دنیا بن گئی ہے۔ دو قومیں ایک دوسرے پر اتنی منحصر ہو گئی ہیں کہ اب قوموں کی کھال قومی  
حاکمیت نہیں رہی۔ خود یہ کتاب ہی مشکل کیوں نہ ہو بین الاقوامی قانون اور اس کے نفاذ کے ساتھ کسی  
ذمیت کی ایک عالمی حکومت اب مانگ رہے ہو گئی ہے۔

## جدید ٹیکنالوجی

میں نے یہ دیکھنے کی کوشش کی ہے کہ مائنس نے ہوئی جہازوں اور ٹریکس تو ان کے ایک نیا بین الاقوامی  
سیاسی ماحول پیدا کر دیا ہے، حکومتوں کو جس کے مطابق اپنی خارجہ پالیسی ترتیب دینی پڑتی ہے۔ مائنس  
نے تقریباً اسے ہی اہم صنعتی حالات بھی پیدا کر دیے ہیں۔ نینا وائی کی پیش قدمی سے، اس سے کم ہونے والی  
طاقت سے زیادہ سے زیادہ مصنوعات تیار کی جاسکتی ہیں۔ کئی عالمی جنگ کے بعد صنعتی پیداوار اقتصاد کی  
مسک نہیں رہ گئی تھی۔ مسک مندروں کی تلاش کا تھی جن میں صنعت و حرفت اور زراعت کی پیداوار و پیش کی  
جائے اور استعمال کے لیے فروخت کی جائے۔

انہیں دیکھ کر صدمہ کی اقتصادیات اس کا صرف ایک تہل پیش کر سکتی تھیں کہ پیداوار کو معاشی طلب کے  
مطابق کم کر دیا جائے۔ زمینیں زراعت سے خالی ہو گئیں، جب کہ انسان بھوکے پیاسے بننے لگا ہے



تھے، جب کرات میں پیدا کی جانے والی مصنوعات کی فوری ضرورت تھی۔ بے روزگاری ریاست ہائے متحدہ میں بڑھ رہی تھی سے زیادہ ہوتی تھی، اور حالیہ میں ترقی تین تین، اور تین تین میں چھ تین۔ مالی تجارت کم ہو کر، مٹی کی سطح کا ایک معمولی حصہ رہ گئی تھی۔ اقتصادنی نظام ٹوٹ پھوٹ کر رہا ہوا تھا، اس لیے اسے اسے ساری سائنس کی پیدا کردہ دولت کا بوجھ نہیں سہا سکتا تھا۔

۱۹۵۵ کی اقتصادی کانفرنس میں، آئی کاؤٹ برائیس (Miscount Bruce) نے حکومتوں کو بحیرہ کی تھی کہ وہ اقتصادی ترقی میں نے اپنی جگہ کے لیے پیداوار اور اس کی تقسیم میں کمی کر دی ہے جس کی فوری ضرورت ہے، زیادہ دن عام نہیں تھے۔ اس نے تباہی کی پیشین گوئی کی تھی اور تباہی آئی۔ بے روزگاری کا علاج پہلے زمین میں ہو، اور اس کے بعد دوسرے نمائندگان میں [تجربہ کاروں کی کمی جنگ کے لیے سمجھی پیداوار سے۔] پچھلی جنگ کے دوران پیدا کی جانے والی، شے کے لیے منڈی موجود تھی، [اور] امریکا اور کینیڈا کی پیداواری صلاحیت، جو جنگ کے علاقے سے باہر تھے، ایک سو فی صد بڑھ گئی تھی۔ جو کچھ امریکا اور کینیڈا نے کیا ہے، امریکا کر سکتا ہے۔ اب تقریباً دنیا کا ہر ملک، جتنی جلد ممکن ہو ترقی سے صنعتی ہوتا جا رہا ہے۔ جنگ کے بعد کی پیداواری قوت پوری کر دی گئی ہے، اور [اب] منڈیوں کے لیے لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ زمین اور جاپان کا نیا مقام ہو گا جب وہ اپنی قبل از جنگ کی پیداواری صلاحیت کا بارہوا حاصل کر سکیں گے۔ جب کریمین اور دوسرے نمائندگان، جن کے مزدور امریکی اور یورپی نمائندگان کے مزدوروں کے معیار زندگی سے نہیں آگے رہے، یہ بھی ممکن ہوں گے، اور صنعت و حرفت میں ابھر کر برآمدی منڈی کی لڑائی میں شریک ہو جائیں گے تو کیا ہمیں ایک بار پھر مال کی رسد کی کمی سوتی ہوئی اقتصادی طلب کا علاج پیداوار میں کمی سے کرنا ہوگا؟ یا تمام کوششیں ایک نئے اقتصادی نظام کے لیے آپس میں تعاون کریں گی جو ہر سائنس کی پیداواری گھٹ کے لیے ایک چینی منڈی فراہم کریں گی؟

اگر پیداوار سے انسانی ضروریات پوری کی جائیں تو منڈی کے بارے میں کوئی ڈھانچہ نہیں رہے گا۔ جب ریاست ہائے متحدہ بے روزگاری سے جنگ کر رہی تھی، انجینیئر کی صدر راندیلٹ کہتے تھے کہ خراب فخر، خراب لباس اور خراب گھر دے اتنے لوگ موجود ہیں کہ سب کی ضروریات پوری کر لی ہیں تو ہر مرد اور ہر عورت کے لیے کام ہی کام ہوگا، شرطیں رکھ کر کام کرنے پر آمادہ ہوں۔ اگر ریاست ہائے متحدہ سے متعلق یہ بات سچ ہے تو پوری دنیا کے لیے بھی یہ بات سچی سچ ہوگی، جہاں تین میں سے دو آدمی قبل از وقت مر جاتے ہیں، اس لیے ان کو زندگی کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔ انیشی میں ہونے والی اچانک ترقی، جس کا تمام رنگ و رنسوں میں پھیلاؤ، زنی سے، دنیا کی طور پر ایک بغاوت ہے جو ملک کے اور انسانی کے خلاف ہے۔ اس بات تک دنیا میں امن نہیں ہونے کا، جب تک کہ آدمی کا دنیا کا حصہ ہے۔ کتا سیکھی اور اقتصادی تبدیلی کی ان کی ضروریات زندگی پوری کر کے گی۔ [لہذا] دنیا کے امن کو فائدہ دینے کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔

## شمولیت بذریعے فتوحات کو اتحاد بہ رضامندی ہونا چاہیے

میرنی چٹس کریم رائے صاحب سے تو مجھ سے بھی سب سے پہلے اس پر عمل سے [عم بن ترقی کے ساتھ ہمارے ترقی کر کے، چھوٹے سے بڑے قبیعے سے کر بڑی مستقیم میونٹی تک سب ایک قانون کے تحت ضم کر دیا جائے گا، جن پر ایک حکومت کو قانون نافذ کرنے کا اختیار ہوگا۔ شل و رسل و رسائی میں ترقی کر کے، جس سے میونٹی بنی ہو گئی، اور ان کے زیر اثر علاقے قبیعے میں بڑے ہو گئے۔ اس طرح، بنی ریاستیں اور تنظیمیں ظہور میں آئیں، جن میں ہر ایک کے اپنے قوانین، اپنی اپنی روایات و مذاہب و رفوچیں تھیں، جن کے ذریعے فتوحات سے مدد کوں کو وسعت دی جاتی تھی، یہ مسابہ صوبوں کی جانب سے سونے والے صوبوں کا دفاع کیا جاتا تھا۔ یہ دنوں میں بارود کے استعمال اور جنگ و جدوجہد میں دوسری تکنیکی ترقیات سے جوڑنے کو سب نے عملی طور پر چھوٹی دنیا کو قابو میں کر لیا ہے۔ یہ دنیا کی چھوٹی ریاستوں اور اہل میں سے والے مدد کوں مسطرت کی ایک حکومت کے زیر قیام ہو گئے ہیں۔

فتوحات سے قلم کی جانے والی مسطرتوں کا ذوال ہمیشہ تو بغاوت سے ہو ہے یا کسی حربے سے کدست کیا جانے سے۔ اب ہم فتوحات سے اتحاد بہ رضامندی کی جانب بڑھ رہے ہیں جس میں ہر ریاست اپنی حکومت کے ذریعے اپنے داخلی معاملات کو سمجھائے گی، مگر یہ سب ایک مرکزی حکومت کے ذریعے متحد ہیں، مگر جن میں بین الاقوامی معاملات کے لیے قوانین سول گے اور اتحاد کے اندر جنگ نہیں ہوگی۔ جیسے کہ ہم نے دیکھا ہے، وائزلیس اور ہوائی جہاز نے دنیا کی چھوٹی کر دی ہے اور قوموں کو ایک دوسرے کا تقابست کر کر دیا ہے کہ اب جنگ کا صرف ایک ہی قہرل سے ایک عالمی ریاست ہائے متحدہ۔

## عالمی ریاست کی تشکیل کی کوشش

پہلی عالمی جنگ کے دوران ایک آف نیشنل صورت میں ایک عالمی حکومت کی تجویز امریکا کی جانب سے آئی تھی۔ [ابنڈا] ایک کی مختصر رسم لکھی ہوئی۔ یہ ضمانت اتحاد صاحب تھا کہ تقریباً کامیاب ہو گیا تھا۔ کروڑوں امریکیوں کو ہوائی جہاز کے ذریعے ایک نئے عہد کی ابتدا ہوئی [میں یہ] [تجویز] [ناما کام ہو گئی۔

اس کی ناکامی کی دو وجوہ بیان کی جاسکتی ہیں۔ اقتصادی تضاد اور جنگوں کی غلط مذہبیت کے باعث، یورپ کی حکومتیں ایک عالمی ریاست بنانے میں پٹا بھڑکاتے کے بجائے اپنے خود غرضانہ مفادات کی فکر کرتی تھیں۔ یہ سیاست میں بہت زیادہ اور اقتصادیت میں بہت کم دلچسپی لیتی تھیں۔ صرف مذاہبات کی میونٹی ہی سے ایک عالمی میونٹی بن سکتی ہے۔ امن کی راہ صرف حکومتوں کے لیے تعاون سے ہی ملتی ہے

جس کے ذریعے نئے رقبے وسیع سرزمین کی ترقیات سے سب فیض یاب ہو سکیں۔ یہ بات معنی خیز ہے کہ  
 یٹک کا جو کام دہائی مذکورہ قیادہ غیر سیاسی تھا، اس سے متعلق تھا، جیسے کہ International Labour Office  
 اور World Food Plan کا ابتدائی کام، جس کو 1943 کی Hot Springs Conference نے دہرا  
 شروع کیا تھا، جس کا مقصد مبادست ہائے متحدہ کی مدد پر کیا گیا تھا۔

یٹک کا عظیم تصور [مثلاً] قبل از وقت تھا اس لیے سر قذیم خانہ سفارتی معاملات کے نئے ماہر  
 سیاست دانوں کو یہ احساس نہیں تھا کہ انہیں ویسے صدی کی سیاست اور اقتصادیات میں ویسے صدی کے  
 مسائل کے سہارے نہیں چل سکیں گے۔ انہوں نے، بعد جنگ کی تباہ شدہ دنیا کو پھانے طریقے سے بحال کیا  
 تھا۔ 1929 کے اقتصادی بحران میں یہ مہترانوں یعنی اورینٹل مانی جنگ میں ٹوٹ پھوٹ گئی۔

## اقوام متحدہ

دہائی جنگ کے بعد عالمی حکومت بنانے کی ایک اور کوشش کی گئی تھی۔ یٹک کے مقابے  
 میں اقوام متحدہ کی بہتر اور بڑے ماسکیل اور سرمدی کاڈنٹل کے علاوہ، جہاں خارجہ دفتار کے مندوبین  
 ملاقات کرتے ہیں، اس میں خاص قسم کی ایجنسیاں بھی ہیں۔ Food and Agriculture  
 Organization، World Health Organization اور Economic and Social Council جن کے  
 ذریعے قومیں مسائل کے اخلاقی سے نفاذ رقبے وسیع سرزمین پر کام کرتی ہیں۔ اور عالمی بینک بھی ہے، جو انہیں  
 کام کرنے کے لیے مالی معاونت فرما رہا ہے۔ بولشویک، بانی نوٹ اٹان کے پاس وسائل ہیں جن کے  
 ذریعے حکومتیں بھوک، افلاس، بیماریاں ختم کر سکتی ہیں اور زراعتی، صنعتی، تجارتی خوش حالی کو مستحکم کیا جا سکتا  
 ہے، اس لیے کرمجانی بنیادی ضرورتیں نرم و سرد دزادگی میں اوجہ نیچے نہیں ہوتی۔

ضروری نہیں کہ ترقیات کے شعبوں منسوبے سیاسی نظریات سے متصادم ہوں۔ مزید ذرا دیکھتا ہے کہ  
 انہیں طے شدہ قدرتی یا معیاری اصولیات تدریس کوئی اور کوئی کو معیار۔ کے ذریعے زیر بحث کیا جا سکتا  
 ہے، جن میں کوئی غلط فہمی پیدا نہیں ہو سکتی، جس کی سیاست دانوں کے مذاکرات میں ہوتی ہے، جب وہ غیر  
 متعصب، ترجمانی اصولیات جیسے جمودیت، اشتراکیت، یا سرمایہ داری غیر دیکھا استعمال کرتے ہیں جن کو  
 بغیر کسی معنی کے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مزید یہ کہ ان بین الاقوامی اداروں کے کام میں تعاون بہتر اتفاق  
 رائے اور دوستی کا باعث ہو سکتا ہے جو یہی مسائل کے حل میں بہت پیدا کرتے ہیں۔ یہ ادارے World  
 Ministries of Food, Health, Labour, Trade and Finance اور ایک عالمی حکومت کے روپ  
 میں ابھر سکتے ہیں۔

بدقسمتی سے اقوام متحدہ کی ان ایجنسیوں کے پاس نہ اختیار ہے اور نہ سرمایہ، جو ضروری سمجھا ہے اس  
 کام میں، جس کے لیے ان کو قائم کیا گیا تھا۔ اگر وہ مسائل حکومتیں جو اس سے تعلق کرتی ہیں اور [اب تک]

انھیں صرف زبانیں جلا کر بیچ کا آرڈر دیا ہے تو وہ اس امر سے متعلق ہوں کہ سر میں سکون میں سے جو وہ جنگ کی تیاریوں کے لیے وقف کر رہی ہیں، ایک مسئلہ ان انجینیئرز کے لیے بنائے گئے ہیں اور قوانین فوجد میں جائے گا۔ دوسرا اس سے بھی متعلق ہوں کہ اس آرڈر کو ملک کی اجازت کے بغیر داخلی امور میں مداخلت کا تصور بہت اختیار بھی ہو گا تو میں یہ پیش بندی کرنا چاہوں گا کہ یہاں مسائل جو قوموں کو آپس میں تقسیم کر دیتے ہیں، بے معنی ہو جائیں گے اور امن کے راستے میں حائل کاوشیں بھی دور ہو جائیں گی۔

مہاتما نوبل صاحب صدر ریاست ہائے متحدہ، مسابہ کی پیشکش (Henry Wallace) کو یہ کہنے پہلے ہمارے ساتھ ہوئے کہ اقوام متحدہ کا کام صرف یہ ہے کہ کھوکھلیاں (Hollow) [یعنی کھال کے قہقہے] کو بہت جلد موتوں کو کیا جاتا تھا جن کو تاشے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا [ماؤں کو روڑا نہ دیکھ پڑتے تو وہ فراموش ہو جاتے۔ واقعی یہ عمل ایک عارفی حکومت کے بلند ترین آرڈر کے مطابق ہونا چاہیے جن ماموں کو پیرانی قوموں کو مائیں اور ان کے اختلاف کے لیے تیار کیا جاتا ہے، اور ان کے عظیم شہزادے کو، جو ان کو کھانے کی مثال پیش کی جاتی ہے جس سے انھیں اپنے دلوں اور پیاروں سے نجات ملے تو دنیا میں ایسا تیار ہڈ پھر بھرے گا کہ اس کے سامنے جنگ کے تمام تصور و تصورات مٹ جائیں گے۔

## اقوام متحدہ، جنگ کا متبادل

پہلو کا خیال ہے کہ اقوام متحدہ نے 1946 کی جنگ باز امیدوں کو پار نہیں کیا ہے، اس لیے یہ کام ہو گئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ یہ ایک نوازاں اور دوسرا اس نے مقامی جنگوں کو روکنے اور قوموں کو بدلتی، زرعی اور کھیتی باڑی کی ترقیات میں تعاون پر آمادہ کرنے میں بہت کام کیے ہیں۔ جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ قوموں کے درمیان تعاون کی نئی پالیسی، پچھلے پانچ ہزار برسوں کے دور سلطنت کی مسابقتی پالیسی کے مقابلے میں بالکل برعکس ہے تو اس پیش رفت کو پس ہونے پر اسے کہہ دینی میں ان دونوں کی طرف سے مزاحمت ہوئی جو قدیم ماضی کی سیاست کے تربیت یافتہ ہیں۔ وہ لوگ جو دنیا کے تھوڑے نا قابلِ حصوں، بنیاد اور آرڈر سمجھتے ہیں، انھیں سوچنا چاہیے کہ طاقت کی سیاست کا تسلسل جنگ پر بیخ بولگا، جس کے لیے، دراصل، اب یہ رٹی بخار زدہ کھوپڑیوں اور شور سے تیار کیا کر رہی ہیں۔ ہمیں حالات کا سامنا کرنا چاہیے، اور افراتفرات کا تھینکا گئے سے پسے ہوئے جنگ میں کوئی نہیں پڑنا چاہیے۔

اچھے درجے کے قدر و قیمتوں میں کہا جاتا ہے کہ سر ماہ جوہری بم سے اس سے جس میں افراتفری دیکھ مارے جائیں گے۔ اور یہ قیاس کیا جاسکتا ہے دشمن کے پاس بھی تھوڑے کے حساب سے افراتفری مارنے کے چھوٹے ہتھیار بھی ہوں گے۔ نشان بہت جلد اس کا رفتاری سے آگے بڑھ جائے گا۔ ایک امریکی سینیٹر نے کہا ہے کہ اس بات کا امکان ہے کہ میرا شہر پھر گئے جانے والے بم سے ہزار گنا طاقت ور بن جائے گا۔ اس کے بعد یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ جوہری بم کے مقابلے میں حیاتیاتی بم زیادہ آسانی سے موت سے ہم کنار

کہتے ہیں۔ جس عدالت کی طرف ان کا رخ ہے وہاں ہی چلیں۔ لیکن صدر آبدی ماری جانتی ہے۔ ہمیں تھپہ کی جانچنی ہے۔ گراہیے تھپوں سے کیا جانے والی جنگ کے بعد ہماری دنیا ایسی ہوگی جس میں تمدن نام کی کوئی شے انھیں کراہم دیکھتے ہیں۔ کوئی نہیں رو جائے گی۔

تھپوں کو گول کا خیال ہے کہ جو بری ہو استعمال نہ کرنے کے ہیں، ان کو انی معبودوں سے جنگ کی خوف انگیز دہشت ماری سے بچ جائے گا۔ یہ ایک امید، حاصل ہے۔ جب بار بار بچا ہوا تھا، اس کو تھپہ نہ تھپہ سمجھا جاتا تھا کہ نہیں، بلکہ اس کے علاوہ، یہ ایک سے خوف میں کے استعمال پر پابندی کا کھڑی تھی۔ [نہ] اس نے توپ اور دیگر ہتھیاروں کے استعمال پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی۔ کوئی مذہبی یا اخلاقی اصول جنگ کے دوران استعمال کیے جانے والے تھپوں پر پابندی نہیں لگائے گا، جو بذات خود ہمارے دنیا کے تمام مذہب کے بنیادی اصولوں سے۔ صرف انتقام کا خوف ہی سے بڑھتا ہے۔ جنگ کے دوران بدست ہائے متحدہ امریکا نے انھیں استعمال کیا تھا، جسے انتقام کا کوئی خوف نہیں تھا۔ [مستقبل کی] ایک اور جنگ میں، جو اس وقت اقتدار میں ہے، ستر اور اس کے ساتھیوں کے نیو ہمبرگ (Nuremberg) کے مقدمے کے دوران ہونے والے حشر کے باوجود، آخری وقت میں کوئی بھی تھپہ استعمال کرنے سے باز نہیں آئیں گے، جو ان کے لہجے میں ہوگا۔ بعد وہ جنگ نامکنت میں سے ہوتی ہے۔ کسی مخصوص تھپہ کو غیر قانونی بنانے سے زیادہ آسان ہوگا کہ خود جنگ ہی کو غیر قانونی قرار دے دیا جائے۔

کہتے ہیں کہ خدا انھیں تھپہ دیکھا چاہتا ہے۔ یہ سبھی سوچنے کے خوف اور غرت کے پروپیگنڈے کی پیرائیں ہیں۔ کسی کی کیفیت تھپہ کا پیش خیر ہوتی ہے۔ لیکن سوائی طرح جس نے اپنے آپ کو بھٹ کے لیے زبردستی سے دھک دیا، وہ اپنی تمدن مہدیہ سائنس کے پیرا کے سب سے عمارت میں خود کو ڈھالنے میں کامیاب ہونے کے باعث بے شک ہے۔ وہ سوائی سوائی کے رشتہ کی رہنمائی کو، جو ان کو دنیا میں پسند پیشانی تمدن کے حوالے کر سکتا ہے۔

## عالمی امن اور اتحاد کا راستہ

جن کے ہاتھوں میں قوموں کی تقدیر ہوتی ہے، اگر انھیں انداز کی رہنمائی اصولوں کے ذریعے جنگ سے روکا نہ جائے تو، یقیناً انھیں شعور کی خود غرضی سے روکا جانا چاہیے۔ جدید تھپوں سے لڑی جانے والی جنگ اور اس کے بعد کی ترقی میں کئی بات کا یقین نہیں ہوتا تھا کہ موجود رہنما قدر میں رہیں گے بھی نہ نہیں، اور ان میں سے زیادہ زندہ بھی رہیں گے۔ دفاعی جنگ کی تیاری میں پہلے تو کم تر نہیں سمجھا جاتا ہے اس میں خطہ دیکھا ہے کہ مستقبل میں ہی فہم میں کوئی معمولی سارا اقتدار بھی کسی جنگ کا باعث ہو سکتا ہے، جسے کوئی بھی نہیں چاہتا۔

امن کی جانب پید قدم تھانؤ کو گم کرنے کے لیے اٹھنا چاہیے۔ اس کے لیے پارکمن ماحول میں موجودہ خطرناک حالت پر غور تھیں کیا جانا چاہیے۔ سب سے اہم تھانؤ وہ ہے جو اس وقت، اشتراکی روس اور سرمایہ دار امریکا کے درمیان ہے۔ دونوں کتے ہیں سرد امن کے خواہاں ہیں۔ لہذا، انھیں ایک دوسرے کے خوف سے آزاد ہو جانا چاہیے، اس خیال سے کہ وہ بھی ماسکویا، واشنگٹن سے مغلوب نہیں ہوئے۔ یوگوسلاویہ اور چین سے ملے والے سٹیٹ نہ کے واضح ہیں۔ یہی اشتراکی یا سرمایہ دارانہ نظریات کو نفاذ ادوں کے ذریعے اندرونی غلبہ (philialation) سے زیادہ راستہ حملے سے تھانؤ جاسکتا ہے۔

موجودہ تھانؤ کو [سرف] خوف اور نفرت کے پو پیٹنڈے سے گم نہیں کیا جاسکتا۔ شاید اس کو نئے طریقے سے گم کیا جائے، اس سے ابتدا کرتے ہوئے جسے ہتی کیفیت کے بارے میں پورا یقین ہو جس میں برطانت، ولامرکی طاقت کو برکابل، فرانکامیونی پہ پارکریٹ ہتہ چا پڑی پھر امریکٹ سے، جہاں تک ممکن ہو ان مسائل سے سرف نظر کرتے ہوئے جو مانتائی کا باعث ہیں۔

لہذا، مثال کے طور پہ، ہمارے اشتراکی دوستوں کو اعتراض کیا چاہیے کہ طمانہ سرمایہ داروں کی بدترین فریبی، جو کامیاب دامن نے شکست ان میں دیکھی تھی، اور بھی طور پہ اس سے نفرت ظاہر کی تھی، معدوم ہو چکی ہے۔ سرمایہ دار نہ محکم ان اندر سے قلب ماریت کی جاری ہے، اور یہ سرمایہ کی پیداوار اور معیار زندگی بڑھانے میں کامیاب ثابت ہو رہی ہے، اس کے ساتھ ہی مزدوروں کی نفرتوں کی آزادی بھی بڑھ رہی ہے، تو اب کم مید رہ گئی ہے کہ لوگ اپنے اس رمن مین کے اندر توجہ دل کریں گے جس میں وہ ایک غیر ملکی نظر پہ کے لیے اچھا کام کر رہے ہیں۔ آدھے بج کے حقانہ پو پیٹنڈے کے ذریعے اس کی جز کاٹنے کی کوشش سے لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں، روزوں کے بہت سے دست غیر ہو جاتے ہیں۔

اپنے روسی جاستوں کو جمہوری مکوں کی پیش قدمی کے لیے ریڈٹ وسیع دیجیے، اس احساس کا کہ اس قسم کے پارکمن ارتقا کو تمام مکوں میں مانج کیا جائے گا جہاں لوگ تعمیر یافتہ ہیں اور انھیں جو کچھ بھی چاہتے ہیں، میا جئے کرنے اور ورکھتوں پہ مقرر فی ہوتے کی آزادی ہے۔

اس کے علاوہ مغربی ممالک کو بھی سویت روس کو پورا ریڈٹ دینا چاہیے کہ اس نے باوجود مشکلات کے بہت سارے کام کیے ہیں جس میں سرمایہ داروں کی عدوت کے باوجود ممکنہ حالات کی تعمیر کا پھیلاؤ، موافق صحت کے لیے کی کوششیں جو تقریباً ہر ملک میں ہو رہی ہیں اور اس کی حیرت انگیز زندگی اور صنعتی ترقیات کے لیے کی جانے والی کوششیں بھی شامل ہیں۔ وہ جوان لوگ جن کی روں میں اشتراکی آدرش بھر دیا گیا ہے، اور یہ بڑے ممالک کی کامیابی کے بارے میں جن کا ہم پر بہت اہم ہے وہ بالکل نہیں ہے، یقین کرتے ہیں کہ وہ ایک نئی اور ترقیاتی تشکیل کر رہے ہیں اور یہ مقابلہ قدیم زار حکومتوں کے ان کے پاس ہر طرف سے بھانے کا وقت جو اب بھی ہے۔ کسی نظام پہ حمد بخش اس کے عقیدے کو سیکھتا ہے، اور یہ خوف کران کا کام سرمایہ داروں کے حلقوں سے تیار ہو سکتا ہے، انھیں کافی وقت کی تیاری کے ضمن میں قادی وسیع پیمانہ

کہتا ہے۔

دنیائے مشرق کی ریاست کی حقیقی دشمنی اشتراکیت نہیں، اس کی نظیر پولیس اور حکومت خانے ہیں۔ مگر کھلے آمرانہ طریقہ حکومت کی وہ طرز حکومت ہے کہ پٹلن (Kremlin) کے کارپہاڑ جس سے واقف ہیں۔ ان میں کچھ تو اپنی زندگی کا بہتر حصہ قید میں گزار چکے ہیں۔ محاسب کو، تاریخی اور نفسیاتی پس منظر میں، یہ سب کچھ دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ مغرب کے لوگ جو دنیا کی آنکھوں سے غفلت انداز دیتے ہیں، جسے مشکل سے سمجھ پاتے ہیں۔ مگر ہم مغرب کے لوگوں کو بتانیں کہ زیادہ دیر نہ دیا جائے۔ بہت دن نہیں گزرے ہیں، جب ہمارے اپنے بھی غلاموں کے بارے میں جیسے براہ راست سوال کے مقامات جیسے برائے کھلم کھلا کے لیے جو ریاست کے اختیار کے لیے ختم ہو چکا تھا۔ امید ہے کہ ان کی خطوط پر اس آگے نہ جاسکے جس پر مغربی جمہوریتیں کھل رہی ہیں۔ [یہ سن] ممکن ہے کہ جنگ کے خطرے کا یہ دعوہ موجودہ دنیا کو مضبوط کرے گا اور اس کے کوئی اثر نہیں ہوگا۔

بہت ممکن ہے کہ ایک نئے فیضانہ دور ہوتا ہے۔ اندازاً نظر کا یہاں رہا ہو جو جنگ کے خطرے کو منتشر کر دے اور غفلت کی روشنی اور سچائی کی طرف رہنمائی کرے، جس سے دنیا کی ترقی میں تعاون بڑھے اور جس سے تمام ملک مستفید ہوں۔

## اقتصادی تعاون

عمر مشکل امن میں جنگ کو روکنے کی کوشش سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ مگر کسی وقت دنیا کے اتحاد اور امن کی طرف [واقعی] گامزن ہوں گے جب قومیں عالمی چیلن پر کھڑی ہوں گے۔ دوسری ترقیات میں سائنس کے ارتقاء کے ذریعے تعاون شروع کریں گی، جس سے سب مستفید ہوں۔ تعاون کے طریقے تیار ہیں اور اقوام متحدہ کے نامزدوں میں غلط نہیں، جس سے تمام دنیا کی حالتیں منسلک ہیں۔ یہ اگرچہ اچھے کام کر رہی ہیں [مگر] پوری مددیت سے نہیں، اس لیے کہ کوششیں جنگ کی تیاری میں ضرورت سے زیادہ توانائی صرف کر رہی ہیں، جو شاید کبھی نہیں ہوں، اور ان سیاسی مسائل پر جو نرگس سے بھی طے نہیں ہوں گے۔

[میں]، مشکل حقیقی شروعات کی ہے۔ یہ اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے کہ جن بیماریوں کو پھیلنے سے روکا جاسکتا ہے، انہیں World Health Organization کے ذریعے پھیلنے سے روکا جائے، اور ضرورت کے مطابق دنیا کی غذائی رسد کو یقیناً کرنے کے لیے، مشترکہ کوششوں سے کچھ ٹھوس قدم اٹھائے جائیں، جن میں عالمی بینک کے ذریعے تمام قومیں شریک ہوں اور اپنی مالی استطاعت کے تناسب سے سرمایہ کریں۔ دنیا کے تمام ملکوں کے ساتھ دنیا کی طرح ایک ٹھوس عالمی منصوبہ پر کام کرتے ہوئے موجودہ لحاظ نہیں، جو قوموں کو تقسیم کرتی ہے۔ بے معنی ہو کر رہ جائیگی۔

کوئی قوم یا قوموں کا کوئی گروہ جو بدلتی ہوئی تقسیم دنیا جذبہ احساس پیدا کرنے سے گوارا نہ کرے گا اور تمام حکومتوں کے ساتھ مل کر ایک مادہ مشترک عالمی منصوبہ میں شامل ہونے کی پیش کش کرے گا، اسے تمام ممالک کے عوام کی وفاداری حاصل ہوگی جو سیاسی تنازعات اور جنگ کی تیاریوں سے بچنے کے لیے یہی حکومت جو سب سے زیادہ طاقت ور ہے، اور اپنے ذمے میں سب سے زیادہ پریقین ہے، امن کی جانب پیش قدمی کی رہنمائی کرے گا۔ اس کی پیش کش حکومتوں کے امداد کا سخت ترین امتحان ہوگی۔ کوئی حکومت جو ہاتھ بٹانے سے تیار نہ ہو، اسے قوموں کے خاندان سے دھکیل دیا جائے گا، جب تک کہ وہ سب کی بہبود کو اپنے خود غرضانہ مفاد سے آگے نہیں دیکھتی۔

## عوامی تحریک

امن ہو یا جنگ، اس کا آخری فیصلہ عوام کے ہاتھوں میں ملتا ہے۔ امریکہ حکومتوں میں بھی رہتی کو عوام کی نظروں میں اپنے عمل کا جو زچہ کرنا چاہتا ہے۔ اگر عالمی منصوبہ رائے ہو تو، جس پر روٹ اتحاد اور امن کے لیے ہوں گے تو [سرب] ایک جنگ کے لیے دنیا کے عوام اب بین الاقوامی اداروں میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ ماسٹاک ہوم میں پچھلی گرمیوں کے موسم میں مختلف اداروں کے تقریباً 350 مندوب قلم کاروں میں ملے تھے۔ انھیں حکومتوں سے کوئی مزاحمت نہیں تھی اس لیے وہ آزادانہ سے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے تھے۔ انھوں نے دنیا کے حتمی مسائل میں سے چند پر بات کی تھی، جیسے کہ غذائی رسد، مہاجرین اور آبادیاتی سوال، درود طریقے جن کے وسیع دنیا کے عوام عالمی حکومت کے قیام کی قریب میں معاون ہو سکتے۔ مشرق میں جاپان سے کے مغرب میں کئی فوریوں تک تمام نسلیوں، رنگوں اور مذہب کے مندوبین نے، جذبہ شرمیلی میں بات چیت کی، رہنماؤں اخذ کیے تھے جو یہی ہی تھیں اور بدنامیوں سے باور حقائق کی بنیاد پر تھے۔

اگر عوام کی یہ تحریک برحق رہتی ہے، جیسا کہ پچھلے چند برسوں میں ہوا ہے، تمام ممالک کے مندوبین کانفرنس میں طاقت کرتے رہتے ہیں، تو بین الاقوامی جذبہ بدلتی کے لیے یہ ایک بڑا تعاون ہوگا اور امن کی یہ تحریک کوئی سے طاقت پہنچے گی۔ [اور] امن سے محبت کرنے والی قوموں کو احساس بھی ہوگا کہ دنیا کے اتحاد کے لیے کام کرنے میں انھیں نہ صرف ان کے اپنے عوام کی، بلکہ دیگر ممالک کے لوگوں کی فراہمی بھی تائید حاصل ہے۔

گردن کے عوام کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک حیرت انگیز عالمی اتحاد اور امن کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہ انھیں مل کر رہے گا۔ ہر قوم اور غیر ملکی کا جذبہ رکھنے والے انسان کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ان بین الاقوامی عوامی اداروں کی مدد کرے۔





## ایمیلی گرین بالش جان ریلے ماٹ

### اعلان تجلیل ایمیلی گرین بالش

وہا حوالہ جس میں کسی بچے کی نشوونما ہوتی ہے، تقریباً نوزائیدہ ہونے کے روز پر اسے مخصوص اور ان مت نقدی چھوڑ جاتا ہے جس کی پھر ایمیلی گرین بالش کے ساتھ بھی ہوا ہے۔  
1867ء میں بوسٹن (Boston) میں پیدا ہوئیں وہاں کا تعلق نیو انگلینڈ کے ایک قدیم خاندان سے ہے، اور ان کی نشوونما مقامی دانشور مارٹن روڈ ویٹس میں ہوئی، جس کی ریاست کا مسدہ ٹیٹیس (Putnam's) سے مقارن ہے، جنہوں نے سب سے پہلے ریاست ہائے متحدہ کو نوآبادی بنا دیا تھا۔ ان نواکشیوں نے ترکیب رسوم سے وابستہ کفر عیسائیت کی سختیوں سے بٹی جان چھڑائی تھی، مگر وہ شے میں اسے سخت ضبط نفس اور توانائی اور اس دنیا کو رہنے کے لیے بہتر بنانے کی خواہش تھی، انہیں انسانی جسم کے تمام قسمت و اجزاء کے لیے اس ماحول میں انہوں نے اپنی ذاتی ذمہ داری کی آگاہی کہ پانچویں قسم کا آدرش بنایا اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ اقرار کیا کہ یہ سب ایک بہتر دنیا کے لیے کر رہے تھے، کام اسی وقت ٹمر بار ہوگا جب اس کی ہندو حقائق کی حالت بنیادوں پر ہوگی۔

ایک نوجوان طالب علم کی حیثیت میں انہیں پہلے ادب پڑھنے سے دلچسپی پیدا ہوئی، مگر فوراً ہی انہیں اس کام میں دلچسپی پیدا ہوئی جس میں انہیں پہلی عالمی جنگ سے پہلے اپنی تمام توانائییں وقف کر لی پڑ گئی تھیں؛ سماجی مددگار کے ذریعے زندگی کے حالات میں بہتری۔ انہیں کام کی ضرورت تھی کہ وہ اس وقت آشکار ہوئی تھی جب ان کی، امریکا کے بڑے شہروں کے پس ماندہ علاقوں میں موجود افروں اور غارتخت سے واقفیت ہوئی تھی۔ انہوں نے بوسٹن کے ایک سماجی مرکز کے ساتھ کر ایک ادارے کی بنیاد رکھی اور عملی طور پر اس میں

کام بھی کیا۔ American Federation of Labor کی رکنیت بھی حاصل کی اور Women's Trade Union League of America کے قیام میں مدد بھی فراہم کی۔

یہ سب کچھ 1890 کی ابتدا میں کیا تھا، اس وقت جب یورپ کو اس میں ہوجانا تھا۔ صنعتی انقلاب نے ناقابل عمل سماجی مسائل وراثت میں چھوڑے تھے۔ گھرانے وقت تک امریکا کے فن پر روشن حیران کی کچھ بھی نہیں تھی۔

بہر حال، کچھ عرصے کا، ایجیلی بانس کی توقعات کو مسترد نہیں کر سکا۔ انھیں احساس ہو کہ اگر مزدور کامیابی حاصل کرنا چاہتی ہیں تو انھیں مزید علم حاصل کرنا اور اس کو بروئے کار لگانا ہوگا۔ اور اس طرح انھوں نے اپنی تعلیم جاری رکھی، پہلے چورس میں مشیونری، انیسویں صدی میں یو ایس ایس (Levasseur) کے زیر اثر، اور بعد میں یورپی میں جہاں انھوں نے اقتصادیات کے اس شعبے کو تعلیم حاصل کی جس کو professor chair socialism کے نام سے جانا جاتا ہے۔ لیکن ان کا یورپی مزدور تحریک سے رابطہ تھا اور 1896 میں انھوں نے Socialist Trade Union Congress میں بھی حصہ لیا تھا۔

اسی برس وہ ویلےسلی کالج (Wellesley College) بھی گئیں، پہلے ایک پیچھے رفتاری حیثیت میں کام کیا اور بعد میں سماجی اقتصادیات کے پروفیسر کے عہدے پر فائز ہو گئیں۔ پہلی عالمی جنگ تک درس و تدریس ان کی مرکزی مصروفیت رہی۔ کئی سماجی کام کے میدان میں عملی مصروفیت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور کارکنی عہدوں پر تحقیقاتی اور مشیونری کی تحقیق ان کے لیے بھاری ذمہ داریاں رہیں۔ مہاجرین سے متعلق ان کا کام ایک دانشور کی مثال سے۔ امریکا میں وہ پہلی پروفیسر تھیں جس نے پہلی بار طلبہ کو تاریخی و معن کے مسائل پر پیچھے دیے تھے۔ بد قسمتی سے ان کا یقین کہ امریکا میں سودیہ کے تاریخی و معن سے متعلق تھا، وہ کام جس کو تاریخی و معن کے مسائل کے سائنسی تجربے میں کتاب سازی حیثیت سے لایا گیا تھا ہے۔ یہ کام ان کے اہلکار کارکن بہترین مثال پیش کرتا ہے: وہ کاغذ پر قلم کی قوت رکھنے سے پہلے وہ ریاست ہائے متحدہ میں واقع مساویہ کے لوگوں کے مرکزوں میں موجود تھیں اور ایک برس تک انھوں نے، آخری نظر سے، ان علاقوں میں تحقیق کی جہاں سے زیادہ تر تاریخی و معن آئے تھے۔ نابینا یا تحریر کی منہوں سے مانتھن، انھیں احساس ہو کہ انھیں بذات خود حقائق کو دیکھنا، وہاں کے لوگوں سے براہ راست ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

یورپ پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی، جس نے ان کی یورپی دورانی کی مصروفیت کا خاتمہ کر دیا، اس لیے کہ ان کی جنگ مخالف مہاجرین کی وجہ سے 1918 میں انھیں ہر طرف گریو کرنا تھا۔ مگر جنگ ان کے لیے ایک نازد چیلنج لے کر آئی، جس نے انھیں ایک نیا ہدف فراہم کر دیا تھا۔ بہت سے دوسرے لوگوں کی طرح، وہ جنگ کو ایک بہترین موقع سمجھیں کہ کام میں بے نتیجہ رکاوٹ سمجھتی تھیں۔

مخبران کے اغوا کیے کہ انھیں ہر گز اس احساس پر مبنی تھا کہ میرے لیے کام میں ایک اہم کام تھا پیدا ہو گیا ہے جو میرے نزدیک اس دنیا کا سب سے اہم کام تھا، زیادہ مطمئن کرنے دے ایک اقتصادی

تھا مئی قسیرہ "ٹگرٹن" پر اس کا شریعتیہ اس سے کہیں زیادہ بڑا ہوگا، جس کا خود انھوں نے اشتراک کرنے کی رحمت کی تھی، اس لیے کہ جنگ کی شروعات سے ہی انھوں نے اپنی تمام توانائیاں امن کے کام کے لیے وقف کر دی تھیں، یہ جیسا کہ کہیں کے پروفیسر سمکھاویچ (Smikhavich) نے کہا ہے، "میں آج تک کسی ایسی ہستی سے نہیں ملے ہوں جس نے جیسا کہ انھوں نے کیا ہے، اپنی زندگی کا ہر لمحہ قوموں کے درمیان امن کے کام پر وقف کر دیا تھا۔"

نہاں ہمیں دانش کو احساس نہیں تھا۔ جو اس وقت بہت کم لوگوں کو ہوسکا تھا۔ کہ 1914 کا نامہ 1959 کے مقابلے میں زیادہ اہم تھا، اس لیے وہ ہمارے زمانے کا یہ موضوع تھا۔ یہ ایک عہد کا اشتہار تھا، اور بعد کے واقعات سے، کئی طریقوں سے، افراد اور اشخاص پر لوگوں کا عقیدہ چھین رہا تھا، جو اس وقت دنیا کے بیشتر لوگوں کی وراثت تھا اور محنت کا معنی بھی تھا۔ اس کے بعد سے انسان زیادہ محنت جان اور زیادہ وقت میں گزار رہا ہے، وہ بچھوئی جنگ کے اختتام کے بعد سے جس کی بھی اس کی بھینس کا نظریہ اندازہ کر رہی ہو اور میری پالیسیوں میں بھی تربیت کر رہا ہے۔

یہی وہ نام ہے جس میں ہمیں دانش نے امن کے لیے اپنی جنگ کا آغاز کیا تھا۔ ان کے لیے وقت آسان نہیں رہا، مگر انھوں نے اپنی سوشل کو بھی متروک نہیں ہونے دیا، خواہ راستے میں کتنی ہی رکاوٹیں کیوں نہ آئی ہوں۔

امن کے لیے ان کے کئی برس کے کام کے دوران وہ Women's International League for Peace and Freedom سے قریبی رابطے میں رہے، جس کی بنیاد 1915 میں دی ہیک میں ڈانی گئی تھی، جب جنگ جاری تھی۔ اس لیگ نے غیر جانبدار مذاکرات، مرکزی طاقتوں اور اتحادی طاقتوں کی محنتوں کی مذاکرات کے لیے ایک جہد میں رہی تھی۔ اس نوعیت کی کانفرنس اس زمانے بھی قائم نہیں کی گئی تھی، اس لیے کہ اس وقت تک جنگ کے اثرات گہرے اور بگاڑ چکے تھے، اپنے ہیست مائک دانت چوٹی طرح ظاہر نہیں کیے تھے۔ مگر قابل ذکر چیز یہ ہے کہ جنگ میں ٹریک میں کسی ایک اہم کردار ہوئی جس سے امن کے لیے کسی منصوبہ اور عمل منصوبے کے لیے مذاکرات کی جا سکتی تھی۔ اس لیے کہ یہ واقعی قابل عمل تھا، اور خصوصاً جب ہم اس کو اس کے وقت کے پس منظر میں دیکھتے ہیں۔ "میر خدیجہ" ہے کہ یہ کسی شخص کے لیے ہے، اب تک پیش کی جانے والی تجویز میں سب سے بہتر کی تجویز ہے، "صدر حسن نے Women's League کی صدر نشین جین ایڈمز (Jane Addams) سے کہا تھا۔ بعد میں لیگ کے بعد اسے میں بہت بڑی روایں مثال مردی گئی تھیں۔ اگرچہ خود کانفرنس نے یہ بہتر مرتبہ دیا تھا، اس کی حقیقت سے نزدیک نہیں اس علم اور پیش بینی کی مرہون منت تھا جو ہمیں دانش نے فراہم کی تھی۔

دی لیگ میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے فوراً بعد، وہ چند جن میں سے ایک کی سربراہی ہمیں دانش تھیں، غیر جانبدار اور جنگ میں شامل ملکوں کے درمیان کو اپنی اور دانش کمنے گئے تھے۔ مگر بعد ان کا

مٹانے کی سب سے بڑی ضرورت یہ تھی۔ یہ کچھ عورت تھیں جنہیں تھا، اس لیے کہ ان میں اس وقت ایک دوسرے میں شائستگی ہو جاتا ہے، جب معاشرتی تین سے ہیں مگر حقیقی خیریت یا نرہ طور پر اس کے تجسس جسم کے پردے میں چھپے ہوتے ہیں۔ اپنی قیاداد کے حوالے سے ان عورتیں کوئی طرحی دیکھنا نہیں ہوتی تھیں۔ ان کے پیش نظر اس کی توقع تھی۔

1918 میں ایمیلی بالش اسٹاک ہولم میں ورانمیں نے Neutral Conference for Continuous Mediation میں حصہ لیا، جس کی میزبانی ہائی نورڈ نے کی تھی۔ اس کانفرنس میں بالش نے International Colonial Administration کے لیے اپنی تجویز پیش کی جو پیش خیمہ تھی اس فرم کے تھام کی جو ورمانی (Versailles) میں منعقد کیا گیا تھا۔

1916 میں گھروہی میں دو دنوں میں شامل ہوئیں جو جنگ میں امریکا کی شمولیت کے خلاف لڑے تھے۔ وہ Collegiate Anti-Militarism League کی رکن تھیں اور Fellowship of Reconciliation کی کانفرنس میں بھی شریک تھیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، اس کے لیے کام کرنے اور اپنے بنیاد پسند خیالات کی وجہ سے 1918 میں وہ دین ویسٹمن سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں تھیں اس کے بعد ایک ہفتہ ورجینیا کے Nation کے بارنی کارنٹن میں شامل ہوئیں، جو منعقدانہ ورمانی کی جدوجہد میں آگے آگے رہتا تھا۔

اس کے ہوتے ہی، جب اتحادی عورتیں میں امن کے معاہدے پر مذاکرات کر رہے تھے Women's League نے 1919 میں زیورٹ کے مقدمہ پر اپنی دوسری کانفرنس کا اہتمام کیا۔ اس طرح کانفرنس کو امن معاہدے کے مسودے کے حصے کا موقع مل گیا تھا۔ وقت مجھے اجازت نہیں دیتا کہ میں اس سبسے میں منظور ہونے والی تھوہین پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں۔ مگر میں صرف بتا کر کہ سکنا میں وہ کہیں گا کہ یہ عقل مند ہی موقی امرمذتوں کے خیالات پر توجہ دینی تھی موقی۔ تم کو میں نے ایسا کیا ہے اور یہ بتا کر کہ افسوس کی بات ہے، اگرچہ موجودہ سیاسی فضا کے پیش نظر حیرت انگیز نہیں اس کے علاوہ، کئی تھوہین عورتوں کی طرف سے پیش کی گئی تھیں، اور یہ کم ہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ مردانہ سمجھوتوں سے ملنے والے مشیروں پر کان دھرے، ٹھوہوہ کتنے ہی صاحب کیوں نہ ہوں۔ یہ بڑی بات نہیں ہوئی اگر مرد حضرات بھی [تاریخ] تبسمہ واپنے ہوں سے ہن کر ان کی بات نہیں۔

زیورٹ کی کانفرنس کے بعد، ایمیلی بالش نے International Women's League کی سربراہی چارلی کی حیثیت میں جینیوا میں قیام کیا، جس معاہدے سے وہ 1922 میں فرانسیسی صحت کی وجہ سے فارغ ہوئیں۔ بعد کے برسوں میں انہوں نے اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ بین الاقوامی کام کے اس مرکز میں صرف کیا۔

ان برسوں کے دوران ان کی سرگرمیوں کا ایک مختصر سے خاکے میں تذکرہ ان کے کام سے انصاف نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کانفرنس کے نو برسوں میں سے بیشتر میں شرکت کی تھی، جو جنٹوں کے درمیان کے

برسوں میں منعقد ہوئے تھے، اور ان میں ان کے روشن محسوس کیے جاسکتے ہیں، خصوصاً قریباً ان کی تیاریوں میں۔ انھوں نے Women's League کی بدلتی ہوئی بہت سی کانفرنسوں کی تنظیم بھی کی تھی، جس میں جنگ کے جدید طریقے، ایٹم، آخری کے مسائل اور اقلیتوں پر سوانحیات اٹھائے گئے تھے۔ انھوں نے بے بدست افراد اور عائلی قوتوں کی بحران سے متعلق کانفرنسوں میں بھی حصہ لیا تھا۔ ان کے اثرات نے صرف ان پر، بلکہ اور بہت سی کانفرنسوں تک پہنچے ہیں جن کا اہتمام Women's League نے کیا تھا۔ فیو امیں، اپنے قیام کے دوران دو ایک آفیشلز سے مستقل رابطے میں تھیں، مگر یہ نہ سے سیاسی مسائل کی بارے میں نہیں، بلکہ مدد کرنے پر جو ہیں، اقوامی تعاون میں معاون ہو سکتا تھا۔ اپنے وسیع عملی تجربے کے باعث وہ بھی تھیں کہ قوموں کے درمیان مخصوص میدانوں میں معمولی کے مطابق ہاتھ بٹانے کی بہت اہمیت ان سے یہی رشتوں میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔

ایسے مسائل پر ان کا مقامی کام، جو امن کے نئے نئے کے صرف ایک حصے سے متعلق ہے، وہ کوششیں ہیں جن کے ذریعے انھوں نے آخری بار سے متعلق کرپٹ کی فوقیت سے باز رکھنے کے لیے مددگار ہائے متعدد Women's League کی امریکی شاخ کے سرور 1921 میں اپنے دعوے سے دست برداری پر راضی کرنے میں کی تھیں۔ ان کی کوششیں کامیاب ثابت ہوئی تھیں۔ آپ "روزہ دو اہم مسائل ہے ان کے کام کی جب 1926 میں انھوں نے ہائی (Hall) سے توجہ دہن کے لئے کے بعد ریاست ہائے متحدہ کی فوجوں کی واپسی کو روکی تھی۔ اس کے لیے ایک بار پھر Women's League کی جانب سے ایسا موافق تھی اور پس منظر میں اپیلیشن ہائی اسٹ کی طاقت تھیں، جس کی ذریعے سب کچھ ممکن کیا گیا تھا۔

اس وقت تک وہ کسی کام کا بیڑہ نہیں، اتفاقی تھیں جب تک انھیں تمام اہمیت سے آگاہی نہ ہو جائے۔ سب سے پہلے انھوں ایک وفد کے ساتھ مائیکل کا سفر اختیار کیا۔ اس وفد کی تیاریوں میں رچرڈ، جس کا یہ اصرار خود ان کا تھا، ان کی سرپرستیوں کا مسئلہ ثابت سے باخبر تھیں ان سرپرستیوں کا، جن کے ذریعے دو مسکن کی چیز تک پہنچ جائی تھیں، اور عملی اور جمہوری عمل نکال دئی تھیں، نہ سے ہوتے ہیں جس سے عوام مستفید ہوتے تھے۔ یہی وہ موزونیت ہوتی ہے، ہر بہت دل کو جس پر رنگ کرنا چاہیے۔ پھر جدوجہد شروع ہوئی کہ اس کو منظور کیا جائے۔ آخر میں امریکی حکومت نے عملی طور پر تقریباً تمام شرائط قبول کر لیں اور اپنی فوجیں واپس بلا لیں۔

اب یہ سوچنا پڑی کہ عملی ہوگی کہ اپیلیشن سرف کا تجربہ سوں اور سینیوں کے ذریعے ہواؤ سے کام کرتی تھیں جو وہ ریاست کے صاحبان اختیار پر ڈال سکتی تھیں۔ تعلیم اور تربیت کی ضرورت کا حساس کرنے والی ایک شخصیت وہ تھیں، جس نے موجد کرما کے چین اقوامی اسوں کا خیال پیش کیا تھا، جنگ کے درمیان کے برسوں میں Women's League جن کو چھوٹی رہی تھی۔ انھوں نے ان اسوں میں خود بھی پڑھایا تھا۔ لیکن ان پر کتنا نہیں کی۔ دنیا بھر میں اپنے عموں سفر کے دوران جہاں بھی گئے، حالت کے بارے میں

معلومات حاصل تھیں، اور ان کی مدد سے چین، اقوامی اقوام، تقسیم کا ورثہ بھی دیا۔ منہ میں قیام سے دو سال انھوں نے جوتوں سے رابطے کی کوشش کی، فلسطین میں یہودیوں، بدھائیوں، و عرب بنیادوں سے، انگلستان میں انھوں نے Brand-Kellogg Pact جیسے معاہدوں کی توثیق کے حق میں مسے و رکنی پھریے۔ اس کے علاوہ انھوں نے تہائی پسندی کے خلاف لڑائی میں، جس نے ان کے ملک کو ایک کے بہت سے کاموں سے دور رکھا تھا، میں، قومیت اور ایک آف نیشنز کے موضوع پر بے شمار پھریے تھے۔ دو امریکا سے اس کی سست دہائی کے معاملے میں، جس میں اس کے لیے پھریے کچھ ضروری تھے، دست برداریاں دی گئیں۔

گھر میں تڑپتے رہے اور، چوہوں نے حتیٰ کہ پہلی عالمی جنگ (Manchuria) پر جاپان کے قبضے کے باعث ہوئی تھی؛ اس کے بعد ایک اور جنگ کا۔ افسانہ ایک دور جنگ کے بدلے برے لگے تھے۔ اس کے وجود کو کوئی واغدا نہیں ہو تھا کہ جب شدید قوت سنبھال جاتا ہے، دہائیوں کی تھریلی ختم ہو جاتی ہے تب وقت بچا ہے کہ ہوشیار رہا جائے۔

ان بد سبب کے واقعات نے اس کی ایک بڑی راہ میں پیدا کیا۔ انھوں نے تہائی پسندی اور امریکی غیر جانبداری کے درمیان قانون سازی پر حصے کیے اور اس طرح وہ Women's League کی امریکی شاخ میں پہلی بار اختتامی کرود میں شامل ہو گئیں۔ درجہ کے شروع ہونے سے ہم اب انھیں تنازعے میں امریکا کے داخل ہونے سے اختلاف کرنے والے مزدور میں دیکھتے، جیسا کہ پہلی عالمی جنگ کی دوران تھا۔ مگر کہہ سکتے ہیں، شاید، کہ یہی وہ وقت تھا جب انھوں نے جنگ کے طریقہ کار، the War Resisters League، the Fellowship of Reconciliation، Quakers، والوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔

اس کی دانش کو ان کے سوجھ بوجھ کا جواب مل گیا تھا، اس لیے کہ ان کے خیال میں گھر میں شہادت پر غائب نہیں آتے تو ہم ان خیرات کے لیے فحش کی امید نہیں رکھتے، اس کے بعد اس سے وہ محاذوں کی چیمپینس بنی ہوئی تھیں۔ جنگ سے پہلے اور جنگ کے دوران، انھوں نے رافیل میں انھوں نے سرکاری سے ریاست ہائے متحدہ آنے والے مہاجرین کے لیے کام کیا تھا، بالخصوص یہودیوں کے لیے۔ گھر اس وقت بھی دوسرائی کے انتظار میں تھیں جو جنگ کے دوران پیدا ہونے والے تھے۔ ان کی دلچسپی محض آرام گاہی وانی مجھول دلچسپی نہیں تھی، اس لیے کہ وہ انھوں نے امن کی تجویز کی شرکاء پہ جنی مسودات تیار کیے تھے، شرائط جو غیر مشروط امن کی بنا پر نہیں بلکہ ایسے حقیقت پسند نہ تصور پر ستور تھے کہ دنیا کی تعمیر نو کرنی پڑے گی، غیر مشروط دست برداری کی شرط پر ہی نہیں بلکہ اس حقیقت کے پیش نظر کہ دنیا کی تشکیل نو کرنی پڑے گی۔ انھوں نے ایک تعمیراتی بندوبست کے لیے بھی تجویز کا مسودہ تیار کیا تھا۔ انھوں نے نو تشکیل شدہ United Nations Organization کی بھی بنیاد پائی اور امریکی مساعداں پر ہمارے بوجھ بھی سنبھال کر رکھا، تاکہ اس کے لیے ان کی مدد حاصل کر جائے، اس کے باوجود بھی کہ یہ ان کے آدرشوں سے میل نہیں کھاتا۔ وہ کہتی

تھا، "اُس لیے کہ مستقبل میں سچے انداز سے کسی شے سے نہیں بنے گا کہ بتا دینا اتنا ہلکا سا کام نہیں تھا، بلکہ امکان اس سے کہ یہ فہم نہ ہو کہ تعاون کا عمل ہی اقوام متحدہ کے سرکار کا قیام کرے گا۔ منصوبہ خیال کی دیکھ کے لیے نہیں، یورپ، روس، امریکا اور تمام دوسرے ملک، ان کے متضاد مفادات اور تصورات کے پیش نظر بنائے گئے تھے۔ اور یہ سب آج بھی اس لیے بنایا گیا ہے کہ تعاون جو ہمارے سامنے تھا، خاصا معمولی تھا، جن کا اندازہ ہو سکتا ہے۔" ایک اور مثال ان کے عملی انداز کار کی ہمارے سامنے ہے۔ نڈی بھر کے تجربے سے انھوں نے سیکھا ہے کہ آنے والے دنوں کی مشکلات کوئی نئی بات نہیں۔

مگر ہم بار بار اس مقصد کے حصول کے لیے اس کی حقیقی قدر دانی کے لیے، جو ہمیں دے چکا ہے، مختلف قسم کے اور بے مروت طریقے اختیار کرتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ میں ان کی ہتھکڑیاں میں ان کے لٹاؤ آپ کی خدمت میں پیش کرنے سے باز رہ سکوں؛ "بین الاقوامی اتحاد مل نہیں ہے۔ جب تک کہ میں برقیاتی اتحاد میں صدقہ نہیں، یہ خدائی معیار کا نظم و ضبط قبول نہیں کرتا۔ اور اس میں معیار انسانیت نہیں، تو یہ اُس قسم کا اتحاد نہیں ہوگا ہم جس میں دلچسپی رکھتے ہیں۔"

یہ ان کا بنیادی تصور ہے کہ ہمارے عملی عمل، اس سے تخلیق نظریاتی وہ چھٹکی ہمارے سامنے نہیں تھا، کسی کام کے نہیں ہوتے اور وہ تاریخی کیفیت میں نہیں، بلکہ دنیاوی اصولوں پر نہیں تھا۔ اگر کوئی ادارہ اپنے کردار میں آمرا ہے، یا جذبہ تعاون اس کی رہنمائی نہیں کرتا، تو یہ بہ کار سے بھی زیادہ غریب رہتا ہے۔

ایسے بہت سے لوگ تھے، ماضی میں جو اس خوب سے مشتاق تھے۔ اب شاید ان کی تعداد کم ہو گئی ہے، اس لیے کہ اس قسم کے خیالات اس جدید ماحول میں زب نہیں آتے۔ انھیں خوب کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ "شاید یہ محاوروں کے غیر زندقہ، روزمرہ کے کام کے لیے بھی، کوئی اور بے کار نہیں ہوگا؟

ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے، جو یہاں موجود ہیں، بہت سے لوگ ایسے دانش کے نام، اقل نہیں ہوں گے، اور شاید یورپ میں بھی کسی کو یہ کہیں گے جنہیں اب بھی ان کا نام یاد ہوگا۔ [فلسفوں کے] جنگ نے کتنے نام سدا دیے تھے۔ یہ ایک مفکر، احوال شخصیت تھا۔ اس وقت بھی جب ان کی سرگرمیوں میں وہ تھے، انھوں نے بھی شہرت کی کوشش نہیں کی۔ پچھلے برس جو چھوٹا کارڈیل ہل (Cordell Hull) کے لیے کہا گیا تھا، میرے خیال میں، ان پر بھی صدق آتا ہے کہ اگر متعدد عمل کو جانے کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ کریڈٹ ان کو ملتا ہے یا نہیں اور کتنا جاتا ہے۔

ایسے دانش بے عمر و سیرہ ہو گئی تھی، مگر اب وقت تک مستعد بن رہی تھی، اور انھیں نے خود کہا ہے، جب انھیں پچھترہویں صدی کے وہاں پر بار بار یاد دہانی جاری تھی؛ "میرے خیال میں بھی آج بھی دنیا اور زندگی میں اس لیے کہ، جیسا کہ میرے دادا کہتے تھے، ایک عمر و سیرہ عورت اتنی ہی سخت جان ہوتی ہے جتنی کہ ایک عمر و سیرہ "نونا" خدا کرے کہ ان کے کہے ہوئے الفاظ سچ ہوں، اس لیے کہ دنیا میں کسی ایک سے زیادہ طریقہ شخصیتوں کی موجودگی کی کس قدر اہمیت نہیں گزرتی۔



عماں کرسمس سے یہ نہیں کہہ سکتے ”کیا آپ ہدف کے حصول پر مستغرق نہیں تھے؟“ وہ ہدف جو ان کو مل گیا تھا وہاں سے ان کی نظریں من کے قدموں سے اگے مل جاتی تھیں، ہم اب بھی انہیں ذرا بچہ سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے ان کے ہر بھر کے کام کے لیے اپنے لشکر کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ انہوں نے ہمیں سکھایا ہے کہ اس حقیقت کو ہم جس کے لیے کھڑے ہیں، کبھی نہ جیتنے والی سخت کوشش سے حاصل کرنا چاہیے۔ مگر انہوں نے ہمیں سمجھو اور بھی سکھایا ہے: ”ما تو فی ذلک“ یعنی کوئی چیز نہیں، درحقیقت اس آدلی کو تازہ بہت فراہم کر رہی ہے جس کی رو سے میں مقدس شہرے دہاں ہوتے تھے۔

صدر نشین مارڈونی فونٹل کیل Gunnar Jann کی لڑائی

خطبہ:

## انسانی اتحاد کی سمت، یا قومیت سے پرے

اپنے زمانے کو سمجھنا اور ان قوتوں کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرنا جو اس کو متحرک رکھتے ہیں، ایسا فائدہ کی عمل ہے۔ مستقبل کے کچھ حصے کا احاطہ ان واقعات سے ہوگا جن کی پیش بینی ممکن نہیں، اس پر ایسے میدان ہمارے ہیں۔ ان اثرات میں سے جو آپ وجود میں ہیں بھی اور قوتیں شاید وہ بھی ہیں۔ ہم صرف توقع ہی کر سکتے ہیں کہ اس میں ہمارے لیے کچھ ہوگا۔ ہم نہ صرف واقعات کو سمجھتے ہیں، [ہم] کچھ حصوں کو ہم خود پیدا کرتے ہیں، ان کے ہونے کے طریقے پر ہم اثر انداز بھی ہوتے ہیں۔ ہمیں نہ صرف ان کا مطالعہ کرنا ہوتا ہے بلکہ ان پر عمل بھی کرنا ہوتا ہے۔ ان خصوصیات مستقبل کے امن کے بارے میں یہ کسی حد تک صحیح بھی ہے۔ یہ سوال کہ کیا ایک طویل کوشش بغیر کسی اور چیز کے نتیجے کے جنگ کو متحرک کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے، نہ صرف ہمارے ذہن کو ہلکا حساب دے کر ہماری کو بھی پہنچ کر رہا ہے۔

جہاں تک اپنے وقت کا محاسبہ کرنے، اور اس کے ذریعے مستقبل کے امکانات کو بنیاد حاصل کرنے کی بات ہے تو ہمیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نہ صرف ہم اس کو جاننے کے لیے بہت قریب ہیں بلکہ ایسا کرنے کے لیے کچھ زیادہ ہی اس کے اثر میں ہیں۔ کچھ بھی، جب کہ مستقبل کے سماجی کارکنوں کا اہتمام کر رہے ہیں۔ ہم کچھ عارضی مشاہدے تو کر سکتے ہیں۔

## I—موجودہ دور کی خصوصیات

ہماری خصوصیت کی فہرست بنانے کی کوشش کیے بغیر ہم اپنے دور کی تمام کچھ خصوصیات کی شناخت نہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں مندرجہ ذیل باتوں پر غور کرنا چاہیے:

(نفس) : یہ دور ہے تہذیب کا سناٹا، بیٹری دیکھنے سے کسی محسوس کیا ہے کہ وہ جہاں کے زمانے میں زندگی گزار رہے ہیں، مگر یہ سوچنے میں سمجھ نہیں آتا کہ یہ زمانہ ہے بہت اچھا تہذیب کا، جس کی رفتار تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اس تہذیب کی بہت سے وجود کشی کی جا سکتی ہیں۔ ایک بڑی وجہ، جس کو کوئی بھی نظر انداز نہیں کر سکتا، ٹیکنیکل ہے اور اس کی بنیادیں ایجوکیشن اور دیانت پر ہے جنہوں نے پیداوار کو بدل دیا ہے اور سماجی رشتوں پر برقی طرحت اثر انداز ہوئی ہیں۔ یہ بڑی تہذیب، جو مشین کی ایجوکیشن سے انفرادی صدی کے آخر میں شروع ہوئی تھی، بدستور جو برقی طاقت کے ساتھ ترقی نہیں ہے۔ کسی تہذیب کی درست کاری سے مشین تک کی یہ تہذیب، انسانی تاریخ کا ایک اہم باب سمجھا جاتا ہے۔

تہذیب کی ایک وجہ جو ہم نظر آتی ہے، ٹیکنیکل بنیادیں، آبادی میں جدید نوعیت کا مفاد ہے، جو سائنس اور برقی دیانتوں سے بہت زیادہ متاثر ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان حضرات نے اس مسئلے کے مطالعے کے لیے ایک خاص کمیشن قائم کر دیا ہے۔

تہذیب کی تیسری وجہ، اور خاص واضح وجہ خوف، ملک جنوں کا وہ مسئلہ ہے جس نے ماضی قریب میں انسانیت کو شدید اثرات پہنچائی ہے۔ عالمی جنگ، خاص طور پر پہلی، اپنے ساتھ دو سب کچھ ہمالے گئی ہے جو دنیا پر بار بار پھرتے ہیں اور جہاں دنیا کی صورت میں، بالخصوص پائینڈ، شکاری اور جنوب مشرقی تہذیبوں میں باقی رہ گیا تھا۔ بلکہ ان جنوں نے نوآبادیت اور نوآبادی ہاؤس میں مثلاً بریتانیا کی آخری تک حسرت کا ہے، جس کے نزدیک، مگر موجودہ حساب کی طرح استعمال کیا گیا ہے، اور ان کا استحصال ہوا ہے۔ مگر زکوہ و امید کرتے ہیں کہ اس نوعیت کی نوآبادیات اب ختم کے قریب ہیں۔ ماضی نہاد "طبعی ملک" کی یہ حالت ہوئی، اس کا ہمیں اندازہ نہیں ہے۔

ان جنوں نے بڑی حد تک سرمایہ اور دیانتوں کی حیثیت میں بھی تہذیبی ردی سے فرانس اور برطانیہ کی طرح اٹھارہ سو اسی کے منصب میں بھی کی کہ بڑی ہے تاریخی درجہ پانچ تو گویا قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ اس زمانہ میں اور امریکا کا قہرنا ہو گیا ہے۔ اب دنیا دلچسپی سے دیکھ رہی ہے ایشیا کی طرف، نئے ہندوستان کی طرف اور (پرامید ہو کر) ایک نئے چین کی طرف، بعد آخر دنیا کی طرف بھی، کہ اب وہاں سے کیونکہ آمد سنا ہے۔ جب یورپ کی تاشدہ نقصان پہنچے ہوئے دیگر دنیا کے حصے منہ پڑا اور اقل پنڈت کی سوداگر طویل عرصے سے متعلق غلام کی حیثیت ہو، اور وہ کامیاب ہو جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک نیا یورپی عہد طوٹ سوراہا ہے، جس میں دو "تہذیب کی" کی حیثیت سے دنیائے "جنوں کی" بن کر نہیں۔ اس قسم کے چمک دار عرصے میں، ایسا معصوم بیٹا ہے کہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ایسا وقت ان پر جاری ہوتا ہے جو بھرنے کی طاقت اور محنت میں ترتیب نو کی استطاعت نہیں رکھتے، اور ان پر جو سچے اندرونی سچہ کے لیے ممکن حالات اور پانی حالات پہ پھرتے آتے ہیں۔ اس کے برعکس، اس چمکے لوگوں کے لیے اس میں زیادہ کشش ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو محسوس کرتے ہیں ان سب کیوں پر جو بڑی بڑا قائل نظر ہوتی ہیں، اور محکم

اصول پر پھر وہی کہتے تھے تہذیب کا سامنا کرتے ہیں پورے امت سے اجماع جو عقیدے پر استوار ہوتے ہیں۔

(ب) : "مے" دور کی دوسری خاصیت قوم پرستی کی موجودگی ہے۔ یہ اب بھی نہیں رہی ہے، مے دور میں پھر انداز ہو رہی ہے، طوائف کے بد قوں اور سامنے ہونے والے لوگوں پر اس کا زیادہ اثر پڑ رہا ہے۔ تمام بڑی قوموں کی طرح، مے کے بھی تجھے پورے دنوں پہلو تھے۔ چھ آدھ روپ کی جاگیر پر نہ تو دن و شب کی فرقہ پرستی حد سے زیادہ پھیل رہی تھی، نہ ہی قونی میاں سبوں نے لوگوں کو منسوب اور نہ تھا، کانپوں میں متحد کر رہا تھا۔ مے کے متعلقے میں جو روایت و فتوحات سے بنی تھیں۔ یہی اعتبار سے یہ، جہاں تک ممکن تھا، ایک متحد قومی طاقت تھی۔ اپنے تہذیبی اور مذہبی پہلوؤں میں بھی، و خصوصاً ادب، فنونِ لطیفہ، مصوری، موسیقی و غیرہ میں بھی یہاں کچھ زیادہ نہیں ہے جو بہت قابلِ تہذیب ہو۔ اس کے برعکس، قوم پرستی اپنی تفریقیت (divisiveness) اور خود پسندی میں بہت زیادہ خط ماک ثابت ہوئی ہے۔ اس نے مے کو ایک پرمش اور طاقت ور عسکری اداروں سے بھری دنیا دی ہے، جس کی روایت و فتوحات عسکری ہزارہت میں شریک رہے، جس میں تجوہت کرنے والے لوگ، اپنے اقتدار کی حدود کے حصول میں اپنے ہی بے رحمی جیسے نئی جنگیں۔ اس نے ہمیں کئی رویشیں دی تھیں جن میں سے ہر ایک کھل اور پھول تھیں۔ کھراچی کی طالع ہے، بغیر کسی طریقے، مذہب یا کسی قسم کے انہماک کے، طاقت کے مضطرب قوزن کے زور و اثر جس کی سفارشی طریقوں سے نقل و حرکت کی جا رہی ہو، جو روایتی و جود کی بنا پر قبول اصولوں پر نہیں، جو نہ کسی قسم کے مشرب مذہبی یا اخلاقی کنٹرول کے طریقوں کو مانتی ہیں، نہ ہی ان کے منظور شدہ قاعدوں کو۔ اس کے ساتھ ہی، افسوس کران کے قبضے میں مانتی تھیں۔ اور جدید ترین اور نہایت خوف ماک تھیوریوں کی بدھنی ہوئی طاقت ہے۔ انسانی دماغ کے طبیعی کنٹرول پر پھر دیکھنے کے فن کے ذریعے سائنس کی یا دوسرے طریقوں سے "تخیلات پر قائم" پانے کی۔

ایک قوم پرست دینی کی تفسیر شدہ حالت پیمے کے مناسب تاریخی زمانوں کی آفاقیت کے مقابلے میں کہیں مختلف ہوتی ہے۔ مثالی کے طور پر ہمیں اٹھارویں صدی کی *edatouissement* (توسیع) یاد ہے، جب انسانی عقل اور تہذیب نے طریقے اسی سمجھے جاتے تھے اور فرانسیسی نوبل متدن زمانوں کا مشہور نمائندہ تھی۔

ہمیں میری قوم و وطن کی عاقبت بھی یاد ہے، جو ایک اصول کو مانتی تھی، ایک مقتدر رکھنے کو مانتی تھی جس کے قبضے میں وسیع مایات تھے اور جو کچھ پڑھ سکتے تھے اور ان سب کے لیے ایک ہی نوبت تھی۔ ہمیں عقیدہ مین ان کا وہ نہ بھی یاد ہے جس میں ایک کھلی روایت، ایک سیاسی مال و ہر ایک اپنی وسیلہ بناتا تھا۔

[ہمیں] اس قوم پرست منقسم دنیا کے خطرات کا تجربہ ہو چکا ہے، ان کا متعلقہ بھی اور ان کی تہذیب بھی۔

جی چکی ہے، مگر نوٹس کی ضرورت کے حصول کے بجائے ان کو نئے طریقوں سے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

## II — متحد کرنے کے رجحانات

اس امر کو نہ جاننا کہ بین الاقوامی امن بہت آسان ہے کہ جدید دور کے لوگوں کو اس دور کے ایک تفسیر اور یہ رشتہ کیا جاسکتا ہے۔ بغیر کسی مشترکہ وفاداری کے وہ سیاست سے بے یار و مددگار ہیں، ان میں ایک شے نئے پیمانے پر عام ہے۔ یہ ہم کو اپنے مہم جوئی کے ایک نئے حصے کی طرف لے جاتا ہے کچھ رجحانات کا تجزیہ کرنے کی ایک پیشکش کی جانب، جو دنیا کی آبادی کے بے ترتیب پھیلنے میں مشترک دھماکوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے ہم انسان کے حقار ہونے کی خواہش پر غور کرتے ہیں۔ جدید دور کی تاریخ میں غیر ملکی حاکمیت سے نجات اور آزادی کے مطالبے کی شکل میں بغاوت ایک بڑی تکنیکی حاکمیت رہی ہے۔ حقار ہونے کی خواہش نے جبر یا امن والی حکومت کے خلاف جدوجہد کو بخود بھی محسوس کر دیا ہے۔

ماتحتی ماتی حقاری کے تصور نے، ایک غیر ملکی آبادی کی طرف، اکثر رے کے خلاف بغاوت کے خیالات سے انسان کے ذہنوں کو زرخیز بنایا ہے، ان کے کردار کی اور اپنے آپ پر پھردہا کرنے کے جذبے کو مستحکم کیا ہے۔ ماحولی کو بہتر بنانے میں اس نے تازہ ہوا کے ایک تیز جھونکے کا کام کیا ہے۔ یہ احساس کہ آزادی جی ان معنوں میں مفروضہ کے لیے ایک اہل ترین قدر ہوتی ہے، اور آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی ایک ضرورت ہوتی ہے، سب کو میسر نہیں، آزادی کے اس آدرش کی قبولیت یا اس سے انکار ہی اشتراکی اور غیر اشتراکی دنیا کے درمیان مثالی سب سے گہرا شکال ہے۔

ماتحتی ماتی یہ کہنا جی سچ ہے کہ اس کا ایک حصہ، بلکہ ضروری نہیں، امر کی جمہوریت کے ”نیو ڈیمار“ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ سب انسان ایک جیسے پیدا ہوتے ہیں، غیر تفریق ملائی کو بڑا اور رکھے جسے وہ لوگ جو دس میں آزادی کو سب کرتے ہیں، اپنے آپ سے یہ سوں نہیں کرتے کہ حقاری کو حقاری حقیقی ہوتی سے مفلسوں میں، کم زوروں میں اور سرمایہ داروں کے مابعد لوگوں میں۔ اس طرح آزادی جو ”wage slavery“ کے نام سے حیرت زدہ ہو جاتے ہیں، اپنے ساری نظام میں انسان کے خلاف اس امر اندہ جبری سیاست جیسی بھی ایک خلاف ورزی کو یہ ثابت کرتے ہیں۔

(2) جدید دنیا میں دلچسپی پانے پر ماما جانے والے دیگر آدرش جمہوریت سے۔ بدقسمت مختلف لوگوں میں اس کے مختلف معانی سے جاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ روسیوں میں ”جمہوریت“ کا مطلب روسی نظام کو پسند کرنا تھا ہے اور مغربی لوگوں میں اس کا مطلب تھا ہے، پارلیمانی قومیت کی حکومت سے جتنی بھی بھی عام

معتوں میں اس حقیقت کے باوجود کہ ایک کے نزدیک منطق آندیش کے مختلف پہلو ہوتے ہیں، دونوں کے نزدیک اس کا مطلب ایک جمہوری نظام ہوتا ہے، ایک نفاذ جو تمام سماجوں کے ساتھ برابری کا سلوک کرتا ہے، مراعات یافتہ دگیں نہیں۔ اور دوسرا نفاذ جس میں چارٹی حاکمیت اصل اصول کی توجہ نہ تھی ہے اور ان کی کے نام سے استعمال کی جاتی ہے، ایسے ممالک میں جس میں عدم مساوات کو کم سے کم کر دیا جاتا ہے۔ تو کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جن لوگوں میں دونوں کی مراد اسی جمہوریت سے تھی، اگرچہ مختلف ہیئت میں اور بے حد مختلف حالات میں؟

(3) تیسرا آندیش جس نے جدید دنیا میں پناہ دیا ہے، وہ ہے منطق پر مبنی سماج، یا خصوصاً وہ منطق جو جدید سائنس کی زرخیز کردہ ہے۔ یہ منظر ہے سماجی انسانیت کی ورماں کی بدلی دنیا و منطق ہی ہے۔ "تو آئیے دیکھیں کہ منطق کی بنیاد پر کیا کہیں۔" جدید نفسیات نہیں، جدید سائنس حاکمیت درجہ کرنے والی ہوتی ہے، خیالات کی، و تمام کی اور خصوصیات کی جو دیکھیں ایک دوسرے سے دور رکھتے ہیں اور ایک سائنسی کوڈ تیار کیا گیا ہے جو ایک ہی وقت میں اوزار بھی ہے اور قہر بھی۔ یہ [منطق] طلب کرتی ہے، مابین درجہ متعددیت، غور و فکر سے مزین، کسی بھی ماحول سے باہر سوائے جی کی خواہش کے۔ (اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سائنس، کہ سائنس والے تمام خصوصیات سے پاک ہوتے ہیں)۔ جدید ترقیات میں سب سے زیادہ غور طلب ایک نموداری ہے، ماسی جرمی میں، اور پھر جدید مادی میں، اس یقین کی کہ کچھ تو نہیں یہی خود فرضی و تخلیق کی رہائی کرتی چاہیے، کہ وہ مادی کچھ تو نہیں بلکہ پیسے سے ملے شدہ عقیدے سے ہوتی چاہیے۔ اس کے باوجود بھی، سائنس ہی حقیقی بندھن ہے۔

(4) اسی ایک دنیا کا چہرہ غصہ جس میں ہم شعوری طور پر زیادہ سے زیادہ سچے ہیں، وہ ہے منطق ہونی نرم دلی، تمام دور کر دینے والے دھوکوں کے خلاف، ایک بغاوت، سماجی سدھار کے لیے نئی فکر کے ساتھ۔ پھیلائی اور غیر پھیلائی سماجی قانون میں اس کا فروغ ہو ہے۔ اس کا سبب زیادہ چونکا دینے والے مظاہر دنیا، تلاصول کی حکیت، ورغز سون کی تجارت کے خلاف بغاوت، اور [اسی نوع انسان کے ساتھ] اس بد سون کا ہیں۔ قوانین آٹھ پہلو تک پہنچا۔ مزبور کے حاکمیت کی، سائنس ۲ موزی بھی اس کا ایک پہلو تھا، پسے قومی ڈھلچے میں، جس کی قانون سازی کی ہند ہونے تھی، پاکستان کے کابینوں کے لیے، درجہ کے بعد بین الاقوامی سطح پر، باخصوص ۱۹۵۰ کے اوڈر پر جنم کے فریٹ۔

آفت کے وقت اور تمام وقتوں میں منسلک، ضرورت مند، بکار ہے راہ و لوگوں کے لیے جو کچھ کیا جاتا ہے اس کی ترقی اور مراعات کے بارے میں اشارے کتابے سے زیادہ کہنا ممکن نہیں ہوتا، ریڈ کرہی ہے۔ جس میں مکینک کے نیچے کی نمونہ بہت متحرک سے ہیں۔ ہر کئی دوسری تحریکیں کی ایک مضبوط اور حساس رشتہ بنتی ہیں، جو چاروں دنیا کے تمام دیکھوں کی ایک سہولت بنی رہتا ہے۔ ایسا کتابے کو چاہئے کہ صدمے کے

بعد مارشل منسوبے میں تجویز شدہ قواعد اور ان منسوبہ جو یورپ کا مقصد دینی عود پر بہتر بنانے کے لیے چارٹر کیا گیا تھا، یورپ والی طرح ایک چارٹر سے ان کو پیش ہو سکتی ہے جیسی کہ پچھلے کئی کئی تہوں کی تھی۔

(5) ایک اور سمجھوتہ — برجرڈٹ اب کم "private-minded" ہوتے جا رہے ہیں۔ اب ایک بڑا مسئلہ بھائی احساس پیدا ہو رہا ہے۔ ایسا اسی لیے ہے کہ وہ بھی تیل جیسے قدرتی وسائل کی نیچا سوں اور مایہ نکل کی کثرت لگا ہوں میں کچھ رنجیب ہوا تھا، اب نئے ڈسٹک میں ابھر رہی ہے۔ سیاسی میدان میں مشترکہ مفاد کا شعور اور مشترکہ اقدام کے زرخیز مکانات، قلم دینی جمہوریت، تعاون، جمہوریت، سوشلزم اور اشتراکیت کی نئی تحریکات بن گئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کم بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں، اگر کم نے ان تاریخی حقائق میں جو آج کی تاریخ لکھ رہے ہیں، وہ شراکت پسندی کے محض کوہنہ سمجھ رہے ہیں۔

مفادات کی ترقی کے اس احساس کا ایک تاریک اور ہولناک پہلو خوں ہے، ایک ڈراؤنے مشترکہ مقصد کا جو کہ جوہری ہتھیاروں کے اس عہد میں دنیا بھر کے لوگوں کے ذہن کو آلودہ کر رہا ہے۔ آدمیوں میں ایک جیسے خطر کا احساس ہوتا ہے، گویا سب ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ مگر خلیف ایک سمجھتا ہے کہ مقصد ہوتا ہے کہ جس سے کوئی توقع رکھی جائے، اور مجھے یقین ہے کہ "اے دن" کے لوگ "خط راہ" پر چل رہے ہوتے ہیں جبکہ ایک نئی مانی جنگ و ہولناکی کو بڑھاپہ حاکم پر چل کر رہتے ہیں۔ مختلف اعصاب کو کم زور کر دیتا ہے اور قیاس کو ہکا بڑھاتا ہے۔ صرف خلیف ہی کے ذریعے ہی قوم انسان کو تباہی اور ظلم کے آسیب سے نجات نہیں حاصل کر سکتی چاہیے کہ زیادہ تر سب نیتوں سے، زیادہ تر نئی سے اور زیادہ تر بددلی سے۔

(6) ایک اور بہت دھپ مہین کے جس کی وجہ بددلی کا انسان نہیں ہو سکتا ہے، بلکہ بہت بڑا ہوا کر سکتا ہے، یا خصوصاً شدید امیوریا جسمانی جبر سے۔ اس کا سبب آزاد دنیا کی زمین سے ہوتا ہے، یا خصوصاً جب لوگوں کی آزادی کے حزم کا معاملہ معاویہ بڑھتی اور اعانت کی شہود نما سے مسلسل ہوتا ہے، مگر یہ بہت واضح ہوتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ ابھی تک اس کی پوری طرح قدر نہیں کی گئی ہے اور یہ بھی کہ اس کی بڑی وقعت ہوئی چاہیے۔

اس سسے میں ایک غیرت انگیز، بے ترتیب اور خود زور موش اقداب پر پا ہو چکا ہے۔ اس کے ایک پہلو کو ایک شہر اور ہونے کے درمیان رشتہ سمجھا جائے، جس میں جبر و رافقہ کے خیال نے ایک مثالی رشتے کا تصور دیا ہے، ان تمام عناصر سے پوری طرح آزاد۔ "گٹریا" کو چکا ہے یا جائے رہے ہیں اور بچوں کے درمیان شاید ایک زیادہ حیرت انگیز متوازن تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ تعلیم کے معاملے میں خلیف پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیا گیا ہے اور رقابت و سرپرستی پر بھروسہ آہستہ آہستہ ہو رہا ہے۔ حرم کے معاملے میں بہترین طریقہ مزاح نہیں، بلکہ دباؤ تعلیم کا ہونا چاہیے۔ اسی طرح سیاسی ڈھلچے میں برپا پیش کی جاتی ہے کہ جبر کو رہنما مندی میں تبدیل کر دیا جائے۔

شدد سے اس انکار کا سب سے زیادہ مارا ہوا تھا۔ فقیر خدمت کی گامگاہ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔  
اس نے قدرت یا شدد کے بغیر جبر و زور آوردی پر قائم پڑنے میں اپنی زندگی صرف کر دی تھی۔

(7) نئی دنیا بنانے والے ن میلاد مات کی غیرت بناتے وقت ہمیں انسانیت میں مذہبی و روحانی سوچ کی ترقی کو فراموش نہیں کرنا چاہیے، جن میں بھی ایک حالت درمقدمہ کرنے و امیدیں محسوس ہوتا ہے۔ متغیر عقائد سے اور پند و سلطنت غیر نیت سے ایک قسم کا تھپوڑ محسوس کیا جا رہا ہے۔ ورا ایک تھائی مذہب میں دلچسپی اور دوسرے عقائد کو دیکھنے، ایک جینی مسلکی کے تجربے میں بھی دلچسپی پائی جاتی ہے۔ یہ دوا میں ایک قسم کی برداشت ہے (جیسا یہ محسوس ہے جس کی وجہ سے) جس کا مطلب ہے، دوسروں پر کسی کے عقیدے کو زبردستی فرو کرنے سے مارنا بند کرنا۔ خواہ وہ کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ زیادہ دن گیسٹ ہاؤس میں ہمارے پیشین گوئی کرنے والے ہا کہتے تھے کہ وہ جو کچھ عقیدے قبول نہیں کرتے، انھیں جہنم کی آگ میں جہنم ہوگا، ہمیں ایک نیا روحانی موسم آنا محسوس ہوتا ہے۔ عیسائی و ہندو مت کا جو تصور رکھتے ہیں اور ہندو گاندھی یوگ مسیحی خطبہ (Sermon on the Mount) پر حاکم نظر آتا ہے، اور کہ انسانی کے ہر حصے سے آنے والے کائنات اور اپنے اختلافات پر بھائی بندی اور اتحاد سے بات کرتے پائے جاتے ہیں۔

مجھے پروفیسر ارنسٹ ہاکنگ (Ernest Hocking) کی کتاب Living Religions and a World Faith میں بہت دلچسپی رہی ہے، جس میں وہ مذہبی سرحدوں کے پار وسیع اور وسیع ہوتے ہوئے مذہبی میدانوں کی کشش کی کوشش کرتا دکھائی دیتا۔

(8) مجھے وقتی انداز میں یہ عقیدہ کرنے والے میلاد مات کی محفل غیرت بنانے والے مشکل سے ان قیام خصوصیت میں سے کسی ایک کا ذکر کرنے کا جو ہمیں ودیعت ہوئی ہے، احسن کی خوب باشخص و محسوس کرنے کی خوشی، بلکہ سب سے بڑھ کر احسن کی تخلیق کرنے کی خوشی۔ اور اس کے بے شمار پہلو مویشی، ادب، تعمیرات، فنانس، مصوری و رسمت کاری۔ بنی نوع انسان کی تمام اقسام کی طور پر اظہار کے، رنگوں کے اور ہم آہنگ مویشی کے طرز نے حتم کرتے ہیں جو جدید عقلی ایجوکیشن کے ساتھ بغیر کسی حد کے پھیلتے جاتے ہیں۔

(9) ہم بیک نئی دنیا کی سطح پر حتم کرنے میں حقیقتوں کی بات کرتے ہیں۔ مگر ایک اثر اتنا نظر آتی ہیں ہو سکتا کہ عقلی اور عیسائی طور پر بے حد اہم ہو جائے۔ یہاں میری مراد عقلی ترقیات سے ہے، جو وسیع پیمانے پر نہایت غیرت سے دنیا کی تعمیر نو رہی ہے۔ مشینوں کی بنیاد پر صنعت کا پھیلاؤ، جسے پہلے سے ہمارے عہد کی خصوصیت کہا جاتا ہے، ایک ہی پہلو ہے، انتخاب کا، ٹیکنالوجی جسے تیار کر رہی ہے۔ جدید انسانیت میں ہماری جسمانی ترتیب انسانی کی طرف مائل ہے۔ ہمارے پاس زیادہ تر ایک جیسے ہوئی جہاز، ایک جیسے جسم خانے، اور تصویروں کی ایک ہی قسم کی نمائندگی کا ہیں، ویسے ہی اسپتال، ایک ہی طرز کی غذا

اور ایک ہی فیشن کے لباس ہیں۔ یہ سب مل کر ایک ہی طرح کی عاتق اور ان کے ساتھ ایک ہی قسم کے تصورات اور ایک جیسی ذہنی سرخس تیار کرتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال کے طور پر، ایک آبادی کا تفرقہ ایک ہی طرح اقتصادنی اور سماجی سرگرمیوں میں مشغول ہوتا ہے، اس سرگرمی حقیقت کے ذریعے کہ سب کے پاس ایک گھڑی ہے۔ ٹیکس وائیٹس نیسی سہولتیں فرم کرتی ہے جو وقت پرانی عیسائی دکانوں میں کی کا باعث ہوتی ہیں نیکی ٹراف اور نا نیکی فون، ریڈیو وغیرہ۔ ٹھیکہ داروں کی ایک آلہ ہے، ایک صفت یا خوبی نہیں۔ یہ اچھے یا برے دونوں کام میں استقامت کی جاسکتی ہے، جس طرح سرگرمیوں کی طرف سے آنے سے وہ ایک دوسرے سے محبت نہیں کرنے لگتے جب تک کہ وہ خود کو محبت کرنے کے قابل ثابت نہ کر سکیں۔ وہ ہلکی زیادتی کا بھی پیدا کرتی ہے۔

(10) قلم رن کی لوہا چار۔ جدیہ حالت کے زیر اثر تصورات اور خیالات کا شکل سے حاصل کیے ہوئے علم کا حاصل کیے ہوئے حسن کا منتظم مسلسل جاری رہتا ہے۔ ایک اور بھی کچھ نہ ختم ہونے والا نیت و رک سے منظم تھوڑے کا، میدان کے مابین کے درمیان تھیم یا فز سوسائٹیوں کا، تکنیکی روزناموں، انٹرنیشن، ادبی تھیموں کا جواں کے ذریعے ہمیں ان سب سے آگاہ کیا ہے جو جو فیشن کی گویا ہے یا سیکھا گیا ہے۔

ہر جسم کی "تھیمیں" بھی ہی طرح، ایک فیزیکی مجذوب (osmosis) اور سوچے سمجھے پروپیگنڈے کے ذریعے خود کو آفاقی کرتی ہیں۔

### III— باعث تقسیم رجحانات

ان سب موہنے پر غور کے ساتھ، جوئی فوٹ انسان کو آپس میں متحدہ بنانے کرتے ہیں، ہم نے ان تمام معاملات پر غور کیا ہے، جیسے جمہوریت، درجہ بندی، عوامی جذبہ، جبر اور تشدد سے انکار، روحانی مانیٹ، مشترکہ تربیتی ٹرانے، عقل اور عادات کی یکسانیت، وقت اور حریم کا تکنیکی کشاویں، ورکا مایا ہوں اور خیالات دونوں کو آفاقی بنانے کا رجحان۔

ان رجحانات پر غور کرتے ہوئے جوئی فوٹ انسان کو متحد کرتے ہیں، اور ان کو متحد کر کے بغیر ہمیں انسان درمی سے ان کا سامنا کرنا چاہیے، جو خلیفت کرتے ہیں، آدمیوں کو تقسیم کرتے ہیں، ان کو ایک کرتے ہیں اور ایک دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور شعوری اور جذباتی طور پر ان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔ صرف جمہوریت اور شفقت کے مسلک ہی ہمارے عہد کے انسانی نشانات نہیں ہیں، بلکہ [اور بھی ہیں جیسے] ریج، تشدد، قوی اور نرمی، چاہیے، ماسیو اور سلطانی جیسے سیوی مسلک کے جنون، خود اپنے سے طاقت ور نہ رہا، برائی کی مائش، آنکھیں بند کر کے تشدد پر اس طرح پھروس کرنا جیسے تمام آدمیوں ایک کھمبہ کی جوتی باندھ دیں۔ ہم سب ان سے کچھ بھی طریقہ واقف ہیں۔



تھوڑے قسط پر یہ اسامیت کے سپرد کا زمانہ نہ دیکھا ہے جس میں "آ" اور "ا" کا تباہی جانی اور  
مالی نقصان پہنچتا ہے۔ یہ تصورات ابھی اس لیے مردود نہیں ہوئے تھے، جیسا کہ ہم جانتے تھے، کہ ایک بار پھر یہ  
ابھر کر سامنے آسکتے ہیں۔

مطلق اعزائیت بھی [جس میں ایک ہی پارٹی کی حکومت ہو] ایک طاقت ہے جو اب بھی بھرتی نظر  
رہی ہے۔ یہ جنونی طور پر مؤثر ورتیہ و تندہی کی تکنیک کو، سیاسی جمہوریت کی بے مبرائی و دانت کی سست  
کاروں سے بھی آسکتی ہے۔ یہ اقتصادی ٹکس میں فراخ دلی و رانر دانت سے متعلق سبب دلی سے بھی ہو سکتا  
ہے۔ مگر یہ بالکل غلط طریقہ ہوگا۔

مطلق اعزائیت کا ایک مختلف نمونہ پہلو وہ ہے کہ جو "آ" کی پورے "ا" کے الفاظ سے مشغول ہوتا ہے؛  
یعنی حیاتیات کی اس وبا کو مکمل طور پر روکنے کے لیے جواب بقیہ دنیا میں مراعات کرنی جا رہی ہے۔ یہ یقین  
کہ اب نہایت مشکل ہو گیا ہے کہ خیریت اور تجربات کے نظری پھیلنے کو تو مکمل طور پر، یہ طوطا سرے  
کے لیے روکا بھی جاسکے گا۔

## IV- متحد کرنے اور فرق واضح کرنے والی

### طاقتوں کی ضرورت ہے، جنگ کی نہیں

ان چیزوں کو جو میں قسیدہ کرتی تھی، ہم ان کی اچھی طرف جانتے ہیں کہ ان کو روکا نہ اور سمجھا، مفید عمل ہوگا،  
بخصوص ان دھماکوں کو جو سانحہ کو آٹھ رکھنے میں مدد دے رہے ہیں۔

میں اس بات سے مانع نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارے "آ" کی مار پود کے دھماکے ایک دوسرے میں سے  
نہاڑتے ہیں۔ میں یہ بات یاد رکھتی چاہیے کہ "آ" تمام دھماکے ایک ہی طرف جاتے ہوں تو ان سے کچھ بھی  
یہ نہیں جاسکتا۔ تجربے کے اس پہلو کو امریکی سے توڑا، مردانہ جاسکتا ہے [اس لیے] میں صرف اتنا غور کرتا ہوں  
چاہے وہی میں کہ مختلف "ا" مثلاً "بیش" یا "زیادہ" اور "موجب" ہوتی ہیں۔ ایک یقین یا خیال جس کو چیلنج نہ کیا جا  
سکے، لامحدود اور فنا کی مادہ لے جاتا ہے۔

یہ تدریجاً تباہی نہایت نہیں کہ آدھش اور مقدمہ کے یہ قصہ جنگ کی صورت اختیار کریں۔ اور اس میں  
آہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے، اور جس کی خوشنہی کی ہے، اس کی روشنی میں یہ تقریباً قابل یقین معلوم ہوتا ہے  
کہ وہ پسماندہ کے مقابلے میں زیادہ وقت خوفناک قسم کی جنگ کی حیرت میں مصروف رہتا ہے۔ [تجرباً زیادہ  
نئے مختلف نمونہ، بنیادیں پھیلنے کے طریقے اور فوری اور تقریباً "مردود" پھیلنے والے تھپانے کی  
ایک دھماکا ہے حسب موت و انسان کی ہوشیاری و صنعت و حرفت کے فزائے گائے جا رہے ہیں۔

جنگ کو ختم کرنے کی کوشش ایک خاص طور پر مستعد ہے، جس میں جوہر سے جہد عمل کرنا چاہیے۔ یہ

ان حالتوں کی ضروری تھیں جو اس وقت کے قریب درج تھیں، مگر ان [حالات] کو ان [حالات] پر غائب بنایا جیسا کہ وہ ختم ہونے میں تھیں۔

ان خیالات کے لیے جو انسان میں مشترک ہوتے ہیں، اور ان ضروریات کے لیے جنہیں وہ محسوس کرتا ہے، ایک مناسب منصوبہ چاہیے۔ انہیں موثر ہونے کے لیے اور ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ قوم نے قومی سیاست بنائی ہے۔ دنیا کی مینٹی کو اپنے لیے ہی چھوڑ کے لیے [انہیں] چھوڑنا ہوگا۔ یہ اس گھٹن کے دوسرے حصے کا موضوع ہے۔

## دوسرا حصہ

اب ہم اس مضمون کے دوسرے حصے، یعنی قومی تنظیم کی پیشکش کی طرف آتے ہیں۔ بہت سے افراد اور بہت سی تحریکوں نے اپنی کوششوں کا رخ [امن] کی طرف کر دیا ہے۔ امن کے کام حاصل ایک جھڑپیں لگاتے ہیں۔

## تحریک امن

امن کی تحریک یا جنگ کو ناجائز کرنے کی تحریک بہت سے چشموں سے سیرج ہو رہی ہے، اور اس نے کئی صورتیں اختیار کی ہیں۔ بنیادی طور پر یہ تحریک فیہرمانی دوسری، ملٹی، قومی اور بین الاقوامی کے سہارے چلتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ امن کے لیے کام کرنے والوں یا عدم تشدد کے حامیوں کا بنیادی طور پر دو قسم کے نکات سے پرہیز ہے، اخلاقی یا اخلاقی، اور سیاسی یا اخلاقی۔ پہلے قومییت میں، انسان کو لے کر لے کر جواب عام طور پر جنگ مخالف کے نام سے پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ زیادہ تر مذہبی یا اخلاقی بنیادیں یہ دو تشدد کو رد کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ قیصری اور بدستارہ سرزمینوں کو ان کا پناہ مقام دیا جائے۔

بڑے پیمانے پر ہزاروں لوگوں نے، جنہیں قومی خدمات کے لیے طلب کیا گیا تھا، اپنے ذاتی ضمیر کی بنیاد پر اس میں شامل ہونے سے انکار کیا ہے۔ جب کہ بہت سے لوگ ان کے موقف کو سمجھ نہیں پاتے اور قیصری طور پر اس کو قبول بھی نہیں کرتے۔ میرے خیال میں یہ تمام مصلحتوں سے بڑھ کر، ایک ان میں کوئی سے ضمیر کی بدترکیبی، اور ایک غلط فہمی کی خدمت ہے جو اس تصور سے متاثر ہے کہ طاقت کا فیصلہ پیش کیجنا ہے۔ نل چسپ بات یہ ہے کہ نیورمبرگ (Nuremberg) میں چمکے جانے والے جنگی مقدمات میں عدالت نے اس اصول کو دہانے سے انکار کر دیا تھا کہ کسی شخص کو اس کے علیٰ اصرار حکومت نے کسی کام کا قلم دیا ہو تو وہ ذاتی طور پر اس عمل کی ذمہ داری سے متبرک رہتا ہے۔ یہ اس اصول کا قانونی اعتراف ہے جس پر فیصلہ کن عمل قائم نظر آتے ہیں۔

مجھے حیرت ہے کہ جرمنی بھرتی کے طریقے سے انکار کو وسیع کرنے پر اتنی شہرت نہیں ملی، جتنی کہ فرد کی

آزادی کی حالت اور تحریک قومی ہے۔ سمفرو کی آزادی سے متعلق معنوی ہی خلاف ورزی پر کچھ پا ہو جاتے ہیں، جو اس سے کہیں کم درجے کے ہوتے ہیں۔ محکمہ جبری بھرتی کے سنے عادی ہو چکے ہیں کہ ہم نے اس کو دل سے قبول کر لیا ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے، ایک امریکی خاتون ڈوروتھی ڈیٹزر (Dorothy Detzer) نے، جو عمر سے Women's International League for Peace and Freedom کی امریکی شاخ کی سربراہی تھیں، جنگی بارشیں اور سیاسی صورت پر جبری بھرتی کے خلاف ایک تجویز پیش کی تھی۔ ان کے مطابق اس معاملے میں Kellogg Pact بہت واضح ہے، جو حکومتوں کے درمیان ایک کثیر کشمیں معاہدہ تھا جس میں جبری بھرتی سے ہمت برداری کا اعلان کیا گیا تھا۔ یہ مت ہائے تصدیق سینیٹ میں کی منظوری پر ایک بل بھی موجود ہے مگر اس پر زیادہ توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔

میں اسے زیادہ حیرت انگیز بھی سمجھتی ہوں کہ بڑے بڑے ہر جنگ سے انکار کو کچھ فوج کے اثرات کے لیے نہیں دینے سے انکار کے بعد ہم بھی نہیں سمجھ سکتے، اور انکار جس میں نہ صرف فوجانہ نوکری بلکہ اطباء والے بلکہ عمر رسیدہ مرد اور عورتیں بھی شامل ہوتے ہیں۔

میں کے لیے اس قسم کا کام بنیادی طور پر تعمیر پر مبنی ہے۔ ماضی میں کیا جانے والا کام لاٹھ کھم بھی جو لوگوں کے قبائلی جنگ کے خلاف اور امن کی موافقت میں کیا جا رہا ہے، اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ شاہ اسی زمرے میں نوٹس فائنڈیشن اور بے تحاشانہ سر (Bertha von Sumer) کے کاموں شامل کیا جا چکا ہے، جس کے لیے دنیا کی کوششیں قائم و دائمی رہیں، ان کو بھی منوں بنا چاہیے۔

”میں“ کیا دوسرے قسم کی سرگرمی [اندلس] سیاسی ہوتی ہے، جو بہ خصوص کھیتی باڑی دوسرے ملکوں کے صدر کے لیے کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر، امن کے اداروں نے ورسائل (Versailles) کے معاہدوں کی شکلوں پر تفسیر کی ہے، (مگر زعم امریکا میں) دوسری عالمی جنگ میں غیر ضروری تھیروں کے مطالبے سے اختلاف کیا گیا ہے۔

Women's International League for Peace and Freedom (میں ایک عمر سے جس سے منسلک ہوں) ایک بین الاقوامی اور اس کے قومی شعبوں کی حیثیت میں 1915 سے اب تک کام کر رہی ہے، اور مجھے امید ہے کہ سیاسی پارسیوں کے میدان میں، ایک عمر سے تک کام کرتا رہے گا، اگرچہ وہ سیاسی سطح پر اکیلا نہیں ہوگا۔ اس کے قومی ترین مددگاروں میں ہمیشہ اسکینڈینیویا کی خواتین رہی ہیں۔ جانت ہو تو میں نوٹس ریکورڈ کی کو اس ادارے کا ایک مختصر خاکہ پیش کرنا چاہتی ہوں: A Venture in Internationalism نام کا ایک کتابچہ، جو اب ایک ادارے میں چکا ہے، اس لیے کہ اب اس کا شائع شدہ کوئی اور نسخہ موجود نہیں۔

میں کے لیے اس قسم کا کام جو ظاہر ہے کہ رائج ہو چکا ہے، ایک مسلسل اور طویل کوشش ہے ایک بین الاقوامی ادارے کے قیام میں، جسے جنگ کو روکنا بھی چاہیے اور بین الاقوامی تعاون کی پروٹیکشن بھی کرنی چاہیے۔

ایک مجید منصوبہ کی تشکیل کے ذریعے امن کے حصول کی بہت دور مختلف قومیت کی کوششیں کی گئی تھیں۔ سب سے زیادہ متجسس و مستفید رہنما تھے جس میں Iroquois Indians کے کئی قبائل شامل تھے جن کو امریکا میں The Six Nations کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سب سے قدیم اداروں میں یونان کی ایک قدیم ٹیگ (Amphictyonic) کا کونسل تھی۔ آئینوں کا ایک عموماً مسئلہ تھا جس میں سب حکومتیں و قبل از وقت اور یونانی تھیں، مگر یہ ایک نے پناہ لیا تھا جس میں سن (Sully) اور پین (William Penn) اور کانٹہ (Kant) سے بولتا ویسن (Woodrow Wilson) تک اور ان کے ساتھ کام کرنے والے اور ان کے ورثہ شامل تھے۔ یونان کی ٹیگ آف نیشنز کا قیام دیکھنا عجیب نہ لگتا کی اس کا ٹیگ اس میں شامل تھا۔

جیسا کہ ہم سب جگہ پر جانتے ہیں، ٹیگ آف نیشنز جس میں نہایت ہی بولور نہ مر گیا، مگر اس ادارہ کو تھی۔ اور یہ بھی کہ جب مشکل وقت آیا تو وہ جاپان میں شینٹو سمیت، ہسپانیہ میں رومول، اطالیہ میں لیسٹیت یا ترمین میں ماسکو کے طرف تھوڑے تر باقی وسیع خطرات کا سامنا کے لیے تیار نہیں تھیں۔

چنانچہ کئی اداروں کے مقابلے میں اس کی تنظیم، اقوام متحدہ میں کچھ، یا شیخ فوکر تھا۔ اس کی ابتدا ہوئی تھی کہ اس سے بعد بدوں کے ایک چھوٹے سے گروہ سے تھیں، جو بنیادی طور پر دوسری وغیرہ کے معاہدوں کی تفصیل پیش کرنے میں مدد دے رہے تھے۔ [اس کام سے] جو بنیادی طور پر جمہوری ماحول میں کیا جاتا تھا۔ یہ ماحولوں کے ایک جتنے خاصے بن کے گروہ میں ہوئے تھے۔ پہلے ڈمبارٹن لوکس (Dumbarton Oaks) میں، پھر برن فرانسکو میں، جس میں اس پر بدست ہائے متحدہ اور روس دونوں شامل تھے جس کے لیے [یہ گروہ] مہمان احسان کی مدد فرمیں گے۔ یہ گروہ کا۔ اس کو تجربے سے ایک آف نیشنز کا، اور دوسری عالمی جنگ نے اس کو مفید حیثیت فراہم کی تھی۔ ایک آف نیشنز کے مقابلے میں کم آرٹس، پرامیڈی، اور متحدہ کے باعث یہ گروہ متین ہے، اور مانڈے نے سے ٹریگائی (Trygve Lie) جیسے سیکریٹری جنرل، یا سے جو انہماک اور امید میں اضافہ کرتا ہے۔

دوسری جانب، اس کے کام میں وہ رکاوٹیں ہیں جو ایک آف نیشنز کو درپیش تھیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے، جو ایک آف نیشنز کو نہیں تھی کہ امن کے معاہدوں کی تشکیل سے پہلے ہی اس کو اپنی عملی زندگی کا آغاز کرنا پڑ رہا ہے۔ جرمینی اور آسٹریا اور جاپان اب بھی قبضے میں تھے۔ ہندوستان کی جنگ ایک مسئلہ ہے جو بقوں کے "تہ قسم کی ریلوے نہ عداوتی ہے"۔ کھینکھی قہار سے بھی دنیا میں امن نہیں ہے۔ جرمینی کے مازک معاملے میں بھی کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے، جو اسٹڈنبروگ سے۔ مزید یہ کہ اقوام متحدہ کو سامنا ہے فوری فیصلوں اور کئی تیلے اور پیچیدہ معاملوں کا، یونان میں، فلسطین میں، درمیانہ مشرق میں۔ مزید یہ کہ یہ لگتی دنیا میں کام کر رہی ہے جو جنگ کی تباہ کاریوں سے ماحول پر تصور حد تک نصف تسمہ رکھتی ہوئی ہے۔ اب ہم تو ہندوستان اور چین کے نقطہ کے عادی سے ہو گئے ہیں (مگر چہ یہ اتنا ہی تکلیف دہ ہے جتنا کہ یہ سب ہمارے گھر کے قریب ہوتا)۔ اب خود یورپ بھی بھوکا دکھائی دے رہا ہے، انفرادی طور پر بھی اور مشترکہ صورت میں بھی، مگر

طرف لڑنے چوڑے اسباب کے لیے کے ہاتھ، سوخت کڑیاں اور جو ٹکڑے میدان میں اٹا جانے لگے تھیں  
کے بجائے سفید رنگ کی گزئی مٹی لٹھیں تھیں۔ پید در پید ترقیات کی متاثر ہوئی ہے کہ ان کی بجائے ایک  
مسک بے جس پر قند نہیں پڑا جا سکا، اگر یہ سیاسی مشکلات کے باعث پیچیدہ نہ بھی تھیں۔ ساتھ ہی، سوویت  
یونین، اور اس کے دوست ممالک، اور مغربی جمہوریتوں کے مابین غیر معمولی نظر بندی اور قوی اختلافات  
تھیں، جن کی وجہ سے دونوں نے کئی عقیقے یا طاقتوں کے بڑے خوف و شبہات کے ساتھ آمنے سامنے کیے۔  
اس کی عالمی تنظیم نے چھ کام کیے ہیں جو موجودہ حالات میں حیرت انگیز ہے۔ وہ ہیں: یہ حقیقت کے  
تواضع میں دیکھا جائے کہ اس کو قائم کیا جا چکا ہے اور کام بھی کر رہا ہے، تو یہ ایک عجیب و غریب ہے۔

مگر اس کے امتحان کا وقت ابھی پرانے ہوئے۔ قوی تر کب اس وقت اور مشترکہ حلقہ قوتوں کے  
تیسرے معاملے میں، پچیس جیسی حیثیت ہو یا فون جیسی، اس کو واضح کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ جو مری توانائی کو  
موثر طریقے سے کنٹرول کرنے کے معاملے میں یہ راستہ ہے، اور یہ ممکن ہو گا ہے تو آگے بڑھنے کی  
روشنی کے اختلافات ہیں۔ جماعتی جنگ و جدل کا خوف اور سیاسی عوام کی دلاوری کے لیے، جہاں تک مجھے علم  
ہے، کبھی نہ بھٹکتا رہے گا۔

اس کی جتنی مسکری، اور فون تیوری نہ ہونے کے باعث ایک قسم کی بے مبری پھیل گئی ہے، درامن کے  
میدان میں ہونے والی ترقیات میں سب سے زیادہ واضح طلب جو بڑھتی دکھائی دے رہی ہے وہ عالمی  
حکومت کی ضرورت ہے۔ اس بھرتی ہوئی تحریک میں ہم سب کو دلچسپی ملنی چاہیے۔ یہ قوی عاقبت کی  
ضرورت کو مجدد کرنے کے لیے، جس تک ضرورت ہو تمام انسانی ضروریات کی خوشحالی اور ترقی اور خود  
ار دیت کی قربانی سمیت، عوام کو تعلیم دینے کی اہم خدمت نبھا دے گی۔

مگر اس تحریک کے اپنے بھی بہت سے خطرات ہیں۔ چنانچہ کہ یہ اقوام متحدہ کو کمزور کرتی ہے اور کہ  
مخصوص قسم کی جنگ دینی کو بھیج کر رہی ہے، اس کی درستگی چاہیے۔ میرا تذبذب اس سے بھی آگے آگے  
پھلتا ہے۔ میری نظر میں حکومتیں ایک مخصوص قسم کے تاریخی اداروں کی طرح ہوتی ہیں جو دانش و علم کے معنوں  
میں کسی طرح بھی حرف اٹھ نہیں دیتے۔ میرے خیال میں، مگر کوا بھی چین، روس، ہندوستان اور سینیگال کے  
Montesquieu (متم سیاست کے فرانسیسی فلسفی Montesquieu کا پیش کردہ فلسفہ جس کے مطابق منظم،  
معتدل اور عدلیہ کے درمیان سیاسی اختیارات کی تقسیم ہو۔ مترجم) جیسے فلسفیوں سے مگر سیاسی تحریکوں کے بارے  
میں سیکھنا سیکھا۔ میں دنیا کے نئے اور چمک در دروں کو کئی اوقات پرانے ورے کوئی مانگوں میں زبردستی  
نہیں چاہیے۔

حکومتوں کے عقب میں ان کی خواہش اور نیت ہوتی ہے۔ یہ خطرناک ہوتی ہیں اس لیے کہ ہم ان کی  
مجہم کرتے ہیں وہ ان کو اپنے آئندہ کی جدوجہد دیتے ہیں، اس لیے کہ وہ طاقت کی کھابوں سے آلودہ ہوتی ہیں  
اور ان کے نزدیک عزت بہت اہم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ جس کی جبری ذمہ داری ہوتی ہے، جسے اور

مقامات پر رد کر دیا جاتا ہے۔ حکومت کی شے ہوتی ہے؟ یہ تو ہے جو یہی اور بحری فوجیں رکھتی ہے، پولیس رکھتی اور نہیں کافی ہے (جس تک نہیں گانے کا سوال ہے تو یہ اس وقت بھی بھلا ہے جب بھی مقدمہ کے لیے ہو اور مناسب مقدار میں ہو اور میں سمجھتی ہوں کہ عام طور پر قوم پرہیزگار نہیں کیا جاتا)۔

جب کبھی "عالمی حکومت" کی بات ہوتی ہے تو اس سے مراد بھلا ہے ایک ادارہ جس کی تشکیل سوتل یا امریکی نمونے پر کی گئی ہو جس میں نظامیہ، مختصر اور عدلیہ کی شاخیں ہوں۔ کبھی تو اس کا مجوزہ تصور بہت سادہ رہا ہے، جس میں سارے اختیارات ایک مرکزی مقتدرہ کے پاس ہوں۔ تاکہ ان کے ذریعے ذمہ داری پر قابض پایا جائے اور جنگ کو شروع ہونے سے روکا جائے۔ میرے نزدیک اس میں ایک بھولی جہنی امید بھی ہوتی ہے کہ اگر کبھی ایسا خطرناک امکان پیدا ہو جائے کہ کوئی قوم بین الاقوامی قوانین پر عمل سے انکار کرے تو حکومت کے نہیں، اس کے عوام کے خوراک سخت عملی قدم کے ذریعے اسے روکا جاسکتا ہے۔ 1939 میں بھلا یہاں کون سا فرقہ دیکھا، سوئے ہوئے ہوئے، جسے سیدھے روکنے پر اسے کوشش کی جاتی؟ اور یہی خطرہ دہرانے کی کوشش کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہر طرف مسلح عوام کے ایک مجموعہ سے جنگ کی جائے؟ مجھے شدید اور حملے کے خوراک مشترکہ تحفظ کی اہمیت کا اعتراف ہے، اور یہ شاید ایک اہل فیشن کی طرح اقوام متحدہ کا بھی کردار میں ہے کہ وہ ان حالات کا سدباب کرے جن کی وجہ سے ہمارے ہمارے جہلیں شراٹ ہوتی ہیں جنہیں ہمارے مشترکہ اقدام سے خطہ قسم کو رہائی کے ذریعے قابض میں۔ یہ جائے مابھی تک تو کوئی مناسب حل نہیں نکلا، سو ہے۔ قابل فہم حد تک ممکن، قابل فہم حد تک مناسب اور موثر ہوتے ہیں اور دیکھو کہ جو غیر ممکن، اخلاقی بودا، جتنا ہی سیدھی بودا، مختلف نوعیت کی انجمن دلی پابندیوں، اجتماعی قصبات کی بودا اور آخر میں منظم پولیس، وغیرہ کوئی قسم کے سسٹم چاہیں ان حالات کے ذریعے یہ جانتے ہیں اس کے باوجود بظاہر ایسے طریقوں پر کم ہی غور کیا جاتا ہے۔

ترکیبا طریقات کے، جو یکہ پارہ من دنیا کے لیے اس قدر ضروری مسئلہ ہے، یعنی عوام پر نہ کوئی ۱۹۴۲ء میں لورڈ داروہ نظر آتے ہیں۔

اگرچہ غیر ضروری حملے کے خلاف، تشددی روک تھام اور اجتماعی تحفظ کا نظام کرنے کے طریقے اہم ہیں، جو سو متقی کاوشوں کے ذریعے ممکن ہے، مجھے افسوس ہے کہ اس عالمی ادارے کے دوسرے فریقین میں، جو خصوصی مختلف میدانوں میں تعاون کی ترقی میں، مقامی چیلنجز پر نظر نہیں آتے جتنی کہ ہوتی چاہیے۔ عالمی اتحاد کے حصول کے امکانات بہت ہیں۔ ایسے تعاون کی تنظیم کسی ایک طریقے کا کیا نہیں ہوتی بلکہ محسوس ہوتے ہیں ضروریات کا جواب ہوتی ہے۔ یہ وہی سمت ہے جس میں اقوام متحدہ کا اور راجدھانی کے بودا کے رد عمل میں اور مشترکہ کاروباری ضرورت کے پیش نظر خود بخود ترقی کر رہا ہے۔ اس ضمن میں جو خصوصی کمیشن اور دوسرے ادارے کام کر رہے ہیں، ان کی فرمت سہول ہوتی۔ تحفظ کے میدان میں کام کرنے والوں کے علاوہ بھی لوگ ہیں جو مزدوری، تجارت، نقل و حمل، شری ہو باؤزی، خدمات، بین الاقوامی قانون،

پیشہ رکھنا اور سرمایہ، انسانی حقوق، محنتوں کے رُجھے، غلہ و رکاشت کاری، صحت، دیہاتی پکارچوں پر تکیہ، پناہ گزینی، قہیم، سائنس اور تمدن (یہ شمار ذیلی تقسیم سمیت)، امانت داری، آبادی کا مہیب مسئلہ، شماریات، وغیرہ وغیرہ کے لیے کام کر رہے ہیں۔

ٹامس کارلین (Thomas Carlyle) ”مضمونیاتی ریشوں“ کی بات کرتے تھے اور انہیں صحاف نظر کرتے رہا ہے کہ اقوام متحدہ کے تعاون کرنے والے شعبوں کا وقتی جذبہ انسانوں کی ایک ناقابل شکست ہفت (web) تیار کر رہا ہے جو ہمیں امید ہے کہ مشق کر متھہ کے لیے کیے جانے والے مشق کر کام کی عادت کے ذریعے سب کو متحد کر دے گا۔

اقوام متحدہ کے انسانی پہلوؤں میں بھی بکثرتی کے بہت امکانات ہیں، اور اس تناظر میں بین الاقوامی منظرہ ایک قسم کا تعاون ہی تو ہے۔

اقوام متحدہ کا انسانی کام سب تک امانت داری میں ہی زیادہ نظر آتا ہے۔ سیاسی امانت داری کا تصور سیاسی میدان میں نمٹنا ایک نئی ایجاد ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ تعلیمی میدانوں میں ہاؤز کے استعمال کرنے کے فن میں اتنی ایجادات ہو رہی ہیں۔ پھر بھی انہی ایک نظام کے سے معاملہ کرنے کی ایجادات میں کتنا پیچھے ہے۔ یہاں نیوں نے ہمیں اسپیڈ ویں، مربوط ذریعوں نے نمائندہ دوریمان اور پارلیمانی حکومت۔ سوئٹزرلینڈ اور ریوسٹ ہائے متحدہ نے وفاقی اندر زنگرائی ایجاد کیا، جس میں مرکزیت اور عدم مرکزیت کو یک جا کر دیا ہے۔ غرض کہ جیٹ انگلی، یہ فہرست بہت معمولی ہے اور ان کی ایجادات میں سب سے بڑی نیا یہ ایجاد ہے۔ پناہ گزینوں کے لیے جو کچھ مائے کی جائز قہیم کی ایک مہارت پیش ہے۔

محولی امانت داری کا تصور وہ کوئی ذریعہ یا مادہ، ایک مفید خیال ہو سکتا ہے۔ ریوسٹ ہائے متحدہ میں اسپتال، کانٹری، محامی، سپورٹس، جسم کی ذمہ داریاں زیادہ تر امانت داری کے ایک پورے ذمے موقی ہیں اور وقف کے اداروں کے لیے ان کی کارکردگی قابل احترام سمجھی جاتی ہے۔ ایک نئی آدمی جو والی انفریٹ (Wall Street) میں ٹھہرے گا کیا رہتا ہے، سچا بنانے کی اپنی مہارت پر فخر کرتا ہے، مگر جب سے کسی قسم کی عوامی خدمت کی امانت داری سونپی جاتی ہے تو وہ اپنی مہارت کو بھٹ میں بنانے کے لیے وقف نہیں کر دیتا، ہر اب اس کی پیچیدگی موم کی بیوی کے کسی دھچکے، کسی تحقیقی اور سے یا کسی دوسرے سے شلک ہو جاتی ہے۔

مگر نوآبادیت ہی وہ واحد میدان نہیں جس میں بین الاقوامی نظام کے جوہر دکھائے جائیں۔ افسوس کی بات ہے کہ عیونہ رانی (aviation)، جو اپنی نوعیت میں اتنی بین الاقوامی ہے، اب تک نکل اور مسابقتی کاروبار کے طور پر ترقی پا رہی ہے۔ ہزار افسوس کہ یہ ذریعوں نے وقت ارتقا پذیر ہو گئی ہے، یا بین الاقوامی سطح پر، جو م کے لیے ایک مشق کر کاٹ دہرے طور پر اس کی تشیم ویز سے ہو رہی ہے۔ جنگ کے کردار پر اور بین الاقوامی خدمت پر اس کا اثر اثر ہوئے ہیں۔ اسی طرح جوہری طاقت کو بھی بین الاقوامی نظام کی

ضرورت ہے، اور کم از کم اس کا اعتراف تو کیا جا رہا ہے یا ہونا چاہیے۔

پانی کی دنیہ جتنی آگے اڑی ہے آپنی راستے، ابھی تک جتنے شعلے سے غریب ہیں۔ کال تک تو ہروں پر برصانیہ کی حکمرانی تھی، وہاں معاملے میں اب تک اس کے مقدمہ کا چین بھی نہیں بھڑکے۔ ”نئے مسندوں“، آپنی راستوں اور خبروں کے لیے، وہ قدرتی ہیں یا مصنوعی، جن کی سیاسی مسائل پیدا کرنے کے سلسلے میں مخصوص اہمیت ہیں اقوام متحدہ کیوں وہی مقتدر ادارہ قائم نہیں کرتی؟

مثال کے طور پر [آئی کی کے مسندوں، دارما اور آئیس، کے درمیان کی آپنی زرگاہ Dardanelles کی، ایک واقعہ تو یورپی کمیونٹی کی مقتدرہ کے ذریعے میں، اقوامیت سے [مالی] سیاسی نقشے پر موجود سب سے زیادہ موزوں مسئلے کو ٹھٹھا کیا جا سکتا ہے۔

نہر آب و جیسی علاقے بھی وہ علاقے ہیں جو قیاسی طور پر، اقوام متحدہ کے تحت میں، اقوامی تنظیم کے لیے موزوں ہیں۔ ابھی تک ان کا پیش قدمی کی عمل داری میں نہیں، اور [ان کے معاملے میں] دعوے و ریاست اور مقامات میں بڑھ رہی ہیں اور زیادہ ہنگامہ خیز ہونی چاہیے۔

امید کی جاتی ہے کہ گلی جزیں اسمبلی میں آتی نہ توئی حکومت ان دو مسئلوں کو اپنے فرسٹ کار پر رکھے گی اور مطالبہ کرے گی کہ اعلیٰ اور برتری مسائل پر غور کرنے کے لیے وہ مخصوص کمیشن قائم کیے جائیں جو ان پر اپنی سفارشات پیش کریں۔

جہاں سٹیج پر ایک مانی تنظیم کی بھی ضرورت ہو رہی ہے جو کھوتی نہیں بلکہ مضبوط [بین الاقوامی] ہے۔ اگر UNESCO کو اس کا مقام نہیں دے تو اس لیے کہ اس کے آگے تیزی سے سائنس، موسیقی، مٹھائی، مذہب اور تعلیم کے میدانوں کے مقامات اتنے وسیع ہیں کہ ابھی تک ان کا لحاظ نہیں کیا جا سکا ہے۔ اس کے لیے [ابھی] بہت زیادہ کام من نہیں، مابھی مشہور اور تعلیم کی ضرورت ہے۔

اگر جیسی کہ میدان ہے، UNESCO ایک آفاقی، اصنافی یا احادیث زبان اختیار کرنے میں کامیاب ہوگا؟ جس کے انتخاب کرنے، اور تفصیل پیش کرنے میں International Language Association آج کل مشغول ہے، تو ادب کے لیے یہ ایک ایسا ہیون ہوگا، دنیا نے اب تک سٹاڈ جس کا خوب بھی نہیں، کیوں ہوگا۔ نہ کسی بھی قدرتی زبان میں بہت انداز کی ہوگی، نہ ان کی ترتیب و سوں، نہ ان کی بنیاد کو کسی سٹیج پر محدود کیا جائے گا۔ مگر تمام آؤں، جو تھو پڑھ سکتے ہیں، آفاقی سٹیج پر لکھی جانے والی ایک دنی کے ماہر ہو جائیں گے۔ اس طرح صرف کا رو بہ سفر اور ہر طرح کے عملی طریقوں ہی میں بڑے فائدہ نہیں ہوگا، تصورات اور خیالات کے میدانوں میں بھی اس کی خدمت بہت اہم ہوگی۔ شعر اور نثر کے وہاں کی پڑھنے والے تک پہنچے ہو جائے گی، جس میں نہ صرف یورپی اور امریکی جو مثال ہیں، بلکہ چین، عرب، جزیں کے لوگ اور افریقہ کے لوگ بھی شامل ہیں۔ یہ سب اپنا اپنا غنیمت حصہ بھی دے سکتے ہیں۔ موسیقی اور ریاضی میں پہلے ہی سے آفاقی خدمت فنی موجود ہے جو کچھ ریاضی کو اب تک میسر نہیں ہونی



ہے۔ موتی کے مقابلے میں طبع شدہ اور روئے ہوئے غلو کے لیے یہ [نگہ رنگ] محوام، مائی وہب، کہ  
انہا قوت اکھا رخطا کر سکتے ہیں۔

لک دنیا میں ہر جگہ ایک خانہ جنگی ہوئی، اور ہمیں امید کرنی چاہیے کہ اس کا ہوا روز بروز قابل تصور  
ہوتا جائے گا۔ یہ پہلے ہی سے اسکی بقا کی تباہی و زمر کش مسئلہ ہائے روزگار اور یہ خوف زدہ اسکات کے  
قابل ہو چکی ہے کہ وہ حقیقت کوئی پگلی ہی سہی جو جوہری جنگ شروع کرے گی۔

میں نے خوف کے غلبہ، امن کی بنیاد پر ہی بات کی ہے۔ ہمیں جس چیز سے خوف آنا چاہیے، بالخصوص  
ہم امریکہ کی وہ یہ نہیں ہے کہ وہی بھی ہم پر ایک جوہری بم گر سکتا ہے، بلکہ اس سے کہ ہم دنیا کے حالات کو  
اس لمحے پر آگے نہ دھکیں اجازت دے سکتے ہیں جس میں ایک معونی مٹا سکتے اور منہ بپ انسان ہمارا نمائندہ  
ہیں کہ ہمارے نام سے یہ سب سمجھا رہا تھا کہ اسکا ہے۔ ہمیں پہلے سے یہ طے کرنا چاہیے کہ وہی اشتعال،  
کوئی۔ مٹی ہمیں جنگ کو تباہ اور خوف، اس آثر کی وجہ سے صورت پر استعمال کرنے پر آمادہ نہیں کرے گی۔

خدا کرے کہ کبھی کسی بھی وجود کو ایسے حادثات کا سامنا نہ کرنا پڑے جن میں سے اپنے غمیر  
کے خوف، بڑے بڑے پہلوں و غامت کرنی کرنے یا ان کو اس سے اپنے آپ کو الگ کرنے کا فیصلہ کرنا پڑ  
جائے، جو آرٹ، جمہوریت، انسانیت کو بچانے کی کوشش میں وہ کوئی راستہ اختیار نہیں کر سکتے، سوائے اس  
کے رد عمل کرنے کے لیے جو ان کی جبری بھرتی کریں۔

جوں جوں مائی میوٹی اسن کے سب سے مل ترقی کرتی جائے گی، انسانی فطرت میں چھپے غلبہ فز نے  
ظاہر ہوتے رہیں گے۔ جس طرح پانی پہ بناؤ پڑنے سے فوراً پھوٹ نکلتا ہے، ویسا ہی اس تیل کا رد عمل  
ہوگا، جس کے ذریعہ مرد اور عورتوں کی نشوونما دوستانہ اور محبت و ماحول میں ہوگی، اس دنیا میں جسے ان کی  
خدمات کی ضرورت ہوگی، جو انھیں comradeship پیش کرے گی، اور ہر طرح کی جاس باری اور جوش پ  
فطرتوں کی طرف بلائے گی۔

ہمیں نہ کسی یوٹوپی میں شامل ہونے کے لیے کہا جاتا ہے، نہ اس پہ یقین کرنے کے لیے کہ ہمیں ملے گی  
کمزور ایک کامل دنیا آراستہ ہوگی۔ ہمیں آہستہ آہستہ آگے نہ جانے اور اگلے پر قدم پڑا، جیسے ہی وہ عملی طور پہ ممکن  
ہو، جو رہنے کے لیے مہربانی تقیین کی جاتی ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم بہت، امیدیں مشکل کام کرنے اور  
غلبہ و رعایا بہت آدرشوں قبول میں رہنے کے لیے تیار رہیں۔

## اعلانِ تجلیل — جان ریٹے مات

ہمیں سرین دیش کی طرف جان ریٹے مات بھی امریکہ تھا، جنھیں ان کے ہمراہ ہی اس کے تریل

امین خواجہ ملک شریک کیوبا رہا ہے۔ وہ ریاست نیو یارک کی Sullivan County میں 25 مئی 1865 کو پیدا ہوئے تھے۔ قیاس تھا کہ وہ اپنے والد کے نقش قدم پر چلیں گے، جو ڈیلویئر (Delaware) دریا تک پہنچی پہنچنے والی ایک ذیلی لکھی کے کنارے اپنی راستے سے، چوب (Amber) تہہ کرنے کا کاروبار کرتے تھے۔ ٹکریہ [جان] کے پڑھائو سنات تھے اور قصبے کے میٹھوڈسٹ پادری نے ان کے والدین کو ان کی تعلیم جاری رکھنے پر رغب کر دیا تھا۔ ایک عرصے تک اس لڑکے کو کچھ علم نہیں تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ ان کے والد کو میدانی سرود پنجاب کی تجارت کی طرف واپس آئیں گے جب کہ وہ خود کھیس، قانون اور سیاست کے درمیان لبراسے تھے۔ ٹکریہ اپنی تعلیم کے دوران انھیں سیوٹ سیک کی بنی نوٹ سنات کے لیے خوش خبری (Gospel of Christ) نے بھیجی۔ سرور کو دیا تھا۔ وہ جب YMCA کی جانب سے انھیں امریکا اور سٹاؤ کے صاحب معمول میں سفر کی سہولت کی بتانے کی پیش کش ہوئی تو انھوں نے اس پیش کش کو اپنے آقا [سیوٹ سیک] کی جانب سے ملنے کی پکار پر مصلحت سے رد کر دیا۔ انھیں نے اس پکار کا مثبت جواب دیا۔ یہ [پکار] ان کو ڈیلویئر دریا کی طرف نہیں لے گئی۔ اس نے ان کو اس وسیع دنیا میں جا چھٹکا، اور یہی [پکار] ان کو ان جہاں لے آئی ہے۔ جن لوگوں نے نوٹس امن انعام حاصل کیا ہے ان میں سے زیادہ تر وہ ہیں جو امن کانفرنسیں میں شرکت کر جاتے ہیں۔ انگریزوں اور مائٹی کے معاہدوں میں، یہ تھکے سیکی موقع کو تقیہ میں رکھنے میں موافق نہ ہو رہے۔ اس کے ذریعے یہ کے مشکل تنازعات کو حل کرنے میں مدد دے۔ چھٹکریہ جو ان بات آتی ہمارے درمیان موجود ہیں، اس لیے کہ وہ ان پکار کے ہمارے ہیں۔ مثبت جواب انھوں نے اس وقت دیا تھا جب وہ ایک نوجوان طالب علم تھے۔ اس لیے کہ انھوں نے عالمی دارے بھی بتائے ہیں جنھیں نے تیرہ برسوں کو جو ن لوگوں کو امن کے عیسائی آرڈر اور قوموں کے درمیان بدداشت کے لیے کام کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ ٹکریہ ہمیشہ ایک ابھرتی ہوئی حالت اور سیوٹ سیک کی خدمت کے لیے بھی نہ تھکے والے سپاہی، نوجوانوں کے ذہن کو اس روشنی کی طرف متوجہ کرنے میں وہیں سے ہے۔ ان جوان کے خیال میں اس کی طرف دینی کی رہنمائی کرتی ہے۔ وہ ان لوگوں کو فیمہ اور دیگر مکانات کے نقشے پر مجتمع کرتی ہے۔ انھوں نے ہمیشہ نوجوانوں کے لیے کام کیا ہے۔ کہ ان پر ہی مستقبل کا دارودہ رہتا ہے۔ کہ وہی تو مستقبل کے رہنما ہیں۔ وہ ہندو جو نوجوانوں کو دھوکا دے، ایک دن دنیا کی تحکیم کو کرے گا، اپنے آقا کے نہ تھکنے والے خواجہ کی طرف مکرر سیدہ جان مانت اب بھی نوجوانوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ ان کی غلط زندگی نے انھیں ماحیوں سے بھی بدچار کیا ہے۔ عمر وہ نہ بھی ان کے جذبے کو بڑھائی ہے، نہ ان کی سرگرمیوں کو جھٹکا کر رکھی ہے۔ ان کو قہقہے سے کہ بااثر بھائی کو ہمیشہ فتح ہوتی ہے، کہ تمام آزمائشیں اور دشمنیں، تمام مایوسیوں بھائی وعدوں کی تکمیل کرتی ہیں۔ اور یہ بھی کہ ایک دن تمام آدمیوں میں یک ہو جائے گا۔ ہمیں صرف اپنے غمگین آواز پر ایک کہنا چاہیے اور چنے اتھوڑ پر بھروسہ کرنا چاہیے کہ ایک دن اس خوف بھری دنیا میں متواتر خدمت کے جذبے، امن کی کیوریوں میں بچوں سے انکو بچے دیکھیں گے۔

یونیورسٹی کے کسی نوجوان طالب علم کہ جس نے دوسرے طلبہ تک خدا کی پیغام کی تبلیغ کرنے کی طرح ایک کانچ سے دوسرے کان تک سفر کیا تھا ہے، ان فراموش اور سکات سے بچنے کی طرف توجہ سے جو اس کو درپیش ہیں، کے مدد جانتا تھا کہ سفر کی اور بھی comradeship جو عیسائی امریکا اور کاناڈا کے طلبہ کو متحد کرتی ہے، دنیا کے لیے ایک نہایت عاقبت و سرپرستی معنی ہے اور ملک ملک میں یونیتی کے جتنے کیڑے سچے کیڑے ہیں۔ اور انہوں نے سچے اس خواب کو حقیقت بننے کی کوشش کی۔ World's Student Christian Federation کی 1895 میں بنیاد رکھی گئی اور ان کی رہنمائی میں Vadstena Castle میں ایک اجلاس منعقد ہوا تھا۔ اس ٹیوشن کو اردو لفظ کے معنی میں اپنے پسے تپتی تیرے پہاڑ پر ہے۔ دوپہر کی بات میں طلبہ کی انجمنیں منعقد کرنا چاہتے تھے اپنے اس سفر میں انہوں نے چھٹیں سکول کا دورہ کیا۔ مشرقی انجمنوں کی بنیاد رکھی، ہندوستان، نیوزی لینڈ، چین اور جاپان میں عیسائیوں کو کوئی انجمنیں بنائیں اور نہ صرف ہوائی، اور بہت سے یورپی ملکوں میں عالمی وفاق کے نمائندہ ارکان منتخب کیے۔ اس کے بعد وہ کئی یورپی دنیا کے سفر پر گئے۔ کسی آنکھ سے ان کے سفر کا حساب کیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے سفر کے دوران ۱۰ مہینے میل طے کیے۔

تیسرا جہاز دنیا کے قطر کے مشرقی کنارے کے براعظم پر گئے۔ بہت کم لوگوں نے اسے سب سے پہلے کا سفر کیا ہے، تھے وہیں سے واپس کی گئی، اور لوگوں کو اس قدر متاثر کیا ہوا کہ جتنا کر جان مات نے یہ ہے۔ دوکان کی دکانوں کے غیر ملکی سفر پر نہیں جاتے تھے۔ جب انہیں کسی ملک کے سفر پر جانا ہوتا تو وہ پہلے اس کی تہذیب، اس کے عبور طریقوں، اس کے مذہبی اور سیاسی پس منظر کا بخور مطالعہ کرتے تھے۔ اور جب وہ اس پہنچتے تو ان تمام لوگوں کے بارے میں بات کر سکتے تھے جن سے وہ دوست کی حیثیت سے مل چکے تھے جو ملک کی وہاں کے لوگوں اور ان کے رہن سہن کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ان کا دماغ ہمیشہ نئے اثرات کے بارے میں، اور مختلف انداز میں سوچنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ وہ کبھی امریکیوں کے انداز میں پلینڈ، جنوبی امریکا کی مشرقی میں انجیل کا پیغام کے نہیں گئے۔ وہ سادہ غیر نیت کے پیغام نہ تھے اور یہ انداز میں پیش ہوتے تھے کہ دیکھنے اور سننے والوں کو حقیقی [پیغام] نظر آنے لگے۔ انہوں نے کہا تھا کہ خدا کا باپ ہے۔ اور اس طرح ہمارے باپ سے تو ہم سب آپس میں بھائی ہوئے، اور کوئی نہ بد نہ یہ نئی تفسیر ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔

وہ تمام طلبہ جو مات کے اوروں میں جمع ہوتے تھے صرف پرستش کی نہیں ہوتے تھے وہ امن کے تھلک، آرٹھوڈوکس، ہندوستان کے Thomist، عیسائی، Nestorian، شاہی اور Coptic عیسائیوں سے تھے رکھے تھے۔ مات چاہتے تھے کہ وہ عیسائی دنیا کو ایسے نئے رہنما فراہم کریں جن کی محبت اور برداشت پر ان کی سرحدوں کے پار ان لوگوں تک پہنچے جو اب ہو گئے تھے۔ ان کے معانی، تو انہیں ایک غصیم روحانی میزبانی کی تکنیک میں حصہ لے سکتی تھی اور یہ سوچ سکتا تھا کہ تمام تر عاقبت و رجس کے ساتھ اپنے آپ کو تسلیم کرنے کے لیے سکول اور قومیوں کی ضرورت ہوگی۔

مات خود تو ایک میٹھوڈسٹ (Methodist) تھیں مگر انہوں نے کبھی کسی فرقے کے نمائندے کی حیثیت

سے سفر نہیں کیا ہے۔ انھوں نے ہر مسک اور ہر نسل کے لوگوں کے درمیان کام کیا ہے، اور ان کی مدد اور مشورے سب کے لیے ہوتے تھے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ نہ صرف تمام مذہبی عقیدوں سے، بلکہ سائنس، قانون، سپر سائنس، ہندو، اور سب نے ان کی جانچ سے کبھی راجھے میں رہیں۔ ان کی بے ساختہ تبلیغ ان لوگوں کے لیے بڑی محنت اور جدوجہد کا باعث ہوئی تھی وہ جن سے کج صحبت ہوتے تھے، ان کے حقائق اور بڑی جیسے مفید و رنجیب کرنا سنے تھیں۔ بہت سے دوست اور بھائی کرنے والے تھے، اور یسوع مسیح کے پہچانے والے قوموں کے درمیان بھائی چارے کے رستے ہیں کیے۔ ان کا مرکز ان مقصد پر ہمیشہ تبلیغ مسیح تھا۔

ان کی وہ بڑی تمام خبریں میں ان کی عظیم تعلیمی عمارتوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ World's Student Christian Federation جس کی انھوں نے وابستہ (Vadsena) میں بنیاد رکھی تھی، ان کی رہنمائی میں ایک طاقتور تنظیم بن کر ابھری، جس کے چالیس سے زیادہ صوبوں میں بھوں، رکان بنے۔ انھوں نے عیسائی طلبہ کی کانفرنس کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا، جس کی سب سے اچھی کانفرنس 1907ء میں لائیو میں منعقد ہوئی تھی، جس نے مشرقی جدید میں تحریک کی راہ دکھائی تھی۔

اس ادارے کے کاموں کا پیش نامہ دواں کی قیادت اور ادبہ، جو اس نے دنیا بھر میں کیجی تھیں، ان کی طاقت و شخصیت کی چھاپ تھی۔ اس کی ایک قرارداد میں کہا گیا تھا کہ ہم عیسائی طالب علم تمام نسلوں اور قوموں کے درمیان بنیادی مسرت پر یقین رکھتے ہیں اور عوام کے ساتھ اپنے رشتوں میں اس اصول کے انکار کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ہم اس کو بھی اپنا حق فرض سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس شے کے مذہب کے لیے اپنی تمام کوششیں صرف کریں جو جنگ کی طرف سے جانے اور بین القوامی تعلقات کے حل کے لیے ہم جنگ کا بھی مقابلہ کریں گے۔ ماٹ اور اس کی طلبہ تحریک نے قوموں کے درمیان امن، خیر سگائی اور امانی و عقیم کے جتنے کام کیے وہ سب امن کے شہزادے یسوع مسیح کے بارے میں ان کے تصور کے قدرتی سچ تھے۔ ایک زمانے میں اس تحریک کا نصب، جیمس یسوع مسیح کو "شہزادہ یسوع مسیح" بنانا تھا۔ یہ ماٹ کے احساسات کا غور تھا۔ یسوع مسیح باہماد تھے، ماٹ جن کے خاتمہ تھے، اور جو جنگ وہ نہ سمجھتے تھے وہ جنگ تھی، امن کے حصول کی، جو ان کا بادشاہ بنی نوع انسان کو دینا چاہتا تھا۔

تیس برس تک ماٹ عیسائی طلبہ کے منظم کرنے والے اور رہنما تھے۔ ان کے ساتھ ہی وہ کئی عشرے YMCA میں، جس نے کئی دوران کو جہاں کی خدمت کے لیے طلبہ کو تھا، ایک ہم شخصیت رہے تھے۔ اور 1926ء میں World's Alliance of Young Men's Christian Associations کے صدر بنالے گئے تھے۔ یہ ادارہ Student Federation کی خطوط پر چل رہا تھا، مگر اپنے کردار میں بہت وسیع ہے۔ اس کی رکنیت میں، جس میں ہر سماجی طبقے اور پیشے کے لوگ ہوتے ہیں، بچوں کی سکول کے دو مین لڑکے، اور نوجوان لوگ شامل ہیں۔ یہ [ادارہ] ہر عیسائی مسک سے متعلق دنیا بھر کے عیسائی رکنوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ مندوبین اور نمائندوں کا جملہ بھی کرتا ہے، ملاحظہ کرنے والے سب سے زیادہ نمایاں ہے اور مین

ایقوامی اور کیمپائی اتحاد کے جسے منعقد کیا ہے، منسوب بہ بنیادی کے ذریعہ قوموں کے درمیان امن کے مسائل کے تحریری حل تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

مات آن بھی World's Alliance کے سربراہ ہیں اور اس کے اختتام اور وچان کا سرچشمہ ہیں۔  
[ اپنے مرکزی ادارے کو ] زمین انجمنوں کے لیے مراد یہ اکٹھا کرنے میں ان کی تحریر معقول استحکامی صلاحیت اور پڑھنا اور چاروسازی نے انھیں انسانیت کے لیے پسے چڑھے کام میں کامیابی عطا کی ہے، جو روایتی میدان میں ان کی کارکردگی کے عباد سے۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران جب زیادہ تر بین الاقوامی تنظیمیں ٹوٹ پھوٹ رہی تھیں، مات اپنی تنظیموں کے لیے مسائل سمجھا رہے تھے، جو دونوں جانب کے [ تقارب سکوں کے ] کردار ان جنگی قیدیوں کی بے پروا کام کر کے محاذ پر لڑنے والے سپاہیوں کے درمیان پیدا ہونے والے نفرت کے جنم کو عبور کرنے کی تحریک و تشویق میں مشغول ہوئی تھیں مدد [ خود ] ہمیشہ حرارت میں رہے ہیں، ایک ملک سے دوسرے ملک محاذوں پر جہاز جنگجو اور فوجی جانب درمیان کے مہذبوں سے مذاکرات کیا، اپنے بڑے بڑے منسوبوں کے لیے مددگاروں کو بھرتی کیا، جس کے لیے اب تک وہ 250 مین مالری کی رقم اکٹھی کر چکے ہیں۔ ان کے کارکن ذہنی «رجسٹری طور پر معذومانوں کو جنگی قیدیوں کے لیے قابل قبول ہونے کے لیے تیار کرتے ہیں تاکہ ان کو جنگ کے بعد عام زندگی کے دھارے میں شامل کیا جاسکے، ان کو ان تنظیموں سے آزاد کیا جائے جو جنگ اور قیدی وچ سے پیدا ہوئی ہیں، تاکہ ایک بار یہ قوموں کے درمیان کام میں شراکت ممکن ہوسکے۔

صدائے (TAA) کے مطابق، امن کے لیے کیے جانے والے کاموں میں یہ سب سے بڑا کام ہے جو جنگ کی چوٹی میں اس سے پہلے بھی نہیں کیا گیا ہے۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ خصوصی طور پر یہ مات کے تنظیمی جینینس «مددگارانی رہنمائی سے ہی ممکن ہو سکا ہے۔

عالمی جنگ بنیادی کے بعد مات کی توجہ اور توانائی فوری اقدامات سے آزاد کر دیے جانے والوں کی طرف مبذول ہو گئی جس کا تقاضا چھڑھا۔ بزرگوں جوانوں کے جسمانی اور اخلاقی تباہی کے غار میں جانے سے بچنے کے لیے تھے۔ یہ ایک طاقت ور شہادت ہے، مات کی غیر معمولی تنہی مدد گیتوں : دانوے کی، جس کی بنا پر ان کو امن کے مددگاروں کو پلینڈ، جیسو مسودا کیا، جان، بخاریہ، زامبیا، مستویہ، میٹو، ریتھوینج میں لڑتی کام کرنے کے لیے مددگوں کو گھسیٹا تھا۔

روایتی عالمی جنگ کے دوران YMCA نے، جب مات اس کے سربراہ تھے جنگی قیدیوں کے کمپوں میں حرارت بہتر بنانے کے، وینیکل کام کو دوبارہ شروع کیا جس کی آمد کے ساتھ، انہی برسوں کی بد مزگی کے بعد بھی، مات ایک بار پھر جنگ کے باعث ٹوٹ جانے والے اپنے ہڈانے میں ایتھائی تعلقات کی تجدید اور اپنے بارے کی کوئی عالمی کانفرنس کا اہم کرنے کے لیے سفر پر نکل کھڑے ہوئے تھے لیکن برقی کے موسم میں، مات کی صدامت میں کانفرنس جنیوا میں منعقد ہوئی تھی۔

مگر ہر مہر زمین کے پیرائوں کے ذریعہ ان کے کامیابی کے بین الاقوامی کام نہیں تھا، جسے ماٹ کی طاقت اور رہنمائی سے کوئی فائدہ پہنچا تھا۔ پوری ایک سال کے لیے کھیرائی اتحاد کے سلسلے میں ماٹ رہنمائی شخصیت رہے تھے۔ 1910 میں ایڈمبرا میں منعقد ہونے والی World Missionary Conference میں، یورپ، شمالی امریکا اور آفریقہ کے پادرسنت کھیرائی نے ماٹ کو نئی بین الاقوامی سرگرمیوں کی رہنمائی سوچ دی تھی۔ بعد میں، ماٹ نے فریڈرک ایڈلر اور جنرالی امریکا کے کھیرائی کو بھی اپنی فہمن میں شامل کر لیا تھا۔ انھوں نے International Missionary Council کی بنیاد بھی رکھی اور اسی کی صدارت کے ساتھ Institute of Social and Religious Research کی صدارت بھی سنبھالی تھی۔

1928 میں یروشلم میں ہونے والی World Missionary Congress کی رہنمائی میں یورپ اور امریکی کھیرائی کے ناکدوں نے مسیح دنیا، یسوعیائی اور ہندوؤں، مذہب، چین، پاکستان، فارس، عراق، عرب اور افریقا کے کھیرائی سے ملاقات کی تھی۔ کانفرنس نے ایک تفصیلی اور تعمیری نئی پندرہ سو پرتو پروگرام منظور کیا تھا جس میں قدیم باسیوں کو اجماعی اور سماجی ماحول میں سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے کوڈ شامل کیا گیا تھا۔ قوموں کے درمیان فساد کے سدباب کے لیے اجماعی شش دہائی کی پالیسی کا ایک منصوبہ بھی تیار کیا گیا تھا۔ 1938 میں انھوں نے ہندوستان کے شامبرم (Tambaram) میں منعقد ہونے والی World Congress of the International Missionary Council کی صدارت کی تھی۔

ماٹ نے نئی تیار کے خلاف جنگ کے لیے دنیا کے ہر حصے میں اتحاد کا کام کیا ہے۔ ان کو اس مسئلے کے بارے میں جتنا علم سے متاثر ہو کر وہ نہیں سوچا، اسی لیے کہ وہ ہر جگہ تھے، انھوں نے ہر طرف کے لوگوں سے گفت و شنید کی ہے، ان تمام ملکوں کے حاکمات کا قاعدہ وضع کیا تھا جن کا دور درپے تھے۔

وانگ (Wang)، جو چار مرتبہ چین کے وزیر خارجہ رہ چکے تھے، کہتے تھے کہ "شرقی وسطیٰ میں آنے والے کئی بحران ہیں، جب چین، اقوامی پیچیدگیوں کی وجہ سے واقعی تنازعات کھڑے ہو سکتے ہیں، ماٹ نے اپنے تمام رسوخ کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک پلان میں حل تلاش کر لیا تھا۔

1913 میں صدر وین نے، جو ماٹ کے کردار اور ان کی صلاحیتوں پر بے انتہا بھروسہ کرتے تھے، ان پر چین میں سفیر کا عہدہ قبول کرنے کے لیے بہت دباؤ ڈالا تھا۔ اسی لیے کہ وہ ان لوگوں سے اور ان کے حاکمات سے واقفیت رکھتے تھے اور اسی لیے بھی، کہ ان میں سے بہت سے لوگ جو چین میں نئی حکومت بنانے میں سب سے زیادہ مؤثر کردار ادا کر رہے تھے YMCA کے زمانے کے ان کے دوست بھی تھے اور دیگر بھی۔ مگر ماٹ نے کارکردگی کو دیا تھا۔ انھیں اپنے کام سے وفادار رہنا تھا۔ وہ کئی اداوں کے ذریعے اپنے کام کے کامیاب آگے بڑھنا چاہتے تھے جن کے دو صدر بن چکے تھے۔ ماٹ کے کام کی خبریں کہ انھوں نے کیا کیا "مجھے بالکل یاد نہیں کہ میں کبھی اتنا مایوس ہوا ہوں۔"

1916 میں جب مایست بائے احمد اور مسیحیو کے درمیان ایک مشکل تنازعہ کھڑا ہوا تھا، صدر روسی

سے مات کو اس وفد کا نمائندہ بنایا تھا جو میکسیکو بھیجا گیا تھا، اور یہ مات کی سزا کے لیے مقرر تھا کہ یہ نہیں ان کی تعیناتی کو میکسیکو کی طرف ہرجے ہوئے باوجود سے قہر کرے۔ یہ تھلی غیر متوقع نہیں کہ میکسیکو کے حالات سے ان کا قریبی تعلق اور امن سے ان کا لگاؤ مذاکرات میں ہونے والی کامیابی پر فیصلہ کن طور پر اثر انداز ہوتا۔

اگلے برس ہی، مات دس جانے والی ایک سفارتی مہم کے رکن تھے۔ ان کے جرمین دوستوں نے بعد میں اس مہم میں حصہ لیتے ہوئے ان کی سرزنش کی تھی، مگر ان کا فریضہ کسی طرح بھی یہ ہی نہیں تھا، اور ان کے لیے یہ کب غیر معمولی قرار دیا جاسکتا ہے کہ جرمین والوں نے بعد میں مات کی نیط پر ہتھ دکا کشا رہا، مگر وہ اس بات کو لبوہ پسند کرتے، اگر سفر رفتیہ کرنے سے پہلے مات ان میں، قانونی حیثیت سے بہت پرور ہو گئے ہوتے۔

نئی جماعت کو زندہ کرنے کے سب سے پہلے مات کا کام اس کی اس زنجیر کی ایک تڑکی کی طرف تھا جو انھوں نے دنیا کے طرف دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ مگر یہ کام اس سے بھی زیادہ بڑا تھا۔ یہ انفرادی قوموں کے مابین، تناؤں کے درمیان رشتوں کو احرام بنانے کی ایک سہی بھی تھی۔ اپنے ملک، ریاست ہائے متحدہ، میں انھوں نے غیر افراطی طرف سے بہت سے کام انجام دیے تھے۔ ہٹی ہی سہی اس کی میں قصب کے خلاف جنگ کرنے کے لیے کام کرنے والے آہنی کی شخصیت اور اس کے کردار کو کسی عام قسم کے کام کی سعی کے مقابلے میں زیادہ قوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جنوب و ریاستوں میں مختلف پٹے سے تعلق رکھنے والے سفید فام، رنگ دار و قوس نسوں کے سر نہ ہو رہا مکان پر مبنی نمائندہ و مجتہد بنانے کی تحریک کے پیچھے مات ہی کی طاقت کا مرکزی تھی۔ ان کا مقصد موجودہ نسلی دیو کی مڑی پیدا کیا تھا۔ 1914 میں انھوں نے ریاست ہائے متحدہ میں غیر افراطی کے لیے منعقد ہونے والے پہلی عیسائی کانفرنس کی صدارت کی تھی۔ اس کی دس کے دوران، بور مریکا کی تاریخ میں پہلی بارہ مات کی صدارت میں شمال اور جنوب کی ریاستوں کے سیاہ اور سفید فام عیسائیوں نے مشترک ایک کانفرنس کا سواں ہوا تھا۔ مات نے اپنے اعتقادی خطاب میں کہا تھا کہ اگر ہم عیسائی ہیں تو ہمیں سچے دوستوں کی طرح، مسدودات، اخصاف اور دہلی احرام کے ساتھ کھڑے ہونا چاہیے۔

اسی وہ اصول ہے جو مختلف کلیسیوں کے تبلیغی مراکز، نسوں اور قوموں میں مات کے کام پر حاوی رہا ہے۔ تین عالمی ادارے جو ایک فیمل تک کی زندگی میں پھسے ہوئے ہیں۔ Student Federation، Young Men's Christian Association، اور the International Missionary Council، ان کے ہاتھوں کے دو ادارہ تھے جن سے عیسائی بدوشت کا جذبہ ترسٹا گیا، اور وہ محبت و وجود میں آئی جو دنیا کو امن عطا کر سکتی ہے۔

نی ہی ہوڈوٹ (Edhu Road) نے انھیں فٹنس امن نوجوان چکا ہے اور جو امریکی وزیر خارجہ بھی ہے۔ مات کے بارے میں کہا ہے کہ میرے خیال میں ان کی طاقت اور شخصیت دور رس کے لیے ان کی

کھل کر بے غرض گھنٹی کی کوئی بھی برائی نہیں کر سکا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ انھیں اپنی برکاری حیثیت سے فائدہ نہیں ہوا ہے بلکہ ان کے کیے ہوئے کام سے خود ان کے لیے گواہیت ہی ہے۔ یہ سب دنیائے سفر پر ہے جس اور اس دوران اپنی برکاری حیثیت کے استعمال سے انھوں نے ان بنیادی تصورات کے حق میں ایک کائناتی جھڑپ پیدا کر لی ہے، جس پر امن کا فائدہ اس ہے۔“

[امدانیہ کے ذریعہ اعظم] ایسا رائی نے کہا تھا کہ کسی قوم کا اس کے اپنے نوجوانوں کے ہاتھوں تحفظ پانا ایک شان دار اور قابل دید منظر ہوا کرتا ہے۔ مگر یہی اس سے زیادہ شان دار منظر نہیں ہوگا، بقول ماٹ، کہ بین الاقوامی امن اور شہرستانی کے اونچے آدمیوں کو یہ قرار دینے کی جہوجہد میں یہ قوم پورے دنیا کے نوجوان اکٹھے کھڑے نظر آئیں؟

بہت سے مشیت پسند مشیر مرد اور عورتوں نے، جو برائی خریف کے مستحق ہیں، اس کے قیام اور تصورات کے درمیان ثالثی معاہدوں کی عام قیوت، اور بین الاقوامی برائیوں، ایک آلہ فیشن اور اقوام متحدہ کی تشکیل کے سلسلے میں غیر معمولی کام کیے ہیں۔ یہ سب کام ماٹ [آئی] نے نہیں کیے ہیں۔ مگر انھوں نے وہ فضا تیار کرنے کی کوشش [کر] دی ہے جس کے میں امن کے لیے کیے جانے والے کام کی نشوونما اور حفاظت ہوئی ہے۔

ایک بار خود انھوں نے اس بات کا اظہار ان فنون میں کیا تھا: ہمیں ثالثی معاہدوں اور دوسرے بین الاقوامی قوانین کو امن اور ثالثی کانفرنسوں کی ضروری سہولت کے مستحق کرنے کی جہوجہد اور ان معاہدات پر مضبوط عملی فیصلوں کو ہمیشہ سمیت دینا چاہیے مگر ہمیں سب سے بنیادی نکتے پر ایک خیال ہونا چاہیے جو ہمہ گیر زندگی اور پذیرائی کے ہے، جو ہمیں ایسی فضا تیار کرے اور قائم رکھے جس میں بین الاقوامی ثالثی موجود رہ سکے، جو اس کو موثر بنائے، بہتر، [حتیٰ کہ] اس بنیاد سے۔ اور یہی طریقہ ہوتا ہے صحیح قسم کی فضا بنانے، ملی و دھار کو صحیح کیفیت میں۔ نئے قوموں کی زندگی میں معقول جذبہ ذہن نشین کرانے کا۔

ماٹ کا کام تمام بنیادی نکتوں پر مرکوز رہا ہے۔ وہ پوری دنیا میں گئے ہیں اور انھیں بے لوثگی کے دعوے کے دروازے دیے ہیں، امن کے تصور کے لیے، مفاہمت کے لیے محبت اور برداشت کے لیے۔ یہ سب انھیں خدا کے حکم پر کیا ہے، اور اس قہر میں رہنمائی کی میں انھیں دو زمین تیار کی جس میں دنیا کی امیدیں نمودار ہو گئی۔

نوشل میں کے رکن Herman Smid Ingebrechtsen کی لیبی

خطبہ:

رہنمائی کی ضرورت، اس نہایت اہم وقت میں



موجود نہایت اہم وقت میں دنیا کی قدرتی قوتوں کی قیادت کا استحکام بہت ضروری ہو گیا ہے، اس لیے کہ عایدہ سوس میں، تشریف آور، انڈیم میں، قابل تھیں، عظیم الشان اور شان گن تھیں، واقع ہوئی تھیں۔ حد سے زیادہ قوت پرستی اور انڈیم پسندی نے پہلی دنیا کو توجہ پھوڑ کر رکھ دیا ہے، اور اب ایک نئی دنیا ظہور میں آ رہی ہے۔ حقیقی معنوں میں یہ سچ ہے کہ پہلی دنیا کی تیز رفتاری ختم ہو رہی ہے، اگر سب سمجھ لیا ہوئے وہ۔ یہاں پر شرطیں کہ ہمیں بے ٹوٹ اور نہایت قدم و عمل مل جائیں۔

اب وقت آ گیا ہے کہ بہتر منصوبوں کی مدد سے جہاز، غلامی، بیاریوں، فنی اور سماجیہ انسان کے قدیم دشمنوں کے خلاف زیادہ جارحانہ اور زیادہ کامیاب جنگ و جدال کی جائے۔ ایسی واضح ماہیت کی رہنمائی اب رہی ہو گئی ہے، تاکہ نئے حملوں کے منصوبوں کے پاس ضروری ہوسکتا ہو، بصورت ہوا اور گرفت ہو جس کے ذریعے کھربانی سے نجاتوں کا سامنا کیا جائے جو کاغذ کر رہی ہیں اور پارہ پارہ ہو جاتی ہیں۔ مٹی، لڑک، طاقت اور بد شگون ہیں یہ سب جو شرقی میں اور غرب میں موجود ہیں۔

با خصوصی صیغہ قسم کے بین رتوانی رشتوں کی پرورش کی اہمیت میں، اس اہم معیار کی قیادت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں [ایسی صورت میں] ضرورت تھی شدید ہوتی ہے اس کی مزاحمت نہیں کی جاسکتی۔ چھوٹوں میں موجود ہوسکتا ہے، وہ پہلی نسل ہے جو تھکی بین رتوانی ہو سکتی ہے مگر خود کو اس کے لیے تیار نہیں پاتی۔ لڑک اور کچھ اسی طرح والی سپر ترقی اور لحد لہجیاں بھی بہت ہوتی ہیں، دوران سے پیدا ہونے والے فسادات کے خلاف کام کر رہا ہوتا ہے۔ [لہذا] ہمیں تمام لوگوں کے اخلاقیات میں فائز ہونے اور ان کی نیکیوں اور نیکیوں کو تہلیل کرنے کے سوا کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں۔

مزید یہ کہ اب ہم ایسے مہم میں داخل ہو گئے ہیں جس میں ہر زمین کی تھیں، حقیقی طور پر تھیں بنیادی اور سنگین فکر کی طاب ہوتی ہیں۔ یہ ہمہ گیر ہیں، دنیا کی سمجھنے کی مشینوں کے ساتھ پاتی ہیں، مگر ہر نے میری، سماجی، مذہبی تصورات کے پیش، ممول کے ساتھ، اس کے نتیجے میں حقیقتاً کمزوروں، فراڈ، بے روزگار، اور آسودہ اور بھگتی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ مطالبہ سامنے آ رہا ہے کہ نیکی کی بے ٹوٹ قیادت و طاقت اور کیا جائے تاکہ تسلیم کرنے کی قوتوں کے حیرت انگیز طور پر بڑھتے ہوئی اثرات کا تھیری انداز میں سامنا کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ انکساری میدان میں چھٹکا دینے والے انکشافات نظر آ رہے ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں یہ بھٹکا واضح ہی نہیں ہے، مفسر اور ووٹ مندر، ہر کار و رسبے روزگار کے ذمہ داری کے پرانے تنازعات۔ جی ہاں، کچھ زیادہ ہی چھٹکا دینے والے معاملات بھی ہیں، جو تھیں، وہی شہنشاہیت، تھیں، اتھیں، اور قدرتی وسائل کے لیے منصوبہ اتھیں اور دنیا کے نام نہاد کھیلے ہوئے ملنے جیسے نظریوں کے ذریعے بیان کیے جاتے ہیں۔ بین رتوانی میدان میں بھی اختلاف ہو چکے ہیں، ان کی دوسری طاقتیں بھی سامنے آ رہی ہیں جو عایدہ دنیا کی جگہوں میں بڑے بڑے اپنے ٹوٹ، لڑک، عزائم میں کامیاب ہوتی نظر بھی آ رہی ہیں۔ اختلاف ہر پار کرنے والے یہ

انکشافات نسل تعلقات کے مصلحتوں میں موجود ہیں۔ جو مصلحتوں میں بہت خطرناک ہو گئے ہیں اس لیے کہ ان کے بارے میں سب سے زیادہ غفلت ہونی چاہیے۔

دوسری بات، اگر دنیا کی تمام قیصری قوتوں کو کامیابی دیا جائے تو یہی مضبوط قیادت ضروری ہے اور اس کا شدت سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ اور یہ مطالبہ بھی ناقابل مزاحمت ہے۔ سربراہ زمین کے ہر فرد کو دوبارہ مطالعہ کرنا، پھر سے سوچنا، دوبارہ بنیاد کرنا اور نئے سرے سے غور کرنا چاہیے، [اور] جن ضروری ہو پر وگرام اور منصوبوں کو بالکل چھوڑ کرنا چاہیے اور نئے اور زیادہ وسیع پیمانہ پر منصوبہ کرنے چاہیے۔

اب سوال یہ ہے کہ دنیا کے مصلحتوں و مصلحتوں میں آج کون سے والے کال میں تھک رہے ہیں قیادت اس قسم کی ہونی چاہیے؟

اب ضرورت ہے کہ ایک دیکھنے والی قیادت کی مادی جیسے موجودہ قیادت، اشد اور خطرناک مادی صورت کی پوری طرح واضح و مدلل آگاہی ہو۔ قائدین کو اپنے ماضی و حال متکثر و گہری طرح سمجھنا چاہیے ماضی میں میدان جنگ کا علم ہونا چاہیے، اور اس طرح کی قیادتوں اور ان کے ماضی میں علم ہونا چاہیے، اور ان کا بھی جو کچھ ماضی میں تھا انھیں اپنی دنیا کا، اپنے دور کا اور اپنے ماضی کا بھی علم ہونا چاہیے۔ مستقبل کے اپنے قائدین کی دریافت میں ہمیں پُر جوش و جوشوں کے جوہر کے فتنہ، صورت سے اور شہنائی فتنہ کے امکانات سے آگاہی بھی ہونی چاہیے۔ اور دوسری بات، ہمیں اپنے فوق الجہری دماغ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

اس قیادت کی جس کی فوری "راشد ضرورت" ہونی ہے، صحیح معنوں میں حقیقی "موجودہ ان" ہونا چاہیے۔ ہماری طلب کے مقررین کی، یہاں تک کہ رشتہ کی نہیں۔ اس زمانے کے دانش مند قائدین کی سربراہ اور وہ شخصیت، بشپ گورے (Bishop Gore) نے ہماری سمجھ میں ایک ضرورت کو ایک مقبولے کے طور پر پیش کیا ہے، جو آج بھی اتنا ہی پرکھ رہا ہے۔ "ہم غور کرتے ہیں کہ دنیا کس طرح ہے؟" یعنی ہم اپنی دنیا کی قوت عقل کی قوت کو مصلحتوں کی نہیں کہتے بلکہ سب سے بڑی "وہ بے نظیر قوت" — دعا کی مصلحتی قوت — سے مدد دیتے ہیں۔ یہ چھاپا ہوا کہ "سینٹ پیٹر (Saint Peter) کی تاکید" اپنے دماغ کی "کمر کس نو" (یا اپنا دماغ درست کر دیا) پر بھی توجہ دیں۔ یہ امر بتا ضروری ہے کہ، "ان لوگوں کو، جو مستقبل کی تعمیر کی حقیقی قوتوں کی قیادت کرنے کے لیے تیار ہیں، ان سے غور کرنا چاہیے کہ ہمیں اپنی زمین کے نظم و ضبط، اپنی روح کی تہذیب، اور اپنی روحانی دریافت کی روشنی اور اس پر ایسا تصرف ہونا چاہیے جو ہمیں ایک سخت گیر مصلحتی طلب کو چار کرنے کے قابل بنائے۔"

قیادت کو مزید کے رتبے کا ہونا چاہیے۔ اور اس مصلحت پر اسے اپنے آپ کو ایک اصل ہمارے خدو خدوں — ایک حقیقی مادی ہمارے یا دور کی چاہیے۔ اس سے ہمیں بہت رکھنا ان شخصیت ہونا چاہیے۔ ہمارے جو کچھ دیکھتا ہے وہاں کو نظر نہیں آتا۔ اس کی نگاہ، ایک نظر میں، بہت کچھ دیکھتی ہے، جب کہ دوسروں کے

دیکھنے سے پتہ چلتا ہے۔ نتائج یہ کہ جہاں بصیرت نہیں ہوتی وہاں لوگ تھوہ ہو جاتے ہیں۔  
 سب سے زیادہ قابلِ ملاحظہ امر یہی ہوتا ہے جو رہنما اصول اختیار کرتے ہیں اور ان کا حلقہ کرتا ہے۔ وہ  
 رہنما اصولی ستارے کی طرح ہیں جو پھر دہرائی جاتا ہے۔ اپنے اصولوں پر چلتا ہے، خواہ کتنے ہی لوگ اس کے  
 خلاف ہوں، خود کتنے ہی موافق ہوں۔ میرا گمان ہے کہ غیرت گنیز قیادت کا یہی اصل راز تھا۔ پریشان کسی  
 حالت میں بھی، خواہ کتنی ہی پہنکا کیوں نہ پڑے، وہ عدم سکون نہیں دیتا، چھوٹ چپٹے سے انگارے اور انھیں اپنی  
 خود مختاری کے رہنما اصولوں پر ہی عمل کرتے رہتے تھے۔ عظیم رہنما رشتوں کا پاس کرتے ہیں۔ موجودہ  
 پریشان کن دور جیسے حالات میں قاعدوں سے کسی کی توقع کیا جاتی ہے۔

دو بار شہر حاصل کرنے اور ان کو قائم رکھنے کی کوشش میں وہ صلاحیت ضروری ہوتی ہے جو منہجہ  
 اعصاب کے لوگوں کو دیوانہ کرنے اور انھیں استعمال کرنے میں کام آئے۔ یہی سمیت، Rothschild،  
 Lincoln جیسے بڑے لوگوں میں پڑا شہر میں ابھرتی دکھائی دیتی ہے۔

اپنے زمانے کے متنازعہ ختم کرنے (Curzon) نے کہا تھا کہ سمجھنے کے ذریعے حکومت کرتے ہیں۔ اتنی  
 غلط فہمیوں، مزاحمت اور نفرت کے موجود دور میں شاید اور کسی خصوصیت کی زیادہ ضرورت نہیں۔

تمام عظیم سیاسی، مذہبی، روحانی اصلاحات کے رہنماؤں کی ممتاز صفت پیش پیش رہی ہے۔ جیو، رولز و ریٹ  
 نے اپنے جذبہ کی دیوار پر ایک بناوت اویں اس سرکاری قہمی جو محکمہ معنوں اس کی زندگی بھر کی عاقبت کی تبلیغ کرنی  
 تھی! "لوے فی صد دانش مندی، بر وقت دانش مندی ہوتی ہے۔" آپ جیو و سوگا کرانچا کے عظیم ختم سیاسی  
 رہنما (Cecil Rhodes) کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ہمیشہ منصوبہ بندی کرتا رہتا تھا کہ اس کی پس کے بعد  
 کے بڑی دوشیا کرے گا۔

ہر قوم کے، ہر طبقے کے رہنماؤں کی اوتھن اور چھوٹ کی طرح گئے، ان اور ان کی صفت ان کا ہے دانش  
 کرنا رہتا ہے۔ [یہاں ہے] Purach میں اور [پونجیوں صدفی قہم کے چٹائی ہزار] Alides the  
 Just کے باب میں یہ خصوصیت تھی بھرتی ہے۔ اور اس کے مقابلے میں [پندرہویں صدی کا اٹالوی رہنما]  
 Lorenzo de' Medici کیا کرتے ہیں جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ "وہ مذہب تھا عمر بد عنوان، دانش مند  
 تھا مگر عام، بچہ نکل کی طرف کھینچنے میں صرف کرتا تھا اور شب بھر میں بسر کرنے میں۔"

صحیح معنوں میں امن اور برائیوں کی نشوونما کرنے اور نسل اور مذہبی دشمنی پر قابو پانے والا رہنما بننے  
 کے لیے تعاون کے جذبے اور مقصد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی موزوںات جس نے اس خصوصیت کا مظاہرہ کیا  
 تھا، اس بات پر زور دیتا تھا کہ آپ کسی قوم کی عظمت اور اس کے رسوم کا اندازہ دینے والی قوموں سے تعاون  
 کرنے کی اس کی صلاحیت سے لگا سکتے ہیں۔

جب میں تمام دنیا کے لیے مشکل پر سوں میں قیادت پر بات کر رہا ہوں تو میں ماروے کے رہنماؤں کو  
 بھی شراعت عقیدت پیش کرنا چاہوں گا جس سے میں جنگ سے پسے اس کے دوران اور بعد میں بدست

## کارڈیل ہل اعلان تجلیل

کارڈیل ہل نے اپنی پوری زندگی بین الاقوامی رابطوں کو پائیدار بنانے کے لیے وقف کر دی ہے۔ ان کے بارے میں محام جو کہتے جاتے ہیں اس میں سب سے اہم اہتمام کے میدان میں ان کی ان محکمہ کوششیں ہیں جو ریاست ہائے متحدہ امریکا اور دنیا کے دیگر ممالکوں میں مطلق اعلان میڈیات کے خلاف جذبات کی پیدوار ہیں۔ ان کوششوں کے بارے میں جو جگہوں کے دوران، ہر شخص مدد کے لیے شکر ہے، ان قانونی پالیسیوں پر اثر انداز ہوئی ہیں جو موجودہ ہیں: ”جب تک نظام“ اور ”تجارتی تنازعات صفا“ سمجھے جاتے ہیں، نہ مستقل تجارتی بحالی میں، نہ اہتمام میں، نہ امن کے معاملات میں حتمی ترقی ہو سکے گی۔“ انھوں نے ان کے درمیان اتحاد اور امن کی سرگرمیوں کے بارے میں تفصیل کی بنیاد سے ہیں۔ یہی طاقت ہے جس نے انھیں اپنے ملک کی جد گاہہ حیثیت کے خلاف جتن، سرگرمی، غصوں کی بدستوں کے باوجود ایک امن بنا سہانے کی کوشش اور اقوام متحدہ کے لیے کیے جانے والے کام کے جزیروں کو بھیڑ کیے رکھا ہے۔

کارڈیل ہل 1871 میں ریاست ہائے متحدہ کی ریاست ٹینیسی (Tennessee) میں پیدا ہوئے۔ نہایت نو عمر ہی میں انھوں نے قانون کی تعلیم میں کامیابی حاصل کی، کچھ برس ریاست کی، پھر بعد میں نیجیائی گئے۔ مگر اپنے پیشے کی ابتداء ہی میں انھوں نے سیاست میں قدم رکھ دیا تھا اور ریاست ٹینیسی میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے شامل ہو گئے۔ وہ ایک سیاست دان کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں جس نے ٹینیسی کی عمری سے سیاست کے لیے اپنی تمام کوششیں صرف کر دی تھیں۔ مگر 1907 سے پہلے وہ ایوان نمائندگان میں داخل نہیں ہونگے تھے۔ اس سے پہلے بین الاقوامی سیاست کے میدان میں ان کے ہاؤس کی تحویلی تھیں۔ انھیں مگر ان کا کہنا ہے کہ کام میں بہت کثرت پیش کرتا ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں ریاست دار اور محاذ اہل زمین کہتے ہیں۔ ان کے نقطہ نظر کی کلید ان میں ان کی تحریر کے کچھ حصے ہیں۔ ان تحریر میں انھوں

سے پُر ندر طریقے سے آجروں اور مزیروں کے مابین کاغذی کے خیال کو پیش کیا ہے، دفاتی حکومت کی جانب سے ریوے اور کرنی جو از سے بھیجے جانے والے مال کے کرے کے چست نظم و ضبط کی حمایت کی ہے، اور کچھ میدانوں میں بڑے اداروں کی جانب سے طاقت کے لحاظ سے استعجاب کی مخالفت کی ہے۔ یہی نقطہ نظر مالی محصولات کے نظام میں اصلاح کے ضمن میں کی جانے والی تقریروں میں بھی تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اسی وقت دفاتی حکومت کی مالی ضروریات پر واسطہ مالی محصولات (indirect taxation) سے چرخی کی جاتی تھیں، زیادہ تر فروم حاصل (AM) سے، جب کہ ریاست ہائے متحدہ کی عمارت کا یہ 1895 میں سلاٹ کر پکٹی تھی کہ 1894 میں لگا دیا جائے۔ اگر ٹیکس دفاتی آئین کی خلاف ورزی ہے۔

اس فیصلے کو قبول کرنے سے کنار کرتے ہوئے، میں نے محصولات کے سوال کو دوبارہ اٹھایا، اور 1912 میں ڈیوٹرینے چرخی کی فتح کے بعد انگریزوں کے تھوڑے آغاز کو یقینی بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ انگریزوں کی چرخی محصولات کی اصلاح میں آتی نہیں، جتنی کہ ان کے اس کی موافقت میں آتی تھی۔ یقیناً انھوں نے اس کو دفاتی حکومت کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کے زور سے دیکھ ہوگا، مگر ان کی اصل فکر انھیں سے متعلق تھی کہ اس سے ان کے ہاتھ کے قائل تھے کہ تحفہ کے اصولی اجارہ داری کے عفریت [ختم کرتے ہیں اور چند کے فائدے کے لیے بہتوں کو زور دے رہے ہیں۔ اور یہ بھی کہ یہ نظام آزادانہ مسابقت سے میل نہیں کھاتا، جو جس کے بڑے ناگوار تھا۔

مگر ان کو دشمن خیال کی خوبیاں کے نزدیک کے حیثیت میں دیکھتے ہیں، [یہی] رہنما خیالوں جس کے تحت قومیت کے سماجی مقاصد میں۔ اس وقت تک انھوں نے اپنے ذہن، اقوامی حیرت کے بارے میں سمجھ نہیں کیا تھا۔

ان [خیالت] کا ابتدائی نگہار پہلی عالمی جنگ کے دوران ہوا تھا۔ جیسا کہ ان کا سوانح نگار ہینس (Himan) کہتا ہے: "اس وقت تک نہ ف کے بارے میں قائل کے نظریات ان کے اس تیئیس کی بنیاد پر چھوڑے [اس قسم کا] تحفظ ایک واقعی شیطنت ہے۔" جنگ کے اختتام تک ان کے اکتفا دلی خیالات کو اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے: "یہ نچوڑنے ف تجارتی ترقیت اور قوموں کے درمیان دوستی کی راہ میں رکاوٹ ہوتا ہے، اور اس طرح یہ پانچین اقوامی امن میں بھی رکاوٹ بن جاتا ہے۔

کا گریس میں کی جانے والی 10 ستمبر کی اپنی اعلیٰ درجے کی تقریر میں انھوں نے اپنے خیالات کا نگہار اس طرح کیا تھا: "اس تھیں کے ساتھ جیسا کہ مجھے ہے، جنگ کا بہترین طریق اس کی وجہ کو دور کرنا ہے، بھائے اس کے کہ ان کے ایک بار ظاہر ہونے کے بعد ان کا سبب دبا دیا جائے۔ یہ دیکھنے کے بعد کہ پہلی بدترین صورت میں تجارتی نظام ورقصہات کے اکتفا دلی جنگوں کا باعث ہوئے ہیں، جن میں سے کئی سببوں کی جنگیں بن گئی تھیں، میں نے سمجھے کہ اس کی ابتدا میں ایمان نہ کنندگان میں ایک تجویز پیش کی تھی، جس میں تجارتی معاہدوں کی ایک کانگریس قائم کرنے کا خیال پیش کیا گیا تھا، اس مقصد کے ساتھ کہ یہ اسی رضا مند کی

سے تمام انسانی اور اقتصادی طریقوں کو بین الاقوامی تجارت سے بے دخل کر دیا جائے۔

1917 میں نسوں نے تجارتی مسابقت میں رائج طریقوں کو ختم کرنے کے لیے ایک بین الاقوامی معاہدے کا خیال پیش کیا تھا۔ ٹیب آف نیشنز میں تجارتی پابندیوں کو ختم کرانے کا مسئلہ تھا یا تو یہ تھا اور 1927 میں جنیوا میں منعقد ہونے والی عالمی کانفرنس میں بعد کے برسوں کے کام کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ ان بحثوں کا وقت عالمی اقتصادی کانفرنس کا 1933 میں لندن میں انعقاد تھا، جس میں کل خود بھی شریک ہوئے تھے مگر اس بار وہ [بلاست ہائے حمید کے] میکر یا ٹی آف اسٹیٹ جیسے ہر سب جنھوں نے ان برسوں کے دوران اس کام میں ہاتھ بٹایا تھا، جانتے ہیں کہ وہی پیش کردہ تجویز کی مختلف نمائندگی کے سیاسی حالات کے زیر اثر، دوبارہ کبھی مباحثوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ 1933 کی کانفرنس، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، کچھ حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ شروع سے ہی نکلنے کی قیمت کے احکام کے سوا پر بہت زیادہ زور دیا گیا ایک نکتہ تھی، [اسی وجہ تھی، جس کی بنا پر ورنڈ ویٹ نے دو مشہور تاریخی بیچ تھی جس میں اس نے نکلنے کے احکام کے منسوبے کو اس بنیاد پر رد کر دیا تھا، جیسا کہ اس نے کہا تھا، کہ کسی قوم کی خوش حالی کا دار و دار اس کے محنت مند اندرونی اقتصادی ڈھانچے پر ہوتا ہے۔ ورنڈ ویٹ کے مکتوں کے مکتوں کی قیمت کے مقابلے میں اس کے نکلنے کی قیمت پر نہیں۔ اس واقعے نے، جو ریاست ہائے حمید میں پیدا ہوا تھا، ورنڈ ویٹ کے تاریخی میں نگاہ کیا گیا تھا، اسی سلسلے میں کل کے کام کو چھپ کر دیا۔ یہیں کہ اکثر بین الاقوامی سیاست میں ملتا ہے، وہ اپنے ملک کی مشکلات کو دیکھ کر [اور کچھ] کہتے تھے، وہاں نہیں ہلی عرصیت پر اعتماد تھا کہ وہ دنیا سے ٹک رہا تھی نہ کوئلہ کر کے۔ بل کو اس خیال سے کسی طرح بھی اتفاق نہیں تھا۔ 27 جولائی 1933 میں لندن میں کی جانے والی پہلی تقریر میں نہیں کہا تھا: "میں سمجھتی دنیا اقتصادی اسسٹوں کی حسیلہ مسابقت میں مشغول ہے، جو مسلسل امن اور تجارت دونوں کو تباہ کر رہی ہے۔" اور کچھ عرصے بعد اسی تقریر میں انھوں نے اضافی یہ تھا: "اگر چہ تمام اندرونی منسوبے مائزہ ہیں، وہ لازماً کاٹا بڑا مستقل طور پر بحالی کی بلند ترین سطح پر واپس نہیں آ سکتے۔"

پھر بھی، کل نے بار نہیں دیا، جس کے لندن کی کانفرنس میں ان کے خیالات کی پہچانی ہوئی تھی۔ 1934 میں، وائیک ہل منظور کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کی مدد سے صدر [اجلی صواب دیہہ] نے فٹ کو پیس فی صد کم کر سکتے تھے اور ان سوں سے درآمد پر عائد پابندیاں کم کر سکتے تھے جو ریاست ہائے متحدہ کی نوعیت کی رعایت دینے کے لیے تیار ہوں۔ اس کے نتیجے میں اس بل کی بنیاد پر وہ کم از کم سنا نہیں مکتوں سے تجارتی معاہدے کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

یہ سب کچھ ریاست ہائے متحدہ کی اقتصادی پالیسی میں بنیادی تبدیلی کی نشان دہی ہے، یہ انگلستان کی آزاد تجارت کے عرصے کے دوران کی پالیسی کی تصدیق ہے، جب 1860 کی Cobden Treaty کا نمونہ ہے جس کی "سب سے نیا دوہندہ قوم" کی طبقہ اس کا حصہ بنی تھی مگر چر، یہ تبدیلی جزوی طور پر ریاست

ہائے حمیدہ کی مامی (predator) کی حیثیت میں مشغول کی۔ ہر سہ ہفتے تھی، یہ ان کے لیے سمجھنا تھا کہ اس کا یہ حال کا ناقابل تخریب نہیں ہے کہ یہ بین قوائی رابطوں میں بہتری کا راستہ صاف کرے گا اور جنگ کی وجوہات سے ایک وجہ کو ختم کر دے گا۔ اس شخص میں عجیب خصوصیت ہے: اگر رانے سے متعلقہ میں کامیاب نہیں ہوتا تو فوراً ہی پسو بدل کر نئے سرے سے محرمات کھانے لگتا ہے۔ یہ فکرت تسلیم تو کرتے ہیں کہ اس کو بھی حتمی نہیں سمجھتے، اس لیے معاملے پر ان کا یقین بہت کم ہوتا ہے۔ یہ امر اس کرنے میں اتنے حقیقت پسند ہیں کہ کسی سے جو کچھ بھی ممکن ہو اس پر کھٹکتا سمجھتے ہیں، بولنے میں ان کے ساتھ دن تک انتظار کریں جب شاید وہ ممکن ہو جائے۔

میں نے اکتھائی پانچویں کی ضابطہ بندی کے بارے میں ان کے کام پر کافی غصے سے دت کی ہے، کہ یہ ان کے قبیلے اور طریقے کی خصوصیات کو آشکار کرتی ہے، مگر میں نے یہ کرنے میں ان کی زندگی کے واقعات کی بحث نہیں کی ہے۔

باب آٹھ [ریاست ہائے حمیدہ کے] ایوان نمائندگان میں ان کے کام کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ [پہلے 1929 میں ریاست ہائے حمیدہ کی] اسٹیٹ کے رکن بن گئے تھے مگر 1932 کے انتخابات میں روز ویٹ کی کامیابی کے بعد یہ ہوا کہ سیکرٹری آف اسٹیٹ کی حیثیت سے، انھیں جلی بار خود اپنے خیالات پر نظر غائر غور کرنے کا موقع ملا۔ اب یہ کہنا ہمیشہ مشکل تھا کہ اس حد تک خیالات اور پالیسیاں سیکرٹری آف اسٹیٹ سے اخذ کی جاتی ہیں اور کسی سطح پر صدر سے۔ اور یہ اس لیے سمجھنا زیادہ ہی مشکل ہے کہ جیسا کہ سمر ویلس (Sumner Welles) کہتے ہیں: ”کارڈیل بن جیسا کہ مغربی انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان کی زندگی میں ہر روز نماز کا کردار کی زندگیوں میں سے ایک یہ رہی ہے کہ یہ خود کو اپنی منظر میں رکھتے ہیں اور مزیدوں کو کرپٹ ”توسیف“ سے دیتے ہیں۔ میں کئی نمایاں موقعوں کا آؤد ہوں جب منظر میں کسی منسوب کی سب سے میں اپنی کہنے پر چنے کی مدد دیتا یا۔ حق پرستی کو کسی اور کی طرف موڑ دیتا تا کہ پیش کی جانے والی کسی تجویز کی تخلیق کا کرپٹ کسی اور معتدل مزاج مورکاری افسر کو مل جائے اور وہ خود اس ہر پر قیامت کہتے ہیں کہ ایک اچھے خیال کو ٹھونڈا پانے اور پھولنے کا موقع مل رہا ہے۔

واقعی، یہ کسی بھی انسان کے لیے اہل مدد بننے کی تعریف کی بات ہے، مگر یہ اور زیادہ ذاتی مسائل ہو جاتی ہیں جب کسی سیاست دان کے بارے میں کو جائے، اس لیے کہ سیاست دانوں کی یہ الماعل میں تعریف سزاؤں کا دہری کی جاتی ہے۔

اس مختصر سے خاکے میں 1932 کے بعد کے برسوں میں کیے جانے والے ان کے کام سے انھیں بہت مشکل ہے، اس کے لیے اس زمانے کی ریاست ہائے حمیدہ کی خارجہ پالیسی کا کثیر مطالعہ کرنا پڑے گا۔ شاید ہی کسی اور وزیر خارجہ کو اس سے زیادہ مشکل وقت میں یہ عہدہ سنبھالنا پڑا ہوگا۔ جیسا کہ میں نے نوٹ کیا ہے، جس سماں وہ اس عہدے پر فائز ہوئے، کسی بھی اقتصادی تعاون کی فکرت ہوئی اور جرمنی

میں ستر اقدار میں آ کر تھک سکیں گے۔ بعد سے ہر سال ایسے واقعات ہوئے تھے جو اس کو اپنی ہی زندگی کے قیام میں دیکھیں دیتے، اور جو نہایت سنگین دنیا سے ایک اور جنگ کی طرف لے جاتے تھے۔ جنگی، اندرون و بیرون ملک، دونوں طرف سے خندق کے باوجود اس نے ہار نہیں لی۔ امریکان کے خیال کے لیے ایک راستہ بند تھا، تو وہ دوسرے راستے سے پیش قدمی کرتے تھے۔ اردو نے آتش و فورا جہاں میں نہیں کر پاتے تو حارث سے جو کچھ مل سکتا اس پر وقت کر لیتے اور وقت آنے پر دوبارہ تہہ آ رہتے تھے۔

ان کی کل امریکی (Pan-American) پالیسی سے بہتر کوئی امریکان کے لئے نہ تھا۔ اور غیر جانب داری کے بارے میں ان کے دینے کو واضح نہیں کر سکتے۔ ریڈیو میں اور جنگ کی طاقتوں کی امریکی پالیسی 1933ء کی Montevideo کانفرنس میں جاری کی گئی تھی جس میں دونوں پہلوؤں کی جمہوریوں کی نمائندگی تھی۔ ریڈیو میں "ایک ہی مسئلہ کی پالیسی" فوری ہندوئی نقطہ نظر اور ایک پالیسی ہدف تھا، اس امریکان کے ساتھ کہ پوری دنیا اس میں شریک نہیں ہو سکتی، اس کا پہلا اور سب سے نمایاں ہدف امن کا قیام اور امریکی ہندو اعظموں کی قوموں کے ساتھ بھی مسئلہ تھا۔ جیسا کہ اس نے ایک نئی گتوں میں کہا تھا، "ہمیں زندگی کا ایک ایسا نڈا اٹھانا ہوگا جو دنیا کے لئے مثالی ہو جائے۔"

اس کانفرنس میں گتوں کے لیے ایک مسودہ تیار کیا گیا تھا جس میں ہر قوم کے حقوق اور آزادی کی حد بندی کی گئی تھی۔ شاہ اس کی سب سے اہم دفعہ دیکھی جس میں کہا گیا تھا کہ کسی قوم کو دوسری کے اندرون یا بیرون میں معاملے میں دخل اندازی کا حق نہیں ہوگا۔ اس کانفرنس کے بعد 1936ء میں ہینس آئرس میں ورلڈ 1938ء میں یو۔ایم۔ (Lumaz) میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں آئرس کانفرنس کی کامیابیوں میں سے ایک کامیابی جنگ کی صورت میں اجتماعی تحفظ اور غیر جانب داری کے لیے ایک معاہدے کی منظوری تھی۔ جب یو۔ایم۔ کانفرنس ہوئی تھی، یورپ کا منظر زیادہ دیر پاؤں ہو چکا تھا، اور اس کی تقریبوں کے سبب میں ایک قسم کی سختی اور سیاسی محسوس کی جا سکتی تھی جن کا ارتکاز امریکان طریقہ ریاستوں سے بھرنے والے نقطہ استہ تھا۔ یہاں تک کہ وہ کچھ حاصل نہیں کر سکتے تھے جس کی تلاش میں تھے۔ بد قسمتیاً کانفرنس امن کی ایک مثالی فتح کا منظر پیش کر رہی تھی، مگر Montevideo اور ہینس آئرس کی کانفرنسوں سے آگے نہ بڑھ کر چھو بھی نہیں ہو تھا۔ سب سے بڑی رکاوٹ ارجنٹائن کا موقف تھا جو مختلف وجوہات سے امریکی امنی فیس داری منہا لے رہا تھا۔ جنگی سرمدیست ہائے متحدہ کے رہی تھی۔ مگر اس میں ایک واقعے کا اضافہ ضروری ہے جو کل امریکی کانفرنسوں پر اثر انداز ہوا تھا، جنہاں، ایک آف نیشنز سے [ان پر غصوں کے] امریکان کے روابط۔ شاہی امریکی ملک [ایک آف نیشنز کے] ارکان تھے مگر ریاست ہائے متحدہ نہیں تھی، اور اس حقیقت نے مشکلات پیدا کیں جن سے کانفرنس سے متوقع نتائج حاصل نہیں ہو سکے تھے۔ یورپ میں کانفرنسوں کو کچھ نہ تھا جو تباہی پندگی کے طور پر متاثر نہ کیا گیا ہے، مگر ان کو اس طرح نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ یہ بین الاقوامی تعاون کے حصوں کی بنیاد پر جانے پر کی جانے والی کوششیں تھیں، جہاں کہیں بھی ممکن ہو سکے اور جیسا کہ کارڈیل کی سہجہ لیں، یہ ایک مثالی فتح جو



دیجاؤ تو عمر کس کس نے دلی ہے۔

جانب داری کے قانون کے بارے میں جہد اور شہائی پسندی کے خلاف جنگ سنے عاید قہمت میں سرکاری یا دہشتوں میں ابھی تک تازہ ہیں۔ مجھے جانب داری کا ابتدائی قانون، ایک سختی میں، امن کے خیال کی خدمت کہا جا سکتا ہے، اور اس بات سے متاثر نہیں کیا جا سکتا کہ اظہار شہائی پسندی ایک جنگ مخالف انداز تھی۔ مگر جب کہ شہائی پسندی کے دائمی امن کو بنیادی طور پر امن نہ لائے ریاست ہائے متحدہ سمجھ رہے تھے کہ اس کو ایک زیادہ چمک، رقص کی غیر جانب داری کر دان رہے تھے جو ریاست ہائے متحدہ کو دہم دے گا۔ امن ایک سے امن کو بدتر روکنے میں تعاون کی اجازت دے گا، اس لیے کہ جیسا کہ انہوں نے کہا تھا، ریاست ہائے متحدہ ایک طرفہ طور پر صرف اپنے لیے امن کی ممانعت نہیں کر سکتی۔ دہم دے بیانات کی طرف اس میں بھی وہ در بدر اپنے اس موصوفی طرف وہیں آتے ہیں کہ امن کو کسی ایک قوم کا استحقاق نہیں سمجھا جا چاہیے۔ ان کے نزدیک امن کا مطلب ہر قوم کے لیے امن ہوتا ہے۔ جس حقیقت پسند ہوتے ہوئے بھی، وہ تاخیر و رہا کرتے ہیں کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے جہد اور شہادت ہوتی ہے۔

جیسا کہ پچھلے کہا جا چکا ہے، جب ہل پورپ کی آمرانہ ریاستوں سے حقائق پر بات کر رہے تھے تو وہ چہا چہا کر باتیں نہیں کر رہے تھے۔ جب کہ جنگ کی آری تھی، ان کی تقریریں یہ تھیں اور گرم ہوتی جا رہی تھیں۔ ان کے اندرون کی برائے اس کا حسرتی مخالف، ان کی آبرائی انسانیت۔ خواتین کی برائے جنگ کے خلاف جسے وہ فحش ہیں، "میں اندر زنی سمجھتے تھے ان تمام عوامل کے خلاف، جو شائستگی کا ساتھ دیتے ہیں۔ مگر جنگ کے شروع ہونے کے بعد وہ نہ یلٹ گئی آواز ان کی گواہی ہو گئی تھی، جو پہلے کے مقابلے میں ریاست ہائے متحدہ کی خارجہ پالیسی کے رہنما کے طور پر زیادہ سختی سے باتیں کرنے لگے تھے ایسا تو ہونا تھا، اور کوئی بھی، جسے کاروائی بل سے زیادہ قربت نہ ہو ان برسوں میں ان کے کام کا صحیح معنوں میں اندازہ نہیں کر سکتا۔ میں صرف اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے جتنا کچھ معلوم ہے: انہوں نے آمادہ بہ پارحیت طاقتوں کے خلاف صف آرا ہونے والی فوجوں کی تیاریوں کے لیے اپنی تمام کوششیں صرف کر دی ہیں، مگر ساتھ ہی انہوں نے ان مسائل پر بھی پوری توجہ دی ہے کہ ان کی جو مہم کے قیام کے بعد پیدا ہوں گے۔ یہ کوششیں جس سمت جاری تھیں اس کا اندازہ ان چند دفعات سے لگایا جا سکتا ہے جنہیں ہماری پڑی طاقتوں نے اپنے مستقبل کو پامی میں شامل کر رکھا تھا جسے 1943 کی، سکوفاغریس میں قبول کر لیا گیا تھا۔ مزید، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، انہوں نے جنگ کے آخری مراحل میں مسائل کے حل کے لیے اپنی تمام کوششیں وقف کر دی تھیں جو سنے "انارے" "قوم متحدہ" کی بنیاد رکھنے سے متعلق تھیں۔ یہ تھا تازہ ترین کام میں ان کا حصہ۔ انہوں نے اپنی شراب صحت کے باعث سبکدوشی کے لیے 21 نومبر 1944 کو ریڈیو لیٹ کے نام کہے گئے اپنے تئیں کے خط میں کہلے، "اتفاق بخور پیر کے لیے یہ سب سے بڑا پہل ہے کہ میں مابعد جنگ یہ فیصلہ بین الاقوامی امن اداروں کی تشکیل میں پوری طرح باجمہ نہیں بنا سکتا تھا جو بین الاقوامی تعاون کے سلسلے میں

دوسرے بہت سے سائیں کے عمل کے عالمی نظام کے لیے ایک قہر ادا چاہی فراہم کرنے کے لیے کام کریں گے۔“

ڈیڑ ویٹ نے اس خط کے جواب میں کہا تھا: ”جب قوم متحدہ کا ادراک قائم ہو جاتا ہے تو میں دعا کرتا رہوں گا کہ قوم متحدہ کے باپ کی حیثیت میں آپ اس کے پسماندگی کی صدارت کریں۔ اس امر کا اس سے واسطہ نہیں کہ اس وقت آپ سیکریٹری آف اسٹیٹ تھے یا نہیں مگر چوٹی دنیا میں صرف آپ کو یہ افتخار چاہیے، اس واقعہ شخص کی حیثیت میں جس نے امن کے اس عظیم منصوبے کو تاحملہ بنا دینے کے لیے سب سے زیادہ کام کیا ہے۔ آپ نے نئے مختلف طریقوں سے قوموں کے درمیان دوستانہ روابط کے لیے کام کیا ہے کہ اگر آپ ہی مقتدر منظم میں کسی حیثیت میں نہ بھی رہتے تب بھی آپ اپنی خدائی رہنمائی سے دنیا کی مدد کر سکتے تھے۔“

ڈیڑ ویٹ نے ٹھیک ”بڑے قوم“ کے نام سے پکارا ہے۔ یقیناً اس لیے جو یقین نہیں کریں گے کہ [اقوام متحدہ کی] تنظیم ان کا کام تھا۔ ان کے لیے یہ بہت چھوٹی میزبان ہے کہ ان کو ملے کوئی کسی درجہ کی بنیادوں کو کامیاب ہو جانا چاہیے۔ اس لیے کہ اپنی عظیم مثالیت کے باوجود ہمیشہ حقیقت کی دنیا میں رہے تھے۔ اور انھیں اس پر بھی کسی قسم کا شبہ نہیں ہوا ہے کہ اس [اقوام متحدہ] کو انھوں نے ان کے لیے مولدیاں ہونے کے لیے کسی اور شکل میں ڈھار جائے گا۔ انھوں نے اصولی جو شاہد کسی درجہ کے مقابلے میں ریاست ہائے متحدہ میں انھوں نے نہ ہونے کی سے برافروخت ہو جاتے تھے، ان کے کام کے رہنما بنائے رہے تھے، وہ موقعی نہیں جہاں زندگی اور عقیدے مل کر ایک ہو جاتے تھے۔

اسی لیے قہر امنیات کے ساتھ ماڈل کی پرمیٹ کی نوٹس کمیٹی قوموں کے درمیان مفاہمت کے لیے طویل اوقات تک کام پر اس عقیدہ سرگئی کو 1945 کا نوٹس امن اہم پیش کرتی ہے۔

ماڈل کی نوٹس کمیٹی کے صدر نشین Gunnar Jahn کی زبانی

## تقریر قبولیت

جلالت باب، عزت باب، جناب جیورنل دور پاریمان کی نوٹس کمیٹی کے اراکان! اپنے ممتاز ہم وطن اور بھائی کی آل اسٹیٹ ایڈوائس قوم متحدہ، مسٹر کارڈیل کی جانب سے 1945 کے نوٹس امن اہم کو قبول کرنا میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے۔ مسٹر گل نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ اس موقع پر میں ان کی جانب سے ماڈل کی پاریمان کی نوٹس کمیٹی کے صدر و اراکان کے نام پر یہ خط پڑھا کر سناؤں۔

مسٹر کارڈیل کی خط لکھ کر اپنی نہیں تھے، جسے انھوں نے اس وقت ہائے متحدہ کے غیر مسلح اتحاد کو سہولت سے قبولیت کی تقریر پڑھا کر سناؤں۔

”میں آپ کو پہلے ہی مطلع کر چکا تھا کہ میری صحت اجازت نہیں دیتی کہ میں اس یا دیگر موقع پر دوسرے آؤں۔ مجھے اس سے زیادہ اذیتاؤں اور غمناہیت ہو سکتی تھی، مگر میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھے جو دینی صدمہ اور افسوس پہلا ہے، وہ میں سمجھتا ہوں کہ اس اعزاز کی مساعی میں اضافہ کر رہا ہے، جو یہ گناہ میری طرف سے ہے۔ میں صدقہ دین سے اس کی غلطی پر آپ کا شکر گزار ہوں۔“

مستقبل پر نظر رکھنے والی انسانیت کے جذبات اور فیصلے میں توکل امن انوم کو ایک خاص مقام حاصل ہو گیا ہے۔ یہ انسان کی اعلیٰ ترین خواہشات کے حصول کی کوششیں کے میدان میں سب کے ساتھ انصاف اور سب کے ساتھ یکساں بنانا کوئی بنیاد پرور یا امن کے قیوم کا ایک بلند ترین نشانہ امتیاز بن گیا ہے۔ مجھے فکر ہے کہ میں ان دو میں سے شامل ہو گیا ہوں، آج تک جنہیں آپ نے اس طرح عزت بخشے آئے ہیں۔ ہم دس دہائیوں میں امن کا سترہواں صوبہ ہے (ایسے وقت میں) جب دنیا کا ماضی سب سے زیادہ بچھڑاؤ والا زمانہ جنگ کی ابتداء سے تفریق ہوئی گا رہی ہے۔ اس جنگ نے انسانیت کو چھائی کی ناقابل ترمیم ترقی اور خلیج ماکہ حد تک تھوڑا تھوڑا غیر محدود دست گامزن کیا ہے۔ ابھی فاتح سائنس اور ٹیکنالوجی اتنی حیرت ماکہ توانائی کے تھنڈے کے ساتھ صرف انسان کے عکس کی شکل ہے، جس کو سرکاری استعمال میں دیا جائے تو ہماری پوری تہذیب ایک آن میں عمل طور پر تباہ ہو سکتی ہے۔ پچھلی عالمی جنگ کے حالات نے دیا ہے جو ہمیں سہیہ ڈیڑا ہے اس میں مہذب اور شائستہ زندگی کے لیے امن ویسی ہی ضروری ہوتا ہے جیسے کہ سائنس بننے کے لیے [آنا زہا] ہوا۔ ہر جہز کے محاسب اور نکلتیوں پر اس سے بڑی برائی نہ ہو سکتی ہے کہ وہ اس بات کا یقین کر لیں کہ ہر بات کو دیکھ کر امن نہ صرف قائم ہوگا بلکہ اس کو مستحکم کیا جائے گا اور برقرار رکھا جائے گا۔ خوش قسمتی سے، جنگ نے نہ صرف یہ شدید احساس دیا ہے کہ دنیا کے لیے ایک دور جنگ کا یہ مطلب ہوگا، بلکہ یہ بھی کہ ایسے ایک بین الاقوامی اور عالمی مضر اثرات سے جس کے ذریعے دنیا کی قومیں اگر چاہیں تو اس کو ایک نذرہ حقیقت بنائیں۔

چند نظموں کے اندر اقوام متحدہ کی طرف سے پہلی کے ایک ہتھیار کے ذریعے، سان فرانسسکو کے منشور کے مطابق، بین الاقوامی امن اور تحفظ کے لیے باقاعدہ ایک تنظیم کی بنیاد رکھی جائے گی۔ مجھے چاہتا ہے کہ یہ نیا ادارہ اپنے نظمیہ متعدد کے لیے ایک آئے کی صورت کا م کرنے کے بجائے انسانی مدار میں کام کرے گا۔ وقت گزرنے کے ساتھ مجھے یقین ہے کہ یہ بہتر ہوتا جائے گا۔ تجربے اور کارروائی کی روشنی میں، ترقی اور نشوونما کے لیے [اس کا] منشور بنی صاف ہے اور میں، اچھی طرح جانتا ہوں کہ جتنی تمام ترقیوں کے وجود اقوام متحدہ کا ادارہ اس طرح ایک مستعد نظام، دنیا کی امن سے محبت کرنے والی قوموں کو اگر وہ امن کے محالوں میں امن فراہم کرے گا۔

چینا، سائنسی پیشین گوئیوں کی حد، محدود ہوتی ہے، چنانچہ اس نے بنیادی طور پر مولڈ نہیں ہوگا جب تک کہ اس میں کامیابی حاصل کرنے کی خواہش اور چکا ادا نہ ہو۔ آج کے انسانوں اور قوموں کی پرکھنے کی سطحی سوئی یہ

ہے! کیا انھوں نے نگینیں محافل میں کیا انھوں نے شہادت کو یک طرفہ رکھنا، تعصب اور مغلطی میں قیاس کے بجائے مفادات اور نئے سب سے بڑے مشترکہ مفادات کو آگے نہ جانے کے لیے متحد ہونا سیکھا ہے کہ نہیں۔ دینہ پاکسن ہی وہ زندہ دست اور پناہ دینے والا مشترکہ مفاد ہے جس کے ذمہ داران میں رہتے ہوئے انسان اپنی دریافت شدہ سائنس پر ٹکنا، نوجوان طاقت کو شناخت کی بجائے یوں تو اسکی جگہ یوں تک لے جاسکتا ہے جس کا خطاب بھی نہیں دیکھا جاسکتا ہے۔

آر آئی، افریقہ نوٹس زندہ ہوتا تو، مجھے پورا یقین ہے کہ میرے ال فیر حجازی عقیدے میں میرا مذہب کا شریک ہوتا کہ جو قطعی پہ جو قریب رہا جائے گا کہ کچھ جنت کے جہنم دیجے اسے سب سے بڑا ثواب، جہنم کے دوسرے مین و فی شان دار عمارت کے بنیادی پتھر ہوں گے اور ساری ترقی کے نئے مہم کے سبب ہیں گئے۔



## رابرٹ سسبل

### اعلان تجلیل

تین صدیوں جو عالمی جنگ کے دوران بڑے عہدوں پر فائز رہے تھے، عالمی جنگ کے دوران انسانی زندگی اور معاشی و سماجی کی بربادی سے اتنے شدید متاثر ہوئے تھے کہ جنگ کو یکساٹی دستور کی حیثیت میں بالکل فحش اور سفاک غیر اخلاقی سمجھنے لگے تھے۔ دباؤ اثر جنگ کے مخالف ہو گئے۔ اس کے بعد سے ممبر نمونے نے اس ذمیت کی آفت کو دکنے کے لیے اپنی بھرپوری کوشش کی تاکہ انسانیت کو بھرپوری اس کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

ان میں سے دو اشخاص اہم تھے جنہوں نے "ووڈرو ولسن" (Woodrow Wilson) اور "ارسطو بریڈ" (Aristide Briand)۔ نوبل کمیٹی ان دونوں کو نوبل امن انعام سے پہلے ہی نواز چکی ہے۔ کمیٹی کو سرت ہے کہ وہ آٹھ تیسری شخصیت کو نوبل امن انعام پیش کر رہی ہے۔ اس شخصیت کا نام ہے وائیکاؤنٹ سسبل آف چس ووڈ (Viscount Cecil of Chelwood) جو شاہی راجہ اپنے پہلی نام "روڈرک سسبل" (Lord Robert Cecil) سے زیادہ بہتر طور پر پہچانے جاتے ہیں۔

وولسن اور بریڈ آف کے بارے میں شاید یہ کہا جاسکتا ہو کہ کچھ معاملات میں جنگ مخالف افراد سے ان کے معاملے رہے تھے۔ ولسن کے، اپنی غیر مذہبی روایت کے معاملے میں اور بریڈ آف کے نوجوانوں کی بنیاد کی اشتراکیت سے۔

مجھے یقین نہیں کہ "روڈرک سسبل" کے معاملے میں آیا تو ان روایت میں یا ان کے پاس منظر میں، یا ان کے قبل از جنگ چیلے میں کسی قسم کا نمونہ کار چائے گا۔ [مگر] میں اس پر یقین کرنے کو تیار ہوں کہ جنگ سے ان کی غارتگری صرف اور صرف امور خارجہ کے نمونہ کی آف اسٹیم امانا کر ہندی کے وزن ہونے کے باعث جنگی معادلات میں ان کے قریبی رابطوں اور تجربات کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔ یہی وہ باتیں ہیں

جنھوں نے جنگ کی مار دہی کے مسئلے کے حل کی طرف انھیں راغب کر دیا تھا۔

ذرا ان کے پس منظر کو ان کی دلیات پر غور کیجیے۔ سسبل خاتمان کا دبیہ انگریزی میں باراشرا فی میں سب سے قدرے اور ممتاز تھا۔ ان کے والد مارکوی آف ساسبرگ (Marquess of Salisbury) تقریباً جس برس [برطانیہ کی] قدامت پسند (Conservative) پارٹی کے پیدر پیہ تھے جس میں نیا دور عمر انھوں نے وزیر اعظم کی حیثیت میں گزر تھا۔ موہن رجب میں انھوں نے لیڈ راکلی (Disraeli) کی میراث کو قبول کر لیا تھا۔ وہ برطانیہ کی شاہی کی پاسی کو آگے بڑھانے میں بہت کام کیا تھا۔ اپنی عمر کے دوسرے عشرے کی ابتدا ہی میں فوجوں، رڈ رائٹ سسبل اپنے والد کے پرنسپل سیکرٹری بن گئے تھے جب وہ وزیر اعظم بھی تھے۔ وزیر سیکرٹری، موہن رجب بھی۔ دو چارے والد کے سیاسی اور کیمانی نظریات سے متاثر کرتے تھے۔ [وہ] یہ تقریباً ممکن تھا ہے کہ ہیٹ فیلڈ (Hamlet) میں وہ ان صفتوں میں، رڈ رائٹ جن میں فعال تھے، بھی امن پسندی کے معاملے پر شکوک ہوئے ہوئے، سوائے مارکوی کے، اس لیے کہ منجید اور حقیقت پسند لوگ بچکانہ قسم کے خوب دیکھنے کی عیوشی کے تحمل نہیں ہوتے۔

چھوٹے بیٹے، رڈ رائٹ نے اپنے تین فیصلہ کردہ ہتی رڈ رائٹ کے لیے قانونی پیشے پر محصور کریں گے۔ وہ ایک بار وکس بنے، اور کچھ ہی عرصے کے اندر Queen's Counsel بن گئے۔ 1906 میں، جب وہ عمر کے چوتھے عشرے میں تھے، پاریمان کے رکن بن گئے اور اپنے چچا زرا آرتھر ڈنلوڈ (Arthur Balfour) کی قیادت میں کنگز ریڈ پارٹی کے نشستوں میں جا بیٹھے۔ مگر چھ مدت میں ان کی ہندی شہری سے نہیں ہوتی تھی، آہستہ آہستہ ان کی شہرت بڑھتی گئی اور ان کو ایک قابل قانون دان اور خطیب مانا جانے لگا تھا۔ مگر، 1915 میں، جنگ کے عروج پر، وہ اس وجہ سے دستبردار (Asquith) نے جب اتحادی حکومت بنائی تو وزارت خزانہ میں، مریضہ رڈ رائٹ (St Edward Grey) کی ماتحتی میں سسبل ایب سیکرٹری آف امنیت بن گئے۔ اگلے برس، جب، مریضہ رڈ رائٹ (Lloyd George) نے اپنے فائدہ کو رڈ رائٹ کی قیادت سنبھالی تو انھوں نے جنگ کی وزارت قائم کی جس کا منصوبہ تھا "جنگ اٹری میجیک"، اور سسبل مریضہ رڈ رائٹ کے وزیر بنائے گئے، جو حکومت میں سب سے زیادہ دنیائی حیثیت تھی۔

ان کی زندگی کے دوران، اور بالخصوص ذہن اور قابل تحریف چورڈ رائٹ کی شرکت کے دوران، سسبل کو پہلی بار امن پسندی کے مسئلے کا سامنا سنا تھا۔ اس [امن پسندی] نے خود کو ایک مخصوص بھیج میں پیش کیا تھا جو اس نے اس وقت غصہ کر لیا تھا۔ "ایک آف فیشنز" کا سو۔ خیال تھا تو فی صاف، مگر جنگ کے دوران اس نے ایک مخصوص جبر اختیار کر لیا تھا، اور اس کی صورت گیری میں سسبل کا بہت حصہ تھا۔ انھوں نے اس سوال پر اپنی محنت کی تھی اور یہ شہادتوں نے ان کے ساتھ مل کر جبر جبر کی تھی، قبل اس کے کہ وہ اس کے بھاؤ کے پر قابو پا لیتے اور خود کو مسئلے کا مہر سمجھ لیتے۔

جنگ کے دو عشروں اور موجودہ وقت کے درمیان امن پسند اور امن قومیت کی حیثیت میں سسبل کی

تبدیلی پر نظر ڈالنا، مسیحیوں کی تجربہ ہے۔ مگر جاننا چاہیے کہ "تبدیلی مذہب" کے معنوں میں (مستحب) تبدیلی ہونی، اس لیے کہ وہ مسیحی بنیادی عقود پر مذہبی مڑن — High Church Episcopalian کی ممبر والے تیس سال کو شرٹھین سے ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ ہے گویا کوئی معزز ریشہ دار کی حد تک کی تبدیلی کر رہا ہے، مگر ان کی ممانعت میں اس کی ضرورت ہو تو وہ جو توار کے چارٹ پر بھی بن جاتے ہیں وہ ان کی بند قاعدہ، جو اب قاعدہ سے بھی ہوتی ہے، متاثر نہیں ہوتی ہے۔ مگر جب وہ طرقت پر اتر آتے ہیں وہ مسکراتے ہیں تو ان کے مقصد میں پوشیدہ تبدیلی مدلل ظاہر ہوتی ہے۔ ان کی نوجوانی کی بدولت سے ان کے مسکے تہ تبدیلی بورڈ کی مرکزی سمیت شایان کی زندگی کا سب سے زیادہ اہم تجربہ ہے۔

کون کون سی تبدیلیاں اور جنسی تحفظات جسے جن پر انھیں قانون نہیں پڑا تھا۔ کوئی آدلی اپنے بچپن اور نوجوانی کے اثرات سے مکمل طور پر نہیں چھڑا سکتا۔ ان میں سے سب سے زیادہ ان کے دوران سسٹن کو امن پسندی اور یگ آف نیٹیز کے لیے ذہنی لڑائی پڑی تھی، بہت سے یہ مقدمات بھی آئے تھے جب رکائیں بھر کر سامنے آئی تھیں تاکہ انھیں خود بخود دیکھ سکیں، یا مقدمات میں لے آئے جائے۔ ایک آرٹسٹ آدلی نے ان کے بارے میں کہا: "پسپ جملہ ہے" اور راجت کا ایک چوتھوں دیکھی میں ہوتا ہے تو وہ یگ آف نیٹیز میں۔

غیر دانے والے دور پر فٹ کر دیکھنے کے وفادار رہے ہیں۔ مگر سب سے اہم بات ہوتی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کا ذہن ان کا ذہن بن جاتی ہے، اس لیے کہ ان کو اپنے اندر کی اس تازگی کو دیکھنا پڑا تھا۔ اگر ہم یہ مانتا ہیں کہ یگ آف نیٹیز کے مسکے کی جانب ان کے عقلی رویے پر غور کریں تو ہمیں ان کی صورت پر تعجب ہوتا ہے جس سے انھوں نے اس کے پروردگار کے ضروری نکات کی ہمدانی میں تکمیل کی، اور طبعی کیفیت اور بنائے کے باوجود جس یکسانیت سے وہ اس کے وفادار رہے ہیں۔

یہ بھی جگہ ہندی کے اگلے دن، 12 نومبر کو انھوں نے یگ آف نیٹیز کے منصوبے کے بارے میں ہر مضمون کوئی ورکنی سے خطاب کیا تھا۔ انھوں نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ جب ختم ہو چکی ہے اور طبعی مسئلہ کی جا چکی ہے۔ مگر انھوں نے سختی سے اس ڈسے ہارن کا پکا عادی کیا تھا ایک طبع جو فلاح پر قائم کرتی ہے۔ یہ ڈسے ہارن ایک دن پائمن کے قیام اور چین اور قوانین تعاون کی ہوتی ہے جو امن کے استحکام کا تحفظ کرتے ہیں۔ انھوں نے تمام دیوں پر زور دیا کہ وہ فلاح سے اپنی حاکمیت حاصل کرنے سے باز رہیں، اور پیکل کی کہ تمام قوموں کی یگ آف نیٹیز کے بنانے کے بجائے ان قوموں کی ایک یگ آف نیٹیز بنائیں، ایک شہر ریاست بنیں۔

اس نئی یگ کی مجلس بنیاد قانونی دستور نہیں بننا چاہیے، جیسے عائشی عدالت۔ اس کی طرف مددگار دانا تھا چاہیے، حق حاکمیت کا حامل، وہ بنیادی شے یگ آف نیٹیز جس پر انھیں دیکھتے ہیں: ایک چھوٹے درمیانے

عامہ جو قانونی یا آرٹیکل ہو تو ناشی، کے ذریعے تنازعات کے چر امن حل کا مطالبہ کر سکتے تھے، مگر ہر حال میں مذاکرات سے اور وسعت و تعاون سے۔ اور جب بھی کوئی تنازعہ اٹھے تو رائے عامہ کو بروئے کار طریقہ کا موقع دیا جاتا ہے۔

سارے نظام کا مرکزی نقطہ یہ تھا چاہے کدیا تھیں، سمجھے یا بھروسہ نہ کریں، جنگ نہ کریں، ہمدردی کو رائے عامہ کی ہوشیار اور تیز آکھیں گندہ رنی میں حل کے لیے [طریقہ] کا شہرہ نے اور مذاکرات کرنے پر پابند کریں۔ سسٹم نے پھانپ دیا تھا کہ خود میں تمام فیصلوں کے تعلق رکھیں۔ اپنے حقوق محفوظ رکھنے کی کوشش کریں گی، کہ وہ اپنے آزاد رجسٹر (liberum veto) سے جہت بردار نہیں بنیں گی۔ انھوں نے کہا "چونکہ اہم امر کا اثر کرنا اور مکمل بحث کرنا چاہی، رائے عامہ کو تحریک کرنا اور ہدایت دینا ہے لہذا یہ نتیجہ ہے منجید و کفایت چینی نہیں ہے۔" یہاں ایک انگریز پریمیائی زبانوں کی ہے جسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نظام نے تقریباً تین صدیوں سے اس کے ملک کو تحریک سے بچا رکھا ہے اور اس کی پارلیمان ترقی پر شکایت گزار رہی ہے۔ انھیں امید ہے کہ دوسری قومیں بھی اس پر عمل کریں گی۔

آزادی قوم کا اثر کے ذریعے اپنا وعدہ توڑے، جان و جہت مذاکرات میں رکھنا پیدا کرے، یا مناسب مہمت دے بغیر جنگ شروع کر دے اور دوسری قوموں کو اس کے خلاف قہر دے پابندیوں کا ویٹ چاہیں۔ جنگ کے دوران یا کر بندی کے ذریعہ۔ رڈ رائٹ نے اس اکتفا کو ہتھیار کی حیثیت پر خصوصی طور پر زور دیا تھا۔ انھوں نے قریباً سب حالات کے ضروری ہونے کے بارے میں تقریر کی تھی، مگر اس کے فیصلہ کن طریقے کے استعمال پر دو فوری طور پر آمادہ نہیں تھے۔

بلکہ انھوں نے ہم آہنگ بین الاقوامی تعاون کی اہمیت پر شدت سے زور دیا تھا جسے، اپنے قریبی دوست جنرل اسمتھ (General Smuts) کے خیالات سے بھی خوب پر اتفاق کرتے ہوئے، انھوں نے ایک آف نیشنز کے سپرد کرنے کی خواہش کی تھی، تاکہ اس کو ایک مستقل عملی حربہ بنایا جاسکے۔

اور اس طرح، ایک آف نیشنز کے ذریعے کی حیثیت میں سبیل کے تصور اور اس کے امکانات کی واضح ضابطہ بندی ہمارے سامنے ہے۔ اس کے بعد بھی وہ ان ضروری نکات کو بار بار دہراتے رہے تھے۔

پہلے مسئلہ یہ تھا کہ تمام قوموں سے نئی ایک آف نیشنز کے عہد نامے کی منظوری حاصل کرنی جائے یا نہیں ویسن (Wilson) سے پورا اتفاق تھا کہ عہد نامے کو معوقی امن کا ایک جزو۔ زم بنادینا چاہیے۔ بد شہر یہ دلیل بھی موقوف تھی۔ اس عہد نامے پر عمل نہ آئے تو ایک آف نیشنز کے قیام کے لیے خاص طور پر بلایا جانے والے کسی اور بین الاقوامی کانفرنس پر چھوڑ دینا سیدھی اور نسبیاتی اعتبار سے ناقابل اندیشی ہے۔ ایسی صورت میں، ممکن یہ بھی ہو سکتا تھا کہ شاید میں ایک کی، جو حسب خواہش نہ ہو ضرورت کی نہ ہو جائے۔ مگر اس کی بذاتی قیمت ادا کرنی پڑتی، اس لیے کہ اس کے بعد اہم چھپیہ کیوں اور چھپی کی کامنا ہو تھا۔ قسمتی سے، ملت میں کچھ بھی نہیں حاصل ہوا تھا، اور سیاست میں تو دینا سوچا بھی نہیں جاسکتا۔



میں عہدہ ہے کی تیار کی کے مسئلہ میں سبیل کے نزدیک مزید بحث نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس تنازعہ کافی ہوگا کہ نہیں نے قانون ہال اور سیاست میں ایک فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا۔ میری صورت یہ اس میں اتنا اضافہ کرنا چاہیے کہ اس ایک موقع پر ان کی قدامت پسندی کی طرف اشارہ تھا۔ انھوں نے امریکا میں تھا کہ [ایک کے] سب سے ہم حضور صوفی کا قتل میں باغیوں کی سی سی سی کے پیش نظر، تمام بڑی طاقتوں کی نمائندگی ہوئی چاہیے۔ وہ ایک کو ایک قریبی منصوبہ اور پڑائی چوڑی سنگت کے تسلط کی صورت میں دیکھ کر چور ہے۔ چھٹے نمبر پر بھی انھیں احساس ہو گیا تھا کہ ایسا ہونا غلط ہوگا، اور وہ اس خیال سے ناامید ہو گئے۔

ایک کے وجود کے پہلے تین برسوں، 1920 سے 1923 تک ایک کی سرگرمیوں میں سبیل آگے آئے رہے تھے۔ جنگ کے فوراً بعد وہ بد جہت کی کابینہ چھوڑ چکے تھے اور اس کی تین سہیلیوں کے مددگار کی نمائندگی میں شامل نہیں تھے۔ مگر جنرل اسٹیس نے جو ان کے قریبی دوست بن چکے تھے ان سے اسکی میں جنوبی افریقا کی نمائندگی کی درخواست کی۔ اور یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ انھوں نے یہ کام نہایت آزمادگی سے سرانجام دیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ شاید ریڈ سبیل کے سیاسی ورثین۔ قوامی زندگی کے یہ تین برس زیادہ خوش کام نہیں رہے تھے۔

ابتدائی سے اب یہ امر اچھی طرح واضح ہو چکا تھا کہ ایک ایک کامل اور غیر مصلحت دار نہیں ہے۔ اس کی زندگی کے معیار اور کارکردگی میں چستی کی ترقی کے لیے اس کی پوری کوشش کرنی ہوگی۔ ان ابتدائی برسوں میں ریڈ سبیل نے ایک کے ترقی پسند باز کی سرگرمی کی تھی۔ لکچر کی بات یہ ہے کہ انھوں نے قومی باقاعدگی سے 1918 میں ہنگامہ میں پیش کیے جانے والے اپنے پروگرام کے نکات کو اختیار کرنے پر عمل کرانے کی پیشکش کی تھی۔

وہ سب سے بڑا ریک کی کارکردگی کی تنظیم اس عہدہ میں کیا جاتی تھی کہ اس کی پوری طرح تصور ہوتا تھا کہ اس پر نظر رکھی جائے، اس کو متحرک کیا جائے، اس کے واسطے ملے اس پر تکت چھنی کر کے اور رے حامد کامپ سے بڑے متیار کرنے والے ہیں، ابھی تکت چھنی کر کے۔ کچھ چھوٹی دیستوں کے، مجھے اس بات پر مسرت ہے کہ اس میں شامل کی یہ تین شامل تھیں، نمائندوں کی حمایت سے، جن میں Hjalmar Branting اور Fridtjof Nansen بھی شامل تھے۔ انھوں نے ایک فریڈ کے ذریعے دیا کہ اس کی سبھی کو یہ امر اجلاس کرنا چاہیے، کہ بنیادی اصول یہ ہونا چاہیے کہ پوری اسمبلی ورکسٹیوں کے تمام اجلاس کھلے ہوں۔ آخر میں، سب سے کم بات یہ تھی کہ وہ بین الاقوامی سیاست میں کچھ قدرت شامل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ ہر سال ہونے والے اسمبلی کے تمام جلسوں سے بحث شروع ہوا کریں گے۔ مہاتے کا یہ باقاعدہ دورہ کرنا کی جنرل کی صورت کی بنیاد پر ہوتا ہے، مگر اس میں کوئی بھی موضوع بحث کے لیے۔ یہ جاسکتا ہے اس طرح اسمبلی ایک آزاد خیال شخص بن گئی۔

یہ بات سمجھ کے کہ ہمیشہ نہیں، بلکہ کبھی کبھار کوئی مباحثہ، سوالیہ وجوہ کے باعث تباہ کن خیالات کی

تیار بن جاتا ہے، اکثر و بیشتر عام مباحثے، نقش جوڑاتے ہیں، جیسا کہ ان تمام مباحث میں ہوا کرتا ہے جو تباہی پوریان میں تختہ نشانی کی تباہی سے شروع ہوتے ہیں، اور یہ کارہائیں اس کی پر سوار ت اور جو بات کا پتہ نہ بن جاتے ہیں۔ مگر ایسا ہو ہے، جب اس کی میں ایک معمولی سا شرارہ تھا ہے جس نے صحیح معنوں میں مباحثے میں آگ لگا دی ہے۔

یہ سسٹم بنی تھے جنہوں نے، 17 نومبر 1920 کو پہلی سیمینار میں عام بحث کا آغاز کیا تھا، ان کی تحریروں والی سننے کے قابل تھی، اور میں چند نکات کا تذکرہ کرنا چاہوں گا جو انہوں نے اٹھائے تھے، پچھلے انہوں نے ایک کے ذریعے مائے فائدہ کو ابھارنے اور اس پر کام کرنے کی ضرورت پر تفصیل سے بات کی تھی۔ اسی وقت انہوں نے ایک بے مثال جملہ بابت، جو دراصل ایک پرانا پرانا موضوع تھا: "ایک ایسی نیشنل سوشلزم کے حیات فریڈلین کے مترادف ہے۔"

پھر اس کے بعد انہوں نے ان بنیادی اخلاقی اصولوں پر بات کی تھی، ایک کو جن کے تحت کام کرنا ہوگا۔ جو اعلیٰ انہوں نے کئے تھے، ایک عقیم طاقت کے قدامت پسند سیاست دان کی زبان سے ان کا نہ ہونا قابل غور ہے، اور جملہ انہوں نے جملہ: "میں اپنی طاقت سے خائف نہیں ہونا چاہیے۔ میں مضبوط سے مضبوط ہونا چاہیے۔ بہت زیادہ [طاقت] سے ایک کوئی خطرہ نہیں۔ ایک کوئی ایک خطرہ ہے، اگر وہ دنیا کی سفارتی مشین کی سی جھپٹائی میں اچھڑ کر رفتہ رفتہ ایک محترم، مصلحت مند اور بے فائدہ دوسرے تک نہ جائے گی۔ میں درپیش موافقت اور مصالحت کے عقیم معنی سے میں بہت سے کام کرنا ہوگا۔"

انہوں نے اپنی تباہی ختم کرتے ہوئے کچھ ذاتی باتیں بھی کہیں سننے والے جنہیں شاید ہی بھولی تھیں۔ "میں آپ کے سامنے جنرل اسمتھ کے مٹا ہونے کے طور پر ایسا کر رہا ہوں۔ نہ سوچئے! چند ہی برس گزرے ہیں کہ جنرل اسمتھ جنوبی افریقہ کے دھندیل کی مارگنٹن کسانوں (Boer) کی فوج کے نہایت زیادہ دست اور کامیاب سپاہیوں میں سے تھے، جب وہ کوئی صنعت کے خلاف صرف آرہے تھے اور میں اس وزیر اعظم کا بیٹا ہیں جس نے سلطنت کو عالمی کی طرف سے [ان سے] جنگ کی تھی۔ اور اب معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ دھندیل کی کسانوں کا جنرل کوئی وزیر اعظم کے بیٹے سے درخواست کر رہا ہے کہ وہ ایک آف نیشنل سیمینار کے سامنے بین الاقوامی موضوعات پر اس کے خیالات کی تشریح اور توضیحات کرنے والے بن کر پیش ہوں۔ آخر یہ سب کیسے ہوا؟ نہ بددلی سے، نہ باہت عمل سے پہچانی پر، بلکہ دھندیل کی کسانوں پر بھروسے کے عقیم عمل سے ہوا ہے، وہ عمل، مجھے یہ کہنے میں ہلکا نہیں، جو اسی وقت مجھے بے دھڑک ورجل از وقت کا تھا، پھر اس سے لگنے والے نتیجے نے مجھے اس کو تباہ کر دیا ہے۔" (بالشبیہ وہ 1906 میں کیسپ نکل بٹلر مین (Campbell Bannerman) کے ہاتھوں بین الاقوامی حکومت کی تشکیل کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، جو جنگ کے بعد جنوبی افریقہ میں کی گئی تھی، وہ اس کو خود بخود دیکھ گئی تھی)۔

سسٹم نے مزید کہا، "یقیناً یہ تباہی کے لیے ایک [انجیل] مثال ہے۔ موافقت اور مصالحت کے شدید

طریقوں سے بھی نہیں آتا رہا ہے۔ انھیں سمجھیں، مستقبل میں یہ خود اپنی تائید کریں گے۔ اپنی تمام تر قوت سے، میں اس امید سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ”مجھے آئے، آؤ نہیں“ کو پتا چلا رہا ہے۔

یگ آف نیشنز میں، پورا اس کے لیے ڈیٹا مائٹ کے کام پر نظر پانی کے لیے بہت دقت دیکھ رہا ہوں۔ آئیے، میں ایک یا دو حقیقتوں پر بات کر لیتے ہیں۔

یگ نے عہد نامے کی دفعہ 14 کے مطابق 1920 میں Permanent Court of International Justice قائم کی تھی، پھر 1921 میں پہلی نشست کے جج ہارز کیے گئے تھے۔ سبیل نے اس کام میں عملی طور پر شرکت کی تھی، اور جب اس کی تشکیل ہو گئی تو انھوں نے یگ کو عہد نامے کے ”دوسرے“ کی دفعہ ”دفعہ نمبر 8“ پر دیا جس کے مطابق بین الاقوامی معاہدوں کے ذریعے ترک سلطنتوں کو جانا تھا۔ انھوں نے کہا، ”ترک سلطنتوں کو عہد نامہ مقصد ہے یگ کو جس کی فکر کرنی چاہیے۔“

پورا ہی مقصد کے لیے انھوں نے اپنی کوشش وقف کر دی ہے۔ انھوں نے ایسے طریقوں کی جستجو کی ہے جن سے کوئی آسان راستہ مل سکے، مگر اس سے صرف بندگیوں کی ہی تھا، مگر انھوں نے کبھی اپنے ہاتھ سے نظریں نہیں کھائی۔

1923 میں شیپس ہالڈن (Stanley Baldwin) کی کئی ریپبلکن حکومت میں شمولیت کے بعد دو کانگریس اور اسمبلی دونوں میں برطانیہ کے نمائندے تھے جس میں کچھ غلط بھی ہوا تھا، مثلاً کے عہد پر 1924 کی صدر پارٹی کی حکومت کے دوران، ”جینو اپ ویٹو“ کے عہدے میں۔ ان کی سرکاری حیثیت نے ان کے ہاتھ بندھ دیے تھے اور ان کی عمل کی آزادی میں نہیں تھی جو ترقی پسند کے نمائندے کی حیثیت میں انھیں حاصل تھی۔ ان کو ہمیشہ ترک سلطنتوں کی اجازت نہیں تھی۔ یہ کوئی راز کی بات نہیں کہ کئی بار انھوں نے کئی ریپبلکن پارٹی چھوڑ دینے کے بارے میں سوچا تھا، مگر ان کے آباؤ اجداد کے بندھن بہت مضبوط ثابت ہوئے۔ یہ وہی کوئی مصلحت کے نمائندے کے طور پر پارٹی کے ارکان میں شامل رہے اور ترک سلطنتوں کی بات کے قہر میں کمیٹیشن نے انھیں ترک سلطنتوں کی بات سننے کے منتہی پہنچا دی تھی۔

ان برسوں میں انھوں نے کئی بار مختلف حکومتوں کی پارسیوں کے ذریعے یگ کی درخواست اپنی بھی بھیجی تھی ہوتے دیکھی جو یگ کو ”قابل احترام“ اصطلاح ہے“ پر لے جا رہی تھی، جیسا کہ انھوں نے اسمبلی میں اپنی تقریر میں کہا تھا، جس کا انھیں بہت خطرہ تھا۔

1931/1932 کے دوران ہائی کورٹ کی جاپان کی طرف کمزور پارسی بھی یگ کی بھیجی تھی کی جاپان کی پارسی سبیل نے آخری دور 1932 کے تجربے میں اسمبلی میں شرکت کی تھی انھوں نے ترک سلطنتوں کی بات پر ایک یا دو بار تقریر کی تھی اور ان [سنسے] کو اس کی سبیل قرار دیا تھا۔ انھوں نے کہا تھا کہ اگر ایک بار ترک سلطنتوں کی بات پر عمل ہو گیا تو بین الاقوامی فضا کی اک ذمہ داری سمجھنا ہو جائے گی۔ قوموں کو امن کے لیے

راکے دینی کر لی ہی ہوگا اور انھوں نے ترکیبِ طہرہ جات کو رد کر دیا، خود دینا یا پس قتل اور جنگ کے دعووں میں پختہ چلے گی۔

میں اس بات پر یقین کرنے کو تیار ہوں کہ سسٹم نے اپنے حکم میں اپنی پارٹی کی پاسیوں کو غیر باد گئے کی غرض سے ایسی طعیر معمولی قرار کی تھی۔ ایوانِ بار (House of Lords) میں، جہاں دو 1928 میں ہیکاؤنٹ آف چل ووڈ (Viscount Cecil of Chelwood) بن جانے کے بعد سے مثالیں تھیں، انہوں نے اس نشست پر بیٹھا شروع کر دیا جس کا کسی پارٹی سے تعلق نہیں تھا۔ وہاں وہ پیشِ حضرت کے ساتھ ہو گئے جو پارٹی کی وفاداریوں سے لائق سمجھے جاتے تھے۔

ایک بار پھر دو آواز اٹھانے لگے۔

آرشمیدس (Archimedes) نے کہا تھا، ”مجھے آتش سے دیر گھڑے ہونے کی خبر دے دو، میں زمین کو بلبلا کر رکھ دوں گا۔“

پچھلے دن ہی سے سبیل نے ٹیگ سے باہر اپنی جھنگٹانے کے لیے کام کیا ہے تاکہ وہ اس کو حرکت میں لائیں۔ جس جھڑی انھیں جھک جاتی وہ دوائے عام میں مل گئی۔ ان کو چٹا قندیل نے ہر طریقہ میں ٹیگ آف ٹیگٹر کا ایک بار منہ مٹا دیا۔ سبیل نے اسے مٹا دیا۔ سبیل نے بھی اس کے صدر کے رستے پر ٹیگٹر کیا۔

نہایت ترسوں نے انگلستان کے مشابہ قدم پر آگے قدم نہ چائے۔ جسہ ہسپانیا و یونان تک  
International Federation of the League of Nations Societies کے عہدہ رہے۔ جس  
اور اس کے عداوت و دورے کی جوتی ہے اور پرتی جوتی ہے۔

حالیہ برسوں کی مادی دنیا کی طرح محکمہ سسٹمز کی آتش بھڑکیا ہو گئی ہے۔ جنگ اور  
 امن، قوامی، اقلیت کے خلاف شرابی کے لیے رائے عامہ کو محور کرنے کی دہائی پوششیں ان کی تھیں۔  
 ان میں سے پہلی [پوشش] قومی سطح کی تھی، جنی 1934 کی "امن کی رائے ٹھانی" جو عوام کی رائے  
 کے اعتبار کے لیے ایک غیر مبایاتی استنباط تھا۔ پورا پورا مہم بسس نے ترتیب دی تھی، اس کو مشہور کیا تھا اور  
 وہ بہت جلد اس میں عمل درآمد سے حمہد جائیت پسند لوگوں کو توقع تھی کہ پانچ سوالوں کے جواب میں  
 چار سے پانچ مین تک جواب آئیں گے۔ دراصل، تقریباً راز سے تیار رہ مین سوال نامے واپس آئے تھے  
 اور معصوم ہو کر تیار رہ مین کی بھاری کثرت نے یک آف نیشنل کے حق میں رائے دی تھی، سرگزشتیں  
 نے قریب اطوارات کے حق میں اور 6.8 مین نے حمہد اور کے خلاف انحصاری یا ہندیوں لگانے میں۔

اس کوشش کا سب سے قابل قدر نتیجہ یہ تھا کہ نہ صرف لوگوں نے مانے والی، چاندان کے علاوہ بہت سے دوسرے وٹک ایک آف نیشنز کے ذریعے امن کے مسئلے پر اس کے حل کی طرف رغب ہوئے تھے، ساتھ ہی، مانے عامر نے واضح طور پر ایک آف نیشنز کے حل میں اپنی مانے کا اکتفا محدود کیا تھا، جہاں جب اچھی یعنی (Ethiopian) بحران تیزی سے شدت اختیار کرتا جا رہا تھا اور بالآخر بین الاقوامی کمیونٹی نے عام

انتخابات کا اعلان کیا تو اس کو مشتعل کر دیا۔ اسے اپنی جماعت کی جہاد بندی کا اظہار کرنا پڑا تھا۔ بد قسمتی سے، ہم جانتے ہیں کہ انتخابات ختم ہونے اور حکومت کی کامیابی کے بعد اس نے نتائج سے بدتر بدلی کی۔ اس نے پابندیوں کو اٹھانے اور ان کے بدلے انتخابات ہونے پر اس طرح بددی کی کہ پورے مملکت کو یہ گمان رہا کہ اس میں جتنی بھی خرابی تھی۔

سب جانتے تھے کہ ریڈ کسٹن کے لیے یہ بڑا تکلیف دہ چھکا تھا۔ اس وقت ان کی عمر شاید ۷۵ سال ہو چکی تھی، ان کے جیسے بڑے اور ہوتا تو اچھا تھا، اور ان کی ایک ذہنی تقریر سے چٹا پتہ ہے کہ وہ اپنی جدوجہد سے بہت پرہیزگار ہونے والے تھے۔

اس طرح، یہ زیادہ قابلِ تعریف بات ہے کہ انھوں نے ایک تیار اور مشکل منصوبہ شروع کر دیا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ کون سا علاقہ ان کے حق میں تھی۔ آپ انھوں نے بین الاقوامی دائرے کو متحرک کرنے کا مشکل چیز اٹھایا، فرانسیسی سیاست دان Pierre Cot کے سر تحفظ انھوں نے International Peace Campaign کی بنیاد رکھی۔ ایک عمر رسیدہ انسان کی طرف سے یہ ایک طرح کا استقبال ہے (quand même) تھا۔ اس تحریک کو نیا بھی کامیابی ملی ہے۔ اس کی تنظیم و جوہریت مسلسل بہتر رہی، نئے نئے دوست، رائلٹس (Lord Lytton) اور دنیا بھر کے دیگر بڑے سربراہ اور خدمات پسند، آزاد خیال، جیو پیت، ہارڈ باؤس کی تحریک اور دیگر بڑے غیر سیاسی محنتوں سے ملی ہے۔ اس نے ظاہر کر دیا ہے کہ ایک امر جنگ کے خلاف رائے عامہ قومی مستعدی سے صاف آ رہی ہے۔ یہ تو فریقا، سپاہیہ اور مشرقی بحیدر امرائے حملے میں جنھوں نے رشتہ کی صورت پیدا کر دی ہے۔ بد قسمتی سے تحریک کی رشتہ اتنی وسیع نہیں ہے جتنی کہ توقع کی جاتی تھی، اس لیے کہ امریکا کے نزدیک ساریا رہنے و۔ کوئی بھی اس کی حمایت نہیں کر سکتا۔

ہیں۔ قوائی تحریک میں کسی موجود تنظیم سے مسابقت کا ارادہ نہیں رکھتی، اس کا مقصد ان کو ایک مشترکہ میز پر متحد کرنا ہے تاکہ ایک مرکز عمل کو بنادیا جائے جس سے ان کا پروگرام بہت مستند نوعیت کا ہے۔ یہ اس کو یقین دہانے کے لیے کام کرتی ہے جس کو چند ہی سال قبل ہیں۔ قوائی تعاون اور میں کی ایک پابندی سمجھا جاتا تھا۔ یہ "مشترکہ نظام" کو مستحکم کرنے کے لیے صرف وہ ہندو بہت اہم اصلاحات کی جانب ہوتی ہے جو ہر حال میں آف نیشنل کے عہدے کا اندرونی عنصر ہے، لیکن ان قوائی ترکیب اصلاحات اور "یک آف نیشنل کے ڈھانچے کے اندر رہے ہوئے ایسی موثر مشین کی ترتیب جو ان میں قومی حالات کا دور کرے جو جتنے پہنچ سکتے ہیں۔"

یہ امر قابلِ تسمین بھی اور مراد بھی باعثِ افسوس بھی ہے کہ رے بسبیل کو آخری بڑی کوشش نہ صرف عمومی طور پر بلکہ عمومی و رومی کی تقریب کے عین مطابق سے ہمدان کی لفظی و لفظی و لفظی ہے جو انہوں نے جس بہت قلیل کی تھی۔ قابلِ تسمین، اس لیے کہ یہ اس کے لیے ان کے کام کی حیثیت اور تسمین بہ زور و جوش ہے، باعثِ افسوس، اس لیے کہ یہ جس دھاتی ہے کہ اس خوفِ ماکہ موسمِ سردی میں جس کا ہم ہٹی ہیں اور قومی

نقد میں تجربہ کر رہے ہیں، مجھ کو راضی کر دینا ہے۔ میں ایک اور بچہ سب کو بخیر یاد رکھتا ہوں کہ سنا ہوا ہے گا  
[تو اس نے] یہ سسپھس (Sisyphus) کے متعلق بھی پوچھا ہے!

مگر، میرے خیال میں ہم کو اس میں کے نوٹس انہی پائے والے رڈ سسپھس آف چل دوڑاؤں  
خدمت میں پیش زبان کے ایک شاعر کے [بہ نکل] ممبر جمے جو اس نے [اپنے قوں] سسپھس  
(Sisyphus) کے لیے کہے تھے، پیش کرنے چاہئیں!

کام پورا نہ ہوا، یہ وہ مشقت ام ٹھک!

اسے مرے چارے میرے

ایک دن لوگ شیش کے قریب وادہ ضرور

مارڈیائی نوٹس کمیٹی کے رکن Christian Lous Lange کی لیاؤ

خطبہ:

## تمدن کا مستقبل

جب مجھے حدیث ملی کہ مارڈیائی نوٹس کمیٹی نے مجھے 1937 کے نوٹس امن نعام کے بہت بڑے اعزاز  
سے نوازا ہے، مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ انہی کے قانونی صوبے کے مطابق مجھے ایک موقع بھی ملے گا۔ اسے  
اور میری فرسٹ بھی ہوگا کہ انہی کے لیے جانے کے چھ ماہ کے اندر میں ایک خط پیش کروں گا اور پ میں اپنا  
یہ فرسٹ پورا کر رہا ہوں۔ سب سے پہلے تو مجھے اس اعزاز کے لیے نوٹس کمیٹی کی خدمت میں اپنا شکریہ پیش  
کرنا ہے۔ ساتھ ہی، مجھے اس کو فخر و حب دل کے ساتھ قبول کرنا چاہیے تھا، مگر ایسے وقت میں جب  
امن کے لیے کام کرنے والے تمام لوگوں کو موت افزائی کی ہے، نہ تو خدمت ملی، [میرے نزدیک] اس  
کی عداوت برپا ہو گئی ہے۔

جب میں نے اس کے بارے میں سنا تو میں نے یارک میں تھا، اور ڈیوین میں وقت پہنچی تھی جب میں  
کوہپوچی، روسی میں تھا جو پہلے ہی میں تھا۔ اس مجھ کو ایک امن رقی ڈگری سے نوازا رہی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ  
ایک ساتھ دونوں واقعات کی بہت شہرت ہوئی جس نے مجھے یقین دے کر امن کے مسئلہ کے لیے بہت فائدہ مند  
رہی۔ بد شہر اس وقت نے مجھے موقع فراہم کیا تھا کہ میں بے شمار سمجھاؤں اور روزمرے فکر و خیال صوبوں  
کے بارے میں بتاؤں جن کے لیے میں کام کر رہا تھا اور جن کی بدولت مجھے یہ اشیاء دی گئی تھیں۔

آپ کے ملک کے ان لوگوں کے لیے میرا امتیاز ترین احساسی شکریہ جنہوں نے نوٹس کمیٹی کے فیصلے پر  
صد کیا۔ بد نصیبی مجھے اجازت دیجیے کہ میں بدولت آپ سناؤ اور کہنا دے کہ کی خدمت میں اپنا دلی شکریہ پیش

کنوں کے انھیں نے بہت سی مہربانی آج کی شام کو، اور جس بیکری شام کی گھٹن کے احترام کو اپنی موجودگی کے شرف سے نوازا ہے۔

مجھے بتا اور کہنے کی اجازت دیجئے کہ نہ جانہ لوں گے کہ شامی خاندان کے درمیان قریبی تعلقات کچھ جیسے برطانوی شہری کے لیے بہت اہمیت کا باعث ہیں۔

میں اپنے دوست ڈاکٹر (Lange) کا شہر یہ دیکھ چاہوں گا انھیں نے میرے بارے میں اس دن جو تقریب کی تھی، وہ مجھے بہت دلچسپ لگی تھی۔ اگرچہ اس میں بہت زیادہ تعریفی الفاظ کہے گئے تھے جو کچھ انھیں نے کیا تھا میں اس کے بارے میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگرچہ مجھے اس پر یقین نہیں آتا مگر کاش میں ویسا ہی ہوتا۔

بہر حال، میں اس پر کچھ بھروسہ کیا چاہوں گا۔ انھوں نے زراہ مہربانی اس وقت پہنچا دیا تھا کہ اس وقت جب میں نے ٹک اور من کے لیے کام کرنا شروع کیا تھا، میں ایک "تقریب شرفیہ اور تہنیت پند خاندان" سے تعلق رکھتا تھا، اور انھیں نے یہ بھی کہا تھا کہ ان کے خیال میں یہ امر میری میت میں اضافے کا باعث ہوا تھا کہ یہ ماحول سے آنے والے نے امن کے لیے کام کیا۔ اٹھو۔ [میں اس کے جواب میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا، جو جہاں کی ابتدا اس سے میری پرورش ایسے ماحول میں ہوئی تھی جس میں مجھے امن کی بے حد اہمیت پر یقین ہو گیا تھا۔ میں کبھی اپنے والد، انجینیئر رابرٹ لائیون کی نیابتی سنا کرتا تھا کہ موجودہ حالت میں جنگوں اور دنیا بھر میں امن کے باوجود وہ خود کو کبھی قائل نہیں کر پائے تھے کہ اخلاقی اعتبار سے ان [جنگوں] کا نفاذ کیا جاسکتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اپنی زندگی کے آخری حصے میں انھوں نے ایک سے زیادہ تقریبیں یہ کہیں جن میں اس امید کا اظہار کیا گیا تھا کہ کسی بین الاقوامی اکیڈمی کے ذریعے جنگوں کو روکا جاسکے گا۔ انھیں اپنے یقین کے اظہار میں کوئی تاثر نہیں تھا کہ اس نوعیت کا کوئی ادارہ جیسا کہ اس وقت سے ہم پیش کش کرتے رہے ہیں وہ جسے ایک آف فیشرز کے اندر قائم کیا ہے، شاید کوئی حل پیش کر سکے، جو اس کے تصور کے مطابق جنگ بندی کی شیطنت کہلے گی۔ مثال کے طور پر 1897 میں کی جانے والی ایک تقریب میں جس میں وہ اٹھ دیکھا، جسے وہ یورپی وفاق کہنا بہتر سمجھتے تھے، وہاں کرتے رہے ہیں، انھوں نے کہا:

"یورپی وفاق کا جنین (embryo) ہی صرف یہ ہے کہ یورپ کا مکمل احاطہ ہے جو تمدن و تہذیب کی جنگ کے اثرات سے بچ سکے گا۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ طریقہ تہذیب کے حربے، سکھوں کے ڈھیروں، میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ موت کے تصور بہت تیز اور شمار میں زیادہ ہوتے جا رہے ہیں، اور یہ کہ ان کو بہتر بنایا جا رہا ہے، اور یہ قوم اپنے تحفظ کی خاطر اس مسابقت میں شامل ہونے پہ مجبور ہوتی جا رہی ہے۔ اس ایک ہی امید ہے کہ جس کسی طرح اس مسابقت کو روکنا پڑے گا، اس بار کی تہذیب سے جو نئے عیسائی تمدن کے لیے موت کا پیغام ہوئی صرف ایک ہی امید ہے کہ مذہبی کے مہذبات کے ساتھ تمام ماحول کو تہذیب لایا جا

کئے، ان تمام ساری بات پر جن میں اختلافات ہو سکتے تھے، جب تک کہ ان سب کو کسی بین الاقوامی آئین کے بندھن میں باندھ نہ دیا جائے جو دنیا کو ان کے حکم کے نتیجے میں، طویل عرصے کی آزاد اور خوش حالی دینے والی تجارت اور مسلسل امن فراہم کرے۔“

میں سمجھتا ہوں کہ میرے سامعین مجھ سے اتفاق کریں گے کہ یہ کچھ زیادہ ہی غیر معمولی پیش رفت ہے، اس کی جو توقع ہو چکا ہے اور جسے ہم اس زمانے میں کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

آپ دیکھیں گے کہ میرے ایک سے زیادہ بار اس شے کی نشان دہی کی ہے جو تمدن کے لیے خطرہ تھی۔ پر قسمتی سے اس میں کوئی شک نہیں کہ خط و اب بھی باقی ہے، انھوں نے اس کے لیے دوڑ کا تذکرہ کیا ہے جس میں شرارت سے کوئی بچ نہیں سکتا اور جو خود بھی امن کے لیے خطرہ تھی۔ پر قسمتی سے یہ بھی سچ ہے: ان کے زمانے سے اب کتنا زیادہ بچا۔

آخر میں انھوں نے بین الاقوامی آئین کا تذکرہ بھی کیا، جو ایک طرف تو مختلف قوموں کی غیر مطمئن خواہشات کی تسکین کے لیے تھا، اور دوسری طرف اس کی عظیم طاقت سے تمدن، جنگ کے ذریعے تباہ کرنے سے روکنے کے لیے۔

میں نے ڈاکٹر، گلے کی تشریح پر تیسرہ کرتے ہوئے کچھ کہنا مناسب جانا ہے۔ مگر اس کے علاوہ، میرے پاس ان کے اراکوں کے عوام کے لیے تحسین کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

اور یہ کسی حیرت انگیز پیدوار نہیں ہے جس کے لیے مجھے مارڈیوئی قوم کی تحسین ضروری محسوس ہو۔ بد قسمتی، یہ میری خوش قسمتی ہی سے کہ میں ایک الگ نیشنل کے ہندوئی دھرم سے کی جدید زمانے کی عظیم ترین مارڈیوئی شخصیت سے قریبی تعاون میں ہوں۔ یقیناً یہاں میری مراد ڈاکٹر نیلسنی (Nansen) سے ہے۔ بہت سے موقع پر یہ بھی آئے ہیں جن پر ان کی طرف کا بہت سے اس سمت اشارہ کیا ہے جہاں سے جیو کا یہ درود ہر طریقے سے امن کی مسرت کے گاہ و اچھی، اچھی پر ان کا رسوخ غیر معمولی رہا ہے سائیک قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے، جہاں چھوٹی نوٹ انسان کے لیے بہت کچھ کرنے کا دعویٰ کرتی ہے، جب کہ ویورپ کی بڑی طاقتوں میں سے نہیں تھی، ان کا رسوخ ان کچھ لوگوں سے کہیں زیادہ تھا جو زیادہ طاقت ور قوموں کی نمائندگی کر رہے تھے۔ میں نے پچھلے چند برسوں میں بہت بڑی طرح محسوس کیا ہے کہ ہم واقعی اس قیادت سے محروم ہو چکے ہیں جو واقعی بہت والا انگیز تھی۔

مگر وہ کبھی نہ نہیں رہے۔ ہم بہت خوش قسمت تھے کہ ایک کے ہندوئی برصوں میں ہمیں سنے سارے غیر معمولی درجے کی صلاحیت کے مددگار میسر آئے جو ایک کے مہربان کے تحت بین الاقوامی تعاون کے قائل تھے۔ میرے اپنے ملک میں انجینیئر، مارڈیوئی تھے جن کی یہ نگاہ دانش نے انھیں وہ صلاحیت دی تھی کہ وہ بہت سے مواقع پر، آگے بڑھنے کے عمل راستے کا تصور پیش کر سکتے تھے۔ ان کے علاوہ راستی میں آپ بھی سمجھنا چاہیے، ان اور ان کی درجے کی شخصیات صلاحیت کی حامل



شخصیت، مکمل طور پر امن کے لیے وقف، جس نے اپنی زندگی کے آخری بھول میں اپنے ملک کے اندر رہ کر امور میں یہ عقیدہ حیثیت حاصل کر لی تھی جس کا کوئی حریف نہیں تھا۔ میں ڈاکٹر اسٹریسمن (Stresemann) کو بھلا جیسے بھول سکتا ہوں جو آخر چرخیوں میں بہت دن نہیں رہے تھے، پھر بھی اس ادارے پر ان کی شخصیت غیر معمولی طور پر اثر انداز ہوئی تھی۔ ایک اور شخصیت، آپ کے محاسبے ڈاکٹر براوننگ (Branning) کی تھی۔ امن کا سنگم ستوں، جن کی مدد میں میں سب سے زیادہ قیمتی مدد دیتا تھا انگریز اتحاد پیدا کرنے کی تھی۔ اور آخر میں کہ میں آپ کو سامنے ایک ایسی فہرست سنانے کے لیے آئے ہوں کہ وہ دیکھیں۔ ایک شخصیت کا ذکر کرنا چاہیں گا جو اب بھی ہمارے ساتھ ہے اور میں۔ قومی امن بورڈ پر نظام کی جدوجہد میں سب سے آگے سے، یعنی چیچکوسو کیو کے صدر، ڈاکٹر ایڈورڈ بنس (Edward Benes)، جو اس کے بڑے رسیا ہیں اور لاسٹاوسکی کے مالک بھی ہیں۔

میں اس فہرست کو ان دنوں کے نام شامل کر کے پیش کر رہا ہوں جو اب بھی خیروا میں مکی کام میں حصہ لے رہے ہیں۔ اگر یہ سنا سنا ہے سامعین کو گوارا نہ دے۔ [اس لیے] یہ کہنا کافی ہوگا کہ ان تنظیموں کی قیادت میں ایک ایف ایف ایف کے پیسے ہیں جس میں مسلسل فحش حالی کے تھے۔ ایک روزہ روزنامہ کی صورت میں طے کر رہی تھی۔ اس نے اپنے دفاتر ترتیب دیے جو نہایت چھپے انداز میں کام کر رہے تھے۔ اس کے بعد Permanent Court of International Justice کا قیام عمل میں آیا۔ یہ بھی ایک قابل ذکر کامیابی تھی جس کے ذریعے، امید ہے کہ باآئندہ بین الاقوامی معاہدات میں قانون کی تعمیر پائی ہوگی۔ اور خیروا میں اسٹینڈنگ کمیٹیوں کا ایک جاب سہا بن دیا گیا تھا، جن میں مایوت اور ناکامیوں سے لے کر انجیون اور سفیدی م [کے ہاتھوں] غلاموں کے کارڈ باریک انداز میں اور انسانی مسائل حل کیے جاتے ہیں۔

ہندوئی دھرم کے تمام کاموں کی تنظیمیں میں جا کر میں آپ کا زیادہ وقت نہیں بٹا چاہتا۔ میں ان بڑے کاموں کا بھی تذکرہ نہیں کروں گا جو غیر فتنہ سر معاہدات میں کیے گئے تھے، سوائے ان کے جن پہ میں غور و خاشی لانا چاہوں گا۔ انسانی معاہدات کی سب سے بڑی خدمت جس کو جڑ سے اٹھا دینا ایک بڑا قدم تھا اور بہت سے ملکوں میں نسلی، مسلکی اور مذہبی امتیاز کو ختم کرنے کی راہیں۔ ان کا بیان اس لیے کیا گیا ہے کہ بہت سے معاہدات میں سے ان دنوں میں ڈاکٹر بنس نے انسانیت کی بھول کی بنا پر غیر معمولی کام کیے ہیں۔

میں تمام بین الاقوامی معاہدات کے قابل دیدہ عمل کے حصول میں کامیابی کا تذکرہ ضروری نہیں سمجھتا۔ جب بھی بے رگ انداز میں ایک کی تاریخ لکھی جائے گی تو میرے خیال میں، یہ وہی بین الاقوامی کامیابیوں کے غیر معمولی عرصے کے طور پر بیان کیے جائیں گے جنہوں نے اب تک جن سے بہتر عرصہ نہیں دیکھا ہوگا۔

جب کئی برس کی تیاریوں کے بعد 1932 میں باآئندہ ایک سو نو تفریق منعقد ہوئی تو واقعی یہاں تک گویا ہم دنیا میں پائیدار تجارت کی سمت بڑھ رہے ہیں۔ میں اب بھی اس بات پر قائل ہوں کہ زمانہ بدعہد اور

پیش بینی کے ساتھ، بالخصوص ان لوگوں میں جو نام نہاد بڑی طاقتوں کے پاس سیاسی ساز و ساز، سمجھوتہ اور امنی اصطلاحات میں مدد ہندی حاصل کر سکتے تھے جس کے ساتھ کسی اور بہت سے فوائد بھی حاصل ہوئے۔ وہ ذاتی طور پر اس سلسلے میں کیونکہ آپ کو اس آئی کی یاد رکھیں جس کو شاید بالکل بھڑکی دیا گیا ہے۔ یہاں میری مراد Henri de Jouvene سے ہے، جنہوں نے ترکیب اصطلاحات کے ابتدائی مراحل میں غیر معمولی کام انجام دیا۔ چھ اس میں شریک نہیں رہے، انہیں کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ میں سمجھتا ہوں کہ سب کچھ راہگاہ نہیں تھی۔ ہم نے ایک نیا دروازہ کھولا ہے جس پر، بالخصوص، اصلاحات کے طور پر کچھ بنایا جائے گا اور مجھے یقین ہے کہ اگر دنیا کوئی نیا دروازہ کھولے تو اس سے بچا جائے تو اصطلاحات کی مدد ہندی وہاں میں کی گئی ہوگی جس پر وہ دروازہ کھولا گیا ہوگا۔

جب کوئی یہ تجزیہ کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ جسے وہ اس میں ایک کوئیوں اس قدر کامیابی نصیب ہوئی تھی، تو بلاشبہ سب سے بڑی وجہ اس دہشت میں تھی سے جو پہل اس کی میں 1914 کی پہلے عالمی جنگ نے پیدا کی تھی۔ یہ تمام لوگ جو غیر وائس ہونے والے کام میں مصروف تھے جنگ کے پیدا کردہ بڑے پیمانے پر تھے عام اور تباہی سے ذاتی طور پر وقف تھے۔ بہت سے لوگوں کو اس بات کے واضح خطرات حوالہ نظر آئے تھے کہ ان کے اپنے ملک پر بریت کی طرف واپس چاہیے تھے، اور ان میں مستقبل میں جنگوں کا مذہب کرنے کی شدید خواہش پیدا ہو رہی تھی۔ ان کی محسوسات کے زیر اثر ان لوگوں نے کام کیے تھے اور ہم نے دنیا کو دئے گئے گمان سے حقیقت کی درخواست کی تھی، جو راہگاہ نہیں تھی۔

میرے اپنے ملک میں اور شاید دوسرے ملکوں میں بھی، اکثر ایک آف نیشنز کے کارکنوں کی مرزبانی جاتی ہے کہ وہ اجتماعی تحفظ اور جنگ کے خیرات مذہب کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ یہ سب اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہی معاہدات میں لوگوں کی یا وابستگی تھی کہ زور ہوتا ہے۔ یہ حقیقت، ایک کے پسے ہیں کہ میں ان محسوسات کے بارے میں بہت کم کہتا تھا۔ ہم ایک کے ساتھ اور ان کی پہلوؤں پر زیادہ جے ہے۔ ہم نے ترکیب اصطلاحات اور جماعتی پر نظر پانی کیے جانے کی ترغیب دی تھی۔ خاص کر انگلستان میں جرمنی کے نہیں ہونے والے عائد پر زیادہ بھروسہ کیا گیا تھا۔ ہم نے پہلی کی تھی اور میں محوٹی ہے کہ کامیاب تبلیغ کی ہے ایک کے عمل کی اہمیت کی تھی۔ یہ تاکہ دنیا کو معلوم ہو سکے کہ نہ صرف یہ کہ کیا کیا جا رہا ہے بلکہ یہ سب چیزیں کیا کیا جا رہا ہے۔ ہم نے شاید اس تصور کو لیا کہ اہمیت دے دی تھی کہ کوئی بھی قوم اتنی جلد بڑی اتنی بد معاشرت نہیں ہوگی کہ مجھ کو دنیا کی رائے عائد کے خلاف صرف آواز دے گا اور واقعی اس وقت تک ایسا نہیں تھا، جب میں منچو میا کے تھلے کے سسے میں پہنچا کہ ایک ہی قوم تھی جو ایسے معاہدات سے اتنی وابستہ ہوئی تھی کہ وہ میرے تجزیوں کے استعمال کی ہر گات شریک نہ ہوئی تھی، ایک نے جن کو امن سے محبت کرنے والی قوموں کے سپرد کر دیا تھا۔

ہر قسمی سے منچو میا کا تادمہ اس وقت پیدا ہوا جب وہ قومیں جن سے توقع کی جارہی تھی کہ وہ کے

مستوجب کی ضرورت کو جان بھول گئی اس وقت کے اقتصادی بحران کے باعث محدود اندول کی مشکلات میں گرفتار ہو گئی تھیں۔ آپ کو شاید یاد ہو کہ سر اسمانگلستان میں اقتصادی حالت کے باعث مشکل سیاسی بحران میں گرفتار تھے اور یہ بھی کہ بدلتا بحران کا حل صرف سونے کے معیاریں دست بردار ہونے سے مل سکتا تھا۔ اور ان حالات میں شاید یہ بات مزید بھی تھی کہ ہمارے ملکوں کو غیر ملکی معاشیات میں کچھ پس پڑتی تھی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جنہوں نے طور پر ان ہی وجود سے منبجور کیا اور چین کے دھڑکے صوبے فتح ہوئے تھے اور دنیا کے تمام آرزو مند برادریوں کو پیش ہوا تھا۔ یہ کہ باوجود درمیان سے کے باوجود، پہلی مسکرتی پوچھیاں کس طرح کامیاب بنائی جاسکتی ہیں۔

اور اس مرحلے پر ہمیں ایک سبب پر زور دے سکتے ہیں جس کو ہم بھول نہیں جانا چاہیے کہ چین اور اقوامی معاشیات کا ایک مسئلہ دھڑکے تمام معاشیات پر عمل میں اس قدر شدید ہوا کہ ہے۔ بد شہر، شرقیہ چین میں جارحیت پر نظر رکھنے میں ایک نئی ناکائی نے پورے نظام پر ضرب لگا دی، ہم جس کو قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ اس نے چین اور اقوامی تحفظ پر ہمارے ملکوں میں بہت ہی بڑا۔

اس کے نتیجے میں اپنی سینٹ (Abyssinia) پر اس کے بعد چین اور اقوامی سطح پر، شاید زیادہ ہی ناقابلِ دفاع ہو گیا تھا، اور چین پر جاپان کا حملہ ہر قسم کی انتہائی کامیاب ہو گیا تھا۔ یہاں امن سے محبت کرنے والی طاقتوں کے لیے کوئی بہانہ نہیں تھا۔ یعنی طور پر ان کے پاس اس حکام بھی تھا اور موقع بھی کہ وہ بین الاقوامی معاشیات میں قانون کو برتری کے اصولوں کے خلاف کوئی کام نہ کر سکتے، مگر انہوں نے اس کو استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔

میں آپ کو دو تالیف و واقعات یاد دلاؤں گا۔ پہلا ضروری نہیں سمجھتا جو جنگ کے خلاف دو بعد رکاوٹوں کو خلاف ورزی کو، چہ سے تسلیم میں آئے تھے جن کے ذمے درج جاپان اور اس کے نتیجے میں [جینوئی کے جنوینی عدالت] [ربائن لینڈ (Rhineland)] کے صوبوں پر بدلتا اور دنیا کی قطعاً، ہسپانیہ میں کئی قوموں کی اصل انداز کی وجہ سے آخری کے انتظام کی صورت میں ان کا انجام دیکھا ہے۔ ان کا کہہ سکتے ہیں کہ شاید نیا دیکھنا ہے۔ اس کے انداز میں اور زیادہ شدید حملہ بھی دیکھا ہے۔

ایک نئی نئی صورتوں کے بعد ہم آج جس دنیا کو اس کی موجودہ حالت میں دیکھ رہے ہیں اس کا [آسانی سے] اس دنیا سے متبادل کر سکتے ہیں جو سب سے زیادہ پس پڑتی تھی۔ یعنی طور پر یہ نکال کر لیا دو پوچھنا کہ ہے ان نکال [تو وہ بھی] خطرناک ہو گا اور بھی کم کم اس کے کچھ نہیں پہنچے ہیں جس میں ہماری تعمیرات اور انسانی دیکھوں کا چرے طور پر انداز دینا سکتے، جو طاقت کے ایک گروہ کی ہوتی اور دھڑکے گروہ کی کمزوری کی وجہ سے انہما پڑے ہیں۔ نہ ہی اس [انداز سے] کو کوشش سے کوئی مفید حاصل ہو گا، ہمیں تو اس امر کا جائز دلنا چاہیے کہ ہم اس وقت پہلی کھڑے ہیں اور [ہمیں] ایسے مکتب سے قدم اٹھانے چاہئیں جن سے بین الاقوامی تنظیم منبجور ہو اور رجعت پسند طاقتوں کو پیچھے کی طرف دھکیلا جاسکے۔

سب سے پہلے تو ہمیں اعتراض کرنا چاہیے کہ کچھ معنوں میں ٹیگ کے پہلے ہی برقی غیر فصری تھے۔ جنگ کی دہشت مائیں، جس کی طرف میں اشارہ کر چکا ہوں، ان سے کچھ زیادتی واضح تھی، جس کی دیے تک قائم رہنے کی توقع کی جاسکتی تھی۔ مین کے حل میں بحث، اور جنگ کی دہشت، دیے تک باقی رہنے والے اٹائے نہیں ہوا کرتے۔ میرے خیال میں اس وقت ہم سب اچھی طرح جانتے تھے کہ جب تک چین اور قوئی نظام کو موثر انداز میں پہلے ہی نہیں ٹھیک کر لیا جاتا، بعد کے برسوں میں ہمیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، اور یہی ہوا۔ کچھ معنوں میں، ٹیگ کی نام نہاد کامیابیوں، جن کے بارے میں آج بہت باتیں کی جا رہی ہیں، فصری انداز میں ہوتے ہی وہی تھیں کہ پہلے انسانی و تعلقات میں ہمیشہ برسوں کی جیسی کیفیت ہوتی ہے، ایک عرصے کے لیے برقی ہندی آتی ہے اور پھر بعد میں تھیب آ جاتا ہے، اور بلاشبہ 1930 اور 1931 تک ہم امن کی لہروں کی بلندی پر تھے۔

عالمی جنگ کی سب سے بڑی ہوتی تھیں نے مسکریٹ کی تاریخ کو دیا ہے۔ تو میں نے صرف جنگ کے دیے ہوئے ہول ماک ڈکھائی نہیں دیکھے، بلکہ اس حقیقت کو بھی دیکھا ہے کہ قلع کرنے والوں کو، بہت کم، بلکہ بالکل کوئی فائدہ نہیں پہنچا ہے اور، جیسے کہ پہلے ہو چکا ہے، دنیا کے عوام کا قوئی احساسی پوچھا کہ جو کچھ ہو چکا، ہو تو، مگر ہمیں انسانی سوسائٹی کے اعلیٰ طبقے کو دوبارہ ایسے خطرات میں نہیں پڑنے دینا چاہیے۔ مگر مسکریٹ، اگرچہ تیرن ہوتی تھی، مگر یہ نہیں تھی اس کو دوبارہ دہراؤ، غنا تھا، اور اس میں دوبارہ جان پڑ گئی ہے۔ اس کی راجا ریڈ، بات، اس کے دلکش نقش و نگار، مسکریٹ رسم کی جاذبیت، حتیٰ کہ مسکریٹ موٹیو تھی بھی، سب مل کر انسانی فصرت کے تقسیم میں سرکواہی طرف لگاتے ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب ہمیشہ ہی موجود رہیں گے۔ جن پہ نگاہ رکھنا، رکے ڈے باری ہے۔ میں اس میں ایک اور بھی اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ مادی قوت اور استحکام کی تقسیم کرنے کے فصری میں، بات کو بہت سے ممکن کے نڈے نڈے اداروں کے وجود نے بدھ دیے، جن کی قدرتی میں وسیع مادی استحکام اور برطرف کے پہلو ہیں۔ اس کے بعد یہ طریقے ہوتے ہیں۔ یہاں میری مراد دنیا کے بڑے اعلیٰ مازاد ادارے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ ٹیگ کے بعد ان برسوں میں اچھے بنانے والے ادارے نہایت غیر متحرک رہے ہیں۔ صرف یہ وقت جب کبھی اس کے حق ہندی کی پیشکش کی گئی ہے تب ہی یہ جاگے ہیں اور پیشکش کی ہے کہ اس ادارے کی کو تباہ کر دیا جائے جو ان کی مانی محوش حلقہ پر عمل کرنے کے ڈے دار ہوں۔ میں اعلیٰ مازادوں کی قوت کو بدھ چھوڑ کر پیش کرنا نہیں چاہتا، مگر مجھے اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ انھوں نے ٹیگ کی مشکلات بدھ جاننے میں معاونت کی ہے۔

یہ بھی، اور ان کے عدد بھی اور ہے، جن میں پہلے نے خیرات اور سفارشی روایات کے مطابق مزاحمت کی قوت ہے۔ سفارشی افسر مائی کی مزاحمتی طاقت کو کم تر کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ اس کی پہلی علاجیت اس کو بحال قوت ہوتی ہے۔ تقسیم اور غریب روایات، اعلیٰ طبقے سے چور ہوا تھیں، کہ اصولی طریقہ وہ

مضمون تھا جن کے بارے میں میں نے نہیں سمجھا۔ کہتے ہیں جنہیں ان کی پیشہ ورانہ تربیت دی گئی ہے اور مجھے یہ کہنے کی بھی اجازت دیجیے کہ اس میں خط قسم کی شب ادھن غیر جانب داری بھی ہوتی ہے، جس سے ہمارے سفارت کاری دست ہر حادثہ ہو جاتے ہیں۔ اس سے یہ سمجھیں کہ میں اس مضمون پر تو قیہ کو کم رہا ہوں، پہلی سفارت کاری جس کو حق دار ہے۔ نئے نظام کے وجود میں آنے سے پہلے، جنگ سے بچنے کے لیے سفارت کاری ہی کام آتی تھی، اور اس کی کامیابیوں نے انسانی کے لیے نہایت اہمیت اور قدرتی حامل ہوتی تھیں۔ مگر شاید یہ فطرتی بات ہے، غیر معمولی استثنا سمیت کہ اس طاقت اور تنظیم کا تمام تر استحکام سنیے خیریت اور فساد کے نئے اصولوں کے خلاف رہا ہے۔ پرانے زمانے کا سفارت کاری بہت سوتی بچو رکے بعد آگے بڑھتا تھا، اور خفیہ طور پر، قدیم اور قریبی اقوام کی حالت کے ساتھ کام کرتا تھا جن کو "the usual channels" کہا جاتا ہے۔ اس کے نزدیک رکھے جانے والے سمجھے ہوئے، جن میں پیشہ ور سفارت کاری شامل نہ ہوں، جس میں بہت سے خاص اور جدید سفارت کاری کے عمومی طریقہ بیان اختیار نہ کریں، جن کا مقصد صرف شہر کے تک پہنچان ہو اور جو سفارت کاری کو غیر ضروری بنا دیں، اس کی جہت کے لیے تو قیہ آمیز ہوتا ہے۔

اب مجھے یہ فکر۔ حق ہو گئی ہے کہ میں مجھے سفارت کاری کے پیشے پر حملے کا گناہگار نہ سمجھتا ہوں۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ تمام پیشہ ورانہ ہے، مباح کے طور پر جب کے پیشے کی کوئی بھیجیے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر آپ اس کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ، اگر سب نہیں تو، بہت سی دریاؤں کا حلقہ رہا ہے؟ کچھ یہاں ہی رہا ہے، پیشے کے ساتھ بھی رہا ہے۔ گیلے (Gallei) کے زمانے سے آج تک اس قسم کا دنیا عام طور پر سنیے خیریت سے مزاحم رہی ہے۔ چند ان قبل ہی میں ماہ نامیڈی (Cune) کے زمانے میں زندگی کا مطالعہ رہا تھا، کہ میری کتاب اس کی مشکلات پر تک کر دو گئیں، جو اس دور اس کے شہر کو پیش آتی تھیں، قبل اس کے کہ انہیں اپنی دریاؤں کے لیے سائنسی دنیا سے منگوائی میں تھی۔ اور یہ دیکھنے کے لیے کسی طرح بھی میں مانعائی نہیں کر رہا ہوں، میں اپنے ہی پیشے کی مشابہت میں چاہوں گا، یعنی قانون کے پیشے کی۔ میں انگریز قانون دانوں کی بہت قدر کرتا ہوں، اور بد شہرہ علی علی قانون دانوں کی بھی۔ یہ سب بڑے لوگ ہیں، علی دماغ والے ہیں، تمام قانونی اصلاحات میں جو کچھ صدیوں میں میرے ملک میں کی گئی ہیں جو بہت ساری اور بے حد اہم رہی ہیں میرے خیال میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہم نے قانون دانوں کی کثرت کو ہمیشہ ان کے خلاف پایا ہے۔ اس میں کوئی خاص بد معاشرت کی بات نہیں، مگر یہ بالکل فطری بات ہے کہ جن لوگوں کی ایک پیشے میں نشوونما ہوتی ہو ان کو ہکا بھکا ہے کہ وہ جن پر بھروسہ کرتے ہیں وہی صحیح اصول ہیں، اور اگر ان میں تبدیلی کی جائے تو وہ غلط بات بنیں، قاطعاً ممکن بھی ہو سکتی ہے۔

لہذا، پیشہ ورانہ مائے تقریباً ہمیشہ تبدیلی کے خلاف ہو گئی ہے۔ یہ کاریڈائیوں اور ان کے جیسے اثرات ہیں جو ہمیں اس قدیم تصویر کی طرف لے جاتے ہیں جسے طاقت کی سفارت کاری کہا جاتا ہے۔

تصورات کے مطابق جنگ اور امن کی فکر کا تختہ دار امن بالکل ایک جیسی صورت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مشہور صحت ہو۔ اجازت ہو تو میں تشریح کر دوں کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں نے کسی کا مضمون پڑھا تھا جس نے قطعی طور پر ایک اور اس کے دووں کے مطلق کو رد کر دیا تھا، اس لیے کہ کہنے والے کے خیال کے مطابق جنگ کُل شدت زدہ امن ہوتی ہے۔ اس کے نزدیک بین الاقوامی معاملات میں عام حالات قوموں کے درمیان متوجہ نہیں ہوتے۔ جو جنگ میں بدل جایا کرتی ہے۔ یہ اس کا نقطہ نظر تھا کہ وہ بین الاقوامی زندگی میں عام حالات کی اہمیت کو سمجھتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے خیال میں سفارت کاری، جس حد تک ممکن ہو جنگ کو روکنے میں فائدہ مند ہوتی ہے، عمر و دور کا کام ہے۔ اس کی حد تک بات تھی۔ یہ بھی جنگ روک نہیں سکتی، ورنہ تصور کہ جنگ کو روکا جا سکتا ہے کُل ایک بے بنیاد نظریہ ہے۔

۱۹۱۴ سے پہلے یورپ، جہاں اور کسی درجے تک، پوری دنیا جنگ کے دائمی سماپے میں رہ رہی تھی، افسوس، جس طرح کہ اس وقت رہا ہے۔ یہ بد شہرہ جب یہ [کنیت] ایک عرصے تک جاری رہتی ہے تو لوگ بے حس ہو جاتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ چونکہ جنگ اتنی بار بار ہو چکی ہے تو گامگاہی جاتی رہے گی۔ مگر اس کے باوجود تمام بین الاقوامی پارسیوں کی بنیاد پر بنائی جاتی ہے کہ جہد و جدوجہد، جنگ کا سامنا کرنا ہی پڑے گا۔ ایک بار یہ یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے، اور یہ انسان کی، قسم کی، برائی پر اپنا [مکمل] سرمایہ ڈالنے کے خطرے کے باعث ہر قوم کی زندگی میں پکارا گم زوری اور گامگاہی پیدا ہو جاتی ہے۔ بحیثیت کے کثیر با مضامین کر رہے ہیں، وہ بدولت جو اس دولت سے کہیں زیادہ دے جو کم لے، جنگ کی تیاریوں پر ماضی میں نہ بدلتی ہے، اس لیے کہ جنگ ایک بار پھر ہمارا کام ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی، اس کی بدولت اور اس کے خطرات اس سے کہیں زیادہ ہیں جو ۱۹۱۴ کی جنگ سے پہلے تھے۔ ہذا، دنیا ہر سال جنگ کی تیاری پر ترقی پزیر اور تیز رفتاری سے، جو کم جانتے ہیں کہ سو رہے ہیں، اور ہمارے پورے تمدن کے لیے ہے۔ ابھی خطرہ بھی ہوئی، اس سے مطلب نہیں کہ وہاں فوجی مونا اور کس کو شکست ہوتی ہے۔ اور ہم ایک بار پھر دیکھ رہے ہیں کہ یہ پائسی کا عمل اہمیت جس کی۔ مٹی اس کی بھینس ایسی ہے کہ میں۔ قومی معاملات میں طاقت ہی کی اہمیت ہوتی ہے کہ سچائی کی اور رحم کی اور بدولت کی خوبیاں حقیقت میں خوبیاں نہیں بلکہ نشانیاں ہیں۔ انسان کی نصرت کی نرمی اور کم نرمی کی، اور یہ بھی کہ خون اور فوج کا قدیم تصویر ہی وہ صورت ہے جو واقعی سچ ہے اور جس پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے دو عمل کے ساتھ، ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایک شدید قسم کی قوم پرستی کا اظہار ہو رہا ہے جو اس پر یقین رکھتا ہے کہ نہ صرف آپ کی بلکہ قوم دوسری قوموں کے مقابلے میں بہتر ہے، بلکہ تمام قومیں ذلیل اور مختار ہیں، ورنہ بھی کہ ہر ملک کی حکومت کا صرف یہی کردار ہے کہ وہ اس قدیم، مبہم اور خبیث فی مشن پر عمل کرتے ہوئے "Everyone for himself and the devil take the hindmost" اپنے ملک کو سمجھنے اور خوش حالی فرما کر اس سے قتل و غارت گری اور اس پر کیا گزرتی ہے۔

فی زمانہ دنیا کی کثیر آبادی نے ان نظریات کو قبول نہیں کیا ہے، اور ان ملکوں میں بھی جس انجمن سب سے زیادہ قیادت ملی ہے ان کو قدرے سناٹوں کے سرمخو اور امن کی دکات کے سرمخو پیش کیا جاتا ہے۔ مگر انہوں کو وہ قوم پرست خیالات کی فتح کا امن ملتا ہے۔

وہ یہ سوال جواب ہمارے ذہنوں کو متھلکا رہا ہے کہ کیا یہ انہی قیادت کا یہ، جیہ دنیا کی زیادہ تر قوموں تک پہنچنے والا ہے۔

کسی خطے کو متھلکا نہیں سمجھتا چاہیے۔ مگر اس شے کے لیے خطہ وہاں ہے جو ہمیں چاروں طرف سے اس لیے کہ گھر پر ہمارے نہیں ہوگا تو یہ محض 1914 میں جو متحدہ بہت شرمناک تھا، جہاں اس سے بھی زیادہ شرمناک حالت میں لے جائے گا۔ مثلاً کے طور پر، بنگالہ، بھارت، بھارت کے لوگوں کے عام نظریے کا حصہ ہے جو اس نظام کی دکات کرتے ہیں کہ جنگجو اور غیر جنگجو کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رہتا جائے گا، اور یہ بھی کہ ایک کھلم کھلا طور پر جانوروں اور انسان ضروری طریقہ جنگ غیر متفقہ بندشوں اور اس کے دشمنوں پر ہمارے جانے کی تھانے کا بدلتا ہے، اسکی چیزوں کو روکنے کی کوئی جیسی کوششیں بھی ہیں گی، اور اچھے مسکرتی خیالات کا حال ایک کھلم کھلا ہے جو اس پر یقین رکھتا ہے کہ ایک جنگجو کے شرمناکوں کی ہماری کو روکنے کا ایک ہی طریقہ ہوگا، کر دو۔ بے جنگجو کے شرمناکوں پر ہماری کی جائے۔

یہ اس قسم کے خطرے کا نمونہ ہے جو ہمیں درپیش ہے۔ میں اس پر زیادہ وقت صرف کرنا نہیں چاہتا اس لیے کہ زیادہ تر سامعین، بد شہناس اس پر غور نہ رہتے ہیں گے اور میری طرقت کی خطرات سے پرہیز طریقہ وقف بھی ہوں گے۔ مگر بات کا مقصد صرف یہ پہنچنا تھا کہ کیا ہم اس کو روک سکتے ہیں؟

اچھا، تو مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے، میرے خیال میں یہ بالکل یقینی ہے کہ ہم سے روک سکتے ہیں۔ ذاتی طور پر مجھے اس پر کوئی شبہ نہیں۔ دنیا کی آبادی کی کثرت جنگ کے خلاف سے، جارحیت کے خلاف سے، گروہ واپسٹی اور ہشت کا کھلم کھلا رہا اس کو موثر کر دیں تو جنگ روکی جا سکتی ہے۔ سب کچھ اس پر منحصر ہے کہ وہ مقصد کے لیے ضروری کوشش کرتے نہ ماضی میں کیا ہے۔ اس کے لیے ایک کوشش ضروری ہوگی، کوئی بھی جسے ن موصوفات پر دنیا کی تاریخ کا علم ہے، اس پر شبہ نہیں کرے گا۔ حال ہی میں جب رچمن اور قونی کا روٹی کے ذریعے امن کے حصول کی ہمت فہمی کرنے کے لیے بہت کچھ کیا جا چکا ہے، ہم نے وہ واقعات دیکھے ہیں [جن سے ظاہر ہوتا ہے] کہ باہمت باہمی تعاون کیا کچھ انہی م کے سکتا ہے۔ یہ چند مہینے قبل ہی کی بات ہے جب مایون (Nyon) کے مقدمہ پر، میگزین و م کی متعلقہ حالتیں ایک جا ہوئیں اور فیصلہ ہو گیا کہ، جسے ہسپانیہ کے تنازعے کے سلسلے میں یورپی کی بی جا سکتا ہے، اس کو ختم کیا جانا چاہیے اور یہ بھی کہ گھر اس پر عمل ہمارے تو، اس کے سہلاب کے لیے ہر ممکنہ طاقت کو ہر قسم کے طریقے استعمال کرنے میں گے۔ وہ اس دن سے ہی عملی طور پر وہ سلسلہ بند ہو گیا اور ایک بڑی طاقت نے، ہم جس پر قزاقی سے متعلق ہونے میں غلط فہمی صحیح، شبہ کر رہے تھے اعلان کر دیا کہ وہ اس کو ختم کرنے کی کوشش میں شامل ہونے

کو تیار ہے۔

اس سے بھی زیادہ یہ فکس میں سمجھنے کے لئے ہے کہ جس عمل کو چھپے سیوا، اس کی سائنس اور آزادی کے لیے خطرہ سمجھا جا رہا تھا ایک سخت تنبیہ کے بعد ہی رکت گیا، جس میں کہا گیا تھا کہ جو ملک بھی اس میں ملوث پایا جائے گا اس کے خلاف پوری طاقت سے سخت فوجی کارروائی کر جائے گی۔

یہ سچ ہے کہ کسی چیز میں ایک کے ذریعے نہیں کی جاتی تھیں، نہ چین کی وجود میری سمجھ میں آتی تھی، نہ میں ان سے ماہ قتل ہونے کا یہ نہ کہ وہاں ہوں۔ مگر یہ بہرحال، واضح کرتی ہیں کہ اجتماعی کوششیں جتنی تحفظ پیدا کر سکتی ہیں، کہ اگر کسی کوشش نہیں کی جاتی ہے تو اس لیے کہ اس کو کرنے کی نہ خواہش ہے اور نہ ہمت اس لیے کہ وہ بھی زیادہ ضروری ہے، خواہ کہ پہلے کئی نہیں تھا، کہ درحقیقت مسئلے کے بارے میں ہمیں فیصلہ کرنا پڑے گا: کیا ہم مذہب و روپ میں سکڑ چکے ہیں یا ہم قوم پرستی کی جانت دینا چاہتے ہیں؟ یہ کون سے کہ چوٹی میں تک (میں چوٹی دنیا کے لیے کام نہیں کر رہا ہوں، مگر اس بات کا اطلاق اس پر بھی سچا ہے) وہ مسئلہ ایک کی میزبانی کا حصہ تھا اور چین، اقوامی امن میں ان کا منہ دیکھی مشترک ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قوم پرستی کے خیال میں دلی فریبی کا عنصر بہت بڑا ہے اس کی ایک طرف تاریخ سے یہ جذبات کو ابھارتی بھی ہے۔ مگر ہم اس کا تجربہ کریں تو اس نتیجے پر قائل ہو جاتے ہیں کہ دنیا کی تمام قوموں کو سے رہنما اصول کے طور پر مست دیکھنا چاہیے کہ یہ سیاست کے اختیار اور حرام کو بڑھ چڑھا کر پیش کرتی ہے جو عملی طور پر انفرادی عمل اور انفرادی فہم دانی کو تھکا کر دیتا ہے قوم پرستی میں امریت کی طرف لے جاتی ہے، اور ہمیں امریت بت پڑتی ہے۔ یہ سیاست کا صرف اصول نہیں بنتی بلکہ ایک نیا مذہب بن جاتی ہے، وہیں اس میں لفظ 'جمہا' کا اضافہ بھی کڑا ہو گا۔ یہ جیڑی طور پر بعض سائنسی طریقے کے ٹھکرے پر انحصار کرتی ہے جو تازہ ہو رہے ان قندوں کی تشکیل کی طرف لے جاتی ہے جو سیاسی اخلاقیات کا حصہ ہیں۔

دیہاتی جانب، اگر ہم اس تصور کو قبول کریتے ہیں کہ تمام قومیں ایک دوسرے پر انحصار کرتی ہیں جس طرح کسی سہاٹی میں فراہم ہوتے ہیں، تو ہمیں ایک بالکل مختلف نتیجہ ملتا ہے۔ یہ اصول دوستی اور اچھی مسابقت کی طرف لے جاتا ہے، یہ یقیناً، یہ کہیں غیر ضروری نہیں ہوگا کہ یہ اصول ہر اس شے کی جانب لے جاتا ہے ہم اب تک جسے ترقی اور تمدن سمجھتے رہے ہیں۔

امید ہے کہ میں نے وہ نظریوں کے درمیان اس تشکیلی کو بڑھ چڑھا کر پیش نہیں کیا ہے۔ بین الاقوامی تعاون کے اصولوں کی قیودیت تمام ریاستوں کے لیے بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ دوسری باتیں بھی جو سمجھتی ہیں کہ وہ اپنے جیڑوں پر کتنی سوکتی ہیں اس تعاون سے بہت فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ اور چھوٹی، یعنی کم زور ریاستوں کی آزادی اور خلاف کی امیدوں کے لیے قویہ بہت ہی اہم ہے۔

جب ہم یہ سب کہہ رہے ہوتے ہیں کہ آپ کو بھی یاد رہے کہ ضروری تھا ہے کہ بے مہر قوم پرستی اور بین الاقوامی تعاون کے درمیان کا فرق ضروری نہیں کہ مختلف ریاستوں کی موجودہ حکومتوں کی ذمیت



پہلے محض ہونے کی کاٹھنوں میں جذبہ ہے یہ تھا کہ حکومتیں جن کے زیر اثر کام ترقی میں تھیں امریکی آمرانہ خود مختار حکومتیں بھی تھیں جو یہودی حکومتوں کے سامنے بھی خود کو آزاد خیال اور نفاذ پسند بنا کر پیش کرتی تھیں۔ اور ان کی جمہوریتیں بھی تھیں جو غیر عیسویوں کے لیے نفرت اور تلخ حسرت سے متاثر ہوتی تھیں۔

تو جو ریاستیں اس حالت میں ہوتی تھیں ان کے لیے آمریت ہی ضروری ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آمریت کا ان کی مگر عالی ظرف ہاتھوں میں ہو تو ممکن ہے کہ وہ جمہوری ضرورت حکومت کے مقابلے میں زیادہ مستعد ہوں۔ مگر اس پر یقین رکھنا ہوس کہ آزاد ممالک کے لیے آزاد حکومت ہی بہترین ہوتی ہے۔ وہ قدریمہ جملہ "Government of the people, by the people, for the people" صحیح آرڈینیشن پیش کرتا ہے۔ یہ ممالک کے لیے کن حیثیت اعلیٰ بہترین ہوتی ہے۔ یہ انفرادی مرید ورجت دونوں کے لیے بھی بہتر ہوتی ہے۔ اور پچھلے دور میں قوم کا کردار وہاں کی محنت جانی کا انحصار نہ فر دینا ہوتا تھا۔ بلکہ جن سے قوم بنتی ہے، اس قسم کی حکومت جو انفرادی ترقی میں معاون ہو ممالک کے لیے بہترین ہوتی ہے۔

میں جس ملک سے آیا ہوں اس کا نظریہ یہی ہے۔ مگر اپنی ترقی کی طویل تاریخ رکھتے ہیں۔ ہمارے بہت سے تحولات پرانے ہیں، کچھ تو اس وقت سے چھ آ رہے ہیں جب مارکسوی فاشین نے انگلستان پر حملہ کیا تھا۔ وہاں کو محکوم بنایا تھا۔ ان کے رہنے ہوئے کچھ تحولات اب بھی باقی ہیں، اور پھر بہت سے خوراک و انوں نے دیے تھے۔ مگر غیر ملکی ذرائع سے اور بدتر سے آنے والے ممالک میں تو یہ بھی بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ تمام غیر ملکی ممالک میں جو بدتر رکھنے کا تعبیر اقتصادی ضرورت ہو سکتا ہے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک نسلیاتی فریب ہے۔ جن اقوام میں ضرورت میں جمہوری اصول "قانون" ہوتا ہے جن کے قومی معاملات میں۔

تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ جس پر قائم تھا اور اس وجہ سے مگر ایک آف نیشنل کی حمایت کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس اصول میں ہمیں آپ کے دائرہ نفیس جیسے فقیر انسان کی عملی مدد ملتی تھی، اور ہم یقین ہے کہ یہ ہے کار نہیں۔ اس بڑے انگارے میں تھا جس میں آزادانہ اور ترقی کی مشعل کو روشن رکھنے کے لیے مثال ہوئے تھے۔

کہ بہت اثر ہمارے تصور کا کامیاب ہوں گے، مجھے اس میں کوئی شک نہیں۔ نہ ہی اس پر اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ امن سے محبت کرنے والے ممالک میں مشترکہ کوشش سے اب ان کو کامیاب بنایا جاسکتا ہے، لیکن اس کے کہ یو۔ایپ ایک بار پھر خون میں نہا جائے۔

قبل اس کے کہ بہت دیر ہو جائے بعد کر کے کہ دنیا کے ممالک کو حساس ہو جائے کہ ضروری سمجھتا ہوں کہ قیادت ملی سے اس غصہ ہمارے ہاں ایک بار پھر متحضر حیثیت میں بحال کر دیا جانا ضروری ہے، جس پر وہ چند ممالک پہلے فائدہ تھا، جس پر امن کا قیام اس کا استحکام اور ہمارے جہنم کے مستقبل کا انحصار ہے۔ بلکہ شہرہ اس سے میری مراد ایک آف نیشنل ہے۔

## کارلوس ساویدرا لاماس

### اعلانِ تجلیل

1936 کا نوبل امن نوبل امن کے چاروں ساویدرا لاماس، جمہوریہ ارجنٹائن کے وزیر خارجہ کو دی جا رہا ہے۔ اس طرح یہ انعام ایک ملک کو دیا گیا ہے۔

گلی ہٹ کے پیشے اور اس کی کامیابی کو ہمیشہ اس کے عہد اور وقت کے خاطر میں دیکھا جاتا ہے۔ اور کبرئی میں جا کر اس کا نوبل امن کی صواب دید پہ مٹا ہے جب وہ کسی ہٹ کی امن کے مسئلہ کے لیے ذاتی کارکردگی کا اندازہ کرتی ہو۔ ہذا اس عہد کے بارے میں چند غلط فہمیاں جس میں ساویدرا لاماس نے کام کیا ہے یہ گل نہیں ہوگا۔

ساویدرا کا ملک، ارجنٹائن، لاطینی امریکا میں ایک منہم حیثیت کا ملک ہے اور یہ کاؤ حصہ ہے، جس کی خصوصیت بحر معاصرت میں اس کو دنیا کے یورپی حصے سے ممتاز کرتی ہیں، ہم جس میں رہ رہے ہیں۔ لاطینی امریکا کے بیشتر حصے میں عام طور پر یہ لی جانے والی نیو ہسپانوی ہے، اور محولی طور پر ان سب کا مذہب رومن کیتھولک ہے۔ لاطینی امریکا کی قومیں سیویں ہندوؤں میں بھی بندھی ہوئی ہیں، اس لیے کہ ایک طرف سے تمام میں قومیں جمہورنی طریقہ تعلیمت سے نصف اندوز ہو رہی ہیں، اور اس طرح بنیادی طور پر دو عالمی جنگ سے پہلے کے یورپ سے مختلف ہیں۔

لہذا لاطینی امریکا کیسے بہت سے مسائل سے آنا دے جو یہاں میں پھرے ہوئے ہیں۔ نہ ان کو قوم پرستی کا عارضہ ہے، نہ ہی وہاں قدیم مقامی قوموں سے نئی تنازعات ہیں۔ ان کی عدم موجودگی زیادہ تر کیسوں میں مہینوں کے دسویں دن کے مثالی کرداروں سے جس سے انھیں نے نام لہاؤ "وہشی" لوگوں سے مذاہمت کے جذبے کے تحت تعلقات استوار کیے تھے۔

بالآخر یہ کسی طرح بھی کم سمیت کا حال نہیں کہ یورپ کی طرح۔ لاطینی امریکا کثیر گوہری کے وجود سے بنا

ہو نہیں ہے، اس لیے کہ اس نئی دنیا میں جیت کی نہیں ہے۔ نئی نئی سمیت ہمارا پٹا ملک بھی چوپ میں  
سب سے کم آیا دیکھتا ہے۔ جنوبی امریکہ کے دس ملک میں سے صرف ایک ملک، یورگوئے (Uruguay)  
میں مارڈے اور نئی لینڈ سے نیا دو گھنٹہ کی دوری ہے، جب کہ یورگوئے کی بھی آبادی سویڈن سے کم گھنٹہ  
ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جنوبی امریکا میں سرحدی تنازعات کبھی تھے چٹکے نہیں ہوئے جیسے کہ یورپ میں  
ہوتے ہیں۔ وائس، وینیو کا کوئی اور حصہ سرحدی تنازعات میں ایسے دوستانہ بندوبست کی کمی نہیں کر سکتا  
جو اکثر ویشٹ بائی سے حل کیے جاتے تھے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ انیسویں صدی کے دور میں، یعنی امریکا  
کاٹلی کا گھانا سا بن گیا تھا۔

ہسپانوی غلبے سے آزادی کو جدوجہد میں۔ یعنی امریکی ریاستوں کو شمال کی پٹی کی جمہوریہ  
ریاست ہائے متحدہ کی حمایت حاصل تھی۔ 1830 میں صدر منرو (Monroe) نے پناہ گزینوں کی حمایت کو  
کر رہے تھے۔ متحدہ امریکی حکومت کے کئی حصے کو یورپی نوآبادی بنانے کی اجازت نہیں دے گی۔ اس بیان کا  
اعلانہ کیا گیا اور اس طرح امریکا اس قدر کی سے نکلا جو فریقہ میں ہو چکی تھی، اور کسی حد تک ایشیا میں بھی  
بعد میں دونوں [بر، عظم] کی طرف سے قانون کے درمیان شہرہ کی جدوجہد کا نشانہ بن گئے۔

جدید ہی ایک دلاق، یہ کم از کم امریکی جمہوریتوں کے درمیان منظر تعاون، کا تصور ابھرے۔ آزادی کا  
تعمیمیں یہاں بوریو (Simón Bolívar) اس خیال کا سرگرم حامی تھا، اور مارٹن کے اوراق میں اس کی تنظیم  
بنانے کی بہت سی تجویز اور پیشکشیں کی گئیں۔ تاہم، 1889 میں، ان میں سے ایک کی شکل ابھرنے  
شروع ہو گئی تھی، جب ریاست ہائے متحدہ کے سیکریٹری آف اسٹیٹ جیمز بلین (James G. Blaine) نے  
، انگلینڈ میں ایک کل امریکی اتحاد کا ترغیب دہانی، جو اس سلسلے کی پہلی کانفرنس تھی، بعد میں جس کے کئی اعلان  
منعقد ہوئے تھے۔ پچھلے بننے کا روئی مدد دیا۔ اس کی صورت میں ارجمندوں کے دارالحکومت میں ایک  
کانفرنس کا انعقاد ہو گیا۔ بہت ترے کے سرحد کا ترسیل کی ایک تنظیم کی بن گئی ہے جس کی ایک روز  
بہت جلدی ہے۔ اس کل امریکی اتحاد کے اہلکار واشنگٹن میں کانفرنس میں۔ اس نے امریکی ریاستوں کے، چین  
یا کسی تعاون کے کئی سوارات کا مطالعہ کیا ہے، جن میں عوامی صحت، دانش ورانہ نمائندے سے متعلق قوانین اور  
ادارات شامل ہیں۔ اور کل امریکی ریاستوں کے قریب بھی، جو جنوب سے شمال تک تمام ریاستوں کو آپس میں  
ملنے کی اس اتحاد نے اس سے متعلق قوانین میں بھی یکجہتی کی ہے، مثال کے طور پر بین الاقوامی تجارت کی  
ترقی اور تجارت میں۔

یا ہی حقائق پیدا کرنے کی کوششیں کی ابتدا ہی میں اتحاد کو ایک مشکل مسئلہ درپیش ہوا: چین شمال کی  
طاقت اور جمہوریت اور چین امریکی ریاستوں کے درمیان تعلقات۔۔ یعنی جمہوریتوں کو تیرہ پیرا سو تو کہ کل  
امریکی اتحاد دیکھنا اس واقعہ کے مدد بین کے استعماری مداخلت کے لیے ایک آہٹ بھانے جیسا ہے۔  
اتحاد کا مقصد بین الاقوامی امریکی استعماریت کے برعکس دہشتے میں شامل تھا، ایک پانچویں کے تحت بعد میں جس

پہ ایک مخصوص طاقت کے ساتھ، زمین میں عمل کیا گیا۔ اس شاعری امریکی استعاریت کے سب سے مشہور نمائندے جیسے نورمنڈیٹ نے مزہ کے 1823 کے اعلان کو ریاست ہائے متحدہ کو دیا جانے والے ایک حق کی صورت میں دیکھا، جس کے ذریعے دو جنگی ہائے کی کہ مغربی نصف کو دشمن میں واقع تمام ریاستیں باقاعدہ ایک حکومت قائم کریں گی، جو اپنے ممبروں میں شاعری امریکی ماحولوں کے قہقہوں کا دیار اور ماحولیاتی سرمایہ کاری کو محفوظ فراہم کریں گی۔

اس تشریح کی لاطینی امریکی ریاستوں میں سخت مخالفت ہوئی اور براہ راست مارشال کے وطن ریچٹا کی نے، جو لاطینی امریکی طاقت اور منظم ریاستوں میں سے ایک تھی، اس مخالفت کے خلاف جنگ کی ہتھیائی کی۔ اس میں منظر میں میں سرمایہ دارانہ ممبروں کے کام پر نظر پڑتی ہوئی۔

انہوں نے اپنی معاشی زندگی کوئی دینی پروفیسر کی حیثیت میں شروع کی، اور کوئی دینی ہی سے وہ سیاست میں داخل ہو گئے۔ فرانسیسی زبان میں اپنے سب سے اہم ممبری کا 'La Crise de la codification et la doctrine argentine de droit international' نامی ہے، جس کا ترجمہ ہے 'The Crisis of the Argentine Doctrine of International Law'۔ اس میں ریاست ہائے متحدہ نے خود تخلیق کی ہے، اور اس پر عمل شروع کر دیا ہے۔ اس کے بعد اس میں ریاست ہائے متحدہ کی پالیسیوں میں ہونے والی تبدیلیوں، پہلے جنہیں ان کے ذمہ انڈاز میں صدر مارٹن کے خلاف کر لیا تھا، اب فرانسیسی ریاستوں کا کھیلے ہندوں، ریڈواتر سے تعاقب کر رہے ہیں، اور براہ راست کے لیے بہت اطمینان کا باعث ہیں۔ یہ تبدیلیاں مکمل امریکی اتحاد میں ان کو ایک زیادہ دینی کام کی طرف لے گئی تھیں، جس پر اب امریکی استحصال کا بیرونی ہونے کا صرف شہرہ نہیں رہ گیا ہے۔

میں سرمایہ دارانہ ممبروں کے ملکی کام سے ہی چپکا نہیں رہا، اس لیے ریاست کے میدان میں بھی ان کا کام زیادہ قابل قدر رہا ہے۔ وہ نو عمر کی میں سیاست میں داخل ہو گئے تھے۔ مشکل سے میں نے اس کے بارے میں گئے جب انھیں پارلیمان کی رکنیت کے لیے منتخب کر لیا گیا تھا، اور 1917 تک وہ وزیر تعلیم و اصفاف بن گئے تھے۔ جیسے کہ آپ جانتے ہیں، عالی جنگ میں رجمنٹ کی غیر جانب دار ہتھیاری دوتہ۔ یعنی امریکی ریاستوں کی طرف اس نے بھی تنازعے میں ریاست ہائے متحدہ کی جگہ لی تھی۔ اس کے باوجود اس کو یورپ، ایشیا اور امریکا کے بارہ غیر جانب دار ممبران سمیت ایک آف نیشنز میں شمولیت کی دعوت دی گئی تھی، اور ریچٹا کی کو 1930 میں بننے والی پہلی اسمبلی میں بھی درجے کی میزبانی حیثیت دی گئی تھی۔ ارچٹا کی کے مندوبین نے درخواست کی کہ ایک کے ممبران میں تبدیلی کی جائے جس کی مد سے کسی بھی ریاست کو بغیر جنگی درخواست اور رائے شماری کے ایک میں داخلے کا حق ملتا ہے۔ جب یہ تجویز فوراً منظور نہیں ہوئی اور کسی طرف سے اس کی حمایت بھی نہیں ہوئی تو ارچٹا کی نے اسمبلی سے علیحدگی اختیار کر لی اور گئی جس تک اس کی نشست خالی رہی۔

اس کے باوجود International Labor Conference میں اس وقت تک اپنے نمائندے بھیجا ہوا اور 1928 میں سمعے سے ویدراماس کو نہ صرف اس کے وفد کی رہنمائی کرتے دیکھا بلکہ ان کو کانفرنس کا صدر بھی منتخب کر دیا گیا۔ اس حیثیت میں ان کو جنیوا کے ورکشاپ کا تھیل سے مطالعہ کرنے کی ضرورت پیش آئی، اور اس طرح انھوں نے بین الاقوامی امن کی سیاست میں عملی طور پر حصہ لینے کی تیسری شروعات کی جو ارجنٹائن کے وزیر خارجہ بننے کے بعد ان کے کام آئی، جس عہدے پر وہ آج بھی فائز ہیں۔

وزارت کے عہدے پر ان کی تعیناتی کے چند روز کے اندر ہی ریجنٹن کے مسیہ مکمل ہو گیا اور ویدراماس کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ اس جنگ نے تو تر سے ان کو اپنی طرف متوجہ کیے رکھا۔ وہ بین الاقوامی قانون کے عام اصولوں پر مامور تھے اور اس تجربے کی بنا پر وہ موجودہ دنوں ایک آف نیشنز اور کل امریکن اتحاد سے انھیں طرح پر وقف تھے، اور وہ جنگ اور امن کے متعلق سوالات پر ریاست ہائے متحدہ کے مخصوص موقف سے ملے گاؤں تھے۔ اس لیے انھوں نے ان تینوں مسائل کو آپس میں مربوط رکھنے کی پوری کوشش جاری رکھی تھی۔

مطلقی طور پر سوچنے والے ”رہنمائی“ کی طرف، جو خود وہ ہیں، انھوں نے اپنے خیالات کا اصولی اظہار شروع کیا، اور اپنی وزارت خارجہ کے کچھ بڑے جنگ مخالف معاہدے کے لیے کام جاری رکھا۔

ان کے [تحریر کردہ] پیسے دو ممالک، معمولی ترش خراش کے ساتھ بین الاقوامی قانون کے ان ہی اصولوں کا اظہار کرتے ہیں ریاست ہائے متحدہ جن کی توثیق حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے؛ پیدا، جس میں بدقسمتی جانتا نہ جنگ کی صورت کی گئی ہے۔ جو کیلگ-بریڈ (Kellogg-Briand) معاہدے کا مرکزی نقطہ ہے، اور پھر، جس میں بعد قاتی توسیع پر سرحد کی تبدیلی کی توثیق کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور وہ امن طریقوں سے نہ کیے گئے ہیں۔ نام نہاد ”اسٹیمس نظریے“ کے مطابق، جو صدر ملڈور اور کیو کی آف اہمیت بنی اسٹیمس نے 1932 کے پوریائی تہذیب کے ذریعہ بنا کر پیش کیا تھا، اور بعد میں ایک آف نیشنز کی اسٹیبلشمنٹ نے، اسی تہذیب کے نتیجے میں اسے اپنے ایک خاص اہمیت میں منظور کر لیا تھا۔

اس طرح ساویدرا لاماس اپنے معاہدے کے لیے ریاست ہائے متحدہ کی اصولی حمایت کے متکاثر رہے تھے۔

کیلگ معاہدہ اور اسٹیمس نظریہ دونوں سرور، جنہی، خاص اصولی نوعیت کے اعلانات تھے۔ ساویدرا لاماس کا جنگ مخالف معاہدہ اس سے چند قدم آگے جاتا ہے؛ اس کی دفعہ کا مطالبہ کرتی ہے کہ وہ ریاستیں جو کسی تہذیب سے ملوث نہیں ہیں، جس میں ایک سے زیادہ ہیں، دفعتاً 1912 میں مقررہ کی گئی ذمے داریوں پر ایک مشترکہ رویہ اختیار کرنے کی خاطر بین الاقوامی قانون کے مطابق، سیاسی، قانونی اور اقتصادی پابندی عائد کرنے سے باز رہا کرتی ہیں تاکہ تہذیب ختم ہو جائے، تو وہ عمومی رائے سے رجوع کر سکیں گی، مگر کسی بھی صورت میں جاہلیت نہیں کریں گی، اور خود وہ دستاویز جو پانچ برس کے ان تینوں دہائیوں کے جو

دوسرے معاہدوں کے مطابق ان پر لگا کر ہوتی ہیں۔

لہذا، جنگ مخالف معاہدہ کیلنگ معاہدے اور آئینس نظریے کے نظام کے ذریعہ کا ماستر اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ ان اصولوں کو لاگو کیا جاسکتا ہے جو ایک آف نیشنز میں بتائے گئے اصولوں سے زیادہ سخت ہیں۔ لہذا یہ معاہدہ دونوں میں سے کسی نظام کو رد نہیں کرتا، بلکہ ان قوموں کے درمیان شراکت کا ماستر معاہدہ کرتا ہے جو اس وقت تک پسے نظام کو اختیار کرنے کو فوقیت دیتی رہی ہیں۔  
 بالخصوص ریاست ہائے متحدہ۔ اور وہ یہ کہیں جو دوسرے طریقے کو پسند کرتی رہی ہیں۔ یعنی ایک آف نیشنز کی روک ٹوک رہی ہیں۔

اپنے معاہدے کی قبولیت کو یقینی بنانے کی ان کی اپنی کوششوں سے ثابت کر دیا ہے کہ ساؤدہ ماہ نامی ایک ہوشیار اور مدہ میں سفارت کار ہیں۔ انھوں نے ایک مذہبی تقریب میں، جسے انھوں نے ۱۰ اکتوبر 1933 کو لاہوت چارٹی سے سٹوڈنٹ میجر (Rio de Janeiro) منعقد کرایا تھا، پسے چھ۔ یعنی امریکی ریاستوں کے دستخط حاصل کرنے کے لیے اس اقدام کے ذریعے انھوں نے مذاہل کی طاقت اور وحدت حاصل کرتی تھی، جو بنیادی امریکی ریاستوں میں سب سے بڑی ہے، جس نے وہی ہی قبل ایک آف نیشنز سے معاہدہ اختیار کر لی تھی۔ اور ماؤدہ ساؤدہ ماہ نامی نے Nonvideo میں منعقد ہونے والی امریکی ریاستوں کی کانفرنس کے ایک خاص جلسہ میں اپنے معاہدے کی منظوری حاصل کر لی۔ اس کانفرنس میں جسے ریاست ہائے متحدہ نے امریکی نمائندگی کے چھ ممبرین ریاستوں کے لیے منعقد کرایا تھا، اس کے پتے سیکریٹری آف اسٹیٹ کا رٹیل کی پالیسی کے طمانت نامی حیثیت میں موجود تھے۔

اس سال، یعنی 1933 میں، ساؤدہ ماہ نامی ایک آف نیشنز کے لیے اپنی حکومت کا رویہ تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئے، اور جن کی نے تیرہ ممبرین قبل جس سے معاہدہ کی غیور کرتی تھی۔ اس طریقہ کار میں ایک کی سیکریٹریٹ کو متعلق کرنے کے قابل ہو گئے تھے کہ سب ارجینٹائن ایک آف نیشنز کی سرکاریوں میں حصہ لینے کا خواہش مند ہے۔ وہ یہاں سب جانتے ہیں، چونکہ [Matthew 18:12-13 کے مطابق] آسمانوں میں ٹانفے تانبا گاراں میں سے جنہیں توبہ کرنے کی ضرورت ہے، ایک تانبا کی توبہ پر زیادہ بخشنے منافی تھی، ارجینٹائن کو بھی اس کی توبہ کا حق مل گیا۔ اس کو فوراً ایک نو کاؤنسل میں شمولیت کے لیے منتخب کر دیا گیا، جہاں تین برس تک اس کی مخصوص نشست رہی، جو پچھلے تیرہ میں شروع ہونے والے اجلاس میں ختم ہوئی ہے۔  
 یہ جنگ مخالف معاہدہ جنوری 1934 میں ایک آف نیشنز کانفرنس میں واقعہ پیش کیا گیا اور اس کو قی پذیر افقی کی کہ اس کے تجربے کرنے والے کو یقینی طور پر بہت بخشنے ہوئی ہوگی۔ اس معاہدے پر ماؤدہ سمیت امریکا سے باہر کی تمام ریاستوں نے بھی دستخط کر دیے تھے، اور سب تک ان میں سے پانچ نے اس کی کوشش بھی کر لی ہے۔

مگر بہت آسانی سے قیوں کر سکتے تھے کہ ساؤدہ ماہ نامی اپنے اس معاہدے کو ایک آف نیشنز کے

معداے کی توسیع کر دیتے ہیں گئے، اور دنیا بھر کی جو کمینیاں تہذیب دہینے اور جنگ سے دور رکھنے کے لیے ایک سے دوسرے ممالک کو ایک کے معاہدے میں بیٹھ کر بیٹھ گئے مطالبات سے کم ملت مطالبے کے خلاف کے ذریعے ایک میں لے آئے گا۔

اس حقیقت میں ہمارے پاس نئے ذریعے کا ثبوت موجود ہے کہ انھوں نے پچھلے تجربے میں اپنے معاہدے کو کبھی کے بنائے ہوئے کمیشن کے سامنے پیش کیا تھا کہ معاہدے کے اصولوں کو نافذ کرنے کے لیے بہتر طریقے تلاش کرنے کے لیے چھان بین کی جائے۔ یہاں ایک سوال یہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے کہ کیا معاہدے کے مابین کا معاہدہ اس بات کے مسئلے کے حل میں فیصلہ کن حیثیت کا حامل ہو سکتا ہے۔ یہ معاہدہ ایک وقت نافذ العمل ہو سکتا ہے جب کوئی جنگ شروع ہو جائے، اور جنگ کو روکنے میں سب سے اہم کام سکر ہوتا ہے۔ مصلحت کے ذریعے امن قائم کرنے کے طریقے تلاش کرنے کا عمل اس کے کہ جنگ طوفان کی طرح آتا ہے۔

جب 18 جنوری 1934 کو ایک کی کانفرنس میں جنرل کا جنگی ملک معاہدہ پیش کیا تو یہ معاہدہ وزیر خارجہ سر جان سائمن (John Simon) نے اس موقع پر یہ بحث اٹھایا کہ کیا یہ معاہدہ اب خصوصی دلچسپی کا باعث ہو سکتا ہے، اس لیے کہ کانفرنس کو ہی اجلاس میں "دنیا کے اس علاقے میں جہاں زیادہ تر دیکھ کر دینی طاقتیں رقی ہیں" ایک مشکل تہذیب کا سامنا ہے۔

اس مرحلے پر یہ واضح کرنا کچھ ضروری نہیں کہ معاہدے مابین کو اس حقیقت کا ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اگرچہ ان کوئی دو سطحوں میں سے تھیں جنہوں نے معاہدے پر دستخط کیے تھے، مگر کچھ نے اس کی توثیق نہیں کی، اور یونین نے یہ جو فی 1935 سے قبل اس کی توثیق نہیں کی تھی۔ لہذا جنگ میں ملوث دو ریاستوں کے معاہدے میں معاہدے کو نافذ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ انھیں موقع کا، بھلا رہتا تھا۔ مگر مئی 1935 میں انھوں نے معاہدے کے مطابق طریقہ عمل اختیار کیا اور برازیل، چلی اور پیرو کے سفارت کاروں سے پتہ چلا کہ ان کی مداخلتیں نہیں اور عام نوعیت کا مساجد کا مشورہ کر دیا۔ ایک کانٹا کمیشن قائم کیا گیا، جس میں فرانسیسی کے مسائل کیے گئے تھے اور جن کی سے، اور جن دوسرے ممالک سے، جن سے پسے کی بات کیا جا چکا تھا، اور ریاست ہائے متحدہ اور یوگوائے سے، اور اس کمیشن کے صدر خود ساویدرا لاماس تھے اور یوگوائے اور پیرو کے ہزارے خرچہ کو کمیشن کے حکمرانوں میں مبادلہ کرنے کے لیے رغبہ کیا گیا، اور بارہویں جون 1935 کو یونین کی بیانات پر دستخط کیے گئے جن سے جارحیت کا خاتمہ ہو گیا۔ پھر کام اس وقت ختم ہوا جب بعد میں دونوں شریک جنگ ممالک نے حتمی بندوبست کو قبول کر لیا جس میں شروع کی گئی تھی کہ امن کے معاہدے کے آغاز میں اختلاف کا فیصلہ ایک کی عالمی عدالت انصاف کرے گی۔

اس امر کو یاد رکھا جانا چاہیے کہ معاہدہ مابین کے جنگی مخالف معاہدے کے میں اسٹو بر اصولوں کا عمل انجن جنوری امریکا کی زمین پر اور جنرل ان کی قیادت میں ہوا تھا۔

وزیر خارجہ اور ریجنل ٹیڈ کے قاتل کی حیثیت میں سراہا۔ اس نے ایک آف نیشنز کی جاپا اسمبلی میں شرکت کی تھی۔ امن کے لیے ن کے کام کے اعتراف میں اسمبلی نے انھیں اپنا صدر منتخب کر دیا۔ پتے اشتعالی خطاب میں انھوں نے اس حقیقت کی طرف اشارے کیے تھے کہ چند امریکی ریڈیو سٹیشن، جن کے درمیان منسلحت پر انھوں نے توجہ دی تھی، جنوبی امریکا میں جنگ کو ختم کرنے کے لیے مذاکرات میں کامیاب ہو گئی تھیں اور یہ بھی کہ ان چھ ممبروں سے دو ریڈیو سٹیشن، ریاست ہائے متحدہ اور برازیل، ایک آف نیشنز کی رکن بنیں۔ انھوں نے مزید کہا تھا، "اس بات کا امکان موجود ہے کہ کئی ٹھوس معاہدے میں جسے ناٹو کی ضرورت ہو، ہار کی ایک سے دہائی قومیوں کا تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے۔" اس سے امن کی سلامتی کاری میں ایک معنی خیز نشانہ مادی کا متذکرہ رہا ہوگا۔ جس میں اس کو ایک جہاگاہ نہ بد غیر معمولی واقعہ نہیں بلکہ وہ کچھ سمجھنا چاہیے جو کہ دن اصولی کی حیثیت اختیار کر جائے گا۔"

اس قسم کا یون دیتے ہوئے اس دور میں اس نے مستقبل کے لیے ایک ممبر کا حقین کر دیا ہے۔ وہ بھی [سیاق] اندی کے آغاز میں تھا۔ سیاست میں ان کی جاپا کمیونٹی میں اس میدان کا مستقبل بناتی تھا کہ ان کی غیر معمولی قوت اور مقصد کی وحدت ان کو اس قابل بنائے گی کہ وہ قوموں کے درمیان کچھ معنوں میں دیر پا امن قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

ماروینی فوٹس سمیں کے نائن Christian Louis Lange کی نیو ی

## ریڈیائی خطاب

(کارلن سارا ہر۔ اس 10 نومبر کو موبوں منعقد ہونے، فی مقرر یہ تعجیل میں شریک نہیں ہوئے تھے اس لیے کہ اس وقت وہ نیٹو آفرس میں ہوئے تھے) Inter-American Conference for the Maintenance of Peace میں صدارت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ جب 25 نومبر کو اس دورے کا اس کے لیے، جو پچھلے جنوبی امریکی تھے فوٹس امن انعام دے جانے کا فیصلہ امریکی میں اعلان ہو تھا تو اس خبر کو سہ پہل کوئی خانہ جنگی اور صدر روزنوویت کی کانفرنس میں شرکت کی خبروں پر سبقت دی گئی تھی۔ ریاست ہائے متحدہ کے قومی نشریاتی ادارے نے سارا ہر۔ اس کو ریاست ہائے متحدہ کے عوام کے لیے انعام کے مستند پریڈیوٹی پیغام دینے کی دعوت دی تھی۔ 29 نومبر کو مٹا مینس آفرس سے انھوں نے ایک مختصر پیغام دیا تھا جو NBC کے نشریاتی ریڈیو کے ذریعے پوری ریاست ہائے متحدہ میں نشر کیا گیا تھا۔ سہ پہل کوئی نیو یارک میں جانے والے ان کی تقریر کے بعد اس کا انگریزی ترجمہ کل امریکی اتحادیوں اور اتحادیوں کی کے ڈائریکٹر جاکوٹو (L S Rowe) نے پیش کیا تھا۔ چوں کہ اپنی خصوصیت میں یہ پیغام تقریر، قیودیت جیسا ہے اور چوں کہ سارا ہر۔ اس فوٹس خطبہ نہیں دے سکے تھے اس لیے پیغام کا متن پیش کیا جا رہا ہے۔ اس پیغام کا متن ہو



ہر جیوی ہے جو نیچا دکھائو نے 30 ڈیڑھ کوٹھالی کی تھا۔

”میں نوٹس امن کے لیے ہامزد کیے جانے کو اپنے لیے ایک بڑا اعزاز محسوس کر رہا ہوں۔ اس امتیاز کے لیے میں کوئی قرض تو جمع پیش نہیں کروں گا، بلکہ اس کو اپنے ملک کی اعلیٰ معیار کی خارجہ پالیسی سے ہی منسوب کروں گا۔“

یہ سچ ہے کہ میں نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ یہ کامیابی میں ہاتھ بٹانے میں صرف کیا ہے اور میں آدرش کے حصول کے لیے، اور ایک امر کی باشندے کی حیثیت میں، جس نے امن کی ترقی کے لیے ہونے والی پانچ کانفرنسوں کی صدارت کی ہے، میری خواہش ہے کہ میں اس کو سب سے بڑا عظیم کی قوموں کی تمناؤں کی تشریح سمجھوں۔ امریکا امن کی دنیا سے اور اس کی جتنی غور ہے اس کے نتائج کا تو بڑا عظیم بنا دیا جاتا ہے۔

اس اعلیٰ ترین مقصد کی پھر فی کوئی طریق بھی ممکن نہیں اور انسانیت کی دنیا نہیں بنانا چاہیے، اس لیے کہ اس کا نکتہ مل، جو جس میں جی سے تھا کہ یہ اس کی محاسبات کے ذریعے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے تھے، دنیا کی زندگی بہ امن حیثیت نکل جس کا شہرہ و رطل ہوا ہے۔

امن مجھے وزارت خارجہ کی معمولی گوشیش کے ذریعے ہی حاصل نہیں ہو سکا، اگر وہ یہی میدان میں اپنے مقصد کو دوامی ہوں یا کاروائی، مذہب کی معادلت تک کی محدود رکھے۔

اس مقصد کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ قصائی اور سماجی مضامین کو بھی ذہن میں رکھا جائے۔ یہ ایک کاروائی کا مسئلہ نہیں تھا جب معاشی و سیاسی نے یہ اصول تجویز کیا تھا کہ سماجی امن کو زیادہ بڑے سماجی انصاف کی بنیاد پر قائم کیا جانا چاہیے۔ وہ دو مقابلہ، جسے کبھی بھونچا جاتا ہے، ہمیں مجبور کرے کہ ہم ہمیشہ اجتماعی انسانیت کو زیادہ تحفظ دیا، دیکھیں اور زیادہ دو معاش فراہم کرنے کی کوششیں بنائیں۔

بے روزگاری ایک بڑا سبب صوفی ہے۔ وہ آئینی جو امید کی کے عالم میں کامیابی کرتا پھرے تاکہ وہ اپنے بچوں کو وہ وقت کی روٹی میں کر سکے، تمدن کی ساریش کے لیے ایک نذر و نشان ہوا ہے۔ اقتصادی حالت، پھر بھی ترقی کی سبب سے بھرتے ہیں، ورلڈ وین میں فعال، قومی خود غرضی، ریکوئیشن اور مزاحمتیں جو انسان اپنی کورچشمی کے باعث ہیں، قومی تجارت کے ماستوں میں پیدا کرتا ہے، نصرت کے خوف ہوتی ہیں، جو یہ جانتے ہوئے کہ دولت کی ماحول تقسیم اور اس کی علاقائی تقسیم میں تفریق ہوتی ہے، پیداوار کے لین دین کا ذریعہ قائم کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

اسی ہے ترقی کی بنیاد کی وجہ ہوتی ہے بغاوت کی، احتجاج کی و تخریبی کاروائیوں کی۔ اس کا قلع قمع کرنے کا مطلب ہوگا ان نیتوں کا اثرات جو شدت کی حد تک اور اس کی بے قابوئی اور ماحول کی وجہ ہوتے ہیں، جن کا مقصد ہوا ہے مزاحمت کی فراہمی اور ان کا احاطہ کرنا، یعنی، خواہ کو پہنے مقصد کو کنٹرول کرنے کا ناقابل انتظام حل کرنا، یہ اس کے برعکس ان کی زار و تار کی تیرت، اشتراکیت یا لائفا نویت میں تباہ ہو

جانے کے لیے چھوڑ دیتا۔

دو من کے لیے بے چین ہے اس کو [امن کی زندگی کی ضرورت ہے جسکی نہ مٹی کو بارش کی، تا کہ اس میں سے ایک بار پھر نئی زندگی صوب ہو اور آدمی کو گھر کا پڑوسرت لطف سے اور دودھنت کے راستے پر سکون سے آگے بڑھے۔

ہم ایک نئی جنگ کے مابعد حالت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ تین صدیوں کی کوشش سے جس پارچے کو تین رہا ہے وہ اگر ایک بار بکھر گیا، تو اس کی دوبارہ بہت مشکل ہوگی۔ اس کے ٹوڑے ہوئے چارے کے نیچے دو متولی مہمیت ہے، وہ بے مثال نظم ہے جو تین ترین تمدن کے مرکز کی تھوڑی سیڑیوں سے بھرتا ہے جس میں وہ تہائی کے نشے میں گر چکے ہیں، دوران کا خوب صورت ترین وجود تھا، سوچنا ہے۔

حارصیت کی جنگ، وہ جنگ ہوتی ہے جو اگر کسی کے ملک کے تقدس کے لیے نہ ہو تو ایک جہاں قیام ہے۔ اس کے نتیجے میں جو کچھ مفلس ہو رہے ہیں، ان کے انیسویں صحت جاتی ہے اس میں شہادت و بیہوازم جیسی بہتر کے رونی بات نہیں ہوتی جس پر سمجھنا چاہئے۔ جنگ یا ہی قومی مفادات کے بارے میں ہم بھی پوریست کرتی ہے، اس کا مطلب ہوتا ہے تہذیب کی بچاؤ، بلکہ اس کی مکمل تباہی۔ یہ بہت کا افسوس اور غلط اہمیت ہوتا ہے اس کی موٹا بہت کا مخالف نکس ہوتا ہے جو دنیاوی کے وجود ہمارے اس مایہ ناز موقیے پر بہتر بنانے کی کوشش کو ظاہر کرتا ہے۔



# کارل فان آریٹسکی

## اعلان تجلیل

کارل فان آریٹسکی جنہیں 1935 کا نوٹس انعام دیو گئے تھے وہ کسی سپاہی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے۔ وہ اشتراکی نہیں بلکہ وہ کسی بھی انداز میں قدامت پسند تھے۔ دراصل ان کے کسی قسم کی سیاسی وابستگی منسوب نہیں کی جاسکتی۔ اگر مجھے ان کی شخصیت کے بارے میں پانڈیتی تاثر دینے کے لیے کہہ دے تو میں کہیں کہوں گا کہ وہ ایک روشن خیال شخص تھے یا آپ بہتر سمجھیں تو انھیں ہمارے دیہاتان کا روشن خیال گھرانہ تھا جس قسم کے تعارف سے میری مراد انھیں ان کی روشن خیالی نہیں بلکہ ایک بالکل مختلف قسم کی روشن خیالی سے محبت کی ایک فروزاں مشعل آرائی تھی۔ انھیں رابرٹس قسم کے روحانی میدانوں میں آرزو مسابقت پر ایک محکمہ نہیں کی بلکہ ایک وسیع بین الاقوامی مندرجہ کی علامت کی قوموں کی اقدار کا احراز کرنے کی پوری سبب پر محیط ہے۔ ان کا موضوع۔

آریٹسکی کی زندگی یہی کہ وہ قوم پرستوں میں پایا جاتا ہے، اور میں غیر ضروری گھر سے آپ کو استا دینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

انھوں نے [پاکستانی] جنگ میں ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے حصہ لیا تھا۔ جنگ نے ان کے اس پسندیدہ خیالات کو ہٹا دیا اور انہیں ریٹائر کیا دیا، جس پر انھوں نے ایک عرصے تک غور کیا تھا۔ جنگ کے ختم ہوتے ہی انھوں نے خود کو ان کے کام کے لیے وقف کر دیا۔ جنہوں نے وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے وہ تحریک چھوٹی تھی جس نے "اب جنگ نہیں ہوگی" کا نعرہ دیا تھا۔ وہ جنہوں نے سن سو سال کی عمر میں لڑائی لڑی تھی، جس کے بعد انہیں آکٹر گڈ (Quidde) تھے جنہیں خود بھی بعد میں نوٹس انعام سے نوازا گیا ہے۔ [گھر] ان کی کام آریٹسکی کو منطقی نہیں سمجھا۔ انھیں ان کی اصل، کارہیافت میں رکھائی دیا۔ وہ اس طرح، سیریل کی کامیابی کا مجدد و چھوڑ دیا۔ یہی وقت وہ مدت و مدت کو جوانی پیٹ کر رہے تھے اور انہیں رابرٹس کے میدانوں میں لے

گئے۔

میں بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے پاس کے خلیفہ تھے، مگر جس کار میں انھیں بہتر طور پر جانا جاتا ہے وہ ایک صحافی اور مضمون نگار کا ہے۔ وہ ایک مائے بولے ادیب تھے ان کا انداز تحریر چمک وانیس، اور کٹ کاٹ و رفلز کا ہوتا ہے۔ ان کا میدان وسیع ہے، جدید سیاست کے تمام پہلوؤں پر لکھتے تھے، مگر ان کے خیالات کا انداز سب سے زیادہ امن کے متضاد ہوتا ہے۔ ان کا مرقوب تھیو رینج ہے۔ چارنگ وارانہ، بلی کی بحیرت سے لے کر ایک مکی خصوصیت ان کے انداز تحریر کی پہچان تھی۔ اور کچھ تو یہ ہے کہ ان کے انداز میں کوئی سیدھا چھپا ہوا ہے، جو لوگ ان سے واقف تھے ان کے نزدیک مکی ان کی خصوصیت ہے۔

اس کے وجود میں آئی بھی ان کی برکت و رہائی میں کیے گئے ان کے مہمان کو پہنچنے سے پہلے ان کی حیثیت میں ان کی اہمیت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایک صحافی کا کام بھی سلیج پر کام کرنے والے [انکار] سے ملتا جلتا ہوتا ہے، کہ وہ بھی وقت موجود میں رہتا ہے، کہ اس [کے کام] کی ضرورت نہیں کی جاسکتی۔ ایک صحافی کے کام کا کچھ جمع ان دھندلے ہوئے حوالے میں نہیں رہتا جسے آپ، اگر اس کی رحمت کو دیکھیں تو، خوش کر کے پڑھ سکتے ہیں۔ ایک صحافی کے بھرپور جمع، سلیج فن کا مکی طرف، ان کا اثرات میں ہوا جو وہ دہریاں کے دہریوں پر چھوڑتا ہے۔ ایک چارنگ کار ہمارے ذہنوں میں رہتا ہے، ہمارے نزدیک ان کی شگاف یا دو اشتوں میں، ملاقات میں جو وہ ان کی نسوں کے لیے چھوڑ جاتا ہے۔ چھوڑا یہ صحافی کے محلے میں بھی ہوتا ہے۔ ہم ان کی قوت کو جن سے پہلے واقفیت تھی، انہوں نے اخبارات میں بڑھ کر [اخبارات] پڑھ سکتے ہیں، ورنہ کے حوالے اب بھی ذہن کے تازہ کو تازہ کر سکتے ہیں، اس قوت حیات وراس حرارت سے، جو وقت کا گلاب ان میں بھر دیتا تھا۔ مگر زندگی کی چٹائی تم ہو جاتی ہے، اس لیے کہ الفاظ اپنے وقت کا سرمایہ ہوتے ہیں۔

مگر تو زن رکھتے ہوئے، ہمارے پاس ان کی گوی کی پوری حالت ہوتی ہے جو ذہن میں ان کی جگہ کرتے ہیں اور جو ان سے متاثر ہوئے تھے۔ اسی گوی کے تحت سنے متفرق ہوتے ہیں اور ان کے اعداد و شمار اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ میں ان کو اس موقع پر تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا۔ میں آپ کی قیہ ایک قابل فور حقیقت کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں، ان سے پہلے ذہن تمام پانے والوں میں سے کم از کم چھ ادا نے اس انہی کے لیے آریشکی کی مازوں کی حریت کی ہے۔

مگر بہت سے لوگ پوچھ سکتے ہیں کہ واقعی آریشکی نے امن کے لیے کیا اتنا سا کام کیا ہے؟ کیا امن کے جدوجہد کے پھل کے بدلے دوسری کی خدمت نہیں تھی؟

میری فائست میں ایسا نہیں ہے۔ مگر ایسا ہونا چاہی بھی، کتنی عقیم سے اہمیت اس علامت کی ہماری زندگی میں اہمیت میں، سیاست میں، ایمانی معاملات میں، جنگ میں اور امن میں، ہم علامتوں کے اطراف جمع ہو جاتے ہیں۔ میں ان کے طاقت ور اثر کا اندازہ ہوتا ہے جو وہ ہم پر رکھتی تھی۔ مگر یہ کہ تمام ان صورت

میں، شخصیت کے بجائے خدمت قابل ترجیح ہو آتی ہے۔ آدمیوں کا کثرت بیشتر "ہڈل" (Hudel) سے تقاضا کیا جاسکتا ہے، وہ وہ نہ دنا نہ دیا کی پڑی، جو نہایت خوبصورت [وہابی دیتی تھی] جب اس کو سامنے سے دیکھا جاتا، مگر عقب سے بالکل کھوکھلی [ہوتی تھی] خدمت میں ایسا نہیں تھا، اس لیے کہ خدمت خیریت سے پیدا ہوتی ہے اور کسی خیال کو [آگے] لے جانے والا ہوتی ہے۔ خدمت اس خیال کے ذریعے وجود میں آتی ہے جو سے پسے فتن کرتا ہے، دیکھو، بغیر کسی بگاڑ کے، انسان داری سے اس کو منعکس کرتا ہے۔

ہماری شخص میں ایک خدمت کے بارے میں چند مسئلے ہیں جن کا بار بار حوالہ دیا جاتا ہے:

اس لیے بھی کہ وہ عظیم بہت:

ماری چیزوں میں سب سے اعلیٰ ہے:

لاکھوں کے وہ علم اپنا

ایک دن آئی ہو رہا ہے

خدمت کی جیسا کہ ایک قیمت ہوتی ہے مگر آریٹسکی صرف ایک خدمت نہیں سے بلکہ بالکل ہی مختلف ہے، بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہی سے۔ وہ ایک کردار ہے، اور وہ ایک آدمی سے۔

یہی وہ وجود ہیں جن کی بنا پر آریٹسکی کو نوٹس امن خواہ دیا گیا ہے، صرف ان ہی وجود پر جان کی امید رہی کہ ان انداز میں چانچ کی گئی تھی جس طرح کہ وہ دونوں کی ہوتی ہے، دوران ہی اصولوں کے مطابق فیصلہ کیا گیا ہے۔ اگر ہم پیچھے پست کر تمام طریقوں اور صورتوں پر نظر آتے ہیں، جنہیں پچھلے برسوں میں امن انہی میں سے ہے، تو ہمیں مختلف خیالات کی شخصیتیں نظر آتی ہیں، اور ان میں سے کئی نئے، اہم اور جدید جہد سے عبارت ہیں۔ یہ بالکل واضح ہے کہ ایسی مختلف قسم کی شخصیتوں کو انجام دینے کے معاملے میں نوٹس کیل نے نہ کسی سے ہٹی رائے پر تھانے خیال کیا ہے نہ ان کی تمام تکلیفات سے بلکہ تقاضا کا اعلان کیا ہے۔ نوٹس کمپنی کی ہمیشہ یہ خوش نشانی ہے کہ وہ اپنا فرض پورا کرتی ہو، کہ صرف امن کے لیے کیے جانے والے کام کا مصدور دیا جائے، اور کچھ بھی نہیں ہو نوٹس کمپنی ایسا کرنے کے قابل ہوتی ہے اس لیے کہ وہ کھانا خورد پھر دیتا ہے۔ کمپنی کی کو جواب دہ نہیں، نہ ہی اس کے فیصلے کی ذمہ داری اس کے علاوہ کسی اور پر عائد ہوتی ہے۔ اس لیے، اس نے اس کے نوٹس امن کا کام کا کارل فلن آریٹسکی کو دیے جانے کا اعلان کرتے ہوئے ہم امن کے لیے ان کے قابل قدر کام کا اعتراف کرتے ہیں جو۔ کچھ زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں۔

مارٹین نوٹس کمپنی کے رکن Fredrik Sang کی نوبل

(خام پونے والے اپنی خدمت اور نظر بندی کی وجہ سے نہ انہی کو وکیل کرنے آئے ورنہ ٹھہر دیتے)

ان کی غیر موجودگی میں مصدور بلا اعتبار کی گئی تھی۔

## آرتھر ہنڈرسن

### اعلان تجلیل

اس وقت میرافضی یہ نہیں کہیں سچے ممبر اور دوست مسٹر آرتھر ہنڈرسن کی سوانح حیات پیش کریں۔  
لہذا میں اختصار سے کام لوں گا۔

1903 سے 1904 مابین کے زمانے کی حیثیت میں کمپن کے سارجنٹ—ہنڈرسن تیس سال سے نوادہ عمر سے تک بہ طائفہ عظمیٰ کی سیاست میں شامل رہے ہیں۔ پچیس سال کی سیاحتی سفر رانی نہ طائفہ کی یہ پارٹی سے متعلق رہی جس کی ترقی میں دو سو سو افراد شامل رہے ہیں۔ ہندوستان نے اس میں خاصا اضافہ بھی کیا ہے۔ 1908 سے 1910 تک اور 1914 سے 1917 تک وہ بیرون روپ کے پیریمیڈی قائد رہے۔ ہارکلی پوس تک وہ اپنی پارٹی کے سیکریٹری کی جڑ بھی رہے ہیں۔ حال ہی میں، ان کی اپنی خواہش کے مطابق ان کو جہاں کر دیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں یہ جاسکتا ہے کہ یہ کسی طور پر دو سو سو افراد کی جیو دیا حصہ رہے ہیں اور انہوں نے ہمیشہ پارٹی کے وسیع اصولوں کی فائیداد کی ہے، ان پر جس کا اعتماد غیر معمولی درجے کا رہا ہے۔

ان کی شخصیت میں ہماری دلچسپی ہمیں ان کی مکی سیاست کی سرگرمیوں سے ہے، لیکن کل سیاست میں ان کے کام کی طرف بھی متوجہ کر رہی ہے۔

اپنے پارٹی کے دوسرے دوست، ہندوستان سے ہمارے فوجی سیاست دانوں کی طرف دو غیر ملکی سیاست کے طریقوں کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے، جس نے جوپ کوئی مسیح کیسوں میں تفسیر کر دیا تھا۔ اور جس نے اصلاح پذیر قوموں کو 1914 کی تہذیب میں جھونک دیا تھا، جس کو تھیوڈور روزویلٹ نے اپنی 1904 چھ تحریر میں Pomius Plate کی جنگ کا نام دیا تھا۔ [Pomius Plate 26 سے 36 قبل مسیح تک جولین مصلوب کا زمانہ گورنر تھا جس نے مسیح کو مصلوب کرنے کا حکم بھی صادر کیا تھا۔] روزویلٹ کا قول اس جیو دیا تھا کہ یورپ کے تمام مددین نے اپنے ہاتھوں پر بھی زمرے دار کی سیاحت کو دہرانے کی کوشش کی ہے۔ جنگ کی

شرذمات نے اس وقت کے قائدین پر کیا اثر چھوڑا تھا، اس کا مظاہرہ مریٹھ وراٹر سے (Sir Edward Grey) کے رد عمل میں دیکھا جاسکتا ہے، جب اس کی قابلِ تعریف تمام خوشنیتیوں نے اس وقت میں مذکور ت کرانے میں ماکام ہو گئیں، تو اپنی کھینچنے کی میز پر دونوں ہاتھوں سے ٹکے، رستے ہوئے چلے گئے، انھیں جنگ سے غرت کرتا ہوں۔“

چوں کی ضرورت کے پیش نظر اپنے ملک اور اپنی سلطنت کے تحفظ کی خاطر تمام برطانوی سرودہ متحد ہو گئے تھے۔ لارڈ ہڈرسون نے 1915 میں اسکوٹل (Asquith) کو اتحادی حکومت میں شمولیت دینی روبرو تھی۔ اور بعد میں راجارٹ (Lloyd George) کو جنگی کابینہ میں بھی شامل سے۔ مگر 1917 میں کابینہ سے ٹک ہو گئے تھے۔ راجارٹ کا کابینہ سے یہ اثرات و اسل عدالتی تھا۔ کن کا لگی تھا، ان کے ہی میں کن کی خوشنیتی، یہی تھی جس کو کبھی روموں کا تھا۔ انھوں نے راجارٹ کا ساتھ دیا۔ یہ چھوڑا تھا کہ حکومت نے ہیر پارٹی کو سناٹا ہوم میں ہونے والی Socialist Conference میں نمائندہ بھیجئے کی اجازت نہیں دی تھی، جس میں مسٹر براننگ (Branning) نے دوست دشمن سب کو مدعو کر دیا تھا۔

یہ شبہ ان کی سوتی اور ان کی مانے سے آئی کے متعلق ہوئی تھی، جس کی وہ بہت قدر کرتے تھے، یعنی مائیکسٹری گارڈین اخبار کے مشہور مدیر مسٹر اسکاٹ (G P Scott)، جنہوں نے 1916 میں لکھا تھا: ”میں یورپ میں مستقل تقسیم اور وحدت کے خیال کی سے غرت کرتا ہوں، اور اگر میں یہی سب کچھ دیکھتا ہے تو، میرا خیال ہے کہ اگر مستقبل میں مجھے وہی دلچسپی ملے تو، میں اس سے بدتر لگتا ہوں۔ زیادہ پسند کہیں گاہیہ ذاتی نقصان کی نہیں، بلکہ مستقبل میں جنگوں اور دشمنی کے، مقامات کا معاہدہ بھی سے ایہ دراصل یورپ کی بادشاہت ہے، جس کا مطلب سے مہذب دنیا میں غرت اور نظام کے جذبے کی بادشاہت۔“

چار برس کی ماکاٹل یونینوں رینڈی، انتظامات اور تھاپی کے بعد جنگ بند ہو گئی۔ آخر کار ہمیں امن نصیب ہوا، وہ امن جسے ”پچھلی جنگ کو ختم کیا“ تھا، مگر بد قسمتی سے جس پر مندرجہ ذیل جذبے کی مہر لگی ہوئی تھی جسے اسی مسٹر اسکاٹ نے بیان کیا تھا کہ ”یہ مت بھولیے کہ جنگیوں نے وطن پرستی ختم نہیں ہوئی ہے اور یورپ کے کسی بھی عظیم ملک میں شہنشاہیت ختم نہیں ہوئی ہے۔“

ان دنوں کے بعد سے آج تک، جب امن پر دستخط ہوئے تھے، دنیا کو امن کے تئیں کا بھاری وزن محسوس ہوا ہے۔ مائیکل اور تجارتی پاسی میں فحش ترقی رتبہ گئی ہے، اور بے شمار پابندیوں، امتناعی حکام اور نین دین کی مشکلات کے باعث فطری رہنے بند ہو گئے ہیں۔ اور یہی اعتبار سے نئے عہد کی صورت دہی بد گمانیوں، بے اعتباری اور مختلف کے باعث بگڑ گئی ہے۔

یگ آف نیشنز اب صرف امن کے اس تاریک پہلو اور بہتر وقت کے حصول کے لیے ایک دارائی دہی تو ان کی طرح قائم ہے۔ اسی میں ہماری اہم شوق ہے اور یہی بہترین امید سے امن کی تنظیم اور اس کا اختراق دیا، جو سب کو منہ ہمت کے سکات فرام کرتی ہے، یگ آف نیشنز کی دہشت بانی سے جس کے مقصد

سے مصافحت اور امن کے مختصر وقت کے حصول کے لیے جملے کیے جاسکتے ہیں۔

ورائے پشتے پر ہم آرثر ہندرسن کو بہادر ترین اور سب سے نیا وہ فون روٹوں میں پڑتے ہیں۔

آرثر ہندرسن 1924 سے 1925 تک مسٹر مکڈونلڈ (MacDonald) کی کابینہ میں ہم سکریٹری سے تھے۔ مئی 1924 میں انھیں ایک آف نیشنلزم اسمبلی میں [نہ جانیدہ] نمائندہ بنا کے بھیج دیا گیا تھا جس میں وہ Committee of Security and Disarmament کے رکن سے ورہد میں Twelve کے رکن منتخب کر لیے گئے جس نے ان ساریات کی دستاویز ٹراکٹ کا مسودہ تحریر کیا تھا اور وہ انھوں نے سخت موقف اختیار کیا اور اعلان کیا کہ پہلے تو کب اسلحہ جات کو نافذ کیا جائے اس کے بعد ہی تحفظ اور پابندی پر کیے گئے فیصلوں پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

مکڈونلڈ کی دھڑکی کابینہ میں 1929 میں انھیں سیکریٹری کی بجائے خارجہ امور میں لیا گیا اور ان کا اختیار ان کے رسوا اور موثر عمل کے امکانات قدرتی طور پر نہ نہ گئے تھے۔ ان برسوں کے دوران وہ ہمیشہ ذاتی طور پر اسمبلی میں نہ جانیدہ کی سسے نمائندہ کے طور پر پیش ہوتے رہے، جہاں ان کی خواہش اور بار بار دہرائی کہ کچھ مثبت اور قابل ذکر کام کر کے دکھائیں گے۔

لہذا، جب مئی 1931 میں ووتر کب اسلحہ جات کانفرنس کے صدر بنادیے گئے تو ان سب لوگوں نے انھیں امید تھی اور جو یقین کرتے تھے کہ اس کانفرنس سے مثبت نتائج نکلیں گے، اس امر کو ایک محکم ضمانت سمجھا کہ وہ وہاں کے مقدمے میں نہ جانیدہ کے سیکریٹری کی حیثیت پر رہے۔ امور کو اس اہم عمل سے لے کر یہ منتخب کیا گیا ہے۔

1931 کے موسم خزاں میں مکڈونلڈ کی حکومت مختار ہوئی، اور آرثر ہندرسن کوئی برس تک نہ جانیدہ کی سیاست سے دور رہے۔ مگر ان کی ذاتی ایک ذاتی تھے جنہ مدد ہے یہ تھی، اور ان میں لوگوں کا یقین تھا کہ پروردہ عالمی مطالبے نے ان کو کب اسلحہ جات کانفرنس کا صدر قائم رکھا۔

دنیا نے ان کو ان مشکل برسوں میں اس حیثیت میں کام کرتے، اور ان کی جدوجہد اور باہمت کوششوں کو دیکھا ہے۔

حکومت کے زور سے وفادار رہے، ان کی سیاسی حیثیت کم زور ہوئی تھی۔ ووتر کو اسلحہ جات کانفرنس کے صدر تھے۔ عمران کے اپنے ملک سے ایک بھی وفد کانفرنس میں نہیں بھیجا سکتا تھا۔

اپنی جدوجہد اور خود اپنے کام میں بھی وہ تیار نہ گئے تھے۔ ایسے میں مجھے ڈر ہے (Dreyfus) کی مصافحت کے لیے فرانسیسی معاملے میں بیونس (Bjanson) کے علاوہ نام اسمبلی نہ (Emile Zola) بہت یاد آتے ہیں: ”انہوں نے مقدمے میں ایک تھا آدمی۔ واقعی دیکھنے کے قابل ایک ہے۔ حد قابل تر منظر۔“

ووتر کب اسلحہ جات کانفرنس کے صدر کی حیثیت میں آرثر ہندرسن اپنی بہترین ٹیمپل پیش کرتے دھاتی مسیتے ہیں: موقع ہی ہی اور محدود محوش فنی، جتنا یہ سخت، درس توحیدی ضرورت کے وقت فیصلہ کن قدم اٹھانے کی



یہ وقت سان میں زوال پر مشتمل نہ رہی نہ ختم ہونے، کے لیے یہ کامیاب رہا۔ یہ جو معنوی صحت، مصیبتوں اور مایوسیوں کے دو کئی تھکتے نہیں عاجز ہوں کے درمیان کی تھکتے [جاری] اہل سول کے دوران بھی وہ مختلف حکومتوں اور رائے علم سے رابطے میں رہتے تھے۔

تم لوگ بھل گئے جو اس طرح کام کرتے تھے، تم کی ٹوک تھے مضبوط بھی ہوتے تھے اور ان سے بھی تم ایسے میں گئے جن کے پاس ضروری اختیار ہوتا ہوگا۔ مگر یہ کانفرنس اب بھی باقی ہے اور اگر اب بھی امید کا ایک مارتھ وجود ہے تو یہ صرف اور صرف مسٹر آرتھر ہندرسن کی وجہ سے ہے۔

مگر یہ کانفرنس ابھی باقی ہے کیا ابھی امید قائم ہے؟

میری اس اور ایک آئینہ خیانت کے مہر مارے کے منصفانہ لحاظ اور وعدوں کی اہمیت کوئی کانفرنس کے نکلنے کے بعد بھی نہیں معصوم ہوتی، جس کے بارے میں کبھی ہم بہت کچھ سنا کرتے تھے اور یہی دوران ہم نے Naval Conversion اور دیگر بڑے پیمانے پر گزرتے گزرتے دیکھے تھے۔

جب خیانت سننے والوں کے لیے یہ پٹریشر باقی ہے کہ جیمنی بھی اپنی اسلحہ بندی کر رہا ہے تو احساں ہے جیمنی اور تھائی پڑھ جایا کرتی ہے۔

"یہ آخری جنگ ہوئی" اور "ایسا نہ ہو کہ سر ہولڈ جا نہیں" یہ ہیں جس قتل کے زمانے کے لحاظ ہیں، اور وہ وہاں جن کے ہاتھوں میں دنیا کی تھکتے ہے شاہد ایک دن خود کو بھی Pomus Plate کی جگہ پا گئے۔ "جیمنی اپنی اسلحہ بندی کر رہا ہے۔" محبوب اخذ و معاہدہ مزاج رکھتے ہیں۔ یہی لڈوگ ہولبرگ (Ludvig Holberg) نے [سٹی] بد قسمت Jeppe کے بارے میں ایک جملہ لکھا تھا: "میرا وہی جیمنی تھا ہے کہ Jeppe بیٹا ہے، مگر وہی یہ نہیں پوچھتا کہ Jeppe بیٹا کیوں ہے؟"

ہم سب کو جو شکایت کر رہے ہیں کہ جیمنی بھی اپنی اسلحہ بندی کر رہا ہے، اپنے ضمیر کو ٹوٹا اور محمد سے پوچھنا چاہیے کہ جیمنی کیوں اسلحہ بندی کر رہا ہے؟ چند دن قبل نہ جانے کے دارالعلوم میں اس موضوع پر مسٹر بالڈون نے کہا تھا، "میں میدان ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ بحث، جو شاید ان خیالات کے باعث نہیں بلکہ ایک حقیقی اور مذہبی طور پر کشمکش کے ساتھ جوپ کے متعلق جاننے کے لیے شروع کی گئی تھی، اس سے ہمارے ملک ان کے مقابلے اور بہتر نتائج خد کر رہے ہیں جن کے بارے میں شاید ہم نے کبھی سنا بھی نہ ہوگا۔ لیکن ہے کہ ایک بار پھر پیدائش کے لیے ایک موقع پیدا کیا گیا ہو کہ جوپ کی قوموں کو یک جا کیا جائے، اور ہو سکتا ہے کہ پچھلے چند برسوں میں جوپ کے حالات کی خرابی اور بگاڑ سے حاصل ہونے والی دشمنی کے باعث ملک کی آواز اور سامان کی آواز غالب ہو جائے۔"

ان سب نے، جنہیں نے دارالعلوم میں تقریر کی تھی، اتفاق کیا ہے کہ جوپ میں سن قائم کرنے اور ہر قوم کے تھکتے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسلحہ ہاتھ کو بند کر دیا جائے، اور جیمنی کو اس میں شامل ہونا چاہیے۔

جبریل انشس (Smul3) نے اپنی بھی درجے کی تقریر ”ظاہری موجودہ پائیس“ میں کہا تھا کہ اس کے حاصل کرنے کا ”ایک ہی طریقہ ہے کہ تم اپنی ذرا سی کھوار چوں کھل طور پر نہ نہی کے مدبجہ و تسبیح کیا جائے اور یہ انصاف سے آزاد ہے، ورنہ کسی اشتہا کے ہمارا ہے۔“

جی ہاں! یہی وہ راستہ ہے جو ہمیں نئی زندگی "دے دے"۔ اس طرح جات و آن کا فرس گئے سے تازہ میدانِ شرف  
لے جائے گا، وہی راستہ جو ہمیں زندگی سے نکالتا ہے، جو ہمیں آگے بڑھاتا ہے، اُمین و رہنما بہت کا راستہ۔  
آرتھر: پھر رات کا راستہ۔

اس سے بہتر وقت نہیں ہے، اس سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

یہی آپ کے مامیت ہے، جو بین۔ قومی امن اور مذہمت کی جدوجہد میں رہا گیا تھا، وہی کی گہر نیکی سے پیش کیے جانے والے علامتی شراحت کے طور پر کسی خاتون نے ہنسی کے پھولوں کا ایک چھوٹا سا ٹکڑہہ رکھ دیا تھا، جس سے شخص کا ہنڈ کے پک ٹکڑے پر یہ ہفت آمیز رنگ دکھائی ہوئے تھے، ”ایک ماں کی طرف سے، سب کچھ موبہ دینے کے بعد بھی جس کے پاس ایک غمزدگی کا مہیا موجود ہے۔“

ایں نہ مقرر ہوئی میثاق، ہمارا مستقبل ہمارے بچے سب کی ایک ہی Armageddon میں جہاد ہو جائیگا، ہم سب کو آج اس دہائی کی بھیجی گئی کیوں کو روکنا چاہیے:

مادحتانہ پیار بھی ہو اور حواں مردی بھی ہو

دینوں مل جائیگی تو حلال امن ہو:

اسمیں ایک جانب چھینٹ و

یہ تو نواسم کیوں چاہیے!

مشترک خطرے ملانے کے لیے

مب کوں کو چار کرنے کے لیے

یہ فرق جو ہم کو پہنچے گا۔

ان مشکیں و قوتوں میں جب مواد کی آزادی خطرے میں ہے، جب آزاد خیال اور آزاد خیالی پہ قلعہ ہے، جب طاقت، انصاف، تیز و ترو توجی ہے، آزادی، امن کے لئے لوگوں کے درمیان مضامین کے متبرک نام سے ہم اپنے شمرانے اور راجہ شمسین جیٹل سمیت اس آزادی کو جو Bjarnson کے الفاظوں پر چھٹی پر تھیں کے ساتھ ثابت قلعہ اور وفاداری سے کھڑا ہے؛ "امن کا خیال دنیا کا سب سے بڑا خیال ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعے انسانی ترقی کا امکان ہوگا ورنہ اس کے باطن میں آزادی کو تمام خوشنیں اثر کی جود کے لیے کھلی ہوئی ہے۔"

مارٹین لوتھ کے نام Johan Ludwig Morinckel کی کتاب

خطبہ:

## آفاق اور دیر پا امن کے لازمی عناصر

[تمام] مرد اور عورتیں سر جھد ایک بار دہریہ کی پہلا سوال دہرا رہے ہیں کیا امن ہے؟ یہ سوال دو پریشانی اور خوف کے عالم میں کر رہے ہیں اس لیے کہ ایک طرف نہ تو کبھی اس طرح امن کی تلاش کی گئی ہے نہ ایسا جنگ کا خوف رہا ہے جیسا کہ آٹھ سے دس سو سال قبل تھا، کبھی تھائی پھیرنے اور موت کے اتنے بے پناہ سامان نہ تھے جیسے کہ آٹھ سو سال پہلے ملک میں تیار کیے جا رہے تھے۔ کئی اور عجیبے سے آنے والے مہمان کے لیے ساری دنیا اتنی ہی افسردہ ہو کر منظر پیش کر رہی ہے جتنا کہ پہلی جنگ کا سال [بہمان] کہہ کر محمد بن کبک اور علامت صفت تھاقس کے تیر کے تھے پیدا نظر آئے گا: افراد کے باوجود بھی آبادی کی کثرت سے بھوک و ماری اور امن کی ضمانت دینے والی قومیں جنگ کی تیاری میں نظر آ رہی ہیں۔

مثلاً اس تناقض کا سنگین ترین پہلو یہ ہے کہ ان ہی قوموں نے ایک ہی اسلحہ بندی کی ہتدائی ہے، جو بنیادی طور پر حربہ اسلحہ جات کا انفرسیس شروع کرنے اور پھر رکھنے کی ذمہ داری ہے۔ وہ اسلحہ جو دہرے دہرے سے آنے والے ہمارے سامان دیکھے گا۔ یہ ہماری دنیا ہے، اور ہمیں اس کو بہترین بنانا چاہیے۔ ہم انسانیت کی مستقبل سے ناامید نہیں ہو سکتے اس لیے کہ یہ ہمارا مقصود ہے کہ ہم اس مستقبل کو بہتر و بدتر بنائیں۔ ہم جو یہاں موجود ہیں ان قوموں سے تعلق رکھتے ہیں جو تمدن کے سہولت سے کام لے رہے ہیں۔ ان کے حالات کے اس چور ہے یہاں ہی قوموں کی ذمہ داری ہے کہ وہ امن کے ترانہ میں پناہ دینے والے ہیں۔

میرے خیال میں، ان ہی قوموں کے اختیار میں ہے کہ وہ دنیا کو امن کے راستوں پر واپس لے جائیں، اور میں انہیں یہ بتانے کے لیے خود کو وقف کرتا ہوں کہ میرے خیال کے مطابق، جنگ کے خوف کو دور کرنے کے لیے، جو دنیا پر اتنی بڑی طرح چھا رہا ہے، کیا کیا ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی امن کا نہیں۔ مگر ہم امن کی تنظیم کے لیے پہلے ہی ایک کے مہم ماے میں کیے گئے دھوکے کے ذریعے تیار ہوں کر رہے ہیں، اگرچہ اس کا حصول مشکل ہے، ناممکن نہیں۔ وہ تو اس جوئی نوع انسان کو اتھو اور امن کی طرف لے جا رہی ہیں، بنیادوں میں جیسٹ ہیں اور طاقت ور ہیں۔ وہ مادی بھی ہیں اور فطری بھی، ساتھ ہی نیک بھی ہیں اور عقل بھی۔ ہم میں حقیقت پسندی ہے، سمجھ بوجھ بھی اور حقیقی نفس کی جست بھی، ساتھ ہی عاقل طرف اختیار اور بلند ترین آرزو میں بھی ساری لیے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے، بلکہ حالت کا جائزہ لینا چاہیے، ہر قدم اٹھانے سے پہلے اس پر غور کرنا چاہیے، نہ پھر سنجیدگی سے موشی اعتماد کے ساتھ پناہ کا مسنا چاہیے، جس

میں نہ جھڑپ ہوئے قتل ہو۔

یہ جائز دینے کے لیے کراچی کا امن مسکند کیا ہے، ہمیں چلتے کر عالمی جنگ ہے، اور ان خطوط پر دنیا جن سے امن کے مسائل سے منہ کی رہی ہے، نظر لائق چاہیے۔ جتنا زیادہ عالمی جنگ کی تاریخ اور اس کے محال ہے فوراً کی جائے گا، اتنے ہی واضح و دائم مآثر رہیں گے جن میں تمدن کا انہدام سوا ہے۔ وہ جنگ و ظلم پہنچنے کے باعث معیور اور غیرت کے نتیجے میں ہوئی تھی، جس کو قوموں کی عزت و رانہم مقامات کہا جاتا ہے۔ اس نے اپنے مقامات کا دفاع کرنے میں اور جدید دنیا کے تقاضوں سے تباہ کرنے میں قوموں کی مادی و آفاقی کار کیا۔ ان میں سے بیانیہ حقیقتیں یہ تھیں کہ قومیں ایک دوسرے پر، تہذیبیں اور مادی ضرورتوں کے پیش نظر زیادہ انحصار کرنے لگی تھیں اور جنگ کی خوف ناک بدھتی چارہ تھی۔ 1914 سے قبل کی دنیا پیسے کی سے امنی دنیا ہو گئی تھی جس میں ہر قوم کی بہبود افزائی کی ہے پوری میٹروپولیٹن عالمی سے وابستہ ہو گئی تھی۔ مزید یہ کہ اب جنگ مقامی طور پر، تہذیبی اور تہذیبی ہو گئی ہے کہ ہر تہذیب کا یہ مشترک مقصد ہوا چاہیے تھا کہ اس کو ہمیشہ کے لیے امن کر دیا جائے۔ مگر کاروبار و صنعت کے معیور کے تقاضے نے ہر قوم کو اپنے نقطہ نظر سے اپنی غیرت کے مطابق یہ نذر اسے بنانے کے دعوے کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اس کا آغاز نے نتیجہ طاقت کے توازن، اسلحہ بندی کی بڑھتی ہوئی مخالف اتحادوں میں تقسیم، اور پھر آخر جنگ کی صورت میں تھا۔ ان حالات کی آہیں اقتصادنی نظام میں گہری تھیں، جن کی وجہ سے غیر ملکی تجارت میں مسابقت ہوئی، مندرجہ کے لیے در تمام ممالک کے ذرائع میں، جو تیار سے کی ایک بڑی وجہ تھی۔ عالمی جنگ کے چاروں طرف اور انسانی جان کا تانہ بیٹ جس کا تصور بھی محال ہے، صرف اس نتیجے پر ہے کہ ہر تمدن کی بقا مقصود ہو تو بین الاقوامی لاقانونیت کو چھوڑ دیا جانا چاہیے۔

امن کانفرنس کا انعقاد ایک مندرجہ بالا تقاضوں کی بھی کہا جاسکتا ہے کہ پیدا درجہ قومی طاقتوں کے درمیان ایک نئی جدوجہد کا، نئی امیدیں اور تمدنوں کا جس کے سبب سے عالمی جنگ کے سبب نے وطن پہنچنے کے پہلے نظام میں اور اقتصادنی رشتوں میں ایک جیسے روابط پیدا کیے تھے۔ اس جدوجہد سے جو راضی نامہ امیراتھا، و جہاں تک ایک کے ممبرانے میں International Labor Organization میں اور امن کے معاہدے کے شرائط میں۔ بین جیٹ انگل، دونوں معاہدوں میں سے نظام کی وکالت کرنے دے خارج ہوئے، پہلے نظام کے جمیع لوگوں کو بھی کافی حد تک امن معاہدے میں فائدہ ہوئے۔ مگر اس کا خیال رکھا جانا چاہیے کہ امن کانفرنس میں ایسی ممبرانہ قوتیں تھیں جو چاہتی تھیں کہ موجودہ معاہدے سے آگے بڑھا جائے اور یہ بھی کہ اس کے بعد بین الاقوامی معاہدے کی ہوئی تھی جو رکے ہمارے اور حکومتوں کو موجودہ معاہدوں میں موجود مصالحت سے بچنے لے جائیں۔

دنیا کی بعد جنگ مشکلات امن کے معاہدے کی وجہ سے نہیں پڑیں۔ جہاں جذبے کی وجہ سے تھیں جن کے تحت اس میں پھر شرائط رکھی گئی تھیں۔ اب تک، ممبرانہ International Labor Organization

کا آئین دہنوں دینے کی سب سے نیا دوتری یافتہ حکومتوں سے بہت آگے تھا۔ اس امر کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اصرار کیا جانا چاہیے کہ مہدائے اور امن کے معاہدوں کے درمیان جو ربط ہے وہ بالکل سیکائٹل ہے۔ ریڈتھس گراؤپ کی قوشش کرتی تھ تو دوسرے و خود بخود قوشش ہو جاتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے میاقہ ورسائی میں، ایک خاص دفعہ کے ذریعے، جو یہ تھیں اس کو منظور کر لیتی تھیں وہ خود 1912 کے Hague Opium Convention میں شریک کھی جاتی تھیں۔ مگر ریڈتھس مہدائے کی ذمہ داریوں اسی طرح قبول کر سکتی تھ، جیسے وہ Hague Opium Convention کے تحت کر سکتی تھیں، یعنی امن کے معاہدوں کی ذمہ داریوں کی قبولیت کے بغیر، جب کہ کن معاہدے مہدائے پر اثر انداز ہوئے بغیر تھیں۔ و بالکل منسوب کیے جاسکتے تھ۔ مہدائے اسی طرح بھی کن معاہدوں کی ذمہ داریوں پر قائم نہیں ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے جس کو اسی طرح بھول لیا جانا چاہیے۔

ان عمومی مشاہدوں کے ساتھ میں، مختصر طور پر، بین الاقوامی رشتوں کے تھیں بڑے حصوں پر بات کیا جا رہی گ، اور یہ دھماکا چاہیے گا کہ وہ امن کانفرنس کے بعد سے کس طرح سہلہ تھا؛ پیدا حصہ، اقتصادی رشتے، و با حصہ، تنازعات کا مسلح جو انداز میں ہندوستان اور تیسرا حصہ، جنگ کے خلاف فتوئیں، جن میں جنگ سے دست برداری، ترکیب طرہ جات و رہنمائی کو عزت کے لیے مشترکہ اقدام طے تھا۔

اس کے بعد میں ان ترقیات کی روشنی میں موجودہ حالات پر ایک نظر ڈالنا چاہوں گا اور میں آخر میں، یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ میرے خیال میں کیا نتیجہ کیا جاسکتا ہے، یا کیا نتیجہ کیا جانا چاہیے اگر ہم اسے بندی کی و زکوہ دیکھا جائے تھ، جنگ کے موجودہ خطرے کو ماننا چاہے تھ اور ایک آسانی اور دے پا امن قائم کیا چاہے تھ۔

جنگ کے دوران یہ ضروری سمجھا گیا تھ کہ صرف قومی سطح پر ہی نہیں، بین الاقوامی سطح پر بھی اقتصادی زندگی کی تنظیم کی جانی چاہیے۔ سامن کانفرنس میں جنگ کے دوران استعمال ہونے والے سائنس دان کو بچانے کی مسئلہ ویشش کی مبنی تھی، اور اسی پر Supreme Economic Council کی گمراہی میں بین الاقوامی تعمیر نو کے دوران بھی عمل کیا جانا تھا۔ مگر بے شک اسے اقتصادی انفرانٹ کی طرف واپسی کے لیے بڑا بہت شلہ تھا۔ تھوڑے عرصے کے لیے امید ہو گئی تھی کہ سٹاٹس Reparations Commission اپنے فرائض کے بارے میں بھی ایسی نظریہ اختیار کرے، اور اس کو ایک قسم کے تعمیر نو کمیشن میں جھڑل کر دے، مگر یہ امید جلد ہی ورتور گئی۔ ورتی اور قاض کا پورا مسئلہ تھ نظریہ اور محرومت میں خرابی میں نہتیا گیا تھ، جس کے نتائج کی مسئلہ کھو (Keynes) اور دوسرے لوگ پیش پیش کر چکے تھ مہدائے کے یہ قانونی مسودے میں مشترکہ معاملات میں تعاون کو نہ جانے، اور یا خصوصاً اقتصادی درمیان کی مسائل کے بارے میں پیش کی جانے والی ضروری تھوڑے بہت کم زور کر دیا گیا تھ۔ اور جو کچھ باقی رہ گیا تھ وہ مہدائے کی بہت سبب ورتھس دفعات 23 اور 24 میں تکنیکی تنظیموں، مشورے دینے والی کمیٹیوں، بین الاقوامی دفاتر کے کام اور International Labor

Organization کے آئین کے بارے میں تھا۔

ہند میں ایک کے اقتصادی اور مالیاتی کام میں، [جنگ کی مہیاویں کی آمدنگی، زرعوں کی موجودگی کی وجہ سے رکاوٹ ہوئی تھی، جن کا اس سے کوئی واسطہ نہ تھا، مگر جن کو ان خطوط پر کیا جا رہا تھا جنہوں نے فائدہ مند میں قانونی اقتصادی تعاون کو بے انتہا مشکل بنا دیا تھا۔ مگر ہند کی سارے سوہن میں منکر میں ڈال دیے گئے تھے۔ ایک نے مشترکہ معاشات میں تعاون کے لیے اپنا سرزدوسرے کی تیار کیا تھا اور ان موضوعات پر حکومتوں کے خیال سے نرم پڑ گئے تھے۔ اصل میں ایک کو یہ فائدہ تھا کہ اس کی منہایت تھی، اور بینکاری کو ایک راز دیکھنے کا شہید میدان تھی جس کو حکومتوں کی حدود سے کئی طور پر باہر کر دیا جا چاہیے تھا۔ مگر رفتہ رفتہ ایک کو اقتصادی اور مالیاتی رشتوں سے، جن میں نہ فائدہ کوئے، اور یہ کہ رکاوٹیں مثال نہیں ملنے کی جانت دے دی گئی تھی۔ وراثت ریاست ہائے متحدہ ایک کے کام کے ان تمام پہلوؤں میں عمل طور پر حصہ لینے کے باعث، International Labor Organization کی رکن بن گئی ہے۔

جہاں تک صلح جو نہ انداز میں تنازعات کے حل کیے جانے کا معاملہ ہے، تو ہندوستان کے نئے ممبر بننے سے پہلے ہی تو سچ کر دی گئی ہے۔ یہ نئے تنازعات کے ہر طرف کو حل دینا ہے کہ وہ وہ بڑے حرف کو کاؤٹس میں سمجھ میں طلب کرے اور دونوں طرف پیش ہوئے پر مجبور ہیں گئے۔ یہ ایک کے کسی بھی رکن کو، خودادہ تنازعے کا شریک ہو کر نہیں حل دیتا ہے کہ وہ بھونسل کی وجہ ان حالات کی طرف مہذب کرے، جو ریاستوں کے درمیان ایک نیت منہاست پر اثر انداز ہو سکتی ہے، جن پر امن کا انحصار ہو۔ یہ دفعہ ۱۷ کے پیمانے پر استعمال کی جا چکی ہے۔ کاؤٹس نے کئی مثالوں کی روشنی میں اس کے طریقہ کار میں دراختیارات میں، اضافے بھی کیے ہیں۔ بہت سے موقعوں پر اس کی کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ نئے گئے تنازعات بہت سے ہیں، جن میں وہ بھی ہیں جو امن کے لیے خطرہ تھے۔ ہندوستان کی دفعہ ۱۳ کاٹی یا حرفوں کے درمیان معاہدے یا عدالتی نظام کے ذریعے تنازعے کا حل فراہم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ دفعہ ۱۴ ایک Permanent Court of International Justice کے قیام کا مطالبہ کرتی ہے۔ یہ عدالت مشہور نمائندہ Optional Clause کے تحت قائم کر دی گئی ہے، اب تک جس پر ایک کے بیس اکیس اراکان دستخط کر چکے ہیں، جس میں جاپان کے علاوہ تمام بڑی طاقتیں بھی شامل ہیں۔ اس وقت ریاست ہائے متحدہ کی کانگریس کے سامنے ایک بل موجود ہے جو State of the Court کے بارے میں چند شرائط پر مبنی ہے جنہیں ایک کے اراکان منظور کر چکے ہیں۔ جہاں تک کاٹی کا معاملہ ہے تو ایک General Act of Arbitration بھی نافذ کیا جا چکا ہے جسے انیس ریاستوں نے اپنے آپ کی آئین میں بھی شامل کر لیا ہے۔ کئی معاہدے۔ اس وقت جن کی تعداد بیسویں میں سے تنازعات کو عدالت یا کاٹی میں پیش کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں، اور ایک کے زیادہ تر کنٹینٹس نے یہ ہے کہ ریاست ہی یہ فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ چاہے وہ اس کی تشریح کس طرح کی جائے۔

مقرر کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ پرامن طریقے سے بین الاقوامی تنازعات حل کرنے کی ذمہ داریوں کا نفاذ پورا ہوا تھا۔ اور وہ رہا جس کی ریاست کے لیے معافی سے انکار دہی کے بغیر جنگ چھیڑنا تقریباً ممکن ہوگا۔ مگر کوئی بھی تنازعہ نہیں ہوگا جو یہ کہ پرامن کو یقینی بنانے کے لیے تباہی کافی ہے۔ اس میں مشکل تو اس امر کو یقینی بنانا ہے کہ معافی کی اسکی تمام ذمہ داریاں پوری کی جائیں گی۔ اس سسٹم کی اس لیے بنیادی اہمیت ہے کہ پرامن طریقے سے تنازعات حل کرنے کی ذمہ داریاں ایک کے بعد ایک دونوں ہی سے جنگ کی مذمت کرنے اور جاریہ کو روکنے کے عمل سے منسلک کر دی گئی ہیں۔ عہد نامے کی دفعہ 12 کے مطابق تمام تنازعات کو کسی بھی ذمیت کے ساتھ ہی طریقہ کار کے سامنے پیش کرنے پر رضامندی کو اس ذمہ داری سے منسلک کر دیا گیا ہے کہ کسی بھی حالت میں ایک مخصوص مدت تک جنگ نہیں کی جائے گی، تاہم اس کے لیے ماضی ہونے یا عدالت تک جانے کے سبب سے دفعہ 13 رضامندی سے منسلک ہے کہ کسی کی ریاست کے خلاف جنگ نہیں کی جائے گی جو تاہم یا عدالت کے فیصلے کو قبول کرے گی، دفعہ 15 کہتی ہے کہ تنازعہ عموماً دو افسانوں یا عدالت کے سامنے پیش کرنے پر رضامندی اس لئے جاری سے منسلک ہے کہ کسی ریاست کے خلاف جنگ نہیں کی جائے گی جو کاؤنسل یا اسمبلی کی رپورٹ کو منظور کر لے گی۔ ان وعدوں کا عہد نامے کے دفعہ 16 کے تحت ذمہ داری سے انسداد کا یہ مطلب ہوگا کہ جو بھی ریاست ان ذمہ داریوں سے انحراف میں جنگ کی سرپرستی کرتی ہے اسے کوئی ایک کے تمام ممالک سے جنگ کرنا ہوا تصور کیا جائے گا، اور اسکی ریاست سے تعلقات منقطع کرنا، حتیٰ کہ اس پر فوجی، بحری اور بیوائی حملے کا ضروری ہوگا تا کہ امن میں پیدا کیے گئے خرابی کو دور کیا جائے۔ پرامن طریقے سے تنازعات کے حل کے لیے یہ پورا نظام عہد نامے کی دفعہ 11 کے تحت ۲۱ سے جس میں جنگ یا جنگ کی ہتھیاری جو جس طرح بھی ممکن ہو، دفعہ 16 کی کئی موٹی مخصوص ذمہ داری کے تحت دنیا کے لیے خطرہ سمجھا کر دیا گیا ہے کہ ذمہ داری ہوگی۔ عہد نامے کی مدد سے یہ ذمہ داری بنیادی اہمیت کی حامل ہے اور تمام مختلف مسودوں میں بھی بنیادی تصویر کی گئی ہے، جس کی بنیاد پر عہد نامہ تیار کیا گیا تھا۔

فیمور کمیٹی (Phillimore Committee) کی دو رپورٹ جو عہد نامے پر بعد میں کیے جانے والے کام میں بنی تھیں، عہد نامے کو اس کا ایک عام معافی قرار دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اس کی پیش کردہ تجویز کا مقصد ہو گا کہ "جس طرح بھی ہو بہ حال، اتحاد کے اراکین کے درمیان امن ضرور قائم رکھا جائے گا" اس اتحاد کے دوسرے ممالک کی نظر میں امریکی ریاست جنگ کا راستہ اختیار کرنے کی پابندی چلائے گی تو اس سے دوسری اتحادی ریاستوں کے خلاف خود بخود ہی اس جنگ میں تصور کیا جائے گا، اور جب ریاستیں اس کے خلاف اس اقدام پر متفق ہوں گی جن کے ذریعے "اتحاد یا مشترکہ طریقے سے" فوجی، بحری، مافیائی اور اقتصادی عہد نامے کے دفعات میں لائے جانے والے رخصت کو روکا جائے گا۔" عہد نامہ بین الاقوامی سسٹم، American League to Enforce Peace اور فرانس کے منصوبے، سب نے یہ سرفہرست اقتصادی جنگ فوجی پابندیوں کو لگانے کی تجویز پیش کی تھی۔ تنازعات کو پرامن طریقوں سے حل کرنے اور پابندیوں کو مستحکم کرنے کے لیے

ایک طاقت ور اور وسیع نگاہ رکھنے والے جرنل انٹرنیشنل نے اپنے مشہور کتابچے "ایک جنگ پیشہ ورانہ ایک عملی مشورہ" میں سب سے پہلے پورپٹرٹھریٹل پیش کی تھی۔ اس کتابچے میں جرنل انٹرنیشنل شہر کاہرے سے قبل کہ "جران [پابندیوں] کی قوتی اور بحری اقدام کے ذریعے حمایت نہ کی گئی" تو اقتصاد کی اور قانونی پابندیوں شاید کافی نہ ہوں۔

موجودہ عہد نامے کے تمام مسودوں میں جس پر سب کی رضا مندی تھی، اس وقت تک یہ ممکن نہیں تھا کہ جنگ کا "بند" نہ "تباہ" جنگ کا راستہ اختیار کرنے کے امکان کو ختم از بحث سمجھا جائے۔ اسکی کسی بھی ریاست کے خلاف جنگ ممنوع تھی جس نے ٹاشی یا علاقائی فیصلہ قبول کر لیا ہو یا کانفرنس کی رپورٹ جس پر، حربوں کے علاوہ کانفرنس کے تمام ارکان متفق ہیں، یا اسمبلی کی اسی قسم کی رپورٹ قبول کرنی ہو۔ جنگ کی حالت میں بھی خارج از بحث گردانی جاتی تھی جب کانفرنس، یا اسمبلی، یا ٹاشی کی جانب سے ہندوستان کے لیے کافی وقت ہو۔ اسی کو "moratorium on war" کہا جاتا تھا۔ لیکن، اگر کانفرنس یا اسمبلی کی رپورٹ پر متفق نہ ہوگی تو فوراً ایک تین ماہ عہد نامہ سب اقدام کے لیے آزاد ہوتے تھے۔ عہد نامے میں بھی سب سے بڑا سقم تھا۔ اس کے بعد سے عدالت و ٹاشی فیصلے کے رزم ہونے کے پیش نظر اس معاہدے میں حتمی رکاوٹ کے امکانات بہت کم ہو گئے تھے جس میں تنازعے پر کوئی فیصلہ نہ صادر ہو ہو اور کانفرنس یا اسمبلی میں [رپورٹ پر] اتفاق نہ ہوا ہو۔ اس طرح تین ماہ بعد جنگ کے لیے راستہ ہوتا تھا۔

دوہری جانب [صورت یہ ہے کہ] ایک کے تحت یہ تمام ارکان Briand-Kellogg معاہدے پر دستخط کر چکے ہیں، جنہی سب اپنی اپنی قوتی پالیسی کے تحت، جنگ کی خدمت کرتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کسی بھی تنازعے یا لڑائی کے حل کے لیے، شہادہ دہی بھی نوعیت کا معاہدہ من طریقے کے سو کوئی اور طریقہ اختیار نہیں کریں گے۔ اس عمل کو عام طور پر عہد نامے کے سقم کو دور کرنا گردانا گیا ہے۔ یہ تین دہائیوں کو دہری تین دہائی بنانے کے لیے، چھپن پر قانونی نسبت نے "مثال قائم کرنے کے ساتھ ساتھ جس سے علاقائی اور عالمی فیصلے، نئی سو گئے تھے۔ عہد نامے میں تہدنی کی تجویز پیش کی تھی کہ اس میں بھی Briand-Kellogg معاہدے میں شامل جنگ کو غیر مشرور خدمت کو شامل کر دیا جائے۔ وہی ایک مفہوم ہے جو بھی تک شرمندہ تعبیر نہیں ہوا ہے، مگر اس کو رد بھی نہیں کیا گیا ہے۔

تیسری جانب، عہد نامے کے ذریعے پابندی لگانے کی ذمہ داری کے بارے میں اعتماد میں ایک عام قسم کی کمزوری پیدا ہوئی ہے۔ دہری اسمبلی تک اقتصاد کی اور قوتی پابندیوں کے درمیان امتیاز کی ذمہ داری کی تشریح عہد نامے کی تحت کی جاتی تھی۔ اقتصاد کی پابندیوں، جنہی، جارحیت کرنے والے کا دیکارٹ کرنا نامی تھا، جب کہ قوتی پابندیوں اختیار کی گئی جاتی تھیں۔ یہ بات صحیحی طور پر واضح ہے کہ کوئی بھی ریاست جارحیت کرنے والے سے تجاوزاتی اور مادیاتی تعلقات قائم رکھے بغیر جنگ کے مجرم میں شامل نہیں ہو سکتی تھی۔ دہری، ایک دہریہ پر انحصار کرنے والی قوموں کی جدید دنیا میں مشکل ہی سے کوئی ریاست قرض لینے بغیر اور دہری قوموں کی مندرجہ سے یہ قسم کا سارا جنگ طریقہ کے بغیر کامیابی سے جنگ کر سکتی ہے۔ لیکن





لیے قوموں کو اپنے اسٹیکل میں کمی کرنی ہوگی، اس کم ترین حد تک، جو قوتوں تحفظ اور بین الاقوامی قومی قسے و ریس کے لحاظ سے کسی میں ضرورتی اقدام سے کسی کو ملتی ہو۔ اس سے ایک کے مکان کو اس پر بھی قابل کیو ہے کہ ”مٹی اداروں کے ذریعے اسے اور گھر باڑوں کی ضرورت پر شدید اعتراضات کیے جاسکتے تھے۔“ ایک کی کاؤ لیں ان ضمانتوں کو موثر کرنے کے لیے ضروری تدبیر کرے گی۔ امن کے معاہدوں نے مرکزی طاقتوں کو مسترد کیا ہے، اور ترکیب اسلحہ جات کے مسدود کار و سخت بین الاقوامی نظم کی سے راجح کر دیا ہے، اس اتفاق رائے پر کہ یہ طریقہ ہائے کار عام ترکیب اسلحہ جات کا ابتدائی ہے۔

یہ صورت میں، ابتدائی سے ایک کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ وہ مہدائے کے اس جیسے کو موثر کرنے اور مرکزی طاقتوں سے کیے گئے وعدوں کو پورا کرنے کے طریقے دریافت کرے۔ ابتدائی مرحلے پر۔ تیسری اسمبلی کو مشہور قرارداد 14 کی منظوری کے بعد یہ اعتراضات کیا ہو گئے کہ اسٹیکل میں کمی اور حد بندی صرف ہی صورت میں ممکن ہوگی کہ ان کے پیش مہدائے میں موجود پابندی کے ضمانت مانڈ کیے جائیں۔ بدستوں نے اپنے تحفظ کے لیے اسٹیکل کی طاقت پر انحصار نہیں چھوڑا، مہدائے کی حد تک کر، جہاں ایک دفعہ کے لیے اجتماعی ضمانتیں دیے کو تیار ہوئے قرارداد 14 Treaty of Mutual Assistance اور Geneva Protocol کی پیش کش کے مسلسل درجات تھے جو تحفظ کی سطح میں دو ممکن بناتے تھے تاکہ وہ پا ترکیب اسلحہ جات ممکن ہو سکا۔ Geneva Protocol۔ بدنی اور عملی ناٹائی فراموش کیا تھا۔ مہدائے کی دفعہ 16 کی تصریح یہ تھی کہ ایک کاہر بین مہدائے کو برقرار رکھے گا اور اس حد تک جارحیت کے عمل کی مزاحمت کرے گا جس حد تک اس کی جغرافیائی کیفیت اور امن کے درجات اجازت دیں گے۔ اس تصریح کو کارنو طاقتوں (Localno Powers) نے اپنے خط کے ذریعے نقل کیا تھا، جس میں انھوں نے دفعہ 16 کے بارے میں حیرانی کو حکومت کو اپنے نظریے سے آگاہ کیا تھا کہ Protocol کو اختیار کرنا کیا ہے تو ترکیب اسلحہ جات کانفرس اقوام کی بحران اور قوم پرستی میں اس کے بناتے ہوئے اثرات سے چند ہی قبل 1925 میں منعقد ہونے والا کانفرنس کافی نہیں کر سکا یہ ہو گیا تھا کہ Protocol نے ایک کامیاب کانفرس کے لیے ناٹائی اور تحفظ کی جیو دنیا، ہم کی ہونی اور سوویت یونین اور جرمنی کے ایک میں دیکھے کو تیار کر دیا اور یورپ اور مشرق وسطیٰ میں بہت مختلف ہونی اور اتنی لمبا کہ نہ ہونی ہونی جتنی کی ہونی ہے۔

1930 میں ناٹائی تحفظ اور ترکیب اسلحہ جات کے مربوط موصومات کو ایک بار پھر ضیو میں بھر پور قوت سے اٹھایا گیا تھا۔ Optional Clause اور General Act دونوں کو بہت ہی رہا ستوں نے قبول کر لیا تھا؛ مہدائے پر تھوڑی شروعات کر دی گئی تھی، تاکہ اس میں Briand-Kellogg Pact کی عمل دست برداری کو بھی شامل کر دیا جائے؛ Treaty of Financial Assistance اور Treaty for Strengthening the Means to Prevent War انچام کو پیش کیے تھے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اور Disarmament Convention دونوں ایک ساتھ مانڈ کیے جائیں گے، جو باقاعدہ منظم اور تعمیری نظام امن کے ماتریم

عنصر تھے۔ عالمی اقتصادنی بحران مستقل شدید ہوتا جا رہا تھا، سماجی اور قومی تنازعات جو مابعد جنگ حالات میں پیدا ہوئے تھے ابھر کر سامنے آ گئے تھے۔ ان قوتوں کے ملاؤ کا ایک پہلو چین اور جاپان کے تنازعے کی شورش و راس کے بعد ایک سے زیادہ ممالک کی مداخلت سے واضح ہو گیا تھا۔ ان علاقوں کے ساتھ اور ان میں سے پیدا ہونے والے اندرونی اور بیرونی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے عالمی سطح پر قوتوں کے نمائندوں، جو اقتصادنی مندرجہ ذیل پیدا کیے تھے ان قوتوں کے بین جہد جہد کم و زیادہ شدت کے ساتھ اور مختلف جگہوں میں، چوتھی دنیا میں اور ہر ملک کے اندر جا رہی ہے۔ اور عالمی امن کا مستقبل اس جہد و جہد کے نتیجے پر منحصر ہے۔

تو اب یہ صورت حال کونسی ہے جو امن کے لوازمات ہیں اور اس کو یقینی بنانا چاہتے ہیں۔ میں نے بغیر کسی امید کی بنا دی ہے، ہر ایک منجید و حقیقت کے جذبے کے ساتھ یہ کہنے کی کوشش کی ہے۔ دراصل، سوال یہ ہے کہ عالمی ورور یا بنیاد پر امن کو مضبوط کرنے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے اور یہ امن کے خدو کی کیا ہوتے ہیں؟ اب ہم موجودہ حالات کے سیاسی پہلو کی طرف آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کی اقتصادنی صورت کو اس کی سیاسی خصوصیت سے ہمیں غور پر آگے نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے برعکس، موجودہ حالات کی انہی صفات کے مناسبت سے کہہ سکتے ہیں کہ اقتصادنی سوالات یا آخر ممالک کی زندگی اور سیاست پر حملہ آور ہو گئے ہیں جن کو رد کا نہیں جاسکتا۔ اقتصادنی قوم پرستی کی طرف پیش قدمی عام قوم پرستی کے جیہ کا صرف ایک حصہ ہوتی ہے۔ یہ جو ریاستوں میں تو جنگجو قوم پرستی امریت کی حدود میں آتی ہے، جس کو کمال امرانہ سیاست اور جنگ کی ستائش کا مسلک کہہ سکتے ہیں۔ ایک معاملے میں تو جارحیت اور معافی معنی ہو چکی ہے۔ ایسے حالات کچھ ریاستوں میں ترکیب اصطلاحات اور جنگ کے خلاف مشترکہ اقدام کی ذمہ داریوں سے پہلوئی کی بنا پر ممکن ہوئے ہیں۔ یہ ناکافی اس حقیقت کی بنا پر ہوتی ہے کہ قوم پرستی کا ایک یا دو ملک تک ہی محدود نہیں رہا ہے، بلکہ خاصا عام ہوتا ہے۔ اقتصادنی ساز بازاری کے سال، سیاسی رد عمل کے سال ہو گئے ہیں اور اس وجہ سے کہ اقتصادنی بحران نے امن کا عالمی بحران پیدا کر دیا ہے۔

مابجا ۲۰۱۱ء ۱۹۳۱ء ستمبر کے بعد سے دنیا میں امن کے عمل خرابی اور جزوی مہلتوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ یہ کہنا مبالغہ بھی ہے اور معنوی سادہ بھی، مگر بد قسمتی سے، یہ نکل لٹا ہوا بھی نہیں۔ ایک خیال، جس کا گنجائش دنیا میں ہے، یہ ہے کہ ہمیں ایک کھلی اجتماعی نگاہ بنانے کا خیال ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ تقریباً ہر ملک میں ایسے عناصر موجود ہوتے ہیں جنہیں پسے تانے پسند ہوتے ہیں اس لیے کہ وہ طاقت کے توازن کی سیاست کی طرف واپس آنا چاہتے ہیں، یعنی بے رنگ ٹوک اور در پر رانا، اسلحہ بندی اور جنگی تیاریوں کی طرف۔ مگر رائے ہاتھ چھوٹی انداز میں [اس خیال پر] قائم ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں کچھلے پتھر پر سولے کے تمام وعدوں اور توقعات سے دست بردار نہیں ہوں گے۔ کہ میرے ملک میں رہنے کی یہ بغاوت ایک حتمی حقیقت بن چکی ہے اور میرے خیال میں ہر گز یہی صورت پیدا ہو گئے

تیس۔ ہمارے لوگوں نے چار برس کی جنگ جیتی ہے، صرف اس لیے کہ انھیں بتایا گیا تھا کہ ان کے اگے انسانیت کو ہمیشہ کے لیے جنگ کی آفت سے نجات نہ دیں گے۔ اس خوفناک عرصے کے بعد کے پندرہ برس میں، ہم نے یہ ست واں صدی میں اور سترہ عمت کی رائے کے رکھنا اور مذہبی تنظیموں کے قانون میں یہ بناتے رہے ہیں کہ صرف ایک کی برتری اور مضبوطی سے ہی دنیا جنگ کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہنے کی امید کر سکے گی۔ لہذا، ان کوششوں کو چھوڑنے اور ان تمام اعدوں کو بھیج جانے کے بجائے، رائے عامہ بے حد ماضی ہونے کے قریب ہے، ان لوگوں سے، جو ایک بار چھ سو کو روک رہے تھے، پھر انھیں پھینچنے والے ہیں۔

ہماری سب سے بڑی اور اہم ضرورت بد ملک کو تمام دنیا کی قوموں سے یہی تعاون ہے۔ اس کا کوئی موثر متبادل نہیں۔ اگر قومیں طاقت کے توازن کی پالیسی کی طرف واپس جانا چاہتی ہیں، اور اس خیال سے دو سو برسوں میں تقسیم ہو جانا چاہتی ہیں کہ ہر فرد اپنے ملک سے زیادہ اہمیت رکھے۔ تو اس قسم کی پالیسی سے شہادت اور بدگمانیاں پیدا ہوں گی جس کے نتیجے میں تباہی ہی تباہی ہوگی۔ بین الاقوامی تعاون کی پالیسی ایک کو اس حیثیت میں تبدیل کر دے گی جو اس کے بنائے والے چاہے تھے۔ یعنی، دنیا کے لیے امن کی یقینی ضمانت۔ جب تک قومیں ان کا نوعیت کی کیفیت میں رہتی ہیں، اور اگر ہر قوم اپنے حقوق کا خود فیصلہ کر لیتی ہے، تو یہ [ضمانت] میر نہیں ہونے کے۔

عالمی امن کے مسئلے کی تنظیم کے لیے میں قانون کی تعمیراتی قائم کرنی ہوں۔ قوموں کو بین الاقوامی سطح پر منظم ہونا، شراکت داری کرنا، اس کی حد تک اپنی قومی حیثیت کو عالمی اداروں اور ذمے داروں کے ماتحت کرنا پڑے گا۔ [صرف] اسی طرح مذاقی عرصے کا وجود حتمی ہوگا کہ تمام قوموں کو ہر قسم کے تنازعے کو پرامن طریقے سے حل کرنا، جنگ کے خطرے کو ایک مشترکہ فکر سمجھنا اور جنگ کو بین الاقوامی عدم سمجھنا پڑے گا۔

اب میں ایک منظم امن کے دو مشکل پہلوؤں کے مسائل پر بات کرنا چاہتا ہوں: اپید سبب تحفظ کا ہے اور دیگر مسدودات کا۔ ترکیب اسطرح بات کے جس سالہ تجربات سے میں قائل ہو گیا ہوں کہ عالمی دروہ پرامن کے لیے ان ضمانت کا بندوبست ضروری ہے۔ میرا خیال ہے کہ جنیوا میں موجود قوموں کی اکثریت اس خیال کی کیفیت کی تصدیق کرے گی۔ 11 دسمبر 1982 میں پانچ طاقتوں — ریاست ہائے متحدہ، فرانس، جرمنی، اٹلی اور سوویت یونین — کے مذاکرات ہونے والے معاہدے میں یہ طے پایا تھا کہ ترکیب اسطرح بات کا کوئی بھی تمام ریاستوں کے لیے برسرِ کار نہیں کی جائے گی، بلکہ اس کا بندوبست ممکن ہو جائے گا۔ جہاں تک حقوق کے حقوق جیسے مسائل کے جائز ہیں گے، ان ریاستوں کے تحفظ کو اس طرح تنظیم کیا جائے گا۔

کیونکہ اس سوال سے کہ جن جن کی کو جنیوا کے بین الاقوامی ادارے میں واقعی در ترکیب اسطرح بات کا فرانس میں دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھنے پر ماضی کر دیا جائے، ان مسائل کا بندوبست ممکن ہو جائے گا۔ جہاں تک حقوق کی برائے اس کا سوال ہے، تو یہ مضمون میں بہت سے مضمون میں اس کے اخلاق کے بارے میں اس بنیادی اعتراض اٹھایا گیا ہے کہ ہر کی حکومت پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے، اس امر پر بھی ضروری جانا ضروری

ہے کہ احزاب قسری حکومت کے ارکان تک ہی محدود نہیں بلکہ چوری خیمے میں آبادی پر حاوی ہے۔ جس  
 ترکیب اسلحہ جات کی کانفرنس کے متعلق مرحلوں پر ڈاکٹر ہینرنگ (Bruning) کا بیان یاد دلانا چاہیے گا۔  
 انہوں نے کہا تھا "کانفرنس کے سامنے ان تجویز کو پیش کرنے کے ذریعے قسری حکومت یہ جتا رہا چاہتی ہے  
 کہ خیمے میں حکومت کسی کنٹینر قوتوں نہیں کر سکتی، جب تک کہ اس کے تمام دفعات دستخط کرنے والی تمام  
 ریاستوں پر مساوی انداز میں۔ کوئیں کیے جائیں گے۔" اس سلسلے میں یہ واضح ہو جانا چاہیے کہ چاند  
 سنگھ ڈاکٹر ہینرنگ کی تجویز سے مکمل طور پر قبول نہیں کر سکتے۔

حقوق کی بنیاد کی اس سوال سے منسلک معاملہ قومی تحفظ کا بھی ہے۔ کانفرنس کے اصولی مباحث  
 میں یہ واضح کر دیا تو ہے کہ روپوشی اس وقت تک اپنے سمجھے میں کی گئی ہے تو نہیں جب تک کہ  
 طاقت کے استعمالات کے بغیر مذاکرات کے عمل کرنے کے حتمی وعدے نہیں کیے جاتے، اور جارحیت کرنے  
 والوں یا جنگ بازوں کے خلاف، معاہدوں کی پابندی کے لیے، سارے ارکان کی سرکھڑے نہیں ہو جاتے۔  
 گویا، صحیح معنوں میں ترکیب اسلحہ جات، ایک آل نیشنل کے اجتماعی نظام امن کی بنیاد کے علاوہ ممکن  
 نہیں۔ ترکیب اسلحہ جات کانفرنس نقطہ ارتکاز بن چکی ہے ایک نئی جدوجہد کا، قانونیت اور عالمی نظام کے  
 درمیان، ان کے درمیان جو تعاون کے لیے تیار ہیں اور جو اپنے معاملے میں خود ہی منصف بھی ہوں  
 گئے ان کے درمیان جو تازہ مسلح تنازعات کے بارے میں سوچتے ہیں اور جو ایک ہی پابندی امن قائم کرنے  
 کے خواہاں ہیں۔ ممبئی میں چلی چلی تین میں مسٹر یوئی ٹول (Linnov) نے واضح کر دیا تھا کہ ترکیب اسلحہ  
 کانفرنس میں سویت یونین کا تجربہ اور اجتماعی نظام امن کے استحکام کی بے چین شہادتیں ایک میں داخلے کے  
 فیصلہ کن عناصر ہوں گے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے درمیان مرکزی رابطہ ترکیب اسلحہ کانفرنس ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی تھارت پر قائم رکھنے کے ایک کنٹینر قائم کرنے کی توفیق دی ورنش  
 کی ہے کہ ترکیب اسلحہ جات کانفرنس میں ایک کے ارکان کے ساتھ عدم جارحیت کا معاہدہ دہرایا جائے گا کہ وہ  
 جنگ کے خطرے کو ختم کرنے کے لیے کاؤتال اور اسمبلی سے تعاون کریں۔ اس سلسلے میں انہوں نے مزید  
 ضمانتیں دینے کی پیشکش کی ہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے خلاف پابندیاں لگانے کی طاقت نہیں  
 رکھے گی جس کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ بھی جاری کر دیتی ہو۔

پچھلے قدم کے طور پر ترکیب اسلحہ جات میں نہ ہونے کے لیے امن معاہدوں میں شامل مرکزی طاقتوں کو  
 [پنے] منظور اسمبلی کو ختم کر دینا چاہیے۔ یہ کام اسی وقت ممکن ہو گا جب اس کے بدلے میں عمرانی کا ایک  
 عمل انجام دیا جائے ہو اور ساری، اقتصادی اور مالیاتی ضمانتیں ہوں کہ ترکیب اسلحہ جات کے کنٹینر میں طے شدہ  
 اصولوں پر عمل کیا جائے گا، عدم جارحیت کا ایک معاہدہ جو جس میں جارحیت کی تعریف بیان کی گئی ہو اور اس کو  
 ایک کی لکائی جائے والی پابندیوں سے مزید دیکھا جائے ہو، اسمبلی کی تجویز کی سخت میں اقوام کی طرف سے ہو اور  
 اسمبلی کے لیے ایک پر مشتمل ہو اور Protocol کا معاہدہ کیا جائے۔ جنی محمد نامے کی دفعہ 16 کی دیکھو

تکریج کی جائے ایک بین الاقوامی پولیس قائم کی جائے اور شرعی جوبلازمی کو بین الاقوامی بنایا جائے۔ ان میں سے زیادہ تر تجویز کا نمبر ۱۸ میں چند تبدیلیوں نے پیش کی ہیں۔ اب ترک اطرحیات کے قصد گیر تک کیے بغیر ممکن ہے راجحاتی نظام امن کی تشکیل کو ترک کیا جائے۔ ایک طرف تو عام طور پر یہ احساس ہو چکا ہے کہ جب تک اسلحے میں کمی، حد بندی اور بین الاقوامی کنٹرول نہیں ہوگا تلخ جھگڑوں کی دہرہ چاوی ہو جائے گی اور بالآخر راجحاتی امن کا نظام ٹوٹ پھوٹ جائے گا، اور دوسری طرف، اسلحے کی دہرہ چاوی کا جائے گا اور ترک اطرحیات کی شروعات ہو سکے گی [مگر] صرف اس وقت جب مہدائے کے دفعات ۱۵ اور ۱۶ کی بنیاد پر تمام ریاستیں اس کے ایک مستحکم دفاعی نظام قائم کرنے پر تیار ہوں۔

عالمی بورڈ برائے امن کی ایک اور ضرورت سماجی انصاف ہے۔ International Labor Organization آئین، جیسا کہ آپ جانتے ہیں، ایک آف نیشنز کے سائز و سامان کا حصہ ہے، کتاب ہے کہ آفاقی امن صرف سماجی انصاف کی بنیاد پر ہی قائم کیا جاسکتا ہے یا گے چل کر یہ اضافہ کرنا ہے کہ مزید کے موجودہ حالات میں ہے شروع و گوں کے سرحدیسی کا اندھا، بے نیکی اور جنگ دتی ہوتی ہے کہ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والا اضطراب امن کو اور دنیا کی سرآجگی کا خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ کیا، امن کی جدوجہد میں دنیا کے تمام ملکوں کے لیے آزادی اور انصاف کی جدوجہد بھی شامل ہوتی ہے۔ یہ ہے پوری دنیا کے حالات کی بنیاد پر اس منظر جس کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے۔

میں آخر میں یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ کیا یہ ممکن ہو سکے گا کہ ہم مکمل ترک سطوحات کے آدھے رستے پر ہی رُک جائیں اور ریگ کے لیے ایک پولیس کا محکمہ قائم کر دیں؟ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے لیے ایک ایسی ریگ وجود میں ہو جو عالمی اقتصاد کی زندگی اور عالمی فوج نہ قند رکھے، تو مخالف بات تو یہی ہوں کہ ہماری بنیادی غور و نظر دراصل ایک عالمی دولت مشترکہ کی صورت میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اس بات کا اعتراف کر لینا چاہیے۔ مستقبل کے لیے ایک عالمی دولت مشترکہ پر مبنی عالمی جنگ کا مقابلہ ہو گا۔ کسی بھی ریگ کو نہیں بہت بڑی چیزیں نہیں کرنا کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں قوموں پر مشتمل ایک ایسا گروہ موجود ہے جس کے درمیان ہمیشہ کے لیے جنگ کا خطرہ نہیں ہو سکتا۔ یہ قومیں نہ قانونی دولت مشترکہ ریاست ہائے متحدہ اور بچی جانے والی یورپی جمہوریتیں ہیں۔ ان میں سوویت یونین کے گروہ کو بھی شامل کرنا چاہیے، جس نے اپنی بین الاقوامی پالیسی سے واضح کر دیا ہے کہ وہ امن چاہتا ہے، جنگ سے گریز کرتا ہے اور خفیہ طور سے ایک مثالی عالم اتحاد و تعاون پر یقین رکھتا ہے، حالانکہ اس کے خیال میں مستقبل میں موجود سماجی نظام میں جو تبدیلیوں کے بغیر اس قسم کا بندھن ناممکن ہوگا۔ جسے ٹوش عالم زندگی کہا جاتا ہے، اس کے لیے جمہوریتیں ایک مخصوص موقف رکھتی ہیں۔ ملایان کا تصور جنگ پر عمل امر نہ ریاست سے کیل نہیں آتا۔ میرا خیال ہے کہ مغربی جمہوریتیں جن اقدار و جمہوریت کے لیے ضروری سمجھتی ہیں وہ ایسی دنیا میں دتی نہیں رہ سکتیں جو قوم پرستی کی بین الاقوامی اکانڈیت، اور اقتصاد کی قانونیت کے حوالے کر دی گئی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ

بمیں سماجی انصاف کی بنیاد پر دنیا کے اتحاد کے ذریعے ان دونوں قوتوں سے جتنے فائدے ممکن ہوں حاصل کرنے چاہئیں اور ان کو ایک مشترکہ بھائی کے ماتحت متحد چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ اس کے پاس ایک آف انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن International Labor Organization ایسے ادارے ہیں جو اسکی پالیسی کے بارے میں سوچی سمجھی ہیں اور اس پر عمل بھی کر سکتے ہیں۔ دنیا آج ایک بھڑکی ہوئی اور سے ترس رہی ہے۔ عالمی جنگ کی شروعات کی ہوئی ہے تقریباً دو چار سو ملین کو تباہ کر دے گا یا اپنی فوٹ نشانِ فنا قابل تصور بے پروا اور خوش حالی کی پلمٹی پر فائدہ کر دے گی۔

میں نے جس پالیسی کا خاکہ بنانے کی کوشش کی ہے وہ دنیا کی جمادات امیز اور طرز ہے۔ ایک عالمی دولت مشترکہ کی بنیاد رکھنا آسان اور معمولی کام نہیں ہوگا، بلکہ شاید یہ امکانہذا اور اتنا مشکل کام ہوگا جو کبھی کسی مسافرِ قرین انسانی ذہن میں بھی نہ آیا ہوگا۔ مگر یہ ایک فرض ہے جو ضرورت بن گیا ہے۔ یہ وہ تقسیم کام ہے جو پھر یہ دنیا کی بنیاد کی حقیقتوں میں ہو رہا ہے۔ مگر ہمارے مغربی تمدن اب بھی نیک نہ رہا ہے اور ہم جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں۔ میرے خیال میں ایسا ہے۔ تو ہمیں ہمت کر کے دنیا کے لیے ایک چیلنج کی طرح، امن کے لیے ایک متبرک جنگ کے بارے میں طرح اس پالیسی کا اعلان کر دینا چاہیے۔ دنیا کے نوجوانوں کے لیے اس سے بہتر اور عالمی شان منقصد اور کی ہو سکتا ہے کہ۔ صوفیوں کے پائے خواب اور فرزند مندی سے۔ اس دور کے لیے وہ تقسیم عالمی دولت مشترکہ قائم کی جائے جو عالمی بھائی چارے کی ایک قابل دیدر تقسیم ہو۔



## سرمارمن انجیل

### اعلان تجلیل

جس طرح دوسرے کام کے میدانوں میں انسان کوشش کرتا ہے، میں نے کیے جانے والے بین الاقوامی کام میں بھی محنت، ہمت اور کام کے مطابق تقسیم سنا چاہیے، یعنی تقسیم محنت ہوئی چاہیے عینکام کرنے والوں میں اور تعلیم دینے والوں میں۔

مسٹر آر تھر ہنڈرسن (Arthur Henderson) عینکام کرنے والوں میں سے ہیں، ایک مدرنی طرح، جو امن کے لیے مسووبے بناتا ہے اور ان کی قومیت کے لیے راستے ہموار کرتا ہے سارمن انجیل، جنہیں 1933 کا امن نوبل دیا گیا ہے، تعلیم دینے، ان میں سے ہیں، جو ان کے رائے علم کو تعلیم دیتے ہیں، جو اعلیٰ حالت کے لیے راستہ ہموار کرتی ہے اور نہ صرف ان کو نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تعلیمی کام میں ان کا حصہ بنیادی اور بنیادی رسوخ والا ہے۔

رالف نارمن انجیل لین (Ralph Norman Angel Lane) ایک آسان کے بیٹے ہیں، جو آنے والے بڑے دن کے بعد والے دن [جس کو بوجھ لے کر کہا جاتا ہے] اس ٹیڈ نہی کی عمر کو پہنچ جائیں گے۔ ان کی صحت کبھی بہت اچھی نہیں رہی، اور وہ جوانی کے دنوں میں کئی برس دوکیل فورینیا (California) میں رہے جس میں اس طرح دو ریاست ہائے متحدہ اور امریکی رائے عامہ سے رابطے میں تھے، جس کو تمام عمر انہوں نے قائم رکھا ہے۔ پھر وہ بھی بن گئے، اور کئی بار جب میں ان سے ملتا تھا جس کو میں اس کا عرصہ گزار گیا ہے وہ [اخبار] ڈیلی میل (Daily Mail) کے ایڈیٹر تھے اور کئی برس سے فرانس میں مقیم تھے۔ دنیا کی نئی نئی حالتوں کو رائے عامہ سے دو بہت قریب رہے تھے جس کی وجہ سے وہ منتخب کام کے لیے نہایت موزوں آدمی تھے۔

مجھ سے کہو کہ اکثر اخبار کیا کرتے تھے کہ وہ جنگ باز اخبار کے مدیروں میں سے نہیں تھے۔ انہوں



نے مجھے اپنے کام کے بارے میں بتایا تھا کہ ان کی فیس داری محکمہ کانڈیو رتھپانی میں مشغول ہوئے وہی رتھپانی فریڈ تھا۔ ایک دن انہوں نے شکایتیں کیے بتایا تھا کہ ٹھیکہ دار اخبارات۔ رڈ مارچہ کلک (Northdite) سے ان کے اچھے تعلقات تھے اور اس طرح اکثر، جب ممکن ہوتا ہے، میں اپنے اخبار میں کچھ مفید چیزیں شامل کر دیتا ہوں۔“

مارمن ۶۷ میں اس وقت تک ایک مشہور ادیب بن چکے تھے۔ ان کی پہلی کتاب Patriotism under Three Flags 1903 میں شائع ہوئی تھی، جس نے جنوبی افریقہ کی جنگ سے پیدا ہونے والے مسائل پر بحث شروع کی تھی۔ جیسے جیسے بہت سب سے دوسری طور پر پرتو تھا۔ پھر 1909 میں انہوں نے چند سو غزلیں کی ایک اور کتاب "Europe's Optical Illusion" لکھی اور پھر ایک دن وہ صحیح سو گئے تھے تو خود کو مشہور معروف کر دیا۔ کبھی کبھی ایک کتاب کی شہرت اتنا قریب نہیں بھی ہوتی مارمن ۶۷ میں کی [ایڈیٹر] کتاب رڈ ایشر (Escher) کے ہاتھ لگ گئی جو ہائی کورٹ میں افسر اور شاہد اینڈرڈ کے بیسٹ تھے اور رڈ ایشر نے ضروری جانا کہ یہ کتاب مشہور ہو۔ ایک کے بعد دوسری اساتذتیں ہوتی رہیں، اور بعد کے سال 1910 میں مارمن ۶۷ میں نے، جنہوں نے طور پر نظر ثانی کیا ہو، مگر اس سے اضافے کے ساتھ ایک نیا ایڈیشن شائع کیا۔ The Great Illusion رومن کی تعداد میں شائع ہوئی اور پچیس لکھ تکی زبانوں میں اس کے ترجمے کیے گئے۔

پچیس لکھ تو بڑی بات یہ تھی کہ رڈ ایشر کے حق میں ایڈیٹر نے مارمن ۶۷ میں کے خیالات پر ایک دست سند آڈی کو بھیجا۔ اس کو عطیہ دینے دے گا Garton Foundation نام کے فنڈ میں عطیہ دینے پر راضی کیا۔ یہ فنڈ عطیہ دینے والے کے نام سے ہی بنایا گیا تھا، اس منصوبے کے ساتھ کہ مارمن ۶۷ میں کے خیالات کو تحقیق، انصاف اور مشاہدوں کے ذریعے جان جائے۔

دیکھو "Great Illusion" ہے مارمن ۶۷ میں جس کا جواہر چاؤ ہے کیا؟

آمران کے محمد و ہکما کافی علاقہ میں اس کو بیان کیا جائے تو اس طرح کہا جائے گا: میں ارقوں تعارضات کو حل کرنے کے لیے جنگ بائبل کافی طریقہ ہے، جنگ سے کسی قسم کا فائدہ نہیں ہے، فتح پانے والوں کو بھی، متحدہ ہی اعتبار سے تو بائبل بھی نہیں۔ آجہ نیک و طریقوں سے جانچ کرنے کے بعد ادیب اس نظریے کی حمایت کرتا ہے: اگر جنگ ایک فتح پانے والا جنگ — متحدہ ہی طور پر فائدہ مند ہوتی تو پانی طاقتوں کے تمام دشمنوں نے فتح کی ہوتی جنگوں کے ذریعے عالمی سطح پر قائم کر دی جی، چھوٹی اور جنگ سے سارو دشمنوں کے دشمنوں سے زیادہ فائدے میں ہوتے۔ ان دو قسم کی قوموں کی مابین کی شادیات ثابت ہوئی ہیں کہ یہ نہیں ہے۔ دوسری کے عداوتوں و ہندوئی اور سونیڈس، سوئس اور نارویجائی ہمیں عالمی دنیا ہمیں میں برطانیہ کے ہذا اس کے ختمی کے مقابلے میں زیادہ قیمت رکھتے ہیں۔

۶۷ میں سوال کرتے ہیں کہ جنگ سے تجارت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور خود کی جواب دیتے ہیں کہ نہیں

کارکن و غیر میں پیدا ہوا۔ اس کی بہت دوست مبنی ہے جب آپ اس کا فائدہ نصرت کر دیں۔ جنگ جو آپ کے کانوں کی عواوہ و فاع قو میں کے باشندے میں یا مشنوں کے منس کر دیتی ہے، جنگ، جو تجارت کا گڈ نہیں جاتی مگر مصنوعات کو بے قیمت کرنے کی غرض سے مزاحمت کرتی ہے وہی طرفہ ہی در منافع کھا جاتی ہے۔ اس کتاب کا سب سے نیا دو معقول چھاپا باب ہے جس کا عنوان ہے The Indemnity Fundy۔

اس موقع پر میں اپنی تاریخ نگاری میں ایک چھوٹی سے جست لکھا چاہوں گا۔ پچھلے برس، اپنی کتاب کی چکی اثبات کے چو میں نے بعد مارن آج میں نے ایک غیر معمولی تجربہ کیا تھا۔ انھوں نے اپنی 1910 کی کتاب پر، ایک تعارف اور اس نوشت کے اضافے کے ساتھ، دو بار نظر ثانی کی تھی۔ جب وہ تقریباً چھ برس کے ہو چکے تھے تب انھیں نے اپنی توجہ کی کام میں ترمیم کی اور اسے نئی شکل سے پرکھا۔ آج وہ باب انھوں نے دو بار دہرایا ہے جس کی تلاش کے لیے نہیں، بلکہ ان کا خواہش یہ ہے کہ اسے اور حال تک رہنے کے لیے۔

مگر اس میں ایک باب تھا جو طرف بہ طرف اسی طرف مچا پڑا تھا، جیسا کہ 1910 میں تھا۔ وہ [میں] چھاپا باب تھا The Indemnity Fundy۔ مارن میں بتاتے ہیں کہ جب پہلی بار کتاب شائع ہوئی تھی تو، دراصل، اس باب کے پورے نظریے کی بنیاد پر شدید تنقید کی گئی تھی، اور دراصل اس کو ایک انگریز اور ایک فرانسیسی ماہر معاشرت نے رد کر دیا تھا۔ اس تنقید نے ان کے ہتے نظریے کی بنیاد کو بد کر رکھ دیا تھا، اتنا کہ بعد کی اثباتوں میں انھیں چنے بھکا جو زچیں سامانہ ہو گئی۔

اب۔ جب کہ ہم اس کا تجربہ کر چکے ہیں جس کو مسٹر کنبر (Keynes) نے The Economic Consequences of the Peace کا نام دیا ہے۔ مارن آج میں کا خیال ہے کہ وہ، جنگ بہ طرف، وہی پھر شائع کر سکتے ہیں جو انھوں نے 1910 میں لکھا تھا، مبنی، جنگ سے ہونے والے نقصانات کی صورت دینا کا وزیوں سے کم نہ ہوگا۔ اس ضمانت جس کو اس وقت تک ادا نہیں کیا جا سکا جب تک کہ قرضے خود اس کو نہ امداد کی صورت میں قبول کرنے پہ تیار نہ ہیں۔ [اس بات کا قوی امکان ہے کہ] اس قسم کی ادا کی کے خلاف باشندے اس کو "dumping" کا نام دے کر شدید احتجاج کریں گے جو فزعت پرست محصول کی صورت میں ان کے مفاد میں لازم قرار دیا گیا ہے۔

"خلافی" کے ایسے۔ یہ مزاحیرا لیے۔ نے مارن آج میں کے خیالات کو جائز ثابت کر دیا ہے۔ انھوں نے اپنی دیکھ کی بنیادوں کی ترمیمی کی معیشت کے اتنے انداز کا نتائج پر رکھی ہے کہ جمہور نے 1870/1871 کی فرانسیسی جمہوریت جنگ کے نقصانات کے پانچ ہزار ملین فرانسیسی فرانکوں کے حصے، ہیرین نے ان کی دیکھ کو رد کر دیا تھا۔ اب جمہوریت کے ادا کردہ 225 ملین فرانسیسی فرانکوں کا فرانسیسی ہیرین کی آنکھوں کے سامنے پھوٹ چکا ہے۔ اب ہم سب کے خیال میں مارن آج میں سمجھ کر رہے ہیں۔ اور وہ اس بات کو بغیر کسی ہیرین کی یا ٹکڑے کے قدرے مایوسی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ دیتے ہیں۔

سب میں اپنے کام کو دھماکوں کو سمیٹنا نہیں اور ان کے سحر ترین کام کی جتنی ہمت کی طرف آنا چاہوں گا۔

اس عظیم مراد نے ان لوگوں میں جنہوں نے سحر پڑھ کر کتاب پڑھی ہے (یہ صرف اس کے بارے میں سنا ہوگا) ایک اور مراد پیدا کر دیا ہے۔ چونکہ مارمن ۱۶ مئی نے جنگ کو احمقانہ ٹھہرا لیا تو اس کا رد واری سند ثابت کر دیا ہے۔ بہتوں نے ان کے اس بیون سے یہ سمجھ لیا ہے کہ اب یورپ میں جنگ نہیں ہوگی۔ مارمن ۱۶ مئی نے یہی شہود سے اس تشریح کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ سچ ہے کہ پھر میں جنگ کے خلاف اتنی نرمی کیوں کر رہا ہوں؟ تو پھر، جنگ مخالف لوگ بے مقصد اور ناپسندیدہ کام کرنے پر کیوں اسرار رکھتے ہیں، اگر انہیں یقین ہے کہ اب جنگ کبھی نہیں ہوگی، مستحق لوگ کھاروں نہ نہیں توڑ سکتے!

The Great Illusion کا آخری باب خارجہ پالیسی کو جنگ سے بین الاقوامی تعاون میں تبدیل کرنے کا معقولہ حذر پیش کرتا ہے۔ اگر یہ نہیں کیا جاتا تو ان کے مطابق، جنگ مائتزم ہوگی۔ اس حقیقت کے باعث کہ ہر ملک بین الاقوامی انحصار پر بھی ان دنیا میں رہا ہے، یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ ہر ملکی تعاون کے بندھن کی بنیاد پر بین الاقوامی میونخ کی مناسبتیں کریں۔ بعد ازاں دونوں دفاتر کے اصولی وقت کر دیں اور مشترکہ کوشش سے قائم کیے گئے ایک مقدمہ راہ سے کے ذریعے یہاں تک پھیلے کہ بین الاقوامی قانونیت کا تہا دل ہو سکے۔

مارمن ۱۶ مئی ایک عظیم ادیب اور مصوفی ہیں۔ وہ [طریقہ طرہ کے] کتابچے بنانے کی عظیم ترین نعمت سے مالا مال ہیں۔ ایک ہی بات کو بار بار کہنے، گھڑنے، انداز سے کہنے کی نعمت سے، جس میں نئی نئی اور موزوں مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ ان کا تھامس سویٹ (Swinn) اور کاہن (Gobden) سے کچھ جاتا ہے۔ یہ ایک بلند درجے کی سائنس ہے۔ گھر کی سائنس جس کے ذریعے ہمارے [گھر] بنی ہوئی صوبہ یہ دونوں سے مختلف ہیں۔ ان میں سویٹ کی جیسی کاٹ اور تھیمز نہیں ہے۔ نشان میں کلکٹن کا بھی ترغیب دینے والا، مقناطیس جوڑی خطابت ہے، جو مزاروں کو اس کے جلسوں میں رہا تھا اور جو انگلستان اور یورپ دونوں میں آزادانہ تجارت کا واسطہ تھا۔ گھراؤں کر یہ ایک منکر مدت تک ہی رہا تھا۔

مارمن ۱۶ مئی، سویٹ اور کاہن جیسے بلند درجے کے انسان ہیں۔ گھر میں مختلف قسم کا جوہر قابل ہے وہ وہ سویٹ کی طرح شاعر نہیں، نہ کاہن کی طرح کے مبلغ ہیں۔ مارمن ۱۶ مئی مراد و راحت انسانی فائش سے باتیں کرتے ہیں۔ بہت مختصر مزاج کے اور صاف گو ہیں۔ وہ اپنے ادراک اور اپنی معنویت پر پور یقین رکھتے ہیں۔ انہیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ ہر اثر ایک دن عیش کا راج ہوگا، جب ہم فانی نظر اور فانی وراثہ فانیوں کو دیکھ کر کہنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ان کا یقین ہی کافی جنگ کے دوران، سیوں کی طرف میں اور بعد جنگ کی کئی ماہیوں کے دوران

ان کا مددگار رہا ہے۔

اور ان میں ان کے عقائد کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے عالمی جنگ کی شروعات کے فوراً بعد ہی انہوں نے۔ موریل (E. D. Morel)، رامسے میک ڈونلڈ (Ramsay MacDonald)، چارلس ٹریویلیان (Charles Trevelyan) اور آرتھر پانسنبری (Arthur Ponsonby) کے ساتھ مل کر Union of Democratic Control کی بنیاد رکھی تھی، جو اس سرشتیں کا پیدا کنندہ تھا جہاں سے آئینی امور میں خارجہ، عوامی اور پارلیمانی کنٹرول متعلقہ بنایا گیا تھا۔ وہ دوران کے کامریڈ عوامی سطح پر بحث و تجویز کے تقابلی اثرات پر یقین رکھتے تھے کہ یہی حرکت عوامی کی جھنڈا لڑائی چا سکتی ہے۔

1915 میں شائع ہونے والی کتاب Prussianism and Its Destruction میں انہوں نے ثابت کر دیا تھا کہ انسانی فطرت کو قابض کرنے کے لیے جنگ موثر حربہ نہیں ہوتی۔ خیانت کو آپ بندوق کی گولیوں سے، نہیں سکتے۔ اور انہوں نے یہ واضح کر دیا تھا کہ Prussianism جنی پراسیائی عسکریت صرف جرمنی کے اندرون کی ہی مظہر نہیں۔ اس پر جرمنی کے حمایتیوں نے، جو ان کے سر فیوں میں سے تھے، انہیں خوب برا بھلا کہا تھا۔

مارٹن ویمبل نے امریکا کے محول مفر کے جن میں امریکیں کے ارد میں کوئی بھڑکے تھے ساتھ ہی وہ اپنے خیالات کی حمایت میں لڑائیاں لڑتے رہے۔ ان کا صدروڈن (Wilson) سے رابطہ ہوا اس دوران انہوں نے ایک نئی ترقیات کے سلسلے میں تبادلہ خیالت کیا تھا۔

جنگ کے بعد انہوں نے امن کے بندوبست پر ہونے والے، باضموم اقتصادی قوتوں و مقررہ پیر، اعتراض کیا تھا۔ 1929 سے 1931 تک وہ لیبر پارٹی کے رکن کی حیثیت سے [بڑی قوی] کارا ہوام میں مسٹر بندرمن کے عتب کی نشست پر بیٹھتے رہے تھے۔ پچھلے چند برسوں میں، اپنی کتابوں اور خطبات میں انہوں نے اپنی خوشنصیبی کی نسبت کے ہجوم مسائل پر مرکوز رکھی تھیں۔ 1932 میں شائع ہونے والی اپنی [کتاب] Unseen Assassins میں انہوں نے انسانی دماغ کے تعقبات اور خط تصورات پر سے پہلے اٹھائے تھے جن سے نمود غرضائے منادات اور بواہیں سیاست دان سمجھتے ہیں اور طاقت کو پائیں اور جنگ کے خطر ناک راستے پر لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں۔ میں اس موقع پر مذہب کا تذکرہ کرنا چاہوں گا جو انہوں نے پچھلے برس اپنی کتاب The Intelligent Man's Way to the Prevention of War کے لیے لکھے تھے جو مجھے اس وقت کے سب فزیشن کی کنفرینس میں رکھی نظر آئی تھی۔

اپنی نوٹ انسان کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ حقیقت اسے کبھی نظر آتی ہے۔ گویا ہم سب کی آنکھوں میں "گھون (جیاتی کیپ سے بنے) آئینے کے ٹکڑے پیوست ہیں" (جس کی مثال سیریل انڈریٹ [Sighat] Undset نے اپنی ایک کتاب میں دی ہے)۔ ہم، اس حقیقت کو نہیں دیکھتے کہ وہی کچھ دیکھتے ہیں جو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے وہ جھنڈا ہوتی ہے، وہی ہمیں اپنی چیزیں ہوتی ہیں جو ہم

اپنے والدین، یا اپنے دادا پر داد سے مراد میں پاتے ہیں۔ عقلی طور پر سمجھ ہی نہیں پہنچے ہوئے ہیں جو ہمارے طرف سے اتنا پچھلے تھے اور جس اس بات کا کوئی احساس نہیں کہ وہ ہم پر اچھے نہیں سمجھتے۔

اوں ہمارے دل میں، جو اپنی ضرورت کے پیش نظر ہی مقررے پر کام کرتے ہیں جو مائے علم کے ذریعے دیکھ دیتے ہیں، اسی جہد میں رہتے ہوئے کوشش کرتے رہتے ہیں، اسی ہمارے ہوئے لہائی کو نصیب کیے رہتے ہیں، اگرچہ شرف سے دیکھا جائے تو آخر اسی طور پر، بہتوں نے جہد سے پار چلی آگئیں عقلی ہیں۔

مارکن ۶ میں بار بار اپنے استاد کے "جہد" کو استعارے کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی کتاب The Great Illusion کے پچھلے ایڈیشن کے پہلے صفحے پر لکھا ہے: "یہ کتاب اسی جہد کو صاف کرنے کی کوشش کرتی ہے جو نہ جانے کتنوں کو راستہ دیکھنے سے باز رکھتی ہے۔"

مارکن ۶ میں کے حدود چند ہی لوگ ہوں گے جنہوں نے سمجھ لی آگئیں میں بہت "گھڑائی آئینے کے گھرے" کا لٹے کی کوشش کی ہے، تاکہ وہ جہد جو جس راستہ دیکھنے سے باز رکھتی ہے، صاف ہو جائے اور ہم [۲ کے بن طریق] قدم نہ مانتیں، انہوں نے یہ کام انجام دے دیا ہے، اور مزید کرتے ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ انہیں بنی نوٹ انسان پر پڑا تھا، جس کو انہوں نے اپنی ایک اور کتاب میں "اپنی نوٹ انسان کی زندگی معقولیت" کہا ہے۔

خدا کرے کہ ان کی خوشامیڈی کا بھرم نہ جائے۔

مارٹین لوتھر کینگ کے زبان Christian Louis Lange کی زبان

خطبہ:

## امن اور عوامی ذہن

میرنی خوشی ہے کہ سب سے پہلے میرے الفاظ اس امر کے تشکر کے اظہار میں صرف ہوں جو ذہن کشی نے مجھے عطا کیا ہے۔ آپ کو میرے جذبات کا اسی وقت آج احساس ہو جائے گا جب میں یہ کہوں گا کہ میرے پاس اپنے ہی احساس کی ترغیب کے لیے الفاظ نہیں، کہ میں نے اس مقصد کے لیے قیاسی جو حکمت کی ہے اس کو اسی طرح نوازا جائے گا۔ اور چوں کہ جو کچھ میں سوچ رہا ہوں اس کو بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں، میں اس قسم کے نواقی الفاظ پر قناعت کروں گا۔

میں نے اپنے آئی کے موضوع کو "امن اور عوامی ذہن" کا عنوان دیا ہے، جس سے میرنی مردوں کے عام ہے، یا صحابہ کے رائے یا احساسات ہیں جن کا عمل دخل ان پڑھیوں میں ہے جن کی وجہ سے جتنی ہوئی

جس میں اس کے سامنے خصوصیت کا مطالعہ ہے اور ان خطیوں کا جن میں نے ان کو پیدا کیا ہے۔  
یہ کہنا بد شعیر نہیں ایک چرکتی امر ہے کہ یہ ہماری سائنس یا سائنس کی طرف سے بھی انسانی سائنس  
کی بد نظانی کا نتیجہ ہوتا ہے، جس کی بنیاد کو خصوصیت خطیوں یا خطیوں کی ہوا کرتی ہے۔ مگر ہمارا فرض اس  
قسم کی خطیوں یا کامیوں میں تیار کرنا ہوتا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ عالمی امن کی چیزیں بہت اسی سے  
بگاڑ دی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ مسئلے کا مرکزی تصور امن قائم کرنا ہوتا ہے، جنگ کے خوف مابقیوں کے  
احساس کو شدید کرنا ہوتا ہے۔

اس سے ہمیں دنیا دونوں طرف نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ وہ جو پیش در حساب تو موجودی رہتا ہے۔ وہ  
حق کی حق چاہتے ہیں (جس میں اور بھی چیزیں شامل ہوتی ہیں، جیسے قومی دفاع)۔ مسئلہ دراصل امن کی تقاضا  
کے عمل میں شدت پیدا کرنے کا ہی نہیں بلکہ وہ جو درمیان میں ہے کہ وہ دشمن میں داخل ہو جاتی ہے۔ ان  
وہ چیزیں جن کا ارادہ امن ہوتا ہے جنگ پیدا کرتی ہیں، وہ ایسے نہیں دیکھتے کہ اس کا حاصل کیا ہوگا۔  
اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ امن کی بنیادیں حقیقی سے تو ہمیں اس سے شدت ایک اور حق کا علم ہو  
جائے گا: جنگ اس سے جاری نہیں رہتی کہ وہ بد نظانی خود فرض ہو۔ چلی ہوتے ہیں۔ یہ مرکز جاری نہیں رہ  
سکتی اگر دونوں جانب کے ایسے افراد باتوں دیتے کے لیے تیار نہ ہوں، اس کی قربانیاں جو دینی اور انسانی  
عمل اس حد تک طلب نہیں کرتا۔

جو قوت جنگ چاہتی ہے اسے بد نظانی آدمیوں کی بچھری رکھے، ان مفاد پرست نظریوں سے تو لائق  
نہیں سنی اس کو اچھے لوگوں کی۔ یہ واقعتاً سے تو لائق حاصل ہوتی ہے۔ امن پسند لوگوں نے کبھی کبھی اس  
صدقہ کو اس طرح مانا ہے کہ وہ مزید کو بہت بڑی رعایت دے رہے ہوں، گو (مجھ سے کہہ نہیں)  
جنگ کو برے سے ختم کرنے کے لیے ہمیں شرفیت چھوڑ دینی ہوتی۔

بنیادی نہیں، بد شعیرانہ قوتوں میں ہوتی ہیں جو جنگ پیدا کرتی ہیں۔ یہ دنیا کی خلیوں میں ہوتی ہیں  
جو غصہ کرنا گھرا اور اپنا ہوتا ہے۔ جنی من لیس کے جو یا لیجے دروں، انکسروں اور مذہبی رہنماؤں کے  
وابستہ مفادات۔ مگر یورپ رجا گھروں سے بھرا ہوا تو نہیں ہے اس لیے کہ لیجے در، پیسے بنانا چاہتے تھے یا  
مبغض فکریوں کے متعلق تھے۔ عام آدمی کو بچھریں فی صد آمدنی نہیں کا سامن نہیں ہوتا، وہ اسلحہ بنانے  
والوں کے مفادات کے لیے اپنے آپ کو سمیت، اور مفاد رنی کے لیے پیش کرتا ہے۔ تو وہ کیا شے ہے جو اس  
کو غیب دہی سے سروکار ہائی کے لیے جنگ باز خداؤں کے حوالے اپنی دولت اور اپنی یا اپنے بیٹے کی زندگی  
کر دے؟

ہمیں یہ تناقض کا بیان دینی سے سامنا کرنا چاہیے کہ جو دنیا جنگ کرتی ہے، وہ وہی دنیا ہوتی ہے  
جو حسب معمول وہ قتل اس کی محاکمات بھی ہوتی ہے۔ جو ہزاروں کا نتیجہ نہیں ہوتا، بلکہ امن حشر انگلی، ان  
اچھے ارادوں کا نتیجہ ہوتی ہے جو قبل از وقت ماکام بنا دیے جاتے ہیں۔ اسے عام طور پر، بد نظانیوں یہ سمجھ کر

فیس شرمش کرتے کہ یہ تعاد ہوتا ہے، بعد یہ ان پالیسیوں کا نتیجہ ہوتا ہے جن کو خوش فہم لوگ بھی عام طور پر سمجھتے ہیں۔

اس وقت پینشن کا ایک بڑا حصہ اس بنیاد پر باقاعدہ طور پر ایک آف فیشلری مخالفت کر رہا ہے کہ یہ اردو نہ جانے کو جنگ میں ابھار دے گا۔ یہ قریباً نہ کہ کوئی نیا مسئلہ ہے کہ تھائی لینڈ کی پسندی کے طرف دراپنے پیشہ ورفائش میں امن کے بارے میں سمجھ نہیں آتی۔ ان میں اسے ایک گروہ نے حالی ہی میں جنگ سے متعلق ایک عجیب گھڑاؤ قائم کیا ہے تاکہ وہیں کو نہ اور راست جنگ کی ہوں مایوں سے آگاہ کر کے ایک کے خلاف ایک ویل کے طور پر پیش کریں۔ امریکہ کو یہ یاد کرنے کی ہے کہ پانچویں سال آخر جنگ پیدا کر رہی ہے تو ان کا رادوی نہیں، بلکہ ان کا فیصلہ طویل پہ بیٹا ان کے مقاصد نہیں، بلکہ ان کی شادیات طویل پہ ہوں جن کے ذمے ان کے مقاصد حاصل ہو سکیں۔ یہاں مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ کن مقاصد میں ان کا فیصلہ مانگتا ہے (کہ ہم اس کا نقش تصور کرتے ہیں) کہ قومیں کیوں ایسی پالیسیوں پر آمادہ عمل ہوتی ہیں جن کا اردو میں یہ ہو جن کا نتیجہ جنگ کی صورت میں برآمد ہوا ہے تو، بھائیوں، اور اس طرح کی معاملے میں رائے عامہ طویل پر ہوتی ہے۔ جب تک ہم مشکل کے اس پہلو کا سامنا نہیں کرتے، امن کے لیے سب سے منصوبہ بنانے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا، اس لیے کہ منصوبہ بنانے والے جیسے جیسے فرکار راستہ تلاش کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا کہ جنہیں ان کو استعمال کرنا ہو نہیں سکتا۔ یہی نہ ہو کہ میں بہتر راستہ سے اردو اس کو استعمال کرنے سے انکار کریں۔ یہی ہماری جدید ذراں جمہوریتوں کا مسئلہ ہے کہ انھیں بہت سارے بجائے کئی طریقوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے، جن میں کچھ ایک دوسرے کے مخالف اور کچھ ایک جیسے ہوتے ہیں، اور کچھ علی و دلیج کے عملی ہوتے ہیں جن کی خوبی اور ذرا ان کا فیصلہ عام آدمی کے پس کی بات نہیں ہوتی۔

مریضوں کو اس بات کا اندازہ ہونا چاہیے کہ ان کے سوانح آپس میں شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ اور اگر عام آدمی کے لیے یہ مسئلہ ہو کہ وہ اس طریقہ [مستطاب کرے تو ایک ماہر مشی کے لیے صرف ایک مسئلہ نہیں ہوگا کہ وہ فرار کا راستہ تلاش کرے یا سب سے پسے ان لوگوں کو طریقہ بتا دے جن کے فرار کے لیے راستہ کیا گیا ہے، اور یہ بھی دیکھا ہوگا کہ کون کون کن اور مست سزا کر رہے ہیں، یہ دیکھنے کے لیے کہ یہی صحیح راستہ ہے۔

اس کے سوا اس مسئلے کا ایک اور بھی پہلو ہے جسے نہ جانے کیوں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ہم اکثر یہ قریب کر دیتے ہیں کہ کوئی اور اگر ہمارے مریض کا علاج تلاش کرے گا، کوئی نیا منصوبہ دے گا، اور ہمیں فوراً معصوم ہو جائے گا کہ یہی اصل حقیقت ہے اور ہم اس پر عمل کرنے نہیں گئے۔ ہم ہمیشہ قائم و قیادت دونوں کے طلب کار رہتے ہیں۔ لیکن، اگر قائم کے بجائے ہم نے راستے کو اکثریت غلط سمجھنے لگے تو، وہ اعلان کر دے کہ یہ قائم نہیں، بھٹکانے والا ہے۔ مائزیم طور پر، کسی جمہوریت میں قائم وہ ہوتا ہے جو

اپنے موجودہ عقائد کو سمجھنا اور ان میں پرکھ کر دیکھنا۔ جیسا کہ آئی ہے کہ یہ تھا: "The common mind to an uncommon degree."

یہ جہاں کی اور طرح کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ کثرت کے عقائد — قومیت کی بنیاد پر دنیا کی تنظیم کی خواہش جیسے نکات پر اکثر اتفاق ہوا کرتا ہے، عقیدہ عقائد ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، یہ کبھی کبھی بے حد غلط ہوتے ہیں۔ مثلاً مسلمانوں میں معجزہ بھی ہوتے ہیں۔ قوم پرستی، تجارتی تحفظ، تجارتی نفاذ اور تمام اثر ایسا جو یورپ کو محدود کیے ہوئے ہیں اور وہ ہم پر ہم کیے رہتی ہیں، سنجیدگی سے غلطی کبھی جاتی ہیں۔ کثرت کے نزدیک، اور وہ سچ ہیں، اور امریکی پیغمبر بھی ان سے انکار کرے گا تو اس کو سنگسار کر دیا جائے گا۔

یہ کہا جائے گا کہ یہ سچ ہے کہ اس معاملے میں پڑھے سمجھے لوگ متعلق نہیں ہوتے بلکہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور یہ کہ جائے گا کہ عام لوگ اس طرح فیصلے کر سکتے ہیں جب کہ ماہرین، یعنی ڈاکٹر اور ان کے برعکس مشورہ دیتے ہیں۔ اس مقام پر میں ایک قشیل پیش کرنا چاہوں گا۔ طب کے لیا کڑا تر یونیم جی۔ پی۔ اختلاف کرتے ہیں۔ مگر کیا ان کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ عام لوگ طبی سائنس سے فائدہ کے نہیں اٹھا سکتے؟ عام آدمی طب کی اس مادیات سائنس سے اس درجہ فائدہ اٹھا چکے ہیں کہ دینی کی قلب و ہیت ہی ہو چکی ہے۔ مادی زندگی زندگی میں اب عجموں اور تکلیفوں والے دینی امراض کا خوف دینی نہیں رہا ہے۔ کبھی جو یورپ کو تیار کر دیا کرتے تھے عام آدمی طب کے ماہرین کے حکم کی مدد سے ان دینی امراض کو ختم کر چکے تھے۔ لیکن ماہرین کے مطابق "بسی چیزیں بہت نہیں ہیں۔ جن پر متعلق ہو چکے ہیں۔ لیکن کم از کم، جو اس امر پر اتفاق کر چکے ہیں۔ اگرچہ ممکنہ ہونے کا عین یہ ہیں کہ جان نہیں کر سکتے، مگر محض دیکھ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اب ہم یہ بات گئے ہیں۔ کہ یہ امراض دینی اور موزی چھانے جانوروں کے ذریعے گئے ہونے والے جنڈاٹیم (microorganism) کے باعث پھیلتے ہیں۔ گندے پانی کو پینے پانی سے پڑھ سکیں۔ اور چھوٹے موزی جانوروں کو اپنے غریبوں سے دور رکھیں۔ اور آپ ان دینی امراض کو دیکھ سکتے ہیں۔" عام آدمی نے سائنس کو سمجھ لیا ہے، مادیاتی اقدامات کر لیے ہیں۔ اور یہ خوف اس امر میں غالب ہو گئے ہیں۔

ایذا، آہ، رے، موم، لکڑی نے کچلے ہیں، بڑھوں میں، چند ساتھی بھی یوں کا، رُک کر یہ دیکھو۔  
کہ امراض کے جن بھی نظریے کو سمجھنا یہ دو مشکل نہیں۔ تو کم از کم اجتہاد کی، رہیں ہی بھلیں، جو ہماری مثال  
پر حاوی ہو چکی ہیں، ابھرنے نہ پاتیں۔

میں یہ نہیں کہنا چاہتا ہوں کہ ان سچی نیوں کے احاطہ قہ نے ہمارے ہر سیاہی اور سادگی مسکے کو اسی طرح حل کر دیا ہوتا، جیسے رنگینوں والے حاکم کا مسد حل ہو چکا ہے، بلکہ ان سادہ سی سچی نیوں کے حلقہ نے ہمیں اس قابل بنا دیا تھا کہ جو تم زخم چنگ جیسی سیاہی گہنی سے نکال گئے ہوتے، اور اسی طرح ہمارے مسائل بھی ہمارے پہنے پر تم ہو گئے ہوتے۔

محمد ماکہم ہیں، علم کو انکی گروہ سے نہیں کر ہم سرحد کا علاقہ نہیں ڈھونڈ سکتے ہیں یا مریچ سے رابطہ



نہیں کر سکتے تھے۔ بنیادی طور پر ہماری شراہیاں میں ارتقائی رشتہ کے علم کا اطلاقی نہ ہونے کی وجہ سے تھی، جو کسی طور ایک اطلاقی ماثت تھی، ہم روز مزدی زندگی میں جن کا تجربہ کرتے رہتے تھے۔

میں کوشش کروں گا کہ چند محوں میں ایک محوں مثال پیش کروں، مگر پہلے میں اس قانونی تعمیر پر بات کرنا چاہوں گا ماثت جو آپ میں سے کچھ کے مڈمیں میں موجود ہے۔

ایسے بہت سے لوگ تھے جو کہتے تھے کہ مائے ملکہ کا جنگ سے وسیع نہیں تھا، کہ یہ تو دو لوگ کہتے تھے جو اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ اس کے بنائے والے ان کے یہ سرمایہ داروں کے مزدور تھے مگر جب ہم مانہ جیتے تھے کہ منافع رکنے والے زیادہ دیو نہیں دیتے، تو اس سوال مزید پیچھے چلا جاتا ہے۔ تھے ہمارے مزدور لوگ ایک معنوی ہی فلیٹ کے مقابلے میں، جن میں چند دیو جنی و چند سودیگ ہوتے تھے جو اس تہائی سے فائدہ اٹھاتے تھے، مجبوراً ہی ہو جاتے تھے کہ یہ تھے، یہ کچھ لوگ تھے جو مزدوروں سے یہ کہتے سنائی دیں گے کہ ”ہم چاہتے تھے کہ ہم جنگ کرنا اس لیے کہ اس سے ہمارے منہ بچنے میں اضافہ ہوتا ہے۔“ مگر مزدور ان کی تابع داری نہیں کرتے تھے؟ ذرا غور کیجیے کہ عمارتیں بنانے کی صنعت میں، جس میں اس طرح کی صنعت سے کہیں زیادہ سرمایہ کاری ہوتی ہے، اور یہ بھی یاد رہے کہ بہت منافع ہوگا اگر لوگ کوئی بات پر آمادہ ہو جائے کہ وہ اپنے شراہ کو آگ لگا دیں، آپ سے کہیں کہ ”ہم رہائی کر کے اپنے گھر کو فاسیے۔“ ہم جانتے تھے کہ وہ مزدوروں کی زندگی کی بات نہیں کریں گے۔ مگر چند اس کے بنائے والے کس طرح دیوں کو جنگ کرنے پر مجبور ہوتی جائیں دینے پر تیار رہتے تھے؟ جب کہ یہ بالکل ناممکن ہوتا ہے کہ لوگ اپنی جائیداد خود تہاؤں میں تا کہ صنعت تعمیر کے دیکھ منافع نہ کریں۔ صاف ظاہر ہے کہ گھروں کو خود جوڑ ڈالا متعلق نہیں تھا، جب کہ جنگ شروع کرنے کے عمل میں کوئی امتحان۔ بات نظر نہیں آئے گی۔

یہ حقیقت ہمیں سننے کے مرکز کے قریب تک سے جاتی ہے کہ انسانی زمین میں کسی کوئی ہی نہیں ہوتی ہے جو اسے جنگ کی طرف کامیابی سے مائل کر دیتی ہے؟

جنگ کی ابتدا کرنے سے قبل مواد کی اکثریت کو بہت سے ضروری اقدام کرنے ہوتے تھے، جو ظاہر نہ ہوا کرتے تھے اور نہ کیے جاسکتے تھے۔ پاریمان اور ہنگامہ سوس میں بکری اور بڑی فوالت کے اخراجات کے تخمینے پر رائے شامی ہوتی ہے، صرف ایک یا دو درہائی نہیں، بلکہ سب سے سال اخیر طور پر نہیں، بلکہ ان پر طویل عوامی بحثیں بھی ہوتی تھیں، پھر پاریمان کے ارکان اور ان کے مائین کے ذریعے جو مختلف ریاستوں سے آزادانہ رائے شامی کے ذریعے، اکثر بڑی کثرت سے منتخب ہو کر پاریمان میں آتے تھے، تحفے منظور کرائے جاتے تھے۔ اس طرح وہ مائے دہندگان جو پاریمان کو منتخب کرتے تھے جو اس سرمایہ پر مائے شامی کرتے تھے جو ملے بنائے والوں کو دیے جاتے تھے، سٹیجوں کی نوک پر مائے شامی کے لیے نہیں رہتے جاتے، حتیٰ کہ ان کو کسی قسم کی رشوت تک نہیں ملتی جاتی۔ اگر یہ ووٹ واقعی مفاد پرستوں کی طاقت کو ظاہر کرتے تھے تو اکثریت کی یہ آمادہ صافی براہ راست طاقت کے استعارے سے نہیں حاصل ہوتی۔ کسی نہ کسی

طرح، کسی نہ کسی ذریعے سے، اقلیت کو پامیسوں کے بارے میں اکثریت کا اشتراک سے جو اکثریت کے مقاصد کو تحست دے دیتا ہے۔ یہ خاموشی کس طرح حاصل کی جاتی ہے؟ اقلیت اس مقاصد کے ذریعے اپنی کرتی ہے؟ دو کیا بہانات ہوتے ہیں جن سے انھیں فائدہ پہنچتا ہے؟ کچھ بھی یا محسوس ہوتا ہے کہ انھیں "مٹھ دے" ہوئے ہیں اس کے ذریعے۔ غیب کی جاتا ہے۔ ہمیں اتنی حقارت کا سامنا کرنا ہوتا ہے کہ طالب اور مرید کے بڑے شہروں میں عام طور پر آپ کو دو قسم کے اخبارات میں کے پہلی قسم ان کی ہوتی ہے جو میں ان قوانی معادلت میں کی بیان کرتے ہیں کہ ان کے قانونی طریقوں کے تحت ظہور و مجھ نہیں تا کہ قوموں کے دستور کے درمیان پیدا ہونے والی مناسبتی خیر کی تمیز کو دور رکھا جائے۔ اس قسم کے اخبارات کی اشاعت نسبتاً کم ہوتی ہے۔ ان کو تجارتی بنیادوں پر کامیاب رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ میری ذاتی حد تک کے مطابق، نیوز ورک اور لندن و ریڈیو کے شہروں میں، اس کوشش میں بہت سہرا یہ ضائع ہوتا ہے کہ اس طرح کے اخبارات سے منافع حاصل کیا جائے۔

مگر دوسرے قسم کا اخبار جو تجارتی اعتبار سے بہت کامیاب ہوتا ہے، جو اپنا شمارہ ادا کرتا ہے، اور جو شہروں میں عام طور پر مل جاتا ہے، فیر مٹوں کی بے لاگ خریدیں دینے کی کوشش نہیں کرتا۔ اسے اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ وہ جن اقوامی معادلت کی خریدیں تجارتی کے مہارت دے۔ عام طور پر اخباری مٹوں کی خریدیں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے یہ اخبار سے ہر ممکن واقف ہوتا ہے۔ اس قسم کے پالیسی نے انھیں میں جنگ شروع کرنے میں معاونت کی ہے۔

آر بیڈوں اقسام کے اخبار سرمایہ بنانے کے ذریعے ہوتے ہیں، تو دوسرے قسم کے اخبار جیسے جنگ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور اپنے منافع بخش بھی ہوتے ہیں، ورا من کی حوصلہ افزائی کرنے والے کم منافع کیوں دیتے ہیں؟ اس مقام پر "قوت" کے لفظ کا اطلاق نہیں ملتا۔ جب بقی جان اسٹوڈنٹ کا اخبار ٹریڈ نے پہلی جینی (Permy) لٹریچر ہوتا ہے، جو نہ نانا اس کی بی بی کتا ہے اور ٹیک پہ حصے ہوتا ہے، جس کے مقابلے میں دوسرے اس کا دفاع کرتا ہے، تو وہ [جان اسٹوڈنٹ] مشکل ہی سے یہ کہہ سکے گا کہ سرمایہ داروں یا اس پر بنانے والوں نے اسے مجبور کیا ہے۔ یہ کمال طور پر ایک اختیاری عمل ہوتا ہے جس سے جنگ پر ذریعے والوں کی معاونت ہوتی ہے۔

جان اسٹوڈنٹ کے لیے ہونے والے عمل سے چشم پوشی کرنا کسی قوتوں کو تیار کرنے کے برائے جن کا وہ خود بنانا چاہتا ہے، مگر قابل عمل پامیسوں کو بچانے کا وہ دیتے کے مترادف ہے اور اس پہ ہونے والے ظہور کو بچائے دیو اور دیکھتا ہے۔ اس [جیسے انسان] کو منظر اچھتوں کی بد نہا قوتوں سے آزاد کرانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس کو ان حرکتوں اور امدادوں کے ذریعے میں پوری آگاہی فراہم کی جائے جنہیں استحصا کرتے والے دنیا کی کامیابی سے استحصا کرتے ہیں۔ مٹوں کے طور پر، تر قوم پرستی جیسی نیشیتہ کی صورتیں اختیار کر رہی جو بے حد خطرناک ہوتی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ قوم پرستی کی اپنی انسان کے احوال کی سہرا کی میں،

جہلت میں اور غیبی حقیقتوں میں جھگڑاتی ہے، ہمیں جس کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اور امریت کے آنے کے باوجود بھی یہ حقیقت رہتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "امر" کا وقت "کے مل" پر حکومت کرتے ہیں۔ مگر امرانہ حکومتوں کو حاکمیت رکھنے کے قابل کون بتاتا ہے؟ ایک ہی ذریعہ ہے جس سے ایک آدمی اس ملک سے، سرودھوام کے وہاں پہنچا جاتا ہے۔ سیاست دان اپنے قومی مل بوتے پر امر نہیں جیتا۔ اس کو بیوقوفوں کی کرودوں اور ذوقی میں طریقے سے اپنی حاکمیت کے استعمال پر مایوس کرنا پڑتا ہے۔

جہ مٹی کے قومی سوسائٹوں نے اس امر کی جرعت سے ابتدا کی تھی، اور وہ کھنڈی اور ان کی جرعت ہی رہتی اگر اس کے بنائے والے دیوہوں کو حاکمیتوں کو اپنی طرف مایوس نہ کر دیتے۔ جہ مٹی کے قومی حاکمیت کے مقابل اس امر کی قومی حیثیت نہیں تھی۔ اس جرعت کی اصل طاقت اس امکانی حاکمیت میں ہے جس کے ذریعہ وہ دیوہام کے ذہنوں تک پہنچ سکتے ہیں۔ عوامی پسندیدہ کے بغیر یہ جرعت وجود میں آئی نہیں سکتی تھی۔ اور اگر، اور جب بھی، یہ عوامی پسندیدہ کو کھوئے تو اس کا وجود ختم ہو جائے گا۔

عینی طور پر یہ بھی ہے کہ جس طرح ان کے اپنے قوم کے بارے میں بڑے بڑے دوائے عائد کیے گئے ہیں، ان کے بغیر امریتیں ممکن نہیں ہوں گی، اس طرح جنگیں بھی ممکن نہیں ہوں گی۔ سوائے اس کے کہ دیوہام کا ایک بڑا حصہ ان پالیسیوں کے خلاف کیے ہوئے ہے، جن سے امریتیں ابھرتی ہیں۔

مگر ان دونوں صورتوں میں امر ذوقی سے اپنی مشق، اور فطرتی ہوں یہ قومی دورہ جو امریت رہتی ہیں؟ امریت چاہتی ہیں۔ مگر جان (مجموعہ مخصوص پالیسیوں پر سر رکھتا ہے جن سے جنگ پیدا ہوتی ہے، [مگر وہ] جنگ نہیں چاہتا۔ پہلا نتیجہ ہے اس شعور کی ارادے کا ہے جو پورا دنیا کو اس سے بڑا کر رہا ہے۔ ارادے کا نتیجہ ہے جو کام ہو گا، کام ہوا ہے کچھ غلطی کی وجہ سے اور فریب کاری کی وجہ سے۔ لیکن یہ غلطیاں، کون سی فریب کاریاں؟

میں سمجھتا ہوں کہ جان (مجموعہ کو سیاست میں لایا گیا ہے جو اسے تباہ کر رہا ہے، اکثر کچھ کو نظر انداز کر دیتے ہیں، جسے زخمی دانا چاہیے۔ آئیے، اب ہم ایک مخصوص معاملے کا مطالعہ کرتے ہیں۔

جب ہم کی سیاستوں کے دیوہام اور حکومتیں تقریباً نہایت ٹھیک سے کہتی ہیں کہ وہ اس چاہتی ہیں کہ وہ ان میں کچھ مدلل حدود بھی ہوتی ہیں۔ [مجلس] اتنا کہہ دینے سے کہ ہم امن چاہتے ہیں، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کچھ بھی ہو جائے ہم لڑیں گے نہیں۔ جان (مجموعہ) اس کے طور پر، یہی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہم لڑیں گے۔ لڑنے پر مجبور کر دے گا۔

جب وہ یہ کہتا ہے کہ وہ امن چاہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس وقت تک امن پر ڈھکا ہے گا جب تک کہ اس نے قومی حاکمیت نہیں جیتا۔ "اگر ہم یہ حاکمیت جیت لیں گے تو ہم لڑیں گے" اس طرح، امر بڑی قوم اپنے دفاع کو امن کے قائم رکھنے پر فوقیت دے گی۔ یہ حقیقت کہ ہم قوم اپنی قوم رکھتی ہے، کہ وہ حاکمیت کے مناسب حصے سے استوائی سے چینی رہتی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ مخصوص حالات میں وہ

جنگ کھسکے گی، اپنی دلفاٹ کی جنگ۔

اتفاقاً، یہ ایک [مسلمہ] حقیقت ہے کہ، قوم امن سے پہلے اپنے دلفاٹ کو دیکھتی ہے، جتنی، اہل ماسک۔ امن اور دلفاٹ کے درمیان مضبوط پیدا کرنا ہوتا ہے۔ جنگ ان اقدام کو بنا رہی ہوتی ہے، جو کہ قومیں اپنے دلفاٹ کے لیے کرتی ہیں، اس محافی غلط سوچ کے برخلاف، کہ اس سے دلفاٹ کو تیشی بتایا جاسکتا ہے۔ اس کو حفظا قدم کی جہالت کا بکا بھی کہا جاسکتا ہے۔

اب میں یہ فرض کر رہا ہوں کہ تہذیبی قوم، اپنے دلفاٹ کو پسے دسبجہ پر رکھنے میں حق بجانب ہوتی ہے۔ مگر یہ دیکھیے کہ قومیں اس فرض کو کس طرح نبھاتی ہیں، جسے وہ سب سے زیادہ دنیا کی سمجھتی ہیں، تمام سیاسی فراخس سے زیادہ اہم۔ قومی دلفاٹ۔

سب سے زیادہ مقبول دلفاٹ کیا ہوتا ہے؟ جنسی انداز میں، عوام جس میں تعاون کریں، جیسا کہ ہم سب سے کیا جا رہا ہے، بد شہ، وہ دلفاٹ جس میں قوم کی انفرادی طاقت کا وزن بھی شامل ہو، عام طور پر یہ دلفاٹ پیش کی جاتی ہے، مگر وہ قوم منجھوٹ سے امن کی خواہش ہے۔ یہ کبھی جاہلیت کا رنکاب نہیں کرے گی۔ غیر ملکی لوگوں کو معلوم ہوا چاہیے کہ ہم کبھی جنگ نہیں کرتے سوائے اپنے دلفاٹ کے۔ جتنے ہم طاقت ور ہوں گے، امن اتنا ہی محفوظ ہوگا۔

یقیناً جانیے کہ یہ ایک ہفتہ بھی نہیں گزرتا جس میں لندن، وین، برلن، ماسکو، یا ٹوکیو سے شائع ہونے والے اخبارات میں سے کم از کم ایک اخبار کھل کر بین القیمین دہلی کے ساتھ اس دلفاٹ کا اطلاق نہیں کرتا کہ اس کا کوئی جواب نہیں دیا جاسکتا، یہ انٹرنیشنل شخص ہے اور عام طور پر اس حقیقت سے مکمل، علمی کے ساتھ۔ یہ انفرادیت، اندازہ کی کے حقوق، اور یہ فیصلی سب سے ایک جیسا نکال رہا ہے۔

ابھی جنگ کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ برطانوی حکومت کے ایک وزیر نے، انچسٹریٹ ایک عظیم الشان میٹنگ میں اس بہت عام نظریے کو ان مذاکرے میں بیان کیا تھا، "ہمارے پاس امن قائم کرنے اور محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم کسی بھی امکانی دشمن سے اتنے زیادہ طاقت ور ہو جائیں کہ اس کو ہم نہ حملہ کرنے جرأت ہی نہ ہو۔ میں اس کو ایک پرکھتی قول کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔"

اس بیان کو سن کر، انچسٹریٹ کے ایک مزار سے زیادہ سخت کوشش ماحمہ دی نے زور شور سے تابیوں بھائی تھیں۔ جس قول پر، وہ تابیوں بھی رہے تھے وہ یہ تھا کہ وہ قومیں جن میں جنگ کا مکان ہو سکتا ہے، اس وقت امن قائم کر سکیں اور محفوظ رہیں، جب تک کہ وہ اس سے زیادہ طاقت ور ہوں۔ غور و فکر کے بعد، یہ واضح ہوگا کہ یہ اصل رویہ فی فی کہتا ہے، مگر ایک بڑی اکثریت واقعی یہ پیش ہو جائے گی، اگر یہ کہا جائے کہ دلفاٹ کا یہ طریقہ انفرادیت کی بھی فی کہتا ہے، رشتی کے سرکاری انکار کی جڑ پر قائم ہے، ان معنوں میں کہ ہر ایک دھرم کے لیے اس حق کی نفی کرتا ہے جو وہ عموماً اپنے لیے چاہتا ہے۔

اس قسم کی پالیسی کے ذریعے ایک قوم کو اپنے دلفاٹ میں مضبوط ہونے کی خاطر، اپنے اسکانی دشمن سے

نیز وہ طاقت ور ہوا ہے۔ تاکہ تو پھر دوسری قوم کے دفاع کا کیا بہنے گا؟ کیا اس کو دفاع کی ضرورت نہیں ہوتی؟  
 سرکشی اور کو بڑی طاقت سے دفاع کا حق دیتے سے اس کا کسٹے میں جس کا خود بخود آتے ہیں۔ یہاں میں  
 گو یہ مشکل و کرنا ہو یہ مشکل کی کیفیت کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔ مگر عقلی طریقوں سے اس بیان کی اہمیت  
 عام آتی کی نظر سے اوجھل رہتی ہے، اس لیے یہ عام آدمی انھیں پسند ہوتا ہے۔ اگر اس میں کسی قسم کا اخلاقی  
 تناقص ہوگا تو وہ دوسروں کو اس کی حیثیت حاصل کرنے کے لیے نہیں کہے گا، جس سے وہ خود پہنچ کرے گا۔

اسے دھاک نہیں رہا کہانی دفاع کی مہیت اور اس کے اصل سنی کے لحاظ سے اس کی وجہ سے ہوتی ہے۔  
 میرے خیال میں، ایک عام آدمی کے شعور میں، جب وہ دفاع کا لفظ استعمال کرتا ہے، ایک دو قاعدہ  
 مثلاً نہ کہ فوجی مستعد فوج کا تصور بھرتا ہے جو غیر مہیوں کی ممانعت کو روکنے کے لیے ہوں جس طرح ہتی  
 نہ زمین پر جس کی ممانعت روکنے کے لیے پیچھے کی فوج کوڑی ہوئی تھی۔ ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے  
 ایک عظیم بچہ نے، یہاں سے تھوڑے دیر میں اپنی ذمہ داری کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا، ”جب میں دفاع کی بات  
 کرتا ہوں تو میرے ذہن میں وہی آتا ہوتا جو آپ کے ذہن میں ہوتا ہے، جس طرح آپ کسی چور سے بچنے  
 کے لیے رات کو اپنے دروازے سے متنبہ کر رہے ہیں۔ ہمارے بڑے اور بھاری فوجی اس جگہ کی مانند ہیں جو ہم  
 اپنے قومی گھر کے دروازے میں کھاتے ہیں۔“ جب وہ یہ کہہ رہا تھا، تو میں سوچ رہا تھا کہ وہ اس ملک کی  
 تاریخ سے کس قدر واقف ہے۔ ایک گھر بنا ہونے کے ساتھ، باغیچوں، جب ایک گھر بن گیا تو اس میں پیر میں پیر  
 کھڑے ہوئے اس امر پر پیش پیش کرنے کے لیے تیار رہیں کہ یہ وہ جنگ جو ہم نے لڑی ہے، اس میں دفاع کی  
 جنگ تھی۔ مگر مجھے اس سے دو ہی تاریخی حقیقت کا بھی خیال رکھنا پڑا ہے کہ ایک ہزار برس قبل، جب  
 مارڈوینوں نے ہمارے سرحدوں کو تباہ کر دیا تھا اور 1066 میں ہسٹنگس (Hastings) کے ساحل پر سیکینڈری  
 نیوٹن اتر پڑے تھے، اس کے بعد سے ہر جنگ جو ہم نے لڑی ہے وہ دوسرے ملک میں ہوتی تھی۔

اب اگر دفاع کا مطلب محض چند نوٹوں سے بھر رکھنا ہو تو ہم ان مواقع پر دوسرے ملکوں کے  
 گھروں میں گیا کر رہے ہیں۔

اس معاملے میں ہمارے تاریخی کوئی خاص تاریخ نہیں ہے۔ ریاست بڑے متحدہ پہلی دنیا سے دہائی،  
 لڑائی کے ابھرنے سے آزادی اور اپنی تہائی پر غرور کرتی ہے۔ اس کے باوجود اس نے اپنی تاریخ میں  
 نے کم از کم چھ غیر ملکی جنگیں لڑی ہیں جن میں تقریباً ایک سو بار اس کی فوجیں غیر ملکی زمین پر لڑی تھیں۔ ان  
 میں سے ایک بھی جنگ ایسی نہیں تھی جو سرکاری زمین کے دفاع کے لیے لڑی ہو۔

ہمارے سرکاری، آپ لوگ مجھے کوئی نہ سمجھیں گے۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارے ایک ہزار سالہ جنگیں  
 دوسرے ملکوں کے ملکوں میں لڑی گئی تھیں تو اس سے یہ ملاحظہ ہو کہ یہ تمام جنگیں خارجیت تھیں۔ ان  
 میں سب بے شکاف تھی۔ ان میں سب سادہ انسانوں میں، دو کسی سرزمین کا علاقے کے دفاع کے لیے نہیں  
 تھیں۔ تو پھر وہ کس چیز کا دفاع کر رہی تھیں؟ ان کا مقصد دفاع تھا تو ان کے مفادات کا، حقوق کا، ان

مذاہبات کا جو دنیا کے کسی حصے میں بیرونی قوموں کے مذاہبات سے ٹکرا رہے ہوں، مسندوں کو ٹھہرنے والی نہریں کو قہر کا، ان کے سردار یا خداستعمال کا تجویزی حقوق کا، قریبوں کی ادائیگی کا، اپنی سٹھائے سے آزادانہ گزر رکھنے کا پانچے سرھوں کی مورد چہ بندیوں کا، ہدف سے پاک بندھنوں کے استعمال کا، غیر ترقی یافتہ علاقوں تک پہنچنے کا۔ یہ سب ایسے۔ محدود امور ہیں جن میں یہ قومیں واقعی اپنے حقوق کے معاملے میں اختلاف رکھتی ہوں گی۔ یقیناً اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ قومیں آج میں اپنے حقوق کے بارے میں اختلاف رکھتی ہیں، اور وہ اپنے اختلاف میں سنجیدہ بھی ہوتی ہیں۔ اور اس کا جواب دینا نہایت مشکل ہوتا ہے کہ دونوں میں سے کون حق پر ہے، اس سے کہہ دینی اس کو بتا جان سکتا ہے جس نے جتان میں قوموں کے اچھے دھڑوں کو سلجھانے کی کوشش کی ہوگی۔

اب گرونگ کا مطلب ہوتا ہے دفاع، قوموں کے حقوق کا، مذاہبات کا، تو دیکھیے کہ آپ کی مقدم پر ہوتے ہیں جب لوگ دفاع کے لیے طاقت کی برتری کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ عظیم ریاست جو امریکی ریاست سے کہتی ہے، جیسے کہ ترکہ اصل جات کے مباحث میں دیکھیں وہیں یہ سب سے کہتی رہی ہے: "یہ جی سے کہہ کر ہم اپنی مقدار میں طاقت کا منہ نہ کرتے ہیں۔ مثلاً، امریکا کو مد نظر رکھتے ہوئے، آپ کی طاقت سے زیادہ۔ مگر اس سے آپ کو ہونگے بے پناہ نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ ہم آپ کو پورا یقین دیتے ہیں کہ یہ طاقت صرف دفاع کے لیے استعمال کی جائے گی۔ اور دفاع سے ہماری مراد یہ ہے کہ جب اپنے مذاہبات کے معاملے میں ہمارا آپ سے کوئی تنازعہ ہوگا، تب یہ سوال ہوگا کہ آپ کی کیا ہے؟ ہم وہ دفاع سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ صرف ہماری اس سوال کا فیصلہ کرنے والے ہوں گے۔ اور ہم آپ سے طاقت میں اتنے برتر ہوں گے کہ آپ کو بغیر کسی ہتھوڑے ہمارے فیصلے کا احترام نہ ہوگا۔ کیا اس سے بھی زیادہ منعطفانہ کوئی بات ہو سکتی ہے؟"

اب [بے چارہ] عام آدمی، جس کو ہم نے جان اسٹیج کا نام دیا ہے، وہی رہتا ہے۔ یہ اختیار رکھتا ہے جو دفاع کے لیے اسلحہ بندی کی صورت میں کیا جاتا ہے تو بدلتی وقف کے جو کچھ دیکر رہا ہوگا وہ اختیار کی اعتبار سے ایک بھی تک تجویز ہوگی۔ اس کی حالت میں، اس کو زما بھی احساس نہیں ہوگا کہ وہ اپنی طاقت کو اپنے حقوق کے پیچھے نہیں۔ جیسا کہ وہ سنجیدگی سے تصور کر رہا ہوگا، بلکہ دوسری پارٹی کے حقوق سے ہمارے فیصلے کے عصب میں رکھ رہا ہے، اور اپنی برتری طاقت پر اعتبار کر رہا ہے، جس کا وہ پہنے ہے وہی کرتا ہے۔

آپ نے دیکھا کہ حالیہ تاریخ میں کیا ہو رہا ہے۔ جنگ سے قبل یہ طانیہ میں ہم کہتے تھے امریکا کی طاقت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے، مگر اس کی ممکنہ قوت دنیا کے سب سے بڑی جتنی دشمن بن جاتی ہے، اور اس میں بڑی طاقت کا اضافہ بھی ہو جاتا ہے تو وہ ہم سے کہیں زیادہ طاقت ور ہو جائے گا، ورنہ ہم نے سوچا نہیں ہے، جتنی اپنے دفاع کے ہر طرف کے حقوق سے محروم ہو جائیں گے۔ خود ملی سے کسی تنازعے میں ہم اس کے فیصلے کو چیلنج نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں کوئی بھی بڑے تنازعے میں اس کا فیصلہ قبول

کھانپنے کے گا، اس لیے کہ ہم اس کی مزاحمت نہیں کر سکتے تھے۔ یہ صورت کسی کیفیت ہوگی جو کوئی بھی آنا دھرم قبول نہیں کرے گی۔

اب تک ہٹا دیا، مگر رستے پہ تھے۔ شاید اتنے بھی نہیں تھے جب ہم نے یہ اضافہ کیا تھا اس لیے ہم تجویز پیش کرتے ہیں کہ جیمنی کو ہم سے کم زور ہو کر رہے۔ اس کی حالت اختیار کر لی ہے۔

اور ہمیں یہ ثابت کرنے کے لیے کہ جیمنی کو ہماری برتری سے خائف نہیں ہوا چاہیے، کہ وہ قانونی طاقت بھی مانعہ فی کے لیے استعمال نہیں کی جاسکتی، کہ اس وقت بھی جب ہم برتری میں خود فیصلہ کرنے کی حالت میں تھے، ہم نے دوسرائی کا معاہدہ کیا تھا۔

جب امریکہ کا منظور پہ کہتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں کہ غیر ملکی برطانوی بحریہ کی طاقت سے خائف ہوں، تو لوگ یہ سوچنے لگتے ہیں کہ وہ اس حقیقت پر غور کر بھی کر سبے کیسے نہیں کر جیمنی کی نظر میں بھی وہ برطانوی بحریہ کی تھی جس نے دوسرائی کا معاہدہ کیا تھا، ان مصلحتوں میں کہ اس طاقت کے بغیر وہ جس کی نہ کامیابی کر رہی ہے، معاہدہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

ان معاہدے کو دیکھ کر جیمنی کہتے ہیں، "یہ ہونا ہے، جب آپ اپنے دشمن کے مقابلے میں کم زور ہوتے ہیں۔ اگلی بار مزید طاقت ور ہوں گے۔ ہر طریقے سے ہم اپنی طاقت میں اضافہ کریں گے اور اگر ہم کو انصاف نہیں ملتا۔ جسے ہم انصاف سمجھتے ہیں۔ تو ہم معاہدے کو پڑے پڑے کر دیں گے۔" اگر انہیں اس کو پھر ڈالنے سے روکا گیا تو، مکانات اس بات کے ہیں کہ وہ دھڑاکی دوسرائی جیمنی معاہدے کرنے کے لیے لڑیں گے تو کیا یہ معاہدہ اس سے بہتر ہوگا جو 1919 میں کیا گیا تھا؟ میں، جسے اکثر جیمنی کہتی ہیں، طرف داری کا عنصر دیکھتا ہوں کہ یہ کھتا ہوں کہ یہ اور بھی ڈرا ب ہوگا۔ اپنے معاملے میں جب جیمنی قوم پہنچی کے دوپانے پن کے جوش میں ہوں، فیصلے کرنے میں، برطانویوں یا فرانسیسیوں سے زیادہ مستعد نہیں ہوتے۔ اور جنگ کے تھوڑے گئے نئے معاہدے کی صورت میں ہم برطانوی کچھ معنوں میں نشانہ ہوں گے، اور ہمیں وہی کچھ کرنا ہوگا جو آج جیمنی کر سبے کیسے ہر طریقے سے، نظریہ یا اسلامی، اپنی طاقت پہنچا کر گئے تاکہ انصافی کو خوف جنگ کریں۔ اور یہ جنگ، انصافی کے خوف ہوگی، انصاف کے لیے نہیں ہوگی۔ اور اگر اس جنگ میں ہم فاتح رہے تو، ایک اور مبنی تیسرا مبنی دوسرائی ہوگا۔ کیا یہ 1919 کے معاہدے کے مقابلے میں بہتر ہوگا؟ اس سے نہیں ڈرا ب، بلکہ ان زیادہ لحاظ ہوگا جس کا نتیجہ یہ جائے گا اور اگر جیمنی کو پہلے معاہدے کے خلاف بغاوت کرنے پہ مجبور کر دیا گیا تو تب ان کے پاس تیسرے معاہدے سے بغاوت کر کے کا زیادہ دہن جو ز ہوگا۔ مبنی جنگ، مبنی ایک مزید ایک طرفہ معاہدہ۔ سوئے اس کے کراہے سے بہت پہلے ہی مغربی دنیا سے پہاڑ لہان، حتیٰ کہ جنگ کرنے کے صلاحیت بھی قائم ہو چکی ہوگی۔

اب یہ دیکھنا مشکل نہیں ہے کہ وہ کچھ کچھ کی وجود یا ہوتی ہیں۔ بدستور، مگر جیمنی اب قومی میدانوں میں اس طرح طاقت کا استعمال کرتے ہیں جو اس طریقے سے کئی مختلف ہوتا ہے جو ہم یہاں سے کے خدا استعمال

کرتے ہیں۔ بین الاقوامی میدان میں طاقت کا کوئی جنگ کرنے والوں کے درمیان ایک حربہ ہوتی ہے، جس میں ہر فریق اپنے فیصلے کو دوسرے پر تنبیہ کی کوشش کرتا ہے۔ پولیس والوں کا کام مقتدر لڑنے والوں کو قانون چاہتے ہاتھ میں لینے، اور خودی بن جانے سے روکنا ہے، جب کہ بڑی و بھاری قوت میں معاملہ عام مقتدر سے بالکل الٹا ہوتا ہے جس میں لڑنے والے کو اپنے حقوق کے لیے خودی بخنے دیا جاتا ہے، جب ان کے بارے میں کسی اور سے تنازعہ ہو۔

اس کے باوجود بنیادی اعتبار سے یہ مانتا ہے کہ طاقت اس طرح استعمال ہوتی ہے، عوام امن کی کوجس کا بالکل احساس نہیں ہوتا۔ یہ اخیاب ہے کہ اس مسئلے پر نہیں ہوتا کے بحث مباحثے نے مجھے اس معاملے میں عوامی ذہن کے دھبے سے خاصا آگاہ کر دیا ہے۔ یہ ایک چند دن قبل ہی، ہماری قدیم یونیورسٹیوں میں سے ایک کے طالب علم نے جان بوجھ کر کسی منطقی جیسٹ جس میں لڑتے ہوئے سولی کی تھا کہ امریکہ کے گھر میں کوئی چور گھسا ہو تو یہ میں لائبرسٹوں کیوں گا۔ اور اس نے مجھے اس حقیقت کی سی سی میت پر غور کرنے کی دعوت دی تھی کہ پرانے زمانے کی سبیلوں میں ایک جگہ ہوا کرتی تھی جس میں گھر میں گھسنے والے چوروں کے استقبال کے لیے بندوثی رکھی جاتی تھی۔ میں نے جو بڑا ہوا کرتا تھا کہ میں تو چور کا ڈنڈے سے ہی استقبال کروں گا، اور یہ بھی کہ میں نے سبیلوں میں بندوثی کی میت پر بھی غور کیا ہے، جو میرے خیال میں کچھ اس طرح کی تھی: ان دنوں جب عام طور پر ہر گھر والے کے پاس بندوثی ہوا کرتی تھی، جب ہر گھر کا تحفظ اس کی اپنی دیوار کی طاقت پر ہوا کرتا تھا تو آج کے زمانے میں کتنی زیادہ دیوار اور ڈنڈے ہو گئے تھے جب کہ آئیڈیلزم میں سے ایک گھر میں بھی کوئی بھی آتشیں اسلحہ نہیں ہوتا۔ لہذا، سادہ خفوں میں [کہا جائے تو]، نسبتاً زیادہ تحفظ گھریلو جھجھکیاں ترقی کی وجہ سے نہیں سے اس لیے کہ اب تو وہ [گھروں میں] ہوتے بھی نہیں۔ بہتر کی اصل وجہ رسالت میں اجتماعی دیوار کی ترقی سے۔ سبیلوں میں صدیوں میں ایک ڈکوت کر سکتا تھا کہ "ہمیں ایک وقت میں ایک ہی گھرانے کی طاقت کا سامنا کرنا ہوتا تھا، جان سمجھیں، کوئی اپنی اپنی دیوار بندوثی براتا ہو۔ یہ تو بہت آسان بات ہوتی۔" مگر آج یہ کیفیت نہیں ہے۔ گویا ہم امکانی ڈاکو سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر وہ یہ سب کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کا جان سمجھ سے سامنا نہیں ہوگا، مگر، اپنی تمام رکاوٹوں کی میکینک کے ساتھ سارے جان سمجھ ایک سسٹم کی صورت میں منظر ہوں گے۔ جی، جی، عاتق، مراٹھ، مراٹھ، پولیس اور قید خانے۔

ریاست کے اندر کی ہم نے ایک فرد کے تحفظ کی ذمہ داری پوری کیونکی پر ڈال دی ہے اور اس طرح قانون کے ساتھ طاقت کو ایسی بڑھتی ہوئی سے کہ اس کو چیلنج کرنا میرا فائدہ مند نہیں ہوگا، اور اس حقیقت نے بڑے پیمانے پر ہمیں گورنمنٹوں سے اور سندھوں سے۔ قول سے پاک کر دیا ہے۔

میں نے اپنے فوجیوں کی موت سے کہا کہ اگر وہ قومی دیوار پر ذاتی دیوار کے درمیان مراثت کرنا چاہتا ہے تو، دراصل، جو سوال پوچھا جانا چاہیے وہ یہ ہوگا کہ کیا آزادی چور کے لیے جتنی چھتری استعمال کرے گا،



بلکہ یہ وہ ہیں پلیس کو نہیں، اس کے لئے کہ وہ دوسروں کی حفاظت کرے، شمول ایک نگرانی پر بھی  
کے لئے یہ کہ وہ دایا نہیں کرے گا تو اس کا پہلی بھی پلیس کو اپنا نہیں دیکھیں اس کے لئے کہ وہ منظم سوسائٹی  
کے لئے پلیس میں ہوگی، نہ ہی کسی قسم کا تحفظ ہوگا۔

تفہیم یونیورسٹی کے اس ترجمان سے دوست نے، ظاہر ہے کہ اس امر کو، جسے منظم سوسائٹی کے دفاع کا  
میکانزم کہا جائے گا، اسی طرح خط سمجھا جاوے گا جسے عوام اس کو خط سمجھیں گے۔ اس نے دفاع کو ایک انفرادی عمل  
سمجھ کر، لہذا، اس کے نزدیک اس بحث میں میں مسرہ عمل طور پر قوی دفاع کو ختم کر دینے یا اقدام کارکن  
ہیں، ان قوانین، قانونیت کی نگہداشت کے درمیان انتخاب کا تھا۔ مابود غفلتوں میں، وہ سمجھا تھا کہ اگر وہی  
خود پرانی، قانونیت کو ختم کرنا چاہتا ہے تو وہ قوی دفاع سے، ہٹا دے۔ جب کہ بدشہ اس معاملہ کسی مشترکہ  
تعمیم میں قوموں کی اس طرح تفہیم کے کہ جب تک اس سے رکھے جائیں گے (اور یہ امر شرط ہے اس لیے کہ  
یعنی طور پر [صرف] اس سے قوی دفاع نہیں کیا جاسکتا، چوں کہ کچھ دلی متوں کا خط، تحفظ ظاہر کرتا ہے) اور  
مابود تحفظ کا ذریعہ ہوں گے اور اس قانون کی حمایت کریں گے جو سب کو تحفظ فراہم کرتا ہو۔ جب تک  
ایک فرد کے پاس، خود وہ فحش ہو کر ریاست، اس کے اپنے سمجھوں گے اس لیے کہ وہ ان سے بچنے  
حقوق کا دفاع کرے، تو وہ دوسروں کے مقابلے میں زیادہ طاقت ور ہوگا جو ان کے حقوق کو چیلنج کرے  
گا۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ اس قسم کے تحفظ سے محروم سے گا۔ ہنری ہڈوں کے اندر رہتے ہوئے،  
بہت عرصہ پہلے انسان پہ نظر کر سیکھنے کے لیے اس میں پیش سے بھٹنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اپنی مشترکہ  
طاقت کو ایک ہی نقطہ قانون کے حوالے کر دے، تاکہ وہ دوسروں کے دفاع کی ذمہ داری سنبھالے۔ دفاع کو  
انتہائی ہونا چاہیے، ایک مشترکہ عمل، اور نہ یہ بھی میسر نہیں ہوتے گا۔

میں خاصا نہیں سے سماجی تفہیم کی ایک سماجی حقیقت یہ بت کر رہا ہوں، تاکہ اس نکتے کو مثال کے  
طور پر پیش کیا جائے جو امن کے مسئلے پہ خط فہمیوں کا شمار ہے، جو پہلے سے کبھی آدمیوں کے ذہن میں  
موجود ہے، جو عام طور پر غور مند رہتے ہیں، جس کو منظم سماج کی ابتدائی میکینک کہ جاسکتا ہے۔ تصویروں کہ  
ہم انہی صورت میں پنا تحفظ کر سکتے ہیں، اگر ہم دوسروں کے تحفظ کے لیے تیار ہوں، بچانے والے درجے کی سماجی  
تفہیم کے مترادف ہے۔

مگر، قانون کے ذریعے تحفظ کا طریقہ کار، سماج میں طاقت کا مظاہرہ، دوسرائی میں جو عام طور پر مشاہد  
ہمارے عوام کی تفہیم میں شامل نہیں ہوتے ہیں۔

لیکن، اگر مغربی دنیا کے اسکولوں سے نکلنے والے بے شمار طلبہ [مغربی] میں جدید سماجی نظام کی سمجھ اور سبب  
کی ہے، تو انہیں جدید سرمایہ کے بارے میں کم تر درجے کی سمجھ ہوگی کہ جس کا تحفظ، یا جس کے تحفظ کے  
بارے میں غلط فہمیاں ہوں گی تو یقیناً یہ بھی امن کے مسائل کا حصہ ہیں گے۔

قوی، بدشہ، غور مند ہونی میں دفاع کے لیے ان ذرائع زندگی، گھریلو اور ان ذرائع کے بارے میں

جوان کے پاسل کو تختہ معیاری غدا کی بورہاں فرم کر سٹے ہیں تو میں ان تیزوں کا کس طرح دفاع کر سکتا ہوں، ان کو کس طرح چھٹی بنا سکتا ہوں؟

ایک بار پھر، تقسیم ریاستوں نے دراصل ان سوالوں کا جواب صرف ایک لفظ "حالت" سے دے دیا ہے، جس سے، زیادہ برقی حالت مراد ہے۔ عوام کے ذہن آج یہ سمجھتے ہیں کہ سرمایہ کا دفاع، دراصل وسائل و مصنوعات کے دفاع میں ہوتا، جنہیں حالت رکھتے، ان غیر ملکی قوتیں چھین لے جاتی ہیں، یا یہ کہ تجارتی ذریعہ میں ہوتا ہے جنہیں حالت کے ذریعہ محفوظ کیا جاسکے۔ پورا، جہ جنگ ابھرنے والے دہائیوں میں ایسے سپرکریڈیٹ پیسا ہو رہا ہے جو ملکی آمدن سے کہیں زیادہ ہے، اس لیے صورت میں ہو سکتا ہے جب دنیا کے وسائل کی تقسیم منصفانہ ہو، تمدنی کے پاس نوآبادیات ہیں، جاپانیوں کے پاس مصنوعات کی ناکامی کے ذرائع، اور یہی چیزیں دنیا کی اقتصادی ضروریات ہوتی ہیں، جن کو امریکا نے مارشیل سے پورا نہیں کیا جاتا تو یہ جنگ کے ذریعے پوری کی جا سکتی، یہ جس جنگ کے اس تصور کے قریب لے جاتا ہے جسے "ریولوشنری جہاد" کہتے ہیں، اور ایک محدود دنیا میں تقیمیں طور پر پھیلتے ہیں "حیاتیاتی تنازعہ" (biological conflict) [کہتے ہیں]، جس کے دوسرے میں پکھلے ہیں برسوں سے میں چھ سو رات سنا رہا ہوں۔ مجھے فہم ہے کہ ان سوالات کا اب بھی پوچھا جانا ضروری ہے۔

اب بھی میں یہی کہوں گا، جیسا کہ میں تین سال قبل بھی کہہ چکا ہوں کہ جدید دنیا کی اقتصادی مشکلوں و مسائل کی کمی میں نہیں، بلکہ ان کے بین دیں اور تقسیم کی تنظیم میں ہے، زیادہ مشکل کی سے نہیں بلکہ خیال سے اور برقی سے ہوتی ہے۔

کئی ریاستوں کو نام دیا جا سکتا ہے۔ ان میں کوئی مشکل نہیں، ضروری نہیں کہ وہ سے سیاسی طور پر کشادہ نہ کرے، بلکہ یہ کہ وہ دنیا (Louisiana) کے پاس کے حقوق کو حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، تاکہ ان کی دنیا پہ اپنی سب سے بڑی برآمدی صنعت کا نام کرے، نہ امریکا کو ریڈ کے باغات کو چھتے سوچی کشادہ میں کرنے کی ضرورت تھی تاکہ وہ دنیا کی سب سے بڑی کاروں کی صنعت قائم کرے۔ آفرانس کو لورین (Lorraine) سے خام فوسل دے کے حصوں میں مشکل ہوتی تھی تو اس کی وجہ فرانسیسی حکومت کی اپنی محصول کی پالیسی تھی۔

سرمایہ کا دفاع اس طرح نہیں ہوتا کہ ہم غیر ملکیوں کو اپنی مصنوعات خریدنے سے روکیں۔ غیر ملکی قوتیں ہماری مصنوعات نہیں چاہتیں۔ یہ قوم محصولات، رومانی مقدر اور دیگر کے طریقوں سے دوسروں کی مصنوعات کو باہر رکھنے کی کوشش کرتی ہے، ضبط کر لینے کی نہیں۔

ہمارے میراٹمر (admirals) ہمیشہ اپنی تجارتی مشاہدوں کے تحفظ کے لیے زیادہ بھاری جہازوں کی ضرورت کی بات کرتے ہیں۔ چند برسوں میں آج کی تجارت غالب ہو جاتی ہے، اور ہمارے زیادہ تر جہاز بندر گاہوں میں سے کاٹنگر خداز ہو جاتے ہیں، گوکہ اقتصادی اسناد یا زر ملی نے ان کی ماکہ بندی کر دی ہو۔ تو بحریہ

کیا کر دی ہے؟ تو اس طرح مسلسل کمی بڑھتی رہتی ہے تو بحری ماستوں میں [تجارتی] جہازوں کے بھائے صرف جنگی جہاز ہی بد جاتے ہیں۔

نیمہ فز (Bradford) جیسے بڑے صنعتی شعبوں، بر تجارت کو نام کی صنعت، مکانات اور آٹھریا کے بحری جہاز کہلاتے ہیں۔ بحریہ کس طرح ان کا تحفظ کرتی ہے؟ ایک بڑے مزل نے ایک بار کہا تھا کہ اگر بحریہ نہ ہوتی تو انگلستان میں غیر ملکی تر جاتے اور بینک آف انگلینڈ کی تجویز کو لوٹ لے جاتے۔ 1931 میں غیر ملکیوں نے ہمارے قدرتی ذخائر پر دھواؤں کے بحریہ کو قدرتی معیار سے تر دیا تھا۔ اس وقت بحریہ کیا کر رہی تھی؟

مجھے یقین نہیں کہ عوام اس تبدیلی کو اپنی طرح سمجھ سکے ہیں، جو جدید عہد کے سرمایے کی نظرت پر تھا۔ یہی ہے کہ اس تبدیلی کو عوام سمجھ گئے ہوتے تو کمرن اور کس کی قبولیت کے بہت قریب پہنچ چکے ہوتے جو ہمارے تمدن اور سبوت کے دفاع کے لیے ضروری ہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ قومی احساس کے خلاف ہمیں سرحدات کی بنیاد پر دو روں کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ قومی اور کھائی کی سرحدات اس لیے سے میل نہیں کھاتیں جس سے پہلے تو یہ سوجھ بوجھ کی مشکلات طر

ضروری ہو کر رہ جائیں گی۔

مجھے امید ہے کہ آپ مجھ کو مخالف فرمائیں گے، اگر میں ماضی میں آپ کے "راہنہ ملک کے حقیقت کے ہجوم، قحط کے تناظر میں شاہی اس تبدیلی کی توجیح پیش کرتوں، میرے خیال میں میں جس کا اندر زد نہیں لگا سکے ہیں۔

اتفاق ہے کہ میں انگلستان کے مشرقی ساحل کے قریب ایک چھوٹے سے جزیرے پر رہتا ہوں، جو نوین صدی میں انڈیا (Athal) نام کے ایک ماہیاتی کارخانہ کا رہتا تھا جب اس نے ہمیں [جینا اور مددگار] کو اپنی آمد کا شرف بخشا تھا۔ [جب] آئرن ہارن نے [نیمہ جزیرے کے ساحلوں کے لیے] اپنے بچے جہازوں کے ٹکرانے چھوڑ دیے تھے تو وہ سیکس (Saxon) مصنوعات سے بڑے ہوئے تھے۔ یہ دونا تھا جب ضرورت تھی کہ غیر ملکی مہم جوؤں سے مصنوعات کا تحفظ کیا جائے۔ آج بھی جب میں اس جزیرے پر اپنے چھوٹے سے فارم پر کسی کی کمزور سے دیر دیکھتا ہوں تو وہ میں کھڑی میں مجھے پچھتاہٹ جہاز ٹکرانے، زلزلے، آتے ہیں، ہمارے اپنے جہاز، سفینا، زنگ آلود، بدبودار اور ان کے ملاح بے روزگار تھی کامیابی سے سناوا بزاری کے ہمارے بند کے ہوئے کہ شاید یہ کوئی غیر ملکی ریاست سمجھتی ہو کہ اس کی بند کی نہ کر سکے۔ ایک دن میں سوچ رہا تھا کہ اس نیا دور باندہ اور صحت و درمہد میں ان جہازوں کو سب کا نہیں رہنا چاہیے۔ خوف جانتا رہا ہوں گا کہ ان کا کیا کیا جائے۔ اگر ہم اس ہی کی طرح کسی دین میں مشا کو ان بچے جہازوں کو اپنی ہی حالت و رفوت اور بحریہ کے ساتھ مارنے کے ساتھ ہی پہنچانے اور ان پر مارنے کے کی عمارت ساز کی کی کڑی، دودھ کی مصنوعات رو دی جائیں اور ان سب کو انگلستان کے آئین کو کیا ہوگا؟ ہمارے تجارتی تحفظ

پندرہ لاکھ بھرتا چھوٹا گھر جس سے ساحل کی طرف بڑھتے ہوئے چھوٹے بڑے گھرانوں پر لکڑی غیر ملکی مصنوعات، غیر ملکی مھوولی کے، ان پر کارروائی جائیں گی۔ جو شاید ان ذاتی مصنوعات کے جس فی صد کے برابر بھی نہ ہوں جنہیں نے انگلستان میں اتنا شور نہ پا کر دیا تھا۔ ایسی شدنی کے تصور پر ہی دراعوام کا ہر شخص پسند کنیز اور فوری ضرورت کے پیش نظر فک کرنے کا مطالبہ کر دے گا، تاکہ لکڑی کی مصنوعات ملک میں آنے نہ پائیں۔

یہ ہے وہ پیچیدگی خلاف کونجس کا سامنا تھا۔ جب اس نے نیکیس ایٹو و سپر و ان س طلب پر اتارا تھا، مجھے یقین نہیں کہ بریتن (Bergen) اور اوسلو (Oslo) کے جناس اور ٹھکانے کے بارے میں بہت زیادہ پریشان ہوئے ہوں گے۔ مگر ہمارے زمانے میں بہت سے اقصائی ادارے پریشان ہوں گے اس لیے کہ اس طرح کی جانے والا کاروبار جو باقی اقصاء سے قابل عمل اور نہایت فائدہ مند ہوگا۔

اس کے مطلب یہ ہوتا ہے کہ جدید دنیا میں، صرف وہی کام سرایا جاتا ہے جسے آپ ٹھکانے کا نہیں۔ یہ جانوی کانٹن ہٹا دیا گیا نہیں ملے، نہ اپنے بچوں کو اس کا بنا بنا کر پہنا سکتا ہے، نہ اس سے اپنا مکان بنا سکتا ہے۔ اگر کوئی ہی تو یہ جانوی کانٹن کو ختم، اچھٹ اور لہاس فراموش کرنا ہے تو کانٹن کو جسے ٹھکانے کا ہوگا۔ ٹھکانے کا پے، جنی ان چیز وخت کیجی جن کے پاس رقم ہو۔ مگر فریڈ نے والے کو رقم کہاں سے ملے گی؟ رقم حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہوتا ہے، پتہ ماں اس کی وخت کیجی جس کے پاس رقم ہو، جو اپنا مال فروخت کر کے رقم حاصل کر مکمل ہو اور دنیا بھر میں لگی جاتا رہتا ہے۔

دیگر کے نقطوں میں، جوں کر اسٹارڈ کیو جاتا ہے، ساروں جدید دنیا کا پیچیدہ تقسیم کار ایک بہاؤ کی طرح ہے۔ ایک تھیل (process) سے، ٹریڈ کے نیشنل، جس کو دنیا کے ممالکوں پر چھتے رہنا چاہیے۔ مگر ٹریڈ میں رکاوٹ آ جائے، جوں کر اکثر ہوتا ہے، اس بے ترتیبی سے جو جنگ کے بعد ہوتی ہے، جیسے ماقابل، مالی قرض، جو باقی جانوی نقطہ تقسیم پر منتج ہوتا ہے، جس سے سرکھ کا زور پر مایاتی نقطہ مدد ہم نہ سمجھ جاتا ہے، منڈیاں بکھری جاتی ہیں اور جب اس قسم کی کیفیت ہوتی ہے تو اس پر پایہ نہیں رہتا۔ مانیٹ و لے اپنی کافی جڑتے ہیں درمیان والے جتنی بھی، مگر دونوں میں سے کوئی بھی نہ جانوی کانٹن کا کوہ نہیں جلتا، وہ وہ کافی اور کھجی دونوں سے خردم رہتا ہے۔

مگر ٹریڈ کا ایک ہی طرف چھتر رکھا جا سکتا ہے، ٹریڈ کے قوانین کے ذریعے، ممالک کے قوانین کے ذریعے۔ ممالک کے قوانین ہمیشہ بہت اہم نہیں رہے ہیں، ہستہ چھتے والی نیک گاریوں کے زمانے میں، مگر کوئی بائیں چھتر اور کوئی دائیں، اور دونوں کیس بھٹس جاتے، تو ان دونوں کوئی خاص بات نہیں بھٹاتی تھی، سامنے اس کے کہ چھانے والوں کی مناسب گاہوں کے تبادلے کے بعد، دونوں اپنے اپنے راستے چھتے جاد کرتے تھے۔ مگر اب جدید ممالکوں پر، جب موڈ کارپن سٹڈس فی گھنٹہ و رتار سے چھتی ہیں، اگر چھانے والے یہ نہیں جانتا کہ وہ مراد میں جاسکے گا یا نہیں، اور ٹھٹھی کرتا ہے تو اس سے آگے بات کرنا ہمارے

لیے قلعہ فخری ہو گا۔

اس کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ اس کی ضرورت نہیں لگتی جاتی۔ جب بھی کوئی بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوتی ہے، مقررہ کردہ دار آزاد نہ ہونے پر اس احتیاج کی بات ہے۔ وہ پوچھتا ہے: کیا ہم کو بین الاقوامی کانفرنسوں میں، یعنی غیر مکیوں کے بتائے جانے والے قوانین پر عمل کرنا ہو گا؟ ایک اخبار نے حال ہی میں اس بارے میں ایک مضمون شائع کیا تھا: "مدھانیہ اقتصادی و سماجی" سے کسی بھی کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دینا چاہیے، اگر اس میں غیر مکیوں کی اکثریت ہو۔

جب سمجھ لیں کہ اس کے بارے میں بات کر رہے ہوں، تو میں یہ درک کر چکا ہوں کہ یہ بہت زیادہ دور رس فکر ہے۔ اس بات کی چند تشریحات کی وجہ سے نہیں ہوتی: یہ پیدا ہوتی ہیں وہ ضروری تنظیموں سے جن سے سب واقف ہوتے ہیں۔ یہ وہی کچھ خوب اہم اور اہم دنیا کی چیزیں ہیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب ہم اسی طرح کی موجودہ تنظیمات کا اضافہ کرنے میں کام کر رہے ہوتے ہیں۔ میں اس کی مثال پیش کرنا چاہتا ہوں۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ مدھانیہ تنظیمات میں شامل ہر ملک، بیوقوفی، غبار سے خود بخود رہے، ان کی محسوسات مدھانیہ پارلیمنٹ نہیں ملے کرتی، خود ان کی اپنی پارلیمنٹ پر فراخ دل کرتی ہیں۔ یہ چاروںوں میں "Empire Preference" نام کا ایک نظام بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارے سامراجیوں کا خیال ہے کہ چوں کہ سستے داموں سے درآمد کردہ غیر ملکی گندم یا یورپی کاشتکاری کی مصنوعات، مدھانیہ کاشتکاری کے نظام کے لیے نقصان دہ ہوں گی، ہمیں اپنی صنعت کی سستی مصنوعات کو فروغ دینا چاہیے۔ مگر تنظیمات کی طرح بنتی ہیں۔ گر [آئر لینڈ کے] مسٹر ڈی ویلر (de Valera) شاد سے وفاداری کا حلف کرنے سے انکار کر دیتے ہیں تو ان کی آزادی کی صورت ایک غیر ملکی علاقہ ہو جائے گی، اور ہمارے سامراجی ہم سے کہیں گے کہ آئر لینڈ کا غیر ملکی نقص، سوڈا کا گوشت اور گڑے مدھانیہ کسانوں کو بے روزگار کر دیں گے۔ لیکن مسٹر ڈی ویلر اپنا رد و بدلہ دیتے ہیں اور حلف اٹھاتے ہیں تو، والے یا انجی، آئر لینڈ کا نقص، سوڈا کا گوشت، گڑے جو پے شراعتی طور پر غیر ملکی بنا دیے گئے تھے، بے ضرر ہو جاتے ہیں، اور اب مدھانیہ کاشتکاری بے روزگار نہیں ہو رہی ہے۔ مگر یہ تو وہی نقص، وہی سوڈا کا گوشت اور وہی گڑے ہیں۔ گویا یہ اچھا خیال نہیں جو ہماری ہے۔

میں نے حال ہی میں اپنے سامراجیوں کے سامنے ایک معاہدہ رکھا تھا فرض کر لیجئے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ اس معاہدے کی تجارتی ترقی ان چیزوں پر کر جائے جس پر آئووا میں گنگو کی تھی، تو یہ مدھانیہ کے مفاد میں ہو گا یا یہ ضرور ہونا چاہیے فرض کر لیجئے کہ شمال کی ایک ریاست، آپ چاہتا تو اس کو بڑے کہہ لیں، ہم سے کہتی ہے کہ "ہم بھی آپ کے معاشی کمب و تحقے میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ اور ہم آپ کو دی مرعات دینے کو تیار ہیں جو کہ ان کی آپ کو فرم کرے گا، بشرطیکہ کہ آپ ہم کو بھی وہی فائدے پہنچائیں جو آپ کمال کو پہنچاتے ہیں۔" میں نے سامراجیوں سے پوچھا: "کیا آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ ہماری

اتھارٹی سمجھتے ہوئے سچے سامنے سے ہمیں فائدہ پہنچے گا؟ ”لوہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ عام اقلیتی ترجیحات کے سب سے بڑے دائی نے کہا کہ اس قسم کی پیشکش سختی سے ٹھکرائی جائے گی۔ اس قسم کے قوم پرست پر یہ واضح کرنا بہت مشکل ہو گا کہ اگر ایک طرف برطانیہ اور وہیں گنڈا لائیوں کے درمیان فائدہ مند ہوتا ہے تو یہ عائد اور وہیں مارڈائیوں کے درمیان اسی قسم کا بھی فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

گزشتہ اس ذمیت کے تمام معاملات میں یہ نظر آتا ہے کہ محکمہ نے فی قعدہ دامن پالیسیوں کو حمایت کرتی ہے جو بین الاقوامی تنازعہ پیدا کرتی تھیں۔ تو یہ اس وجہ سے نہیں ہوتا کہ محکمہ کو ان ممکنہ چیلنجوں کا علم نہیں تھا، مگر جیسا کہ اس خطاب کی ابتدا میں بیان کیا گیا ہے اور مثالوں سے واضح کیا گیا ہے، یہ دامن اس لیے ہوتا ہے کہ محکمہ کو پالیسیوں کا چارم نہیں فراموش کیا جاوے جو عام زندگی کا ایک آفاقی واقعہ ہے۔

اسی امر پر غور کیجیے کہ انسانی فطرت اور زندگی کے لیے ضروری نظم و ضبط کے رشتوں کے درمیان سب سے لحاظ تعمیر کیا ہوتا ہے۔ ہم لوگوں کو جو ایک الگ نیشنل کی طرف داری کرتے ہیں، کثرت یہ بتا دیتا ہے کہ ہم انسانی فطرت کو بھول جاتے ہیں، اور اس حقیقت کو طعن و کدے جلتے ہیں کہ انسان اپنی فطرت میں محسوس کو واقع ہوا ہے۔ یہ حقیقت کہ انسان فطری طور پر محسوس ہوتے ہیں، ایک جیسے اردوں کے خلاف دہل کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔ مگر انسان کا فطری نزاکت ہی ایک جیسے دامن و دشمنی بتاتا ہے۔ اگر فطری طور پر اور آسانی سے انسان خود اپنے سچے بن سکتے، میٹر پر سے کے معنی کو سچے انداز میں دیکھ سکتے، کبھی خوف زدہ نہ ہوتے، اپنے ذہن کو قیود میں رکھ سکتے، کبھی چپے موٹے دھوکے نہ کھاتے اور اس کو بھٹن پہنتی کہتے۔ تو کیوں ہم کسی ایک کے خواہاں نہ ہوں۔ مگر ایسی صورت میں ہمیں کسی قسم کے اُرتب تعویذ کی بھی ضرورت نہ ہوتی، جیسے پریران، گائیکس، عدالتیں، پالیسی اور Ten Commandments۔ یہ وسائل ہیں جن کے ذریعے ہم انسانی فطرت کے باطنی عنصر سے منستے ہیں۔ یہ منصوبہ جاری ہے، اس لیے وقت آگے سے کہ ہم اس میں اضافے کریں۔ اس کے باوجود میں یہ کہنے میں بالکل نہیں چھپوؤں گا کہ مین کی تحریک کے ہی ماقدمین میں سے تو اس دہل کو امت دیتے ہیں۔ ”آپ انسانی فطرت کو بدل نہیں سکتے“ یہیں جہد ایک طرح سے ان ماقدمین کا منہ ہوتا ہے۔ مثلاً آپ ”انسانی فطرت بدل نہیں سکتے“۔ مجھے اس جہد کا مطلب جاننے کی ضرورت نہیں۔ مگر یقیناً آپ انسان کے طور طریقے بدل سکتے ہیں۔ یہی ہماری ضرورت ہے، یہی ہمارا تاریخی کام ہے۔

پیشانیوں اور جہد کے قسم کی حالتیں فطری ہوتی ہیں جس کا جزو نہیں، اور یہیں سرور فطری ہوتی ہیں تو ہمیں نظم و ضبط کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک دفعہ کسی امریکی چیئر میں تماشائیوں میں سے ایک آدمی چلا ”آگ“۔ سارے تماشائی اپنی نظریہ بند کی ”کی فرماں برداری کرتے ہوئے خوف کے عالم میں دہلے دہلے کی طرف دوڑ پڑے۔ کئی لوگ ٹپل مر رہ گئے۔ وہاں آگ نہیں تھی۔ یہ غلط فہمی تھی خطرے کی۔ چند دن بعد ایک اور چیئر میں بھی ایسی ہی آواز بلند ہوئی تھی، فائنل سے فیروز تھی، فوراً کوڑا مارا، سچ پر پہنچا اور اس

نے انکھانہ بچے میں کرنا اپنی اپنی کر سیں پڑ بیٹھے وہ سب سے پاک بہت وقت سے اور تم سب جانتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ کھڑے ہو جاؤ۔ قریب ترین دروازہ کھول دو۔ آہستہ چلو۔ کوئی بھگے گا نہیں۔“ اور تھیں یہ نکل گئے۔ اور زمین خالی کرالیا تو کیا کسی کو تردد نہیں پہنچی، اگرچہ اس بار واقعی آگ لگ گئی تھی، اور بعد میں پورا تھیں بھل کر ماکھکا ڈھیر ہو گیا تھا۔

کیا وہ لوگ معافوں میں انسانی نصرت ایک ہی جیسی نہیں تھی؟ مگر وہ لوگ میں آپ کو ایک مختلف عقیدہ، عمل سے واسطہ پڑے۔ اس لیے کہ دوسرے معاملے میں پہلی جگہ میں تحریک دہریہ مہذب قوت محرکہ کے تابع ہو گئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ مخصوص اور ذاتی قوم پرستی جیسی قوت محرکہ جتنی زیادہ جگہ میں ہوتی ہے، اتنی ہی بڑی ذمہ داری اس کو باخیر عقل اور سماجی تنظیم کی طرف موڑنے کی ہوتی ہے۔

مگر یہ سب اسی وقت کیا جاسکتا ہے جب ہمیں یقین ہو کہ یہ جو ہائے گاب گریز ایک یہ گناہ کہ یہیشائی تو مولیٰ رزی ہے، مگر پہلے ہمیں دروازے کی طرف جانا چاہیے۔ تب یہیشائی ضرور ہوں گے۔ موم اس کے یقین سے اپنی خطرے کو پہچانتے ہیں جس سے خوف کھاتے ہیں۔ لیکن، اگر ایک مناسب مقدار۔ پانچ یا دس گیل سے ایک انچر دے معاملے میں ہر گز ایک۔ بہتر طریقے پر یقین کر لے اور اس پر قائم رہے تو وہ دوسرے کے مقابل میں کامیاب ہوں گے۔

یقیناً، سماجی فعالیت کی ساری راہ اور بنیادی صداقتوں کو عوام کے ذہنوں تک، اور تعلیم کی پہلا اور ہی طرح سب سے پہلی بھی پہنچانا چاہیے۔ مگر یہ ممکن نہیں۔ مگر اس بنیادی صداقت کی قیادت میں کامیاب نہیں کبھی تعلیم اور بدولت کے ساتھ ساتھ چل سکتی ہیں، کسی نے کہا کہ یہاں تھا: ”کوئی صداقت کی راہ نہیں ہوتی کہ پانچ سے دس گیل کا قیام نہیں رہتا۔“

یقیناً، ہمارے معاشین کی دانش سے اتنا زیادہ نہیں کہ وہ تعلیم کے ذریعے، وہ مخصوص بن چکر نہیں جو عام آدمی، عام آدمی دینے والے کو، اس قائل بنادے کہ وہ ان عملی پالیسیوں کی رہنمائی کے لیے سادہ صداقتوں کا اطلاق کر سکے، جن کے لیے وہ ذمہ دار ہے اور وہ جس کو حکومت پر لازم سمجھتا ہے۔ زیادہ علم نہیں، بلکہ اس علم کا بہتر استعمال جو ہم میں موجود ہے، جو شاید تعلیم کی اہم ضرورت سے اور، ہم تعلیمی مسئلہ ہے، جو ہمیں درپیش ہے۔

عوام کے ذہن سے ہمیں اس کی مسلسل زور زمانی نے مجھے قائل کر دیا ہے کہ وہ اصل میں، وہ اصل کام ہے جو تعلیم کو من کے لیے کرنا چاہیے ایک واضح منہمت، ہر قوم کے مخصوص مسائل سے نہیں، اس لیے کہ اس صورت میں ہر اقوام کی تاریخ، سیاسی جغرافیہ اور ان کی نسل نگاری کا علم حاصل کرنا پڑے گا جو عام دانشور حاصل کر ہی نہیں سکتا، سوئے بنیادی دریا مکمل اصولوں کے واضح علم کے، جن پر پوری سہارا کی انحصار کرتی ہے، جب تک کہ ذریعے اس وقت بنایا جاسکتا ہے۔

میں وہ نہیں سمجھتا کہ ہر گز لوگوں کی تعلیم کو بہتر بنایا جاسکتا ہے، جو بالآخر وہ پالیسیاں بنائے گی جو

سوسائٹی کی قسمت کا فیصلہ کرتی تھی۔ پسے، عام ووٹ دیتے والے اور بااثر شخص کے ذریعہ فطرت کے بارے میں زیادہ آگاہی حاصل کرنی چاہیے، اور اپنی کم زوریوں کی ذمہ داری لینی چاہیے، جو بار بار ہوتی تھی اور زیادہ تباہ کن ہوتی تھی، اور اسے [نہیں] سوسائٹی کی ضروری میکہ ذمہ کی فطرت کا علم ہونا چاہیے، اور قیصر کے، عدالت کی اہمیت کی نشانی کرنے کے عمل طریقوں کا، جن کے ذریعے عام خور پر لکھے ہوئے سبق کے اطلاق کے ذریعے سماجی مسائل کے حل تلاش کیے جاسکتے۔

ایسے فنکاروں کے لیے یہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں وسیع سلطنت کی طرح بہت کچھ کر سکتی تھیں۔ لیکن، لیٹن اور لیسٹین جیسی چھوٹی ریاستوں کے لیے ہی، اس میدان میں آدنی کو کام کرنا ہوتا ہے، بہ نسبت ایک بڑی سلطنت کے۔ وہ دماغ کے جیسے چھوٹی ریاستیں ہی تھیں جنہیں نے، دوسروں کے مقابلے میں، چند ترین مہمیں سب سے بڑا سماجی استحکام اور آزادی سے ایک ساتھ زندگی گزارنے کا فن سیکھا، جو ہے۔ دوسروں کے مقابلے میں یہ ایسے مانتے بھلائی تھے جن کے ذریعے دنیا تحفظ اور امن کی آمانی کا وہ بن سکے۔

پچھلی چند نسوں کے دوران ماقے کے نظام میں انسانی دانش کے ارتقاء کے ذریعے انسان نے سب سے بڑا قدم اٹھا دیا ہے۔ اب ہمیں ایک اور مشکل مسکنے کا سامنا ہے۔ جب تک کہ ہم بھی اس میدان میں آگے قدم نہیں بڑھاتے، خود وہ آگے ہی جو انسان نے یہاں کیے تھے اس کی تباہی کا سبب بن جائیں گے۔

امن کی ردی رکاوٹیں ماقے میں رکاوٹیں نہیں ہوتیں، نہ چند فطرت میں، نہ پہاڑوں میں، نہ جن میں سورج کھڑے تھے۔ نہ ان سمندروں میں جن کے لہروں سے ہم پر انداز کرتے تھے۔ امن کے راستے کی رکاوٹیں دراصل انسان کے ذہنوں اور دلوں میں ہوتی ہیں۔

ماقے کے مخالفے میں ہمیں دیاں غیر جانبدار رچے ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس کے کاروبار میں کامیاب رہتے تھے۔ مگر ان چیزوں میں جن کی ہم پر انداز کرتے تھے۔ جن میں ہم، ہماری خواہشیں اور ہوائے نفس، ہماری ذہنی پستیوں، و دیگر قس ہوتی تھیں ہم خود کو پہچانی اور سیدھی سچی کے ایک مشکل امتحان میں پاتے تھے۔ اس کے باوجود ہماری ضرورت نہ مٹتی جاتی ہے۔ اس میدان میں صرف دانش ور نہ راست بازی کے ذریعے ہی ہم محفوظ رہ سکتے ہیں۔ نہیں بھی جائے پناہ نہیں، سوائے صداقت کے، انسانی دانش کے اور اس کا قابل علم انسانی دانش کے۔



## جین ایڈمز نکولاس مرے بکٹر اعلان تجلیل

دو امریکی افراد کو امن نعام دے کر نوٹس کئی نے ریاست ہائے متحدہ کو ان قوموں کی فہرست میں پہلا مقام دیا ہے۔ پچھلے تیس برسوں میں جن کے ناموں کو انعام دیے گئے تھے۔ اس سے قبل سب سے زیادہ نعام پانے والے فرانس سے تھے۔ کئی دیکھتے تھے کہ کل پچھتر افراد جن کو ریاستہائے متحدہ میں دیا گیا تھا۔ ان میں سے زیادہ تر فرانس تھے۔ آئیے دیکھیں ان نعامات امریکا کے حصے میں آئے ہوں گے جن میں سے چار انعامات پچھلے پانچ برسوں میں دیے گئے تھے۔

جو کچھ نوٹس انعامات کے سلسلے میں ہوتا آیا ہے وہی امن نعام میں بھی سہا ہے! نوک ہمیشہ اس بات سے اتفاق نہیں کرتے کہ یہ سب سے زیادہ موزوں افراد کو دیا جاوے گا اور نوٹس کئی کے ارکان سے زیادہ کوئی بھی انتخاب کی مشکلات سے واقف نہیں۔ مگر مجھے یقین ہے کہ تمام لوگ اس سے اتفاق کریں گے کہ پچھلے برسوں میں صرف ریاست ہائے متحدہ ہی کو یہ انعامات ملنے چاہئیں تھے۔

ریاست ہائے متحدہ کی عورت اپنی ایک دینہ ہے، اتنی بڑی جتنی کر وہ اپنی امن کی ایک ایسی عقیم مہر زمین ہے جس پر ریاستوں کے درمیان جنگ، اقتصاد کی ہولناکی، ناقابل یقین ہے، مگر برتھوئی، ریاست ہائے متحدہ دنیا کی طاقتوں میں سے ہے، جو اقتصاد کی اعتبار سے یہ سب سے بڑی ہے۔ مابقی حیثیت کی وجہ سے، یہ مداخلت کے ہر علاقے میں جنگ یا امن دونوں فیصلوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں، کہ اپنے وسیع اقتصاد کی حکام کی وجہ سے، یہ دنیا کے کسی بھی ملک سے زیادہ طاقت رکھتی ہے۔ ان سب کو جنہیں دینہ پانچ کی آواز دہوتی ہے، ہر دے کے لیے امریکا کی کو طریق دیکھنا پڑتا ہے۔

امریکا نے یورپ کی مدد کی تھی، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ مجبور نہ تھا۔ ایک آف نیشنز کی تحریکوں میں جو تمام قوموں کی آیتیں میں امن سے ملنے کے لیے ایک سنگٹھ بنیاد پر جم کر رہے تھے۔ یہ ایک بڑا اچھا کام کر امریکا نے خود اس دورے میں شرکت نہیں کی تھی، اور یہ شاید اس کے شریک نہ ہونے سے تھی۔ ایک آف نیشنز تو قعات پر پوری اثر نہیں رکھتی ہے۔ جمہور اب بھی طاقت کی سیاست میں بہت ساری پرانی رفاہیں دیکھتے رہے ہیں۔ سائر ریاست ہائے متحدہ نے شرکت کرنی ہوئی تو وہ یورپ کی کئی متاثرہ قوتوں کے درمیان فخری صورت پر ایک ٹارٹ کا کردار ادا کرتی، اس لیے کہ امریکا کسی مخصوص ملک کے مقابہ میں یورپ کے امن میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہے۔

خیر، یہ کہنا غیر ضروری نہیں کہ امن کے لیے ریاست ہائے متحدہ وہ طاقت نہیں بن سکی ہے جیسی کہ ہم چاہتے تھے۔ کچھ اس نے خود کوں مزاحمت کے بہانوں میں اپنے دیوے جو ہمارے مہدق صنعتی سرمایہ داروں کا فخر کی نتیجہ ہے۔ کئی طریقے سے یہ سرمایہ دارانہ نظام کے ایک مخصوص نتیجہ کی وحشیانہ مثال ہے، اور اس امر نے امریکی سیاست پر مائزہ نکالتا ہے۔

مگر سرحد ہی امریکا نے طے کر لی کہ یہ زیادہ بڑے جوش و خروش کی پرورش بھی کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مثالیت سماجی حیات کی پیدا کردہ شیطنت اور نجاست سے ہی جتنی قوت حاصل کرتی ہو جس کو یورپ کے حلقوں میں اس کے اپنے اندر کا قاتل کہہ چکا ہے۔ یہ قہری طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ انکار حقیقت ہے، جسے ہر وہ شخص محسوس کرے گا جو اس سے واقف ہے کہ امریکی قوم میں ایک جنسی اور نسلی عقیدہ پھیل رہا ہے، جسے سو دینہ جہیزوں کی قوت کے فلسفی انسانی کمینیت کہتے تھے۔ جنی وریوڈ سے زیادہ کٹل بننے کی صلاحیت۔ یہ ایک عقیدہ ہے جس نے ہمارے کسی عظیم مذہب کو بنیاد پر مہم کی ہے اور جس نے ترقی کے بہترین کام کے لیے بھارتی پیرس کو۔ یہ یسٹ مسیح کا اعلان تھا، اسی نے بیرمن (Emerson) اور ڈیگے (Wergeland) جیسے انسانوں کے کام کو چھین لیا تھا۔ امریکی دہائے کے لیے کوئی چیز بھی ناممکن نہیں۔ ان کے اس رویے کا اخلاقی سرف سائنس اور ٹیکنالوجی پر ہی نہیں اتنا، بلکہ اسی طرز سماجی نوع نچوں اور حالت پر بھی ملتا ہے۔ سب ایک امریکی کے لیے تو کسی شخص ایک خوبصورت سرمایہ بنی نہیں، بلکہ ایک عملی حقیقت بھی ہے جس کا نفاذ انسان کا فرض ہے۔ امریکا کی سماجی مثالیت خود کو ایک شدید خوبصورتی کی صورت میں ظاہر کرتی ہے جو ایک شخص نہ سب کی تعمیر کے کام کے لیے خود کو اور اپنی پوری زندگی کو وقف کر دیتی ہے، تاکہ وہ ایک دیہہ کے لیے ذمہ داریوں میں سخت کامیاب دیکر یہ کم زور کوئی دو تحفظ دیں اور ترقی کی مہربان قوتوں کو زیادہ مواقع فراہم کر سکیں۔

اس امریکی مثالیت کے پیش نظر ترین نرندوں کو آتی فوٹیل من اقدام دیا جا رہا ہے۔ دونوں نے امن کے تصور میں بدرد جان ڈالنے والی قوم کے اور چوری دیوے کے بلوں میں امن کے جذبے کی شمع کو بجھا دیا۔ روشن کرنے کے لیے نہایت اچھا کام سے کام لیا ہے۔

جس میں یہ مڑو، مڑو، مڑو کے ساتھ ہی ہم اس کام کو بھی ڈراچ تھیں پیش کرتے ہیں، جو قوموں کی تباہی کی بجائی اور امن کے لیے عورتیں کر سکتی ہیں۔ پرانے تصور کے مطابق مرد کے منہ کے تقریباً تمام کچھ ہیں اور فساد کی جڑ عورت ہو کر رہی تھی۔ مروجہ روایت اور مشاعرے میں بھی اکثر عورت ہی قوموں اور بادشاہوں کے درمیان ہونے والی جنگوں کی وجہ ہوتی تھی۔ میں اس کے خلاف صرف ایک ہی دفعے سے واقفیت رکھتا ہوں، وہ قصہ ہے سبیل (Sabine) عورتوں کا جو اپنے دشمن باپ اور چاہیوں، اور سبیل شہروں کے درمیان [کڑائی کھانے کی خاطر] کود پڑی تھیں۔

جدید عہد میں مشاعروں نے، جن میں گوٹے (Goethe)، ہسن (Hsen) اور ہرنسٹی (Barnson) بھی شامل ہیں، عورتوں کو ایک مختلف انداز میں دیکھا ہے، ان کی نظروں میں عورتوں نے سب کچھ تو بلند ترین اور ناقص ترین اخلاقی معیارات کے عکس کی صورت میں پیش کیا ہے، مادہ ہرنسٹی سے بڑھ کر کسی آدمی نے امن کے مفہم کے لیے عورتوں کے کام پر زیادہ اعتبار نہیں کیا ہے۔ مردوں کے مقابلے میں ان کی اپنی آزاد حیثیت جو عورتوں نے ہمارے عہد کی سوسائٹی میں حاصل کی ہے، ہمیں توقع دیتی ہے کہ مستقبل میں امن کے کام میں ان پر مشتمل ایک نئی طاقت موجود ہوگی۔ ہرنسٹی کی نظر میں عورتیں "کڑائی کے سنگام میں سکون کا ایک نیا جذبہ" بن کر ابھریں گی، اس دعا کے ساتھ کہ قتل و غارت کے جنون پر محبت غائب آجائے گی، اس یقین کے ساتھ کہ جب عورتوں کو سوسائٹی اور ریاست میں طاقت ملے گی تو جنگ کا جذبہ اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

پھر بھی، ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ عورتوں نے ابھی تک ہماری میدانوں کو مکمل طور پر فتح نہیں کیا ہے۔ انہوں نے مردوں کی پرانی اخلاقیات، جنگ کی اخلاقیات کے لیے ضرورت سے زیادہ موقع فراہم کیا ہے۔ عسکری سیاست میں ہمیں دو محبت بہت کم سمجھائی دی ہے، اور ان کی شفقت کی بدولت جو جنگ و غارت گری اور جنگ کو برصغیر کی فکر میں قائم غارت بنا رہی ہے۔ اگر خوش قسمتی سے ہم نے اپنی نسوانیت کی کچھ ایسی چیزیں دیکھی ہیں جو جنگ سے نفرت پیدا کر دیں گی۔ جب بھی عورتیں منظم موقع ملتا تو اپنے ہر گز میں انہوں نے ہمیشہ امن کے مفہم کو مثال کیا ہے۔ ہرنسٹی نے مڑو میں تو نسوانیت کی تمام خوبیاں یک جا ہوتی ہیں جو کہ ارض پر امن کو ترقی دینے میں ہماری معاون ہیں۔

میری زندگی میں دو بار جنگی بار میں ہنس پڑے اور ایک بار اکی سال، مجھے اس بارے میں جانے کا موقع ملا ہے جہاں وہ پناہ گزین ترقی کی مثال گو کے مسس ترین علاقے میں جہاں، پائینڈ، اٹالیہ، میکسیکو اور دیگر بے سکون کے تاریکی میں رہتے ہیں، انہوں نے ایک وسیع سماجی ادارہ قائم کیا۔ اس میں جوان اور بوڑھے سب کی، مگر ان سب کو جنہوں نے طلب کیا وہ مدد فراہم کی جاتی ہے، خواہ وہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے ہو یا مدد و مرمت کی تلاش کے لیے۔ جب آپ اس ایجنسی سے یہاں سہ قات کے لیے آتے ہیں۔ وہ میسنگ کا کمرہ ہوں یا کھانے کا کمرہ۔ تو آپ کو فوراً احسان ہو جاتا ہے کہ انہوں نے کچھ کرنا چاہا ہے اور اس

میں ایک ماں دہی سے جو ایک کن ٹیبل، سب کی ماں ہے۔ وہ اپنی شخصیت نہیں جس سے زیادہ بات کی جاسکے، مگر ان کی خاموشی، ان کی وسیع اکتساب شخصیت، اعتبار پیدا کرتی ہے اور غیر ملکی کا یہ ماحول بتاتی ہے جو جسکی طور پر یہ ایک کن اندرونی غریبوں کو ظاہر کر دیتی ہے۔

اس سماجی کام کے ذریعے، جو مختلف قومیت رکھنے والے لوگوں کے لیے کیا جاتا ہے، انھوں نے امن کے مقصد کے لیے فطرتی قدم اٹھایا ہے۔ اور اب تقریباً ایک سو صدی ہوئے کو آتی ہے کہ وہ امن کی ثابت قدم ترجمان رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ، پھر کسی شور مٹا رہے تھے، صرف اپنے کام اور مسائل کے قربانی تھیں اور خاموشی حیرت کے ذریعے، انھوں نے اپنے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت و عزت کا مقام حاصل کر دیا ہے۔ وہ اپنی قوم کی ایک سربراہ اور دوستانہ تھیں، بلکہ سربراہ اور دوستانہ دونوں تھیں۔

اور جب بھی شدید ضرورت پڑتی ہے، انھوں نے ہمیشہ امریکی عورتوں کو بین الاقوامی سطح پر امن کے کام کے لیے تیار کیا ہے۔ پچھلی عالمی جنگ کے دوران چوٹی دنیا سے اپنی سرگرمیوں سے بھی، عورتوں کو جمع کرنے کے ان کے عمل کو ہم ہمیشہ بقیہ بین الاقوامی کے طور پر یاد رکھا جائے گا، جس میں عورتوں کے دوستانہ عالمی امن پر مبنی تھی اور ایک مشترکہ تحریک عمل تھا۔ ان کانفرنس کا آغاز کیا جس کا اجلاس اپریل 1915 میں دی ہیگ میں منعقد ہوا تھا، دلنشین عورتوں کی جانب سے ہوا تھا۔ «ریجن مینوں میں میں انجیلی ڈاکٹر ایلیا جیکوب (Aletta Jacobs) کی روح کو خراب حسین پیش کیا چاہیے جنھوں نے ان کی پیشوائی کی تھی۔ مگر فطرتی طور پر انھوں نے اس ایجنڈے سے اس کانفرنس کی صدمت کی درخواست کی۔ اسی سے، جب جنگ شروع ہوئی تھی، انھوں نے امریکا اور دوسرے غیر جانب دار ملک کو متاثر کرنے اور جنگ کو ختم کرنے کے مقصد سے ایک پوزیشن پر ایک شروع کر دی تھی، اور اس پروگرام کی حمایت کی۔ ان طریقہ کار ایک عقیم تنظیم بنانے میں بھی کامیاب ہو گئی تھیں۔ اس طرح انھوں نے چاروں تین دہی سے جنگ میں امریکا کی شہریت کی مخالفت کی تھی۔ دوام کے آرٹھ پہ شہرت سے لائی رہیں، ان مشکل اوقات میں بھی جب دوسری مصلحتوں اور مفادات نے ان کو اپنے ساتھیوں سے بدظن کر دیا تھا اور ان سب کو جنگ میں شہیت لے گئے تھے۔ جنگ کے پورے عرصے میں انھوں نے یہ امن کی لیے محنت کی تھی، جو ایک نئی جنگ شروع نہ ہونے دے اور اس طرح، وہ تمام دنیا کی صلہ پسند عورتوں کی ترجمان بن کر ابھری تھیں۔ انھیں ان کے خیالات، اندرون ملک اور دنیا بھر کی عوامی رائے سے نمٹنا چاہیے کرتے تھے۔ مگر انھوں نے بھی بہت نہیں ہارنی اور آخر میں اس عزت کے مقام کو وہ مدد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں جو انھوں نے عوام کے دلوں میں پسے حاصل کر لیا تھا۔ کسی ایک مقصد کے لیے جنگ ہو جانے سے ہمیشہ احرام حاصل ہوتا ہے، اور اپنے عقیدے میں کسی ایسے مزاحمتی حرکت کی جس سے بھی انھوں نے پوری دنیا کے نمائندوں کے ساتھ مل کر عام ترک سلطنت کی جدوجہد کی ہے۔

انھوں نے عربی بلڈ کی شخصیت میں، جو عقیم ولیہ بیوی دہی کے صدر ہیں، ان کی ایک ایسا آدمی

دیکھتی ہے جس کی خصوصیات جیت اور مز کی خصوصیات سے بہت جتنی ہیں۔ مگر ان کے یہ کام تقریباً  
پچیس برس قبل "نیمس" [جین ہارے] کے ساتھ شروع ہوا تھا، اور ان کی ان تمام توانائی اور سرگرمی تقریباً  
رہائی رہی ہے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے کام کے لیے اپنا سب کچھ دے دیتے ہیں، ہمیشہ مستعد  
اور ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ کوئی بھی شے ان کی ہمت یعنی نہیں کر سکتی، ان کی قوت کو بگاڑ سکتی ہے۔ کوئی شے  
ان کی آنکھوں کی پراسون مستحکم ہٹ کو پریشان نہیں کر سکتی۔ ان کی شخصیت کسی چھوٹ کی پادری کی طرح  
ہے، الگ سے کروڑ اپنے تمام کارکن مقررین کو اپنی جگہ دیتے ہیں، ہمت اور اعتماد سے بھر دیتے ہیں۔ ان  
میں دوسروں سے کام لینے اور بھی کام کے لیے بھیجی آئی ہوئی شے کو لینے کی بے پناہ یقین ہے۔ اگر کسی کو سچی  
امریکی کہا جاسکتا ہے تو وہ آئی ہارے ہی ہو سکتا ہے؛ ایک وسیع قلب کارکن اور ایک بے مثال منتظم۔ میں  
نے ان کو اپنی اپنی زندگی میں کام کرتے ہوئے، امن کا غرض کی صدارت کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ خود  
بھی جاتے ہیں قوت و حیات کا ایک ہال۔ ان کے ساتھ ساتھ نظر آتا ہے۔

وہ تو ایک اور نوٹس انعام یافتہ، فرانسیسی ایسٹوئیلز (d'Estournelles de Constant) تھے جس نے ان کو امن کے کام کی طرف رغبت کیا اور ان کی کوششوں کو بھی رو دھانی  
تھی۔ 1907 میں ان کو Conciliation Internationale کی امریکی شاخ کا صدر منتخب کیا گیا تھا، جس کی  
خود ایسٹوئیلز (d'Estournelles) نے بنیاد رکھی تھی۔ ایسٹوئیلز کا ہم مقصد فرانس اور جرمنی کے  
درمیان اور فرانس اور انگلستان کے درمیان مسالحت تھا، جب کہ ان کے ایک زیادہ وسیع پروگرام نے کیا  
تھا اور نتیجے کے طور پر چارٹی تنظیم میں امریکی شاخ، امریکی تھی۔

میری رائے میں کسی اور امن کی تنظیم کا کام جیسا مشکل ہو گا جس نے اتنے میٹر، محکمہ مستعد اور ثابت  
قدمی سے امن کے لیے کام کیا ہو، کہ امریکی گروپ نے ان کی صدارت میں کیا ہے۔ امریکا کی  
مخصوص اور عمومی سمجھوتہ کے ساتھ انہوں نے اس کام کو ایک مستحکم اور اقتصادی بنیاد پر کرنے کی ضرورت  
سمجھی، ورنہ ان کا ہی اثر و رسوخ تھا جس نے کارنگی (Carnegie) کو 1905 میں ایک فیضانہ اوقاف  
ادارہ بنام Endowment for International Peace قائم کرنے پر راجب کیا تھا۔ ان کے خود ان کے  
ایک شعبے کے صدر بنے جس کا کام "تفصیلی میل جیل" سے متعلق تھا، جسے ان کے انہوں نے Conciliation  
Internationale کی امریکی شاخ سے منسلک کر دیا، اور بعد میں وہ اس اوقاف ادارے کے سربراہ بن گئے۔  
جرمنی میں ان کے دوران انہوں نے جو کام کیے وہ دنیا کی طور پر وہی تھے۔

بہرحال فوری نظر آتا ہے کہ یہ امریکی گروپوں میں سے ایک گروپ نظر رکھنے والے ایک ایسی شخص کی  
رہنمائی میں بن گئی تھی۔ انہوں نے اپنے آپ کو محض عام اور عمومی باتوں تک ہی محدود نہیں رکھا ہے وہ  
وہ تمام مسائل تک بھی غماض ہیں جو ہیں۔ قومی امن کے لیے خطرہ ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے جاپان، مشرق  
یورپ اور میکسیکو میں ہونے والی جنگوں کی اسکیلی وجود کی جانچ پڑتال کرنے اور یہی اعتبار سے ان کی خطرناک

مقامات کے بارے میں رپورٹ بنانے کے لیے ماہرین بھیجے تھے انھوں نے ہمیشہ ہر قسم کے بین الاقوامی حادثات و ارتعاشات کے بارے میں اطلاعات جمع کرنے پر توجہ دی ہے، اور ان کے دل میں ہمیشہ سے تشدد کی بے شکیل دینے کی ایک "بین الاقوامی زمین"، اور بین الاقوامی تعلقہ کا دوسرا سوال ہی جانچ کرنے کی جواہر امر کو بھی نظر انداز نہ کرے کہ وہ قریب قوتوں کے درمیان کے ہونے والے تعلقات کے جوڑ پر غور کیا جاسکے اور ان کے ساتھ غیر جانب دارانہ انصاف ہو۔ وہ خود اپنی ذمہ داری نبھانے میں کبھی کام نہیں ہوئے، اور انھوں نے اپنی بساط سے تیار کردہ کوشش کی ہے کہ دنیا کے ہر علاقے کے معاملات پر لوگوں کی توجہ مبذول کی جاسکے۔

یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ چار واپٹن ایس اے ایک موقع پر ان کی مداخلت سے ایسے نتائج حاصل ہوئے تھے جنہوں نے ان کے امن پسند دوستوں کو خوش آمدید کہا۔ اپریل 1927 میں جب بری آں (Briand) نے اپنی مشہور تقریر کی تھی، جس میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ فرانس اور ریاست ہائے متحدہ کو جنگ کو طویل وقافتی بنا دینا چاہیے، اس وقت تک ان کی تیلی گرافی نے قابلِ اعتناء نہیں سمجھا تھا جب تک کہ انھوں نے اس پر زور نہیں دیا تھا اور اس کے حل میں رائے عامہ کو کامیابی سے متحرک نہیں کیا تھا۔ انھوں نے بری آں سے بذاتِ خود اس معاملے پر بات کی تھی، اور ان کی کوششوں کی وجہ سے امریکا کو مدد کرتے کے لیے راضی ہونا پڑا تھا جس کے نتیجے میں، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، کیڈاگ (Kellogg) معاہدہ ہوا تھا۔ وہ اس معاہدے کے عملی اثرات کے بارے میں مختلف تصورات رکھتے ہوں گے مگر ہم زعم یہ امن کی ترقی کے تصور کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ یہ محض ایک معترف ہی نہیں تھا کہ جس دن معاہدے پر دستخط ہوئے تھے بری آں نے ہمارے کارکنوں کا شکر ادا کیا تھا۔ اور یہ ایک فخری بات تھی کہ خود بری آں کے علاوہ دوسرے دو نوبل امن و فسادات، امر آسٹن چیمبرلین (Austin Chamberlain) اور ایلیو روڈ (Elhu Root) نے اس پس کے انعام کے لیے ہمارے کارکنوں کی پُر زور حمایت کی تھی۔

بلکہ اور جین ایڈمز جیسے امن کے کارکنوں کے بارے میں ایک مشکل ہو جاتا ہے کہ ان کے کیے ہوئے کام کے قابلِ دید اور واضح نتائج کو ان کی سیاسی زندگی ہی میں ان کے نام کے ساتھ منسلک کیا جاسکے۔ وہ لوگ جو اپنی نظریں رائے عامہ کو بیدار کرنے پر توجہ دیتے ہیں، ان کے لیے اس قسم کی فوری کامیابیوں کی توقع نہیں رکھ سکتے جن کو عوامی پسندیدگی حاصل ہو۔ ہذا چاہی ہو کہ معاہدہ ایسا ہوا بھی چاہیے تھا کہ امن کے فوائد ایسے عوامی عناصر کو پہنچانے کے لیے ان کے اوپر سے نکلے، اور ان مددگاروں کو ایسے گئے ہیں جو حکومت کے مقتدر ممبروں پر فائز تھے اور جن کے پاس ایسے اختیارات تھے کہ وہ امن کی کوششوں کو معاہدوں اور دیگر بین الاقوامی قسم کے سیاسی معاملات میں قیام دہشت کر سکتے تھے۔

مگر ایک مدبر اور وہ پالیسیوں جن کو وہ ناکندہ کرتا ہے، اپنے ملک کے سیاسی اور عقلی عمارت کو منظر کشی کرتے ہیں۔ اگر اس کے کام کو دیکھا جائے تو اس کی بنیاد چھلنی ہوئی چاہیے۔ امن کے لیے ایک

آل نیشنز، جکارنو (Locarno) معاہدہ یا کیا ایک معاہدہ ہے جیسے کارہائے نمایاں مانگتے ہوئے اگر امن کے لیے دنیا کے تمام ملکوں کے عہدہ کے طاقت ور ممالک کی خواہشات و ارادے ان کی حمایت نہ کر رہے ہوتے۔

یقیناً ایسی بہت سی طاقتیں ہوتی ہیں جو سہرا کی اور ریاست کو ترقی میں معاون ہوتی ہیں، طاقتیں جو ان پالیسیوں پر تیار ہو رہی ہیں اور پھر پھر ملتان ہوتی ہیں سمجھتی کو امن کی پالیسی کہتے ہیں۔ نئے عہدات اور نئے آرڈر پیدا ہوتے رہتے ہیں جو قوموں کو کئی قسم کی تنظیم کی طرف لے جاتے ہیں۔ بین القوائی امن اور انصاف کو بھی کامیابی نصیب نہیں ہوتی جب تک کہ ہر ایک چاروں سہرا کی کو نئی دنیا میں بے تحیر فائدہ کی جائے۔ سہرا کی کے میدان میں ترقی کا یہی انداز ہوتا ہے۔

مگر میرے خیال کو جو بچھا اور بچھتا بچھتا ہے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو شفاف در ہوش مند کر دے۔ کسی بھی سہرا کی میں کوئی شے اپنے اندرون سے پیدا ہونے والی عزت سے آگے نہیں بڑھتی، ترقی ہمیشہ انسانی خیال، انسانی ارادے اور انسانی عمل سے ہی ہوتی ہے جو ضرورت کی ایک مدد اور انسانی فکر میں قلب و دیت کر دیتے ہیں۔ ہذا ہمیں ان تمام لوگوں کے کام کی ایک عقیم تاریخی مشن کے طور پر تعریف کرنی چاہیے جو ہمیں ہر ایک طرف دیکھنے میں مدد کر سکتے ہیں، جو ارباب فی فکر اہل فکر پر ہم اپنے لیے بناتے ہیں، اور ان سب لوگوں کو جو سماجی تعمیر نو میں مثبت عمل کے ذریعے عام تصورات اور موقی اہل اس کو متحد کر سکتے ہیں۔ ہر مخصوص تصور کے ساتھ جسے وہ موقی اہل اس میں نصب کر دیتے ہیں، وہ ہم کو کئی سہرا کی کی ماد میں ایک اور قدم بڑھانے میں مدد کرتے ہیں۔

ایسے ہی وہ آدمیوں کو ہمیشہ چھتیں چھتیں کر رہے ہیں۔ امن کے لیے قربانیوں سے مزین، ایک طویل عرصے کی محنت کو فوٹس انجام سے تو رہا جا رہا ہے۔ کسی بڑے موز پر صدر بخارا ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں نے امن کے آرڈر کو بنانا ان اداروں کے ہونے میں دشمن کیا ہے۔ انہوں نے دنیا کے بڑے بڑے علاقوں کے باشندوں کو اپنے رہنماؤں سے امن کا مطالبہ کرنا سکھایا ہے۔ انہوں نے وہ قوتیں پیدا کی ہیں جو ترقی کو متحرک کرتی ہیں، اور وہ تمام لوگ جو کہ دشمن پر ایک پرامن سہرا کی کی تلاش کرتے ہیں ان کے مقروض ہیں۔

مادریائی فوٹس کمپنی کے رکن Halvdan Koht کی تبدیلی

چوں کہ ہر فوٹس انعام یافتگان کی آمد ممکن نہیں تھی، اس لیے ہر دوسرے میں ریاست ہائے متحدہ کے سفارت خانے کے وزیر مسٹر ہائیڈن کوٹ نے ان کی جانب سے انی موصل کیا، ورڈوں کی جانب سے اور ریاست ہائے متحدہ کی جانب سے شکر پیش کیا۔

## جونا تھن سونڈ ریلوے

### اعلانِ تجلیل

دیکھنے والوں کو یہاں ضرور گھسیں ہوگا کہ اس بند کے نام انعامِ ننگان [1929ء کے انعامِ ننگان] کیوں بھی سرِ معین میں موجود تھے۔ ایک بیڑے سے بہت اُپ جیٹا ریل جفری کی اعتبار سے کر کے یہ ملک کے درمیان ایک عظیم منصوبہ ہے۔ ہڈان کی سرزمین کے میدان بھی۔ اپنے کام کی نوعیت کے باعث مختلف ہیں، اس وقت ہمیں جن سے سروکار ہے۔ ایک تو عملی سیاست کی دنیا کے آئی ہیں، جب کہ دوسرے کیسا کے آئی ہیں۔ یعنی وہ عانیہ کے پاس۔

گھر جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ تمام راستے بدی شری کی طرف جاتے ہیں، اس طرح صحیح معنوں میں یہ دھوکا بھی کیا جاسکتا ہے کہ راستے بھی بہت سے ہیں جن پہ چھنا چاہیے اور طریقے بھی بہت سے ہیں جن کی جستجو کی جانی چاہیے، اگر تیار انسانی کو وہ عظیم اور مقدس ہدف حاصل کرے جو ابدی امن ہے قوموں کے درمیان۔

اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے تجارتی اور اقتصادی معاملات میں بہتری کے لیے عملی کوشش کی جانی چاہیے، خدمات کے آسان اور تیز تر ہونے کی اور ساتھ ساتھ ایسی ہی کوششیں ہونی چاہئیں کہ یہی معاملات میں اور تیز لگن سے یہی معاملات میں بھی۔

مقدمہ جو لکھے جاتے ہیں اور ترقی جو ہوتی ہے، بد قسمتی سے بیشتر مختلف نہیں ہوتی۔ رکھائوں کو جنھیں سر کرنا ہوتا ہے، اختلافات کو جنھیں زبردستی کرنا ہوتا ہے، شمار میں اور حجم میں خوف ناک ہوا کرتے ہیں۔ وہ مکے صرف عملی و سیاسی نوعیت ہی کے نہیں ہوتے، اکثر وہ لوگوں کے دماغ میں جا نہیں ہوتے، جس کی وجہ سے یہ طریقہ بد قسمتی سے جو یک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتی رہتی ہے، ایک وراثت کی مانند جو ہماری نسل کو منتقل ہوتی ہے جنھیں بد جود ہیل ناک تجربات کے موجب سے درست ہوئے میں ناکام رہے ہیں۔



نویسندہ فریڈرک نوٹس کو بھی امن کے کاموں پیچیدگی اور مشکلات کے بارے میں تدابیر نہیں تھیں۔ اس وجہ سے اس نے امن کے خدمات پر ملت پابندیاں نہیں لگائی تھیں۔ امن کے مسئلہ کو آگے بڑھانے کی بجائے بھی سنجیدہ ووشش اس کی حل کار ہو سکتی ہے۔ بہت جلد ہی اس کو ریاستوں کی بین القومی تنظیم کی قدر کا اندازہ ہو گیا تھا، جیسی کریگ آف نیشنز جو اب ہمارے سامنے ہے اس نے جنوری 1893 میں اپنے خیالات مرتب کر دیے تھے۔ جب، برقی فون سفر (Bertha von Sumer) کے نام اپنے ایک خط میں، اس نے اپنے تصورات کا ایک نوٹ پیش کیا تھا، امن کے انعام کے بارے میں جو کچھ غلط یا کسی تنظیم کو دیا جائے گا جس نے عالمی امن کے ادارے کے حصول کے لیے سب سے زیادہ خدمات پیش کی ہیں۔

اس طرح، یہ فریڈرک نوٹس کے تصور کے ضمن مطابق ہے کہ امن کے لیے کام کرنے کے طریقوں پر کوئی پابندیاں نہیں لگائی جائیں گی، نہ اس کے بلکے کو جائے گا جس لیے اس کام میں دست و پاؤں دیکھا رہتے ہیں۔

اب یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دنیا کی تمام حالت اس تنظیم مسئلہ کو آگے بڑھانے کے لیے حمید ہے، اور کتنے خوش حال ممالک کہ یہ کام نہ صرف ہماری چھوٹی سی دنیا کی ان تک قومی سرحدوں کو، بلکہ بڑے ممالک کی، ایک کرنے والی دستوں کو بھی پائے مکمل ہے۔ اور اگر ہماری یہ حق پیش ہوتی کہ اس تعاون کی نیو دو صحت ہو تو ہم اس سے سرفراز نظر نہیں کر سکتے جو چاہے کہ اب تک حاصل کیا جا چکا ہے! جیسی ایک آف نیشنز، سب سے زیادہ سب سے طاقتور سب سے زیادہ غیر معمولی ادارہ جو امن کے لیے کام کر رہا ہے، اسے پسے ہوئی نہیں ملتا تھا۔ اس کے آغاز کار کے لیے ہم ریاست ہائے متحدہ کے شکر گزار ہیں۔ ایک آل نیشنز، دو بندہ دور مینار ہے جس کو جنگ ورامن کے مختصر پر صدر ویلسن (Wilson) نے تعمیر کیا ہے، اپنے ملک کی توسیع کے لیے، اور دنیا کی نجات کے لیے سب تک سب سے برابر اسے جو اس تنظیم پر ہمارے دو ایک افسوسناک حقیقت ہے، کہ ویلسن کے ملک ریاست ہائے متحدہ نے جنگ کے بعد کے بارہ برس میں کیے جانے والے امن کے اس تنظیم میں، قومی کام ورمق بہت میں کوئی حصہ نہیں لیا ہے۔

عالمی جنگ کے بعد سے جنگ و تعریف قانونی روپیہ جانے والی کفار کا وجود نہ لے کر قریب کی امریکا میں زیادہ صحت ہوتی ہے۔ فیس میں امن کے بارے میں پیچیدگی مسٹر بریڈ (Brand) نے امریکی کیلنڈر ایک اہم تاریخ ۱۶ اپریل 1927 میں واقع کی جو یہی ہے کہ جس دن ریاست ہائے متحدہ عالمی جنگ میں شامل ہوئی تھی، اپنے آپ کو امن کا شاگرد بن جانے کا اعلان کرنے کے لیے منتخب کیا تھا، "مرد و جمہور تیں [ریاست ہائے متحدہ اور فیس] کو عوام کے سامنے امن کے لیے ایک معتد مقام پیش کر رہی پائی تو ریاست ہائے متحدہ کے ساتھ فیس، کسی بھی یا بھی شرائط میں شامل ہونے میں کسی روک ٹوک میں کی جاتی ہے، جنگ کو غیر قانونی کر کے کا اعلان کر دے گا۔"

اور 1927 کے جون کی مین تاریخ کی بریڈ نے جو جس میں متضمن امریکی سفیر کو دونوں ملک کے

درمیان اپنی جیتی گئے ایک معاہدے کا مسودہ پیش کیا تھا۔ جسے دسمبر کے مطابق، دونوں فریق حلفیہ عدالت کریں گے کہ وہ اپنی قومی پالیسی کے متعلق جنگ کو رد کرتے ہیں اور کسی کی خدمت کرتے ہیں۔

اور بحرِ وقتوں کی دوسری جانب، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سیکریٹری آف اسٹیٹ فرینک کیلوگ (Frank B. Kellogg) نے اس تجویز کو ایک عالمی معاہدے کا رواج دیا تھا، جس کے مصنف کو ہم آہنگی تحسین پیش کر رہے ہیں: ”ریاست ہائے متحدہ کی حکومت فرانس کی حکومت کے ساتھ ایک ایسے معاہدے میں شمولیت پر تیار ہے جو دنیا کی نئی طاقتوں کے درمیان ہوگا، جس میں تمام قومیں شامل ہو سکیں گی، جس کے ذریعے قومی پالیسی کے متعلق جنگ کو رد کیا جائے گا اور اس کی خدمت کی جائے گی اور جس کے تحت عدم جارحیت اور بین الاقوامی تنازعات حل کیے جائیں گے۔“

پھر اس مشن کے تمام سے دو معاہدہ طوطی ہو جو آئندہ دنیا کی تقریباً تمام قوموں کو پابند کرتا ہے۔ اس معاہدے کی دفعہ شمارہ کہتا ہے: ”تمام ممالک کے مابین فریق، اپنے ملکوں کے تمام کی جانب سے طائفہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ اپنے ملکوں کی قومی پالیسی کے مطابق، ایک دوسرے کے درمیان امن اور اقوامی تعلیموں کے حل کے لیے جنگ کا راستہ اپنانے کی خدمت کرتے ہیں۔“

شاید ہی کبھی کوئی تحریر کسی بڑی طاقت کبھی گئی ہوگی، جیسی کہ [فرانس کے شہر] لی ہاواں (Le Havre) نے سونے کے قلم سے اس پر لکھی تھی جو فرینک کیلوگ کو پیش کیا گیا تھا، جب انہوں نے دیکھا کہ ہوائے [فرانس کے] اس حل پر پید قدم رکھا تھا، فرانس اور دنیا کی دوسری طاقتوں کے ساتھ معاہدے پر دستخط کے لیے 27 اگست 1928 کو [اور کہا تھا]: *ad vis pacem para pacem* [یعنی اگر امن چاہے ہو تو امن کے لیے کام بھی کرنا]۔

پہلی حساسی سے کہنی ٹانگ نے کیلوگ معاہدے کے دسمبر میں مترجمات ٹھکے ہیں اور اس کا بھی پورا احساس ہے کہ معاہدے پر دستخط ہونے پر اس کے جذبے پر عمل کرنے کے دوران ایک طویل راستہ طے کرنا پڑتا ہے۔

پہلی احساس ہے کہ نظریے و حقیقت نہیں سمجھایا چاہیے۔

پہلی اس امر کا بھی احساس ہے کہ تمام قوموں کے درمیان شریعت کی حس کا سب سے بڑا نتیجہ کیلوگ معاہدہ ہے، لیکن سیاسی میدانوں کے علاوہ بھی پھیلا چاہیے۔ اس لیے کہ قوموں کے درمیان سیاسی استحکام کتنا ہی کمزور ورتکلیف دہیوں نہ ہو یہ ہرگز حیدر ان مکان نہیں کہ تجارتی اور اقتصادی میدان کے اختلافات امن کے لیے شدید خطرہ نہ بنیں۔ جنگ کے ترغیبوں کے سب سے بڑی وجہ بھی اقتصادی قوت پر مبنی ہو جی ہے۔ ملاوٹ طور پر ہر جتنی طور پر حل کیا جانا چاہیے۔ اور ہمیں، امن کے مفاد کے پیش نظر، سب کو دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے، اتنی ہی توانائی کے ساتھ جتنی کہ ممکن ہو سکے کہ خوفِ احمقانہ لڑائی میں صرف کرتے ہیں، تنہائی پسند نہ پانچویں کی، جو سوائے دیکھوں اسے بڑی گائی کے اور کچھ نہیں دیکھیں اور جو عالمی ممنوعات

کے تھانے اور صحت مند ان تھانے میں رکاوٹ تھی۔  
ان صحت کے اثر میں بھی تمام قوموں کے مابین تعاون مقرر ہے، ایسا تعاون جو پوری دنیا کی بہبود  
کی اہمیت کے اعتراف کی بنیاد پر ہو۔

ہم سیرجس اس وقت تک کامیاب نہیں ہوں گے جب تک ہمارے ذہن اور ہمارے خیالات امن  
سے ہم آہنگ نہیں ہو جاتے، جب تک ہمارے ذہنیت کی کھلی طور پر قلب مابین نہیں ہو جاتی۔ آرچی بشپ  
سولہویں صدی کے تھانے "کیڈنگ معاہدہ ایک فلسفہ مدانی ہے، جو ان مابین ہے اگر مذہبی امن کے لحاظ کی  
موانعت میں گزار دی جائے، اور وہ اب ہے مگر فعلی امن کے غلبہ اور فعلی مشاں جذبات کے خلاف ہوتے  
تھانے "اور یہی امن معاہدے کا مقصد ہے: اس معاہدے کو متحرک کرنے کی ضرورت ہے لہذا کی روشنی سے،  
جذبہ کی کچھ سے، امداد کے کی بحث سے کہ یہ امن کے مختلف کی پیشکشوں کی ضرورت رہا ہے۔

بمیں لوگوں کو احساس دہا چاہیے کہ اس اتحاد کی ضرورت ہے، کافی نہیں، بلکہ ضروری  
سے کہ تمام لوگ اپنے احساس اور جذبہ سے یہ سمجھنے لگیں کہ ایک بین الاقوامی تھانے کے حل کے لیے  
میں میں ہزار لوگوں کے قتل کا کوئی جو نہیں، نہ ہی یہ قابلِ ممانعت ہے کہ اپنے کسی ذاتی جھگڑے کو نمٹانے کے  
لیے ایک ہزار لوگوں کو مار دیا جائے۔

میں اس نے چھپنے میں ایک آف نیشنل میں اپنی معرکہ آرا تقریر میں کہا تھا کہ "اس دن جب ہمیں کو  
دوسری قوموں کے اندر دیکھا کہ کیا سکھایا جائے گا اور اس کی جستجو کی جائے گی جو وہیں وجود رکھے، چاہے کہ  
انہیں تقسیم کرے، تب ہمیں بھی معاہدے کی ضرورت نہیں ہوگی جب قوموں کے درمیان امن کا رات ہوگا۔"  
آرچی بشپ 'جنا جن سولہویں صدی کی غلبہ کا مینا یہ ہے کہ انہوں نے روح کی حالت کو امن کی لڑائی میں  
جذبہ دیا ہے۔ مذہبی عہد کے یہ فاضل سوتے سوتے انہیں میں لڑائی میں کھینچا ہے پناہ اہمیت اور سونے کا  
الہاز دیا ہے۔ پھر انہیں نے بہت بڑا تھانہ کیا کہ "ان [سولہویں صدی] کی تھانے کے خلاف کام کیا  
سے، آدمیوں کے لیے جن کا سب سے پسند کم یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کریں۔ یعنی خود پر کھیر کے  
پس اب بھی یہ موقع ہے کہ وہ ذہن کے نئے رویے کی تحقیق کرے جو ضروری ہے، اور قوموں کے درمیان امن  
کو حقیقت کا روپ دھانا ہے۔

"جب ہل میں بھی امن سو ویر زمین پہ بھی امن، تب ہی کھیرا کا فرض پور ہوگا اور وہ امن کا شہزادہ  
کہا جائے گا۔"

روبرت ڈی ٹراز (Robert de Traz) لکھا ہے: "میں فوراً انسان کے لیے وقف جیو، کا جذبہ سب  
اپنے عالمی متاثر میں جنگ سے نہ بڑھتا ہے۔ صحتوں میں مہارت کا نظر آ رہا ہے۔ پیرا کی عیسائیت، امن کی  
روح، اب اس میں واپس چلوں کر رہی ہے۔ اب یہ صرف سیاست دانوں، انھن دیوتوں اور قانون  
دانوں کی متحرک نہیں رہی، یہ انسانی دنیا میں داخل ہونے کی جستجو میں ہے۔

اب گرنی جنگ کا قطعہ و متذبح سے تو اسی بارکیس توپوں [کی کامیابی] کے لیے عیاں نہیں ہوئی۔  
گے وہ ان کے نام سے قوموں کو رہ گئی گے جنہوں نے خود کو من کا شہر اور کہا تھا۔ ہم از گم تھا تو کہتے  
جس دور اس سے وفاداری کا عہد بھی کرتے ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے 1914 میں وہ بار سے زیادہ اپنے آقا  
کا انکار کیا تھا۔ وہ اب بنی نوع انسان سے معافی سے بھیک مانگتے ہیں۔“

فشار (Schiller) کو خوب صورت نظم "تصفی کا گیت" میں بھیوں کو تصفی نہایت متبرک ابجے میں امن کی  
محرماتی ہے:

پیشکش کنندہ اور ملاپ دہانہ

چند

”اگر بے تحاشی کے لیے پاؤں مبرا“

اور اگر توجیب دیتی ہے اور اگر منع کرتی ہے:

سکس من ہے جس کی چلی آواز،

اور تا زور قریب بھی ہے۔“

ہذا، آج ہم غرضِ مقصد و شہرت نہ کر رہے ہیں بلکہ لاخیر آدمیوں کا، قوموں کے درمیان، جن کے کام نے من کے رستے پر سے گھٹائے میل شہر کر دیے ہیں۔

اور جس طرح ہر چشمہ سمندر کی طرف جانے کی جستجو کرتا ہے، اسی طرح ہم امید کرتے ہیں کہ امن کے ہاتھ اور دوس کا کیا ہو گا، وہ کام جس پر کید اور سنگر بوم کے ماتحت ہیں، بغیر کسی مزاحمت کے "جینیوا کے جذبے" کو نوکریں کے درمیان زندہ رکھنے میں ہماری مدد فرمائیں گے، گا، وہی جذبہ جس کے درمیان کہا جاتا ہے کہ اگرچہ یہ "اب بھی تم زندہ رہے، مٹا نہ دے، اس سے غرت بھی کی جاتی ہے، جو ہر لمحہ تھکی کے خنکے میں موتا ہے مگر۔ کوئی طوفان اس کو ہمیشہ کے لیے تباہ نہیں کر سکتا، اس لیے کہ یہ اپنی ٹوٹی انسان کی حیات نوکی منہ زور امیدوں کا حامل ہے۔"

مارینی فوٹس کیلئے رکن Johan Ludwig Mowinkel کی نیابتی

خطہ:

## امن کی ترقی میں کلیسا کا کردار

میرا عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہم سے رہے جس نگر کا منی عکس نظریں رہا رہے شیطان جذبات کو امن کی طرف نہیں لے جاتے، کہ جس وقت اپنے اور دوسروں کے اندر کے قدیم آئینہ سے لڑائی کے ذریعے

ہی کا مسئلہ کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے خیال سے صرف یہی حقیقت سے گزرتی ہے، بلکہ اس سے اپنے اندرون کے اندوب کا سامنا بھی ہو رہا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں عقیدہ رکھنے والے لوگوں نے اس میدان کے باوجود کہ وہ جنت کو جانے والے راستے پر کام کر رہے ہیں، خود کو وہ غلطیوں، غلط فہمیوں اور یہ تو بہترین جہنم میں ڈوبا ہوا پایا ہے۔ وہ حقیقی اذیت سے اہمال ہمارے ہوئے، ہم لوگوں نے خود سے سوال کیا ہے کہ کیا اس کھیلانے جس کو ہم اس کا شہرہ دے سکتے ہیں، اپنا فرض ادا کر چکا ہے یا نہیں۔ یہ ہم پر تو زبردستی عین خدا کے لیے، امانت دہن کے لیے، اور ترقی کے لیے آدمیوں کے لیے "نہیں کیا کرتے تھے؟" یہ ہم سے ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ "تم سچائی کا جوہر اور اس کی خون بھری وردی جو اس نے جنگ میں اپنی تھی آگ میں جودانی جائے گی۔" کہہ کر اپنی امن کا قانون اور انصاف کے قریب، قریب ہو کر تھکا کر دیا جائیگا۔"

ہم مختلف ممالک اور مختلف مذہب، پادری اور دنیاوی دونوں کے وقتوں سے یہ سوال کیا ہے، اور ہمیں احساس بھی ہوا ہے کہ ہم زعم اپنے سب سے زیادہ ضروری اصول "محبت کے قلم کے مطابق زندہ رہنا" کے مطابق خیریت بہت چکر کر سکتی تھی۔ ہمیں اس بات کا بھی احساس ہوا ہے کہ ہمیں مادی کو چنے اندرون سے نکال کر دینا چاہیے۔ یہ بھی کہ مذہب اور اخلاق کو مندرجہ ذیل دنیاوی قیودات کی بنیاد پر قائم ہونا چاہیے (۱) محبت کا قلم سرحدوں کا پابند نہیں ہوتا، جیسا کہ نجات دہندے نے Good Samaritan کی تمثیل میں بیان کیا ہے اور (۲) اخلاق کا پیرائی تصور ایک آسانی تحقیق کے مسلسل عمل سے پیدا ہوتا ہے، اسی طرح جیسے پیرائی، اخلاق کا تقدس اور اس کا احترام کیا جاتا ہے۔

کھیلانے کے تعاون کی جتنی کوششیں بہت سے مختلف علاقوں سے ہوئی تھیں، جنگ کے چھڑنے کے بعد کانسنس (Constance) میں World Alliance for Promoting International Friendship through the Churches کے نام کا ایک بارود قائم کیا گیا تھا، اور نومبر 1941 میں اسٹینڈے نیویا، سٹنڈر لینڈ، نیدر لینڈ، ریاست ہائے متحدہ امریکا (جب یہ امریکا کی جانب دار تھے) انٹیلیجنڈ اور امریکی کے پادریوں کی قیودات کے بعد، تعاون کے لیے ایک مشترکہ اہل جاہلی کی گئی تھی اس اہل کوشش کے چشمہ نظر بہت تھے اور تجارت کی نظر سے دیکھا گیا تھا۔ ہمارے آؤ زیم اس وقت تک Ecumenical Council میں متحد نہیں ہوئی تھیں جیسا کہ آؤ ہیں، "دو پول کی تھن گرن کے مقابلے میں بہت کم زور تھیں۔" میں 1917 کے قریب کے موسم میں یہ مایوسیوں کے بعد ملے گاڑی کے ذریعے اسٹاک ہوم سے اُپسا (Uppsala) گیا تھا۔ ہم نے ایک مینٹ کے لیے پہلے ہی انتخابات کر لیے تھے۔ یہ دونوں جانب کے وطن پرستوں کے اعتراضات کے لیے تھے، یہ اچانک کے لیے کہ، اپنی قوم سے وفاداری کے علاوہ بھی ان کے پاس کچھ زیادہ عجیب، کچھ بیادہ اور متحد کرنے والی شے موجود ہے، جس کو Cross of the Savior کہتے ہیں۔ کچھ بھی اُپسا سے بہت دور نہیں تھا کہ میں نے ایک انگریزی اخبار خریدا اور اس کے پہلے صفحے پر لکھا

دیکھا: The British Council for Promoting an International Christian Conference۔ میری آنکھیں کھلیں نہیں آئی۔ شام میں ہر بائبل ایسے ہی منسوب بنائے گئے تھے جس سے ان کو ایک تاریخی جگہ میں بتایا گیا کہ، ان کی طرف سے دعوت نامے بھیجے جانے کے لیے جو رہتے۔ میں نے اپنے ایک خطبے میں غیر جانبدار ممالک میں Pharisalism [پہلے مسیح کے زمانے سے موجود یہودیوں کا ایک سرکاری فرقہ] کے خلاف تنبیہ کر دی تھی مگر Providence [میراثی عقیدے کے مطابق خدا کی ایک صفات] کی زیادہ تعریف نہیں کی گئی کہ اس نے کیتھولک کے نیچر کی ایک کوبائی غفلت کی عبادتوں سے بچایا تھا۔ جس کے اس نے ان کو اس کے دیکھنے سے منع کر دیکھنے سے باز نہیں رکھا تھا۔ گفت و شنید اور خط و کتابت کے بعد اس تنظیم کی ذمہ داری سریتوں نے اٹھائی تھی: میں، بوسلو کے بشپ، جو ایک مشہور اور یونان دار آئینی تھے اور سپاہی (Sjalland) کے بشپ، جو کیتھولک کے اتحاد کے ان نمائندے تھے۔

اس مشترکہ دعوت نامے میں کانگریس کا مقصد عیسائی اتحاد کے غور پر بیان کیا گیا تھا۔ یہ ایک قسم کا اظہار تھا، دنیا والوں کے سامنے اس چیلنج کا کہ عیسائیت ان کی اہمیت کو کیے بغیر تمام سرحدیں چھوڑ کر انفرادی قوموں تک تنگ جاتی ہے۔ جنگ کی وجہ اور خالص سیاسی زمانے کے حصہ بننے کی بات نہیں کی جاتی تھی۔ مقصد اس امر پر غور کرنا تھا کہ مختلف کیتھولک کے خلاف جدوجہد سے کیا حاصل کر سکتے ہیں اور کس طرح وہ بہترین راہوں کی مضامین کے لیے ذمہ داری اٹھا کر سکتے ہیں۔ ماحولیت اندیش قوم پرستی کو عیسائی بھائی چارے میں بدلنا ضروری تھا۔ یہ خدائی تعالٰی، جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے، جو ایک حمد عیسائی اعتراض کی تحریک چلا رہا تھا، ہونا چاہتا تھا کہ غیر جانبدار ممالک میں بھی اس قسم کی کانفرنس کا نظام کیا جاسکے۔ بعد میں The Challenge نامی اخبار میں کئی مضامین شائع ہوئے، جن میں کہا گیا تھا کہ یہ کیتھولک کا فرض تھا کہ وہ قدم بڑھاتے، اس لیے کہ اس کا موم میں موئے۔ ان Social Democratic Congress کا انعقاد یہ موثر کر دیا گیا ہے۔ گیمبرگ کے درمیان تک The Challenge نے "پُر زور رابطہ" میں جنگ میں شامل، امریکی شریک شرکت داریوں کے قائدوں پر مبنی ایک میٹنگ پر امریکی "تھا اخبار نے مزید کہا تھا کہ "کیتھولک کو دنیا کو یہ دکھانے کے لیے پیش قدمی کرنی چاہیے کہ یہ سچ کی پیروی کرنے والے ان کی زبان پر دینی میں متحد ہیں۔" بعد کی اشاعت کے ایک اہم مضمون میں اس کانفرنس کو ایک قابل فخر فرض کے طور پر بیان کیا گیا تھا جس میں موجود حالات میں بے مثال اسکاٹ مضمون تھے۔ ہماری ہی طرح حیرت زدہ اخبار نے جن قومی کیتھولک اسمبلی کے انعقاد اور ہمارے ارادوں کے بارے میں مزید معلومات کی درخواست کی اور اس موضوع پر ایک مضمون شائع کیا۔

Internationale Monatsschrift میں پروفیسر ایڈولف فان ہارنیک (Adolf von Harnack) نے حال میں لکھا تھا: "بیس مسرت جوتی سے جب تک نہ وہ جب انوکھی کو اس مادی مفاد پرست دنیا کی روشنی میں نہ دیکھتا ہے مگر مفلس ہے وہ شخص جسے اس کے جہد ترقی اور شریک انوکھی کی میں نظر آتے ہیں، اے

وہ تو کم عمری کی محبتوں کے خد عے کے طور پر دیکھتا ہے۔ اب اس وقت کے مقدسوں میں، کسی محبت پرانی ہے جب ہمیں اس دنیا میں ہمارے درمیان سوٹ مسیح کی موجودگی کا تجربہ ہو تھا! ایسا، ہمیں اپنی تمام تر توانائی کے ساتھ اپنی توانائی میں بیوقوفی کا تجربہ کرنا چاہیے، ہمارے منہ جھٹکتوں میں بھی فخر دل ہونا چاہیے، یہ ثابت کرنے کے لیے کہ اپنی توانائی کا ہر ادا نہ اتنا دیوید کیوں کا ایک مشیت پسند خوب نہیں، بلکہ ایک حقیقی مقصد ہے، جو تجلیل مقدس سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔“

مغرب میں پاپسورٹ کی مشکلات کے باعث اسمبل کو مارش سے ڈنمارک، سویڈن، نیدرلینڈ اور سویٹزرلینڈ کے کھیسائی نمائندوں تک کی محدود رجحان تھا۔ پاپا میں کانفرنس کا اجلاس خاموشی سے منعقد ہو تھا۔ ہشپ ہولڈینسی (Oro Jensen)، ہڈنبرسورگن استون (Morgensierne) اور پاپا کی جیمس ہیلنسی (Eugene Hanssen) ان مادیاتی افراد میں شامل تھے جو انہیں نئے حق، شکرانوں نے اپنی حریت کا اعلان کر دیا تھا۔ ہشپ ہولڈینسی (Bert Staylen) جس میں شریک ہوئے تھے اور جب انہوں نے آپا کے بڑے کھیسائی تقریر کی تھی تو وہ دوسرے دوں میں اس سے گئے تھے۔ دوسرے مادیاتی نمائندوں میں موجود ہشپ ایونڈ برگراف (Elvind Berggrav)، ڈین ہانسن (Dean G Hansteen)، سیکریٹری جیمس پی (Piene) اور موجودہ مادیاتی پاپا کی Thved شامل تھے۔ مذاکرے کے دن نمائندوں میں سیارہ کے ہشپ اور چیف بیربرین، گئے (H O Lange) شامل تھے۔ سویڈن کے ہشپ لوگے گرن (Lonegren) نے نائب صدر تھین کے فریج انپا دیے تھے۔ کئی مبادیات کا تین فی خطبہ ہشپ استادے ز (Stadener) نے دیا تھا، جو آت کل Swedish Board of Education کے صدر تھے۔ سیکریٹری کے فرانکس موڈر مور پان تھا۔ امانت ٹف بدسوان (Knut B Westman) نے انپا دیے تھے جو پہلے جیمس میں رہے تھے۔ گران دنوں انپا، میں پاپا دیے تھے۔

ہشپ ہولڈینسی نے، (Hama) سے لکھا تھا: ”مجھے مسرت ہو رہی ہے کہ Evangelical کھیس میں امن اور بھائی چارے کی خواہش پھیل رہی ہے۔ ساتھ ساتھ دونوں کے ذریعے Evangelical کھیس بھی ایک نئی طاقت بن سکتا ہے۔ یہ Evangelical کھیس ہی ہے جو آزادی، اختیار اور فواں محبت میں وہ اصول رکھتا ہے جو ان بنیادوں پر بن سکتا ہے۔ کھیس کر سکتے ہیں۔“

جیمس گلیڈش (Jens Gleditsch) نے خیرات کو پیمیز کر دینے والی تقریر کے اشاروں سے بھر خد لکھا تھا، جو وہ بعد میں اسٹاک ہوم میں ہونے والی Ecumenical Conference میں کرنے والے تھے۔ دسمبر 1917 میں منعقد ہونے والی میٹنگ کا نتیجہ ایک اعلان تھا جو ان چاروں اہداف وراامن پر عقیدے کا وراامن، مجھے آتی بھی وہ تو جیمس مادیاتی، سویڈش اور ہشپ کھیسائی یا دلی جنہوں نے میری نا پوری میں ایڈ کرچھا، جواب تھیلے تھیلے دیے تھے جو اہم پیمیزیت کی تعمیر نو میں عقیدے سے بن گئے

غیر جانب داروں میں ہونے والی Conference of Churches نے (۱) عیسائیوں کے اتحاد (۲) عیسائی اور سماجی زندگی اور (۳) عیسائی اور قانون پر بیانات جاری کیے تھے۔ کھیرا کے فورڈ ٹکڑے اور ان کے کاموں پر رہنمائی کے لیے اسٹون ہلڈ (Ostenfeld)، اسٹوٹس (Staylen) اور سوئیڈر ہوم کی دستخط کی ہوئی دستاویزات بھی جاری کی گئی تھیں۔

کانگریس کا وائس قومی کردار ہماری امیدوں سے کہیں زیادہ موثر ہو گیا۔ مشن بھی امن کا آگے کا رور ٹکیب ثابت ہوا۔ عیسائی عیسائی اپنی ذمیت کے اعتبار سے وائس قومی اور ایک روحانی وجود ہے جو لوگوں کو مختلف نبیوں پر مبنی والے اور مختلف نسلیں اور قوموں کے انسان گردنہ ہے۔ اپنے روحانی اور عیسائی فراتر کی تحریک کی آزادی کے بارے میں مشن کے مطالبے کو عامی جنگ نے قابل غور نہیں سمجھا تھا۔ بے پیرا میں قائم مشن کو The Neutral Conference نے ایک نوا کھاتہ۔ بعد میں ہم نے ان عیسائی اور عامی کے اداروں سے رابطہ کیا جنہیں ان مسائل میں دلچسپی تھی۔ ہماری درخواست پر وحدت کی تحریک گئی اور ایک سے زیادہ موقعوں پر خاطر خواہ نتائج بھی ملے۔

ب میں تین اہم نکات کے حوالے پیش کیا چاہیں گا جو جولائی 1917 میں اپہ راقی میٹنگ کے دوران میں شامل تھے۔

## (1) عیسائیوں کا اتحاد

جب ہمارا عیسائی مذہب ایک مقدس کائناتی عیسائی دت کہتا ہے، تو ہم کو اس میں اتحاد کی پکارت کی ضرورت ہے جو قومی اور شخصی (scriptural) اختلافات کے باوجود عیسائی یسوع مسیح کے ارادوں کی روحانیت کے کام کے بارے میں رکھتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں، بغیر ہمہ تشکر اور بڑا اعتماد کی کہ ان مخصوص عیسائی تجربات و رسوم کے بارے میں جو ہمارے عیسائی نے اپنی تاریخ میں خدا سے حاصل کیا ہے، اگر اس پکارت کو جو یسوع مسیح کی تعلیم سے ملتا ہے، ہم رے اندر زحمت اور تبلیغ میں بہتر بناد جاسکتے ہیں اور بنایا جاتا چاہیے۔

## (2) عیسائی اور سماجی زندگی

عیسائی میسج کو سب سے بڑی پیش رفتی ہے زمین کا تہ اور عالمی روشنی بنا اور Evangelical کھیرا کو سے روحانی اہلکاروں کی تبلیغ اور مشن سے حاصل کرنا چاہیے۔ کھیرا کو بنی قوم انسان کے جاننے والے ضمیر کی نائنہ کی کہنی چاہیے۔ جنگ میں شامل تمام قوموں کے عیسائیوں سمیت، ہم یسوع مسیح کے جذبے اور جنگ کے درمیان خاص سے اچھی طرح واقف ہیں، لہذا ہم سماجی زندگی میں عیسائیوں کے حصہ لینے کے کچھ اہم نکات پر توجہ دلانا چاہتے ہیں۔



(غ) بد قسمتی سے ماضی میں کھیرا نے چاگت پیدا کرنے والے عناصر کے بھلے کٹ اختیارات پر زیادہ غور دیا ہے، مگر اب اس کو یسائی مذہبی کے آدرشوں پر چھوٹی آواز، خود غرضی کی خدمت کرنا اور جنگ کو ختم کرنے کی کوششوں میں چرکی طرح شامل ہونا چاہیے، محدود سماجی، اقتصادی یا سیاسی نوعیت کے ہیں۔

(ب) عیسائیوں کو ذہنی نشین کرنا چاہیے کہ جنہوں کی عہد پر وہ مائے ملت کے ذمے درستی اور محسوس ہوئی، قومی امن، قومی زندگی کے ساتھ اپنے ذاتی حقوق میں محبت اور صداقت کی خدمت کرنی چاہیے۔ ان کو مذہب کے فیوض، نیکیوں اور خوبیوں کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(ت) کھیرا کو یسائی، قومی مذہب اور یسائی قانونی تنازعات کے بندوبست کے لیے، وساطت اور مذاہنی طریقوں کے ذریعے کام کرنا چاہیے۔

### (3) عیسائی اور قانون

عیسائی مکتبہ فکر کے مطابق، صحیح اور منصفی تیز ایک رہنما ہے، اور اس سے پھوٹنے والی شاخیں بھی! قانون اور شریعت مضبوط۔ تمام بنیادی درجے تک، شریعت مضبوط انجیل مقدس کی تحریک پر مؤثر عمل کے لیے لازمی ہیں۔ موجودہ قانونی نظام مکمل ہے، جس کو تکمیل کے لیے اخلاقی شعور، نشوونما کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہند کھیرا کی قومی سرحدات کے اندر بھی اور باہر بھی، قانون کے تقدس کو برقرار رکھنا اور یسوع مسیح کے نام پر ان کی نشوونما کرنی چاہیے ماسی لیے اس کو تشدد کی ضرورت اور قانون کی حکمرانی کی مخالف برطرفی کی طاقت سے جنگ کرنی چاہیے ماسی سے صداقت، انصاف اور محبت کے اصولوں کی بنیاد پر ہلی مہم ویرت کی تبلیغ کرنی چاہیے تاکہ تمام قومیں و تمام سماج قانون کے مطابق کام کریں۔

اس معاملے میں جہاں بھی کھیرا نے غلطی کی ہے، اسے انصاف سے اس کا اعتراف کرنا اور غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہیے۔

لہذا قانون کے ڈھانچے کی سرب ایک عمدہ حیثیت ہوتی ہے اور اس کو مؤثر ہونے کے لیے اپنے اخلاقی عقائد سے میل کھا چاہیے۔ عیسائی بنیاد، محبت، ضبط نفس، انصاف جیسے حالت پیدا کرنا اور ان کی پرورش کرنا کھیرا کی مرکزی ذمے داری ہوتی ہے۔

یہ سچ ۱۹۱۷ میں ہونے والی کانفرنس کے محکم موضوعات۔

عدالتی نظام کے تقدس کے نظریے کا وقتی میں اعلان کیا گیا تھا، مگر بعد میں سے سے ایک غیر واضح رکھا گیا، اس کی تفسیر کی گئی، اور اس کو غیر متوقع طور پر بدستور تھا اور اس کا مؤثر اعتراف ایک تجویز میں کیا گیا تھا جو ایک انگریز، ایک جرمن اور فرانسیسی نے ۱۹۲۸ میں آئرنے (Eisenach) میں منعقد

Ecumenical Council میں پیش کی گئی جسے Universal Ecclesiastic World Federation

۱۔ Ecumenical Council دونوں نے مشترکہ طور پر منظور کیا تھا۔

اس کی شروعات کرنے والے جی چیسٹر (Chichester) کے بشپ جی کے سے تھے (G. K. A. Bell) تھے جو Ecumenical Conference کے جانے پہچانے فریقوں میں سے ایک تھے، ایک پادری تھے۔ اپنے گھر مذہبی مذاکرہ اور ان کے evangelical خدمات کے باعث ان کی رائے کا بہت احترام کیا جاتا ہے۔ ان کے کہے ہوئے کو ہمیشہ نجدی سے لیا جاتا ہے۔

آئندہ مائٹس میں پیش کردہ ان کی تحریک کی ایک جہت میں اور ایک فریق کی نے حمایت کی۔ یہ دونوں افراد بصری عیسائیت کے شریف ترین اور کمرے میں تھے۔ ایک ڈاکٹر وٹنر (Walter Simons) تھے جو اس وقت رپ ڈگ (Leipzig) کی National Court of Law کے صدر تھے۔ وراچرٹ (Ebert) اور ہندن برگ (Hindenburg) کے درمیان قہرمانی کے نائب صدر بھی رہے تھے۔ ان کے کہے ہوئے مقالے ۱۹۲۵ء اسٹاک ہولم کی میٹنگ میں اتیارڈی وینڈیو دہانے گئے تھے۔ ایک فرانسیسی اخبار نے ان کے بند خیالات پر تبصرہ کیا تھا جو [اس کے الفاظ میں] ان کی گونے کے جیسے امرو کے عقب میں پھرا کرتے تھے۔

ایک فرانسیسی مذہبی کے، جبریل زلفہت والے، اپنے وطن، صداقت و ایمان کے لیے ہمیشہ روشن نظر آنے والے، ہند فیر جڑے موز (Wilfred Monod) تھے۔  
پھر نظر آنے لگا کہ تجویز کی تحریک غیر ذمے دار غفلت پرستوں نے نہیں، معتز آدمیوں نے کی تھی جو اس سے اپنے عزم کے وفادار تھے۔ یہ تجویز ایک عمل سے اور اقدام کی طلب گار ہے۔

آئندہ مائٹس تجویز مند رہ ڈیل چار نکات پر مشتمل ہے، اچھے نکات اسٹاک ہولم میں ہوئے وائی میٹنگ سے متعلق ہیں۔

"(۱) ہم دنیا کی سرحدوں سے دنیا کی مرزہ آزاد شخصیات کے اس صلیب عدلیہ کا خیر مقدم کرتے ہیں جنہوں نے اپنے ملک کی جانب سے بین الاقوامی تنازعات کو حل کرنے کے لیے کی جاتی وائی جنگ کی مذمت کی ہے، اور [اس میں] اس کو بین الاقوامی طاقت کی سیاست کے گہ کار ہٹائے جانے کے عمل کو مسترد کرتے ہیں۔ مزید، ہم اس مرزے، اتفاقی کرتے ہیں کہ تمام تنازعات، راہ بنائیں اور امن طریقوں کے حدود کسی اور طریقے سے حل نہیں کی جانی چاہئیں۔

(۲) ہم سمجھتے ہیں کہ بین الاقوامی تنازعات کا جنگ کے ذریعے حل ہونا سب کے جذبے سے مسرت کے قابل نہیں ہے اس لیے ان کے عیسائی کارندوں درجہ ہے سے بھی ناقابل مساحت ہے۔"  
شیرانگتہ موجود حالات سے متعلق ہے۔

(۳) ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ وہ وقت ضرور آئے گا جب ہمیں امن کی خاطر موجود معاہدوں پر نظر ثانی کرنا پڑے گا، مگر ہم سمجھتے ہیں کہ تمام بین الاقوامی تنازعات اور لڑائیوں کو ہمیں مساحت کارئی سے حل

نہیں کیا جاسکتا، International Court of Justice کی اور سماعت کے ذریعے ثابتی سے حل کیا جائے چاہیے جس پر دونوں فریق متفق ہوں۔“

چوتھی نکتہ، جو اس تجویز کا سب سے بڑا راز رکھتا ہے، نہ صرف یہ جواب عمومیت میں آتا ہے، بلکہ ایک اصول بھی طے کرتا ہے جو ہمارے پیرائی عقائد کا بڑا راست نتیجہ ہے، وہ اصول جس کو کیمیا نے بھی قبول کر لیا ہے، جس پر اس وقت عمل کیا جائے گا جب جنگ کا خطرہ درپیش ہو، اس لیے کہ جیسا کہ اولاد و دوسروں میں ہوتا رہا ہے، قوموں کے درمیان ہمیشہ تنازعات اٹھتے رہیں گے۔ [اس سیکشن مقرر میں] ارادہ ہے کہ ایک قانونی نئی صورت طریقہ پیش کر دے کہ قوموں کے درمیان جنگ کو ختم کرنے کا دیوانہ طریقہ موجود ہو جیسا کہ قانون کی پابندی کرتے ہوئے ساتھ قبائل کے زمانے کی ٹھونکی تریوں بند کرنے میں استعمال کیا کرتے تھے۔

اس میں دو کچھ ہو ہے جس کا تصور ہماری جنگ سے پہلے ممکن نہ تھا کہ جو کچھ تکتے کی ایک عمومی تشکیل Lamberth Conference نے منظور کر لیا ہے، جسے Anglican شپ کی بین الاقوامی کانفرنس بر دوسروں میں منعقد کرتی ہے۔

چوتھے تکتے کے مقصد یہ مزید مددنی ڈالتے کے لیے میں اس تکتے پر تفصیل سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔

”[4] تاؤی نئی متحدہ کا بنا دیا گیا ہے، اور یہ کیمیا کا فرض ہے کہ اس کے تکتے پر نذر ادا کے دوران کو قومی سرحدوں سے پہلے بھی پھیلائے کے لیے ہم سرے کیمیا کو چاہیے کہ وہ ہر معاہدے میں شامل پابندیوں پر عمل نہ کرے جس کے مطابق قوموں کو اپنے تنازعات ثابتی و قانونی ذریعوں سے حل کرنے چاہئیں اس طریقہ، اگر کیمیا کے اپنے ملک کی حکومت کی تنازعے کو طے شدہ طریقے سے حل کرنے میں آنا کافی ثابتی ہے تو کیمیا کو اس صورت سے پیور سونے والے جنگ کی مذمت کرنی چاہیے، اور اسے نیکی اور عملی طور پر اس سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہیے۔“

”یہ۔۔۔“ اگر وہ جنگ کرنے لگے تو یہ میں وطن سے بھاگ نکلوں؟ مشکل وقت میں اس کا ساتھ چھوڑ دوں؟ اپنے ملک کی قانونی حکومت سے رہنمائی کروں؟ میں خود تو آنے والے مائت میں موجود نہیں تھا، مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہاں موجود ہمارے بھائیوں نے خدا اور اپنے ضمیر کے سامنے اس تجویز کو پیش کرنے، منظور کرنے اور دنیا کے تمام ٹھیکروں کے ساتھ کو بیچنے سے پہلے اس پر سنجیدگی سے غور کیا ہوگا۔ مجھے اس خیال کے بارے میں مئی 1929 میں بتایا گیا تھا، جب میں امن کے ایک پیجر کے سیمے میں لندن میں موجود تھا۔ ہمیں اس معاملے کی غور سے جانچ کرنی ہوگی۔

یوحنا مسیح نے کہا تھا: ”میزبانی تجویزیں میزبانی کے لئے کر، اور خدا کی تجویزیں خدا کے لئے۔“ سینٹ پال نے لکھا تھا: ”ہر نفس کو دنیا کی عاقبت کے ماتحت ہونا چاہیے کہ خدا سے بڑی کوئی طاقت نہیں۔“ لیٹر نے

تھیں تھا: ”آئین کی خاطر، مجوزہ آئین کی سرپرستی کے حوصلے کو دیکھو۔“ یہ اس کی وقت بھی جائز تھا جب نیر (Nair) نے کاشی جٹاؤ تھا۔ مذہب پسندی اور پند و گدس کو یہ لحاظ رکھنے گئے تھے مگر کاشی اور نیر کے درمیان فتنوں کی صورت اور شجاعت کو خیریت سے نہیں دیکھتے، بلکہ محنت سے دیکھتے ہیں جو ضمیر کے اور قانون کے حکم کے مطابق کی جائے۔ میں ایک ہی آفاقی عقیدہ رائج ہے: ”میں انسان کے بچائے خدا کا حکم ماننا چاہیے۔“ مگر بھی، یہ وہ عقیدہ رائج نہیں بلکہ یہاں جس کی درخواست کر رہے ہیں۔ اس کی وفاداری کو متنازع کرنا بہت مشکل کام تھا ہے۔ یہاں کہہ سکتے ہیں کہ یہاں ہونا چاہیے اور اس کے مستقبل پر شکست کے یہ ہے برابر ہے۔ اس کی بنیادوں میں تبدیلی اور بھی زیادہ خطرناک ہوگی، اگرچہ وہ کمال نہیں، اور ان میں بہتری کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ الحاد و ذہن میں رکھنے چاہیے: ”اگرچہ انسانی کاموں پر مہر کار ہے: جب تک کہ یہ عقیدہ ہو جائے اب صرف ایک ہی ہے جو اسے قائم کر سکتا ہے۔“ تو میں ہے جو اس ر قافلیت کو کام دے گا۔ یہی نہیں بلکہ ہم جس بات کا مشورہ دے رہے ہیں وہ وفاداری سے بڑھتی نہیں، اس کے برعکس، یہ زیادہ بڑے احساس فرہنگ کی حاملہ رہی ہے۔ یہ دیکھتے تو انسانی نظام بنایا جا رہا ہے۔ ان قوموں کے درمیان جو مصافحت یا ناٹھی پر مبنی قدامت سے قائم ہوتی ہے، جب تنازعات سر اٹھاتے ہیں تو بھائے جنگ کے پند کرنے والے معاہدوں پر عمل کرنا چاہیے، اور یہی بنیاد ہوتی ہے قانون کی تعمیراتی کی شان و رعایت کی۔ ہم دیکھتے کہ رہے ہیں۔ یونٹ مسکا کے ہائے بوسے صوبوں کی تابع داری کی اور ان کے حواریوں کی، جو میں شریقی قانون کا احترام کرتے ہیں۔ ہم اس کو صرف اپنے محامہ کی عدالتوں تک محدود نہیں کرتے۔ ہمارے محامہ اور ساری قوموں کو ہاتھ بٹانا چاہیے کہ وہ ان کے قومی عداوتی نظام کی تعمیر میں، جو عیسائی نظریے کے مطابق خدا کی تخلیق کا ایک شمس ہے، اور جب یہ عداوتی نظام چاروں طرف قائم ہو جائے تو عیسائیاں اور گھیساکو بغیر کسی تردد کے اس کو اپنا چاہیے، تنازعے کی صورت میں بھی۔

مثال کے سوا عدالت میں ایسے معاملات نہ ہوتے مگر غیر ضروری معصوم ہوگا جہاں، پچھلے سو برس کی بنیاد پر، ہم اپنے درمیان کسی تنازعے کا مشکل ہی سے تصور کر سکتے ہیں۔ پھر بھی، ہمیں اس معاملے میں پہلی دنیا میں اپنے بھائیوں سے وفاداری نہیں چاہیے، اسی طرح جیسے ہم مین کے مفقود کے لیے کام کرتے ہیں۔ یہ کوئی تعین کر سکتا ہے۔ اس کی پینڈ کی نیو یارک حکومت کی معاہدے کو توڑے گی، اور کسی اور قوم کی جانب سے ان کے درمیان ناٹھی کی پیشکش کو رد کرے گی، اگرچہ اس قسم کی ناقابل تصور بات ہوتی تو محامہ ایک ہی حکومت قائم کر دیں گے اور تمام معاہدوں پر عمل کر دیں گے جو نیا اور پریمین نے کیے ہوں گے۔ یہی صورت حال کچھ اور ملکوں میں بھی ہوگی۔

کیونکہ ان ملکوں کے کبیر جنہوں نے ایسے پابند معاہدے کیے ہیں انہیں کے نظریے کا اہدائی کرنے کا فیصلہ کریں گے اور اس طرح آئین کے ساتھ تجربے کی صورت کریں گے، اگر ایسا ہو تو مین کے مفقود کے لیے کچھ ضروری حاصل ہوا ہوگا۔

عمر ۱۷ برس ۱۹۱۷ء کی طرف واپس ہوا جو گائیڈ ممبر ۱۹۱۷ء میں اسیار میں ہوئے وہاں مینٹف ایک تیار ہوئی تھی۔ ایک نئی مینٹف کا منصوبہ بنایا گیا تھا جو ۱۹۱۸ء کے موسم سرما میں ہوئے وہاں تھی جس میں جنگ میں شامل ہونے والے کھیر کے فرائض بھی شامل ہونے والے تھے اس کا انعقاد اوسو میں ہوا تھا۔ میں اس سبسے میں ہشپ لاندنگ (Tandberg) کے جواب سے قہقہے چٹکنا چاہوں گا جو انہوں نے ۱۹۱۸ء میں میرے خط کے جواب میں لکھا تھا: "میں سمجھتا ہوں کہ ہم سوسائٹی کے کھیر کی خاطر، دنیا میں موجود تھامس کے درمیان، غیر مسلم طریقے پر عیسائی کا نکتہ کا پورا کر رہے ہیں جو تمام دنیا کی معاہدوں سے کشیدہ کر کے۔" پندرہ، یہ بہتر ہوگا کہ تمام سرمایہ اور وہ عیسائی مستقبل قریب میں ایک چاہوں اور ایک کانفرنس قائم کریں جس میں ہر کسی کی شہادت کے جذبہ اور شہیدانہ کلمات میں اس امر پر غور کریں کہ نیکی اور برائی کی کامیابی کس طرح عیسائی جنون و فحشیت دے سکتی ہے جس نے ہمیں اس سے دنیا کی مہذب ترین اقوام کو دشمن بنا رکھا ہے۔ موجودہ حالت کے تحت میں اقوام کو کھیر کا حق اور ایک بھاری بھنگنا ہوگا۔ آپ نے جو انیل لکھی ہے میں اس پر دستخط کرنے کو تیار ہوں۔"

نڈائی رائن ہندی کے بارہ جن اوسو آنے والے نمائندوں کی میزبانی کے لیے تیار تھا۔ اوسو کے ہشپ نے لکھا تھا کہ اوسو کو منتخب کیا گیا تو "میں ہر ممکن کوشش کریں گا کہ مینٹف خوش ہو جائے۔" انہوں نے Ecclesiastical مانی کانفرنس میں، دے کے شاہ اور وزیر اعظم کی سربراہی میں کانفرنس کا حلفہ تیار کیا۔ وزیر اعظم کی جانب سے شکوکے سے بھرے انہوں نے کہا، "ان کی خواہش ہے کہ وہ اوسو میں مینٹف منعقد کرنے کے لیے پاریمان سے شراہات کے لیے درخواست کریں تاکہ اس کو بھی کوشش نہ سمجھا جائے اور کانفرنس پر سرکاری مہر ثبت ہو جائے، جس سے اس کی اہمیت میں اضافہ ہوگا۔"

پارلی چرچ مینٹس نے مجھے کانفرنس کے لیے تمام تر کوشش کرنے کی ترغیب دی تاکہ وہ اس طرح "منعقد ہوئے اس کے تمام علامات Evangelical کھیر کے نزدیک محبت میں، تاکہ ان کو مختلف کھیر کی سات تک پہنچایا جائے۔ انجیل مقدس کے فرائض کی حیثیت سے ہمارے کھیر میں اقوامی منبر سے میں اقوامی سطح کے خطبے دیتے ہیں۔"

ہشپ اسٹریٹس نے کہا۔ کی مینٹف کو "موسم سرما کی تاریکی میں رہنے کی قوت بہت بڑھانے والی تھی۔" سے موسوم کیا تھا۔ ۸ فروری ۱۹۱۸ء کو انہوں نے پتھر ایسے المیہ بھی ادا کیے جو کھیر کے ایک قابل قدر اور بچے خدمت گاری کو زہر دیتے ہیں: "امید کی جاتی ہے کہ یہ خیرات بعد از دو دن نہیں چھے گا، اس لیے کہ ایسا لگتا ہے کہ لوگوں میں خیریت چھا رہی ہے، جو ان کے خیالات پر حاوی ہے، جو رہا ہے، دن کو رات کے نئے کے خلاف کر رہا ہے، اور سمجھ میں آنے والی یہ تبدیلی، اپنی انصافی اور بے رحمی کے باعث میوٹی میں براہیت کرتی جا رہی ہے، جو عالمی جنگ کی وجہ اس وقت اپنے اوتہ ہے۔ [نہ لیے] اپنے آقا کی خیرات کو کھینے کے لیے جس بہت محنت کرتی پڑے گی۔"

اگرچہ جرمنی، انگلستان اور دوسرے ممالک کے دونوں طرف کے کھیرائی 1923 میں تین دن کے لیے  
 بےسن (Bern) میں، پھر جانب دار ممالک کے نمائندوں کے ساتھ کھینچے ہوئے تھے مگر پڑے بین الاقوامی کھیرائی  
 کی کاؤٹھال کو تسلیم کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔

بے شمار پہلوؤں اور مشکلات، اور پھر تجویز کی ایک مشترکہ مینٹا۔ پڑنے کی کوشش کی ماکامی کے بعد  
 فرسے دار ممالک پرست 1919 میں دنیائی ایک کے قریب اولاد (Oud Wassenaar) کے مقام پر عالمی  
 جنگ کے بعد کئی بار جمع ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ٹکٹے دہلی اور فرانکفورت کے [جینی] اخصائست، اور  
 قوموں کی عمریو، اختلافات اور فوجی کارروائیوں کی پیدائش اور قائل فہم برائی کے باوجود اور بدنامانہ  
 مشوروں کے بعد، سب یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ "ہمارے باپ، ہمارے بے جا مداخلت سے درگزر  
 کر۔" جنوں اکٹھے ہوئے تھے وہ کچھ معنوں میں Evangelical کھیرائی تھے ان میں ایک جہاں عالمی  
 کھیرائی اور نام نہاد ریاستی کھیرائی کے خدمت گزار تھے اس طرح Evangelical کھیرائی کے بارے میں  
 نذر ہو گیا، اگرچہ اس کی وجہ اس کی مآپائی اور فتنہ بندی تھی کہ دنیا میں کسی پیدائش اور کھیرائی کا جو عالمی  
 جنگ کے بعد سے ہمارے ہر دور اور محروم کو یک جا کر رہا تھا۔

اس کے بلو میں جنوری میں 1920 میں Ecumenical اتحاد کا آگ کے ذریعے پتہ چلا تھا۔ اس  
 جذبے نے مزاحمت کی اور کامیاب رہا۔ اس میں مرہمے پڑا کہ اس کی پیروی رستے کا تجربہ نہیں کریں گا جو  
 بعد کے چند برسوں میں تلاش کیا گیا تھا۔ 1925 میں سٹاک ہولم میں مقیم ہندو پامالائی مارتھ میں کھیرائی  
 کبھی پوری دنیا کے نذرانوں کو متحد ہو کر منجید و توحید اختیار کرتے اور ایک مشترکہ کوشش کرتے ہیں دیکھا  
 تھا جس کا ایک ریسنٹ بریجٹ (Bridget) کی وہ میں سنا: "میرے آقا، مجھے رستہ دیا اور مجھے اس پر چلنے  
 کی توفیق عطا فرما۔"

اساتاب اور کی مینٹا کے بعد Evangelical Lutheran World Convention اور اس میں مستقیم  
 ہوا۔

اساتاب میں قائم کی گئی Continuation Committee نے جو اس میں منظور کیے گئے قانون کے  
 مطابق Ecumenical Council کی نمائندگی کرتی ہے، 1926 میں [ساتر اینڈ کے شہر] ژرن میں،  
 1927 میں چٹسٹر (Winchester) اور 1928 میں پراگ (Prague) میں جہاں Ecumenical Council  
 کے مآپائی زمین پر ویسٹر، لیڈر برن (Lyder Brun) نے مینٹا میں مذہب کی پیروی کو پیش کیا۔ ایک  
 معاملہ جسے ایک آفیشل رستے بھی تھا، آخرے مآپ میں 1929 میں اور شہر (Chêxbres) کے مقدم  
 پر 1930 میں سب مآپ نام نہاد ریاستی خیال حقیقت میں آیا ہے یہ کاروں یا نیمہ کاروں کی طور پر Ecumenical  
 Council دراصل دیکھے بغیر حقیقت کے ایک پڑے جتے کی نمائندگی کرتی ہے، جینی، Holy Catholic  
 عمومی اور Apostolic کھیرائی: یونانی اور Russian Eastern Orthodox کھیرائی اور Evangelical

Western کیسے جو پتہ مذہب میں بھی اس عقیدے کا اعتراف کرتے ہیں، اس طرح ان کا تعلق "The Holy (General) Catholic Church" سے ہوتا ہے۔ تیسرے نمبر کے مرکز، بدھا نے اس کو ممکن نہیں سمجھا کہ وہ اس Ecumenical کا م میں نہ بکا مئی طور پر پائیت کی روایت کے مطابق اور 1870 کی بدھائی ہوئی تہائی کو وجہ سے اس میں حصہ لے۔ یہ تینوں قابل ترین دنیا کے عیسائیت کے تلس ہیں۔ ان میں سے ہر ایک میں سمجھتا ہے کہ وہ بہترین انداز اور اشیان داروں سے اپنے آقا کی چوٹی کر رہا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر مذہب پر خدا کر رہا ہے کہ ہر ایک کے نزدیک کے بارے میں بنیادی صوبہ کیا ہیں۔ چنانچہ عیسائے نیے اتھا کا مختصر ان کی زبان ہے، بدھا والوں کے لیے ان کے شریک عیسائے، اور Evangelical کیس کے لیے ان کا خوش آئند ابھارنے والا پیغام ہے۔ ہمارے پاس روٹن کیٹھک موم کی شہادتیں ہیں، بالخصوص وہ جو ان کے دانش ور سمیت سے متعلق ہیں۔ وہاں کے مسیحیت اور عیسائی کی کوششوں کی ہمدردی اور خوش خیالی سے چوٹی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پوپ نے عظیم 1928 کا بارہویہ دن کا مسیحی فرماؤ روٹن کیٹھک لوگس و Ecumenical جماعت میں شرکت سے منع کرتا ہے، اور اس میں ان اجتماعات کی خدمت بھی کی گئی ہے۔ پھر بھی وہ ان فرماؤں روٹن کیٹھک دہ میں ہمارے کوششوں کو نظر انداز نہیں کیا جا رہا ہے۔ جہاں تک مستقبل میں مذہب کا معاملہ ہے، تو جو سب سے بڑا بھی موجود ہیں وہ مزید قائم کیے جا رہے ہیں۔ گلیا خیالات، اب تک آزاد ہیں۔

Evangelical عیسائیت کے اندر کے مختلف گروہ، Evangelical Lutherans, Anglicans, Methodists, Baptists, Presbyterians, Calvinists, Reformists, Quakers وغیرہ ایک عام امریکا و مطلق حکومت میں رقی، جس طرح کہ Benedictines, Dominicans, Franciscans, Jesuits, اور روٹن کیٹھک مسیحیت اور دیگر گروہ (جو بھی اختلافات سے باہر نہیں ہوتے) اور قومی بھی پہلے قومی عوام کے کھیر اور ریاست کے کھیر۔ جن پہ پاپائے اعظم کی عاکست ہے۔ اس کے باوجود ہمارے اجتماعات نے بنے بنے پہ ہمارے مذہبی اختلافات کی تشریح کو ہے اور اس قدر بہتر طریقے پر وضع کیا ہے کہ ہم پورے Evangelical عیسائے اس قسم کی روحانی و مذہبی یکا گت کی ہمت بھی نہیں کر سکتے تھے۔

Ecumenical Council کی کامیابی ایک آف نیشنز جیسی شان دار ہے۔ ایک آف نیشنز کا صدر مقام جینوا ہے، وہ شہر جو عظیم روٹن کیٹھک قوموں کے درمیان واقع جنت ارضی سے اس کی بہترین روایت سب بھی کاہن (Calvin) کے جوہر قابل اور آمدنی سے مستفید ہوتی ہیں۔ جس میں ایک آف نیشنز کے سب تک احوال ہوتے ہیں اس کے ہاتھ کے دروازے کے اوپر "سور رمدن" (Salle de la Réformation) لکھا پاتے ہیں۔

جینوائی و بشپ ہے جس نے Ecumenical Council کو اپنی حقوق سے کیا ہے۔ ہمارے کے یہ

اغلاظ نہیں چڑھتا۔ آئن ہارنک (Adolf von Harnack) کی مہارت بائبل کی یاد دہانی تھی جو اس نے 1925 کی Ecumenical Conference کو دی تھی: ”یہاں کونسل کھیر کی تاریخ کا ”تقریبی“ ہے۔“

Ecumenical Council کے سوانح پانچ حصوں میں بٹے ہوئے تھے۔ پہلے کٹر (Orthodox) حصے کا صدر اپنے صدر کے پیش قسطنطنیہ کا Ecumenical جدِ امجد ہے، اس لیے اس کے پاس دورِ حالی اختیار ہے۔ پوری کٹر عیسائیت جس کا ”عتراف“ کرتی ہے۔ یہ قسطنطنیہ کی تھی جس نے اپنے طور پر، کوششوں سے بہت کم، 1920 میں ”Koinonia ton Ekdeseion“ کے لیے، جو ایک کھیرائی میونٹی ہے، ایک سرکاری حکم جاری کیا تھا جس کا مقصد تھا کہ بحران کے زمانے میں کھیروں کو کس قانون کو جانے کرودمجیت کے اپنے فرائض پورے کر سکیں اور جو مختلف انوکھ مذاہب کی شمولیت کے امن کے فروغ کے لیے کام کر سکیں۔ بعینہً ایسے خیالات نے شمال میں ہارنک کوششوں کو بھیج دیا تھا اور ان کی درخواست کے لیے ”کٹر“ کو کٹر جو دی گئے تھے۔ قریب Oud Wassenaar میں منعقد ہونے والی World Alliance میں پیش کی گئی تھی۔ قسطنطنیہ کے جدِ امجد کو Ecumenical Council میں اپنی مہارت کے فرائض اپنے نائب Thyatira کے رٹ پادری کے ذریعے نبی مریچے پڑتے تھے جو لندن میں رہتا ہے۔

میری جی جیورنی حصے کے، کاپلر (Kapler) اور شولن حصے کے بائبل قانون نویس کے، کاپلر (Kapler) صدر بنائے گئے تھے جو کٹر متاثر کھیرائی تھے جنہیں اس لیے منتخب نہیں کیا گیا تھا کہ وہ ”میں شمولیت“ کے صدر شمولیت تھے، بلکہ اس لیے کہ ان کا تعلق Ecumenical Council کے پورے حصے سے تھا۔ وہی تھے جس نے 1922 میں منعقد ہونے والی میں اقوامی کھیر کاؤنسل کے جدِ امجد ہالسلنگ بورگ (Helsingborg) کی Ecumenical Council میں اس کہوت کو کی یاد دہانی تھا: ”نظر یہ جدا ہے، خدمت متحدہ کرتی ہے“ (Lehre scheidet, Dienst vereint)۔

بمیراں و جان سے اس مقدس کام میں شرکت کرتے تھے جس کی ابتدا امریکا کے Protestant Episcopal کھیر نے کی تھی، عقیدے، رہنما بیٹے قائم کرنے، یاد دہانی مشورے کرنے، معاونت، اور جوں تک ممکن ہو مذہب رکھیں کے قوانین کے درمیان ایک اتحاد کرنے کے لیے۔ میکائیل ہرٹز برگ (Mikael Hertzberg)، اس وقت صدر کے ایک پڑچوٹی کی خواہ تھے جنہوں نے 1927 میں [سوئٹزرلینڈ کے شام] لوزان (Lausanne) میں ہونے والی پانچویں میٹنگ میں حصہ لیا تھا۔ وہاں ہی میں پانچ آئروؤں کی تشکیل کی گئی تھی کے بعد ان کا انتقال ہوا ہے۔ آئن ہارنک نے Capella Johannea میں جو Church of the Priests سے متعلق ہے، جسے انہوں نے قائم کیا تھا [ان کے لیے] دیا کی ہے۔

جوں کہ ہم دیکھ سکتے ہیں، نظریاتی اختلافات تم کے لیے جارہے تھے۔ پھر بھی، عیسائیوں کو اتفاق واجب کی ہوئی محبت کے فرائض کی ابتدا کرنے کے لیے کمال معاہدے کا ارتقا نہیں کرنا چاہیے۔ مختلف آنکھیں ابھری ہوئی فزول کی خاص روشنی و مختلف انداز میں دیکھتی ہیں، اور کھیراؤتسمیں کر دیا ہے۔ فزول کی کمزوریوں نے مختلف حصوں



میں مختلف تاریخی حادیت میں دیکھیں کہ غفلت کے باعث وقت کے مختلف حصوں میں ایک طرف تو ہم اپنے مقدس عقیدے اور کھیر کے حکایت کے بارے میں طویل مباحث کر رہے ہوتے ہیں، اور دوسری طرف ہم اپنے آقا کے قسم پہ فوراً عمل کرتے ہیں۔ جو حساب میں، ہم سے حشری طریقے دیکھیں تو ہم اور احکام کے اقوال کے بارے میں سبب نہیں دیکھتے کہ ہم سے صرف اتنا کہا جائے کہ "Inasmuch as ye did it not to one of the least of these, ye did it not to me" بھی خدا کی خوشنودی اور خدا کی بدترکی کی ایک بہتر تشریح تھی۔ اس کا یہ جو کہ میٹنگ کا وہی نتیجہ تھا جو مسیح نہیں تھا جتنا کہ اس کا احساس کہ کھیل مقدس کے مطابق، خدا کو سب سے پہلے سناؤں کے دلوں میں ہونا چاہیے، اور اس حشر اس کو سب سے پہلے سناؤں کے سرور و دہرے، اور قوموں پہ بھی کام ہونا چاہیے۔

مشرقی سے مغرب کی طرف اپنے مہرے کی طرف ہم آتے ہوئے، ہم اس پہلے نوئی جسے کی طرف آتے ہیں جس میں Ecumenically خیانت کی مثال عیسائیت، یہ مانیہ، آری لینڈ اور یہ نوئی دست مشترکہ اور دنیا کے ہر حصے کے Anglican کھیر، ہندوستان کی مسیحیت کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ کٹر عیسائیت میں ہو تو، صدر کا انتخاب اس کے صدر کے طویل کیا گیا۔ آرچی بشپ آف کینٹربری (Archbishop of Canterbury) انگو جس میں عیسائیت کے سب سے قدیم اور بڑے مسیحیت پر فائز ہیں وہ موجودہ آرچی بشپ آف کینٹربری کی جتنی جس نے جنگ کے دوران امن کے لیے کیے جانے والے ہمارے کام کے اصول کا انکسار نہ فکروں میں کیا تھا، خدا کبھی کسی کا اتنا ہی نہیں ہو سکا، صرف ہمارے بدتر آقا کا۔ بشپ ووڈز (Bishop Woods) جو 1920 سے کینٹربری کے نائب رہے ہیں، اس تقسیم سازی کی روایت سے منسلک ہیں جس میں، مائیس (Maurice)، کنگسلی (Kingsley)، ویسٹ کات (Westcott)، راکٹ فٹ (Lightfoot)، سکاٹ ہالینڈ (Scott Holland) اور گور (Gore) جیسے Anglican بھی شامل ہیں۔

چوتھی صدی امریکی Ecumenical Council میں غمی آؤں۔ تاکہ جو دوسرے خصوصیات کے انصاف کے ساتھ ہی دنیا کی تمام مہر کی رہا ہے، جسے ہم دوسرے ہمارے کٹھن دیکھتے ہیں یا دیکھنے میں کام رہتے ہیں۔ امریکی حصے کے صدر پارکس کیمین (Parkes Cadman) ہیں جو پورے North American Church Federation کے صدر نشین رہ چکے ہیں۔ یہ اپنی اتوار کی شریات کے ذریعے، ان کی آواز کا توں تک پہنچا ہے اور ہمیں امید ہے کہ کھیر کی تاریخ کے ذریعے ہمیں کے مقابلے میں [ان کی آواز] نیا دلوں کے ذہنوں اور دلوں تک پہنچے گی۔

1927 میں کوزان کے صدر نشین، ٹیڈو (Buffalo) کے بشپ چارلس برینٹ (Charles Brent) جو اب تقابلیہ سمجھے جاتے ہیں 1925 کی Ecumenical Conference کی سرانجام دہی تھے جنہوں نے یوں کیے کہ نام پہ اس کا ہوم میں اپنے عقیدے پہ نواہر دیتے ہوئے کہا تھا کہ "میں پہ وقوف ہو سکتا ہوں، اور اگر ایسا ہے تو میں خدا کا پہ وقوف ہوں۔"

پانچویں حصے میں مشرق و وسطیٰ کی جھجک کے پرانے اور نئے کھیرا تہ جوان چار حصوں میں سے کسی سے تختہ نہیں رکھتے ابھی جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ابھی تک کوئی صدر منتخب نہیں کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے حصے میں، ورپ میں، نڈما جب صدر تھا۔ پچیسے ہاردر سیو (Haderstev) کے بشپ ورنی میر مونسڈین (Valdemar Amundsen) تھے جو Ecumenical کام کے سب سے تجربے کار رہے تھے اور World Alliance for International Friendship Founded Conference (Constance) میں آیا تھا، اب میں میں جس کی میٹیاں قائم تھیں۔ Ecumenical کے یکمائی لندن کے تجربہ کار ڈکینسن (Dickinson) نے اس کے مقصد کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی ہے۔ یہ دونوں دارے بہت میں ہیں کہ کام کرتے ہیں جن کی زیادہ تر حدود یہ دونوں شخصیات کو تھی تھیں۔

دوسرے نائب صدر یورپی حصے کے ایک فرانسیسی باشندے، جس کے پروفیسر وٹافے مونو تھے جنھیں نے اسٹاک ہولم میں اعلان کیا تھا کہ Ecumenical میں نیت کی طاقت رکھتی ہے کہ وہ دوسرے بین الاقوامی اتحادوں سے اکیلے کر سکتی ہے:

”کرسٹوسام (Chrysostom) اور اوسگن (Ongen) کو سبکست میں، پاسکال (Pascal) اور اسی (Assisi) کے سینٹ فرانسس، رنچ وٹھر (Luther) اور لیوینگسٹون (Livingstone) میں معاہدہ ہو جاتے والے اسپینہ رومن۔ جسٹس بریوٹ سے رجوع کیا چاہیے ہمارے درمیان، جس کی معنوں میں، جن کی نشستیں خالی رہتی ہیں مگر روحانی معنوں میں ہمیشہ ان کو موجود محسوس کو تھی ہے۔

ہمیں بین الاقوامی دانش ور، عاموں، فلسفیوں، پروفیسروں اور محققین کی طرف بھی متوجہ ہو چاہیے۔ آراء خیال کے ان شیعہ کی طرف جنھوں نے ابھی جدیہ عمل کی بنیاد رکھی تھی۔۔۔ Church of Jesus Christ تھاتی رائے سے اعلان کیا ہے کہ اگرچہ اس کے طریقہ ہائے کار کسی حد تک جائز نتائج خدا کرنے میں مختلف ہو سکتے ہیں، مگر اب بھی ایک: وہ جذبے کو یکم میں حکومت کو تھی چاہیے۔۔۔ اس کے بعد سے قبول کرے والا جذبہ جس کی بنیاد تھاتی تھی سے وفاداری پر اور صداقت پر مبنی ہے، صرف وہی منور بھی کرتا ہے اور آزاد بھی۔

اب ہمیں International Union of Labour کی طرف رجوع کیا چاہیے، جس کی تنظیم ہے عام کارکنوں کی جانب سے مبنی مبنی جس میں کسی یسوع پر بھی بھی شامل تھا۔۔۔ کاش وہ عیسائے ساتھ بدی نہیں مقدس کو ورہم برہم کرنے سے باز آجائے۔ جو آت: یہی ہی کوشش کر رہا ہے، جسکی John the Baptist نے کی تھی کہ وہی ایک واحد اور تھی ایک آواز جو نجات دہندے کے سامنے گائی دے۔

اب ہم ایک آف تشریح کی طرف رجوع کرتے ہیں اس افو کے دارے کی جانب جو صرف اس کے تصور کی تنظیم ہے جو مانی جنگ سے ابھرے۔۔۔ یہ کی طرف مارتا ہے جیسا کہ ایک ذہن تھا جو بہت اعلیٰ کے نبوے میں اس کے ہمراہ تھا جسے Herod کے بھیجے ہوئے قاتلوں سے خطرہ تھا۔ مگر عیسائے کھلے ہوئے

پہلے کے دنوں کے قریب لوگ بدترین حالت میں تھے، ایک طرف تو جنگ ہو رہی تھی اور دوسری طرف تو جنگ کے اثر میں، جو حکومتوں کی طرف رجحان تھے۔ یہاں تک کہ جنگ کے اثر میں ہوئے بغیر، عیسائی کیسے کو اپنے آپ کو دے زمین پر، ایک ناقابل شکست پیغام اور اخلاقی قوانین کے مشترک طرز پر پیش کیا ہوگا جو قومی مٹانے کے بجائے تھے، اسی طرح جیسے انفرادی ضمیر پر۔۔۔

سب سے پہلے ہمیں پسے ہوئے مٹانے کی مثال پر عمل کرنا ہوگا اور سن ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۰ء کے عیسائیوں میں پیغام کی طرف سے پیغام دینے کی بجائے ہوں گے۔ اس کے باوجود چالیس دن کے اندر دنیا کا زوال ہو جائے گا۔ آخر قومی دشمنی، قوانین پرستی کے، ہماری تہذیب تباہ ہو جائے گی۔

۱۹۱۹ء کے مطابق چار صدیوں کی باہمی دشمنی کا مٹا دینا ہے۔

اس کا اہل کافر ہی ہے جو پہلے طے ہوا تھا، یعنی:

(۱) عیسائیت کی ترقیاتی کرنا اور عیسائیوں کے ضمیر کے حسرت کا اظہار کرنا۔ کس بڑی طرح عالمی جنگ کے دوران ہمیں ایسے مشترک اعتراف کی ضرورت پیش آئی تھی۔ پاپائے اعظم نے کئی دفعہ عیسائی ضمیر کے رد عمل اور خواہش کا اظہار کیا تھا۔ مگر دو عیسائیت کے صرف ایک ہی طبقے کی نمائندگی کرتے تھے۔ Ecumenical Council، مختلف مرکزی جہوں کی ترقیاتی رتی سے۔ شاید وہ دن جدا آئے گا جب Ecumenical Council میں زمین کی جھک فراتے کی بھی نمائندگی ہوگی۔

پہلی بار اس مرحلے پر تنظیم سب سے کم خطر نہیں ہے جس نے ۱۹۱۹ اور ۱۹۲۰ کی اپنی تجویز میں کہا تھا کہ Ecumenical Council کو متحدہ حیثیت سے نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اسے اپنے الفاظ کے ذریعے، عوامی پس کی طرف رجحان اور دنیا کی ترغیب دینی چاہیے ہیں، اس نے کہا تھا: "ہم، صدائت کے اکتشاف کے ذریعے، خدا کی مخلوق کے سامنے، خود کو ہر انسان کے ضمیر کے پورے کر دیتے ہیں۔" "ہر آدمی کے دل میں وراثی کے عمل میں صدقت کا ایک خفیہ یا ظاہری حلقہ ضرور ہوتا ہے مگر کسی ضمیر اور صدائت کے مطالبے پر آپ کو اپنی مدد میں، اظہار کرنا پڑ جائے تو آپ کو اپنی بات سنانے کے لیے ضروری نہیں کہ آپ پاپائے اعظم ہوں، Ecumenical Council کے رکن ہوں یا کسی نہ کسی عہدے پر فائز ہوں۔ چر بھی، جیسی بھی یہ دنیا ہے، ہر تنظیموں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ Ecumenical Council کا مستقبل اور اس کا اختیار اس میں شامل افراد یا ان کے عہدے کا حق نہیں ہوتا، سوائے ان کے روحانی کردار کے اور اس بات پر کہ وہ جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔

ہمیں صرف ان لوگوں کو سمجھنا کرینے سے مطمئن نہیں ہو سکتا چاہیے جو مجلس مہذب پوششوں اور بلند جہتوں کے حامل ہوں۔ ہم چاہتے ہیں کہ کھیسوں کی سرکاری یا نیم سرکاری نمائندگی ہو۔ وراثی اور واقعی مشکل کام ہوگا۔ ہم موجودہ کھیس کی نظام سے کئی سرچھوڑتے رہیں، جو بے شک، صدیوں پرانا اور غیر متحرک نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہے؟ تمام پیغمبروں، نبیوں، دینوں اور سینٹ پاپ کو کئی کھیس نے ماحول نہیں کیا تھا۔ انھیں خدا نے بھیجا تھا، اور وہ خدا کی طرف سے کلام کرتے تھے، ان کی اور ان کے پیروؤں کی

باتوں کو دوسرے سنا چاہیے، خواہ وہ کتنی ہی درد انگیز، غریب کرنے والی، حتیٰ کہ ہم سے خیریت اور عاقبت کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ مگر ہمیں اس امر کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ عیسائی عقیدے، محبت اور امیدوں کی آواز کو بھی سنا جانا چاہیے۔ اسنا کہ ہوم کی اسمبلی کی تیاریوں کے دوران اور اس کے بعد ہمیں اس بات کی تشویش رہی ہے کہ کھیرا سے الگ منتخب لوگوں کی کوئی مخصوص تنظیم نہ بنے پائے، بلکہ کھیرا کی وہ جیسے بھی ہوں، قبول کر لیا جائے۔ ہم جانتے ہیں کہ ذاتی خصوصیت، رجحان ہی سب کچھ ہوتا ہے مگر مذہب کی خدائی میں [یہ خصوصیت] بہت ہی اہم ہوتی ہے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ کھیرا اپنی موجودہ حیثیت میں حصہ لیں، اس کی سادگی کی وجہ سے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے Ecumenical حیثیت تو میں اتنی چیز دریافت کی ہے جس کو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ ویسٹ مسیح کی تحریک کے اہم جوہر، یعنی امر فدا امانت کی اس کی بدترکی و اور اس سے مسیحیت میں بحیریت کی پاکیزگی، جو صرف مساحت اور تھوڑے ذریعے نہیں بلکہ خود ہمدردی کے مسند میں فرق کرنے اور غلط فہمیاں کی حیرت انگیزوں کے تجربے سے حاصل ہوتی ہے۔

Ecumenical Council کے جاری کردہ احکامات میں برن کے پارٹی کا وہ خط بھی شامل ہے جو بائبل ویسٹ کے بارے میں ایم کی جگہ کی وجہ، Eisenach Resolution اور وہیں میں مذہبیت کے خلاف جنگ کے سلسلے میں دنیا کے تعمیر سے اکیل ہے۔

(۲) اس کے علاوہ اس Ecumenical Council سے کہا گیا ہے کہ وہ عمل کا مضبوط بن جائے۔ کھیرا کی تاریخ میں کئی بار دیئے گئے بحیریت کا ایک بہت حد تک مشترکہ عزم کے لیے متحد ہوئے: Social-Ethical Institute کے لیے جو کئی برسوں سے بنیاد میں مقرر ہے۔

Social-Ethical Institute کا کام سماجی ذہنیت کا ہے اور یہ پورا قابل فہم اور شاندار بات نہیں کہ کھیرا ایک مشترکہ کام کے لیے متحد ہیں جو سماجی ذہنیت کا ہے۔ [۶] کام بد اصل یہ طے کیا ہے کہ انجیل مقدس کے حکام کی جدید دور کے حیرت، جیسے تحقیقی ترقیات اور قوم پرستی، سے کس حد تک مطابقت ہے۔ ہم ستراد سے مشتق نہیں کر آئی، لیکن کچھ سنا ہے جو صحیح سنا ہے اس لیے کہ وہ اسے صحیح سمجھتا ہے، مگر ہمیں اس بات میں فلسفی سے اتفاق کرنا ہے کہ اگر انی عمل کرنے سے پہلے یہ جاننا چاہتا ہے کہ صحیح کیا ہے۔ انسان کی کچھ چیزیں ہوتی ہیں، اور نجات دہنے والے نے اپنی الوداعی تقریر میں کہا تھا، جیسا کہ جان کے مطابق انجیل مقدس میں موجود ہے، کہ وہ بحیریت کو صحیح راستے پر چلانے کے لیے جذبے کی صداقت کو [زمین پر] بھیجے گا۔ ویسٹ مسیح کی عظمت اس امر میں ہے کہ ہمیں نے اپنے وقت کے مخصوص حالات پر منحصر کچھ چند اہموں اور نظریے کی وضع نہیں کیے تھے جو بعد کی ازکار رفتہ ہو جائیں گے، انہوں نے خود اپنے آپ کو غیر عوامی کا ایک نظریہ دیا، جو ہمیشہ کے لیے جائز ہوگا اور جس کو کیا وراستی اور کھ نظریہ معنیوں سے دیوں سے توڑا مرور نہیں جائے گا۔ اس نظریے کا مرکز میں، بالخصوص آج کے socio-ethical تحریک میں نیک نیتی اور ذاتی فرست سے خدائی کیا جائے گا۔ اور یہی اسٹی ٹیوٹ کا اس مقصد ہے کہ اس کے علاوہ کچھ خاص عملی کام ہیں جیسے کہ دور تحقیق کا تھاپ، اور ہاتھ کے کا ڈیڑہ کرنا اور اس پر کام کرنا۔ ایک نوجوان فنانس

International Labor Office کے مرکزی دفاتر سے دفتر کے سربراہ کی مہارنگ باد کے پیغام کے ساتھ ہمارے پاس آدھا: ”ہمارے پاس اپنی قوت ہے، ہم آپ سے رہنمائی ت کے طالب ہیں۔“ اور اس نے نوٹ انسان ان کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے ہیں، صرف ان کے مقصد کے لئے احترام نہیں کیا جاتا۔ میں نے بہت سے بائبل میں قانونی اداروں میں سے صرف ایک کا نام دیا ہے، وہی جس کو آخر قیامت کا code تیار کرنے کا فرض سونپا گیا ہے۔

ہماری تحریک میں کچھ غیر معمولی شخصیات موجود ہیں، Ecumenical حیات کو پہنچیں اور عام لوگوں کے ایک حلقے تک محدود نہیں کیا جاسکتا، چاہے وہ کتنے ہی ممتاز اور کتنی ہی بڑی تعداد میں کیوں نہ ہوں۔ اس کو خارجی سمت میں زور دے رہے ہیں اور سوسائٹی کی قیمت مٹا رہے ہیں، جو تمام کیساؤں اور تمام لوگوں کا مسئلہ ہے۔ میں اپنے تجربے سے کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایسے دو گروہ موجود ہیں جنہیں شاید کسی بھائی یا کسی روحانی سوال میں پہنچی رہی ہو۔ ایک جانب تو میں عام آدمیوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں، ایسے لوگ جو راستہ بڑا، سنجیدہ اور روایتی انجیلی سے ہٹ رہے ہیں اور میں ایسے بہتوں کی نشان دہی کر سکتا ہوں۔ اس سوال کے سلسلے میں مجھے کئی مسائل ہیں سے بات کرنے اور ان کے بارے میں معلوم کرنے کا موقع ملتا ہے۔ میں مثال کے طور پر اس میں شامل نہیں کرتا، بلکہ Gustave Ador، Chuard، Jonkheer van Karnebeek، Herbert Hoover، Charles Evans Hughes، Lord Robert Cecil، Frank B. Kellogg (Viscount of Chelwood)، Ramsay MacDonald، Lord Parmoor، Hans Luther، Walter Simons، Paul von Hindenburg، Curtius، Thomas Masaryk، Benel، Aalstide Briand، Gaston Doumergue، Albert Thomas وغیرہ کا نام لیں گا۔ ہر شخصیت، ان تمام لوگوں نے اس معاملے کے وزن اور اس کی اہمیت کو سمجھا ہے۔۔۔ لکھ جارج (Loyd George) نے کہا تھا کہ اگر یہ عالمی کی عیسائی کمیٹی کسی ایک سوال پر متفق نہ ہو تو کوئی حکومت اس کی مخالفت نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے، امن کے مقصد کے لئے لکھ کے فرانس میں تین ہفتہ کا مشاغل تھا! (۱) جی نوٹ انسان کے دل میں نہ انداز کے جذبے کو جانشین کرانا۔

جیسا کہ نیت کی بنیاد میں سے ایک سوچ سچ سے ہر آدمی کا نظریہ ہے۔ کیوں اس نظریے کو دوسرے عیسائی نظریوں کی طرح قومی اور مذہبی طور پر ذہن نشین نہیں کیا جاتا؟ دنیا کے جیسا کہ نیت کی بنیاد کی طرف کتاب میں کچھ چیزیں ایک جہی ہوئی چاہیں، جیسا کہ جدید سوال و جواب نامے [دیکھ جارج سوال و جواب۔] (Gaechism) میں ملتی ہیں: ”جس طرح قانون اور انجیل یا متوں کے اندر تشدد و کڑوت کے ہیں، اسی طرح انجیل یا متوں کے اندر کٹھن پیدا کرنا چاہیے۔ اسی میں امن کی مادہ پوشیدہ ہے۔ تمام مذہب تمام قوموں کو اپنی تمام تر زندگیوں کے ساتھ ہی ہدف کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہی ہے۔“ کسی کی اپنے گمراہ اور اپنے ملک سے محبت کو دوسرے لوگوں کے خلاف غیر مذہبی حساسیت کے

ذریعے شراب نہیں کھانا چاہیے۔" انہوں میں اس قسم کے خیریت کی نشوونما تاریخ کی غائبی کتابوں کے لکھنے والوں کا فرض ہے۔ جیسا کہ روگیا مہر پر جانتے ہیں، Ecumenical تحریک نے تاریخ دونوں اور تمام ملکوں کے درمیان سے، غائبی کتابوں سے ہر کسی چیز کے آخر تک کے یہ تعاون کو اپنے پروگرام میں شامل رکھا ہے، جو وہ بڑے ملکوں کی توہن اور غربت کے چاہتے ہیں اور دوسری قوموں کے بارے میں غلط اطلاعات فراہم کرتے ہیں۔ یہ مونیٹ 1928 کے وسوم میں International Congress of Historians کے اجلاس میں زیر بحث آیا تھا۔

[2] کیسا کوٹھو احساسی ہونا چاہیے اور اسے وہاں میں دانا اور طے شدہ حکامات اور غیر مشروطہ دے داریوں کے مقدس کو ذہن نشین کرانا چاہیے، جو انصاف کو قوموں کی موجودگی سے پرے لے جاتے اور اس طرح مزید خود ساختہ کو تعاون میں بدل دیتے ہیں۔

ان دو افراد میں سے جنہیں اس برسی ماریو پائی پاریمان کی نوکل کمیٹی نے انعام سے نوازا ہے، ایک، جو پوسے سے ہی بہت مشہور ہیں، یہ ست میں پراگمن کوششوں سے منسلک ہیں اور وہ [یہ خاصا] لکھیں کی جانب سے امن کے یہ کیے جانے والے کام میں شامل ہے، جو دماغی قومی جوڑے محبت کے علم اور قانون کا بیوٹیک کی جانب سے۔ اس مقام پر ہمارے شامل میں ایک کو بھجوا کر دیا۔ 1920 میں مارے اور سوئڈن نے مساحت اور عائلی کا مشورہ پیش کیا تھا۔ یہ مشورہ ان کی دو کھوتوں اور انمارک سے مذاکرات کے بعد ایک آف نیشنز کی کئی میٹنگ میں دیا گیا تھا۔ بعد میں 1927 میں آٹھویں جہاں میں مارے کے مندوب نے عائلی پر ایک بین الاقوامی معاہدے کا مسودہ پیش کیا تھا۔ سوئڈش وزیر خارجہ جون ایڈ پر ایک مزید مسودہ تیار کیا گیا اور 1927 میں اسے ایک آف نیشنز کے سیمینار کی جنرل کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ ان سب نے General Act کی منظوری میں اہم کردار ادا کیا تھا جس میں مساحت، مسائل کے معاشی بندوبست اور عائلی پر تین باب تھے اور پھر وہاں provisions تھے، جس نے [اس اجلاس کو] ایک پراثر مروجہ پر چٹکی دیا تھا۔

قانون کی ایسی مضبوط بنیادیں ہونی چاہئیں کہ قوموں کے دونوں میں مرکز کردہ جائیں۔ مجھ سے خط کتابت کرنے والے ہمارے ایک نمائندے نے، اندھن بھر جس کا کام ہی بین الاقوامی قانون پر عمل کرنا رہا ہے، دہی سیک سے اٹھا ہے: اگر تمام موجودہ رائج پسے کے مقابلے میں زیادہ موثر تھے بھی، تب بھی تجربہ یہ بتاتا ہے کہ تمام تر کوششوں کے باوجود ماریو کو اپنی قوانین منافی ہونے کا خطرہ مول لیا گیا ہے، اس لیے کہ بد قسمتی سے حکومتیں اپنے مستقبل کے فوائد کو حال کے موجودہ فوائد پر ورہتی ہیں۔ اس لیے صرف ایسی تحریکوں کی حمایت ہی سے امن کے تصور کو مفید بنایا جاسکتا ہے۔ صرف ایسی تحریکوں سے، جیسے کے بعد کی امن کے لیے کیے جانے والے سیاسی اور قانونی کام کو غلط مارا پڑا دے جانے سے بچا جاسکتا ہے۔

”آؤں تو بی کچھ شراب کرتا ہے جو اس کے پئے اندرون سے نکلتا ہے۔ اس لیے کراؤ میں کے دلوں کی سے شیعانی خیرات ابھرتے ہیں۔“ اُسے روئے زمین پر امن کو حقیقت کا روپ دھارنا ہے تو اس کو دوسرے دلوں میں ڈھونڈنا چاہیے۔ تو پھر یہ کام کسے کرنا چاہیے، گر کھیرا کو نہیں تو پھر اور کون کرے گا، اس لیے کروہ خود کو امن کا شہنشاہ کہلاتا ہے اور اس کا کلیہ کلمہ بھی یہی ہے جو رہائی دے دیتا ہے: ”بلند ترین ترغیبات خدا کے لیے اور زمین روئے زمین کے لیے۔“ سان کا دل ایک بے چین شے ہے، اس لیے غمخواروں کے اتحاد میں، امن کو قانون اور ضابطوں کے مطابق، ایک دراصلہ عداوت نظام کے ذریعے محفوظ کیا جانا چاہیے، جس کے قبضے میں خود دو جتنے کی طاقت ہو، ان قوموں کے مقابل جو امن کو کھدے میں ڈال رہی ہوں، اور جو بغیر کسی جانب داری و رسالت کے نہاد کو بلند ترین قانون کا مقدمہ دیتی ہیں اس کے باوجود، یہ کوئی بھی نظام، غور، دوستانہ سی سنگٹھن کیا نہ ہو، پیش یک ٹھیل رہتا ہے اور اس کو امن اور آزادی کے لیے نئی قوم انسان کی حمایت کی سہل نہ ہو۔ محام ایک واحد organism کے دست و پا ہوتے ہیں، اگر نہیں تو انھیں ایک پھیلتے ہوئے قانون نظام کے ذریعے یہ بتانا چاہیے۔ انھیں بخانا نہ طرز اور ایک دوسرے کی جاسوسی کرتا ترک کر دینا چاہیے۔ جس جب کسی جسم میں روئے نہ ہو تو وہ ایک شخص سے زیادہ مختلف نہیں ہو سکتا، صمدت میں، روح الجمل مقدس کی محبت اور نہاد کے، خود غرضی کی شیطانی نہیں۔ بلند، امن کے لیے تمام کوششیں ہمارے اپنے دلوں میں شروع ہوتی چاہئیں۔ تو، ایک بغیر نظم و ضبط اور خود ضابطوں کے دنیا میں امن کو اس طرح بلند کر سکتے ہیں: (۱) مندرجہ بالا پیش کیے گئے نکتے سے یہ نتیجہ نکالنے سے کہ ہمیں اپنی مسک افواج و ان کے ماضی کے کردار سے معذرت کر دینا چاہیے، ہمارے اندر کے خوف، طاقت کے ہمنون نے، اور ہمیں کے ایوان نے جس کی پند و رش کی تھی، وہ ہمیں چاہیے کہ ہم ان کو امن، تحفظ اور آزادی کا قہر بیاں بنا کر، ہر نکل اس طرح جیسے رسالت کے مدد پر پس چھپائی کرتی ہے۔

میں جب مارنی صلیح کے دن، ۱۱ نومبر کو، Englebrekt کیس میں امن کے جھگڑے سے خطاب کر رہا تھا، میں ہی وقت میرا مافرنسکو ایک مرتبی، جس نے خود جنگ تو یہ عالمی تھی دیکھی تھی، ان محات کے بارے میں کھو رہا تھا، جب عارضی جنگ بندی ہوتی تھی ورس کا جشن منایا جاتا رہا تھا۔ یہ اس کے اپنے الفاظ تھے:

”دنیا نے ابھی تک پورے خون نہیں دیکھا ہے، جو انسانی جوش و خواس، سماور شک و غم کی طرح بہا دیا کرتی تھی اس دن جنگ بندی کے بعد دیکھ لیں، جھنڈے اور ٹوٹیاں نہیں تھیں، بلکہ اس دن تو وہ ایک قبر سے دیو بنی تھے، ایک میدان سے دوسرے میدان تک لڑائی پھر رہی تھی

ہمارے کانوں کو اب بھی اپنے نکلے دستانوں کی موت کی کراہت سنائی دیتی تھی  
اسیوں کی چسک دیکھ ختم ہوئی ہے، انسان دیو یہ ہو چکا ہے، لوگ تھک کر رخت ہو چکے ہیں، اس بات پر خوش تھا کہ موت سے بچ سکے ہیں

انسان نے اپنے ہتھیار ڈال دیے تھے

اس کو فتح نہیں کہا جاتا یہ تو تمام حربوں کی شکست ہے!

مختصر میں پئے، یہ سب بھوکے و بدحواس لوگ بے مقصد تباہ و مہیاؤں میں پھرتے دکھائی دیتے تھے  
عارضی جنگ بندی کی بھی تک نہ موٹی میں وہ اپنے راستے تلاش کرتے پھر رہے تھے، ان گھروں کی در  
میں تھیں جو کبھی تھے، کبھی تھے

تکسیم دینا لہو تھی ہے، منظر طاقت لوٹ پھوٹ تھی ہے، پہلے خمد ٹھن اور غارت سے آسودہ ہو گئے تھے  
پہلے پہلوں کو دیکھا پڑے گا، خیم بھرنی دریاں بکس کی کام کی نہیں رہی تھیں اب نہ یہ بچک کو  
ذرا سکتی تھیں نہ جوانوں کو رکھ سکتی تھیں

تھپے اور اعز زات اب شجاعت کے نشان نہیں رہے اب یہ بندھن ہیں گئے تھیں مرنے والی لعل کے بندھن  
ہر شخص کو لڑا تھا، ہر ایک بہادر تھا، ہر ایک کو لڑنے کے لیے ہمت اور کار تھی

اب تو کچھ بھی باقی نہیں رہا

حالات سختے دل گئے تھے

نئی نوٹ نشان کو حساس ہو گیا ہے کہ اب پوری دنیا کوئی جہات تلاش کرنا ہوں گی

اس وقت کو Advers کے دنوں سے کچھ پسے گی آقا تھا!

All Sains Day نے انھیں موت سے لڑتے دیکھا ہے

عارضی جنگ بندی کے دن نے بے شمار دلوں کو اس دیوار کی طرف جاتے دیکھا ہے، اضیوہت اور ماضی

اور عہد جس کا نقشہ کھینچنے سے قاصر تھی

وقت گزرتا جاتا ہے

و دہلاؤ تباہ و توب جو میدان جنگ کی یک جہا رُئی میں بے کار پڑی ہے، اب خوفناک نہیں گنتی

اس پہ ہلنے لگے ہیں، بھائی ہے، اس کے پیوں کے درمیان کی دروازوں سے چھوٹے چھوٹے پھول

اپنے حیرت زدہ سر نکال کر دیکھتے ہیں

جنگل سے بنے حصے نکار سے ایسے بڑھتی ہیں، جیسے بہار کے موسم کے میدان

چہ یوں نے ان کے دہانوں میں اپنے گھولنے بنالے ہیں

جہاں کی کے حاکمی جون جود کے توب کی کاریوں پہ جا بیٹھتے ہیں گے، اور اپنے عذاب، اپنی محبت اور

اپنے مستقبل کی باتیں کرتے ہیں گے

دنیا کے بہار کی ابدی موتی سے محراب آہنگ اندر موت کے آدمی کے طرف موبراتے ہیں گے سبھی

ٹھن کامرو بھول چکے ہیں

ب موت کی آواز یہ سنی نہیں دیتیں، نہ وہ آوازیں جو کبھی مٹی کے ٹپے سوئے ہوئے ہوں سے نکلتی



میری تھیں

جن کوں کوہِ سہولت سے چھٹن یا گیا ہے، شاہد ان کے دلوں سے مٹی ہوئی تھوڑا سا روہی بعد پختوں کو  
زندگی دے رہی ہے

مگر ان ہی دلوں سے خوابِ اچانک چھٹن لیے گئے تھے  
جنگِ کوہِ سہولت کے بجائے غارتِ سکھائی تھی

وہ ہاتھ جو ایک دوسرے کو چار سے سہلانا چاہتے تھے، اب سہو ہے ہیں

وہ دب جو تھیں اچھی، پیاری پیاری باتیں کہنے کے آرزو مند تھے مگر چھٹ گئے تھے

زندگی چھائی گئی ہے اس کی جگہ موت چھائی گئی ہے

پہلے اب اتنا سہولت سے نہیں کہتے، وہ دنوں سے پھوٹ کر رکھ رہے ہیں، جنہیں گرم جوشی سے یاد  
کیا جاتا ہے، اتنی حقیقت میں چھوڑتے، اب دوسری طرف خودیوں میں کھس رہے ہیں

شاہد وہ اب بھی تک نہیں کہیں ہیں!

تک شدہ لوگوں کی غصہ فون نہیں، بلکہ دیکھو بڑوں، بڑوں، جنہوں نے سب کو چھوڑ دیا کر دیا تھا  
وہ دور در زوالے، اتنے بلند جہاں خواب بھی نہیں پہنچ پاتے، مگر تھے قریب، کہ طاق کے بغیر بھی

ہمارے دلوں سے سرکشی کر سکتے ہیں

کیونکہ سب کی قربانیاں بے کار تھیں؟

کیونکہ ہم تھیں، کیا تھیں اور بھٹوں سے بچنے کے اب نیا وہ خوش حال، نیا وہ تھیں دنیا دیکھ رہے تھے؟

کیونکہ اس دنیا میں غارت گم ہے، رشتہ گم ہے، ماحول گم ہے؟

کیونکہ کھس کے آستانوں کے، ان لوگوں کے باہر، امن کا پیغام گونج رہا ہے؟

کیونکہ اب ایک دوسرے کی طرف زیادہ شوق سے پہنچنا چاہ رہے ہیں؟

جنہیں کی تخلیقات نے اب ہم کو ایسی قائل بنا دیا ہے کہ ہمارے غلوں کے اطراف چند دقتوں میں  
پہنچ جاتے ہیں

اور فاصلوں کو گم کرنے کے لیے ہم ان کی ایجادِ مرد و مواریاں استعمال کرتے ہیں

تو کیا خدا ان ان فہموں نے ہم کو ایک دوسرے سے، پہلے کے مقابلے میں، زیادہ جدا کر دیا ہے؟ یہ  
سودت کو بڑے عقیم معقم نے، کسی جن ممت میں کسی مخصوص شاگرد کی طرف نہیں چھالے ہیں

یہ تو حیران اور غم میں غرق دوں میں خود بہ خود ریگ جاتے ہیں، اور خاموشی سے، آواز کو اپنے فرائض اور  
اپنی آواز کے مستقبل پہ غور کی رحمت دیتے ہیں

ہو میں پتہ پتہ جڑاتے پتے سے، اور کہتے ہوئے انہیں، بازو ہوا کی درخیز آوازوں کے نیچے چھپے  
ہوئے ہیں

گھوڑوں کے معمولات میں غلطی، احوال میں غلطی، اور چرچہ کرتے ہوئے غلطی چھڑا دینے سے بچنا ہے

آئی ان کے پیچھے چلے جی

دشمنوں اور چچاں کی عمر والے نہیں۔ کہ ان کے دلوں میں جواب کوئی خواہش بھی پائی نہیں رہی

اسماء النور

شکر اُبھرتے ہوئے، اُن فوجیوں کو یاد دلاتا ہے، جنہیں نئے خدا، نئے خیالات، نئے خواب اور نئے

فرائض سمجھے جانے والے ہیں

ان نوجوان گن جنہیں ایک کی دنیا ملتی ہے؟

”بے چاری دنیا!“

کہا تھا ران غراؤں کو کہ میرے دوست تھے۔

ان محاطوں کے لئے ہے، ہمارے فقیہوں اور ہماری محبت و برداشت کا تقاضا ہے کہ

کرتے رہنا چاہیے، مایہر نہیں ہونا چاہیے۔

Ecumenical Council کے بارے میں، اجماعی Ecumenical کنفرنس — یعنی بھیسے کے

اُن مشن کا عام حقون — 1935ء میں لندن میں ہونے والے دورے کیو اہل جنت اُن کے بارے میں کھیر کے

احساسِ فرس کی منہدگی سے تقصیر کی جائے گی؟ پونہ الہی کی محوِ نشوونما شہر ہوگا؟ کے اعتمادیں اور محو

کے اس وجہ سے کہ جو مائے قنوتی جراتی نظامِ زیورہ مستقیم بنیادوں پر ہمارے؟ یہ نہیں زیادہ و متحد ہوگا،

اور اس طرح اس کے لیے ایجاد فرمیں جو مائیکرون کے لیے زیادہ موزوں طریقہ ہوگا۔

گرامن کے لئے کی جانے کو ششوں کو کسی مقام پر پہنچانے تو وہ بھی کے مقامے میں ن کوں وہ در حقیقت

سندھ میں ہونے والی سرحدیں سے کرسمس کی ترکیب پر عمل کرنے میں ہم تھرپ، گجرات اور بلوچستان کی قوت

کے لئے جو مجھ کو بھی دیا ہے، ہا نہیں، سامنے کے لئے وہ شہر و موجود نہیں، سوائے کہ عجب گلے جیسے

تعارف کرتے ہیں۔ انہیں وہاں کے لوگ کے لئے مسجد بنائی ہوئی ہے۔ اسے آج بھی تو مسجد

(monistic) کے شواہد صرف یہ ہیں کہ جو جہدِ باطنی ہے۔

فرق نہی کے خلاف جو: جہرہ، پشت کے خلاف جنوں میں نے: بال: جوت: ہے: جی کے خلاف: تحوت:

۱۔ انصاف کے خلاف۔ ۲۔ سب سے زیادہ۔ ۳۔ غور و فکر کے بعد۔ ۴۔ انسان سے قبل۔ ۵۔ عام۔

شماره دوم، فصل اول، باب اول، ماده اول

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "مَنْ لَمْ يَخُفِ اللَّهَ لَمْ يَخُفِ النَّاسَ" (جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ لوگوں سے نہیں ڈرتا)۔

مرکز امور روستاها و بخشهای محلی

۱۔ آف اوزام (A F Ozam) نے قیاس

**:civilization** : Civilisation au cinquième siècle

## فرینک کیلاگ

### اعلانِ تجلیل

1929 کا فوٹیل امن انعام، جس کو یونٹ برطانیہ، 1930 میں جناب فرینک کیلاگ کو دیا گیا تھا، پھر تجلیل اسی اجتماع میں ہوئی جس میں جونا جسن سندرہوم کو انعام دیا جا رہا تھا۔ مسٹر کیلاگ اس تقریب میں شریک تھے۔ جس کے دنوں حضرات کی نگہیں کے لیے ایک ہی تقریب ہوئی تھی جو 1930 کے انعام میں شامل ہے۔ یہاں اس کو دہرایا نہیں جا رہا ہے۔ جناب کیلاگ نے کوئی خطبہ نہیں دیا تھا، بھو ایک تقریر قبولیت کے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

### تقریر قبولیت

میری شادی ٹوائس ہے۔ میں اپنے میں تنہا رہا، انکھاروں اس عقیم اعز کے لیے جو مجھ کو دیا گیا ہے۔ میرے نزدیک اس اعزاز کی دو قسم ہے جو پسماندہ لے اعزلات سے کنیں نہ دے رہے ہوں اس لیے کہ یہ انعام ایک مقصد کے لیے دیا جاتا ہے جسے میں "آپ" ہوں اپنے دلوں سے بہت قرب رکھتے ہیں۔ مجھے یہ انعام دے کر آپ صرف مجھے ہی نہیں، میرے ملک کو جس امن کے مقصد اور زیادہ بلند تمدن کی ترقی نہ رکھنے کے باعث اعزاز بخش رہے ہیں۔ مگر اس سے نہ دے گا میرا شکریہ ہی حقیقت ہے، اس عقیم کی یاد کے لیے جس کے عقیم تصور نے یہ انعام قائم کیا ہے، جو ہر قوم کے لوگوں کی بہت افزائی کرتا ہے جو دینے پر امن کے مقاصد کے حصول کے لیے کام کرتے ہیں۔

میں اس قابلِ قدر انعام کی اس لیے اور بھی قدر کرتا ہوں کہ یہ مجھے اس ملک میں حاصل کرنے کا موقع

فرہم کر رہا جس نے خود کو اس مقصد کے لیے وقف کر دیا ہے۔" جس کی تاریخ میں دنیا کی ترقیات کا ایک حیرت انگیز باب مثال بن رہا ہے۔

ہمارے دور میں کے درمیان اتحاد کے کئی بندگان ہیں؛ امن سے ہماری مشترکہ محبت کا، آزادی کا، انسانی حکومت کا، اور اس حقیقت کا بندگان کہ آج آپ کے ملک کے بہت سے لوگ ریاست ہائے متحدہ کے شہری ہیں، اور، رکی شہری اور ان کے مذاق میں ان کے بہت رسوخ ہیں جو ہماری ترقیات میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ میری نظر سے اس سے پہلے انسانیت کے لیے یہ جانے والا ایسا کوئی کام نہیں کر رہا ہے جیسا کہ امن کے مقصد کے لیے کیا جا رہا ہے، جو اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اس میں محامی اور حکومتوں کی خوشنویسی مثال ہوں۔ تاریخ کی ہمارے انسانیت جن مشکلات کا شکار رہی ہے، اس سے نکلنے کا کوئی محنت و آسان راستہ نہیں۔ امن کے پختے کی آہستہ آہستہ تعمیری سے یہ مقصد حاصل کیے جاسکتے ہیں، کہ عوام اور قوموں نے آہستگی و ترقی کی جان بخشی سے انفرادی آزادی اور نہ کم حکومتوں کی بنیادیں ڈالیں۔ تجلیات کے ذریعے محفوظ جانے والے فیصلوں کے ذریعے بین الاقوامی تعلیم کے بندوبست کے مقصد میں جو بلند آدش درکار ہوتے ہیں وہ مردوں اور عورتوں کے دماغوں میں ضرور اٹھا ہوئے ہوں گے، اور مجھے مسرت ہو رہی ہے یہ دیکھ کر کہ آج بپ سنیہرہ جیسا امن کی اوقات کرنے والے انسان، امن کے مقصد کے عظیم مقاصد کی خاطر اپنے رسوخ و رابطہ کو آوارہ متبادل کر رہا ہے۔

بچپن کی جنگ کی تہائی کے پیش نظر، تمام قوموں کے مدد میں ایسے ضروری اقدام کر رہے ہیں تاکہ پھر بھی ایسی شامت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اقدام امن کی کھلی ضمانت نہ ہوں، مگر میری رائے میں، یہ رتبہ قائم کرنے والے سب سے بڑے اقدامات ہیں جو قوموں نے پہلے کبھی نہیں کیے تھے۔ یہ توقع نہیں کی جاتی چاہیے کہ انسان کی فطرت یک دن میں تبدیل ہو جائے گی، مثلاً یہ یہ توئی سمجھنا وہی بڑی ہوں کہ جنگ کے ذریعے مقاصد کے حصول کا صدیوں پہلے طریقہ جو بین الاقوامی قوانین کے مطابق صحیح کیسے تصور کیا جا رہا ہے، جس نے ملین ورتجہ کی قصوں سے تاریخ کے صفحات سیاہ کیے ہیں، کہ ہم ہی بدل جائے گا، مگر یہ قوموں کے عوام کی اس عظیم ترقی سے بہت افزائی کی جاتی چاہیے، جنگ کے بعد سے جو امن کے مقاصد کی برآمدی کے لیے حاصل ہوئی ہے۔

میں اس مختصر سے خطاب میں ان اقدامات پر مختصر ذکر کے بعد دو تفصیلات سے بات نہیں کر سکتا۔ ب ایک ایک آف نیشن ہے، جو کسی برس سے کام کر رہی ہے اور جو مجھے یقین ہے کہ بہت ساری بین الاقوامی مشکلات کی صفائی و ترتیب میں بہت فائدہ مند رہی ہے؛ جیسے جی میں معاہدہ عائلی معافی، منسلکی معافی اور بین الاقوامی عدالت انصاف وغیرہ اور میں اس میں اس قابلِ تحریف ترقی کو بھی مثال کرنا چاہوں گا جو اطوارات کی تخلیق کے معاملے میں ہوئی ہے ان معاہدوں میں سے ہر ایک امن کی برآمدی کی جانب ایک قدم ہے، جنگ کے خلاف ایک صفائی ضمانت ہے۔ یہ اسی مشین کی کالیفیل ہے کہ قوموں کے درمیان

تازہ عمل کیے جائیں گے اور جنگ بندی جائے گی۔

آج میرا روزہ میری معاہدے پر بات کرنے کا نہیں، جو تب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے، بلکہ شاید مجھے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے، بلکہ یہ قوموں کی بنیادوں کے مابین قانون میں سمٹ ہو چکا ہے، ایک حنفیہ عہد کی طرح کرباب تنازعات کے عمل کے لیے جنگ نہیں کی جائے گی۔ وہ عہد جو بدنامی کی پستی کی پشت پر دنیا کے عہد کے متحدہ جذبات کرتے ہیں، اور مجھے یقین ہے کہ قومیں اس پر چوری نیک نیتی سے عمل کریں گی۔ یہ عمل عہد کے مستحکم رازوں سے اتفاق ہوا ہے کہ وہ ایک بار پھر اس کی ٹوٹ مار کے تباہی سے بچ جائیں گے۔ یہ نیا عہد میدانوں، کھنڈر گھروں اور گلیوں اور قریبی قریبوں سے لگا ہوا ہے جو انہوں نے اس عظیم عہد و جہد میں پیش کی تھی۔ یہ ایک معمولی مقامی نہیں تھا جو دوسرے معاہدوں اور اتحادوں کی طرح، قوموں نے تاریخی نام کے لیے کیا تھا یہ ایک مقدس مقام تھا، دنیا کی تمام قوموں پر تمام عہد کے درمیان کرباب ان کے اختلافات کے بندوبست کے لیے جنگ نہیں کی جائے گی، جس کے لیے ایک عالمی "outlaw" استناد کیا جاسکتا ہے، اگر جنگ و قوموں کے قوانین کے خلاف جرم قرار دیا جائے، تاکہ تاریخی قوم اس سے مدد دلائی کر رہی ہے تو عالمی قوانین مانے اس کی خدمت کرے گی۔

مجھے معلوم ہے کہ اسے بھی نوک ہیں جو سمجھتے ہیں کہ یہ وقت تک امن قائم نہیں ہونگے، کب تک کہ اسے معاہدوں کو دور کرنے والوں کو براہ راست کے لیے کوئی بہت بڑی خصوصی عداوت قائم نہ کی جائے، مگر میرا خیال ہے کہ جنگ کے اندر عالمی امن کی بڑھاری، میں، قومی مبادیات کی پُر امن طریقوں سے ترتیب مانے عائد کی طاقت کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے جو قوموں اور عہد کو یکساں دل میں رکھتی ہے۔ وہ دوائے عالمی سے جو ساری تقدیریں کو ستورانی سے اور انسانی معاشرت میں ترقی کی رہنمائی کرتی ہے۔

مجھے یہ یقین کہ بہت افسوس میں سے کہ خود ہمارے ملک کے بہت سارے لوگ بھی یہ کہہ کر جنگ کی پیشین گوئی کر رہے ہیں کہ یہ سب سے پہلے یہ تھا کہ یہ تیار کی گئی تھی کہ اسے ہندو کر رہا ہے۔ اس کے برعکس میں تو ان وسیع نظر لوگوں کی رائے سے اتفاق تھا ہیں جو انسانیت کے لیے امن کی امید رکھتے ہیں۔ یہ ہم اتنی عہد بن چارہ سوں کے وحشتناک قتل و غارت کو بھول گئے ہیں، جو تاریخ کی سب سے بڑی جنگ میں ہوئی تھی، ان گزشتوں اور بھول گئے ہیں جنہوں نے اپنی جانیں دیں، اور تکی بڑی قربانی دی، اور جو آج بھی ہم ان کی خاک تلے ابدی نذر سو رہے ہیں، ان کی عظیم قربانی قربانی کو ایسے حتمی وعدے کے لیے تسلیم کیا جائے چاہیے کہ انسانیت کے خلاف پھر بھی ایسا جرم نہیں کیا جائے گا۔ میں پسے بھی کہ چکا ہوں، اور تمام تر تاریخی تاکید کے ساتھ آج پھر دہرایا جا رہی ہیں، جو میں نے اپنے اندر میں شامل کر سکا ہوں، کہ مغربی مہذبان ایسے ایک اور عہد سے زندہ نہیں بچ سکے گا، ہر ایک اور بھیہم ایک اتفاقی اجڑی میں مغیرہ سستی سے بالکل ہی غائب ہو جائے گا۔

میں وقت کی نگاہوں سے ایک اور جنگ کی پیشین گوئی نہیں کرنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ بہت سی

قوموں، ہند میں تو یہ کہیں گا کہ چوٹی دنیا کے عوام اتنی بڑی تباہی سے بچنے کی کوشش کر رہے ہیں، ایک بار پھر اپنے حکومتی ادارہ اقتصادی ڈھانچوں کی تعمیر کر رہے ہیں اور ایک منظر من کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مذاہرین اپنی تمام کوششیں جنگ روکنے میں صرف کر رہے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ آٹھ چوٹی دنیا اقتصادی مساویانہ کی ترقی کے لیے کوشش کر رہے ہیں اور یہ دنیا کے مذاہرین کی توجہ پر چھائی ہوئی ہے۔ وہ اس کی وجہ کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور علاقہ کشمیر کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا کوئی حادثہ نہیں ہے جس سے قانون ساز پارلیمان فوراً متاثر ہو سکتی ہو۔ اگر ہم اپنے عوام کے جوہر قوت سے امید رکھیں اور ان پر بھروسہ کریں تو وہ اس مسئلے کا حل نکال دیں گے، اور ان کی صلاحیت اور صنعت میں کامیابی کی بات میں وہ اس سے جانتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ سیاسی مہارت کی طرف سے سیاسی حیرتوں کے رہنما عوام کو اس بات پر قائل کرنے پر ناکام ہوں گے کہ ان کے پاس اقتصادی مساویانہ کی کامیابی اور چوٹی دنیا میں کھیل چکی ہے، یہ بہت بڑا علاقہ موجود ہے۔ مذاہرین اگر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یہ حکومت کا کام ہے کہ وہ اس مندرجہ سے حکومت کرے تو وقت کے ساتھ ساتھ، عوام خود ہی، میرے خیال میں کم از کم سے وقت میں، موجودہ صورت کا رد کرتے ہیں گے۔

میرے نزدیک یہ مرتجب خیر نہیں لگتا چاہیے کہ جنگ میں لڑی جائے، لیکن قانونی اور جائیداد کی تباہی کے باعث، اب عام اقتصادی قوانین میں اتھارٹی ملے گی۔ دنیا پہلے کیسوں کا جو نیوٹروٹیا ہے۔ بہت سی قوموں کے ملک اب بے قاعدہ طریقوں سے پیداوار کرنے کے راستوں پر مبنی ہو گئے ہیں، لہذا اب ہمارے سامنے ایک ایسی حیرت زنا کیفیت ہے جس میں ضروریات زندگی کی قدر مقدار کے بدحواسی طلب اور ذبح کے شمار ہیں، مگر اس چوٹی دنیا کی بے چینی اور بد امنی کو جنگ کی طاقت نہیں سمجھتا اس کے برعکس یہ سب اس کے قدرتی مظاہر ہیں جسے مشکل وقت کا نام دیتے ہیں اور ہم جس سے نرا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ بد امنی سے اور دنیا کے کچھ حصوں میں اس نے قتل و غارتگری اور تشدد کی شکل اختیار کر لی ہے۔ یہ زیادہ تر انقلابات ہیں مگر بد امنی کی ترقی اور ان کی وجہ سے حکومتی حکومتوں میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ کچھ صورتوں میں کارروائیوں غیر آئینی تھیں، مگر میں یاد رکھنا چاہیے کہ جنگ کے بعد یہ سب کچھ باقی رہا ہے کہ ان طریقوں سے حکومتوں میں تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

پھر بھی تمام مشکلات کے باوجود قوموں کے درمیان ایک بھی جنگ نہیں ہوئی ہے، اور ہمیں شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ دنیا بھر میں آٹھ امن کا رائج ہے۔

مجھے اس بات کا احساس ہے کہ جنوبی امریکا میں ایسے انقلابات آئے ہیں جو حکومتوں میں ایسی تبدیلیاں لاتی ہیں جنہوں نے دنیا کو چٹکا دیا ہے، مگر بد شہ: نتیجہ نہیں ہے چین کا جو عالمی اقتصادی مساویانہ کی وجہ سے ہوئی تھی، اور ان کی وجہ سے کوئی جنگ نہیں ہوئی ہے۔ جنوبی امریکا میں کچھ بچوں کی بڑوں میں کوئی جنگ

نہیں ہوئی ہے اور میں پورے حملہ کے مرکز کے ساتھ ہوں کہ مرکزی اور جنوبی امریکا کے مابین کسی برقی میں ایمان داری سے تنجید تھا۔

میری مائے میں، جنگ کی یہ دو تہوں کی اس وجہ سے تھوڑی سا بار بار کی، بے اطمینانی اور لگن ہے جو بعد جنگ کے طغیانی اثرات کی وجہ سے ہے۔ بد شہر یا خصوصاً یورپ میں، قومی بدگمانیوں، نسل دشمنیوں، جاہلیت کے غلبہ اور جنگ کے بعد ہونے والے بندوبست سے بے اطمینانی ہے۔ میں ان سوالات پر تنجید و بحث میں نہیں پڑنا چاہتا، سوائے اس کے کہ میں اس حقیقت کو بھی کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں میں یورپ کے مابین جو دور دراز زمانہ جنگ کے ساتھ ان مشکل مسائل کو حل کرنے سے قبل جو دور کے موقعوں پر بین الاقوامی تنازعات پیدا کر سکتے تھے ان میں سے بہت سے تنازعات کوئی مدت انصاف کے سامنے پیش ہوئے اور اس کے لیے ہمیشہ حق سمجھے گئے ہیں کہ اب بھی بہت سے اختلافات ہیں جن کو دور کیا جانا ہے اس میں کوئی شک نہیں، مگر مجھے حیرت ہے کہ پورا پورا ہے کہ مسائل پر مبنی طریقوں سے حل کر لیے جائیں گے اس لیے کہ سب کو اس کا احساس ہے کہ جنگ خلائی دور میں دنیا کی تھوڑی سی بات کا باعث ہوئی، اور کیا ان میں ایسا کوئی ہے جسے چھین ہے کہ جنگ سے پیدا ہونے والے سوالات ایسے ہیں کہ جن کے لیے یورپ کی ہمہ پوری دنیا کو ایک درجہ میں تھوڑا سا دیا جائے؟ ہمیں جس بات کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے دماغ کو ٹھنڈ رکھیں اور عوام پر متوجہ کریں، اس لیے کہ یہ دے سوالات جو عوام کو ٹھنڈ کرے ہیں وقت کے ساتھ ساتھ خود بخود سمجھتے جائیں گے۔

قوموں کے درمیان ہمیشہ تنازعات تھے رہیں گے جو کبھی کبھی عوام کو ہلکا کر دیتے ہیں گے بھی در تنازعات کا باعث بھی ہیں گے، مگر اہم بات دنیا کے عوام کو اس مرکزی تربیت دینے کی ہے کہ وہ ہمیشہ اس کو جنگ کے بجائے بہتر طریقوں سے سمجھائیں۔ آپ کی کمپنی کا دوا ہوا یہ عوام دنیا کی قوموں کی امر پر مرکوز کرے گا اور عربوں اور مغربیوں کو اس کے لیے کہ وہ امن کے لیے زیادہ کوشش کریں۔ اور دیکھیں اس میں سہا نکلیں، اس کو اس دور میں کو چاہیے کہ وہ اس کو ایک میں اپنے رسوخ کو بھی مٹا دیں۔

## فرڈینینڈ بوئسیاں لڈوگ کوئیڈے اعلانِ تجلیل

نوبل کمیٹی نے اس برس کا امن انعام مشترکہ طور پر فرڈینینڈ بوئسیاں اور لڈوگ کوئیڈے کو دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

پچھلے برس کی تقریب میں کمیٹی نے دنیا کے لیے تاریخی اہتمام سے نمایاں تین واقعات کو سمیت دی تھی؛ Dawe کا منسوب، لوکارنو (Lucarno) معاہدہ اور یوگ آف نیشنز میں جرمنی کی شمولیت۔ یہ حکومت کے ذمے دار کارپروایٹوں کے سیاہی طریقے جسے اور مم نے اپنے چارہمدین کو امن انعام دے کر جنھیں نے ان کو کامیاب بنانے میں غیر معمولی خدمات انجام دی تھی، ان کی اہمیت پر زور دیا تھا۔

اس برس ہم نوبل انعام کے ذریعے امن کے لیے ایک مختلف کام کو سراہنا چاہتے ہیں جس سے صرف حکومتیں اور ان کی پالیسیاں ہی امن کے لیے امکانی خطرے نہیں سمجھیں۔ جنگ کا حتمی اور مستقل خاتمہ آدمیوں کی ذہنیت میں اور عوام الناس کی نفسیات میں بھی جا گزریں ہوا کرتا ہے جس لیے عام لوگوں کی تعلیم سے پہلے امن کے لیے منظم کام کیا جانا چاہیے، ایک جمہوری صورت، تاکہ جنگ کے ذریعے مسائل کے حل کی موتی دھواں کے دھوں سے نکال جائے، اس کو قوموں کے درمیان پُر امن تعاون جیسے بڑے آدرش سے بدرجہا سمجھنا اور ان کے درمیان اٹھنے والے تنازعات اور مسائل کے حل کے لیے بین الاقوامی عداوت، نفرت، موٹو کروار د کرے۔ یہ بوئسیاں اور کوئیڈے کی رائے عامہ کی سمت بندھن تھی جس نے بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے ان لوگوں میں اس کام کی رہنمائی کی ہے جہاں اس کی کامیابی بہت مشکل تھی، پھر جہاں اس کی اور ملکوں کے مقابلے میں انھیں زیادہ ضرورت تھی۔ بوئسیاں اور کوئیڈے کو نوبل امن انعام دینے کے



## فردیسمیتہ یونیورسٹی اور لنڈونگ کوئینڈے ۸۷۵

ذریعے تو کتب خانہ فرانس اور جرمنی کے مابین کا جھگڑا تھا۔ چنانچہ اسے جو میڈلین میں ا۔ قوائی تعاون کو پسند نہیں کی نظر سے دیکھتی ہے۔ یہی وہ خوش آمد مہمان ہے جو جرمنی اور فرانس کے درمیان مذہبیت کا باعث ہے جس کا انھیں رکھنے نہیں کی انسانی تفریق میں ہو تھا۔

فردیسمیتہ یونیورسٹی 1841 میں قائم کی گئی تھی۔ انھوں نے فلسفہ اور علم تعلیم کے شعبوں میں تعلیم حاصل کی۔ مگر بعد میں انھیں کوئی مقام حاصل نہیں ہو سکا، اس لیے کہ انھوں نے شہنشاہ سے وفاداری کا حلف اٹھانے سے تیار نہ ہوئے تھے۔ اس لیے وہ سوئٹزرلینڈ چلے گئے جہاں 1866 سے 1870 تک مقیم رہے۔ 1870 کے مابین فرانس میں بھی مدرسے کے کئی عہدے ملے اور 1870 میں انھیں وزارت تعلیم میں پرائمری اسکولوں کا ڈائریکٹر بنا دیا گیا تھا۔ اس عہدے پر انھیں فرانس میں مفت و۔ زنی اور بے نام پر انگریز تعلیم کے بارے میں قوانین کی تیوری اور ان کے نفاذ کے عمل کا کام کا فرض سونپا گیا تھا۔ 1897 میں وہ سوربون (Sorbonne) یونیورسٹی میں شعبہ تعلیم کے پروفیسر بنادے گئے۔

مغربیوں ہو کر مشہور Dreyfus case انھیں سیاست میں کھینچا۔ یہودیوں و جان سے اس کی جدوجہد میں کوئی بڑے جوش و خروش سے لڑنے والے آدمی کے بہت سے لیے ہوئے تھے۔ انھوں نے French League of the Rights of Man میں شمولیت اختیار کر لی، Zola's J'accuse نے Dreyfus case کے دوران جس کی بنیاد پڑی تھی۔ اس سوسائٹی کا مقصد یہ تھا کہ انھیں و۔ جہر کا مقابلہ کرنا تھا جو فرانس میں ی۔ کتس اور مورہا ہو۔ Radical-Socialist Party کے رکن کی حیثیت میں وہ 1902 میں Chamber of Deputies کے لیے منتخب ہوئے۔ مگر چھ 1914 میں انھیں شکست ہوئی تھی، 1919 میں دوبارہ و۔ جان میں آتی گئے اور 1924 تک اپنی نشست برقرار رکھی۔

امن کے مقصد سے یونیورسٹی کی دلچسپی اس بہت سے تھی جب وہ ایک نوجوان آئیٹل تھے انھوں نے 1867 میں League of Peace and Liberty کی بانی بائیس میں حصہ لیا تھا، اور مسکریات کی خدمت میں منصفین تحریک کیے تھے جن میں اسرار کیا گیا تھا کہ مجاہدین کی مین تعلیم ہی وہ طریقہ تھا جس سے جنگ کے امکانات ختم کیے جاسکتے تھے۔

عالمی جنگ شروع ہوئی تو یونیورسٹی نے احتجاج نہیں کیا۔ چونکہ فرانس پر حملہ ہو تھا، ان کا خیال تھا کہ جرمنی کی فتح کا مطلب انصاف اور چین ا۔ قوائی استحکام کی شکست ہوگا۔ جنگ کے ابتدائی برسوں میں ان کی ایک بھی تحریک نہ رہی تھی۔ یونیورسٹی کا کہنا تھا کہ اس وقت ضروری چیز فتح ہے، کہ نہ صرف یہ جنگ ختم ہو جائے گی، بلکہ [آمدنی] تمام جنگوں کو بھی چھڑنے سے روکا جائے گا۔ اس یقین کے ساتھ کہ وہ لائبرٹائیڈ کی فتح کا مطلب ہیں کہ انھیں اس بات کی فکر نہ ہو گئی تھی کہ فائین اپنی فتح کا غلط استعمال نہ کرنے لگ جائے۔ انھیں تو ایک ایک نیشنلزم کے قیام کے ذریعے نئی چین ا۔ قوائی دنیا کی بنیاد رکھنی چاہیے۔ لہذا 1916 سے انھوں نے منصفانہ امن اور ویسن (Wilson) کے پروگرام کے لیے آواز بلند کیا۔

یونیورسٹی کے نزدیک امن تھا، یہی کا باعث ہوا تھا۔ اپنے ایک کھٹے خط میں جو 23 مئی 1919 کو لکھا تھا۔ انھوں نے ایک آف پبلشرس سوسائٹی پر اعتراض کیا تھا اور اس کو قلعہ کا قلعہ بنانا تھا۔ کہا تھا کہ یہ نوٹس شہر کا ہوا اس کا خلاف کیا جانا چاہیے تھا اس لیے ضروری تھا کہ اس کا پتہ چھپا دیا جائے، تاکہ ایک ایسا جو جنگ و جدوجہد میں قومی استحکام کا ایک ممبر آئے۔ بن سکے۔ 1924 میں یونین آف توہمیت کرتے ہوئے انھوں نے اپنے یقین کا ٹکڑا کر دیا تھا کہ ایک نوٹس شہر کا ہوا، کہ ایک دن آئے گا جب یہ ایک طاقت ہوگی، پوری دنیا میں جس کا احترام کیا جائے گا، حتیٰ کہ وہ لوگ بھی اس کا احترام کریں گے جو اس کو ایک تبسم سے سوجھ کر دیکھ رہے ہوتے تھے۔ ویرجی انیس نے قوموں کے ترکہ اسلوبیات سے پسے نثر کے ترکہ اسلوبیات کی قبیح شروعات کر دی۔ یونیورسٹی بورڈ کے دستوں نے خود کو محض ترکہ اسلوبیات پر باتیں کرنے تک محدود نہیں رکھا۔ انھوں نے اس کو ایک زبردستی حقیقت بنانے کی کوشش کی ہے۔ Ruhl تیار ہے کہ وقت [جہنمی کا شہر جو 1923 سے 1925 تک فرانس اور بلجیئم کی فوجوں کے قبضے میں رہا تھا۔] انھوں نے جہنمی کے امن دوستوں کیسے آئے اور جوانی مہلات کے دوران وہ کچھ کرنے کی دعوت دی جو جہنمی میں کر سکتے تھے۔ چوہائی ہنس کی عمر میں یونیورسٹی بورڈ کے ہمراہ جہنمی گئے۔ کئی مہینوں پر مشتمل کرنے کے بعد جہنمی میں محام سے ان الفاظ میں خطاب کیا تھا:

"ایسی بھی ایک طاقت ہے جو فرانس سے کہیں زیادہ دینی، جہنمی سے کہیں زیادہ دینی، کسی بھی قوم سے کہیں زیادہ دینی ہے، اور وہ ہے نئی نوع انسان۔ عمر خود ہی نوع انسان سے ملے بار ترانہ صاف ہے، جو انسانی برادری میں اپنا مکمل ترین اظہار کرتا ہے۔"

لڈویگ وینڈے 1858 میں ہامبرگ (Bremen) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے انٹرنس ڈیگ (Strasbourg) اور گینگن (Götingen) میں تعلیم حاصل کی۔ ان کی دلچسپی فرانسیسی، یونانی اور جرمنی کی تاریخ میں تھی۔ لڈویگ نے کی گورنری حاصل کرنے کے بعد، کئی برس انھوں نے تھینک بورڈ میں صرف کیے۔ اس جتنوں کی مدد سے انھوں نے روم کے Prussian Historical Institute میں کام کیا۔ جہنمی وہیں کے بعد وہ سیاسی سرگرمیوں میں کود پڑے، اور بالخصوص امن کے لیے کام کیے۔ ان کی آزادی کے باعث انھیں کسی جتنوں کو رہا نہ دیا گیا، انھیں قید کر دیا گیا، انھیں پھانسی دے دی گئی۔

جس زمانے میں وینڈے روم میں تھے، انھوں نے (1894) Caligula کے عنوان سے ایک سولہ صفحات پر مشتمل کتاب لکھی۔ یہ کتاب انھوں نے شامیل دیوہلم (Wilhelm) کا تاریخی اعتبار سے بالکل درست تذکرہ لکھا تھا، جس میں ان کے پاگل پن کے جنات کے تذکرے بھی کیے گئے تھے۔ یہ کتاب ان کی ذات پر ایک خاص شگاف پڑی تھی۔ اس کتاب نے ایک خوفناک پتہ چکایا۔ اس کی بناء پر ان کے پتہ پر سخت

جو

ہوئی،

کئی ہزار برسوں تک پہنچ گئی تھی۔ فطرتی طور پر، بہت سے لوگ تو اس پر بہت خوش ہوئے تھے۔ مگر کئی لوگوں میں اس نے مارا شمی پیدا کر دی تھی، اور بعد کے کئی برسوں کے دوران کوئینڈے کا اندازہ ہوا کہ یہ رقم کتنا کارآمد محسوس کیا گیا تھا۔

امن کے بارے میں کوئینڈے کا کام شریعت کی دقت شروع ہوا جب Ca gula کی اشاعت ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے دو پتھر اور مستقیم کے طور پر بغیر اس کے ہوئے کام کرتے رہے۔ لیکن انہوں نے بہت سی کامیابیوں میں حصہ لیا، جن میں سے کچھ امن کی کامیابیوں کی ضمانت بھی تھی۔ انہوں نے Interparliamentary Union کی کانفرنسوں میں بھی حصہ لیا ہے اور ان کی بے شمار مثالیں بھی ہو چکی ہیں، کچھ میں موجودہ صورت پر نظر دیتے ہیں۔ اس کی تقریریں کی تھیں کہ ان کی ضبطی ہوئی، حتیٰ کہ مصنف کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی گئی تھی۔

جنگ کی شرائط کوئینڈے کے لیے شدید اور مختلف نوعیت کی مہمیں کا جوہم سے کرائی تھی۔ وہ فوراً ہی یہ سوچی کر دی تھی۔ (The Hague) کے لیے روانہ ہو گئے کہ غیر جانبدار ہائینڈ کی سر زمین پر دو فرانسیسی، انگریز اور آئیس کے امن پسند دوستوں سے اپنے رابطے قائم رکھ سکیں گے۔ مگر انہیں بہت دیر ہوئی۔ لہذا وہ جرمنی واپس چلے گئے۔ مگر وہاں سے بھی وہ جنگجووں کی رائے عائد ہوئی کہ ان کی کوششیں کرتے رہیں۔

انہوں نے اپنا پیشہ کام تنظیم اور تعینات میں مقسم کر رکھا تھا۔ جنگ اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کے جرمنی میں امن پسندوں میں اختلاف پیدا کیا، تنہا کاموں میں ریکارڈ بننے اور ناٹائی کی حیثیت میں کوئینڈے کے کام کو خاص مشکل کر دیا تھا۔ پھر بھی، انہوں نے تحریک کو نہ صرف چاٹا رکھا، بلکہ امن کی تنظیموں کی حمایت میں اضافے کا باعث بھی ہوئے۔ اس تمام کام سے کوئینڈے کو تعینات کے لیے کم وقت ملا تھا۔ جنگ کے دوران اور اس کے بعد جو کچھ کوئینڈے نے کیا، اس میں سے زیادہ تر دیکھا جا رہا ہے، جو مجھے ان کے حیرت و حیرانہ کار کے میں مطابق معلوم ہوئے تھے۔

1915 میں انہوں نے 'Should We Annex?' کے عنوان سے ایک کتابچہ شائع کیا تھا۔ اس میں انہماک کے خیالات پر حصے کیے گئے تھے جس نے، جنگ کے زمانے میں، جرمنی میں ہندو کے پورے پیمانے کی جاری تھی۔ ان کے نزدیک یہ نئی ہے۔ قانونی طور پر امن حاصل کرنے کی کوشش میں دشمن کو بالکل تباہ کر دیا جائے۔ اس اشاعت میں دو موقع خاص نظر پیش نہیں آتے، بلکہ خاموشی، توڑن اور بدلہ کی سیاست، اور تہذیبی امن کی بنیاد پر انہماک کے خلاف سوالات اٹھاتے ہیں۔ وہ خود امن کے لیے ایک مثبت پروگرام پیش کرتے ہیں جس کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ امن کے بندوبست کے ذریعے مسندوں کی آزادی اور

بلا عرض آنے جانے کی پالیسی اپنی جائے۔ یہ کتابچہ ضابطہ تحریر کا قیاس نظر ثانی شدہ اشاعت کا بھی بڑی حشر ہوا، مگر اس کے قرائن بھی ترجمے و رد کا نہیں جائے گا۔

جنگ کے اختتام پر جب بھی حیرم کا سوال اٹھا، کوئینڈے اپنا کتابچہ "The Question of Responsibility" لے کر بحث میں شامل ہوتے نظر آئے ہیں۔ ایک بار پھر ان کے مضمون پر سکون سے بحث کی گئی ہے۔ وہ سوال کی چیزوں تک جاتے ہیں، ان ذمے داریوں میں امتیاز کرتے ہوئے جنہیں نے وہ حیرت پیدا کیے جو جنگ کی شروعات کا باعث ہوئے ہیں، اور ان اقدامات کی ذمے داری بھی، جس نے فیصلہ کن موقع پر جنگ کی پالیسی کو تبدیل کر دی تھی۔ وہ امن پسندوں کی تحریک کے مکان کے خیال سے بالکل اٹکتی نہیں کرتے جو، راز مہم جوئی کے سبب لے جاتے ہیں، اور جیسا کہ توقع کی جاتی ہے، وہ دوسری حد تک جانے پر اور بھی کم توجہ دیتے ہیں۔ پرسکون المذاہم وہ بہت سے عناصر کے درمیان باہمی تعلق داری کا تجزیہ کرتے ہوئے ذمے داری و حیرم کے درمیان امتیاز کا خاکہ کھینچتے ہیں۔

کوئینڈے کی تحریریں اور کام میں امن حیثیت، بالکل وہ خصوصیات ابھرتی ہیں: عقائد اور بحث سائمر چر انھیں اپنے پیشرو اور ان میدان کے باہر کسی بڑے کام کی اشاعت کا موقع نہیں دے، ان کے کیے ہوئے تمام کام پر تاریخی و دانش وری کی مہر ثبت نہیں کی جاسکتی۔ اور انھیں نے بہت سے موقعوں پر جرأت کا مظاہرہ بھی کیا ہے۔ Callaghan کی اصیت کا تذکرہ اور اس سے متعلق واقعات اس انسان کی خصوصیات ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، یہ کتابچہ بظاہر اس کے شاہکار کی زلفوں میں رہتا ہے، یہ یقین کرنے کے لیے کہ یہ کتابچہ تاریخی اعتبار سے درست ہے، اور یہ بھی کہ اس کے پس منظر میں کسی طرح کی سیاسی جنگ آمیزگی نہیں کی گئی ہے، انھوں نے اس کے مسودے کو دو مین تاریخ کے کلی ماہرین کو دکھایا تھا۔ جب انھوں نے اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا تو ان کے دوستوں نے مشورہ دیا تھا کہ وہ اس کو سوشلزم پر ایڈٹ سے شائع کریں اور اس پر بطور مصنف کسی اور کام میں توجہ نہیں دے، اس کو جرمنی کی سے شائع کیا اور چنے ہی نام سے شائع کیا۔ کتابچے کی اشاعت کے بعد جب ایک کوئی قلمی کردار ان پر مقدمہ چلایا جائے گا، ان کے دوستوں نے ان کو سوشلزم پر ایڈٹ فرما دیا ہے۔ مشورہ دیا تھا کہ قریب ہفتی جہد ثبات قعدی سے ڈرنے سے وہ اپنے ملک ہی میں رہے۔ میرا تاثر ہے کہ کوئینڈے کی بعد میں شائع ہونے والی تصنیفات بھی اسی نوعیت کی سچائی کے رنگوں میں شریک رہیں اور بعض مبالغوں پر ان کی اشاعت کے لیے کسی طرح بھی کم ہمت کی طلب گار نہیں تھیں۔

آئی فوس کہیں امن کے حق قائل قریب ہر ممتاز کارکنوں کو اعزاز دے رہی ہے، سامن کے مقصد کے لیے ان کی جھلک اور ان تھک و شیش کے لیے ہم ان کے شہر ترقی سامن کے یا اس کے مقاصد کے

لیے کام کرنا زمین پر رہنے والے عوام کو مساوی حقوق فراہم کرنے اور ان کے حقوق پر لوٹ اور منصفانہ رشتوں کے قیام کے لیے رستہ صاف کرنے کے مترادف ہے۔ تاکہ انسان کی حقیقی قدر کا اعتراف کیا جائے اور اس فلسفہ پر جن مباحثی خیال "جنگ کی چھرا من کا قہر کی چھرا" کا مایوس بنایا جائے۔

نوبل کمیشن کے صدر شیخ Fredrik Stang کی کتابی

## خطبہ — فرڈینینڈ بونیسل

### جنگ اور امن کے تصورات کی تبدیلیاں

ایک عرصے تک یہی سمجھا جاتا تھا کہ قومیں جنگ بھیڑا کرتی ہیں جس کا خود قوموں کو بھی پتا نہیں تھا۔ پیشہ و فوجی اپنے آپ قومی مفاد کے دفاع کی ذمہ داری سنبھال دیتے تھے، یہ سمجھا جاتا تھا کہ جنگ انہیں بہتر انداز میں ملتی ہے، جب کہ ملک اپنے کام اور زندگی کے پتوں میں گمراہ رہتا ہے۔ وہ محوش گھاروں اب ہوا ہو چکے ہیں۔

آج، جنگ مختلف حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اس جنگ نے جو وہی نہ ہوئے تھے ہو چکی ہے، انکا وہ ہے کہ پچھلے قوام میں پوری قوم شامل ہو جاتی ہے، اس کا دوسرا یہ ہے کہ یہ تباہی کے آگے کے ذرائع کا مستقبل میں حقیقی مراکز تباہی اور تباہی کے قہر کا عام کے امکانات سے موزن نہیں کیا جاسکتا۔

اس میں شک نہیں کہ "جنگ" جہاں کے ہاتھوں میں جہاں کے ہاتھوں کے ہاتھوں کے ذرائع کی طاقت اس حد سے آگے پہنچ چکی ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جنگ کے یہ سمجھنا کہ قبضہ کی کافی نہیں تھا۔ مار پیڑ، ہتھیار اور آبدوزیں کوانٹن کی تجارت سے محروم کر رہی تھیں، حتیٰ کہ شدید ضرورت کی قدرتوں کی رسد بھی رک رک رہی تھی۔ اس سے بھی زیادہ بڑے ذرائع تھے۔

جس دن سے جنگ نے آسمانوں پر قبضہ کر لیا تھا، کوئی ان کی حرکات کوئی رک نہیں سکتا تھا۔ اب تو یہاں تک ممکن ہو گیا ہے کہ مافوق الفطرتی ہتھیاروں سے، جن کا دفاع ممکن نہیں، ان کے حساب سے کمپیوٹر مصنوعات تیار کی جاسکتی ہیں جن میں وہ بھی ہو سکتی ہیں جو گھنٹوں کے اندر دنیا کے سب سے بڑے شہروں کو تباہ کر سکتی ہیں۔ وسیع علاقے میں خوفناک ماحول پھیل سکتی ہیں، جس کی مزاحمت بالکل ہی ناممکن ہے۔

اس طرح، جنگ نے خود کو خودی ختم کر لیا ہے اس نے پورے ماحول کے لیے جہاد کا کردار سنبھال لیا ہے۔ 1921 کے بعد سے ایک آف نیشنل نے اپنی توجہ کیمیائی جنگ کے سوال پر مرکوز کر دی ہے۔ وہ رپورٹ جو ایک بین الاقوامی مائنس کمیشن کو دی گئی تھی (جو 22 اگست 1924 کو Temps میں شائع ہوئی تھی) ان وسائل کا ایک جائزہ پیش کرتی ہے جو جارحیت کرنے والوں کے امتحان کے لیے تین قسم کے ذریعہ

(toxins) کی صورت میں دیے گئے تھے، حتیٰ کہ پچھے ایچ پی کیفیت پیدا کرنے والے lachrymatory اور vesicatory اور demutatory جس میں سب سے زیادہ خطرناک yperne ہے (دوسرے، گھٹن اور فٹنی طائی کرنے والے زہر (asphyxiants) تو جن میں سب سے زیادہ خوفناک phosgene ہے؛ تیسرے، وہ ہیں جو اعصابی نظام پر اثر کرتے ہیں۔

بیس یہ نہیں فراموش کرنا چاہیے کہ کیمیائی جنگ و جدال اپنے ساتھ کیمیائی جنگ و جدال بھی لے گئے ہیں، موذی حشرات (pests) کی نسل افزائی، typhus اور دیگر خطرناک بیماریاں۔ ایسے خطرات کے دفاع کے ذرائع ابھی تک بالکل ناکافی ہیں۔

International Commission کا جس سے ایک آگ نشتر نے نکل کر تھی، خیال ہے کہ بیس چوٹی دنیا کو تمام تر ترقی کی نسبت سے وقف کرنا چاہیے، قی ہونے والی جنگ جن کو پیدا کر سکتی ہے۔ یہ اپنے نامادیدے والے ہیں کہ ان کا کوئی بھی موازنہ ان کے امکانات کی طرف اشارے تک نہیں کر سکتا۔ ان کے براہ راست نتائج انسانی کی تہی دوران سب سے دیر تھی سے اب تک جوہر کے تھن کیے ناماد پود ہیں۔

## اخلاقی تصورات میں تبدیلی

پھر بھی، یہی جنگ کی دوسری ذریعہ ترقیت ہیں جنہوں نے انسانی دنیا میں فٹش کو بھارا ہے۔ آئی نے واضح کر دیا ہے کہ انسانی سوانح کی حیوانی سوانحی نہیں ہو سکتی۔ انسانی سوانحی میں انسانی کے امکانات، ان کے اور انصاف کا حرام اس کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی قوم اپنے اندر کو یہ حق نہیں دیتی کہ وہ طاقت کے ذریعے اپنی مرضی کا انصاف مسلط کرے کسی بھی قوم میں، جب بھی اختلافی تنازعہ پیدا ہوتا ہے تو سوانحی اس کو انصاف کی عداوت میں بھیج دیتی ہے اس واضح نتیجہ کے ساتھ کہ کسی بھی صورت میں وہ اپنے جوئے کے حصول کے لیے اس طرح استعمال نہیں کرے گا۔ اس قانون سے مراد اپنا ہر اس کو مجرم اور خطا کاروں کی صف میں شمار کیا جاتا ہے۔

تو یہ ایسا کیس ہے کہ جس کی قومیں ایک دوسرے سے جھگڑا کرتی ہیں، ان کو طاقت سنبھال کر نے میں آزاد دیکھنے لگتی ہیں؟ اپنے تنازعے، انصاف کے تقاضوں کے بھلے شعور کے ذریعے، خود سمجھانے کے اس غیر متوقع حل کا تحفہ کیا ہے؟

کیا اس طرح کا شعور ہوتا ہے؟ یہ جرم ہے، جس کی ذمہ داری تمام قوموں میں مشترک ہوتی ہے، صحیح معنوں میں، یہ ایک قسم کی حیرانی کا نظریہ، ریٹیل سے دو قوم جو حیرانی کے عالم میں ہوتی ہے اپنے دفاع کے لیے ہر کوئی طریقہ نہیں پاتی سوائے اس طریقے کے جو جینی طور پر حیوانوں میں ہوتا ہے۔ حیوان جینی طور پر وہ طاقت سنبھال کر لے لیا جو نظرت نے نہیں اپنے تمام دشمنوں سے بچوڑ کے لیے دی ہوتی ہے۔ قوم،

جب تک کہ مشکل میں رہتی رہی جاتی ہے تو اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں رہتا سوائے وحشی کی ہے جو حساب کش کرنے کے، اور اس پیشکش میں وہ تباہی کے ذرائع کے اثرات سے بچتا ہو جاتی ہے۔  
چھپنے چھپنے میں انسانیت نے ایسے رولز سے مقابلہ کرنے کی غیر معمولی کوشش کی ہے۔

سب سے پہلے تو مسکین ترین قوموں نے قدم اٹھائے تھے جن میں سے وہ نے دنیا کے سامنے جنگ کو جرم قرار دینے کا ایک بالکل نیا طریقہ پیش کیا ہے۔ یہ وہ قومیں تھیں جن میں اور ریاست ہائے متحدہ۔

جون 1927 میں اپنے ترجمان مسٹر بی آئی (Bland) کے ذریعے فرانس نے ریاست ہائے متحدہ سے ایک نہایت جذباتی خط لکھا ہے۔ یہ اس بار کی دھمکے پر کی گئی تھی کہ کچھ بھی ہو، دونوں ممالک کے درمیان جنگ جنگ نہیں ہوگی۔

چند روز بعد ریاست ہائے متحدہ نے ایک مزید اسٹیج تجویز کے ذریعے جواب دیا تھا۔ سیکریٹری آف اسٹیٹ ایڈگم نے صریح جواب سے پہلے ہی باتوں پر حسیہ تعلیمی فرانس، جرمنی، اٹلی، جاپان، روسی، بیونس آئیرس، اور جنگ کے آنے کی صورت میں قانونی پالیسی کے ذریعے مسترد کر دیا ہے۔

مگر یہ اہم مباحث کے مطالعے کی روشنی میں نہیں جو امریکی تجویز نے اٹھائے ہیں۔ مسائل کے حل، جن کا سامنا کرنا ہوتا ہے، اور وہ نہیں ہوا کرتے۔ اپنے جواب میں، حبشہ، امریکا کے ساتھ بیونس آئیرس، اور اٹلی میں شریک تھے، انہوں نے باقاعدہ تحفظات کا اظہار کیا تھا، جو ان کے نزدیک ضروری مسائل ہوئے تھے جنہیں وہ قومیں بھی جن سے قبل کی گئی تھی، بشمول ضروری سمجھتی تھیں۔

مگر وہ، مگر باہرین قانون کی ایک بڑی کمیٹی کی دانش سے بچا کر رہیں جن کے سامنے اس بے حد پیچیدہ مسئلے کو پیش کیا جائے گا، پھر ہم یہی ابتدائی تقییش سے نہ ہٹ کر رہیں، اس بنیاد پر کہ اس کے ذریعے مباحث کی شرط میں تہیہ کے لیے، جو تمام قوموں کے لیے ہے، تو یہی کہ ایک ماحول ضروری ہے، اور ضروری ہوگا کہ ایسے مباحث تیار کیے جائیں جو نہ محفوظ کرنے، سے مل کر عمل آتا ہو، یا تھا کریں۔ یہ کام ایک دن میں نہیں کیا جا سکتا۔

مگر اس کے لیے جو کچھ بھی کہا جائے، اور یہ فیصلہ کرنا ہو، کام نہیں، اور ایک بالکل ہی مختلف معاملہ ہے جس کے بارے میں ہم ذہنی کمیٹی سے دست کر سکتے ہیں۔

میرے خیال میں، ہر ریاست کوئی اور سب سے نمایاں، اخلاقی قومی ادارہ ہے، اور ان کے ہاتھوں پہ نہیں، بلکہ خود جو امر ہے۔

لہذا، مجھے یہ نظر پڑتی ہے کہ ختم نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس کے کہ پہلے یہ معنی خیز واقعات کی طرف اپنی ٹیٹ کی قوت لگائی جائے، جو کچھ بھی ہو، اس کے دوران ہوئے ہیں۔

پہلا واقعہ مباحث کی شامت ہے جو پیرگ کی چین اور قونی کا گریس میں (16 سے 20 اپریل 1927) میں ہوئے تھے جو چیمبرلین کی حکومت کے تعاون سے ممکن ہوئی تھی۔ اس میں شامل ہونے

ہوائی کٹی جھونپے پر مشتمل ان رپورٹس پر ایک نظر: ان کا کافی سوا، جو کہ گھریلو میں پڑتی تھیں، وہ ان پر بحث کی جاتی تھیں، جن کے جھینڈے میں متعلقہ ہونے والی تقصیر کا خیر نس میں تفصیل سے مطالعہ ہو چکا ہے۔

ان رپوں کا موضوع ایک ہی ہے! امن بذریعہ تحیم۔ اس تحیم پر ہندوئی کی وجہ سے اس کے  
 سادات میں ایک درجے کی سرکھٹ، نفرت و رقوت پیدا ہو گئی ہے جس نے ان کو ویل انکی ٹیوٹ کی وجہ  
 کا باعث بنا دیا ہوگا۔

بہت سارے ماہرین تعلیم، اور محققانِ دینی، نے جو دینی بھرتے تھے، وہ تمام سب سے آئے ہوئے تھے اس طریقے سے اس جذبے کی سہولت کی جو ہمیں پیدا ہوتی چاہیے، اور جو ان کے لیے دینی گہائی، ہدایت کو ان کے تصور کے کام آتا چاہیے۔ اس پر ڈیٹنڈ کے کچھ مشاہیر اس مقام پر مامونوں نہیں ہوں گے۔

ڈاکٹر کاماری (Kamary) نے واضح کیا تھا کہ انسانی تہذیب کے خدمت گاروں نے ہمیشہ شدت سے تشدد میں شامل ہونے سے انکار کیا ہے اور قیاساً اردو "جنگ کے فوائد" کا مونی وجود نہیں ہے۔

یوہیمیا (Bohemia) سے آئی ہوئی سکون کی ایک استانی مس استیہ (Slendah) نے ایک تقیمی عجم کافی سرچشیں کیا جو، خلائی، سماجی، مذہبی، خاندانی، نفسی، جسمانی تشددوں، چھٹ "ختم" دیتا ہے۔

ہر دو ماہی درمی کے پروفیسر پریسکات (Prescott) نے ایک عنوان سے کہات دلچسپ انتہائی  
چٹل کیا تھا، جو لکھوں نے پسند کی ایک خاتون کی جگہ کے دوران تعلیم کے نتائج سے استفادہ کیا تھا۔ اس کے  
مباحثہ ضخیم دستاویزات بھی تھیں جن میں اس سال ماہ کا متن بھی موجود تھا، پھر دو ذریعوں سے جن کے  
جوابات حاصل کیے گئے تھے اس میں جراثیم تیز بات نظر آئی، وہ یہ تھی کہ لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کو  
اس میں زیادہ دلچسپی تھی (33 مقالہ 57)؟ اور کیا یہ سچے میں آنے والی بات نہیں کہ لڑکوں کی جتنی زیادہ عمر میں  
تھیں اتنی ہی زیادہ انھیں جگہ در فوجی خدمت میں بھیجی تھی؟

ہم سے آنے والے ایک استاد مسافر الگا (Franta) نے اپنے مشاہدوں سے کہا ہے کہ وہ لوگوں سے یہ سوال کرنے والی عادت بنائیں! بنی لوگ انسان کو جس نے زیادہ کھو بیچ دیا ہے، کانز (Gannes) کے قاتل، سفید اس غریب جھنی نے جس نے بکری پر فوراً سے ایک گل بتایا تھا۔

آئر میں French League of Nations Society کے سیکریٹری جنرل مسٹر پروڈھوم (Prudhommeaux) نے استادنہ امر، زمیں ایک مسکو و توخرید کیوے جس میں مذہبی اسباب اختیار سے مطالبہ کیوے کہ ہر قوم کو تصاب کی تمام کتابوں میں سے دو متن فارسی کر دینا چاہیے جو غیر مصیبتوں سے نفرت کا دعوت ہوتا ہے۔ "ماتوں فرانس کے علماء میں دو کہتا ہے، "جس دشمنی سے نفرت کرنا سیکھنا چاہیے۔" امن کی حکمرانی، تصاف کی حکمرانی ہونی چاہیے۔

٢٠٢٥ ٢٠٢٩ Commission on Mutual [Intellectual] Cooperation



اجہاں میں مسٹر میز (Gasares) کی تجویز پر سے ہی منظور کر لی گئی۔ یہ دفعات میں ایسے مختلف انداز میں اس کا خلاصہ دیا گیا ہے کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔

(۱) جب ایک قومی کمیٹی یہ سمجھتی ہے کہ ایک غیر ملکی مکتبہ اس کے اپنے وطن کے بارے میں اور اسکولوں کے نصاب میں استعمال کیا جانے والا ہو تو اس میں ترمیم ہونی چاہیے۔ لہذا اس بارے میں اس ملک کی قومی کمیٹی سے درخواست کی جائے گی جہاں یہ مکتبہ استعمال ہوتا ہے۔

(ب) اس نوعیت کی درخواست سننے کے بعد قومی کمیٹی پہلے تو یہ فیصلہ کرے گی کہ اس کو قبول کیا جائے یا نہیں اس کے بعد یہ فیصلہ کرے گی کہ مجوز و تراجم کے بارے میں مستحقین کو کیا طریقے سے کسی قسم کی دستاویز اور نئی نوعیت کی تراجمات کی جائیں یا نہیں۔ اگر یہ تراجمات کامیاب ہوتی ہیں تو کمیٹی درخواست کرنے والی کمیٹی کو رہنمائی دے گی کہ قومی کمیٹی کو مطلع کر دے گی، اور نہیں تو اس کی، یا کامیابی کے بارے میں کسی قسم کی تشریح کی یا کوئی قدم اٹھانے سے انکار کے بارے میں ذمہ داری نہیں ہوتی۔

Welsh Association کے سیکریٹری نے ترقیات کی تفصیلات بیان کیں، جو انہوں نے خود بھی نہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے Wales کے اسکولوں کے بچوں کے، بچے، خواتین، دوستوں کو بھیجے ہوئے، ایک وقت انگریز خط سے اقتباس پیش کیا۔

یہ نکتہ فریڈا کے ایک، مطلقاً فرانسیسی اسکول کے ایک مکتبہ نے بہت مفاتیح سے ایک قلمی کے ذریعہ واضح کیا ہے: اسکول مجلس زلفی کی چوری نہیں ہوتا، دیکھو (Deney) کے الفاظ میں اس کو "خود زلفی" ہونا چاہیے۔

آخر میں تفصیلات میں گئے خیر، ہمیں بین امدادیں اور بین زلفی خط کتابت کے بارے میں ان بے شمار پروگراموں کو یاد دہانا چاہیے جو جی بی کے مسٹر گارنیئر (Garnier) نے لکھی تھیں۔ ہمیں Gomenius [نہ جانیو کے اسکولوں میں تعلیمات کا ایک بہت مشہور پتہ تھا۔] پ کے کے مطالبے کو نہیں بھولنا چاہیے، اور ہمیں یہ اعتراف بھی کرنا چاہیے کہ ہم نے بہت ہی دیر میں دستاویزات سے غفلت برتی ہے۔

اگرچہ یہ تجویز ناممکن ہے، مجھے یقین ہے کہ وہیں کمیٹی اس قسم کے مسئلے سے بھی طبعاً واقف ہے، جس میں کسی کام کی قدر کا اعتراف کیا جا رہا ہے جو دیکھے چند، وہی امن کی ترقی کے مسئلے میں کیا گیا ہے۔

مگر آپ کے سامنے پیش کرنے کے لیے میرے پاس ایک اور دستاویز ہے، اور آپ دیکھیں گے یہ کسی طرح بھی کم اہم نہیں ہے۔

بہت دنوں سے تجویز یہ پیش کی گئی تھی کہ فرانسیسی اور جرمن اسکولوں کے درمیان ایک میٹنگ کی جائے، مگر اس کے راستے میں یہ طرح کی رکاوٹیں آئی ہیں۔ 25 جون 1926 کو German Teachers Union کے صدر، چورس اختیار کے ساتھ Dutch Bureau کی موجودگی میں فرانس کے سندوین سے ملے اور پھر رابطہ قائم ہوا۔ اسی برس کے ستمبر میں 26 مارچ کو جرمنی میں National Union

or Teachers of Teachers  
International Federation کے لیے مدعو کیا گیا تھا۔

General Teachers Union کے مرکزی دفتر میں 14-16 اپریل 1928 کو مندرجہ  
ذیل اداروں کی شرکت منظور کی گئی:

1. German Teachers Union.....  
150,000
2. National Association of French Teachers.....  
78,000
3. Dutch Teachers Union, Holland.....  
6,400
4. Another Dutch Association.....  
5,000
5. National Union of Teachers.....  
121,000
6. General Association of Bulgarian Teachers.....  
12,000
7. Swedish Teachers Association.....  
4,200
8. General Association of Czechoslovak Teachers.....  
26,000
9. General Association of Teachers - Baltic Countries.....  
3,900
10. Pedagogical Society of French Switzerland.....  
3,200
11. Swiss Teachers

Union

10,000

12. Polish National Union of

Teachers 35,000

13. Yugoslav Teachers

Association

13,000

14. Lithuanian Teachers

Association 1,000

15 Teachers Union of the Dutch East

Indies 1,500

Total

471,200

ان سینڈیگوں کی اصل تشویش بدلتی ہو رہی تھیوں پر معلوم کی جا سکتی تھیں: ان کی سب سے کم محویش یہ تھی کہ وہ دنیا کی طور پر غیر جانب دار رہیں۔

جیمز کے ساتھ وہ انجمن کے سیکریٹری کی چیز نے اپنے تئیں میں تعلیم دینے والوں کے فرائض پر زور دیا تھا کہ ”امن کی محویش کو نہ ہمارا، نہ یہی کیفیت، اپنی قوم انسان کے قانون سے۔“ انھوں نے مزید کہا:

”امن کی تعلیم دینا مدارس کا فرض ہے، انسان کی تعلیم ایک خود کھمے جسے کے سوا کچھ نہیں آرا اس کا اصل مقصد، امن حاصل کرنا نہ ہو۔ ہم سے خوب دیکھنے اور تصور کرنے والوں جیسا سوچ نہیں مولا چاہیے۔ ہم بچے کا امن کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اس کے باوجود ہمیں اس کی تکمیل کے لیے کام کرنا پڑتا ہے، نہ یہی ہے جو معلم کے کردار کو اعزاز ملتا ہے۔ ہم نے پیتاگورس (Pythagoras) [ایک سوشل معلم اور معلم] کے ”رہنما سوچ“ کے ساتھ رہتے، اگر ہمیں انجمن نہ ہوتا کہ ہمارا زمین فرض نوجوانوں کو امن کے تصور کی تعلیم دینا ہے، جو قانون کا نظام اور آزادی کا تصور ہے۔“

ایک آف ٹیٹرا رہتی موجود شکل میں ایک کم زور شروعات ہے، اور اپنی قوم انسان کو امن کے چہرے پر ہمدرد کرنے کی کوشش میں ہے۔ یہ ترقی کرے گی جب محرم کو حالت بہتر ہوگی، اور تعلیم ان کو اپنی اندرونی اور بیرونی بدعنوانی دور کرنے میں مدد فراہم کرے گی، اور آخر میں، جب وہ طاقت کو انصاف اور محرم کے

درمیان فیصلہ کن مائدہ سمجھنا چھوڑ دیں گے۔“

فرانسیسی کے نمائندے کی یہ معنی خیز معضلہ سوچی کے انکار میں، مگر خوشی سے لیون (Lyon) کے ایک فرانسیسی معتمد مسٹر پیرن (Mr. Piron) کے الفاظ سے اقتباس بھی شامل کرنا چاہتا ہے: ”میں بغیر کسی تکلف کے کہتا چاہتا ہوں کہ یہاں ہماری موجودگی ایک عمل ہے عقیدے کا اور ارادے کا۔ یہ بھائی ہندی میں آدمی کے عقیدے کی گواہی ہے۔ یہ اس حقیقت کی گواہی دیتی ہے کہ ہماری رائے میں بین الاقوامی اتحاد کے معاون حیم اپنی سازشوں کو بڑھانے میں ناکام ہو چکا ہے۔“

مسٹر پیرن نے فرمیتے ہوئے کہتے ہیں کہ فریضے پر فرانسیسی سرکار یہ بھول جاتے ہیں کہ فرانسیسی جمہوریہ کی دی ہوئی مذہبی غیر جانبداری کے معنی کا پُر جوش دفاع ہمہ فرغ ہے، جو قیمتی ضمانت ہے آزادی کی ہمارے ضمیر کی اور ہماری اپنی عقل کی۔ آج ہمیں سب سے زیادہ اس چیز کی فکر ہے: اپنے مشاہدوں میں طلبہ میں پورے ملک کے طلبہ میں امن کی محوِ دانش کی پندہ رشی۔“

لہذا ان حضرات، یہ ٹمروے امانت دے اس بین الاقوامی ادارے کا بغیر ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کے ان کو دلچسپی مشکوکات کی عین آگاہی کے، درویش مندی کے جس کا وہ ہمیشہ اظہار کرتے ہیں، اپنی ہمت سے وہ مہم کرتے ہیں کہ وہ اپنی خوش نشان کو ایک نظریے پر قائم کر دیں گے جس کا مطلب ہوگا فیصلہ کن ترقی۔ ذیل کہنی کس طرح کام ہو سکتی ہے اس قابل قدر کوشش کی ہمت افزائی میں؟ یہ رہنمائی ہو سکتی اس مدد سے، پہلی دنیا میں جو امن کی کسوفوں فرہم کر رہی ہے، جس کے ہر دل دہستے رہی ہیں جو پیسے نوجوانوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

## خطبہ — لڈ وگ کوئیڈے

### تحفظ اور ترک اسلحہ جات

اس مضمون میں چند مسائل پر بات کی جا رہی ہے وہ آج کی سیاست میں نہایت ناگ اور ناگوار ترین ہیں۔ ایک طرف سے یہ جنگ کاغت کے بنیادی مسائل بھی رہے ہیں۔ یہ کھلے خلاف کی نہیں کر اس مضمون پر ان دونوں پر ایک ساتھ بات کی جا رہی ہے اس کے برعکس، ان دو اعلانوں کا ممکن بھی نہیں ہے لیے کرداروں کا ایک دوسرے پر انحصار ہے۔

مردن عزیز، جبکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مجبور، جاد، خیال یہ ہے کہ ترک اسلحہ جات کے ذریعے امن کو محفوظ کیا جا سکتا ہے، اور ضروری ہے کہ امن پائمن اور تحفظ کے حصول کے لیے پہلے ترک اسلحہ جات کیا جائے۔ منظم امن تحریک کے ابتدائی دنوں میں یہی طریقہ مانا جاتا تھا۔ ہر ملکی اس تعلیم پہلے کا رہتا تھا۔

نشر: (Bertha von Sumer) نے ”تھیوریٹک“ کو اپنی مشہور کتاب کا عنوان قرار دیا۔ یہ کتاب دو کتاب جس نے ہم زعم جنس کے لئے اسے جس میں ہمارے مقاصد کا ہماری کامیابیوں سے کئی زیادہ پرچار کیا تھا۔ اس عنوان کا مطلب یہ تھا کہ ”پنے تھیوریٹک“ اور جس اس نصیب ہو جائے گا۔“

یہ کریڈٹ ہمارے اس تحریک کو جو ۲۰۰۰ سے جنگ سے پہلے اس نے دیا تھا کہ یہ ایک غلط فہمی تھی۔ فیکہ تھیوریٹک سے لیس میں ایک ہی آسانی سے جنگ میں ملوث ہو سکتے ہیں جتنے کہ ہمارے پارٹی تک تھیوریٹک میں اندر سے کہہ سکتے ہیں اتفاقاً ترکیب اس طرح سے بھی اس کاغذ رکھنے کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ ضرورت پڑنے پر تو دراصل اور بھی خود بخود تھیوریٹک میں جیا کرتے ہیں۔ جنگ میں بخش جانے والی غیر اسلحہ بند قومیوں کے ہتھیاروں کی بھی منتقلیوں کو بھی جتنی حد ممکن ہو بعد تھیوریٹک میں تبدیل کر دیتی ہیں۔

ان دو مسئلوں کے آپس کے رشتے تقریباً اسی ہیں کہ ترکیب اسلحہ جات کا انحصار نہ کی حد تک اس کی ضمانتوں پر ملتا ہے۔ خود پسے تحفظ، چھ ترکیب اسلحہ جات!

اسلحہ جات ضروری ہوتے ہیں، یہ وہی ہے جو ہمارے کہ یہ جنگ کے حقیقی یا تصوراتی خطرے کے باعث ضرورت کے بہانے کہتے ہوتے ہیں۔ یہ خودی دہ کے لیے فرض کر دیتے ہیں کہ بہترین صورت پیدا ہو جاتی ہے یا تصور کر دیتے ہیں کہ بین الاقوامی زعمی کے عادت اس کی پرتی گئے ہیں کہ جنگ کا وہی امکان نہیں رہا ہوگا۔ تب کسی کو غیر ضروری اسلحہ جات کے لیے ایک جیسے بھی طلب کرنے کی ہمت نہیں ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ جنگ، با خصوصیات شریعت ذیل، کا قیاس تھا کہ ”ترکیب اسلحہ جات تھیوریٹک ہوگا کہ جنس کا وہ کہ اس [اسلحہ جات] کے حصول کے طریقوں کے لئے ہونے کا۔“

مگر جس تحفظ کی بات کرتے ہیں وہ بین الاقوامی قانون بنانے سے ہی حاصل ہوگا، ایسے بین الاقوامی ادارے کے ذریعے جس کی بنیاد احوال اور قوانین کی بنیاد پر رکھی گئی ہو۔ جب تک اس قانون کے مطابق نہیں حاصل کیا جاتا (اسلحہ جات کی ہکالت کرنے والے جس کی ہکالت کرتے ہوئے ہیں) اس ملک کے عسکری تحفظ کو کمزور نہیں کیا جاتا، چاہے، اور جب تک ایسا نہیں ملتا اس وقت تک اسلحہ جات ممکن نہیں ہوگا۔

بمقامی وقت اس خیال کی بنیاد پر اس سے صرف نظر کر سکتے ہیں جب ترکیب اسلحہ جات کا یہ طریقہ موجود ہو جو عسکری تحفظ سے متعلق ہو۔ اسلحہ جات کے موجودہ درجے سے اس کی ابتدائی جاسکتی ہے۔ ایک بین الاقوامی معاق میں یہ طے کیا جاسکتا ہے کہ تمام ملکوں میں موجود اسلحہ جات ہمارے کتاب کے ساتھ کم کیے جاتے رہیں گے۔ عسکری تحفظ میں وہی تبدیلی نہیں ہوگی اس لیے کہ یہ موجود اسلحہ جات کے تناسب کی بنیاد پر ہی جاسکتی ہے۔ ہوسکا کتاب وہی جس کے تناسب کے مقابلے میں زیادہ تحفظ ہم نہیں دیتا۔ یہذا غیر محفوظ اس کے کہ اسلحہ جات میں کمی کی جاتی ہے اور تمام میں ایک تناسب کے ساتھ اسلحہ جات سے معذور کر دیا جاتے ہیں تو عسکری تحفظ پر کسی قسم کا منفی اثر نہیں ہوگا۔

منطقی اعتبار سے یہ صحیح طریقہ تو ہوگا، مگر یہ نسیات کے مطابق نہیں ہوگا۔ ہماری زعمی، با خصوصیات عوامی

نقد میں منصف کے مقابلے میں نفسیت زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔ جب حکومتوں کے درمیان بد عہدائی ہو، جب جنگ کا خطرہ دایرہ دار ہو، یا جو اس کے کہ منصف ایسا رد کر دیتی ہو کہ ترکیب اسلحہ جات مسکری تحفظ پر ہرگز اثر نہ نہیں ہوتی، وہ ترکیب اسلحہ جات پہ ہرگز تیار نہیں ہوں گی۔

بار بار ہمیں تجربہ ہوا ہے کہ امن کے حصول کے لیے ترکیب اسلحہ جات ہی پہ زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ 1898 میں نارویج کے مشیور فرماں (Rescript) میں کسی منظم بین الاقوامی قانون کا تذکرہ نہیں، صرف اسکول پہ پابندی کی بات کی گئی تھی۔ جنگ کے مخالفین اور چین اپنی اپنی اتحادی جانب سے یہی عقیدہ کی گئی تھی جس کی بنیاد پہ تنازعات کے پُر امن حل کے مسئلے کو دیکھ کر فرانس کے ایکٹلے پہ لاپس ہو گیا۔ یہی مشاہدہ اس کاغذ فرانس کے بارے میں بھی کیا جاسکتا ہے جو بیڑہ بینوں کی پہ دسمبر 1922 میں دئی بیگ میں کامیابیوں اور جنگ مخالف قوتوں کے درمیان تعاون کی تنظیم کے لیے بدلی گئی تھی۔ بیڑہ بین کے نمائندوں نے بھی چین کے لیے اس وقت یہ نئے مسائل تھے وہی کی باتیں کی تھیں جیسی کہ 1898 میں نے ترکیب اسلحہ جات کے ذریعے امن کے علم میں کی تھیں۔ یہ نہایت دلچسپ بات ہے کہ دوسری جانب، "Outlawry of War" تحریک کے محرک مسیورنس (Levinson) بھی نہایت بڑا طریقے سے یہ اعلان کریں کہ وہ جنگ کی اہم نہیں تھے اس لیے کہ انہوں نے ترکیب اسلحہ جات کے ذریعے امن کے حصول کی خواہش نہیں کی۔ امن کی تحریک کے بارے میں ہمیں قومی کم و اقلیت تھی اور ان کے نزدیک یہ عمومی فطری حق کا شائبہ قات تھی۔

جنگ کے کچھ ہی عرصے میں سلامتی کی اہمیت کے تصور کو بہت دور تک لے گئے تھے، اس نکتے تک کہ اس وقت تک ترکیب اسلحہ جات کا اعلان کرنا غیر ضروری اور بے کار ہے جب تک کہ اپنی امن حاصل نہیں ہو جاتا۔ یہ ایک نظریاتی تصور ہے جو تمام مذاق پہ غور نہیں کیا ہے۔ سلامتی کے نقطہ نظر، اس کے میں کمی بذات خود اقتصادی اور مادی اعتبار سے سمجھے۔ یہ پیش آتی مشہور ہے اور اس پہ اتنی بار بحث کی گئی ہے کہ سب اس پہ وقت ضائع کرنا غیر ضروری ہے۔ جس اتھارٹی ایسا رد کر دیتا کافی ہوگا کہ اس کے اقتصادی، سماجی اور عقلی اعتبار سے قوم کے وسائل پہ اس کے بجائے پورے ملک کے ہی مہم پہ نہ اوجھڑتے تھے۔

نگم میں سب کچھ نہیں ہے۔ ترکیب اسلحہ جات یا اسلحہ جات میں کمی بھی جس کا انحصار سلامتی کے معیار پہ ہوتا ہے، امن کے قیام میں مددگار ہوتی ہے۔ اسلحہ جات میں اضافہ بھی نہ ختم ہونے والی اسلحہ کی دوڑ۔ بذات خود جنگ کی امکانی وجہ ہوتی ہے۔ دوسری مسکری اور یہ واضح کرنا چاہیے ہیں کہ ان کا پیشہ بھی اہم ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ جو اسلحہ جات میں خوف ناک اضافے سے پریشان ہوتے تھے، اس خیال سے ان کے عادی اور مانع ہو جاتے تھے کہ جنگ ناگزیر ہو چکی ہے۔ وہ کہتے ہیں "راہنہائی خوف سے خوف ناک انجام سے بھترے"۔ یہی جنگ کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ اس میں کمی کی ہی ہر کوشش ایسا رو ہے کہ باقی خدمت کے حصول کی خواہش باقی ہے، اور اس کی برکامیابی میں اقوامی سطح پہ قانون کی حکمرانی کی حمایت کرنی

ہے۔

جنگ کے مخالفین میں سب سے آگے آگے ٹھہرنے والے جنھوں نے ہمیشہ ترکیب سمرجات کی میت پر نذر دیا ہے۔ وہ کہتے تھے، عام آدمی اس قسم کی جنگ کی مخالفت کو نہیں سمجھ سکے گا جو اسے پہنچائی ہوئی پابندی کے مطالبے سے غفلت رہتی ہے۔ اس میدان کی سترجی کا سیرابی بھی نہ لے گا۔ یہ بین الاقوامی قانون کی سب سے زیادہ دیکھائی دینے والی ترقی کے مقابلے میں زیادہ موثر ہوگی۔ یہ عظیم میں امن کے دوست، جیو کی طور پر فرانسیسی اور جرمن کے نمائندوں میں ایسے آنا (Emile Arnaud) اور افریڈ فیریڈ (Alfred Fried) جیسے لوگ شامل ہیں جنھوں نے اپنی کوششیں کا اہتمام زیادہ تر بین الاقوامی صحاف کی تنظیم پر رکھا ہے۔

ان محاسنوں کے علاوہ جو اس زمانے میں ایک بار نذر دہشت کی اور بنیادی سے لے کر ابھری ہیں، جب تک دنیا قابل مسافرت تنازعات نہیں بن جاتی، وہ مسنوں پر مذہب کی تکیہ نہ صرف مسافرت بلکہ ان کا ایک حصہ کے پر کمال انحصار کا اثر رکھی ہوگا۔ اب جس جنگ سے پہلے یہ ایک میں ہونے والی ترقی پر نذر دہشت غور کرنا ہوگا، پہلے تحریک سمرجات، پھر سلامتی۔

جب تحریک سمرجات پر غور ہو تو مسک پاریمان اور حکومت میں شامل جنگ کے مخالفین کے حالات کے درمیان امتیاز کرنا ہوگا۔ وہ جنگ کی مخالفت کرنے والے، سمرجات کے پیدا کردہ شدید خطرات کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ ان میں کی پر اسرار رہتے نہیں سمجھتے۔ ہم نے فرار اور دہشت کی ہیں اور عوام اور حکومت کو منسوب ہے۔ چش کیے ہیں۔ یہ سمرجات کے دوران حاصل ہونے والے نتیجے یہ تھا کہ سمیں میں کی کا سب سے اچھا اثر شاید ایک ہی طریقہ سے کہ بین الاقوامی میٹھی کیا جائے جس میں تمام طاقتیں شامل ہوں اور یہ اطمینان بھی ہو کہ قومی بحث کی وہ کمی ہے جس کے ذریعے اس میں تخفیف کی جاسکتی ہے۔ جنگ سے پہلے ہم دیکھ جو جنگ مخالفین میں سے تھے اپنے مطالبات میں خامی اعتباراں پسند ہو گئے ہیں تاکہ محکومے عمل مشیت پسند نہ کرنا جائے سکے۔ ہم نے اکثر ترکیب سمرجات کے بجائے "اسمیں میں حد بندی" کی باتیں کی ہیں، اور اس اصطلاح کی وجہ یہ ہے کہ یہ معاملہ کا گمراہیوں کے ایکٹ کے پر رکھی جا رہا ہے۔

اگرچہ میں خود اس کا خالق ہوں، مجھے ایک تجویز کا ضرورتاً رد کرنا چاہیے جو قبل از جنگ پیدا ہونے والے جڑتے ہوئے حالات کے بعد پیش ہوئی تھی۔ میں اس لیے ایسا کر رہا ہوں کہ وہ وہ، جو فیصلہ کرنے میں تاخیر کر رہا تھا، تجویز سمجھتے ہیں جو قبل از جنگ عرصے میں آئی تھی، اور جس کو سمجھنے سے بچا جا چاہیے تھا، اور جو مزید مطالعے کی بنیاد بن سکتی تھی۔ یہ تجویز بین الاقوامی ترکیب سمرجات کے ایک مسودے کے بارے میں تھی جسے میں نے 1913 کی International Peace Congress میں پیش کیا تھا اور بعد میں Conference of the Interparliamentary Union میں، جو انیٹ میں منعقد ہوئی تھی۔ وہ مسودہ اس طرح صرف بحث کے ذریعے جنوں کا توں قانع رکھنے کے بارے میں تھا کہ ان کی بحث قوانین کے موجودہ مسودے پر قانع رکھا جائے، ان میں، پھر یہی کے عرصے میں برمنگھم اپنی فیصلہ کے حساب

میں خود کار طریقے سے کی ہوتی رہے۔ اس کی تخصیص مٹائی گئی۔ ایک لاکھ کارروائی جاتی تھی جس میں تمام معاملات اور اس کے تمام ممبرانہ اختراعات پیش کیا جاتا تھا۔

گرچہ Interparliamentary Union کے تمام اراکین بہت بڑے اسیانہ کے تھے اور انہیں یونین ترکیب اور جات کے بارے میں بہت کم تھی۔ د'Estournelles de Constant نے 1912 میں مطالعہ یورپ کی جانب سے بنیاد میں جو رپورٹ پیش کی تھی وہ حکومت اور امور جات کی پیدا کردہ خرابیوں اور شعرات کے خلاف ایک ٹیریٹری کے طور پر دیکھی تھی، جس میں ان پابندیوں کی ٹریننگ کا تذکرہ نہیں کیا گیا تھا جس کے ذریعے اسٹیموں میں کمی کی جاسکتی تھی۔

اس کے ایک ہی دور، جب میں اپنا مسودہ تیار کر چکا تھا، لی بیگ میں ہونے والی Conference of the Interparliamentary Union نے مسکن کا سفید فیصلہ سے مطالعہ کرنے کے لیے ایک خصوصی کمیشن بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ فرانس کی جانب سے اس کے سربراہی ہونے والے جنگ Messimy کو سربراہی کی تھی۔ میں نے Erzberger کو جرمنی کا نمائندہ بنانے کا فیصلہ کیا تھا اس لیے کہ جرمنی میں Center Party کی حکومت رہنے والی تھی۔ مسودے کے مصنف کی حیثیت سے میں کمیشن سے منسلک کیا گیا تھا۔ جس کا رٹن کو اس کا ہیوم میں اس کا اجلاس ہونے والا تھا اسی دن جنگ چھڑ گئی۔

زور کے فرمان نے حکومتوں کو ترکیب اور جات سے ملنے پر مجبور کر دیا۔ لی بیگ کانفرنس میں ایک قرارداد تھی جو بے اثر تھی مگر بہت قیمت کی حامل تھی، اس لیے کہ اس نے ایک اصول کی شناخت کر لی تھی، حکومتوں نے جس کی پسے ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک قرارداد کے ذریعے متفقہ طور پر منظور کر لیا تھا کہ قوموں کی اقتصادیں اور معاشی بہبود کے لیے اسے پابندی لگائی جائے۔ جب تک صرف ہم ملحق جنگ کے مخالفین اس قسم کی باتیں کرتے ہیں وہی نوں، مابقی حالت چوٹی کی تھی، حتیٰ کہ لڈار سمجھا اس کا تھا۔ ہمارے پڑ پڑنے کے لیے یہ عامی بات تھی کہ اس حکومتیں خود ہمارے زمین کو مان رہی تھیں۔

لڈار کی بیگ کانفرنس میں جرمنوں کی بہت بڑی نے ترکیب اور جات کے سوال کو بھٹکے سے باہر رکھا۔ یہ طوفانی حکومت کے لیے ایک قرارداد کی منظوری کے لیے بھی بہت چال کی ضرورت تھی۔ کوئی بحث نہیں ہوئی۔ اس قرارداد نے اس قرارداد کی منظوری دی جو لی بیگ کانفرنس میں منظور ہوئی تھی اور حکومتوں کو پابندی تھا کہ وہ مطالعہ جاری رکھیں گی۔ "مطالعہ جاری رکھنا" نہایت نرم لہجے میں سخت بات کہنے کے مترادف ہے۔ وہ حقیقت، ان کی توشہ دیات بھی نہیں ہوتی تھی کہ جنگ نے مسودہ واقعات کو رد کر دیا تھا۔ آج کے حالات نے تو سب کچھ بالکل تبدیل کر دیا ہے۔

اب ہم جنگ سے پہلے کی سلامتی کے مسائل کو صرف دیکھتے ہیں۔

ایک طویل عرصے تک عملی طور پر جس عمل کا کوئی تصور کیا جاسکتا تھا وہ صرف مٹائی کی عداوت تھی۔ یہ دراصل پرانا طریقہ کار ہے، جو عظیم قابل عمل تنازعات کو مٹائی کی ذریعوں سے مٹائی ہوئی مٹائی مٹائی



عدالتوں کے سامنے لائی دیتا ہے۔ اس زمانے میں کافی کامیابیوں میں تھی۔ جب ڈاٹا کے معاہدے کیے جاتے تھے جن میں معاہدہ کرنے والی حالتیں پہلے سے وعدہ کرتی تھیں۔ یہ سب تمام تنازعات کو ڈاٹا عدالتوں کے سامنے پیش کریں گی، معاہدے جو نہ صرف عدالتوں کی تشکیل بلکہ ان کے طریقے کار بھی متعین کرتے تھے۔

جنگ عکالت کے بعد دور پر ایمان و علی کی قیادت میں ایسے معاہدوں کی بحث افزائی کرتی تھیں، اور ان میں یہ صدر کی رائے تھی کہ ان کی حدود میں نہ جاتی تھیں۔ اگرچہ یہ ایک وسیع بین الاقوامی مقامی بورڈ مستقل بین الاقوامی عدالت کا قیام تھا۔ یہ Interparliamentary Union کی جواس کی پیٹریا ہے، بذاتی کامیابی ہے کہ اس نے Descamp کے مسودے کی صورت میں ایک مثبت اشارش تیار کی ہے۔ اس مسودے کی بنیاد پر پہلی بین کانفرنس نے اپنا عظیم کنونشن منعقد کیا تھا۔

پہلی بین کانفرنس کے اس نتیجے کی سب سے زیادہ ضروری تھیں کہ اس میں جنگ میں کوہنے ساتھ بہ نہیں لے گئی ہے۔ کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ قضا کی کامیابی حاصل کر لی گئی ہے۔ کانفرنس کی قیادت میں بین الاقوامی عدالت کا استعمال اختیار کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ متعلقہ طاقتوں کے مخصوص کردہ ریاستوں کے درمیان تنازعات کو حل کرنے کے لیے قانونی طریقے اختیار کرتی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے استعمال کرنے کے لیے ایک معاہدہ کیا جائے، یہ تنازعات کے معاملے میں دونوں فریقوں کی ایک نئی ضرورت تھی۔ اپنی خواہش کے باوجود بھی کانفرنس کے تشکیل دیے ہوئے اور جنگ روکنے میں قابل قدر حیثیت کے حامل تھے اس کی بہترین مثال Dogger Bank کا واقعہ تھا۔

مگر یہ خدمت واقعی ضروری چیز نہیں ہے۔ دہلی بین کانفرنس کی سب سے بڑی خصوصیت اس امر میں پوشیدہ ہے کہ اپنی نوٹیشن کی حالت میں پہلی بار مہذب دنیا کی تمام ریاستوں کے نمائندے ایک ادارے کی تشکیل پر متفق ہوئے تھے جس کا مقصد آتی اس کی بنیاد پر بین الاقوامی تنازعات کا بندوبست تھا۔ یہ ایک عالمی بین الاقوامی ادارے کی ابتدا تھی۔ مجھے یقین ہے کہ صدیوں بعد جب بین الاقوامی قانون کی تاریخ نگہی جانے لگی تو اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا: پہلا حصہ ابتدائی زمانے سے انیسویں صدی کے آخر تک کا زمانہ ہوگا، اور دوسرے کی ابتدا پہلی دہلی بین کانفرنس سے ہوگی جو جواب تک حاصل کیا گیا ہے، اس کی بنیاد اس کانفرنس کے خیالات پر ہے۔

کانفرنس کے فوراً بعد ہی عدالت کو بنی بنانے کے مسئلے کے طریقہ رجوع کرنا تھا اس وقت دو امکانات سامنے تھے: ایک نئے عام کنونشن کے ذریعے بین کانفرنس کی حکمت، اور دوسرا، ایک خصوصی ادارے بنانے کا کیا جانا۔

پہلے طریقے کی 1907 کی دوسری کانفرنس میں پیش کی گئی تھی۔ پیش نامہ ہو گئی۔ دوسری ریاستوں کے مابین بہت سے خصوصی معاہدے ہوئے، مگر تقریباً سب میں ایک دفعہ پیش کیا گیا تھا جس کا مقصد قومی

وقار یا ریاست کے اہم مذاکرات پر اثر انداز ہونے والے سہولت کو ثالثی عدالتوں میں جانے سے روکا جا  
تا۔ کچھ مخصوص دلچسپ مقامات تھے جو Bryan کے طرز پر کیے گئے تھے ان کے تحت تمام مذاکرات کے  
ایمان بندوبست اور ثالثی عدالت کو مناسب انداز میں یک جا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

میں وساطت کے بارے میں بھی کچھ کہنا چاہوں گا۔ رفتہ رفتہ اس کا احساس ہو گیا ہے کہ امن کی پوری  
کے صرف ثالثی کی عدالت کے مفاد اختیار میں نہیں دیا جا سکتا۔ ثالثی عدالتوں کو ان معاہدات کے لیے  
استعمال کیا جا سکتا ہے جو قوت پوری چارہ جوتی کے لیے موزوں ہوں۔ مگر سب سے مشکل اور خطرناک کاغذ  
ان مذاکرات کے سلسلے میں ہی آتے ہیں جو قوت پوری عمل کے اصولوں سے متعلق نہیں ہوتے۔ یہ معاہدات  
میں، یہ فیصلے کرنے کے لیے کہ یہ منصفانہ اور سچ ہے، کئی مفاد کے پیش نظر ہر صحت کا طریقہ استعمال کرے  
کی ضرورت ہوتی ہے، اس کو متوازن سماجی حقائق میں دیکھا جا سکتا ہے۔ مہذبین اور انہوں کے  
درمیان خطرناک کاغذ جو پوری باتوں پر منتج ہو سکتے ہیں، عدالتوں کے بجائے وساطت کے ذریعے  
حل کیے جاتے ہیں۔ بین الاقوامی حلقے میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ بین الاقوامی وساطت کو بھی ثالثی کی  
طرح منظم کیا جا چاہیے۔

ہر جیٹین جنگ اس بات پر یقینی کر سکتے ہیں کہ ہم ان سب سے نوکوں میں سے ہیں جنہوں نے ثالثی  
کے ساتھ ساتھ وساطت کے نظام کے قیام پر بھی زور دیا ہے۔ 1905 کی لوٹرن (Lucerne) کانگریس  
نے فریڈرک فون (Fried-Quade) تحریک کی شکل دی تھی جس میں منظم معاہدات کی ضرورت کو طریف  
توجہ دینی تھی۔ اس سے بعد، 1912 جنیوا میں منعقد ہونے والی Union Interparliamentary  
کانگریس میں سر کووالفسکی (Kovalevsky) نے بڑی توجہ کے ساتھ اس فریڈ (Fried) کی  
طریف سے اس سوال پر ایک رپورٹ پیش کی تھی۔ پھر بھی میں یاد رکھنا چاہوں گا کہ اس کاغذ پر ہم توجہ دی  
گئی تھی۔ پارلیمنٹ کے زیادہ تر ارکان کو ابھی تک احساس ہی نہیں ہوا ہے کہ یہ مسئلہ کتنا اہم ہے اور امن کی  
پوری کے لیے کتنا جیادہ ہے۔

اگر بین الاقوامی معاہدات کے لیے کوئی منظم نظام کار جو رہتا تو شاید عالمی جنگ نہ چھڑی ہوتی۔ یہ سب  
ترکیب سہولت اور امن کی تنظیم کے ساتھ ملتی ہیں جو سب سے جنگ نے بانٹ لی تھی۔ اس سے پیدا کر دیے تھے۔  
یہ اس عقولیت سے ہوئے کہ ہم جنگ میں کچھ ایک ترکیب سہولت کا پورا کرنا چاہیں کہ جو اتنا ہی  
قبل از جنگ کے دنوں میں تھا۔ سخت اور مسلسل ترکیب سہولت اب سہولت ہے۔ عملی سہولتوں میں مسئلہ  
یہ جاننا ہے کہ کتنے درجوں میں ہم سب سے منظم کوہا میں کرنے کی کوشش کریں۔

جنگ کے دوران پاپائے انٹرنیشنل کمیٹی نے وہ سب کچھ جس نے بنیادی ترکیب سہولت کا پورا کرنا  
پیش کیا تھا۔ 15 اگست 1917 کے پنے خط میں انہوں نے کہا تھا کہ جنگ کے بعد ضروری ہوگا کہ طاقت کی  
جبر نہ صرف دینی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ اس کے بعد کوئی تحفظ نہ بعدوں کی طاقت

اور قانون کی حکمرانی کے لیے کافی بورڈ پارٹی ہوئے ہیں۔ ہمارے انھوں میں! جنگ کے امکان کے خلاف اسلحہ بندی نہیں ہوئی۔ یہ سخت نوعیت کے ترک اسلحہ جات کے ہمارے ہوتا ہے۔ آئندہ بڑی قوت ہوگی نہ ہوگی! ان سب کا تبادلہ ایک اندرونی پالیسی کی حالت ہوگی۔ سخت اور کھلی ترک اسلحہ جات کے متعلق دیکھتے اب صورت وفد کر رہا ہے۔ مقامی اکثریت و مشترکیت تاک اتحادوں کا نظام پیش کرتی ہے۔

جنگ کے بعد امن کے مقام اور ایک آف نیشنز کی تحقیق نے ترک اسلحہ جات کے سوال کو بالکل حل کر دیا ہے۔

مہدما سے قی دلف 8 ایک کے امکان کو ایک مخصوص درجے تک پہنچانے اسلحہ جات کو کم کرنے کی پابندی کے بعد رہائی کے مقام کا پانچواں حصہ کہتا ہے کہ زندگی کی ترک اسلحہ جات کا پابند ہو جائے گا۔ آفاقی ترک اسلحہ جات کا راستہ مہدما ہو۔ 16 جون 1919 کو آکسے گئے تھے نہ مہدما، جس پر Clemenceau کے دستخط تھے اتحادیوں نے بدنامہ مضمین اعلان کیا تھا کہ ان کا کوئی کام ہے کہ وہ صرف جیتنے کے ایک طرف ترک اسلحہ جات پر عملی اکتفا نہیں کریں گے۔

اگر ہم یہ سوال کریں کہ مہدما سے کس وعدہ شدہ ترک اسلحہ جات کس طرح پورا ہوگا اور وہ کون سے درجے ہیں جہاں تک اسلحہ بندی کی اجازت ہوگی، تو ہمیں مہدما سے کوئی کام کا جواب نہیں ملے گا۔ اس میں ایون کیے گئے جانے کے بعد طریقہ یہ تھا کہ منظور شدہ اسلحہ قومی سلامتی کی ضمانت دیں گے اور ایک نو دیے ہوئے قومی مقامات ہوں گے۔ یہ وعدہ جتنی نہیں، لیکن خاص طور پر متعلق تھا۔

پہلے مہدما سے قومی سلامتی پر غور کرتے ہیں۔ ایک آف نیشنز کے مہدما سے اپنے کے مسودے میں دس نے کہا تھا کہ اسلحہ جات اس درجے تک کم کیے جانے چاہئیں جو اندرونی خطرات کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہوں۔ ان کا یہ گرام واضح اور قطعی تھا: سخت ترک اسلحہ جات، جس کی تجویز پاپائے عظیم بین الاقوامی نے پیش کی تھی اور اب اقدم پسند (Bolshevik) بھی کر رہے ہیں۔ مگر مہدما سے کہنے کے لیے دس کا متن کی صراحت تھی کہ وہ تھا، اس میں "مہدما کی جگہ" کی جگہ "قومی سلامتی" کر دیا گیا تھا۔ یہ تو بالکل غلط بات ہوئی۔

مسکری بھٹے نظر سے قومی سلامتی کی ضمانت کے لیے اسلحہ کی مقدار دوسری طاقتوں کی اسلحہ بندی کے درجات پر منحصر ہوگی۔ جب بھی ان طاقتوں کے پاس جو قومی سلامتی کی تنظیمیں شامل ہوتی ہیں بھاری اسلحہ ہوگا، کہ جائے گا کہ یہ مہدما قومی سلامتی کے تقاضوں کی مطابق ہے۔ اگر یہ طاقتیں اپنے اسلحوں میں کمی کریں تو قومی سلامتی ان کی مثال پر عمل کرنے کی اجازت دے دے گی۔

جانچ کا یہ طریقہ ایک آف نیشنز سے گئے وعدے کی پس داری ہوگا۔ جو مخصوص حالات میں ایک کی کاؤس۔ امکان سے کہہ سکتی ہے کہ اس دس کے خلاف مسکری اسلحہ بندی کریں جس نے مہدما سے قومی خلاف ورزی کو سے۔ ہندوستان کو ایسی حالت میں ہونا ہوگا کہ وہ اپنی عارضی اشیاء کو ایک کے احکام کے جوئے کر سکیں۔

میں اس دفعہ کے حسن و قبح پر کچھ چینی نہیں کر رہا ہوں۔ یہ تو ہے، اگر بظاہر یہ اسلحہ جات کی موجودگی کو

قبول کر رہا ہے۔ مگر امن حدود کے اندر عام قومیت کے استحکام کا درجہ جتنا بلند ہوگا، ایک کواچی کی زیادہ عسکری قوت کی ضرورت ہوگی۔ ترکیب اسلحہ جات جتنا زیادہ ہوگا، ایک کی عسکری غریبیت اتنی ہی کم ہوں گی۔

ہم رے فنشوں میں، جانچ کے دونوں طریقے مانتے ہیں کہ اسلحہ بندی کی حدود کا انحصار ترکیب اسلحہ جات پر ہوگا۔

وہ جتنی حدود جو کسی ایک آف نیشنز کے عہد نامے کی دفعہ 8 میں نہیں تھیں، امن کے معاہدوں میں دی گئی ہیں: جنہی و ریونی ٹھنٹ خوردہ قوموں کے ترکیب اسلحہ جات کو عام ترکیب اسلحہ جات کا راستہ ٹھکانا ہوگا۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ باخبر چری دنیا کے ہر دوسرے کی سیکھ بندی کو مرکزی حاکموں کی صف میں لانا ہوگا۔

کوئی بھی یہ قیاس نہیں کر سکتا کہ ہمیشہ کے لیے اسلحہ بندی کے بنیادی اصول پر قائم رہے جائیں گے، ایک 1918 کے فائنل کے لیے ہوریم! منتویں کے لیے۔ یہ سچ ہے کہ فرانس کے وزیر جنگ میری (Maginot) نے دفاعی ورسٹی کی بنیاد نہ دفعہ 231 پر بتاتے ہوئے ہی کام نہ کیا تھا۔ مگر کوئی بھی جو اس کے پے پیڈو سے غور نہ کرے، ان سے تعلق کرے گا اس قسم کی باتیں چند ہی تک ہٹا کر ایک سال تک، کی جاسکتی ہیں، مگر ہمیشہ کے لیے نہیں۔ پس کہ یہ معاہدوں کی رو سے مدد دہانی کرے گا اور مرکزی حاکموں کی اسلحہ بندی کرنے کی اجازت دے گا، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کے ترکیب اسلحہ جات کو زمین اور قومی ترکیب اسلحہ جات کے مابین کے طور پر بھی لیا جائے گا۔

قرہ سب کے جنگ کا نین نے اپنی امن کاغذوں میں اس پر اصرار کے حق میں رائے دی تھی۔ یہ کانپہ فرانس، ڈنمارک، ناروے، ہالینڈ، سویڈن، لینڈ، پینڈ سب نے نہ مانے ٹوری میں حصہ لیا تھا۔

یہ قانونی جنگ کا نین پیرے لوگ جھے جنوں نے 'The standard of 1919' کے فارمولے کو پیش کیا تھا، یعنی، 1919 کے امن معاہدوں میں تشریح کردہ اسلحہ کے درجات کے مطابق۔ جنگ کا نین کا یہ جتنی پرورم نہیں، اس لیے کہ فعدری طور پر سخت درجے کے ترکیب اسلحہ جات پر اپنا حق محفوظ رکھتے ہیں۔ مگر یہی پرورم ہم ہے عہد سکاے اور معاہدوں کے تحت۔ جس کا اعتبار لیا جانے حاکموں کی ذمہ داری ہے۔

جنگ کے بعد سے سلامتی کے معاملے میں ہونے والی سب سے بھرپور ایک آف نیشنز کا قیام ہے۔ چینا، [اس کا] مہد نامہ اتنا وسیع نہیں جتنا کہ ہونا چاہیے تھا۔ جنگ کا نین کے لیے اس کی کم زوریوں پر نظر ثانی کرنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ [اس میں] ایک بنیادی عیب یہ ہے کہ جو مخصوص حالات میں یہ جنگ کو قومی مفادات کے تحفظ کے لیے ایک جائز طریقہ سمجھتا ہے۔ اگر کوئی قرار دے مختلف طور پر منظور نہیں ہوتی تو یہ تین اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے وہ طریقے اختیار کرتی ہیں جو ان کے نزدیک مناسب ہوں۔

مہد نامے کی اس کم زوری کو دور کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔ مجھے 1924 کا مشہور Geneva Protocol یاد ہے جس میں جنگ کو ایک جہ مقررہ کیا گیا اور اس کے دفعات بہت مفید سے بنائے گئے تھے جن میں تمام تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرنا۔ ذی قرہ روڈ کیا تھا۔ یہ پریوڈوں، جس کے لیے مسٹر پولس (Polis) اور مسٹر بیٹے (Bene) کی بنیادی کریمٹ دی جانا چاہیے، بڑے جوش اور جذبہ سے مشغول

ظہور پہ منظر کیا گیا تھا۔ جنگ کا خاتمہ سب سے پہلی جنگی کامیابی محسوس ہوئی تھی۔

جس 1924 کا پندرہواں فروری کوٹیا: برطانیہ کی قیادت پرستہ کامیونڈ رائسے کنڈ منڈ Ramsay (MacDonald) کی کامیونڈ سے بدل دیو گیا؛ سلطنت کے حق مرنے یورپی معادلات میں جھنے کے خلاف احتجاج تیرا؛ اور برطانوی حکومت نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ پندرہواں فروری کوٹیا: برطانیہ میں مثالیں لیاوت حربے نہیں تھیں اس کے برعکس، برطانیہ یہ ان کی توانائی کا تازہ ثبوت فرہم کرتا ہے۔ بہت ہی تھوڑا جوئیگ آف ٹیشنز یا ریسے عائد کے سامنے پیش کی گئی تھیں ان کا مشورہ منظر قدم ٹرائیوں کے پرامن حل کی ضمانت دیتا ہے۔ فارمولے تبدیل ہوتے رہتے تھے خیالی ہی رہتا ہے۔ Committee on Arbitration and Security، جسے Preparatory Commission for the Disarmament Conference نے قائم کیا تھا، مشورہ آد جسے یک نے 1928 کے نام تہہ: General Act میں مثالیں کرہ ہے۔

فرانس میں یہ خیوں عام سے کہہ کر اسے اس بات سے پسے ملاتی کی ضمانتوں کی تھیں ہوئی چاہیے۔ فرانس میں کہتے ہیں کہ دوبارہ اپنی فوج کی قوت پر بحال ہونے والا جرمنی جنگ کے نتائج کے جذباتی غلبے کو بے اثر کرنے کے لیے یا تو پرامن طریقہ اختیار کرے گا یا بد کے کی جنگ شروع کر دے گا۔ جرمنی کے قوم پرستوں کی جانب سے ہونے والے مظاہروں نے اس کشمکش میں اضافہ کر دیا ہے۔ فرانس کو خفیہ اسلحہ بندی کی اطلاع ملی ہے۔ فرانس میں جیل سائز میں اور خفیہ مہانظروں کے ساتھ تھوڑا تھی شکایت بھی ملی ہیں۔ میں اس مضمون پر اس موقع کے پیش نظر کھل کر بات کر سکتا ہوں کہ میں جو تھوڑے کون گاس کو قبول کیا جائے گا، اس لیے کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے جرمنی کی خفیہ اسلحہ بندی کے خلاف تحریک چلائی تھی اور 1924 کے مارچ میں ہانڈ (Bavaria) میں نافذ ہیرمنسی قوانین کے تحت مجھے میونخ میں جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔

میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ خفیہ اسلحہ بندی بے انتہا مذمت کے قابل ہے اور ان ریس کا ثبوت ہے جو کسی طرح بھی اس سے کاری پاسی سے قابل مسالوت نہیں، جس میں پارلیمنٹ اور عوام کی بڑی اکثریت جس کی حمایت کرتی ہے۔ پھر بھی، جنگ کے تناظر میں دیکھا جائے تو، عملی طور پر اس غیر قانونی اسلحہ بندی کی مادی اہمیت صفر کے برابر ہے۔ دونوں آزاد تھیں اباب اقتدار کی پیڑوں کو چھپا کر کہتے تھے اور اس وقت بھی، اگرچہ یہ بڑا خطرہ تھے، مگر وہ ان امن کے لیے، جمہوریہ کے لیے اور آئین کے لیے، دوسرے ملک کے لیے یہ خطرہ نہیں تھے یا خصوصاً فرانس کے لیے تو بالکل ہی نہیں۔ علاقہ ورنائی کے مطابق جرمنی کھل طور پر بھاری سلیح نہیں رکھ سکتا۔ نہ ان کو خفیہ طور پر تیار کیا جاسکتا ہے۔ عمرید صنعتوں میں بھاری گولے بھی نہیں بنائے جاسکتے۔ لہذا، جنگ کی خفیہ تیار کی کی باتیں محض پکا منہ بے وقوفی تھیں۔

بدلے کی جنگ کے پیراز قیوں خطرے کے خلاف فرانس کی ضرورت ہمارے خصوصی سلامتی کو 1925 کے مارچ معاہدے نے حل کر دیا تھا۔ اس پر تفصیل سے گفتگو کی ضرورت نہیں۔ میں کی

بھارت میں لکھنؤ میں ہوئی تھی، اور سرے سے نزدیک اس پر زور دیا جانا ضروری ہے۔ گورنر جنرل کے نقطہ نظر سے سب سے اہم نتیجہ یہ تھا کہ برطانوی نے برطانوی کے مطابق نہ خود اپنی مغربی نہ حدوں کی نشان دہی کر دی تھی۔ لوکارڈ کے بعد سے مغربی اور مرکزی یورپ کی علاقائی اس حد تک فراہم کر دی گئی تھی جتنی کہ معاہدے میں ضمانت دی جاسکتی تھی۔

یہ 1928 میں بین۔ قومی سلامتی کی ترقی کے لیے فیڈرل اسمیت کا ایک واقعہ ہوا: یعنی کیلنگ معاہدہ ہو گیا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ معاہدہ وہاں بیگ کانفرنس کی تقریروں کی طرح جس نے سطح ہند کی خدمت کی تھی ایک اعلان سے نیا دہ نہیں، جتنی ایک اصول کی تصدیق ہے۔ پھر بھی، یہ حقیقت ہے کہ جنگ سے دست برداری کا اصول ایک اہم قانونی پامی کا جسے تمام ریاستوں نے بذاتِ خود کی سمیت کے ساتھ برکاتِ ظہور پر باقاعدہ جاری کیا تھا۔ آپ یقین رکھیے کہ ہم وہاں اعلان کا فائدہ مند استعمال کریں گے، حکومتوں کو یاد دہانے اور دنیا کے خواہ کو جانے کے لیے، کہ ایسی حکومت کی وفاداری سے انکار نہیں ہے جو معاہدے کی خلاف ورزی میں جنگ کا اعلان کر دیتی ہے۔

اور اب بھی، یہ نیا ایک معاہدہ: بین۔ قومی قانون کا ایک نیا مہم شروع کرے گا، یا یہ بھی ممکن ایک واقعہ ہوگا اس کا انحصار نتائج پر ہوگا دستخط کرنے والے جس کی توقع کریں گے۔ گراہی کو یک ہے وقعت تجربے نہیں ہوا ہے تو کیا ایک معاہدے میں خدائے کیے جانے چاہئیں! پسے تو یک آف پینشنز کے معاہدے پہ 1924 کے پرنسپل، یا General Act 1929 کے جذبہ کے تحت نظریاتی کے ذریعے اور معاہدہ ترکِ اطاعت کے ذریعے تیسرے نظریاتی ریاستوں کے آئین "قوانین سے جنگ کرنے کے حق کے اعلان کے ذریعے! جیسے criminal law میں ترمیم کے ذریعے جو جنگ شروع کرنے کو جرم قرار دے گا پانچویں، ایک قومی اور بین۔ قومی قسمی پورے کے ذریعے جو جنگ کو غیر قانونی قرار دے جانے کے تصور سے ہم ایک موہ

اب اس تاریخی اور تجربی تجزیے کے اثر میں اس کہانی کا سب سے دلچسپ حصہ آتا ہے۔ ہمیں معذرت کرنا اور قوت دہانی چاہیے اور موجودہ حالت کو بھانپنا چاہیے! ہمیں اس امر کا لحاظ کرنا چاہیے کہ ایک نے کیا حاصل کیا ہے اور ترکِ اطاعت معاہدے میں کیا مکمل چھوڑ دیا ہے۔ پھر مجھے وقت کی تنگی اس سوال کی تفصیلات میں جانے کی اجازت نہیں دیتی۔ مجھے محض نو پنے مشاہدوں کے خد سے ایک محدود رجحان ہوگا۔

میرے خیال کے مطابق اس زمانے کی بین الاقوامی سیاست میں سلامتی اور ترکِ اطاعت اس سے کہیں زیادہ اہم ہے جسے ہم نے کہہ سکتے ہیں کہ قیاس کیا جاتا ہے۔ جب 1924 کا پرنسپل منظور ہوا تھا، اس وقت کسی نے شبہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ ترکِ اطاعت کے ساتھ امن کی ضمانت بھی ہوئی چاہیے۔ اگلے برس کے لیے ایک بین۔ قومی ترکِ اطاعت کانفرنس کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ یہ دست مائے سحر، مذہبی اور فنی تھا جو ایک کے رکن نہیں بنے تھے اس میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی تھی۔ کانفرنس ایک ہی سے دوسرے ہی، کئی بار

مٹوئی کی مٹنی۔ اب واپا لاکھ ۲ فروری ۱۹۳۲ کو منعقد ہوئے اور ان ہے۔

اب Preparatory Commission نے جو ترکیب اسلحہ کا غرض کار و متر حادف کرنے کے لیے قائم کیا گیا تھا، بین ارتقائی مباحث کے ایک لیے مسودہ تیار کرنے کی کوشش کی ہے، جس میں شریات کی شمولیت کو ترکیب اسلحہ کا غرض کی صوابدہ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

اب پر پھر نومبر ۱۹۲۷ کے بہار کے موسم میں ہوا تھا۔ میں نے "The First Step toward World Disarmament" کے عنوان سے ایک یا دو اشت تحریر کی تھی، جو German Peace Cartel کے مدد جماعت پر تیار کی گئی تھی، در International Peace Bureau کے ذریعے ایک کے بغیر کو روانہ کر دی گئی تھی۔ Preparatory Commission کا کام دسمبر ۱۹۳۰ میں مکمل ہوا۔ ۱۹۳۱ کے پہلے میں Friedennswarte کے مسنے کے ہے میں نے مذاکرات کا نتیجہ دیکھنے کی کوشش کی تھی، جس میں مذاکراتی کے اہم نکات اور نتائج بھی شامل تھے۔ اس موقع پر میں صرف اہم نکات اور ان سے متعلق سوالات کے بین الاقوامی مسئلے کا خاکہ کروں گا۔

یہ امر معنی خیز ہے کہ مسودے کے پہلے آرٹیکل میں ترکیب اسلحہ جات کے مباحث کا مقصد "جہاں تک ممکن ہو" اسلحوں کی حد بندی مباحث مٹنی۔ یہ جملہ "جہاں تک ممکن ہو" کی جگہ قابل خدمت گت سے جب اس کو ترکیب اسلحہ جات کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے، جو ایک آل نیٹو کے مہم ما سے کے آرٹیکل ۸ میں بازی قرار دیا گیا ہے اور جب امن کے معاہدوں میں دیے گئے وعدوں کے مطابق ترکیب اسلحہ جات کو رفتہ رفتہ معاہدوں کے اسلحہ بندی کے دفعات کے مطابق کیا جاتا ہے کہ ترکیب اسلحہ جات کی عمولی توقعات پائی ہوں۔

فرانس اور اس کے اتحادی ترکیب اسلحہ جات کی سخت کر رہے ہیں۔ فرانس کے مطابق اس نے ترکیب اسلحہ جات پر عمل کر دیا ہے اس لیے کہ اس کی ممکنہ خدمات کی خدمت گت کر چکا ہے۔ مٹنی ہے۔ مگر تنگو و ہار فون میں اضافہ تو اس کو ہے اثر کرتا ہے مایک بار پچہ ہم مننے ہیں کہ ترکیب اسلحہ جات پر اسی وقت غور کیا جاسکتا ہے جب فرانس کو مکمل سلامتی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہاں سلامتی سے مراد وہ سلامتی نہیں کی جاتی جو امن کے قانونی حصول سے حاصل ہوگی، بلکہ یہ عسکری سلامتی، اپنے طرف سے ہندی کا حدود وغیرہ ہے۔ لہذا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمیں اسلحہ بندی کرتے رہنا چاہیے جب تک کہ ترکیب اسلحہ جات کرنے کی حالت میں نہیں آجاتے۔ اس قسم کا ایک طرفہ نامی قومی انداز نظر اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ امن کی سلامتی کے لیے "کی جانے والی ہر قسم کی قومی اسلحہ بندی کو ہمسایہ ریاستیں یا اس کی دشمن دھمکی یا امن کے لیے خطرے پر محسوس کریں گے، جب کہ وہ ان کی جانب میں ارتقائی ترکیب اسلحہ جات دیکھیں گے کہ ترکیب اسلحہ جات کے ذریعے ہر ایک کی سلامتی کا باعث ہوتا ہے۔

جب تک فرانس کی بار تر سے عامہ ترکیب اسلحہ جات کو سلامتی کے ایک طرفہ قومی انداز نظر پر منحصر قرار دیتی رہے گی، اس سب سے میں کوئی پیش رفت ممکن نہیں ہوگی۔ جب تک مجموعہ صواب کے سبب کوشش غلط کی

بازی گری نہیں سمجھا جاتا، کوئی بھی معاہدہ ممکن نہیں ہوگا۔ 1928 میں منعقد ہونے والی ایک آف نیشنز کی اسمبلی نے لندن کیساتھ کر اب سلامتی کی حالت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ اسٹیموں میں کی اور حد بندی کے لیے ایک ابتدائی معاہدہ کیا جائے، یاد رہے کہ جوین قوانین سلامتی میں بھی اضافے کا باعث ہوگا۔

کچھ نہ سمجھتا تھا، نہ بھی جوہر منکوری حاصل کرنے میں کامیابی تھی۔ یہاں قدر معقول ہیں کہ ان پر اندازہ کوئی نہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرا ہمارا یہاں خصوصاً اس تجویز کی طرف ہے جو تہیت یافتہ ملک کے لیے مخصوص فوجیں یا ہر سال نئے بھرتی ہونے والے افراد کی تربیت، ان کے عرصہ خدمت، اور بڑی، بحری اور فضائی فوجوں کے تمام تنسیروں کی خدمت سے متعلق ہے۔ کچھ ممبران خیالات کو پیش کرنے پر کوئی خاص بحث نہیں رہا چاہے، اس لیے کہ وہ جن کی کے مفاد سے پیدا ہوئے تھے، کہ وہ چاہتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو جوہر کے تمام ملکوں کی اسلحہ بندی اس کے پیمانہ کی سب سے اس حیثیت میں تہدیلی نہیں ہوتی کہ تمام دنیا کے جنگی زمین بھی چاہے ہیں۔ ایسے ہی مظاہر فراموشی امن سہرانیوں کے مستقل وفد نے بھی کیے تھے اور Directorate of the International Peace Bureau نے بھی کئی امن سوسائٹیوں سے بھی کچھ کہا ہے۔

برطانوی وفد نے بھی، جو 1927 میں نہائی کی طرف جاری کر رہا تھا، 1929 اور 1930 میں ایسا نہیں کیا۔ رابنسیس (Cecil) نے بھی نکات پر اپنا موقف تبدیل کر دیا تھا جس میں تربیت یافتہ فوجیوں کا سوال بھی شامل تھا تا کہ فرانس سے معاہدہ ہو جائے۔ بدھانیہ کے جنگی زمین بھی جو "standard of 1919" کی تجویز میں پیش پیش تھے Preparatory Commission کے بارے میں نہ ممبران وفد کی مادی سے مارا نہیں ہوئے تھے۔ رابنسیس کے زیر اثر، وہ اس خیال سے زیادہ قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے تھے کہ انفرانس کو کچھ نہ کچھ ضرورت حاصل کرنا چاہیے۔ بدھانیہ کی کافی کیوں نہ ہو وہ وہی کہتے تھے کہ کچھ نہ ہونے سے تو بہتر ہی ہوگا اور یہ عمل، قانونیت کے مقابلے میں ایک عظیم بنیادی پیش قدمی ہوگا، جو اب تک موجود ہے، اور کمر، کموونینٹو اور ایمر ہوئی جس پر قیصر شروع ہو۔

میں اپنے یہاں کوئی دوستوں کی یادداشتیں سمجھنے کے لیے بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں جو اس خیال سے متعلق ہیں۔ وہ اس امر کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اگر انفرانس اسلحہ بندی کو معاہدے کے ذریعے کم و بیش موجود حد تک روک دیتے ہیں کامیاب ہو جاتی، جس میں کوئی خاص بہتری نہ ہو تو پوری دنیا میں گہری مادی و جنگی پیدا ہوگی، خصوصاً جدیدی میں، اور یہ بھی کہ محو خدمتی کے اندر جو اثرات سب کے ہیں ان قوانین کا خطرہ میں وہ بدی اہمیت کے حامل ہوں گے، اور بد اثر زمین، قوانین مسابقتی کوششیں کے عمل کو خطرے میں ڈال دیں گے۔ ایسا نتیجہ ایک مؤثر تحریک کا باعث ہوگا جو زمین کی ایک سے حاصل اور مقامی و مقامی سے ترکیب اسلحہ جات کی بہت بدداری کی شدت سے دوکات کرے گی۔ ضروری نہیں کہ میں مزید نتائج کی نشان دہی نہیں۔ بہت سے معاہدات ہوئے۔ بہترین حالت کے باوجود بھی۔ ایک عرصے تک فروگنا ممکن نہیں ہوگا۔



میں تذبذب میں ہیں کہ Preparatory Commission کے تحت رہنمائی کے ساتھ ساتھ چل کر پہلے  
 تک پہنچ سکیں ہوگا بھی یہ نہیں۔ اس کے بعد سے تھیں تعلیمات سے ملنے کے لیے ایک معاہدہ ہو جانا  
 چاہیے۔ اگر یہ معاہدہ مسکری ساز و سامان کو پھیلنے کے قوی و قرار کو بہتر بنانے میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے  
 تب بھی ریاستوں کے سمجھنے کے درمیان ایک قابل قبول تناسب حاصل کرنے اور پچاس سے زیادہ  
 ریاستوں کی شمولیت مراد کرنے کا کام، جس میں بھرتیوں اور مستقل فوجیوں پر بھروسہ کرنے کی شمولیت  
 مراد کرنے کا کام شامل ہے، باقی رہ جاتا۔ مجھے خوف ہے کہ یہ کانفرنس اس کو حاصل کرنے کے قابل نہیں ہو  
 گی۔ مگر ہمارے پاس نہیں ایک ہی تناسب ہے جو سب کو اچھی طرح قبول ہوگا: مغرب کا۔ لیکن، تحقیق  
 طور پر یہ کانفرنس مکمل ترکہ امور جات نہیں کرانے کی بھڑک ہے کہ شمولیت پر ہمارے کوئی نتیجہ نہیں ملے  
 گا۔ کانفرنس کو اس معاملے میں کام نہیں ہونے دیا جانا چاہیے تاکہ Preparatory Commission کا  
 تجویز کردہ پیچیدہ نئے کامیاب نہیں ہوتا تو کوئی آسان طریقہ کار تیار کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے، مثلاً،  
 ایک ایسا تناسب کی کمی ہے، جو موجودہ اسلحوں کی بنیاد پر ہو یا چند ایسا نہیں ہے۔ یہ حقیقت کہ یہ وہی وفد کی  
 تجویز کے تحت بنوایا ہوگا، اس کو بدیشان نہیں کرے گی۔ اس کا اعتراض کیا جانا چاہیے اور ساتھ ہی ساتھ اس  
 امر کا بھی کہ حتمی ہدف جس کی کوشش کی جائے، وہ دنیا کے سمجھنے کے درجے کا ہو اور جو اس معاہدوں کے  
 دفاعات میں شامل ترکہ امور جات کے مطابق ہو۔

حال میں یگ آف نیشنل سوسائٹیوں میں ہونے والی ایک بحث میں خوش آمد ترقی ہوئی ہے۔  
 آرڈیننس نے تجویز پیش کی ہے کہ اس کے بعد میں مجموعی طور پر چکیں فی صد کی کر دی جائے۔  
 Executive Committee of International Federation of League of Nations Societies  
 کے قائم کیے ہوئے کمیشن نے، ان کی کی مداخلت میں، جس کا اجلاس جن میں 21 اور 22 مارچ کو ہوا تھا،  
 سلامتی کے مزید سطحی معیار فی انیمس شمولیت کا اعتراض کیا ہے (یعنی، قومی قانون کے مطابق، نہ کہ مسکری  
 سلامتی کا)۔ پھر بھی اس نے Disarmament Conference سے یہ کہتا ہے کہ اس میں کمی کی جائے  
 دو جو سلامتی کے ان تمام سوالوں کے، جو ابھی تک اٹھائے جاتے رہے ہیں۔ کمیشن نے، راسمیل کی  
 اس کے بعد میں چکیں فی صد کی کی تجویز کو جن معنی کی تجویز سے منسلک کیا جس میں یہ کہتا ہے کہ امن  
 کے معاہدوں میں وہی معنی تجویزوں کے مطابق اس کے انفرادی عنصر (افرونی قوت اور جنگی ساز و سامان)  
 پر پابندی کی ابتدا کی جائے۔

آخر میں میں ترکہ امور جات کے پورے تصور پر ہونے والے ممکنہ اعتراض پر غور کرنا چاہیے۔ غائبانہ  
 وقت قریب آنے والا ہے (یہ شاید آچکا ہے) جب ٹیکنا جی میں ہونے والی ترقیات فوجی امور فوجوں کے  
 انہوں، توپوں، گھات بارود اور دھماکے جتنیوں کے بار، بحریہ اور فضائی پتے وغیرہ کو بالکل بے کار کر دیں  
 گی ماس لیے گرامائے سے لڑی وائی جنگ، محاذ کے پیچھے سے لڑی جائے اور اہل جنگ میں ہونے والے

# ارستق برى آل گستاف اسٲرلے مان اعلان تجليل

میس آج بھی آئندہ برس قبل کا وہ دن تھا اچھی طرٲ پر دے، جب چار طرٲ پر سول بمک دنیا میں بن چٲ  
کی خوف زدہ کر دیے، لی آوازوں، مرتے سٲوں کی کرب ماک چیخوں، بے کس والدین اور بچوں کی سٲے  
میں، رشتہ داروں کی مٲوں پر آؤد پاک سے کٲچی رخی تھی۔  
اچانک پھر دور دراز کا محبوب تھیں ہوتی، تو پٲوں کی تھن رٲ مٲر ہوئی، اور ماٲا بل تھیں و اتھرا ہوا مٲا۔  
جنگ ختم ہو گئی تھی!

یورپ نے پٲر سانس لیا، اپنا سر اٹھایا، شہر کر جنگ کے انہاس میں نٲ، مدربی اندر سٲتے ہوئے  
لحمائی کھنڈروں کے قویوں، "اس اٲق کی جانب دیکھا جہاں سے دن طوٲ ہو رہا تھا۔ مگر دن جہ نہیں  
لنک سٲوں مٲوں گھنے سیاہ دلی گھر گھر آسے جھٹھا طوفان زدہ آسمان آیت جہ سے دیواری جہ پر شان کر  
دیے و بے مٲے لال رہا تھا۔ گویا، قٲ کھڑا آئے، بے سٲرے کے نکار مٲ تھا۔ یہ مٲ، انسان  
کے ذہن میں فریب کار شہادت مٲیت کر جاتے تھے جن سے افسردہ بے چینی جنم پٲی ہے۔ خوف فاسب  
آجاتا ہے۔ حکمت کی حالت گھراں ہو جاتی ہے، قوموں کے درجات کے درمیان تہہ و ربہ مٲی پڑھتی ہے،  
[اور] لی زمین میں صرف خار دار پودے ہی اُگتے تھے۔ دشمنی کی پیدا ہٲی، مزہ پڑھتے ہوئے عدم تحفظ  
اور خوف کے باعث تمام اقدامات کو فالح ہو جاتا ہے، جو سٲر جسم کی فاس غلطی کی راہ ہموار کر دیتا  
ہے۔ [اب] ایک در جنگ کی باتیں ہو رہی تھیں۔ یہ ایسا ہے گویا دنیا، جو [تہائی کے] عار کے پٲر مندر کر  
نیچے جہاں کٲ چٲی تھی مٲر آخری مٲے میں اپنے آپ کو محفوظ زمین پر کھینچے مٲی تھی، ایک بار پھر خوف ماک اندر

حیرے کی گہرائیوں میں گھنٹی لیے جا رہی ہے۔

کیا فریابی ہے؟ کیا تم ہو گئے ہو؟ نیک انسانی خصوصیات صرف من کے اچھے ہی میں آگ سکتی ہیں؛ بدداشتہ احمقانہ جذبہ رحم، دنیا کو سنے سرے سے جانے کی نیک خواہش میں تعاون۔

تباہ کن جنگ کے بعد مغربیوں پر فاتحین کی جانب سے دولت آمیز شرائط چھوڑنے سے امن کا بعد بہت بہت آسانی سے پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس شرائط بعد میں ایسے ٹھہرتی ہیں جو چپ کر ایک نئی جنگ کا روپ دھار رہتے ہیں۔ دوسری (Versailles) کا مین بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں۔ جنگ کی آوازیں جتنی طویل اور جوں کا توں ہوتی ہیں، اتنی ہی سخت شرائط چھوڑی جاتی ہیں؛ ابتداً جب بالآخر جنگ ختم ہوتی ہے تو مطالبات زیادہ مشکل، حکماً قابلِ حکیماں بھی ہو جاتے ہیں۔ مغرب پر اس کی مدد حیرت سے زیادہ حیرت صرف زیادہ دشمنی پیدا کرتا ہے اور ان تمام کی چٹائی بڑھاتا ہے۔ فاتحین جب وہ معاہدہ جو ان کے نزدیک منصفانہ ہوتا ہے، حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے تو انھیں اپنی اپنی بات کہتی ہے۔ اس میں عدم تحفظ اور کمزوری کا خوف بھی شامل ہو جاتا ہے۔ جب مطالبات پورے ہوتے نظر نہیں آتے تو جبر سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ مشکلیں آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہیں، اقوام یک دہ سے زیادہ ہوتی جاتی ہیں، اندر تحفظ خوف، تشویش سے سطح بندی کی پیدائش ہونے لگتی ہے۔

یہ 1923 کی وہ تصویر جس میں جنگ کے ختم ہونے کے چار برس بعد کا یورپ دکھائی دیتا ہے۔ جب جرمنی نے خود کو تادم دینے سے معذور پایا، فرانس جس کا حق درحق، تو فرانسکی فوجیں Ruhr میں داخل ہو گئیں اور اس پر قبضہ کر دیا۔ اس کے نتیجے میں پورے یورپ میں تمام مصنوعات کی پیداوار بند ہو گئی۔ جرمنی میں فرانس دشمنی میں پہلے سے زیادہ شدت سے ہو گئی۔ یورپ کی تمام قوموں میں مفلوج کر دینے والی دل قسطنطنیہ کیل گئی، اور یک اور جنگ کی باتیں نیا مدعا ہو گئیں۔

پھر، جب خمیر کے زیادہ گہرے ہونے سے تو امریکا نے ہڈیاں کاٹ کر نکال دیں۔ اس وقت تک یہ مت ہائے حمید نے خود کو مصورت کیا۔ اس سے باہر رکھا تھا، اور وہی موٹیل سے یورپ کے مائوٹل گورو قوت رکھ رہا تھا۔ اب مریکوں نے یورپ کو پچھلے دنوں پر واپس کھڑا کرنا بتا دیا۔ اس کی باتیں کی جو ریاست ہائے متحدہ کے سیکرٹری آف اسٹیٹ ہیڈ (Hughes) دسمبر 1922 میں چٹائی کر چکے تھے، یہ حق ہوئی حمایت مٹنے لگی۔ خیال یہ تھا کہ یہ مسئلہ تسلی بخش کر کے کر جنگ کا مادہ ان اوکرنے کی جرمنی کی صلاحیت کیا ہے، تاکہ باہر نہ ہو، کسی بنیاد پر مستحکم کی بات چیت کے لیے تیاری کی جائے۔

یہ French Pomcar اور Owen D Young اور Charles G Dawes کو نامزد کیا، ان لوگوں کے جانے؛ مریکوں نے Owen D Young اور Charles G Dawes کو نامزد کیا، ان لوگوں کے صدر نقشہ بنائے گئے۔

کمیٹی کی چکی چٹک 9 اپریل 1924 کو پیرس میں ہوئی، مریکوں کی 9 مارچ تک کمیٹی نے

ایک منصوبہ کا مسودہ تیار کر دیا تھا، جس میں Dawes Plan کے نام سے مشہور ہوا۔ کیمبل نے تجویز پیش کی تھی کہ ایک بالکل مختلف نظام کے تحت ۳۰۰ ملین دیا جائے اور یہ بھی کہ قرض ادا نہیں ہے۔ اس کا حلقہ کیا جائے۔ اور کئی مزید طریقوں کے ساتھ تجویز یہ تھی کہ جرمنی کے مالیات کو غیر ملکی قرض کے ذریعے نئے سوہرے سے منظر کیا جائے۔ اس منصوبے میں Ruhr کی جرمنی کو دہائی کی اقتصادی ضرورت سمجھا گیا تھا۔

اس منصوبہ کی نیت اس حقیقت کے باعث پہلے سے آشکار ہو گئی تھی کہ جب جولائی 1924 کے آخر میں یہ ظاہر ہوتا کہ تھوڑی حکومتیں اس منصوبے کو قبول کر سکیں تو فوراً ہی یورپ کے مالیاتی نظام میں بہتری آنے لگی اور اس کے نتیجے میں یورپی حکومتوں کے سببوں میں استحکام پیدا ہونے لگا۔

یہ سچ ہے کہ منصوبہ میں یہ طے کیا گیا تھا کہ تاوان میں خاموشی کی کر دی جائے گی اور جرمنی کو سے دبا کر مایوس، ختم ازیم یہ یقین کیا دیا جاتا تھا کہ ہر ملک ایک مناسب رقم ادا کی جاتی رہے گی۔ اس کے حلقہ سے Ruhr کو غلام کرنے کا فیصلہ ہوتا تھا اس سے جرمنی کے تاوان کے سلسلے میں ٹھنڈے ہائے۔ مقامی تنازعات میں باقی ظہور آتا تھا۔ بڑی حد تک یورپ کے قومی مظہر مائے میں پیدا ہونے والی تشویش و رعبہ تحفظ میں کمی آگئی جو امن کے پسے پانچ برسوں میں اسے گھیرے ہوئے تھی۔

یہ منصوبہ صرف جرمنی پر اثر اور اتحادیوں کے لیے ہی نہیں بلکہ اقتصادی و سیاسی اعتبار سے پورے یورپ اور امریکا کے لیے بھی بحرہماں نے یورپ کی معیشت اور اس کے مستقبل پر اعتماد بھال کر دیا۔ یہ یورپ کی سلامتی کو یک بحران سے نکال دیا جواس کے امن کے لیے شدید خطرہ ہو سکتا تھا۔ مگر اس کی سب سے بڑی خصوصیت اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ یہ آگاہ تھی کہ یورپ کی ذہنیت میں نسبیاتی تہذیب کے ساتھ ہی اس میں لگاؤ تہذیبی کا طاقتور اشارہ بھی تھا۔ اس سے، منہاجت اور امن کی پالیسی کی ابتدا ہوئی تھی جو لوکاؤں کو معاہدے کا باعث بنی تھی۔ کیمبل نے حکمت کے بعد یہ پیدا سوچ اٹھا۔

امن کی مدد پر ایک اور دنیا رقوم جنیوا پر نوکل تھا جو یک آف میٹنگ کی اسمبلی نے 1924 میں منظور کر لیا تھا۔ پہلی بار تمام قوموں کے مندوبین نے جرات نہ جنگ کو جرم قرار دینے کا بیان کیا تھا۔ انہوں نے ایک ور اصول قبول کیا تھا کہ تمام بین۔ قومی تنازعات، جو کسی سٹھائے، پڑ، امن طریقوں سے حل کیے جائیں گے، عالمی کے ذریعے ہو یا کسی قانونی عدالت میں۔

یہ سچ ہے کہ حکومتوں نے ہر ملک کو قوشی نہیں کی تھی، مگر بھی یہ تاریخ کا ایک اہم سبب مسل ہے اور مستقبل کے مددین کے اس کو جذبے کو ٹھکانہ نہیں کیا چاہیے۔ اس لیے کہ یہی دوجہ پڑ تھا جس نے اس کام کا راستہ ہموار کیا تھا جو بعد میں انجی مپ نے بار تھا اس کے اگلے پڑ کے سبب مسل کا نام لوکاؤں کے۔ اس کے لیے لٹا رو جرمنی کی جانب سے آیا تھا، چائمر (Luther) اور زربخار جی انگریسے مان کے ڈسپچ۔

مذاہرات کے دوران جو جنیوا پر نوکل سے پہلے ہوئے تھے، French اور شاخس غور پر اس کے سرگرم دست بردی اس نے عنایتوں کی ضرورت کی شدت سے ترفیل دی تھی جو جارحیت و جنگ کے غریب تحفظ

فرہم کر کے۔ ۵ فروری 1925 کی ایک یادداشت میں جرمنی نے تحفظ کی ضمانتوں کا ایک نیا کرپشن کیا تھا جو اس کے خیال میں ضروری تھیں، اور تحفظ پر ایک معاہدے کا مشورہ بھی دیا تھا، جو تمام یہ مستوں کے ایک عالمی کنونشن کے لیے زمین تیار کرے گا، اسی طرح کا، جیسے کہ زمین قانونی مانتی قیوں کے پُر امن حل کے لیے ایک نے جنیوا پر ڈیوولی کے موقع پر ترمیم دیا تھا۔

طویل مذاکرات کے بعد، 5 سے 16 ستمبر 1925 تک نو روزوں میں ایک میٹنگ ہوئی، فرانس کی نمائندگی برٹش آل نے، جرمنی کی لوٹھر اور طریقے سے مان نے، مہمانیہ ڈچیمبرلین (Chamberlain) نے، مہمانیہ کی مسوئٹی نے، جیسے کہ واندرویلڈ (Vandervelde) نے، پولینڈ کی اسکرینسکی (Skrynski) نے، اور جیسے کہ سلوواکیا کی بے نیز (Benes) نے کی تھی۔ Rhineland کے معاملے سے لہجے والے سوال کی توضیح کے لیے جرمنی، جیسے کہ فرانس، مہمانیہ کی اور معاہدے کے درمیان ایک معاہدہ ہوا، اور ایک جانب جرمنی اور دوسرے جانب جیسے کہ فرانس، پولینڈ اور جیسے کہ سوڈا، کیو کے درمیان چارٹائی کے معاہدے بھی ہوئے۔

میں ان معاہدوں کی تفصیلات میں نہیں جاؤں گا، کہ ان سے سب واقف ہیں۔ Rhineland معاہدے کے بارے میں کہی جاتا ہے کہ وہی چارلس (Louis XIV) کے بعد، پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ یورپ کی سیاست میں Rhine [دریا] کا نام گھر اور تھارے کے روجہ مناسبت ہو سکا اس طرح تاریخ کا ایک باب بند ہوتا ہے۔ چارٹائی معاہدوں کے تحت قومیں و بعد رقی قیوں کے وہ سب تمام متاذاعات ہے ایک تسامحت یا مٹاش کے ذریعے پُر امن طریقے سے حل کریں گے، سوئے ان کے جو ان واقعات کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے گے جو موجودہ معاہدے سے پہلے ہو گئے تھے۔

وکارڈ معاہدہ یورپ کی سیاست میں بنیادی اور کھل تہذیبی کی ہند ہے، جنگ کے مابین دشمنوں کے درمیان رشتوں کی قسب مابیت کرتا ہے، اور ان میں بالکل نئے معاہدے کا کرتا ہے۔ یہ جذبہ سیاست میں دائمی دوستی کے، مساویوں اور عوام پر چھٹی کی تشریح پے مثال کو پیش کرتا ہے۔

جو چیز کسی کے اندر دوا بھرتی ہے، وہ وہ مثالیت ہوتی ہے اور نتائج ہر ایک احساس ہوتا ہے ضرورت کا جو متعلقہ لوگوں کو پیش کرنے پر اکساتا ہے۔ وہ لوگ جو مجھے وکارڈ میں ملے تھے مثالیت پسند جنگ مخالف نہیں تھے، وہ وہ حقیقت پسند سیاست دان دروئے دارمندہ تھے جو کبھی نہ بدست متھارڈ پامپیوں پر عمل کرنے والے تھے، غراب نہیں احساس ہو گیا ہے کہ یہی نوٹ انسان کے لیے حقیقی مستقبل قریب کرنے کا صرف ایک ہی موقع ہے کہ سب شہید و محورش کے ساتھ کھٹے سواری کام پر مل جائیں۔

اپنی تاریخ میں جو انہوں نے معاہدوں پر دستخط کے بعد کی تھی، نہ ہی ان نے کیا تھا، "جنگ نے میں سبق سکھا دے کہ ایک خطرہ کہ مقبوضہ کو ایک بندھن میں بندھتا ہے، اور ہمارے تین تو ایک ساتھ ہمارے گے۔ اگر ہم باندھتے کے خواہاں ہیں تو ہمارے ایک دوسرے سے آویزش میں حاصل نہیں کر سکتے، صرف ایک ساتھ مل کر کام کر سکتے ہیں اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔

ہوئی آپ اور مغربیے مان جو نوبل نے صحیح طریقے سے اس امر پر نود و دیا ہے کہ ہر فرد کو پسے اپنے ملک کا اچھا شہری بننا چاہیے ایک اچھا فرامشی، ایک اچھا آدمی اور ایک اچھا مدعا توئی مگر ساتھ ہی ایک اچھا یورپی بھی، جو عظیم آدرشوں کے ذریعے یورپ کے تمدن سے دوسرے یورپوں سے بندھا ہو جو بچکانی جنگ کے واقعات سے برقی طرح مٹا رہا ہے۔

اگر ہمیں یورپی طرح کی کامیابی کی دادرئی ہے جو ان مدنیوں کے ہاتھوں یورپ کے مین کے لیے لوکارڈوں میں ہوئی تھی، تو ہمیں ان کے نہیں میں ہونے والے قوم پرست اختلاف کو نظر انداز نہیں کیا چاہیے، جیسے بہتوں کو ان کے ہر دور کو آگے بڑھانے کے لیے سبنا ہوا تھا جو وہ بے خیال آگے بڑھتے رہے اس یقین کے ساتھ کہ اب انھیں سیدھا راستہ مل گیا ہے۔

دیکھو کہ ایک کامیاب حقیقت ہونے کے ساتھ یہ ممکن ہوا تھا کہ ایک نیا دن نکلے والا ہے اور یورپ میں بدعتی رہنے والی ملک کے ساتھ ہی بہت اور تازہ و تھوڑا پس آئے دیا ہے۔ مگر وہ معبود کے حرکت میں نہیں لائے گئے تھے مان کے دفعات میں سے ایک دفعہ یہ تھا کہ جرمنی کو ایک آلہ نیٹز میں داخل ہوا چاہیے ماس قدم کو تو قح سے زیادہ مشکلات پیش آئے وہاں تھیں۔ پچھلے ہفتے کے، اسمبلی کے خاص جلسہ کی تکلیف دہ پرویزیں اب بھی ہو رہی ہیں اور داشت میں تارو تار جب مندوین جرمنی کو ایک میں داخل کرنے کے مقصد سے جمع ہوئے تھے انھیں اس میں کامیاب ہونے سے پسے وہاں چلا پڑا تھا۔

عمران و تحات کے بعد پچھلے تجربے میں فیو میں منعقد ہونے والی اسمبلی کی ایک میٹنگ میں، امریکے مان کی سربراہی میں جرمنی کے مندوین نے بد عزت طور پر ایک کے مکان کے درمیان ہٹی نشستیں منجھائی تھیں۔ جو لوگ وہاں موجود تھے وہ اس سے کوئی نہیں بچیں گے۔

ہوئی آپ کی ایک تقریر میں جرمنی کی شمولیت کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ دوسری بہت سی باتوں کے ساتھ انھوں نے کہا تھا کہ اب جنگ نہیں ہوگی۔۔۔ آف کے بعد صرف بی بی فیو کریں گے کہ صحیح کیا ہے۔ اسی طرح، جیسے ہر فرد کی طور پر باشندے بیج کے روئے و اپنے تجاوات میں کرتے ہیں، اسی طرح ہم بھی اپنے مسائل اور انھوں، مشینوں اور توپوں سے پرے، پرامن طریقوں سے حل کریں گے۔ مصالحت و مافی کھ امن کو راستہ دیجیے!

اس موقع پر ایک بار پھر ہم پھر دن کی روشنی دیکھ رہے ہیں۔ کیا یہ تقریر دیکھا ہی نہیں ہے جیسے کہ مہرہ شروٹر (Armageddon) کے بعد زمین دوبارہ بزرگ ہوگی۔

لوکارڈو معبود، جرمنی کی ایک میں شمولیت اور اس کے بعد ہونے والی تقریریں مستقبل کے لیے خوش آمد تھیں۔ سب ایک نوعیت کا عہدہ پیدا کر رہی ہیں اور اچھے کام کے لیے وقت فراہم کر رہی ہیں۔ میں یہ سب ہمیں اس حقیقت سے پرہیز نہیں کر سکتے کہ بدلتے حصول یورپی پامن کے استحکام کے لیے ابھی دور فاصلے طے کرنے ہوں گے۔ مگر ہم ان کے لیے فوکل اتحاد اور روشنی ارادے کی بہت کا باعث تو ہیں مگر ان کا

کافی نہیں ساتھ کو عمل میں اور اردو میں محنت میں تبدیلی کی جانی چاہیے اس لیے کہ ماضی کے دشمن نہ عدسے  
آئیے پورے نہیں ہوتے اور امید کے خیر آسان پر یکساں رنج و غم کے بدلے چھٹے ہیں۔

ہو مقررہ ہونا چاہیے: "اب جنگ نہیں ہوگی" مگر اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر  
ایک کے ساتھ "اب جنگ نہیں ہوگی" یا خصوصاً یہی قانونی، جو چھوٹی جنگوں کے لیے ہمیشہ تیار ہوتی  
تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ "اب جنگ نہیں ہوگی" اس کے اس وقت کے جب کوئی حالت بغیر زیادہ محنت  
کے اس قابل ہو کہ وہ اپنی یہ تر حالت کو مدد سے بہ آسانی جنگ میں آجائے والے کم زور محاسب کو کچل  
سکے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ "اب جنگ نہیں ہوگی" بلکہ اس وقت کے جب کوئی عزت وافر ہوگی ہوتی ہو۔

اس کا مطلب ان میں سے کوئی بھی نہیں اس کا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی قسم کی کوئی جنگ نہیں  
ہوگی، مزید کوئی جارحیت نہیں ہوگی، مزید فتنے رہے اور فضول جھڑپیں نہیں ہوں گی، جو اتنے عرصے سے بنی ہوئی  
انسانیت کا اندکار ترقی رہی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ قومی پارسیوں میں سے حالت کے استعمال کو نکال  
دیا جائے، دیہاتوں پر کسی قسم کے جبر و نکال دیا جائے، خواہ وہ کسی قسم کا ہو، محاسب کو ہمیشہ کے لیے آزاد کردیا  
جائے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو کر سکتے ہیں اس لیے ہم جتنی بد عنوانی سے، جو اس انسانی کے مختلف گروہوں کے  
درمیان ہو رہی ہے، وہ قوموں کے اندر ہو یا قوموں کے درمیان۔

میں یاد رکھی مختلف کے کہ ملکوں کے ان مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے جو ہمارے قلم اور  
ہمارے قلم کا جواب ہے۔ یہ مسائل کی، کہ ہم جنگ [کے امکان کو] اس صورت ختم کر سکتے ہیں، ہمارے وقت  
کا سب سے محسوس ہے۔ نہ صرف بین الاقوامی سیاست بلکہ قومی سیاست بلکہ اس کا بھی۔

کچھ دھوکے کے نزدیک یہ ایک مہلکے کی بات ہوگی، بلکہ شاید زبان کا خط استعمال ہوگا۔ ان کے  
نزدیک ایسے مسائل جیسے کہ کانٹوں کی بیڑیاں، سماجی اصلاح، آئین کی رکاوٹیں وغیرہ زبان و دماغ محسوس ہوتی  
تھیں۔ میں یہ بات پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو یہاں سوچتے تھے وہ غلطی پر تھے۔

جنگ، جنگی تیاریاں اور اسلحوں کا خداب بالخصوص ان کے ملک کے لیے پسے ہوئے مسائل تھے۔ اگر  
ہم جنگ کے خوف، کاوٹ کھڑی کر سکتے ہیں، اگر ہم اصلاحات رکھنے کی راہت کو ختم کر سکتے ہیں۔ وہ  
مذہب جس میں آئی جو پرتل رہے۔ اگر ہم مسکرت کے آسیب کو ختم کر سکتے ہیں جو اب بھی دنیا پر سرور  
ہے تو ہم ہمیشہ کے لیے سماجی و معنوی بن سکتے ہیں، چرچہ اپنی خواہش کے مطابق سماج مددگار و تیز رفتاری سے ممکن  
ہو سکتی ہے، اپنے وہاں میں اضافے کر سکتی ہے اور مختلف نوعیت کی قوتیں کر سکتی ہے جس کی تمنا کرتے  
تھے کہ ایک نئی اور بہتر زندگی کی طرح قدم بہ قدم جائیں گے۔

لیکن اگر ہم جنگ سے بھی نہیں چھڑا سکتے، اگر ہم اس کا عمل فی الواقعہ نہیں کر سکتے، اگر وہ سب اپنے عمل  
جات میں ہی اور اس پر حد نہیں لگا سکتا تو یہ ہم کسی قسم کی اصلاحات کر سکتے ہیں نہ ہی کسی قسم کی ترقی۔

ہمیں یقین ہے کہ مستقبل میں، بالکل ماضی کی طرح، اسیر ہندی سے نکالی اسیر ہندی ہوگی، تھوڑا اور

تفاتی اسی دہوں کے اس سے شہادت اور بدگمانیاں پیدا ہوں گی۔ یہ لوگوں کے دلوں میں خوف کو جنم دیں گی! اس سے بین الاقوامی بحرانات پیدا ہوں گے، نتیجے میں جنگ ہوگی، پچیسواں صدی مقدونی چھوٹی جنگیں ہوں گی، مگر یہ بالآخر امریکی عالمی جنگوں سے بچ نہیں سکیں گے جو پچھلی جنگوں سے کہیں زیادہ خوف ناک ہوں گی۔

گزشتہ صدیوں کے کام سے، جسے ایک آف نیشنز نے شروع کیا ہے، نتائج نہ آمد نہیں ہوتے، اگر اسے بندی اپنے حدود تک پورا نہیں رکھی جاتی، تو جنگ تو ہوگی۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا کہ ماضی کے ہمارے تمام تجربات اس کو ناقابل تردید ثابت کر رہے ہیں۔ مگر میری بات پر یقین نہ کیجیے۔ اس پر غور کیجیے جو اہم اسباب اختیار کئے ہیں۔

جنگ کی شروعات پر نہطانیہ کے وزیر خارجہ نے کہا تھا، "ویرود کی بدولت پچھے ہیں کہ یہ یورپ کی مستقل بدعقلی ہوئی اسلئے بندی کی ہے، جو جنگ کا باعث ہوئی ہے۔ انھوں نے جس تخیل کی ہے کہ اگر یورپ کی اسلئے بندی اس طرح قائم رہی، "کرونی کی قومیں کی عسکری تیار یوں کے مقابلے میں نہ چند چھ کر حصہ لیتی رہتے تو ہم خود ایک نئی جنگ پیدا کریں گے، جیسا کہ ہم سے کہتے ہیں۔" ہر شخص نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک نئی جنگ کا مطلب ہمارے موجودہ تمدن کا اختتام ہوگا۔

اس مضمون پر "ریڈ کرے" (Grey) سے بڑھ کر کون سا شخص سے بہت سے مددگارین نے بھی مختلف اوقات پر اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں صرف ایک کو بیان کرنا چاہوں گا۔ زیورڈورجائے کی ضرورت نہیں، کی ہائی کے جنوری میں نہطانیہ کے موجودہ وزیر اعظم مسٹر بالڈوین (Baldwin) نے کہا تھا، "مغرب میں ایک نئی جنگ ہوئی تو ہمارے تمدن دنیا کی طرف تباہ ہو جائے گا۔"

یہ لوگ جن کاموں نے مقررہ دعوے دیئے ہیں، بلکہ جنگ مخالف بھی نہیں، یہ دعوے مددگارین ہیں جو اختیارات استعمال کرتے ہیں، البتہ مستقبل میں دنیا کی قیادت میں زیادہ اختیارات کے حامل ہوں گے۔ اگر یہ اپنے خیالات میں سنجیدہ ہیں تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جب تک جنگ کا مسئلہ حل نہیں ہو جاتا کسی دور مسئلے پر مشکل کی سے بات کی جائے گی۔

بہر تقدیر کی دیر کے وقف میں اس پر غور کرتے ہیں کہ انھوں نے کیا کہا ہے۔ یہ یہ کہنا صرف ایک خیالی بات ہے کہ ہمارے تمدن تباہ ہو جائے گا؟

ہم میں توانائی و قوت کا احساس ہے، اور یہ احساس بھی کہ ہمارے سامنے ایک ناپ ناک مستقبل ہے۔ مگر میں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ پہلے بھی بہت سے تمدن مٹ چکے ہیں۔ طاقت ور قومیں، جو ہمارے وقت کی طاقت ور قوموں جیسی تھیں، مٹ چکی ہیں۔ عظمت مند، جو ہمارے جدید تمدن سے سیکڑوں سال زیادہ عرصے تک دنیا پر حکومت کر چکی تھیں، جو حقیقتاً وہ ہیں کے حصول میں تباہ ہو گئی تھیں۔

آپ کو اپنے سروں پر مندرتے ہوئے منظر کے کا احساس نہیں ہے، آپ اپنے اطراف زندگی کی قوتوں سے غیب و خوف ہیں۔ میں بھی ان قوتوں کو محسوس کرتا ہوں۔ مگر مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ پچھلی



جنگ نے ہم سے تھن کو بہت بڑا زخم لگایا ہے، ایسا تھیفہ وہ زخم جو، بھی بھرا نہیں ہے۔ یہاں سے کہ  
یورپ کی بنیادیں ٹل گئی ہیں۔ اور سب سے بڑی ٹہنی یہ ہے کہ زیادہ تر یورپی اب بھی چھٹی جنگ کی  
خصوصیت اور نوعیت کو سمجھ نہیں سکے ہیں۔ لیکن اس کے کردار اس کے لیے ہوئے سب سے آچھوٹکتے ہوئے  
ہوئے جابے ہیں۔ وہ جتنی دیکھنے والوں کو بھی بھوتے جابے ہیں۔

بدشہ، عملی طور پر یورپ کے ہر ملک میں کوڑوں ڈک ہیں جو جنگ کی تباہیوں کو بھیل نہیں سکتے۔  
میدان جنگ کا قتل و غارت امریکی سے بھرا نہیں جا سکتا۔ وہی لوگ فرانس کے حسین دیہاتوں میں ہونے  
والے بے رحم قتل و زانیہ کی سبب، بھاری اور بھی نہ رکھنے والی ہندوئی کو گویں کو سٹناہٹ کے بارے میں  
بتا سکتے ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے کانٹے دار تاروں پر پڑے، سکتے ہوئے، مڑیاں زخمیوں کے  
ماقار تصور کو دیکھے ہیں، جن میں مزید درد سہنے کی تاب نہیں رہ گئی تھی، ان میں اتنی بھی حالت نہیں تھی کہ  
[غذاب سے نجات کے لیے] وہ خود کو ہر گز نہ سکتے۔ یہ لوگ سکی دہشت، ہر اس سے بھی زیادہ و مشتوں کا  
ظن کر سکتے ہیں، اگر یورپ ان پر قور ہے، اور اگر اس کے تمام ملک صرف جنگ کی حیوانیت کو بدتر نہیں،  
تو وہ ہر بھی جنگ نہیں ہونے دیں گے۔

مگر جنگ کے اور بھی پہلو ہیں شاید دوسرے لوگوں سے بھی زیادہ، مجھے جنہیں دیکھنے کے موقع ملے  
تھیں اب چھ مہینے سے زیادہ دن ہوئے تو اسے ہیں کہ ایک آف نیشنل طرف سے میرا یہ کام رہا ہے کہ  
میں قیثیل سڑوں اور جہاں تک ممکن ہو بعد جنگ کے خوف ناک اثرات کو دور کرنے کی کوشش کروں۔ ان  
تمام مہینوں میں مجھے سنا سنا چلا ہے۔ انہوں جنگی قیدیوں کا، قید خانوں کا، مہینے ہوئے مہینے میں جن  
میں سے ہر ایک کی داستان دل دکھانے والی، بڑھتی، جوتی، ختمے ختمے ہے یا روہدگار بچے جنہیں جنگ کی  
گردشوں کے باعث ان کے والدین انہیں چھوڑ گئے تھے سب تم کو دے گئے، جن کے نزدیک دنیا کی کوئی  
شے کسی کام کی نہیں۔

کاش میں آپ کو وہ سنا کر دیکھ سکوں جو میں نے خود دیکھے ہیں اور جن کا مجھے تجربہ ہوا ہے۔ کاش میں  
صرف ایک لمحے کے لیے آپ کو بتا سکوں کہ وہ دہشت کی ماری، دیہاتوں کی سڑکوں پر ایک پوری قوم کو  
بھگتے ہوئے کو دیکھ کر کیا محسوس ہوتا ہے، اور قوت کے، ہرے سڑوں کے درمیان سڑنا لگتی جھونڈے میں  
وٹل ہوا جہاں مرد، عورتیں اور بچے سکتے پٹے ہوئے ہوں جن کے ہیں پر قوتی شکایت نہ ہوں صرف  
موت کا انتظار ہو۔ جہاں قہرین خود کو نکالی اور جھانڈ جاتی سوتی۔ شیں سوں، جہاں بھوک سے پاگل عورتیں جتنی  
غذا کے لیے چنے پھول کو ذرا کر پی سوں۔ شہ نہیں، اب مجھے مزید بیان کرنے کا درد نہیں!

اور یہ داستان بدقسمتی، یہ ساری بد بختیوں کا قابل فہم ڈکھیہ یہ انہوں بھلائے سوتی جنگی قیدی، یہ قوت  
سائیا، یہ کوڑوں ہے یا روہدگار مہاجرین یہ سب بالواسطہ یا بدواسطہ نتیجہ ہیں جنگ کا۔ مگر فہم کیجیے، ایسی  
مصیبتیں ہمارے دور کے سوتی نظام کی تہی کے بغیر نہیں آسکتیں، یہ قوموں کی توانائیوں کو چوس لیتی ہیں اور

اسے تیرے دشمن کا ہے، اگر وہ بھی پھر نے گیس بھی تو ان کو ایک کھول کر مراد رکھ رہا ہے۔  
اس کے باوجود بھی، لوگ ایک اور جنگ کے امکانات کی باتیں کرتے ہیں۔ کیا وہ بھی ایک لحظہ غور کر  
سوچتے نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ پڑھنے والی اگر اکی جنگ کچھ جتن سے زیادہ شرب نہ ہو تو بھی، مجھے  
یقین ہے کہ یہ یورپ کے تھکن و تباہ کر دے گی۔ عمر بد شر، اکی جنگ کچھ جتن جیسی نہیں ہوگی، اس کے  
مقابلے میں تیرا دوسری شرب ہوگی۔

میں مزید تصدیق میں جا کر آپ کو بتانا نہیں چاہتا جس اتنا کہ دنیا کافی ہوگا کہ جنگ چھڑنے کی  
صورت میں ہمیں اس خوفناک حقیقت کا سامنا ہے کہ ہمارے دشمن کی ہوسکا ہے، اسی طرح، جیسے ماضی میں  
دوسرے حملوں کا ہو چکا ہے۔ مگر، رے رے کی خطرے کو ماننے کے ذریعے بھی تو اس وقت تک جنگ  
نہیں ہوتی جب تک کہ ہم خود اس کی خواہش نہیں کرتے۔ جنگ قدرت کی کسی قدرتی آفت کا نتیجہ نہیں ہوتی  
جس پر تلافی نہ پایا جاسکے، یہ تو انسان کی خواہش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ اس کی اپنی شرمندگی ہے، اور کچھ چھپا  
جائے تو، من سب پامیوں کے ذریعے جنگ کو پھر کر دینا نہایت آسان ہوتا ہے۔

میں وہ طریقہ بتانا چاہتا ہوں، میرے خیال میں، جو میں آگے بڑھنے میں مدد دے سکے۔ یورپ  
کی حکومتوں کو سمجھنا ہو کر پنا سب کچھ دیکھنا چاہیے جسے میں، انحصار کی طرف ایک الٹیشن کی پامی  
کا نام دوں گا۔

مجھے یقین ہے سمجھا جائے۔ ایک الٹیشن شرب ہونی تجویز کی نہیں رہی۔ یہ ایک زندہ وجود ہے۔ اس  
کے درمیان اب مائی کنٹرول کی کارسزنی کا حصہ بن چکے ہیں۔ اگر مقررہ نگرانی خصوصیات کی پورن جمع  
قوت کو ان اداروں کے عقب میں، ترکیب اسطرح جات کی پامی کے عقب میں، ایک الٹیشن کی تمام پامیوں  
کے عقب میں رکھیں تو ہم کو جنگ مرے سے مایوس کر سکتے ہیں۔

مگر حکومتوں کو شاد و دین سے نمائندگی ہو یا چھوٹے کی، بدتر وہاں سب کچھ اس پامی پر دیکھنا  
چاہیے۔ نگی جنگ لڑنے کے قدرتی حقوق سے چھٹے نہیں رہنا چاہیے۔ اب اسکی تھیہ امیدیں نہیں رکھیں  
چاہیں کہ کریگ کچھ معذرت میں کمزور ہے تو اس کو ذاتی مفادات کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

معذرت کی اپنی قومیت کے باعث، ترقی کا انحصار نہ کی حالتوں کے قدمات پر ہوگا۔ مگر ہماری جیسی  
قومیں بھی بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ اس لیے کہ ہائی قوموں کو مختلف قومیت کے مقررہ نظر میں رکھنا پڑتا ہے، جس  
میں مختلف انوی مفادات ہوتے ہیں، کہ ان کے قارئین و اکثر ان کے اپنے منہب و عقائد پر بھی چھنا دیکھ رہے  
جاتا ہے، اور وہ ہر وقت جاڑ دیتے رہتے ہیں، جیسا کہ نہیں سمجھا جاتا ہے، چنے ملنے انتخاب کے سیاسی  
اتار چڑھ جانے کا دیکھنے سکوں کے مفادات کا، قطع نظر ان جہیدوں و دشمنی کے، جو ان کو پھرے رکھتی ہیں۔ کثیر  
یہ حالات عمل کرنے کی ن کی آزادی میں مانا بھی ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں چھوٹی قومیں اور ان کے قارئین کو زیادہ چھوٹی ملی ہوتی ہے، ان کے متضاد مفادات کہ

موسے قبیہ ورن کے لیے امن کی وہ پستی تھری ہوئی ہے جس میں ہم سے کم لڑکائی اور تھنکی ستا  
ہوں۔ تمام چھوٹی قومیں مل کر جنگ کے آسیب کو دھننے کے لیے استغلاب کے ساتھ اور باقاعدہ طور پر کام  
کریں، تو وہ بہت آچھے حاصل کر سکتی ہیں، جس عمل میں ایک بھی نہ کی حد تک مستقیم ہوگی۔

یقیناً، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کی حالتیں اکثر یہ تاثر دے سکتی ہیں، اور اکثر انہوں نے دیا بھی  
ہے کہ وہ ایک کے دوسرے ارکان کے صورت پر مناسب خود فکر کے بغیر آمراۃ قدم بھی کر سکتی ہیں۔ لیکن  
چھوٹی قوموں کے پاس بھی اپنے معاملے کے بارے میں کئے گئے بہت مواقع ہوتے ہیں، اگر وہ صرف تھیں  
اور اعتماد کے ساتھ اپنے قدم اٹھائیں مگر جب وہ ایسا کرنے میں کام ہوتی ہیں تو انہیں ان کی پوری تکرار ہونا  
ہے۔ جیسا کہ پچھلی اسٹیج میں مری آں نے اپنی۔ جواب تقریر میں کہا تھا، مستقبل میں ایسے کام نہیں کیے  
جانے چاہئیں، "تدکرات کے طریقے پر جو ایک آف میٹری کی حالت کے مطابق نہ ہوں" اور "آئندہ ایک کا  
کام ہمیشہ جیسے سوویت کی مدد میں ہوگا، جس میں اس کے تمام ارکان کی شرکت ہوگی۔"

لہذا، یہ تمام ارکان کا فرض ہوگا، صرف چھوٹی قوموں ہی کا نہیں کہ وہ جنگ کو باوجود کرنے کے لیے متحد  
ہوں اس کام میں عملی طور پر شامل ہوں، انہیں طریقے سے نہیں بلکہ عملی طریقے سے۔

آر داغی سر جنگ کو بندھ سکتی سے منانا چاہیے ہے، اگر ہم بھاری اسٹوں سے جان چھڑانا چاہیے ہے، تو  
حکومتوں کو، جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں، پہلی کا تصور کیے بغیر، اپنی سر چیز کو ایک آف میٹری کی پالیسی کے  
حوالے سے نافذ کیا جانی چاہیے۔ انہیں ایک کی حالت اور استحکام بڑھانے کے لیے یہ طریقے سے، اور ہر  
موقع پر کام کرنا چاہیے۔ اگر وہ ایسا کریں گے اور ان کے حوالہ اسی جذبے کے ساتھ ان کی حمایت کریں  
گے تو جنگ کا ہر کار دہ زمین میں گاڑ دیا جائے گا، اور ہر مستقبل بخیر ہو جائے گا، امن کے کام کی تعمیر کے  
لیے، اس کے احکام کے لیے نہیں۔

1922 کے امن انعام یافتہ Fridtjof Nansen کی زبانی

## تقریر قبولیت

(مری آں کی جانب سے)

مارشائی حکومت نے اس کی میں اپنے نمائندے کے کی معرفت، از ماؤم ریائی مجھ کو مطلع کیا ہے کہ  
اس کی عاقبتی مرتبہ دے کے جس پر تو میں امن انعام ہلا کرنے کی فیسے راہی ہے، جنس Dawes، براؤسٹن  
جیمز لین، مسٹر اسٹریسے مان اور مجھ کا انعامات دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس کے لیے، ہر چہ جناب نے مری آں کے انعام میں شریک تھے، نہ میں نے ہونے والے انعاموں کی بنا پر  
انہیں مریو کیا تھا۔ وہ ایک بہت کمیشن میں شرکت میں کر سکتے تھے۔ جنہاں اس کی خطابت کا۔ Bliteauk du Chirauk نے ان کی  
جانب سے انعام کا عمل کیا تھا اور جناب نے مری آں کا شکریا ادا کیا تھا۔

میں چاہتی تھی کہ اس عظیم اعزاز کو عطا کر دیا جائے جو مجھے دیا جا رہا ہے۔ مجھے قہر سے اپنے غریب شہریہ کا شکریہ ادا کر رہی ہوں۔  
 کوئی بھی اعزاز میرے لیے اتنا بیش قیمت نہیں ہو سکتا ہے جتنا کہ یہ، جو میری حیوانی زندگی میں کیے  
 جانے والے اہم کام کے باعث مجھے بخش جا رہا ہے، جو میں نے اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ کیا ہے اور ہر ممکن  
 طریقے سے اس کو آپ کے آؤش کے عین مطابق من کے حصول کے لیے وقف کر دیا ہے۔

## خطبہ اسٹریسے مان

### نیا جرمنی

میرے لیے نئے اعزاز کی بات ہے کہ آج میں آپ حضرات سے منی صحبت میں ہوں۔ میں اپنی دل کی  
 سبکدوشیوں سے اس عظیم اعزاز کو عطا کر رہی ہوں جو فوٹس کیلئے مجھے ملتا ہے۔ آپ نے جس دن گرم  
 جوش سے میرے تقدیر کو مجھ پر اس کا شکر یہ بھی واجب ہوا میں جانتی ہوں کہ اس اعزاز کی اپنی ایک عظیم  
 خاصیت ہے، اس لیے کہ یہ صرف ماضی اور تھکنائی تحقیق ہی پر نہیں، عملی سیاست پر بھی دیا جاتا ہے۔ یہ کسی  
 ایک انفرادی ملک کو نہیں دیا جاتا، نہ کسی انفرادی ملک کے کسی نمائندے کی بلکہ یہ تو ان تمام ملکوں کی مشترکہ  
 پالیسیوں کو منعکس کرتا ہے جو ایک ہی راستے پر سفر کرتی ہیں۔ ہر اس طرح انجمنی کے معاملے میں  
 بھی، یہ کسی ایک فرد یا واحد کی کام کے لیے نہیں دیا جاتا ہے۔ یہ کچھ فرد یا سیاست کی طرف، یقیناً میں  
 کسی فرد یا واحد کے رشتہ کو متنبہ نہیں کرتا، اس لیے کہ یہ جو موجودہ فوٹس قیادت نہیں کرتا، بلکہ فرد کو انہیں ہر کام  
 کی قیادت کی صلاحیت و دیانت ہوتی ہے، مگر جب نئے خیالات اور قوم کے اہم معاملات کا ذکر کرتے ہوئے تو  
 فرد، اقوام کے روحانی رہنماؤں کی حریت کی ضرورت ہوتی ہے۔

چھٹے چند برسوں میں مجھے جرمنی کی تاریخ پر بھی کے لیے سخت لڑائی لڑنی پڑی تھی۔ اس طرح میں،  
 شاید ان سوالات کے جوابات دینے کے لیے زیادہ موزوں ہوں گا، جو اکثر جرمنی کی ذہنی کیفیت کے بارے  
 میں اٹھائے جاتے ہیں۔ یہ وہ ایک واقعہ ہے، جو دینی کیفیت کے بارے میں قیادت، تشکیک پرستی،  
 تنقید اور عداوت کے درمیان لڑتے رہتے ہیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنی جرمنی کے رہنماؤں کی  
 شناخت پیش کروں اور آپ سے اس کی سیاست پر بات کروں، جہاں تک یہ تاریخی اعتبار سے جنگ کے بعد  
 کے عکسے عرصے میں بڑھا ہوئے ہیں۔

سب سے پہلے تو میں پرانے جرمنی کے بارے میں کچھ بتانا چاہوں گا۔ اس جرمنی نے بھی پہلی فیملی کے  
 زخم کھائے تھے، اس لیے کہ وہاں سے دو جنگیں دووں کے ذہنوں میں ہمیشہ ایک ایک نہیں رہی جاتیں۔ جی  
 کہ اس نے فریڈرک ویلیم ڈبلیو (Frederick William) کی دینی مصلحت کی بات کو بھوکے رکھا ہے، مگر

اس کو اپنی نگہداری اور حسد کی فرغی سے دیکھ کر یہ تھا، جو بدست اور محام کے لیے تھا جس نے دوسرے ملک میں سرکاری کارکنوں کو توڑ مٹا کر کھام سے بدنام کیا جس کا ایک ہی اندیشہ تھا: ریاست کی خدمت۔ وہ نہ مانتی تھی اشتراکیت کے ترقی پسند خیالات سے تازے میں جن کوئی طور پر گھست کھ گیا، اس لیے کہ اس نے محام کو کچھ بھی نہیں دیا تھا جو اشتراکیت کے کامیاب نمونہ بدل کے طور پر کام کر سکا لیکن، یہ سوزشیں تھیں سماجی بورسیہ کی ترقی کی جس پر ہم نے ایک کے مقابلے میں laissez-faire فرانسسکی نبوت کی ایک ترکیب جو 1680 میں اس وقت کے فرانسیسی وزیر، سیاست نے تاجروں سے خطاب کرتے ہوئے استعمال کی تھی، جس سے مراد ایسے، صاحب کی ترقی تھی جس میں ریاستی دخل اندازی نہ ہوا کے قسٹے کا بہت کم اثر تھا، جن کی حکومتیں بوری نوعیت کی تھیں۔ یہ سوزشیں تھیں عسکری حکاموں کی، انسانی جبری بھرتیوں کی، جہاں قوت کے لیے کمری ہمدردیاں تھیں، مگر یہ کیپٹائی اور عام طور پر بددیوانہ ترین تحقیقی ٹوٹے ٹوٹی کی سوزشیں بھی تھیں۔ یہ سوزشیں بدوئے کٹر ول حاصل کرنے کی کوشش میں تھیں۔ جو بھی اس کی تازگی کے لیے سے چہروں کو کھنکھاتی نہ زمین نہیں، بلکہ ان کی آرائیوں میں اثر کر دیتا ہوا۔

یہ تھا وہ ملک جس میں محاسب نے جوانی کے زمانے میں اہم حیثیت کے مہذب پر ہاتھ لگا دیا، ہائی زندگی کا پیش تر حصہ، مانتا تھا مادی طرز میں سے بچاؤ کا پوتا ہے، ذہنیاتی کے تاثرات جو ان کے عام میں زیادہ آشکار ہوتے تھے مادی طرز میں سے بچاؤ کا اس وقت بھی احترام کرتا ہے جب اس کو پاپ کی کمزوریوں و مضبوطیوں کا دماک بوجھتا ہے، ایک جرمین یہ نے جرمینی کو متاثر نہیں سمجھے گا جو کبھی اس کے نزدیک عظمت کی علامت تھا۔ مگر یہ کی بہت "ایارے" انگلیش تھی تمام کتابوں کے باوجود میں تیرا عاشق ہوں" کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے، پانے جرمینی میں جو کچھ کبھی تھا، یہ تعریف اور قابل قدر تھا جس طرح انگریز، کتابتیں کے باوجود انگریزوں سے محبت کرتا ہے، ہمیں بھی ان تمام جرمینوں سے اصرار رہا چاہیے جو پانے جرمینی کا حصہ تھے اور اس کی تعلیم میں شامل تھے، سہارہ آج کے جرمینی کی عظمت اور اس کی قدر کا اعتراف کریں۔

جہاں مادی جنگ کے نتیجے میں، پانے جرمینی زمینیں بڑھ رہی ہیں، زمینیں بڑھ رہی ہیں، اپنے زمین میں، اپنے سماجی نظام میں، اپنے اقتصادی ڈھانچے میں۔ اس کا احساس اور اس کی سوچ بڑھ گئی ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ قلب، بہت کم ہل ہو چکی ہے یا نہیں۔ یہ ایک عمل ہے جو سنوں جاری ہے گا، مگر جس طرح کہ جہد بازی اور بے چین ہمارے موجودہ زندگی کی خصوصیت بن گئی ہے، پانے کے مقابلے میں جہدیں بھی بہت تیزی سے ہو رہی ہیں۔ اس کا قوموں کے درمیان تعلقات پر بھی اطلاق ہوتا ہے، جس طرح کسی قوم کے اندر جہدیں ہوتی ہیں۔ نوٹس لاؤنڈیشن کا مقصد مین کی ترقی ہے۔ جس شخص نے اس کی بنیاد رکھی ہے اس کا ارادہ تھا کہ وہ اپنے مینس سے بھرنے والی قدرتی قوتوں کو انسانی جذبے کی کامیابی سے دانی قوت سے لگا کرے گا۔ یہ جرمین محام کی حایہ ترقی ایسی سے کراہی کے مقصد کے لیے جانے والے اس انجمن کا جو نہ بن سکے، یہ کہا جا سکتا ہے کہ جرمینی کی مصاحمت اور مین کی پوچھی خوراس کا جواب ہے، اس لیے کہ یہ پوچھی مین بھی نہ ہوئی اگر

یہ جس میں عوام کی محرومیوں کے مطابق نہ ہوتی۔ انصاف اور آزادی کی پراسس میں اور قومی تعاون کی بھی مثال۔  
 اس مرحلے پر کہہ دے کہ اس نے یہ مستقبل تصویر تیار کی ہے جس پر ہم کو تکیہ کرنا ہے: قومی استحکام کا  
 تصور اور میں اور قومی تعاون کا تصور اس کا اصلی سکہ رہا ہے۔ یہ ہے کہ کسی قوم کی عقلی، روحانی اور جذباتی اہلیت  
 اس کی جغرافیائی، سیاسی، اور نسلی کمزوریوں سے بہت ہوتی ہے۔ قومی استحکام اور بین الاقوامی تعاون کو ایک  
 دوسرے کے مقابل رکھنا میرے نزدیک ایک اجتہادِ عمل ہے۔ میں نے جینو میں جرمنی کے نمائندے کی  
 حیثیت میں اس مخصوص نکتے پر بات کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ ایسے ممکن ہی  
 نہیں کہ قدرت کے منصوبے کا رادہ ہو کہ انسان کی نجیب ترین صلاحیتوں کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال  
 کیا جائے۔ میں نے یہ نکتہ اٹھانے کی کوشش کی تھی کہ وہ آدمی جو اعلیٰ درجے تک اپنے قومی مہم کی غلطی  
 صلاحیتوں کی پیدائش کرتا ہے اسے آفاقی علم اور احساس کی ہیئت مل جاتی ہے جو اس کو اپنی میراث کی حدود  
 سے پہلے تک جاتی ہے، اور پھر وہ اس کی چیز کی تخلیق کرنے کے لیے کام کرنا شروع کر دیتا ہے، اور چاروں کی  
 وطنی زمین پر رہتے ہوئے ہوں، تمام انسانیت کی جنت تک بند ہو جائیں گے۔ ایک مہینہ صرف انگلستان کی  
 زمین ہی سے پیدا ہو سکتی تھی، آپ کے عظیم ذرا، نگار اور شاہراہوں کے مجموعہ کی قدرت اور روح  
 ہی کا اظہار کرتے ہیں۔ گروہ اس کا بھی اظہار کرتے ہیں جو آفاقی طور پر تمام بنی نوع انسان کے نزدیک سمجھے  
 ہوتے ہیں۔ اس لیے صرف انسانی خیال کے ساتھ اس بات میں سمجھا جا سکتا ہے، اور فاکسٹ (Fascist)  
 کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا اگر اسے اس کے جرم میں اس کے علاوہ دیکھا جائے، گروہوں کی ہماری  
 مشہور تہذیبی میراث کا حصہ ہیں۔ وہ ان بدعنوانیوں کو دہراتے ہیں جو انھیں اپنی قوموں سے مربوط رکھتے ہیں،  
 اس کے باوجود وہ عظیم ہیں۔ صرف اس لیے ان کی امتیں ان کے اپنے ملک کی مٹی میں مضبوطی سے پیوست  
 ہیں۔ قومی تہذیب، رکاوٹ بننے کے بجائے، وہ بھی روحانی اور عقلی اتفاق رائے کے لیے ایک پل کا کام کر سکتی  
 ہے۔ ایک قوم کے عظیم دولت مند بنی نوع انسان تک پہنچتے ہیں۔ وہ متحدہ رہتے ہیں، تقسیم نہیں کرتے۔ ان میں  
 اور قومی سطح پر ہم آہنگ کرتے ہیں پھر بھی قومی سطح پر تقسیم ہوتے ہیں۔ فرانسسکی وزیر خارجہ میریٹ  
 (Herriot) نے اس امر کا اتنی خوبی سے فریک فٹ میں ہونے والے ہیں۔ قومی جشن منائی میں انھیں دیکھا  
 تھا، جب اس نے کہا تھا: ”میں اقوامیت کے لیے کام کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ وہ اپنی قوم کی شہید ہوتی ہے۔“  
 امن کے لیے موثر کام کرنے کے لیے آئی کو پسند نہیں کرتا۔ امن سے واقفیت ہوتی ہے۔ اس مقام پر  
 ہم سامنا کرتا ہے کہ ہمارے سماج سے جو ایک قوم دوسری قوموں سے رقی ہے، جب آپ تعاون کی بات  
 کرتے ہیں تو واقعی آپ کا مطلب تعاون ہی ملتا ہے؟ آپ واقعی کیا سوچتے ہیں؟ کیا ہم آپ کی طرح  
 کی کیرانیوں میں جھانک کر یہ معصوم کر سکتے ہیں کہ آپ واقعی ہمارے ساتھ مل کر کام کرنا اور قیصر کرنا چاہتے  
 ہیں؟ ”جی ہاں“ ہے وہ سوال جو کچھ جتنی سے پوچھا جاتا ہے، جس پر میں ذرا غصے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔  
 اگر واقعی، بعد جنگ کے دس برسوں کے تجربات اور عمل کا تجربہ کرنا چاہیے تو، تعجب کا تصور نہ

غیر رائے بغیر کہا جاسکتا ہے کہ مفتوح کے متعلق میں غلطی کے لیے، میں کی حکایت کہ آسمان ہے۔ مفتوح کے نزدیک، میں کا مطلب ہے اس حالت کی حفاظت جو اس نے [جنگ کے دوران] حاصل کی ہے۔ جب مفتوح کے نزدیک اس کا مطلب ہے اس پر قیامت کہ جو باقی بچ گیا ہے۔ ہم دونوں کے حقیقت میں ہیں جب آپ ایک ساتھ ایک پر ہیں، رشتہ کے بغیر دونوں کو بہت دینا۔ یہ کسی فرد یا قوم کے لیے تکلیف دہ ہے۔ مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ نصف صدی کے کام نے ایک چوٹی پر پہنچا ہے، اور پھر چوٹی سے نیچے گرنا۔ یہ انسانی نفس کے لیے اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔ ان لوگوں کی نفسیت کو سمجھنا جنہیں اس کا تجربہ ہوا، اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ اس کی اصلاح آسان ہوتی ہے، جیسا کہ روگ سمجھتے ہیں۔

یہ تھا مسئلہ کے حتمی کارہ جس طرح کے حالات ہو گئے تھے اور جرمنی کے لیے آسان نہیں تھے، جن کا تذکرہ آپ کے صدر نشین نے کیا ہے، جب انہوں نے نوکارڈ اور جیٹو کا اور ایک آف نیشنز میں جرمنی کی شمولیت کا تذکرہ کیا تھا۔ جرمنی کا ایک عرصے تک غوث اخلاقی سے، جو [دونوں کو] فتح کرتی ہے، محروم رکھا گیا تھا۔ جرمنی کو مسو بہ بیچوں اور بے کی سولی یا ڈھکی کرانی پر ہی تھی لوگ جسے کبھی نہ بدعاشت کرتے، اور وہ ریاست و خدمت کے سسے میں ایک سلامیادداشت میں جی نہ رہے ہوتے۔ تاریخی دن اب بھی جنگ کے اہلکار کو جرمنی کے علاقے تھوڑے، نوآبادیات میں حصہ لے کر دیتے اور ریاست اور ان کے لیے اٹائے گئے دینے سے نہ دو نہیں سمجھتے۔ وہ ایک اس غصہ تھیں کہ نظر انداز کر دیتے تھے جو جرمنی نے اٹھایا ہے۔ میرے نزدیک وہ درمیانے طبقے کے دانش ور اور پیڑ دروگ تھے جو روایتی طور پر ریاست کی خدمت کے تصور کو سب سے آگے رکھتے تھے جنہیں نے جنگ کے دوران ریاست کی کمال وفاداری کے عوض خود اپنی دولت کا، اور نتیجے میں بدتمیزی کے درجے تک گر جانے کا نقصان بدعاشت کیا۔ ان کی دولت اس وقت کاغذ کا ٹکڑا بن گئی تھی جب کہ ریاست نے، جس نے انہیں جاری کیا تھا، اسے اصل قیمت پر بیچ لینے سے انکار کر دیا۔ ریاست کی خدمت کی صورت میں چوٹی ایک نسل سے دوسری قربانی کا مطالبہ اس حد تک جائز ہو سکتا ہے، یہ ایک تاریخی معاہدہ ہے جو عام آدمی اور قانون سازوں کے نزدیک ایک عجیب ہے، جس کو بھی تک عمل نہیں کیا گیا ہے۔ مگر جنگ کے بعد سے جو پتہ جرمنی میں ہوا ہے اس کو کمال خود پر جڑے ہوئے کی عزت کی کیفیت کی روشنی میں دیکھا جانا چاہیے۔ وراثتی معاشی کی شرائط کے نتیجے میں، اپنی فوج کے انفرادی حصے کا حصہ بن گئے، اور اپنی نسل کا پتہ حصہ بھی، جو پانچ جرمنی میں فوجی انفرادی امریکی امریکی گیا ہوتا۔ یہ ان کی اقتصادی تہی تھی۔ مگر، یہ ان تمام لوگوں کی زبانی دوسری تہی بھی تھی جو پانچ سو سالہ تاریخی شاہی کے پچھلے وفادار تھے، جن کے پاس اب اپنی سچی اور جذبات کے لیے کوئی فوج بنیاد نہیں رہی تھی۔ جنگ کے دوران وہ سب جرمنی کے نصیب کے عرصہ میں اس میں حصہ دار تھے۔ مگر ان میں سے ایک کو بھی ایسی تہی کی توقع نہیں تھی۔ وہ پیسے والوں سے مغرب نہیں ہونا چاہتے تھے اس لیے کہ انہیں اس تہی شدہ جرمنی میں داخلے کا طریقہ

معلوم نہیں تھا۔ جیسے کہ سن ۱۸۸۱ء میں ہوا، ان لوگوں کی ضرورت سے زیادہ بعد بازی سے مشکلات پیدا ہو گئیں، جنہوں نے پانے اور پانی کو کسی حد تک ایک جائزہ کے بجائے اپنی اختراعات کو غیر متاثر طریقے سے بڑھایا تھا۔

رومانے اور ڈیٹس کے ہونے، بھکاری جو کبھی رہنا رہے تھے، جلی دھیت میں اپنے ملک کی روایت کی بے احترامی اور ان پہ بے جا حملوں کے شدید ماحول بن گئے تھے۔ مزید یہ کہ سرحد اور دو جتنے کے زوال کے بعد کے واقعات سے۔ اس مقدمہ پہ میں شریف یا جاگیرداروں کی نہیں بلکہ پورے درمیانہ طبقے کی بات کر رہا ہوں جنہوں نے زندگی بھر کے کام کے ٹکڑے کو بھرتے دیکھا، اور جنہیں نئے سرے سے روڑی تھائی پڑ گئی تھی۔ پانے کے پورے سو فیصد پانی کو چھٹی عالمی جنگ کے بعد Ruhr پر طے کی صورت میں ایک اور سیاسی زلزلہ آیا۔ ایک بار پھر لائٹ مار اور غارتگری کے احساس نے شدید مزاحمت کے شعبے بھڑکا دیے۔ شہر اب اس احساس نے، ان قوموں کے درمیان جو بظاہر جتنی سے لڑائی جاری رکھنا چاہتی تھی اور وہ جو کتنی تھیں کہ اس مسئلے کا کوئی قانونی جواز نہیں تھا، فرق کرنا شروع کر دیا تھا۔ ریاست ہائے متحدہ سے کسی آواز میں آنے لگی تھیں جن سے واضح ہو رہا تھا کہ امریکا باہمی تعاون کی بنیاد پہ ایک پُر امن اور متحدہ یورپ کا خواہش مند ہے جس کے بعد Dawes Plan کے بارے میں کانفرنس شروع ہو گئی۔ صدر ہین نے امریکن اقتصادی ترقی اور بینکاروں کی بے انتہا مصلحتی، اور اپنے زمانہ گذار میں ایک دن جب ڈیوڈ ڈاؤنگ سٹریٹ (Downing Street) چھوڑے تھے انہوں نے باقی کر لیا تھا کہ "Should and acquaintance be" (Scotch) گیت "کیونکہ اہل مذاہب بھلائی چاہتے ہیں"۔

(forgotten یاد آ رہا ہے۔)

پہلی بار جنگی جرمین موام نے اپنے نمائندوں کو ہیمبرگ کے بنائے ہوئے قانون کی مجلس ایک شے نہیں، بعد میں لندن آرمسٹریک میں شریک کے محور پہ دیکھا تھا اور انہوں نے Herriot کا ٹھکانہ اپنی زبان سے Ruhr کے حق کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ یوں لوگوں اور ان کے درمیان جدوجہد میں، جو عالمی تناظر میں کسی تھریٹی پہ یقین نہیں رکھتے، اور جو جان بوجھ کر ایک نیا راستہ اختیار کرنا چاہتے تھے غالی الذکر کامیاب رہے۔ روڈیوس ہی سے ان کے کچھ جیتی تھے مگر ان میں مزید جتنے کے رکان کا اضافہ ہوتا تھا جس کو پانے نے، جرمینی میں جو کسی سے گھروطن پرست نہیں تھا، اپنے سیاسی اور ریڈیو یونین کا سربراہوں سے اس امید پہ پانے نے تعلقات دوبارہ استوار کیے۔ قوموں کے درمیان تعاون کے لیے ان سے بہتر کونسا نہیں مل سکتے تھے۔

Herriot کی جبرمندی آئینہ آئیں کے وزیر خارجہ بنے اور انہوں نے Ruhr کے انہماک کے وعدے کو عملی جامہ پہنا دیا جس کے بعد، 9 فروری 1925ء کی یادداشت کے ساتھ جرمینی کی ایپ لوکا روڈیوس کی مجلس کا افتتاح کیا۔ یہ کہنا بالکل غلط ہوگا کہ اول سے ہی سے لوکا روڈیوس کو خوش دل ور پڑے جوش قومیت حاصل ہوئی تھی۔ جبرمندی سے متاثر جرمینی کے بد وقت رد عمل میں تاثر کا باعث ہوئی تھی۔ اندرون ملک اس کیادانی میں بولے



ہوئے جھوٹ کا سامنا ہوا جس کو ہم ایک متحرک پستی کی ابتوا کہہ سکتے ہیں، اس میں کچھ دیکھ کر کمزور  
 وزارتوں اور دست برداروں کی سیاست کی پہچانیں بھی نظر آئیں۔ ہمارے کانٹین نے امن کے لیے جرمنی کی  
 محو تلاش کی پیچیدگی کو پہنچنے کی طرح بحث میں نئے سوالات مثلاً کر دیے تھے۔ نوکارو معاہدوں کے خلاف کے  
 لیے ایک آف ٹینٹر میں شمولیت کی شرط عائد کر دی گئی۔ یہ دھپپہ تہذیبی تھی، یہ بھی۔ 1919 میں جرمنی نے  
 ایک آف ٹینٹر میں شامل ہونے کی محو تلاش کی تھی مگر ٹھک ٹھکروں اور سمجھ لوگوں کی جانب سے اس کو رد کر دیا  
 گیا تھا۔ اب اس کی شمولیت کی محو تلاش کی جا رہی ہے۔ کانٹین کی انجمن کی مثال قائم کی جائے والی ایک آف  
 ٹینٹر [اب] عالمی جنگ میں اپنے حالت و درجہ کانٹین کا تعاون اور مسابقت چاہتی تھی۔ یہاں بھی شدید  
 احساسات پر قابو کیا جاتا تھا، اس لیے جرمنی کی نظر میں اس کے مذاقوں سے محض فیصلوں میں ایک آف ٹینٹر  
 نے ہمیشہ حق خود مختاری رکھنے [کے اصول] سے۔ اس نظر پر کیا تھا۔ دیکھا، بہت اونچے نیچے اور اعتماد اور بے اعتمادی  
 کے بعد معاہدوں پر رضامندی ہو گئی۔ پھر مارچ 1926 میں، متروک درجے کی جوہر توڑ اور متروک درجے کے جذبہ  
 حسد نے ایک بار پھر ایک میں جرمنی کے دغے کی ممکن بنا دیا۔ مگر میں اس وقت سابق اتحادوں کا مذاکرات  
 کرنے کا مشورہ دیا، کو جرمنی ایک کا حصہ تھا، عارضی کر کے کو باقاعدہ دخل نہیں دیا گیا تھا۔

تجربہ میں جرمنی کو ایک میں داخل کرنا کیا اس موقع پر مسئلہ ان کے ایک تقریر میں کیا تھا، جو دنیا  
 کے تمام مذاقوں میں سنی گئی تھی، کہ توہین اور مشیت نہیں کا مہم ختم ہو چکا ہے۔ لہذا ان کے دو الفاظ کے تھے  
 جنہیں اس اعلان کے ساتھ بقیہ صدی تک کو بچنے رہنا چاہیے کہ وہ خیر قومیں، انہی میں دفرانس نے جنگ کے  
 میدان میں ایک دوسرے کے مقابلے میں نئے اعزازات حاصل کیے تھے۔ مستقبل کو سے بنی نوٹ نہان  
 کے لیے آدھش کی لڑائی کی طرح دیکھنا چاہیے۔

جس نے جیسا میں یہ: تعلات دیکھے تھے وہ انہیں کبھی ببول نہیں سکتا۔

قوموں کی تاریخ بتاتی ہے کہ اتحاد کے بعد ہمیشہ کس نہیں ملتا۔ تاریخ وقت کی ماپ کے لیے ایک کائی  
 استعمال کرتی ہے جو زمانہ کے عرصہ حیات سے مختلف ہوتی ہے، جب کہ آئی ہمیشہ تاریخ کے ارتقا کو اپنے ہونے  
 سے اپنے کی عمر میں رہتا ہے۔ بعد میں آنے والے عرصے میں ہم بلند یوں پہنچ کر گہرائیوں میں گر گئے، انہم  
 نے اپنے اتحاد کی کینہوں کو شبہات کے پے اور جنگ کی نسبت کے ہاتھیں مسے جاتے دیکھا ہے اور اب  
 بھی، بجائے دنیا بھر سے امن کی مشتہ ضمانت کے، ہم کانٹین کے بحران کو تاریخی صورت میں دیکھ سکتے ہیں۔

یہ تھے ابتدائی اقدامات جو متحدہ دشمنوں کی جانب سے مذمت اور ہم بودیت کے لیے ہوئے  
 تھے مگر یہ ہمیشہ تاریخی پسندانہ نہیں تھے۔ میں نے تصدیق و جہد کی جگہ کامیابیوں کی تفصیلات سے کم دکا مت  
 بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ کسی قوم کی تاریخ کا بیان نہایتی سبکی کو، تاہم رادیکس کر سکتا ہے کہ ہم تعلات  
 کو اس طرح پیش کرنا گویا نہیں تو سہا ہی تھا۔ کسی قوم کے جو فوں کو اس سے زیادہ کم رادیکس کر سکتا کہ  
 تعلات کے ہوتے ہی نتائج اس طرح بیان کر دیے جائیں گویا ان کی شروعات اور نتائج کے درمیان کوئی فاصلہ

وقت تھا کہ تیس سال آدم صرف جد و جہد ہی سے آگے نہ تھکی ہے۔ فرد کی زندگی ایک لڑائی ہوتی ہے غلطیوں اور رکاوٹوں سے۔ اور حقیقی کامیابی اسی قدر تسلی بخش نہیں ہوتی جتنی کہ غلطیوں کے خوف حاصل ہونے کی کمیابی کی زندگی کی زندگی کی صورت میں ہوتی جس پر وہ اپنی مرضی کے مطابق بغیر کسی مزاحمت کے حرکت کرتے۔ آدمی کو اپنے دن، ویسوں میں نہیں گزارنے چاہیے، بلکہ اس لیے کہ عیشہ عمر سے میں اس کے آدمی کی حقیقت میں ہوئی ہے۔ ایک مثالی دنیا کا حصول اس کی قوت حیات کو ختم کر دے گا جو ہم میں سے ہر ایک کو آگے نہ جاتی ہے، اس لیے کہ پھر انسان کی زندگی اپنے معنی کو دے دے، گو یہ اب آدمی کے لیے جواب دہی اور کوشش کرنے کے لیے چھوٹی رہ جاتی ہے۔ لہذا مشکلات کے اس بیان سے میں قومیوں سے بات نہیں کر رہا ہوں، میں ان کی طرف توجہ دینا چاہتا ہوں جو سوال کرتے ہیں کہ ہم دنیا کو آگے کیوں نہیں بڑھے۔ میں انھیں بھانپا چاہتا ہوں کہ ان وقتوں میں یہ قیوں کیا مناسب نہیں ہوتا ہے کہ ہمیں ایک ہی ضرب سے آگے نہ بڑھنا اور ان کا روبرو دیکھنے کی روشنی میں تہذیب کو جاننا کیے۔

چوں کہ ان وقعات کے درمیان بددشت کے محبت نہیں آئے تھے اس لیے کہ گرم و خیر امیدوں کے ساتھ ناکامیوں بھی تھیں، خدائی کی ترقی بھی آ رہی تھی۔ چنانچہ حاکم کے بغیر نہیں تھی مگر دیت پسند خدمن لوگوں کے احکامات اور جہد و آسائش سے عام انسانوں کے ہوا میں رہا جا سکتا ہے بھی، آئی یہ کہا جا سکتا ہے کہ خدمن پر ایمان کے ساتھ معاشرے میں یہ وضع رہی ہوگی کہ خدمن عوام کو نہ ہی اثریت امن اور مساحت کی خواہش میں متحد ہے۔

میں دیکھ اور باتیں کے درمیان شدید جذبات کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ وہ دو گنجینیں ہر منوں جیسے تجربات سے گزرا ہوا مفہوم غور پر شدت پسندوں کے لیے رخصت زمین کے ساتھ سو جایا کرتے ہیں۔  
 زمین قوم کے جہاز کا متوازن رکھے ہوئے درمیانی پو بھی جو اس کو چکروں سے بچاتا تھا، وہ درمیان کا مستحکم طبقہ،  
 باقی نہیں رہا ہے۔ حاکم کے بیٹوں نے اپنی امیدیں اس کی تمام تہذیبی سے گائی ہیں۔ یہی وہ وقت تھا جب  
 جمہوریت پر نڈب پسندی (Bolshevism) غالب آ گئی، جو دیکھ جانے والے سوشلسٹ اور دیکھ جانے والے سوشلسٹ  
 سوشلسٹ اور دیکھ جانے والے سوشلسٹ۔ ایک قوم جس کا سکہ رائج اوقات بعد چکا تھا، جس کی قوم دیکھ جانے والے سوشلسٹ  
 حاکم نہ تھی، جس کو ہنگامی سطر حاکم میں رہنا سیکھنا پڑ رہا تھا، اب دیکھ اور باتیں ہر منوں نڈب پسندی  
 پر قابو پا چکی ہے، اس کے جذبات کی صحت مندی، اس کی ہندوئی کا جوش، اور اس کی *realpolitik* تصوراتی  
 اور مبراہی کیفیت پر غالب آ چکی ہے۔

بعد جنگ دور کے ایک جرمن مہم نے کہا تھا کہ نپوشی کا مقبولہ "politics is our destiny" آپ درست نہیں رہا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ آپ ہمارے مقبولہ کو اقتصادیات کے مساوی کہہ سکتے ہیں۔ میں اس سے اتفاق تو نہیں کر سکتا مگر میں اعتراف ضرور کروں گا کہ قوموں و ممالک میں کی سیاست پر اقتصادی رہنمائی اور واقعات شاید پہلے اتنے اثر انداز نہیں رہے ہیں جتنے کہ آپ ہیں۔ لہذا میں اقتصادیات سے متاثر ہوں گا۔

اس سے نہیں کہ قہر دیات کی اہمیت پہلے نہ سمجھی ہے، بلکہ اس لیے کہ جس منہ میں کام کرنے کی تہنیتی کی اور قہر پرانی پیدائشی تحریک کے نزدیک شریک میں بہت واضح رہی ہے۔ *disse2-falle* کے مطابق سم نے یہود کے تمام کام روک نہیں دیے ہیں بلکہ ہم نے تو بے روزگاری کو کم کرنے اور اس کے نتائج کو کم کرنے کی ہر طرح کی کوشش بھی کی ہے۔ ہوسکے ہے کہ وہ دوسری سماجی تہنیتی کے اثرات کے باعث ریاست کی جانب سے کسی انفرادی کوشش کو دبا دیا گیا ہو مگر کھل طور پر یہ پالیسی صحیح سمت میں اشارے کرتی ہے۔ نئے جرمنی میں، مزدور طبقہ، باوجود اپنی سیاسی نمائندگی کی قسم کے وجود جس کے تابع رہا ہے، مملکت اور ریاست کا حافی بن گیا ہے۔ یہاں وجود اس تنقید کے جو کہ اس کے فاضلی صورت پر ہے۔ جہت جتنے پہ کی جاتی رہی ہے، میں اس امر پر زور دینا چاہوں گا کہ اس کے نتیجے میں چوٹی قوم اور ریاست کے مابین ہونے والے ٹکرائی (tension) کی نیا وہ قدرتی جہتی چاہیے۔ مقابلے میں اس ایک طرف اور دوسری طرف قانون سازی کے جو اس کا باعث ہوئی ہے، اور یہ کام ہونے والی ہے۔ آج چوٹی قوم ریاست اور اس کے مستقبل میں ٹکریک ہے۔ پھر سے ملک کے شہریوں اور قریب میں مطلق ختم لے اور مملکت کو روک دیا گیا ہے۔ کچھ صدیوں میں یا شاید بھی کہ ملک تھا کہ وہ ریاست کا خاتمہ ہے۔ مگر آج سب سے بڑی کے تمام ارکان ریاست کے خاتمہ ہیں۔

سیاسی جماعتوں میں کسی قسم کی بھی تبدیلی عوام کے اس عزم کو تھوڑی نہیں کر سکتی کہ کسی بھی جہتے اور ریاست کی ذمہ داریوں میں شہریت سے نہیں روکا جائے گا۔ اس عزم نے متباہانہوں کے خلاف، ریاست کی قیود، مشترکہ مفاد اور قومی یکجہتی کی حفاظت کے لیے ایک بنیادی جہت ہے۔ جرمن عوام اپنے امایوں میں متحد تھے کہ وہ اس یکجہتی کو تمام اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ رکھیں گے۔ وہ بدعتی کے عالم میں زیادہ طاقت ور تھے یہ نسبت خوش حالی کے۔

ان تہذیبوں کا مدب جو کبھی بنیادی طور پر ریاست کے لیے مخالف جذبات رکھتے تھے ایک مثال کی کیفیت تھی اس کراہت کا جو بہت سے دانش ور اور طاقت ور صنعت کار کی ریاست کے لیے رکھتے تھے کراہت جو عموماً غیر مبنی قوت سے قطع نظر، قوی جذبے کو حرکت دیتی ہے۔ یہ فنی رائے، کراہتیں اور دشمنیاں آٹا، کیک بازو کے چند شدت پسندوں کے گرد ہیں تک محدود ہو کر رہ گئی تھیں۔ ان لوگوں کا دل جیتنا جو دیکھے نالوں میں ریاست کے مخالف تھے پیش خیمہ تھیں ان کے دلوں کے جیتنے کا جو پہلے کی ریاست اور نئے طریق حکومت کو کھل طور پر مسترد کر دیا کرتے تھے اس موقع پر بھی، آج کے واقعات اور ریاست اس تاریخی حقیقت کو جھنڈ نہیں کر سکتی کہ عملی تعاون حاصل کر لیا گیا ہے۔ میں جرمنی کے معنی طور پر سب سے زیادہ ترقی یافتہ ممالک کی مثال پیش کرتا ہوں وہ صوبہ جس میں سوشل ازم پلٹ کر اپنے فاضلی کی طرف ترقی ریاست پر نظریات مکتی ہے، اس پر جہاں بہت اور سوچو اور آزاد Saxony ریاست ہے، جہاں ایک وزارت قائم ہے جس میں اشتراکی اور قوم پرست ایک ساتھ کام کر رہے ہیں۔ یہ منہب کہ کام ہوتے رہنا چاہیے، آگے نہیں کر رہی فلاحیوں سے نیا وہ مضبوط ثابت ہوئی۔ اب رائے کے اختلافات سرحدوں و تقابلات اور

گرم ہوں تک ممدہ نہیں رہے تھے۔ یہ انفرادی بھائیوں کے اندر بھی ہوتے رہتے تھے۔ بالآخر، دسے کے تمام اختلافات ہر کر لیے گئے تھے۔ اس عزم سے کہ قحطیوں کے لیے سب کی ضرورت ہے، اور یہ بھی کے ہمارے بچے اور پتے جو یک دن پلٹ کر رہے نہ رہنے کی طرف دیکھیں تو وہ صرف ان کی نوکوں کی طرف قیودیت کے اشارے کریں جو ان مشکل دنوں میں ایک کھڑے نہیں رہے تھے۔ بلکہ جنہوں نے اس گھمبیر تعمیر نو میں ہاتھ بنایا تھا، جو بعد چکا تھا۔ سچ کہ پرانے دور کے درمیان کی آویزش بھی تک حل نہیں ہوئی ہے۔ مگر ایک عشرے کے اندر یہ حل کیسے ہو سکتی ہے؟

گھمبیرے دور پرانے جرمنی کے درمیان کا قابل مناسبت جدید خیال کو نئے دور پرانے کی آمیزش کے تصور کا سامنا تھا۔ جرمنی میں جتنی بھی ماضی کے دیوارہ قیوم کی طرف نہیں دیکھا ہے۔ اس کی کم ندواریں اور شخصیات واضح ہیں۔ بہت لوگ چاہتے ہیں کہ پرانے جرمنی کی اچھائیوں اور قابل قیودیتوں کا نئے جرمنی میں اعتراف کیا جائے۔ تمام والہات شخصیتوں سے منسلک ہوتے ہیں جو ان کی طرست بن جاتی ہیں۔ جرمنی عوام کے نزدیک، پرانے دور کے یہ آمیزش ان کے صدر کی شخصیت میں مجسم سے مددگار (Reich) کے پیسے صدر کے جانشین بن کر رہنے آئے تھے جو خوب اختلاف کی صفوں سے ابھرے تھے، اور انہوں نے بڑی حکمت و سیاست اور حب الوطنی سے رستے کی نامواریوں اور بے ترتیبی کو مرتب کرنے میں، اور اس ترتیب کو تعمیر نو میں تبدیل کیا۔ صدر فان ہینڈن برگ (von Hindenburg) کی شخصیت میں، جنہیں عوام نے منتخب کیا تھا، قوم و دیپانگت دیکھتی ہے جو جہتوں سے بڑے اور جس کا احترام کیا جاتا ہے، جس کی عزت ہے اور جس سے محبت کی جاتی ہے۔ قدیم شاہی کی ریاست کے پڑاؤ، وہ اب ایک نوجوان جمہوریت کے نہایت مشکل اور تکلیف دہ وقت میں اپنے خزانوں پر کے کندے تھے۔ رائج صدر قوی پانگت کی مجسم میں سے۔ ان کی پہچان کے اسی میں جدیدی موندے والے ہیں، سب جس کے جشن میں شریک ہو رہے ہیں۔ مگر انہیں رگڑیں گے کہ بھاری کثرت کے نزدیک جرمنی کا تصور یہی تھا۔ متروک اور نظریات کی وفاداری سے پیسے آتا ہے۔

چینا، نئے جرمنی سے یہ وفاداری رفتہ رفتہ اور مشکوک سے حاصل کی گئی ہے، مگر ہر روز نیا دور سے زیادہ لوگ اس پر یقین ہو رہے ہیں۔ وہ محسوس ہے ان کے انوکھے پن سے گروہ نہیں، بلکہ اپنے احتساب و انفس کے نتائج سے راغب ہوتے ہیں، جو اس کی پیروی کی کہیں بہتر ضمانت ہے۔ کوئی بھی وہ بات نہیں کہہ سکتا جو ہشپ نے [قدیم جرمنی بائبلت (457-781 کے زمانوں) Merovingian سے کہی تھی] "سے منکبر، Sicambrian [بائبل کے ترجمان علاقے کا سب سے پہلا نام، جہاں دسے اس کی پرستش کر جس کو قونے نڈر آتش کر دیا ہے، اور اس کو نڈر آتش کر جس کی قونے پرستش کی ہے] "لیکن تبدیلی ایک دن میں نہیں آتی، اس کو بدلتے کے عرصے آویزش سے ابھرنا ہوتا ہے۔ وہ جو سخت لڑائی کے بعد، اپنے وطن کی خاطر، محبت اور وفاداری سے جرمنی کے عوام کی خدمت اور موجودہ جرمنی کے دفاع کے لیے ماضی میں ریاست کی

جانی کے لیے اس سے زیادہ تھکن قدم سے جو سٹی طور پہ انداز پایا ہو

عملی تمدن کے تصور نے نئی حکومت کا قوت عمل سے خریدہ اور ان کا رفرز حزب خدیف کا سر مٹا کر دیا ہے جو  
ماضی کے حسن کے تصور میں بے ثمر ہے حال ہی میں صرف اس کو، بلکہ مستقبل کو بھی اس جھوٹی تہذیبی کوکھ  
کنا پڑے گا۔

مگر قوموں کی زندگی میں حکومت کا رنگ روپ اور جسم ہی فیصد میں ہی نہیں ہوتے، یہ سب شکل و رسم اور  
قوم پختی کے جذبہ نہیں پیدا کرتے۔ باب، مثلاً کے تصور پہ قبضہ دے جھٹکے میں پوچھا جا سکتا ہے، اگرچہ عقل  
نفاذ میں یہ دوری کو دور کے قسم کے نظام حکومت کے مقابلے میں زیادہ رسوخ فراہم کرتا ہے یا دورہ انجام  
اسے زیادہ رسوخ دیتا ہے۔ حیرت کی معیشت، ان بندھنوں کے باعث اور، بعد جنگ کے یورپ کے  
کا حلیے کی وجہ سے، چھٹی تھی جس نے قومی سرحدوں کو زوال دیا اور چین، قومی شمولیت کے سنے رستے پہ قدم  
بڑھایا تھا۔ نئے کاروباری اتحاد کرنے کا رجحان جو پوری دنیا میں بن رہا ہے، یہاں جھٹ، کل کی نوٹ انسان  
کی ترقی کے منہ میں نہیں ہے۔ مجھے فکری سے کہ یہ خود بخود رہا جنوں کی تعداد میں کی کا باعث ہو رہا ہے۔ یہ  
ان خود بخود چھوٹے ماحولوں کا خطرہ ہے کہ ان کے اپنے کا آغاز کرتی جس نے معیشت کا رسوخ کا موقع فراہم کیا تھا۔  
مگر ماضی کے بارے میں دل پسند خیالات کی عادت لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تہذیبوں کی عالمی  
جنگ ۱۸ ویں کی گونج کی جاتی ہوئی تھی۔ جنگ نے یورپ کو تڑپتہ قدم سے کھانڈ کر ایک ایسے براعظم میں  
اس کی قلب و ہیت بدل دی جس کے بے شمار زخموں سے خون کی بہاؤ اور۔ صرف حیرت کی دنیوں کی  
آبادی کے بیش قیمت عقول کو بھی نکال کر کے چھوڑ دیا تھا۔ ”جب پانچویں کی درجنوں میں فوراً دگنے گتے  
جب زمین کے [یہ] قابض بلند موندے گئے تھے۔“ یورپ اب دسائی کی فراہمی کا اہم ذریعہ نہیں رہ سکا ہے،  
اور اب ہم خود بخود نہیں دے سکتے کہ یورپ دنیا کا قاعدہ بن جائے، چاہے یورپ کے وہ ایک دہم سے  
سے قریب ہو رہے ہیں تاکہ وہ خود بخود اور شہرت و فخر اور ادا سے محفوظ نہ رہیں۔ اور جہاں تک اقتصادیات کا  
میانست پہاڑ الماڑ ہونے کا سوال ہے، تو ایک دہم سے قریب ہوا، اگرچہ اقتصاد کی نظریہ سے قابل  
اعتراض ہو سکتا ہے، یہ بین۔ قومی منہ سمیت اور امن کے فروغ کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔ حال میں اس عمل  
کی نسبت، جس میں اردوں گتے ہیں، عمرانیات کے، مہین کو جنگ کا جو رزق اہم کرتی ہے، یہ عمل اب بھی  
قوموں کے درمیان باہمی منہ سمیت کا اثاثہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی میں آج کے حیرت کی سٹی سپاہی دھماکوں کی طرف آتا ہیں۔

اکثر اہل حقیقت کی بنا پہ حیرت کی سٹی کی جاتی ہے کہ اس کے اداروں میں گروڑوں افراد جمع ہوتے  
تھے جو جنگ کی دھواں دھانی زندگی کے جذبات و طے و بوندہ رکھتے تھے، ان میں سب کے سنے ایک سوال  
رکھا چلتا تھا: ”کیونسیاتی کیفیت میں یہ کچھ ہو رہی ہو سکتا ہے؟“ میں جنگ کے دوران محاذ پہ نہیں رہا تھا مگر  
بھی تھا جب بھی، میرے لیے یہ زندگی کا سب سے زیادہ دردناک تجربہ تھا۔ ریاست کے بحال پہ چل

اثر آدمی ماکوہ اور دنیا اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا اپنی شہر قوت کو برہمنے کا رہنما کیا دنیا میں، یہاں تک کہ ہے جہاں: دونوں جواہر تجربات سے دوچار ہوئے تھے، ایک دوسرے سے ان کی باتیں نہیں کہتے؟ ہمارے پاس لکھے (Leithe) کا پانی تو نہیں جو انسان کی یادداشت کو تھک کر دے یا دماغ کی آنکھوں پر کندہ تصویریں کو ہٹا دے۔ [چنانچہ اس غیر میں تھکے مانی دریا کے پانی کی یہ خاصیت تھی کہ اس کو پینے والوں کے ذہن سے ان کی یادداشت محو ہو جاتی تھی۔]

ہم پہنچتے رہتے تھے کہ جرمنی کی طرح فرانس میں بھی جنگ میں شامل رہنے والے لوگ بھی اکٹھے ہوتے تھے۔ جب یہ پرانے کامریڈ مسٹر نے ان سے ان کی رائے معلوم کرتے تھے تو یہ ان سے بات کرتا ہوا ان میں ایک ہونے کا حس اس ان کے لیے عجیبی کا باعث نہیں ہوتا؟ میں نے مسٹر نے ان کی وہ تقریر پہنچی ہے جو انھوں نے ان سپاہیوں کے سامنے کی تھی جو سپر میں لڑے تھے جس میں انھوں نے کہا تھا کہ ان کی زندگی کے تین سب سے زیادہ دل خوشی انھوں میں سے ایک وقت تھا جب انھیں شہر میں (Verdun) پر قبضہ نہیں کر پائے۔ تو پھر جرمنوں کو سپر ٹرم دیو جاتا ہے۔ تو پھر ایک جرمن کو اس بات پر کیوں الزام دیا جائے کہ وہ اپنے دل خوشی میں محنت اور وقت کو یاد کرے جب اس نے نارمن برگ (Tarmenberg) کی لڑائی میں جرمنی کی سرزمین کو دشمنوں کے قبضے میں جانے سے بچا دیا تھا؟ میں مسٹر نے ان سے خود مختار ہیں اور ان کو قبضہ کے وہ طوطا یاد دہانا چاہتا ہوں جب انھوں نے ماضی میں ایک ظہرے کے خلاف جدوجہد میں دونوں قوموں کی زندگی کا راز رخی کی یاد دہانی تھی اتنی بڑی کارنامہ ریاں مزید کارزار میں وغیرہ ضروری بنا دیتی تھیں۔ مسٹر نے ان کی طرح مجھے بھی یقین سے کہہ دو جنھیں ماضی جنگ میں شان اور خوف دونوں کا تجربہ ہوا ہے اب ایک نئے عہد امن کی حمایت کرتے ہیں گے۔ پھر لوگ جو اس کے خلاف بات کرتے ہیں، ہم کو اس سے بچنا نہیں سکتے۔

لہذا جب جرمنی کی ذہنی کیفیت کی بات کریں تو ہمیں بے انتہائی نہیں کرنی چاہیے۔ فرانس کے عہد میں کی تمام تر یہ ہیں اللہ کی مٹی ہیں کہ وہ امن کی حد تک کہتے ہیں اور امن کو بنی نوٹ انسان کے عظیم آدرش کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اور اسی فرانس میں باپ فتح (Arc de Triomphe) بھی تو ہے، ایک عظیم الشان یادگار جو پچھلے دنوں کی یاد کو زندہ رکھتی ہے۔ تو پھر لوگ کیوں اعتراض کرتے ہیں جب ہم فریڈرک اعظم (Frederick the Great) کی یادگار پر پھول چڑھاتے ہیں، اور جب ہم حب الوطنی کے جذبے کو اعزاز دیتے ہیں جس نے ہمارے ملک اور عہدہ کی اور پچھلے کا دفاع کیا تھا، محنت سے کشن اس جرمن زمین پر جسے جنگ کے دوران اوطاع کے مقابلے میں زیادہ بڑھا گیا تھا؟ ہم کہہ میں اس کے فاتحین کی شکست کی یادیں زندہ رکھتی ہیں۔ یہاں مادے میں لوگ اس طاقت و انسان کی موت کے عیت لگاتے ہیں جس نے ان کی سرزمین کی آزادی کو بھوکھا کیا تھا۔ ہر انسان کے دل میں جدوجہد اور ماضی کے یہ دونوں کی یاد زندہ رکھتی ہے۔ مگر یہ یادیں مستقبل میں امن کی تمنا سے متضاد نہیں ہوتیں۔ اسی طرح، جیسے ایک شخص

بھگت کے ورثہ کی زندگی کے بعد بننے والے امن اور ماحول کو بڑھ چاند کرنے لگتا ہے، اس لیے سمندر کا سکون صرف خون کے بعد ہی زیادہ اچھا لگتا ہے۔ یہ سوچی کر سہوٹی جلتا ہے، ہم اپنے آپ کو تھکا نہیں دیتا چاہے۔ ہمیں وہ مستحکم امید چاہیے کہ مستقبل ایک نیا عہد لائے گا، ان آدرشوں پہ بنا ہو، جو جنگ کے خون سے ابھرے ہیں۔ یورپ سے زیادہ یہ تمنا میں زیادہ محنت و رسوم کی، اور یورپ میں بھی، سوائے ان ملکوں کے، جنہیں سب سے زیادہ جنگ کے کھانچے نے پھٹے۔

یورپ کی تاریخ کا یہ ایک اہم موڑ تھا جب جرمنوں نے اس پالیسی کی ابتداء کی تھی جو لوکاؤں کے مابین جھینپائے گئی تھی۔ ذرا پہلے تو اس جرمن فیصلے کی اہمیت کے بارے میں مسئلہ نہ تھا کہ اس نے کیا کیا تھا۔ سب رستے پہ چل کر جرمنی کو بے شمار اور مایوس کیوجہات ہوئے تھیں۔ ان پہ تفصیل سے بات کرنے کا یہ مقام نہیں۔ میں صرف جرمنی کے حوالے سے وہاں کے نتائج کی بات نہیں کرتا۔ میرے نزدیک لوکاؤں کو بڑھ کر یہ کہہ دے۔ یہ Rhine کی وادی میں دینے پالیسی کا حصول ہے، جس کی ضمانت یہ عظیم عسائیہ ملکوں نے دی ہے اور دوسری ریاستوں نے بھی بھر دیا ہے کہ وہ اس معاہدے کی خلاف ورزی کی صورت میں جارحیت کا شکار ہونے والے کی مدد و اعانت کریں گے۔ ہاں امن کا خدا Treuga Dei دینی کرے گا کہ جس صدیوں سے خون ریز جنگیں ہو رہی تھیں۔ ان قوموں کے درمیان امن پھیلنے کے لیے جہاں تک اس کی اخلاقی رسوخ و رسائی ہو، اس کو عام قاعدوں کی بنیاد دینا چاہیے۔ جرمنی جو اس کی آئینیت ان مقاصد کی حمایت کرتی ہے اسے اس مقصد کے لیے جرمن فوجوں کو سرفروغ دیا جائے گا۔ وہ جہاں پہنچیں گے پھر امن مقابلے میں اپنی انفرادی جسمانی اور روحانی کامیابی چاہتے ہیں اور رکھے امید کے ساتھ ٹھیک اور عقلی ترقی کا باعث بھی ہوں۔

وہ لوگ جو ان آدرشوں کے لیے محنت کرتے ہیں اس صورت میں زیادہ دن تک کامیاب نہیں رہ سکتے کہ جنگ کے بعد یہ سوں اس قوم میں، جو کہ چرچست کھا چکی ہوئی ہے، غیر ملکی سلطنتوں سے باہر رہتی ہیں، عہد و نظام سے نکال رہی ہے اور صرف امن مانگتی ہے۔ لوکاؤں کی پالیسی بدگمانی، تشدد اور جبری پالیسی سے میل نہیں کھاتی۔ وہاں پالیسی ہے مذمت و آزاد خیالی کی یہ پالیسی ہے تعلیم کی ایک نئے مستقبل میں، اور ماضی کی پالیسیوں کے برخلاف اس مستقبل کی پالیسی چاہیے۔ جرمنی کو اس مستقبل کا سامنا ہے، ایک متوازن قوم کے ساتھ، جس کی بنیاد ہمیشہ محنت پہ اور اس معیشت پہ رہی ہے جو ہمارے کسے ہوئے علاقے میں ریڈزوں کی آمدنی اور تحفظ برقرار رکھے گی، ایک تو ماحول کے بنیاد پہ جو کائنات کا رابطے کے فلسفوں کے مطابق امن کے لیے کوشاں رہتی ہے۔

اگر میں آپ کی بات صحیح سمجھ رہا ہوں تو یہ تو آپ کے محاورہ ہی ہیں۔ وہ جو سوچ رہا تھا امن سے رہے تھے اور جو فٹل کھیل کے لیے گئے انعامات کے ذریعے ان عیادت پہ مالدیا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ریڈز کے دلوں کا امن کی کوششوں کے لیے، اعتراض کیا جانا چاہیے۔ اس عمل میں آپ اپنے ملک کے عظیم آدرشوں سے منک مے تھیں۔ آپ نے اپنے امن کے غول مرے دوسرائیں اور تحقیق

کے وسیع اور مختلف میدانوں میں تحقیقی کاموں میں استعمال کیا ہے۔ آپ نے لوگوں کو کٹاؤ سرٹائی جیسی کوششوں کے ساتھ دنیا کے دور افتادہ گوشوں میں بھیجا ہے، جنہیں نے انسانی کے مفاہمتی جذبے کو اثراتی حد تک پھیلانا چاہا ہے۔ آپ نے ان لوگوں کے لیے اپنے دلوں کے دروازے کھل دیے تھے، مابعد جنگ کے عرصے کی دوسری نسل، جنہیں نے دکھ بھگئے، اور ان لوگوں کے لیے بھی جن کو ان کے اپنے وطن سے بہتر باموجودگی دیا گیا تھا۔ اسی طرح آپ نے اپنے ملک کی محبت کو اپنے وطنی رشتہوں کی محبت اور قوتی افتخار کو بین الاقوامیت میں ضم کر دیا ہے۔

مجھے مسرت ہے کہ آئی۔ آپ کے ملک کے دہائیوں میں مجھے اسی اعزاز کے لیے اپنے شکر کے انبار کا موقع فراہم کیا گیا ہے جو آپ نے ہمیں بخشا ہے۔ اپنے شکر کے ساتھ میں امید کرتا ہوں کہ وہ آدھش جو اسی اعزاز کی اس میں تھیں، مختلف کرنے والی قوموں کی مشترکہ جائیداد بن جائیں گے، اور وہ عظیم خدمت جس نے دنیا سے نیا دوا جی سرحدوں سے بڑے اپنے رسوم کو پھیلایا ہے، اپنے وقتوں کے بارے میں کہتے تھے "ہم راتیں بیک اسٹیل سے جو تختوں سے ڈکھرائی روشنی میں آ رہی ہے۔" کاش اسی کے الفاظ ہمارے وقتوں پر بھی صادق آئیں۔





## سر آسٹن چیمبرلین چارلس ڈاؤز

پید کر اس بند کا دیر بہ حصول میں تیسرا نیا مہلی 1926 کی تقریباً اوقات  
ی میں دیکھا اس لیے اس کی کوئی حد و تیرہ مہلیں نہیں ہوئی تھی۔

### تقریر قبولیت

(جوزف آسٹن چیمبرلین)

میں نوٹس کیل کے صدر عین سے اپنے شکر کا اظہار کرنا چاہتا ہوں، اس اعزاز کے لیے جو اس ندم  
نے مجھے عطا کیا ہے۔

یہ میری خوش قسمت تھی کہ اپنے کام کے سلسلے میں مجھے دودھ نہین کی شرکت میسر ہوئی جو اپنے جذبات کی  
غیر معمولی فراخ دلی، اپنے فیصلوں کی خود بخود بخاری اور امن سے محبت کے لیے جانے جاتے ہیں اس کی مدد کے  
غیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس اتمام کے لیے میرا احسان شکر اور بھی بلند ہو جاتا ہے جو مشترکہ کام کے  
میرے حصے کے کام کا ہی طرح اعتراف کرتا ہے جیسے کہ مسٹر نہی آن اور مسٹر سٹریس مان کے نہایت اہم  
کرداروں کا کیا گیا ہے جو انھوں نے ادا کیے تھے۔

Dawes Committee کے غیر معمولی کام نے، جو ہمارے کام سے پہلے ہوا تھا، ہمارے لیے

بہت زیادہ کے فروغ کا۔ جدھر سسٹن چیمبرلین تقریباً چھپیل میں شرکت نہیں کرتے تھے اس لیے ان کے حصے کا فی مہر  
فرانسس لنڈے (Sir Francis O. Lindley) نے اس کی قیادت جو اس وقت تا 1926 میں برطانوی سفارت خانے کے  
رہے کے عہدے پر تھے اس کی نے چیمبرلین کی تقریر قبولیت میں پڑھائی تھی۔ سر سسٹن چیمبرلین نے وہی خطبہ  
نہیں پڑھا۔

آمنیوں پیدا کر دی تھیں، اور مجھے خبر ہے کہ میں ممتاز امریکا ہونے کا شریک کار ہوا ہوں جو سپر کی قسم نو کے سلسلے میں چین کا کام ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا۔

## تقریر قبولیت

(چارلس ڈاؤن)

میں Reparation Commission کی پہلی کمیٹی کے ممبرین کے کام کے متراف میں دیے جانے والے انوکھے کام میں صدر نشین تھا، تشدد پیش نہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس کمیٹی میں مجموعیت: ہوب یف (Gwen D. Young)، مارجونیا سٹامپ (Sir Josiah C. Stamp)، سر ریمونڈ کڈرے (Sir Robert M. Kinderley)، ڈان پامینٹ (Jean Parnmentier)، یڈرڈ ایکس (Edgard Alix)، لبرٹر پریٹی (Albano Pirelli)، فریڈرک فلور (Frederico Flora)، ایمیل فرانکی (Emile Francqui)، بیرن مارک ہوارٹ (Baron Maurice Houtart) شریک تھے۔ ممبرین کی کوشش تھی کہ دو ایک ایسا منصوبہ بنائیں جس کی بنیاد خداف کے مصوبوں پر تیار ہو رہی تھی، یہ ہوا اور اس کی قبولیت اس عام محووش تھی کہ ہو جو آفاق تحفظ امن کی دیہ پا امید ہوتی ہے۔ اس کے تحت حاصل ہونے والے نتائج کو آپ کے فیصلے نے تسلیہ کیا ہے اور یہ عظیم اعتراف طرہی عقیدت ہے کمیٹی کی متحدہ کوششیں کا۔



میں ریاستہائے متحدہ کے نائب صدر مسٹر چارلس ڈاؤن میں تقریباً پچاس سال میں شریک ہوں ہوئے تھے۔ ہمہ تن کی جانب سے الامن میں ریاستہائے متحدہ کے سناٹے جانے کے دوری، ریمونڈ سٹامپ (Raimund Scher Stempel) نے انجام وصول کیا تھا اور مسٹر ڈاؤن کا کہنا ہوا کہ ابھی پڑھ کر سنا گیا تھا۔

## فریٹاف نینس

### اعلان تجلیل

مجھے یہ یقین کرنے میں مسرت ہو رہی ہے کہ اس نرس کا نعام پہلے فریٹاف نینس کو دیا جا رہا ہے۔  
 مس نینس نے جین ابقوئی قومیت کا جو کام پچھلے چند برسوں میں کیا ہے اس نے ن کو نعام کا حق  
 دار بنالیا ہے۔ میں خاص کر یہ کہنا چاہوں گا کہ ان کے کام کا جو نمونہ نے جنگی قیدیوں کی واپسی اور قید کے  
 زمانے میں گزراؤں کی معاونت کے لیے کیا ہے، اور اب ایشیائے کوچک اور قفقاز میں صوبے  
 Thrace کے علاقے میں کر رہے ہیں۔ ان کی موجودہ سرگرمیاں صرف چند برسوں کی پیمائش ہیں،  
 ان کی حیثیت اور میت کی ہے کہ وہ اس کیلئے نینس کی یہ فہم و آہن اور جیسے عظیم امتیاز کے قابل  
 تھا۔

ہم میں سے ان لوگوں کو بھی، جو اپنے ملک میں رہ کر اخباروں کے ذریعے و قحط پر نظر رکھتے ہوئے  
 تھے، ان کی محنت کو سمجھنا ہی دیکھنے کو ہوتی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ نینس نے ان کی کام کی طرح بدور  
 نینس کو سونپے گئے ہیں۔ ہم نے ان کو ایک آف فیسر کے ہائی مشنر، تباہی کے اور تقابلی کے رابطہ میں  
 بھی دیکھا ہے۔ ہم نے ان کو یورپ کے تقریباً تمام ملکوں کے نو مندوں کی کچھلیوں سے مذکرت کرتے  
 بھی دیکھا ہے۔ ہم نے ان کو پے در پے سفر میں بھی دیکھا ہے ایک دن سمندر میں پڑتے ہیں کہ وہ لندن  
 میں رینڈ جارج (Lloyd George) سے ملاقات کر کے قیام پورا چاہتے مصلحت سے کہ پاپائے اعظم  
 سے کانفرنس کے سسے میں رہ گئے ہوئے ہیں ماب کے بعد وہ قحط کا بندہ خود معائنہ کرنے اور وہی  
 حکومت سے مذکرت کرنے والی گئے ہیں، عریض دونوں وائل جارج (ryphus) ن کے کئی قریب  
 ترین ساتھیوں کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے، مگر جیسا کہ کہہ ہوا ہے، وہ خود خطرات سے بچ سکتے ہیں۔ ایک  
 اور دن تمام سیاحی نا اہلیوں سے نوبہ آرزو، انسانیت کے مقصد کی دکات کرتے ہوئے جیوا میں ایک آف

نیشنل اسمبلی میں جلد وافر نظر آئے جب ایک بار پھر وہ اس کی سفر میں تھے، قسطنطنیہ اور یونان کے، تاہم اب چند دقتوں کے لیے، اپنے وطن میں، امن انعام کے حصول کے لیے یہاں دو دن جو نہیں عطا ہو رہا ہے، جس کے لیے اپنی مزرگی کو بھی نہیں ڈرتے تھے۔

یگ آف نیشنز کوئی ہونی نہیں کی رہ چکی اور دستاویزات ان برسوں میں ان کی سرگرمیوں کا تحقیق شدہ اور کمال دلائل پیش کرتی تھیں۔ میں پوشش کمزور کا سران کی مدد سے اہم حقائق کا ایک خاکہ پیش کروں۔

1920 کے ایڈل میں یگ آف نیشنز نے پرفیسر ٹیلر کو ان جنگی قیدیوں کی ان کے ملکوں میں واپسی کی ذمہ داری سونپی جن کا بھی ملک تباہ نہیں تھا، قحطمان کو مختلف حکومتوں سے مذاکرات، اور ان اداروں سے تعاون کے اختیارات دیے گئے تھے جو اس کام کو شروع کر چکے تھے۔

اس وقت تک یونان میں فرانسیسی اور اپنے گھر واپس کے جنگی ریسرچ میں جاپ اور ایشیائی جیہوں میں ہٹا سے مارے تھے، ان کا ہذا حصہ روس اور جرمنی کے درمیان جدوجہد کے دوران قیدی بنا کر رکھا گیا۔ گو وہ وہ چار سے پانچ، ہر چہ برسوں سے انکار کر رہے تھے، ان میں سے زیادہ تر شدید جسمانی اور ذہنی لاکھ اٹھ چکے تھے۔ وہ سب بے گھر، ناقہ زدن اوریت زیدہ تھے اور اپنے گھروں کو واپسی کی تمنا میں تھے، جو ابھر رہے تھے مگر جہاں اب بھی ان کا شدت سے انکار کیا جا رہا تھا۔

یگ آف نیشنز کے نوکندے کی حیثیت میں، ٹیلر نے فوراً اس وقت اور جرمن حکومتوں سے اور ان کی دہرائی رہائشوں سے بھی رہنے کو، اور قیدیوں کی جو بھی، خود و نوش اور سفر کے لیے معاہدے بھی کیے۔ بالخصوص بلقان کے راستے پر انحصار کرتے ہوئے، دونوں ہی مشکلات کے ساتھ چھو بھری جہاز چارٹر کرنے میں کامیاب ہو گئے جو امن معاہدے کے تحت جرمنی انکسار کو بیٹے وہ تھا۔ قیدیوں کی وطن واپسی کے لیے ان جہازوں کو استعمال کیا گیا اور غیر متوقع طور پر کم فنی میں تیار کی سے لوگ اپنے اپنے ملک تک پہنچ دیے گئے تھے۔ چھو قیدیوں کی جو مشرقی ریکارڈ کے تھے وہ ان دنوں کے ذریعے گھر پہنچا گیا تھا، جب کہ یورپ کی دیگر سڑکوں کے ذریعے، جس میں خاصے ہرے مسائل پیدا ہوئے تھے اور زیادہ وقت بھی لگا تھا۔

سب سے بڑی مشکل مطلوب سرمایہ اٹھا کرنے میں ہوتی تھی اس لیے کہ مشرقی یورپ کے کئی ملکوں کے لیے سرکاری قرضوں کا انتظام تھا جن کے قیدیوں کو وہ پس بھیجی جاتا تھا۔ اس میں کچھ وقت بکھلا تھا مگر بالآخر سب کچھ بخیر و خوبی انجام پڑ گیا۔

1921 کے ستمبر میں ٹیلر نے یگ آف نیشنز کو رپورٹ پیش کی کہ 50,000 قیدیوں کو بلقان کے راستے، 20,000 کو اڈانی، اسٹک کے راستے، اور 5,000 کو بحر اسود کے راستے ان کے وطن واپس پہنچا ممکن ہے اس طرح عمل طور پر ان کا کام مکمل ہو گیا تھا۔

مگر قبل اس کے یہ کام انجام دینا چاہیے کہ ایک اور ذریعہ مشکل کام سنبھال دیا گیا۔

بڑی مہاجرین پر سے روپ میں سے گئے تھے جن کی تعداد کا تخمینہ ایک سو تیس لگا یا تھا۔ ان میں آٹھ سو تیس حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے اور جہاں سے وہاں کی عینوں میں ان کی جڑیں پیوست ہونے لگی تھیں، مگر زیادہ تر بے روزگار ورے وہاں تھے۔ در نتیجے میں ان سکوں پر یہ جودہی گئے تھے جہاں روپے تھے۔

1921 کے جون میں ٹیک کی کونسل نے ایک ہائی کمشنر قیادت کرنے کا فیصلہ کیا جس کو قوموں کے وریمین یا ہی تعاون کے فروغ کا کام سونپا گیا تھا تاکہ بے روزگار اور غربت مند قیدیوں کو وہ زمینیں دی جائیں۔ 1921 اگست میں مجلس نے یہ ہائی کمشنر کا مہم و سہماں کیا۔

ان کا پہلا کام بکھرے ہوئے ورے بے گھر انسانوں کی ضروریات اور حالت کی تصویق کرنا تھا تاکہ ان مقامات کا جائزہ لیا جائے جو ان قوموں کے پاس تھے۔ ان کے بعد ان قوموں کے ساتھ مذاکرات کرنے تھے جو بڑی مہاجرین کو قبول کرنے اور ان کو مذمت کے مواقع فراہم کرنے پر تیار ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہی وہ مرحلہ تھا جس پر بڑی مشکلات کا سامنا ہو سکتا تھا۔

مجلس نے کی ٹریک سے مذاکرات شروع کیے اور پہلے نوکدے بھی قیادت کیے جو ان کی جانب سے مذاکرات کر سکتے تھے جیسی کہ توقع کی جاسکتی تھی، انہی سکوں نے مہاجرین کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر دوسرے ہفتوں نے بہت جواہرات دیے۔ مزید یہ کہ ایک بڑی تعداد میں اسٹونپ کے مہاجرین کو، جسے جنگ کے بعد وہاں سے الگ کر دیا گیا تھا، وطن میں چلے گئے۔

اس کام میں کافی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ اس میں رکاوٹیں اور تاخیر بھی ہوئی ہے جس کی وجہ سرمایہ کی کمی تھی۔ ہائی رپورٹوں میں سے ایک میں مجلس نے کہا کہ یہ سارا مسئلہ زیادہ تیزی سے حل کر دیا جاتا اگر ان کے پاس اس شرمیلے کا صرف ایک معمولی سا حصہ بھی ہوتا، جو کمپنیوں نے صرف ایک سال کے عرصے میں بڑی مہاجرین کی لہروں کے لیے مہیا کیا تھا۔

یہ کام ابھی جاری تھا کہ مجلس کو ایک اور بہت بڑا مشن دے دیا گیا۔ اس کی تعداد صرف بے اندازہ کم نہ ہو سکتی تھی اور وسیع علاقے کو تاریکی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا جس میں لوگوں کی زندگیوں کو خطرہ لگا رہا تھا۔

1921 کے اگست میں مجلس کو قوموں سے چھکار حاصل کرنے کا کام سونپا گیا۔ اس بار درخواست ایک آئی ٹیشن کی جانب سے تھی، یہ کمپنیوں کی ایک کانفرنس اور جینیوا میں واقع نئی اداروں کی جامع سے آئی تھی۔

ایک نظر نظر سے، مجلس کا کام زیادہ مشکل نہیں تھا، اس لیے کہ مڈلینڈ بڑی ناقص تھی اور بے گھر اور ان کو امداد نہ پہنچائی جاتی تو ان کی تباہی قطعی تھی، جب کہ دوسرے ملک میں جاری مقدار میں مایہ

موجود تھا۔ مثال کے طور پر ریاستہائے متحدہ میں شریکوں کے اظہار میں گندم کو کھنکھانے اور اچھٹانے میں جو اس کے اتنے ذخائر موجود تھے کہ اسے ریاستہائے متحدہ میں اپنے کھنکھانے کے طور پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ روس کو لانا کی برآمد میں کوئی بڑا مسئلہ نہ پیش نہیں تھا کہ جہاں روس کے پورے پورے بینے بے کار کھڑے تھے مزید یہ کہ محمد علی کے اہل و عیال کی نقل و حرکت کے مناسب وسائل موجود تھے۔ بالخصوص گرامنہ دیوں کے آنے سے پہلے پہنچا دیا جاتا، جب دیا اور تھیں، بند ہو جاتی تھیں۔

تھر ایک اور بڑی مشکل درپیش تھی۔ ایک ایسی دنیا جس میں قومیں سماجی حقیقتات و افراد اپنے اپنے تصورات اور اپنی ملکوں کے فرائض کے لیے لڑتے ہوں، ایسا احساں استحکام پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو اتنا قوی ہو کہ قومی سرحدوں اور سیاسی اختلافات کو عبور کر سکے۔

ٹینسن نے فوراً سبوت حکومت سے رابطہ کیا اور ایک بین الاقوامی معاہدہ دیکھا کہ یہ تھا کہ لانا ان وقت تک پہنچے گا جن کے لیے وہ نہ کیا جائے گا، ورنہ راکٹ یہ تھا کہ ٹینسن کو اختیار ہوگا کہ وہ یورپ کی حکومتوں سے سبوت حکومت کے لیے کسی بھی پوزیشن کا قرض حاصل کر لیں گے۔

لانا کی رسد فوراً شروع ہو گئی۔ نئی اور نیم-کارہی روس کے توسط سے، اور نئی معدنیات کے ذریعے معقول رقم اکٹھی ہو گئی، اور بڑی مقدار میں لانا روانہ کر دیا گیا۔

مسئلے کے کھل جانے کے لیے ضروری تھا کہ روس کے قرض کا حجم کیا جائے اس لیے یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ اس اظہار میں بنیاد صرف معدنیات کی ہے نہیں ہونی چاہیے۔ قرض کے معاملے کو ایک مشکل مزاحمت کا سامنا ہوا، اس لیے کہ روسی حکومتوں کے نزدیک نہ سبوت حکومت منظور شدہ تھی ورنہ وہاں کامیابی کا نام قابل قبول تھا جس کی وہ نمائندگی کرتا۔ لہذا ٹینسن کے کہے ہوئے معاہدوں کے باوجود یہ بہت سے حصے تھے جو قابل نہیں تھے کہ وہی جانے والی وہاں روس کے لیے فائدہ مند ہوئی جن کے لیے مسکو کی جاری ہے۔

ٹینسن کے لیے اس اختلاف کو ختم کرنا سب سے مشکل مرحلہ تھا۔ وہ اپنے مطالبے کی اخلاقی حریت کے لیے کہ روسی ریاست کو قرض فراہم کیا جائے، بار بار ایک آفیشیئر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اپنی ایک طاقت ور تقریر میں، جس کے مخاطب بھی میرے کانوں میں گونج رہے تھے، انھوں نے ایک آفیشیئر کے سامنے استدعا کی کہ وہ روسی فرائڈ و موت کے منہ میں جانے سے بچنے کے عمل کو سیاسی مقاصد کی بنیاد پر روکا نہیں جانا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ روسی سیاسی مقاصد بھی تو بھی وہ بھی نہیں گئے کہ ہوا دی جانی چاہیے اس لیے کہ یہ یورپ کے وہی ملائے تھے جو بھی لانا کے بڑی مقصد رسید کرتے رہے تھے، ورنہ تیار ہو رہے تھے۔ یہ یورپ ہوگا (Volga) کے انداز کے بغیر ہو سکتا ہے کہ یورپ روس کے بغیر رہ سکتا ہے۔ پھر ٹوٹ استدعا کرتے تھے کہ روس کو لانا بھیجنا روسی حکومت کی مدد کرنے کے مترادف ہے۔ ٹینسن کا جواب تھا: ہم سبوت حکومت کی مدد نہیں کرتے، بلکہ یہ تو ایک سرکاری بات

ہے کہ اس طرح ہماری حکومت کو بار بار ہمارے پاس سے روپ میں جڑ پھڑکائی ہوئی موجود ہے۔ اگر فرض کیجئے کہ یہ امداد سیدیت حکومت کی حمایت سے ہوئی بھی تو کیا یہ واقعی ٹھیک ہے جو آگے بڑھ کر یہ کہہ سکتے کہ سیدیت حکومت کی حمایت سے بہتر ہے کہ روپوں افراد کو بھوک سے مر جائے دیا جائے؟

وہاں کے یہ فرضی معاملے کتنا ممکن نہیں تھا۔ روپوں نے مدد کی ہے جس میں ماروے شامل ہے؛ مٹی اور ٹیکسٹائل کارنی ماروں نے بڑی قدر میں رقم کٹھنی کی ہے؛ مگر وہ جو آفت کو ہتھیلی میں روک سکتی تھی، وہ اس کی نہیں ہے۔

انجام یہ ہے کہ اس کام سے وہ نتیجہ نہیں ملے جو مل سکتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ انھیں افراد کی مدد کی گئی ہے، اور وہ اکثر وہاں ہیں جن افراد کو دیے گئے تھے مگر بہت سے شکار ہو گئے تھے۔ اناٹا سے چار سین تک۔ جو چوں کہ اس میں فصل خراب ہوئی ہے، اس لیے کہ جو لوگ فصل رو سے جھے وہ بھوکے جھے اور ان کے پاس بیجوں اور مویشیوں کی کمی تھی، ہم چٹل جین کر کہتے تھے کہ یہاں کے موسم کے شروع ہوتے ہی آنے والی بدحالی ایک بار پھر عطل آگے بڑھ جائے گی۔

اب جین ان کوئی قومیت کا چوتھا مشن نیلسن کے سپر ریو تھا ہے۔ ایک آف فیسٹ کے ہائی کمشنر کی حیثیت میں انھیں پلان اور ریکی کے درمیان جنگ کا شکار ہونے والے بد قسمت افراد کو مدد دینی چاہئے، ان امداد کی فراہمی کی گمراہی کرنی ہوئی۔ سب سے بڑھ کر یہ ضرورتی ہے کہ مہاجرین کو مدد پہنچے جو ایشیائی کو چک اور Thrace کے علاقوں سے بتان مارا اور پلان میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ کام اب شروع ہو چکا ہے، اور روزانہ خبرات میں اس کے بارے میں معلومات شائع ہو رہی ہیں۔

یہ تھا، وہ کام جو نیلسن کے سپر دیے گئے تھے جو انھیں نے مکمل کیے ہیں، مگر یہاں جین کا مڈ کروٹا چاہتے تھے۔ ان کے ساتھ نہ صرف بہت سے افراد تھے، بلکہ اداروں کا ایک سلسلہ تھا جن کے ساتھ مل کر انھوں نے کام کیا تھا، جن کو بھی حاصل کیے گئے تھے۔ ان کے پاس ایک بڑے سے کام کا پڑا ہوا تھا۔

انسانی ویشن وسیع و عریض اعداد و شمار کا مڈ کروٹ کر رہا ہے، مگر اس کے علاوہ مرنے کا تصور نہیں کر سکتا۔ ایک بھوکا شخص، ایک انسانی وجود، اکیلے ہوئے کو بڑی طرح تک کے کنارے پر، پاد پاد ہوتا تھا۔ اس کو ہم سمجھ سکتے تھے کہ اس مرحلے پر ہمارا احساس بڑھ کر جذبی بن گیا تھا ہے۔ ایک مہاجر، ایک مہاجرین کا ایک گروہ، اپنے بچوں اور اسباب کو ایک ٹھیسے پر رکھے دیکھتا تھا جا رہا ہے۔ یہ بھی ہماری سمجھ میں آتا ہے۔ مگر ایسے راتوں میں ان ایک ملک سے دوسرے ملک بھاگے جاتے ہوئے، عتب میں ان کے پیچھے ہوئے گھرانے کے آگے مستقبل کا ایک غم جو پران کو دکھا نہیں۔ ایسے مرحلے پر انسان کا روناٹا نہیں ہو جاتا ہے؛ وہاں غم و غمش ہانے کے بجائے چٹل کیے گئے اعداد و شمار کو دہانے لگتا ہے۔ مٹی چکانے پر شہرت؛ ہلکے بڑے بچے پر شہرت، ہمارے ہم وطن لوگوں کے لیے یہ ہمارے سمجھوں کے لیے۔ یہ سب ہماری دھڑکن میں ہے؛ ہم اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ مگر ایک پروگرام جس کا مقصد ایک بڑے عظم کے رکھیں

اذا کو موت اور چٹائی کے خطاب سے بچا۔ یہ تھانہ مسکڑ ہوتا ہے، اس میں صمد تر و تعلیمات اور سچ بستے ہیں، ہم جن سے ہاتھ نکھاتے ہیں اور وہاں کو آرام کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔

اب یہ آنے والی نسوں کی ذمے داری ہوئی کہ وہ اس کام کو تاریخ میں مقبول بنادیں۔ ہم، جو ان سے گزر چکے ہیں ان پر محض تہرہ ہی کر سکتے ہیں۔

اور اب یہی ہے، جو میں کرنا چاہتا ہوں۔

وہ کوئی می ایسی شے ہے جس نے اس کام کو ہمارا دیا ہے۔ یہ قوموں کی عام طور پر کام کرنے والی مشین نہیں تھی؟ یہ یہ سیاست دانوں اور مدنیوں کے ضمیر کو چھینوتا تھا، جس کا، تاکہ عظیم انسان اٹھار ہوا سے تھی نہیں۔ اس کا مافذ تہرافق میں سے ہے۔ اس حقیقت میں پنہاں ہے کہ وہ لوگ انسان تھے جن کے عین ترین ورید سچی ترین آفاق سے اٹھل کی تھی، اور ان کی میں سے بسنے کے ایک عالم کا اظہار ہوا تھا۔ بد شہر، تمام سیاسی منصوبوں کے خلاف جنگ کا عدن کیا جاتا تھا، تاکہ تصور اور حساس ان مٹاؤں کو توڑ دے جو قوموں، حقیقت اور افراد نے کمزری کر رکھی تھیں۔ اس میں انسان کی اندرون کی عین ترین کمزریوں میں اترتا تھا جس میں کارہیاست داخل نہیں ہو سکتا۔

کبھی انسان کے عین ترین احساسات اعلان کر بھرتے ہیں۔ یہی سیاست ان کو بھارتی سے بھر سیاست کے بھارے ہوئے احساسات ہی ہوتے ہیں جو عام طور پر تقسیم کا باعث ہوتے ہیں؛ قومی خود فروشی، جذباتی شعور، شبہات، طاقت کے حصول کی خواہش۔ یہ سچ ہے کہ کبھی یہ طاقت بھی آگے سے جب سیاست اس کو اپیل کرتی ہے جو متحد کا باعث ہوتا ہے، جو صرف قوموں اور سماجی حقیقت ہی کو متحد نہیں کرتا، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے جو اپنی نوٹ انسان کو متحد کرتا ہے۔ مگر یہ ہمیشہ نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک ہمارے کام کا سب سے بڑا پہلو یہ ہے کہ یہ اپنی نوٹ انسان کے احساس کی تہرانہ میں غور کر رہا ہے، جو ہم سب کے اندرون میں دفن رہتا ہے، یہ احساس کہ اپنی مٹاؤں ایک ہی ہے۔ عموماً اس کی قومی یا سماجی تقسیم نہیں بھی ذمیت کی کتاب نہ ہو۔ جیسے کہ پلہسی نے اپنی تقریر میں کہا کہ ایک میں کہا ہے کہ وہ ہمسائے کی محبت ہی تھی جس کی وجہ سے انہوں نے اس خدمت میں شریک ہونے کی خواہش کی تھی۔ اور وہ کامیاب رہے۔ ترقی تہ نہیں دی ہے، اور پرف اب بھی بہت دیر ہے۔ اندرون کی گرائیوں سے اٹھتی ہوئی ترقی کی ہر کو [بے مددگی کی] طرف اور ٹھنڈک نے رک بے حال کے باوجود یہ اس حد تک آگے بڑھ گئی ہے کہ وہ کام جس کی اس نے حمایت کی ہے اپنی نوٹ انسان کی تاریخ کا ایک واقعہ بن گیا ہے۔

ان سب سے آگے میں چنے چنے ہوئے پس پڑنے والے کو جیو نظر آتے ہیں؛ دارے اور افراد، سال بہ سال اس جدوجہد میں مصروف، بدستہ کی شکار اور ان کے بچنے والوں کے لیے تمام رکاوٹیں بن کر رہتے بناتے ہوئے۔ ان کے اوپر ہمیں ایک واحد انسان بھی نظر آتا ہے۔ کس قسم کے بوجھ یہ شخص اٹھائے ہوئے ہے، یہی اٹھائی ہوئی چیزیں اس کی ضرورت ہیں، یہی تو بانی اور کیا مقدم سے اس میں، کیا



بہ غرض نمبر ہے، یہ حدیث ہے جو یہ دامت مسکے کے وہ تک پہنچ جاتی ہے اس قسم کی زندگی سے گزرتا ہے یہ شخص جس نے وہاں کے ڈکھوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جس سے اس میں ایک احساسِ فہم داری پیدا ہوا ہے۔

آج اس شخص کو اپنے درمیان دیکھ کر بہت سی باتیں جاگ اٹھی ہیں۔ اس کے پیچھے ایک زندگی ہے جو اپنے تحلیلات میں ہم نے اس کے ساتھ گزاری ہے۔

اس کو جس چیز نے ہمیں سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ اس کی ایک منظر کے لیے، کسی ایک خیال کے لیے اور وہ اس کی زندگی کرنے پر تیار کرنے کے لیے اپنی زندگی کا ڈھنگ لے کر لیتے ہیں۔

میں آج وہ ایک ٹکا بھی رہا ہے، جو لڑکا ہونے کے وجود کو زیادہ ہی تھا جس نے Greenland کو ski پر چڑھنے کی [خبریں مندرجہ] پیش کی تھیں۔ اس کا خیال تھا کہ وہ شمال میں جہاں بڑی قوموں سے آنے والے مسکنی صورت کے جہاز نہ ہوں گے، جہاں ماروئی کی قوم کے ساتھ وہ ماروئی کی قوم سے واقفیت کی حد سے وہ [پہلے میں] کامیاب ہو جائے گا۔ وہ کامیاب ہو گیا، وہ اس کا قلب ثنائی کا سفر ماروئی میں ایک سنگ میل بن گیا۔

میں اپنی عمر کا ایک آٹھ بھی رہا ہے جس نے، اپنے ساتھیوں میں بنیاد پر، ایک نظریہ پیش کیا تھا کہ برقی زندگی سمندر سے ہوتی ہوئی شرق سے مغرب کی طرف سکتی ہے۔ نظریہ تمام سائنس دانوں کو یقین تھا کہ وہ غلطی پر ہے۔ مگر اس نے اپنے نظریے [کی ثابت کرنے] پر جان کی بازی لگا دی اس نے قطب شمالی تک جانے کے لیے خود کو شرقی ملک میں [تقریباً] جرایا۔ وہاں برقی زندگی موجود تھی جو اس کو آگے بڑھنے کی طرف لے گئی۔

تو یہ جو کچھ ہم نے بھی دیکھا ہے، ہر ایک دیکھ ہی نہیں سکتا، ایک تیز آب دھارا ہم کو جس پہنچ رہا ہے، ایک بار پھر ہمیں کوہا کر آگے لے گیا ہے اس کی احساس کا اثر دھارا جو ملک کی تہ کے نیچے بہتا ہے جس میں قومیں اور افراد اور ذمہ داری جدید اور زندگی کی آنکھ کے درمیان کو بند کر دیتے ہیں۔ ان کو اس دھارے پہنچ رہے ہیں اور چوں کہ انہوں نے یقین کیا تو ان کے کام کو فتح نصیب ہوئی۔ کاش یہ دھارا [اپنے ساتھ] مستقبل کے لیے بھی بہت کچھ لے جائے۔

خطبہ:

## یورپ کے دکھی لوگ

شہرِ روم کے Capoline عجائب گھر میں شرف مرمر پر کی ہوئی سنگ تراشی کا ایک نمونہ رکھا ہوا ہے جو

میرے نزدیک، اپنی سادہ دل گھڑی میں ایک بہترین تحقیق ہے یہ محسوس ہے ایک "میرتے ہوئے گالی" کا۔ [Gaul مغربی یورپ کے اس علاقے کا پرانا نام ہے جو اب فرانس، کسمیرگ اور سینٹروینڈ کا حصہ ہے۔ گالی کے باشندے جی گالی کی کہلاتے تھے۔] دو ٹھنڈے ٹھنڈے ٹھنڈے میدان جنگ میں جا رہے تھے۔ لڑائی سے سخت کوشش اس کا تھوڑا جسم موت کی آغوش میں جا رہا ہے۔ اس کا موٹے بالوں سے ڈھکا سر ڈھکا ہوا ہے، اس کی مضبوط گردن مڑی ہوئی ہے، مڑا ہوا سر جیسے طاقت ور کھردرے ہاتھ جو باغی قریب میں تھوڑا اٹھتے تھے۔ اب زمین پر ٹپک ٹپک کر آٹھری کوشش سے اپنا ڈھتہ ہوا بدن سنبھالتے ہیں کوشش کر رہے تھے۔ اسے ان خداؤں سے جنگ کرنے پر افسوس ہو رہا تھا جنہیں وہ جانتا نہیں تھا، اپنے ملک سے بہت دور۔ ہر اس طرف دو چہرے تھام کو پتھو پتھاب وہ اس مقام پر جا ہوا، ان موٹی کی موت مر رہا ہے۔ دنگے قصاب کی آوازیں اس کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ اس کی پتھرائی ہوئی آنکھیں اندر کی جانب پھری ہوئی تھیں، وہ ٹپک ٹپک کر رہے تھے۔ کھڑک رہا تھا، اپنی جائے پیدائش کو، گالی کے گھنے جنگلوں کے درمیان۔

کچھ اسی طرف میں نئی نوآبادیوں کو اس کے ذہنوں میں دیکھ رہا ہوا، اسی طرف میں یورپ کے ڈکھی گوشہ کو دیکھ رہا ہوں، جنگ کے سلسلے میں میدانوں میں لڑائی کے بعد، جو نہ تو حد تک ان کی اپنی نہیں تھیں۔

یہ ہے اس طاقت کے نشے کا، شہنشاہیت اور مسکنت کا جو چاروں دنیا پر غالب ہو گئی تھی۔ زمین کی ملیر پیروں کو پیروں کے نیچے دبوک رہے، زمین ہر طرف دھن دھن پڑی ہے۔ ہر اس کی میوٹی کی بنیادیں ہل رہی تھیں۔ لوگ بی موٹا مایوسی میں سر جھولتے ہوئے تھے۔ جنہوں کی لڑائی ان کے اطراف ہنگامہ بپا کیے ہوئے ہے، مگر اب وہ اسے بالکل ٹھنڈی نہیں پا رہے تھے۔ وہ بوٹا بدن کے نکالے ہوئے، پٹ پٹ کر اپنی زندگی کی سادہ رہنمائی قدموں کو دیکھ رہے تھے۔ دنیا کی زبان ٹھنڈی ہو رہی ہے، اس کی میدان لٹ چکی ہے، اس کے آدھ جھٹلائے ہوئے تھے، زندگی کی میدان رتھ چھوڑ چکی ہے، تپائی کے دھوئیں کے بادلوں کے پیچھے اپنی جگہ۔ ہر وہ ہے ہر وہی نوآبادی کا اعتبار نظر نہیں آتا۔

کیا علاج کیا جائے؟ سیاست دانوں کے ہاتھوں۔ ان کے ارادے عجیب ہیں تو، مگر سیاست اور نئے سیاسی پروگرام اب دنیا کے قانون نہیں رہے ہیں، دنیا ایسے بہت سے پروگرام دیکھ چکی ہے۔ [گوڈ] آٹھری تجزیہ یہ ہے کہ سیاست والوں کی جدوجہد حصول اقتدار کے ساتھ بھی نہیں ہے۔

مثلاً سفارت کاروں ان کے ارادے نیک ہو سکتے ہیں، مگر وہ ہمیشہ کے لیے بانجھ ٹہن ہیں۔ چھ ہیں جنہیں نے انسانیت کی بھڑکی کے بھونے اس کو ٹھکان پہنچایا ہے۔ مذاہنی جنہوں کے بعد ہونے والے تھا بروں کو دیکھیے۔ Westphalia کا معاہدہ، Holy Alliance کے ساتھ ہونے والی ویانا کانفرنس وغیرہ۔ کمیون میں سے کسی ایک سفارت کار کے دنیا کی ترقی کے لیے کوئی کام کیا ہے؟ اس مقام پہ ہمیں [چند سوئس صدی کے، سپاہ، سویڈن کے آرمی ہشپ] Oxensjerna کے مشہور اغاظ یاد آ رہے ہیں جو اس نے اپنے بیٹے سے Westphalia مذاکرات کی بابت شکایت کے طور پر کہے تھے "میرے بیٹے، کاش

تم جان سکتے کہ دنیا کتنی کم عقلی سے چلائی جا رہی ہے۔

نجات کے لیے اب سمندر جی قیامت پر مزید بھروسہ نہیں کر سکتے۔ بہت دنوں سے سمندری اور  
میدانی کانگریسوں کا تجزیہ کر رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی کسی قسم کا نتیجہ نکال سکی ہے؟ اس وقت  
ایک [کانفرنس] لوزن (Lausanne) میں ہو رہی ہے۔ کاش یہ ہمارے لیے مشرق میں امن۔ کتنی جوں کا  
بیس ایک طرف سے فتنہ رہے، تاکہ کم از کم ایک پیچیدہ مسئلہ حل ہو سکے۔

عمر نہ بڑی ڈراپی کا نیو کیو جائے۔ مریض کے دل کا "بہ طرفہ" کامیابی ہو رہی ہے کہ فرانس  
جہنمی سے بندہ دست نہیں چاہتا، وہ نہیں چاہتا کہ جہنمی کی جانب سے تادیب کی آگ لگی نعم ہو۔ اس لیے کہ  
اسے Rhine کے مغرب کے علاقے کا قبضہ، گزارنا پڑے گا، اور Ruhr کے خلاف دھمکیوں سے جہنمی  
کی صنعت کو ہڈی پٹان نہیں کر سکے گا۔ پھر اسے کہ یہ حاسد نہ ہو سکتی ہے، مگر یہ افواہیں کتنی عام ہو چکی ہیں۔  
یہ ٹکسٹر ماسٹر بھی ہو رہی ہے کہ جہنمی کے صنعت کاروں کی قیامت فرانس سے قطعی معاہدہ بھی نہیں  
چاہتی۔ بدو بے یقینی کی فضا کو جاری رکھنا چاہتی ہے تاکہ رفتہ رفتہ مارک کی قیمت گرے اور جہنمی کی صنعت کو  
زیادہ تر سے تک بچے رہنے کا موقع مل جائے گا۔ اس لیے کہ اگر بندہ دست ہو جائے تو مارک مستحکم ہو جائے  
گا، بلکہ اس کی قدر میں اضافہ بھی ہوگا اور جہنمی کی صنعت سر بخت نہیں کر سکے گی اور ہمارے ہوجائے گی۔

ڈیر نہیں کہ یہ باتیں صحیح ہیں یا نہیں، مگر صرف ان کا نیا دل پر آمایا ہی اس طریقے کو ظاہر کرتا ہے  
جس میں پوری روپائی میسجی، ہر اس کا لہذا زندگی ہے۔ اعتیاد سیاسی و سماجی سے لاپرواہی کے ہاتھ میں کھلا  
ہی کر رہا ہے۔ ہر قبیلہ دنوں کے دستروکوں کے [ہاتھ میں] جنہیں اس بات کا احساس نہیں کہ ان  
کے اقدامات کے نتائج کیا نکلیں گے، عمر و دو ب جی چہرہ تمدن کے پیش بہا مذاہات پر سنے باڑی کر رہے  
ہیں۔

ہر یہ سب کس لیے؟ محض قدر کے لیے۔ یہ بد قسمت جد و جہد اور ہر شے اور ہر کسی کا رٹھ جانا،  
سماجی حقیقت تھی کہ خود لوگوں کے اپنے درمیان جہنمی کا مذاہات، یہ سب محض اقتدار کے لیے!

جب کسی نے خود سری کا سامنا کیا ہو، بھوک سے ہونے والی اموت اس کے سامنے ہو رہی ہوں، جب  
ہی وہ پوری طرح آنکھیں کھول کر بد قسمتی کی حالت کو دیکھ سکتا ہے۔ جب کسی نے اپنی عاجز آنکھوں سے  
پچھلی پڑتی سوئی دن کی روشنی میں بھوکے بچوں کے چہرے دیکھے ہوں گے، جب تھکائی ہوئی ماؤں کو موت  
کے منہ میں جاتے ہوئے بچوں کو، پوری کے عالم میں دو دو سے خالی اپنی چھ تہوں سے لگاتے دیکھ سکا، اور  
مردوں کے بھمت جیسے ذہانوں کو کہیں کے فرار پر کبھی چٹائیوں پر پڑے جب وہ صرف مردانہ موت کے  
انتہائی میں ہوں، دیکھ سکا، تب ہی وہ سمجھ سکے گا کہ یہ سب کس طرف سے جا رہے ہیں اور تب ہی وہ  
سوائت کی اصلی ذمیت کو سمجھ سکے گا۔ یہ قدرتی جد و جہد نہیں، بلکہ ایک واحد اور وحشت ناک لڑائی سے  
ان دونوں کے خلاف جو اب بھی رقم کے ایک قطرے کے لیے ہی جانے والی رہا کو منہ نہیں چاہتے، جو

انسانوں کو زندہ رہنے کا موقع دے۔

یقیناً، جنھیں نے ہمارے ہر نظام یورپ میں سماقی سہنی خریدی کہ خورد و کھا ہیں اور انھیں عملی طور پر بے انت دکھوں کا تجربہ ہیں انھیں احساس ہوا چاہیے کہ دنیا میں کسی عظیم دولت، کاغذ اور نقد پر بھروسہ نہیں کر سکتی۔ انھیں عملی اقدامات میں ہر دن جانا چاہیے مشقت طبع و ششوں کے ذریعے، دنیا کو بھر سے بنانے کے لیے جنھیں نیچے سے شروع ہونا چاہیے۔

یعنی لوگ انسان کی نام نہاد مروجہ کی طرف توجہ دینے لگے ہوتی رہتی ہے۔ پس ہم یورپ میں ہر دن کے خوش میں گر چکے ہیں۔ ایسا ہی ایک سروں کا خوش سویرا کی پیمانی کی جگہوں کے بعد بناتے ہیں۔ مزدور جنھیں جس نے Worm-Müller کے جواب کام کا مطالعہ کیا ہے جس میں اس زمانے کے مارنے کے حالات بیان کیے گئے تھے اس وقت یورپ کی حالت میں غیر معمولی پیمانی تھی تھی۔ یہ جان کر کہ اس زمانے کا جہنم غائب ہو چکا ہے، جدوجہد کے مارنے کے ایک بار پھر رہتا ہو گیا ہے، تو اس کو ایک طویل مایوسی غمزدگی کا ہے انھیں سے چالیس برس کے قریب۔

اس زمانے میں، جہاں تک میں دیکھ سکتا ہوں، سروں کا خوش زیادہ تر اور بڑا ہوتا ہے، جس میں یورپ کا بڑا حصہ سمیٹا ہوا ہے اور اس کے علاوہ یہ ہے کہ اس میں ہے جواب زیادہ پیچیدہ تھا۔ یہ کیا ہے کہ اس وقت صنعت و حرفت کا وجود نہیں تھا، کوئی بڑی حد تک زمینوں پر محصور کرتے تھے۔ صنعت و حرفت اب خود پر انحصار کرنے لگی ہے اور سرمایہ بازی کے ایک طریقے کے بعد، زراعت کے مقابلے میں اس کی بازیافت زیادہ مشکل ہو گئی ہے۔ چند برس کی کامیابی زراعت کو دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑی کر دے گا، مگر صنعت و حرفت کی نئی منڈیوں کے فروغ کے لیے کئی برس درکار ہیں گے۔ ساتھ ہی، ہم یہ میدان بھی کر سکتے ہیں کہ بازیافت کا عمل اس بار زیادہ دوش سوا، اس لیے کہ ہمارے موجودہ نقش و عمل اور تصاویر سہولتوں کے وسیلے سے اس زمانے سے ہر کام اب زیادہ تیزی سے ہو گا ہے۔ مگر ابھی تک فروغ کے علامات ہماری دیکھائی دیتے ہیں۔ ہم ابھی تک ہر کے خوش کی انتہا تک نہیں پہنچے ہیں۔

پورے یورپ میں لوگوں کے بنیادی احساسات کی ترقی اس میں شدید نہیں کہ غرت اور رشک کی حمایت کے باعث بہتوں کے لیے یہ ترشے اور ہر ایک سے مایوسی ہے اعتماد کی پیدا کرتے ہیں۔ یہ غرت ہر روز قوموں اور طبقات کے درمیان پھیلائی جاتی ہے۔

مگر مستقبل کبھی مایوسی ہے اعتماد کی غرت اور رشک پر قیام نہیں ہو جاسکتا۔

کچھ یقیناً پہلی رزنی شرط ہوتی ہے۔ سب سے پہلے خود بخود رک کی وجہ ضرورت کی کچھ ہوتی چاہیے، سمجھان رہتلات کی جو ہمارے ہفتوں پر نظر رکھتے ہیں کہ انہوں نے آدمیوں کے درمیان کی ہو رہا ہے۔ مختصر یہ کہ یورپ کی پیمانی اور پیمانہ سہنی کی ہر خصوصیت کی نسبت کی کچھ ہوتی چاہیے۔

ایسی کچھ یقیناً ایک دن میں پیدا نہیں کی جاسکتی۔ مگر اس کے حتمی حصول کی پہلی شرط سمجھنے میں سمجھو

ہوتی ہے، کہ یہ اس سمت میں پیدا ہوا قدم ہوتی ہے۔ ایسے مزدور کے ساتھ جو مختلف خیالات رکھتے ہیں مسلسل بدسلوکی، جھڑپیں کرسم خیانتوں میں دیکھا کرتے ہیں، ہمیں کبھی ترقی کی طرف نہیں بے جا کھینچتے۔ بدسلوکی کسی کو قائل نہیں کر سکتی، یہ عمل بدسلوکی کرنے والے کو صرف کم زور بناتا ہے اور غلط بیانی اور بے جا نزاکت اس سے بھی کم فائدہ پہنچاتے ہیں، اکثر وہ ان کی پہچان کرتے ہیں جو ان کی ہتھکڑیاں لگاتے ہیں۔

یہ بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی بھی کمیونٹی میں مشکل کی سے کوئی دوسرا یا تحریک اٹھتی ہے جس کی کوئی جائز وجہ نہ ہو وہ سوشلزم ہو یا سرمایہ داری، فکریت ہو یا انتخاب پسندی۔ مگر ایسا سرف کیسے کے لیے یا کسی کے خلاف یا خصوصیات خلاف۔ اندھے مذہبی جنوں کے وجہ سے بناتا ہے، جو مجبور ہو کر متنازع ہو جاتا ہے اور درمیان کھدو کھدو اور تباہی کی طرف لے جاتا ہے، جب کہ گنگو، مذہبیت، اور بددشت اس توانائی کو قابل قدر ترقی کی طرف موڑ دیتے ہیں۔

اس موضوع پر مزید چوتھوں اس مقام پر ممکن نہیں ہے، اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ اپنے ہمسایوں کی آنکھوں کا خاکہ دیکھنا اور خود اپنے آنکھوں کے شبیہ سے غافل ہونے کی مثال پر زمانے کے صادق آتی ہے، مکمل کی زمانے کے لیے ہی نہیں ہم جس میں زندگی گزار رہے ہیں۔

اگر مجھ کی عشا ہو یا خصوصیات جب مجھے کی خواہش بھی مافی ہو، تو اندر ہی اندر تختی ہوتی غیر یقینی کی کیفیت، جو ہمیں مکمل تباہی سے ڈراتی ہے، اپنا سراپا بدلتی ہے۔ کسی کو بھی مل نہیں سکتا کہ آئے دن ان کے چنے ساتھ کھڑے کر آئے گا۔ بہت سے دُک تو اس طرح جیتے ہیں گویا ان کا ہر دن آخری دن ہی ہو اس طرح وہ عمومی کیفیت نڈال کر طرف سرکتے چلے جاتے ہیں اس کے بعد سے ڈھلوان مسلسل جاری رہتی ہے اور بے رحم ہو جاتی ہے۔

اس پر بھی، غیر محفوظ ہونے کا تصور جو سب سے زیادہ خراب ہوتا ہے، اور غیر یقینی پن کی خیال آرائی انسان کو کام سے خوف دلاتی ہے، یہ تصور چٹک کے دوران پیدا ہوا تھا، اور فی مشل سے بدھتا رہا ہے۔ یہ stock-jobbing [ماں کے داناؤں کے درمیان میں دینے کرنے] اور خیال آرائی کی پیداوار تھا، ہم سب جس کے مادی جس کے ذریعے دُک کم عمر سے ہی غلبہ کرنا چاہتے ہیں، اور اس سوچی میں جیتے ہیں کہ وہ اپنی بقیہ زندگی بغیر کسی کام اور محنت کے گزار سکتے ہیں۔ اس کیفیت نے کام سے غار پیدا کر دیا ہے جو آج تک باقی ہے۔ آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ان دنوں بوردل جس سے محنت کرتے ہیں، غمراہ جہاں ہمیں کام سے سنجیدہ کا دُک نظر آتی ہے، وہ دُکی شخصیں ہیں جہاں بھوک کا دیو اپنی خوف ناک فصل کاٹ رہا ہے۔

مجھے شرقی وولگا (Volga) کے شرقی کے ایک گاؤں میں گزارا ہو ایک دن ہمیشہ یاد ہے گا جس کے ایک تہائی بڑی واپس آچکے تھے، اور بقیہ دو تہائی میں سے کچھ تو فرار ہو گئے تھے یا بھوک سے ہلاک ہو

گئے تھے۔ زیادہ دیر مویشی ذبح ہو چکے تھے مگر ان دو گھنٹی کی محنت کی چٹائی کی کھال صوبہ پہ بچھی نہیں تھی۔ اور اگرچہ ان کو دیر امت مٹنے کے امکانات نہیں تھے، مگر مستقبل پر ان کا یقین سلامت تھا۔ انہوں نے کہا تھا، "ہمیں سچ فرہم سمجھیے، ہم اس کی کاشت کریں گے۔" ہم نے جواب دیا تھا، "خیر، مگر اس سمجھنے والے مویشی کے بغیر تم کاشت کیسے کر سکو گے؟" ان کا جواب تھا، "کوئی بات نہیں، اگر مویشی نہیں تو ہم اپنا دھرم محمدیہ، ہمارے بچے، بھائی، کھنچیں گے۔" یہ سن کر وہ دہریہ بھی جوڑ ل رہی تھی، یہ وہ کوئی نہیں، محض کھنچ باز نہیں تھی۔ یہ ان کی زندگی بسر کرنے کی ضمانت تھی، جس نے انہیں نہیں مارے تھے۔

آپ کو محسوس ہوگا کہ مرنے کا حقیقی قدر بھوک و درناک نہیں ہے تجربے سے ہی سمجھنی ہوگی؟

مجھے تہمتی کے حوالے پر بھی مدد ملنی چاہیے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ کام کے لیے مسیحا تم وقت اور مہرود پیداوار کے وجہ سے تہمتی تناؤ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ جتنی کہ اس کی ضرورت ہے اور اس کو پاکستان سے کوئٹہ فریڈ ہاؤس لے گا۔ قاضی ایک مبینہ فیمن کو قتل کر رہا تھا۔ یہاں کی قیمت طے کر لی گئی تھی۔ اس کی جاتی ہوئی۔ لیکن، اگر کام کرنے کے وقت بڑھ جائے گا تو اسے دیا جائے گا۔ یہاں تو تہمتی کو دیکھ کر ہلکی ضرورت خود ہی چوری کر لے گا۔ یہ محض ایک مثال ہے۔

سو تیرینہ جہاں سب تجھ تک رہا ہے، جہاں صنعت و حرفت تہہ ہو رہی ہے اس لیے کہ وہ پہلی  
مصنوعات اس رشت پہ پیدا نہیں کر سکتی کہ دنیا کی منڈیاں ان کی طرف متوجہ ہوں۔ مجھے بتاؤ کیوں کہ  
اگر مناسب اُچھت کے عوض سزا نہ کے اوقات کار کو دے گھنٹے تک بڑھا دیا جائے تو مزدوروں کو، بچتے میں  
تین دن کے بجائے پورے پچھتے کام ملے گا جس کے دوران کاٹا نے قصص کے ساتھ محنت بھرا ہو  
برقرار رکھ پاوے گا۔ مزدور اُن مزدور اگر محنت کریں تو وہ زیادہ گھنٹے کام کر سکتے ہیں۔ مگر وہ اسی وقت  
ایمان کر سکتے ہیں جب وہ اپنے زمین کے پھر اُس سے تھوڑی نہیں آتے۔ یہ ہے صورت حال۔

اس افسوس ناک صورت حال کا اگر یہ سچ ہے تو، جنہوں نے عبور نہ کر دیا ہے ان کے قدم میں مائیکال جیٹسین کی  
 ۱۲۔ چڑھاؤ کا باعث کس جا سکتا ہے۔ یہ ایسی صفات والے مسافر ہیں، میرے نزدیک مائیکال جیٹسین کی  
 تشریح نہیں کر سکتے۔

انھیں مردہ کی بات ہے کہ ان کا طبع مادی سطح کے نیچے نہیں ہے بلکہ وہ مادی مسائل سے بچے ہوئے ہیں۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ لوگ کام کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، اور ایک مخلوق عمر سے انھیں بہت کم کام ملتا ہے۔ تو یہ پوچھنا جائے گا: جب پیداوار کے لیے کوئی مندرجہ نہیں ہے تو کام کرنے کا مقصد کیا ہے؟ اور واقعی مندروں نہیں ہیں۔ مگر کام کے بغیر مندروں بھی نہیں ہو سکتیں۔ مگر کام نہیں کیا جاتا ہے، مگر مندروں نہیں بنتی ہیں جہاں انھیں ہونا چاہیے تو کسی قسم کی قوت سے غریب پیدا نہیں ہوں اور نیچے میں سب کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اتفاق یہ کہ دور میں کام کو کسی سے سب سے بڑا وقت تک ایسا نہ رہا کہ کام بھی فروغ نہیں پا سکتا جب تک کہ اس دور، مودتہ ہوا اپنے آپ پر اعتماد و یوروں پر اعتماد اور مستقبل پر اعتماد

یہاں ہمارا تیر چھٹک تنگ نے پانچا کے سامنے کے لیے یہ اتحاد کی طرح پیدا کیا جسے کہو یہ سفارت کار اور سیاست دان پیدا کریں گے؟ ان کے بارے میں تو میں بتی رہے پیسے کی کمی نہ کر چکا ہوں۔ شاید وہ کچھ کر سکیں، مگر نہ میں ان کو قائل ہوں اور نہ نگرانوں اور ملک کے سیاست دانوں کی مددیت کا، کرودن حالت میں کچھ حاصل کر سکیں گے۔ میری رائے میں، نجات کا راستہ صرف قوموں کے درمیان تعاون میں ہے جس کی بنیاد ایمان دارانہ کوشش پر ہوتی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس ہدف کا راستہ صرف ایک آئینہ نشتر کی طرف سے ہو کر جانا ہے۔ اگر یہ دارو نام کا موب ہوتا ہے تو کم از کم وقت موجود میں، مجھے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، مگر کیا سرمایہ آف نشتر ہے؟ تنگ انداز کے میں حق بکھاتا تھا۔ اس دارو کے اب تک امن اور اتحاد کے فروغ کے لیے کیا کیا ہے۔ یہ سال بھتے بھتے میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ایک اب بھی ایک نوہال سے جسے آسانی سے ضرر پہنچ سکتا ہے اور جس کی نشوونما کو شیعہ کا پورا کر سکتا ہے۔ میں یاد رکھنا چاہیے کہ ایک کو اسی وقت چورن حاکمیت مل سکتی ہے جب اس میں، ہائی قوموں سمیت جو ابھی تک دیر تھا، تمام قومیں شامل ہو جائیں۔ مگر اپنی مختصر عمر میں بھی یہ ادارہ بہت سے اقدامات کے کر فٹ کا دعویٰ کر سکتا ہے جو ایک دشمن مستقبل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس نے اپنی مختصر زندگی میں بہت سے قیامی سفارت کار مل کے لیے جو یہ صورت دیکر، اگرچہ نہیں تو کم از کم شدید فساد کا دعویٰ ہوتے تھے۔

اس کی ایک مثال، صیدن اور نیو لینڈ کے درمیان Aland کا تنازعہ ہے۔ اگرچہ دو ٹوٹے تھے جو مل سے ملتے نہیں تھے پھر بھی، انھوں نے اس کو قبول کیا، اور اس طرح مزید حکم پیدا ہونے سے روکا۔

یوگوسلاویہ اور البانیہ کے درمیان ایک محدود تنازعہ پیدا ہو گیا تھا۔ سرین کی قومیں سرحد پار کر چکی تھیں۔ ایک آف نشتر نے مدد دینے کی مسکو کل کیا، اور دونوں طرفوں نے بغیر مزید ٹوٹن شرابے کے، حل کو قبول کر لیا۔

مثال کے طور پر سلیب (Slesia) جنوبی پولینڈ کے علاقے کے تنازعے کا بھی تذکرہ کیا جا سکتا ہے جو جرمنی اور پولینڈ کی درمیان پیدا ہو گیا تھا۔ یہ بھی حل کر دیا گیا۔ کچھ دنوں کے نزاع ایک نہایت خراب طریقے سے، جب کہ کچھ کا خیال ہے کہ اس کا اور کوئی حل ممکن ہی نہیں تھا اس لیے کہ ساہتھ کو نہیں ملتا تھا اور مافی پر دستخط کر چکی تھیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلے کا بندوبست دونوں طرفوں کی جانب سے ہوا تھا اور یہ بھی کہ اس کے بعد سے کوئی پریشانی نہیں ہوئی ہے۔

ایک اور مثال پولینڈ اور لیتھوانیا (Lithuania) کی ہمارے سامنے ہے۔ یہ آج ہے کہ ایک آف نشتر اس معاملے میں کمی نتیجے پر پہنچ نہیں سکی تھی، کہ یہ مسکو بہت سی وجوہات بتا رہا تھا۔ مشکل تھا، میں یہاں جس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ بہر حال، حقیقت یہ ہے کہ ایک آف نشتر کی جانب سے کی جانے والی تفتیش

کے باعث ہی دونوں طرف اچھا رشتہ قائم رہا۔

یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ یہ تو چھوٹی قوموں کے درمیان کے نزاعات تھے لیکن اگر بڑی قوموں کے درمیان ایسے سانحے اٹھتے تو کیا یہاں کیوہیک آف نیشنز کی مٹی کے آگے جھک جاتیں؟ اچھا تو میں آپ کی وجہ ایک بار پھر سیدھا سننے کی جانب مبذول کرانا چاہوں گا۔ جرمنی کوئی چھوٹی قوم نہیں، اور مزید یہ حقیقت ہے کہ وہ آئینہ تمام قوموں جو اس سوانحہ میں آئے ہیں، کسی معاشرے میں پہنچ سکی تھیں، اس لیے اس کو ایک آف نیشنز کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا جس میں ایک اور بہتر مثال ہمارے سامنے آئی تھی کہ بڑی طاقتوں نے برطانیہ عظمیٰ اور فرانس کے درمیان ایک مسئلے کو حل کے لیے ایک آف نیشنز کو بھیج دیا تھا۔

1921ء میں فرانسیسی حکومت نے ایک فرماں جاری کیا تھا کہ تینوں درمیان میں رہنے والے ہر فرد کو جرمنی کوئی خدمت انجام دینی پڑے گی اس طرح فرانسیسی زیر اثر تمام ممالکوں میں رہنے والے ہر فرد کو باشندے بھی فرانسیسی فوج میں جرمنی بھرتی ہو مجبور ہو گئے تھے۔ ہر فرد کو حکومت نے شدت سے اس کی مخالفت کی، جب کہ فرانسیسی حکومت کا کہنا تھا کہ یہ اس کا اندرونی معاملہ ہے۔ ممالکوں میں سے کوئی بھی چھٹنے پر تیار نہیں تھا اور تنازعہ زیادہ پیچیدہ ہو گیا تھا۔ نو برس قبل ایسے سوال پر جب چھڑ سکتی تھی، کیا تم سے تم ایک جنگی سفارتی کانفرنس ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یہ مسئلہ ایک آف نیشنز کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا، فوراً ہی تنازعہ ختم ہو گیا۔

اگر لوگوں کے ذہنوں میں اب بھی ایک آف نیشنز کی حیثیت کے بارے میں شبہات ہیں تو ہم ان کی توجہ برطانیہ کے خلاف یہ انقلابات کی طرف دینا چاہتے ہیں۔ 386.1 میل دیوں میں سے صرف تین میل دار ایسے تھے جنہوں نے اپنے رائے دہندگان کے لیے یہ عدالت کرنے کی ہمت کی تھی کہ وہ ایک آف نیشنز کے مخالف ہیں۔ وہ تین نے اس مینوشٹ پر دست نہیں کی تھی، جب کہ بقیہ تمام نے ایک پر اپنے غماز کا اظہار کیا تھا۔ میری رائے میں اب تک ایک کی سب سے بڑی دہرایہ وہ اسم کا سو فی، جو واقعی مستقبل کے ایک نئے یورپ کا تصور ہے، وہ جینو میں آفریقا کے لیے قرض کی منظوری ہے تاکہ اس کو قہرانی تباہی کے خطرے سے بچنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ یہ اقدام یورپ کی قہرانی سیاست میں ایک نئے اور امیدوار رجحان کا پیش عیمد ہے۔

میر ٹیمز کاٹل ہے کہ جرمنی کا مسئلہ جرمنی اور اس کے ممالک کے مابین اختلافات کے باعث نہ حل ہو سکتا ہے اور نہ ہوگا، جب تک کہ یہ بھی ایک آف نیشنز کے سامنے پیش نہیں کر دیا جاتا۔

اس کے بعد وہ تمام یا جزوی ترکیب اس طرح جات کا مشکل سوال پہلی بار جینو کی آخری میٹنگ میں پھیل گیا تھا۔ اس میں بھی دو چیزیں میدان میں بھی ایک کی سرگرمی میں ایک ہی نام تھا جو آگے آتا تھا وہ بارڈر ریمٹ سسٹم (Robert Cecil) کا تھا۔ ایک بار پھر میں یاد رکھنا چاہیے کہ خصوصاً جزوی ترکیب اس طرح جات کے معاملے میں سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ دنیا میں ایسی کئی اہم ممالک تھیں جن میں ابھی تک ایک کی روک ٹوک نہیں تھی۔



مگر، فوجوں میں اسطرح بات کی گئی کہ کئی زیادہ دھوم دھمکے لڑائی میں چھپے ہوئے سمجھ کوٹا لیا، اور آدنی کی لڑائی میں ہمدردی کی تحقیق سنا ہے۔ اس سلسلے میں بھی ایک آف نیشنل نے کئی اعتبار سے بہت اہم کام کیا ہے۔

میں پہلے اس عظیم کام کا تذکرہ کیا تھا چاہیں گا جو امریکیوں نے مسئلہ ہولوارق غیر معمولی قیادت میں نبھایا ہے۔ جنگ کے دوران اس کی شروعات Belgian Relief سے ہوئی تھی۔ اس بعد، کو مرکزی یورپ تک بڑھا دیا گیا تھا، جب ہزاروں کی تعداد میں بلجیم کے لوگ، بچوں اور بڑھوں کی اور بڑھوں کو بھی، پیش کیا گیا۔ امریکی امداد کے ذریعے نئی میڈیفر سم کی گئی تھی۔ جب اس کام کی تاریخ نکلی جائے گی تو یہ کام بنی نوع انسان کے ہاتھوں میں ایک عظیم الشان منصوبہ کے لئے ہو گا، جو اس کی شروعات سیوارت میں ایک لڑائی ستارے کی طرح چھپے گی ماس کے ساتھ ہی امریکیوں نے، دیگر ممالک اور اس امریکی ریڈ کراس اور Near East Relief کی مدد سے بلقان، مشرقی یورپ اور بیلجیئم میں مائیکلن تھیں کام سرانجام دیا ہے۔ مختلف ملکوں میں بہت سے یورپی اور اس نے بھی، جن میں ہمارا دارو شامل ہے، جنگ کے دوران اور اس کے بعد بھی بہت کام کیے ہیں۔

ایک آف نیشنل نے اپنی تشکیل کے فوراً بعد اس نویت کی سرزمین کی کفایت کی ہے۔ اس کا پہلا کام ہزاروں کی تعداد میں جنگی قیدیوں کو اس کے وطن واپس پہنچا دیا، جنگ کے بعد وہیں تک جو بکھرے ہوئے تھے زیادہ تر سائبیریا میں اور مشرقی مغربی یورپ میں۔ اس پر میں زیادہ وقت صرف نہیں کیا جاتا اس لئے کہ اس کو ہسپتال انٹی ٹیوٹ میں پسے گی بیان کیا جاتا ہے۔ میں صرف اتنا ذکر کروں گا کہ اس کوشش کے نتیجے میں تقریباً 450,000 قیدی اپنے گھروں کو بھیجے گئے تھے اور بعض پیداوار کی کام میں کامیاب گئے تھے۔

اس کے فوراً بعد، ایک نے وبا کی امراض کی جن کا اس وقت مشرق سے، پائینڈ میں وبا کی موجدوں کے ساتھ اور خود روس میں بھی پھیلنے کا خطرہ تھا، روک تھام کے لئے کام کیا ہے۔ ایک نے اپنے جواب Commission on Epidemics کے ذریعے وبا کی امراض کو پھیلنے سے روکنے کے لئے مواظبہ کام کیا اور ہزاروں بھروسہ اور بدانت سے بچایا ہے۔

ایک آف نیشنل کی کفایت میں یورپ بھر میں بکھرے ہیں۔ کھ سے زیادہ روسی میں جرمن کے معاشی اور انجینئری کے فرائض کرنے کی غرض سے ایک خاص ادارے کے ذریعے کوششیں کی جارہی ہیں۔

ایٹلی کے کوچک اور یگان میں قحط مافی کے مارے ہوئے مہاجرین کی مدد کے لئے کیے جانے والے کام کا تذکرہ بھی ہونا چاہیے۔ یہ کچھ سے کہ یہ کام ابھی مشکل سے شروع کیا گیا ہے، مگر یہ کام بھی بڑی سرعت کا ہو سکتا ہے۔ ان علاقوں میں موجود حالت میں یورپ سے بھی زیادہ دیر لگی اور مادی پھیلنے کا خطرہ ہے مگر یہ خطرہ مایہ ناز کام کیا جا سکتا ہے، اگر کچھ حد تک اس جان لیوا مہاجن کو ختم کیا جائے تو یورپی مینوفیکچر

میں ایک مرحلت تک یوگا اور سپہ جینی، پرائی اور مستنیل میں ریاستوں کی تحصیل کے خطرات کم ہو گئے تھے۔ اس قسم کے کام کی اہمیت پہ اندر سے جاننے کے بعد بھی، مجھے ایک بار پھر اسی طرح کرنا چاہیے۔

تیرہ سو گھروں میں خریداری کی دہائی سے پیدا ہونے والی امانت، پریشانی میں جکڑ گئے تھے۔ وائی اداؤں پر سب مل کر من حقہ کو ختم دیتے ہیں جو لوگوں میں اعتماد اور کام کرنے کے ماحول میں بگڑ چکا ہے۔

تیس۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب ان سیاسی چالوں سے کنٹرول ہوتے ہیں جو شاہد سیاست دانوں اور سفارت کاروں کے جھگڑے سے آگے بڑھ چکی ہیں۔

آخر میں، دیکھیں کہ دیکھیں کہ بارے میں چند لحاظ۔ یہ حقیقت کے کمرے میں کوئی حصہ نہیں ہے، جس پر مجھے افسوس ہے، اس لیے کہ مجھے پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ جب وقت تھا، آرمیگ نے اپنے تمام تر انتہائی اہمیت کی ہوتی تو دوسرے حالات کو ٹھاپ ہونے سے بچو یہ گویا دھابا دہا اور

یورپ کے ناول میں حالات بہت مختلف ہوتے۔

جو کام کیے جاتے ہیں ان کی نیا نیا تفصیل میں نہیں چاہوں گا۔ میں صرف اس امر پر اندر دیکھتا ہوں کہ غذا اور بھوکوں تک اس کی نقل و حمل کے سلسلے میں کوئی مشکل نہیں تھی۔ فی الحال اس وقت دنیا میں کافی سے زیادہ مائع موجود ہے اور تسمیر کی سہولیات بھی کافی تھیں۔ مسئلہ دراصل سرمایے کی دستیابی کا تھا، ایک رکاوٹ جو اس وقت تسمیر کی کوشش پر ہمیشہ عائد رہی ہے۔

یورپ کی حکومتیں اس میں پابندی کا ترنہ منظور کرنے پر ماضی نہیں تھیں جو آرمیگ کے زیر مطالعہ ہوتا تھا۔ آرمیگ کے بارے میں دیکھنا کہ پچھلے سال کوئی کوئی نہ صرف دیکھیں بلکہ تمام یورپ میں۔ اس کا ایک ہی ماحول تھا کہ کئی مہر پر انحصار کیا جائے اور چوری دنیا کے افراد سے خیرات کے لیے پھیل کر جائے۔

اس کا نتیجہ توقع سے کہیں زیادہ دیکھنا۔ تمام ملکوں سے معیشت آگے گئے، سوائے ہمارے اپنے ملکوں کے۔ پھر وہاں کے رہنے والے اپنے ملکوں کے لوگوں نے چندے کی مخالفت کو بھی سمجھا تھا، پھر بھی ہمارے چھوٹے سے ملک کا چندہ تیار ہوا تھا، جس کے لیے مختصر مادیاتی پارلیمنٹ کے صدر کا، مادیاتی حکومت کا اور مادیاتی کمیٹی کے جواب کام کا جس کی وجہ سے ہمارے ملکوں نے مذہب سے ہٹا دیا ہے، کہ سب دیکھیں کہ مادیاتی تاریخ کا حصہ بنا جائے گی۔

یورپ سے باہر ایک معمولی بات کا ذکر ضرور کیا جانا چاہیے۔ ایک بار پھر امریکی محکمہ نے سب سے نیا دیکھا ہے، پیسے ہاؤور (Hoover) کے ادارے کے ذریعے اور اس کے بعد خود حکومت کی جانب سے، جس نے قحطی کے لیے جس میں بین الاقوامی طریقہ پر، ہم کیے تھے کہ دیکھیں حکومت خود بھی جج کی خریداری کے لیے تھیں ذرا کم کم کرے گی۔ دیکھیں کہ قحطی کے خلاف جدوجہد کے لیے اس کا کام سب سے زیادہ قیمتی طور پر پچھلے سے اس میں بین الاقوامی ہوئے تھے اور اس صورت ہے کہ بین الاقوامی جج کی خریداری۔

مگر یہ بات سچی کہ کچھ نوک مدد نہیں کرنا چاہتے تھے؟ ان کی سہ پہر تھی۔ [میرے خیال میں] نزدیک امکان اس بات کا ہے کہ یہ سب کی محامد تھی۔ دُک بیٹا، لُجھا، امانیت کو نہ حاکم حاکم تھے۔ اُسے اور وہ ایسے لوگوں کو سمجھتا ہی نہیں چاہتے جو مختلف انداز میں سوچتے تھے، ان خصوصیت پہ غور کرتے تھے جو آج یورپ کے لیے بڑے خطرہ تھے۔ وہ ہم کو روکاؤں، اتم زور، بے وقوف اور جذباتی مشائیت پسند کہتے تھے شاید اس لیے کہ ہم نے پنے پی ٹی ٹی کی اچھا نہیں پہ بھی کچھ یقین رکھتے تھے اس لیے کہ ہم غلطی سے زیادہ مہربانی پہ یقین رکھتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ہم دُک بہت سارے مزاجی ہوں، مگر ہم خطرناک نہیں۔ مگر وہ دُک جو اپنے سبکی پہ دُور مٹی کے مریبہ میں بے حرکت ہو جاتے تھے، جو بنی نوٹ انسان کو، بھوکوں کو اور ریزوں مرنے والوں کو کچھ نہیں دیتے۔ وہ یورپ کے لیے ناپائیدار تھے۔

تجربہ دہی کی بنی ہوئے خوف، ماک، قحط سالی کے خطرے میں نہیں ہے۔ یورپ کی حالت بھی ناگوار ہے۔ وہی نہیں جانتا کہ یہ کب ختم ہوگی۔ یورپوں کو چھوڑ کر وہی میں بھی مریبہ میں جی نہ جاتی ہیں، اتنی ناقابل تغیر ہیں، اتنے استے پہ نشان کن تھے کہ دوستی دینے پہ کی جانے والی فراخ، ان بھی سمندر میں ایک قطرے کے برابر ہے۔

یورپ کو اس کام میں توجہ دینا چاہیے۔ میں شعلہ دار، معویہ اٹھائی اور مشعلیں جو مٹی چاہیں تاکہ وہ تمام پہاڑوں سے جھٹکی دھاتی دیں۔ میں ہر ملک میں اپنے ہم بلند کر دیتے اور دنیا کے اطراف ہوائی بندی کے سب سے بنانے چاہیں، کھجوتوں کو بھی کاغذ سے کاغذ کا کر کھڑا ہو جاتا ہے، جنگ کی صف میں نہیں بلکہ سچے عہد کے حصول کی سنجیدہ کوشش میں۔

بڑے دن (کرنس) کی آمد آمد ہے، اور بنی نوٹ انسان کے لیے پیغام ہے: زمین کے لیے امن۔ مریبہ اور حیران بنی نوٹ انسان نے آج سے پچیس کھلی امن کے شہزادے کا، سخاوت و مہربانی کے شہزادے کا قی بے چینی سے منکھ نہیں کیا تھا، جو ایک سفید ہم بلند کیے ہوئے جس پہ منبر کے غلط میں بھی ہو "کام"۔

بہر سب، بنی نوٹ میں سچے جذبے پیدا کرنے کے لیے، زمین پہ ماری سرقی ہوئی مٹی کی فوج کے کاغذ بن سکے تھے۔ پنے سچی آدمیوں کے لیے محبت اور امن کی سنجیدہ خواہش۔ کام کرنے کی خواہش پیدا کرنے اور کام کو پار لطف بنانے کے لیے۔ ایک نئے دن کی بنی پہ یقین کے لیے۔

## ہالمار برانٹنگ

## کرچین لانگ

### تقریب تجلیل کے بارے میں ایک رپورٹ

۲۰ مئی ۱۹۵۱ء کو نوبل امن کمیٹی کے سربراہ ہالڈان کوٹ (Halvdan Koht) نے ایک طویل تقریر کی۔ ان دنوں حضرات کی امن کے لیے کی جانے والی سرگرمیوں کا احاطہ کرتے ہوئے ہالڈان کوٹ کے سیاسی کام پر زور دیا جس کی انھوں نے ستمبر سے ہالڈان کوٹ کی تقریر اور جس نے انھیں ایک عملی مدد اور امن کا بین الاقوامی رہنما بنا دیا ہے۔ اس کا عملی ثبوت انھوں نے سائیکل اور مارا دھسے کے درمیان توازن کے پیمانے پر امن بندوبست کی کوششوں کے ذریعے کیا تھا۔

مقرر نے امن کے لیے کیے جانے والے کام کی سطور کی تصویر کشی کی، ایسا کام جو ہالڈان کوٹ کے اپنے اہلکاروں سے بہت مختلف رہا ہے۔ انھوں نے گئے کو ایک عظیم تنظیم بنا جو بیس ہفت روزہ رکھتا ہے، کئی خبریں ہونے والی مشابہت، تمام کی دولت اور اچھے پڑے دونوں دفتروں میں اپنے فرض کی ادائیگی کے عزم سے مارا دھسے کے انھوں نے کچھ جگہ کی بات ایسے ثبوت پیش کیے ہیں، جو اس اور آزادی کے ہیں۔ یہ ہالڈان کوٹ اور گئے جن کو امن انعام دیا گیا ہے، دونوں واقعی اس کے حق دار تھے، اور سارے لیے یہ اعزاز اور مندرجات کی بات ہے کہ یہ دونوں حضرات ان دو مشق دار ہمسایہ ملکوں کے نمائندے تھے جو ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہنے کا عزم کیے ہوئے تھے۔

## خطبہ ہالمار برانٹنگ

## قوموں کے درمیان برادری

امن انعام کے بارے میں نوٹس کے وصیت نامے کی جیاد کی دفعات میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ انعام

اس مرد یا عورت کو دیا جائے جس نے "قوموں کے درمیان عداوت کے لیے فوجیں بھیجیں گے، ان کے لیے اس کا ٹرانس کے اتحاد اور فرد پٹ کے لیے ہمارے کی کوشش کی ہے۔"

"قوموں کے درمیان نہ اور کی" کو پیسے درجے پر رکھا گیا ہے۔ گویا اس نے اپنا عظیم ہدف خود متعین کیا ہے۔ دوسرے نکات میں کچھ نئی شرائط اور ان کے حصوں کے طریقوں کا ذکر ہے، جو کوشش کرنے پر توجہ کرنے کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں جو اس وقت غالب تھے جب وصیت نامہ لکھا گیا تھا۔ اس کی غلطی بدلتی خود اس کے ایک مخصوص عہد کی مثال پیش کرتی ہے قوموں کے درمیان نہ اور کی بہ حال نسائی نظریات کی عین ترین عکاسی کو طرف اشارہ کرتی ہے۔ ایک نیا عہد کے دوران سب سے زیادہ اہمیت یافتہ دافوں میں سے کچھ کے لیے یہ ایک آدرش کی مثال رہی ہے، پھر بھی تمدن کی تمام تر ترقی کے باوجود وہی بھی آگے بڑھ کر یہ دھوکا نہیں دے سکتا کہ مستقبل قریب میں یہ ہدف حاصل کر لیا جائے گا۔ پہلے بھی کہتے ہی توجہ سے محرم کیوں نہ رہے ہوں، قوموں کے درمیان واقعی شکاف اور علیحدگی پوری طرح ظاہر ہوئی تھی جسے عالمی جنگ نے مزید گہرا کر دیا ہے۔ اور توڑی ہوئی دنیا کے درمیان کے خدوئیں پہ لپک بنانے کا خدات مند انہ کا ابھی مشکل سے شروع ہی ہوا ہے۔

اس سے مطلب نہیں کہ اس کا ہدف کتنا ہی داریوں نہ ہو، اس سے بھی مطلب نہیں کہ وہ برابر خیال کتنی شدت سے ڈکا ہوا ہوگا مگر کچھ جس پر غور کرتے ہیں کہ مستقبل میں متعدد قوموں کے درمیان جنگ کی ایک ہی ناقابل یقین ہوگی جیسے کہ وہ اسپیڈ کی نیو پائی نہ رہیں گے درمیان جنگ اب ایک بات چینی ہوگی ان لوگوں کے لیے جو انسانیت کی پرورش کرتے تھے اس کے باوجود کہ یہ پچھلے برسوں بہ نسبت کی طرف ٹوٹ گئی تھی، ایک ہی راستہ ہوگا اور وہ قوموں کی عداوت کے۔ یہاں آدرش کا راستہ ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ اس سلسلے میں مجھے قوم پرستی اور بین القوامیت کے مضبوط پتھریلوں سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس قسم کی بین القوامیت جو کسی قوم کی اپنی سرحدوں کے اندر بھی جا کھیت توڑ دیتی ہو اور جس کا مقصد عالمی اتحاد کے حل میں اس کی مکمل نیستی و نابودی ہو بھی سکتی ہیں۔ قومی جذبے کی بگاڑی ہوئی تصویر سے زیادہ نہیں ہو سکتی اس وقت بھی جب سیاق و سباق سے ہٹ کر تقاربات کی بددشمنانہ حال ہو مثال کے طور پر، مشہور و معروف میڈلسٹ مینی فیلسوف کی "مزدوروں کا قومی وطن نہیں ہے" "ایکستان ہرنے (Gustave Herve) کی طرح جس نے جنگ کے دوران شدید طور پر قوم پرست ہونے سے پہلے، فرانسیسی مزدوروں کو ترغیب دی تھی کہ وہ مملکت کے ذخیر پر فخر کیے گا پھر نصب کریں اس کے باوجود اس قسم کے تصورات کوئی کے عوام کے عہدوں میں جگہ نہیں ملی۔

اس قسم کے طریقہ کار کی بہت اہمیت سے نئے ہوائی مددینا دی صورت پر خود وطن کو سماجی حالات میں ابھی دیتی ہے جو اس وقت اس میں موجود ہوتی ہے۔ اس کی کتاب "The New Era" میں [فرانس کا مشہور میڈلسٹ رہنما] Laurens کا دور کا ہونے کے بارے میں اس کی اور سیاسی طور پر مراعات یافتہ لوگوں کے تئیں بارے میں

کیا ہے، یا یقین کرنے کا بہانہ کیوں ہے کہ ان کے اپنے مفادات دشمن کے مفادات سے جتنے جتنے ہیں ”دروغہ“ روایات، روایات، اور احماد کی حیوانی جبلت جو مل کر وطن پرستی کے تصور کی تشکیل کرتے ہیں اور ساتھ اس کی نفسیاتی بنیادیں کرتے ہیں، اکثر رجعت پسند قوتوں جیسے کہ تہذیب، انقلاب، بگاڑ کرنے والے لوگ جو بڑے درجے کے قانون کی نمائندگی کرتے ہیں، انھیں ایک نئی اور بدتر قوم کو قدامت کے چنگل سے آزاد کرنا ہوتا ہے جب مزدور اپنے ملک کو برباد کر دیتے ہیں تو، وہ دراصل سماجی ناہمواریوں کو برباد کر رہے ہوتے ہیں جو ان پر وہی صورت چھائی ہوئی ہوتی ہیں، اور یہ ظاہر کی حد تک صرف ایک اظہار ہوتی ہے ایک نئی قوم کی؟ ”مذہبی کی۔“

عالمی جنگ کے تجربات کے بعد اسی بات سے کہ انکار کر سکتا ہے کہ یہ دنیاں صحیح تھا ”قوم پرستی“ درمیان ان قومیت کے درمیان تناقض کتنا مطلق دکھائی دیتا ہے جب اس کو بڑے میز پر اور ایک طرف نہائی فراخ نظر اور ان کی خصوصیت کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے، جن کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں تھا۔ اس عظیم انسان نے کہا تھا ”یونی مزدور جو paradoxical جیسے لفظ جو پر استعمال کر رہے ہیں اور اپنے دشمن کے بنیادی تصور کے خلاف اپنی غارت کا اظہار کر رہے ہیں، اس دن کھڑے ہو جائیں گے جب ان کی قوتیں آزادوں کے خطرے میں ہوں۔“ پیپر انما لہذا جسے جتنی کم از کم کے قانون چاہیے وہاں اس کے وجود ان کا قیاس کیا تھا، ان کے ساتھ جو بھی راہ پر لگا ہوا کہ دونوں طرف کے ملک پر بدقسمتی ٹوک کے چھائی کی جاسکتی ہو۔

بالکل یکساں امر اس سے قوم کی اہمیت کا، جو بعد میں چلی گئی، ان قومیت کی ابتدا کا نقطہ آغاز بن جاتا ہے، انسانیت کے لیے جو بے دشمن خطہ کا زور نہیں دیتا، بلکہ مقتدر قوتوں کا آزادانہ اتحاد دیتا ہے۔ عالمی جنگ اور امن کے نتیجے میں جس کی خاموش اور خطرات سے کوئی انکار نہیں کیا، اس کا افسوسناک عقیدہ جتناؤں، امن اور ہمائی چارے کی میدان میں کتنے ریاضتیں نہیں چلے گئے تھیں جتنے کہ وہیں میں ہی تھیں۔

میں پچھلے ہی بیان کر چکا ہوں کہ یہ ہم نوا کے بارے میں آزاد خیالی (disillusionment) دے تھیں انسانیت جو کبھی کی جا میں کر چکی ہے۔ مگر یہ ممکن ہے کہ آنے والے دنوں میں بہت بڑی تبدیلیاں، ہم جن میں زندہ رہے ہیں، فساد اور ناخوشی کا عرصہ گھا جائے۔

(1)

تجدید نو کے تنازعات بہت بڑے بھی تھے اور امید افزا بھی، جو امید کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ان کے بعد سے آج تک، دشمنی تو ان کے درمیان اپنی جنگوں کے درمیان، اور اس کے بعد کے اندر میں بھی جن میں جنگیں ہوئیں اور تباہیاں آئیں تھیں مگر ہماری مثال کے بغیر، تمام عرصہ فساد کا اور دنیا کے ایک

بڑے جیسے کی تہائی کا ٹکس دیکھتا تھا جیس کہ 1914 میں شروع ہوا تھا۔

پھر بھی، اتنی زیادہ دست تہائیوں کے باوجود بھی، ٹکس یہ ٹکس بھولنا چاہیے کہ اسی سخت دوروز سے ایک نیا یورپ پیدا ہوا ہے۔ زمین بڑی ٹکس کی بادشاہیں جو دنیا کی طور پر جائیداد نہ انداز کی تھیں، زمین پر ہی ہوئی تھیں، اور ان کی جہاں کی ریاستوں نے ہی ہے جن کے آئین پہلے کے مقابلے میں نیا دوشدت سے قومیت کے اصولوں اور محام کے حقوق خود اختیاری کا امداد کرتے تھے۔ ٹکس یا درکن چاہیے کہ محام نے، جن کے لیے یہ تبدیلی آزادی کا پیدا شدہ اور ایک نیا دور روشن مستقبل کے کوئی ہے، اپنے عزم کو بھٹکنے کی جاہت نہیں دی ہے، اس سے قطع نظر کہ تھوں نے ان مسعودوں اور دھوں کے بعد یہ آزادی حاصل کی ہے، یہ اپنی مشرقی سرحدوں پر، جہاں محام نے ایک نئی ریاست فنلینڈ (Finland) کی پیدائش کی ٹوٹی جیسی تھی، اس کے نیچے، بلقان کے ساحل کے کنارے، زمین بتائی ہوئی تھی، متھے بھرتے ہوئے ملک پولینڈ، آزادی کے شہیدوں کی سرزمین، چیکو سلوواکیا، جان ہس (John Huss) اور کی ٹکس (Gemenius) کا زمین، اور ہر دور کے جنوب مغربی یورپ کی کم و بیش دور دورانی ہوئی ہو تھیں۔ ان سب میں، بھر پور اضافے ہوئے تھے، اس لیے کہ ان سب کے لیے ب قوی سطح پر ترقیات کے لیے بے تحاشا اضافے کے امکانات تھے، بااثر جو دنیا کے لیے بھی لاکھ ہند ہونگا۔ ہم سب جس کے مالک ہوں گے۔

میں اس امر سے قطع نظر نہیں کہ پورا ہوں کہ یورپ کی سیاسی کمیونٹی کی ن آزادیوں کی صورت کا ظہور نہ صرف شاخ و برگ کی بیڑوں کی واپسی ہیں، اقتدار ہوا ہے بلکہ یہاں، ہاں چھوٹے موٹے ہمارے بھی پیدا ہو رہے تھے۔ ہند ب ہمارے سامنے، اور بھی وہ ہے دیہی قومیت کے نوک پر ارتکاز کی، جو ہر سب کے تعلقات کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے؛ ایک آف نیشنز کی ابتدا، جس میں ارکان کے درمیان تنازعات، طاقت اور مسکرت کے ذریعے نہیں، بلکہ فوٹی طریقوں سے نمٹائے جاتے تھے۔

یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ ایک آف نیشنز جی ٹک وہ کچھ نہیں بن سکی ہے، اس کے سبب حد پر جوش پیش کا رجو چاہتے تھے۔ صدمہ دکن کے، پنے ملک کی، ورن عظیم مگر محبوب قوموں، جن میں اور روس، کی غیر ضروری، حتمی واضح انداز میں اس کی صلاحیت کی حد بندی کو جائز کر رہی ہے کہ جب اس پر تنقید کرنے والے اس کو جانچنے کی ایک کتے تھے تو یقیناً ان کے پاس اس کا کچھ جو زخیر ہوتا ہے۔ اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود، جن کا ازالہ کیا جاسکتا ہے، گراہی تہذیب کو بولی رہتا ہے تو یہ سمجھیے کہ ایک آف نیشنز۔ فوٹی دور ایک بڑی ٹکس کی تہائی کے بعد۔ چھوٹی بڑی، آزاد اور خود مختار قوموں، ورنیا بھر میں، ورن پامن اور انصاف کے لیے نئے درگھولنے میں کامیاب ہوئی ہے۔

تمنی عجیب اور قابلِ دید بات ہے کہ انٹرنیشنل کونسل کے بنیادی خیالات ایک آف نیشنز کی صورت میں دوبارہ ابھر رہے ہیں۔ میں قوموں کے درمیان ہم دانی سے متعلق اس کی وصیت سے انتہائی پیش تر چکا ہوں؛ مثال کے طور پر، اس وجہات میں کمی ورا میں کا ٹکسوں کے فروغ کے بارے میں۔ پوری دلف 8 میں ہا

بھاپہ جات میں کی کے حکام دیے گئے ہیں، اگرچہ بہت مختار انداز میں۔ اور ایک ہی سمجھ کے عہدہ  
اجتماعات دراصل باقاعدہ امن کا تصور ہے جس کی توہین جو مثال ریاستوں کو کسی حد تک ایک دوسرے سے مربوط  
کر رہی ہیں، جسے پکھنٹا ہوا قبیل کے مدبرین پکھنٹا ہوا قبیل کی کہہ سکتے تھے۔ نگران کے خیال میں  
مشہور ہوتوں کی کمی بہت آگے تک جاتی دھاتی دے رہی ہیں۔ 1906 میں روسو میں دیے گئے اپنے خطبے  
میں ہتھیان سٹنر (Bertha von Suttner) نے اقرباؤں کو قبیل کے ایک نئی خط سے جو اس کو لکھا گیا تھا،  
اقتباس پیش کیا تھا: "یہ بہت جلد ہونے والا ہے۔ تمام ریاستیں خود اپنے آپ سے عہد کر رہی ہیں کہ وہ سب مل  
کر جارحیت کرنے والے یہ عہد کر رہی ہیں۔ اور یہی طریقہ جنگ کو ناممکن بنائے گا، بلکہ بے رحم ہونا معقول  
ترین حالت کو بھی ماثی حیات کے سامنے فدا کر دیتی ہے۔" پھر وہی موٹا ہو کر بیٹھ رہے ہیں۔ اگر سرکاری  
اتحاد میں قبیل ریاستوں کے بھائے مہربانوں میں مل جاتے تو صدیوں کے لیے امن یقینی ہو جائے گا۔"

اس موقع پر ماکر ہندی کا خیال یہ ہے جیسے خداز میں ہمارے سامنے میں آ رہا ہے۔ ٹوٹا ہوا  
صد مائے کی دفعہ 16 میں یہ بات نہایت نرم انداز میں پیش کی جا چکی ہے۔ پچھلے دنوں ایک آف نیشنل  
اسمبلی نے، سٹینڈ کے نویدی قومیوں کی اس پر تمام دفعات میں مزید حد بندی اور تشریح کی ہے اور ماکر ہندی  
میں حصہ لینے والی ریاستوں کے فیاضی کی سرحدت بھی کی ہے۔ مگر توہین کا جنوری خیال پر کیا جا چکا  
ہے۔ پورن اجتماعی حالت کو غارت کے مطابق، کم یا زیادہ بدو کے ساتھ جارحیت کی جانب موڑ دیا جائے  
گا۔ بغیر کسی دوائے قومی تنظیم کے، جس کا موزوں وقت ابھی نہیں آیا ہے، موجودہ دوائی اسی نوعیت کی ہے  
حالت جس کی جائز دے رہے ہیں، جیسا کہ ماضی میں تھا، جب ریاست نے رہنماؤں کے خلاف  
انفرادی طور پر اختیار استعمال کیا تھا جب وہ چلی مرضی پر پابندیاں برداشت کرنے کے عادی نہیں تھے۔

ایک ایسی جگہ کے لیے جس میں چند کے بھائے تمام ریاستیں شامل ہوں، وہاں پر پیش کیے گئے خیالات  
کو ہماری ہمت افزائی کی جانی چاہیے کہ میں آج بھی اس مطالبے پر سنبھلی سے قائم رہتا چاہیے جو ہم چھوٹے،  
نام نہاد غیر جانب دار ممالک کو غنیو یا کسی اور ٹھہر چیل کرنا چاہیے؛ اپنے فیاضی پدے کرنے کے لیے ایک  
آف نیشنل کو آفاق ہو جائے چاہیے۔

کوئی بھی قوم حق پر ہونے والی نہیں ہے کہ وہ نہایت ہی آفاقی ایک سے آئندہ بھی باور رکھے۔ پھر بھی، حالت  
کے پیش نظر، چھوٹی ریاستوں والی ترقی و فروغ کے لیے جتنا بھی ممکن ہو کرنے کے لیے خاموش وجود ہیں۔

ایک کے ارکان کے درمیان یہ مدی، جو ہر ریاست کو ایک ووٹ دیتی ہے، متعلقہ طاقتوں کے مادی  
وسائے کے باعث حقیقی مامور کی کوثر نہیں کر سکتی۔ بڑی طاقتیں جو شکست خیزوں کے باعث دنیا کے فروغ کو  
تنگی یا بدی کی طرف مائل کرتی ہیں، یہ تو انسانیت کے ایک ہند تصور سے راجحے براتی ہیں، یا چند کی پہلی  
عمائدیں کی معاونت کرتی ہیں، اپنے ووٹ سے کہیں زیادہ دوش کا دیا کوٹا لیں گے، اس مستقل حمایت کے  
تلاش جو انھیں تابع ریاستوں کے ووٹ سے مل سکے ہو یا نہیں۔ پھر بھی، ایک باقاعدہ تسخیر شدہ برابری چھوٹی



قوموں کی حیثیت دیتی ہے جسے دو چور کی انسانیت کے آرڈر کے مندر میں امتحان کر سکتی ہیں۔ اس کے لیے، نئی سوگند ہے جہاں تک ممکن ہو، مزاج ہو کر کام کریں۔

یہاں، مثال میں کئی برسوں سے ہم میں فطرتی طور پر یہ احساس رہا ہے کہ جب ہمارے ٹرانڈ کے کسی چین اور قومی میٹنگ میں ایک جا ہوتے ہیں تو ہماری ہی مفاہمت اور حمایت کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس تلاش میں ہم میں سے کسی کی ایسی کوئی شوقین پوشیدہ نہیں ہوتی کہ وہ کسی کی آزادی اور رائے میں مداخلت کرے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا ہے کہ جسے یہ تجربہ ہوا ہے، یہ محسوس کرنے سے قاصر رہا ہے کہ ہمارے پاس ہی اتحاد سے ہمارے حق حاکمیت میں خدشہ اضافہ ہوا ہے۔ خوش قسمتی سے، حالی ہی میں، یہ ایک اصولی مابین ملے کر ہمارے تینوں محام کے ترمیموں کے خیالات ایک جیسے ہی ہیں۔

مزید یہ کہ روپے مسائل کی نوعیت نے، اکثر ہمارے معاہدے کو مثال کی حدود سے دبا کر رکھا ہے۔ دوسری قومیں بھی، جو عالمی جنگ میں شامل نہیں تھیں، بہت عادات کو یقینی بنانے کے لیے ایسے ہی خیالات کی حامل ہیں۔ خود خیالات کی کیمائیت کی حقائق کے سیاسی اتحاد کا باعث بنی ہے جو جنگ کے دسموں لیر جانب دار تھیں۔ جنہاں کئی، فیوجا، جانب دار روپے تھے۔ [ایلی کے شہر] جنوا، (Genoa) کی ابتدائی پرتشخص تھیں اور خود جنوا، بھی خیالات کی بالکل فطرتی تہذیب کی نظامت بن گیا تھا۔ ہمیں درپیش مسئلے کی کیمائیت کی عام بنی ہوئی تھی کہ حقائق کی دوسری کانفرنسوں میں ہم غیر جانب دار قوموں کی حیثیت سے نہیں رہا جاتا تھا، ہم روپے گھٹیوں میں خاص کر ٹرانڈ کی دی جاتی تھی۔

جہاں تک کہ دنیا کی تعمیر نو کا معاملہ ہے، تمام قوموں کے مندر کے مرکز، ایک جیسے طریقے رکھنے والے بڑے، ایک کے اندر دوسرے بھی کام کریں گے۔ یہی کوئی وجہ نہیں کہ مخصوص نکات پر مامور، غیر جانب داروں اور ایک سے زیادہ بڑے دلوں کے لیے معاہدے ممکن اور مفید نہ ہوں، جو ایک آف نیشنز میں موجود ہیں۔ یہ تنظیمیں کے مراحل میں ہیں۔ فن لینڈ، جرمنی کی ریاستوں سے ہمارے مضبوط تہذیبی نسبت ہے۔ Entente کی سیاستیں کئی، ایسے ترقی پسند تصورات پیش کرتی ہیں جو دنیا کی حقائق کے ایک طرف تصورات سے مختلف ہوتی ہیں اور جنوبی امریکہ کی قوموں کے فائدے ان کی طرف آپس میں مل کر قدم اٹھانے کے رجحان کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بین جیٹ انگل، ایک آف نیشنز، جیسا کہ نوٹ دیا فوٹو کتے رہتے ہیں، مائزین طور پر بخوار ہو کر پے ایک کا اور بعد میں دوسری حقائق کا ضمیر نہیں بن جاتی۔ اگر ہم سب بہترین انداز میں اس جتنی امن اور عوام کے درمیان تسلیات کے لیے اپنا کام کریں، جنہیں ایک کے اندر رکھ کر آگے بڑھنا، ہمارا پھر فرض ہے، تو ہم قومی کے حق دار ہو جائیں گے، اگرچہ چھوٹی قوموں کی حیثیت میں، ہم جتنے جتنا ہو رہے ہیں کہ اسے ہم سب سے مت کی دنیا میں دنیا کی حقائق پر بہت کم دیکھنا نہیں گے۔

میں ایک اور مشاہدہ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ صرف ایک آف نیشنز ہی وہ تقریباً امریکائی، اور وہیں جس نے اپنے پرچم پر امن کا قیوم بڑی حد قانون کھوار بھاڑے مایہ بہت سے لوگ تھے جو جنگ

سے پہلے بین الاقوامی مزدور تحریک سے تقریباً ہم جیسے مگر جب جنگ کا خطرہ پیدا ہوا تو اپنی جگہ کے لیے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھیں امید تھی کہ مزدور کبھی جنگ کی اجازت نہیں دیں گے۔

غیراب ہمیں نظر آ رہا ہے کہ یہ میسر نہ جاسکے گی۔ جنگ شروع ہوئی، ایسے بنیادی تشدد اور ہر قسم کے ذریعے کے ساتھ جو رائے عام کو ایسی رو دکھانے یا مٹا دینے کے لیے کہ کسی کو بھی سوچنے دیکھنے کا ہمت ہی نہیں رہے مگر تمام ہشت اور خوف کے بعد، یہ کیسے ہوگا کہ جنگ کے خوف مزدوروں کے موجودہ جذبات، جو نئے سے ہونے پہ موجود ہیں، ترقی کی کیفیت میں ہی قسم کی کو ماحولی کا مظاہرہ کریں گے؟ اس وقت بین الاقوامی ہیومنٹ مزدوروں کے سر جیتے اور ہر جگہ اشتراکیت (Bolshevism) کے پیرا کروہ شگاف کی وجہ سے کم زور ہو چکی ہے، مگر ایسڈیم (Amsterdam) کی بین الاقوامی ٹریڈ یونین پہلے کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہے۔ اس کے چار ممبر، مکان و وسعت میں جن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور جنگ اور جنگ کے خطرے کے خلاف حوام میں ان کا کارپوریٹیشن جاری ہے۔ اب سے چند دن بعد یہ ہوگا کہ جب یقینی یہ ہو کرے گا کہ ماضی قریب میں اس نے افریقہ ویشل کے جذبہ امن کے لیے زیادہ کام کیا ہے، تو ہو سکتا ہے کہ جواب ملے: Amsterdam International ہے!

آئیے، ہم ایک بار پھر ایک آف نیشنل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ کسی ادارے کی تشکیل جو ٹکراتے ہوئے سفادات اور مابہت خود ہشت کی دنیا میں امن کی حفاظت کرنے کی حیثیت میں ہی نہایت خطرناک کام ہے۔ مگر مشکلات کو ہمیں شک سپنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ اب میں جیمس برائس (James Bryce) کے چند جملوں پہ [اپنے خطاب کا] حتمی مکتبہ چاموں گا، جو امن و رسانیات کے ہیکمپنی کی وصیت کا اندر سر پیش کرتے ہیں:

”ہم انھیں ماقابل موجود نہیں مانتے ہیں۔ مگر وہ جیسی بھی مملکتیں ان کا رہنے سے مقابلہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ وہ ان خطرات کے مقابلے میں بہت کم موقی ہیں جو ہماری تہذیب کو تہہ بالا کرتے رہیں گے اگر موجودہ حالات کو اسی طرح جاری رہنے دیا جائے۔ دنیا کو اس کے موجودہ حال پہ نہیں چھوڑا جاسکتا۔ مگر قومیں جنگ کے مام و نشان منانے کی کوشش نہیں کریں گی تو جنگیں ان کو ہی و مٹا دیں گی۔ جو قومیں امن کی قدر کرتی ہیں انھیں کسی قسم کا قدم اٹھانا ضروری ہوگا، اور مشکلات سے پیچھے ہٹنے کے بجائے ہمیں اس ضرورت کا اعتراف کرنا اور آگے بڑھنا ہوگا۔“

خطبہ کرپچین لاسنگ

بین الاقوامیت

(۱)

نوکریں ٹاؤنڈیشن کے صوبوں کے مطابق، یہ خود پانے والے تو اس کام کے بارے میں ایک محاشیہ خطبہ دینا پڑتا ہے جس شعبے میں خود دیا جا رہا ہو۔ آئی اس فرقہ کی بجائے اس کے سب سے میں فحش کی طور پر مجھے احساس ہو رہا ہے کہ مجھے اس کام کے بارے میں تصدیق بھی بیان کرنی چاہیے جو میں ر قوائی امن اور قانون کے لیے کیا جا رہا ہے، جو کام میری کوششیں کا بھی حصہ ہے۔ غالباً یہ بتانا میری ضرورت ہو گا کہ یہ بیان ان تصدیقات کی اصل نہیں ہے اس کے لیے بہت سے میدانوں سے مواد لینا پڑے گا، میں جن میں ذیادہ ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس طریقے کے مسئلہ ہونے کا جوابی کیا جا سکتا جس میں مواد اسٹوکیو کیو ہے اور جس جذبے میں اسے پیش کیا جا رہا ہے۔

میں بین الاقوامیت پر بات کرناں گا اس پسندی پر نہیں۔ غالباً اندر غلط مجھے کبھی پسند نہیں آیا ہے یہ سبکی اعتبار سے غلط ہے، جو ایک طرف من کی تحریک کی مفید کی طرف توجہ مبذول کرتا ہے، جنگ کے خلاف جدوجہد، "armilatarism" میری کوششیں کے لیے زیادہ موزوں لگتا ہے اس سے میری مراد یہ نہیں کہ میں من پسندی یا armilatarism کے خلاف ہوں، یہ ہمارے کام کے ضروری حاسر ہیں۔ مگر میں ان افکار و ایک غلطی نظریہ، ایک مخصوص تعبیر دیتا ہوں [جنہیں آفاقی طور پر قبول نہیں کیا جاتا]، امن پسندی کو میں افکار و اعتبار کے استحال کے خلاف اور بین الاقوائی رابطوں میں جنگ سمجھتا ہوں۔ امن پسند محکومہ زمرہ آتے ہیں۔ میں اقوائی ہوتا ہے اس کے برعکس۔ مگر میں بتاتی ہے کہ امن پسند کے لیے کسی بین الاقوائی کی طرف سوچنا ضروری نہیں۔ مگر جو کہ یوں کہ امن پسند چھٹے من کی باتیں، جو ہم تک پہنچ پائی ہیں، بتاتی ہیں کہ ان کے نزدیک بین الاقوامیت ایک غیر ملکی تصور تھا، اس وجہ سے کہ انہوں نے کبھی سیاسی انداز میں نہیں سوچا تھا اور وہ قلعی غیر سیاسی حصے اور ہم نہیں آتے کے زمروں میں رکھنا چاہتے تو ہمیں ان کو armilatarist اور ایک فکر دینت پسند قرار دینی کہنا ہوگا۔

میں۔ اقوامیت ایک سبکی و سیاسی نظریہ ہے، ایک خاص تصور کہ نسلی سوامی کی اس طرح تنظیم کی جانی چاہیے، ورنہ خصوص اس کا تصور کہ قوموں کو پہچان کی تعلقات کو اس طرح منظر آنا چاہیے۔

یہ دونوں نظریے، قومیت اور بین الاقوامیت، ایک دوسرے کے خلاف کھڑے نظر آتے ہیں، اس لیے کہ یہ اس سوال کے مختلف پہلوؤں پر نور دیتے ہیں۔ اس طرح یہ کبھی کبھی لازم و ملزوم سیاست میں ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں، جس میں زیادہ تر افراد کی معاشرت کے فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔ مگر، ایک پسند سطح کے تحدید میں۔ بیچیں کی زبان میں کہا جا سکتا ہے کہ ان کی آمیزش میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف، میں۔ قومیت، اپنے نام کے اعتبار سے، جانتی ہے کہ قوموں کا وجود ہوتا ہے۔ یہ ایک طرف قومیت کے بھلے محسوس ان کی گنجائش کو محدود کرتی ہے۔

وہ بی جانب، قومیت اور عالمیت کے درمیان ایک حتمی اور کش ہوتی ہے۔ غالباً اندر اس سے ہٹ کر

دیکھتی ہے یو رقی؟ اور انہوں نے کوئی رائے دی ہے، ان میدانوں میں بھی جن میں اقوامیت اس حقیقت کو نہ صرف قبول کرتی ہے بلکہ اس بات کی حمایت بھی کرتی ہے کہ قومیں کو زندگی کے اپنے طریقے پیدا کرنے چاہئیں۔

(2)

تمام نظریات کی طرح، بین الاقوامیت کو اقتصادی اور تکنیکی میدانوں میں اپنی اسٹیڈی کرنا چاہیے، ان کی میں سوہائیں کے فروغ کے فیصلہ کن اور مثبت حق سرپائے جاتے ہیں۔ دوسرے عناصر بھی کردار کر سکتے ہیں۔ مثلاً کے محور پر، مذہبی عقائد، جو اکثر سوہائیں کی تخلیق میں شامل ہوئے ہیں، عقلی طور پر ان میں تکریم میں ضمنی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، اور بھی بھی تو یہ قانونی ذمیت کے خدائے ہوتے ہیں۔ سوہائی کے فروغ میں سب سے اہم جن سے، اقتصادی اعتبار سے، تقسیم کار، اور تکنیکی اعتبار سے، خوردگی تقسیم میں، مصنوعات کے خیالات کا تھانہ ہوتا ہے۔ دوسرے شعبوں میں، کئی مخصوص وقت میں فروغ پذیر عمل اور معاملات۔

بہر حال، اقوام اور ممالک سے ملتی ہیں کی ترقی کے متن درجات گذر سکتے ہیں، شکایات کے ذریعہ محدود کیے ہوئے، بذریعہ اقتصادی اور تکنیکی ترقی، ترقی کردہ جن کے رکان منسلک ہوتے ہیں۔ ذریعہ میونخ، مانی ریاست جہاں تقسیم کار کی وسعت محدود ہوتی ہے، علاقائی ریاست اور کم و بیش وسیع ریاست جس میں تقسیم کار اور تھانہ مصنوعات کے پیمانے تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب بھی اقتصادی اور تکنیکی ترقی ایک قدم آگے بڑھتی ہے، سیاسی جگہوں کی تخلیق کے لیے حالتیں ابھرتی ہیں، کسی اقتصادی۔ تکنیکی سطح پر، یہ ہمیشہ ایک حقیقت بن چکی ہے۔ یہ جہد کے بغیر بھی پیدا نہیں ہوتی۔ ماضی بے شک موجودات سے اس لیے کہ ہم عصر سیاسی جہد میں صاحبان، قدر کے زہنے کی ضرورت کے مطابق، کردہ بہت کم جیتے ہیں، وہ چونکہ ماضی کی چمک دکھانے کی حالت میں رہ رہ کر بہت ہو جاتی ہے، ماضی کی یاد کی غذا میں، جذباتی تشویش میں، جن کا سنے دور کی عملی اور پیچیدگی کی ضروریات کے ذریعہ انکار کر دیا جانا چاہیے۔ یہ برساتی کردہ کے اندر کی ایک حساب منظم چمک جاتا ہے، مجبوراً ایک ماحول کا مکرر کرنے میں وہاں سے لطف اٹھانے میں، جو ایک ہندوستانی قدر کا نقشہ ہوتا ہے۔ یہ احساس کہ تمام مذہب کے ذریعے، جو ماحول پر باطنی انکسار ہوتا ہے، ترویجی احساس کا۔ کردہ کے اندر جہد کا حیم ہوتا ہے، جب کہ دوسرے کردہ سے جنگ کا مقصد فرض ہوتا ہے۔

آج ہم علاقائی ریاست سے عالمی میونخ کی طرف سے جانے والے ایک پل پر کھڑے ہیں۔ سیاسی اعتبار سے ہم اب بھی علاقائی ریاست کے تصور کے مجبور ہیں، اقتصادی اور تکنیکی اعتبار سے ہم عالمی ذریعہ علاقائی ریاست کی مشیروں کی سرپرستی میں زندہ رہتے ہیں۔

علاقائی ریاست سوہائی کی حتیٰ کہ یہ مشکل ہے، یہاں یورپ میں ہزاروں برس کی، کہ اب سے عہد کا

الزام اور مذہبیت کی مثالیں و شکایت بچائے رکھتی ہے۔ ایک مضبوط مذہبی احساس، احرام اور مذہب سے عقیدت آپس میں غلط سمجھ ہے۔

آج کی عداوتی ریاست ہمیشہ اپنا "قوت" اور مذہبیت کرنے پر تیار رہتی ہے، وہ قوتی احساس میں اس کی اساتذہ کی ہے۔ ہمارے تہذیبی تصور سے، ہم انہیں پہلی ریاستوں کے معاملے میں قومیت یا وطنی احساس، ریاستی احساس کی پیداوار سمجھتے ہیں۔ صرف حالی میں، انہیں دین صدی کے درمیان، اور پھر صرف یورپ میں، ریاستوں کے بہت سے حکمرانوں سے، ہر کی مذاکرات ہوتے ہیں، جو ایک راہی قوتی احساس نے پیدا کیے ہیں۔ خاص کر، عالمی جنگ کے بعد امن کے دوبارہ قیام کی پیشکش کا رخ، ایک شعوری قوتی پروگرام کے ذریعے، ریاستیں بنانے اور ان کی سرحدوں کے تعین کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔

مجرب بات ہے کہ اس کو اسی وقت بھلا تھا جب یہ سب پروگرام وضع ہوتا جا رہا ہے۔ کھٹکی اور کھٹکی کی نکلنے سے ہم نے مذاکراتی سیاست کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ جدید فرقوں نے ریاستوں کی اقتصاد کی کھٹکیوں دونوں سرحدوں کو مسدود کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر، کینیڈا نے ایک عالمی منڈی بنا دی ہے اور تقسیم کا رکا موقع فراہم کر دیا ہے، جس میں تمام ترقی یافتہ اور زیادہ تر غیر ترقی یافتہ ریاستیں شامل ہیں۔ اس طرح دنیا کے مختلف ممالک کے درمیان ایک "باہمی خود مختاری" کی صورت بھرتی ہے جو آج کی اقتصاد کی زندگی کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت ہے۔ شاید، کئی ہی ممالک کی خصوصیت عقلی انحصار پر بھی ہے جو جدید تقاریر، اصل کے ذریعے کی ترقی سے پیدا ہوتے ہیں: ذرا، ٹیلی فون، اور برقی عزیمت اخبارات کے ذریعے۔ اخبارات میں شائع ہونے والے ایک ہی واقعے کے بارے میں مراسلوں کے پڑھنے جانے سے دنیا بھر میں ایک وقت جو در عمل آشکار ہوتا ہے، وہ پوری مہذب انسانیت میں ایک عام ذہنی بغل کی، نمودار ہوتا ہے۔ سان فرانسسکو (San Francisco) سے یوکوا (Yokohama) تک، ہمر ہیسٹس (Hammerites) ملبورن (Melbourne) تک، ایک ہی وقت میں دو دو کے قسط کے بارے میں، واشنگٹن (Washington) میں ہونے والی کانفرنس کے بارے میں، رونالڈ آرمسٹرونگ (Ronald Amundsen) کے قطب شمالی کے سفر کے بارے میں پڑھتے ہیں۔ ان کا رد عمل مختلف ہو سکتا ہے، اس کے باوجود وہ ایک ہی ساحلہ رد عمل کا اظہار کرتے ہیں۔ پچھلی صدی کے درمیان کی آزاد تجارت کی تحریک پیدا شعور کی ہے ان کے حالات کا اور ضرورت کا۔ جنگ سے کچھ عرصے پہلے، نارمن اینگلی (Norman Angell) نے اس کیفیت کے بیان کے لیے "انحصار باہمی" کی ترکیب ایجاد کی تھی جو ہمارے زمانے کی اقتصاد کی ورثہ ملی تہذیب پر چھٹے مثالیں ثابت کر رہی تھی، اور اس نے سب سے پہلے بین الاقوامیت کے بارے میں ایک پروگرام بھی پیش کیا تھا۔

سیاست کے اسی خیال میں ایک خط خیال ہے کہ اسے "بعد میں آنا" چاہیے۔ اس کا کام ان بیرونی تنظیمی قوتوں کی تلاش ہے جو اقتصاد کی عقلی اور عقلی میدان میں زندگی کی صورت بنائے گئے ہیں۔

نوبل کمیٹی کچھ سال میں بھیجے گئے اپنے کارکنوں میں انڈیا کے تین ارٹھیسٹ کے کام کو بالکل صحیح غلط میں ضابطہ بندی ہے جب انہوں نے کہا تھا "عالمی تمدن کی خاطر ایک زیادہ دیرینہ قسم کی ترقی کے لیے کام کرنا۔" عالمی جنگ نے واضح کر دیا تھا کہ دنیا اشتعال زدہ رہی ہے کہ یہ کام ایک فاسٹ ٹریجی ہے کہ تم ہو۔ ہمارے تمدن کے لیے یہ "to be or not to be" کے مسئلے سے کسی طرح تم نہیں ہے۔ یورپ ایک اور عالمی جنگ سے جاں بحق ہو سکے گا۔

مزید یہ کہ اگر حقائق ریاست کا سرکاری کے فروغ کے لیے اثر کی نظر ہوا ہے تو جنگ کا ہونا اس لیے اس کے ریاست اپنی فطری صفات کے باعث وجودی ترقی کے حاکمیت کا غیر محدود وقت کے حق کا، جو صرف ذاتی مفاد کے ذریعے ملے جاتے ہیں اپنی فطرت میں مزاحمت پسند ملتی ہے۔ نظریاتی طور پر طاقت کے فروغ کا غیر محدود حق اور ریاستوں کے خلاف جنگ کرنا سمجھنا دشمنی ہے، دیرینہ نظریات عمل ہے، اس لیے کہ ریاست ایک نیوی وجودی حیثیت میں ایک اوجھے خدائی درجے کی نمائندگی کرتی ہے۔ ہم انسانیت میں یہ طے شدہ امر ہے کہ وجودی صورت میں حرکت کرنے والوں کی روحانی سطح عمومی اخلاقی سطح کے تنفس سے بھی بہت نیچے کی ہوتی ہے اس لیے بنی نوع انسان کے بہتر مستقبل کو امید کا اظہار "عالمی تمدن کے لیے ایک بعد درجے کی ترقی" ہے، جن تمام انسانوں سے محبت کرنے والی کمیونٹی۔ کچھ ایک غائی (teleological) نقطہ نظر رکھنے میں حق بجانب تھا۔ یہ یقین کرنا کہ دنیا میں اور سو دیرینہ مقدس آدمی کے ہر قوموں کے مقدس رہنما کی رائے ہے اور ہم کو اس بعد درجے کی سماجی ترقی تک لے جاتا ہے؟ پھر وہی مسئلہ کے کام میں ہمیں ضروری طور پر ایک خوش امید قیوس ہے۔ دنیا تعمیر کرتی چاہیے۔ پھر وہی مسئلہ کوئی نوع انسان کے بہتر فیصلے اور بہتر مستقبل کے یقین سے، کل کرتی چاہیے۔ اس یقین کے لیے، موت کے سوا یہ کوئی واحد مقدس چوٹی کو جانے والی راہ کے ایک جتنی پتہ اچھی ملتی ہے۔

شکر غائی خوش یقین اور امید سے آگے نہیں لے جاتا۔ یہ یقین نہیں فرم کرنا کہ دنیا حق جاتی ہے کہ ہمارے تمدن کے اہل درجے کے خیر۔ باخیر ہو چکے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہی حشر ہمارے اچھا رہیں نہیں ہے؟

(3)

یہ غرض شرم کے راستے کے ملحد و مبین ارتقا میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

مزاروں برس سے پیغمبر اور مفکرین بنی نوع انسان کے اتحادی بنیادی جانب اشارے کرتے رہے ہیں۔ یونانی فلسفیوں، باختریں و قیوس (Stoics) نے اس تصور کو فروغ دیا تھا، اور عیسائیت نے اپنی ابتدا سے اس کو ایک خدائی اور مذہبی اصول کے طور پر یہ بعد کو اخلاقی پس منظر کے نظریے کی ویرانہ کی تبلیغ کی۔ اس دور کے بعد میں کئی دہائیوں کی جانب سے اس تصور کا ایک بہت کے طور پر چپ کیا گیا تھا، لیکن

طہرین سوسٹین فرینک (Sebastian Franck) جیسٹ سوارٹز (Jesup Suárez) جو بعد میں بین ارتقائی

قانون کے بنیاد گزاروں میں سے تھا۔ اور آموں کمنیس (Amos Comenius)، جو Moravian Brethren کا اثری بشپ اور جدید تعلیم کا باپ تھا، شامل تھے۔ کمنیس کے ساتھ اس تصور میں عضویتی چٹائی بھی شامل ہو جاتی ہے جب وہ لکھتا ہے: "اس طرح ہر انسان ایک جسم کی طرح ہو جاتا ہے جس کو اپنے تمام اعضاء تک میں اپنی انفرادیت قائم رکھتا ہے۔" اس کے بعد سے مغربی تہذیبوں نے اس تصور کو زندہ رکھا تھا۔ یہ سترھویں، اٹھارویں اور انیسویں صدیوں کے سراسر آوردہ ذہنوں پر حاوی رہا ہے، دیکھیں (William Penn) اور ایب بجر (Leibnitz) سے ورگے۔ ملر (Wergeland) اور ایمرسن (Emerson) تک۔

جدید اندر میں ہم اصیبت نے اس تصور کے لیے ایک مکمل طور پر عائد نہ ہو، مگر اس کی بنیاد پر مشروط ہے۔ بنی نوع انسان کا تھوڑا ایک عضویتی حقیقت ہے۔ یہ حتمی کے سائنس دان و زمان (Weismann) کا نظم الجھر (jerryish) کا مطالعہ جس نے پسے فکر کی راقی قبول کی تھی۔ آگے چل کر دیگر سائنس دانوں نے ثابت کر دیا کہ وہ قانون و زمان نے جس کا نظم الجھر پر حتمی کیا تھا، اس کا حیوانات کی تمام قسم پر بھی اطلاق ہوتا ہے، جس میں انسان بھی شامل ہے۔ اس کو "مردہ" کے مادہ حیات کا تسلسل ("continuity of the germ plasm") کہا جاتا ہے۔

مذکر جراثیم کا مؤثر پہلے کے خیمے سے تھوڑا ایک نیا خیمہ پیدا کرتا ہے جو تھوڑا فوری طور پر جنموں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک خیمہ نئی سے بننے لگتا ہے، اور اس سے تمام اعضاء کے ساتھ ایک نئی جسم کی تشکیل ہوتی ہے، جو اس انسانی جسم کی موت کے ساتھ ہی فنا ہو جاتا ہے۔ اس کا خیمہ، حصہ، مؤثر، بیضوں کی صورت، مذکر جسم کی میں باقی رہتا ہے۔ اس طرح ہمیں سے ہر ایک خلیوں میں حتمی، چھوٹے کے اور بڑے کرنے کے قابل خلیے زندہ رہتے ہیں، جو ہمارے والدین سے، اور ان کے اجداد سے اصل کے ذریعے۔ ہم میں ختم ہوتے ہیں اور ہمارے بچے اور بچوں کے بچے بن جاتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک، واقعی اور عضویتی طور پر اعلیٰ ذہنی کی ایک کڑی کی صورت ہے جو بنی نوع انسان کی تشکیل کرتا ہے۔

تمام مطالعہ میں کسی ایک نقطے پر پہنچ کر بکھر جاتی ہیں۔ اس کے باوجود میں بنی نوع انسان کو ایک تکرار جھر کی صورت دیکھتے ہیں۔ ہر شخصوں اور گھوڑوں سمیت، جس سے بچوں، بچوں اور بچوں کی صورت افراد شملک رہتے ہیں۔ وہ اپنی انفرادی، نیم خود مختار زندگیاں بیٹے ہیں۔

جائے ہیں اور زندہ رہتے ہیں

مکمل بدلے، بوڑھے ہوتے اور مر جاتے ہیں

تکرار جھری اور جاری رہتا ہے، اپنی تمام مثالوں اور جنموں سمیت، اور نئے بچوں، بچوں اور بچوں کے ذریعے اس کو خیر و بھری رہتی ہے۔ بچوں کی بھی اپنی چھوٹی، بھرتے اور ذاتی زندگیاں ہوتی ہیں۔ ماسکی چٹیاں بھی ہوتی ہیں جو مر جھاتی ہیں اور درگزر میں کا جہد ہو جاتی ہیں، بچوں ہوتے ہیں جو اپنے رنگ اور شکل سے محسوس کرتے ہیں، پھل ہوتے ہیں جو توانائی اور شکر وافر ہم کرتے ہیں۔ بچیاں، بچوں اور بچوں سے شمار تعداد

میں آتے جاتے رہتے ہیں، ایک دوسرے سے مایہ استوار کرتے ہیں اور ناقابل شمار لگاؤں سے بنا ہوا ایک جال پھلے پھرکے ڈھوپ لٹاتا ہے۔ یہی دو نقطہ ہے جس پر تمام ملٹی پلٹ ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے مگر شجر ایک ہے، اور یہی ٹوٹ سناں بھی ایک: حد ماحت کی مانند ہے۔

عالمی جنگ کے دوران، ان فلاحی سائنس دانوں نے، اپنے اپنے طور پر گورنمنٹ میں ایک ہی مقصد کے ساتھ حیاتیات اور بین الاقوامیت کی معنویت کو برقی دلی اور اس کی پہلی شکل کیا تھا۔ ان کا کام، خصوصاً دوسرے اوجھل کے نظریے کے مطابق سے، جس سے بہت سے فلاحی سائنس دان متعلق نہیں، ہمیں اس مرحلے پر بروکار نہیں۔ ہمارے کام کی وہ پوری حقیقت سے جس پر یہ سب کچھ استوار ہے میں [اس مرحلے پر] صرف ایک نتیجہ اخذ کرنا چاہتا ہوں: اسی ٹوٹ انسان ایک حیاتیاتی وحدت ہے، تو جنگ ہیں، قومی جنگ، جو خانہ جنگی سے کسی طرح تم نہیں۔ ایک خود کشی ہے، یہی ٹوٹ انسان کی رسوائی سے اس طرح، ائین۔ قوامیت نزدیک مضبوط جدیت حاصل کر رہی ہے اور اس پر تعمیر کے لیے زیادہ سنگین جیون اس کے مقابلے میں، صرف فیصلے سوچ بچار ہی دے سکتی ہے۔

(4)

بین الاقوامیت کے نظریے کے مطابق کے تنازع کا، جس کی یہاں تعریف اور وحد بندگی کی گئی ہے، ثابت کرنا مشکل نہیں ہے۔ یہ اقتصادی و سیاسی میدانوں میں تصور کرتے رہتے ہیں، جس کی اعتبار دہانی میدانوں میں ان کی جیون کی اہمیت محدود ہے۔

اقتصادی جہاز سے، بین الاقوامیت کے تنازع بہت واضح ہیں: دوران کی طرف اشارے بھی کیے گئے ہیں۔ ان کا مرکزی تصور بین الاقوامی ایک جہتی ہے جس کا عملی اظہار عالمی سطح پر تقسیم کار میں ہوا ہے: بین الاقوامیت کے پروگرام کا اصل نکتہ آنا کا نہ تجارت ہے۔ یہ فلاحی سائنس کے میدانوں کے جدید ترین خیالات اور نظریات سے بھی غافل کیا ہے۔ مطابقت، ایک جہتی و ریاضی تعاون سب سے اہم ذرائع ہیں نوٹ حیون جن سے بچا پتی ہے۔ ہر نوٹ جو اس حقیقت پر قائم پابندی سے پتے وجود کو، ہر طریقے سے منظر کرتی ہے، ان کے مقابلے میں جوتہ بنی توانیوں پر انحصار کرتی ہیں: بھائیوں کی بقا، جو فوٹ میں شکار کرتے ہیں، شجر کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے، جو کسی کی شکار کرتا ہے۔ سہ پانچسی (Kropotkin) نے اپنی کتاب ((Mutual Aid 1902 میں اس خیالی کو حیوانی زندگی کی مثالوں کے ذریعے واضح کیا ہے اور عالمی میدانوں میں بھی اس کا اطلاق کیا ہے۔

میں بین الاقوامیت کے یہی تنازع پر ذرا تفصیل سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں ہمارا کام ہے قوموں کے درمیان عالمی اتحاد کے تصور کے لیے تنظیم کے نمونے ایجاد کرنا ہے۔ یہ ہمارے وقت کا سب سے زیادہ اہم کام ہے۔



ملاقات زمانے خود بہ مقتدر ریاست، تحفظ تجارت اور مسکریٹ کے شعبہ میں فائدہ مند کر رہا کرتے تھے۔ یہ نکتہ اس مضمون سے متعلق ہے جسے مارٹن، انگلش نے "optical illusion" کہا تھا، یعنی، اگر کوئی ریاست اپنے مقبے میں مزید چند مربع میل علاقہ ضم کر رہی تھی تو اس میں رہنے والا انسان اپنے قدم میں ایک انچ کا اضافہ کر رہا تھا، اگر یہ عمل اقتصادوں اور خود انحصاری کے اعتبار سے ریاست کے لیے فائدہ مند سمجھا جاتا تھا، ان معنوں میں کہ جتنی ممکن ہو اس کو بیرون ملک کی مزید مصنوعات کی ضرورت ہو جاتی تھی۔ یہ قومی تحفظ تجارت سب سے پہلے ایک امریکی سیکرٹری (Alexander Hamilton) نے بیان کیا تھا، جو ریاست ہائے متحدہ کے آئین تیار کرنے والوں میں سے تھا، بعد میں اس کا امریکی سنی سے جمہوریت میں فیڈرل سسٹم (Friedrich List) نے یہ تھا جہاں اس کو تمام یورپی ریاستوں میں تحفظ تجارت کے احکامات میں استعمال کیا گیا تھا۔

قومی اقتصادوں تنہائی پسندی کے ہاتھ میں ہاتھ دلائے، مسکریٹ بین الاقوامیت کے پڑھتے ہوئے قدموں کے خلاف، خود بخود ریاست کی برادری کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔ قومی ریاست مسکریٹ سے آزاد نہیں، اگر یہ خود بخود ریاست کے بر تصور میں دیکھا جاتا ہے۔ ریاستوں کی مسکریٹ میں کھس درجہات کا فرق ہوتا ہے۔ ایک ریاست اپنی اندرونی اور بیرونی سیاست میں مسکریٹ حکمت عملی کو جتنی جلد دیتی ہے اتنی ہی زیادہ مسکریٹ ہوتی جاتی ہے۔ اس مقدمہ پر پورے شک کی۔ جمہوریت قیصری ریاست کو، خاص طور پر عالمی جنگ کے دوران، ایک مستحکم ملک کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ مسکریٹ بیرونی طور پر سوچنے کا ایک انداز، ریاست کی کارکردگی کی ایک خاص تشریح ہوتی ہے اس لیے اس کے طریقے اس کے بیرونی فکروں سے واضح ہوتا ہے: اسلحوں اور دیپلماتی تنظیم میں۔

یہ سوچتی خود بخود ریاست کے اس تصور کے خلاف ہے، اگر تحفظ تجارت اور مسکریٹ کے باعث تنہائی کی حالت میں، بین الاقوامیت کو فیصلہ کن جنگ میں منہ ہٹ کر موبایا چاہیے۔ اس کے زمانے میں خود بخود ریاست ان کی تہذیب کے لیے ملک خطرہ بن گئی ہے، اس لیے کہ تکنیکی ترقیات کے باعث وہ ریاستی حدود اور تباہی کے مختلف طریقوں کو حاصل کرنے کے قابل ہو گئی ہے۔ ٹیکنالوجی کا آمد نامہ اور خطرناک عنصر ہے۔ مسکریٹ جذبات کے زیادہ تر جوار کیے ہوئے، خود بخود ریاست کے خطرناکات، جنہیں تباہی کے جدید طریقوں تک رسائی ہو، ریاست کے لیے اور دوسروں کے لیے خطرہ ہیں۔ اس خطرہ نظر سے ہٹا دیا جاسکتا ہے کہ ترکیب اسلحہ جات کا کام کتنا کم ہے، یہ صرف اقتصادوں کویت کا کاروبار نہیں، جو غیر پیداواری اخراجات میں بچت کا باعث ہیں، بلکہ یہ ریاست کو غیر فوجی یا منہ بکرنے کی کوشش سے ضابطہ بھی ہے کہ ان میں سے کون سا جی پالیسی اختیار کرنے کے ترجیح کو قرار دیا جائے، ان کے اسلحہ جات جس پیمانے پر آگے بڑھتے ہیں۔

گر خود بخود ریاست کو اقتصادوں کی حیثیت اور مسکریٹ کے خود پسندانہ خیالات کی تھوڑی سی بھی حدت مل جائے تو یہ محض وجود پر بھروسہ نہیں کر سکتے، اس لیے کہ بین الاقوامیت اس کے خلاف ایک موثر جنگ

شروع کر سکتی ہے۔ اگر خود مختار ریاست بھی ایک مدنی اصول کا سہارا لیتی ہے، یہ "قوم" ہونے کا دعویٰ کر سکتی ہے تاکہ وہ اپنی قومیت کے ایک واضح حصے کے عوام کی انفرادیت کی نمائندگی کرے۔

یہ پسے بھی کہا جاتا ہے کہ زیادہ تر ریاستوں میں "قوم" ریاست کی پیداوار ہوتی ہے، ریاست کی تخلیق کی بنیاد نہیں۔ اور جب اس پر اندر دیا جاتا ہے کہ "قوم" کا ایک اپنا بشریاتی کنارہ ہوتا ہے، یعنی ایک "نسل" کی روایتوں کا جواب یہ ہونا چاہیے کہ وہ ریاست جس میں بشریاتی اعتبار سے خاص نسل رہتی ہو، یہی نسل تو پائی نہیں گئی ہے۔ مائیکس قلیش کا بت کرتی ہے کہ تمام نسلیں میں آبادی کے مختلف حصوں کے درمیان لامتناہی بارسٹیک (crossbreeding) ہو رہی ہے، اب ایک "نسل" کا کوئی وجود نہیں رہ گیا ہے جس کے علاوہ جان کہ ان میں مختلف بیرونی بشریاتی امتیازات۔ مائیکس، بال و ہمد کا رنگ دلیر دہا، ہم یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ان میں کئی مخصوص قسم کے عقلی یا مدنی اوصاف ہوتے ہیں۔

پرواز "قومیت" ایک مدنی مظہر نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ رینان (Renan) نے اس کی ایک معقول تعریف دی ہے: "قوم اپنی قومیت کا حصہ ہوتی ہے جو قوم ہونے کی خواہش کا اظہار کرتی ہے، قوم کا وجود ایک مسلسل اور دراز مدت کے شعور کا ہے۔" اس کا پہلا حصہ ایک دائرہ قومی تعریف ہے۔ یہ تاریخی سے مدد بھی ہو جاتی ہے اور مکمل طور پر جاتا بھی، اس لیے کہ یہ قوم ہونے کی خواہش پر زور دیتا ہے۔ اس طرح قومیت کا تصور ایک روایتی سہولت میں داخل ہو جاتا ہے۔ "اس سے وقت رہنا چاہیے"۔ بین الاقوامیت ان مدنی امتیازات ہمنائے کی نہیں جس کے یہ نسل، قومی خصوصیت پیدا کرے گی، ان کے وجود کا تحفظ کرے گی، اور ان کے فروغ کو آزاد چھوڑ دے گی۔ اس پیکر میں بین الاقوامیت عالمیت سے مختلف ہوتی ہے۔ مدنی انداز تمام قومی خصوصیت کو مداف کہتا ہے کہ اس میں زمین، ان کی تخلیق جانتی ہے۔ دہریہ جانب، بین الاقوامیت اعتراف کرتی ہے کہ مدنی کامیابیوں قومی زندگی میں بھی اپنی سری جزیرے رکھتی ہیں اس قومی شعور سے آرٹ اور ادب، اپنے کنارہ دار قومانی حائل سے کہہ اور ان کی پرکھی قسم کے انسانیت میں مائیکس عہد مضبوطی سے استوار ہیں۔

قومی عقلی ترقی میں نئے نئے رنگ مدنی حکومت میں قیامی کردار۔ دونوں ہی بین الاقوامیت سے میل کھاتے ہیں، بدستور جو پھر پورے قوموں ترقی کے لیے لڑتی ہوتے ہیں۔

وومشترکہ مٹا دلت پر سیاسی اختیار کی ہے بین الاقوامیت جس کو مدنی انتظام میں دینا چاہتی ہے۔ اس طرح، ایک عالمی دفاق، جس میں گروہوں سے ضابطہ فراوی قومیں حصہ لینا چاہتی ہیں بین الاقوامیت کا سیاسی آرڈر ہے۔ جنگ سے پہلے، اس سمت میں پیدا گروہی تمام اچھا یا گیا تھا جس کا کام وہی ہیں میں گروہی تھا۔ ایک آف نیشنل رائے اس طرف کو میل کرنے کی ایک پیچیدہ اور شعور کی کوشش کی ہے۔

نا خطوط پہ، جن پہ یہاں بحث کی گئی ہے، میں اقوامیت کی تحریفہ مندرجہ ذیل صورت میں ہو سکتی ہے۔  
 میں اقوامیت ایک کیونٹی نظریہ ہے جس کی بنیاد قومیت، روحانی اور حیاتیاتی حیثیتوں پہ رکھی گئی  
 ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ انسانی سوسائٹی اور عالمی تمدن کی صحت مند ترقی کے احکام کا تقاضا ہے کہ بنی نوع  
 انسان کو بین الاقوامی سطح پہ منظم کیا جائے۔ ایک تنظیم عالمی اتحاد میں قومیتوں کو قریبی کڑیاں بنانی چاہئیں اور  
 ان کو روحانی و برحق کاموں میں خود مختار نمونوں کی ضمانت دی جانی چاہیے، جب کہ سیاسی اور معاشی نوع انسان  
 کے مشترک مفادات کے قیام کی بنیاد پہ پرستی تعاون کے لیے بین الاقوامی سطح پہ روحانی کی جانی چاہیے۔

(۶)

آخری چند جملے۔

یہ بین الاقوامیت کے نظریہ کا کوئی رشتہ ہے، ہماری مذہبی ضروریات سے، بدیت پہ ہمارے  
 دلوں سے جہاں قاتل مزاحمت طور پہ برقرار دھم کرنے والے اور حساس فوڈل پیدا ہوتا ہے؟  
 بدشہ، شکاری طور پہ ہم میں بہت سے ایسے ہیں جو انجی بدیت میں یقین کو دھوکے سمجھتے ہیں، جسے ہمیشہ کے  
 لیے بے ثبوت ہی رہنا چاہیے۔ اپنی تصور کے ذائقہ پہ تسلیم کو۔

تو بچہ کیا کہیں اس پہ یقین کرنے پہ مجبور کیا جانا چاہیے کہ مرنے کی قسمیں کی طرہ و اندازہ کے نظریہ کا  
 اخلاق آدمی کے نام نہ نہ ہوتا ہے، جس میں جہاز کی کے پتے مریحہ کمزور ہیں نہ گرجاتے ہیں اور کوئی نشان  
 چھوڑے بغیر مریجاتے ہیں؟

مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کے مابین اتحاد و درجہ کی تسلسل کا نظریہ مادی تصور کو یک  
 نواہ و مندرجہ تک ہے جاتا ہے۔

ابو تصور ہم سب میں بندہ رہتا ہے۔ ہم ایسے یقین میں بندہ رہنے کے شواہد مندرجہ ہوتے ہیں جو  
 ہماری شخصیت کو چند کرتا ہے، ایک زید و بلند اقبال کی طرف اقصا جو نشان بھی ہے اور "پیر ہیومن"  
 بھی، کامل ہے مگر رفتہ رفتہ بڑھتی رہا ہے اور ترقی بھی کر رہا ہے، مثالی بھی ہے اور حقیقی بھی۔  
 کیا یہ خوش بخش بھی پوری بھی ہو سکتی ہے؟ یہ تو یک حد کے اندر تخلص معلوم ہوتا ہے۔  
 پھر بھی یک یقین ہے جو اس خوش بخش کو مطمئن کرتا ہے اور تخلص کو حل کرتا ہے۔  
 بنی نوع انسان کے اتحاد میں بھی یقین ہے۔

○

## لی اول بوٹوا اعلان تجلیل

مارٹینی پوریا کی نوٹس کمیٹی نے اپنے خط میں کہہ ہے:  
"مارٹینی پوریا کی نوٹس کمیٹی 1919 کا نوٹس امن ریاست ہائے متحدہ کے صدر مسٹر وولڈ ہوسن  
کو 1920ء کی مئی مئی میں سینٹ کے صدر اور لیگ آف نیشنز کی کانفرنس کے صدر مسٹر لی اول بوٹوا  
(Jean Bourgeois) کو پیش کرنے میں نگرانی کر رہی ہے۔"

حضرات! آج جب عالمی جنگ کے بعد کئی دہائیوں پر امن کے جوش کا خفاہ دور ہے، یقین  
کیا جاتا ہے کہ امن کا عظیم آئینہ جو قوموں کی بقا کی امیدوں میں جاگزیں ہے، یہ اس ناک و اتعات کے  
نتیجے میں ایک بار پھر آدمیوں کے ذہنوں میں سے سرے سے نشوونما پائے گا۔"

(اس کے بعد صدر بومس (Buen) نے دو ڈیوٹن کے بارے میں جو کلمات کیے وہ دو کون کے باب  
میں لکھے گئے)

اور پھر نئی مڈلس کے محکمہ کی مین کی خواہش کے لیے مارٹینی کے ساتھ لی اول بوٹوا کو دیا  
جا رہا ہے جنہوں نے بڑے ہتیار کے ساتھ کئی برس تک، اچھے اور بڑے ذہنوں میں، ان کی نماندگی کی ہے۔

خطبہ:

لیگ آف نیشنز کے قیام کی وجوہ

چند ہفتے قبل نوٹس امن انجمن پانے کے سب سے میں مسٹر براٹنگ (Branning)، ان فرانس کو پورا

کرنے دے ہو گئے تھے جو سب انعام یافتہ ہر عامہ تھا ہے۔ اس معذرت چاہتا ہوں کہ میں وہی نہیں کر سکا ہوں۔ یہ جی سمجھتا ہوں کہ اس کے سزاوارت نہیں دیتی، جس کو وجہ سے مجھے بے حد شرمندگی ہوئی ہے۔

آپ کے مددگارین نے مجھے مطلع کیا تھا کہ آپ مجھے تحریر کے ذریعے خطاب کی اجازت دے دیں گے۔ لہذا اپنے دلی شکر کے ساتھ میں اپنے خیالات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، یقیناً تمہیں میں ذاتی طور پر پیش کیا پسند کرنا۔ حضرات! میرا دلی شکر یہ قبول کیجیے۔

### (۱)

میں مسٹر براؤننگ کے ان خیالات سے اتفاق کرتا ہوں جو انہوں نے چھپے جون کے مہینے میں آپ کی خدمت میں پیش کیے تھے۔ جی اہل ترین ہیئت کے ساتھ انہوں نے "The Great Disillusionment" کو باقاعدہ تجربے کے بعد شائع کیا تھا۔ میں آپ کے سامنے پیش کیا تھا جو 1914-1918 کی عالمی جنگ کے آدھوں کے دنوں میں اچھا رہا تھا۔ یقیناً، ایسے ہی انقلاب کی زنجیر کشائی، جس کی دھڑکی میں وہی مثال نہیں ملتی، اس مہر کے ہائل نہ خوف ہے جو دوسرے ملک میں پکڑی تھی جب اس نے امن انعام کی بنیاد رکھی تھی۔ مگر اس دھڑکی کی جو عوام کے دلوں میں بس گئی تھی، مسٹر براؤننگ نے وہ جوہ پیش کی تھیں اس تھیں کے لیے کہ ہم اب بھی اس بڑی آفت سے احماد پیدا کر سکتے ہیں۔ انہوں نے واضح کیا تھا کہ بڑے وقتوں کے چھوڑے ہوئے دنوں کے زور و اثر میں تجرہ سے کہہ دینا تو کے بہت سارے مناسبات ہیں اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کا یہ مدسی کو ایک مہم دار شت سمجھتا ہوں اور اس کو دیکھتا ہوں۔

مگر سب سے بڑا مسئلہ قانون کی حکمرانی اور خود تمدن کی معنی ہے۔ تمدن شہنشاہوں کے انہدام کی بنیاد بنائی حد تک مسکرتی طاقت ہے تھی جس نے کئی نئی قوموں کو جنم دیا ہے جو اپنے عوام پر حاکمیت کی ٹرینڈنگ کرتی ہیں۔ ساتھ ہی جمہوری اداروں کے قواعد کا طے لگا رہی ہیں جنہوں نے امن کو خود بادشاہوں کی ٹھکانوں پر منحصر کر کے مستقبل میں کسی تھام کے خطرے کو بڑی حد تک کم کر دیا ہے۔

وہی تحریک نہ صرف مجبور قوموں کے لیے باعث سہولت ہے، بلکہ اس سے نسلیوں کے درمیان سیاسی اتحاد کی تکمیل بھی ہوتی ہے جن کو بھی ایک متحدہ نئے نظروں میں بانٹ رکھا تھا۔

آخر میں، آزاد قوموں کی فتح کو صحیح تاخیر میں کرنے میں ایک واحد حقیقت کامیاب ہوئی تھی۔ چار برسوں کی وحشت مافی کے درمیان سے، بلند و بڑا تر احتجاج کی مانند تمام قوموں کے ذہنوں میں ایک نیا خیال نمودار ہو گیا تھا: قانون کی حکمرانی اور امن کے استحکام اور نظام کے لیے مذہب قوموں کی تہذیب کی ضرورت۔ ۱۸۹۹ء اور 1907ء میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں سے، 28 جون 1919ء کے معاہدے کے ذریعے، ابھرے ہوئے ایک آف نیشنز ایک حقیقت بن گئی۔

نہیں کیا یہ [تاریخ]، بالآخر، ہم کو ایک مستحکم امن کا قہار فراہم کر سکے گا؟ کیا، جب محمد کی سب سے پہلی کمر  
 ہم اپنے جوتے تک پہنچنے والے ہیں تو ہمیں پھر وہی ہی رکاوٹوں کا سامنا ہوگا جس نے صدیوں سے انسانوں کی  
 مذہب و دھرم کے ان یو تریوں کا ستر ڈک رہا ہے جو امن کے آئینہ کے لیے جہد و جدوجہد کا مسلسل کتے بے  
 تھا۔

(2)

اس سلسلے کا جواب دینے کے لیے، جو انسان کی ذات کی اہم حساب رُک کو چھیٹتا ہے، اور ان  
 اعتبارات کی وجود کو سمجھنے کے لیے جنہوں نے بنی نوع انسان کو نفع میں سے نکھایا ہے، ہمیں نہ صرف عوام کی  
 تاریخ میں بلکہ خود انسان کے اندر، ان کی تاریخ کے اندر بھی، غور کرنے ہوں گے جس کے دلوں میں اس کی  
 کمیونٹی سے مختلف نہیں ہوتے، جن میں ہمیں، انہیں سب کی زندگی، ہر نوعیت کی محنت و محنت، نقش کو بندھا کر پیش  
 کرنے والے آئینے کی طرح دکھائی دیتی ہے۔

انسانی دلوں کے اندر کی قوتوں کی طرح اپنی ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کے وجود سے انکار نہیں بلکہ ان کا  
 اندر نہ کرنا اور انہیں سمجھنا چاہیے۔ فطرت کی قوتوں کی طرح، ان کو آدلی کی شورش کے رادوں میں کے تحت کرنا  
 اور وجود کی ہم آہنگی کے ساتھ کام کرنے دینا چاہیے۔ ہم قوموں کے درمیان لڑائیوں میں انہیں کام کرتے  
 دیکھتے ہیں، ان کی طرح جیسے ہم انہیں ان کے درمیان جہد و جدوجہد میں دیکھتے ہیں، اور بالآخر ہمیں حسرت ہو جاتا  
 ہے کہ صرف انسانی اندر کو کنٹرول کرنے کے طریقے ہی سے اس اندر کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

دھرم سے یہ کہنا کہ مختلف قوموں کے آدمیوں کے درمیان امن قائم کرنا ممکن ہے، اس دھرم کے  
 مترادف سے کہ آدلی خود کو کسی نہ کسی میں منظر کا ہو، اس کی نسل، اس کے مذہبی عقائد یا اس کا فلسفہ دنیا کی  
 وحدت رکھتا ہے۔ کسی فرد کے اندر کی دو قوتیں اس کے ضمیر اور اس کی اخلاقیات کے فرق میں مدد دیتی ہیں؛  
 دنیا اور حسرت۔

اس کی حسرت دھرم کی نوعیت کی ہوتی ہے۔ پہلے تو اخبار مہلا سے محض حسرت نفس کی جہت کا، جو ہر وجود  
 کے اپنے اطراف کی قربانیاں پر مشغول رہتی ہے، دوسرے وجودوں کے نقصان کے ذریعے، جن کی موت اس  
 کے وجود کے لیے بدی ہوئی ہے اس جہت کے ظہور کی ایک اور صورت ہوتی ہے جو اسے دوسروں کے  
 نقصان کے بارے میں کوئی حسرت دیتی ہے؛ یہی ہے دو شے جو ماں و پٹنگ کے درمیان، اس کے بعد باپ  
 اور بیٹے کے درمیان، اور اس کے بعد بی بی فراتے، اسی تہیہ کے درمیان ایک اخلاقی بندھن پیدا کر دیتی ہے۔  
 ہمدردی کی یہ جہت ہی ہے جو آدلی کو اپنی وحشیانہ اور خود غرضانہ جہتوں سے نرتے اور انہیں کنٹرول کرنے کے  
 قابل بنا دیتی ہے۔

ایک ذہنی فلسفی نے اس نظریہ پر اعتراض کرتے ہوئے، جس کے مطابق انسان کو کسی نسل کی مزہ

پہلے انہوں نے مکے بھلے پیشکش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی قوم کا مکمل ترین فرد تھا اور اس وقت کی صلاحیت کا مکمل نمونہ تھا۔ یہ سب اس کی حیثیت کا ایک مکمل تصویر ہے۔ اس کا مطلب تو انسان کو خدا سے الگ کر کے ایک عارف حیوان کی صورت میں دیکھنا ہے جو نہ اور بھی ہے اور نہیں بھی۔ مگر ایک مکمل کمال کی حیثیت میں دیکھنے کے لیے آدمی کو اس کی سہولت کے درمیان دیکھنا چاہیے جس میں اس کی پہچان ہوئی ہے۔ وہ ترسائی ہوئی ہوتی ہے جو سہولت کی اور ترسائی ہوئی ترقی سے بہترین مطابقت رکھتی ہے۔

اس سلسلے میں، تنگی، میل جول، اور کسی حد تک احساسِ احترام پرستہ نوعیت کی صفات ہوتی ہیں جو تمام تر اچھوں کے مقابلے میں زیادہ قابلِ قدر و نفیر کی ہوتی ہیں۔ یہ احساسات ایک قوی حیثیت میں اسی طرح موجود ہوتے ہیں جیسے کہ کسی فرد میں، جس نے انہیں ترتیب دو ہیں۔ ان کو کسی فرد کی لائیت سے دور دیکھنا عہدِ نیا کا کام تھا ہے۔ کبھی کسی فرد کی طاقت کو بقیہ قوم کی ترقی کو روکنے کی طاقت نہیں دی جاتی چاہیے کہ وہ ہی کبھی قوم کی طاقت کو جانت ہوئی چاہیے کہ وہ وہی نوٹ انسان کی ترقی کے آڑے آئے۔

انسان میں حسدیت ہوتی ہے جو یا تو خود فرس ہوتی ہے یا بنا راضیہ و غریہ عقل ہے جو اس کا چھوڑ دیتی ہے۔ یہ اس کی سخت اور مخالف تحریکات نہیں ہوتیں، بلکہ اس کی عقل ہی ہوتی جو بچنے میں حسد جذب اور کم زور ہوتی ہے، اور بعد میں اس کی طاقت بڑھتی جاتی ہے، اور بالآخر انسان کو مجبور ترقی سے کہ وہ اپنی حسدیت کے دونوں بیوروں کو شعور کی اور دن پر انداز میں محاذ آہنگ کرے۔ یہ عقل ہی ہے جس نے تاریخ کی ابتدا سے ہی بنی نوٹ انسان کو آہستہ آہستہ ایک کے بعد دوسرے تمدن کے راستے پر چڑھا ہے، یہ احساس ہے کہ اس کے لیے کہ ایک حالت ہوتی ہے جو زندگی کے لیے دشمنی جو وہ جد سے بہتر ہوتی، نہ صرف کم غلط بات کہ حالت میں، بلکہ اس حالت میں بھی جو ضمیر کے احکامات کے ساتھ چلنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور اس میں بھی ہمیشہ بڑھتی رہنے والی پیچیدگیوں اور مضبوطی ہوتی ہے، جس کو اپنی سماجی حالت کہہ سکتے ہیں۔

آدمی کا حیوان سے انسانی درجے تک بلند ہونے کا عمل ضرورت کی بنا پر طویل کر دیا گیا تھا کہ وہ نہ نہنت اور تمدنی حالت سے قاصر ہے اور امن کی حالت میں بلند ہو سکے۔ اس عمل میں بھی یہ عقل ہی تھی جس نے بالآخر آدمی کو اس قدر گروہ بندی کو سماجی حالت میں رہنے کے قابل بنانا چاہتا ہے تو اسے قانون کے زیر اثر رکھ کر جو حدود کا تعین کرنا ہوگا، ہر فرد جس کے اندر ریمند دے۔

سب سے پہلے مذہبی نظریات سے قوانین کا ارتقا ہوا جس کے بعد ان کو منظور کیا گیا۔ صرف اس صورت میں جب وہ ان لوگوں کے لیے فائدہ مند ہوں جو انی مذہب کے پیروکار ہوں، اور جو ان کی حدود کے تحت میں مساوی نظر آئیں۔ دوسرے عقائد کے پیروکاروں کے لیے نہ تو قانون تھا اور نہ رحم۔ یہ مہد تھا سنگ دل معبودوں Baal اور Moloch کا، مگر نہ تو Jehovah کا بھی جو اپنے لوگوں کو مستوحش کرنے کی تلقین کیا کرتا تھا۔

دنیا کے سامنے عقل کی شکل سب سے پہلے یونانی فلسفے نے بلند کی تھی، جو جبریت (Stoicism) کی طرف سے گئی، جس کے مطابق تمام انسان برابر ہیں اور ایک واحد وجود (یونانی) کے ارکان ہوتے ہیں۔

اور جس میں انسانی خوشی اور اسکے قانون کے تحت، آدمی کی ساری دنیا کی ایک تہ کو رہنا چاہتا ہے۔  
انسانی امداد کے اس نظریے کا، کچھ دھندلے پن میں اس کے قانون میں اس قابل تعریف اختلاف  
کی حیثیت میں سو فیصد، جو انسانی قانون میں، قرار ناموں کے جائز ہونے کے انھیں قرار کرنے والوں کی  
آغا تہ رضامندی پر ہوتا تھا!

نئی قانون کی توثیق اور اس قانون کے مخالف کے درمیان سختی بڑی خلیج حائل ہے جو قوموں کی  
پالیسیوں کی مخالفت ہے!

پھر عیسائیت کا مذہب سو جس نے آدمی میں رحم کی فطرت کو ایسی شکل اور مضبوطی دی جو پچھلے  
نہیں دیکھی گئی تھی۔ سو اس کے نظریہ آدمیوں کو تیار کرتا ہے کہ اس کی نظر میں سب انسان آپس میں بھائی  
ہیں اور سب کو ایک دوسرے سے محبت کرنی چاہیے۔ ان کا نظریہ شہریت مذمت کرتے ہوئے کہتا ہے: "وہ جو  
قوم کے ساتھ زندہ رہتا ہے وہ قوم سے موت پائے گا۔" وہ ایسی عیسائی سکنت کی تبلیغ کرتا ہے جو تمام  
قوموں پر ترجیح دیتے ہوئے مشرق کو۔ دوسرے انھوں میں امن، امن کی تمام قوموں کو۔ ایک بہتر زندگی  
کی میدان پیش کرتا ہے جس میں بارہ مختلف کی حکمرانی ہوگی۔

پھر مغرب وسطی میں اس نظریے کا فروغ ہوا اور کئی صدیوں تک پوپیت اپنی ثابت قدم کوششوں  
سے دنیا کو پیغام دیتی رہی کہ دنیا میں اگر اختلاف نہیں ہو انسان کے قانون میں نہیں، اور جو عالم طور پر "خدا کی  
ہاتھوں میں" چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو ہم تمام سب جتنی امن، "خدا کی مہمت" ہوئی چاہیے جو انسانیت  
کو دکھلے سے مہلت دے اور ایک لمحے کا تھکنا مٹا کرے۔

عمر مذہبی جنگوں سے یورپ کو پریشان کرنے کی آواز شاکا ایک نیا دور آگیا۔ یہ شاید نیا دور دکھانا تھا،  
اس لیے کہ انھوں نے خود غمیز و گرم دی چھوڑ دیجے یہ آواز دیا اور وہ قوموں کے درمیان فساد کو بھرا جو اس وقت  
تک سرحد ان کے درمیان کی مشترک تھا: حسدیت اور عقل۔ ان کے درمیان شہادت میں صدی سے پہلے  
مناسبت نہیں ہوئی تھی۔

Declaration of the Rights of Man نے بالآخر تمام انسانوں کے لیے حقوق کے اصول مقرر  
کیے جن کے بغیر وہ پامانی کی بنیادیں رکھنا بھی ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔

قبل اس کے کہ انقلاب فرانس کے دوران کردہ سچے انسانیت پرست اخلاقی اصولوں کا اخلاقی ہونا، ایک  
صدی سے زیادہ عرصے میں کتنے ڈکھانے تھے اور کتنی سختی سے سنا تھا۔ جیسا کہ Taine نے کہا تھا، یہ  
ضروری تھا "کہ خیریت کو فروغ دیا جائے، تاکہ دنیا کے شعور کی جیسے میں پہلے کی سوچی و خیالات کو طے  
شدہ دور کے خلاف چوکس آج جائے: "جنی تجربے کی بنیاد پر انسانی سر کے اندرون کی کئی تشکیل کی جائے۔"  
کیونکہ عظیم ترین شہد نہیں تھا جس نے دنیا کو برعکس کو اجازت دی تھی کہ پورے انسانیت کو قانون  
کے ماتحت تصور کیا جائے اور ہر انسان کے اندر کے "آدمی" کے رتے کا اعتراف کیا جائے۔



تمام آدمی حقوق اور فرائض میں مساوی، تمام آدمی بنی نوع انسان کے مقبوضہ کے مساوی ذمہ دار

۱۰۱۰ کیا خطاب ہے یہ بھی؟

”یہ قانون کا تصور دنیا کی داشتہ کی صورت، یا رکن عظمیٰ کو معقول بنائے گا“

(3)

”یہ ہم آفاقی اخلاقیات و تمدن کے فروغ کے لیے دو بے تک پہنچے ہیں کہ وہ ہمیں ایک آف فیشنر کو باقی رہنے کے قابل سمجھنے کی اجازت دے سکے گا۔ اگر اس کا وجود نہ ہو تو ہمیں یہ تو اس میں یہ خصوصیت، اور اس کے لیے یہ حد بندیاں ہونی چاہئیں، تاکہ یہ دنیا کے معاندات کی عقلی حالت کے مطابق خود کو حل نہ کرے۔  
چنانچہ، دو قوموں کی سیاسی، سماجی اور اخلاقی تنظیم میں بے حد ترقی ہو چکی ہے۔

”میں اس کے تقریباً ہر کونے میں تھیم کا ذکر کر رہا ہوں، بہت سے ذہنوں پر حالت و مار کا وارث ہو رہا ہے۔

”میں مذہب قوم میں جسور و واروں کا غلبہ واضح طور پر نظر آ رہا ہے۔

”میں سماجی ترقی میں دیکھ رہا ہوں، اسے عینی تقصیب میں کمزوری کے آثار دیکھ رہے ہیں، حتیٰ کہ روس میں بھی مسیحا کی نظام کی ناپسندیدگی نظر آنے لگی ہے، جو ذات کی آزادی و مابعدی قدم کا گڑبگڑ رہی ہے۔

”بات خیر، ایسے سماجی ادارے جو حالت، میر و ملبوس پوش فرما کر رہتے ہیں، ان کے بعد میں متحرک ہیں۔ ان کا مقصد فرد کے حقوق کا تحفظ ہے، جنہی انسان پرست اعداء کا تحفظ جس کے تحت فرد کے ملک کی ذمہ داری ساری سے الگ نہیں رہے گی۔

”میں قوم میں ایسے تمام عناصر تلاش کر رہا ہوں، ان کے اندر کا راستہ بخود کر رہے ہیں، کہ جس کی بات کرتے ہیں، اندر جو دھوکے کی رہنمائی کر رہے ہیں، تو حقیقت میں یہ رہنمائی کی تنظیم میں، بدستور جو مطلق ضرورت ہے، اسے میں اس توانائی، اداروں کی جو ان کی اصولوں کی تنظیم و اصلاح کر رہی۔

”بدستور، یہ سچ ہے کہ تمدن کو اس پر تر شعور کی حالت میں لانے کی تحریک سے بہت سے وسیع علاقے اب بھی ہیں، جن کی آبادیوں صدیوں سے تمدنی و رخصت کاری میں ترقی کر رہی ہیں۔ ابھی تک انھیں خواب غفلت سے جگا دینے والے اثرات کے جتنے لمبے نہیں ہوئے ہیں، جن کو اخلاقی اور عقلی نشوونما کے لیے ایک عرصہ، بلکہ ایک طویل عرصہ چاہیے۔

”پھر بھی، یہ ایک سچی اور قابل فور حقیقت ہے کہ مذہب قوموں نے، جو ”تمدن کی مقدس امانت“ کے دہرے میں ہوشیار رہتی ہیں، ایک آف فیشنر کے عہد کے لیے بائیں وین شٹ کے تحت ہر مادہ قوموں کو تعلیم دینے کی ذمہ داری پوری کرنے کا عزم و غور ہے تاکہ وہ لوگ بھی ”جدید دنیا کے مشکل حالات میں خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔“

صرف اداروں، تنظیموں اور رسموں میں ترقی نہیں ہوتی ہے، بلکہ انسانی سیاسی ماحول نظر سے پردہ ہونے کے، اور دنیا کے نقشے میں بھی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

جب 1899 میں ہیگ امن کانفرنس کے اجلاس میں ناروے کے اوسلو نے پہلے مذہب دنیا کے سامنے ترکہ طرہ جات کا مسئلہ رکھا تو یہ تھا، اور جسکی بار "ایک آف نیشنز" کا نام دیا گیا تھا، یہ ایک سرکاری تھا کہ یہ مسئلہ اس وقت حل نہیں کیا جاسکے گا۔ جو پہل کا یہ بھی جنرل فریڈرک کے حقوق کی پامانی کی ہے حد مضبوط بنیادوں پر لیتا رہتا تھا۔ بعد ازاں، ہر کسی طرح، ان حالات کے پیش نظر امن کو امن کی تنظیم کی بنیاد کے طور پر استعمال کر سکتا تھا؟

آپ، جنگ اس وقت کو نبیوت تو ماننے لیں کہ منادیجے کی خدمت انجام دے چکی ہے۔ Alsace-Lorraine [جرمنی و فرانس کے درمیان کان کنی ایک علاقہ جو 1871 میں جرمنی میں شامل ہو گیا تھا۔] فرانس کو واپس کر دیا گئے، پوینڈ ایک خود مختار ریاست کا مسئلہ گر چکا ہے، اور جسکی سلوواکیہ، لٹوانیا، ہنگری، سلوواکیہ اور یوگوسلاویہ کو اپنی خود مختار حکومتیں بنانے کے بغیر رستہ مل چکے ہیں، یا وہ اپنے وطن کو واپس جاسکتے ہیں۔

ایسی میں بھی قانونیت میں اور امن میں مختلف نسلوں کے تاریخی حقوق کے درمیان دیر پا توازن کی تلاش جاری ہے۔

تو یہ امن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو پہل میں دیکھنے میں پہلانیوں کے تمام تہذیبی سوچنے ہیں، ہم مستقبل پر آنکھ بند کر کے خود کو کرنے کی منزل سے بہت دور ہیں، جتنا ہمارے سامنے پہلانیوں کے بہت واضح و درست یعنی ۲۰۰۰ سالوں سے تو خواب میں بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ کچھ حقائق نے جنہیں ہماری جنگ میں شکست ہوئی تھی، انسانی ترکہ اس طرح جہت کی جو امن کی ابتدائی شرط ہے، وہاں سے قبول نہیں کیا ہے۔ کچھ غیر یقینی انداز میں یہ ممکن آتے ہیں خود اپنی دوستوں کی تحریکوں میں کم زور ہیں، سو انہیں میں موجود اکثریت سے مزاحمتیں، فطری سببوں سے دیر، جس میں ہماری صورت پر ایک جائزہ کی شکل پھیل رہی ہے، حریت چاہتی ہیں، اس طرح وہ ہماری بدداشت دور انکار کا ٹکڑا اور شکست پیدا کریں گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ بہت سی مصنوعی تحریکیں بھر رہی ہیں جو قومی سببوں کو پار کرنا، اور بہت مختلف عوام کو غیر مادیاتی اداروں میں گھمسا کرنا چاہتی ہیں۔ Pan-Negro، Pan-Germanic، Pan-Islamic تحریکیں اپنی مشترکہ نیت کے ساتھ مشترکہ مذہب یا اپنے رنگ کی بنیاد پر اپنے وجود کا جواز پیش کرتی ہیں۔ ہم جب ان تحریکوں میں غیر واضح و مبہم ہو جاتے ہیں تو تحریکوں کے لیے اپنی اور حقیقی اتحاد کا پس منظر کیونق کا متعین خطہ ہو جاتا ہے، اور یہ ہم امن کے لیے سنگین خطرہ ہو جاتی ہیں۔

اس کے باوجود یہ سب محض وہ بھڑکی ہو جاتی ہیں، اس لیے کہ یہ امن کی سیوا کی جاسکتی ہے انہیں

کے ذریعے کے انگریز جیتنے کی مانتدگی میں جنسوں نے دنیا کو حیران کر دیا ہے۔

عمر اس میں کچھ زیادہ سمجھ جیتے بھی ہے، کسی میں انقوائی ادارے کے سسے میں جس بہت سی جانی چاہیے۔ چند، قابل آپ لوگوں کے سامنے کی جانے والی تقریر میں مسٹر برائننگ نے واضح کیا تھا کہ سوشلسٹ کامریسوں کی پیش کردہ حقیقت کی میں انقوائیت میں اور قوموں کی میں انقوائیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہ بھی کہ صرف انسانی انداز کے ذریعے ہی آدمیوں کے درمیان میں قائم کیا جا سکتا ہے، بجائے اس کے کہ تمام معقول امیدوں کی بھٹی تھنکی کی جاتی رہے۔

حب الوطنی کا تصور انسانیت کے تصور سے ناموافق نہیں ہو سکتا اس کے برعکس، مجھے صاف صاف کہنے دیجئے کہ وہ جو جنگ مخالف کی بہترین خدمت کرتا ہے وہی حب الوطنی کی بھی خدمت کرتا ہے۔ کوئی بھی قوم کسی میں۔ قومی یک کی ایک اہم بنیادی کالی سے بنا کر نہیں ہوتی۔ جس طرح ایک خاندان کی تشکیل ریت کی تنکوں کے لیے ضروری ہوتی ہے، اسی طرح ریاستیں صرف اکائیوں کی ہیں جو ایک میں انقوائی تنظیم کی ساخت کے لیے لازمی ہوتی ہیں۔

1914-1918 کی جنگ قوموں کی آزادی کی جنگ ہوتے ہوئے بھی قوم پرست میدان کو ضرورت سے زیادہ وسیع کیے بغیر نہیں روکی تھی اس نے اخلاقی اور عقلی رجحانات کو زیادہ قوت دی جو وطن پرستی کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں اس عمل نے [قوم پرستی کے] حساس کو زیادہ دہرا کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجوزہ میں انقوائی ادارے دیگر قوموں کی صرف ناقابل مس عاقبت کی بنیاد پر نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ان کی طاقت، کم زوری یا مناسب قاست سے قطع نظر سب کے لیے مساوی حقوق ہونے چاہئیں۔ صرف یہ قاعدہ بنائی گئی رہا ستوں ہی میں نظم و ضبط اور قانون کی حکمرانی قائم ہوسکتی ہے۔

ان ہی وجود کی بنا پر اس کا تصور بھی ممکن نہیں تھا کہ قوموں پر ان کے چھوٹے یا بڑے گروہوں کے "سپر اسٹیٹ" کا خیال ہی، جس کی ٹیٹیشن کو ابھرتے ہوئے اداروں پر چھوڑا جائے، وطن پرستی کے اقتدار کا باعث ہو ہے۔ یہ قوم کے لیے یہ نکتہ سمجھ ضروری ہے کہ کچھ قانونی اصولوں اور معاہدوں پر اقوام جو دونوں پارٹیوں کے مفاد میں ہیں، حاکمیت اعلیٰ کی دست برداری نہیں ہو سکتے، بالکل اسی طرح جیسے نجی کاروبار کے معاہدوں میں اختیارات کی سپردگی کا مطلب ذاتی آزادی سے دست برداری نہیں ہوتا، بلکہ ان میں تو آزادی کا اردی استعمال ہی انوں پارٹیوں کا فائدہ سمجھا جاتا ہے۔ تو پھر یہ معاہدے کے لیے دو کوئی ہی بنیادی شرط لازم ہوتی جو بغیر کسی تحفظ کے اقوام کو یقینی بناتی ہے، جو ہر ذاتی کو یہ اختیار ہم کرتی ہے کہ وہی بھی چیز۔ ہر نہیں ہے کہ معاہدے کرنے والے کسی بھی ذاتی کا کوئی بھی اس معاہدہ پر دست نہیں کیا جائے گا۔

سب سے مقدم قانون اور اقتدار اعلیٰ کا معاہدہ رہنا چاہیے جس کے ذریعے ہر معاہدے کو پایا تو۔ جائے، بالکل اسی طرح جیسے سائنسی دنیا میں آدمی اپنے لفظی کرنے والے حساسات پر بھروسہ نہ کرتے ہوئے نظام پرستی قدر کے تھیں اور موازنے کے لیے انسانی لفظی سے پاک، معیاری آلات سے مدد لیتا ہے۔

اخلاقی سطح پر وہ قانون کی ہے، جس میں ذاتی یا قومی تعصب شامل نہ ہو جو دوائے کے آثار چندھائے  
 ہو جو دوائے اور جواب دہی کے بغیر تعصب محض رہے اپنی مطلق غیر جانبداری اور یکساں نہایت کے  
 ذریعے قانون و لوگوں کو متحد کرے گا، انھیں غیر مسلح کرے گا، ہم اپنی تمنوں کی ہمت شکنی کرے گا اور سکون و  
 اعتماد پیدا کرے گا جس میں امن کا نام نہ پھول زندہ رہے اور نشوونما پائے۔  
 کیا ایسا فرماں روا اور ناقابلِ ضرر قانون کا نہیں وجود ہے؟ ضروری ہونی صدیوں کی تاریخ ایک مثبت  
 جواب پیش کرتی ہے۔

اب ایک ایسا بین الاقوامی قانون وجود میں ہے جس کا نظریہ مقیم ہے اور جس کی منسلکی پر فنی بھی مندرجہ  
 قوم انکی نہیں اٹھ سکتی۔ نہیں وہیں صدیوں میں، جس میں ایک امن کا فرسوس شہوت ہوئی اور خواہش، اقسام کی  
 ہے شمار دہائی کا فرسوس کا انعقاد ہوا، بین الاقوامی قانون کے ہے شمار اخلاقی بھی ہوئے سال 1914 میں، اور  
 جنگ کے زمان کے مدسلوں میں، اس قانون سے ہے تحاشا ردِ ردائی ہونی تھی تو فتح نے غلط کو صحیح کر دیا  
 ہے۔ اگرچہ یہی، اس ردِ ردائی ہو تو جس کی نوٹ مناس کے مستقبل سے، دھچک ہونا پڑے گا۔  
 ایک خاص قومی اور نظریاتی ذمیت کے اعتبار سے بین الاقوامی قانون کو رفتہ رفتہ ہے شمار ہوسوں کے  
 ذریعے پھر پور ہونا چاہیے جس میں منصفانہ حکم کے ضروری فراخس شامل ہیں، جس کی باقاعدہ بندی کی  
 جا سکتی ہے، جسے مرتب کیا جا سکتا ہے اور قانونی طور پر۔ زہ اور نا کر بندی کا پابند کیا جا سکتا ہے۔ ان جہوں کی  
 وسعت مسلسل نہ جاتی ہے، اور رفتہ رفتہ اس میں اخلاقی تصورات شامل ہوتے رہتے ہیں جو کسی کہتے ہیں  
 جسے میں نے اپنے ایک ناپید سے میں بین الاقوامی خد قیات کے، اصولی کا نام دیا ہے، جو ہر اس شے سے  
 متعلق ہوتا ہے جو زندگی، صحت اور تمام انسانوں کی مادی اور روحانی موجودہ اثر انداز ہوتی ہے۔

بین الاقوامی قانون وجود میں ہے۔

حکم کیا ہم میدان کرتے ہیں کہ ایک صدی کا دور، جس کی قدمت میں اسکی حاکمیت ہو، کبھی قانون کی  
 شخص تشریح کرنے والا [اور وہ] ہائے کے جو ویسی غیر تعصب اور پائ سکون سوچیں کہ جو قانون ہوتا ہے؟  
 یک آف نیشنر میں ہونے والی عادیہ بکلوں میں، اور Court of International Justice کی تشکیل  
 ہمیں ایک بار پھر ان کہنے کے قابل بناتی ہے۔

(4)

بہر حال قین شراط کا خلاصہ پیش کیا چاہئے ہیں جو عصری تمدن کے ہم پہل بھی بین الاقوامی  
 ادارے کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔

سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ سرکاری ریاستوں کے درمیان فیصلہ، احکامات اور ترقیات کی شرکت  
 ہونی چاہیے، جو اگر ہم شکل نہ ہوں تو ان میں ہم از کم مناسبت تو ہیں بین الاقوامی حکم کے اصولوں کی سمجھ ہو اور

وہ ایسے معاملہ سے کہ نہیں جو انہیں متاثر نہ کرے۔

دوسری شرط: ان تمام قوانین کو جو ریاست کی آزادی اور غیر خدایا فتنہ منکوری حاصل ہونے چاہیے اور اگر قانون میں خدایا فتنہ منکوری کے خلاف مقررہ بندوں کا عمل کیا جائے، تو یہ مقررہ بندیاں سب کے لیے قابل قبول ہوں، تاکہ یہی قوم یہ دیکھیں کہ ان کے سرکاری و مشترکہ اقدام میں زیر دینی شریک کیا گیا ہے اور اس نے ابتدا ہی میں اس کی منظوری نہ دی ہوگی۔

آئینی شرط: مرکزی علاقے میں قائم ایک عائلی عمارت ہونی چاہیے جو یہ مطالبے میں بین الاقوامی قانون کے مطابق فیصد دے سکے اور ان پر عمل درآمد کا حکم دے سکے۔ اس عمارت میں کمال غیر جانبداری ہونی چاہیے جہاں کے لوگوں کی، نہ انہ کاہلیت کے باعث اس کے فیصلوں کو اخلاقی اعتبار دے سکے۔

آئینی شرط: شرائط پوری ہوں۔ اور یہ نوامی واضح ہو جائے کہ ان تینوں شرائط میں ایک ابتدائی شرح بھی مقرر ہے کہ ہر شریک کرنے والے اس کے قوم کی آزادی اور خدایا فتنہ منکوری کی ہے، اور یہ تینوں شرائط اپنے طور پر بھی مقرر ہیں۔ تو ایک آل ٹیٹری کام کر سکے، اس ٹیٹری کے ساتھ جو اس کے ارکان کو تحفظ کا حصہ دے گی کہ وہ اپنے اختیار رائے سے استعمال کر سکتے ہیں، اور ان کو یہی اخلاقی طاقت فراہم کرے گی کہ ان کے فیصلوں سے ریاست کی بارے میں بھی نہ سکیں۔

معمولہ اخلاقی طاقت کی بات کرتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہونا کہ ہم مادی طاقت کو خارج از امکان قرار دیتے ہیں، اس طاقت میں بھی جب بعد ترین معاموں میں ان ارکان کے خلاف اس کا استعمال ضروری سمجھا جائے جو ممبرانے کی خلاف ورزی کے مرتکب پائے گئے ہوں۔ مگر ہم اس کو آئینی تسلیم کرتے ہیں، اگر ضرورت پڑ جائے، اور ہم انہیں ہوں کہ اس کو اس وقت تک استعمال نہیں کیا جائے گا جب تک کہ یہ یقین نہ ہو جائے کہ شدید اور جارحیت کا استعمال کیا گیا ہے، اور ان کے شدید جارحیت کا آئینی سطح پر اعتراف کیا جا چکا ہے۔

مزید یہ کہ ریٹ آف ٹیٹری کے ممبرانے کی دفعہ 10 اور دفعات 12، 13 اور 16 کی طرح بھی ہونی کی ہونی تشریح سے متعلق نہیں۔ ہمارے مرکزی دستوں نے دفعہ 10 کے بارے میں اپنے خوف کا نظریہ کیا ہے کہ ان [دفعات] کے تحت ان کا ملک [برائے] فوجی کارروائی میں شامل ہو سکتا ہے جس کی منظوری نہ دی گئی ہو۔ یہ دوسرے دفعہ 10 ہر قوم کو اپنے حقوق کی حمایت کے تحت کے تحفظ کے لیے عام نوعیت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ مگر اس کے بعد کی دفعات میں سے کوئی بھی دفعہ یہ نتیجہ اخذ کرنے کی اجازت نہیں دیتی کہ کوئی بھی قوم اپنے ان اداروں کی وضع منظوری کے بغیر اپنا ملک اپنی مرضی کے خلاف کسی عسکری کارروائی میں ملوث ہو جو قومی حاکمیت کے منظر ہوں۔

اس وجہ کی حد بندی کے مشکل مسئلے کے سبب میں نہ کا فیصلہ دینا اس کی کوئی یقین ہمارے ہر قوم کی مکمل حمایت کے بغیر اس سے متعلق قوانین بنائے جائیں گے۔ ہر قوم کو پوری آزادی ہونی کہ وہ اپنی

اندرونی امر بیرونی سلامتی کے لیے ضروری تھا ایک نئی وضاحت خود کیسے۔ اسی طرح، سر قوم کو کسی قسم کی اجتماعی عسکری کامیابی کے لیے اجازت دینے یا رک بننے کی پوری آزادی تھی۔ حتیٰ تجزیہ میں مہیا سے کی دفعات کی مطابق کیا سز جو ہونگے، یہ سروویک آف نیشنز کی ذمیت سے منے والے فوٹو روک دیے جائیں گے۔

بمیں اس بات کا احساس ہوا چاہیے سر قومیں محض ایک ہی دن میں ان بنیادی سچوں سے ہم آہنگ نہیں ہوتیں گی، ہم نے جن کو شیخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لیے وقت اور مسلسل پوزیشننگ اور ساتھ ہی میل جول کے فوائد کا واضح ثبوت بھی درکار ہوگا۔

اس مرحلے پر، مارا دکاز اس ذمیت کے پوزیشننگ ہے جو فوری کامیاب ہوتا ہے۔ جو کثیر فرات کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، اور کم ب جیسے اس کی بہت اصداتی تعبیر میں دوبارہ پیش کرنا پسند کریں گے جسے حقیقت کا پوزیشننگ کہا جاسکتا ہے۔ ہمیں جس امر کو ہم محض پوزیشننگ کر دینا چاہیے وہ وہاں میں ارقومی زندگی ہی ہے، جو تعصب کو زخم کرنے، تمام مزاحمتوں کو توڑ کرنے اور ہر قسم کی منتفی عوام میں کو مہیا بنانے کے لیے کافی ہے۔

اب بھی دنیا میں یہ طاقت اور درامتا پیچیدہ بین ارقومی طریقہ حیات موجود ہے کہ کوئی بھی اس کے اثرات سے بچ نہیں سکتا۔ صحت عامہ کا تحفظ، نقل و حمل کے ذرائع، کسٹم کی پکاؤں میں کمی، بین الاقوامی قرضوں کا اراہ۔ یہ بین۔ قوامیت کے دوسرے پہلو ہیں جن سے کوئی قوم، خواہ وہ کتنی ہی طاقت ور کیوں نہ ہو، واحد رہنے کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس کے قدر و مال کے وسیع صنعتی اور تجارتی رسوخ کے باوجود امریکا میں بے درگاری یورپ کی قوموں سے کسی طرح تم نہیں۔ اگر تم تھوڑی دیر کے لیے کہ نہ وہاں میں کی جانے والے سے ہائی کو ویز میں تو آپ کو صاف نظر آجائے گا کہ دنیا میں کبھی بین الاقوامی نقل و حمل کے خلاف مستحکم بند بنانے کتنے ناممکن ہو گئے ہیں۔

یہ آہوں کی تیار کی جو اس قسم کے بین ارقومی طریقہ حیات کی ضرورت میں جو مختلف نسلیں اور مختلف قوموں کے آدمیوں کے ساتھ رہتا تھا کہیں قوموں اور آدمیوں کے درمیان کی انسانی کے مظاہر کو واضح کریں یہ بہترین، صوب سے زیادہ متاثر کن اور صوب سے زیادہ رابطہ کرنے والا سبیل ہے جس کے تصور کو ممکن بنانا ہے۔

ایسی جیتوں سے متعلق بہت سب سے زیادہ قابل قدر ہوگا۔ مگر کسی دور [سین] کو اس سے متعلق سمجھا ہے جو اب بھی نہیں ہوگا۔ تمام مذہب سکون میں رہے عامہ و متاثر کرنے کے لیے پوزیشننگ کے کوہا قاعدہ منظر کیا جانا چاہیے جو ایک آف نیشنز کے قیام اس کی طاقت کے قیام، اس کی جانب سے رہنمائی کی حاکمیت کے قوانین کے سچے الامور پر متحد ہیں اس کی اخلاقی اصولوں کی قوت پر نہ رہے۔

خوش قسمتی سے، تقریباً تمام سکون میں ایسی بڑی انجمنیں موجود ہیں جو ان حقیقت کی کسی سیاسی جانب

داروں کے بغیر لوگوں میں عام کرتی تھیں۔

یہ آفیشریز تازہ ترین تحقیق کا معنی خیز عنوان ہے۔ ذہنی تعاون۔ ہمارے سماج میں مشہور ترین مفہیم، وسیع درجے کے علم و دانش دار دانش کے مالک آدمیوں پر مشتمل۔ یہ کئی شکلیں دلی گئی ہے۔ اس کا نام ہی امید فرما ہے۔

ماڈل ورسیہ کی منکلمات کی کچھ فی فی طرفت پر بھی ہر دانش ور نہ جھنڈے مٹھاتا۔ تہاڑے کو دانش ورانہ تعاون کے عروج و زوال پر کیا کہہ جا سکتا ہے؟ تمام زرد و اجسام میں ایک قوت محرکہ ہوتی ہے۔ آگے بڑھنے کا ایک جذبہ ہوتا ہے۔ تو یہ ان تمام قوموں اور نسوں سے ابھرنے والی مختلف انواع و اقسام کی قوتوں سے ایک اجتماعی مدد، اجتماعی زندگی کے لیے ایک اجتماعی سائنس تحقیق نہیں کی جاسکتی جو ہر ملک کی ریاست کا ایک مشترکہ جہد و اتصال میں شمول ہو لے؟

دن کے ہر کونے سے نکلنے والے راستوں کے ذریعے اس زندگی کی طرف جا جہاں خود آدمی کا اپنا قانون حاکمیت کی تال پر چھوٹنے گئے۔ کیا یہ مقدمہ صلیب پر بنی ہوئی انسان کی صدیوں لمبی اور زینہ چر زینہ چڑھائی کا انتقام نہیں؟

تاکرنگی برہمنوں کی آزما نش اب ختم ہو جائے، اور اب بھی تمام انسانوں کی مرجعت کے دھڑلے سے قتل کی مگر جی نا موٹا ہو جائے ذہنی آزما نش آخری طرف کی طرف لے جانے والے راستے پر واضح منکلمات بنا دیے گئے ہیں، اگر یہ آفیشریز بھی ادارہ اپنی مدد حیت ہر اس کے مقصد کو حاصل کر سکتے تو امن کے طاقت ور فوائد و نشان کی ایک جھلکی نہایت ہی غلط پائے گی۔ ہم تمام ان کی جماعت ضرور کر سکتے ہیں اور اگر اس پانچویں صدی کے تاریخ کے سونے کے بعد سے ہم کہاں تک پہنچے ہیں تب ہر ان امیدیں اتنی قوی ہو جائیں گی کہ وہ ایک غیر حوالہ عظیمہ میں تبدیل ہو جائیں گی۔



## ووڈرو ولسن اعلانِ تجلیل

ماڈیٹل پارلیمنٹ کی نوٹس کمیٹی نے اپنے خط میں کہا ہے:

”ماڈیٹل پارلیمنٹ کی نوٹس کمیٹی 1919ء کی نوٹس کمیٹی میں ریاست ہائے متحدہ کے صدر مسٹر ووڈرو ولسن (Woodrow Wilson) کو اور 1920ء کا انعام فرانسیسی مینیت کے صدر اور ریپبلک نیشنل کی نوٹس کمیٹی کے صدر مسٹر لیون بورژوائس (Léon Bourgeois) کو پیش کرنے میں غرور محسوس کر رہی ہے۔

حضرات! آج جب عالمی جنگ کے بعد کئی ماڈیٹل پارلیمنٹ کے اجلاس کا انعقاد ہو رہا ہے، یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا تنظیم آؤٹش، جو قوموں کی بقا کی امیدوں میں جاڑی ہے، اس کا یہ اہم کام وائٹات کے نتیجے میں ایک بار پھر آدمیوں کے ذہنوں میں سے سرے سے ٹھونڈا پائے گا۔“

صدر ولسن کا نام میں انعام یافتہ ہونے کی حیثیت میں سامنے آیا ہے تو میں اس موقع پر، جانتا ہوں کہ یہ انعام ماروے کے عزم کے شریک کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، اس لیے کہ اپنے تہذیبی وجود نکات سے ذریعہ ریاست ہائے متحدہ کے صدر موجود زمانے کی بین الاقوامی سیاست میں انسانیت کے ہندوئی قانون کا ایک نمونہ، نے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ انعام کا ہندوئی تصور جس پر اس کا انحصار ہے کئی نہیں مرنے والا، بلکہ یہ تو رفتہ رفتہ قوتیں ہوگا، اور صدر ولسن کے نام مانی کو انعام دینوں کے ذہنوں میں فروزا زور رکھے گا۔

## تقریرِ قبولیت

(جس پر صدر ولسن اپنی مدد کے باعث، پوسٹو مشرٹ نہیں دے سکے تھے، ان کی)



جانب سے بوسلو سفارت خانے میں تعینات امریکی وزیر Albert G. Schmedeman نے انہیں بھی قیوں کی اور ان کی متعدد جہ فیل تقریر کویت بھی پڑھ کر سنی (پڑھ کر سنی)

جناب صدر! مجھے یہ اعزاز مل رہا ہے کہ میں صدر ووڈرو ولسن کا بھتیجا ہوں اور آپ کو پیش کریں جس میں انہوں نے درخواست کی ہے کہ میں ان کی جانب سے 1919 کا انعام دیے جانے پر فوٹیل اسٹیشن کا شہر یہ اور کریں۔ اس لیے جناب صدر! میں اس کا اثر لازمہ داسے کے سامنے یک پیغام پیش کرنے اور چند جملے کہنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

صدر ولسن نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں صدر ٹینٹن فوڈلینڈ (Lavland) اور اسٹارٹنگ (starting) کی فوٹیل اسٹیشن کے امریکان چند جہ فیل پیغام تہنیت پیش کریں:

”آپ کے اس اعزاز کو قبول کرتے ہوئے میں نہ صرف من کے لیے جانیے والے اپنے کام کے اعتراف پر گہرے تشکر سے متاثر ہوا ہوں جس کے ذریعے سے آپ نے میری پیچیدہ اور محنت نہ ہوشیوں کو براہ سے بلکہ لگاؤ میں کے ساتھ اس کام کی وسعت کا بھی اثر کر کے جو اس مقصد کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ یہاں یہ موقع نہیں کہ میں انعامات کے اس سلسلے کی بنیاد رکھنے والے کی اس اور اندیش فہات کے بارے میں اپنے حیران کن کہی کریں؟ اگر اس سلسلے میں ایک ہی نوع ہوتا، یہ آخری نوع ہوتا تو یقیناً میں سے قبول نہیں کرتا۔ اس لیے کہ بنی فوٹیل میں کو بھی تک جنگ کے ناقابل بیان خوف سے چھٹکار نہیں ملے۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری فوٹیل نے اپنے دشمنوں کے باوجود نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ مگر یہ بہتر مثال مندی کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے کام کو بھی ایک بند ہی سمجھیں۔ یہ ایک محنت مسلسل ہوئی۔ ہمارے سامنے کے دشمنی برسوں میں دہریوں کے لیے بھی بے شمار مکانات ہیں گے کہ وہ فہرت اور خوف کے خلاف اس جنگ میں خود کو مستاز کریں۔

فوٹیل انعامات کی تہ و بندن میں بھی ایک قسم کی درستی نظر آتی ہے۔ امن کے مقصد اور صداقت کے مقصد دونوں کا خیال ان یک ہی ہے، بالکل اسی طرح جیسے وہ لوگ جو اس شخص سے محبت کرتے ہیں اور اپنی زندگیوں کو بیچتے ہیں کیا کے یہ وقت کر دیتے ہیں وہی طرح جیسے وہ جو اب میں بنی فوٹیل میں کے لیے نئے آدرش تخلیق کرتے ہیں اور ان کے لیے بھی جو امن سے محبت کرتے ہیں وہی حد متعین نہیں کی گئی ہے۔ ماضی میں جو کچھ بھی انبیاء کو پہنچا ہے، مستقبل کی توصیف اور وعدے کے مقابلے میں بہت معمولی ہے۔

ووڈرو ولسن

مجھے یقین ہے کہ میں اس محترم ادارے سے ماڈرن دنیا میں خطاب کرنے سے قاسم ہوں، اگر یہ ممکن بھی ہوتا تب بھی میرے پاس ایسے غاق نہ ہوتے جو اس اہل اعزاز کی توصیف کا بھیا کر پڑتے

جو ۱۹۱۵ء کے نوٹیل امن انعام کی صورت میں مارڈیٹی پرمیان کی نوٹیل کمیٹی نے میرے حکم کے تقسیم توہین بدھ دین میں سے ایک، لودھانہ دین، صدر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو دیا گیا ہے۔ یہ اعزاز جو صدر یو سن کو دیا گیا تھا ہے، میرے نزدیک اہمیت اور از حد اعلیٰ کا باعث ہے ایک موقع ہے جو ہمیشہ میری یادوں میں محفوظ رہے گا۔ ریاست ہائے متحدہ کے صدر کی جانب سے انعام قبول کرنے کا احتمالی ثبوت ہے، ان کی کوششوں کے مترادف کا جو ہر قوم کی بلند ترین اخلاقی معیارات سے یکساں کے ذریعے، اتفاقی کو ہم آہنگی میں بدلنے کے لیے کی گئی تھیں اور یہ بھی ایک واقعہ ہے جس کی پرورش کی جانی چاہیے۔

میرے لیے غیر ضروری ہے کہ میں صدر یو سن کی ان کامیابیوں پر مددگار بنوں جو ان کو دیے جانے والے اعزاز کا جو زینہ ہیں۔ قومی معاشرت کی تھیں سمجھ و درک توہین کی ہیرو اور کامیابی کے معاملے میں ان کی دانش مندی و عقلانیت کے طریقے، دوران کا صداقت و رتوت سے بھرپور قصد، جو ایک آف نیشنل کے قیام پر منتج ہوا ہے، ہر سب پر اچھی طرح واضح ہے۔ ٹھیک شاخ، ہم از کم کسی عوامی آئین کی طرح، اس حقیقت کا احساس رہتا ہے کہ اب وہ وقت نہیں رہا جب ہر قوم اپنے آپ میں محدود ہو کر زندہ رہ سکتی تھی، اور ان کی مختلف، ان امیدوں اور خیالات سے نمونہ پائی تھیں کہ امن و ایک اخلاقی زندہ حقیقت بنا دیا جائے۔ یہ ممکن نہیں کہ میں ارتقائی من کے لیے کیے جانے والے لودھانہ دین کے عملی درجے کے کام کا تخمینہ پیش کیا جائے، جب تک کہ وقت ان کو ظاہر نہ کرے جسے ملی نالی ایک سرشارہ کتاب کی رہنا چاہیے۔

مارڈیٹی پرمیان کے راکھین حضرات! میں آپ کو یقین دہانا چاہتا ہوں کہ اتحاد ان گھڑے جذبات کی ترس نہیں کر پڑے ہیں جو اس وقت میرے اندر موجزن ہیں جب ریاست ہائے متحدہ کے صدر کی جانب سے اس صدمہ نامے کا حصول میرے فرائض میں شامل ہو رہا ہے۔ صدر کے پیغام میں شامل الفاظ سے زیادہ موزوں الفاظ دے نہیں جاسکتے، جس میں انہوں نے اس تقسیم اعزاز کا اعتراف کیا ہے، جو مارڈیٹی پرمیان کی نوٹیل امن کمیٹی نے ان کو عطا کیا ہے۔

مارڈیٹی پرمیان کے صدر Anders Jahnssen Buen کا خطاب

(صدر یو سن نے نوٹیل کمیٹی کو مطلع کر دیا تھا کہ ڈیٹی صحت کے باعث وہ وہاں نہیں آسکیں گے، سو انہوں نے نوٹیل خطبہ نہیں دیا۔)



# ہنری لافانتین

## اعلان تجلیل

ہنری لافانتین یورپ کی ہر دلی عزیمت امن تحریک کے سچے قائد ہیں۔ یہ 1907ء سے ہرن (Bern) میں قائم International Peace Bureau کے صدر رہے ہیں۔ یہ Interparliamentary Union کے سربراہ اور دو عہدہ بھی ہیں۔

۔ لافانتین 22 اپریل 1854 کو برسلز (Brussels) میں پیدا ہوئے جہاں اب وہ Court of Appeal میں ویس ہیں اور بین الاقوامی قانون کے پروفیسر بھی۔ 1895ء میں یہ سینیٹ میں داخل ہوئے اور 1889ء سے امن کے مقاصد کے لیے کام کرتے رہے ہیں۔ لافانتین Brussels City Council کے رکن بھی ہیں، جو سوشلسٹ پارٹی کی جانب سے ممبر کیے گئے تھے۔ انھیں امن کے لیے کام کرنے والے بہترین اعلان یافتہ لوگوں میں سے ہیں اور ان کی ایک کاری ورتو مافی نے بین الاقوامی فروغ کے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ انھیں خاص طور پر امن کی بین الاقوامی تحریک میں اور امن کی تنظیم کی تحریک میں حصہ دینا ہے۔ مثال کے طور پر، 1899ء میں ان کی سربراہی میں دوسو میں ہونے والی امن کانفرنس میں اشتراک تھا۔ 1895ء میں انھوں نے International Institute of Bibliography کی، اور [جد میں] Central Office of International Associations کی بنیاد رکھی۔

۔ لافانتین دہائی میں بھی خفا سے نرم رہے ہیں جس کی مثال 1794ء سے 1900ء تک کے مائٹی کے مقدموں کا ضخیم ہتھیار ہے۔ [میری نظر میں] ایسا اور وہی نہیں جس نے پرامن بین الاقوامیت کی تحریک میں ان سے زیادہ ماحول بنایا ہو اور ان کی غیر معمولی رنگینی یہ وقت امن کی تحریک کے لیے [واقعی] اہم رہی ہے۔

۔ لافانتین سوشلسٹ پارٹی کے اتحادی پسند و ناز سے سخت رکھے ہیں۔ یہ پہلے Social Democrat تھے جسے ٹوٹیل امن دیا گیا ہے۔

سکریٹری ٹوٹیل کمیشن Ragnvald Moe کی شہرہ

(انعام یافتہ نے ٹوٹیل خطبہ نہیں دیا)



## ایلی ہورٹ اعلانِ تجلیل

ایلی ہورٹ 5 افروری 1845 کو نیو یارک کی ریاست میں پیدا ہوئے اور 1867 میں نیو یارک یونیورسٹی سے قانون میں ڈگری لی۔ بہت جلد میں انھوں نے بین الاقوامی قانون پڑھا اور 1894 میں ڈاکٹریت کی ڈگری لی۔ کچھ برس انھوں نے نیو یارک میں دسی کے طور پر کام کیا، اور پتے پٹے میں سب سے اچھے دسی بن گئے۔ اگست 1899 میں صدر ہنری کلے (McKinley) نے انھیں سیکریٹری برائے جنگ بنا دیا اور یہ عہدہ ان کے پاس 1904 تک رہا تھا۔ کلے دسی راز دہلیٹ نے انھیں اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کا انتظام سنبھالنے پر راضی کر دیا جہاں یہ 1909 میں ہونے والے بیٹھ کے انتخابات تک کام کرتے رہے تھے۔

ہورٹ دل فریب شخصیت کے مالک ہیں اور انھوں نے اپنے آدرش پر ہمیشہ عزم اور آزادی سے عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان دن برسیں میں جب وہ حکومت میں [سیکرٹری برائے جنگ اور میمرز آف اسٹیٹ] تھے انھیں کئی مشکل مسئلے حل کرنے پڑے تھے جن میں آرمینین اقوامی نوعیت کے تھے۔ یہودی کے معاملات اور ہسپانوی امریکی جنگ کے بعد کی تنظیم کے لیے کیے گئے کارروائی جو بہت اہم کام تھا جس کی وجہ سے شاف اور جنوبی امریکا کے درمیان بہتر معاہدہ پیدا ہوا تھا۔ جب 1906 کے موسم گرما میں انھوں نے جنوبی امریکا کا دورہ کیا تو انھوں نے پان امریکی تحریک کے انتظام کے لیے بہت کام کیا تھا۔ 1908 میں انھوں نے نیو یارک میں Pan-American Bureau کی بنیاد رکھی۔ مریزی امریکا کے چھوٹے ملکوں کے درمیان مفاہمت کے سلسلے میں ان کی مشق کی کوششیں بار آور ہوئی تھیں۔ سب سے مشکل مسئلہ ہورٹ کو درپیش تھا جب وہ سیکریٹری آف اسٹیٹ کے عہدے پر فائز تھے، وہ جاپانی تارکین وطن کے بارے میں جاپان سے

تلاش تھا مگر جہاں مسئلے کا حتمی حل نہیں نکال پایا تھا، گھراں سلسلے میں ان کا کام قاطبی قدم رہا تھا۔  
 حکومت سے ملگ ہوئے کے بعد ریڈکٹ نے خود کو قیاسی، دشمن سے امن کے کام کے لیے وقف  
 کر دیا ہے، اور پ وہ Carnegie Peace Foundation کے صدر کے فرائض انجام دے رہے  
 ہیں۔ سینیٹ کے رکن کی حیثیت میں Tall کی تجویز کے بارے میں ریڈکٹ سب سے زیادہ صاحبِ عمل تھے  
 جس میں ریاست ہائے متحدہ اور برطانیہ عظمیٰ کے درمیان شرائط سے ماورا ثالثی کی تجویز پیش کی گئی تھی اور  
 دیا مانسٹر کے محمولے کے بارے میں انھوں نے Hay-Pauncefote Treaty کے تحت برطانیہ کی تحریک کی  
 طرف داری کی تھی اور امریکا کے مخصوص استحقاق سے اختلاف کیا تھا۔ جب انھوں نے پچھلے برس کے  
 موسم بہار میں سینیٹ میں تقریر کی تھی تو امن کے تمام دستوں نے ان کو براہ تھا۔  
 نوٹس کشن کے سیریز میں Raghvald Moe کی زبانی



## ٹوبیاس آسر الفریڈ ہرمن فرائیڈ اعلان تجلیل

ٹوبیاس آسر (Tobias Asser) (1838) میں، آئسنڈایک میں پیدا ہوئے۔ وہ 1862 سے 1893 تک دو سرٹش وفاقوں کے پروفیسر رہے۔ ان دوران دو کانفرنسز آف انٹرنیشنل لاء میں بھی بنا دیے گئے تھے۔ بعد میں وہ وینیزویلا و وزارت خارجہ میں قانونی کونسلر ہوئے اور 1904 میں منسٹر آف انٹرنیشنل لاء بنائے گئے۔ انھیں کیپٹن، پرنسپل اور لائف میمبر و ممبروں نے اعزازی ڈاکٹریٹ ڈگریوں سے نوازے۔ مدنی ٹیبل میں اس کی فہرستوں میں وہ وینیزویلا کی مندوب رہے تھے۔ ان کے علاوہ انھیں روس و ریاست ہائے متحدہ کے درمیان Bering Straits کے تنازعے میں «ریاست ہائے متحدہ» ریپبلیک کے درمیان کیل فورڈ کے Pious Fund کے تنازعات میں ثالث بنایا گیا تھا۔

یہ Institut de droit international کے بانی و سربراہوں میں سے تھے۔ ان کی ادارے میں ان کے کافی رسوخ تھے۔

آسر ایک عملی اور قانونی مدبر کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ قانون کے شعبے میں ان کا وہی مقام ہے جیسا کہ مہر دلف فرانسس قانون دان لوئی رینو (Louis Renault) کا چین۔ قومی ہیپک نام میں تمامان کی مقامی سرگرمیاں ان کی ادبی تحریروں پر اثر انداز ہوئیں جن کا پتلا ایک مقام ہے۔ بین الاقوامی قانونی تعلقات کے میدان میں انھوں نے پتلا ایک مقام بنایا ہے، اور وہ جدید قانونی معاهدات کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح ان کو سرگرمیوں کی کمی نہیں۔ قومی قانون کے احیاء کا سہرا بھی سمجھا جاتا ہے۔

ان کی ان پر وینیزویلا حکومت نے دی ہیپک میں 1893، 1894، 1900 اور 1904 میں بین

القوامی کانفرنسیں منعقد کی گئیں، جن کی صددتہ امر نے کی تھی۔ ان کانفرنسوں میں بین الاقوامی قانون کے کنونشن اور عمومی تحفظ کے قوانین کے لیے راجح سواریں گئی تھیں۔ بعد میں ان اداروں کی ذمہ داریاں انفرادی ملکوں کو سونپ دی گئی تھیں، مگر وہ اپنے ملکوں کے قوانین کو ان کے مخصوص پر ڈھال لیں۔ امریکی نے تجویز پیش کی تھی کہ خیریت مند کی مثال پر کانفرنسوں کے انعقاد کے لیے مستقل کمیشن بنائے جائیں۔ ان کے مطابق، اس طرح ایک بین الاقوامی تنظیم کی بنیاد پڑے گی جو بین الاقوامی شہری قوانین کی ترتیب کا باعث ہو گی۔ نتیجے کے طور پر ان میں سے شہری و رعنا مدنی قوانین کے لیے سات کنونشن قائم ہوئے، جن میں سے ایک کا نام دوسرے میں بھی قبول کیا گیا ہے۔

المریڈ ہرمن فرائیڈ (Alfred Hermann Fried) (1864) کی ویانا (Vienna) میں پیدا ہوئے۔ نمران کی بیشتر برسرِ میز زندگی میں رہی۔ وہ دن چند آدمیوں میں سے تھے جس نے 1891 سے اپنی پہلی زندگی امن کے کام کے لیے وقف کر دی۔ فرائیڈ پہلے کتابیں فروخت کیا کرتے تھے، اس کے بعد وہ سیاسی بن گئے۔ انھوں نے زرخیز کتابیں لکھی ہیں اور اپنی ثابت قدمی اور سہولیت کے ذریعے جو جرمن فرانکائی فہم سے، ترقی کے منازل سر کیے اور ادیانہ تحریکوں میں عامل کا مسل کر پیا۔ پچھلے بیس برس کے عرصے میں شاید وہ سب سے جفاکش امن پسند رہے۔

1892 میں انھوں نے جرمن امن سوسائٹی کی بنیاد لی اور کچھ عرصے اس کے رسائل کی نارت کے فرائض بھی انجام دیے تھے۔ 1899 سے 'Die Friedenswarte' نام کا اپنا ماہنامہ شائع کر رہے ہیں جو رفتہ رفتہ امن تحریک کا سب سے اچھا رسالہ بن گیا ہے، جس میں بین الاقوامی مسائل پر مدد و منافع شائع ہوتے ہیں۔ فرائیڈ جرمنی کی یونیورسٹیوں میں بین الاقوامی قانون اور تاریخ کے شعبوں کے اساتذہ کو اپنے رسالے کے لیے منصفین مکنے پر رضامند کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جن لوگوں نے فرائیڈ کو فوٹس امن کے انی م کے لیے نامزد کیا تھا ان میں 'von Bar, Lamprecht, Niemeyer, Schucking, Rehm' اور 'L. Lennher' کے پروفیسر حضرات شامل تھے۔ 'Swedish Parliamentary Peace Group' نے بھی جین بائرن (Baron Bonde) اور 'Swedish Peace and Arbitration Association' کے ساتھ مل کر پیرامین کے کسی ورکر کے ذریعے ان کا نام تجویز کیا تھا۔

فرائیڈ کا کہنا ہے کہ امن تحریک کو بین الاقوامی زندگی کی قانونی اور سیاسی تنظیم بھانپنا چاہیے۔ ان کا خیال ہے کہ موجودہ بین الاقوامی دنیا میں ایک موثر تنظیم کے بننے کی آگاہ نظر آ رہی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بین الاقوامی تحقیقات کے تمام میدانوں میں بھی ایسے دفاتر قائم ہونے چاہئیں۔ مزید تنظیم کے باعث موجودہ بین الاقوامی مزاحمت (اسلمہ بدامن) رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گی اور اس کو جہاں امن قائم ہو جائے گا اس خطے نظر کی بنیاد پر فرائیڈ جنگ کے خلاف جنگ نہ کرنا دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں، وہ طریقہ جو امن پسند لوگ اپناتے ہیں، کہ جنگ کے خیال سے نفرت دہانی جائے، کافی نہیں ملتا۔ جنگ کے آثار سے نرنے کے

بھائے، وہ چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے امن کی وجہ، یعنی، امن، اقوامی تعلقات میں مکمل فراہمیت سے لگایا جائے۔  
چاہیے۔ فریڈ نے اپنی کتاب The Basis of Pacifism میں اس نظریے پر بحث کی ہے۔

آخر کار اور جرمنی کے اخبارات میں کہے جانے والے ہے کہ مضامین کے معاویہ فریڈ نے امن پسندی پر بہت سے انفرادی کتابچے اور کتابیں شائع کی ہیں جن میں Das Abrüstungs-Problem (Berlin, 1904), Die Friedenswarte, and Pan-Amerika: Der kranke Krieg (Leipzig, 1909), (Berlin, 1910), Pan-Amerika (Berlin, 1910) میں شائع ہونے والے مضامین شامل ہیں۔ ان کا سب سے اچھا کام Handbuch der Friedensbewegung (1905) ہے جس کا پیرا پیرا ایک اضافہ شدہ اشاعت کی صورت میں آیا ہے جس میں امن کی تحریک کے بنیادی مسائل کی تفصیلات، کانفرنسوں کی رپورٹ، ثالث کی ہدایتوں اور امن کی تحریک کا ایسپا ۲ رشتہ تجزیہ، امن کے دوستوں کے حوالہ شدہ زندگی، سوشلسٹ تحریک کی یورپی تنظیموں کی فہرستیں بھی دی گئی ہیں۔

فریڈ کے احتجاج کی وجہ سے مراکش کا معاملہ بھی ہوا تھا۔

نویس کمیشن کے صدر ٹین Jørgen Gunnarsson Lovland کی نیوی

[دونوں حضرات میں سے کسی نے بھی خطہ نہیں دیا۔]





## آگستے بیرمارت

### پال ہنری ایستورٹیل ڈی کونستال

#### اعلان تجلیل

## آگستے بیرمارت

آگستے بیرمارت 1828 میں پیدا ہوئے۔ قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انھوں نے 1853 میں برما میں برطانوی حیثیت سے وکالت شروع کی۔ 1859 میں انھیں Supreme Court of Appeal میں جج کی حیثیت سے تعینات ہوئے۔ انھوں نے نو عمری کی میں 1873 میں سیاست کے میدان میں قدم رکھا اور تھیلڈ (Thiel) سے منتخب ہو گئے۔ ان کی غیر معمولی لیاقت اور سیاسی صلاحیت کو بڑے بڑے سیاسی مستقبل کی توقع ہوئی۔

1873 میں ان کو برطانیہ کا وزیر بنا دیا گیا تھا، جس مہدے پر وہ 1878 تک فائز رہے تھے اور جب برلن پر واپس آئے تو چند ماہ بعد انھیں کانگریس کا سربراہ اور وزیر خزانہ بنا دیا گیا تھا۔ 1895 میں انھیں Chamber of Representatives کا صدر منتخب کر دیا گیا تھا۔

بیرمارت نے بلجیم کی سیاست میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ مسیوان کی کوشش تھی کہ Belgian Chamber نے شاہ لیوپولڈ (King Leopold) کو کانگو (Congo) کی ریاست کا حاکم اسی بنانے پر اتفاق کیا تھا، اور ان کی شہریت کے ساتھ میوز (Meuse) پر بلجیم کی غیر جانبداری کی حفاظت کے لیے قلعہ بند کی گئی تھی۔ اس تجربے کا ریاست ہائے بلجیم کے آئین پر نظر ثانی میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ سن کے پیرے ن کا کام یورپ کے طویل و عرصے کا جانا ہے، اور بین الاقوامی امن کانفرنسوں میں مشہور ہے۔ کوئی بیٹ

(Hague) کانفرنس میں وہ اس کمیشن کے صدر منتخب تھے جو اس وقت پر پندرہویں کے سپیٹکیشن دی گئی تھی۔  
 پیراٹ Permanent Arbitration Commission کے Institut de France اور  
 Belgian Academy کے رکن تھے۔ یہ Societé de droit international کے اعزازی صدر بھی تھے،  
 Association for the Promotion of International Maritime Law کے کارکن صدر تھے اور  
 International Law Association کے صدر تھے۔

یہ دونوں حضرات (آئینہ پیراٹ اور بیرن ایستوریل ڈی کونسٹن) بین الاقوامی تحریک نے اسے امن  
 اور بائیں تہذیبیت رکھتے تھے، اور یہ دونوں کے جذبات کے متن مطابق ہے۔ ان دونوں کو خواہ وہ چاہا چاہیے۔

## پال ہنری بنجامین ڈی ایستوریل ڈی کونسٹن

پال ہنری بنجامین ڈی ایستوریل ڈی کونسٹن بھی اپنی زندگی اوقاس حصے میں تھے۔ انھیں (Fleche  
 میں 22 ستمبر 1852 میں پیدا ہوئے۔ ڈی ایستوریل قدیم فرانسیسی اثرات سے متعلق رکھتے  
 تھے۔ بیرن ڈی کونسٹن بنی ریک (Baron de Constant de Rebecque) کی حیثیت میں ان کا  
 صدر نسب بھائی مہم دوں (Crusaders) سے متعلق ہے۔

Lycee Louis le Grand میں ان کی تعلیم ہوئی، اور بعد میں انھوں نے قانون پڑھا اور  
 Licence of Law میں اور ان کے پاس School of Oriental Languages کا ڈیپلوما بھی ہے۔  
 28 برس کی عمر میں وہ فرانسیسی کے دفتر خارجہ میں شامل ہوئے اور وہ بعد ان کو لبنان کے علاقے میں  
 تعینات کر دیا گیا تھا۔ 29 برس کی عمر میں وہ فرانسیسی French Residency کے سیکرٹری بن گئے  
 جسے اپنے تجربات کی بنیاد پر انھوں نے La Politique française en Tunisie تحریر کی۔ تونس میں  
 اپنے قیام کے دوران ڈی ایستوریل ڈی کونسٹن نے قابل قدر تعلیمی کام کیا تھا۔

تونس میں وہاں کے بعد وہ دیگر خارجہ میں بھی رہے۔ روم کے مشرقی کنارے (Levant) کے اسٹیشن  
 ڈائریکٹر بنادیا گئے تھے۔ روم میں ان کی عمر میں سفارت خانے کے کانسلر مقرر ہوئے جہاں ان کا مہم دوں  
 minister plenipotentiary - chargé d'affaires کی حیثیت سے انھوں نے سیام (Siam) [تھائی  
 تھا] کے بادشاہ Chulalongkorn اور فرانسیسی بکری بیڑے کے درمیان تنازعے سے فرانس اور  
 برطانیہ کے درمیان جنگ کا خطرہ کم کرنے میں کام کیا۔

اس کے بعد سے وہ امن اور بائیں کی تحریک کے لیے وقف ہو گئے، اور انھوں نے اس مضمون پر کئی  
 کتابیں تصنیف کی تھیں۔

وہ اپنے ملک کے سیاسی میدان میں ترے ور 1895 میں یہ بیرن، اپنے آبائی علاقے Sarthe سے

انتخابات میں کھڑے ہوئے۔ 1904 میں انھیں سینئر منتخب کر دیا گیا۔

1899 میں ڈی ایستورنیل ڈی کوئسٹل ایک کانفرنس میں فرانس کا مندوب قیامت کی تھی اور 1903 میں انھوں نے Groupe parlementaire de l'arbitrage international کی بنیاد رکھی۔ یہ ان کا کام ہی تھا جس نے بعد میں ان کے سیاسی مذہب کو سمت بندی کی سانچوں کو دشمنوں کے نتیجے میں فرانس اور دیگر ممالک کی درمیان ثالثی کے معاہدے ہوئے، دوران کی پارلیمنٹ پر فرانس کی سرحدوں سے دیگر اطراف کی تیار کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ خارجی پارلیمنٹ کا کثرتوں پارلیمنٹ سے ہاتھ میں ہو اور نتیجے میں ثالثی کے گروہوں کی امت غزلی ہو اور ان کو سکھایا جائے۔

ان کے لیے ان کا کام بند آنکھوں سے نہیں ہوا تھا۔ ایک سفارت کاری حیثیت میں انھوں نے بین الاقوامی پارلیمنٹ کو سمجھنا سیکھا تھا اور اس کے تحت چلنے والی دشمنوں کی منصوبہ بندی کی تھی۔

اپنے ملک میں ڈی کوئسٹل ایک مشہور شخصیت تھے اور فرانس کی پارلیمنٹ کے اکان کے بچھے دورے کے بعد سے ہر جہان کا اثر مقدم کیا جاتا ہے۔

ڈنیل کیمپل کے صدر نشین Jørgen Gunnarsson Løvland کی نوٹی

(دونوں انعام یافتگان میں سے کسی نے خطبہ نہیں دیا۔)



## کلاس پونٹس آرنلڈ سن

### فریڈرک بائر

#### اعلان تجلیل

## کلاس پونٹس آرنلڈ سن

ٹاڈ یاقی پاریمان کی فوٹیل کمیٹی کی جانب سے میں آپ سب حضرات کو خوش آمدید کہتا ہوں جو اس عظیم جی مریٹ سٹ، انٹری فوٹیل، کی یاد دہانی کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ جس نے اپنی خطیر دولت جی نوٹ انسان کو درپیش مسائل کے حل کی تلاش کے لیے وقف کر دی ہے۔ اس مقام پر ہماری بچپنی کی بات کے بعد میں انہی مہ پائے والوں میں سے ایک، رینڈل گریمر (Randal Gremer) سم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو چکے ہیں، مگر وہ اپنے پیچھے ایک عظیم شخصیت، دوامی انسانیت کے ایک گرم جوش دوست کی یادیں چھوڑ گئے ہیں۔ میں آپ سب سے استدعا کرتا ہوں کہ ہم سب [ایک لمحے کے لیے] گھڑے ہوئے کو یاد کریں۔

اس میں فوٹیل کمیٹی نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ اس نوجوان کو سوئیلن کی پاریمان کے ساتھ رامن کلاس پونٹس آرنلڈ سن بورڈ ممبران کی پاریمان کے ساتھ رامن فریڈرک دیو فوٹیل ایڈجکٹ گاہ کیل کے لیے یہ بڑی فوٹیل کی بات ہے کہ یہ انعام ان حضرات کو دیا جا رہا ہے جس لیے کہ اس کو فوٹیل ہے کہ انتخاب کے معاملے میں اس کا فیصلہ کمیٹی کی فیصلہ کی سکول کی عام خورشات کے عین مطابق ہے۔ یہ دونوں ہی اس کے آؤش کے آن تھک ونگل ہے۔

کلاس آرنلڈ سن 1844 میں گھنٹن برگ میں پیدا ہوئے اور اپنے نوجوانی کے دنوں میں یہ سوئیلن ریلوے کی طریمت میں رہے ہیں اس دوران بھی یہ مقامی اور اویب کے غورچہ کام کرتے رہے اور ان

کے محبوب موضوعات میں اس وقت بھی امن کے مقاصد شامل تھے۔ 1882 سے 1887 تک آرٹلڈنس سوئیڈن کی پارلیمنٹ کے ایوان زیریں کے رکن رہے تھے۔ 1883 میں انھوں نے شاہ کے سامنے ایک عرضداشت پیش کی تھی کہ سوئیڈن کو مستقل طور پر غیر جانبدار ملک ہونے کا اعلان کیا جائے۔ ان کی تجویز منظور نہیں ہوئی مگر ایوان نے مشورہ دیا تھا کہ حکومت اس تجویز کے خطوط پر عمل کرنے کے لیے ضروری کام جاری رکھنا چاہیے۔ اسی برس آرٹلڈنس نے Swedish Peace and Arbitration Association بنی و نرائی میں ہاتھ بٹایا، جس نے حالی ہی میں اپنی لکچیں دیں ساتھ ساتھ ملتی ہے۔ پہلے چند برس آرٹلڈنس اس ادارے کے سیکریٹری رہے تھے۔

آرٹلڈنس کا کام مارے تک پہنچا ہے۔ ہمارے بہت سے شہزادوں میں 1889 اور 1890 میں ان کی تقریروں کی کامیابی نے 1890 میں بلا واسطہ پارلیمنٹ کی ہمت افزائی کی کہ [مارے کی] پارلیمنٹ کو شاہ کے سامنے پیش کی ہوئی ان کی تجویز کو منظور کر لیا جائے۔

آرٹلڈنس نے امن کے موضوع پر کئی تحریروں کی شائع کی ہیں، جن میں سے کئی ایک کا ترجمہ انہوں نے ہی ترجمہ کر دیا ہے۔ ان کا سب سے اہم کام The Hope of the Centuries ہے۔ یہ عاقبتی امن پر ایک کتاب ہے جو قوموں کے درمیان میں اقوامی امن کے فروغ کے خیالات سے ملتا ہے۔

مسٹر آرٹلڈنس کے ساتھ مسٹر فریڈرک بائر بھی اس برس کے نوٹیل امن انعام کے لیے نامزد کیا گیا تھا جس کی Swedish Interparliamentary Group نے دو سالہ ویڈیو پارلیمنٹ کے کئی ارکان کی طرف سے بھی مشترکہ طور پر حمایت کی تھی۔

## فریڈرک بائر

فریڈرک بائر 1837 میں پیدا ہوئے۔ ٹونسٹوئے ڈرامن کے لیے لڑنے والے دوسرے سے بہت سے لوگوں کی طرح انھوں نے Dragons کے ایک افسر کی حیثیت میں 1856 سے 1865 کا مشروٹ کیا تھا۔ پھر انھوں نے غیر ملکی زبانیں پڑھنی شروع کیں، اسکول میں استاد رہے اور بعد میں مترجم بن گئے۔ 1860 میں بی۔ اے امن تحریک میں شریک ہو گئے اور فریڈرک بائر کی رہنے میں اچھے جنسوں نے 1867 میں پہلی فرانسیسی امن سوسائٹی قائم کی تھی۔ 1872 سے 1885 تک بائر Horsens کے علاقے سے پارلیمنٹ کے رکن رہے، اور اس دوران انھوں نے امن اور عورتوں کے حقوق کے لیے بہت کام کیے تھے۔ مسٹر بائر غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ امن کے بارے میں انھوں نے بہت سے مضامین اور کتابچے تیار کیے ہیں۔ انھوں نے عیسائی طور پر امن کے لیے ہر طرح کی خدمات انجام دی ہیں۔ مارے کے خدمات نے بھی ان کے قلم سے بہت فوائد حاصل کیے ہیں۔

غیر جانبداروں کے معاملے میں ان کا مفاہد بہت عمیق رہا ہے۔ 1882 میں انھوں نے ڈنمارک کی

امن میں کئی بنیادیں تھیں جس کو پہلے Society for the Promotion of Danish Neutrality کے نام سے پکارا جاتا تھا، بعد میں اس کا نام Danish Peace Society کر دیا گیا ہے۔

شورومانی سے مسٹر بلر یورپ کی امن تحریک میں عملی حصہ لیتے رہے ہیں۔ 1884 میں انھوں نے برلن میں ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس میں حصہ لیا تھا اور 1889 میں International Congress اور Interparliamentary Conference میں بھی شریک رہے تھے جس کا اجلاس برلن کی Great Exhibition کے دوران منعقد ہوا تھا اس کے بعد سے یہ چند ہی جوں ہی رہے ہوں گے جن میں ان کی شرکت نہیں ہوئی ہوگی۔ ان کی ان اور مشورے پر برلن میں International Peace Bureau کا قیام عمل میں آیا تھا۔ پچھلے برس تک ہائیر اس کے Board of Administration کے صدر رہے ہیں۔ انھوں نے دیار انتخاب میں حصہ لینے سے انکار کر دیا تھا لہذا ان کو وزارتی صدر بنادیا گیا ہے۔

1891 سے ہائیر Interparliamentary Union کے کانٹریولر ہیں۔

انھوں نے شمالی ملکوں کے درمیان تعاون اور امن میں بہت دلچسپی لی ہے۔ شمالی ملکوں کے قریبی امور اجلاس میں انھوں نے حصہ لیا ہے اور ان کی کوششوں سے Nordic Interparliamentary Union کی بنیاد پڑی ہے۔

قریبی وقت ہائیر کو اس برس کے وٹیکل امن احام کے لیے Danish Interparliamentary Group کے علاوہ Group Swedish Interparliamentary اور سوئیڈن کے پارلیمان کے کئی ارکان نے نامزد کیا تھا جس میں آئینڈنسی کو بھی شریک کیا گیا تھا۔

نوبل کمیٹی کے صدر نیشن Jørgen Gunnarsson Lovland کی نمائندگی

## خطبہ کلاس پونٹس آرٹلڈسن

### عالمی استصواب رائے

بہت سی قوموں کی قدیم داستانوں کی طرح، اوسے کی بھی ایک قدیم داستان بتاتی ہے کہ ایک مذہب تھا جب مزکیں سونے کی تختوں سے بتائی جاتی تھیں مگر سونے چاندی کی بہتات [کی بہتات] کسی کو بھی متاؤن طرف راغب نہیں کرتی تھی، اود وقت جب وگٹ پاک باز ہوا کہہ گئے تھے اور کانٹس کے جذبہ کے فیضان سے ان کی رسوم اور قوانین مذہم تھے۔ چاندی دنیا خوش حال زندگی بسر کرتی تھی۔ [اور پھر] یہ جنت تلاءات اور کم رتبہ قدروں کی دلدل میں دفن ہو گئی۔ پھر بھی، اس کو دوبارہ پلانے کی امید ابھی تک ختم نہیں ہوئی

ہے۔ بنیادی طور پر نہاد کی فطرت نیک ہے، بدشاہ نہ نیک ہے نہ شراب۔ برہما، انسان دوست ہے جس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اس حقیقت کو مرہ میں بوندھ کر رکھ لینا چاہیے کہ انسان پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

شاہد ہائی کمال کو [اس منور تک پہنچنے میں] انداز کم از کم دس لگے تھے۔ لہذا، انسان اس بات کا ہے کہ انسان کا وہ شاہ اب ترقی کی ایک بلند سطح تک پہنچ گیا ہے، اور اس کے مانتا ہو گا کہ اس کے بعد یہ اب حیات ترقی اور حیات انتہا سے تمام لوگوں کو انسانوں میں ایک ہی جیسا ہے۔

اس سائنسی حقیقت کو قبول کرتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سائنس و سائنس انسان پر علم کی روشنی کا ویسا ہی اثر دیتا ہے جیسا کہ سائنس کی روشنی کا۔ اس کی فطرت ہے کہ یہ جتنے کے بچے مانتا ہے۔ تعلیم ہی وہ حقیقی راستہ ہے جس پر چل کر امن کے حقیقی ہدف تک پہنچا جاسکتا ہے۔ لوں اس سے نیا وہ بلند کوئی ہدف نہیں۔

جہاں میں کوئی کہتا ہے کہ "کیا تو یہ ہے کہ قانون کی حکمرانی نیا وہ بلند ہے، اور اس طرح شخص آزادی اور قومی خود مختاری بھی۔" مگر ان کے لیے، جہاں تک زندگی کی اور چیزوں کا معاملہ ہے، امن بہتر مقدم ٹھہرتا ہے۔

یہ خیال ان لوگوں کو ابھرنے میں لالہ دیتا ہے جن میں سمجھ کی کمی ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں "یقیناً، ہم ایک کو ہتھیار دے رہا ہوتا ہے" اور پھر وہ اس میں اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "قومی دفاع کو آتش سوزی (fire insurance) کے جیسے کے طور پر دیا جاسکتا ہے" یا، "کوئی بھی نہیں چاہتا کہ اس کا مکان چوروں اور قاتلوں کے لیے کھلا ہو، یا، "کوئی بھی جنگل میں، جو لاکھوں اور رہبروں کے گھیرے میں ہیں بغیر دہلی کے جان نہیں چاہتا۔" وغیرہ وغیرہ یہ سب بھانے والے جیسے ہیں اس لیے کہ ممکن لوگ نہ رہبروں کے گروہ ہوتے ہیں، نہ ان کے حاکم لاکھوں کے حریف۔

یقیناً، یہ سوال کسی کی اپنی خود مختاری سے دست بردار ہونے کا نہیں۔ ہمیں وہ جتنی جان سے نیا وہ عزیز ہے، مگر ہمیں چیزوں کو ان کے صحیح تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ امن کے بغیر آزادی کا تصور نہیں کیا جاسکتا، وہ انفرادی ہو یا قومی۔ جنگیں اور فسادات ایک قسم کی فحاشی ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں قوانین کا موثر ہوتے ہیں۔ امن کے بغیر کوئی شے بھی صحیح معنوں میں انسانی نہیں ہوتی۔ امن ہم آہنگی ہوتا ہے۔ اور ہم آہنگی زندگی کا بلند ترین آرڈر ہوتا ہے۔

ایک طویل عرصے سے ہمیشہ ہم آہنگی کے مثالی انسانیت کے خدمت گاروں پر یہ حقیقت بھی طرحت واضح ہو چکی ہے۔ دنیا کی اندھیری درگاہوں کی نظروں میں آنے کے بغیر، ان کا کام دیکھ ہی آجنگی سے ہوتا رہا ہے جیسے کہ ایک بڑا کمروں میں ایک تشکیل کے مراحل سے گزرتا رہتا ہے۔ جب ایک علم دہرے میں عمل نہیں کے ذریعے آمیز ہوتا اور بنو رہا ہوتا ہے، تو ایک مثالی انسان کی مانند چلنے

لگتا ہے تو خاموشی کہ نیوں سے کوئی آواز بلند نہیں ہو سکتی۔

اس طرح امن کا تصور انسانیت کا سب سے چمک دار زمانہ یا آخر ہم سب کی آنکھوں کے سامنے اٹھ کر دیا گیا ہے۔ سب کوئی بھی اس کے حسن سے انکار نہیں کرتا، سب اس کی قدر کی مثالیں ہی کرتے ہیں۔ مگر اس قسم کا خرچ ہمیشہ اعلیٰ کاروبار دھارتا ہے، مثلاً زونا دہی کوئی عمل بھی ہوتا ہے۔

یہ آخر تمام ملکوں کے بہت سے لوگوں پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ مسکریٹ ایک بھاری لغت میں، تھوڑے دن پر بڑی رہتی ہے۔ شاہ کیا وجہ ہے کہ یہ مکمل طور پر جنگ کے مافوقی بیان ائم کی طرح جھوٹ نہیں ہوتی۔ سودا ائم جو تقصیل کے بیان کا مقابلہ کرتا ہے۔ بد قسمتی سے، ہم اس درجے تک نہیں پہنچے ہیں جہاں مسکریٹ پر ان بیانات پر ملامت کی جاتی ہے۔

ابھی تک ہم اس کو اپنے آپ سے اتنا کم تر نہیں سمجھتے کہ اس کی تہی کے لیے آگے ایجا کریں۔ ابھی تک کسی مقدس غیظ، غضب نے ہمیں مکمل طور پر احاطہ نہیں کیا ہے، اس شیطنت کے خلاف، ہمارے اندرون پر مسکریٹ کے کمر درے، بڑے خوف، دودھ جو ننگی کے بارے میں ہمارے منظر کو جھٹکا کر رکھ دیتا ہے اور ہم میں اس پر غریب بدگلی کی پردہ پوشی کرنے لگتا ہے جو دھکا دے کر ہم سے ایک دوسرے پر اتنے زخم لگاتا ہے، اتنی مافوقی کرتا ہے اور اسے ٹم پینچتا ہے۔

بلکہ دراصل یہ مسکریٹ نظام کا قصداً ہی وجود ہوتا ہے لوگ جس کے بارے میں غور مند ہوتے ہیں۔ انداز لگایا گیا ہے کہ انھیں دین صدی کے سرے پر 1,350 سوینڈن کروڑ صرف اسلحہ بندی، خرچ ہوئے ہیں۔ پہلی اور دوسری جنگ کا غرنسوں کے درمیان یعنی آٹھ برس کے عرصے میں بڑی طاقتوں پر اسلحوں کا بوجھ 68 ملین پاؤنڈ اسٹریلنگ کے برابر تھا۔ اور یہ اضافہ اب بھی جاری ہے۔ جہاں تک چھوٹی ریاستوں کا معاملہ ہے؛ مثال کے طور پر 1888 اور 1908 کے درمیان کے عرصے میں سوینڈن میں سارا نہ لائق خرچ 27.7 ملین کیونر سے بڑھ کر 34 ملین کروڑ ہو گیا ہے؛ دوسرے نقطوں میں، جس میں سولہ ملین یہ تخمینہ سنا سے زیادہ ہو گیا ہے۔ اس اٹھانے کے بہت سے ثبوت، مثال کے طور پر، یمن میں قائم International Peace Bureau سے یا اسلحہ کے Nobel Institute سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

مسکریٹ اور سماجی حادثات کی تیزی کے درمیان پیدا ہونے والے لب و لہجے کے رشتے زیادہ سے زیادہ واضح ہوتے ہوئے ہیں۔ مسکریٹ وسیع پیمانے پر اس کا جذب کرتی جاتی ہے جس کا کسی اور گولانڈہ نہیں ہوتا۔ گراں دہائی کو [مسکریٹ کے چنگ سے] آزاد کر دیا جائے تو مسکریٹ ارض پر لگنے والی فصلوں کو دہکتی کر سکتے ہیں، گرجے دیواروں کو طاقت و مہول اور کارخانوں میں استعمال کر سکتے ہیں، اور ان مواقع کو انسان کی بہترین صلاحیتوں کے لیے دبا کر سکتے ہیں جن کے ابھی خواب بھی نہیں دیکھے گئے ہیں۔

اس خواب کو دہرانے کے لیے، جو دنیا کی بڑی طاقتوں پر بھی اچھی طرح واضح ہے، ضرور چھوڑ دیا جانا چاہیے۔

روسی کے حکمران نیا نے ایک Peace Ivanhese جانی کیا تھا جو دی بیگ میں Permanent



Cour of Arbitration کے قیوم پر منتج ہوا، اور ریاست ہائے متحدہ کے صدر اس کے استعمال کے سبب میں قوموں کی بہت افزائی کرتے رہے۔ آخری بار جنگی کے عمر رسیدہ حاکم کو ان کے کردار کے باعث "Emperor of Peace" کہا جاتا ہے۔ اس کا یہ کہے فوجوں شاہ نے ایک International Agricultural Institute قائم کیا ہے جسے وہ اپنی ذاتی آمدنی سے چلاتے ہیں، اور انہوں نے دی پیکس میں Palace of Peace کے لیے جنگی ممبر فریم کرنے کی پیشکش بھی کی ہے۔ برطانوی سلطنت کے سربراہ entente میں آگے آگے ہیں جو اپنی پیچیدگیوں کی پیشکش کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں جو لندن کا باعث ہو سکتی ہیں۔ شاہ یڈوارد (Edward) نے لندن میں منعقد ہونے والی امن کانفرنس کو ان الفاظ میں مبارکباد دی ہے جو کوئی بھی ریاستی سربراہ قوموں کے درمیان دوستانہ تعلقات اور صداقت اور مشترکہ جذبہ پیدا کرنے والے کسی مدثر ہدف کے علاوہ استعمال نہیں کر سکتا، کہ یہ انسانیت کے بلند ترین آرزو کے حصول کا یقینی ذریعہ ہوتے ہیں، اور اس نے مزید وعدہ کیا تھا کہ اس ہدف کو حاصل کرنا [اس کی] دائمی پیشکش ہوگی۔ [جرمنی کے شہنشاہ] قیصر ولیم (Kaiser Wilhelm) نے جرمنی میں ہونے والی ایک چین پریسڈنٹ کانفرنس کو بھیجے گئے ایک تار میں کہا تھا کہ اس نے امن کی نعمت کو اپنے دماغ میں یہاں ہے، اور وہی عہد نے ان الفاظ کو آگے بڑھاتے ہوئے، اپنے والد کی جانب سے کہا تھا کہ امن کے نزدیک امن کی بڑی ایک سب سے اہم مسئلہ ہے جو ہے بھی، اور ہمیشہ سے یہ تمام چلی تہذیبی ترقیت کی بنیاد ہے گا۔ "فرانس کی جمہوریہ کا صدر امن کی وکالت کو ایک فطری تسلسل کا درجہ دیتا ہے، اور جاپان کا حکمران دنیا کو امن سے اپنی محبت پر قائم کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں ہونے دیتا۔

ہر مناسب موقع پر چھوٹی میزیتوں کے سربراہ عالمی پریس میں پسے کی جذبے میں پناہ لگیا کرتے رہتے ہیں، اور یہی سمجھنے سے فارغ نہ رہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب وہ اپنی ریاست کے سربراہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ امن کانفرنسوں میں شریک ہو کر آتے ہیں۔

مختلف ملک کے درمیان امن کے تمام اقدامات کے ذریعے جو محتاط ہوا میں جلی، سائنس اور فنون لطیفہ میں، صحت اور تعلیم میں، ریل و ریلوے میں، تجارت اور صنعت میں اور دوسرے تہذیبی میدانوں میں ہمیشہ ور مسلسل جوتا رہتا ہے۔ ان تمام بین الاقوامی کانفرنسوں، دور کانفرنسیوں میں روحانی نسبت کا احساس بنیادی موجب حرکت ہوا ہے۔ تمام لوگوں میں مشترک مشابہت پسندانہ برائیوں کو شکلی معاہدوں اور قوانین کے طرف لے چا رہی ہیں جو جنگ اور عسکریت سے میل نہیں کھاتے۔

اب، کم از کم، سماج کے تمام طبقات کے متحرک امن پسند لوگوں کو جو یہ مزید تحریک سے مناسب مدد مل رہی ہے، جو کائنات اور ملک اسطو جات کی وکالت کے ذریعے جنگ کی پیش بندی میں شریک ہوتی ہے۔ 1908 کے موسم بہار میں منعقد ہونے والی Stuttgart Congress میں دنیا کی تمام ریاستوں سے آئے ہوئے ایک آئندہ مظاہرینوں کے 300 نمائندے شریک تھے جنہوں نے ہر قسم کے عسکریتی کی مذمت

کمرے اور بین الاقوامی سطح پر طاقت کے ستون کو روکنے کے لیے مختلف طور پر ایک تجویز منظور کی تھی۔ مزید یہ کہ پچھلے برس خزاں کے موسم میں برسرِ سر میں ہونے والی International Socialist Bureau کی میٹنگ میں مختلف طور پر امداد کی گئی تھی کہ مزدوروں کی تنظیموں کا اہم فرض یہ ہوگا کہ وہ جنگ کے خطرات کو مٹانے کی کوشش کریں۔

اس طرح یہ واضح ہو گیا ہے کہ ایسے معاملات میں حکومتوں اور جمہوریوں کے مفادات ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔ یہ کموں اور مواصلات کے بین الاقوامی اجتماعات میں اس حقیقت کی مستقل طور پر تصدیق کی جاتی رہی ہے۔ ہندوستان میں مستقل ذمیت کے تحت ورکشاپس کی حالت کو دوسرے مفادات سے منسوب کیا جانا چاہیے جن سے پارہائز کی جانے والی جنگ کی افواہوں کے باعث یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ بھگت سنگھ کے کہ یہ افواہ ہم پر حاوی ہو جائیں تو جنگ مندی پر ہوگی کہ محاذ کے اصل معنی سمجھ کر بیان کرنے کی کوشش کریں۔  
 آج کل مکان اس بات کا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر کسی اختلافی مباحثہ پر جنگ نہیں ہونی چاہیے۔  
 کہ پہلے ہی کہ کوہا میں کے معاملے کے لیے پیش کردہ جائے۔ ہم بین الاقوامی سوانح کے معاملے میں یہ سب کی ذمہ دار حکومتوں نے اس طریقہ کار کو انصاف کے طور پر اپنایا ہے۔ اگرچہ یورپ اب بھی طاقت کے کچھ گروہوں میں بٹا ہوا ہے، لیکن جب کوئی اہم چیز ہمارے ہلکے جانے لگے تو فوراً متحہ کی ۲۵ ہے جیسا کہ مراکش، یمن، کریم (Creta) وغیرہ میں دیکھا گیا ہے۔ اس سبب کی نیو یارک معاہدے سے بھی آؤ۔ امن طور پر زیادہ سزا ملنے فراہم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اسی نوعیت کے طریقوں کا دوبارہ پالیسی میں امداد کا امکان ہے، یا وجوہات کے کہ "تدفیق میں" "لوگ تجارتی جنگوں سے باز رہیں" میں کیا سمجھتے ہیں۔

امریکا سے کوئی خطرہ نہیں ہے وہ اپنی طاقت بڑھا رہا ہے۔ حالی ہی میں واشنگٹن نے Pan-American Bureau کے لیے ایک محل کی بنیاد پڑتے دیکھی ہے، جو اس کی رپورٹ گاہ میں گر پورے مغربی منطقے کے لیے اتحاد کا باعث ہوگا۔ جاپان سے بھی کوئی خطرہ نہیں کہ وہ اپنی اپنی عسکری اخراجات میں 360 ملین سوئڈش کرونز کی کر رہا ہے۔ جنگجو نہ مہم جوئیاں چین کے پڑ من مزارق سے مل نہیں کھاتیں۔ "زرد آمدنی" نامی اپنی خطرناک نہیں۔ ترکی کی سلطنت، چوٹی مسلم دنیا کے لیے طاقت و مرکز کی صورت، ایک عظیم مسلمان ریاست بن کر ابھر رہی ہے۔ برطانوی سلطنت کے اندر رہتے ہوئے جنوبی افریقہ ایک پرامن وفاق کی صورت اختیار کر رہا ہے۔

دور پرے کی بہت سی ریاستیں فرانسیسی وزارت خارجہ کے بنائے ہوئے "عالمی" کے نقشے پر حمہ دیکھائی دے رہی ہیں، جس پر ایک سرخ کمر کے ذریعے ان جیتیں، یا شاید تیس، دیا ستوں کے واسطوں کو دیا گیا ہے جنہوں نے 1807 میں وئی ہیٹ میں ملحقہ ہونے والی دوسری حکومتی کانفرنس میں بین الاقوامی تنازعات پر جبری ثالث کے ایک عمل منصوبے کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ اس کے بعد منظور ہونے والی تجویز بھی، جو اس کانفرنس میں پیش کی گئی تھی، اس آدرش سے سچو کم متعلق نہیں: "دوسری امن کانفرنس اس امر کی

تصدیق کرتی ہے کہ کانفرنس کی، عسکری خواہات میں کمی کے ضمن میں پیش کردہ تجویز منظور کرنی گئی ہے، اور چونکہ تقریباً ہر ملک میں اس وقت کے بعد سے، عسکری اخراجات خاصے سے بڑھ چکے ہیں، کانفرنس اپنی اس خواہش کا اعلان کرتی ہے کہ حکومتوں کو اس سوال پر سمجھدگی سے غور شروع کر دینا چاہیے۔

اگرچہ پوری انسانیت جنگ کے بوجھ سے بےزار ہو چکی ہے، مگر مؤثر سے زیادہ سنجیدہ معاہدے کی ضرورت ہے، اگرچہ اس اپنے خود کو بچا کر رکھتا ہے، اس لیے کہ باخراشیں اتنا رنجیدہ ہے مگر یہ ممکن سمجھا جائے، تو اس کی وجہ مخصوص تکنیکی مشکلات نہیں بلکہ اس کی وجہ ہر ریاست میں سخت اخلاقی ریشوں کی کمی ہے۔

ہم دوسروں سے زیادہ مطالبہ کرتے ہیں جب کہ آپ سے بہت کم۔ کوئی بھی سیدھے اور سبک راستے کے انتخاب میں پہل نہیں کرنا چاہتا اس کے علاوہ، اپنی نیکیوں کو بڑھاتا ہے، ہمارے دشمنوں کی نیکی کو کم کرنا ہمارے لیے ہی گویا ہے۔ "بلکہ ہم اس سے رہنا چاہتے ہیں" ہم کہتے رہتے ہیں۔ "مگر ہمارے ہمسائے اور دوسرے لوگ۔۔۔" کاش ہم دوسروں کے لیے ذرا کم پریشان ہوتے اور اپنے لیے ذرا زیادہ دھرم دیاں سے کم کی توقع کر سکتے اور اپنے آپ سے ذرا ناپا ہو سکی۔

اس کا حلق تمام قوموں پر ہوتا ہے۔ اس کا اخلاقی، پہلے دو بعد دونوں صورتوں میں، افراد پر ہوتا ہے، وہ خصوصاً قومیت کے سیاق و سباق میں۔ ہر ایک کو اپنے دشمن، اور پوری انسانیت کی بہبود کی ذمہ داری سنبھالنی چاہیے۔ گویا یہ امتدادی کلمہ ہے جو ہمیشہ ہمارے دل سے بے حد قریب رہا ہے، اور اب وقت آگیا ہے کہ دنیا کے سامنے اس کا اعلان کر دیا جائے۔

اگر آج کوئی عجیب لوگوں کو سن کر حجابِ مسلم کی نسبت کرے تو وہ ایک انسان کی حیثیت میں دوسرے انسان سے بدلتا کرے گا قانون کی حالت اور انجیل کی نعمت سے وہ آگے بڑھے گا، "حب الوطنی ایک نیک حساسی ہے، جب تک کہ اسی پر عمل ہو جو خاص منافی ہو مگر جو بالکل غیر انسانی ہو سے اسی سے دور بچنا چاہیے۔ ہمارے مفادات، معاہدہ کتنے ہی تقسیم کیوں نہ ہوں، ان مفادات سے چند نہیں ہوتے ہیں جو پوری انسانیت کے لیے ہیں۔ ہاں میں وہ سب سے آگے وہ قدمِ حکم لپی ہے، قوم کی قدر ترین دستاویزات سے بھی قدر ہے، ہم کسی کو قتل نہیں کر سکتے۔ ہم سب کا خون ایک جیسا ہے۔ ایک دوسرے سے محبت کرنا۔ عام آدمی [آپس میں محبت] کر سکتے ہیں، قومیں [بھی آپس میں محبت] کر سکتی ہیں۔ یہ سب آج کے سب سے اہم ہے اور ممکن بھی، اس لیے کہ تمام انسانوں میں، محبت اسی طرح نظر آتی ہوتی ہے جیسے کہ قومی غرور غیر فطری ہے۔"

ایسے چننے کے ساتھ میرا مشورہ ہے کہ ہم جس کے تمام لوگوں ایک مشترک مفاد کے لیے متحد ہو جائیں۔ تمام ملکوں میں، ہر بالغ فرد اور عورت سے سند وجہ ذیل اخوان پر دستخط کرنے کی اپیل کی جاتی ہے:

"اگر دوسری تمام قومیں اپنی افواج کو ختم کر دیں اور پوری دنیا کے لیے ایک مشترکہ پولیس و طاقت پر قیامت کریں، تو میری بھی، اپنی قوم سے درخواست ہوگی کہ وہ بھی یہی سمجھ کرے۔"

امید ہے کہ ہر ملک کے منتخب تعلیم یافتہ لوگ، شاید بہاری تو تھت سے بڑھ کر اس اہل کا مثبت جواب دیں گے۔ مگر ایسا ہونا ہے تو یک نئی اور عظیم طاقت بھرے گی۔ عوام کی متحدہ عمارتیں۔ پھر ان کی اگلی امن کانفرنس میں حکومتوں و اختیاتی حمایت سے، جس کی اتنی طاقت ہوگی کہ انھیں عام تر کے اطاعت کی مؤثر شروعات کرنے پر راضی ہونے کے قابل بنادے گی۔

ان کے لیے بہت کام کرنا پڑے گا۔ سب سے پہلے تو ایک پیچیدہ و دشوار کرنی ہوگی کہ زیادہ سے زیادہ مرد اور عورتیں اس منصوبے کو، تمام قوموں میں اور کئی زبانوں میں، مشترک کرنے میں دلچسپی لیں، خواہ اس پر کتنا ہی وقت اور رقم کیوں نہ خرچ کرنی پڑے۔

اس کے لیے امن کے بین الاقوامی اداروں۔ کسی انسٹی ٹیوٹ، کسی ڈیپارٹمنٹ، کسی کانگریس، یا کسی کانفرنس میں سے کسی ایک کی تجویز کا ترقی کرنا شاید ضروری نہ ہو۔ غالباً ایسی صورت میں ایک معمولی سا مدد پیچیدہ و تکلیف دہ ہو جائے گا۔ ہاں، انتہائی ضروری ہو جائے گا کہ ہر امن کی کوئی معروف شخصیت جس کے پاس کئی سالوں کے ایک رکن کی حیثیت میں اپنے ذاتی اختیار کے ساتھ کوئی اور اختیار نہ ہو، اس کے مقاصد کے لیے مافی اس کے سمیت اس کے ساتھ مشہور ہو اور وہ اس مقاصد کے لیے، متعلقہ فیروں اور تنظیمی تفصیلات بھیج سکے تو کام کی شروعات میں کم تاخیر کا امکان ہوگا۔

اگر اس کو اور آسانی سے بھی کیا جاسکے تو بہتر ہوگا کہ متحدہ کے لیے بھیجا جائے وہ فیروں صرف ایک سطح پر مشتمل ہو جس میں سب سے پہلے ایک بیان ہو، نام، پتہ وغیرہ کے لیے کالم ہوں اور اس کی پشت پر استغاب کی غرض و غایت کی مختصر تفصیل دی گئی ہو۔

فہرستوں کو کئی طریقوں سے تقسیم کیا جاسکتا ہے، صرف اخباری اشعارات ہی کے ذریعے نہیں، جنہیں زیادہ سے زیادہ دستخطوں کے ساتھ مختلف ممالک کی اس کے انجمنوں کی کمیٹیوں کو جہد و جدوجہد کیا جائے تاکہ ان سب کو بین کے International Peace Bureau کو۔ متعلقہ حکومتوں کو بھی اگلی امن کانفرنس کے لیے بھیج دیا جائے۔

ایک دوسری مصلحت اچھی طرح سمجھ دیا جائے اور اس پر سختی سے عمل شروع ہو جائے تو ان کی جن بات اپنے آپ ہی طے ہوتی جائیں گی۔ [اس طرح] ہر ایک اپنے لیے جواب دہ ہوگا اور اپنے کہے پر قائم رہے گا، یہ ہے اصل اصول اس عالمی استغاب کے بارے میں۔

لوگ اعتراض کر سکتے ہیں کہ انھیں تو پہلے سے اس بات کا علم ہے کہ لوگ امن سے زبردہ رہنا چاہتے ہیں۔ [لہذا] اس حقیقت کے معنوں میں کہ ضرورت نہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو بھی اسے ایک دوسرے کے لیے خطرناک نہیں ہونا چاہیے۔ پھر بھی، جوں کہ مسکرت اب بھی کچھ نہیں دیکھی ہے، اس حقیقت کو ثابت کیا جانا چاہیے۔ جو بات حاصل کیے جائے جائیں، مرد و عورتوں سے نہیں، افراد سے نہیں، ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، بلکہ ہمدردی سے، اپنے دشمن کے ساتھ اپنی عمارتیں کی تصدیق کرنی

چاہیے۔

لوگ یہ اعتراض بھی کر سکتے ہیں کہ: ”یہ سب کچھ زیادہ ہی آسان ہے۔“ تو ہماری بحث کے لیے منافی، سورج کی روشنی، تازہ ہوا وغیرہ کی ضرورت کا بھی تو سب کو علم ہوتا ہے۔ پھر بھی لوگوں کو طے شدہ طریقہ ہائے کار [اس معنوں میں بات] کو سمجھنے میں بھی بہت وقت گزرتا ہے۔

اس طرح عیسائیت کی حقیقی معنویت، جب یہ کسی حد تک خفیہ حقیقت سے دور ہوتی ہے، ایک ہر کی غمناکیت کا مظہر ہوتی ہے، اگرچہ مستقبل قریب میں یہ واضح ہوگا کہ اس کامیابی پیغام، دنیا کے تنازعات سے ہمزاء، مسیح کا سچا مذہب ہے اگر یہ فصری اور آسمانی سے سمجھ میں آنے والا مذہب قطعی طور پر جنگ اور عسکریت سے میل نہیں کھاتا اور یہ بھی کہ اس کی بہترین نظریہ یسوع مسیح کا وہ پیغام ہے جو جنوبی امریکا کے وہ عوام نے مشترک طور پر ایک پھاڑا کی چوٹی پر تعمیل کیا ہے جو ان کے دلوں کو وحدت دیتا ہے اور یہ اعزاز کتا سے کتا کے درمیان جنگ اب قعر پر رینہ میں ٹپکتی ہے۔

اس مرحلے پر ہمیں عقیدے سے کتنی مطلب نہیں، جو اکثر و بیشتر اختلافات اور schisms کا باعث ہوتے ہیں، مگر صرف ایک محبت سے ہے جو مسلمان بناتی ہے اور حمید ترقی ہے۔ اسی طرح، آخر اسی مذہبی اور سماجی مشاہدات کو کسی بھی صورت میں عوام کے درمیان تعلق میں نہیں ہونا چاہیے۔

اس معاملے میں جو اعتراض اٹھایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی ملک کی آدمی سے کم یا بے آبادی عسکریت کا اس کے خلاف جوٹ دیتی ہے تو یہ کثرت کی جانب سے اس کی تعزیت کا ثبوت ہوگا۔“ ایسا نظریہ بہر حال عوام سے منسوب ہوگا جس میں قوت ارادی کا فقدان ہوتا ہے، ایک اہمیت جو ان میں نہیں ہوتی۔ ایسے معاملے میں بے عمل اکثریت کیا پروٹسٹ کی جاتی۔ صرف وہی فی صد لوگوں کی رائے کا اظہار بھی کافی سمجھا جائے گا۔ مزید یہ کہ عام آدمی بھی ایک مادہ سے خیال کو سمجھ سکتا ہے، جس جب وہ ایک معنوں سے معاملے میں بھی مدد دے جب اختیار پر پھر اظہار کرنے سے، تو ان لوگوں کو اس سے جتنا چاہیے جنہیں روشنی نظر آتی ہو۔ کچھ لوگ احتجاج کریں گے کہ ”پھر مائدہ ملک تو ایک ہے، آزاد لوگوں کو بھی ہر صورت میں وقت سے

گنا۔“ مگر اس طرح، یہ تجویز نہیں دی جا رہی ہے کہ فوری طور پر ایک ایسی تحریک چھوٹی جائے جس میں تمام متمدن لوگ شامل ہوں۔ یہی اس میں جہد بازی کرنے کا مادہ ہے، اگرچہ ضروری ہے کہ 1914ء تا 1915ء تک کے کتابت وقت کا بہترین استعمال کیا جائے، جب جہتوں کی تیسری سن کانفرنس کے انعقاد کو توقع ہے۔

ایک اور اعتراض اٹھ سکتا ہے: ”مشروریات زندگی کی سخت مشکلوں میں لوگوں کو کچھ چیزوں کا احساس نہیں رہتا جو ان کی فحش سے اوپر یا وہ رہتی ہیں، ان کے پاس وقت ہوتا ہے کہ وہ ان محاذات پر نظر رکھ سکیں۔ ایسے بے شمار لوگ ہیں جنہیں اپنے سخت اور مشکل محاذات کے باعث کبھی روشن اور وسیع آفاقہ پر نظر لانے کے مواقع نہیں ملتے۔“ آج تو یہی ہے کہ ایک عرصے تک زندگی کے پوجہ اور پے ہفتوں کے بارے میں پرانا اور مسلسل رہنا کبھی ختم نہیں ہوگا۔

جس درحقیقت دنیا اتنی بے رسی ہو چکا ہے کہ وہ جو شکایت کرتے ہیں ان سے امید ہے کہ وہ ہم کو کم زندگی میں ایک بار دنیا کو بہتر حالات میں لانے کے لیے توفیق فرمادیں گے۔ سرف ایک منٹ کی قربانی، اسی غلام کو بڑھنے اور اس پر دستبرد کرنے کی، جو برائیوں کو ختم کرنے کے حق میں اٹھائی جائے وہی آواز ہو۔ اللہ یہ سارا دونا دھونا بالکل ہی بے کار ہوگا۔

اور آخری اعتراض ہوگا کہ: ”مسند میں ایک قطرے جیسے میرے دھڑ سے کیا فرق پڑے گا؟“ گیس پر قہر دار آدمی کے لیے یہی بہت عجیب ہے، اور اثر آدمی طور پر یہ حد و حساب ہے کہ نوک جب سجدہ ہوتے ہیں تو ایک بڑی حالت بنا جاتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑی غریباں درمیانے والی عروسی سے بڑے وسیلہ، اور بحر کائنات جیسے مسند رہتے ہیں جو ہماری دنیا کو گھیرے ہوئے ہیں۔

ان کی عقل و گہرائیوں سے ایک طاقت ابھرتی ہے اور آہستہ آہستہ کہہ دین کی بھڑکی اور بڑی سطح پر گھسیٹ کر رکھی سے۔ اور یہ حالت قدم در رکھنے والوں میں موجود امن کا تصور ہے، جو بڑے تہذیبی ترقیت سے زرخیز ہوتا جا رہا ہے۔

اور جو لوگ جوت گمشتہ کے حرکتی رہتے ہیں وہ نئے عہد کے بھرتے ہوئے انقلاب کی چمک دکھ دیکھ سکتے ہیں۔ جو پیش ہند کی ہے عیسائی دعاؤں اور مشرکین کی داستانوں کی، پیش ہند کی ہے امن کی عظمت کی ہم ان الفاظ میں دین کی دعا کرتے ہیں ”Our Father - Thy kingdom come“ جسے شمال کے قدیم لوگوں نے قدیم داستانوں کے عجیب حال و حال میں محسوس کیا تھا۔ جب کلیں سونے کے انگوٹھ سے بنی ہوئی تھیں اور انھیں کسی نے چھو بھی نہیں تھا جب انسان نیک چھٹی قدم کے رستہ اور توانیں نرم تھے اور عقل مندی سے ترشہ دہے گئے تھے۔

اب نگلیں کو سونے کی انگوٹھوں سے بنانا بالکل غیر معقول ہوگا۔ مگر یہ امر یقینی ہے کہ جو سونا مہری ماہل میں بچھایا گیا ہے وہ معنوں میں سب سے کم ہے۔ یہ امر مجھے موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ کام کرنے کا عالمی استعلاپ سنے کے ہے، جس کا خیال میں نے یہاں پیش کیا ہے۔ یہ مجھے مرید اللہ کے طریقوں اور زیادہ قوت سے امن کی خدمت کرنے کا موقع بھی فراہم کرتا ہے۔ لہذا میں شکر کے اس بوجھ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور اس مقصد کو پورا کروں گا جس کے لیے مجھے پکا ماکلا ہے۔

خطبہ فریڈریک بائر

تحریک امن کی تنظیم

کل مئی کی سترہ تاریخ تھی، جو بارڈے میں عظیم قومی دن کے طور پر منائی جاتی ہے۔ آج کی تاریخ، مئی کی اٹھارہویں کو یک بین الاقوامی جشن کا دن ہونا چاہیے، اس لیے کہ جس دن قیاس آتی ہی کے دن وہی ایک میں پہلی امن کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ میرے نزدیک یہ نیک فاب سے کہ نہیں کہنی نے اس خاص دن کو میرے خطبے کے لیے منتخب کیا ہے۔

کسی قوم کی عزت نفس اور سلامتی کے ساتھ خود کو بین الاقوامی بنانے کے درمیان، تا کر امن کے اہل ترین مقصد — کے لیے بہتر معاہدہ فروغ پائے، کوئی تباہی نہیں ہوتا یہ بین الاقوامی معاہدہ کا وہی تصور ہے جسے افریڈ ویکس نے ”قوموں کے درمیان ہمدردی“ کہا تھا۔ ”اسے چھپک و“ کا نعرہ لگانا ہی کافی نہیں، اس لیے کہ اس کا مطلب ”اسے سے پرہیز“ نہیں ہوتا۔ جتنی ”اپنے دل کشادہ کرو“ کا نعرہ بھی لگانا چاہیے۔

میں جو خطاب شروع کرنے جا رہا ہوں اس کا عنوان ہے ”تحریک امن کی تنظیم“ میں نے بھی ہمدردی کا نعرہ لگایا ہے تاکہ تنظیم کرنے والے کا کردار ادا کیا ہے جس کا کام جس منظر میں ہوتا ہے۔ میں اپنے خطاب کا عنوان ”امن کی تنظیم“ بھی رکھ سکتا تھا۔ میری اپنی سمجھ کے مطابق امن کی تنظیم، ایک ڈھانچا ہوگا جس کی بنیاد امن کی تحریک پر رکھی گئی ہو جس کو میں ایک نئے منزلہ مکان سے تعبیر کر سکا۔

پہلی مرتبہ امن کے اداروں کے لیے ہے۔ یہ ”le congrès universel“ ۱۹۴۸ء سے، پندرہویں صدیوں میں ایک بین الاقوامی سلام کانفرنس منعقد کرتے ہیں۔ اس کے بعد دہائیوں میں ایک بین الاقوامی امن ہے جو عام طور پر ہر سال ایک اجتماع، یعنی بین الاقوامی کانفرنس کوئی ہے۔ دور آخری، یعنی تیسری منزل، امید ہے کہ آخری نہیں رہے گا، بین الاقوامی امن کانفرنس [کی جگہ] ہے۔ گمراہی کو ایک آسان پہچان ہے کہ یہ یہ محاسبہ پر یہ نہیں اور حکومتیں ہیں۔ پ میں امن میں منزلوں کے بارے میں ذرا تفصیل سے بات کروں گا۔

امن کی تحریک پر بات کرتے ہوئے میں ایک استعارہ استعمال کر سکتا ہوں۔ جناب صدر نے اپنے تعارفی الفاظ میں مجھے ایک قدیم کہانی کہا ہے، اس لیے میں ایک پوچھتا ہوں کہ ازکی انتہی زمروں کا۔ یہاں میں [فیصلی ٹرا] کا نام لیں جو قیاس قتل کر رہے ہیں، بین الاقوامی امن کانفرنس اور بین الاقوامی امن کانفرنس کو آپس میں مربوط رہنا چاہیے۔ جنگ کی حالت میں اسے صبر کرنا ہے، خواہ آپ کہتے ہی بہادر کیوں نہ ہوں؛ آپ کو داغیں بائیں و دائیں جانب سے مارنے میں رہنا ہوتا ہے، ورنہ کوئی بڑی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ رابطہ بہ تنظیم بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے گرامن کی تحریک سے کوئی نتیجہ نکالنا مقصود ہو۔

میں بائیں و دائیں کی ضرورت کی تفصیل کے مضمون پر تفصیل میں نہیں جانا چاہوں گا۔ [اس کے لیے] بہت سی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ بہت سے مضمون پر اس پسندوں نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ



امن کے درمیان ایک اتحاد بنانا چاہیے جس کے ذریعے وہ امن کے سوجن سے راجحہ میں رہیں جو امن کے مقصد کے لیے، آخری بھی درکار ہونے والے کام کرنے کے لیے انہیں نے ایک مشترکہ بارتر مشترکہ کی بنیاد کا مشورہ پیش کیا ہے۔ میرے خیال میں یہ حل کامیاب نہیں ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک مشترکہ بارتر مشترکہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہ عملی طور پر شاید ہی کامیاب ہو۔

جب 1890 میں London International Peace Congress کی تیسری بورڈ تھی، اس نے اس کے پروگرام کا پورا مطالعہ کیا تھا۔ اتفاقاً طور پر، یہ وہی جگہ تھی جہاں 1854 میں ایک سینٹ روچکا تھا۔ اس اپنے مطالبے کے باعث اس نتیجے پر پہنچا کہ ایک مشترکہ بارتر مشترکہ ایک ماہنامہ [تجزیہ] تھی۔ اس کے بعد میرا مشورہ ایک خبر کے لیے ہوگا جو کچھ اسی نوعیت کا ہوگی کہ Universal Postal Union میں ہے۔ خیریت کی بات ہے کہ ایسا ہی خیال پہلے بھی پیش کیا گیا تھا، جس کا مجھے علم نہیں تھا۔ 1878 میں Paris World Peace Congress میں منیر چارلس لیمونیر (Charles Lemonnier) نے تمام موجود لوگوں کے برخلاف اس تصور کا دفاع کیا تھا۔ دوسرے لوگ مشترکہ مقصد کو چھوڑتے تھے۔ مجھے اپنے خیال پر قائم رہے کہ ایک مشترکہ خبر ہی ہونا چاہیے۔ میں نے اس خیال کو لندن میں پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے کامیابی تو نہیں ہوئی تھی مگر میں نے بہت نہیں ہاری۔ میں کام کرتا رہا، اور مشترکہ خط میں بتاؤں گا کہ یہ سوجن کہاں تک پہنچا تھا۔

13 نومبر 1891 میں روم میں ہونے والی کانفرنس میں ایک International Peace Bureau قائم کیا گیا تھا۔ میرے خیال میں، اس کا بنیادی مقصد پوری امن تحریک پر ایک قسم کا رابطہ رکھنا تھا، تاکہ اداروں و اداروں کے درمیان ایک اتحاد کی بنیاد ہو جو امن کے لیے تعاون کے خواہاں تھے اور ملحقہ تھے۔ اتحاد کے طور پر خدمت کرنا چاہیے تھے۔ میں بعد میں یہ بتاؤں کہ Interparliamentary Conference نے، جو اس کے فوراً بعد ہی منعقد ہوئی تھی، اس قسم کی کسی چیز سے اتفاق نہیں کیا۔ پھر، 1892 میں ہونے والی برن کانفرنس نے ایک بین سپریمیریائی دفتر کے قیام پر غور کیا۔ اس کے بعد سے چھوٹے چھوٹے اختلافات پیدا ہوئے ہیں، [کیونکہ] امن کے بین الاقوامی بورڈ بین الاقوامی کام میں ایک قسم کی مہمیت رکھتی ہوگئی ہے۔ میرے خیال میں یہ مہمیت مہماری سے عمل سے گزرتی رہی ہے، اور یہ رجحان اب بھی وہی ہے۔ خبری سے متحرک ہو جائے گا۔ امن کا گھر میں ملے گا۔ خطوں کی جانے والی تھیں، اور بین الاقوامی کنفرنسوں میں پیش کیا جانا چاہیے، اور کانفرنسوں کو بین الاقوامی کانفرنسوں میں منظور کیے جانے والی تجاویز کے ذریعے میں مہم امن پر مشاغل اور امن کے مفاد کے لیے کے ذریعہ دینا چاہیے۔ مزید یہ کہ اچھی ہوگا اگر کچھ اور لوگ بھی [میری ہی طرح] Interparliamentary Council اور World Peace Bureau میں ارکان کی حیثیت سے شامل ہو جائیں۔

کاش، میں یہ بات مجوزا کہہ رہا ہوں، میں امن کے اداروں کی سب سے بڑی منزل پر ایک لکھ



کے لیے رُک کر ایک سال کر سکتا کیونکہ وہ سوچتا رہتا ہے؟ ہاں یا نہیں؟ یہ ایک بحث طلب نکتہ ہے۔ جہاں تک امن کے مفہوم کا معاملہ ہے، وہ عمارت کی طرح سے بھی ریاست کی سرگرمیوں کا حصہ رہتا ہے۔ چاہیے کہ ان کو سیاسی جماعتی مسئلہ نہیں بننا چاہیے۔ کسی امن کے ورے کے اپنی رو سے بچنے کی بنیادی سوچ جو ہمتوں سے اس کا دور رہتا رہتا ہے، جن کے ساتھ مل کر وہ امن کے زیادہ تر مقاصد کے مسائل کو مؤثر انداز میں سمجھایا جاسکتا ہے۔ سب کو تہہ بچھڑو دیجیے اور ملک کی اندرونی پالیسیوں کے بارے میں نہیں خود اپنی رائے قائم کرنے کا موقع دیجیے۔ اس سلسلے میں، وہ بین الاقوامی کردہ، جن میں برادری کی سیاسی مائیں ہوتی ہیں، اچھے نمونے ہوتے ہیں۔ مائیں کی پارلیمان میں ایمان لے کر آئے ہیں، اور ان کی طرح، ایمان لانے کے تمام گیارہ مکان بھی بلغیر کسی تخصیص کے ہیں اپنا رہنے کی ضرورت کے امکان ہوتے ہیں۔

اب ہمارے سامنے۔۔۔ اور ایک بار پھر میں مسکرتی استعارہ کا استعمال کرنے کا رہا ہوں۔۔۔ بھرتی کا معاملہ ہے، تاکہ امن کے افادہ کی روایت کے اضافے کی بہت زیادتی کی جائے۔ کئی برس پہلے ہونے والا ایک واقعہ مجھے یاد آ رہا ہے۔ ایک نوجوان میرے پاس آکر آیا، "اے میں نے نوٹس امن خیم کے ورے میں بہت سنا ہے اور میں بھی اس کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ اس سلسلے میں میری رہنمائی کر سکتے ہیں؟" "بڑی خوشی کے ساتھ" میں جواب دیا، "آپ تشریف رکھیے اور میں آپ کی مدد کروں گا۔" پھر میں نے اس سے سول کیا، "کیا آپ امن کی کسی شخصیت کے رکن ہیں؟" "نہی نہیں۔" اس کا جواب تھا، "اچھا تو آپ کو سب سے پہلے یہی اقدام اٹھانا چاہیے" [میں نے جواب میں کہا]۔

پہلے تو ارکان کو انجمن میں لانا چاہیے پھر ان کو تعلیم دی جانی چاہیے اس لیے کہ اس میں بہت کچھ سمجھنا پڑتا ہے۔ کسی کسی تحریک میں شامل ہونے پر، کسی کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنے تمام لوگوں سے زیادہ بھلے مند ہے جو ایک عرصے سے اس کے لیے کام کرتے رہے ہیں۔ ان کو [مب کچھ] بتا دینا چاہیے۔ گروہوں میں عام طور پر ایسا ہوتا ہے۔ قومی سطح کے ایساں میں، جو زیادہ تر ملکوں میں ہوتے ہیں، سالانہ امن کا گھمبول کے لیے نوکندے منتخب کیے جاتے ہیں۔ ان نمائندوں کی بار بار کی، علامات فراہم کی جاتی ہیں۔ [امن کا گھمبول سے] واپس آکر وہ بتاتے ہیں کہ انھوں نے کیا کچھ سنا ہے۔ اس طریقے سے باہمی تعلیم کا ایک عمل شروع ہو جاتا ہے۔

ان دنوں امن کی سب سے بڑی دکان جس کی مکمل کارفرم جہاں میں قائم رہا کہ وہاں موجود امن انجمنوں کے بارے میں شریات کا ایک سیٹ (Set) تھا۔ چند سال انجمنوں کی مؤثر روایت کے بارے میں صحیح مواد کا حصول مشکل کام رہتا ہے۔ یہ بے پناہ ہوگا کہ آئندہ کسی وقت میں ایک نیکیتر جنس مقرر کرنا پڑ جائے جو سفر کرے اور یہ معلوم کرے کہ شریات میں شامل کتنے مکان واقعی کام کر رہے ہیں۔ امن کی انجمنوں کے لیے پروپیگنڈہ ایک مخصوص مضمون ہوتا ہے۔ یہ معاملہ عام طور پر لوگوں کی تعلیم کا ہے، ووٹ دینے والوں کا نہیں۔ ووٹ دینے والے مقام کے نوکندے منتخب کرتے ہیں جو بین

اپریمائی گروہوں میں داخل ہو کر Interparliamentary Union کی تشکیل کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے، امن کی انجمنیں ان کے رکان کے پیش کردہ مستقبل کے میدانوں سے چھٹتی ہیں کہ اگر وہ منتخب ہو گئے تو کیودیشن پریمائی گروہ میں شامل ہوں گے۔ میرے خیال میں اس وقت مزید وعدہ ضروری نہیں، اس لیے کہ کم از کم ڈنمارک میں، انتخاب از خود کیفیت ذی اہم سمجھتا ہے۔

جہاں تک تعلیم کے لیے سوال ہے تو میں اس کو اب کے زمرے میں دیکھوں گا۔ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ہمیں ضرورت سے مزید دباؤ، ایک بڑے اسٹاکس مارکیٹ، ایک بڑے اخبار کی یا اس قسم کی چیزیں ہیں۔ مجھے اس خیال کے سسے میں کچھ تاثر ہے۔ ہمارے پاس دباؤ کا ایک بڑا ذخیرہ ہے جس میں امن کی تحریک، امریکا، فرانس اور جرمنی کے بہترین تجربوں کے نام گنوا سکتے ہیں، اور ان کے علاوہ ہمارے ایموان ایک مشترک La Correspondance bimensuelle ہے [امن کے فروغ کے سسے میں پیدا کیے جانے والے ادب کے لیے ایک دو ماہی خبرنامہ۔ مترجم] جو سب سے تمام باقی اعلیٰ کے ساتھ بین کا بڑا شائع کیا ہے۔ جی نہیں، ہمیں اس [مزید اسٹاکس مارکیٹ] کی ضرورت نہیں۔ مسائل، امن کا ادب تقریباً لگ بڑھا جاتا ہے، اگرچہ امن پسند لوگ اسے شوق سے پڑھتے ہیں، جب کہ ہمیں اس [ادب] کی ضرورت ہے جو ان لوگوں کو قائل کرنے کے لیے ضروری ہے جو ابھی تک اس مقصد کی طرف نہیں جاتے ہیں۔ اب تک، ہمیں دو کچھ بہت زیادہ ہے فرانسس جسے "prêcher aux convertis" کہتے ہیں۔ چھوٹے کرنے کے لیے تبلیغ کا سوار۔ ہمیں ان لوگوں کے لیے زیادہ کوشش کرنی چاہیے جو اب بھی چھوٹے نہیں ہوتے ہیں۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا جب اس سسے میں مجھے ایک پرندے سے جسے cuckoo کہتے ہیں، ایک خیال ملا تھا: پرندہ دوسرے پرندوں کے گھونسلوں میں انڈے دیتا ہے۔ ابتدا میں نے ڈنمارک کی وزارت احواف سے Public Trustee Office میں ایک ہزار رپورٹ جمع کرنے کی اجازت کی درخواست کی ہے۔ یہ سہا پے کے لیے ڈنمارک کا سب سے مکتوب وار ہے، جس سے حاصل ہونے والی آمدنی اس شخص کو ملے گی جس نے پچھلے برس کے دوران کسی اخبار یا رسالے کے لیے، ایک مخصوص کمیٹی کی رائے میں، امن کے مقصد کے لیے ایک مناسب موضوع پر بہترین مضمون لکھا ہو جسے کہ "folkens tarvbrødrande" [قوموں کے درمیان نہ درمی]۔ مقابلے میں یہ جانے والے مضمون کا کسی ہونٹا سے میں شائع ہونا ضروری ہوگا۔ آپ دیکھیں گے کہ ختام حاصل کرنے والے کو پیسے تو کسی ایڈٹ کو اس کا مضمون شائع کرنے پر ماضی نہ ہوگا۔ اس طرح کمیٹی کا کام ہلکا ہو جائے گا کہ اخبارات کو ششوں کو زبردستی لگا جو قابل قبول نہ ہوں گی۔ یہ تجربہ ڈنمارک میں کیا جانے والا ہے اور اگر کامیاب ہو تو اس کو دہرا کر بھی دیا جائے گا۔

پروپیگنڈے کا ایک اور بھی طریقہ ہوتا ہے جسے میں "Letter Movement" کا نام دوں گا۔ میں اس لیے یہ نام دے رہا ہوں کہ یہ کسی اہل سطح کی مقصد پر مبنی شہاد ہونے کے لیے ہے۔ ایک پتہ

بار بار ہونے کے باعث میں جانتا ہوں کہ یہ کم ہی مؤثر ہوتا ہے۔ یہاں ایسے کئی ارکان پر بیان موجود ہے جنہیں میری ہی طرح علم ہے کہ اگر کوئی شخص [سیاسی عقیدے کے اعتبار سے] قید میں نہیں رہ سکتا ہے تو اس کو قید میں ہونے میں اس کی ایک خط سے کہیں زیادہ کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔ چر بھی، اس قسم کے پروپیگنڈے کی خود اپنی ہی خاص اہمیت ہوتی ہے، اس لیے کہ یہ ناسوئیں کو بھی قائل کرتا ہے جو پروپیگنڈے کے جانے کی اپنی پر دستخط کرتے ہیں، اس طرح پروپیگنڈے کرنے والوں کی ایک فوج تیار ہو جاتی ہے، اور اگر اجازت ہو تو میں یہ کہوں گا کہ ایک تربیت شدہ فوج تیار ہو جاتی ہے۔ پھر حال ضروری ہے کہ اس کی اپنی اس کے لیے ایک خاص مقدمہ ہو۔ اور یہ کوئی دور قیادہ چیز نہیں ہوتی چاہیے، ایسی ہو جو ملے والے کو بھی حاشہ کر سکے، کچھ ایسی چیز جو بہت زیادہ دور کے مستقبل کی نہ ہو۔ اس کو ملے ہوئے یہ [اس ایک مثال دینا چاہوں گا۔] بھٹی میٹ میں کانفرنس میں اس سبب میں ایک قدم اٹھا کر تھا، میں اراکوں کی ملازمت میں جبری قاضی کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ آخر میں، تیس قوموں کو ووٹ دینے پر قائل کرنے کی کوشش کی گئی، اور پھر ایک نتیجہ آئے یہ طے ہو گیا تھا۔ میرے خیال میں اس کی پیش کرنے والی شخصیت آٹھ ہزار سے دو ہزار میں موجود ہے کہ ان قوموں کو متحد ہونے کی ترغیب دی جائے۔ ظاہر ہے کہ مقامی کانفرنسوں کے دوران زیادہ تر معاملات میں متفقہ رائے کی ضرورت ہوتی ہے، مگر اس سبب میں کئی ریاستیں فائدے کے ساتھ متحد ہو سکتی تھیں، جب کہ پھر بعد میں مثال میں دیا جاسکتا تھا۔

میرے خیال میں Later Movement کا یہی کام ہے۔ مگر اس کو صرف ان ریاستوں میں قائم کیا جانا چاہیے جہاں سے قابل ذکر رد عمل حاصل کیا جاسکے، اس لیے کہ یہی تحریک دہلی طور پر ایک تنظیم کو موجودہ کا قیام کر رہی ہے۔ ڈنمارک میں وہ مضمون پر ایسی تحریک، بھٹی تھی جب ایک چوتھائی سے زیادہ وائے آبادی اس میں شریک ہوتی تھی اس قسم کی کامیابی قیام کرتی ہے، تنظیم کوشش کا اور شیرتدار میں سرمایہ کا سا اگر ایک لا جواب تنظیم پہلے سے موجود میں نہ ہوتی تو یہ منصوبہ مشکل ہی سے کامیاب ہوتے۔

اب میں مختصر سے ایک اور طریقے پر بات کروں گا، یعنی برقی بین اراکوں کی ضرورت پر۔ یہ دورے ماضی میں کیے گئے تھے اور، بلاشبہ، بہت قابل قدر ثابت ہوئے تھے، وہ منصوبہ انگلستان و فرانس، انگلستان اور جرمنی کے درمیان۔ اسٹینڈی نیو یارک کے پانچویں سے چھویں کے دورے کرتے رہے تھے۔ یہ طریقہ بہت مہنگا پڑا ہے، اور یقیناً میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کام اور تفریح دونوں یک ساتھ چل سکتے ہیں مگر زیادہ تفریح نہیں ہوتی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ طریقہ کسی قابل ہو تو اس پر پہلے سے زیادہ اہمیت سے عمل کیا جانا چاہیے۔ اس کا امداد ہوتا ہے عام طور پر کانفرنسوں پر اور خاص طور پر بین الاقوامی کانفرنسوں پر، اس لیے کہ جیسا کہ میں نے اشارہ کیا ہے، وہ قانون و قوانین جیسے گا ہوں گے بھلے کیا جوں گے اجتماعات سے مشتاق ہوتی ہیں۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ قانون کو طاقت کی قید میں چاہیے، کہ قانون کے مفادات کا نہیں رکھا جانا چاہیے۔ فصرانی طور پر، کا دوبارہ تفریح کو یک جا کر جاسکتا ہے مگر ان

میں توازن ہونا چاہیے اور مالی الذکر کو ذل لند کر پر تلاوی نہیں ہو جانا چاہیے۔

ایک اعتراض ہے جو بین الاقوامی کانفرنسوں پر نہ گونیں بلکہ گھر میں کا حدقی میں کانگریسوں پر ہوتا ہے: یہ اجتماعات وقت بہت ضائع کرتے ہیں۔ امن کانگریس کی ابتدا ائمہ بیت کے مساعیات پر ضرورت سے زیادہ تفصیلات سے ہوتی ہے اور محترمین مسائل پر بحث کے لیے وقت نہیں رہتا۔ اکثر دیکھا گیا ہے جیسا کہ میں نے میلان (Milan) کانگریس میں دیکھا تھا، کہ ایک صدر نشین، اپنے ہاتھوں میں بہت ساری تجویز لیے چڑھتا، گویا یہ ٹاش کے پتے ہوں، یہ کہتے ہوئے کہ ”آپ کو ان تجویز کو بھی بغیر بحث ہی کے منظور کرانا چاہیے یہ تو بالکل سیدھی سادھی بات ہے۔“

کانگریسوں کا جو سب سے اہم پہلو ہے میں جیسی پر زیادہ زور دیتا ہوں، وہ مباحثہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ جت جتے ہیں: مختلف خیالات سننے کے لیے، نہ کہ محض تجویز منظور کر کے دے۔ کسی بحث کو رپورٹ پڑھنے میں جیسی میں دلائل پیش کیے گئے ہوں، جس میں موضوعات پر مختلف نقطہ ہائے نظر سے باتیں کی گئی ہوں اور سے خیالات پیش کیے گئے ہوں میرے نزدیک یہ تجویز کے خصار کو پڑھنے سے کس نیا نہ معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم سوئڈن والوں سے سنجیدگی کر سکتے ہیں جو کسی مونیٹورنگ پر بحث کے بعد آگروہ نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے تو کثیر اپنے اجتماع کو ایک ”یہ مباحثہ سوال کا جواب ہے“ کے ووٹ پر ختم کر دیتے ہیں۔

کانگریسوں کی ہموار کارکردگی میں ایک اہم رکاوٹ تذبذب ہوا کرتا ہے۔ 1882 میں جنس میں ہونے والی پہلی امن کانگریس میں صرف فرانسیسی زبان استعمال کی گئی تھی۔ جب ہلڈی ختم ہوا تو تمام انگریز اکٹھے ہوئے اور انھوں نے مطالبہ کیا کہ چوٹی کارروائی کانگریس میں ڈچر کیا جائے۔ صدر فریڈرک ہی نے کہا کہ وہ اس تجویز پر عمل نہیں کر سکتے، اس لیے اس کے بعد جنس بھی یہی مطالبہ کر سکتے ہیں، اور لاہور کے بھی۔ آخر بعد میں یہ طے ہوا کہ انگریزی میں کی جانے والی تقریروں کا فرانسیسی زبان میں ڈچر کیا جائے گا و vice versa، بلکہ جنس میں بھی اور ضروری ہوا تو اردو کی زبان میں بھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعد کی ہسپانوی زبان میں ترجمے کا مطالبہ بھی سامنے آئے گا۔ اگر ہر ایک ہسپانوی زبان سمجھتا تھا تو یہ زبان ہر جگہ استعمال ہوتی، مگر یہ تو بہت دور کی بات ہوتی۔ میں نے سوچا کہ ایسی بڑی کانفرنسوں میں شریک ہونے والے مندوبین وہ ہوتے چاہئیں، جو اگر بڑی زبانیں بول نہ سکتے ہوں تو کم از کم سمجھتے تو ہوں، بلکہ ان کے ترجمان کے زبانوں کو دوست رکھتے ہوں جو ان کو اہم نکات کے معنی سمجھاتے جائیں۔ یہ ضروری صورت میں کتنا وقت ضائع ہوگا، اس کا چوٹی طرح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی تنقید کرنے سے پہلے میں آپ کی توجہ کا خواست گزار ہوں گا، مگر اس اجتماع سے خطاب کے دوران میری خواہش ہوتی کہ میرے الفاظ صرف ان لوگوں تک نہ پہنچیں جو یہاں موجود ہیں، بلکہ دور درنگ جائیں۔ میں یہ کہنا بھول ہی گیا تھا کہ، اگرچہ ان کانگریسوں میں بہت سارے فیصلے کیے جاتے ہیں، اس کے باوجود مندوبین بہت کم ہی کسب کر پاتے ہیں۔

مخصوص خدمات کے لیے کانگریسوں نے بین کے Peace Bureau کو بنے ماتحت کر دیا ہے۔ یہ دفاتر وہ نہیں ہیں جسے بنیادی طور پر جوڑنا چاہتا تھا یعنی کانگریسوں، کانفرنسیوں وغیرہ۔ سب کے لیے ایک مرکزی دفتر۔ اس کو صرف عالمی امن کانفرنسیوں کے لیے مختص کر دیا گیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ قابل تعداد تھا مگر یہ دفاتر وہ سب کچھ حاصل نہیں کر سکتے جن کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔ یہ اپنی صلاحیتوں میں جس پر سب کو توجہ دیا جائے گا کانگریس میں جب وہی معاملہ نتیجے تک نہیں پہنچتا تو اس کو Bern Bureau کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور یہ دفتر عمل سلائی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ دفتر اس مسائل کو پیشی مراٹے کے ذریعے تمام دروں اور افریقا کو بھیج دیتا ہے، مثلاً امور خارجہ کے وزرا اس کو بدقسمتی سے، بہت سے لوگ جواب نہیں دیتے، اور اگر دیتے بھی ہیں تو محدود مختص ایک رسید تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ پچھلے بار صرف ایک وزیر خارجہ نے ایک خیال فر دیا جو اب بھی تھا، دیہاتی جس کی ایک امن دوست سے توقع کی جا سکتی ہے، ورنہ صاحب مارٹے کے ذریعہ خارجہ تھے۔

میرے خیال میں، بین اپنا ریمائی کانفرنس کو اپنی توجہ اگلی بیگ کانفرنس، سفارتی کانفرنس اور حکومتوں کی کانفرنس پر مرکوز کرنی چاہیے مگر وہی وجہ سے میں نے پچھلے برس برلین میں تجویز پیش کی تھی کہ ہر مختلف پاریمائی کرود کو ایک کمیشن بنانا چاہیے جو ایک طرف تو ہر نے سواوں کی فہرست تیار کرے جن پر بعد ازاں غور کیا جاسکے گا۔ مگر جس پر 1907 کی بیگ کانفرنس میں پوری بحث نہیں کی گئی تھی، ورنہ پوری جانب، مگر وہی نئے سوالات ہیں جن کے بارے میں خیال ہے کہ وہ اگلی کانفرنس میں زیر بحث آئے جائیں گے۔ مجھے شبہ ہے کہ یہ طریقہ کامیاب نہیں ہوگا، اس لیے کہ پاریمائیوں کے پاس کرنے کے لیے بہت دیر ہوئے ہیں کہ وہ زیادہ کچھ کر رہے ہیں، اور دوسرے معاملات کے لیے، جیسے کہ یہ معاملہ ہے، ان کے پاس وقت نہیں ہے۔ اس کے دو جوں میں چاہتا تھا کہ ایک تجویز پیش کروں جس میں نئے طریقے اختیار کرنے پر زور دیا جائے۔ پس کہ اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بھی نہیں کیا گیا ہے، اس لیے حکومتوں کو اس کا غور تجزیہ کرنا ہوگا۔ جیسے کہ بیگ کانفرنس میں کیا گیا تھا، بہت سارے مسائل تھا جن پر توئی کچھ پر غور کیا جانا چاہیے، قبل اس کے کہ بین الاقوامی سطح پر انھیں زیر غور لایا جائے۔

ب میں دوسرے قصبے پر دست کرنا چاہوں گا، یعنی بیگ کی امن کانفرنس پر اس اجتماع میں بہت سے لوگ ہوتے ہیں جس میں سے نیا وہ کرنے ایک دوسرے کو پسے نہیں دیکھا ہے۔ میں نے پہلی بیگ کانفرنس کے مدارو شمار تو کر کے ہیں، یہ دیکھنے کے لیے کہ اس میں کُل 138 نمائندے تھے اس میں 77 سے کم سفارتی افراد تھے۔ سفارتی افراد سے معذرت کہ میں سمجھتا ہوں کہ بہت جگہ بہت جگہ بھی ہو سکتے ہیں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ بہت زیادہ اچھے کام ہو سکتے ہیں، مگر مستقبل کی کانفرنسوں میں سفارتی افراد کا کم تناسب زیادہ فائدہ مند ہوگا۔ ان میں 36 فوجی افسران بھی تھے جن میں سے دیکھیں بڑی فوج سے اور 14 بحریہ کے تھے۔ اس سیاست دان صرف 13 تھے جن میں سے 12 بین الاقوامی قانون کے ماہر تھے، اور 6

ایکان تھے Institut de droit international سے گر آپ کارکردگی، روئید و پچھیں تو دیکھیں گے کہ تقریباً 25 افراد تھے جنہوں نے وقتیہ دراختیار تھا۔ وہ لوگ تھے جو مختلف کمیشنوں کی صدارت کر چکے تھے۔ پچھلی بیگ کانفرنس کے ایسے ہی امداد شامیرے پاس نہیں جس کی کارگزاری کی روئید و عمل ضرور ہے، بھی ایک متائع نہیں ہوئی ہے اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ اس کا تجربہ بھی ایسے ہی متائع پیش کرے گا جس اس کا ذکر اس لیے کر رہا ہوں کہ میں چلتے چلتے دیکھتا ہوں کہ تعلیمات کی سطحیں کی سطح کانفرنسوں کے سلسلے میں بالکل یاقوں پر بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ درود و سودمند ہوں۔

بیگ کانفرنسوں میں ایک کمیٹی تھی، کہ Interparliamentary Union ورامن کی ٹیموں کے متعلق ہے میں نہیں ہوں دفتر میسر نہیں تھا۔ بیگ میں قائم International Court of Arbitration کا ایک مرکز کی دفتر ہے، مگر خود کانفرنس کو یہ سہولت میسر نہیں۔ مجھ سے پہلے آنے والے نوٹس امن کے ایک انعام یافتہ ڈاکٹر گہاٹ (Gohat) نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی تھی، جنہوں نے اپنا خدبہ، میری یادداشت کے مطابق، 18 جولائی 1906 میں پیش کیا تھا۔ اس دوران، پچھلی بیگ کانفرنس نے اس کے دئی تھی کہ ایک ادارہ قائم کیا جائے، جو یہ وہ موثر انداز میں تیاریوں کرے، جیسا کہ پہلے ممکن نہیں تھا۔ میں بیگ میں مشغول کی جانے والی قرارداد کی تشریح اس طرح کرتا ہوں کہ اگلے دو برس کے اندر ایک ایسا ادارہ قائم ہو جائے چاہیے جو ان کی کانفرنس کی تیاریاں کرنے کے قابل ہو۔ [تعمیر] نورانی کچھ مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ میرے خیال میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب یہ مرحلہ آج آتا ہے تو یہ سال اگلے کا کہ ممکن اس کی شروعات کرے گا۔ اس ایک حکومت کو اس کے ذمے دئی نہیں سونپی گئی ہے۔ مزید یہ کہ کمیٹی کی تنظیم اس طرح ہوگی؟ بدستور تمام ریاستوں سے نمائندوں کو بلانا بھی ناممکن ہوگا۔

میں ایک طریقہ اختیار کرنے کا مشورہ دوں گا، جو میرے خیال میں زیادہ کارآمد ہوگا، میں جسے سوئس نیم میں سے "The Varot System" کو اختیار کرنے کا مشورہ دوں گا: اس نظام میں سرکاریوں کو اپنی بار کی صدارت پیش کی جاتی ہے فقیری طور پر، [نئے انتظام کے تحت منتخب ہونے والی] ریاست کے لیے یہ، عزت کی بات ہوگی کہ پہلی بار سے منتخب کیا گیا ہے۔ ہر ایک صدارت سرکاری کی کے پاس رہی ہے۔ پھر یہ کسی ریاست کے پاس جاسکتی ہے جس کی حکومت ایک کمیٹی قائم کرے گی اور تیاریوں کے کام کی ذمہ داری سنبھالے گی۔

ایسا ہی ایک بندوبست Nordic Interparliamentary Union میں شروعات کیا گیا ہے جس کی بنیاد پچھلے سال رکھی گئی تھی اس کی کانفرنس اور اس کے افسران تین اسکیلڈی نیویائی گروہوں میں سے منتخب کیے جاتے ہیں۔ کانفرنس میں نو افراد ہوتے ہیں۔ ہر ملک سے آئے والے پہلے دو افراد ہر تین گروہ کے صدر اور نائب صدر بننے ہیں اور ایک تیسرا فرد ان میں سے چنا جاتا ہے۔ مجھے دو برس تک ڈیڑھ کے گروہ نے یہ اعزاز بخشا تھا۔

پچھلے برس 14 ستمبر کو جب کانفرنس کی تنظیم کے سلسلے میں ممبر گونڈینگین میں طے کیے گئے تو ہم نے طے کیا تھا صدارت کو اس طرح قائم کیا جائے گا کہ ایک ہی شخص بار بار صدر منتخب نہ ہو سکے، اور اس کو "Voron" نظام کے ذریعے ہی منتخب کیا جائے۔ اس میں سو پینتالیس باروں سے، جس کی ذمہ داری ہے کہ 145 اراکان اور ان سرکاری قیادت میں سمیت جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، میں نمائندوں کی میٹنگ بلانے والی ہیں 27 اگست کو، یہ سچو بعد میں انہیں ملاقات کرنی ہے۔ صدارت میں اگلے برس مارچ کی باروں سے، اور یہ مارچ کی باروں پر منحصر ہے کہ نمائندوں کی اسمبلی کا جواں ہو یا کانفرنس بلانی جائے۔ اس کے اگلے برس 1911 میں ڈنمارک کو "Voron" کے تحت سربراہی ملے گی۔ اسی قسم کا طریقہ سویٹزرلینڈ میں استعمال کیا جاتا ہے جب مختلف صوبوں کی امن انجمنیں اپنا مشترکہ سالانہ اجلاس منعقد کرتی ہیں۔ سال بہ سال، باروں کی صدارت ایک ریاست سے دوسری ریاست، نیدرلینڈ (Neuchâtel)، لوزرن (Lucerne)، وغیرہ کو منتقل ہوتی رہتی ہے۔

تین اس کے کہ جنگ کانفرنس کے بارے میں اپنی بات کو آگے بڑھائیں، میں ایک اصول کے بارے میں کچھ کہنا چاہوں گا جو میں نے نہیں بتائی ہے مگر جس کو کسی طور سے نیا ہے۔ یہ لفظ ہے "pacigerance" یا "waging peace" جو "belligerence" یا "waging war" کا متضاد ہے۔ میں نے ان لفظوں کو بھیجیم کے ایک مشہور ادیب بیرن ڈیسکان (Baron Descamps) سے مستعار کیا ہے، جو اس وقت بھیجیم کی حکومت میں سائنس کے وزیر اور فونٹینے کے وزیر ہیں۔ 1898 میں انہوں نے ایک لا جواب کتاب لکھی ہے جس میں ان قانونی اصولوں پر بحث کی ہے نہایت جنگ میں جن کا اطلاق غیر جانبدار اور جانبدار دونوں پر ملتا ہے، وہ جنہیں "pacigerat" و "pacigerance" کہتے ہیں۔ فرانسیسی علم سیاسیات کے مطابق "pacigerat" سے ایک کیفیت یا ایک قانونی حیثیت کا کہا جاتا ہے، جب کہ "pacigerance" ایک عمل کا، ایک موثری کا، کچھ کرنے کا یا کرنا نہ کرنے کا اظہار کرتا ہے۔ بعد میں ڈیسکان نے "pacigerat" کو بعد والے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

میں نے ان سے "pacigerance" کو دوسرے معنوں میں استعمال کرنے کی اجازت ملنے کی ہے۔ جنگ کرنے کے عمل کو ہم سب سمجھتے ہیں مگر "waging peace" کوئی لفظ نہیں ہے بلکہ جان و جھگڑا بنانا نہیں سمجھا جاتا ہے کہ مجھے بغیر غور پر سمجھ جائے گا، اور ہمیں یہ باتوں کو دوسری ریاستوں کے درمیان ہمیں گہرے "waging peace" کی طرف توجہ مبذول کرانی چاہیے، یہ بہت سے طریقوں میں سے ایک طریقہ تھا چاہیے ہم جس کے ذریعے امن کے مقصد کو آگے بڑھاتے ہیں، بالخصوص جنگ کانفرنس کے نتائج کو عمل میں لانے میں۔ مجھے غور ہے کہ کامیابی سے حرکت میں آئے گا۔

ایک عرصے سے ہم جنگ کے فن اور جنگ کی سائنس کے حامل رہے ہیں، جس کا چھوٹی چھوٹی تفصیل میں ارتقا ہوا ہے۔ جنگ و جدال کا بھی حیرت انگیز ارتقا ہوا ہے۔ بعد ہی یہ مزید بلندیوں تک پہنچی



جائیں گے۔ دراصل جب بھی کوئی نیا خیال پیدا ہوتا ہے، مثلاً غبارے کے ذریعے سفر تو جنگ و جدال والے اس پر فوراً قبضہ کر دیتے ہیں۔ دوسری جانب، امن کا سائنسی طور پر استعمال، امن کی صورت، اچھی تک ابتدائی مراحل میں ہے۔ مگر ہم اس کی ترقی کی مثالیں دہی کر سکتے ہیں، درجہ بدرجہ ترقی کی، اور ایک وقت آئے گا جب مخصوص افراد کو اس تحرک کی رہنمائی کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے مامور دیکھ جائے گا۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں جن میں جنگ و ایک یا دو دوسری ہوتی ہیں جن میں سے ایک بحرین معاملات کا وزیر ہوتا ہے۔ اس کی طرح بھی نہ کو ختم نہیں کرنا چاہتا، جب تک کہ بین الاقوامی قانون کا احاطہ نہیں کرے۔ مثلاً بحرین میں جو جانا اہم ان کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ مگر میں قائل ہوں ہوں، اور اس سلسلے میں بحران کی جیت کر رہا ہوں، کہ ایک وقت آئے گا جب کہ بین الاقوامی امن کا وزیر بھی ہو کرے گا اور اس کی نشست وزیر فیکم کی نشست کے ساتھ ہو کرے گی۔

امن کرے میں جو مسائل درپیش ہوتے ہیں ان میں ایک مسئلہ "pacifgerance" ہوتا ہے۔ اس میں پہلے بیان شدہ امر کی طرف واپس جانا چاہتا ہوں، یعنی دونوں کے درمیان معاہدوں کے حصول کی طرف، جن کے ممبر چین نے 17 اکتوبر 1907 میں ہیگ میں بین الاقوامی مذاکرات میں جبری ثالثی کی حمایت میں ووٹ دیا تھا۔

میں ایک اور معاملے کے سلسلے میں بھی بات کرنا چاہتا ہوں، میرے خیال میں، جس کو اور بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ تمام لوگ بعد میں ہونے والے واقعات کے بارے میں جانتے ہیں کہ پچھلے برس غائبیہ بات ہے 23 اپریل کی بحران کی اور بحرین کی طاقتوں کے درمیان ایک مامور "entente" ہوا تھا، جس کے ذریعے انھوں نے کہ وہ دوسرے کے سرکاری مذاقوں کی [ملاقات کی] ضمانت دی تھی لیکن، اس معاہدے میں [سندھوں کی] ایک طے شدہ تعریف بیان کی گئی تھی، یعنی جہاں بحرین شامل تھا ہے وہیں سے [بحرین بلقان شروع ہو جاتا ہے۔ مگر معاہدہ یہ نہیں بتاتا کہ بحرین کہاں ختم ہوتا ہے۔ پس کہ یہ پورا معاملہ عجیب رہتا ہے، [اس لیے] میرے خیال میں بحرین ہوگا کہ ان "entente groups" — بحران والوں اور بحرین بلقان والوں کو سمجھیں کی مثال قریب آج جائے۔ اور [پس] پس قدم اٹھایا ہوگا، اس مقام پر ضرورت ہے کہ معاہدوں میں اپنی ماحول کی تعریف بیان کی جائے فرانسیسی انھیں "canaux interocéaniques" کہتے ہیں [یعنی وہ راستے] جو دو سمندروں کو ملاتے ہیں۔ ان میں Great Belt اور Jutland Sound شامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب اپنی ماحول کا معاہدہ ہو تو ضروری ہے کہ ان کے استعمال کر کے والوں کے حقوق اور فائدہ داریاں، دونوں کو واضح طور پر بیان کیا جائے۔ اس مسئلے کے حل کے لیے منطقی طریقہ استعمال کرتے ہوئے میں کہیں گا: آئیے، ہم ایک اپنی راستے سے ابتدا کرتے ہیں مثلاً Kaiser Wilhelm Canal اور North Sea-Baltic Canal سے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس پر حتمی کنٹرول ہے۔ کہ ہم Lime Bet کی طرف جوت کرتے ہیں تو میرے خیال میں بحری طور پر کہا جائے گا کہ یہ



ڈیٹس اور جرمین دونوں کا ماسکی علاقہ ہے؛ لہذا، جرمنی اور ڈنمارک دونوں کو دھکی ہوا بیگ، مگر اس کے بارے میں کیا جائے۔ اور مٹاؤ کے اعتبار سے بالکل ایسی ہی صورت sound کے معاملے میں پیدا ہوئی ہے۔ مگر sound پیرس، (مخصوصاً لگانے کے سلسلے میں) ۱857ء کے معاہدے کا حصہ بن چکا ہے۔ میرے خیال میں، اس معاہدے کی تشریح اس طرح کی جائے کہ یہ سیاق اور تہیاتی حالات سے متعلق ہے، strategic سے نہیں۔ میرے خیال میں بین الاقوامیت کا غنیمت ہار Blumenschill صحیح ہے جبکہ وہ کہتا ہے کہ جب دو ممالکوں کی سرحدیں کھلے سمندروں پر ختم ہوتی ہیں، جس میں overlapping شامل ملتا ہے تو جنگ کی صورت میں دونوں پر ایک دوسرے کی حمایت کرنا واجب ہوگا۔ یہ معاملہ ڈنمارک کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہوگا، اور sound کے بارے میں اس طرح معاہدے کیے گئے کہ بلقان کے دریاؤں پر برقی طاقتوں کے درمیان جنگ کی صورت میں sound تہیاتی استعمال کے لیے کھڑے ہوگا، مگر جنگ میں شامل طاقتوں کے جنگی جہازوں کے لیے بندرے کا یہی صورت میں جنگی جہازوں کو Great Belt کی طرف میڑ دیا جائے گا، جو بحر احمر میں صرف میڑے جنگی جہازوں کے لیے کھڑے ہوگا sound سے بندرے نے کے لیے چین کا deep بہت زیادہ گہرا ہوگا۔ جنگ کے زمانے میں جہاز منظم جماعت کی طرح چلتے ہیں۔ لہذا Great Belt کا استعمال کوئی قربانی نہیں ہوگا، جو ایک راستہ ہے جس سے، جنگ اور امن دونوں حالات میں، ہر طرح کے جہاز بندرے کے قافلے ہو سکتے ہیں۔ [بلند] بلقان کو اس بھی صورت میں بند علاقہ نہیں ہونا چاہیے۔ دراصل یہ ایسا معاملہ ہے جو تنظیمی مطالعے کا طالب ہے، اس لیے کہ اس میں کئی مازک اور ہم مسائل اچھے ہوئے ہیں۔ میں کسی طرح بھی یہ چھوڑ دیتی نہیں کہنا چاہتا کہ مجھے اس کا جواب مل گیا ہے، مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ میں نے کئی ماہرین سے بات کی ہے اور ان میں نے اس خیال سے اتفاق کیا ہے کہ حالت جنگ میں sound کو تمام جنگی طاقتوں کے جنگی جہازوں کے لیے ممنوع قرار دیا جانا چاہیے تاکہ یہ ایک محفوظ تجارتی آبی راستہ سے اس مرے پر میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ میں نے 1887 میں اس موضوع پر ایک کتاب بھی تحریر کی تھی، جو ڈنمارک کے بحری السروں کے رسالے Journal of Naval Affairs میں شائع ہوا تھا۔ میں نے اسی بارے میں ایک تجویز بھی پیش کی تھی جسے 1905 میں ہونے والی Lucerne Peace Congress میں منظور کر لیا گیا تھا۔ یہ میرے محبوب موضوعات میں سے رہا ہے۔ اس لیے، میں اپنے خیالات کو دہرانے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دوں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات میں یہ ایک معنی خیز موضوع ہے۔ خطرہ اپنی اعتبار سے مازے کو سمجھو اور اقدام سا ہے، مگر ایک بحری سیاسی قوم ہوتے ہوئے، جس کے پاس ایک بڑا تجارتی بحری بیڑا ہے، اس میں دلچسپی لے گا کہ، بلقان کی ایسا بلقان سے باہر کی طاقتوں کے درمیان جنگ کے زمانے میں sound کو جنگی جہازوں کے لیے ممنوع کر دیا جائے گا۔ میں، آخر میں، ایک اور جواب پر بھی بات کرنا چاہوں گا جسے اب اس میں ڈنمارک کی پوریمان نے اٹھایا تھا، مگر جس پر ہم توجہ دی گئی ہے۔ اس کی پوریمان کے ۱۹۱4ء کے مسٹر Sveastup جس کے

فرجناں ہیں، ایک تجویز پیش کی گئی کہ امن کے مقاصد میں ایک خطیر مانا معاہدات کے ذریعے حمایت کی جائے۔ اس وقت بہت کم لوگ تھے جن کا خیال ہے کہ حکومت کی جانب سے امن کے مقاصد کی مالی معاونت نہیں کی جائے چاہیے۔ اس کا کہنا ہوتا تھا کہ امن بین الاقوامی سطح پر توقعات کی خدمت کرتا ہے، وہ توقعات جو ریاست کے اندر کی صورت پر مبنی تھیں۔ اس سے اثر انداز ہوتی ہیں اس حد تک ریاست کو جس کی حمایت کے لیے سرمایہ ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں 1890 میں مادے نے پیش قدمی کی تھی اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کے لیے مندوبین کو سفر خرچہ فراہم کیا تھا۔ کچھ دنوں سے ڈنمارک نے بھی یہی ضمی شروع کر دی ہے۔ مگر اس آخری موقع پر ایک چوتھائی بین الاقوامی مجلس کے گئے تھے۔ وہیں کو اس پر بہت حیرت ہوئی تھی۔ مگر ڈنمارک سے تعلق رکھنے والے کانٹنرل کے موجودہ صدر نیر گارڈ (Neergaard) نے یہی بحث اٹھائی اور انہوں نے کہا تھا کہ جب اس مقصد کی مکمل تفصیل دی جائے گی جس کے لیے یہ سرمایہ فراہم کیا گیا ہے تو وہ کسی تجویز کی مخالفت نہیں کریں گے۔ انہوں نے خاص کر بین الاقوامی مندوبین کے اجتماعات کا حوالہ دیا تھا، ہمارے شامل مندوبین جس کا حصہ ہیں۔ امید ہے کہ یہ معاملہ وہاں بھی زیر بحث آئے گا۔

جس کو میں نے "pacifance" کہا ہے، وہ تمدن کے لیے کی جانے والی بڑی تحریک کا ایک حصہ ہے جو بڑھتے ہوئے وسیع دائرہ پر فروغ پا رہا ہے۔ یہ حاکمیت بذریعہ قانون اور حاکمیت بذریعہ طاقت کے درمیان تمدن کا مقابلہ ہے۔ اس سیاق و سباق میں امن پسندوں امر پر نیا دھڑ بڑھتے ہیں کہ یہ حاکمیت بذریعہ قانون ہی ہے، مگر جس کے لیے لڑ رہے ہیں۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ معاہدے کا فائدہ کا ضیاع ہو جاتا ہے، جب جنگ چھڑ جاتی ہے۔ یہ ایک غمگینی تصور ہے کہ امن پسندوں میں برداشت کا مادہ نہیں ہوتا۔ ہمیں اپنی پوری قوت سے سب کچھ کرنا چاہیے، یہ یقین کرنے کے لیے کہ قانون کا تصور ہی فائدہ مند ہے۔ زیادہ تر، جو امر تصورات میں الجھن پیدا کرتا ہے وہ اس طے شدہ تقسیم ہے، بڑی طاقتوں اور چھوٹی ریاستوں کے درمیان۔ ہم "طاقت" کو ایسی بدست سمجھتے ہیں جس میں بڑی آدمی ہوتی ہے، بہترین تربیت یافتہ، بڑی اور بھاری فوجیں ہوتی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے ایک دانت اور مومے آدمی کو عظیم آدمی سمجھ کر دیا جائے۔ عظیم آدمی سے تیار آدمی مراد ہوتی ہے، ایک آدمی جو اپنی فطری صلاحیتوں، اپنے کردار اور دماغی خصوصیات کے باعث حق دار ہوتا ہے کہ اسے عظیم کہا جائے اور نتیجے کے طور پر جو لوگوں پر حاوی ہونے کی طاقت حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح وہ ہوتا چاہیے کہ جسے ہم ریاست کہتے ہیں۔ وہ حقیقت ایک طاقت ہوتی ہے، اگر وہ تمدن کے فروغ میں ایسا کردار ادا کرے کہ پہلی صف میں شامل ہو جائے اور قانون کے لیے کی جانے والی جنگوں میں ایسی فتوحات کرے جو نام نہاد طاقتوں سے کہیں زیادہ

ہوں۔

میں اپنے معزز مسیحیوں کو مزید بیان دینے کی ہمت نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے بہت سے معاملات پر

بات کی ہے، جس میں سے بہت ایسے تھے جن پر علاحدہ موضوع کی طرح بات کی جانی چاہیے۔ میں آپ حضرات سے معذرت چاہتا ہوں کہ یہ خطاب کسی حد تک جستہ جستہ رہا ہے اس میں تپہ نہیں کر میں نے چنے تین منزل اور تین کام کے، ستارے کے ذریعے ن میں تسلسل کا ایک دھماکا دیا دیکھا ہے، مگر اس سے قطع نظر، میں نے بہ ترتیب خیارات کا اظہار کیا ہے، جنہیں میں تفصیلات کا کردار دلوں گا، جو زیادہ تر تاریخی حیثیت پر تھیں۔ اگر ایسا ہے تو ایک بار پھر ممکنات کی طرف مڑتے ہوئے، میں پروسیا (Prussia) کے ضخیم جرنیل فریڈرک دوم (Frederick II) کے اتحادی دیکھوں گا فرانسیسی تہذیب میں انہماکیوں کے رسیہ نے ایک بار کیا تھا، جو یقیناً کسی اور سبق و سبق میں کہا جاتا تھا، تفصیلات سے جان چھڑنے کی ہوشیاری نہیں تھی چاہیے، کہ ایسے کہ یہ فتح کا بہت زیادہ ہوتا تھا۔

Amez donc ces details: ils ne sont pas sans gloire.

Ce sont les premiers pas menant à la victoire

میں آپ حضرات کی بے پایاں توجہ پر شکر گزار ہوں، اور میرا یہ حکومت کی اس خطاب میں موجود پر انہیں خصوصی طور پر یاد دیتا ہوں۔ اور آخر میں ان لوگوں کا بے حد شکریہ، جن کی ہمدردی آج میں اس مقام پر ایسا وہ ہوں، یعنی، نوٹل کمیٹی اور ان کی پارلیمنٹ۔



## ارنستو مینو دورو مونیتا

لوئی رینو

اعلان تجلیل

ارنستو مینو دورو مونیتا 1838 میں [اطالیہ کے شہر] میلان میں پیدا ہوئے۔ چھ سال کی عمر میں انھوں نے آسٹریا کے خلاف جنگ آزادی میں حصہ لیا اور 1859 میں گاری باندی (Garibaldi) کے فوجی ہیں۔ صدی کے اٹھ دس عسکری سربراہ کی جانب سے شمالی اور جنوبی اطالیہ دونوں میں ہونے والی دونوں جنگوں میں بھی لڑے تھے۔ مگر اس جنگ کے بعد وہ فوج سے ریٹائر ہو گئے، اور اس کے بعد سے خود کو مصافحت کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اپنی عمر کے تیسرے عشرے میں وہ میلان کے اخبار کے ایڈیٹر بن چکے ہو گئے اور 1898 کے بعد سے دورو La Vita Internazionale نامی رسالہ شائع کر رہے ہیں۔

مونیتا 1870 سے بین الاقوامی امن تحریک میں شریک رہے ہیں اور اس میں عاید کے سب سے اہم نمبروں میں سے ہیں۔ 1895 سے یہ Commission of the International Peace Bureau کے رکن ہیں۔ عاید کے پاس میں اپنی نمایاں شخصیت کے باعث انھیں اپنے تصورات و حیثیت کو فروغ دینے کے بہترین مواقع حاصل رہے ہیں۔ خصوصی طور پر مصافحت کے میدان میں ان کا امن کے بارے میں کام ذاتی اور عوامی نوعیت دونوں قسم کی اہم طلاکاتوں پر مشتمل رہا ہے جس کے ذریعے انھوں نے فرانس اور اطالیہ کے درمیان مفاہمت پر بھی کام کیا تھا جو اس وقت شروع ہو تھا جب ان دونوں کے درمیان جدید دور کی دشمنی کا آغاز ہوا تھا۔

1887 میں مونیتا نے Lombard Peace Union کی بنیاد رکھی تھی، جس کے اب دو صدر

تین تینوں نے اٹالیہ میں اس کے سسے میں بہت سے اجتماعات کا اہتمام بھی کرتے اور 1906 میں میلان میں پندرہویں بین الاقوامی امن کانفرنس کی صدارت بھی کی تھی۔

لوئی رینو 1843 میں فرانس کے علاقے Aulun (Salone et Jora) میں پیدا ہوئے اور پچیس برس کی عمر سے بین الاقوامی قانون کے پروفیسر رہے۔ پہلے Dijon میں پورالی کے بعد 1873 میں پاریس میں، جہاں انھوں نے یونیورسٹی میں قانون کے شعبے میں اور Free School of Exact Sciences میں تدریس کی، جہاں سفارتی پیشہ اختیار کرنے کے خواہاں لوگوں اور سفارتی خدمات کے ارکان کو تربیت دی جاتی رہی۔ 1890 سے رینو وزارت امور خارجہ میں legal counselor بن گئے۔

ان کے رینو نے نیا دور نہیں سمجھا، بین الاقوامی قانون پر ان کے کئی مضامین ایک ہی مضمون کے درجے کی صورت میں شائع ہوئے تھے، پورائوں نے بیجاوی رسائل میں بھی لکھا ہے، اپنے ایک ساتھی کی شراکت میں انھوں نے تجارت کے قوانین پر ایک کتابچہ بھی شائع کیا ہے جس کا بہت اثر مل گیا ہے۔ ان کی بنیادی سرگرمی یونیورسٹی میں تدریس رہی ہے۔ ان کانفرنسوں میں بین الاقوامی قانون پڑھانے اور جینٹس کا کیا ہے۔ یہ فرانسیسی وزارت امور خارجہ میں کاؤنسلر رہے تھے اور آخر میں انھوں نے کئی بین الاقوامی جمعیتوں میں فرانسیسی کی نمائندگی بھی کی ہے، جس میں مشاعرے اور قانونی تقریریں، تحقیقاتی کمیٹی کے مضمون پر پاریس میں ہونے والی کانفرنسوں، 1892، 1894، 1900 اور 1904 میں بین الاقوامی شریکی حقوق کے قوانین سے متعلق ہونے والی معاہدوں کی کانفرنسوں، 1906 میں جینیوا میں ہونے والی کانفرنس برائے نظریاتی 1864 جینیوا کنونشن اور 1899، 1907 میں ہیگ میں ہونے والی بین الاقوامی امن کانفرنس شامل ہیں۔

ان تمام کانفرنسوں میں لوئی رینو نے غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ مخاطب کے مطابق یہ اجتماعات کے نام لگا رہے ہیں اور اس طرح انھوں نے نام لگاری کے مسودے اور سفارشات کی تیار کی تھیں، کیے جانے والے معاہدوں اور ان کی ترمیمیں پر ان کا فیصلہ کن اثر رہا ہے۔ 1899 کی ہیگ کانفرنس میں کمیشن کی طرف سے رینو نامہ نگار تھے اور جینیوا کنونشن سے بکری جنگ و جدل تک کے قوانین کے اخذاتی کے سسے میں اور مسودے پر مکمل قانونی کمیٹی میں کام کرتے تھے جس نے کانفرنس کا حتمی قانون تیار کیا تھا۔

ہیگ کی کانفرنس میں رینو کی شمولیت اور بھی زیادہ اہم تھی۔ وہ متعدد رجسٹرڈ مسائل کے ترجمان تھے۔

ترکیوں کو شرمات

بکری جنگ میں جینیوا کنونشن کا اطلاق

بکری جنگ کی صورت میں غیر جانبدار ملک کے حقوق اور ان کی قسے دریاں

با خصوص، آخری دو محادثات دور میں اہمیت اور نہایت مائیک نوپیل کے چل تھیں۔ رینو کانفرنس میں مسودہ تیار کرنے والی کمیٹی کے صدر نکسین بھی اور نوجوان بھی تھے لہذا، نکسین کے حتمی مسودے پر ان کا اثر بہت تھا، مباحث میں ان کے غیر معمولی کردار کی وجہ سے، جو شاید نکسین اور دیگرین سے زیادہ تھا، انھوں نے پورے کانفرنس پر اپنے نشان چھوڑے تھے۔

کانفرنس کے صدر مسٹر نے ن. ن. ڈولف (Naidov) نے رینو کو "حق جس کا رکن" کہا تھا اور ایک موقع پر کہا تھا کہ ان کی اپنی بحث میں تعریف کے الفاظ کم پڑ گئے تھے جس کے ذریعے کانفرنس کے سسے میں رینو کے کام کے حصے کا بیان کیا جاسکتا۔

لوز رینو Institut de France اور Institute of International Law کے رکن تھے۔  
نوپیل کمیشن کے صدر نکسین Jørgen Gunnarsson Lovland کی رہائی

## خطبہ — ارنیستو مونٹالے

### امن اور قانون — اطالوی روایات میں

جب اکتوبر 1907 میں مجھے خوش خبری ملی، ہندوستان میں جس کا اعلان ہوئے والا تھا، کہ تم کو نوپیل امن، تمام دیا جا رہا ہے، تو زندگی کے ہر شعبے کے لوگوں کی جانب سے آنے والے محبت اور احترام کے پیغامات میں تمام اطالویوں کا اطمینان جھلک رہا تھا، با خصوص حالات جب شاہد کوٹا اسکیمول (Vicar Emmanuel) کے پیغام میں، جن کے تاریخی میں مجھے اس عظیم اعزاز کے وسیع جانے پر مبارکباد کے ساتھ کہا گیا تھا "ان [شاہد] کی پرجوش محابش ہے کہ امن کے عظیم مقصد کو فتح نصیب ہو" تمام اعزازات کے ذریعے جو مجھے ملے ہیں اور دعوائی خریدہائے مسرت کے ذریعے جو بند کیے گئے ہیں، اتنے بڑے کہ کوئی بھی جن کی محابش کر سکتا ہے، آپ نے مجھے اپنا مقرب بن کر دیا ہے، کہ وہ اس کی میری زندگی کے چھ سال بہت کم رہ گئے ہیں میں جس میں ہر وہ بیٹھنے والے سے کام کی تجدید شدہ سرگرمی دیکھ سوں، جو میری کمی نہ ختم ہونے والا لشکر بن سکتے۔

میرے ہم وطن لوگوں کو آپ کا انتخاب اس لیے اور بھی پسند آیا ہے کہ وہ ایسے ملک سے آ رہا تھا، جس کی سچائی اور حسن سے، جس کے شہری اطالویوں سے، جس کے شاعروں اور نغمہ نگاروں سے، جیسے اسی (Ibsen) اور بیڈرٹسن (Bjarnson)، اطالیہ میں بھی جنہیں سب سے زیادہ پسند کیا اور پڑھا جاتا ہے، جن سے ان کے کام کے باعث ہم ایک عرصے سے محبت کرتے آئے ہیں۔ میں جیسے وہ لوگ جنہوں نے

پنے حیرت انگیز ملک کی قابل تعریف توانائی اور سجدوں سے پھر پوزندوں کی طرف دنیا کو متوجہ کر رہا تھا۔ یہی  
 چھوٹے لوگ جنہوں نے نئے سرے سے اپنے باہمت اور داجدان والی رنگ (the Vikings) کی یادیں تازہ  
 کر لی تھیں، جو اپنی چھوٹی چھوٹی کشتیوں اور قابل شکست کشتیوں کے ساتھ ٹکا پڑتے تھے، واقعی ایسے  
 جنگجو تھے جو بہادری کی روایت کی صورت زمرہ جاوید ہونے کے رشتے تھے، خاصاً جیسے کہ آپ کے پاس نہیں  
 جنہوں نے اس زمانے میں جب جنگ عزت کا نشان تھی، جلد بہادری اور جنگجوئی سے دنیا کو تیرن کر دیا تھا۔  
 پھر کسی قسم کی چاٹائی کے، مگر تین دنوں کے ساتھ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں کچھ اس کا نظیر کر  
 رہا ہوں دنیا جو آپ کے دور آپ کے ملک کے بارے میں سوچتی ہے (خصوصاً جو میرے ملک کے رہنے  
 والے سوچتے ہیں، اور سب جانتے ہیں کہ میری ملک دو سر کی باہمت اپنے فینے میں ویسے ہی غیر جانب دار اور  
 سچے ہوتے ہیں جیسے آئینہ)۔ تمام تر سنجیدگی کے ساتھ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج، ہمارے  
 زمانے میں، آپ کی شہری زندگی دیکھی ہی تعریف کی حق فار ہے جیسی جنگ، درخواست کے زمانے میں بہادر  
 والی کشتی تھی۔

ایسا اس لیے ہے کہ روزمرہ کی جدوجہد میں گرفتار آپ کی قوم ہمیشہ بدلتی ہوئی حقیقت کا عملی آنکھوں  
 سے سامنا کرتی ہے اور پڑے طریقوں کو رد کر دیتی ہے۔ یہ ان رسد و روایات سے چھٹی نہیں رہتی جن کے  
 ہونے کی اب ضرورت نہیں رہی ہے، یہ نئی اصلاح اور ضروریات کے مطابق مسلسل اپنی تربیت کرتی رہتی  
 ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ کا ملک عالمی امن کے سرول دستے کا حصہ ہے۔ آپ کی پارلیمنٹ  
 (Storting) وہ جہلی پارلیمنٹ تھی جس نے سرکاری طور پر عالمی خلیا کو بقرار رکھا تھا،  
 Interparliamentary Union اور یون میں واقع دفاتر کے لیے حدود مہم رہا یہ سید کیا تھا، اور 1890 کے  
 بعد سے ماورے اور چھوٹے ملکوں کے درمیان ہونے والے معاملوں کے لیے مذاہ کی بہت اہمیت کی تھی۔  
 مزید یہ کہ عالمی امن حاصل ہونے والی آپ کی خود مختاری کی یادیں، جس کے لیے آپ نے شدید مشکلات  
 کے دوران اتنے دنوں کوشش کی تھی، ہمارے ذہن میں آج بھی تازہ ہیں۔ آپ کی خود مختاری، جو غیر ملکی  
 ریوی کے حاصل کی گئی تھی، ایک زمرہ مثاب ہے نیک احکامات اور عقل مندی کی، حاکمیت مدنی و ریوی کے  
 تنظیم کی، اور آپ دونوں کے لیے ہمیشہ باقی رہنے والی تھیں، انی ہے، جنہوں نے اسے حاصل کیا تھا اور ان  
 کے لیے جنہیں نے اسے آپ کو دینے سے انکار نہیں کیا تھا۔

اس پسندی جس طرح آپ نے اس کی وکالت کی ہے، اور جس طرح آپ اس پر عمل کر رہے  
 ہیں، ان کو آف قیادت پرستی کی کھالی میں ڈال کر منان نہیں چاہتی، بلکہ ان کی تنظیم کرنا چاہتی ہے، اور انھیں کے  
 تقاضوں کے مطابق جسے ہی یہ نہیں ہو سکا ہے۔

کوئی قوم بین الاقوامی سہما کی کو جس قدر اپنی ملاعتوں، اپنی نسل، اپنی روایات کی دولت سے  
 مال کرتی ہے، وہی قوم انسان کی خوش حالی کے فروغ میں اس سے زیادہ امداد ہوتا ہے۔

لوراب مجھے اجازت دیجئے کہ میں کچھ الفاظ انگریز نوٹس کو فریج تحسین کے طور پر پیش کروں جس کا آخری عمل، آپ کے درمیان میری اس مقام پر موجودگی کا باعث ہوا ہے۔ انگریز نوٹس اگرچہ سینیڈا تھا، اس نے چاہا تھا کہ امن انعام کے لیے فرد کا انتخاب ماریٹائی پارلمان کے ہاتھوں میں ہو جو جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، مکمل پارلیمنٹ میں جس نے بین الاقوامی ثالثی کے تصور کی حمایت کی تھی۔

نوٹیل نے ہمارے مقصد میں جو خدمت کی تھی وہ اس لیے نوعیت کی تھی، اس لیے کہ اس نے اسے اپنے ایک شخص سے جو سائنس کا آدمی تھا، صنعت کا آدمی تھا، جو ہمیشہ عملی ہدف کی تلاش میں رہتا تھا، جس نے اس فرسوں قول کو رد کر دیا تھا کہ امن ایک ماحولی حصول پناہ ہے، جو جذباتی آدمیوں کے دماغ کو رچھانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

نوٹیل امن امن کی ابتدا نے تقریباً فوراً ہی، تشکیک کے رسیا اور مصنوعی حالتوں کے حضور متنبہ کا لگو ٹھونٹ دیا تھا اور اس کے بعد سے ہماری مشنوں میں ہر جانب سے 'مازہ دار' ان نفس کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہ سیرت دال، صنعت کار، تاجر، بینکار۔ جو سب خواب خوشی میں سوئے ہوئے تھے اب ہمارے مقصد کے ہم درد ہو گئے ہیں۔

ہمارے [امن کے] ادارے کے سامنے جو سب سے بڑی مشکل تھی وہ اس کی ابتدائی میں سامنے آئی تھی۔ ہمارے مکان کو جنھوں نے جنگجو قوم پرستی کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کی بنیاد رکھی تھی، جسے حامی بن سکی اظہار میں پالنا چاہیے تھا، ہمارے دشمن "بے وطن" کہہ کر رہا کر رہے تھے۔

یہ الزام قطعی طور پر بے بنیاد ہے۔ آپ کو امن کے پروپگنڈے کے لیے وقف کروینے سے پہلے، میرے دوست اور میں نے اسی کی جنگ آزادی میں پہلے حصہ لیا تھا، اردو کے درمیان امن اور بھائی بھائی کا رشتہ کرتے ہوئے ہم نے ان تاری سے عظیم قوموں کو شریع کر رہے تھے جنھوں نے ہمارے انقلاب کا منصوبہ بنایا تھا اور اس کے لیے قوموں کو کسایا بھی تھا۔ ان کی طرف ہم نے اپنے ملک کو آزاد کرانے کی اپنی بنیادی ڈیسے داری کا اعلان کر دیا تھا، یہ قول (Immanuel) پر یقین کرتے ہوئے، اگر متحدہ ملی نوع انسان کے عظیم اور عقیدہ ظہور کرتے کرتے کے لیے ضروری ہوگا کہ پہلے تو اصل گوان کی فہرست درجہوں کے اندر بحال کر دی جائے۔

ہمارا انقلاب، عالم حکومت کے خراب لوگوں کے اچانک اٹھ کھڑے ہونے سے، [امن سے] پھٹ نہیں پڑا تھا۔ یہ نتیجہ تھا ایک طویل عرصے اور حلقی ارتقا کا، جو بڑی سہولتوں اور غیر معمولی صفات کے لوگوں، شعرا اور فلسفیوں کا رہا ہوا تھا جو صحیح معنوں میں عوام کے معام ہوتے ہیں۔ آزادی اور حسب الوطنی کے بارے میں بات کرتے ہوئے، ان سب نے ہمیں سکھایا تھا کہ موت کے خطروں سے آنکھیں چارہ سنبھالنے سے آگاہی ملتی ہے، شہر اس کو حفاظت صرف مہذب قوموں کے اعمال کے ذریعے تھاں کے اصولوں پر ثابت قدم رہنے سے ہی ہو سکتی ہے۔



میں دقت میں ایک نو بخت آدمی تھا، جب 1848 میں لومبارڈی (Lombardy) کے دوسرے شہروں کے ساتھ مل کر میدان میں اٹھ اٹھا اور پھر اس کی قومی فرمائشوں سے انکا ماورائے امن اور مہم جوئی کی چٹائیوں کو توڑ کر دینے کے باعث مردم اقتدار حکومت کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ خطرے کی گھنٹی بجی شہر میں ہونے لگی، اور ہم لوگ رکھائیں کھڑی کرنے میں مشغول تھے۔ کئیوں کی آواز میں خوشیوں کی چیخوں کی آمیزش، اور کئیوں سے بھگتی گئی ایموں اور ناعوں کے دھماکے کی آوازیں کے درمیان ہم لڑتے رہے۔ جہاں کس کان میں اور بہ دروازہ چھوڑے، جو "ڈنچ ڈن" کے نام سے مارنے کا حصہ بن گئی تھی، خطرے کی صورت میں ہمارے حواس کی استقامت کا مظاہرہ کیا تھا، وقت اس نے فتح کی صورت میں ان کی فیاضی کا ٹھہار بھی کیا تھا، جو انتقام سے میرا تھی، ان لوگوں کے خلاف بھی جو بدنامی، زنا، پولیس کے سرکارے تھے وہ بہادری سے لڑے تھے مگر مفلس غیر ملکی سے غارت کے بغیر جو نظم و ضبط کے تحت لڑنے پر مجبور تھے۔ ہمارے لڑنے والوں کے لیے کسی طور پر جشن منانے کی ہمت نہ تھی، جو تمہیں کرائیوں نے دشمن کو چاٹک جانی تھا، اور شیر شہرے گئے تھے۔ چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ دشمن کے تمام قیدیوں اور زخمیوں کی قریب سے دیکھ بھال بھی کی تھی۔

ایک دن جب میرے والد اور بھائی موجود نہیں تھے، میں نے اپنے بھائی کی کھڑکی سے میں امریکی فوجیوں کی گولیوں کی بارش میں گرتے دیکھا۔ ظاہر ہو رہا تھا کہ میں اور انھیں قریبی میدان میں لے جایا گیا تھا۔ یہ کھینچے کے بعد پھر میں نے انھیں دیکھا، جب ان میں سے ایک آٹمی ہتھیار لے رہا تھا۔ اسے ہتھکڑیاں لگا کر ایسا لگا جیسے پیر کی رگوں میں خون جگر ہو رہا ہو اور مجھ پر ایک شدید ہتھکڑیاں ہو گئیں۔ میں فوجیوں میں دشمن کو نظر نہیں آتا، مگر ہمارے جیسے لوگوں کے دلوں میں احساسِ عداوت پیدا ہو جاتا ہے، گویا یہ قتل ہمارے ہاتھوں ہی ہوئے ہوں۔ میرے دل میں بھی ان کے خاندانوں کا خیال آیا جو اب مجھے شاید ان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

اسی لمحے مجھے جنگ کا تمام غم اور وحشت نہیں محسوس ہوا جو لوگوں کو ایک دوسرے کے خوف میں ڈال دیتا ہے، جن کے درمیان ایک دوسرے سے دوستی اور مہارت ہونی چاہیے۔ مجھے ہر بار ایسا ہی محسوس ہوا ہے، جب میں اپنی ان آزادی کی جنگوں میں مرنے اور زخمی ہونے والوں کی طرف دیکھتا، میں جن میں شریک ہوتا تھا۔ میں ان کی ایسی ہی طرح محسوس نہیں کر رہا تھا۔ بغاوت کے بعد، فتح کے دوسرے دن، حکومت نے یورپ کے محرم کے نام ایک خط جاری کیا تھا جس میں کہا گیا تھا:

شاہ وہ دن دور نہیں جب تمام قومیں اپنے پرانے جھگڑے بھلا دیں گی اور تمام تنازعات کو ایک طرف رکھتے ہوئے، تجارت اور صنعت کے بندھنوں میں بندھ جائیں، امن اور دوستی سے لطف اٹھاتے ہوئے ایک بین الاقوامی برادری کے پرچم کے تحت جمع ہو جائیں گی۔ ہم [بے چین سے] اس دن کے انتظار میں ہیں۔ ہم

اطالوی آزاد اور خود مختار، برادری کے امن کی اپنے ہاتھوں سے بنائیں گے،  
بلکہ اگر باطنی ہوئیں تو، ان قوموں کے ساتھ مل کر بھی کریں گے، جو ان  
آخریائی سلطنت کا حصہ تھے۔

ہم اس عہد و عیون کے بارے میں سوچتے ہوئے ایک مہذب مودوں طریقے کا فروغ سمجھ سکتے ہیں،  
شروع دنوں سے جوئی فوجی احادی زندگی میں آشکار ہوتا رہا اور جو قانون اور انصاف کے تمام انسانی رشتوں  
میں ہم آہنگی کی اصل بنیاد ہے۔

ایسے ہی تھیں نے Etruscans [قدیم اطالیہ کی ایک تہذیب]، Volscian [قدیم جمہوریت روما  
کے ایک حصے کے لوگ]، Sabines [قدیم اطالیہ لوگ] اور اٹینی لوگوں کی عام رسوم میں قانون کردار کی  
تھا جب 47 شہروں کے مجسٹریٹ Mons Albanus [روم کے جنوب مشرق میں واقع کوہ ایلرز کے سسے]  
میں واقع Temple of Jupiter میں جمع ہوئے تھے۔ ان ابتدائی احادی لوگوں نے آپس میں متحد رہی تھی  
وفاق ترتیب دیے جن کا واحد مقصد تھا کہ ہمسایہ ملک سے ہونے والے حملوں کے، اور شہر کی طرف سے  
مطابقت کے خلاف ایک متحدہ ذمہ وجود ہی تا کر وہ خود ایک دستور کے خلاف عمل نہ کر سکیں۔

وہ تصور جس کا جمہوریہ روما کے عظیم الشان عہد میں فروغ ملا تھا Twelve Tables of the Law  
میں ظاہر ہوئے۔ اگرچہ یہ کم نہ تھا پھر بھی اس میں آدمی کے حقوق کے وعدوں نے دولت مندوں اور غریبوں کے  
درمیان جدوجہد کو ابھارا تھا۔ مفلس کی خواہش تھی کہ اس کو دولت مند افراد کے مساوی حقوق ہیں، درحقیقت  
مند نہیں چاہتے تھے کہ حکومت ان سے ہاتھوں سے بچل جائے، اس لیے کہ وہ مکمل فوجیت کے تناظر میں روم  
کا تابناک مقدرو کیے سکتے تھے۔

یہ ایک آویزش تھی جو مثلاً رومادہ بی بی نہ جگلی بن سکتی تھی۔ اس نے تاشی کے اصول بنائے، خواہم کو  
انگل کا حق دیا اور بد عنوان مجسٹریٹوں کی عیب جوئی کی بدنامی۔ اس آویزش پر شدید وطن دوستی جاری تھی، کہ  
جس نے ان لوگوں کو بہادری اور قربانی کی خبیث کیفیت میں پہنچا دیا، دنیا شاید جس کے پر پہنچے تو سستی نگر  
آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔

چوں کہ اس پر سینیٹ کی نگرانی تھی، جو شہر کے رسوخ و بچیلانے کی خواہش مند تھی، اس لیے روم جمہوری  
ایک جنگجوئی تھی جس کو jus retaliation [سفارت تماموں، اعلان جنگ اور امن کے معاہدوں کے قانون]  
کا بھی کریڈٹ نہیں دیا جانا چاہیے، جس کی ابتدا مکمل اطالوی نسلوں کے رسموں ہوئی تھی، یا خصوصاً Etruscans  
اور Sabines میں، جس کو سیرو (Cicero) مقدس ترین فرق ("sanctissimum jus") کہتا تھا۔

ر قانون صحیح معنوں میں بننے زمانے کا jus gentium [مادہ قانون جو غیر مکمل پر لاگو تھا] تھا جو  
انصاف کی اصل کی اور امن کے بایں ہونے کی اہم تصدیق تھی۔ اگرچہ اس کا کام بنیادی طور پر قانون اور  
رسم سے متعلق تھا، اس کے باوجود اس نے بہت ترقی کی، اس لیے کہ اس نے قانونی طریقہ کار کو قائم کر دیا

تہذیب و مہوہستہ کے دائرہ انتہا سے متعلق قانون کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ مذہبی عالموں کا ایک گروہ اس قانون کا محافظ تھا جس کی ذمہ داری تھی امدان جنگ کا اتحاد بنانا۔ ان کی صیب جوق کرنا جو محام کے قانون کوڑے تھے اور معاہدے کے احرام کے ذریعے امن کو یقینی بنانا۔

Punic Wars [تیسری صدی قبل مسیح] روم میں ہونے والی جنگوں کے بعد جب روم کا تمام مطلق ہو گیا تو اس نے "Collegium Fœderum" [پس مذہبی دنیاؤں کے گروہ] کو غیر ضروری اور زکا روٹ مار دیا۔

میں چوں کہ سمجھ و طاقت نے عالمی مہمت کے راستے کھول دیے تھے اس کے باوجود کہ روم کے سفیروں اور سفیریت کے کام سے نواہیا (Numantia) جیسے شہروں کے ساتھ صلہ کے واقعات سے مرہ نہیں تھے جس نے بہادرانہ مزاحمت کی تھی۔ پہلا وفاق اور احتیاج خود روم کے باشندوں کی طرف سے آیا تھا۔

تدیکم روم کی تاریخ، Livy اور Dionysius کے Hellenistic کے محلی کی احتیاج کے واقعات سے بھری ہوئی ہے جس میں روم کے عام ہونے نے جنگجوئی "ریپبلک" کی پالیسی پر حیا کی مزاحمت کی تھی وہ وہ حقیقت کی طبعی شاعر اور فلسفی ہی تھے جنہوں نے جنگ کو "horrida bella" یا "bella inatribus detestata" [وہ جنگ مائیں جس سے غرت کریں] کا نام دیا تھا۔

میں اس کے بارے میں جا جنگوں کے سلسلے کے ذریعے روم [کی مہمت] دنیا پر حاوی ہو گئی تھی، یہ اس کی شہرت اور شہر کرینے والی نیکیاں تھیں جنہوں نے روم کو اپنی حیثیت برقرار رکھے اور شہریت کی خدمت کرنے کے قابل بنا دیا تھا۔ فوجی دستوں کے عقب میں باجر اور کاشت کار گئے تھے جنہوں نے فتوحات کے وسیع ہونے کے ساتھ ساتھ نئے علاقوں میں مادر ملک کے شہری معیہ رات، یعنی تمام اہل ان، داروں وغیرہ کی شجر کاری کی تھی۔ جب کہ وہ مفتوحہ لوگوں کے کردار اور رسوم میں سے کچھ اپنے اندر شہر کر رہے تھے، روم نے انہیں کچھ اپنے پاس سے بھی دیا تھا، وراسی طرح تمام عہدہ، رہنمائی اور تمدن ایک ہم جنس ثابت کے وجود میں پہنچ کر ایک جانا ہو گئے تھے جو باآخرین کو ممتاز کرنے والے حقد، شہریت، اپنے خود ان لوگ عوام کو ورجہ میں سلطنت روم کی تمام قوموں کو حیا کی گئی۔

یہ اس شہری کی تشریح کرتا ہے جس کے ذریعے مفتوحہ صوبہ شہر اور روم کا حصہ بنائے (Romanize) گئے تھے اور اس امر کی بھی کہ روم کتنا شاندار انداز کا تھا کہ اس کی منہی بحر فوجیں اس کی عظیم لشکر سلطنت کی راہ ہوا آبادی کو آبادی میں رکھے کے قابل تھیں۔ اور اگر کسی جواز کی وجہ سے یہ ہوا کہ بعد کے آئے والے مجاہد بادشاہوں کے ہاتھوں دیا کی فتوحات کو روم کی فتوحات کی شان و شوکت سے منسوب کیا گیا تھا، یہ بھی یاد رکھا جانا چاہیے کہ جب جمہوریت ختم ہو گئی اور سلطنت شروع ہوئی تو روم کی حق جس نے ساری اور فوجی حقیقت کا نظریہ پیش کیا تھا۔

اس نظریے کے ویلیوں میں سے ایک فلسفی اور معلم سیرو تھا، جس نے ایلرینو (Alberico)

(Gentili) اور گروٹی (Grotius) سے بھی پہلے بین الاقوامی قانون کے حجب و مہجے سے سرورہ قسم کی جنگ کے خلاف قہار بشرطے کو دہرایا تو یہ نہ ہو جائے۔

اس نے کہا تھا: "توازن کے دو طریقوں سے حل کیے جاسکتے ہیں: غفلت سے یا طاقت سے ایک طریقہ آؤں گا ہے تو دوسرا درندے کا۔ لوگوں کو طاقت کی صورت میں استغناء کرنی چاہیے جب تک کہ وہ جائے۔" وہ اس طرح کے مقابلے میں زیادہ وسیع تصور کا حامل تھا، جس نے غلامی کا جواز پیش کیا تھا، اور یقین رکھتا تھا کہ یہ دونوں اثر تک موجود رہیں گی۔ سیرو نے کہا تھا: "غلامی کے لہو کے نیچے ایک آؤں سانس لے رہا ہوتا ہے اور محض ایک شے نہیں ہوتا، بلکہ ایک شخص ہوتا ہے جو انجمنیت پر اپنی خدمات پیش کرتا ہے، اور جس کو حق ہوتا ہے، ہر آدمی و سوک کا ہر منصفانہ نتیجہ دے گا۔" وہ چاہتا تھا کہ انصاف کو نظر میں رکھا جائے۔ [اس نے کہا تھا]۔ قانون "نفس ہوتا ہے، منصف اور نظرت کے مطابق" یہ ذمے داریوں کا مددگار ہے اور دھوکے بازی کی ممانعت کرتا ہے: [قانون] روم میں کچھوں استغناء میں کچھ اور نہیں ہو سکتا۔"

اگرچہ اخلاقیات کے میدان میں سیرو اپنے زمانے سے بہت آگے تھا، ان خیالات کو سمجھنے سمجھنے میں ہوا آئند نہیں تھا۔ Epicurean شاعر Lucretius نے دنیائے روم کے بارے میں بلی نظم میں "پیشہ اندازی جنگ و جنگوں کی خوف مانی کا تقابل خردمند کی کی حکیم حکمت سے کیا ہے جو علم کے خاکسار مندر کی بلندوں سے آؤں کے بچہ شمس تنازعات کا تصور کرتا ہے۔ اور جب آگسٹس (Augustus) ان تنازعات کو ختم کر دیتا ہے تو بلند خیالوں کا ایک لشکر ہے، جیسے روم میں (Vergil)، ہورس (Horace)، پلینی (Pliny)، سینیکا (Seneca) اور جبریت کے معتقد زینو (Zeno) کے تمام پیروکار جو امن کی تحریک دیتے کرتے ہیں۔

قوتوں کے مقابلے میں کسی اور نے جنگ کی تاراجی کی اس سے زیادہ وہی شخص تصور پیش نہیں کی ہے۔ اگرچہ وہ بخود اپنے لاطینی جذبے سے سرشار تھا، پھر بھی اس نے روم کے اصل مقصد، دنیا کو امن اور انصاف کے قوانین کی ترقی، کی حمد و ثناء کی تھی۔

امن اور انصاف کے تصورات عیسائیت کا پیش خیمہ تھے جس نے تمام انسانوں کے درمیان برادری کی تبلیغ کرتے ہوئے اپنا مرکز روم میں قائم کیا تھا۔ جب سلطنت بربریت کے حصار کے آگیا تو انسانیت پرستی اور امن کا آؤں اعلیٰ میں پناہ گزین ہوا اور پھر روم سے حمایت کا حامی بنا۔ پھر نے بربریت تک کو تعلیم دینے کی کوشش کی تھی اس نے نائے کے حکم کو سیاسی قانون سمیت کے سامنے رکھ کر یہ تھا: اور اس نے تقریباً ہمیشہ آزاد اور شریک جمہور کی پرورش کی ہے۔ سچا اخلاقی اعتبار کا استعمال کیا تھا۔ اس بین الاقوامی دائرے پر، جسے ہم آج امن کا بھرم تصور کرتے ہیں، یونان کی مہتری کے پائے پائے عظیم نے عمل کیا ہے، جنہوں نے انصاف اور برادری کو سرکاری سے پارٹس کی تھی اور عام آؤں کی آزادی کا دفاع کیا تھا۔ خدا کی دلی مہلت، جس کے درمیان ہمسایہ سکون، مختلف گروہوں یا ایک ہی گروہ کے سیاسی فریقوں کے

دیویان مسلسل جنگیں ہوتی تھیں، مائن ٹھیکر کے لیے مفید تھا کا باعث بھی ہوتی ہے۔ یہ جلد جبر و جود میں آگئے اور جاگیردارانہ معاشرے میں بدلتے چھپے گئے، جن کی شرافت پر ہمارے پچانووں کے حسدوں سے پرے، جنگوں اور لڑائی عام سے فحش یا افامی میں جشن مناتی رہی۔

تھیں جب قسطنطنیہ کے دان دیے جانے کے بعد پاپائے اعظم دنیا بھر میں پھیلنے لگے اور ہجائے عوام کے اخلاقی مفادات کے خلاف اپنے مادی مفادات میں دلچسپی پٹنے لگے تو رفتہ رفتہ ان کے ہاتھوں سے اختیار جانے لگا، معاشرے کے مفاد میں انھوں نے جسے پہلے شہری معاملات کے لیے قابو میں رکھا تھا۔

سلطنت کے آخری دنوں نے ہمارے آزاد شہروں کا فروغ دیکھا، جو وہاں کے بندے جسے کے منہ سے کہہ لیے، عیسائی عوام کے اور ایک نئے جرمین عنصر سے ملنے گئے تھے۔

صوبہ وٹلی کے دوران میں شہر تھے جنھوں نے اطالیہ میں آزادی کی نفع بخش رکھی تھی۔ انھوں نے اپنے باشندوں میں نسائی وقار کے جذبات، ہمارے اور ان کو قائم رکھا، اور انھیں نے شہر فیہ کو پتے تھے چھوڑ کر شہروں و دیہات میں آزاد شہریوں کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور کر کے ان کے ہندوؤں کی سوانحی کی ضمانت دی۔ یہ وہی لوگ تھے، Hanseatic League کی پیدائش سے پہلے سلطنت کے خلاف جن کے حقوق کے دفاع کے لیے لوہارڈیگ کی تشکیلات کی تھی بلکہ یہی تھے وہ لوگ جنھوں نے لیگنو (Legnano) کے مقام پر باربروسا (Barbarossa) کو شکست دینے کے بعد، امن کی خاطر اور کی قانون کی تعمیل کے لیے باربروسا میں شاہی اختیار کو قبول کیا اور پاپائے اعظم انکو ایڈریسٹم کی موجودگی میں کہا تھا: "سمجھئے میں نے جو اطالیہ کے وقار سے متعلق ہے، ہم خود کو اپنی آزادی سے محروم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔ یہ تو ہم نے اپنے باپ و دادا اور بزرگوں سے ورثے میں پائی ہے اور ہم اس سے ہٹی زندگی کے ساتھ ہی دست بردار ہیں گے، ہم غلامی میں رہنے کے مقابلے میں مر جانا پسند کریں گے۔"

مذہبی جذبات سے مستحکم آزاد شہروں سے اسکی عبودیت نے، جس نے شہر کو اپنے لیے ایک سرپرست دینی کی تلاش پر آسایا تھا، اطالیہ میں سمجھوتوں کی ایک پیمائش پیدا کر دی تھی جو سب تجارت، صنعت اور فن و ہنر میں ایسے وقت میں پھل پھول رہی تھیں جب چارپ جاگیرداروں کے چنگل میں پھنس رہا تھا۔ پھر بھی، ایک عاقبت وراور متحدہ لائی ویاست کی تشکیلات ممکن نہیں تھی، اسی لیے کدوئی جانوی شہزادہ اپنے محرم سے معمولی سی بھی حمایت حاصل نہیں کر سکتا تھا، جو قوی عظمت کے کسی بھی نمائندے کے مقابلے میں اپنے شہروں کی آزادی اور مکمل حاکمیت کے بارے میں زیادہ فکر مند رہتے۔

دانتے نے اس تقسیم کے خطرے اور بعد دینی کو حامد اور مخالف ریلو متوں میں پیدا ہونے دیکھا تھا۔ وہ اپنی نظم میں، جرمینل پر عہد کرتے ہوئے ایک لافانی سطر میں کہتا ہے: "جو صورتوں کی داشتہ نہیں تھا" وہ ظالم اور بے رحم فرقوں کا قلام ہو گیا ہے۔

یہ شاہکار جس میں دانتے اپنے نظریے کی بنیادیں چار کرتا ہے اس کے بارے میں، اگر اس کے از

کا رفرنہ جسے کوچھوڑ دو جائے جو اس کے اپنے دن اور راتوں کی باہر الطبیعیات کے مطابق کر رہا ہے، کہہ سکتا ہے کہ وہ حکومت اور انسانی زندگی کو ایک قانون کے تحت پیش کر رہا ہے، اور اس کے لیے وہ چاہتا تھا کہ مملکت کو روم کے حوالے کر دینا چاہیے کہ اس نے اب روم میں وہ خصوصیتیں دیکھی تھیں جو دنیا پر پھر کی کے لیے نہایت سفوفوں تھیں۔

اس نے جب کہ تمدن کا مشہور آدمی کے عقلی امکانات کا استعمال ہوتا ہے، عقلی اس کی طاقت کا چری طرح فروغ ہوا اسی طرح عالمی امن اور قوموں کی اور موانع و روک تھام کا شروع کیا ایک اتفاقی سوانحی بنائے کے مقصد کے لیے لکھو کیا جانا چاہیے۔

ان اہل تصنیف و عقلوں کا عام گنگو میں تو جیسے کہ آپ کو اتفاقی امن کے حصول کے طریقے کا اور اسی کے رتی غصہ ترین فکر اتفاقی کمال کے حصول کا بھی نظر آئے گا۔

میں نے جیتا ویکلی (Piero Belli) اور لیو کوجینیٹی لی (Alberico Gentili) کے بارے میں بات کیوں گا جو جنگ کی حد بندی اور اصولوں کے مطابق کے سلسلے میں گمراہی اس (H. Grotius) کے پیش ترا حصے اور جو تمدن کی خواہشات کے مطابق امن کو قائم کرنے میں بہت آگے نکل گئے تھے۔

[اپنے موضوع سے] اس اتحاد کے نتیجے پر پہنچنے کے لیے، مجھے آج کے اپنے ممتاز زمانہ قانون اور قانون دانوں میں سے ایک کے الفاظ دہرائے کی اجازت دیجیے: "تمام عقیم قانونی سیاسی ریاستوں کو ہمیشہ امن و بہت، اتحاد اور رستگاری کی پہلی کی ضرورت ہے۔"

شہر کی ریاستوں کی آزادی اور حاکمیت اعلیٰ کے نال کے ساتھ یونانی اور رومیوں کے خصوص میں ایک نئے سرے سے پیدا ہونے والی دھچکی رہی ہے اور اس کے ذریعے ہونے والی نتائج ثانیہ نے نہایت سے بڑی اور ہلکائی شان سے تجارت کے ساتھ زمین کی بالائیں اور کچ اور جس کے صلے کو زندگی کا آدش بنا دیا ہے جس نے مائیں قانون اور سماں ممانہ احساس پیدا کرنے کے ذریعے قوموں کی انجمنوں کا راستہ ہموار کیا ہے۔

مگر یہ فی سنا عقلی کن پسند و چون ترک اسلحہ کے ساتھ کہ اٹلیہ کے لیے ممکن ثابت ہوا تھا۔ جس وقت ہمسایہ علاقوں میں فوجیں رکھنے و بڑی بڑی بادشاہتیں مضبوط ہو رہی تھیں، ہر رے ملک کی عام امن پسندی نے ایک بار پھر ہمیں تسلی کے لیے بانگ کھل چھوڑ دیا تھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امیر ترین اور ہمارے جزیہ دہنا کا سب سے خوب صورت علاقہ پیسے؟ مشرق اور اس کے بعد ہسپانیہ کے قبضے میں چلا گیا تھا۔

جوں کہ ہم تواتر حالی کے بارے میں نیا دہکر مند ہیں، اپنے تمام تر خطرات اور اختلافات کے ساتھ آپ اس مرکب و جرات انگیز سمجھیں گے کہ میں نے آپ سے قدیم اٹلیہ اور قدیم ویتلی کی اٹلیہ کے بارے میں باتیں کی ہیں، بجائے اس کے کہ جدید یورپ کے پیچیدہ اہل فطرت کے اندر موجود اس لیے پر بات کی جاتی۔

بہر حال، میں ماضی پر ایک نظر لگانے کے عمل کو بے اثر نہیں سمجھتا، اس لیے کہ یہ ماضی ہی تھا ہمارے انقلاب کے مابقیوں اور اولین نے جس سے فیض اٹھایا تھا۔ پورے دنیا کے لیے ایک نظام قانون کا تصور، یورپ اور امریکا کے امن پسند بچھانے اور موجودہ صدی میں جس کے منشا میں ہے، روم کی تاریخ میں اور ہمارے عقیم مدبرین کے ذہنوں میں مل سکتا ہے۔

بحث پرست اور عیسائی روم قانون نے قومی قانون و قوموں کے قانون کی بنیاد اور سب سے پہلے کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قوم پرستی جس کے نام پر اٹھانے نے خود کو کٹی، بدگمان نہیں ہے، نہ ہی اپنے آپ ہی میں محصور ہے، اور نہ ہی غیر ملکی علاقوں کی ملکیت کا لالچی ہے۔ اس کے برعکس، یہ تمام قوموں سے ہمدردی رکھتا ہے جو آزادی کی فضا میں سانس لیتی ہیں، یہ اس کو تشکر کرتی ہیں۔

جب Giuseppe Mazzini نے طالع ("Giovine Italia") کی بنیاد رکھ چکا، جس کا مقصد طالع کا اتحاد و آزادی تھا، تو اس نے برہمن میں 1834 میں جمہوری اور پلیٹنڈ کے تاریکین وطن کے ساتھ مل کر سب سے پہلے ("Giovine Europa") کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کے ابتدا کر کے بالکل گولہ چلنے والے احکامات کے مطابق، اس کو دینے و شش کی کہ "انسانی سوانحی کی اس طرح عقیم کو جائے کہ یہ مسلسل ارتقاء کے ذریعے مختصر ترین وقت میں قانون خداوندی کو اختیار کرے جو اس پر حکومت کرے۔"

بعد میں، مائینی (Mazzini) نے میڈرڈ رولین (Lodru-Rollin) اور لومبرے فرانسسکی، جمہوریت اور جمہوریت کے تاریکین وطن کے ساتھ مل کر سب سے پہلے اور کیمپ کی بنیاد رکھی۔

مثلاً آپ کو یہ جاننے میں دلچسپی ہو کہ جدید اصطلاحوں کے دیوتا کے رشتہ پارکس میں مائینی (Pasquale Stanislao Mancini) 1852 میں قوموں کے قوانین کے سلسلے میں کسی چیز کی تبلیغ کر رہے تھے، جب وہ تورین (Turin) ہوئی، یعنی میں پرووینس کے عہدے پر فائز تھے۔ انھوں نے کہا تھا، "انسانیت ہی ہمارا گھر ہے، جو ضروری ہے کہ اپنی نوٹ انسان وافر ہمدردی اور صلاحیت کی ایک منفرد عظیم بنائے تاکہ وہ گمراہی کے مقصوم کی ضروریوں کو چھوڑنے کے قابل ہو سکے۔ مگر انسانی دنیا میں ایک عنصر مختلف کا بھی ہوتا ہے، وہ قومیں جن میں آزادی، برکت اور صلاحیت ہوتی ہے، تعلیم یافتہ و برتر، برتر قومیں بن جاتی ہیں، ان کا تمدن روشن بخیل ہو جاتا ہے اور قانون و حکمرانی ایک حقیقت بن جاتی ہے۔"

اس لیے کہ حیات نو اور جدید و قدیم کے بعد بھی، مائینی اور لومبرے قانون دانوں، کورسی (Corai)، بوزاتی (Buzatti) اور پوسکال فیورے (Fiore) سمیت انھوں نے قوموں کے قانون کی حکمت، ان کی تجویز اور تہذیب کرتے رہے، یہ دوسرے نقطوں میں کہا جاسکتا ہے کہ، بین الاقوامی انصاف کے سطح پر اور تمدن کے ارتقاء کی جدوجہد کرتے رہے۔

اب تک قانون دانوں کی طرف سے کی جانے والی امن کی اس عذر دہی کا جواب نہیں آیا ہے، لہذا بین الاقوامی انصاف اب بھی ہماری عالمی کانفرنسوں اور پریسیڈنٹ کے مقام پر شامل ہے۔



مقررہ مندرجہ ملک میں بین الاقوامی قانون میں ترقی پانے کا کریڈٹ اٹھانے کے کتب کو جاتا ہے اس مطالعے سے Institute of International Law کو پیدا نش ہوتی جسے آپ نے اپنی کارکردگی کے ابتدائی دنوں میں نوبل امن انعام سے نوازا تھا۔

مقررہ یہ تو اس بھی مذکورہ کام پر چکا ہے!

بین الاقوامی قانون کی متعلق ترتیب کے بعد سے اور درحقیقت اس وقت بھی وہی ملک میں ایک عالمی کے عدالت کے سامنے اس کی درخواست موجود ہے اٹھانے، اپنے اتحاد کے بعد مثبت قانون سازی میں بھی بین الاقوامی قانون سے متعلق قانون سازی کے اسکو میں تقریباً تمام اصولوں کے حقوق ابتدائی ہے۔ اس قانون سازی نے نہ صرف یہ بلکہ سرکاری کو ویسے ہی شہری حقوق حاصل ہوں گے جیسے کہ اولی شہری کو حاصل تھا بلکہ شہری معاہدات میں، جب وہ اٹھانے میں مشتمل ہوں تو اپنی قوم کے قوانین کا پابند ہوں گے۔ جہاں تک شہری قوانین کا معاملہ ہے، تو اس اہم مسئلے میں ہم اپنے شہریوں اور غیر ملکی باشندوں میں اختلاف منانے میں دوسری قوموں سے آگے بڑھ گئے ہیں اور اس طرح ہم نے اپنے قانون میں کسی کے حقوق سے متعلق اپنے نظریے کی بنیاد رکھ دی ہے۔ یہ نظریہ عمل میں لایا جا چکا ہے، اور اس کا اظہار اس حقیقت سے ہوا ہے کہ اٹھانے نے، دوسری ہونے قوموں کی طرح اپنے ملک کے تعزیراتی قوانین میں سے مزے موت کو حذف کر دیا ہے۔

یہ واضح ہے کہ بین الاقوامی قانون کے کمال کے لیے اٹھانے مسلسل ترقی کے لیے بہترین ماحول پیش کرتا ہے اور جو جو ملک کے قانون کو بین الاقوامی ماحول سے ملتا ہے۔

یہ محب وطن خودمختار نہیں جس نے مجھے ان حقوق کو پیش کرنے پر اسلوا ہوا ہے اس لیے کہ اس دن جب ایک بین الاقوامی پریس قوموں کے عداوتی اتحاد کا عدالت کرتا ہے، جس کے بعد اس سے منسلک ترکہ اطمینان ہوتا ہے، اسی پندوں کو جس دن کا انکار تھا، تو میں سمجھتا ہوں کہ تمام قومیں، مارے سے لے کر روس تک، انگلستان اور فرانس، سب یہ ثابت کریں گے کہ انھوں نے کسی نہ کسی طرح اس عظیم واقعے میں اپنا حصہ لیا ہے۔

مگر میں یہ دیکھنے کے لیے کہ ہمارے پیسے معنی میں سے کارڈی یہ نہیں سمجھا ہے کہ نہ صرف اپنے حقوق کا جس کرنے کے لیے، بلکہ دوسری قوموں کے لیے اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے، ہا یہ کو دوسرے جنم سے نما پڑے گا۔

ہر قسم سے، دوسری قوموں کی طرح اٹھانے کو بھی، مسکوں کی شد و ضرورت پر مجبور ہونا پڑا ہے، وقت گزرنے کے ساتھ جس میں اضافہ بھی سما پڑے گا، اس لیے کہ دنیا کے موجودہ حالات میں امن کے تحفظ کے لیے ان کو ضرورت سمجھا جاتا ہے۔

عدالت حیرت انگیز طور پر اتنے مناسب ہیں کہ ہم اپنے اتحادیوں کو بھی ایک دوسرے کے خلاف



قلعہ بندی اور اسلحہ بندی کرتے دیکھتے ہیں، مگر ہم اس کے لیے احاطہ کو مورد الزام نہیں تسلیم کیے۔  
یہ جاننے کے لیے کہ احاطہ کی راجہ جنگ کے خیال کے خلاف ہے جس بہت ہی مثالیں پیش کر سکتا  
ہوں مگر صرف دو جو سب سے زیادہ خوش گھٹا رہیں موزوں ہوں گی۔

1865 میں حکومت کے رہنما جنرل لا مارمورا (La Marmora) نے جو قدیم Piedmontese  
مسلکیت کی پیداوار تھا، ویٹا کی عدالت میں ٹریڈوں کے عوض دیا گیا سے دست برداری کے لیے خط  
خاکرات کیے تھے یہ مذاکرات بتدائی درجے سے آگے نہیں جا سکے تھے مگر اس میں مارمورائی کوئی خٹ  
نہیں تھی۔

دوسری مثال اس بھی زیادہ مثالی تھی۔

گاریبالڈی نے جو ریٹن جو مرقاٹاں اور مسکری شہادت کی سب سے اعلیٰ تجسیم تھی، 1860 کے ستمبر  
کے آخر میں وائرٹو (Volturno) کی جنگ جیت لی تھی، اور اس کے، گلے دن ہی اس نے جنوبی اطالیہ کے  
آمرکی حیثیت میں یورپ کی طاقتوں کو جنگ اور اسلحہ بندی کو ختم کر دیا اور یورپ کو متحدہ یورپ میں تبدیل  
کرنے کا بیڑا بھیجا تھا۔

اسی ہاتھ سے، جو چند دن پہلے آزادی کی خواہش رہا تھا، اس نے لکھا تھا: ”جنگ کرتے وقت ہم اس  
قدیم وحشی انسان سے کچھ کم ہی مختلف ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کا شکار نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے کو قتل  
کر دیا کرتے تھے۔ ہم مسلسل ایک دوسرے کو زور دے چکا ہے جس میں اپنی زندگی صرف کر دیتے ہیں، جب کہ  
یورپ کی بڑی اکثرت، نہ صرف غصہ و کرم و لے بلکہ تمام بوٹس مند ہوگ، یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اس جنگی  
خوف اور وہ بھی دشمنی کے بغیر بھی جو قوموں پر تھوپی گئی ہے بنی نوٹ سناتے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے  
مرد سے اور صفائی سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے جس کے بغیر بھی ہم بہت آسانی سے اپنی زندگی گزار سکتے  
تھا۔“

اس نے [پنا پیلام] ختم کیا، اس امید کے ساتھ کہ فرانس اور انگلستان، اپنی پرانی رقابتوں کو ایک  
طرف رکھ کر جمہوریہ ریاستوں کا یورپ بنائیں گے جس میں دوسری قومیں بھی جدیدی ٹریک ہو جائیں گی۔  
یہ ملتا ہے کہ گاریبالڈی کی فرانس اور انگلستان کے اتحاد کی امیدیں جس کامرگزہ ایک یورپی  
ستفیدہ ریشٹن پیدا کر سکتا ہو پوری ہو گئی ہوں۔ یہ تو مستقبل ہی بتائے گا کہ دوسری قومیں اس میں شامل ہوں گی  
بھی یا نہیں۔

بلند ترین آدرش کی تجسیم جسے اس نے ہمیشہ محراب رکھی تھا، تمام لوگوں کی آزادی کے لیے سبزیوں  
درمیان میں لڑتے ہوئے، 1870 میں گاریبالڈی، باجوہ کی سبیلین ٹیم (Nice) کو فرانس کے علاقہ اقدار  
میں قتل کی تکلیف کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرانس کی مدد کو پہنچے جسے یورپ نے تباہ چھوڑ دیا تھا۔  
در چند ہی گھنٹوں کے بعد اس نے جنیوا میں پہلی Congress for Peace and Liberty میں شرکت کی،

جس کا ان لفظوں سے اسی نے انتہا کیا تھا: "تمام قومیں ایک دوسرے کی بہنیں ہیں اور ان کے درمیان جنگ ناقابل تصور ہے۔ ہر لوگ دوسرے کو ایک کے باشندے، دوسرے ملکوں کے لوگ اظہار کے باشندے پر ہے وہ وہاں ہمیں جس تک پہنچنا چاہیے۔"

یہ وہی جذبات ہیں اٹالوی لوگوں نے انقلاب کے دنوں کے لحاظ میں جن کا اظہار کیا تھا، مگر میں بے ایمانی کروں گا کہ یہ دھوکے نبھوں کہ یہ عام دنوں میں ہمارے ہم وطن سچائی کی اکثریت میں سے ہیں۔ اگر ایسا ہی معاملہ ہوتا تو ہماری امن پسندی کا پورا پورا ثبوت بھی ضروری ہوتا اور نہ کبھی ضروری ہوتا۔

اس کے برعکس، چوں کہ ریپبلکن نے، جو اتفاقاً سطح پر بنا اور پسند کیا جاتا ہے، خود بہت سے موقعوں پر کہا ہے کہ اس نے ہمیشہ اتفاق سے کسب کیا ہے "عظیم خصوصیت اور عانی حوصلہ دہن عوام سے" کہ اس میں محب وطن افراد کی ایک نسل اٹھی تھی جس نے، وہ کی ناقابل و پس چمک دکھ کا خواب دیکھتے ہوئے، اظہار کیسے دے دے کی عسکریت حالت دیکھنا چاہا تھا، بجائے اس کے کہ اسے یہ آزادی و رزاقی کے معاملے میں ایک غیر معمولی قوم ہے۔

سب سے پہلے تو ان کی خوشامیسی ہوئی گر لی چیٹو (Ticino) کے صوبے کو زیرِ دقت اپنے ساتھ لے لیا جائے اس کے بعد انھوں نے اپنی نظریں اٹھیں جو پانی سلفیت پر گاڑ دی ہوئی، جن کے سکے کی داخلہ ان کی ان کی کے ہاں ہوئی تھی۔

فرانس کی حکومت کے، اس یقین دہانی کے باوجود کہ وہ ایسا نہیں کرے گی، یقین میں داخلے سے ان وطن پرستوں کو یقین ہو گیا تھا کہ جرمنی کی مدد سے وہ فرانس کے خلاف جنگ کر سکتے ہیں اور اس سے انھیں اور کورسیکا (Corsica) کو بچھین سکتے ہیں۔

اسی مرحلہ تھا جس پر ہم، گاریبالدی کے سابق تابعین نے دوسری جماعتوں کے محب وطن لوگوں کے ساتھ مل کر، جو صوبہ فرانس کے خدمت میں، Lombard Union of Peace کی تشکیل کی تاکہ فرانس سے خوف کے پاگل پن کا مقابلہ کیا جائے۔

ما تفاق کے نتیجے میں: والوں کی قاسمانہ تہذیبوں سے پردہ اٹھانے، فرانس کے لیے اظہار کے تشکر کی یادوں کو طہرہ زندہ کرنے، کانفرنس کرنے اور ان شہزادوں میں جہاں ان کی زیادہ ضرورت ہو سکتی ہے، پورا پورا تشکر کیسیاں بتانے سے ہم اسی وقت کی حکومت کو بخیر گزرنے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ ان اخباروں کو خاموش کرے جو اظہار فرانس کے درمیان نفرت کی تبلیغ پیدا کرنے چاہتے ہوئے ہیں۔

آپ لوگ ہمارے کام کے نتیجے سے وقف ہیں۔ یہ سوں سے اظہار میں فرانس کے خوف کا کوئی سراٹ نہیں لگا رہا اور ہمارے مہربان ہمنائے سے ہماری سرگرم دہتی ہو گئی ہے۔ پچھلے جون ہمارے پاس میلان اور مبراڈی کی آزادی کی چھ سو سو سالگرد کا وسیع شہوت موجود تھا۔ یوکرین، میدان اور خیمہ بھڑکتے ہوئے جھوم سے پورے سیاسی واقعات اور بہادری کے بڑے کام کی ان یادوں سے ہر مہرے تھے جنہوں نے

ہمارے ملک کو آزاد کرانا تھا۔ سب سے زیادہ گرم جوش اور متفقہ مظاہرے یہ تھے جو فرانسیسیوں کی فوج کو سلام کر رہے تھے ان میں سے کئی بہادر نائنہ دے سم میں سے تھے۔ 1858 کی یادگار تحریک کی بھی ضامنہ امداد کے لیے جس نے ہمیں نجات دلانے میں اتنا بڑا اصرار کیا تھا۔

ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو نصف صدی کے غیر معمولی اور بد قسمت واقعات کے بعد، دوسری قوموں سے حاصل ہونے والے فوائد کی دل کی کیرانیوں سے ستائش کرنے والے اجداد کو جھٹکتے ہیں اور مدعو جن کی قسے دریاں تان دوسری قوموں کی موسیقی سے وابستہ رکھتی ہیں۔

اگرچہ آئین دوسری قوموں کی یہ سوسائٹی علی سیاسی وجود سے برتر ہے، [غیر] اصول یہ موجود ہے۔ ہم نے صدیوں کو اس وقت آگیا کیا تھا جب، تہذیبوں کے، رے جس میں میسین (Massina)، ریگیو (Reggio) اور گلابریا (Galabria) اور سیلی (Sicily) کے کئی دیہاتوں کو ہلکے، دنیا بھر سے محبت اور فوری امداد کی فراہمی سے ان کے دلوں کو جھٹکا گیا تھا۔

اسی ہوئی ہے انسانی انسان کی روح کی آواز جو مصیبت کے وقت، بدستوں کی مصیبتوں کے تحت بنائی ہوئی مصیبتی رکاوٹ کو نظر نہ کر سوجی ہے اور انسان کی نیرم دیں اور شہر کی گہائی دیتی ہے۔

اور اپنے جوش کیسے کے دوران ہم نے اس عظیم جذبہ منہم اور علی بھدروں کو بھلایا نہیں تھا جو دوسری مذہب قوموں کی طرح آپ کے فراخ دل ملک ماروے کی طرف سے بھیجا گیا تھا۔

”میں نے“ (Mille) کے خلیفہ شامریا (Alkha) نے عہد بائبل دوم کی موجودگی میں اپنے خیال کے اظہار سے اس عظیم واقعے کی ستائش کی تھی جو اس وقت دوران بھی ہمارے عوام اور حکومت کے دلوں میں سب سے بڑا حیثیت رکھتا ہے: اس نے یہ کہہ کر اپنی تقریر ختم کی تھی کہ ”اس کے بھائی کو چار کرنے کے لیے جو تارنگ اور یورپ میں اس کی حیثیت نے اس پر عائد کیا تھا، طایہ ثابت قدمی سے کھڑا ہوا ہے۔ طایہ کے بڑھ چکی سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں کوئی جماعت نہیں جو جنگ چاہتی ہو۔ پھر بھی، ہم میں، بدشعور ہمارے فوج میں روئے کی کوئی نہیں، جو واقعی جنگ کی چاہاں نہیں، اگرچہ آئی تو افسوس نہیں کرے گی، انہیں امید ہے کہ فتح کا تاج، حانیہ واس کی آزادی کے وقت جس سے محروم رکھا گیا تھا، جس کے لیے اس کے عوام (نہ کہ باقاعدہ اعلیٰ فوج) کے جتنے ترے تھے وہ آج قوم کی حیثیت سے اٹھائے گئے، نئے پرانے ملک ہے۔ اس خیال کو، جو ہمارے چند ہم وطنوں کے دلوں میں جا گزیں ہے، ہم سب نے زور دیا ہے، جن کے دلوں میں انسانی جذبات موجزن ہیں اور جسے ہم تمام مذہب ملک کی مانجی نے بھنپا ہے، جو غصہ ہیں، خوش حال ہیں اور عزت ہیں، اس حقیقت کے باوجود کہ اس کی عسکری یا دواشتوں میں فتوحات کم اور شکستیں زیادہ تھیں۔“

جب اپنے عوام کی تنگی اور افواج کی بھادری کے باعث، چند برسوں کے اندر کوئی ملک اپنی تمام خصوصیات کو مار چکا ہے جنہوں نے اس کو غلام بنایا ہے اور تکیہ کیا ہے، ایک نئے جنم کے حصول کے لیے، جو

اسے یک ہمدی میں دوسری قوموں سے آگے لے جاتا ہے، تب، ترکوں کے خوف بھائی بغاوت کے بدوہ، یورپ یا امریکا میں قومی آزادی کی جنگ ہوتی ہے جس میں اطالویوں نے آزادی کی طرف سے لڑتے ہوئے اپنے حسرت پر ادنیٰ کا مظاہرہ نہیں کیا ہے، جب تنظیم کی کمی اور سپہ سالاروں افواج کی قلیوں کے باعث، ہرے سپہ سالاروں کی بہادری جن ٹرائیڈ میں قابل ذکر رہی ہے، ہم جنہیں بارگئے تھے، جیسے جیٹا (Jena) میں پروسٹی، اور 1870-1871ء (پانس اپوشیا) جنگ میں فرانسیسی جب کسی تمام باتیں درست ہوں، تب جنگوں کی ضرورت نہیں رہتی، دنیا کو یہ دکھانے کے لیے اگر ہماری آزادی اور، راقومی ہتار ایک بار خطرے میں ہو تو ہم سے عموماً اور ہماری فوج چلتی ہے کہ آخری وقت تک پانڈس کس طرف ادا کیا جاتا ہے۔ لیکن، یہ جنگ کی مثال نہیں، اس لیے یا کسی اور ملک کو جس کی غرضیں مل چاہیے۔

یہ جان کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ وہ امن جو کئی برسوں سے یورپ پر غالب ہے، صرف اسی طرح قائم رہا جاسکتا ہے کہ اسلحہ بندی پر عملی جائے، جس کا اقتصادی و جیومیٹری کو پوری طرح اور آزادی سے تعلق کرنے سے رہتا ہے، اور افسوس کہ یہ امن اسی شرط پر قائم ہے کہ بہت سے سنجیدہ سالوں کو نظر انداز کر دیا جائے کسی حالت جو چند بے کار عذر داریوں کے بعد، طاقت کے غلط استعمال کی اجازت دے دیتی ہے، جو ممکن نہ ہوتی اگر قانون کی حکمرانی ہوتی۔

ایسا کوئی بھی سمجھ دہ راہی نہیں جو اسی حالت کے خطرات کو نہیں دیکھ سکتا، یا اس آگ کے خیال سے کہ پانڈس اٹھے گا جو ہمارا متحد ہوگی، اگر آج ہم نے ان کا علاقہ خش کرنے میں نہ دو دیا کر دی۔

بہت ضروری ہے کہ تیج کی اور محبت کی کچھ شجاعتیں ان تین چار لوگوں پر بھی پڑیں جو امن اور جنگ کے درمیان فیصلے کرتے ہیں، تاکہ وہ یورپ کی موجودہ جنگ بندی کو انحراف و رنجوش جانی سے محفوظ امن سے بدل دیں۔

جس دن روسی سلطنت کے چانسلر مورایوف (Muraviev) نے زرنکووس کی طرف سے طاقتوں کو ترک اسلحہ جات اور امن پر غور کرنے والی کانفرنس میں شرکت کا پیشگی مراسلہ بھیجا تھا، میں یقین ہوتا تھا کہ اتفاق سلام کا عظیم دن قریب آچکا ہے۔

انگلستان، جرمنی، روس کے بادشاہوں اور فرانسیسی جمہوریہ کے صدر کے حالیہ دورے جرمنی اور فرانس کے درمیان اکثر کی جانے والی مسابقتی کوشش، اور انگلستان اور جرمنی کے درمیان دوستی کے اظہار نے شہادت اور دشمنی کے بادلوں کو بند کر دیا ہے جو کثیر و بیشتر دونوں ملکوں کے درمیان غیر محبت مند بدگمانیاں پیدا کرتے رہے۔ قلمیہ صوبہ عربیہ اہل سلامت کی جانب سے نیک نیتوں کے اظہار سے ویج تھا اور ساتھ ہی ساتھ امید لگائے دیکھنے میں ہماری ہمت افزائی بھی کرتے ہیں۔ میں تقریباً فوراً ہی قوم پرستی کے سیاہ مغرور اور اشتعال انگیز نگہ کرنے، پانڈس سر بلند کیا، اور امن کی جانب جانے والا وہ میدان جو ہمارے خیال میں ہم نے مرکز کیا تھا، ایک بار پھر ہمارے ہاتھ سے جاتا معلوم ہو رہا ہے۔

کیا جیوشی ایسا ہوتا رہے گا؟ کیا جیوشی کا پسے سے تیار ہوا دن کبھی نہیں آئے گا، وہ دن جب کوئی قوم دوسری قوم کے خلاف کبھی اس طرح نہیں اٹھائے گی، جب ناز سے اور تھوڑی سی نل میں تبدیل کر دی جائے گی؟ کیا یہ سب کچھ ہے کارگیا ہے کہ یسوع مسیح اس دنیا میں امن اور خوش حالی کا پرچم بلند کرنے کے لیے آئے، اور انہوں نے عیسائیت پر اس لیے جان دی کہ ایک دن تو انسان ایک دوسرے کو بھائی سمجھیں؟

فرما انقادیہ فرانس پر غور کیجیے جسے امن، مساوات اور برائی اور اقوام و شتوں میں بھائی چارے کی شروعات کا باعث ہوا تھا، ان کے بجائے انسانی حقوق کے اعلان کے دو برس بعد ہی جنگ کے طوفانی ہمنوا چلتے گئے، جیسے ایلا (Amia) [موسیٰ عدوئے دولگا کے خانہ بدوش (HUNZ) کا سردار] سے پسے دنیا میں دیکھے نہیں گئے تھے اس حقیقت پر غور کیجیے کہ Society of the Friends of Peace کی فرانس میں بنیاد پڑنے کے دو برس بعد ہی، الی، اب نئے مدیرین نے اور جرمنی اور فرانس کے تمام مزدوروں نے جس کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا تھا، فرانس اور جرمنی کے درمیان جنگ پھوٹ پڑی، جو صرف فرانس کے لیے ہی نہیں، پورے یورپ میں امن کے مقاصد کے لیے تھوڑی سی تھی۔ اور پھر یہ دیکھیے کہ ہمارے ممتاز ماہر فریڈرک فوئی کو رے وہنگان نے منتخب نہیں کیا تھا ہوتا یہ اس لیے کہ ان سے بین الاقوامی امن کے سرگرم پیامبر ہونے کا تاواہم زد ہو سکتا تھا۔ اس پر بھی غور کیجیے کہ ہمارے سب سے بڑے امن پسندوں میں سے کسی ایک کہ جی خارجہ پالیسی کی ماہرانی کے خاطر حکومت کی ممبرانہ کے لیے کبھی طلب نہیں کیا گیا۔ یہ بھی دیکھیے کہ پاپائے اعظم، جسے دئے ٹیچن پریسبیٹریکس کا دنیاوی پادری کہا جاتا ہے، خداوند چھان جانے پر سچپان میں خود کو وٹیکن (Vatican) قیدی بناتا ہے، جب اس کی آواز عیسائیت سے لگی محبت اور مشکل میں ہر آدمی سے بلند ہوتی چاہیے تھی تا کہ جنگ کو ابتدا ہی میں روک دیا جاتا، جو بلند نہیں کی گئی تھی، یا، اگر بھلی تو دیر سے ہوتی تھی، یا بہت کمزور تھی، اسی طرح جیوشی گران کے عالیہ ساجھین کی آوازیں نہیں۔ چند استثنائے مہتمم اس پر بھی غور کرنے کا کل ہے کہ شعرا جنگ اور انقلاب عام کی تحریکوں کے عیت کا شہرت اور مقبولیت حاصل کرتے ہیں، اور پھر اس پر بھی غور کیجیے کہ اسٹارٹ تریں ٹھیکیاں کس طرح ہمیشہ قونی پرچم کے ساتھ ہی نکلتی ہوتی ہیں، جب کہ عظم سرف دشمن سے منصوب کیا جاتا ہے تا کہ قوموں کے درمیان دشمنی اور بدتمانی بقی رہے۔ ان سب باتوں پر غور کرتے ہوئے میں آپ سب کے سامنے اعتراف کر رہا ہوں کہ مجھے بھی، یوٹی کے محلات کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور سوچ رہا ہوں کہ میرا خیال، میں جس پر کلائم ہیں اور جن پر ہم میں نے اپنا وقت اور بھٹی توہانیوں صرف کی تھیں صرف میرے دماغ کے لیے نہیں، ماس صود کی پونڈیلا یا ہمارے اپنے Campanella's City of the Sun کا سراپ تو نہیں تھا۔

مگر۔ تو ہمیں جانب ہونے والے عیالت شتہ اور جدیدی میں اپنے آپ سے کہہ رہا تھا کہ اگر مستقبل کے امن اور اتحاد کے لیے کیا جائے، تو ہمارے تمام قومیں اور انسانوں کی مسلسل ترقی اور بارگور اور فائدہ مند محنت وغیرہ، صرف ایک مرب سب تھا تو یہ ایسا خدا داہرا اب تھا جو اس حیات کو زندہ رہنے پر اس کے

لیے جان دے دینے کے قابل بنانا ہے۔

مگر یہ میرا آپ نہیں۔ میں نے اسے اپنے انحراف کی گہرائیوں میں محسوس کیا ہے، اور ساقی رفا کی تاریخ و روزِ مزہ کے تجربے نے میرے لیے اس کی تصدیق کی ہے۔ وہ مناسب خیانت جو نیک لوگوں کے ضمیر میں جھک پڑے ہیں، مرتے نہیں، یہ حقیقتیں اور میوڑا عاقبتیں ہوتی ہیں، مگر یہ رفا اس حد تک ایسی ہوتی ہیں کہ وہ جو ان سے واقف ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان کا اظہار کس طرح کیا جانا ہے۔ یہ ہم پر اور اس کے بعد ہمارے اپنے قیامے اور ہماری ثابت قدمی پر منحصر ہوتا ہے کہ امن کا خیال مقام کی آگاہی میں جھک پا بھی رہا ہے یا نہیں، جب تک کہ یہ تمام لوگوں کے ضمیر میں ترقی نہیں کرنے لگتا۔

پہلے ہی سے، ہمارے خیال کے مطابق، امن بہت سی حقیقتیں جو بہت چھٹی طرح و پنج سر دی ہیں، وہ یہ ہے کہ آفاقی امن بہت دور کے مستقبل کی بات ہے، اور دوسروں کی زمین کے لیے لوگوں کے دلچسپی کے پیش نظر کمزور نمائندہ طاقت و زور تک ہے، بھروسہ نہیں کر سکتے۔

”اٹھارہ سو دھڑک رکھو اور اپنے غلاف کے لیے تیار ہو گئے“ [پیغام] طایفہ کے لیے بھی ہے اور دوسروں کے لیے بھی، جس کی اس وقت شد ضرورت ہے۔

مجھے یقینی نہیں کہ اس وقت یورپ میں ایسی ایک بھی حکومت ہے جو جنگ کی تیاری کر رہی ہو، مگر وہ وقت آ سکتا ہے کہ جو کسی کے دوسرے میں سوچا گئی نہ رہے ہوں، حالات نے باعثِ غم و دو جنگ میں مبتلا پا لیں گے۔ ہمارے سامنے اس کی مثال ہے 1870 کے فرانس کی، جب جنگ سے ایک ماہ قبل، کسی کوشش نے بھی نہیں تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے مگر جب اس کی ابتدا ہو گئی تو کسی کو یقین نہیں تھا کہ اس کو دیکھا جیسے ہوا۔

مگر ایک بات یقینی ہے: آج کے اتحادِ جنگ کے لیے نہیں، امن کے لیے ہیں۔ اس کا ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے کہ اتحاد میں شامل قوموں کے احتیاج اور شکایت کے بغیر، کسی ایک اتحاد میں شامل قوم دوسرے اتحاد میں شامل قوم سے دوستانہ تعلقات قائم کر سکتی ہے۔

یقیناً ایسے بہت سے لوگ ہیں جو پرانی بدگمانیوں کے زہر اثر متحمل انسان کے بھیڑ میں ایک وحشی کو چھپائے مسجے ہیں، جو سرِ غیر ملکی کو ایک دشمن کی صورت اور جنگ کو ایک جتنے تیار کے طور دیکھتے ہیں۔ اب یہ امن پسندوں کا کام ہے کہ وہ لوگوں پر یہ دشمنی کے کہ حقیقت میں جنگ میں یہ کچھ ہوتا ہے، دنیا کے سامنے [اس واقعہ و ہتھیاروں کو محولی پر پیش کریں] ایک فتح کے لیے ہر قسمت ہر شدوں کو کہتے آئیں، کتنا خون اور کتنا شعور برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اس دوران، یورپ کی کیفیت اتنی الجھی ہوئی ہے، بہت سی قوموں کے درمیان کی پرانی تھپیں اب بھی باقی ہیں، کہ وہی بھی مستقبل کی ضمانت نہیں دے سکتا۔

لیکن، یہ بہت حیرت کی بات ہے کہ سائنس دان موادوں کی مزاحمت پر قابو پا چکے ہیں اور مصنوعی پڑوس کے ذریعے بیوقوف کو جبر کرنا پھاراستہ بنا چکے ہیں، مگر ان کے ترقی پسندہ نفس میں سے۔ جو بہت سے

میں سے موجود ہیں اس کو بھی نہیں ہے جو شیطانی جذبات کی مزاحمتوں اور سات دشمن منافات پر قائم پائے  
کا طریقہ ہی دیکھ کر نئے جو قوموں کو، امن، انصاف اور خوش حالی کے مشن کے ہدف کی طرف مائل ہو کر پیش قدمی کو  
روکنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

مجھے علم نہیں کہ بڑی طاقتوں کی حکومتیں آج تک، بلکہ میں اپنی کمزوریوں، مایوسیوں اور پیش نظر  
خطرات سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرنے کے لیے کیا کریں گی۔

مندی میں اس سے زیادہ پیش رفتی کر سکتے ہوں کہ خود ہمارے اپنے ملک میں کون سی حکومت اور کون سی  
پالیسی مختلف نوعیت کا پارلیمانی نظام بنانے کے لیے نگرانی میں اس بات کا یقین ضرور رکھتا ہوں کہ میں اپنے عوام  
کی قوتوں سے اچھی طرح واقف ہوں کہ اطالیہ کی کبھی اس طرح اٹھائے گئے دشمن کی قوتوں کے آئنا تصویر کی طرح  
بھی اثر انداز ہو گا جنہیں آفاقی امن زیادہ عزیز ہے۔

ایک حالیہ واقعہ سبب ملے لیے اچھا شگون ہے: جب 1870 میں برلن عزیز بادشاہ، ویکٹوری ٹول  
دوم (Victor Emmanuel II) نے، اپنی بہادری کے باعث پھوپھن کی فوج کے مدد کے لیے  
10,000 مغربی پھینچی چاہی تھی۔ جو اس وقت جرمنی کا اتحادی دیکھنے کے لیے پروسیا (Prussia) سے جنگ کر  
رہا تھا۔ تو ہمارے عوام نے مختلف طور پر مخالفت کی تھی اور وہ 10,000 سپاہی اٹالیہ سے باہر قدم نہیں نکال  
سکے تھے۔

بعد میں، جب کریمی (Crispi) حکومت فرانس کے خلاف جنگ پر آمادہ نظر آئی تو اٹالیہ کے مشہور  
شاہنشاہ کاڈالونی (Cavalloni) نے طاعون جہوریہ اور امن کے یہ سختوں کی جانب سے اپنی گواہی دینے کی، کہ  
طاعون سپاہیوں نے صرف فرانس کی سرحدوں کو پار کرنے کی کوشش کی تو ان کو ہمارے ہاتھوں پہ سے گرما پڑے  
گا۔ نتیجے میں کریمی کو اپنی پسماندگی کا پتہ چل گیا اور جنگ ناممکن ہو گئی۔

چند برس بعد، ایک بار پھر وادی ورمیو نے ایک پوری فوج کو فریٹا کھینچنے کی منسوبہ بندی کی تاکہ،  
عسکریت پسندوں کے مطابق، وڈو (Adua) کی ترقی میں ہماری ہزیمت کی وجہ سے کھوجائے وان عزت  
کو بحال کیا جائے۔ مگر عوام نے انتخاب کی دھمکی سے اس احمقانہ اور بے جا جنگ کا راستہ روک دیا اور اس کو  
اقتدار سے ہاتھ دھوا پڑا تھا۔

مگر میں آپ سے اس حقیقت کو چھپانا نہیں چاہتا کہ اگرچہ ہمارے عوام میں بہت سے اچھی عواذ نہیں  
موجود ہیں، وہ بہت جلد متاثر ہو رہے ہیں، اور بچوں کے ان کے بھوکا لے والے بھی ایسے ہی  
ہوتے ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ بے لکھواس طلبہ نے یہ جذباتی مظاہرے بھی کیے ہیں جن کی  
پر دولت اٹالیہ کے بچے ہمسایہ ملکوں سے تعلقات خراب ہو سکتے تھے۔ مگر یہ ایسی شورشیں تھیں آشیہیت کا جن  
سے کبھی واسطہ نہیں رہا ہے۔ انہیں انتظام پر آسایا نہیں جا سکا ہے، یہی طفوں کے جواب میں نہیں، بوجا ج  
سکا ہے، ہماری شاہی سلطنت کی سرحدوں کے باہر یہ کہہ رہا ہوں کہ ان کی ترقی کی جاتی رہی ہے کہ "مخون پانی



سے زیادہ گڑھا ہوتا ہے۔“

حضرات! مجھے یقین ہے، آپ کو احساس ہو گا کہ میرا خطاب اختتام کے قریب ہے۔ یہاں یہ نئے، جوہری طاقتوں کے درمیان نئی اور سب سے ترقی یافتہ طاقت ہے، یہاں کی تحلیلات، عملی تصورات اور اخلاقی آدرشیں میں اپنا مناسب حصہ لایا ہے، جو ابھی تک رہا ہے اور باور رکھی، اور جو تاریک اور غلط فہمیوں میں اس کا قطب نما رہا ہے، اور یہی اس کی شان، اس کی تہمت اور آئے والے وقتوں میں اس کی تحریک رکھنے والے قوت بھی رہے گی۔

اس لوی انقرب، سب سے پہلے تو قوم کی آزادی و اتحاد کے لیے، اور اس حصول کے بعد، آزاد ترین اور ترقی یافتہ قوموں میں شمولیت اور امن، انصاف اور تمدن میں باہمی تعاون کے لیے ضروری تھا۔

ابھی تک صرف ایک ہی چل چلا ہوا ہے، وہ کوشش یا قوت یا قہر نے جو تھیں ہی ریاستوں کے موئے (Piedmont) کا پادشاہ تھا، وہی میں اس کا شہنشاہ بن گیا ہے۔

اب ہمیں اپنے دور کے آدرش کے حصول کا سامنا ہے۔

انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ (جو تمدن کی جانب سے International Institute of Agriculture کی تاسیس کے غرض کا حق در ہے، کہ یہ ادارہ مستقبل کی دنیا کی اقتصادی حالت کے لیے فائدہ مند ہو گا) دنیا میں اعلیٰ مقام کے حلقے سے اٹھ اٹھ کر، انقلاب کو حمایت فراہم کرے گا تو اسے اور اس کے محام کو دنیا کی شہرت ملے گی اور محام کے اور اس کے درمیان محبت کا بندھن زیادہ مضبوط ہو گا۔

”سدا بلند رہے امت، آزادی کے لیے، انصاف کے لیے اور محام کے درمیان امن کے لیے۔“ یہی وہ مصلحت ہے جس کے ذریعے کوام اور بادشاہ دونوں تمام رکاوٹوں کا سامنا کر سکتے ہیں اور بلند ترین ہدف تک پہنچ سکتے ہیں۔

میں بغیر کسی اختیار کے کلام کر رہا ہوں، مگر ایک انسان کی حیثیت میں، جس نے اپنے ملک کی سپاہی نفاذ کیا ہے، جس نے دنیا کا بہت قریب سے مطالعہ کیا ہے اور اپنی قومی بہادری کے اعلیٰ ترین لحاظ میں اعلیٰ لوح کی برزخوں کو محسوس کیا ہے۔

حضرات! اپنی زندگی کے اس اہم ترین موقع پر، آپ کے محام اور تاب دار بادشاہ کے قریبیوں کے سامنے، جس کی مثال نے تمام، چھوٹی ہوں یا بڑی، قوموں کو دکھایا ہے کہ بغیر تشدد کے غیر فوجی فتوحات کس طرح کی جاسکتی ہیں۔ حب الوطنی اور شاہی آدرشوں کے چشما نظر، جس کی بدولت، عظیم اپنے تیسرے وجود میں آیا ہے، اور ان بہادروں اور شہیدوں کی غول فرست کے سامنے، جنہوں نے جنگ کے میدان میں قیدیوں میں اور صلیبوں پر اپنی جانیں دی ہیں۔ میں، اپنے خطاب پر ایک مہر کی مانند، آپ سے حلفیہ وعدہ کرتا ہوں کہ اعلیٰ اپنے عہد سے کبھی روگردانی نہیں کرے گا جو اس نے دنیا کے سامنے کیے ہیں، کہ ہم ایک بار پھر، آزاد ہو کر اپنے تمدن کا فیصلہ کریں گے، جو غصہ ہو گا، مصلحت اور ترقی کا، امن پسندی کا اور یورپ



میں تمنن کا۔ خلیاں مجھے پورا یقین ہے کہ اظاہ کچھ ماکام نہیں بیگا، اسی لئے کہہ گئے اسی لئے کہہ لے لے  
 کچھ کہا جواب کے ملک کے لیے اسی نے کہا تھا:  
 اک کبریٰ فائدہ کے بعد  
 پوری توانائی سے آگے ہے قوم  
 حکم پہ چلتے نہ  
 اسکی دوز میں مٹا ہے اب  
 جس پتھیں بھی سے  
 ایسا نہیں جو امن و ترقی سے بھر پور  
 اور یہ امن و ترقی مابھی تیرے لیے، انسان!

## خطبہ — لوئی رینو

### 1899 اور 1907 میں دی ہیگ میں کیا جانے والا کام

جیس کہ آپ مددہ کر سکتے ہیں کہ میں اس موقع کی عرض میں رہا ہوں کہ میں اس ایجنسی عزاز  
 کے لیے نوٹس کمیٹی کا شکر یہ داتاؤں جہاں میں نے امن انہی کے ذریعے مجھے بخشتا ہے، میں اس کو ہٹی  
 زندگی کا سب سے بڑا عزاز جانتا ہوں۔ میں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہتا ہوں جو میں نے اس تمام جب میں ولادت  
 ہو رہا تھا، بڑے ممتاز ساتھی جناب فریڈرک غیبی سے کیا تھا کہ میں ان کی جانب سے، عمر کے پیش نظر، ہٹا  
 فرما چوڑا نہ کر پانے کی خدمت آپ کو پیش کر دوں۔

آپ سب نے جس دوستی اور گرم جوشی سے میرا استقبال کیا ہے اس نے مجھ پر آپ کے شکر کا قرض  
 ورمو کر دیا ہے، یہاں استقبال جس نے میرے دل کو خوش اور میرے فکر کو متین کر دیا ہے۔ میں یہ کہہ نہیں  
 رہا کہ کتنا عرصے نے مجھے ایک ایسی قوتی جشن کے تجربے کا موقع فراہم کیا ہے جس کا شکر یہ بھی مجھ پر واجب  
 ہو۔ یہ اتنا فائز نہیں ہوا ہے کہ میں اس موقع پر موجود تھا، اور عمل و نتائج کے ذریعے ہی میں نے  
 یہاں آنے کے لیے مناسب تاریخ کا انتخاب کیا تھا۔ پھر بھی، باوجود اس کے کہ مجھے سب کچھ بتا دیا گیا تھا، یہ  
 میری خوش قسمتی ہی تھی کہ میں نے کچھ دیکھنے میں کامیاب ہو گیا جو میری توقعات سے کہیں زیادہ تھا۔

صبح کی چمکتی ہوئی دھوپ میں تمام خوش باش نوجوان اپنی رنگ بگنی پوشاک میں، تیز قدم رکھتے  
 ہوئے اپنے پرہیزگارانہ پیرسٹ طریقے سے ہمارے قہقہے کر مجھے زندگی کے بہار کا موسم استقبال میں قدم  
 بڑھاتا محسوس ہوتا تھا۔ دو پہر کے بعد منظر کچھ زیادہ سنجیدہ ہو گیا تھا، اور آسمان کی تابندگی کم ہو گئی تھی، اور پھر

مجھے ایسا لگا گویا خزاں کا موسم آگیا ہے۔ تمام لوگوں کو تجربہ مذہبی گرم جوشی سے قومی ترانے گانا دیکھیں اور بے شمار سیرائیوں اور شمعوں کے ہنسنوں کو ملک کی سب سے بڑی شخصیت کے سامنے سدا کی کے لیے سرنگوں ہوتا دیکھ کر بہت متاثر ہوا تھا۔

میں یہ تھا وہ منظر میں نے جس میں مہذب مالدے کے دو چہرے دیکھے تھے ایک خوش باش، دیرینہ منجید، نگر دونوں ایک ہی جیسے ہیں فریب تھے۔ میرا دل اور میری آنکھیں انہیں دیکھ کر اپنی طرح مطمئن ہو گئی تھیں۔

آپ نے مجھے پھر قسم کی مہربانی فرمائی ہے اور اس میں غیہ نہیں کہ آپ مجھے بے سیر کا فائدہ دیکھانے میں جدوجہد کر رہے ہیں۔ مجھے معاف کیجیے اور اس اتنا سمجھ بیجیے کہ میں تشکر کا فرض ادا کر رہا ہوں۔ میں صرف اپنی جانب ہی سے آپ کا شکریہ ادا نہیں کر رہا ہوں؛ میں ان تمام قانون دانوں کی طرف سے بھی شکریہ ادا کر رہا ہوں جنہوں نے اپنی تمام کوششیں بین الاقوامی قانون کے مسئلے میں صرف کر دی ہیں۔ وہ بہترین الاقوامی مفادات کے سلسلے میں جن کی خدمات کو آپ نے اس قدر دانی سے تصدیق کی ہے۔ Institute of International Law کو انجام دے کر آپ نے ان خدمات کو اجتماعی طور پر پہلے ہی اعزاز سے نوازا دیا ہے، ایسا انجام جس نے آفاقی دل غریب کو ڈنڈا ہے۔ بین الاقوامی فرائض کی امن پسند فوج میں سے آپ نے ایک سپاہی کو منتخب کیا ہے جس نے قانون کی تعلیم اور اس پر عمل دونوں کی لیے کئی برس لڑائیاں لڑی ہیں۔

سیاست دانوں اور سفارت کاروں نے کافی عرصے تک ایک دوسرے کو نظر انداز کیا اور حقارت سے دیکھا ہے؛ اس باہمی نفرت کے باعث، خوش قسمتی سے جو اب ختم ہو چکی ہے، نظریاتی اور سفارتی معاہدوں کو نقصان پہنچا ہے۔ بین الاقوامی تعلقات کے پیچیدہ ہو چکے ہیں کہ اس راہ کو پرانے بہت سے مفادات کی روشنی میں موثر طریقے سے ان کی ترتیب کی جائے تو بہت سے عداوتی اختیارات میں باہمی تعاون مانگو ہو جائے گا۔ یہ سچ ہے کہ اب کی قانون کا دہرہ اتنا پھیل چکا ہے کہ اس میں تقریباً تمام سیاسی، اقتصادی، عداوتی اور ارتقائی امور بھی شامل ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے حالیہ کانفرنس میں دیکھا ہے، جس کے نام کے باوجود اس سے مدد حاصل کرنی چاہیے۔ ایسا کرنے سے ہم شرارت داری کی کامیاب فضا تیار کر سکیں گے جو اب بے حد ضروری ہو چکی ہے۔

چونکہ آپ نے ایک قانون دان کو منتخب کیا ہے تو میں یہ قانون دان کی حیثیت میں آپ سے مخاطب ہوں، اور میں اپنے ہی میں اس معامے کی خشکی کی معذرت چاہتا ہوں جسے صرف وقت اور درستی کی ضرورت ہے۔ آپ کی بد قسمتی کہ ضروری نہیں کہ اس پر وہی سرگئی لیاقت خطیب کے مطابق ہو جیسا کہ ہم نے امن کانفرنس میں دیکھا تھا، جس میں سب سے زیادہ مجھے مسرت بھی دل بھانے والے معلوم ہوتے ہیں۔

میں امن کانفرنس کے تاریخی پس منظر کی چھان بین نہیں کرنا چاہوں گا، جن کے سیاسی اور نظامی

ہیوگن اپنی بھی اہمیت ہوتی ہے۔ اسی مقام پر، 1907 کی ہائی مارڈینی امن کانفرنس میں، میرے ممتاز سرگئی Hagerup نے ایک مونیٹورنگ بورڈ کی تجویز کی جسے کبھی بھول نہیں سکتا۔ مجھ میں وہ کچھ دہرائے کی خواہش نہیں، جو انہوں نے آپ سے اختیار کے ساتھ کہا تھا، اتنے اختیار سے میں جس کے حصوں کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ پھر بھی میں عام قسم کا مشاہدہ پیش کرنا چاہوں گا تاکہ امن کانفرنسوں کے فلسفے سے آگاہی ہوتے۔ میں اسی تنازعے میں نہیں الجھوں گا۔ میں صرف ایک انسان کی طرح بدلوں کا جو ہمیشہ سے ان واقعات کا آئینہ مندر شاہد رہا ہے، اور کبھی کبھی ان میں حصہ بھی لیتا رہا ہے، اسی کی طرح، جس نے اس وقت بھی فائدہ اٹھا ہے جب، گرا، گرا، بحث سے پرے رہتے ہوئے نتائج کا اندازہ نہیں لگا رہے جو کتنے کوششوں کے ذریعے حاصل کیے گئے تھے۔

اپنی رائے کے مطابق میں جسے دی بیگ میں کہا ہے: کام کرتا ہوں: دوراں میں عوام کے درمیان رشتوں کے قانون کے تصور کا تدریج ہونے والا رہا ہے، مختصر راجہ بین الاقوامی زندگی کی قانون تنظیم ہے۔ اس سوچ پر میں اس کام کی بددعا چاہتا ہوں جو پچھلے پندرہ برسوں میں انجی بین الاقوامی قانون اور محامی بین الاقوامی قانون کے میدانوں میں کیا گیا ہے: 1893، 1894، 1900 اور 1904 کی امن کانفرنسوں نے انجی بین الاقوامی قانون پر دور 1899 اور 1907 میں محامی بین الاقوامی قانون پر۔

جن معاملوں پر کام ہوئے ہیں ان میں اختلافات ضرور ہیں، اس کے باوجود مشترکہ صفات رکھتے ہیں۔ ایسی کانفرنسوں میں مانے احکام کی جگہ قانون۔ ماچاپنی ہیں: دو افراد کے درمیان قائم رشتوں کے ساتھ ساتھ ریاستی رشتوں سے بھی تعلق رکھتی ہیں۔ دونوں صورتوں میں ان سے متعلق شکایت ایک جیسی نہیں ہوتی، مگر دونوں ایک ہی جیسی بنیادی ہوتی ہیں: اس کو حل کرنے کے لیے مملکت کو اپنے خیالات اور تصورات سے چمٹے رہنے کی عادت کو چھوڑنا ہوگا اور اپنے ضروری مفادات کو نقصان پہنچانے کو تسلیم کرنا ہوگا۔ اس مقام پر مجھے مارے کے مجسٹریٹ مسٹر بے (Beichmann) کو فریج تھمیں پیش کرنے کی اجازت دیجیے، مجھے جن سے کئی سوالات پر منے اور انکی قانون کے میدان میں ساتھ کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

پہلی ہی نظر میں اس حقیقت کے بارے میں قابل فہم یہ بات تھی کہ انجی بین الاقوامی قانون سے پہلے بین الاقوامی محامی قانون کی ترتیب شروع ہو چکی ہے۔ مقابل شہری قانون کے مقدمات میں فیصلوں کے فقدان کے باعث انجی قانون کا بھی نقصان ہوا ہے، مگر یہ شکایات اتنی سمجھیں نہیں کہ ان کی طرف مختلف حکومتوں کی توجہ مبذول ہو سکتی ہے: نوید ریٹلے کے مسٹر آسٹر (Asser) کی قانونوں میں وزیر مملکت کی تمہید تھی جس نے بالآخر یورپی قوموں کی شہری قانون کے تنازعات پر بحث کرنے میں رہنمائی کی تھی: اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے عمل سے اچھے نتائج نکلے اور اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ انجی بین الاقوامی قانون کی ترتیب ہو چکی ہے۔ بین الاقوامی محامی قانون کی ترتیب کا سہہ Crimean War کے بعد 1856 میں جنس میں منعقد ہونے والی کانفرنس سے ملتا ہے۔ 116 پمٹ 1856 کے سفارتی قانون میں جو Declaration of Paris کے

ہام سے مشہور ہے۔ بحرِ بی جنگ سے متعلق چار اصولی مثالیں آج جو آفاقی طور پر قبول کیے جاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بہت ترقی ہوئی ہے، یہ خصوصیات مختلف نظریات میں کی درمیان دو نکات پر اتفاق ہے، جو فرانس اور برطانیہ عظمیٰ سے متعلق ہیں۔ یہ مفادِ امن جو پہلے ایک مشترکہ جنگ ٹھونسے اور امن کے بعد قائم ہونے کا عمل تھیں، عوامی حالت کے پیش نظر انصاف اور عام منہ دونوں کی خاطر ہوئی تھی۔ ہر ملک نے اپنے نظام کے طریقہ کار سے ہاتھ اٹھا لیا تھا، جو اگرچہ منصفانہ نہیں تو خاص طور پر سخت ضرورت تھا، جس کا نتیجہ غیر جانبدارانہ اصول کے حق میں تھا، جو سب سے بڑے گروہ پر مشتمل تھے، ان کے پرچم نے مستقبل کے بغیر کار کو کا تختہ کیا تھا۔ اسی طریقے سے تمام مفاہمتیں کی جانی چاہئیں۔

تنگ میں اس موقع پر Declaration of Paris کا تجزیہ نہیں کیا جا سکتا، اس کے برعکس، اس طریقہ کار کا غیر معمولی نتیجہ حاصل کرنے کے لیے جس پر عمل کیا گیا تھا، یعنی، ان تمام اصولوں کا اطلاق جو ان میں دیے گئے تھے۔

Congress of Paris میں شامل تمام ممالکوں نے—یعنی، یورپ کی پانچ بڑی طاقتیں، آسٹریا، فرانس، برطانیہ عظمیٰ، پروس اور ساردینیا (Sardinia) اور ترقی پزیر ممالک جو جنگوں کی حیثیت سے شامل تھیں—بات چیت کے بعد ان شرائط پر اتفاق کیا تھا جو خود بخود ان پر لاگو ہوئی تھیں اور بعد میں دوسری طاقتوں کو بھی جنمیں قبول کرے کے لیے کہا گیا تھا۔ لیکن ان کے لیے وسیع جانے والے اسکی سیاسی، اقتصادی اور جغرافیائی پس منظر رکھنے والی حکومتوں کے درمیان، کچھ ممالکوں کے ساتھ ایک معاہدہ طے پڑا تھا اس لیے کہ یہ تمام مختلف مقامات کے لیے اتحادی ممالک کا باعث تھا، تاکہ طے شدہ شرائط سے وفادار رہنے والی حکومتوں کے موقف کو آسانی سے سمجھا جاسکے۔ پھر بھی ان میں شامل نہ ہونے والی طاقتیں اپنے اور عام مفاد دونوں کے ضمن میں کچھ معقول خیالات ظاہر کر سکتی تھیں۔ بہر حال، اس جنگ کے طریقہ کار نے ان کو ایسے مقام پر نہ لکھایا تھا جہاں انھیں ان کے غیاب میں منظور کیے جانے والے اصولوں کو اپنا توہین و حق قبول کرنا تھا۔ بالکل رد کر دینا تھا۔

میدانِ جنگ میں فوجیوں کے زخمی ہونے سے متعلق یہی طریقہ کار 1864 کے جینیوا کنونشن میں بھی اختیار کیا گیا تھا اور 1868 میں بھی Declaration of St Petersburg کے لیے، جس میں دھمکے سے بچنے والی فوجوں کے استعفاء پر پابندی کا معاملہ اٹھایا گیا تھا، سوائے اس کے کہ ایسے معاہدات میں، طریقہ کار کی طرف بڑی طاقتوں کی ایک محدود فہم رکھی گئی تھی۔

برسلا کا فرانس میں، جو اس کی بنا پر بدنامی ہوئی تھی، ایک قدم اگے کی طرف بڑھایا گیا تھا، اس کوشش میں کہ زمینی جنگ کے بارے میں اتحادی قوانین اور طریقہ کار طے کرنے کی کوشش کی جائے۔ مباحثوں میں صرف بڑی اور درمیانہ درجے کی طاقتیں ہی موجود نہیں تھیں، پہلے مباحث میں چین کی نمائندگی تھی، چھوٹی قومیں کو بھی اس میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ تحفظ کے لیے، بڑی طاقتوں کے مقابلے

میں، ان چھوٹی قوموں کے اپنے خاص مفادات ہوتے ہیں، جن میں بڑی طاقتوں جیسی شکریہ نہیں ہوا کرتی، جن پر صے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے، وہ نسبت اس کے وہ کسی پر حملہ کریں۔ پھر بھی، یہ وہ ہے کہ مہاراجے میں مزید وسعت کے باوجود بھی، یہ تحریک بلا اثرات غیرے پر پک ٹک ہی محدود رہی تھی۔ 1863 میں میدان جنگ میں دیے جانے والے مشہور احکامات کے لحاظ سے اس کی پیش قدمی کے باوجود اس میں میلانیت ہائے متحدہ کی نمائندگی نہیں تھی۔

ایک بار پھر وہ وہاں آئی تھی جس نے 26 قوموں کو 1899 کی کانفرنس میں نمائندے بھیجے پر راضی کرنے کی کوشش کے ذریعے ایک اور تبدیلی کی تھی، اس طرح یہ تحریک یورپ سے باہر تک پھیل گئی جس میں امریکا، برطانیہ کی قومیں بھی شامل ہوئی تھیں، ایسٹون تہودورہ، میکسیکو، چین، جاپان، فارس (Iran) اور سیام (Siam) [موجودہ تھائی لینڈ]۔ اس طرح آدھار سے طے کر لیا گیا تھا۔ یہ فیصلہ ایک طرفہ طور پر دیے گئے تھا کہ اس میں کون کون سی قومیں کو دعوت دی جائے گی، جس نے اس بنیاد پر پٹی فیصلہ تیار کی تھی کہ ان کے سفارتی نمائندے ہیئت پیرزیرک کے دیوار میں لٹائے گئے تھے۔ یہ آخری مرحلہ 1907 میں طے ہوا، جیسا کہ قوموں کو مدعو کیا گیا تھا جب کہ چوائس نے اس میں حصہ لیا تھا۔ اس پر کانفرنس میں تقریباً پوری مہذب دنیا کی نمائندگی تھی، جسے مجموعیہ نمایاں نے "مٹی ٹوٹ انسان کی پیریمان" کا نام دیا تھا جو کئی وجوہ کے باعث غلط عنوان تھی، مگر اتنا ہی چمکدار بھی تھا۔

ڈاک اور ٹیلی گراف (Telegraphic) کی کانفرنسوں سے قطع نظر، جو دنیا کی علود پر انتظامی امور کے لیے بنائی جاتی ہیں، یہ بات شاید یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اس سے پہلے سفارتی دریا ہی مفادات سے معمولی جھڑپوں کی کانفرنس میں تکی بڑی تعداد میں نمائندگی نہیں ہوتی ہوئی۔ اس اہمیت کی کانفرنس کو آسانی کے لیے پیمانہ کیے جانے والے قوانین منظور کرنے کا حق پہنچتا ہے، تمام جرموں کو اپنی رائے دینے اور اپنے مفادات کی حفاظت کے لیے مساوی مواقع فراہم کیے جاتے ہیں، درود حقائق سے پوری آگاہی کے ساتھ تجویز کو منظور کرتے ہیں۔ بحث میں سب کی شمولیت، بلاشبہ خود بخود ملے اور یہ سطوں میں برابری کے خہار سے ان طریقوں سے بہتر ہیں جو پہلے مذاکرے جاتے تھے۔ مگر ان نظریاتی اور عملی قاعدوں کے ساتھ کچھ مشکلات بھی ہوتی ہیں جنہیں پار کرنا ہوتا ہے، پہلے تو خود مباحث میں درجہ تہاؤ نہ کی منظوری کے دوران۔ ان مشکلات کی طرف اشارے کرنے سے میری مراد انتظامی سبب جوئی نہیں، محض ان ناقابل فراموشی کی انسان کی سے جن کو کم کرنے کے لیے اقدام ضروری ہوتے ہیں۔ مٹی حاکم کے سعادت کے علاوہ، قوموں کی برابری کا نافی، تہاؤ سے مسلم ہوتی ہے، مگر اس مساوات کو غوی حد تک بے جا یا اکثر یا معقول ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو بری نہ سمجھتے تو اس مقام پر یہ طالعہ عظمیٰ اور سمیرک کی مثال دی جاسکتی ہے، جو اگرچہ قانون کی نظر میں برابری ہیں، مگر کیا یہ امر منطقیہ خیر نہیں ہوگا کہ بری سعادت میں سمیرک کی آواز کو برائی کی آواز کے برابر وزن دیا جائے؟ ان کانفرنسوں میں چھوٹی قوموں کا بہت مفید اور بامعزت کردار ہوا کرتا ہے، چھوٹی

روایتیں زیادہ تر انصاف کی جگہ فائدہ ہوتی ہیں، اس لیے کہ ان کے قبضے میں اتنی طاقت ہی نہیں ہوتی کہ وہ انصاف کو بے جبرماند کر سکیں۔ پھر بھی، اگر وہ ان کانفرنسوں کو روک دیتے تو عمل دیکھنا چاہتی ہوں تو انھیں خود بھی اپنی خود مختاری کو جتانے کے لیے حاضری دینے اور خود بخود ان سے پرہیز کرنا ہوگا۔ اس نئی آزادی سے اپنے خیالات کے اظہار پر معذرت چاہتے ہوں! ایک قانون داس کی جانب سے اس قسم کی آزادی سے ہی منسوخ ہو نہیں سکتا۔ بلکہ تضاد سے محبت کی بنا پہ لی گئی ہے۔ میرا مقصد کسی وفد کے مدینے پر، مقررین، مساویہ کسی وفد کو راج تحسین پیش کرنا نہیں، جس نے تجلی شریک سمجھ کر یہ ہے کہ اس کو کیسا مرد رو کرنا چاہیے۔ اس نکتے پر میں بعد میں سمجھ کر فرم کروں گا۔

کبھی بھی کانفرنس کے لیے اتفاق رائے بنیادی اہمیت کا ہوتا ہے، اس لیے کہ اس نوعیت کی کانفرنس کا برف، ہم پر گرا، اس میں مشاغل والوں [حقوق پر دستوں] کی صف بندی ہوتا ہے اس کے برعکس، کبھی پارلیمانی اسمبلی کا مقصد فائدہ قوم سے اس کی اپنی ایک واحد نمائندگی کے اظہار کا حصول ہوتا ہے۔ اتفاق رائے کو یہ ضرورت ایک مزاحمتی عنصر ہوتی ہے اس لیے یہ آزادانہ و *liberum veto* کا نظریہ ہوتی ہے، جو نوج کر دینے کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے، مگر یہ جلد بازی کے فیصلوں اور اسی میں کے مفادات سے ماموریت بھی ہوتی ہے۔ یہ مصالحت کی جائز دیتی ہے، ان معنوں میں کہ یہ اختلافات کے باوجود بھی کوئی ایک نتیجہ، اس حیثیت انگل کانفرنس کی نمائندگی کا شمار ہو سکتی ہے۔ یہ معاہدہ ہوتا ہے ہوتی ہوئی اور طاقت مند ہوتی کا، ایسے ماذک مسائل ریاضی کے ذریعے حل نہیں ہو سکتے۔ دراصل مرکزی نکتہ یہ ہے کہ کسی بھی قوم کو اس کی مرضی کے خلاف عمل کرنے پر مجبور نہیں کیا جانا چاہیے۔

انسان کو ان کے بارے میں خود کرنا پڑے گا جو کسی فارمولے کے سودے کی تیاری میں مشکلات کا باعث ہو سکتی ہیں، کہ یہ مختلف مفادات، رسوم اور امارے رکھنے والی قوموں کے نمائندوں کے لیے قابل قبول ہوگا۔ جب معاہدے کی کوئی شخص بنیاد ہو جب بھی ہے مقررہ آئینی ہوتی ہیں جو ان کے مختلف سطحوں، سوچنے کی طریقوں اور دنیا کے اثر و اثر پذیر ہوتی ہیں۔ ممکن ہے کہ لوگ ایک ہی مذہب پر ملتے ہیں، مگر وہ ایک طرح کی نہیں ہوتے نہ وہ اللہ کو وہی معنی بھی دیتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ مصالحتیں کو قبول کیا جائے اور مصالحت، سراز دستوں سے متعلق ہو جائے جنہیں منطق اور عقیدے کی زبان دے اور پڑھے آتے ہوئے لوگ برداشت نہیں کریں گے۔ اس کی طرف سے طاقت کو نرم کرنے کی وکالت کر دینا چاہیے جس نے اکثر قلم کا استعمال کیا ہے اور جو دستوں سے بہتر جانتا ہے کہ نتیجہ ہمیشہ کامل نہیں نکلا سکتا۔ اگر وہ تہذیب کے، سطحوں میں غیر مصالحتہ خدائیں رکھتا ہو، جیسا کہ نہیں مانتی مصالحت میں ہوتا ہے، تو اسے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ مختصر یہ ہے کہ کبھی کبھی، سخت مزید اختیار کرنے کے بجائے ہمیں خود کو دے کرنے کی بات صرف

سفارشات کی کی حد تک رکھنا چاہیے۔ قرار نامہ میں "insofar as is possible", "insofar as circumstances permit" جیسے جملوں کی بنیاد پر مجبور کر دیتی ہیں۔ جب آپ گھبراہٹ کے کہ یہ قانونی

فہم جاہلی نہیں ہے، مگر ایک اخلاقی فرض ہے صحیح، مگر یہ معمولی بات نہیں ہے کہ قوموں کی کثرت ایک اخلاقی فرض کو قبول کر رہی ہے۔ عادت و مجبوری کے پیش نظر، یہ [اخلاقی فرض] ایک سخت ذمہ داری کی طرح رسم و رواج کا حصہ بن جاتا ہے۔ 1864ء میں جنیوا کنونشن کے تحت قانونی ذمہ داری بن جانے سے پہلے بھی جنگ دشمنی کی حد تک کاربند تھا۔ ہمیں بہت زیادہ شری سے اس پر یقین نہیں کہنا چاہیے کہ پہلے پہل و رسائل کے ہمارے مبدئیں ماضی کی طرح ذہن و بھی شری سے نیا روپ دیا جاسکتا ہے۔ قانون داں اور سیاسی فاسد طریقوں کے بدلنے میں مددگار ہو سکتے ہیں۔ وہ کامیاب ہو سکتے ہیں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ قومیں وہ غلامانہ طریقے چھوڑ دیتی ہیں جن کی حکومتیں جن سے دست برداری پر راضی نہیں تھیں۔

دباؤ کا فرض کے کام پر غور کرتے ہوئے ہم صرف اس کام کو ہی کام سمجھتے ہیں جس سے جتنی اور واضح نتائج نکلتے ہیں اور اس کام کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو مستقبل کی کامیابیوں کا راستہ ہمارے لئے کھلے ہو جاتا ہے۔ سچ کے بغیر کوئی فیصلہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہمیں دوسری کانفرنس سے قبل صدر ریڈیٹ کی جانب سے سیاست ہائے متحدہ کے مندوبین کو دیے جانے والے حکامات پر توجہ دینی چاہیے: ”آپ کو ہمیشہ اس مسلسل عمل کے فروغ پر اصرار کرنا چاہیے جس کے ذریعے بدترین بدھنے والے ہیں۔ انسانی انصاف میں ترقی ہوتی رہے اور آپ کو دوسری کانفرنس کے کام کو محض کانفرنس کے دوران چھوڑنے کے بجائے اس کے بدلے سے نہیں دیکھنا چاہیے، بلکہ اس حوالے سے بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ مستقبل کی کانفرنسوں کے سانچے کی بنیاد بھی بن سکتے ہیں۔ لیکن یہ کہ تمہیں کے لئے کیے گئے اس کانفرنس کے بہت سے قابل قدر کام ایسے بھی ہیں جن پر مندوبین کسی حتمی فیصلے پر نہیں پہنچے ہیں۔“ یہ ہے وہ غلط فہانت جس کی اس کی کانفرنسوں کو بدنام کرنے والوں میں کمی رہی ہے۔

میں 1907ء میں ہونے والی کانفرنس میں تیاری جانے والی مختلف تجاویز کا تجزیہ دیا، ان پر اپنی رائے دینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ مندوبین نے تیرہ مسودے اور ایک اعلان تیار کیا تھا، جس میں Final Act کی ہم نیک خواہشات (vœux) یا سفارشات اور عمومی قبولیت شامل تھیں۔ میں صرف چند ضروری حقائق کا تذکرہ کرنا چاہوں گا جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قانون کے تصور کو استحکام اور اس کا فروغ بھی ہوا تھا۔

سب سے پہلے تو ہم جنگ سے جتنی قراداد پر غور کرتے ہیں۔ پہلی بات: کیا یہ paradoxical نہیں ہے کہ اس کے لئے ہونے والی کانفرنس میں جنگ کے بارے میں تقاضا رکھا جائے؟ پیش اور مختصر بہت آسان ہوتا ہے اور پورے ماحول پر چھایا جاتا ہے، اس وجہ سے اور بھی کثرت کا کوئی جواز نہیں رہتا۔ ایک طبقے کی عوامی رائے کا دیا ہوا نام ”میں کانفرنس“ نام کی غیر منطقی ہے، اس لیے کہ یہی پیغام کی بنیاد پر توقع کی گئی تھی کہ کانفرنس اگر فعال نہیں تو کم از کم ایک جنرالی ترکیب اطاعت اور اس کے نتیجے میں ہمیشہ قائم رہنے والے امن کا باعث ہوں گے۔ لیکن یہ نامہ کاری استعمال میں آئی۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے اس



پرافسوں ہوا تھا، اس لیے کہ مجھے شہ تھا کہ کانفرنس سے صوام کی ماعتولی تو تھات پورٹی نہ ہونے کے صورت میں اس کے اہم، برصیر نتائج بھی نظر انداز ہوجائیں گے۔

تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ ”امن کانفرنس“ بالکل غیر مناسب ہے؟ میں تو یہاں نہیں سمجھتا۔ وہی بھی [عمل و] اسے جو بین الاقوامی رشتوں میں قانون کا پرچار کرے وہ امن میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔ چل کر مستقبل میں جنگ کے امکانات کو روک دیا جاسکتا، اس لیے وہ پالیسی دور رس ہوگی جو جنگجو و غیر جانب داروں کے درمیان رشتوں میں جنگ سے پیدا ہونے والی مشکلات کو نظر میں رکھے اور وہ پالیسی انسانیت پسند ہوگی جو جنگجو طاقتوں کے خود اپنے درمیان پیدا ہونے والی جنگ کی شیطنت کو کم کرنے کی کوشش کرتی ہے، اور جہاں تک ممکن ہو شہریوں، بچوں اور زخمیوں کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے۔ امن کانفرنسوں کے دوران، اس میدان میں کیے جانے والے کام پر نظر کرے یہ جو بھی کشمیر [یہ طے ہے کہ] تباہ و برباد جنگوں کو کم یا بے نسیں کر سکتی۔

کافی عرصے تک اس سوال پر بحث ہوتی رہی ہے کہ کیا جنگ شروع کرنے والی حکومت کو اپنے دشمن پہ حملہ کرنے سے پہلے اسے خبردار کر دینا چاہیے؟ یہ سوال جنگجوؤں کے اپنے درمیان مزاحمتیوں کا باعث بھی رہا ہے۔ [امن] کانفرنس نے حتمی طور پر طے کیا تھا کہ ”مشروط اعلان جنگ کے اعلیٰ مطلب“ یا جسے شدہ اعلان جنگ کی واضح تعبیر کے بغیر حملہ شروع نہیں ہو سکتا ہے۔ مستقبل کی بات ہے کہ اگر اس سے آگے بھی یہ مانا جاسکتا ہے یا نہیں، اس لیے کہ جو مندوبین کی جانب سے حملہ شروع ہونے سے پہلے تعبیر دی جانے کے وقت کے تعین کے بارے میں سوالات کیے گئے تھے۔

جنگ کے طریقے کو نوآئین طے کرنے والے 1899 کے کنونشن میں بہت امتیاح سے تبدیلیوں کی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک اس پر غور کیا جاتا ہوں جن سے باعقل ترقی واضح ہوں۔

آئین کیرلہ 23 جنوری کو ”حکم کا تانہ نہ ہونے والے ملک کے باشندوں کے حقوق اور اعمال کو ختم کرنے، وقتی طور پر دکنے، یا قانونی صورت میں قابل قبول بنانے“ کی ممانعت کرتی ہے۔ یہ دفعہ عمل ضرورت کے بہتے کس طرح کی ضرورت کو پورا کرتا ہے، اس سے کہ جنگ کے ہمارے جدید تصور اور شہریوں پر اس کے اثرات کے ساتھ یہ خیال ہی مشکل ہوگا کہ ایک تمدن ملک دشمن ملک کے باشندوں کے تمام حقوق میں رکاوٹ ڈالے گا یا ان کو سلب کر دے گا۔

دفعہ 23 میں اضافے کے مطابق ”اسی طرح جنگجو تمدن کرنے والے کو حریف کے باشندوں کے اپنے ملک کے خلاف کاروائیوں میں حصہ لینے پر مجبور کرنے کی ممانعت ہوگی، خواہ جنگ کی ابتدا سے پہلے ہی سے وہ جنگجو کی ممانعت ہی میں کیوں نہ رہے ہوں۔“ یہ دفعہ اسی خیال سے بھری ہے جو دفعہ 44 میں پیش کیا گیا تھا۔ جنگجو قبیلے میں ایسے جانے والے علاقے میں ہے جہاں کو دوسرے جنگجوؤں کی مسکری قوت یا اس کے نتائج کرنے والوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ یہ دفعہ ذہنی بھرتی کے



جانے والے گائیڈ پر مشقی ڈالتا ہے، جو جنگ کرنے والوں کے لیے سب سے مشکل مسئلہ ہوتا ہے۔ تو کیا یہ منطقی عمل ہے کہ ایک جنگجو ملک کو ممانعت کر دی جائے کہ وہ دشمن علاقے کے رہنے والے کو اپنی فوج میں بھرتی نہ کرے اور ساتھ ہی اسی آؤں کو مجبور کرے کہ وہ ان کے لیے گائیڈ کے فرائض انجام دے اور اس طرح اسے اپنے ملک کو نیا وہ نقصان پہنچانے پر مجبور کیا جائے؟ کیا یہ حسب الوضی کے سب سے باعزت پہلو کے خلاف ماحول دوست انداز کی نہیں؟ تو چر کیا ہم قسطنطنیہ و زلی کی بنا پر کانفرنس کی اکثریت کو جسے سے انکار کرنے پر درموجود طریقے کو برا کہنے پر صراحت کرنے پر اس کی تحسین نہ کریں؟ بد شہ، ان دفعہ کے بارے میں کچھ دفتروں کے اپنے تحفظات تھے اس پر یہ سوال بھی کیا جاسکتا ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو، کیا حکومتوں کو ان طریقوں پر عمل کرنے کی اجازت ہوگی جو جیسے متعدد دنیا کی اکثریت جن پر ظلمت کرتی ہے۔ "کوم کوم" کہیں کے صحنے میں کیا ہو تھا، اس پر جی غور کرنے کی ضرورت ہے۔

دفعہ 52 اب اس شرط پر ختم ہونے لگا، جتنی جلد ممکن ہو، قومی طلب پوری کی جانی چاہیے، انہی جائیداد کے احراز میں سب سے زیادہ اہم قدم ہے۔

آخر میں، اور سب سے اہم، کنٹیننٹ میں ایک دفعہ کی شمولیت ہے جس کے تحت آئین کی شکاف و زلی گرنے والے ہر حرف گھوڑ دی جائے گی۔ اس سے علاوہ ہر جنگجو ان تمام خط کاریوں کا ذمہ دار ہوگا جو اس کی افواج کے امکان سے سزا دی گئی۔ اس نئی دفعہ کی شمولیت ان شبہات کی بنا پر کی گئی تھی جو آئین کے بارے میں مختلف طبقوں میں پیدا ہونے لگے تھے اس لیے کہ اس کی مشمولات کا برسر کانفرنس سے تقاضا جاتا ہے کہ کسی میں بھی خدائی وزن نہیں تھا۔ تمام شبہات اب دور کیے جا چکے تھے۔ آئین کی سب شرائط و ذمہ داریوں کی حمایت حاصل ہے کہ تمام شریاویں کو بھیج کر دیا جائے گا کہ وہ فعلی انداز کی وجہ سے ہوتی ہوں گی۔ مزید یہ کہ جنگجو فوجوں کی خط کاریوں کی ذمہ داریوں کو بھی واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ کیا یہ ایک بڑی پیش قدمی نہیں، اور کیا اس طرح جنگجو آئین کی پامنائی کے لیے نیا دو ہوش مند نہیں بنا دیا گیا ہے؟

نتیجہ یہ ہونے والا جنگ میں ملوث غیر جانب دار قوتوں کے فرائض کے حقوق اور فرائض سے متعلق کنٹیننٹ نے 1899 کی کانفرنس کی ایک سند پیش کیا تھا کہ وہ یہ ہے۔ یہ سفارشات کچھ اصولوں کو واضح کرتی ہے اور اس طرح غیر جانب داروں کو جہانت فراہم کرتی ہے جن کو ہمیشہ جنگجو قوتوں کے وقتی مطالبات کا سامنا ہوتا ہے۔ ایک بار پھر، یہی امن کے قیام میں معاون ہوتا ہے۔

بہت سے نکات پر مبنی مناسب بہت سی مشکلات کا باعث ہوتے ہیں، اس لیے کہ ان میں خود جنگجووں کے اپنے دعوؤں کے تعلقات اور جنگجوؤں اور غیر جانب داروں کے معاملات شامل ہوتے ہیں۔ ان مسائل ہمیشہ کچھ بے مروتی بھی ہوتی ہے جنگجو جن کو اپنے مفادات کے وسیع کرنے میں متشابہ کرتے ہیں۔ یہ مفادات یا تو مشترک نوعیت کے ہوتے ہیں یا ایسے محسوس ہوتے ہیں، اور بد قسمتی سے یہ امتیاز بنیادی طور پر

جغرافیائی حالات کا نتیجہ ہوتا ہے، جس کے ورے میں کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس لیے، ایسے بہت سے معاملات میں کسی عام نوعیت کے معاہدے کی امید کرنا بھی فضول ہوتا ہے۔ مذاکرات کا ہونا بذاتِ خود بھی ایک کامیابی ہوتا ہے، اس لیے کہ بحری سیاحت کرنے والی قومیں ایک دوسرے سے مل کر خود بخود ان معاملات میں ملوث ہونے سے انکار کرتی رہتی ہیں۔

ہر جانب سے کوششیں کی گئی تھیں۔ بہت سے نکات پر مذاہمت بھی ہو گئی تھی، تنازعات کا میدان محدود تھا، جو تمام دلوں کے مفاد میں تھا اور مستقبل کے مذاکرات اور معاہدے کی بنیاد رکھ دینی چاہی۔ اب یہ امر ملک پر منحصر ہے کہ وہ اپنے حقیقی مفادات کا پیچیدگی سے جائزہ لے، یہ طے کرنے کے لیے کروا دیا بہت سے حصول کے لیے کس حد تک جاسکتا ہے، جو حقیقی ضرورتی ہو چکی ہے۔

صرف یہ واضح کرنے کے لیے کہ کسی کوشش کی گئی ہے اور کیا حاصل کیا جا چکا ہے، مجھے چھوٹی چھوٹی تفصیلات اور ان کی تکنیکی نوعیت پر بات کرنی ہوگی، مگر میں خود کو، متعلق خطوط کے اندر ہی محدود رکھوں گا۔

پچھلی عالمی جنگ کے بعد سے خود کا بحری بولڈوں میں مرقوں کے پھیلنے جانے کے سبب نے عوامی رائے میں اضطراب پیدا کر دیا ہے، اس لیے کہ یہ نوٹس جنگ کے بہت بعد تک پر مبنی بحری جہازوں کے لیے خطرے کا باعث رہا۔ اس کا کوئی قطعاً جو ب نہیں دیا گیا ہے تو اس لیے کہ ابھی تک تکنیکی سہولت کے قابل اطمینان جوابات نہیں دیے جا سکے ہیں کہ اس میں کچھ تاریک جہازوں کا کیا بھی کافی ہے۔ بحری فوجوں کی بہاری سے متعلق حقائق فراہم کرنے کے اصول بھی وضع کر لیے گئے ہیں جن میں مشکلات بھی آئی تھیں۔ ان دونوں مائیک معاملات پر، Hagerup کی سربراہی میں کام کرنے والی ایک ذیلی کمیٹی نے معاملہ کر لیا تھا۔

دورانِ جنگ بھی جائداد پر قبضہ کرنے کا حق، ایک نکتہ ہے جس پر طویل مباحث ہو چکے ہیں۔ اس کی وجہ پابندی کی تلاش میں، ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے اس حق کے ختم کیے جانے کی تجویز پر قوموں کی اکثریت کو اپنے نقطہ نظر پر بحث کرنے میں کامیابی بھی حاصل کر لی ہے۔ مگر چوں کہ ہندو اقلیت میں ہندی بحری جہازوں میں بھی شامل ہیں، اس تجویز کے فوری عملی نتائج نہیں نکال سکیں گے۔ اس کے برعکس، اگرچہ خود متروک کے اصول کو بھی کامیابی نہیں ملتی ہے، کم از کم، قبضہ کرنے کے حق پر کچھ ہم پابندیاں ضرور لگائی جاسکتی ہیں مثلاً، دشمن یا غیر جانب دار جہازوں پر موجود ہلکے کو قابلِ احترام قرار دیا جا چکا ہے، جس کا فائدہ چھوٹے اور غیر جانب دار قوموں کو ملے گا۔ ہلکے وزن کے جہازوں اور ساحلی، مٹی گیری کی کشتیوں کو مستثنیٰ قرار دیا جا چکا ہے۔ پھر جانے والے تجارتی بحری جہازوں کے گارڈوں سے برتاؤ کے اصول بھی سودمند طریقے سے وضع کر لیے گئے تھے، ان کے عین ملک ہی، جو بڑی حد تک بحری جہازوں اور ساحلی گیری پر انحصار کرتا ہے، بہتر طریقے پر اس کے فوائد کی داد دے سکتا ہے۔

تمام جہازوں میں قوموں کی طرح غیر جانب دار رہنے والا ملک، اس کے خصوصی طور پر بہت غور مند تھا

کر غیر جانب دار ملکوں کے حقوق اور فرائض کے بارے میں ایک مکمل اصول وضع کرنا چاہئے، خصوصاً جنگجو ملکوں کے بارے میں جو غیر جانب دار ہندو گاتیں استعمال کر رہے ہیں۔ [اس مسئلے میں] آنجنائی کاؤٹس تو رنیلی (Gauri Tarniell) کے فلسفے ایک کنٹریکشن بنا سکتا تھا۔ یہ کنٹریکشن، لیکن حیثیت انگل، اس مسئلے کا منصفانہ حل تلاش کرنا دکھائی دے رہا ہے۔ حامیدین جاتی ہے کہ بالآخر ان نکات پر ایک معاہدہ ہو سکے گا جس کے بارے میں کچھ حالتوں کے اپنے اختلافات ہیں۔ ماسک کے مفاد میں یہ جتنی جلد رفت کا باعث ہوگا، اس لیے اس سے جنگجو اور غیر جانب دار قوموں کے درمیان صداقت میں کمی ہو سکے گی۔

میں، اس خیالی کے تسلسل میں [1864] جنیوا کنٹریکشن سے پھر جنگ تک کے اصولوں کی منظوری کے کنٹریکشن پر بھی بات کرنا چاہوں گا۔ [اس کے بارے میں] آرمینی سے ایک معاہدہ ہو سکتا تھا۔ جنیوا کنٹریکشن میں تبدیلیوں کی روشنی میں، 1899 کے کنٹریکشن پر بہت انتظام سے نظر ڈالنے کی گئی تھی۔ نیکلینسکی کا وہی جذبہ نڈوں جماعت پر عائد رہا ہے، ایک کنٹریکشن جو زمین جنگ میں پکارا اور رزنی ہونے والوں کے بارے میں ہے اور دیگر ایگری جگہوں سے متعلق ہے۔ کچھ معاہدات میں خطرات پر اختلافات رہے ہیں جن کو وجہ صرف مختلف معاشرتی ماحول ہیں۔

اب میں ان نکات کی طرف آ رہا ہوں، مبادا صحت جن سے قوموں کے درمیان اچھے تعلقات متاثر ہوتے ہیں اور پھر خود پر امن کے نام پر صحت جن پر خصوصی توجہ چاہئے۔  
دوسری مین کانفرنس نے اس معاملے میں اتنی سوشلسٹ کی ہے جو اس مقصد میں اسے اتنی کامیابی ہوئی ہے؟

سب سے پہلے تو یہ دیکھنا تھا کہ 1899 تک کے بین الاقوامی تنازعات کے بندوبست کے معاملے میں جس پر ممکن دنیا کے تقریباً تمام ملکوں نے دستخط کیے تھے کنٹریکشن کا سہ کرنا رہا ہے۔ میں کنٹریکشن کے صرف ان ہی پہلوؤں پر بات کرنا چاہوں گا جن کا تعلق ثالثی سے ہے۔ مخصوص مسائل کے لیے ثالثی کو سب سے زیادہ تنازعات کے لیے منصفانہ اور موثر آلہ قرار دیا گیا ہے جو سفارتی طریقوں سے حل نہیں کیے جاسکتے ہیں۔ ماس کا، مستقل اختیار کی مبادیہ، گمر یہ آرمینی سے متحرک کیے جانے والے قانون نظام کا ایک حصہ ہی ہے۔ جسے حقیر یا کمتر جیسا سمجھنا چاہیے۔ جب وہ طاقتیں کسی تنازعے کو قانونی طریقے سے ثالثی کے ذریعے حل کرنا چاہتی ہوں تو، بہتر ہوگا کہ پہلے سے انھیں ثالثی کی تنظیم اور اس کے طریقے کار اور تفصیلات پر بحث شروع نہیں کر دیتی چاہیے۔ اس قسم کے مباحث جن کا خود تنازعے سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو، بہت آرمینی سے مزاحمت کا سبب بن سکتے ہیں اور اس کے بندوبست کو زیادہ مشکل بنا سکتے ہیں۔ یہ کتنا اچھا ہو اگر تنازعات کے پیدا ہونے سے پہلے ہی بغیر کسی خاص مقصد پر نظر رکھتے ہوئے، ان کو عام اقدار کے منصفانہ طریقے سے حل کرنے کے لیے، آگے کا بندوبست کر لیا جائے۔

1829 کے کنٹریکشن کے ذریعے حاصل ہونے والے قواعد کا پوری طرح اور کب کرنے کے لیے، ہمیں

نہ صرف اس کے ہائی ورتا بلکہ دنیا کی ہر قوم کو کرنا چاہیے، بلکہ اس کم سے کم رسوخ پر بھی جو اس نے ایسا اختیار چاہا، اسے رسوخ جنہیں وہ اہم طریقوں سے محسوس کیا جاسکے۔ پہلا طریقہ: جب ایک تنازعہ پیدا ہو جائے، تو اس کو ثالثی سے حل کرنے کا قابل قبول طریقہ موجود ہے، جب کہ جرمن پہلے اسے حل کا تصور پیش کرتے تھے انہیں خاص نظر ثانی کرنا چاہیے۔ اس اپنے تجربے سے اس کی تصدیق کر سکتا ہوں۔ دوسرا طریقہ: کنونشن کی دفعہ 14 کا بار بار اطلاق کیا جا چکا ہے، جس کے تحت دستخط کرنے والی طاقتوں نے اپنے حقوق محفوظ کر لیے تھے کہ وہ اپنے آپ سے معاہدے کر سکتی ہیں جس کے ذریعے ان تمام معاہدات میں جبراً ثالثی کا اطلاق ہو سکے، جنہیں وہ مناسب سمجھتی ہیں۔ مجھے سہرت ہے کہ وہ 14 اکتوبر 1903 کا فرانسیسی و ہولینڈی کنونشن کی تھی جس پر بھی، دستخط ہوئے تھے وہ اس کی کاپی ملے، ایسے ہی تقریباً ساٹھ معاہدے ہو چکے ہیں۔ میرے خیال میں، ان میں سے آخری 4 پر مل کوٹا دے اور ریاست ہائے متحدہ کے درمیان ہوا تھا۔

1899 میں منظور کیے گئے طریقے کے مطابق، بھی ایک ہی ایک کی حدت میں 21 مقدمات پر فیصلے دیے گئے ہیں۔ درہنہ مقدمات تھے گھروہ ساہ طریقوں سے نمٹا دیے گئے تھے۔ اہم بات یہ ہے کہ تنازعہ کو دور کرنے کے لیے ثالثی کا استعمال ہو رہا ہے، اور اس سے اس طریقے سے ہو یا اس طریقے سے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں اتنا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ میں بہت زیادہ ثالثی نہیں چاہیے۔ بد شہر، [جنگ] لڑنے سے بہتر ہے کہ مقدمہ لڑا جائے، مگر اس سے کہیں بہتر ہے کہ مقدمہ لڑنے کے بجائے ہمدردی سے معاہدات کا رستہ اختیار کیا جائے۔ دراصل وہ شیف ہوتا ہے، ثالثی کی حدت کے ذریعے صورت میں بدائی کا، جو صورتوں کو پہنچا دینے کو چھوڑ کر مستحکمیت کو روک دیتا ہے۔

1907 میں کنونشن پر نظر ثانی کی گئی اور اس کی تفصیلات میں کئی تبدیلیاں کی گئی تھیں۔ [اس موقع پر] میں صرف International Commissions of Inquiry کے لیے بنائے گئے معمولی معاہدوں کے طریقہ کار کے بارے میں بات کروں گا جس کی مڈ پیرن کا کلب Hull کے واقعے میں [1904 میں انگلستان اور روس کے درمیان ایک مابین کی کے جہاز کا تنازعہ] بہت چمک دار انداز میں ہوا تھا، یہ واقعہ بڑے خود 1899 کے کنونشن کو پہنچا دینے کے لیے کافی ہوتا جس کو چھوڑ کر نئے کی بنا پر بڑا بڑا کیا جا رہا تھا۔

اب میں 1907 کی کانفرنس کے جبری ثالثی کے واقعے کی طرف آتا ہوں، ایک موضوع جس پر بہت تفصیل سے بحث ہو چکی ہے، جو کسی طرح بھی اچھے، حل میں نہیں ہوا تھا۔

1899 کی کانفرنس میں تجویز پیش کی گئی تھی کہ اس طریقے کا محدود اطلاق کے ساتھ آغاز کیا جائے، مگر زبردست مخالفت کے پیش نظر تجویز کو واپس لیا جاتا تھا۔ 1907 میں یہ تجویز پھر پیش کی گئی، اور دوبارہ منسوخ کر دی گئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نکتے پر خود کنونشن میں بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پیام کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اب بھی اسی مقام پر کھڑے ہیں جہاں 1899 میں تھے اور ایک ایسے معاملے میں کوئی پیش

رفت نہیں ہوتی ہے امن سے محبت کرنے والے جس کے بارے میں بہت غور مند رہتے ہیں؟  
 اس طرح کہنا مناسب طریقے پر بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے مترادف ہے۔ میں اس نکتے کی  
 معافی پیش کرنے اور امن کا نظریہ کے موقف کی وضاحت پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔  
 ہر قسم کے تنازعات کے حل کے لیے ثالثی کے طریقے کو کم از کم ایک عام کنونشن میں پیش کرنے کی  
 کوشش نہیں کی گئی تھی، خواہ ان نا اہلی کی ذمیت کیوں نہ رہی ہو۔ اسکی وہ مستند قومیوں کو، جو مستقبل میں  
 ہونے والے تنازعات کی پیش بندی کرنے کے قابل ہیں، کنونشن کی حدود سے بہت آگے جانے سے روکنے کا  
 کوئی طریقہ نہیں، جیسا کہ بھی بیٹن کیا گیا ہے اور اصل اس ضمن میں کوئی معافی پیش کی جا سکتی ہے۔ مگر جو  
 مشروعتیں نکلتے تھے کہ پیش بندی کر لینے سے یہ ممکن ہوگا کہ مخصوص قسم کے تنازعات کے لیے جبری ثالثی کی  
 کچھ شرائط کے ساتھ تمام قوموں میں متعارف کرایا جائے ان کی سختی سے مخالفت کی گئی تھی۔ مجھے یقین  
 ہے کہ اس مسئلے پر کبھی تفصیل سے غور نہیں کیا گیا۔ ہر قسم کے اعتراضات کو یک جا کر لینے اور اس کے  
 ذریعے ہر ایک کو اس مسئلے کا سامنا کرنے پر مجبور کرنے سے جبری ثالثی کے دشمنوں نے، شاید ناگزیر طور پر،  
 ٹھوس مقدمہ کی ناقابل بیان خدمت کی ہے جس پر وہ بیڑی ہے جس سے غم اور ہوتے رہے ہیں اس لیے کہ  
 مسئلے کا سامنا کرنا اس کے حقیقی حل کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے۔ کچھ پورا حقیق ہے کہ کوئی بھی اعتراض واقعی  
 بنیادی نہیں ہے، اور یہ بھی کہ بالآخر یہ اصول کامیاب ہو کر ہے کہ قانون دان اور سفارت کار جنگ کا کام  
 کریں گے اگر وہ 1907 کے ان جو شیے، کئی کچھ جذباتی مگر ہمیشہ متوازن مباحث کا بغور مطالعہ کرنے کے لیے  
 خود کو وقف کر دیں۔ اس طرح نہیں ان مشکلات کا واضح درماب ہو سکے گا جن پر قابو پانا چاہیے اور ان  
 کے مناسب حل کی تلاش پر کام کیا جاسکے۔

میں نے جن کا ابھی تذکرہ کیا ہے، ان مباحث کا واقعی نتیجہ کیا نکلا ہے؟  
 پیش قومیوں نے جبری ثالثی نافذ کرنے کے لیے ایک کنونشن کو مسودہ تیار کرنے کا کام سونپنے پر  
 اتفاق کیا، پس، عام قسم کے معاهدات کے لیے جو دہائی ہوں گے، ہم مذاکرات اور قومی عزت والے، اور  
 ظاہر سے انصاف معاهدات کے لیے جن میں مندرجہ بالا شرط نہیں ہوں گی۔ موجود لوگوں میں سے کچھ نے  
 جتنے پچھلے مزاہد کے معاهدات پیش کیے اور سوال کیا کہ کیا یہاں ایسا ہوتا ہے جو واقعی یہ سمجھتا ہے کہ وہ  
 جنگ کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کثیر جنگیں معمولی اور چھوٹے صوبے واقعات سے  
 پھوٹ پڑتی ہیں، اور ایسے معاهدات میں، بلکہ زیادہ سنجیدہ معاهدات میں بھی ثالثی کا طریقہ قابلِ اعتبار ہو سکتا  
 ہے۔ لیکن اس کے کہ سنجیدہ واقعات پیش آئیں، ہمیں نسبتاً معمولی واقعات میں ان کو کارآمد بنانے کی عادت  
 ڈالنی چاہیے۔ اس کے باوجود، زیرِ نظر آئے والے واقعات اتنے ادنیٰ نہیں تھے جتنے کہ نظر آتے تھے، جیسا  
 کہ ایک معاملہ، جس میں ذمے دار کی کاغذی ہو گیا تھا، باقی مسئلہ صرف نقصان کی طرف کی گواہیت کا تھا۔ تجربہ  
 کہتا ہے کہ ایسے معاهدات میں ثالثی کا طریقہ بڑھا چڑھا کر دہائی کرنے کو روکنے کا۔ جس جیسا کہ عام طور پر ہی

کرتا ہے، قلیبت نے، اتفاق رائے کے اصول کے اخذ کیے ہوئے ہیں، اسے Final Act میں شمولیت سے روک دیا، باوجودیکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے، پینس قومیں مندرجہ ذیل خطوط پر فیصلہ کر چکی تھیں۔ ظاہر کے کڑی کنٹین میں اس کی شمولیت کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا تھا، جس میں اس کی قومیں دستخط کرنے پر تیار تھیں۔ کوئی بھی غلطی نتیجے پر رخصی نہیں ہو سکتی تھی، Final Act میں اس سے متعلق اعلان شامل کر دیا گیا تھا۔

لہذا [مدن کے تحت] کوئی بھی طاقت براہ راست ٹائی کوئی نہ نہیں بناتی ہے، کچھ قوموں کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ اپنے موقف پر نظر ثانی کریں، تاکہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ وہ کس نوعیت کے معاملات میں اس کی اجازت دینے کے لیے تیار ہیں۔ یہ پینس قومیں، اس وقت سے تیار ہیں، خصوصاً امریکا میں شامل ہونے کے لیے، اور معاہدے پر دستخط کرنے کی راہ میں ان کے لیے کوئی اور رکاوٹ نہیں ہے۔ تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ صورت حال دوسری سی جیسی کہ 1899 میں تھی؟ ایسا کرنا ثابت کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہوگا۔ ہم بے خوف و خطر کہہ سکتے ہیں کہ ٹائی کا مستقبل ٹائی بنا دیا گیا ہے۔

1907 کی کانفرنس ایک معاملے میں، جو اب کسی اہمیت کا حامل نہیں رہا، ایک مخصوص نوعیت کی مزید جبری ٹائی متعارف کرانے میں کامیاب ہو گئی ہے، یہاں، میں اتر شدہ قرض کی وصولی کے مسئلے میں طاقت کے محدود استعمال کے کنٹین کا حوالہ دے رہا ہوں۔ صیلا، کسی ایک ملک کی حکومت دوسرے ملک کی حکومت سے اپنے بندوں کے قراردادی قرض کی وصولیابی کے لیے دھمکی کیسے کرنے والے قرض کو یہ جبر وصول نہیں کر سکتی۔ میں اس معاہدے کا حوالہ نہیں ہو سکتا، مگر مقررہ حکومت کے ٹائی کنٹینس سے انکار سے انکار یہ اس کو نظر انداز کر دیا ہو، اگر اس جیسی شکل کی صورت میں اس سے مناسبت کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی جائے، ٹائی کے بعد فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہو۔ یہ موقع تین جبری ٹائی کا ہے، جس میں قرض بھی دھمکی کو ابتدائی میں ٹائی کی تجویز چھٹی کر لی چاہیے اور یہ مقررہ قوم کی صوبہ پر ہے کہ وہ اس کو قبول کرے یا نہ کرے۔ یہ دھمکی جو جبر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، بیان کیے گئے طریقے کے مطابق، ابتدا ہی میں اس کے استعمال سے دست بردار ہو جاتی ہے۔ اور کمزور قوموں کے لیے یہ کسی طرح بھی فائدے کا باعث نہیں ہوتا۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس طریقہ کار میں مکمل رعایت باہمی نہیں ہوتی، اس لیے رعایت و رقوم، جس کے مقابلے میں، ایک کمزور قوم دھمکی کرتی ہے، اس کو نظر انداز کر سکتی ہے۔ یہ ٹائی سے انکار کر دیتی ہے، یہ جانتے ہوئے کہ کمزور ملک کے پاس طاقت استعمال کرنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہوگا، جو طاقت کے تناسب کے پیش نظر ایک واضح بات ہوتی ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، نہ اس حقیقت سے کہ صرف ایک محدود طریقے سے ہی کنٹین جبری ٹائی کی اجازت دیتا ہے۔ پھر حال، یہ تو یہ کہنا چاہیے کہ وہ ہمیشہ کمزور قومیں ہی ہوتی ہیں جو ٹائی کا مطالبہ کرتی ہیں۔ رعایت و رقوم انکار کرتی ہیں۔ 1902 میں وینیزویلا (Venezuela) پر مقابلہ یورپی طاقتوں، بالکل اس کے برعکس تھا۔

ریاست ہائے متحدہ نے ایک مستقل دائمی عدالت کے قیام کی تجویز پیش کی تھی جو بالکل برعکس  
 تھی 1899 کنونشن کی بجائے نام مستقل عدالت کی، جس کا صرف اوجھڑا ہی مستقل ہے اور جو جتنی پوری  
 رہتی ہے، اس لیے کہ یہ ہر انفرادی مقدمے کے لیے منعقد کی جاتی ہے اور فیصلہ کرنے کے فوراً بعد ہی تحلیل کر  
 دی جاتی ہے۔ اس عدالت کے حلقہ انتظامیہ دو حد بندی اور نشست کے سب سے کم بہت کام کیا گیا ہے۔ یہ تجویز  
 جب عدالت کی تشکیل کے جلسے میں پیش کی گئی تو اس کی راہ میں قابلِ عبور رکاوٹیں آئیں تھیں۔ اس منصوبے  
 کے پیش کرنے والوں کا خیال تھا کہ ایک مؤثر کام بنانے کے لیے، اس کی دائمی میں پرانے جوں کی توڑ  
 کیا جانا چاہیے، اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سے سترہ تک کا عدد مناسب مقرر ہونا تھا۔ مگر اس امر کا  
 کانفرنس میں شامل نمائندوں سے تقابلی کریں تو ہمیں اس مشکل کا آسانی سے احساس ہو جائے گا۔ [کھلا]  
 پندرہ سترہ جوں میں اس طرح تمام قوموں کے تجویز کی نمائندگی ہو سکے گی؟ اس طرح ہم آسانی سے مختلف  
 جھڑپ کی اس بات پر سمجھنا پائی کی پیش کیا گئے تھے کہ کتنی بڑی طاقتوں میں سے ہوں یا چھوٹی طاقتوں  
 میں سے۔ ایذا کانفرنس میں کسی نتیجے پر پہنچنے کی تمام امیدیں ترک کر دی گئی تھیں اور کارروائی کو Final  
 Act میں بیان کی گئی مندرجہ ذیل شرائط پر عمل کرنے کی حد تک دیکھ لیا گیا۔ یہ کانفرنس دستخط کرنے والی  
 طاقتوں کو توجہ دائمی عدالت کی تشکیل کے سب سے کم کنونشن کے مسودے کی منظوری اور مذاق کی طرف  
 مبذول کرنا چاہتی ہے اور چاہتی ہے کہ جب سے انتخاب کے معاہدے کی منظوری کے فوراً بعد عدالت کی  
 تشکیل کی جائے۔ امید کی جاتی ہے کہ ہم اس حد تک حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جس میں ما  
 مناسب مطالبات کو ٹک رکھتے ہوئے مصاحبت ممکن ہو جائے گی۔ مجوزہ مستقل عدالت قابلِ قدر خدمات کا  
 باعث ہوں، بالخصوص بین الاقوامی مشترک ایک وفد کو روانہ کرنے میں، جو بہت سے مصلحتی حالات کا فوری غور  
 پر فیصلہ کر سکے گا۔ یہ حقیقت بھی قابلِ غور ہے کہ ان تیز رفتاری طاقتوں — جرمنی، انگلستان اور ریاست ہائے  
 متحدہ میں سے، جنہوں نے مشترکہ تجویز پیش کی تھی، کوئی بھی مشابہت پرستی کے حوالے سے نہیں جاتی جاتی ہے۔  
 میں دیکھ رہا ہوں کہ ساتھ ساتھ کنونشن کے تعریفات کا اپنا کام مقرر کرنا ہیں جس کا تعلق ایک بین الاقوامی  
 نظامی عدالت کے قیام سے ہے۔ عام طور پر اس کا واسطہ جنگ کے اصولوں سے ہے مگر کنونشن کے  
 مسودے کو بھی First Commission کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا جو بین الاقوامی انصاف سے متعلق  
 مسائل پر غور کرتا ہے، اس لیے کہ معاملے کا تعلق مقدمے کے ذریعے مشکل بین الاقوامی تنازعات سے  
 ہے۔ میں نے اس کنونشن کو سب سے آخر میں اس لیے رکھا ہے کہ میرے خیال میں یہ دوسری بین الاقوامی  
 مدح و ثناء کے تصور کے فروغ اور وقت کے رسوخ کا بہتر ایک راستہ ہے۔

صدر یوں سے سامنا کیا ہے کہ رفتار شدید بھری جا رہا ہے اور یہ کام سرے میں یہ کیا جائے، عدالتی اختیار  
 کی توثیق کے بعد ایک نظام بن جائے گا ہے۔ ہر نوع کی عدالتی منظوری ضروری ہوتی ہے۔ فیصلے کا عدالتی اختیار  
 ہمیشہ سے رفتار کرنے والے کا رہا ہے جو جب بہتر سمجھتا ہے، ان کی عدالتوں کا ایک مقررہ ہے۔ یہ مقررہ جب غیر



نہیں کہ ان ناٹکی عدالتوں کے فیصلے، اور کبھی تو خود تنہا عدالت بھی، اعتراض کا نشانہ رہے ہیں۔ بلاشبہ، یہ ناٹکی عدالتیں اپنی حکومت کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کرتی تھیں جو ایک طرف بھی ہو سکتے تھے۔ مزید برآں، یہاں کران میں ان کے چوتھے قوانین مذاقات شامل ہوتے تھے وہ ممکن چاہتے کہ مشکل بلکہ خطرناک حالات میں کیا جانے والا عمل غیر قانونی پایا جائے جو ان کی اپنی قانونی بحریہ کے افسران کے ہاتھوں ہو۔ یقیناً، امن کے لیے کام کرنے کا اس سے بھرپور طریقہ نہیں ہو سکتا کہ ان طریقوں کو انصاف دیا گیا جائے جنگ کے دوران جنم کے ساتھ زیادتی ہوتی ہو، تا کہ تنازعے کے پھر کھن میں متعدد درجہ کے جرائم کی چھوٹی قومیں، جس کی آوازیں مشکل ہی سے جگھڑیں گے، ان کے قانونی پانچ پانچ ہیں، اس طریقے میں تبدیلی سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے۔

ایک عرصے سے قانون داں اصلاح کے لیے فریاد کرتے رہے تھے۔ Institute of International Law نے وسیع پیمانے پر ایک تجویز تیار کی تھی، مگر اسے چاروں طرح سمجھنے کا موقع دیا بغیر، خالص نظریاتی کہہ کر رد کر دیا گیا تھا۔ شاید ہی کسی کو یہ خیال آیا ہوگا کہ بحری تجارت کے نئے دالے ملکوں کا ایک گروہ اس معاملے میں پیش قدمی کرے گا جو اگر چنگو ہوا تو اسے اپنی کے تحفظ کا زیادہ خیال ہوگا، اور گروہ غیر جانبدار ہو تو اس کی آواز زیادہ غور سے سنی جائے گی۔ اس کے بعد بالکل سب تجویز ایسا ہی ہوا۔ کانفرنس کی ابتدا سے پہلے ہی سے جرمنی اور فرانس نے نیا ایسے منصوبہ بنا رکھے تھے جن کا مقصد تھا انعامات کے لیے عدالتیں قائم کرنا۔ مگر ان کو ایسے مختلف فیہات سے متحرک کیا گیا تھا کہ مصالحت نامنک معلوم ہوتی تھی۔ سیرداد، ایک ماضی نامہ حاصل کیا گیا اور چارہائی حالتوں، جرمنی، ریاست ہائے متحدہ، فرانس اور برطانیہ عظمیٰ کی جانب سے، ایک عمل اور نتیجہ سے تیار کی ہوئی تجویز کانفرنس کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ صرف چند تبدیلیوں کے ساتھ کانفرنس کی مرکزی کمیٹی نے اس کو منظور کر لیا۔ صرف ایک مخالفت آئی تھی جو ایک غیر جانبدار قوم کی جانب سے تھی۔

میں کسی کنونشن کے بارے میں تجویز کرنے کا دل میں خیال بھی نہیں رکھتا جو اتنی وسیع تکوین کے بارے میں ہو اور جو دراصل نئے بارے کے لیے ایک قانون کی بنیاد بنے۔ لہذا، میں خود کو دو بنیادی اہمیت کے ناک تک محدود رکھوں گا۔

## (1) عدالت کی ساخت

عدالت میں چار ایسے قوموں کے بھیجے ہوئے پھر وہ رکاں ہوتے ہیں ان میں عدالتوں کا تقاضا کرنے کی مشکل کی نشان دہی کرتا ہے۔

قوانین کے گئے نظام کا ایک مختصر خاکہ تجویزوں ہے۔ آٹھ حاکمیتیں، آسٹریا، ہنگری، ریاست ہائے متحدہ، فرانس، برطانیہ عظمیٰ، اطالیہ، جاپان اور روس۔ سب کے قوانین مذاقات ان کی طاقت و رافورج بحریہ، یہودی کی بحری جہاز، ورماسی تجارت کی ہیئت کے باعث جہاں اس لیے ہمیشہ وہی سرمایہ کرنے والے جہوں



کا استحباب کریں گی۔ یہی وہی جہتوں کے نزدیک کنونشن سے منسلک جموں کی داری کی فہرست ہی، ممالک پر  
میں فیصد کرنی ہے کہ ان کے کتنے جج اور سب جج ہوں گے۔ یہ ایک مہم، اسے طور پر اور اخلاق کے معاملے  
میں مانگنے کے طور پر ایک طرفہ ہوتا ہے، اور اس پر فوراً اعتراض ہو جاتا ہے کہ یہ قانون کے معاملے میں قوموں  
کی برابری کے تصور کا خیال نہیں رکھتا۔ مگر کیا یہ بات مطلقاً معصوم ہوتی ہے کہ عدالت کی مہم کے سلسلے میں  
جہتیں، مانگنے والے اور سپاہ کے مساوی کسروں کو فوقیت دی جائے؟ کیا وہ برائی حالتیں ہی نہیں ہیں جو جتنی  
نفاذی ہائی عدالتوں کے فیصلوں پر نظر پائی پر ماضی ہو کر سب سے زیادہ قربانی دیتی ہیں؟ آخر کیا، مانا کہ  
اس کی مہم کی ذمیت ہی سب اس ہے، تو کیا تمام موقعوں پر یہ عدالت اختیار کرنے کی ترقی کی شریعتیں دیتا، اور کیا  
یہ تمام قوموں کو، ہر خصوصاً ان کی ماقبوں کی خصوصیات میں تضامین کی تعمین وہاں نہیں کرتا جو موجودہ حالت میں ما  
پیدا ہیں؟ ان میں ایک فیصد میں کچھ بھی پوشیدہ ہے، دلچسپی رکھنے والی، کثیر پارٹیاں جس کو اس میں سے پانچوں  
کتنیں سمجھے۔ یہ یاد رکھنے کے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ ایک قوم کے بلند نے، جو ان کی حیثیت کا ہے مگر اس کے  
پاک سب سے زیادہ تھامتی جہتیں، اعلان کیا ہے کہ اس کی حکومت نے، باوجود ان اعتراضات کے جو وہ  
جگہ کے ترقی کے معاملے میں، ٹھانسی تھی، وعدے کے مطابق اور ترقی کی خاطر اس تجویز کو منظور کر لیا ہے۔

## (2) قابل اطلاق قانون

ایسے کون سے قوانین ہیں جو نئے عدالتی اختیارات کو مؤثر کرتے ہیں؟ یہ ایک فیصد میں سوال ہے جو  
میں حقیقت سے ابھرا ہے کہ ساری جہت کے قوانین بنائے نہیں گئے ہیں اور اس سے بھی کہ 1907 کی  
کانفرنس کی کوششوں کے باوجود بہت سے نکات پر جن میں سے کچھ بہت اہم ہیں، مہم کی کیفیت باقی  
رہتی ہے۔ جب ایسے روایتی قوانین موجود ہوں جو متعلقہ حکومتوں کو پابند کرتے ہیں، یا جب قوانین نئے سیکشن  
ہو چکے ہوں کہ وہ ان قوموں کی محو ہشات کے خیمہ گردانے جانے لیں، یا جب بین الاقوامی عدالتی فیصلے کو ایسے  
صوبوں کی طرف تشریح کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مگر ایک درصورت پیدا ہو سکتی ہے جس میں قوموں کا  
قانون، حقیقی ہو یا داری، خاموش ہوتا ہے، جب بین الاقوامی عدالتی اختیار کا کیا فرض ہوتا ہے؟ ایسی صورت  
حالات سوچنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ یہ ہیں مہم کے نئے عقلمندی کے تجویز کردہ اصول جنہیں، معصوم نظر باقی حکمران  
کے باوجود اور اختیار کسی سنجیدہ امر میں کے، کانفرنس نے منظور کر لیا تھا۔

”جب کسی قانونی سوچ کا فیصلہ درپیش ہو، جو ترقی کرنے والے جگہ اور ایک طاقت کے درمیان  
مؤثر معاہدے کا حصہ ہو جو خود وراثت کا باطلہ، دونوں پختہ والے مقصد کا حصہ ہوں، تو عدالت میں  
معاہدے کی پابندی ہوگی۔“

ایسے قوانین کی غیر موجودگی میں، عدالت بین الاقوامی قوانین کا اطلاق کرے گی سائر عام طور پر  
مشہور قوانین موجود ہوں تو عدالت مخالف اور حق کے عام اصولوں کے مطابق فیصلہ دے گی“ (Art. 7)

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک دیر نہ عمل ہے، مگر امکان ہے کہ یہ بین الاقوامی جہاز رانی کے قانون کے فروغ پر بھی جتنے اثرات مرتب کرے گا۔ اسی طرح جہازوں کے سامنے ایک مارت مرحلہ آتا ہے، مگر ہمیں ان حالتوں پر بھروسہ کرنا چاہیے جو ہمیں اختیار سے منتخب کرنی ہیں کہ بین الاقوامی قانون خدیں پر اکتا دہستے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ کیے بغیر، کسی طرح کی طریقہ کار کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ ایسا قانون اس حالت کے لیے غریب کا باعث بنے گا جس نے اس کو بخیر نہ کیا تھا، اور اس کانفرنس کے لیے بھی جس نے اس کے حق میں ووٹ دیا تھا۔ میں اس پر اس لیے قوی دے رہا ہوں کہ میرے نزدیک یہ بین الاقوامی تعلقات کے تصور غیر معمولی ترقی کا پیش خیمہ ہے۔

اس طرح 1907 کی کانفرنس نے مستقل نوعیت کا پیدا عملی کارہائیں کیا ہے، ان معنوں میں کہ جس کی ان کی مابقی عدالت کے فیصلوں کے خلاف ماری کی جائے گی، اور وہ خود کام کرنے لگے گا، جس کے لیے قوموں کے درمیان کسی سے معاہدے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میں اس کو تیسری مابقی کے فروغ کے لیے خوش آئند سمجھتا ہوں۔ اس حقیقت کے پیش نظر یہ معاہدہ ہو سکتا ہے کہ اہم مقامات کے، قومی وقار کے اور داخلی تحفظات کے تنازعات کو عدالت کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اگرچہ پورا مسئلہ بہ تیز رفتاری کے تصور سے منسلک کیا گیا تھا، میرے خیال میں یہ سن کانفرنس کی عمل داری میں آتا تھا۔

جہاں اس کانفرنس نے بعد میں آنے والی کانفرنس کے سطح کے لیے کچھ سوالات چھوڑ دیے تھے وہ تیسری کانفرنس کو اس وراثت پر، جہاں تک ممکن ہو عمل کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اس نے بین اپنے سابق کی مثال پر عمل کیا اور مثبت کیے جانے والے مختلف مسائل کو تیسری کانفرنس کے ہر درجہ کی مختلف کنونشنوں نے تیسری کانفرنس کی مابقی کا Final Act میں اس طرح انکبا دیا ہے:

”آخر میں، یہ کانفرنس تیسری اس کانفرنس کے فحشادی سفارش کرتی ہے، اس مابقی سے، جس کو تمام مابقیوں میں کرے کریں گی، اور اس کی تیسری کانفرنس کے پروگرام کی پیشگی تیسری کی طرف توجہ دے، چاہتی ہے تاکہ اس میں ضروری اختیار اور رعایت کے ساتھ تمام مابقی کو پیش کیا جائے۔“

کانفرنس کا خیال ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لیے یہ بہت پسندیدہ عمل ہوگا اگر اجلاس سے تفریق دو برس قبل، حکومتیں ایک تیسری کانفرنس میں پیش کی جائے اور تجاویز جمع کرنے کے لیے یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہوگی کہ بین الاقوامی قانون میں مابقی کرنے کے لیے کون سے موضوعات بہتر ہو کر تیسری ہو چکے ہیں۔ کئی کو یہ دے داری بھی سوچی جائے کہ ملکوں کے ضروریاتوں کے لیے ایک پروگرام تیسری اور حکومتیں فیصلہ کریں کہ ان کے لیے کتنا وقت دیا جائے گا۔ کئی کانفرنس کی تنظیم کی دے داری بھی سوچی جائے گی۔“

میں اس سفارش کو طرہ وجود کی بنا پر اہم سمجھتا ہوں۔ یہ اس حقیقت کی دلیل بنتی ہے کہ بین الاقوامی کانفرنسوں کا بعد از انعقاد آفاقی سطح پر ایک منظم شدہ خیال ہے اور یہ بھی کہ تجربے کے بنیاد پر پیش کی

کئی تجویز کے ذریعے اس امر کو یقینی بنانا چاہیے کہ کانفرنسوں کا انعقاد موافق ترین ماحول میں ہو۔ کچھ مندوبین دوسری اور تیسری کانفرنسوں کے درمیان رابطے کے لیے ایک تنظیمی کمیٹی کے قیام کے حق میں تھے۔ لیکن اس خیال کو اس فارمولے کے حق میں چھوڑ دینا چاہیے تھا جس کا میں نے ابھی تذکرہ کیا ہے، اور جس کا خاکہ تیار کیا آسمان کا نہیں تھا۔ اس قدر معقولیت کے وجود جو اس کے اٹھا کا سبب ہوئی تھی، اس کے کل دلچسپ پہلو بھی تھا۔

بالآخر آپ دیکھیں گے کہ تیسری کانفرنس کی جتنی محنت عام طریقے سے ہوتی ہے، اس کی ابتدا کرنے پر اس مقام کے بارے میں جہاں اس کا انعقاد ہونا ہے، کچھ نہیں کہنا سکتے ہیں۔ یہ اور وہ خود مختار ہے اور ہر حالت اس کو متحرک کرنے کے لیے خود ہی قدم اٹھاتی ہے۔ قانونی نقطہ نگاہ سے یہ ایک مثالی ہے۔ ترقی کی راہیں لیے کہ اب اس کے اجتماعات کسی مخصوص حالت کے مریبوں میں نہیں ہوتے۔ پھر بھی، ایک قانون دان کی حیثیت سے، اس کا نام لیے بغیر میں ایسا کہتی ہوں نہیں دے سکتا کہ 1899 میں اس نے جو قدم اٹھایا تھا تمام قوانین کی جانب سے اس کا اعتراف کیا جانا چاہیے اور جنگ کی خوفناک تباہی کے بعد بھی جسے یہی بہادری سے محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس طرح اس نے ایک شاندار روایت کو جاری کیا ہے۔ اس نے ایک بار وہ طریقہ بتا دیا ہے اور آئندہ پھر بتانے میں اسے کوئی پامناں نہیں ہوگا، اگر وہ متعین دنیا میں اس کی مدد صرف اپنے لیے مخصوص نہیں رکھنا چاہتا۔ جہاں تک جہاں کے مقام کا معاملہ ہے، اگر وہی بیگ کا انتخاب نہیں کیا جاتا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم اس کی غائی حوصلہ مہمان داری کو بھلا بیٹھے ہیں۔ مگر دوسری حکومت کی بنا پر جس کو لگتا ہے کہ یہ سب تک باوجود نہیں رکھا جا سکتا۔ اس فارمولے میں، جسے سب نے قبول کیا ہے، تمام جائز محسوسات اور جذبات کا خیال رکھا گیا ہے۔

اب وقت آگیا ہے کہ میں اپنے خطاب کو ختم کر دوں۔ کیا کیا جا چکا ہے اور مستقبل میں کیا کیا جانے والا ہے، میں نے اس کی تفصیلات بتانے کی ایک معروضی کوشش کی ہے۔ ہمیں میرا کیا چاہیے، اور جو کچھ ہو چکا ہے اس پر غور کرنا چاہیے اور جو کچھ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے اس کے فروغ کے لیے کام کرنا چاہیے۔ مادی زبان کے ایک جسے کے مصداق، "وقت ایک محترم شخصیت" (galant uomo) ہو سکتا ہے، مگر ہمیں اس کو اپنے آپ ہونے پر چھوڑ نہیں دینا چاہیے، ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے۔ اس لیے ہم سب کو، جو بین الاقوامی میدان میں اپنا اثر ڈال سکتے ہیں، اس عمل کے نظریے پر اس کی تعمیل میں شریک ہونا چاہیے، اور اس کو کام کے لیے تیار کرنا چاہیے۔ نہ ہمیں کوئی جبر ہوگا، نہ جذبے کے لیے وقف ہو جانا چاہیے نہ اس کی توجہ ختم ہونے کے لیے جو کچھ کیا جا چکا ہے، مگر تعمیری تنقید کے لیے تیار ہونا چاہیے جو تعمیری کام سے دھماکتی ہے، ہمیں کھوپڑی کے لیے ہر کوشش اور ہر مشورے پر مناسب توجہ دینی چاہیے۔ ہم سب کو، ہر ملک میں، جتنی متفاوتات کی اور تبدیلیوں کی تلاش میں رہنا چاہیے، مصالحت جس پر اثر انداز ہو سکتی ہے اس لیے کہ عادت اکثر کمزور مشیہ ہوتا رہتی ہے جو ان معاملوں میں ہر جواز اختلاف کی بہت افزائی کرتی ہے، عام حالات میں جو سب کے لیے اچھے ہو سکتے

## تھیوڈور روزویلٹ

### اعلان تجلیل

آج دیکھ کر دسویں تاریخ کی جب اس ہالی میں جنگی دوا مارڈیائی پر ایمان کو پرتانے کے لیے کرا امن انی م کے دوسرے میں اس نے کیا فیصلہ کیا ہے، نوٹیل کھیل کا اصرار ہو رہا ہے، یہ دوا دوا مناسب ہوگا کہ مارڈیائی پر ایمان ان قوی اسکیمیں میں سب سے اہل ہے، جو امن کے مقصد کی حمایت کو پہا آرڈش تکمیل ہیں۔

حضرات اور دیہندہ زندگی قبل امن کے مقاصد، آج کے مقابلے میں بالکل ہی مختلف تھانہ پیش کرتے تھے۔ یہ مقصد جو اس وقت ایک یو یو یائی خیال گردانا جاا تھا اور اس کی حکایت کرنے والے اقصی عمریو دوا سرگرم، نوٹ تھیل نہمت کرمانے جاتے تھے سیاست میں جن کے لیے کوئی جھڑ نہیں تھی، اور وہ زندگی کی حقیقتوں سے لاشعق تھے۔

اس کے بعد سے حالات بنیادی طور پر بہت بدل چکے ہیں، اس لیے کہ یہ نہ سوں میں سر نہ آوردہ مددین اتنی کہ سر نہ ابان ریاست تھی، اس مقصد کے برتی بن گئے ہیں، جو کوئی رائے میں جس نے ب بالکل ہی مختلف صورت اختیار کر لی ہے۔ ریاست ہائے متحدہ اپنی ریاست تھی جس نے جنگی سیاست میں امن کے آرڈش پیش کر دیا تھا۔ اب ریاست ہائے متحدہ اور وہم کے سکون کی تعلیماتوں کے درمیان امن اور عالمی کے معاہدے کے چپکے ہیں۔ عمر با خصوصی جس نے امن دوستوں اور چرائی مہذب دنیا کی توجہات کو ریاست ہائے متحدہ کی طرف متوجہ کیا ہے، وہ صدر روز ویلٹ کا دی خوش کن کرد رہا جس نے دنیا کی دنیا کی قانونی، چارن وریڈی، کے درمیان چرائی تھیں ریڈ جنگ کو ختم کر دیا تھا۔

مارڈیائی پر ایمان کی جانب سے، جناب سفیر، میں آپ کو امن کا انی، اس کے شان کے ساتھ پیش

انی کا فرائض چارن سے ان کے حک کے سفیر H Peace نے انی دروسن ہو تھا۔ بعد میں صدر روز ویلٹ بھیجے کے لیے خود سے تھے۔

کر رہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی دلی استعداد بھی ہے کہ آپ سے [اپنے] صدر کو پیش کر دیں، مابذیلی محام کے شکر کے ساتھ، ان کی تمام تر کوششوں کے لیے، جو انھوں نے من کے مقاصد کے لیے کی ہیں۔ میں اس عظیم ذلت کے لیے دعا بھی کرتا ہوں کہ اسے دنیا میں امن کے آتش اور امن کے تحفظ اور اس کی بحالی کے مقاصد کے لیے کام کرنے کے لیے بھی مواقع ملیں۔

صدر ایڈولف Gunder Knudsen کی زبانی

خطبہ:

## بین الاقوامی امن

میں خصوصی محنت قلب کے ساتھ اس مقام پر ایسا وہ ہو کر اس امر پر محکمہ تحسین کرتا چاہتا ہوں کہ مجھے ڈونیل امن انعام کی حلا کے ذریعے ایک فی ترین اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ اس انعام میں جو سونے کا تمغا شامل ہے میں اس کو ہمیشہ اپنے پاس رکھوں گا اور اپنے بچوں کے لیے پیش بہارے کے طور پر چھوڑوں گا۔ اس انعام کے ایک حصے کے طور پر سنیہ اہل نظیر رقم کو جو قائم کرنے والی تھی شخصیت کی جانب سے دی گئی ہے، مخصوص حالات کے پیش نظر میں اپنے لیے رکھنا پسند نہیں کرتا۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ عام طور پر انعام پانے والے اس رقم کو کمال طور پر اپنے استعمال کے لیے رکھتے ہیں۔ مگر اس معاملے میں، اگرچہ میں نے کوئی عمل سرکاری طور پر ریاست ہائے متحدہ کے صدر کے طور پر نہیں کیا تھا، بلکہ بھی، چونکہ میں ریاست ہائے متحدہ کے صدر کی حیثیت میں یہ سارے کام کرنے کے قابل تھا اس لیے میرے خیال میں یہ رقم مجھے ریاست ہائے متحدہ کی مانت کے طور پر ہی تھی۔ اس لیے میں نے اس کو صنعتی امن کے مقاصد کے لیے ایک فاؤنڈیشن کے قیام کی بنیاد کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جو آپ کی کمپنی کے نمونے مقاصد کے دائرے میں آتا ہے اس لیے کہ ہمارے آٹے کے پیچھے دشمن کے نزدیک صرف نیکو کاری اور خیرات کے ذریعے حاصل ہونے والے امن ہی وہ امن ہے، آٹے کی صنعتی دنیا کی قوموں کے لیے جس کا وجود ضروری ہے۔ سرمایہ کاری کی دنیا میں خاصا یہ خود غرضی اور تکبر کا ختم کیا جائے گا۔ استقامت ضروری ہے، جتنا کہ مزدوروں کی دنیا میں خاصا یہ رفق و رشتہ دہانہ، اور بین الاقوامی تعلقات میں خاصا یہ اور طبع صحت مندانہ مسکریات کی ملک تمام بھی اتنی ہی ضروری ہے۔

میں یہ بات ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کر رکھوں گا کہ ایک عظیم کام ہے جو اپنی دراپنی کے درمیان قوم اور قوم کے درمیان، اخصاف سے کیا جانا چاہیے تاکہ سب کو سنی قدر بندھ جائے اور بحالی چاہیے کی وسیع سطح پر رد کر دینی زندگی گزارنے کا موقع فراہم ہو۔ امن چاہت خود ایک انجی ہے۔ یہ اس وقت تک

اتنی تیز نہیں ہوا جب تک کہ ٹیکوکاری نے اس کو پتے ہاتھوں سے نہ بنا دیا ہو اور اس وقت تک ٹیکوکاری شے ہو جاتا ہے جب یہ محض تم بھی اور سستی کے نقاب پہنے ہوئے ہو یا جب تیرا فساد کے فروغ کا آلہ کار بن جائے۔

بم دھمکائے دافوں، فسادوں، جبر کرنے، لوں سے نفرت کرتے ہیں خواہ یہ عمل تمہاری میں کیے گئے ہوں یا کھلے بندوں عام زندگی میں، مگر ہم یہ دونوں اور شہوت پرستوں سے بھی تم نفرت نہیں کرتے۔ مٹی بھی آؤں، آؤں کہو نے کے قاتل نہیں جو نہتا نہیں، بے عزتی سے ڈر جاتا ہے، یا اپنے پیاروں کو ڈکھائے دیکھتا رہتا ہے [اور مٹی قدم نہیں کھاتا]۔ کسی بھی قوم کو جو جود میں رہے گا حق نہیں ملتا اور وہ سخت اور مردانہ نہیں رہے۔ عمل سے مدنی کرتی ہے، اس سے قطع نظر کہ یہ عمل ہے مٹی اور تجارت پسندی، پیش پسندی، مٹی میں اضافے کے باعث ہو، یا مٹی مٹی مٹی کے لیے پیش، پیچ و کدش سے حاصل ہونے والی آسانی سے، یا کسی رشتہ قلبی کے باعث کیا گیا ہو۔

میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ الی ٹیڈا کی وقت اثر انگیز ہوتے ہیں جب ان سے عمل کا ٹکراؤ ہو یا ان کی روح پر عمل کو جائے۔ Red Terror کے رہنما امن کے دھمکے میں بیٹھی بیٹھی کہتے ہیں، جب کہ ان کے ہاتھ ہتھیاروں میں دھمکتے ہوئے ہوتے ہیں، بہت سے خاموشی نے احتجاج کو فوجی مٹی میں بدل دینے کے عمل کو بھی امن کا نام دیا ہے۔ میرے الی ٹیڈا کو ہمارے عمل میں تو رہا چاہیے اور ہندو آدرش کے حصول کے لیے عمل طریقے اختیار کیے جانے چاہئیں اور اگر ہم یہ سب سمجھیں کہ ایسی حالت میں نہیں رہ سکتے تو ہمیں قدم بہ قدم ان کے حصول کے لیے آگے بڑھنا چاہیے، درجی ست سے حاصل ہونے والی کامیابی پر قانع ہونا چاہیے۔

اب، جب کہ ہم اپنے کام کی حدود و ران کی، مستند دیکھ کر حیرت کر چکے ہیں، میں سمجھتا ہوں مجھے حق پہنچتا ہے کہ میرے کہے کو سمجھیں سے ہو جائے، جب میں یہ کہوں کہ میرے خیال کے مطابق، بین الاقوامی امن کے مسئلے میں بہت ترقی کی جا سکتی ہے۔ میں ایک مٹی انسان کی حیثیت میں بات کر رہا ہوں، اور میں اس وقت جس کی وکالت کر رہا ہوں، میں نے اس پہ اس وقت بھی عمل کرنے کی چوٹی کوٹش کی تھی جب میں ایک غفیر قوم کا رہنے والا تھا اور اس کی عزت و رتھ کا ذمہ دار تھا۔ میں دوسری قوموں سے بھی وہی عمل چاہتا ہوں جس مٹی میں اپنی قوم سے توقع رکھتا ہوں۔

[میرے خیال میں] کئی مٹیوں میں پیش قدمی کی جا سکتی ہے۔ مٹی سے مٹی سے [یہ ہے کہ] عالمی کے معاہدے کیے جاسکتے ہیں۔ [مگر] ایک بہت سے پس ماندہ قومیں ہیں جن سے کسی مہذب میوٹی کو عالمی کے معاہدے نہیں کرنے چاہئیں، مگر ان وقت تک نہیں، جب تک کہ ان بین الاقوامی پس ماندہ کا انتظام نہیں کر دیا جائے۔ مگر تمام واقعی مسند میوٹیوں کو آؤں میں موثر عالمی کے معاہدے کرنے چاہئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاہدے ان تمام سوالات پر محیط ہو سکتے ہیں ایسی قوموں کے درمیان جن کے پیدا ہونے کے امکانات ہو سکتے ہیں، بشرطے کہ معاہدے میں شامل ہونے والوں سے یہ پکا وعدہ ہے کہ وہ جائے کر ایک

دیہات کے علاقوں پر اور عسکریوں کے مدد سے جو جتنی بھی ممکن ہوگا، اور ساتھ ہی یہ معاہدہ بھی کیا جائے کہ قسم کے امکانی تنازعات کو (سوائے ان خاص خالص معاملات کے جن میں قوم کے دفاع پر آنے کا امکان ہو) عائلی عدالتوں کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ معاہدہ وہی صورت میں امن کی ضمانت دے گا کہ کسی ایک نے جان یا جو کر دیا جائے نہ ہو۔ بلاشبہ، ہمارے سامنے ابھی تک دوسری سے مامون ایسا کوئی طریقہ نہیں آیا ہے، مگر اس نوعیت کے کئی معاہدے کسی عائلی رائے ماننے کا باعث ہو سکتے ہیں جو اس قسم کی دوسری کرنے والوں کو اس عمل سے باز رکھیں یا ان کو مزید اپنے سے طریقے قرار دے سکیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک عائلی عدالت پر کام ہو رہا ہے، اور ایک عائلی عدالتوں کے ضمن میں کانفرنس ہوتی ہیں۔ کئی اچھی بات بھی گئی ہے کہ ہائی (The Hague) بیگ کانفرنس نے قوموں کے لیے ایک Magna Carta کی طرح دے دیا ہے اس نے کسی ایک آرڈر فرم کر دیا ہے جس پر جن کوئی حد تک عمل ہو گیا ہے، اور اس کی تکمیل کے لیے ہم سب مل کر کام کر سکتے ہیں۔ دوسری کانفرنس میں مزید پیش رفت ہوتی ہے، جب کی تیسری میں اور بھی۔ اس دوران امریکی حکومت نے کئی بار مشورہ دیا ہے کہ ایک Court of Arbitral Justice قائم کی جائے جس کا فیصلہ دوسری کانفرنس میں ہو چکا ہے۔ کوئی امید ہے کہ مختلف پارٹی حکومتیں، امریکا اور ایٹمی کی حکومتوں کے ساتھ ساتھ، سنجیدگی سے کوئی طریقہ اختیار کریں گی تاکہ اس کے قیام کی کوئی صورت نکالی جاسکے۔ میرا مشورہ تو یہ ہوگا کہ دنیا کے درمیان کے لیے کسی بیڑہ ہو گا کہ وہی امریکا پر فوراً کریں کہ اس عدالت کے قیام کے منصوبے کے سلسلے میں بدست مائے حمہد کی عداوت مابین میں ہر ایک کو سوچنا ہے۔ میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ بدست مائے حمہد کا آئین، بدقسمتوں عدالت مابین کے قیام میں اور مختلف ریاستوں کے درمیان امن اور اچھے تعلقات کے لیے کیے گئے اقدامات کے لیے، کچھ قابل قدر تشبیہات پیش کرتا ہے جن کی بنا پر بین الاقوامی امن اور تعلقات کے حصول اور تحفظ کے لیے ایک عدالتوں اور کانفرنسوں کے ذریعے ایسے بین الاقوامی اتفاق بھی ترتیب دیا جاسکتے ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ کا آئین جو کچھ کہتا ہے، اور اس وقت جو کچھ ہر دوئی بیگ سے حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، انہوں میں بنیادی فرق ضرور ہے، مگر بدقسمتوں کے درمیان ہونے والے فساد کو روکنے کے لیے اور کچھ مخصوص معاملات میں وفاقی عدالت کی پوری قائم رکھنے کے لیے بدست مائے حمہد کے آئین میں جو کچھ شامل کیا گیا ہے، وہ ان لوگوں کے مطالبے کے قابل ہے جو عائلی سطح پر بھی وہی نتائج چاہتے ہیں جو دوئی بیگ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

آخر میں، یہ سب سے بڑا استاد کا کام ہوگا کہ وہ دنیا کی طاقتیں جو امن کے بارے میں سنجیدہ ہیں، اس بات کو قابل ہو جائیں کہ ایک امن کی بیگ قائم ہو جائے، صرف اس لیے نہیں کہ ان میں امن ہو، بلکہ ضرورت ہو تو طاقت کے استعمال کے ذریعے ان کے درمیان امن قائم رکھا جائے۔ کوئی بیگ اس کے ذریعے امن کے ذریعے کام کے سلسلے میں سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اس کے پاس عمل کرنے کی معیہ طاقت نہیں،

زندہ کسی قسم کی پولیس جیسی طاقت جس کے ذریعے وہ اپنے عدالتی فیصلوں پر عمل کرانے۔ کسی بھی قدر طاقت کی کمیونی میں عدالتوں کے اختیار کا محصور بن کر اس کی مکمل طاقت پر ہوتا ہے؛ پولیس کی طاقت کی موجودگی پر یہ اس امر پر کہ ملک میں ایسے طاقت ور افراد موجود ہیں جو عدالتی اور قانون بنانے والے دوسرے فیصلوں پر عمل درآمد کرانے پر تیار نہیں، ملک پر عمل بھی کرنا کیسے۔ کسی نئی اور محدود کمیونی میں جہاں شہر ہو ایک شریف اور ایمان دار آدمی، اپنا تحفظ بخود کرنا چاہتا ہے، اور جب تک کہ اس کے تحفظ کو یقینی نہیں بنایا جاتا، اس کو اپنے اسموں سے دست نہ دار کی پر راضیہ کرنے کی کوشش کرنا ایک احمقانہ اور قطعی غلط فعل ہو گا۔ اس کو اس وقت تک اپنی کوششیں ہی سے اپنے تحفظ کے حق سے بہتر ہمت نہ دار نہیں ہونا چاہیے جب تک کہ کمیونی اپنی منظم نہ ہو جائے کہ وہ افراد کی عملی طور پر شہر کے خاتمے کا یقین نہ ہو۔

قوموں کے معاملے میں بھی اچھے ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ قوم کو اس وقت تک خود بخود رکھنے کے لیے کوئی ایجا کرنا ہوتا ہے جب تک کہ قوموں کے درمیان شہر کو دیکھنے کے لیے کسی بین الاقوامی نوعیت کی مستعد اور موثر پولیس طاقت موجود نہ ہو۔ موجودہ حالات میں، اسی وقت دنیا بھر میں امن کو یقینی بنایا جاسکے گا جب ان بین الاقوامی طاقتوں کے درمیان کسی نوعیت کا اختراع یقینی ہو جو امن کے معاملے میں نہ صرف سنجیدہ ہوں بلکہ خود کسی قسم کی ذمہ داری کا ارادہ نہ رکھتی ہوں۔ یہ اختراعات اچھے اس طریق ہو سکتے ہیں کہ پچھلے دو امن کے حصول اور اس کے قیام کے لیے اچھے حد دو اثرات پر تیار ہو جائیں مگر جو نہ یہ عام ایسا اختراع تیار کرے اسے ہیٹل کے لیے تاریخ میں مقام اور اپنی ذمہ داری کے تشکیک حق دار ہونا چاہیے۔



## برہم خان سنٹر

### اعلان تجلیل

[دنیا کی] تاریخ موتوں کے زبردست اخلاقی ثروت کا نگار رقی رہتی ہے۔ موتوں نے جنگ کے خیرات کی، تمدن کے رویے کی اور ان مقاصد کی بہت افزائی کی ہے۔ مردوں نے جن کے لیے جنگیں کی ہیں، جن کے لیے ان کے بیٹوں کی پیدوشی ہوئی ہے، اور انھیں نے جن کے خواب دیکھے ہیں۔ ان خیرات میں تہذیبوں کی ان کی درستی خاص کر موتوں کی کی۔ فی موتی ہوئی ہیں۔ انسان کی مردانہ بہت اور مردانہ کارناموں کے آدھ کو زیادہ روشن خیال ہونا چاہیے، زندگی کے مردانہ کی وہ ذی منتہی میں خون آلودہ کی جھڑپے آدھ کی طرح باؤل آؤں کو ہونا چاہیے۔ [تب ہی] ان کو بلند مقصد دینے میں وزن کے بیٹوں کو بہتر خواب دینے میں محنتیں مردوں سے تعاون کریں گی۔

ایسی بہت سی موتیں ہیں جنھیں نے تاریخ دینے اور کام کرنے کی مثال قائم کی ہے، جو فوجوں کے پیچھے چلے ہیں، فشتوں کی مثال سننے دینے، اور عمر رکھنے اور بچہ روں اور دیکھی وگوں کی نگہ داری کرنے کے لیے سب سے پہلی کو دیکھنے میں اسی سے زیادہ اور کوئی کہہ کر سکتا ہے!

رام چندر پنسی، یہ ہے وہ مرد جن میں آپ نے آفت کی موتوں کی رہنمائی کی ہے آپ لوگوں نے خود جنگ پہ حملہ کر دیا ہے اور قوموں پہ "اسلم بندی مردہ یاد" کی غرے بازی کی ہے۔ [بھیس پورا بھیس سے کہہ] غرے کی یہ صدی آپ کا مدنی اعزاز ہے۔

موسم گرما کے گرماتے دنوں میں  
کھیتوں میں پیچھے پانچل کی سرسراہٹ کی صدا  
تیز ہو کر جنگوں کے حج کیا پہلی کر طوقاں ہو گئی

پھر تو وہ گہرا سمنہ بھی سننے شروع میں وہاں جھٹکے گئے گا  
اور پھر اس کے ساتھ ہی شایانی ہو گیا

مادر بیرونس، یہ سمجھتا ہے کہ اسے منبر ہے، یہ اسے غلام شاہ علی بیرونس [ Bjarnstjerne Bjarnson ] کے ہیں جو آپ کے کام پر صادق آتے ہیں۔ یہ سب آج [ دیکھئے ] ڈینیوب (Danube) کی وادی کی  
چھ گاہوں میں پائی کی سرسبز ہست سے ہی شروع ہوتا تھا، وہی علاقہ جو کبھی تہذیبی اور جنگجو قوموں کی شاہراہ تھا۔  
[ سرسبز ہست کی ] یہ آواز ہمیں دنیا کے تمام جنگوں میں ملتی رہتی ہے، "رامید ہے کہ جدیدی قوم کا تھا و سمنہ  
جنگ کے ذریعہ کے تحریک ہونے لگی کی جو جنگی موتی آوازوں کو ہمیشہ کے لیے نکل جائے گا۔

تو یہ دیکھیں گے کہ اس کی شکل میں عرصہ گئے گا۔ ہمیں علم نہیں [ کتنا ]۔ [ عمر ]، یہ مقصد واضح ہے؛ متعدد  
کے عمل، جو جنگ کا مقابلہ کرنا چاہیے اس حد تک کہ وہی جواز کو جنگ بھی غیر ضروری ہو جائے۔ ہم انسان  
کے ضمیر کو جگادیں گے، انصاف اور اخلاقیات کو جنگ پر دعویٰ کر دیں گے۔

مادر بیرونس، ہم آپ کے سکیم تھیں، آپ کی امیدیں، آپ کی بے غرضی کے اور آپ کے عمل کے لیے  
آپ کے شہر گزار ہیں۔ ہم ان کی سر زمین پر رہنے والے ہیں اور موجودہ، وہی آپ کی خدمت ہے تاکہ  
آپ ہمارے دیہات تھیں اور عمل کی مشعلیں روشن کریں، "راہیں روشن بھی رکھیں۔" خدہ آپ کو کامیاب کرے؛  
مادر بیرونس، امن کے محترم کے چارہ فائدہ رکھتے ہیں (Frederic Passy) نے آپ کو ہمارے عظیم  
کام دیو ہے۔ سینڈی نیو کے تمام امن دوست آپ کو اسی خطاب کے لیے جانے پہ شاہان و فرحان  
تہ۔

نیل کسٹن کے صدر تھیں Jergen Gunnarsson Lovland کی نوبل

خطبہ:

## تحریک امن کا ارتقا

شادی مذہب کے آسمان میں ابھری چھٹی، "حق کے تارے ہمیشہ جھمکے ہیں" ان کو مزید خاک تک  
دما، عمل ہو کر میں اُٹھاتا، قوت حیات کے رگوں میں رنگنا، اور پھر ان کو استعمال میں ایک جھوٹا عمل رہا ہے۔  
تمام بدن حقیقتوں میں سے ایک حقیقت یہ ہے کہ خوش حالی حالت امن ہی میں پیدا ہوتی اور پھر ان  
جذباتی ہے، اور تمام ابدی حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ ہر فرد کو زندہ رہنے کا حق ہے۔ صہ سے طاقت ور  
جہت، یعنی حفظ نفس، اس حق کا اہلکار ہے، جو قدیم خدائی احکامات میں "Thou shalt not kill" کی  
صورت میں مقدس قرار دیا گیا ہے۔

میرے نزدیک اس امر پر زور دینا ضروری نہیں کہ ہمارے تمدن کی موجودہ کیفیت میں اس حق اور اس خدائی حکم کا انتظام ایسا کیا جاتا ہے۔ موجودہ زمانے تک، ہمارے سماج کی فکری تنظیم اس سے انکار کی بنیاد پر رکھی گئی ہے، جو انسانی زندگی کی قدریں تو چین ہے اور عقل کی ترغیب کی قبولیت کے مترادف ہے۔

اور چوں کہ ایسا ہے تو، جہاں تک ماضی کی تاریخ، ہمارا سماج و ترقی ہے (اور دیکھا جائے تو واقعی وقت کتنا چھوٹا لگتا ہے، اس لیے کہ چند ہی اربوں کا عرصہ بھی ماضی عرصہ نہیں ہے) زیادہ تر دیکھ کا اس امر پر یقین رہا ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے گا۔ اور اس امر پر عام طور پر غور بھی نہیں کیا جاتا کہ وہی ہر وقت ہر تبدیلی ترقی میں رشتی ہے، اس لیے کہ ارتقا کے قانون کا علم، مواد و ریاضی عرصہ وقت میں ہوا سماج میں، تمام قسم کی حیات پر لاگو ہوتا ہے، اور یہ سب کا یہ نہ ہوں کہ سائنسی ترقی کا ہی مرہون نہ ہو۔

یہ یقین غلط ہو گا کہ مستقبل ضرورت کے پیش نظر، ماضی اور ماضی کے رجحانات کو جاری رکھے گا۔ ماضی اور حال، وقت کے دوسرے میں جتے ہوئے، ہم سے ہی طرف دور ہوتے رہتے ہیں جیسے درخت کی شاخوں کے ٹکڑے۔ جب تپتی کوہرین سے شاخوں کی طرف بہائے لیے جا رہی ہوں جن پر مٹی ٹوٹ انسان سو رہا ہے۔

جو لوگ عمل ارتقا کے قوانین کو سمجھتے ہیں اور ان میں معاون ہوتے ہیں ان کا یقین ہے کہ مستقبل ہمیشہ اس سے ایک درجہ بہتر ہو گا جسے ماضی سمجھ کر رد کر دیا جاتا ہے۔ صرف مذہب اور فطری قوانین اور عقلوں کے راہی، طاقت سے ہی انسانی مراعاتی میدانوں میں، فطری آلے اور سماجی ادارے تخلیق کیے جائیں گے جو ہماری زندگیوں کو آسان، بھرپور اور زیادہ باعزت بنا دیں گے۔ ان کو اس وقت تک آواز نہ دیا جائے جب تک یہ تصورات کے زمرے میں رہتے ہیں اور جہاں ان کی قابل وچ، زندہ اور موثر فکر میں قلب بہت ہو جاتی ہے، یہ ترقی و ارتقا کی بنیاد کے خلاف بن جاتے ہیں۔

اگر آپ مجھے ترقیات سے مطلع کرتے رہیں گے اور اگر میں یہ سنوں کہ ماضی کی تحریک عمل سائنس کی ماہوں پر آگے بڑھ رہی ہے تو میری طرف سے مافی الادا ہوتی رہے گی۔

یہ الفاظ سائنس کی بنیاد کے جس فراہم کنندہ کی زبان سے آئے تھے تھے تین حضرات، میری آپ سے سامنے اس وقت موجود تھے جن کی رجحان تھا کہ سائنس کی بنیاد پر یہ الفاظ اس وقت کے تھے جب 1892 میں، بچے شوہر کے ساتھ ان سے ملے بن (Ben) کی تھی جہاں ان دنوں ایک مین کانفرنس ہو رہی تھی۔

ان کا بصیرت نامہ اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ رفتہ رفتہ اس بات کے قائل ہو گئے تھے کہ یہ تحریک اب دوسرا نظریہ کے شہر سے نکل کر عملی طور پر ممکن ہے۔ لیکن بدلتی و روشنی میں آگے ہے ماضی جس کی تھ کر سائنس اور تصوراتی دہائی میں ماضی میں تھیں اور تہذیب کی نشوونما میں ماضی ہوتی ہیں۔ ایسے بدلتے سماج انہوں نے اس کا ترجمہ ہوں گے مقصد میں "بین الاقوامی اتحاد کی تشکیل اور اس کے نتیجے میں فوجوں

کی تعداد میں کمی، "کمینٹک" کر دیا تھا۔

انٹریڈ نوٹس کو یقین تھا کہ سوائی تبدیلیاں آہستہ آہستہ اور بھی بدنامی طریقوں سے بھی آتی ہیں۔ انھوں نے Andr  e کی قطب شمالی کو پار کرنے کی کوشش کے لیے 80,000 فرانک دیے تھے۔ انھوں نے مجھے کھنا تھا کہ یہ کوشش، میرے تصور سے بھی زیادہ، امن میں معاون ہو سکتی ہے۔ "مگر Andr  e اپنا بدلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو یہ اس کا نصف ہی حاصل کر پاتا ہے تب بھی، یہ کامیابی ان کامیابیوں میں سے ہوتی جو شکوک و شباب اور جوش پیا کر کے امن کے تصور سے جوڑتی ہیں۔ اور جوئی اعداد و احوال کی راہ قبول دے گی۔

انٹریڈ نوٹس کی نظر میں ایک محنت اور راست طریقہ بھی تھا۔ ایک اور موقع پر انھوں نے مجھے کھنا تھا: "یہ ہمدردی و شغ ہو جائے گا کہ تمام ریاستوں نے اجتماعی طور پر ہمدرد کرے کہ دو حملہ آور پر خود حملہ کر دیں۔ اور اس طرح جنگ نامنسن ہو جائے گی، اور ہر تینوں کو اس مقول حاکمیت کو بھی مجبور ہونا پڑ جائے گا کہ وہ وراثتی عدالت سے رجوع کرے یا چرخہ موٹ بیٹھے۔ اگر Triple Alliance میں صرف تین کے بجائے تمام ریاستیں شامل ہو جائیں تو صدیوں کے لیے امن محفوظ ہو جائے گا۔"

انٹریڈ نوٹس ان نئی کامیابیوں اور فیصلوں واقعات کو بولتے دیکھنے کو نہ دیکھیں گے جن کی بدولت "تصور امن" (Peace Idea) کو زندگی ملی اور انھیں کئی اداروں میں عمل میں آنے کا موقع مل گیا۔

پھر بھی، وہ 1894 میں زندہ تھے جب غلام خانویٰ حیدر علی گلڈسٹون (Gladstone) ایک مستقل بین الاقوامی ثالثی عدالت کی تجویز پیش کر کے ثالثی کے اصول سے بھی چند قدم آگے بڑھ گئے تھے۔ اس غلام بزرگ [نوٹس] کے ایک دوست، ہلپ اسٹن ہوپ (Philip Stanhope) نے 1894 کی Interparliamentary Conference میں گلڈسٹون کے نام سے یہ تجویز پیش کر دی تھی اور اس صورتوں کو ایسی ثالثی عدالت کا ایک منصوبہ بنانے میں بھی کامیاب ہو گئے تھے۔ انٹریڈ نوٹس نے اپنی زندگی میں اس منصوبے کا اجرا دیکھا تھا، مگر جب اس کے نتائج برآمد ہوئے تو ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ یعنی بیگ کانفرنس کی طبعی اور Permanent Court of Arbitration کا قیام۔ یہ [امن] تحریک کی بہت بڑی بدنامی تھی کہ اس سے انٹریڈ نوٹس، ہانڈ فان ایگڈی (Mortz von Egd  y) اور یوان فان بلاخ (Johann von Bloch) قبل از وقت چھٹی گئے تھے۔ اس میں کوئی حیرت نہیں کہ ان کے آدرش اور ان کے کام ان کی قبروں سے پرے بھی جاری ہیں، مگر وہ آج ہمارے درمیان بولتے تو ان کے ذاتی رسوم اور ان کے کام کے اثرات سے تحریک میں کتنی تیزی آگئی ہوتی۔ اس سمت سے دو مسکریٹ چندوں سے ٹریبیون لڑتے جواب تک اسی ہمارے لڑناں نظام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اس نظام کا مقصود ناکامی کے ساتھ چھٹیل۔ جب کوئی نیا نظام ابھرنے لگتا ہے تو پرانے نظام کو زبردستی ہٹا دیا جاتا ہے۔ مثلاً جو تین جرمین ہیں جو وہورنی ہیں اور جسے قوموں کے درمیان ایک فیملی اور منصفانہ امن کی



کوشش میں رہنا چاہیے۔ ہمیں ان دو فلسفوں کو مدنظر رکھنا چاہیے جو ایک دوسرے سے زور آزمائی کر رہے ہیں اور ان کا بھی احساس کرنا چاہیے کہ اب اس قدیم، اوجھڑ چکے اور دھڑکنے والے جذبے کی جگہ ایک طاقتور غیاظت بدلے رہا ہے۔ اور یہ بھی ہونا زندگی، جو نہ مزدور ہے اور نہ بے لاشی، کو سچی جاننے پر اپنی جہت ناری ہے اور نندہ رہنے پر اصرار کر رہی ہے۔ تحریک امن سے بالکل الگ، جو محض ایک وجہ نہیں بلکہ تہذیبی کائنات ہے، ایک قسم کی بین الاقوامیت اور انہماک کا عمل تشکیل پا رہا ہے۔ اس تہذیبی یا ترقی میں عملی یجادت، بہتر انداز رہائی، باہمی فکری تھکاوٹ اور ترقی میں بین الاقوامی تعلقات کے نئے معیار بھی اپنا پنا حاصل کر رہے ہیں۔ انسانی سوانحی میں حفظ نفس کی حیثیت، جو ترقی یافتہ شعور پر برسرِ کار ہے، جس طرح انسانی دولت کے عام طریقے کام کرتے ہیں انسانییت کی تہائی اور بدلتے ہوئے خودی مستقل طور پر بخوبی متغیر ہو رہی ہے۔

جنگ سے آزاد مہدوی تہذیب کی اس شعور کی سرکشتی کے توازی کیجئے کہ میں جو ان کی محور پر اس ہدف پر کام کر رہے ہیں جو عمل کے منصوبے کی ضروریات کو انہیں طرز تکھتے بھی ہیں اور بعد از بعد ہمارے مقصد کی تکمیل کے طریقوں کے متبادلی بھی ہیں۔ مدعیانہ کے موجودہ وزیر اعظم، کیمپبل بیرون (Campbell) نے ترکہ اعلیٰ بات کے مسئلے کو بدواً واضحی سے فرانس کے سینٹ d'Estournelles فرانسس جیمز شرت پر کام کر رہے ہیں۔ Jaures قوموں سے جنگ کی مزاحمت کرنے کے لیے اتحاد کی دعوت دے رہا ہے۔ ایک مذہبی عالم نوویکوف (Novikov) نے ان کی باتوں کے ایک اہمیت پہلو کو دیکھ کر مطالبہ کر رہا ہے کہ وہ نہ صرف تمام قوموں کو اتحاد کی دعوت دے کر رہا ہے بلکہ گوریلوں کے نام اپنے پیغام میں لکھتا ہے: "میں نے یہ خیال غور کیا ہے کہ ہم عملی طور پر ہر طرح کی حالت کو دیکھ کر اپنے کی سرکشتی کریں جب قوموں کے درمیان فیصلوں میں توازن کا عمل چل رہا ہے۔"

چند محکموں کے لیے میں امریکا کے مینسٹن پر بھی بات کرنا چاہوں گی جہاں بے حد حسد و حسائوں کی زمین میں بلند تصورات اور وسعت کے نئے نئے منصوبے بنائے اور بدلتے ہوئے طریقوں کے ساتھ سے ان کو پورا کرنے کی بے پناہ مدد دیتے ہوئے ہیں۔ دوسرے نقطوں میں یہ قوم اپنے تصورات میں مشابہت پسند اور ان کو حقیقت بنانے میں باہمی تعاون میں ہیں۔ ہمارے خیال میں امریکا میں امن کی جدید تحریک کے لیے حمایت حاصل کرنے اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے خاموشی کشش ہے۔ امریکی صدر کے کہے ہوئے الفاظ جو بھی بیان کیے گئے ہیں ان میں کوئی بھی طرفت یا متنازعہ نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل مقاصد میں بیان کیے گئے وہ طریقے ہیں جو ان کا امریکا میں امن کی تحریک کے سلسلے میں کیے جا رہے ہیں:

(۱) عالمی کے معہدے

(۲) قوموں کے درمیان اتحاد امن

(۳) ایک بین الاقوامی ادارہ جو قوموں کے درمیان قانون کی عمل درآمد کی طاقت رکھتا ہو اور جس کی سرکاری

امریکی ریاستوں کے درمیان قائم ہے، جس کے ذریعے جنگ کی تدبیر کو مقبول کیا جا سکتا ہو۔  
جب رنز ویٹ نے ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۴ کو مجھے وائٹ ہاؤس میں ٹوٹا آدھیا، تو انہوں نے یہ الفاظ  
ادا کیے تھے: "عالمی امن آ رہا ہے، بد شہ اس کا اگلا نمبر گویا ہے، مگر رفتہ رفتہ۔"

اور پھر، یہاں ہے۔ اس طرف تک، جو وہ دو تھائی وسیع اور یکساں تھا قریبی ہی کیوں نہ ہو پہنچنے کے  
ساتھ پر ہو چکے ہو۔ نچے قدموں کی چھٹا ہوگا، درمیان میں آنے والی ان گنت رکاوٹوں کو مٹا دیا ہوگا۔  
مزید یہ کہ ہم ایسے جہت کی بات کر رہے ہیں کہ انہوں نے انسانوں کو بھی تک جس کا تصور بھی نہیں سنا ہے  
یا، اگر ہو ہے تو، اس کو یوٹیوٹیو خیال سمجھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ، بہت سے مفاد پرست بھی اس میں شامل  
ہو گئے ہیں۔ اس کوشش میں کہ قدم کی موقوفہ نہ رہا جائے اور ہدف تک پہنچنے کا ممکن بنا دیا جائے۔

انسانیت کے اندرون میں موجود فطری قوانین میں پرانے نظام کے بھی خوبوں کے طاقتور اتحاد کی  
موجود ہوتے ہیں، جو تبدیلی کے خلاف، ایک فطری دفاع کا کام کرتے رہتے ہیں۔ انہیں لیے امن پسندی کوئی  
آسان جدوجہد نہیں ہوتی۔ آج ریاستوں کے درمیان گھونٹاؤں کا قانون ایہ سوال ہی ہمارے واردات  
سے پر مہم کا سب سے بڑا اور نتائج کے معاملے میں سب سے مشکل مسئلہ ہے۔ ایک محفوظ عالمی امن کے مفید  
نتیجہ ترقی پانا قابل تصور نہیں، مگر اس سے بھی زیادہ قابل تصور نتائج عالمی جنگ کے امکانات ہیں، جسے جہد  
بازی میں گمراہ لوگ قبول کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔

امن پسندی کی وکالت کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے ذہنی رجحانات اور طاقت کے وسائل  
کتنے حقیر و بے وقعت ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تعداد میں وہ کم ہیں اور اختیار میں کمزور۔ مگر جب وہ خود کو اور ان  
آدشوں کو حقیقت کی روشنی میں دیکھتے ہیں جن کے حق کا وہ ہیں تو وہ خود کو ایک بلند ترین مقاصد کے خدمت  
گاہوں کے رعب میں پاتے ہیں۔ اس مسئلے کے حل کا انحصار اس امر پر ہے کہ یہ تو ہمارا رعب یا کامیوں اور  
خفیات کی نمائندگی کا دین جائے گا، یہ ہم اس خطرے کو مان سکتے ہیں اور اس عہد میں جہد و خل ہو جائیں  
جس کو محفوظ امن اور قانون کا مدد کی جا سکتا ہے، جس میں کیا قابل تصور نتائج کے ممکن کا فروغ ہوگا۔

اس سوال کے کئی پہلو ہیں۔ پہلا یہی ہے کہ کانفرنس کو امن امور پر بات کرنی چاہیے، یہ ترجیح مجوزہ  
مومنومات کے جو بھاری جیسوں کے قوانین اور ان پر عمل، ہندو گاہوں، شروں اور دیہات کی بربادی، زمین  
سنگوں کے بچنے جانے وغیرہ سے متعلق ہیں۔ اس ایکشن کے کی مشورہات ثابت کرتی ہیں کہ اگرچہ موجودہ  
سویں کی کے ڈھلچنے کے حیرتی جو جنگ کو قبول کرنے پر تیار ہیں، کانفرنس میں جنگ کی صفات میں تبدیلی پر  
بات کرنے آتے ہیں، وہ بنیادی طور پر موجودہ نظام کو دیکھ کر ہی قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ امن پسندی کی وکالت  
کرتے، لے، وہ کانفرنس کے اندر کے سوں یا باہر کے، سچے اپنے مقاصد کا دفاع کریں گے اور اپنے ہدف  
کی طرف قدم نہ ہانپنے پر زور دیں گے۔ سو ہدف جو، صدر رنز ویٹ کے الفاظ میں ان کی حکومت کے دور  
تمام حکومتوں کے فرائض کی بنیاد ہیں، ان لحاظ کو قیاب لانے کی کوشش کریں جب قوموں کے درمیان

## رینڈل کریمر اعلانِ تجلیل

میں آپ کا خیر مقدم کرنے میں یکسو ہونے کی خوشی کر رہا ہوں۔ آپ کی موت، طویل مسافت اور اس  
بیم کے سبب ہم موسم کے وجود یہاں تک آگئے تھے۔ میں سب سے بڑا شہرت ہے آپ کی اس آنکھ  
تو دنیا کی کا جسے آپ نے اتنے برسوں تک اس مقصد کے لیے وقف کر دیا تھا۔ جس کی آپ نے کئی تمدنی ور  
ہونے کے ساتھ خدمت کی ہے اور کامیابی حاصل کی ہے۔ ہارنی بہترین نمائندگی ہے کہ آپ میں اور عالمی  
کے خیالات کو دور دور پر مسئلہ ہوتے دیکھیں، اور چوں کہ آپ نے خود اپنے اعلیٰ تھریف اور محنتوں کے  
ذریعے اپنے فوٹل انی کا کام کیا ہے، ہارنی نمائندگی ہے کہ آپ میں کوششوں میں لگیں پاتا دیکھیں۔

نوبل کمیٹی کے صدر نیشن Jorgen Gunnarsson Lovland کی رپورٹ

خطبہ:

### بین الاقوامی نمائندگی، اس کی ترقی اور فوائد

مجھے فہم ہے کہ بہت ساری وجود کی بنا پر میری یہاں موجودگی میں تاخیر ہوئی ہے۔ جب سے نوبل  
کمیٹی نے مجھے نیا سے نوبل سے میں نے شرطیں لگائیں کہ لیے یہ نشان ہوں، جو میرا نام پانے والے  
کو پہنچائی گیا کروہ بریتانیا (Christiania) کے اور پتا خطبہ پیش کرے۔  
مجھے یہ بہت سے حالات اور پیش سے ہیں جو تاخیر کا باعث ہوئے، جس کے لیے میں شرمندہ ہوں  
اور آپ سے چشم پوشی کا شکر اظہار کرتا ہوں۔



مسافرین اپنی منزل پر پہنچنے کی جگہ تک وہ وہاں خود سے سوال کرتے رہتے ہیں کہ اس کے حصول کے لیے اور کتنا خرچہ پائی نہ کیا ہے۔ سائنس نے جتن کچھ حاصل کیا ہے اس کو اس کی سے معلوم تو کیا جاسکتا ہے، علم باقی رہ جانے اور قاعدہ اور محنت کے کامیت کا بہت مشکل کام رہتا ہے۔

اس میں ہمیں جتنا وقت میسر ہے، ہر مہینے کے یا ترقی لوگ اس میں ایک مسافر کا روپ دھار سکتے ہیں اور یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ کے کتنے سبب ہیں: آؤ ہمارے داخل کوئی ترقی کی ہے، کیا ہمارے پاس کوئی منافع کا کوئی جوڑ ہے یا کوئی اور چیز، اگر نہیں تو۔ کتنی ہی کامیں ہیں جو ضروری ہوتی رہ گئی ہیں۔

ایک مہینے سے کتنی دست دیکھ کر تے رہے ہیں کہ کیا چاہیے اس آپ کو اس کے بارے میں کچھ بتانا چاہوں گا جواب تک کیا چاہتا ہے۔

کئی بات۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھ سے توقع نہیں کریں گے کہ یہ ہر کی خوش قسمتی ہے کہ ہم اس بارشاد کی حالت اور ہمدردیوں کا مسئلہ کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو ہر ماہ کوئی تحت پر جلوہ افروز ہے اور پوری دنیا اس کے مسئلہ کے کام میں اس کے رشتہ کو استعمال کر سکتے کے باعث اس کے قہر کی مقروض ہے۔ ماضی میں بارشادوں نے طبعی اور جتنی چارے کے لیے اپنے رسوم کا تمام استعمال کیا ہے کہ شاید ایک اورڈ (Edward) کی قائم کی ہوئی مثال نہ ملے قابل تعریف ہے بدولت کی پرامید مثالوں میں سے ہے۔

چوتھیں برس قبل، جب اس ادارے نے، جس کا میں سیکریٹری ہوں، "قوموں کی وحدت" قائم کرنے کا مشورہ پیش کیا تھا تو محض نظریات پرست و ریڈیو پیش کے خیالات سے غافل رہیں استہز کا نشان بنا دیا تھا، اور معذرت کرنے: وہ نے پُر زور طریقے سے کہا تھا کہ دنیا کے صرف دو ملک بھی کبھی ایسی کسی حالت کے قیام پر متفق نہیں ہو سکیں گے۔

آج سم نہ سے غر سے کہہ سکتے ہیں کہ Hague Tribunal قائم کی جا چکی ہے، اور ابتدائی میں پہنچنے و لے Boer War کے عدسے سے قطع نظر، اور پچھتوں قوموں کے بانٹ کے باوجود، آج عام رکے یہ ہے کہ یہ باقی رہنے کے لیے قائم ہوئی ہے۔ اور مسئلہ کا نشی (Carnegie) کی شاہانہ پختہ کش کا شریہ کہ قوموں کی وحدت کو Palace of Peace میں ایک مستقل جہز فرہم کی جائے گی۔

آمریکی کو کسی عالمی کی وحدت کی حمایت اور پسندیدہ کا ثبوت دیکار تھا تو وہ یہ "Dogger" Bank کے واقعے نے فراموش کر دی ہے۔ اگر عالمی وحدت کا وجود نہ ملتا تو شاید یہ نہ مانیے اور اس کو کچھ اس پر غور کرنے میں کئی مہینے تک جاتے کہ اس قسم کی مام نہ دوست اندری عالمی وحدت کے سامنے پیش ہونے کے لیے ایک سوزناں معاملہ ہے بھی کہ نہیں، اور اس کا خیر کے باعث یہاں وہ جس نے عوام کے ذہنوں کو متا پگئی کر دیا تھا کہ اس کا کوئی اس پسند انداز حل ممکن ہی نہ ہوتا۔ مگر اس حقیقت نے، کہ ایک پُر امن طریقہ موجود ہے، جسے حرکت میں لایا جاسکتا ہے، باوجود اس کے کہ کچھ اخبارات اس تنازعے کو ہوا دے رہے تھے وہ

کھوتیں اس کو استعمال میں۔ سنے کے لیے چند دن کے اندر ہی بیگ کی دستاویزاتی عداوت میں جانے پر راضی ہو گئے۔

پچھلی صدی کے دوران غاشی یا دوستانہ طریقوں کے ذریعے حل کیے جانے والے تنازعات کی تعداد تقریباً دو سو تھی۔ زیادہ تر تنازعات معمولی نوعیت کے تھے۔ ان میں کچھ مشکل بھی تھے۔ سب سے مشکل تنازعہ میسا بسٹ ہائے متحدہ اور مہجانیہ کے درمیان بحرین مذاقوں کے جہاز بابا (Alabama) کا تھا۔

پہر حال، 1887ء سے پہلے یہ سال نہیں اٹھا تھا اور اس کو اس کا عملی مرعہ سمجھتا تھا۔ اس وقت تک حقائق ہوتے ہی تھیں، گانہ نہیں منعقد ہوتے تھیں، ورکنگس کے سامنے بدعنوانی پیش ہوتی تھیں، جگر امن کے دوستوں کو یہ مشکل درپیش تھی کہ شروعات کون کرے؟ کون ہی قوم آگے بڑھے؟ اور ایک قابل عمل تجویز پیش کرے؟ اس مشکل کا سامنا کرنے اور ان اعتراضات سے عہدہ نہ آہونے کے لیے بدعنوانی کے دارالحکومت کے مکان نے سیاست ہائے متحدہ کے صدر اور اس کا گھر میں کو بدعنوانی پیش کی تھیں، اس ترقیب کے ساتھ کہ یہ سیاست ہائے متحدہ اور بدعنوانی تھیں۔ یہ نئے مہمیں ابتدا کریں اور ایسا معاہدہ کریں جو انھیں اپنے استدعا کو پیش کے ذریعے عمل کرنے کا پابند کرے۔

[illegible]

سات مزید معاہدے بھی ہوئے ہیں جن کے مسودے پر ریاست ہائے متحدہ امریکا کی حکومت اور برطانیہ عظمیٰ، فرانس، جرمنی، اٹلی، ہسپانیہ، پرتگال، اور سوئٹزرلینڈ کی حکومتوں نے دستخط کیے ہیں۔ ان معاہدوں کے علاوہ جو ریاست ہائے متحدہ سے ہوئے ہیں، جن کی سینیٹ سے توثیق ہوئی باقی ہے، وہ دوسرے تمام معاہدوں کے مانند ہو چکے ہیں اس طرح، یہ معاہدے چین، اقوامِ قانون کی نظر میں مکمل طوراً نافذ ہو چکے ہیں۔

غیر ملکی پرمست کرتے ہیں کہ اب ان معاہدوں کا یہ فائدہ جب تک آپ انھیں کر چکے ہیں، میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ فرانس اور برطانیہ عظمیٰ کے درمیان معاہدے پر، جو آخر چھ سرفراز ہوئے ہیں، وہ ہے، یہ قوموں کے درمیان رفاقت کے مطابق مکمل وہ آمد ثروت ہو چکا ہے جس کے تحت دونوں حکومتوں کے درمیان تمام اختلافات، جن میں سے ایک صدیوں پہلا ہے، منصفانہ طور پر طے کر لیے گئے ہیں اور ان کی پرمیرانوں نے ان کی توثیق بھی کر دی ہے۔ بعد ازاں فرانس اور برطانیہ عظمیٰ، جن کے بچے ایک دوسرے کو دنیا کے گھر کے رہنے والے ہیں اور دونوں قوموں کے درمیان کا فیصلہ کرتے ہیں اب بقیہ اختلافات کے ساتھ

زندگی گزار رہے تھے۔

ان ٹاٹوں کے معبودوں کا ایک اور مقام ذکر کرنا ضروری ہے۔ وہ جنوبی امریکی جمہوریتیں، چلی اور پیرو تھیں، جو متعدد بار تنازعات میں الجھی رہی تھیں، اب ان معاہدوں کے باعث مجبور تھیں کہ وہ اپنے تنازعات کو ٹاٹوں کے ذریعے حل کریں، اور یہ جانتے ہوئے کہ اب زرد بکتر ورجنل جہازوں کا کوئی کام نہیں رہ گیا ہے، انھیں کسی بڑے عظیمی "رہسازوں" کا قتل کے ہاتھ فراموش کر رہی جو انھیں ڈرہا چاہتی تھیں۔

ٹاٹوں کی وکالت کرنے میں ہماری پالیسیوں کا بہترین نمونہ اس معاہدے کا تھا جو ۱۹۷۱ء میں منعقد ہوا تھا۔ اس معاہدے کے تحت یہ طے کیا گیا کہ اگر کسی ملک کو جیتا کر لیا جائے گا۔ اس کے جس کو ہمیشہ ذرا دیر لگے، دوسرے اس کو قید کر لیں گے جس کو جان بچا کر لیا جائے گا۔

اس معاہدے کیلئے ٹاٹوں کے معاہدوں سے، جہاں اور بھی فائدہ ہو گا، یہ فائدہ بھی ہو گا کہ جب اختلافات ابھریں گے، تو تنازعات میں شامل قوتوں کو سوچنے کا وقت ملے گا، پھر اس وقت جب تک ٹاٹوں کے لئے والے مسائل پر غور کر رہے ہوں گے، انھیں کے جذبات ٹھنڈے ہوں گے، اور جنگ کے امکانات بہت حد تک کم ہو چکے ہوں گے۔

اور، جنگ کی افواہوں کے اڑنے کی، بازاروں میں پکے وانی ضروریات زندگی کی قیمتوں میں تھوڑی سی بڑھوتری ہے، انھیں جو مستند پڑ کر رہی ہوئی ہیں، ان میں پڑھنے کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ ایسے تمام اضافے صارف کی دکان پر پڑتے ہیں۔

ایسے تمام معاہدے خوف پھیلانے والوں کے خوف ایک سوچ کو کمزور کر دیتے ہیں اور اس طرح انسانی کارسرمایہ کاروں کو ہر قسم میں بازی لگانے والوں کی دھوکے بازی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ جنگ کی پہلی افواہ کو کوئی شخص میں سرمایہ کاری کرنے والے بندوں کو پریشان کر دیتی ہے، اور وہ اپنے جسم کو فروخت کرنا شروع کر دیتے ہیں، بازی لگانے والے جس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ فریبی اگر بالکل ختم نہ کی جائے، تو اس کو کم ضرور کر دے گی، اس لیے کہ سرمایہ کاری کرنے والے اس وقت تک اپنے سرمایہ کو فروخت کرنے میں ہمدلی نہیں کریں گے جب تک کہ تنازعہ ٹاٹوں کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا اور اس کا حل نہیں نکال لیا جاتا، اور اس وقت تک جنگ نہیں ہو سکے گی۔

ماضی میں [جنوبی افریقہ] کے درمیان [ہونے والی بڑی جنگ (Boer War)] ٹاٹوں کے فوڈ کا بہترین نمونہ ہے۔ اگر دونوں حکومتوں کے درمیان دوستات جو جنگ کا باعث ہوئے تھے ٹاٹوں کے سامنے پیش کر دیے جاتے تو، یہاں کہ دونوں کی مخالفت تھی، بڑا دن بہا ہو گا (جن میں مرد و بچہ شام تھے) جو بدستور ہوئے، 15378 بچے متوفی کیپٹون کیل میں از وقت موت کا شکار ہوئے، تھامیں اور دیکھ اور 250 سین کا نقصان، سب کچھ بچا لیا گیا تھا۔

میں اب تک کیے جانے والے کچھ، جسے کاموں کا تذکرہ کرتا ہوں، اور اب میں اس پر روشنی ڈالتا

چاہیں گے یہ کام کسی طرح کیے گئے تھے۔

چوتھیں نمبر تھا، برطانوی اور فرانسیسی مزدوروں نے کانگریسوں اور مذاکراتوں کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا، اور اپنے ہم وطن لوگوں سے عوام کے درمیان بہتر مہم کے لیے خطاب کا آغاز کیا تھا۔

اس عرصے میں یہ کوششیں جاری رہی ہیں اور ان کے نتیجے میں فرانس اور انگلستان کے درمیان ایک دائمی معاہدہ ہوا تھا۔ یہ بعد معاہدہ تھا جو یورپ کی قوموں کے درمیان ہوا تھا۔ اس مثال کے بعد معاہدوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا تھا، جس میں جن کے بارے میں بات کر چکا ہوں۔

یہ فتح دراصل عوامی فتح تھی، اور اس خیال کا ایک فرانسیسی شہور عوامی رہنما اور خطیب مسٹر جاورے (Jaurès) نے کیا تھا۔

میں پہلے بتانا کہ چکا ہوں کہ ایک Anglo-American Treaty of Arbitration کے لیے 1887 میں کوششیں کی گئی تھیں، جب ایسے ہی ایک معاہدے کے لیے برطانوی پارلیمنٹ کے رکن نے دو درخواستوں پر دستخط کیے تھے، پہلی پر 234 اور دوسری پر 364 نے۔ یہ بے مثال درخواستیں تھیں، مایہ ناز کی اور ہوا تھا کہ ایک پارلیمنٹ کے ارکان دوسری پارلیمنٹ کے رکن سے مخاطب ہوئے تھے، ان درخواستوں کے بعد برطانوی دارالحکومت نے حلقہ طور پر ان کو منظور کر لیا تھا۔

آخر میں ایک معاہدے کا مسودہ تیار کیا گیا تھا، جس پر دونوں حکومتوں نے دستخط کیے تھے، رومینیٹ نے اپنی اشیت سے اس کی منظوری کی تھی، مگر تین ووٹوں کی کمی سے وہ اپنی اشیت حاصل کرنے میں ناکام ہو گئی تھیں۔ اس وقت، ایک در معاہدہ رومینیٹ میں زیر بحث ہے جس پر دونوں حکومتیں دستخط کر چکی ہیں۔

مگر اس ماکہیابی سے ایک "حکومت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ طاقت اب Interparliamentary Union کے نام سے جانی جاتی ہے۔

ان Interparliamentary Conferences کی، جو اس یونین کی تشکیل کا باعث ہوئی ہیں، 1888 میں رومینیٹ برطانوی اور فرانسیسی پارلیمنٹوں کی نمائندوں کی قیادت میں ہونے والی مذاکرات سے ابتدا ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے London, Rome, Bern, The Hague, Brussels, Budapest, Christiania, Paris, Vienna میں اور پچھلے برس St. Louis میں کانفرنس ہوئی تھی۔ چوتھی کی اس مجموعی سے سینٹ سے ہسپانیہ کے مدبر وروپ کی پارلیمنٹ میں یورپ کی تشکیل پچھلے ہیں۔

اس یونین کے اب تقریباً 2,000 ممبر تھے، ورپ کی میں ریاست ہائے متحدہ کی کانگریس میں بھی ایک گروپ بن گیا ہے۔

اب یونین کی طاقت اور رسوخ کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ کانفرنس سینٹ کے دفتر میں منعقد ہوتی ہیں اور ان کے اخراجات کا پورا پورا جھکوتیں اٹھاتی ہیں۔

جب اس یونین کو مارتے کھلی جائے گی، تب یہ واضح ہوگا کہ اس وقت، جب اطالیہ اور فرانس کے

درمیان جنگ کے خطرہ بہت بڑھ گئے تھے۔ حالانکہ پیریمان سے کسی جانے والی یونین کی ایجیوٹی کے بہترین نمائندے پر آمدمیں تھے اور ان کی کسی وجہ سے ان وقتوں کے درمیان کشیدگی کم ہوتی تھی۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ [روس کے شاہ] زار کو اپنا فرمان جاری کرنے پر افسوس کیا تھا جس کی بدولت پڑھیسٹ (Budapest) کانفرنس کی کارروائی جیٹ کوئٹن کا باعث ہوئی تھی۔

اسی نے چورس اور ریاست ہائے متحدہ کے مابین پیریمان کے درمیان مذہمت کی راہیں ہموار کی تھیں۔ اس کی حالیہ کامیابی یہ ہے کہ اس نے تقسیم ملک کے صدر نے ایک اور کانگریس منعقد کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے تاکہ جیٹ کانفرنس کے ماحول چھوڑے ہوئے کام کی جگہ پر یونین کی بدولت جیٹ کوئٹن منعقد ہوا تھا جس نے قوموں کو کٹائی کاٹنے اور فراموشی کے تنازعات کو حل کرنے کا ایک تہا بن فریڈرک اہم بنایا ہے۔

یونین کو اس بات کا بھی کریڈٹ دیا جاسکتا ہے کہ اس نے صدر رٹز ویٹ کو ایک اور کوئٹن جانے پر ماضی کو یاد دلایا تھا، اگرچہ اس کوئٹن کے رجحان سے اس میں ترکیباً سوجات پر غور کرنے کا تذکرہ نہیں کیا گیا تھا۔ یہ ایسا منصوبہ ہے جس پر خصوصیت سے فرانس میں رٹز ویٹوں نے ہمتی ہوئی توقعات کی چاہی تھیں، کہ کوئٹن اسوجات کے اثرات پر خطرات پر بنیادوں سے غور کرے گا، کہ واقعی یہ امن کو محفوظ رکھنے کے لیے کیا جنگ پر افسانے کے لیے۔

جاپان اور روس کے درمیان جنگ سے حاصل ہونے والی سبب، اپنے بہ مثالی holocaust کے ساتھ ایسا ہے کہ کوئٹن کے لیے ترکیب اسوجات کے سبب کو نظر انداز کرنا ناممکن ہوگا۔ صنعتی مہمات کے لیے یہ منصوبہ سب سے اہم ہے۔ مزدوروں کو ٹریڈ یونین سے اور مزدوروں کو دنیا بھی ہے۔

ہمارے ذمے جو کام ہے وہ بہت بڑا ہے۔ ہمارے منصوبہ مہمات اور محامہ جو جنگ سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ان رسائل کے تعاون سے جن پر ان کا شمار کیا جاتا ہے، اپنی چوٹی قوت سے اسوجات میں کسی بھی قسم کی کمی کی مخالفت کریں گے۔

گھر سائنس بنانی تھی سے امن کی طاقت و مددگار رہتی جاری سے لایو جو اٹھانے والوں اور محامہ کی بدھتی ہوئی سیاسی طاقتوں کی ہے چینی بھی، وہیں سر تھا، جن کو بد نہایت کے مددگاروں اور اعلیٰ حہد کی کے، مین اس تقسیم جہد و جہد میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

میں نے کہا جانے ان تمام کوششوں اور صلہ ہونے والی تمام فتوحات کے اس مختصر سے غور سے میں، خود کو اس حصے کا تذکرہ کرنے سے روکا ہے، مجھے جس میں Anglo-American Treaty of Arbitration کے نوٹ میں حصہ لینے کا موقع ملا تھا، جو پہلی منظم کوشش تھی ایسے مقصد کے لیے، اور جس نے اس مسئلے کو عملی سیاست کی جہد کے غلطی تک پہنچا دیا تھا۔ اس موقع پر یہ بتانا ضروری ہوگا کہ ریاست ہائے متحدہ کے سرسینئر کو ایک پروڈامٹ و صوب ہوتی ہے کہ وہ اپنے ادارے میں Anglo-American Treaty of

Arbitration کی توثیق کی پیش کش کر کے، جو اس کے سامنے پیش کیا گیا ہے، اس کی یا اثبات پر مدعا فیہ کی منتقلی تنظیموں کے 7,452 نوکریں سے دستخط کیے گئے ہیں، جن کی تنظیموں کے امکان کی تعداد تین چھٹی فی صد، افراد سے بھی زیادہ ہے۔

جہاں تک ان محاذوں اور مسلسل کشمکش کا معاملہ ہے جو ضروری تھیں فرانسیسی اور مدعا فیہ نوکریوں کو ایک سطح پر۔ ان میں، پہلی میں پوری ملی کانفرنسوں کی ابتدا کرنے میں، امن کے کام کے لیے انوار اقسام کی محنت میں، جس نے مجھے پتہ چل گیا کہ اس سے مشغول رکھا ہے، اس کی اپنی پہلی بار سے دینا نہیں چاہتا اور اپنے عمل اور کارکردگی کے بارے میں فیسرا اپنے سرچسپوں پر چھوڑ دیتا ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ کچھ دوسری سمت ٹوٹ گئی ہے، اس لیے کہ جاپان اور روس ایک محسوس محاذ تیار ہے جس میں اچھے ہوئے ہیں۔ امن کے سب سے زیادہ سرگرم دیکھیں کہ یہ توقع نہیں تھی کہ کشتی کے معاہدے ایک دہائی کے بعد کر دیں گے۔ جب بنی نوع انسان کی ہمت سے بھر رہا تھا، پہلی بار اس نے غیر مہذب قانون بنائے تھے اور ستارے کے تھیں قائم کی تھیں اور یہ توقع تھی کہ یہ پتہ کرنے سے تمام لوگ اپنے ذاتی اختلافات چکانے کے لیے ہونے والے لڑائی کو فوراً بند کر دیں گے۔

مگر ہمارے اجداد، اس میں ہوئے تھے۔ ہر تیس مہلی ہوتی تھیں۔ ان کے لیے جوان و استہلال کرنا چاہتے تھے۔ اور اب تو سنا زبانا دی یہ سنتے میں آتا ہے کہ ذاتی اختلافات حقت کے ذریعے حل کیے جاتے ہیں۔ جو پہلے بھی ایک عام روش تھی، اب وہ کمتر اور بے رحم لگتی جا رہی ہے۔

ہمارے خیال میں یہی دور سے جو بدلتا ہے ان قوموں پر پڑے گا جو معاہدے کرتی ہیں اور کشتی کے تھیں قائم کرتی ہیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کافی عرصے تک کچھ قومیں ایک دوسرے سے لڑتی رہیں، مگر ان قوموں کو، جو نو قوت دیتی ہیں کشتی کو جنگ پر، معاہدوں کو میدان جنگ پر، جہاز ہینڈلنگ کا قانون پر، ٹرانسپارٹ معاہدے اور جنگ کو تھامی غیر مقبول بنا دینا چاہیے یعنی کہ کھبازی غیر مقبول ہو چکی ہے۔

حضرات! اگرچہ میرا موضوع ابھی اختتام تک نہیں پہنچا ہے، مجھے خوف ہے کہ میرے سامعین کا صبر اختتام کو پہنچ چکا ہوگا۔

مگر میں نوٹس سمیٹی کی تہوں سے شکرگزاری کے بغیر اپنا خطاب ختم نہیں کر سکتا کہ انہوں نے اپنے دوسروں کے ذریعے مجھے یہ ذاتی شان عزاز بخشا ہے، اور مجھے موقع فراہم کیا ہے کہ میں International Arbitration League کو اس مقام تک پہنچاؤں کہ میرے بعد بھی یہ اپنا مفید کام جاری رکھ سکے۔

میری زندگی کا سب سے بڑا عقیدہ تھا کہ ایک کاروبار قائم ہو جو محاطات اور ہو کر ان قوتوں کا متبادل کر سکے جو جنگ چاہتی ہیں، اور شکر یہ نوٹس سمیٹی کا کہ میں اس پر کافی حد تک عمل کر چکا ہوں۔ تقریباً پورے امریکا میں جو مجھے اہم کیا گیا تھا ایک کے مفاد کے لیے سرمایہ کاری کی جا چکی ہے۔

مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں اس کام کو کمال غور و انصاف نہیں دے سکے۔ وہاں میں مجھے بہر حال امید ہے کہ دوسروں کو میری قاعدہ کی موٹی مثال پر چھنے پر غالب کیا جائے گا، اور یہ بھی کہ میں مرنے سے پہلے اپنے خواب کی تعبیر دیکھوں گا۔

ہمارے سامنے ابھی بہت کام باقی ہے۔ امن کی دکات کرنے والوں کو اب کھل کاٹل خواب دیکھنے والے نہیں کہہ جاتا، اور مجھے یقین ہے کہ میں آپ کو قائل کر سکا ہوں کہ ہمارے منظم نے، دوسرے سے بھی اتنی خیریت اختیار کرنی ہے کہ ہم اپنی امیدوں کے خلاف کبھی ہتھیار نہیں ہٹاتے۔

دنیا بھر بچوں پر دیکھیں تو رات سے گزر چکی ہے، ہماری ہم لیاں جن کو کئی روزوں کوک جنگ کے دعوہ پر قربان ہو چکے ہیں، ہر میدان ان کے ٹھکانے سے ٹرائیوہ کے اور ہر سمندریں کے ٹھکانے سے رنگا ہوا ہے۔  
مگر امید، دوستو، امید!

غلط فہمی ہو رہی ہے، ایک نیا دن طوع ہو رہا ہے، اور مستقبل ہمارا ہے۔  
شاہد! شاہد!



# ایلی ڈوکوموں

## البرٹ گوباٹ

### اعلان تجلیل

جناب ڈوکوموں، جب مارڈائی پاریمان کی نوٹیل کمیٹی کو من کے کام کو امرنا دینے کا فرض سونپا گیا تو ہم ماہیں فوراً ایل لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جنہوں نے طویل اور مشکل مہینوں میں یہ کام کیا ہے جن کے ساتھ انکار میں رہتے ہوئے سارا اور اچھتے ہوئے کاموں کے ساتھ، گروتھ نہیں تو سرکاری کے ساتھ پیش آیا گیا تھا۔ اس وقت یہ دلک عام سی بات تھی کہ پہلے تین اٹھات پانے لوں میں میں سوئس دشمہ شامل تھے جنہیں اب انہی زیادہ دن نہیں گزرے ہیں کہ یہاں موجود عمر رسیدہ افراد کو یہ حق ہو کہ آپ کا ملک ہمیشہ سے نہ صرف سیاہی مابا جہز، آزاد کی کے بعد رسیدہ مجاہدوں اور امن دہی کام کرنے والوں کی پناہ گاہ رہا ہے بلکہ ان کی بھی جنہیں آزاد اور ترقی پسند خیالات کے باعث خط سمجھا گیا اور جن پر ظلم کیا گیا۔ اس طرح، دہریوں کے مقابلے میں آپ کے ملک میں ہمیشہ قوموں کے درمیان امن، امنیت، اٹھال اور جٹی چارے کے یہ درمیان اور عمل کی حریت کی معنی ہے۔ جو ہر ہمت میں نہیں بھٹکتی چاہیے وہ یہ ہے کہ آپ سوئس لوگوں میں زندگی کی حقیقتوں کے بارے میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جس کی بدولت آپ لوگ تصورات کو حقیقت میں بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

دوسوئس بی تھے جنہیں نے Red Cross کی بنیاد رکھی تھی، اور اب یہ دوسوئس لوگ ہیں جو امن تحریک کی دو اہم شاخوں، پاریمان اور دوسری عام شاخ کی قیادت کر رہے ہیں۔ جناب والا، ہم کافی انداز سے قائم Bern Peace Bureau کے ان تجربات اور منہ زور کیسٹرو، جواہری بھ مندی اور قائدانہ



ملاحیتوں کے باعث دنیا بھر کی اس سوسائٹیوں کے رہنما ہیں، خوش آمدید کہتے ہیں۔  
اس کی سوسائٹیوں کے لیے، جن کی سرگرمیوں کو ہم نے عام امن تحریک کا نام دیا ہے، تعریف و  
توسیف کے لیے غنا نہ بھی کم پڑ جاتے ہیں۔ انھوں نے اس میدان کی تیاری میں تعاون کیا ہے جن میں  
وہ ہوتی تھیں آج صحت مند عمو کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ انھوں نے جد باہ، احساسات اور حیثیت کی تشکیل  
میں معاونت کی ہے جو صورت گری کرتے ہیں قوی رکھتے ہیں، جو تحریک کرتے ہیں پارسیانوں، عورتوں  
اور سربراہان ملک کو، تاکہ وہ ہمارے مقصد کی رکنہ بنیں کریں۔ درہند کے حصوں میں ہمارے معاون  
ہو سکیں۔

ہم آپ کو وراٹن سوسائٹیوں کو اتنا کچھ سوچے، سمجھنے اور کہنے کے لیے، اور سب سے زیادہ آپ  
کی رہنمائی میں امن کے مقصد کے لیے کام کرنے پر توجہ تحسین و تشکر پیش کرتے ہیں۔ اتنی کامیابیوں  
تے بعد بھی ہم بھی ایک جدا ہی میں ہیں۔ جتنا مزید کیا جلا سے اس کی کوئی امید نہیں ہے۔ ہمیں آپ کے  
کام کی ضرورت ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ میں آپ تمنا کے اعہاد کے ساتھ اپنی بات کو ختم کرنا چاہتا ہوں  
کہ ہم سب ہمیں آپ کی، آپ کے بڑے دل کی، آپ کے تجربے کی، آپ کے علم و دانش اور علمی صلاحیت  
کی، اور سب سے زیادہ Peace Bureau کی سربراہی کے لیے آپ کی ضرورت رہے گی۔  
میں جناب ڈو کو میں کی صحت اور عمو میں عمر کی مکے لیے ایک جام تجویز کرنا ہوں۔

میں تمام تر احترام کے ساتھ اپنے سوس مہمان، لوئیس انعام یہ فز، ڈاکٹر ابرٹ گولڈ کی خدمت  
کے لیے ایک جام تجویز کرنا چاہتا ہوں۔

آپ سب تجلی طریت جانتے ہیں کہ انھوں نے برن (Bern) میں قائم Interparliamentary  
Bureau کے صدر نشین کی حیثیت میں اس کی ابتدا سے، اور Interparliamentary Union کی  
سرگرمیوں کی رہنمائی کی ہے۔ ان کے عہد میں یونین نے بہت ترقی کی ہے اور اب بین الاقوامی سیاست  
میں اس کی حیثیت ایک بڑے عنصر کی ہو گئی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس نے بڑی سرگرمی، شرم معقولیت کے  
ساتھ آج کے مسائل کو منایا ہے، اور اس کی بنیاد کی وجہ اس کی علمی تنظیم ہے۔

یہاں ہمیشہ سے ایک حکومتی سفارتی دائرہ موجود رہا ہے، اور مجھے سہرت ہے کہ میں اس کی نئے  
انداز کی سفارت کاری۔ پارلیمانی سفارت کاری۔ کے ممتاز نمائندے ڈاکٹر گولڈ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔  
مختلف کی غنوں سے دور سمجھتے ہوئے بھی، انھوں نے دہادی ہے کہ وہ تمام کی یہ سفارت کاری  
فرحت پیش تعاون بھی کر سکتی ہے اور اس میں اپنا وجود بھی برقرار رکھ سکتی ہے۔

ان شان کے حصول پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے، جو ڈاکٹر گولڈ کی شخصیت کی وجہ سے ممکن  
ہوئے ہیں ہم ان کے مستقبل کے کام کے لیے، و خصوصاً حال ہی میں لندن میں منعقد ہونے والی سم

کانفرنس کے لیے بھی اپنی نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہیں۔

## خطبہ ایلی ڈو کو موں

### جنگ کی بے معنویت تاریخ کی نظر میں

کہتے ہیں کہ جنگ درد مندی کرتی ہے، بین الاقوامی سیاست کے بڑے بڑے سفارت کار کرتی ہے، قوموں کو متحدہ کرتی ہے، اور درحقیقت، مسلسل مراحل سے گزرتے ہوئے تمدن کے فروغ کے اہم محرک تشکیل کا باعث بنتی ہے۔

پس اگر تمام دعووں کا احتیاط سے تجزیہ کیا جانا چاہیے تاکہ ان میں جو کچھ موجود ہو اس سے فائدہ اٹھایا جائے، آپ اجازت دیں تو کہیں یہ ہم دیکھیں کہ جو کچھ تاریخ کے واقعات کو شکل کر دیکھیں کہ ابتدائی دور سے آج تک جنگ نے کون سے مسائل حل کیے ہیں اور [کب اور] کسے حل کیا ہے۔ یہ تجزیہ اس اعلیٰ حکمران کے بارے میں ہماری آنکھیں روشن کرے گا، دنیا میں جنگ جو ادا کرتی رہی ہے۔

تاریخ کے اوراقی شاہد ہیں کہ پہلا میدان جنگ اس وسیع علاقے میں تھا جس میں یونان اور مغربی ایشیا شامل تھے اس علاقے کی طرف، وقتے وقتے سے، مسیح قبائل اور خانہ بدوش تہذیب بکثرت آتے رہے تھے جن کا مقصد مختلف علاقوں کا حصول تھا، جہاں وہ پہلے اپنی نئی نئی شاہیوں، دراصل کے بعد سطحیں قائم کر سکیں۔ ان سب کا قانون اور معنویت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ ان کے نزدیک طاقت ہی سب کچھ تھی، اور ہر موڑ پر، اس کے لیے محاربت استعمال سے تمدن کی راہیں بند کی جاتی تھیں، اور معصوم لوگوں کو قتل کر کے آگے بڑھ جانے کا عادی بنایا جاتا تھا۔

اس قسم کی جنگ کر سرزمینوں میں تاریخ داروں و دانشمندی تھے جن کی واحد نیت لوٹ مار ہوتی تھی! 1260 قبل مسیح کی مہمات میں آرگونات (Argonauts)، 1184 قبل مسیح میں یونانیوں کے ہاتھوں ٹرائے (Troy) کا قبضہ اور بعد میں Ionians [یونانی قبائل] اور Dorians [داری قبائل] کی ہجرت۔ چند برس بعد ان مہمات کا نتیجہ بھی باقی نہیں رہا تھا، سوائے تباہی، رکھنہ کے نکالوں کے، جن کے نتائج اس وقت تک محسوس ہوئے تھے جب تک ایک نئی تباہی غائب نہیں ہو گئی۔

اس دور جاہلیت (Dark Ages)، نے اور بہت چیزوں کے علاوہ، آرگائیو کرافٹس (Argive) کے ہاتھوں مقدونیہ (Macedonia) کی بادشاہی قائم ہوئی تھی۔ چوں کہ ان پر قسمت مقدونیہ یونانی کے اشراف بہت کچھ جو رہا تھا، ان آپ سے صبر کیا تھا کہ وہ ان میں مقدونیہ یونانیوں کے شہادت مامے کے بھی تک قصے کے مظاہرے سے مسے میں تاریخی تسلسل سے بہت دور ہیں۔

چوتھی صدی قبل مسیح میں مقدونیہ کے ایک [بہت زیادہ] آریوئڈ شخص ڈے فیلپ (Philip) نے یونانیوں کو اپنا مطلق کر رہا تھا، جو اس کے مقابلے میں خود بھی کم لیرے نہیں تھے اور پھر، ان کے میدان میں جنگ چھڑ گئی جس کے باشندوں کو ایک دوسرے کو قتل کرے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ فیلپ کے خارجہ بیٹے اسکندر (Alexander) نے، جس کے ہاتھوں میں وہ اپنے پوتے کی وفات ہوئی تھی [اور جسے] ”اعظم“ (”Great“) کہا گیا ہے، ایک بار پھر یونانیوں کو زیر کر لیا، اور اس کے بعد اٹلی، فارس (Persians) کو بھی فتح کر لیا۔ اس کی موت کے ساتھ ہی، جنگ کا وہ طریقہ جو اسکندر نے خون اور دلدل سے ایجاد کیا تھا، کھیر گیا، اور اس کی سابق سمیت کے سمندر سے، جو خون کی کمی سے بے قابو ہو گئے تھے، مقدونیہ اور مصر کے مملکتیں قائم ہوئیں۔

بدقسمت مقدونیہ کو دنیا کی ”خدا بننے کی آرزو تھی۔ تیس برس بعد اس پر ماب (Gauls) [”آری“] اور سے فرانس، بلجیم، سویٹزرلینڈ، برٹائل، اطالیہ میں بسنے والی قوم] نے جڑ جھلی کر دی اور اسے سخت و نامان کر دیا، پھر اٹلی، روم نے، اور پھر قرون وسطیٰ نے اسے ٹکڑوں کی لپیٹ لے دیکھا۔ آج، کسی قدر کم جاں کاہ افیت میں اس کے بازو رکت و راجت میں یورپ کے سامنے پھیلے ہوئے ہیں۔

کیا جنگ نے، اس کے وجود کے کسی بھی مرحلے پر، اسکندر اعظم کے زمانے کے مقدونیہ کے سیاسی اداروں کو مستحکم کیا ہے، اس کے عوام کی حالت بہتر بنائی ہے، یا اسے تمدن کی راہ پر گامزن کیا ہے؟  
میں نے اپنے نقوش قدم اور بدو تلاش کرنے چاہئیں اور یہ دیکھنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ دوسری بادشاہتوں سے ساتھ کیا تھا جو طاقت کے قانون کے ذریعہ زندہ تھیں، مثلاً [قدیم فارسی] سلطنت، Medes اور سلطنت فارس (Persians)۔

600 برس قبل مسیح سلطنت مادا نے اسیریا (Assyria) کو مغلوب کیا جو مسلح لپیروں کے ہاتھوں تاراج ہو چکا تھا، مگر پچاس برس بعد فارسوں نے ماد کو فتح کر لیا، جنہوں نے اسیریا اور مہند پر بھی قبضہ کر لیا؛ نتیجہ مزید خون کے ریز، مزید جتنے ہوئے شہر، مزید کشمکش بھی تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا، اس لیے کہ جنگ قانون کے بعد، جو آریون میں ایک جاری رہی تھی، فارس کی بادشاہتوں میں اس یونانیوں کے ہاتھوں مغلوب ہوا، اور اس کے نتیجے میں مقدونیہ کے فیلپ نے ان کی بادشاہتوں کو تباہ کر دیا، جس سے کسی طرح بھی اس کے خاندان کے مستقبل، اور اس کی قوم کی برتری یقینی نہیں ہوئی تھی۔

ایک بار پھر جنگ نے کچھ بنا دیا تھا، اس نے ممکن انسانی ضرورت کو ڈنٹ کیا اور قوموں کو راجاؤیت کے خار میں دھکیل دیا تھا۔

آج، کہ قدیم یونان نے اپنے فنی مصوری اور دب کی مدہنیوں کے ساتھ ان لمبے وقتوں کے لیے بھی بکھیر دیے تھے، یہ سچ ہے، مگر اس سے قطع نظر کہ اس نے اپنا تمدن اس سر پر قائم کیا تھا کہ طاقت میں ملوث ہونے پر مبنی ہے، یونان صرف اسی وقت روشنی کا مفاد بنا، جب اس نے بیرونی حملوں اور غارت

جنگیوں سے ہاتھ اٹھا یا تھا، جو اس کے جوہر قائل کے کام کی تہائی کے لئے خطرہ بن چکے تھے اس امر کو دیکھ کر نہیں چاہئے، مگر دنیا کی طور پر وہ اس کا قیام ہی تھا جو قدیم یونان کی شاہان اور خوش حالی کا باعث بنا تھا۔

اور گالی کی قائم کی ہوئی تھریسیا (Thrace) کی بدشاہی کے بارے میں کیا کہا جائے، جس نے مقدونیہ کو تباہ کر دیا تھا، یا پونٹس (Pontus) کے بدکھیا (Bythnia) کے بدشاہ (Syria) کے اور Pergamum کے بارے میں [قدیم یونانی شہر جو اب ترکی کے علاقے میں واقع ہے] جو 301 قبل مسیح میں Ispus کے جنگ کے بعد مہم جو لوگوں نے قائم کی تھیں۔ ان قوموں کے بلکے سے بھی شکست نہیں پائے جاتے، چنانچہ یہاں تک پہنچی تھی اور موت بخون میں۔

اور سلطنتِ روم کے بارے میں کیا کہا جائے؟ شہرِ روم کے بارے میں غرور و دولت کی جانتی ہے جو صدیوں تک سر ریاست کو تختہ دار بنا رہا تھا اور جس نے اپنی نوٹ انسان کو یہ کہہ کر چیلنج کیا تھا "میں روم کا بادشاہ ہوں" ("Civis Romanus")! میرے سامنے تنہا رہو اور مر جاؤ۔ اس کے فوجی دستوں کو، جو بادشاہ بناتے بھی تھے اور معزول بھی کرتے تھے، یہ معصوم تھا کہ وسیع فتح کی ہوئی زمین پر تمدن کی ابتدا کی جاتی ہے!

آپ شاید نہیں سمجھ سکتے کہ قدیم رومادارے، اس درجے کی تہذیب کے مالک تھے۔ یہی اساتذہ گرامر جس سے ماہر تھی، کروہ جہاں بھی گئے ساتھ اپنی تہذیب بھی لے گئے۔ بالکل لحد! لوگ قدیم زمانے کے لحد سے مائیں ہو چکے تھے جو ان کی دنیا پر غائب آچکا تھا، اور اس کے بعد ان کی امن اور سلامتی کی تمام ہرجندہ آشکار ہوئی تھی۔ روم کے بادشاہوں کی خون ریز فتوحات مسلسل اس آگاہی کو منسوخ کر رہی تھیں، اس کے بدلے میں جو مستوحش کو اپنی بدنی تہذیب کا ایک ہمنامہ برآمدہ بھی نہیں دیتے تھے۔ مستوحش کی حیثیت پر بہت غلامیوں جیسی ہی رہتی تھی۔

عسکریت پسند خیریت کی حمایت میں لوگ اکثر روم کے کچھ مذاقوں کی مثالیں دیتے تھے جن کی آبادیوں کو ہر میدان جنگ بننے کے باعث زوال کا شکار ہو گئی تھیں۔ حقیقت آج بھی وہی ہے، امریکان سر زمینوں کے سر پر اور وہ غلامانوں کی بد عنوانی کی فتوحات کی جنگوں کی وجہ بنتی تھی، جن کی بنا پر ان کے وطن کی خود مختاری تھیں گئی تھی۔ فاتح ان کو اپنے جوتے میں جوتے رکھتا تھا، اور جوتے کا وزن ان کے دکھ کی گڑبگ کو دہاں کر دیتا تھا، شاید جس کی وجہ سے ان کی دعاؤں کا پورا ہوتا تھا۔ انھیں فاتح کی فرماں برداری میں، یا روم کی شاہان اور مانی فائدے کے لئے جنگ لڑنا پڑتی تھی، یا وہ آقا کے بے شرم و بروی پوش خدمت گار بن جاتے، جنہیں پھر کبھی خدمت کی محنت کے پھل کا لطف اٹھانے کی امید نہیں رہتی تھی۔

یہ واقعی سچ ہے کہ اگر عالمی سطح کی سلطنت بنانے کے لئے کبھی بڑے بڑے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ قدیم زمانے کی تھی، جس نے پوری سلطنتوں کو مجرم کی کیسلوں کے ٹکڑوں میں غرق کر دیا تھا۔ اب اس

معلق طاقت، اس رومیوں کی ترقی، جسوں کی اس شانہ فتوحات سے سبب ہے؟ Punic جنگوں، کارٹیج (Carthage) [عہد ہما کے تونس کا ایک قدیم شہر] کی تہی، اور ہسپانیہ اور Gallia Narbonensis کی فتوحات کے بعد، یہ طور صدقہ و جشی پر حملوں سے سلطنت روم کی ترقی ہوئی۔ پانچویں صدی بعد مسیح میں Alana و Juevlana اور غوث بدوئوں نے اٹلی، گال اور ہسپانیہ پر چڑھائی کی۔ پھر یوں میں کہ Visigoths اور Burgundians گال میں بس گئے، اور Saxons نے برطانیہ و شمالی میں ڈیڑے ڈال دیے۔ اسی کے بعد، اگلی صدی کے وسط میں Heruls نے مغربی اسیٹ کا تیا پانچا کر دیا۔ بعد میں ان پر Ostrogoths چڑھ کر خود جن کی بادشاہت و بھی شہنشاہ Justinian نے تباہ کر دیا۔

شاہیوں کے شہر کے ماتر پڑنے کے ساتھ، مادی اور اخلاقی ترقی کی دنیا میں تمدن کے کام کی رز مرنو ابتدا ہوئی چاہیے۔ یہی تو ہے وہ، جسے ہر عہد میں جنگ کا سرفراز، رہنمائی رسوخ کیا جاتا رہا ہے۔ اسی انسانی خاندان نے ہٹا تواریں محبت کرنا شروع ہی کیا تھا، کہ چپکے چپکے کھنڈر سے نکل کر، جسوں نے اس کو جس دلدل میں دھکیں دیا، طاقت و ترقی پر بے حیوں کے جنگ دل قانون نے Saracen فوجوں کے ظہور کے ساتھ جس نے، Chaldea, Phoenicia, مصر، قبرص، Rhodes اور ہسپانیہ یک ایک حصے پر قبضہ کر لیا تھا، ساتویں اور آٹھویں صدی میں خود وہ دوبارہ جنگا شروع کر دیا۔ تب، چون کہ ایک بار پھر فتوحات کی جنگوں سے ہاتھ کچھ بھی مستل نہیں آئے، وہاں تھا، Saracens کو Poitiers کے مقام پر چارلس مارٹل (Charles Martel) نے 732 میں شکست دے دی۔ شش صدی کے بعد [یہاں کے شاہ، شارلمین (Charlemagne) نے اٹالیہ کی لمبارڈ (Lombard) سلطنت کو پکڑ لیا اور Pannonia (Hungary) کے آواروں (Avars) نے ہمدی دریا کے ایبرو (Ebro) تک ہسپانیہ کو فتح کیا، اور پورے جرمنیہ (Germania) کو فتح کر لیا۔

اس طرح شاہیوں اور محام کے لیے پر ایک طاقت و سلطنت کی بنیاد پڑی۔ تو کیا اب بھی ممکن ہے کہ دوبارہ توانائی حاصل کرنے کے بعد تمدن کے دھارے کو وہیں سے اٹھایا جائے جہاں، صدیوں تک وہ کبھی نہ ختم ہونے والے انجام کی خوب ریزہ و بیلہ کے باعث ٹوٹا رہا تھا۔

انہوں کو یہ ممکن نہیں۔ [اس لیے کہ]، م نہاد تمدن دنیا جب تیار ہوئی صدی میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ جنگ کا غصب، ایک طرف تو، بلکستان اور فرانس کے درمیان کی جنگ کے پیکر میں اور دوسری جانب 1096 کی پہلی مسیحی جنگ (First Crusade) کے پیکر میں اس کا غصہ ہے۔

بلکستان اور فرانس کے درمیان کی جنگ کی پانی پوتی ہوئی اثرات ۱۲ صدیوں سے نودہ عرصے تک قائم رہی، صوبے ہاتھ سے گئے، دیوار سے گئے اور پھر ہاتھ سے نکل گئے، مگر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ 1415 میں، بلکستان کے بڑی بیچ (Henry V) کی فرانس کا شاہ بنا دیا گیا۔ 1450 میں انگریزوں کو فرانس سے ہٹا دیا گیا۔ 1755 میں ایک نئی Anglo-French جنگ شروع ہوئی، اس کے بعد 1778 میں

ایک بحری جنگ ہوئی جو 1783ء میں اس وقت ختم ہوئی جب برطانیہ و فرانسیسی نے ایک لختِ ترافِ مدِ کب دی تھی۔ یہ فیصلہ نامی کے ساتھ جلد ہی دوبارہ شروع ہو گئی اور صنعتِ دہرِ جمہوریہ کے درمیان کے عرصے تک جاری رہی۔ تاہم یہ کہنا چاہیے کہ ایسی مستقل فزیت تمدن کے ساتھ مدنی خدمت کرتی ہے اور وہاں امن قائم کرتی ہے جہاں بین الاقوامی رشتوں پر برائی کا رواج ہوتا ان جنگوں کی تفصیلی تاریخ جیسے اس کے برعکس ثابت ہو کر رہی ہے۔

اور سبھی جنگیں نہیں رہیں؟ بہادر کے اس واپس کا نام ہے، جو 1906ء میں شروع ہوا تھا اپنا مقصد ظاہر کیا کہ ہم اپنی مقدس ترہوں کی زمینوں کو خودوں سے ویران کر دیں گے ماب تک سات سبھی جنگیں ہو چکی تھیں جنہوں نے یورپی شرافت کے پھولوں کو مسل کر رکھ دیا ہے اور نہ جانے کتنے غریب عوام کو 1250 برسوں کے لیے تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اس وقت چنانچہ نے سبھی جنگ و اول کو کھینچ کر مشرقی صنعت میں دوبارہ جان ڈال دی تھی، اور اس کے سیر دور میں بعد ترک صنعت و جو میں آگئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ سبھی جنگیں مشرقی لوگوں کو مغربی تمدن کے ذریعے میں لے آئی تھیں۔ اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ انہوں نے مغرب کو مشرقی عیب چھنے میں دیے تھے۔ سیر جاب، یہ امر یقینی ہے کہ یورپ کے عوام جنہوں نے سبھی جنگوں میں حصہ لیا تھا ان دورِ دما کی مہرت کے بعد بھی، اس وقت سے بھی زیادہ جانیں جھجے جب پہلی بار ان کے کالوں میں زید و ماں پٹر (Peter the Hermits) کی لڑائی خدا کی چاہتا ہے خدا کی چاہتا ہے! کوئی تھی۔

مزید یہ کہ اس کا اندازہ لگانے کے لیے کہ ان مہیب اور بے کار جنگوں نے قوموں کے درمیان کس قسم کا تمدن رائج کیا تھا، مثال کے طور پر فرانس میں رائج یہ امنی ہے، ایک نظر ڈالنا کافی ہوگا، جہاں قانون کی توہین کی حالت انہیں ایک صوبے کے بعد دوسرے صوبے، ایک شہر کے بعد دوسرے شہر، ایک قلعے کے بعد دوسرے قلعے میں مائزہ سبک برائی کی طرف لے گئی تھی، اور ہمیشہ کی طرح اپنے شریف آقاؤں کے گناہوں کا عیاذ و کسان کی کو بھرا پڑا تھا۔

اب ہم جدید دور کی سیاست کی تشکیل کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں، جہاں ہم ترقیات کے سرے پہلے پر ایک درجے پر پہنچ کر اور انسانی کے نقصان دہاں جن کو موجودہ میں لگے۔

1618ء میں مذہب کی آڑ میں ہم نے جمہوریہ میں ستوں، آسٹریا، سلوینیا اور فرانس میں تیس برس طویل جنگ کی ابتدا کی تھی۔ تمام لوگ ماں دیوتا اور کھتوں کی آتش زنی، خود اور اخلاقی اجڑی۔ یہ بے دست و پا لڑائی سو برس کی جھڑپوں کی۔ جب جمہوریت عوام کا دس فی صد قتل کیا جاتا تھا۔ Westphalia میں امن معاہدہ ہوا جس نے پہلے کے سے حالات بحال کر دیے، اور شہزادوں کی جنہیں امن کو قائم رکھنے کا طریقہ بھی معلوم نہیں تھا، رعایا ت دینے کے علاوہ ہاتھ نہیں کیا۔

اس سے سکھیں جانے والے سبق اتنے طاقتور معلوم ہوتے ہیں کہ ہر ایک کو راضی کر لیں گے کہ

وہ مستقل امن قائم کرنے کے لیے خود کو وقف کر دے جس کی سخت ضرورت ہے۔ نئے طوفانوں کی آمد کی  
 یقینی خبریں اتنی آسانی سے پرسکون نہیں ہو جاتیں، اور سترہویں صدی کا اختتام مارشوں کے ایک سلسلے سے  
 آلودہ ہو چکا تھا، جو اٹھارہویں صدی تک پہنچ گیا، جس میں نام نہاد عام امن کے کچھ ایسے وقتے بھی آئے  
 تھے جنہوں نے اس وقت بھی کچھ عواموں کو آزادی سے سانس لینے کی اجازت دی تھی۔

یقیناً ہم یہ دھوکا نہیں کرسکتے کہ عہدِ چابیت کے بعد کی صدیوں کے ظلم و ستم نے ترقی پسند  
 سے جنگیں، خود وہ اتنی ہی متوترکیبوں نہ ہیں، کبھی اس ریش و رنگ اور اخلاقی جس کو مارشیں سکتی ہیں جو آؤں کو  
 دھکی جانا اور سے منع کرتی ہے۔ وہ وقت کا جذبہ اور وہ بھی ثقافت کی ضرورت، جو انفرادی خوش حالی کی بجلی  
 شرط ہوتے ہیں جنگوں کی بنیاد اور یکاری ہوئی مٹا بیوں کے بجائے میں تم نہیں ہوئے ہیں۔ عظیم معجزوں اور  
 ہم دیکھتوں نے، پہلے فرد و پھر گروہوں کی، تخلیقی نہ ترقی کی وسعتوں کو وسیع کر دیا تھا اور نہ نیت تشدد  
 کے من و نے استعمال کے غزل تھوڑا عصب کرنے کی تھی جس نے صرف داخلی اور ترقی خدمت کی  
 سے۔ سترہویں صدی کے مناسب پرسکون عرصے اور اٹھارہویں صدی کے پہلے نصف نے، پہلے چھپے چھپے  
 روشن خیالی لوگوں میں فروغ دینے کے لیے اور بعد میں عوام تک پھیلانے کے لیے، اس میدان کی آبیانی  
 کی ہے۔ انصاف کا تصور تشدد کی پیڑیوں سے چھٹکارا پا کر طبعاً ہو رہا تھا۔

اسی جمہوریہ کو جو فرانس میں شہرِ شاہی کی جگہ لے چکی تھی اسکی سیاسی حکومت نے قیام کے عوام  
 حق پر اسرائیل جنگ کرنی چڑی تھی جو ان کی منتخب کردہ اندرون کی پالیسی کو حمایت کرے۔ اس لیے وہ  
 جنگ کا شہد ہی تھا جس نے بالآخر، فرانس کو اس حد تک پریشان کر دیا تھا کہ وہ فرانسیسی کرہیں کرہیں  
 کا کردار دینی تھا۔ شکریت، ہمیشہ سے زیادہ ہے رحم صورت میں دوبارہ ظاہر ہوئی، جس کے باعث نیپوین  
 کی جنگوں کا خوف ناک دور اور 1789 کے انقلاب کے اعلان کردہ عظیم اصولوں کی مخالف برہنہیت واپس  
 آئی۔

ایسے بھی لوگ ہیں جن کا اسرائیل ہے کہ وہ جنگ جو پورے یورپ میں پھیل گئی تھی وقفے وقفے سے  
 جس برسوں تک جاری رہی، اس میں جدید خیالات کو پھیلانے کا وسیلہ تھا۔ وہ فرانسیسی افواج کی شکستوں کی  
 نوک پر چند ہی آدمیوں تک پہنچے، جو سمجھتے تھے کہ اکثر ہونے والے قتل عام، شہر میں درختوں کی کاٹنی اور  
 منوچین کو کھینچنے کے اعمال، اس بار تمدن کے حقیقی کارندے تھے۔

یہ ایک فاش خطہ بھی ہے جو غیر متاثر جنگ جو یہ نہ وطن پرست تاریخی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔  
 فرانسیسی انقلاب کے اصولی من اور خوش حالی کے زمانے میں قوموں کے شعور تک زیادہ تیزی اور ترقی غور  
 پر پختہ تھے ہوتے بہ نسبت اس کے نہیں غارت و تباہی کے ماحول میں غیر ضروری تشدد اور ہمت فرو  
 زیا دتوں کے ساتھ پھیل رہا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ پہلی سہ صدی کی جنگوں کے اختتام نے دیکھا کہ عوام، بالخصوص فرانس کے، ہر قسم کی



فر دینے کو تے و سائل سے محروم ہو چکے تھے۔ قدیم عالمی غلبے کے محاب و کھنکھنے کے بعد اپنی فوجوں کو یورپ کی سرحدوں تک لے جانے، اور ایک جاہل حکمران کے ظم اوروں پر غلبے کرنے والے فرانسیسی کو اب خود اپنے علاقے کے اس حصے کو چھوڑنا پڑ رہا تھا اور نہ جانے کہاں سے آ کر تخت نشین ہونے والے سٹالین کے تخت، ان علاقوں کی محرومی کمرانی سے چند مہائی شروع کر دی تھی، مسکیت نے جن میں لا پھینکا تھا۔

میں برس کی جنگوں کے زلزلے اور تباہ شدہ یورپ کے ہر سرے پر لگے ابلی تباہیوں کے بارشوں

تہاں سے وہ سبق نہیں لے رہے تھے جو انھیں [انسانوں کو مارنے والے بحری توپ کے] [کولون (grapeshots) کے ساتھ دیے گئے تھے۔ تینا لوگ قانون اور انصاف کے وہ جدید خیالات دنیا کی

مشتاقی سے اور بہت جلد قبول کر لیتے اگر انھوں نے پرامن امداد عملیات کی دریافت کے پہلے ان کے

ماخذ دریافت کر لیے ہوتے، جب ان کی آنکھوں کے سامنے ان کی زمینیں برباد ہو رہی تھیں، ان کے گھر

جلائے جا رہے تھے اور ان کے نوجوان مارے جا رہے تھے۔

اب کہیں کو بھی پھوپھیں دل کی تلو ریت زنی اور تمدن کا لگہ نہیں کہنا چاہیے!

شاید کچھ لوگ اعتراض کریں گے کہ اب تک میں نے صرف جنگوں اور فتوحات کی باتیں کی ہیں، اور مجھ سے دریافت کریں گے کہ خود مختاری کی جنگوں کے بارے میں میرا کیا خیال ہے جو یورپ کی 1815 کی تعمیر نو کے بعد پھوٹ پڑی تھیں، اہل شب خصوصاً وہ 1827 میں یونانیوں کی طرف سے کیا جانے والی مداخلت کے بارے میں، اور 1860 میں آئرلینڈ کے غلبے کے خلاف جدوجہد میں فرانس کی جانب سے اٹالیہ کو دی جانے والی امداد کے بارے میں بھی سوال کریں گے۔

اس قسم کا بوقی بھی سناں مجھے پڑھا نہیں کرے گا۔ آزادی کی دہائی کے لیے نسوں اور قوموں کی جدوجہد پہلے زمانے کی حقوق میں نخل اندازیوں کی پیداوار تھی، جو غیر متحرک قوموں کی آنکھوں میں کٹکڑے لگے [جگانے] کی کوشش کے، مانند ہیں۔ اگر افریقہ اپنی خود مختاری سے محروم نہ کی گئی ہو تو، زمین دہی و بانی اور اپنی زمینوں سے بے دخل نہ کی گئی ہو تو، جن سے ان کا نظریہ رشتہ تھا، تو ان کے حق و طاقت کے پہلے غلط استعمال سے پیدا ہونے والی غمراہیوں کی دہائی کے لیے طاقت کے استعمال کا سہارا نہ دیتے، مثلاً یونان کی خود مختاری کی جنگ بھی، پہلے کی فتوحاتی جنگ کا نتیجہ تھی، اور اپنی خود مختاری کی طلب گاری میں نہیں واسے عوام کے بارے میں بھی یہی کہا جاسکتا ہے۔

اس طرح ہندو کے یہ مطالبے فطری صورت حالات کے اسی حالت میں دوبارہ قیام کے لیے تھے، جیسے کہ اس دور میں غیر فیکوں کی نخل اندازی سے قبل تھے جب طاقت کو قانون پر فوقیت حاصل ہو گئی تھی، یہ محض نتیجہ ہے ان حملوں اور کامیاب طریقوں کا جو ان کو جاری رکھنے کے لیے گئے تھے۔ جنگیں نہ ہوتی ہو تو اور نہ طاقت خود اس طرح بگڑے ہوتے، اگر امداد رکھنا ہوں کی دہائی میں سے زیادہ کی جنگ کے ذریعہ دبائے جانے کے بجائے بین الاقوامی انصاف کا نئی قیام قائم کیا گیا ہو، امن دوست لوگ جس کو



وکالت کرتے رہے تھے۔

ہم اپنے زمانے کی دوسری جنگوں کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جن کا بنیادی مقصد زبردستی دبائے جانے والے عوام کی آزادی نہیں تھا؟ سفارتی سازشوں کے یا ذاتی قیاس آرائیوں کے ہشکارے ہوئے، وقفے وقفے کے الٹ پھیر میں کیے جانے والے فرسودہ علم نے، سوائے بین الاقوامی تعلقات میں بدامنی پھیلانے، غول ریزی کرنے اور مستقبل کے تنازعات کی بنیاد رکھنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا ہے۔ 1855 میں فرانس، انگلستان اور پیرس مونٹن (Piedmont) [شمال مغربی اطالیہ کے قدیم علاقے] نے روس کو کم زور کرنے اور ترکی کو مستحکم کرنے کی غرض سے سیواسٹوپول (Sebastopol) [موجودہ ریاست یوکرین (Ukraine) کی ایک بندرگاہ] پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب وہی طاقتیں روس سمیت اکٹھی ہو رہی ہیں تاکہ روسلطان کے زیر نگیں ریاستوں کے اندرونی نظم و نسق پر اپنی خواہشات ٹھونس سکیں۔

1861 کی میکسیکو میں کی جانے والی فرانسیسی مہم پر 800 ملین فرانک خرچ ہوئے اور میکسیکو کی جانب سے ناقابل بیان مادی دولت اور فراوی قوت کی سخت بربادی ہوئی، جو Querétaro میں ہوئے والی تباہی پر ختم ہوئی تھی، جس نے سلطنت کے تمام نشانات مٹا دیے تھے جس کے تحت پر فرانسیسی فوج نے Archduke Maximilian کو بٹھا دیا تھا۔

1864 میں Schleswig-Holstein پر آسٹریا اور پروسیا کی جانب سے کیا جانے والا حملہ 1866 تک دونوں کے درمیان باہمی جوانی انعام بازی پر منتج ہوا جنہوں نے اس متحدہ کے عمل کی سازش کی تھی، اور اس طرح اپنے کام کے ٹھونچ بن بیٹھے تھے۔ سادوا (Sadowa) کے مقام پر مہرست کے بعد آسٹریا نے تہرا اتحاد بنانے کے لیے ایک بار پھر روس سے ہاتھ ملایا۔ اس اتحاد کی اب اس کا فائدہ زیادہ اہمیت نہیں رہی ہے جس پر اس کو گھسا گیا تھا۔

ایک بار پھر، یورپ میں روس اور ترکی کے درمیان ہونے والی جنگ مان اسٹیفانو (San Stefano) کے مذاق کے ذریعے اپنے نتیجے پر پہنچی، جسے میثاق برلن نے بعد میں کالعدم کر دیا تھا اور بلقان کے عوام کے دعوے کے مطابق صحیح طریقے سے تیار نہیں کیا گیا تھا۔

جہاں تک کیوبا کے قبضے کے سلسلے میں ہونے والی ہسپانوی / امریکی جنگ، یا فرانسیسی (Transvaal) میں ہونے والی جنگ، یا چین کے خلاف مشترکہ مہم، یا موجودہ روس / جاپان جنگ کا معاملہ ہے۔ یہ سب ہمارے لیے اتنی عالیہ ہیں کہ ہم ان سے کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتے۔ ہاں، ایک بات یقینی ہے، اور وہ یہ کہ انہوں نے جنگ کی رسوائی میں قابل تعریف حصہ لیا ہے۔ ان جنگوں نے تمدن کے فروغ کے سلسلے میں، یا زمین پر انصاف کی حکمرانی کے حصول کے معاملے میں، کس قسم کا کردار ادا کیا ہے، اس کی تشریح کے مشکل کام کو میں نے مسکرت پسندوں کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ اب تک انہوں نے کوئی تشریح پیش نہیں کی ہے۔ اپنے تاریخی جائزے کو ختم کرتے ہوئے، میں ان لوگوں کی توجہ کو دعوت دینا چاہتا ہوں، جو اپنی فوج

انسان کی اخلاقی و مادی ترقی اور جنگ کے درمیان رشتوں کا کوئی منجیدہ مطالبہ کرنا چاہتے ہیں۔  
امن پسندوں کی جانب سے اکثر کیا جانے والا ایک سوال ہے: ملا کہ جنگ ایک برائی ہے، مگر  
جب کسی مسئلے کا دوستانہ حل ناممکن ہو جائے تو اس کی جگہ آپ کسے رکھنا چاہیں گے؟ پچھلے چند برسوں میں  
کیے جانے والے ثالثی کے معاہدے اس سوال کا جواب فراہم کرتے ہیں، یہ دکھانے پر غور کریں کہ دونوں  
جانب خیر سگافی ہو، کہ ہمارے زمانے کے خالص استغراق، بین الاقوامی تنازعات کے آرام اور کئی آسانی  
سے سلجھائے جاسکتے ہیں۔

Convention for the Pacific Settlement of International Disputes 1933

دی ہیگ میں جس پر چھٹیس ملکوں نے دستخط کیے تھے بین الاقوامی تنازعات کا ایک حل پیش کرتا ہے، ایسے  
طریقے کے ذریعے، عہد جاہلیت، قدیم دنیا، بلکہ عہد تاریخ بھی جس سے واقف تھی: بغیر دشمن رہائی کے  
قوموں کے درمیان تنازعات کے بندوبست کا طریقہ۔ یہ سچ ہے کہ یہ طریقہ ابھی درجہ کمال تک نہیں پہنچا  
ہے، مگر یہ [کوشش] اس امر کا اظہار ہے کہ ہم ان حالات کی بہتری کی کوشش کر رہے ہیں جنہوں نے اس کو  
جنم دیا تھا۔ ہر ممکن معاملے میں اس کا اطلاق ایک فرض بن جانا چاہیے کہ اس کی ابتدا امن دوستوں کو بھی  
مطمئن کر دے گی۔ بعد میں، جب کچھ تجربہ حاصل ہو جائے گا تو اس کو درجہ کمال تک پہنچانے کی کوشش کی  
جائے گی، اور یا لآخر انسانی ضمیر جاگ اٹھے گا، اور اس کو بنیاد تصور کیا جائے گا قانون اور انصاف کے  
ڈھانچے کی جو مستقبل میں بین الاقوامی رشتوں کی نیابت کرے گا۔

ان خیالات کے ذریعہ اثر جو طاقت کے غلط استعمال کے خلاف، جنگ جس کی تردید کی جاتی ہے، کئی  
قوموں نے بشمول بہت اہم ممالک، حال ہی میں معاہدے کیے ہیں کہ وہ اپنے درمیان پیدا ہونے والے  
تنازعات کو دی ہیگ کی عدالت کے سامنے ثالثی کے لیے پیش کریں گی۔ ہم نے فرانس اور برطانیہ عظمیٰ  
کے درمیان، فرانس اور اطالیہ کے درمیان، برطانیہ عظمیٰ اور اطالیہ کے درمیان، فرانس اور ہسپانیہ کے  
درمیان، اور نیدرلینڈ اور ڈنمارک کے درمیان ہونے والے ایسے معاہدوں کا خیر مقدم کیا ہے۔ تقریباً دسویں  
تمام یورپی قوموں کے درمیان بھی اسی قسم کے کنونشن تیار کیے جاسکے ہیں۔ یہ اس عہد کی ایک اچھی نشانی  
ہے، اور اب انسانیت کو ماضی کی حماقتوں میں دھکیلنے کے لیے مسکری دماغوں کو بہت مشکل پیش آئے گی۔

یہ کوشش اسی مرحلے پر ختم نہیں ہوئی ہے: فرانس اور انگلستان نے، اس تھنکا کا فائدہ اٹھاتے  
ہوئے، جو ان کے دستخط کرنے معاہدوں نے فراہم کیا ہے، ایک معاہدہ کیا ہے۔ ان تمام نوآبادیاتی سوالات  
کے سلسلے میں، جو ان ریاستوں کے درمیان کھڑا کیا تنازعہ کا سبب بنے ہوں گے، مثلاً مصر، مراکش، سیام،  
نیو فاؤنڈ لینڈ وغیرہ میں اس امر کا اعتراف کر لیا چاہیے کہ اگر ہیگ کنونشن پر دستخط کرنے والی تمام  
قومیں آپس میں ثالثی کے معاہدے کر لیں، اور اگر وہ ان معاملات کو حل کر لیں جو کسی تنازعہ کا سبب بن  
سکتے ہیں، تو امن کے اعلان کی کوئی ضرورت ہی نہ رہے گی: امن اپنے عمل سے قائم رہے گا۔ پھر کبھی،



امن کی حاکمیت کو جنگ سے دائمی انکار کی ضرورت نہیں رہے گی اس لیے کہ یہ انصاف کے، قانون کے اور عوام کے باہمی اتفاق کی زیریں چٹان پر قائم رہے گا۔

## خطبہ البرٹ گوبالت

29 جولائی 1899 میں ہونے والے ہیگ کنونشن کا فروغ

سات برس ہونے ہی والے ہیں، جب نویں بین الاقوامی کانفرنس کا اجتماع آپ کے دارالحکومت میں ہوا تھا۔ یہ ایک مکمل توجہ اجتماع تھا جس میں حصہ لینے والے ایک عرصے تک مارے کی شان دار مہمان نوازی کو یاد رکھیں گے اس اجتماع سے کچھ پہلے قوموں کے قوانین پر اثر انداز ہونے والے اہم سوالات پر سمجھوتہ کے لیے یورپی، امریکی اور ایشیائی طاقتوں کے سرکاری نمائندے دی ہیگ میں اکٹھے ہوئے تھے اور راست کی چوتھی تاریخ کہ جب ہمارے مذاکرات ختم کے قریب تھے اس ہیگ کانفرنس میں کیے جانے والے اقدامات کے بارے میں اطلاعات ملی تھیں۔ سب سے پہلے ہماری اسمبلی نے اس عظیم کام پر فخر کا مسرت بلند کیا تھا اور بہت سے مقررین نے اس کو خوب صورت خراج تحسین پیش کیا تھا، بالائی پارلیمان کے ایوان میں، جویہاں سے زیادہ دور نہیں۔ اس سے کوئی انکار نہیں کرے گا کہ عالمی طاقتوں کی یہ پہلی عام کانگریس Interparliamentary Union کی کوششوں سے ہی وجود میں آئی تھی۔ اس لیے یہ امر برگز تعجب خیز نہیں ہوگا کہ یونین نہ صرف دی ہیگ کی قرارداد کو تصدیقی بحث کے لیے پیش کرے گی، بلکہ دوسری کانفرنس کے اجتماع کے لیے بھی کام کرے گی۔ ہماری درخواست پر صدر روزویلٹ (Roosevelt) نے ازراہ مہربانی اس معاملے میں پیش قدمی کا بار بھی اٹھایا۔ تو اب، آپ کو یقین ہو جانا چاہیے کہ اس کے لیے جو پچھلے چند برس تک Interparliamentary Union کا سیکرٹری جنرل رہا ہے، اور اس حیثیت میں اس کو نوپیل امن انعام سے بھی نوازا گیا ہے، کتنا مشکل کام ہوگا کہ وہ دی ہیگ کے کام کو اپنے خطاب کا موضوع بنائے۔

تو میں کی اس عظیم اسمبلی نے تین بین الاقوامی کنونشن ترتیب دیے ہیں۔ آج میں شہود کو ان میں سے صرف ایک کے لیے محدود رکھوں گا، جو بین الاقوامی تنازعات کے امن پسندانہ بندوبست سے متعلق ہے۔ اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: عام امن کی نگہداشت، اور بین الاقوامی ثالثی۔

امن کی حفاظت کے لیے اکتفا عالمی شان پر رکنا خوب صورت خیال ہے۔ یہ۔ کتنی امیدیں اس خیال سے جہوم اٹھتی ہیں کہ یہ تقسیم ترین آئین امن کو برقرار رکھنا۔ مقصد ہوا چاہیے ایک بین الاقوامی کنونشن کا

جس پر دنیا کی زیادہ تر قوموں کے دستخط ہوں۔ تب، کتنا افسوس ناک ہو جاتا ہے یہ جاننا کہ 1899 جولائی 29 ہیک کنونشن کا یہی ایک حصہ ہے آج تک جس کا کم سے کم اطلاق ہوا ہے۔ اس لیے کہ نہ اس نے یورپ (Boer) [جنوبی افریقہ میں کسانوں اور انگریزوں کے درمیان جنگ] کو روکا ہے اور نہ روس/جاپان جنگ کو۔ نوآبادیاتی جنگیں تو الگ رہیں۔

عام امن کی حفاظت کے لیے، کنونشن نے مصالحت کے طریقے بتائے ہیں۔ پہلے طریقے میں، جنگ کے امکانات یا جنگ چھڑ جانے کے بعد، ایک یا کئی قومیں، جنگجوؤں کے درمیان مصالحت کرانے کی پیش کش کر سکتی ہیں۔ جو ایک نہایت مفید طریقہ ہے جس پر آسانی سے عمل بھی کیا جاسکتا ہے، اور اس کے لیے صرف ایک سفارتی خط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور چوں کہ ہیک کنونشن کے تحت مصالحت کی پیش کش یا اس سے انکار کو معاہدہ عمل نہیں گردانا جاسکتا، تمام طاقتیں، بالخصوص وہ جو ایک یا ایک سے زیادہ حربوں سے قریب ہوں، اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے بے چین ہوں گی۔ اس کا بہت امکان ہے کہ بہت سے معاملات میں جنگ سے پرہیز کیا یا اس سے روکا جاسکتا ہے۔ بحث کے دوران جذبات کو ٹھنڈا ہونے دیجیہ اور کسی بیگانے پر وہی کو مصالحت کرنے والے کی بات سننے پر راضی کرنا بھی امن کی طرف قدم بڑھانے کے مترادف ہوتا ہے۔

اگر ہم ہیک کنونشن کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مصالحت کرانا ہر قوم کا فرض ہوتا ہے۔ دوسرے معنی میں ایسی پیش کش اس وقت کی جانی چاہیے جب کوئی تنازعہ سفیدگی اختیار کر لے اور جنگ کے پھوٹ پڑنے کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ اس نکتے پر دفعہ 27 بہت واضح ہے۔ اب، نہ صرف قومیں اپنے فرائض ادا کرنے میں ناکام ہو گئی ہیں بلکہ اس سے بھی لڑی بات یہ ہے کہ، جب روس اور جاپان کے درمیان جنگ کی ابتدا ہوئی تھی، قریب تھا کہ ریاست ہائے متحدہ کے صدر اپنی خدمات پیش کریں، حکومت کے افسر نے اخبارات نے اعلان کر دیا تھا کہ اس نوعیت کی کوئی بھی پیش کش معاہدہ سمجھی جائے گی۔ اس طرح اس ایک عمل سے کنونشن کی دہری خلاف ورزی ہوئی؛ پہلی خلاف ورزی، کسی قوم کی جانب سے خدمات کی پیش کش میں ناکامی، اور دوسری خلاف ورزی، روس کی حکومت کا غیر سرکاری اعلان، کہ ایسی پیش کش کو ایک غیر دستاویز قرار دیا جائے گا۔ مگر کنونشن کی خلاف ورزی تو پہلے ہی ہو چکی تھی، ہیک کنونشن کے صرف دو مادہ ہیں۔ کسی حکومت یا کسی سربراہ ریاست نے یورپ جنگ کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چھوٹے اور اخلاقیات قوموں پر ابھی تک اتنے اثر انداز نہیں ہوئے ہیں کہ وہ باقاعدہ کیے گئے اور دستخط شدہ کسی معاہدے یا وعدے کو، جب وہ بین الاقوامی قانون کا حصہ بن جاتا ہے، ناقابل خلاف ورزی سمجھنے لگیں۔ عام باشندوں سے، اگر ضرورت ہو تو، طاقت کے ذریعے ان کے وعدوں کا پاس کرایا جاتا ہے۔ مگر ذرا کسی بڑے پیمانے کے بین الاقوامی حکم کا مسئلہ کھڑا ہونے دیجیہ، پہلے عزت سے کندھے اچکانے کے حکمتیں اس کو فوراً منسوخ کر دیں گی۔